كتاب العبر وديوان المبتدا والخبر في أيام العرب
والعجم والبربر ومن عاصرهم من ذوي السلطان الأكبر

المعروف به

تاریخ ابن خلدون

جلد دوم

قبل از اسلام ۔ حصہ اول و دوم

علامہ ابن خلدون نے اپنی زندگی کے آخری ایام مصر اور شمالی افریقہ کے دوسرے علاقوں میں بسر کئے تھے۔ اس جلد میں مصر اور شمالی افریقہ کے حکمران خاندانوں، قوموں اور قبیلوں کے مفصل حالات و واقعات ہیں۔ اگرچہ ان حکمرانوں اور قبائل نے دوسرے مسلم حکمرانوں کی طرح جاہ و جلال سے حکومت نہیں کی تھی، لیکن ان کے ہاتھوں بعض ایسے کارنامے انجام پائے جو اسلام کے قرن اول اور عہد زرین کی عظمت کی یاد دلاتے ہیں۔ شمالی افریقہ کے بربر علاقوں کے علاوہ دنیائے عرب کے دوسرے ملکوں میں بھی اسلام کی اشاعت و حکومت کے حالات تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔

تصنیف

علامہ عبدالرحمن ابن خلدون

ترجمہ

علامہ حکیم احمد حسین الہ آبادی

ترتیب و تبویب

منیر احمد نعیم ایم۔اے

الفیصل ناشران و تاجران کتب

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

AI-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street,Urdu Bazar,Lahore.Pakistan
Phone : 7230777 Fax :09242-7231387
http:www.alfaisalpublishers.com
e.mail:alfaisal_pk@hotmail.com

جولائی 2004ء
محمد فیصل نے
ندیم یونس پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔

فہرست

باب ۵

حضرت ابراہیمؑ کی روداد

باب ۶

حضرت اسماعیلؑ کا بیان اور انکی زندگی کے حالات

باب ۷

حضرت یعقوبؑ کے حالات زندگی

باب ۸

مستعربہ عربوں کے حالات اور تبابعہ کا ذکر

باب ۹

حبشہ کے حکمرانوں کا بیان

باب ۱۰

بابل، موصل اور نینوا کے حکمران

ب ۱۱

قبطی حکمرانوں کا بیان

باب ۱۲

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی

باب ۱۳

بنی اسرائیل کی حکمرانی کے دور کا آغاز

باب ۱۴

بنی اسرائیل کے ملوکوں کی داستان

باب ۱۵

بنو حسمنائی کی حکومت کے حالات

باب ١٦

ہیرودس کی حکمرانی کے حالات

باب ۱۷

عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی

باب ۱۹

یونان کے حکمرانوں کے حالات

باب ۲۱

متنصرہ قیاصرہ کے حکمرانوں کے حالات

باب ۲۳

قوطوں (گاتھوں) کے حالات اور دیگر واقعات کا بیان

باب ۲۴

عرب کے بنو قمر، بنو قضاعہ اور بنو کہلان کا بیان

باب ۲۷

بنو عدنان کے حالات اور دیگر واقعات

باب ۲۸

قریش کا بیان اور دیگر واقعات

مکے میں قریش کی حکمرانی

حصہ اول

باب ـ ۱

محسن انسانیت سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باب ۔۱۲

عراق و شام کی فتوحات

باب ۔۱۳

حضرت عمرؓ کا دور خلافت

باب ۔۱۴

فتح شام

باب ۔۱٦

فاروق اعظمؓ کی شہادت

باب ۔۱۷

حضرت عثمانؓ بن عفان کا دور خلافت

باب ۔۲۲

خوارج کی فتنہ پروری اور جنگ نہروان

باب ۔۲۳

خلافت حسنؓ ابن علیؓ

حصہ دوم

باب ۱

امیر معاویہؓ بن ابی سفیان

باب ۔۲

یزید اول بن معاویہ (60ھ تا 64ھ)

باب۔۲

واقعات کربلا

باب ۔۳

عبداللہ بن زبیرؓ (64ھ تا 73ھ)

باب۔۴

عبدالملک بن مروان (73ھ تا 86ھ)

باب ۔۵

ولید بن عبدالملک (86ھ تا 96ھ)

باب ۔ ۱۳

دولت عباسیہ کی ابتداء

قبل از اسلام......تاریخ الانبیاء

باب :۱

عالم کے انساب اور دیگر واقعات

علمائے نسب نے اتفاق کے ساتھ یہ بات قبول کی ہے کہ ابوالبشر (آدمیوں کے باپ) آدم علیہ السلام ہیں اور پھر ان کی اولاد کی نسل سے نوح علیہ السلام تک تعمیر عالم اور زمین آباد ہوتی رہی اور ضرورت اور وقت کے تقاضے کے لحاظ سے انبیاء مثلاً شیثؑ، ادریسؑ اور ملوک ہوتے رہے لیکن جب ان لوگوں میں بت پرستی، شرک اور الحاد حد سے زیادہ بڑھ گیا تو نوح علیہ السلام کی دعا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (سورۃ نوح:26) (ترجمہ۔اے پروردگار زمین پر کسی کافر کے گھر کو نہ چھوڑ) سے بہت عظیم طوفان آیا اور سوائے اہل کشتی کے کوئی متنفس اس جانکاہ عذاب سے جان بر نہیں ہوا۔ کشتی والوں نے چونکہ نہ تو اپنے بعد کوئی اولاد چھوڑی نہ ان کے توالد و تناسل کا سلسلہ چلا، لہٰذا تمام اہل عالم نوحؑ کی نسل سے ہیں اور آپ ہی تمام عالم کے ابوالبشر ثانی ہیں۔ ان کا نسب توریت اور ماہرین انساب کے اتفاق سے یہ ہے: نوح ابن لامک (یا لمک) ابن متوشلخ ابن خنوخ (یا اخنوخ یا اشنخ یا احنخ) ابن یرد (یا بیرد) ابن مہلائل (یا ماہلائل) ابن قائن (یا قینن) ابن انوش ابن شیث ابن آدم علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام۔ شیث کے معنی ہیں عطیۃ اللہ۔ ابن اسحاق لکھتا ہے کہ ادریس نبی کا نام خنوخ تھا لیکن دیگر اہل انساب اس بات کے مخالف ہیں۔ ابن اسحاق یہ بھی لکھتا ہے کہ ادریس نبی وہی ہیں جو فن حکمت میں ہرمس حکیم کے نام سے مشہور ہیں، واللہ اعلم۔ ان اسماء میں اختلاف اس وجہ سے ہے کہ اہل عرب نے درج بالا اسماء کو اہل توریت سے لیا ہے اور یہ امر واضح ہے کہ اہل توریت کے مخارج حروف اور اہل عرب کے مخارج حروف میں بہت بڑا فرق ہے۔

نوحؑ کا طوفان

زند خوانان فارس اور بید دانان ہند طوفان نوح کے واقعے سے انکار کرتے ہیں۔ فارس کے چند علماء یہ کہتے ہیں کہ طوفان صرف بابل کی سرزمین میں آیا تھا حالانکہ آسمانی کتب اس طوفان عالمگیر کی پورے طور سے شہادت دیتی ہیں۔ نوح علیہ السلام کے تین لڑکوں یعنی سام، حام، یافث سے دنیا کی تمام قومیں پیدا ہوئیں۔ یافث بڑے، حام چھوٹے، سام منجھلے تھے۔

طبری نے باب احادیث مرفوعہ میں ایسے ہی نقل کیا اور بیان کیا ہے: سام ابوالعرب (پدر عرب) اور یافث ابوالروم (پدر روم) اور حام ابوالحبش والزنج (پدر حبش و زنگ) ہے۔ بعض کتب میں یوں مذکور ہے کہ سام ابوالعرب والفارس والروم (پدر عرب و فارس و روم) اور یافث ابوالترک والصقالبہ ویاجوج و ماجوج (پدر ترک و صقالبہ و یاجوج ماجوج) اور حام ابوالقبط والسودان والبربر (پدر قبط و سوڈان و بربر) ہے۔ ابن مسیب اور وہب ابن منبہ سے بھی یوں ہی روایت کی جاتی ہے۔ بہرحال اگر یہ احادیث درست مان لی جائیں تو یہ اجمالی انساب ہیں، محققین انساب نے انساب کی جو شاخیں بیان کی ہیں ان کے لئے کوئی صحیح نقل ہونی چاہئے۔ طبری نے لکھا ہے کہ نوح کا ایک لڑکا کنعان جسے عرب یام کہتے ہیں، طوفان میں ہلاک ہوا تھا (کنعان کا ذکر تورات میں انہی لفظوں میں مذکور ہے۔ قرآن میں نام کی تصریح نہیں لیکن دیگر واقعات موجود ہیں جو اس امر پر شاہد ہیں کہ یہ وہی کنعان ہیں کیونکہ ان کے سوا نوح کا کوئی اور لڑکا غرقاب نہیں ہوا) جبکہ دوسرا لڑکا عابر نامی قبل طوفان انتقال کر چکا تھا۔ ہشام نے لکھا ہے کہ نوح کے ایک لڑکا اور تھا جس کا نام بوناطر تھا۔ واللہ اعلم۔ تاہم جس بات پر تمام علماء تاریخ نے اتفاق کیا ہے، وہ یہ ہے کہ سلسلۂ توالد و تناسل انہی تین لڑکوں حام، سام، یافث سے چلا اور یہ ہی ابوالبشر ثانی نوح علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام عالم کے مورث اعلیٰ ہیں۔

سام بن نوح کا بیان

سام بن نوح کی اولاد سے عرب، ابراہیمؑ اوران کے لڑکے ہیں۔ابن اسحاق نے نقل کیا ہے کہ ان کے پانچ لڑکے تھے یعنی ارفخشند ، لاوذ، ارم، اشوذ اور غلیم۔علاوہ ازیں اولاد لاوذ ابن سام کا توریت میں کچھ ذکر نہیں۔لیکن ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ لاوذ سے طم عملیق ، جرجان، فارس چار لڑکے پیدا ہوئے۔عملیق سے جاسم کا گروہ ہے جن میں سے فراعنہ مصر، کنعانیین، برابرہ شام بنی لف، بنی ہزال، بنی مطر، بنی ارزق، بدیل، راحل، ظلفار ہیں۔ارم ابن سام کے چھ لڑکے ہوئے یعنی عبیل عبد ضخم،عوض، کاثر، ماش (یا مشیخ) حول۔عاد بن عوض زمین احقاف میں حضر موت کے اردگرد میں رہتا تھا جبکہ اولاد کاثر سے ثمود، جدلیس، جرموق ہیں۔ثمود کا مسکن شام اور حجاز کے درمیان مقام حجر میں تھا۔طبری روایت کرتا ہے کہ عاد، ثمود، عبیل، طم، جدلیس، امیم، عملیق کو اللہ تعالیٰ نے زبان عربی سکھائی تھی اور یہی لوگ عرب عاربہ کہلاتے ہیں۔کبھی یقطن کو بھی عرب عاربہ شمار کیا جاتا ہے۔اور عرب عاربہ کو عرب بادیہ بھی کہتے ہیں لیکن ان کا وجود اب کہیں نہیں پایا جاتا کیونکہ سب ہلاک ہو چکے ہیں۔ہشام ابن محمد کا یہ خیال ہے کہ نبطی اولاد نبط بن ماش بن ارم سے اور سریان بنی سریان بن نبط سے ہیں۔اس کے علاوہ اشوذ بن سام کے چار لڑکے ایران، نبط، جرموق، باسل ہیں۔ایران سے فارس وکرد اور خرز، نبط سے نبیط اور سریان، جرموق سے جرامقہ اور اہل موصل، باسل سے اہل ویلم اور اہل جبان ہیں (ھکذا رواہ ابن سعید)۔غنیم ابن سام کے لڑکے فارس اور لاذ ہیں اور لاوذ کے تین لڑکے طسم، امیم، عملاق مشہور ہیں۔یاد رہے کہ ارفخشند ابن سام وہی بزرگ ہے جسے عالم میں یہ شرف عظیم حاصل ہوا کہ اس کی نسل سے انبیاء کرام اور رسل عظام پیدا ہوئے۔اس کے خاندان میں جس طرح نبوت کا سلسلہ نسلاً بعد نسل چلتا نظر آتا ہے اسی طرح حکومت بھی اسی خاندان میں رہی۔اس کی پشت سے شالخ اور شالخ کی پشت سے عابر پیدا ہوا، جس کے دو لڑکے تھے۔ایک فالغ اور دوسرا یقطن۔محققین انساب کے نزدیک اسی کو قحطان کہتے ہیں کیونکہ عرب نے یقطن کو معرب کر کے قحطان بنالیا ہے۔فالغ سے ابراہیم اور ان کی نسلیں ہیں جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔یقطن سے بہت سی شاخیں نکلی ہیں، توریت میں ان سے صرف تین یعنی مرواد، معربہ، مضاض کا ذکر ہے حالانکہ جرہم حضور، سالف، سبا، حضر موت، بباراح، اوزال، وفلا، عوثال، افیماتیل، ابوفیر، جوبلا، یوفاف اسی یقطن ابن سام کی نسل سے ہیں۔حضور اور اہل سالف کے مورث اعلیٰ ہیں اور سبا یمن وحمیر وتبابعہ کے جبکہ ابوفیر ہند وسندھ کا جد اعلیٰ ہے (شجرہ نسب بنی سام)

یافث کا خاندان

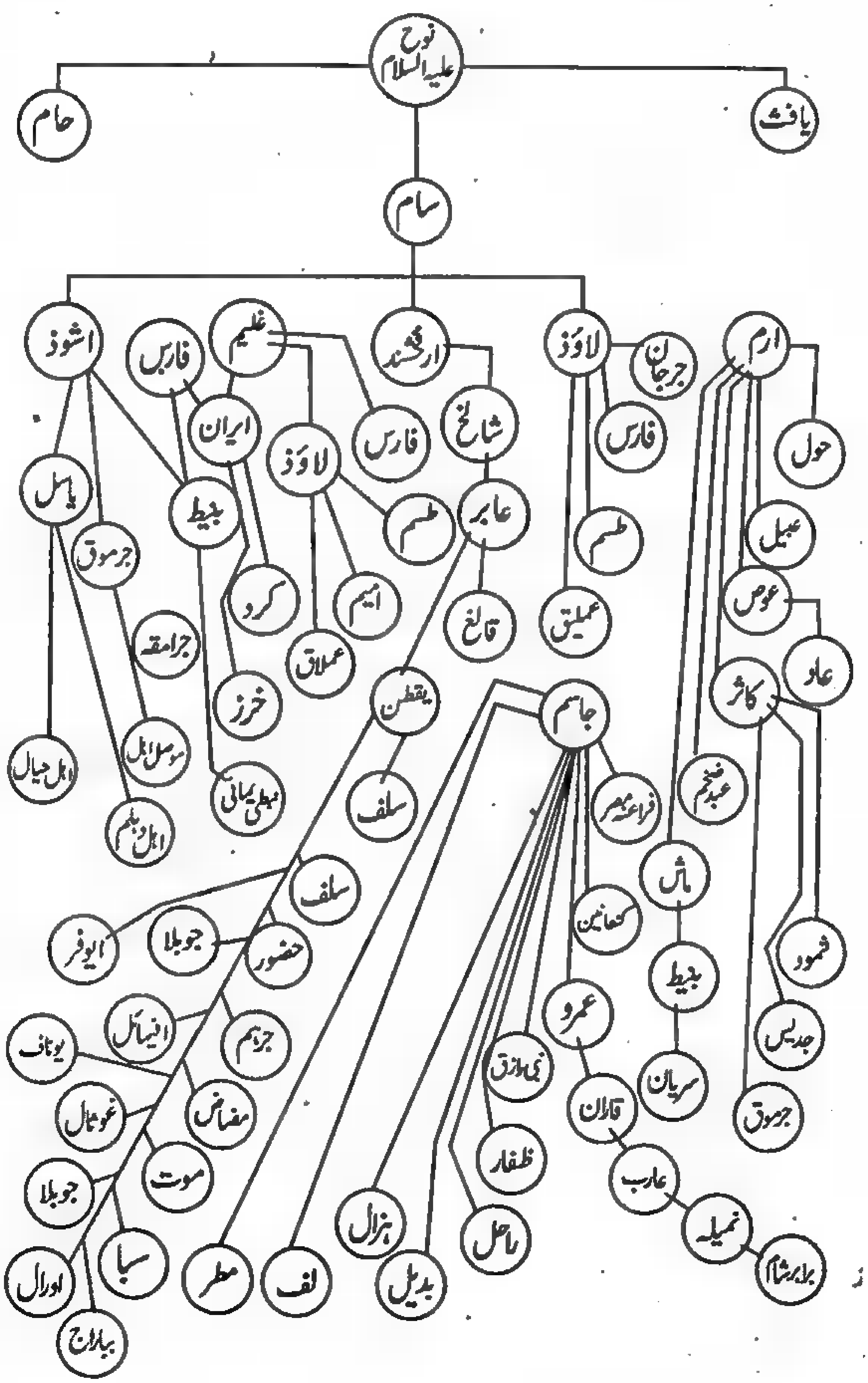
یافث ابن نوح کی اولاد سے اہل انساب کے نزدیک اہالیان ترک، چین، صقالیہ، ترک، یاجوج و ماجوج ہیں۔ان کے دو پچھلوں یعنی (یاجوج و ماجوج) میں کچھ اختلاف ہے جیسا کہ بعد میں بیان کیا جائے گا۔یافث کے سات لڑکے کومر، یاوان، ماغوغ، قطوبال، ماشخ، ماذا تے طرائیش تھے جیسا کہ توریت میں ہے، ابن اسحاق نے بھی انہی کا ذکر کیا ہے۔اسرائیلی انساب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ توعزما ابن ترک ابن کومر سے اہل خزر، اشبان ابن ترک سے صقالیہ اور ریفات ابن ترک سے فرانسیسی ہیں۔ترک کی تمام شاخیں کومر کی اولاد سے ہیں۔علامہ ابن سعید ترک کو عامور ابن سویل ابن یافث کی طرف منسوب کرتا ہے حالانکہ عامور اور کومر دو شخص نہیں، کومر کو عامور بھی کہا کرتے تھے۔اس کے باوجود ہمارے خیال میں ان دونوں روایتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ علامہ ابن سعید کی تحریر واضح شہادت دے رہی ہے کہ عامور یافث کا پوتا ہے اور توریت سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ کومر یافث کا لڑکا ہے واللہ اعلم۔

بہرحال کومر ابن یافث سے ترک پیدا ہوا اور ترک کے اجناس سے غور، خرز، قفچاق (یا نفشاخ) یمک، علان (جس کو آز بھی کہتے ہیں) شرکس (یا چرکس) ازکش، طغرغر (جس کو تتر بھی کہتے ہیں اور یہ ارض طمغاج میں رہتے تھے) خطا، الغز، توغرما، اشبان، ربعاث، صیاطلہ ہیں۔

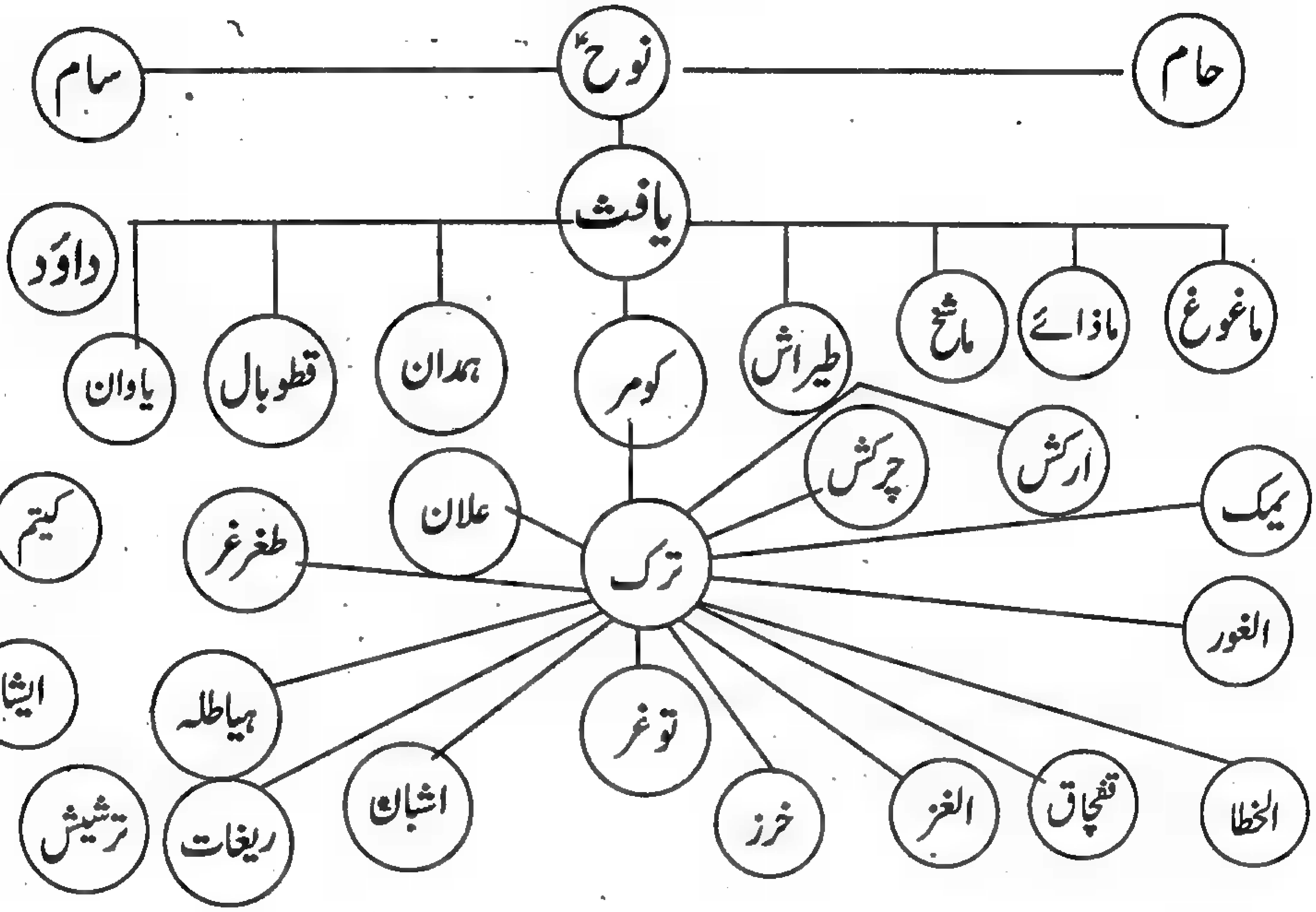
انساب کے نزدیک طغرغر تاتاریوں کا، الغز سلجوقیوں کا، ہیاطلہ خلجیوں کا اور ریفات فرانسیسیوں اور خرز ترکمان کا مورث اعلیٰ ہے لیکن بعض علمائے نسب کی تحریروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ترکمان اولاد توغرما سے ہیں۔یاوان ابن یافث کے (جس کو یونان بھی کہتے ہیں) چار لڑکے داؤد بن ایشا، کیتم، ترشیش پیدا ہوئے جبکہ انساب کے علماء ابوالروم (پدر روم) اور ترشیش کو اہل طرسوس کا مورث اعلیٰ بتلاتے ہیں۔ماغوغ ابن یافث کی نسبت یہ مشہور ہے کہ یاجوج اسی کی اولاد سے ہیں۔روم کے مورخ اہروشیوش نے قوط اور لطین کو بھی ماغوغ کی اولاد سے شمار کیا ہے۔قطوبال ابن یافث کی

اولاد نے بھی خوب نسلی ترقیاں کیں، اس کی نسل سے مشرق میں اہل چین اور مغرب میں المان (جرمن) والے ہیں۔ بعض لوگوں نے افریقہ میں بربریوں اور فرانسیسیوں کو بھی قطوبال ہی کی نسل سے شمار کیا ہے لیکن بعض کا خیال ہے کہ اہل اندلس بھی اسی کی نسل سے اور ان سے زیادہ قدیم ہیں۔
ماشخ ابن یافث کی طرف اہل خراسان منسوب کئے جاتے ہیں جبکہ ماذائے ابن یافث سے صرف ایک لڑکا دیلم جسے زبان عبرانی میں ماہان کہتے ہیں، پیدا ہوا۔ طیراش ابن یافث سے ایک لڑکا فارس پیدا ہوا۔ اسرائیلی علماء کے مطابق طیراش کی اولاد خراسان میں دولت وحکومت کی مالک تھی لیکن اب ان کے قبضہ اقتدار سے زمام حکومت جاتی رہی۔

بنی سام کا شجرہ نسب



بنی یافث کا شجرہ



حام کی اولاد کا بیان

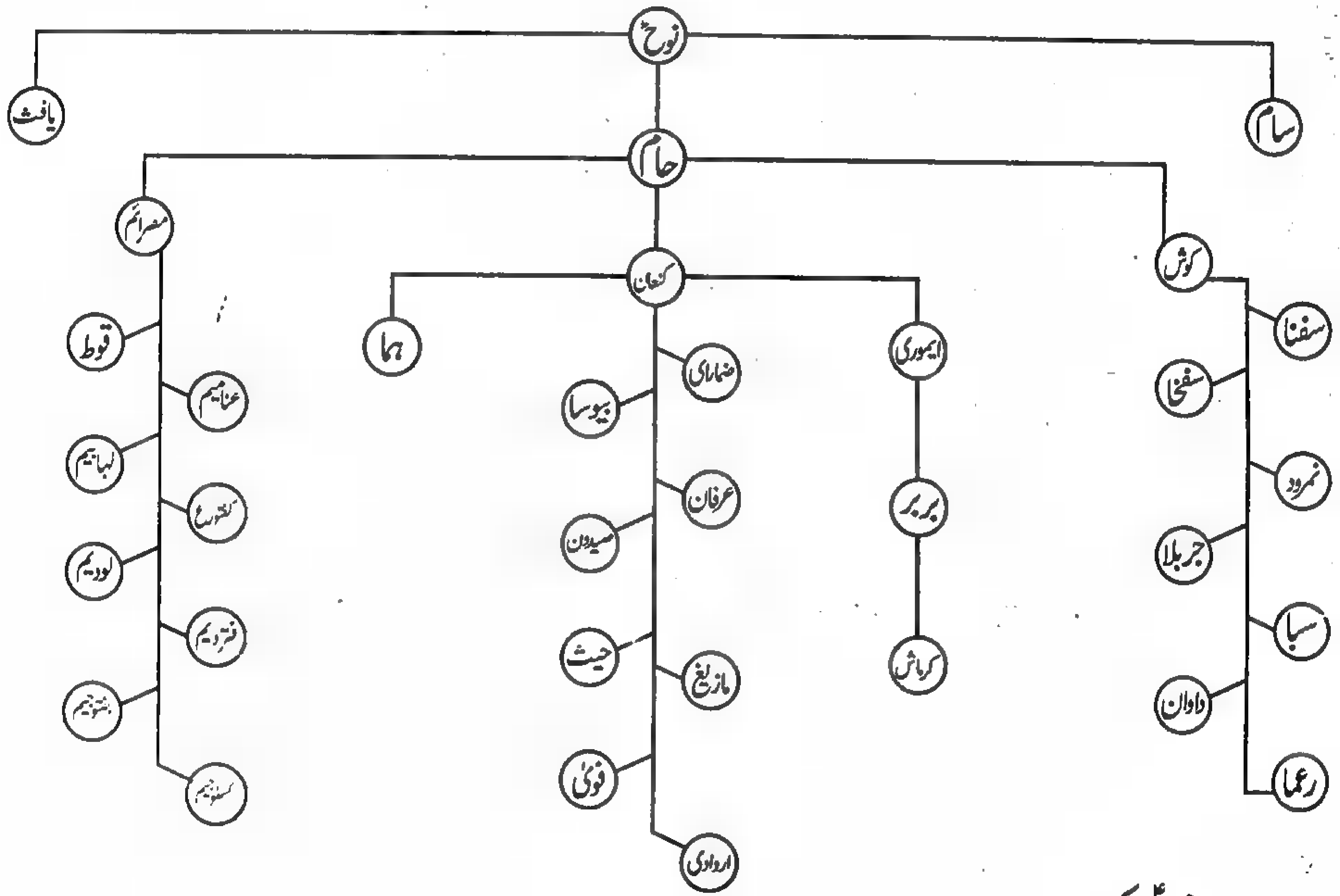
حام ابن نوح کی اولاد سے سوڈان، ہند، سندھ، قبط، کنعان ہیں۔ لیکن پچھلے دو میں اختلاف ہے، جیسا کہ توریت میں ہے کہ ان کے چار لڑکے مصر (یا مصرائم)، کنعان، کوش، قوط تھے۔

مصر ابن حام کے سات لڑکوں میں سے لہابیم، یفتوجیم، لودیم کے حال تاریخی کتب سے معلوم نہیں ہوئے اور نہ ان کا کچھ ذکر توریت میں ہے۔ باقی رہے کسلوجیم، فتروسیم، کفتورع، عفامیم، یہ سب اسکندریہ اور اطراف اسکندریہ میں آباد اور مقیم ہوئے۔ کنعان ابن حام کے بارہ لڑکے مشہور ہیں اور ان کے نام کتب میں ملتے ہیں: (1) صیدون۔ اطراف صیدا میں اس کی نسل پھیلی (2) ایموری (3) کرشان (ان دونوں کی اولادیں شام میں رہتی تھیں لیکن یوشیع کے غلبے کے بعد افریقہ چلی گئیں) (4) بوسا۔ یہ بیت المقدس میں رہا اور اس کی یہیں نسل پھیلی، داوٗد کے غلبے کے بعد اس کی اولاد افریقہ اور مغرب کی طرف بھاگ گئی۔ قیاس ظاہراً یہ شہادت دیتا ہے کہ بربران ہی مفرورین کی اولاد سے ہیں، گو محققین علمائے نسب نے انہیں مازیغ ابن کنعان کی اولاد سے بتلایا ہے۔ ممکن ہے کہ مازیغ ان ہی لوگوں میں سے ہو (5) مازیغ۔ (6) حیث۔ اعوج بن عناق یا عنق اس

کی نسل کا معروف بادشاہ ہے (7) عرفان (8) اروادی (9) خوئی، ان لوگوں نے اپنی قیام گاہ نابلس کو بنایا۔ (10) سبا (یہ طرابلس میں رہا) (11) ضمارائے (اس نے حمص کو جائے سکونت ٹھہرایا) (12) حماد (یہ انطاکیہ میں مقیم ہوا۔) کوش بن حام کے پانچ لڑکوں سفنا، سبا، جوبلا (یہی اہل برقہ کا مورث اعلیٰ ہے) رعماء، سفحا، کا ذکر توریت میں بھی ہے لیکن ہشام ابن محمد کی روایت یہ شہادت دیتی ہے کہ نمرود کوش ابن حام کا چھٹا لڑکا ہے۔

قوط ابن حام سے ایک لڑکا قبط پیدا ہوا، اکثر بعض علماء نسب قبطیوں کے خیال میں یہ ہی قبطیوں کا جد اعلیٰ ہے۔ سوڈانیوں اور حبشیوں کی نسبت طبری کی روایت واضح طور پر یہ شہادت دے رہی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی جنس اور ایک ہی نخل کے شاخ یعنی حام ابن نوحؑ کی اولاد سے ہیں۔ ہشام ابن محمد تحریر کرتا ہے کہ کنعان ابن حام کا ایک لڑکا ان بارہ لڑکوں کے علاوہ کوش نامی تھا جس کی اولاد سے نمرود پیدا ہوا تھا۔

بنی حام کا شجرہ



حضرت نوحؑ کی روداد

مؤرخ علامہ ابن خلدون نے کسی وجہ سے نوحؑ کے حالات تحریر نہیں کئے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تاریخ کے شائقین ان سے واقف ہوں۔ سب سے پہلے نوح علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام ہی کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ ادریسؑ کے بعد نبوت سے سرفراز کئے گئے۔ آپ پہلے نبی ہیں جن کی شریعت نے آدمؑ کی شریعت کو منسوخ کیا۔ آپ کی دعا سے کفار وملحدین عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے اور سب سے پہلے آپ ہی نے نماز کے اوقات حکم خداوندی کے مطابق مقرر فرمائے۔

حضرت نوحؑ کا چہرہ نرم، سر بڑا اور طول کی جانب مائل تھا۔ آنکھیں بڑی اور بازوؤں پر گوشت تھا۔ پنڈلیاں پتلی اور رانیں موٹی تھیں۔ آپ کی جیسی ڈاڑھی بڑی تھی ویسا ہی قد و قامت بھی موزوں تھا۔ مزاج میں غصہ تھا۔ پچاس برس کی عمر میں نبی ہوئے اور نو سو پچاس برس تک وعظ و پند کرتے رہے لیکن بدنصیب قوم نے گمراہی کفر والحاد کو پھر بھی نہیں چھوڑا۔

جس وقت آپ کی عمر چھ سو برس سے متجاوز ہوگئی تو آخر کار آپ کی بددعا سے ایک عالم گیر طوفان آیا۔ جس سے کئی کفار ہلاک ہوئے اور مؤمنین نے نجات پائی۔ طوفان کے واقعات ہم شہرت کے باعث نہیں لکھ رہے۔ البتہ یہ لکھ دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ پانی کا یہ طوفان ایک سو پچاس دن تک رہا۔ دسویں رجب کو کشتی جس پر جناب نوحؑ اپنے خاندان اور چالیس آدمیوں کے ساتھ سوار تھے، جبل جودی پر رکی جو کہ سرزمین جزیرہ میں ہے۔ دسویں محرم کو کشتی سے اتر کر آپ قریہ قردوی میں فروکش ہوئے اور اس کا نام سوق ثمانین رکھا کیونکہ اس وقت وہ قریہ انہی اسی گھروں سے آباد کیا گیا تھا۔ اس وقت تک وہ اسی نام سے موسوم ہے۔

کشتی سے اترنے کے بعد آپ نے اہل کشتی کے ہمراہ حکم خداوندی کے مطابق قربانی کی۔ جب رمضان کا مہینہ آیا، تو آپ نے روزے رکھے۔ آپ طوفان کے بعد تین سو پچاس برس زندہ رہے، اس حساب سے آپ کی عمر پورے ایک ہزار سال کی ہوئی جیسا کہ کلام مجید، فرقان حمید کی اس آیہ کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے: فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا (العنکبوت:14) (اپنی قوم میں نوحؑ ایک ہزار سال رہے باستثناء پچاس برس) یعنی نو سو پچاس برس یعنی نبوت کے بعد اور پچاس برس نبوت سے قبل۔ آدم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے وقت سے زمین کے غرق ہونے (یعنی طوفان) تک دو ہزار دو سو بیالیس برس ہوتے ہیں واللہ اعلم۔

باب:۲

سرزمین عرب کا بیان

عرب کی حدود اربعہ (یعنی چاروں حدیں) جہاں کہ بنی سام، بنی حام سے لڑ بھڑ کر بابل سے آنے والے ہیں یوں بتائی جاتی ہیں کہ اس جزیرہ نما کو مغرب طرف سے آبنائے باب المندب و بحر احمر (جس کی دوسری جانب افریقہ ہے)، مشرق سے خلیج فارس، شمال سے فلسطین اور شام اور جنوب سے بحر عرب گھیرے ہوئے ہے۔
یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ عرب کو چار طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے گروہ کو عرب عاربہ کہتے ہیں بمعنی ساختہ فی عروبیة کما یقال لیل الیل صوم صائم او بمعنی الفاعلة للعروبیة والمبتدعنه لہا (یعنی اس جماعت کو عرب عاربہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اسے عربیت میں بہت دخل تھا، جیسا کہ عرب تمثیلاً کہتا ہے لیل الیل صوم صائم یا اس وجہ سے اس پر عرب عاربہ کا اطلاق ہوا کہ یہی گروہ عربیت کا موجد ہے) کبھی کبھی اس گروہ کو عرب بادیہ (بمعنی ہالکہ) سے بھی موسوم کرتے ہیں، کیونکہ دنیا میں کوئی شخص اب ان کی نسل سے باقی نہیں رہا۔

عرب کا نام

عرب کو عرب کیوں کہتے ہیں، اسے عرب کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے۔ اس کی وجہ علامہ خلدون اور مؤرخین نے یہ ظاہر کی ہے کہ عرب اپنے معاصرین میں بیان، فصاحت و بلاغت، کلام اور عمدہ گفتگو میں مشہور عالم تھے۔ ظاہراً قیاس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اگرچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ نکتہ اس وجہ کے ظاہر ہونے کے بعد پیدا ہوا۔

عاربہ عرب

اس کی بہت سی شاخیں ہیں جن میں معروف عبیل، جدلیس، عبد ضخم، حضور، عاد اولی، ثمود، عمالقہ، طسم، امیم، جرہم، حضر موت ہیں۔ یہ اور عرب عاربہ سے جو بھی لوگ منسوب ہوتے ہیں وہ سب کے سب لاوذ ابن سام ابن نوح کی اولاد سے ہیں۔
اس گروہ نے نہ تو اپنے رہنے کے لئے کوئی گھر بنایا تھا اور نہ بارہ مہینے کسی ایک مقام پر کبھی قیام کیا تھا یعنی اگر مصلحت وقت کے تقاضے سے کسی صاف میدان میں آج ان کا قیام ہے تو کل بکریوں، اونٹوں کے خیال سے ہرے بھرے میدانوں میں ہوگا۔ وہ کھانے پینے کے بھی زیادہ محتاج نہیں تھے کہ خواہ مخواہ رزق کی جستجو میں سرگرداں پھرتے، وہ ہمیشہ اونٹوں، بکریوں کے دودھ اور گوشت سے اپنا پیٹ بھرتے تھے تاہم کبھی کبھی جنگلی میوؤں اور صحرائی پھلوں سے بھی اپنا وسیع دسترخوان سجا لیتے تھے۔ بہر حال مصلحت وقت اور ان کی اپنی ضرورتوں نے انہیں اقلیم ثالث میں بحر محیط کے درمیان مغرب سے اقصائے یمن تک اور مشرق میں ہند کی حدود تک رکھا۔ اس گروہ میں بھی ضرورت کے تحت اور مشیت ایزدی سے انبیاء کرام مبعوث ہوئے تھے۔ جیسا کہ ہم آئندہ تفصیل سے بیان کریں گے۔

مستعربہ عرب

یہ گروہ جسے عرب عاربہ سے نسباً قریب ہے۔ ویسے ہی زمانا بھی اسے قرب حاصل ہے۔ اس گروہ نے بھی خوب ترقی کی۔ دولت، حکومت اور

عزت نے مدتوں اس گروہ کا ساتھ دیا۔ حمیر اور کہلان اسی گروہ کے نامی خاندانوں میں سے ہیں اور یہی وہ گروہ ہے جس نے عرب کے پہلے طبقے (یعنی عرب عاربہ) پر غالب آ کر ان کی حکومت عالم ہستی کے صفحے سے ایسی مٹائی کہ ان کے نام کے سوا ان کا نشان حشر تک کہیں ڈھونڈنے سے بھی نہ مل سکے گا۔

قبیلہ جرہم اسی دوسرے طبقے میں شمار کیا جاتا ہے (یاد رہے کہ جو جرہم عرب عاربہ کی نسل سے تھا وہ زمانہ عاد اولیٰ میں تھا جبکہ یہ جرہم قحطان بن عابر کا لڑکا ہے) جس میں کہ آنے والے ثالث طبقے کے مورث اعلیٰ حضرت اسمٰعیل پرورش پائیں گے، وہ انہی سے عربی زبان سیکھیں گے اور انہی حجازیوں کی طرف مبعوث بھی ہوں گے، جرہم کا مسکن و ماوا سرزمین یمن تھا۔ یمن حدود جزیرہ نما عرب سے باہر نہیں ہے بلکہ اسی جزیرہ نما کا یہ بھی ایک ٹکڑا اور حجاز کے جانب جنوب میں ہے۔ یہ لوگ اپنے ہر بادشاہ کو تبع کہتے تھے۔ کلام پاک ربانی میں بھی اس قوم کا ذکر آیا ہے۔ (سورۃ ق:۱۲ تا ۱۶) قحطان اور وہ سب لوگ جو عرب تابعہ سے ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں، سب کے سب عابر ابن شالخ ابن ارفخشند ابن سام ابن نوح علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے شمار کیے جاتے ہیں۔

تابعہ عرب

اس کے مورث اسماعیل نہ تو جزیرہ نما عرب کے رہنے والے تھے اور نہ ان کی زبان عربی تھی، انہیں ان کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام کے ساتھ حضرت ابراہیم حکم ربانی اور سارہ علیہا السلام کی خواہش سے مکہ کے مقام حجر میں چھوڑ آئے۔ آپ نے پھر بنی جرہم میں جس کا ذکر عرب متعربہ میں ہو چکا ہے، پرورش پائی۔ آپ نے انہی سے عربی زبان سیکھی۔ اسی خاندان میں آپ کی شادی ہوئی۔ اس کے بعد اسی سرزمین میں آپ کی آئندہ نسلوں نے نمایاں ترقی کی۔ تیسرے طبقے کا نسباً فالخ ابن عامر ابن شالخ ابن ارفخشند ابن سام ابن نوح سے تعلق ہے کیونکہ طبقہ ثانیہ والے (عرب متعربہ) سے زماناً اور نسباً بہت ہی قریب ہے طبقہ ثانیہ والے عابر ابن شالخ کی اولاد سے ہیں جبکہ طبقہ ثالثہ والے فالخ ابن عابر ابن شالخ کی نسل سے ہیں۔

عرب مستعجمہ

یہ دراصل طبقہ ثالثہ کی اولاد و احفاد سے ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اسلام کی عالمگیر روشنی کے ذریعہ عرب میں شرک اور الحاد کی تاریکی سے نکل کر ایک نئے طرز کی دولت و حکومت کی بنا پڑی تو اس طبقہ رابعہ کی ترقی کرنے والی نسلوں نے مشرق سے مغرب تک پھیل کر اپنی کامیابی کے پھریرے بڑے شاندار ممالک کے بلند میناروں پر اڑائے۔ بعدازاں عجمیوں کی مخالطت اور میل جول نے ان کی اس زبان میں جو اصلی مادری زبان کی قائم مقام تھی، ایسا تغیر و تبدل کر دیا کہ بظاہر بالکل مخالف ہوگئی۔ اس کے بعد اس چوتھے طبقے کی موجودہ اور آئندہ نسلوں کو عرب مستعجمہ سے تعبیر کیا گیا۔ ایک بات یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عربی لوگ عموماً اب تک ہر اس شخص کو جو کہ جزیرۃ العرب کا رہنے والا نہ ہو، عجمی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ تاریخی حالات کے اعتبار سے عرب چار طبقوں پر تقسیم ہیں ورنہ زبان کے لحاظ سے عرب کے دو ہی طبقے مشہور ہیں: ایک عرب عاربہ دوسرا عرب مستعربہ۔

عاربہ عرب کا بیان

حضرت نوح کے بعد عرب کا یہ گروہ سب سے زیادہ قوی، عظیم الشان اور مقدم سمجھا جاتا ہے لیکن ان کا زمانہ اتنا قدیم گزرا ہے کہ ان کے حالات اور اخبار سے پورے طور پر اطمینان نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ طبری کی کتاب یاقوتیہ اور کسائی کی کتاب البدر سے عرب عاربہ کے حالات کافی حد تک معلوم ہوسکتے ہیں لیکن ان دونوں بزرگوں نے حالات تاریخ کے پیرائے میں نہیں لکھے اور صحت کا کوئی خاص التزام نہیں کیا۔ اگر ہم ان سے بھی قطع نظر کرلیں تو صرف توریت باقی رہتی ہے، اس میں اگرچہ عرب کے اس گروہ کا تذکرہ نہیں ہے لیکن چونکہ بنی اسرائیل کا زمانہ عرب عاربہ کے زمانے سے قریب تھا اسی وجہ سے بنی اسرائیل اور علمائے توریت کی روایتوں کو قابل اطمینان سمجھ کر ہم اس گروہ کی کیفیات معاشرت، حکومت اور اختلافات کے حالات ان لوگوں سے نقل کرنا چاہتے ہیں جو اپنا قدیمی مذہب چھوڑ کر اسلام میں آ گئے۔

عرب عاربہ جزیرہ نما عرب کے رہنے والے نہیں تھے اور نہ ان کے آباؤ اجداد کا یہ مسکن تھا، یہ لوگ سرزمین بابل کے باشندے تھے لیکن معلوم نہیں کہ کب اور کیوں بنی سام اور بنی حام سے کسی قدر ناچاقی ہوئی اور تھوڑی بہت چل بھی گئی لہٰذا بنی سام بابل سے جزیرۃ العرب چلے آئے اور ان لوگوں نے یہیں بود و باش اختیار کی۔ اس گروہ میں ہر قبیلے اور فرقے کے الگ الگ بادشاہ یا امیر ہوتے تھے، یہاں تک کہ ان پر بنی یعرب بن قحطان متغلب ہوئے۔ جس طرح انتظام دنیا کے لئے ان میں حکمران یا بادشاہ یکے بعد دیگرے ہوتے رہے، اسی طرح دین اور آخرت کی اصلاح کے لئے انبیاء علیہم السلام بھی مبعوث ہوتے تھے۔

عاد کا بیان

عرب کا جو سب سے پہلا بادشاہ ہوا وہ عاد ابن عوض ابن ارم ابن سام تھا جس کی قوم ارض احقاف میں یمن، عمان اور حضر موت کے درمیان رہتی تھی۔ اس کی ایک ہزار بیویاں تھیں اور چار ہزار لڑکے تھے۔ اس نے بارہ سو برس کی عمر پائی تاہم بیہقی روایت کرتا ہے کہ اس کی عمر صرف تین سو برس کی ہوئی۔ عاد ابن عوض کے بعد اس کے تین لڑکے شداد، شدید، ارم یکے بعد دیگرے سلطنت و حکومت کرتے رہے۔ مسعودی کا بھی یہی خیال ہے کہ عاد کے بعد شداد بادشاہ ہوا اور ممالک شام و ہند و عراق کو اسی نے فتح کیا۔

ارم کا باغ

علامہ زمخشری شداد ابن عاد کے بارے میں لکھتا ہے کہ اس نے صحرائے عدن میں مدینہ ارم بنوایا تھا جس میں سونے چاندی کی اینٹیں اور یاقوت اور زبرجد کے دروازے تھے۔ اس نے قصہ یوں بیان کیا ہے کہ ایک روز شداد بن عاد سے اس کے زمانے کے نبی نے جنت کی تعریف کر کے کہا کہ اگر تو بت پرستی چھوڑ کر حق پرستی کرے گا تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ تجھے جنت دے گا۔ شداد نے کہا: ''میں خود جنت بنا سکتا ہوں، مجھے تیرے اللہ کی جنت کی ضرورت نہیں ہے۔'' شداد نے پھر صحرائے عدن میں ارم بنوایا۔ علامہ ابن سعید بیہقی سے روایت کرتا ہے کہ باغ ارم کا بانی ارم بن شداد ابن عاد اکبر ہے لیکن درست بات یہ ہے کہ صحرائے عدن میں نہ تو کوئی مدینہ ہے اور نہ ارم نام کا کوئی باغ ہے، یہ سب بے اصل و خرافات قصے ضعیف مفسرین کی من مانی اور دل بہلاؤ باتیں ہیں۔ ارم جو کہ قول باری تعالیٰ ارم ذات العماد (فجر) میں مذکور ہے اس سے قبیلہ مراد ہے نہ کہ شہر اور باغ۔

مسعودی نے لکھا ہے کہ عوض کی حکومت تین سو برس تک رہی جس کے بعد عاد ابن عوص حکمران ہوا۔ جیرون ابن سعد ابن عاد بھی ان ہی کا ایک بادشاہ تھا جس نے شہر دمشق کو تاخت و تاراج کیا۔ اس نے سنگ مرمر اور قیمتی پتھروں سے ایک مکان بنوایا تھا جس کا نام ارم رکھا تھا۔ دمشق کے دروازوں پر اس کا اب تک وجود پایا جاتا ہے اور اسے باب جیرون کہتے ہیں۔ کتاب الاغانی کے صورت اول کے کسی بیت میں اس کا ذکر آیا ہے۔ ابن عساکر نے بھی تاریخ دمشق میں جیرون کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جیرون کا ایک بھائی یزید تھا جس کے نام سے شہر یزید مشہور ہے۔ یزید اور جیرون دونوں دراصل سعد بن لقمان ابن عاد کے بیٹے ہیں اور انہی کے نام پر باب جیرون اور نہر یزید مشہور ہوئی ہے تاہم صحیح یہ ہے کہ باب جیرون سلیمان علیہ السلام کے غلاموں میں سے ایک کے نام پر معروف ہے زمانہ بنی اسرائیل میں موسوم ہوا ہے اور وہ ان کے زمانہ حکومت میں کارپرداز تھا۔

شداد کا ذکر

علامہ ابن سعید نے قبطیوں کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ شداد بن بداد بن ہداد بن شداد بن عاد نے قبطیوں سے کئی لڑائیاں کیں اور ان کے مقبوضات میں سے مصر، اسکندریہ وغیرہ لے لیا اور وہیں ایک شہر ادن نامی آباد کیا جس کا بیان توریت میں بھی آیا ہے جب وہ انہی لڑائیوں میں ہلاک ہو گیا تو قبطیوں نے اپنے بھائی بربریوں اور سوڈانیوں کو اکٹھا کر کے عرب کو مصر سے نکال دیا اور مصر کو بدستور اپنے مقبوضات میں داخل رکھا۔

ہود علیہ السلام

کچھ عرصے بعد شامت اعمال سے جب اس گروہ کے اقبال نے ان سے منہ پھیر لیا تو ان میں بت پرستی پھیلنے لگی، رفتہ رفتہ ان میں شرک اتنا عام ہوا کہ ہر کوئی لکڑی اور پتھروں کے بتوں کی پرستش کرنے لگا اور معبود حقیقی کو بالکل بھلا دیا۔ پھر اپنی قوت اور توانائی پر ایسے نازاں ہوئے کہ سمجھانے سے بھی ان سے سمجھنے کی امید کم کی جاتی تھی۔ آخر اللہ جل شانہ نے انہی میں سے ہود ابن عبداللہ بن رباح بن خلود بن عاد کو نبوت عطا فرمائی۔ بعض نسابین نے ہود کا سلسلۂ نسب اس طرح پر بیان کیا ہے کہ وہ عابر کے بیٹے تھے، جبکہ عابر شالخ کے اور شالخ ارفخشد بن سام کے فرزند تھے۔

ہودؑ پر جو گروہ ایمان لایا تھا، وہ ان میں پچاس برس تک اور رہے، ان کے بعد صالح علیہ السلام کے زمانہ تک کوئی نبی نہیں ہوا۔ طبری کی بعض روایتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہود علیہ السلام نے ڈیڑھ سو برس کی عمر پائی، اس طرح کہ پچاس برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی، پچاس برس تک وعظ و پند کرتے رہے اور اس کے بعد پچاس برس اور زندہ رہے۔

عاد کے اس گروہ نافرجام کے بعد دولت اور حکومت بنی لقمان میں رہی اور ہزار برس یا اس سے زیادہ لقمان کی آئندہ نسلوں نے حکومت کی۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے کہ غضب وظلم سے کشتیوں کا لینے والا ہد بن بدد بن خلجان بن عاد بن رقیم بن عابر بن عاد اکبر تھا۔

یعرب کا بیان

ایک مدت تک یہی قوم بلا شرکت غیرے تخت نشین حکومت و سلطنت رہی۔ اس کے بعد ان پر یعرب بن قحطان غالب آیا تو پھر یہ قوم حضر موت کے پہاڑوں میں چلی گئی اور ان کا زمانہ ختم ہو گیا۔ صاحب زجار نے لکھا ہے کہ ان کا بادشاہ عاد بن وقیم بن عاد اکبر وہ ہی ہے جو یعرب بن قحطان سے لڑا تھا۔ وہ بت پرست تھا اور مہتاب پرستی کرتا تھا۔ اس کا زمانہ نوحؑ میں تھا۔ لیکن یہ روایت دور از قیاس ہے کیونکہ ہودؑ قوم عاد کے آخری زمانے یا ابتداء عہد حکومت میں مبعوث ہوئے تھے اور یعرب قوم عاد کی حکومت ختم ہونے کے وقت متغلب ہوا تھا۔ عبدالعزیز جرجانی نے لکھا ہے کہ قوم عاد سے یعمر بن شداد وعبد ابھر بن معد یکرب بن شمد بن شداد ابن عاد وحناد بن میاد بن شمد بن شداد اور ان کے علاوہ اور بھی کئی حکمران تھے جو فنا ہو گئے۔

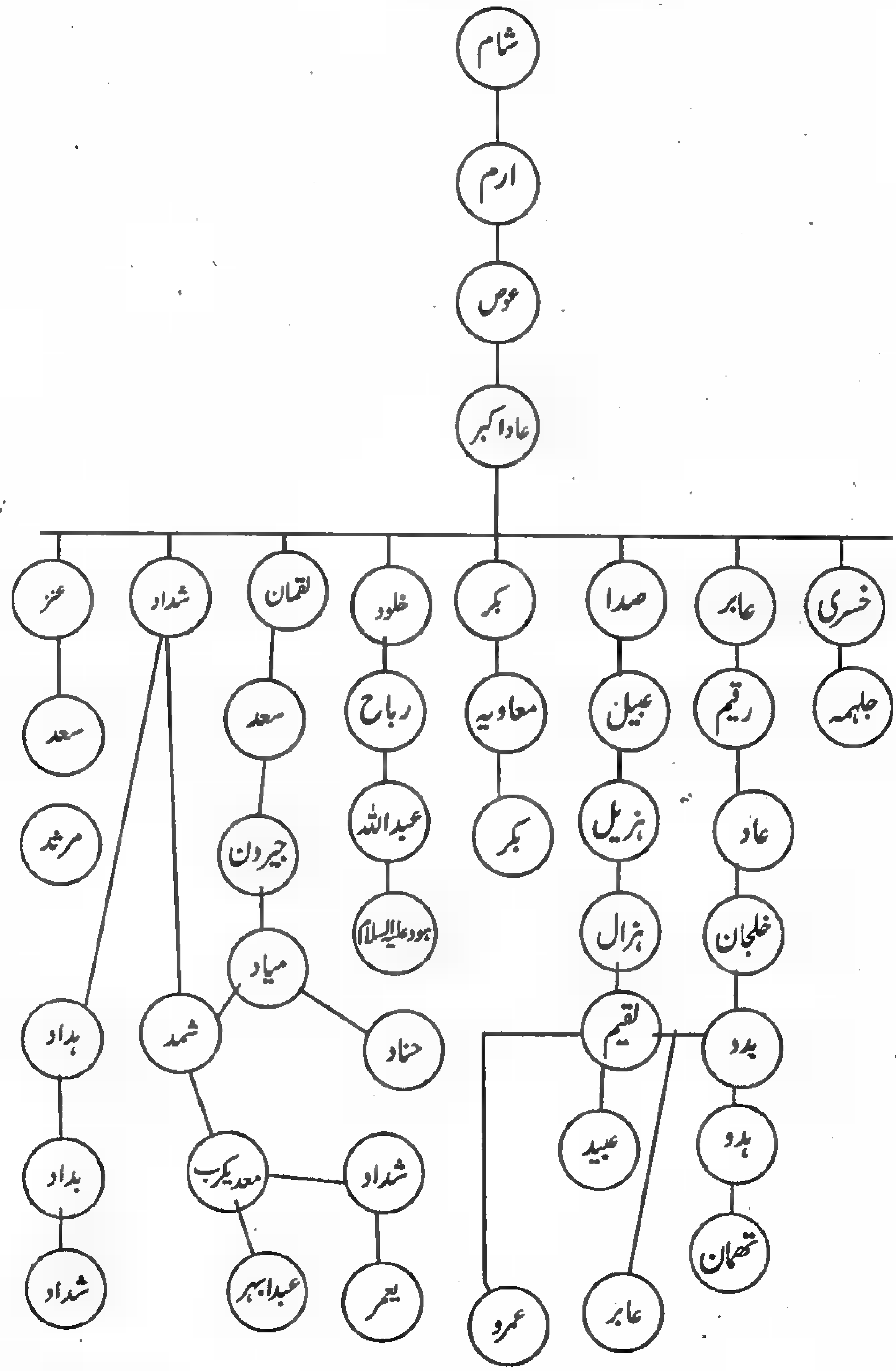
یثرب کا بیان

عبیل، عاد بن عوص بن ارم بن سام کا جیسا کہ کلبی نے لکھا ہے اور عوص بن ارم کا بھائی تھا، جیسا کہ طبری نے لکھا ہے۔ وہ مقام جحفہ میں یعنی مکہ اور مدینہ کے درمیان میں جو کہ آج کل میقات احرام ہے، رہتا تھا، اس کا بڑا خاندان تھا اور اس کے بیٹے اسی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ یہ عرب عاربہ کے ایک قبیلے کا مورث اعلیٰ تھا، اسے بھی سیل نے تباہ اور نیست و نابود کیا ہے۔ جس نے یثرب کو آباد کیا تھا وہ انہی میں سے تھا۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ وہ یثرب بن بائلہ بن مہاہل بن عبیل عوص تھا لیکن سہیلی کہتا ہے کہ یثرب کا آباد کرنے والا عمالیق سے تھا اور اس کا نام یثرب ابن مہلائیل بن عوص بن عملیق تھا۔

بنو عبد ضخم

یہ ارض طائف میں رہتے تھے اور ان ہی لوگوں کے ساتھ ہلاک ہوئے جو کفر و الحاد میں ڈوبے ہوئے تھے (کیونکہ یہ بھی بت پرستی کی لعنت میں گردن تک دھنسے ہوئے تھے) ان لوگوں کی عمر بہت ہوتی تھی اور وہ قوت اور جسامت میں بے مثل تھے سب سے پہلے جس نے عربی خط لکھا وہ یہ ہی عبد ضخم ابن ارم ابن سام تھا۔

قوم عاد اور حضرت ہودؑ کا شجرہ نسب



باب: ۳

قوم ثمود کے حالات اور واقعات

صالح علیہ السلام

ثمود ابن کاثر (یا جاثر) ابن ارم مقام حجر اور وادی القریٰ میں حجاز اور شام کے مابین رہتا تھا، یہ بھی عاربہ عربوں کے ایک بہت بڑے قبیلے کا
مورث اعلیٰ ہے جس کا قبیلہ اسی کے نام سے مشہور ہے۔ صالحؑ اسی گروہ کی طرف مبعوث ہوئے۔ یہ لوگ بھی اپنے معاصرین کی طرح بلند قامت اور
زیادہ عمر تھے اور پہاڑوں میں بڑے بڑے عالیشان مکان بنا کر رہتے تھے۔ اٹھارہ میل مربع میں یہ خاندان آباد تھا۔ ان کے پاس دولت، ثروت،
قوت، حکمت سب کچھ تھی لیکن پانی کی ایسی کمی تھی کہ وادی القریٰ میں سوائے ایک چشمہ کے اور دوسرا کوئی چشمہ نہ تھا۔ اس قوم میں سب سے پہلے
جس نے اپنے کو بادشاہ کے لقب سے مشہور کیا وہ عابر ابن ارم ابن ثمود تھا۔ اس نے اپنی قوم میں دوسو برسوں تک برابر حکومت کی، اس کے بعد جندع
ابن عمرو ابن دبیل ابن ارم بن ثمود بادشاہ ہوا جو تین سو برس تک سلطنت کرتا رہا۔ اسی کے عہد حکومت میں صالحؑ ابن عبیل ابن اسف ابن شالخ ابن
عبیل ابن کاثر ابن ثمود مبعوث ہوئے تھے۔

ثمود کے بادشاہ

ثمود کے نامی بادشاہوں میں دوبان بن یمنع معروف تھا جس نے اپنی حکومت کو اسکندریہ تک بڑھا لیا تھا بلکہ یہ کہنا شاید درست ہوگا کہ دوبان
نے اسکندریہ کو اپنا دارالحکومت بنایا تھا۔ اس کے علاوہ موہب بن مرہ بن رحیب اور اس کے بھائی ہوبیل بن مرہ کو بھی ثمودیوں کے اولوالعزم
بادشاہوں میں شمار کیا جاتا ہے، بعض مورخین کا یہ خیال کہ اصحاب الرس جن کے نبی حنظلہ بن صفوان تھے، اسی قوم سے ہیں بالکل غلط اور ناقابل
الاعتبار ہے۔ جیسا کہ ہم بنی قانع ابن عابر کے حالات میں بیان کریں گے۔ بہرحال بعض علمائے نسب نے ثقیف کو اسی بقیہ ثمود کی نسلوں سے شمار کیا
ہے لیکن یہ قول محض بے اصل ہے۔ جب حجاج بن یوسف کے روبرو اس کا تذکرہ ہوتا تھا تو وہ اس کی تکذیب کرتا تھا اور اکثر اوقات عز من قال
و ثمود فما ابقیٰ (النجم: 51) (بڑا ہی محترم ہے وہ جس نے کہا ہے کہ ثمود باقی نہیں رہے یعنی ہلاک کر دیئے گئے۔) کہہ اٹھتا تھا۔ اہل
توریت عاد، ثمود، ہودؑ اور صالحؑ علیہ السلام اور کسی اور عرب عاربہ کے حالات سے واقف نہیں ہیں۔ بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ توریت میں انہی لوگوں
کا تذکرہ ہے جو کہ آدم اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان حضرت موسیٰؑ کے نسب میں پیدا ہوئے ہیں اور ان میں سے کوئی شخص موسیٰؑ اور آدمؑ کے نسب
میں نہیں واقع ہوا۔

بنو جدیس کی روداد

جدیس کی نسبت یہ ہے جس طرح ابن کلبی کی روایت اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ یہ ارم ابن سام کا لڑکا تھا اور یمامہ میں رہتا تھا۔
ثمود ابن کاثر کے بھائیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح طسم کے بارے میں اس کا ذکر بتاتا ہے کہ یہ لاوذ ابن سام کی اولاد سے تھا اور بحرین میں
مقیم تھا لیکن طبری کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں (جدیس اور طسم) لاوذ ابن سام کی نسل سے تھے اور دونوں یمامہ میں رہتے تھے۔ طبر
بروایت ہشام بن محمد کلبی بسند صحیح ابن اسحاق اور نیز علمائے عرب سے بیان کرتا ہے کہ طسم اور جدیس دونوں یمامہ میں رہتے تھے۔ یاد رہے کہ یما
بہت سرسبز شاداب شہروں میں شمار کیا جاتا تھا۔

طسم کا قتل

بنی طسم میں غشو نامی ایک بادشاہ تھا جسے عملوق بھی کہتے تھے، یاد رہے کہ وہ بنی جدیس کو بہت ذلیل وخوار سمجھتا تھا، اور پھوٹی آنکھوں بھی عزت کی نظر سے نہیں دیکھتا تھا۔ اس کے ظلم اور تشدد کی کچھ انتہا نہیں تھی اس نے انہیں اس قدر ذلیل وخوار کر رکھا تھا کہ بنی جدیس کی کوئی باکرہ عورت اپنے شوہر کے پاس اس وقت تک نہیں جاسکتی تھی جب تک عملوق اس سے خلوت نہ کر لیتا تھا۔ ایک زمانے تک یہی دستور جاری رہا۔ جب عفیرہ بنت غفار بن جدیس کی شادی ہوئی تو عملوق نے حسب دستور سابق عمل درآمد کیا۔ اس کا بھائی اسود بن غفار اس بات سے بہت جھلایا اور جدیس کے امراء کو ایک خاص جلسے میں اکٹھا کر کے کہنے لگا کہ تم لوگوں کو کچھ شرم نہیں آتی ہے، اس قدر ذلت اور رسوائی کتے بھی پسند نہیں کرتے، تم میرا کہنا مانو، آؤ میں تمہیں اس ذلت سے نکال کر عزت کے خوش نما باغ کی سیر کراؤں۔ حاضرین نے کہا کہ اس کی کیا صورت ہوگی؟ اسود نے کہا کہ عملوق اور اس کی قوم کے ساتھ دعوت کرو، جب وہ کھانے میں مصروف ہوں تو ہم انہیں نیست ونابود کر دیں گے۔ سب نے اس امر پر اتفاق کر لیا۔ جب عملوق اپنی قوم کے ساتھ کھانے میں مصروف ہوا تو اسود نے حملہ کر کے عملوق کو قتل کر ڈالا پھر باقی سب کو جدیس کے امراء نے نیست ونابود کر دیا۔

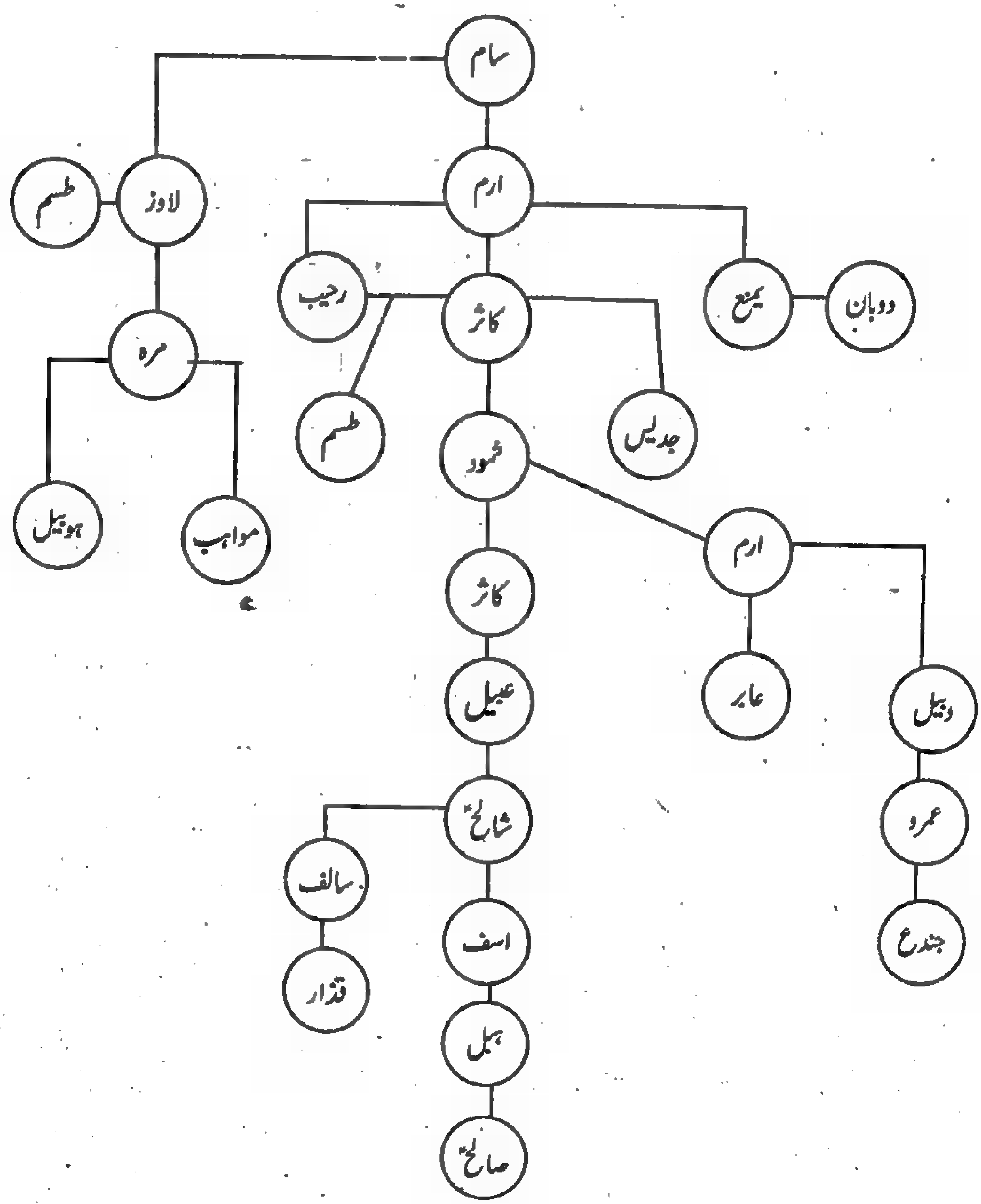
جدیس پر رباح کی چڑھائی

ان میں سے صرف رباح بن مرہ بن طسم کسی طرح اس واقعے سے بچ کر حسان بن تبع کے پاس چلا گیا جس نے بڑی خوشی کے ساتھ استقبال کیا اور اس کی مدد کی۔ وہ پھر لڑائی کی غرض سے بنی حمیر کو لے کر یمامہ کی طرف روانہ ہوا۔ راہ میں رباح بن مرہ نے کہا کہ میری ایک بہن یمامہ نامی بنو جدیس میں بیاہی ہے، وہ بہت دور تک دیکھ سکتی ہے وہ تین مرحلے سے سوار کو دیکھتی ہے۔ مجھے اس امر کا اندیشہ ہے کہ وہ ہماری فوج کو دیکھ لے گی لہٰذا مناسب ہے کہ ہر شخص ایک درخت کاٹ کر اپنے اپنے ہاتھوں میں لے کر یمامہ کی طرف چلے۔ لیکن ایسا کرنے کے باوجود یمامہ نے انہیں دیکھ لیا اور وہ بنی جدیس سے کہنے لگی کہ دیکھو تمہاری طرف حمیری آ رہے ہیں۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ بہت سے آدمی اپنے اپنے ہاتھوں میں درخت لئے ہوئے اس کے پیچھے آ رہے ہیں۔

جدیس کی بربادی

لیکن جدیس نے اس امر کو خلاف عقل سمجھ کر اپنی حفاظت کا کچھ انتظام نہیں کیا اور نہ مقابلے کی تیاری کی۔ اس کے دوسرے روز صبح سویرے حسان ابن تبع اپنے لشکر کے ساتھ بنی جدیس کے سر پر پہنچ گیا اور بہت خونریزی کے ساتھ انہیں نیست ونابود کر دیا۔ اس نے پھر ان کے قلعوں اور مکانات کو بھی ویران کر دیا۔ بنی جدیس سے صرف اسود بن غفار طے کے پہاڑوں کی طرف بھاگ کر چلا گیا۔ لڑائی کے ختم ہونے کے بعد تبع نے یمامہ کو بلوا کر اس کی آنکھیں نکلوا لیں۔ بعد ازاں اس شہر کا نام پہلے "جو" تھا، اس واقعے کے بعد یمامہ کے نام سے مشہور ہوا۔ طبری نے اور مورخین سے روایت کیا ہے کہ جس تبع نے بنو جدیس سے مقابلہ کیا تھا وہ حسان کا باپ یعنی تبان اسعد ابو کرب بن ملکی کرب تھا۔ ہم اس کے حالات ملوک یمن کے سلسلے میں بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ بعضوں نے یہ بیان کیا ہے کہ جس وقت حسان بن تبع بنی حمیر کے ساتھ یمامہ کی طرف روانہ ہوا تو اس نے مقدمۃ الجیش میں عبد کلال بن منوب بن حجر بن ذی رعین کو مقرر کیا تھا۔ رباح ابن مرہ نے اپنی بہن کا قصہ اسی عبد کلال سے بیان کیا تھا، اس کی بہن کا اصلی نام زرقاء تھا اور اسی کو غزہ اور یمامہ بھی کہا کرتے تھے۔

قوم ثمود اور حضرت صالحؑ کا شجرہ



باب: ۴

عمالقہ کا بیان اوران کے واقعات

عمالقہ عملیق بن لاوذ کی اولاد سے ہیں بلند قد اور بڑی جسامت میں ان کا ذکر تمثیلاً کیا جاتا ہے۔ طبری نے لکھا ہے کہ عملیق پدر عمالقہ ہے اور اس کے قبیلے مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اہالیان مشرق وعمان وبحرین وحجاز اور مصر میں فراعنہ اور شام میں جبابرہ جنہیں کنعانیین بھی کہتے ہیں، ان ہی میں سے ہیں۔ بحرین، عمان اور مدینہ میں جو لوگ ان میں سے رہتے تھے ان کے مورث اعلیٰ کو جاسم کہتے تھے، بنی جاسم سے مدینہ میں بنی لف، بنی سعد بن ہزال، بنی طہ، بنی ارزق ہیں جبکہ نجد میں انہی میں سے بدیل، راحل، غفار ہیں۔ حجاز میں بنی ارقم اسی گروہ میں شمار کیے جاتے ہیں، یہ نجد میں رہتے تھے اور ان کے بادشاہ کا نام ارقم تھا۔ طائف میں بنی عبد ضخم ابن عاد اولیٰ رہتا تھا۔

بنی اسرائیل کا ذکر

علامہ ابن سعید کہتا ہے کہ میں نے بغداد کے کتب خانہ میں تاریخ کی کتابیں دیکھی ہیں جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عمالقہ کا اس وقت سے مقام تہامہ (حجاز) میں قیام رہا۔ جب سے یہ بنی حام کے ہاتھوں تنگ آ کر بابل سے چلے آئے تھے، یہاں تک کہ حضرت اسماعیلؑ سرزمین حجاز میں آئے۔ اس گروہ میں سے جن کی قسمت میں دولت ایمان تھی وہ جناب موصوف پر ایمان لائے اور حکومت اور دولت کے ساتھ زندگی گزارتے رہے۔ اس دوران سمیدع بن لاوذ بن عملیق بادشاہ ہوا جس کے زمانہ میں جرہم نے جو کہ قحطان کے قبیلہ سے تھے، عمالقہ کو حرم سے نکال دیا۔ ان لوگوں میں سے بنی عبیل بن مہایل بن عوص بن عملیق میں جا بسے جبکہ سرزمین ایلہ میں ابن ہومر بن عملیق قیام پذیر ہوئے اور وہاں کی حکومت اسی کی اولاد میں رہی۔ یہ لوگ اپنے ہر بادشاہ کو سمیدع کہتے تھے، آخری سمیدع ابن ہومر تھا جسے یوشعؑ نے قتل کیا تھا، جبکہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کے بعد شام کے ممالک پر حملہ کیا تھا۔ یوشعؑ اور بنی اسرائیل کی عمالقہ سے اس مقام پر بہت جنگیں ہوئیں، یہاں تک کہ یوشعؑ عمالقہ پر غالب آئے اور اریحا پر قبضہ کر لیا جو کہ بیت المقدس کے نزدیک ہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل نے حجاز پر حملہ کر کے اسے بھی عمالقہ سے چھین لیا اور بعد ازاں یثرب اور اس کے بلاد اور خیبر وغیرہ پر قبضہ کر لیا، یہود قریظہ، بنی نضیر، بنی قینقاع اور حجاز کے تمام یہود انہیں لوگوں میں سے ہیں۔

مصر پر عمالقہ کا حملہ

اس کے بعد عمالقہ کی حکومت دولت روم میں ہوئی اور اذینہ ابن السمیدع بلاد شام اور جزیرہ کا مشہور حکمران تھا۔ اس کے بعد حسان ابن اذینہ، حسان ابن بدیاہ اور عمرو ابن طرف یکے بعد دیگرے حکومت کرتے رہے۔ عمرو ابن طرف اور جذیمۃ الابرش کی آپس میں مدتوں سخت معرکہ آرائیاں رہیں، نتیجہ کے طور پر جذیمۃ الابرش کامیاب ہوا اور عمرو ابن طرف گرفتار کر کے بار حیات سے سبکدوش کر دیا گیا۔ انہی عمالقہ میں سے جیسا کہ لوگ گمان کرتے ہیں، عمالقہ مصر ہیں۔ مصر پر عمالقہ نے اس وقت قبضہ کیا جب کوئی قبطی بادشاہ عمالقہ کے کسی بادشاہ سے جو کہ ان دنوں شام میں رہتا تھا اور اس کا نام ولید بن دومع تھا اور بعضے کہتے ہیں کہ اس کا نام ثوران ابن اراشہ بن فادان بن عمرو بن عملاق تھا۔ کسی کام میں مدد کا خواستگار ہوا۔ اس کے بعد وہ مدد کے لئے مصر آ کر رہ گیا اور قبط کو مصر سے نکال دیا۔

عمالقہ کی شکست

جرجانی کہتا تھا کہ عمالقہ اسی وقت سے مصر کے مالک ہوئے، بیان کیا جاتا ہے کہ انہی میں سے ابراہیمؑ کا فرعون سنان ابن اشل ابن عبید ابن

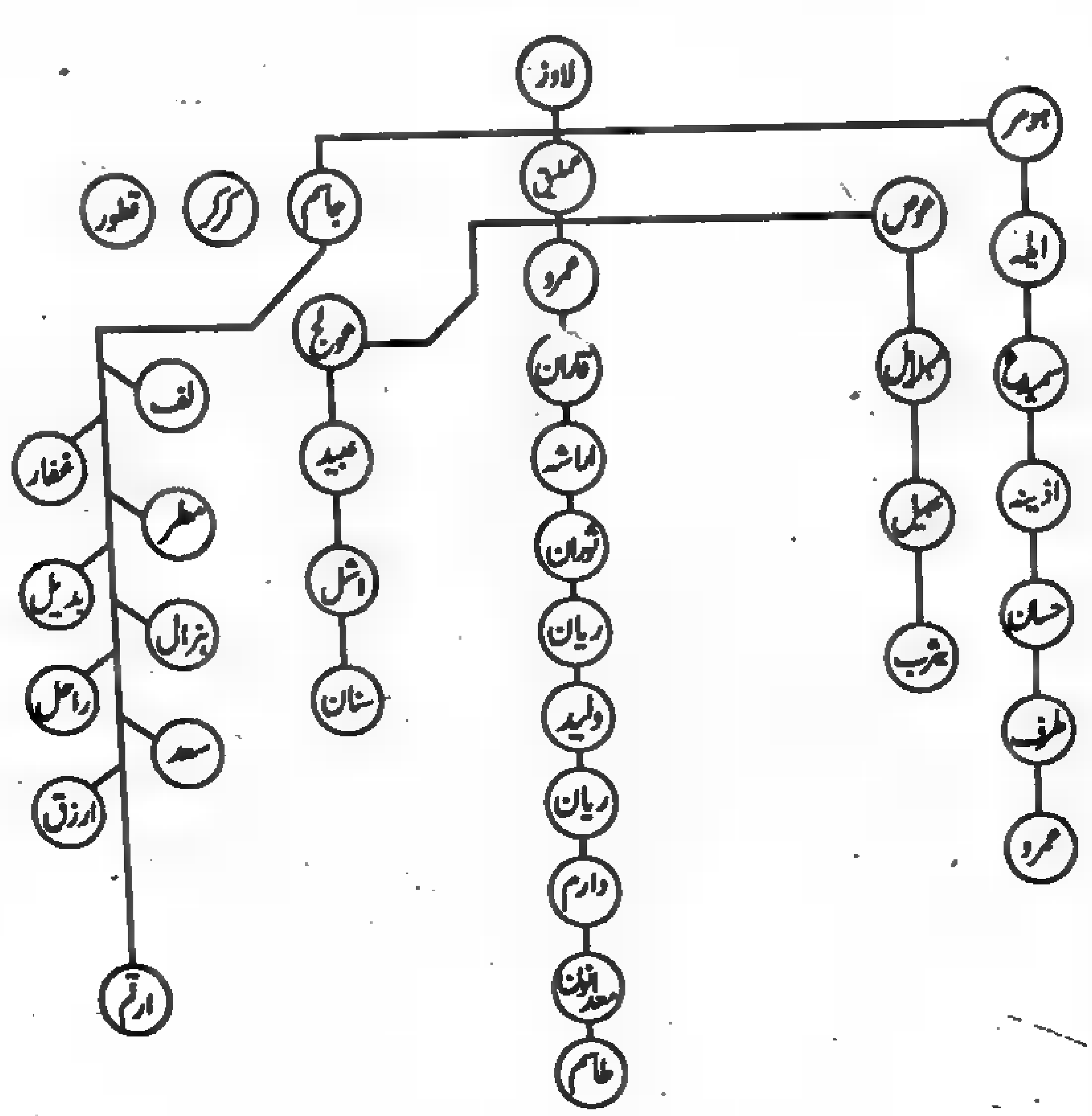
عوج ابن عملیق اور یوسفؑ کا فرعون ریان ابن ولید ابن ثوران اور موسیٰؑ کا فرعون ولید ابن مصعب بن ابی اہون بن ہوان تھا، بعضے کہتے ہیں کہ فرعون موسیٰؑ قابوس بن مصعب بن معاویہ بن نمیر بن سلواس ابن فاران تھا جبکہ عمالقہ میں سے جو کہ ریان ابن ولید کے بعد تخت نشین ہوا، طاشم ابن معدان تھا۔ یہاں جرجانی کا کلام تمام ہوا۔

ماہرین اثریات ولید بن مصعب کی نسبت جو کہ زمانہ موسیٰؑ میں فرعون مصر تھا، یہ شہادت دیتے ہیں کہ یہ نجار تھا یعنی خاندانِ سلطنت سے نہ تھا اور رفتہ رفتہ فرعون مصر کے دستہ فوج جان نثاران کا سردار ہو گیا، اس کے بعد خوبی قسمت یا انقلاب زمانہ سے یہ خاندان سلطنت پر غالب آ گیا اور اسی نے عمالقہ کے خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن جب اس نے موسیٰؑ کا تعاقب کیا تو نیل میں ڈوب گیا اور ملک پھر قبطیوں کے قبضے میں آ گیا۔ بعدازاں اہل ملک نے خاندان سلطنت سے ولوکہ کو والی ملک مقرر کیا جیسا کہ ہم آئندہ قبط کے حالات میں بیان کریں گے لیکن بنی اسرائیل حجاز کے عمالقہ سے واقف نہیں ہیں۔ البتہ عمالقہء شام کی نسبت ان کا یہ بیان ہے کہ عملاق ابن الیفاذ ابن عیصو (یا عیصاب یا عیص) ابن اسحاقؑ ابن ابراہیمؑ کی اولاد سے ہیں اور فراعنہ مصر بھی انہیں سے ہیں۔ طبری نے جن کنعانیوں کا ذکر کیا ہے وہ اسرائیلی علماء کے نزدیک کنعان ابن حام کی اولاد سے ہیں اور بلاد شام میں پھیل کر اس کے مالک ہو گئے۔ انہیں لوگوں کے ساتھ بنو عیصو بھی تھے۔ بنی اسرائیل نے یوشعؑ بن نون کے زمانے میں ان کے ہاتھ سے حکومت چھین لی تھی، ان واقعات سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ زناتہ مغرب انہیں عمالقہ سے ہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

امیم کا بیان

امیم وہ شخص ہے کہ جس نے سب سے پہلے پتھروں کے ٹکڑوں سے مکان بنوایا تھا اور اس کی چھت لکڑیوں سے تیار کرائی تھی، یہ عملاق بن لاوذ کا نسبی بھائی تھا اور زمین فارس میں رہتا تھا، اسی وجہ سے فارس کے بعض علمائے نسب یہ خیال کرتے تھے کہ اہل فارس امیم کی اولاد سے ہیں۔ کیومرث امیم ابن لاوذ کا لڑکا ہے لیکن یہ قول بالکل ناقابل اعتبار اور غیر صحیح ہے۔ انہی کی نسل سے دیار ابن امیم بھی تھا جو کہ یمامہ اور شحر کے درمیانی علاقہ میں قیام پذیر ہوا تھا اور جس کی نسل کو بادصرصر نے ہلاک کیا۔ واللہ اعلم۔

عمالقہ کا شجرہ



شعیب علیہ السلام

آپ عرب بائدہ بنی ارفحشند، یقطن بن عابر بن فالخ بن ارفحشند سے نسباً تعلق رکھتے ہیں، ان کے نامی قبیلے جرہم، حضور، حضر موت، سلف تھے یہ حضور دیا رس میں رہتے اور اہل کفر وبت پرست تھے، ان کی طرف شعیبؑ نبی مبعوث ہوئے۔ انہیں کوان لوگوں نے شامت اعمال سے جھٹلایا، ان پر ایمان نہ لائے اکثر انجام یہ ہوا کہ اور گروہوں کی طرح یہ بھی ہلاک ہو گئے۔

بنو جرہم کا بیان

جرہم یمن میں رہتا تھا اور اس کی زبان عربی تھی جب یعرب ابن قحطان کا دور دورہ ہوا اس وقت جرہم کو بلاد حجاز کا حکمران مقرر کیا گیا اور عاد بن قحطان شحر وغیرہ کا والی ہوا جبکہ عمان کی ولایت یقطن بن قحطان کے سپرد کی گئی، چند کا یہ خیال ہے کہ پہلے بنی جرہم اس کے بعد قطور بن کرکر بن عملاق کی اولاد قحط کی وجہ سے یمن سے مکہ یکے بعد دیگرے چلی آئی تھی اور یہیں مقیم رہی، یہاں تک کہ اسمٰعیلؑ مکہ میں آئے۔ بعد ازاں جناب موصوف کو نبوت مرحمت فرمائی گئی تو بنی جرہم آپ پر ایمان لائے اور آپ کے بعد وہ بیت اللہ کے متولی رہے یہاں تک کہ ان پر بنی خزاعہ غالب آ گئے۔ اس کے بعد بنی جرہم مکہ سے نکل کر یمن آ گئے اور یہیں ہلاک ہوئے۔

عمر والاشنب کی حکومت

حضر موت زمانہ قریب ہونے کی وجہ سے عاربہ عربوں میں شمار کئے جاتے ہیں حالانکہ یہ عرب بایدہ سے نہیں ہیں کیونکہ ان کی نسلیں آئندہ گروہوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس گروہ میں سب سے پہلے جس نے حکومت کی بنا ڈالی جس کا ذکر آج تک صفحہ تاریخ میں موجود ہے، وہ عمر والاشنب بن ربیعہ بن یرام بن حضر موت تھا جس نے مدتوں حکومت کی اور اپنے مقبوضہ ممالک کی حدود بڑھائیں۔ اس کے بعد اس کا لڑکا نمر الازج تخت حکومت پر بیٹھا، وہ عمالقہ سے ایک زمانہ دراز تک لڑتا رہا۔ اس نے سو برس تک بادشاہی کی۔ اس کے بعد کریب ذوکراب بادشاہ ہوا جس کے زمانہ حکومت کا حال کچھ معلوم نہیں۔ بعد ازاں نمر الازج ثانی کریب ذوکراب کے بعد بادشاہ ہوا جو ایک سو تیس برس تک حکمران رہا۔ چونکہ اس کی مدت حیات میں اس کے بھائیوں اور لڑکوں کا انتقال ہو گیا تھا لہٰذا اس کے بعد مرشد ذو مردان بن کریب بادشاہ ہوا جو ایک سو چالیس سال تک حکومت کرتا رہا، یہ پہلے مقام مارب میں رہتا تھا لیکن پھر حضر موت آ گیا تھا۔ اس کے بعد علقمہ ذوقیعان بن مرشد ذی مردان تیس برس اور ذوعیل بن ذی قیعان دس برس یکے بعد دیگرے حکومت کرتے رہے۔

ذوعیل کا بیان

ذوعیل بن ذوقیعان حضر موت چھوڑ کر صنعاء چلا آیا تھا، اس نے پھر فغفور چین پر فوج کشی کی اور اسے گرفتار کر کے قتل کیا۔ اس کے بعد ذوعیل بن ذوعیل حضر موت کا والی ہوا۔ یمن کے ملوک میں سے یہ پہلا شخص ہے جو رومیوں سے لڑا، اسی نے یمن میں حریر اور دیبا رائج کیا تھا۔ اس کے بعد بدعات بن ذوعیل نے چار برس حکومت کی جس نے کوئی نئی شے ایجاد نہیں کی اور نہ اسے کبھی توسیع ملک کا خیال پیدا ہوا۔

فارس پر حماد کی چڑھائی

اس کے بعد بدعیل بن بدعات تخت پر بیٹھا جو ایک قلعہ بنوا کر اور چند عمارتیں ادھوری چھوڑ کر مر گیا۔ اس کے بعد حماد بن بدعیل نے اسی سال تک حکومت کی، اس نے فارس پر سابور ذوالاکتاف کے عہد حکومت میں چڑھائی کی اور اسے ایسا پامال کیا کہ مدتوں حماد کی زیادتیوں کے آثار فارس کے کھنڈرات سے نمایاں رہے۔ بعد ازاں یشرح ذوالملک بن ودب بن ذی حیاد بن عاد بلاد حضر موت پر ایک سو برس تک حکومت کرتا رہا، یہ پہلا شخص ہے جس نے فوج میں جاں نثاروں کا ایک خاص دستہ مقرر کیا اور آداب شاہی مرتب کئے۔ بعد ازاں منعم ابن ذوالملک وثار بن جزیمہ بن منعم، یشرح بن جذیمہ بن منعم اور نمر بن یشرح اس کے بعد ساجن معروف بہ نمر یکے بعد دیگرے حسب ترتیب حکومت کرتے رہے۔ ساجن کے زمانہ

حکومت میں حبشہ یمن پر غالب آ گئے۔

یمن کے جرہم

جرہم کی نسبت علامہ ابن سعید کی روایت یہ شہادت دے رہی ہے کہ جرہم کا ایک گروہ عاد کے زمانے میں گزرا ہے جسے علمائے نسب عرب عاربہ میں سے شمار کرتے ہیں جبکہ یہ جرہم جو یمن میں رہتا تھا اور قحطان ابن عابر کا لڑکا تھا جسے یعرب بن قحطان نے اپنے زمانہ حکومت میں حجاز کا والی مقرر کیا، اس کے بعد عبد یالیل یعنی اس کا لڑکا، اس کے بعد عبد المدان بن جرہم، نفیلہ بن عبد المدان، عبد المسیح ابن نفیلہ، مضاض ابن عبد المسیح اور حرث یکے بعد دیگرے حسب ترتیب مذکور حجاز کے حکمران ہوتے رہے۔ ان لوگوں کے بعد جرہم بن عبد یالیل اس کے بعد اس کا لڑکا عمرو ابن الحرث بعد اس کے بشیر ابن الحرث اس کا بھائی اور مضاض بن عمرو بن مضاض حجاز کے والی بنے۔ اسماعیل علیہ السلام نے جو کہ عرب کے تیسرے گروہ کے مورث اعلیٰ ہیں، جرہم ثانی میں نشو ونما پائی تھی اور وہ انہیں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کی شادی اسی قبیلہ میں ہوئی تھی۔

سبا کا بیان

اولاد سبا قبائل سابق کی طرح فنا نہیں ہوئی کیونکہ ان کی یادگار نسلیں پائی جاتی ہیں اور وہ دوسرے طبقے کی بولتی چالتی، چلتی پھرتی تصویریں ہیں۔ کسی نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سبا کی نسبت دریافت کیا تھا کہ وہ مرد تھا یا کوئی عورت یا کسی زمین کے ٹکڑے کا نام ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سبا ایک شخص تھا جس کے دس لڑکے ہوئے تھے، ان میں سے چھ یعنی مذحج، کندہ، ازد، اشعر، انمار اور حمیر یمن میں مقیم رہے جبکہ چار یعنی لخم، جذام، عاملہ اور غسان شام میں سکونت پذیر ہوئے۔

باب: ۵

حضرت ابراہیم کی روداد

ہم پہلے تحریر کر چکے ہیں کہ قحطان سے پہلے زمانہ نوح تک کے گروہ کے آباؤ اجداد لغات عربیہ سے واقفیت نہ رکھتے تھے بلکہ خود قحطان نے جو عرب کے دوسرے طبقہ کا مورث اعلیٰ ہے، گروہ سابق سے عربی سیکھی اور رفتہ رفتہ وہی عربی لغت اس کی آئندہ نسلوں کی مادری زبان کے قائم مقام مانی گئی۔ اسی طرح اس کا بھائی فالغ ابن عابر اور اس کی اولاد ابراہیمؑ بھی عجمی زبان بولتے تھے، یہاں تک کہ اسماعیلؑ کا زمانہ آیا جو عرب کے تیسرے طبقے کے جدا کبر قرار دیئے جاتے ہیں۔ انہوں نے پھر جرہم سے زبان عربی کی تعلیم پائی اور وہی بنی اسماعیلؑ کی مادری زبان سمجھی گئی۔ کلام کی مناسبت کے خیال سے عرب کے اس تیسرے طبقے کا بھی نسب ہم اسی مقام پر بیان کئے دیتے ہیں تا کہ گروہ سابق اور لاحق میں ایک سلسلہ قائم ہو جائے اور انساب عالم کا پورے کا پورا احاطہ ہو جائے۔

ابراہیم علیہ السلام کا نسب

حضرت ابراہیم اور آپ کے آباؤ اجداد عجمی تھے یعنی عجمی زبان بولتے تھے لیکن چونکہ تاریخ میں آپ کا نسب کامل طریقہ سے محفوظ رہا جبکہ بعض مورخین کے مطابق بنی آدم کی آئندہ نسلیں آپ کے اعقاب واخلاف سے شمار کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کے اسلاف عرب کے اس طبقے کے معاصر بھی تھے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا نسب اور ان کی اولاد کے حالات کتاب کی شرط ملحوظ رکھتے ہوئے تحریر کئے جائیں، اس لئے ہم سب سے پہلے اسماعیلؑ کا نسبی سلسلہ چھیڑنا چاہتے ہیں اور اس کے متعلقہ امور کا اظہار کرتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے اخبار اور حالات لکھیں گے۔

آزر کا بیان

حضرت اسماعیل ابراہیمؑ کے خلف اکبر ہیں اور یہ آزر کے (جسے توریت میں تارح یا تارخ بھی کہتے ہیں) بیٹے ہیں۔ آزر ایک بت کا نام تھا جس کے نام سے یہ ملقب ہوئے۔ وہ ابن ناحور بن ساروخ (یا شوروخ یا ساروغ یا اشرغ) بن ارغو ابن فالغ (یا فالخ) بن عابر (یا عنبر) بن شالخ (یا شلیخ) بن ارفخشند بن سام بن نوح علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ علامہ ابومحمد کا یہ بیان ہے کہ میں نے اسی نسب کو توریت میں دیکھا ہے اور ہو بہو ایسا ہی پایا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ بجائے ساروخ (اشرغ) کے شاروغ لکھا ہوا ہے۔ طبری لکھتا ہے کہ شالخ اور ارفخشند کے درمیان ایک پشت اور گزری ہے جس کا نام قینن تھا، توریت میں اس کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ وہ ساحر تھا، اور اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا۔ ابن حزم کہتا ہے کہ فالغ اور عابر کے درمیان بھی ایک نام ترک ہو گیا جو ملکصیدق کے نام سے معروف تھا اور وہ عابر کا لڑکا اور فالغ کا باپ تھا۔ واللہ اعلم۔

توریت میں ابراہیمؑ کا ذکر

توریت میں یہ عجیب بات درج ہے کہ نوحؑ کی موت کے وقت ابراہیمؑ ترپن برس کے تھے کیونکہ ارفخشند صلب سام سے طوفان کے دو برس بعد پیدا ہوئے۔ جب ارفخشند کی عمر پینتیس سال کی ہوئی تو شالخ پیدا ہوا اور جب شالخ کی عمر تیس برس کی تھی تو عابر پیدا ہوا۔ اس کے بعد پینتالیسویں برس کی عمر میں عابر سے فالغ اور فالغ کی عمر تیس برس کی تھی کہ ارغو پھر ارغو کی بتیس برس کی عمر میں شاروغ، اور شاروغ کی تیس برس کی عمر میں ناحور اور ناحور

کی انتیس برس کی عمر میں تارح پیدا ہوا۔ جس وقت تارح کی عمر پچھتر برس کی ہوئی اس وقت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ اس حساب سے زمانہ طوفان سے ولادت ابراہیمؑ تک دوسوستانوے برس ہوتے ہیں۔ حضرت نوحؑ طوفان کے بعد تین سو پچاس برس زندہ رہے اور نوحؑ کے انتقال کے وقت ابراہیمؑ ترپن برس کے تھے، یوں آپ نے اپنے جداعلیٰ کا زمانہ پایا ہے۔ بعض مورخین کی یہ رائے ہے کہ ابراہیمؑ تمام بنی آدم کے جوان کے بعد ہوئے ہیں جداعلیٰ ہیں۔ اس اعتبار سے جناب موصوف تیسرے جداعلیٰ نوح و آدم علیہ السلام کے بعد قرار پائے۔

بابل شہر کا ذکر

علامہ ابن سعید کتاب البدر سے نقل کرتا ہے کہ جس نے اولاد حام ابن نوحؑ سے پہلے حکمرانی کی اور حکومت اور سلطنت کی بناڈالی، وہ کنعان بن کوش ابن حام بن نوح تھا۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ کنعان کس وجہ سے اور کس زمانے میں اپنی جائے ولادت شام سے زمین کے اس حصہ کی طرف چلا آیا۔ جسے اب سرزمین بابل کہتے ہیں۔ یہ شہر اٹھارہ کوس مربع میں بابل نامی شخص نے آباد کیا تھا۔ اس کے بعد نمرود نامی اس کالڑکا تخت حکومت پر بیٹھا، یہ بہت بڑا عظیم الشان بادشاہ ہوا ہے اور اس نے اکثر معمورات عالم پر قبضہ کرلیا۔ اس کی عمر نسبتاً دوسروں سے زیادہ ہوئی۔ بنی حام میں سے یہ پہلا آدمی ہے جس نے دین صابیہ اختیار کرلیا تھا۔ اسی کی دیکھا دیکھی تھوڑے دن بعد اولاد سام بھی اس مذہب کی طرف مائل ہوگئی۔

نمرود سے لڑائی

سام ابن نوحؑ دجلے کے مشرقی جانب مقیم ہوا، یہ اپنے باپ کا جانشین اور وصی تھا۔ اس کے بعد ارفخشد ابن سام اس کی جائداد کا وارث ہوا، جسے ارفخشد روشن چراغ بھی کہتے ہیں، یہ بہت بڑا عابد، پرہیز گار، متقی تھا۔ بعد ازاں شالخ ابن ارفخشد اس کا جانشین ہوا جو ایک مدت تک زندہ رہا۔ اس کے بعد عابر ابن شالخ اس کی قائم مقامی پر مامور ہوا، یہی کلدانیوں کو لے کر نمرود سے مقابل ہوا تھا لیکن نمرود اس پر متغلب ہوا اور اسے کوثا سے نکال دیا۔ عابر ان لوگوں کے ساتھ جو اس کے ساتھ تھے، مجدل کی طرف جو فرات اور دجلہ کے درمیان واقع ہے، چلا آیا۔

عابر بن شالخ کا بیان

یہ عبرانیوں کا جداعلیٰ ہے جس کی صولت و حکومت مجدل میں قائم ہوئی۔ اس کے بعد فالغ ابن عابر اس کا وارث اور جانشین ہوا، یہ وہی ہے جس نے اولاد نوحؑ میں ملک تقسیم کیا تھا۔ اسی کے زمانے میں نمرود نے بابل میں ایک بڑا محل بنوایا جس کا ذکر مصحف پاک میں آیا ہے۔ فالغ کے بعد مورخین کے خیال کے بعد اس کالڑکا ملکان جانشین ہوا۔ جس کے زمانے میں نبطی اور جرامقہ اس خاندان پر غالب آئے۔ انہوں نے مجدل میں اپنے رعب و صولت کا سکہ چلایا۔ ملکان اسی حالت میں ایک لڑکا اتیا نامی (جو خضر بھی کہے جاتے ہیں) چھوڑ کر انتقال کر گیا۔ باقی رہا ارغو ابن فالغ وہ اس واقعے کے بعد کلواذا کی طرف چلا آیا اور یہیں اس نے اپنے سچے دین کو خیر باد کہہ کر دین نبط یعنی صابیہ مذہب اختیار کیا، اس نے پھران میں اپنا نکاح کرلیا، اس کی نبطی بیوی سے اس کالڑکا شاروخ اور شاروخ سے ناحور اور ناحور سے تارح پیدا ہوا۔ تارح ابن ناحور ہی کو آزر کہتے تھے۔ نمرود نے اسے اپنے بیت الاصنام (بت خانے) کا داروغہ مقرر کیا۔ یہ نمرود ملوکِ جرامقہ سے ہے، اس کا نام ہاصد تھا اور یہ کوش ابن حام کالڑکا تھا۔ (یوں کلام ابن سعید کا تمام ہوا)

ابراہیمؑ کا مولد

تارح جسے آزر کہتے ہیں۔ توریت کے مطابق اس کے تین لڑکے ابراہیم، ناحور اور ہاران تھے۔ ہاران اپنے باپ کی حیات میں اپنا ایک لڑکا لوطؑ چھوڑ کر مر گیا۔ اس روایت کے مطابق حضرت لوطؑ ابراہیمؑ کے بھتیجے ہیں۔ مورخین ابراہیمؑ کی جائے پیدائش میں اختلاف کرتے ہیں۔ طبری کہتا ہے کہ بعضے کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ اطراف کوثا یعنی سرزمین سواد میں پیدا ہوئے اور یہ قول ابن اسحاق کا ہے۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ وہ حران میں پیدا ہوئے

تھے۔ کسی کا یہ خیال ہے کہ بابل میں پیدا ہوئے جبکہ عامہ سلف اس کے قائل ہیں کہ ابراہیمؑ نمرود بن کنعان ابن کوش بن سام کے زمانے میں پیدا ہوئے جب کہ کاہن یہ بتلا رہے تھے کہ ایک ایسا شخص پیدا ہونے والا ہے جو دین شاہی کا مخالف ہوگا اور وہ بتوں کو توڑ ڈالے گا۔ نمرود نے یہ سن کر لڑکوں کے قتل کا حکم دے دیا۔

ابراہیمؑ کی پیدائش

اس لئے آپ کی ماں نے ایک گڑھے میں جا کر وضع حمل کیا۔ جب آپ بڑے ہوئے، عنفوان شباب کو پہنچے اور ستاروں کو دیکھا تو ان سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھا اور نبوت حاصل کی۔ بعدازاں آپ اپنے باپ کے پاس آئے اور اسے توحید کی طرف بلایا۔ اس نے انکار کیا تو آپ نے بتوں کو توڑ ڈالا۔ اس جرم میں نمرود کے سامنے پکڑ کر لائے گئے اور پھر اس کے حکم سے آگ میں ڈالے گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ایسا ٹھنڈا کر دیا کہ اس سے انہیں مطلق اذیت نہ پہنچی جیسا کہ قرآن میں موجود ہے۔ نمرود نے یہ معجزہ دیکھ کر قربانی کرنے کے لئے کہا، ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تیرے کسی عمل کو قبول نہیں کرے گا جب تک تو ایمان نہ لائے گا۔ نمرود نے کہا کہ مجھ سے یہی ایک کام نہیں ہوسکتا۔

ہجرت کا آغاز

اس واقعے کے بعد نمرود نے ابراہیمؑ سے کہا کہ میں اس چیز کے بدلے میں اس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو، تمہارے رب کے لئے قربانی کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ جب تک تم اس ذات واحد پر ایمان نہیں لاؤ گے، اللہ جل شانہ تمہاری کسی عبادت کو قبول نہیں کرے گا۔ نمرود نے کہا: "میں یہ نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ میری شان کے خلاف ہے۔" اس کے بعد اس نے چار ہزار گایوں کی قربانی کی۔ اللہ جل شانہ نے پھر ابراہیمؑ کو ہجرت کا حکم دیا: چنانچہ اب آپ اپنے باپ تارح، ناحور بن تارح، ان کی بیوی ملکا بنت ہاران (تارح کے بھائی)، لوط بن ہاران اور اپنی زوجہ سارہؑ کے ساتھ کلدانیین کی سرزمین سے ہجرت کر کے حران چلے آئے۔

سارہ علیہا السلام

مورخین نے لکھا ہے کہ سارہؑ ملکا بنت ہاران کی بہن تھیں تاہم بعضوں نے لکھا ہے کہ یہ شاہ حران کی بیٹی تھیں۔ دین ابراہیمی قبول کرنے کی وجہ سے جب ان کی قوم نے ان پر طعنہ زنی کی تو ابراہیمؑ نے ان سے اس شرط پر شادی کرلی کہ ان کو کوئی کسی قسم کی تکلیف نہ دے گا لیکن توریت میں ہے کہ سارہ سرزمین کلدانیین سے ابراہیمؑ کے ساتھ حران آئیں اور یہاں پر ابراہیمؑ سے ان کی شادی ہوئی۔ سہیلی میں لکھا ہے کہ سارہ ہاران ابن ناحور کی بیٹی تھیں جو ابراہیمؑ کے چچا تھے جبکہ ہاران کے لوط لڑکے ہیں وہ تارح ابن ناحور کا لڑکا ہے۔ زمانہ قیام حران میں تارح (آزر) کا دو سو پچاس برس کی عمر میں انتقال ہوگیا تھا۔

مصر کی طرف روانگی

اس کے بعد ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم سے کنعان کی طرف ہجرت کی (جہاں پر ان کی نسل کی ترقی کی ابتدا ہوئی، دراصل یہی زمین تھی کہ جس کے دینے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا) آپ نے پچھتر برس کی عمر میں وہاں آ کر قیام کیا جہاں اب بیت المقدس ہے پھر کچھ دن بعد جب کنعان میں قحط پڑا تو آپ اپنے اہل بیت کے ساتھ مصر چلے گئے۔

زوجہ کا گرفتار ہونا

اگرچہ ابراہیمؑ اپنے اہل بیت کے ساتھ مصر میں ایسے مقام پر مقیم ہوئے تھے جہاں پر آپ کو کوئی پہچانتا نہیں تھا لیکن سارہ کا حسن و جمال معمولی نہیں تھا لہٰذا رفتہ رفتہ اس کی خبر فرعون مصر کو پہنچی تو اس نے ابراہیمؑ کو طلب کر کے سارہ کے بارے میں استفسار کیا۔ ابراہیمؑ نے اس خیال سے

کہ شاید یہ مجھے قتل کر کے سارہؑ کو جبر سے نہ لے لے یہ کہہ دیا کہ وہ میری بہن ہے لیکن فرعون نے اس پر خیال نہ کیا، سارہ کو اپنے آدمیوں سے گرفتار کروا کر اپنی خلوت خاص میں منگوالیا۔ جب اس نے ایک بار یا بروایت مورخین تین بار سارہؑ کا قصد کیا تو اس کے ہاتھ ہر بار خشک ہو گئے یا کہ اس پر مرگی جیسی کیفیت طاری ہو گئی اور ہر مرتبہ وہ سارہؑ کی دعا سے اپنی اصلی حالت پر آ گئے، تب چوتھی یا دوسری بار اس نے سارہؑ سے اپنی اس بے جا دلیری کی معافی چاہی اور پھر ہاجرہ کو آپ کی نذر کر کے حضرت ابراہیمؑ کے پاس بھیج دیا۔

ہاجرہ علیہا السلام

طبری نے لکھا ہے کہ جس فرعون نے سارہؑ کا ارادہ کیا تھا اس کا نام سنان بن علوان برادر ضحاک تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ سنان ملوک قبط سے تھا۔ بہر حال اس واقعے کے بعد ابراہیمؑ اپنے اہل بیت کے ساتھ کنعان کی طرف چلے گئے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ جس نے سارہؑ کا قصد کیا تھا اور اس کے ہاتھ خشک ہو گئے یا وہ مرگی میں مبتلا ہو گیا تھا، اس کا نام شاہ اردن ہے، اسی نے افاقے کے بعد ہاجرہؑ کو آپ کی خدمت کے لئے آپ کو دے کر رخصت کیا جو ملوک قبط کی لونڈی تھیں۔

کنعان میں آمد

اس کے بعد ابراہیمؑ مصر سے نکل کر اپنے متعلقین کے ساتھ کنعان کی طرف روانہ ہوئے اور مقام جبرون میں (جسے اب مقام خلیل کہتے ہیں) پہنچ کر قیام کیا۔ یہ وہی مقام ہے جسے صابئہ ہیکل مشتری اور زہرہ کہتے تھے اور متبرک سمجھ کر وہاں عود وغیرہ جلاتے تھے۔ عبرانیوں نے اسی کا نام ایلیا (اللہ کا گھر) رکھا تھا۔

لوط علیہ السلام

حضرت لوطؑ یہاں تک تو ابراہیمؑ کے ساتھ رہے لیکن پھر وہ مویشیوں کی کثرت اور سبزہ زاروں کی قلت کی وجہ سے ابراہیمؑ سے الگ ہو کر فلسطین کی طرف چلے گئے۔ اگرچہ ہمارے مورخ نے ان کی سرگزشت اسی مقام پر تحریر کی ہے لیکن ہم ان کا حال مستقل طور سے آئندہ لکھیں گے۔

باب:۶

حضرت اسماعیلؑ کا بیان اور ان کی زندگی کے حالات

مصر سے واپسی کے دس برس بعد سارہؓ نے یہ سوچ کر ابراہیمؑ کو ہاجرہ سے نکاح کرنے کی اجازت دی کہ شاید اللہ جل شانہ انہیں سے کوئی لڑکا مرحمت فرمائے کیونکہ جناب موصوف نے لڑکا ہونے کی دعا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا لیکن سارہؓ کی عمر زیادہ ہوگئی تھی اور وہ لڑکا ہونے سے ناامید ہو چکی تھیں۔ جب ابراہیم نے ہاجرہ سے نکاح کیا تو آپ کی چھیاسی برس کی عمر میں اسمٰعیل ذبیح اللہؑ بطن ہاجرہ سے پیدا ہوئے۔ بعدازاں جناب باری سے یہ وحی نازل ہوئی کہ اس لڑکے کی بارہ اولادیں ہوں گی اور ہر ایک بڑے سلسلے کا رئیس ہوگا۔ اس کے بعد سارہؓ کو اس کی غیرت نے اتنا مجبور کر دیا کہ انہوں نے ابراہیمؑ پر ہاجرہؓ کے نکالنے کا دباؤ ڈالا۔

مکہ کی طرف روانگی

اس فرمائش پر ابراہیمؑ کو سخت تردد کا سامنا ہوا تاہم اللہ جل شانہ نے تسلی دی اور ارشاد کیا کہ سارہؓ کی اس بارے میں اطاعت کرو لہٰذا ابراہیمؑ ہاجرہؓ اور اسمٰعیلؑ کو ایک خچر پر سوار کر کے کچھ تھوڑا سا زادِ راہ لے کر روانہ ہوئے اور خدا تعالیٰ کے حکم سے سرزمین مکہ میں ٹھہرا کر واپس ہوئے۔ جناب ابراہیمؑ کی رخصت کے وقت ہاجرہؓ نے گھبرا کر اپنے عزیز شوہر سے کہا "من امرك ان تتركنا بارض ليس فيها زرع ولا ماء" ترجمہ: "کس نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ تم ہمیں ایسی زمین میں چھوڑ جاؤ جہاں نہ کوئی درخت ہے اور نہ پانی ہے؟" ابراہیمؑ نے کہا "ربی امرنی" (میرے خدا نے یہ حکم دیا ہے) حضرت ہاجرہؓ نے جواب دیا "فَاِنَّهٗ لَنْ يُّضِيْعَنَا" (وہ بے شک ہم کو ضائع نہیں کرے گا) وہ پھر خاموش ہو کر بیٹھ گئیں۔ ابراہیمؑ نے واپسی کے وقت بشریت کے تقاضے یا پدری الفت سے مضطرب ہو کر یہ دعا کی رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۔(6:14) (اے رب میں نے ایسے میدان میں اپنی ایک اولاد بسائی ہے! جہاں کھیتی نہیں ہے، تیرے محترم گھر کے پاس اے رب ہمارے تاکہ وہ نماز کو قائم رکھیں لہٰذا لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل رکھ اور ان کو روزی دے میووں سے شاید کہ وہ شکر کریں) اللہ جل شانہ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمالی۔

پیاس کا غلبہ

حضرت ابراہیمؑ کے چلے جانے کے بعد دونوں ماں، بیٹے تنہا رہ گئے۔ ایک دو دن یا اسی دن وہ پانی ختم ہو گیا جسے روانگی کے وقت جناب ابراہیمؑ اپنے ہمراہ لائے تھے اور اسمٰعیلؑ کو غلبہ تشنگی نے بے تاب کیا۔ ہاجرہ بیتاب ہو کر کبھی پانی کی تلاش میں کوہ صفا پر چڑھ جاتیں، جب وہاں پانی کا کچھ نشان نہ ملتا تھا تو اسی پریشانی کی حالت میں مروہ کی چوٹی پر پہنچ جاتیں یہاں تک کہ آپ نے سات مرتبہ صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کی چوٹیوں پر چکر لگائے آٹھویں بار اپنے شیر خوار بچے کی رونے کی آواز سن کر دوڑ آئیں، اسمٰعیلؑ اس وقت رو رہے تھے اور زمین پر پاؤں مار رہے تھے جس سے بعنایت الٰہی چشمہ زمزم ابل پڑا۔

زمزم کا پھوٹنا

سدی سے روایت کی جاتی ہے کہ اسمٰعیلؑ کو ہاجرہؓ مقام حجر میں چھوڑ گئی تھیں۔ اور آپ نے ان کے لئے ایک چھپر بنا دیا تھا۔ جبرائیل نے پھر

وہاں آ کر چشمہ کھول دیا اور انہوں نے ہی جا کر ہاجرہ کو اس سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتلایا کہ اسی چشمے سے اللہ کے مہمان سیراب ہوں گے، تھوڑے دنوں بعد اس لڑکے کا باپ آئے گا اور دونوں مل کر اللہ تعالیٰ کا گھر بنائیں گے۔ ہاجرہؑ نے دوڑ کر اپنے بچے کو چپ کرا دیا اور ابلتے ہوئے پانی کے چاروں طرف مٹی کی ایک مینڈھ سی بنادی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے یرحمها الله لو ترکتها لکانت علینا سانحة (اللہ ہاجرہ پر رحم کرے، اگر وہ اس چشمہ کو اسی طرح چھوڑ دیتیں تو ایک چشمہ جاری ہو جاتا)

جرہم والوں کا آنا

اس وقت بنی جرہم پانی نہ ملنے کی وجہ سے اس غیر ذی ذرع سرزمین میں حیران پریشان پھر رہے تھے، جب انہوں نے ایک جگہ پرندوں کو اڑتے دیکھا تو اس طرف آئے جہاں پر ہاجرہؑ اپنے بیٹے اسمٰعیل کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔ بنی جرہم نے پہلے تو چشمہ کو تعجب بھری نگاہوں سے دیکھا پھر جب ان کی نظر بی بی ہاجرہؑ پر پڑی تو اور زیادہ متعجب ہوئے۔ وہ تھوڑی دیر سکوت کے عالم میں رہے۔ بعد ازاں یہ لوگ ہاجرہؑ کی اجازت سے اسی مقام پر قیام پذیر ہو گئے۔ یوں ظاہراً یہی گروہ ان کی تنہائی کے رفع کرنے کا باعث ہوا۔ اسمٰعیلؑ نے اسی گروہ میں پرورش پائی، جوان ہوئے اور ان ہی لوگوں سے زبان عربی سیکھی۔ جرہم والوں نے پھر اپنے خاندان میں سے ایک عورت کے ساتھ آپ کی شادی کر دی۔ پھر ہاجرہؑ کا انتقال ہو گیا تو اسماعیلؑ نے ان کو مقام حجر میں دفن کر دیا۔

حضرت اسحاق کی بشارت

جس وقت ابراہیم حضرت ہاجرہؑ کو مکہ پہنچا کر شام واپس آئے اور بیت المقدس میں مقیم ہوئے تو اہل موتفکہ جہاں کہ لوطؑ اپنے چچا ابراہیم سے الگ ہو کر گئے تھے، عیاشی اور گناہوں کے ارتکاب میں حد سے بڑھ گئے۔ لوطؑ نے انہیں سمجھایا اور اللہ کی طرف بلایا مگر وہ لوگ انہیں جھٹلانے لگے۔ تب ان کے ہلاک کرنے کو اللہ جل شانہ نے ملائکہ کو بھیجا اور یہ سب ابراہیمؑ کی طرف ہو کر گزرے۔ ابراہیمؑ نے ان کی دعوت کی اور تعظیم و خدمت میں جان و دل سے مصروف ہوئے۔ اس کے بعد سارہؑ کے ہنسنے اور ملائکہ کے بشارت ولادت اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کے واقعات پیش آئے جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے۔ حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی بشارت فرشتوں نے ابراہیم کو اس وقت دی تھی جبکہ ان کی عمر سو برس کی ہو چکی تھی اور سارہؑ نوے برس کی تھیں۔

حضرت اسحاقؑ کی ولادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ بنانے کا حکم دیا، اس سے پہلے اسماعیلؑ پندرہ برس کے ہو چکے تھے۔ اس دوران ہاجرہؑ کا انتقال ہو گیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد اسمٰعیل کا دل مکہ سے اچٹ گیا اور انہوں نے شام کی سمت جانے کا فیصلہ کیا لیکن بنی جرہم نے آپس میں مشورہ کر کے اسمٰعیلؑ کو ارادے سے روکا اور ان کا نکاح عمارہ بنت سعید بن اسامہ بن اکیل سے کر دیا جو عمالقہ سے تھی۔

اس کے بعد ابراہیمؑ اپنی بیوی سارہؑ سے اجازت لے کر مکہ آئے، اس وقت ہاجرہؑ انتقال کر چکی تھیں اور اسمٰعیلؑ شکار کھیلنے کے لئے تشریف لے گئے تھے اور صرف عمارہ بنت سعید یعنی اسماعیلؑ کی زوجہ گھر میں موجود تھیں۔ ابراہیمؑ نے عمارہ سے یہ چند باتیں دریافت فرمائیں ''تم کون ہو؟ اسمٰعیل کہاں گیا؟ ہاجرہؑ کا کب انتقال ہوا؟'' عمارہ نے کچھ ایسی ترش روئی سے جواب دیا کہ ابراہیمؑ ان کی بداخلاقی سے پریشان ہو گئے، وہ روانگی کے وقت یہ کہہ گئے ''اسماعیلؑ آئے تو کہہ دینا کہ اپنے گھر کا دروازہ تبدیل کر دو'' ابراہیم کے چلے جانے کے بعد جب اسمٰعیلؑ شکار گاہ سے واپس آئے تو عمارہ نے تمام واقعات بیان کئے اور یہ بھی بتایا کہ اس پیر مرد نے کہا ہے کہ ''تم گھر کا دروازہ بدل دو۔'' اسمٰعیلؑ نے عمارہ سے یہ کہا کہ وہ میرے باپ تھے، اور وہ مجھے ہدایت کر گئے ہیں کہ میں تمہیں طلاق دے دوں لہٰذا اب میں تم سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں۔

دوسری شادی

اس کے بعد اسمٰعیل نے سیدہ بنت مضاض بن عمرو جرہمی سے شادی کی۔ ایک عرصے کے بعد پھر ابراہیم تیسری بار سارہؑ سے اجازت لے کر

اسمٰعیلؑ سے ملنے کے لئے آئے۔ اسمٰعیل اتفاق سے اس دن بھی موجود نہیں تھے۔ سیدہ بنت مضاض نے بڑی خوشی سے حضرت ابراہیم کا استقبال کیا، پانی گرم کر کے وضو کرایا، دودھ گوشت جو اس وقت گھر میں موجود تھا، خوشی سے پیش کیا اور معذرت کی ''یہاں گیہوں پیدا نہیں ہوتا اسی لئے ہم لوگ بھی دودھ، خرما اور شکار کیا ہوا گوشت کھا کر گزارا کرتے ہیں۔'' اس مہمان نوازی سے ابراہیمؑ بہت خوش ہوئے اور دعائے برکت کی۔ سیدہ نے ہر چند روکا لیکن وہ کب رک سکتے تھے کیونکہ بی بی سارہؓ نے رکنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ بہر حال وہ سیدہ سے رخصت ہو کر شام کی طرف روانہ ہوئے اور روانگی کے وقت فرما گئے ''جب تمہارا شوہر آئے تو میرا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ اب تمہارے گھر کا دروازہ اچھا ہے، مجھے پسند آیا، اب اسے کبھی تبدیل نہیں کرنا۔'' جب اسمٰعیلؑ شکار کھیل کر واپس آئے تو سیدہ نے کمال تعظیم سے ابراہیمؑ کا نام بتلایا اور تمام ماجرا لفظ بہ لفظ کہہ سنایا۔ حضرت اسمٰعیلؑ نے سن کر فرمایا ''وہ میرے باپ تھے، وہ مجھے ہدایت کر گئے ہیں کہ میں تمہیں اپنے سے کبھی نہ جدا کروں۔''

کعبے کی تعمیر

ان واقعات کے بعد اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ بنانے کا حکم دیا۔ ابراہیمؑ شام سے جبرئیل کے ساتھ مکہ آئے پھر دونوں باپ بیٹوں یعنی ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ نے خانہ کعبہ اس طرح سے بنایا کہ ابراہیمؑ تو جڑائی کا کام کرتے تھے اور اسمٰعیل گارہ اور پتھر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے، یہ دونوں بزرگ بناتے وقت اپنے رب سے یہ دعا کرتے جاتے تھے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (بقرہ:127)۔ (اے ہمارے رب یہ کام ہمارا قبول کر، بے شک تو سمیع وعلیم ہے)

جس وقت دیوار کافی بلند ہو گئی اور ابراہیمؑ جوڑائی نہ کر سکے تو وہ ایک پتھر پر کھڑے ہو کر کام کرنے لگے، یہ وہی مقام ہے جسے اب مقام ابراہیمؑ کہتے ہیں۔ خانہ کعبہ جب تیار ہونے کے قریب پہنچا تو ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ سے کہا کہ کسی اچھے پتھر کا ٹکڑا لاؤ تا کہ مقام رکن پر رکھ دوں جس سے کہ لوگوں کو امتیاز باقی رہے۔ علماء کہتے ہیں کہ بوقبیس نے آواز دی تھی ''میرے پاس تمہاری امانت رکھی ہے، وہ لے لو'' جبکہ بعض یہ کہتے ہیں کہ جبرئیلؑ نے حجر اسود کا پتہ بتلایا تھا۔ غرض جو کچھ ہوا اسمٰعیلؑ اس پتھر کو اٹھا لائے پھر ابراہیمؑ نے اسے اٹھا کر مقام رکن پر رکھ دیا۔ اسی حجر اسود کا طواف کے وقت بوسہ لیا جاتا ہے۔ بیت اللہ کے بننے کے بعد حضرت ابراہیمؑ حسب حکم باری تعالیٰ مکہ مکرمہ کے مقدس پہاڑ کی بلند چوٹی پر چڑھ گئے اور با آواز بلند فرمایا یا ایها الناس ان الله قد بنی لکم بیتا و دعا کم الی حجه فاجیبوه.... (اے لوگو! بے شک اللہ نے تمہارے لئے گھر بنا دیا ہے اور تمہیں اس کے حج و زیارت کو بلایا ہے لہٰذا تم لوگ آ جاؤ۔) اس کے بعد یہ دونوں بزرگ ان لوگوں کے ساتھ جو آپ پر ایمان لا چکے تھے، مقامات منیٰ و عرفات کی طرف گئے اور وہاں قربانی کی۔ اس کے بعد انہوں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر ابراہیم شام کی سمت چلے گئے لیکن ہر سال خانہ کعبہ کی زیارت وحج کو آتے رہے۔

قربانی کا حکم

خانہ کعبہ بنانے کے بعد ابراہیمؑ کو بذریعہ خواب جو کہ درحقیقت وحی تھی، اپنے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا چنانچہ ابراہیم نے اس کی تعمیل کی، اس وقت جنت سے اس کا فدیہ آیا اور وہ لڑکا بفضلہ بچ گیا جیسا کہ کلام پاک سے معلوم ہوتا ہے۔ تاہم علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ فرزند کون سے تھے؟ بعض کا خیال یہ ہے کہ اسمٰعیلؑ ذبیح اللہ تھے جبکہ چند کا گمان یہ ہے کہ اسحٰقؑ کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ یہ اختلاف صرف علماء کرام تک محدود نہیں بلکہ صحابہ عظام اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس میں شریک ہیں۔ ابن عباس، ابن عمر، الشعبی، مجاہد، حسن۔ محمد بن کعب القرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس امر کے قائل ہیں کہ اسماعیل ذبیح اللہ ہیں کیونکہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انا ابن الذبیحین (میں بیٹا ہوں دو ذبیحوں کا) فرمایا ہے تاہم یہ حدیث ان کے دعوے کو پورے طور سے ثابت نہیں کر سکتی کیونکہ عرب میں مجازاً فخر اور مباہات کے وقت عام طور سے لوگ چچا کو بھی باپ کہہ دیا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی یہ دلیل بھی قابل قبول عقل نہیں ہے کہ باری تعالیٰ نے ارشاد کیا ہے فَبَشَّرْنٰهَا بِإِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ إِسْحٰقَ يَعْقُوبَ (ہود:71)۔ (پس ہم نے اس کو یعنی سارہؓ کو اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب

کی پیدائش کی خوشخبری دی) اگر ذبیح اللہ اسحاقؑ ہی تسلیم کر لئے جائیں تو ان کے بعد یعقوب کی بشارت کے کوئی معنی پیدا نہیں ہو سکتے کیونکہ شباب کے شروع میں حکم ذبح صادر ہوا تھا۔ یہ حکم آئندہ یعقوبؑ کے پیدا ہونے کے منافی ہے اس وجہ سے کہ بشارت کی وجہ وہی علم الٰہی ہے جو پہلے سے ذبح ہونے کو تسلیم کر چکا تھا اور یہ مان لیا گیا تھا کہ یہ حکم صرف حضرت ابراہیم کا امتحان لینے کے لئے دیا گیا ہے۔

حضرت اسحاقؑ کے ذبیح اللہ ہونے کے بھی کئی بڑے صحابہ کرام قائل ہیں مثلاً عباس، عمر، علی، ابن مسعود، کعب احبار، زید بن اسلم، مسروق، سعید بن جبیر۔ عطا۔ زہری مکحول۔ سدی۔ قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے یہ شہادتیں ملتی ہیں کہ اسحاقؑ کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا اور وہ ہی ذبیح اللہ ہیں۔ علامہ طبری کا خیال ہے کہ قول راجح یہی ہے کہ اسحاقؑ ذبیح اللہ ہیں کیوں کہ قرآن پاک کی نص سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ مبشر بہ (جس کی بشارت دی گئی ہو) ذبیح ہے اور یہ بشارت سوائے اسحاق کے ابراہیم کے کسی اور لڑکے کے حق میں واقع نہیں ہوئی جیسے کہ ہمارے اس دعویٰ کی شہادت آیہ کریمہ فبشرنه بغلم حليم (الصفت :101)۔ (پس بشارت دی ہم نے اس کو ایک حلیم لڑکے کی) دے رہی ہے کیونکہ یہ آیت اصل میں اس دُعا کی قبولیت کی خبر دے رہی ہے جو ابراہیم نے بابل سے ہجرت کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی خدمت میں کی تھی۔ آپ لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سارے حالات ہاجرہؑ سے پہلے کے ہیں کیونکہ ہجرت کے بعد ہاجرہؑ مصر میں سارہؑ کو دی گئیں اور مصر سے واپسی کے بعد سارہؑ نے حضرت ہاجرہ کا عقد ابراہیم سے کروایا۔ اس صورت میں مبشر بہ ابن سارہ یعنی اسحٰقؑ ہوں گے نہ کہ اسمٰعیل اور وہی اس دلیل سے ذبیح اللہ ہیں۔ باقی رہا یہ امر کہ ملائکہ نے جس وقت کہ وہ ابراہیمؑ کے یہاں مہمان تھے اور قوم لوطؑ کو ہلاک کرنے جا رہے تھے، سارہؑ کو بیٹا پیدا ہونے کی بشارت دی تھی، یہ اسی پہلی بشارت کی تجدید ہے جو ہجرت کے وقت ابراہیمؑ کو دی گئی تھی۔ (اب طبری کا بیان ختم ہوا)

سارہؑ کا انتقال

اس کے بعد ایک سو ستائیس برس کی عمر میں حضرت سارہؑ کا قریہ جبرون بلاد بنی حبیب کنعان میں انتقال ہو گیا۔ ابراہیمؑ نے عفرون بن صحر سے ایک قطعہ زمین باوجودیکہ وہ مفت دینے پر راضی تھا، چار سو مثقال چاندی دے کر خریدا اور اس میں سارہؑ کو دفن کر دیا۔ اس کے بعد ابراہیمؑ نے قطورا (یا قنطورا) بنت یقطن کنعانیہ سے شادی کی۔ توریت کے مطابق اس کے بطن سے چھ لڑکے زمران۔ یقشان۔ مدان۔ مدین۔ اشبق۔ شوخ پیدا ہوئے۔ توریت میں درج ہے کہ یقشان کے دو لڑکے۔ سبا اور وذان پیدا ہوئے۔ وذان سے اشور۔ لطوشیم۔ لاسیم پیدا ہوئے جبکہ مدین سے پانچ لڑکے عیفا۔ عیفین۔ حنوخ۔ افیداع۔ الزاعا وجود میں آئے۔

ابراہیمؑ کا خاندان

علامہ سہیلی کا یہ خیال ہے کہ ان لڑکوں کے علاوہ ابراہیمؑ کی ایک چوتھی بیوی حجین یا حجون بنت اہیب نامی بھی تھی جس سے پانچ لڑکے کیسان، فروح، امیم، لوطان، نافس پیدا ہوئے تھے۔ علامہ طبری بنی قنطورا کا ذکر کرتے ہوئے یقشان کو لکھ کر تحریر کرتا ہے کہ بقیہ سب ابراہیمؑ کی بی بی رعوہ نامی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ یوں ابراہیمؑ کے لڑکوں کی صحیح تعداد تیرہ ہوئی۔ اسماعیلؑ جو سب لڑکوں سے بڑے تھے وہ بی بی ہاجرہؑ سے، اسحاقؑ بطن سارہؑ سے اور چھ قنطورا سے جیسا کہ توریت میں ہے۔ پانچ لڑکے بروایت سہیلی حجین اور طبری کے خیال میں رعوہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔

ابراہیمؑ کا انتقال

ابراہیمؑ نے اسحاقؑ سے اس امر کا اقرار لے رکھا تھا کہ وہ کنعانیوں میں شادی نہیں کریں گے اس وجہ سے آپ مقام حران میں جو آپ کی پہلی ہجرت گاہ تھی اور جہاں آپ کے قبیلہ رقوم کے لوگ رہتے تھے، اسحاقؑ کو لے کر آئے اور رفقا بنت بتویل بن ناحور بن آزر سے اس کا نکاح کر دیا۔ اسحاق اس وقت چالیس برس کے تھے کہ ابراہیم کی حالت حیات ہی میں یعقوب اور عیصو توام پیدا ہوئے۔ اس کے بعد ایک سو پچھتر برس کی عمر میں ابراہیمؑ کا شام میں انتقال ہو گیا۔ آپ حضرت سارہؑ کے پاس اسی زمین کے قطعہ میں دفن کئے گئے۔ اب اسی مقام کو خلیل کہتے ہیں۔ اللہ جل شانہ

نے آپ کی آئندہ نسلوں کو نبوت اور کتاب سے سرفراز فرمایا۔

اسمٰعیلؑ کا انتقال

اسماعیل جیسا کہ قبل انتقال ابراہیمؑ مکہ میں رہتے تھے، ان کی وفات کے بعد بھی مکہ میں رہے۔ آپ بنی جرہم میں نشو ونما پا کر ان کی نیز ان عمالقہ کی طرف جو اطراف مکہ میں رہتے تھے اور اہل یمن کی طرف مبعوث ہوئے۔ ان میں سے کچھ لوگ تو ایمان لائے جبکہ بعض بدستور کفر والحاد ہی کے راستہ پر رہے۔ توریت میں لکھا ہے کہ آپ کے انتقال کے وقت آپ بنی جرہم میں بارہ لڑکے نبایوت (جس کو عرب نابت یا نبت کہتے ہیں) قیذار، ادبیل، بسام، مشمع، ذوما، مسا، حراہ، قیما، بطور، نافس اور قدما چھوڑ گئے۔ ابن اسحاقؒ کی روایت شہادت دیتی ہے کہ اسماعیلؑ کی عمر اس وقت ایک سوتیں (130) برس کی تھی۔ آپ اپنی ماں کے پاس میزاب اور حجر اسود کے درمیان دفن کئے گئے۔ توریت میں ہے کہ ان کی عمر ایک سو سینتیس (137) سال تھی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی اولاد جویلہ سے شور قبالہ مصر تک اثور کی جانب آباد ہوگئی۔ توریت کے علماء کے نزدیک جویلا سے جنوب برقہ، شور سے ارض حجاز اور اثور سے بلاد موصل وجزیرہ مراد ہے۔

اسمٰعیلؑ کا خاندان

حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد نابت بن اسمٰعیل بیت اللہ کا متولی ہوا، وہ مکے میں اپنے بھائیوں کے ساتھ مقیم رہا، یہاں تک کہ ان کی نسل میں اتنی ترقی ہوئی کہ وہ مکے میں نہ سما سکے اور حجاز کے اطراف وجوانب میں پھیل گئے۔ بطون عدنان کی نسبت اکثر علماء کا یہ خیال ہے کہ یہ نابت ابن اسمٰعیل کی طرف منسوب ہیں اگرچہ بعض نے اس قول سے اختلاف بھی کیا ہے، ان کا خیال ہے کہ عدنانی عرب قیذار ابن اسماعیل کی اولاد سے ہیں اگرچہ علمائے نسب نے نابت کے سوا اسمٰعیل کے کسی اور لڑکے کی اولاد کا کچھ تذکرہ نہیں کیا۔ اکثر علماء کا خیال یہ بھی ہے کہ قحطانی عرب بھی اسمٰعیلؑ کی کسی اولاد کی نسل سے ہیں اس لحاظ سے حضرت اسماعیلؑ تمام عرب کے (جو ان کے بعد ظہور میں آئے) مورث اعلیٰ اور جدا کبر ہوئے۔ واللہ اعلم۔

باب : ۷

حضرت یعقوب کے حالات زندگی

اس دوران حضرت اسحاقؑ فلسطین میں رہے، انہوں نے طویل عمر پائی۔ وہ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے۔ آپ نے کیونکہ یعقوب کے لئے برکت کی دعا کی تھی، اسی وجہ سے عیصو برہم ہو کر یعقوبؑ کے قتل کے درپے ہو گئے۔ رفقاء بنت تبویل نے یعقوب کو اس سے آگاہ کر کے حران چلے جانے کی رائے دی۔ چنانچہ یعقوبؑ رات کو اپنے گھر سے نکل کر حران کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ شام سے صبح تک سفر کرتے رہتے، جب صبح ہو جاتی تو ٹھہر جاتے تھے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسرائیل کے لقب سے یاد کیا ہے۔ آپ حران میں پہنچ کر اپنے ماموں لابان بن تبویل کے پاس پہنچ کر مقیم ہوئے۔ بعد ازاں لابان بن تبویل نے اپنی بڑی لڑکی لیا نامی کا نکاح یعقوبؑ سے کر دیا جبکہ خدمت کے لئے زلفہ کو دیا۔ اس کے بعد چھوٹی لڑکی راحیل نامی کو بھی اپنے بھانجے یعقوبؑ کے نکاح میں دیا اور جہیز میں بلہا کو دیا۔

آل یعقوبؑ

لیا سے سب سے پہلے روبیل اس کے بعد شمعون پھر لاوی اس کے بعد یہودا یکے بعد دیگرے پیدا ہوئے۔ اس وقت تک کیونکہ راحیل سے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی اس وجہ سے اس نے اپنی بلہا خادمہ یعقوبؑ کو ہبہ کر دی۔ جس کے بطن سے دان اور نفتالی پیدا ہوئے۔ لیا نے بھی یہ دیکھ کر اپنی زلفہ خادمہ یعقوبؑ کو دے دی۔ تھوڑے دن بعد اس کے بطن سے کاد اور آشر پیدا ہوئے۔ اس کے بعد پھر لیا کے بطن سے یساخر اور زبولون پیدا ہوئے یعقوبؑ کے دس لڑکے پورے ہو چکے تھے کہ راحیل نے جناب باری میں لڑکے کی دعا کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان کے بطن سے حضرت یوسفؑ پیدا ہوئے۔

کنعان کی طرف ہجرت

یعقوبؑ بیس برس تک حران میں رہے اس کے بعد وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے کنعان کی طرف روانہ ہوئے۔ اگرچہ لابان (یعقوب کا ماموں) اس فیصلے کا مخالف تھا اسی لئے واپس لانے کی غرض سے دو ایک منزل تک یعقوبؑ کے ساتھ ساتھ آیا۔ لیکن جب اس نے یعقوبؑ کو واپس ہوتے نہیں دیکھا تو ناچار بھیڑ بکریوں کا ایک گلہ دے کر حران کی طرف واپس چلا گیا۔ یعقوبؑ پھر منزل بمنزل کوچ کرتے ہوئے روانہ ہوئے حتیٰ کہ عیصو شہر کے قریب پہنچے۔ عیصو نے ان دنوں جبل یسعین جو کہ (سرزمین شام میں عمان وایلہ کے درمیان واقع دو مقامات) کرک اور شوبک میں واقع ہے رہتا تھا۔ عیصو نے بھیڑ بکریوں کا گلہ دیکھ کر اس کے چرواہوں سے دریافت کیا۔ ''یہ بھیڑ بکریاں کس کی ہیں؟'' چرواہے چونکہ پہلے ہی سے سکھا دیئے گئے تھے لہٰذا ایک زبان بول اٹھے۔ ''یہ بکریاں یعقوب نامی عیصو کے چرواہے کی ہیں۔'' عیصو یہ سن کر خاموش ہو کر چلا گیا اس کے بعد یعقوبؑ نے کچھ بکریاں اور کچھ بھیڑ عیصو کے پاس تحفتاً بھیجیں جس سے عیصو کا دل یعقوبؑ کی طرف سے صاف ہو گیا۔

حضرت اسحاق کا انتقال

اسی زمانے میں اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ کو بذریعہ وحی مطلع کیا کہ ''آج سے تمہارا نام اسرائیل ہوگا'' اس کے بعد یعقوبؑ نے ارشالیم (یروشلم یعنی بیت المقدس) پہنچ کر ایک کھیت خرید لیا اور وہیں مقیم ہو گئے۔ اس مقام پر راحیل پھر حاملہ ہوئیں معین مدت گزر جانے کے بعد یعقوبؑ کے بارہویں لڑکے بنیامین پیدا ہوئے۔ راحیل نے زچہ خانے میں انتقال کیا اور بیت اللحم میں دفن کی گئیں۔ اس کے بعد یعقوبؑ قریہ جبرون میں اپنے

والد اسحٰقؑ کے پاس چلے آئے اور وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ اسحاقؑ کا ایک سو اسی برس کی عمر میں انتقال ہو گیا، آپ اپنے والد ابراہیمؑ کی قبر کے قریب دفن کئے گئے۔

یوسف علیہ السلام

یوں یعقوبؑ اپنے باپ کے قائم مقام ہوئے۔ ان کے تمام لڑکے ان کے پاس رہے یہاں تک کہ یوسفؑ بڑے ہوئے اور انہوں نے اپنے مشہور خواب کا حال بیان کیا۔ وہ پھر ایک دن بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرانے کے لئے گئے، بھائیوں نے انہیں کنوئیں میں ڈال دیا۔ مسافروں نے نکال کر عربوں کے ہاتھ بیس مثقال پر فروخت کیا۔ عربوں سے عزیز مصر نے انہیں خرید لیا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ عزیز مصر کا نام طفیر بن رحیب تھا جبکہ فرعون مصر ان دنوں عمالقہ میں سے ریان بن ولید بن دومنع تھا۔ الغرض یوسفؑ نے عزیز مصر کے یہاں پرورش پائی پھر زلیخا کے ساتھ چند واقعات پیش آئے۔ بعد ازاں وہ قید میں رہے اور قیدیوں کے خواب کی تعبیر بیان کی۔ اس کے بعد بادشاہ مصر نے انہیں بخوف قحط، زمانہ قحط میں خزائن زراعت کا منتظم بنایا اور ملکی انتظام تمام ان کے سپرد کر دیا جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ یوسفؑ کی عمر اس وقت تیس برس کی ہو چکی تھی۔ بعضے کہتے ہیں کہ اطفیر کی معزولی کے بعد اور چند کہتے ہیں کہ اس کے مرنے کے بعد یوسف متولی وزارت ہوئے۔ انہوں نے پھر زلیخا سے شادی کر لی اور اس کی تمام جائیداد کے مالک ہو گئے۔ یہی امور ان کے سب بھائیوں اور باپ کے یک جا ہونے کے ظاہری اسباب ہیں کیونکہ جب کنعان میں قحط پڑا تو ان کے بھائی غلہ اور جنس لینے کے لئے مصر میں آئے، یوسفؑ نے ان کی قیمت انہیں واپس کر دی تھی اور تمام بھائیوں کو بلوایا تھا۔ یہی ان کے تمام بھائیوں اور باپ کے جمع ہونے کا سبب ہوا۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جبکہ یعقوبؑ بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔

حضرت یعقوبؑ کا انتقال

جب منزلیں طے کرنے کے بعد یعقوبؑ بلبیس کے قریب پہنچے تو حضرت یوسفؑ بعض علمائے تاریخ کے مطابق فرعون مصر کے ساتھ اپنے باپ کے استقبال کی غرض سے مصر سے باہر آئے۔ انہوں نے پھر سرزمین بلبیس اپنے بھائیوں کو رہنے اور متمتع ہونے کی غرض سے دیدی۔ یعقوبؑ کے ساتھ ان ستر آدمیوں کے علاوہ جو آپ کے خاندان سے تھے، ایوب نبی بن برجما بن زبرج بن رعویل بن عیصو بھی تھے، یہ سب کے سب بلبیس میں مقیم ہوئے۔ اس واقعہ کے سترہ برس بعد ایک سو چالیس برس کی عمر میں یعقوبؑ کا انتقال ہو گیا۔ یوسفؑ فرعون مصر کی اجازت سے رؤساء مصر کے ساتھ یعقوبؑ کا تابوت مصر سے لے کر روانہ ہوئے۔ راستے میں کنعانیوں سے کچھ بحث و تکرار ہوئی، لیکن انہوں نے پھر خیریت سے سرزمین شام مدفن ابراہیمؑ و اسحاقؑ میں اپنے والد کو لے جا کر دفن کیا اور الٹے پاؤں مصر واپس آ گئے۔

یوسفؑ کا انتقال

حضرت یعقوبؑ کے انتقال کے بعد ان کے خاندان والے مصر میں یوسفؑ کے پاس ہی رہے یہاں تک کہ یوسفؑ کا ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ آپ کی نعش کو ایک تابوت میں رکھ کر اسے نیل کے کسی علاقہ میں دفن کر دیا گیا۔ یوسفؑ نے وفات کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ جس وقت بنی اسرائیل ارض موعودہ کی طرف روانہ ہوں اس وقت آپ کا تابوت بھی نکال کر ساتھ لے جائیں اور وہاں اسے دفن کریں چنانچہ یہ وصیت برابر محفوظ چلی آئی یہاں تک کہ بنی اسرائیل مصر سے خروج کے وقت تابوت کو مصر سے نکال لے گئے۔

حضرت یوسفؑ کے انتقال کے بعد آپ کے بھائی اور لڑکے فراعنہ مصر کے سایہ عاطفت میں باقی رہ گئے، رفتہ رفتہ ان کی نسلی ترقی اس حد تک پہنچی کہ اراکین دولت مصر نے ان کی کثرت سے ڈر کر انہیں دبانا اور ان سے خدمت کے کام لینے شروع کر دیئے۔

آل یعقوب

مسعودی نے لکھا ہے کہ یعقوبؑ اپنے لڑکوں اور پوتوں کے ساتھ جس وقت یوسفؑ کے پاس آئے اس وقت کل ستر آدمی تھے لیکن جب موسیٰ

کے ساتھ وہ مصر سے نکلے تو صرف ان لوگوں کی تعداد جو مسلح ہو سکتے تھے، چھ لاکھ یا اس سے کچھ زائد تھی۔ ہم نے اس کی بابت مقدمۃ الکتاب میں بحث کی ہے لہٰذا اس مقام پر اس قصہ کو چھیڑ کر طول نہیں دینا چاہتے۔ توریت میں اس تعداد کے منصوص ہونے سے یہ تعداد محقق و متعین نہیں ہو سکتی کیونکہ مقام مبالغہ میں اظہار کثرت مقصود ہوتا ہے نہ کہ نص اعداد۔

حضرت یوسفؑ کے بہت سے لڑکے تھے لیکن ان میں سے مشہور دو ہیں یعنی ایک افرائیم دوسرے منشی، یہ دونوں اسباط میں شمار کیے جاتے ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت یعقوبؑ کا زمانہ پایا تھا۔ جناب موصوف نے انہیں اپنی اولاد میں شمار کیا تھا اور ان کے حق میں دعائے برکت کی تھی۔

حضرت یوسف مصر میں

چند مورخین جنہیں تحقیق سے سروکار نہیں، یہ خیال کرتے ہیں کہ یوسفؑ آخر مصر کے بادشاہ ہو گئے تھے۔ لطف یہ ہے کہ اس کی تائید میں چند مفسرین یوسفؑ کا یہ قول پیش کرتے ہیں رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ (یوسف :101)۔(اے رب تو نے مجھے ملک دیا ہے) حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں کیونکہ جو شخص کسی چیز پر قبضہ کر لیتا ہے گو وہ کسی خصوصیت کی وجہ سے ہو یا باعتبار استیلاء وغلبہ ملک کہلاتا ہے۔ مکان، گھوڑے، خادم کے قابضین کو بھی ملک سے تعبیر دیا جاتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ملک اور قدرت کا لحاظ نہ ہوا گرچہ وہ ایک ہی شاخ اور ایک ہی کے لئے ہوا سے بھی بادشاہ کہیں گے۔ عرب کا یہ دستور قدیم ایام سے چلا آتا ہے کہ وہ اہل قریٰ (گاؤں والوں) اور اہل مدائن (شہر والوں) کے رؤساء کو ملوک کہا کرتے ہیں، لہٰذا اس زمانے میں تم وزیر مصر کی نسبت کیا خیال کر سکتے ہو کہ عرب کے سادہ لوح آدمی انہیں بادشاہ کیسے نہ کہیں گے۔ خلافت عباسیہ میں اطراف بلاد کے عمال کو ملوک کہتے ہیں لہٰذا اس صورت میں یہ استدلال کافی نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْاَرْضِ (یوسف:56) لیکن یہ آیت بھی اس کی مستند نہیں ہو سکتی کیونکہ ملک کے بغیر بھی تمکین ہو سکتی ہے چونکہ یوسف امور زراعت اور اس کے انتظام کے متولی ہوئے تھے جیسا کہ قرآن میں ہے اجْعَلْنِي عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ (یوسف:55) اس وجہ سے قصے کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف سلطنت فرعون کے ناظم تھے نہ کہ جیسا لفظ ملک سے جو کہ ان کی دعا میں ہے، بادشاہ ہو گئے تھے۔ ہم اس دلیل سے جو کہ قرائن سے ثابت ہو گئی ہو ایسے توہمات اور موضوع قصوں کی طرف مائل نہیں ہو سکتے۔ توریت میں صاف لکھا ہے کہ یوسفؑ نہ تو بادشاہ ہوئے تھے اور نہ مصر کے وہ مالک بنے تھے۔ یہ امر طبعی ہے کہ شوکت و تصرف کے لحاظ سے جس وقت یوسفؑ کے بھائی آئے تھے، یوسفؑ نے اپنے اظہار اجلال کے لئے ملک کا لفظ کہہ دیا ہو جیسا کہ مقدمۃ الکتاب میں ہم لکھ آئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

عیصو کا خاندان

عیصو ابن اسحاقؑ جبال یسعین (یعنی بنی حوی قبائل کنعان) میں مقیم ہوا جو جبال شرات کے نام سے معروف اور تبوک و فلسطین کے درمیان واقع ہے اور جسے ان دنوں بلاد کرک اور شوبک کہتے ہیں۔ توریت کی روایت کے مطابق ان کی نسلی شاخوں سے بنولوطان، بنوشوبال، بنوصمعون، بنو عنا، بنودیشوق، بنویصد اور بنودیسان کی سات شاخیں اور بنودیشون سے اشبان موجود تھے۔ عیصو نے پہلے ضابن یسعین (بنی حوئی) کی لڑکی اہلیقاما سے نکاح کیا جس کے بعد عاذا بنت ایلول اور یاسمت بنت اسماعیل سے شادی کی۔ عاذا کے بطن سے الیفاز عیصو کا لڑکا پیدا ہوا، اس کے بعد بطن یاسمت بنت اسماعیلؑ سے رعویل اور بطن اہلیقامہ سے یعوش، یعلام، قورح تین لڑکے پیدا ہوئے۔

سب سے بڑے لڑکے الیفاز کے چھ لڑکے پیدا ہوئے یعنی یتمال، اومار، صفو، کعتام، قتال اور عمالق۔ یہ چھٹا لڑکا سریہ کے بطن سے ہے جس کا نام تمناع تھا۔ عویل بن عیصو کے چار لڑکے یعنی ناحتہ، زیدم، شتما اور مرا پیدا ہوئے۔

توریت میں درج ہے کہ عیصو کا نام ادوم تھا، اسی وجہ سے بنی عیصو کو بنی ادوم بھی کہتے ہیں۔ بعض اسرائیلی مورخین کا یہ خیال ہے کہ ادوم اس پہاڑ کا نام ہے جہاں عیصو آ کر مقیم ہوا تھا۔ ادوم عبرانی زبان میں جبل احمر کو کہتے ہیں جہاں نباتات کا نام و نشان نہ پایا جاتا ہو۔ اسی لفظ نے بعض موٴرخین کو اس مغالطہ میں ڈال رکھا ہے کہ قیاصرہ روم عیصو کی اولاد سے ہیں۔ طبری کہتا ہے کہ روم اور فارس رعویل ابن یاسمت کی اولاد سے ہیں لیکن یہ تمام

روایتیں صحت اور صداقت سے بہت دور ہیں۔ میرے نزدیک روم، رومس بانی رومہ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں نہ کہ ادوم (عیصو) کے جانب۔

بنو عیصو کا بیان

بنو عیصو نے بعد میں سرزمین یسعین میں اتنی زیادہ ترقی کی کہ تھوڑے دنوں میں وہ بنی جوی (کنعانی) اور بنی مدین پر ان کے علاقوں میں ایلہ تک غالب آ گئے۔ ان میں پھر تمدن و معاشرت کی بو آ گئی، وہ بادشاہ اور امیر بھی ہوئے۔ ان میں سے فانع بن ساغور اور اس کے بعد یودب بن زیدح تھا، اس کے بعد ہداد بن مداد ہوا جس نے بنو مدین کو ان کے علاقے سے نکال دیا۔ ہداد کے بعد بنو عیصو میں نسلاً بعد نسل حکومت و دولت چلی آئی اور یکے بعد دیگرے بادشاہ ہوتے رہے یہاں تک حضرت یوشعؑ نے شام پر فوج کشی کی اور اریشا کو فتح کر لیا۔ یوں انہوں نے تمام بنو عیصو سے سلطنت و حکومت چھین لی۔ اس واقعہ کے بعد بخت نصر نے بیت المقدس پر حملے کے وقت انہیں پامال کیا۔ ان میں سے بعض یونان اور بعض افریقہ چلے گئے۔ اسرائیلی علماء کے مطابق عمالق بن الیفاذ کی نسل سے عمالقہ شام ہیں لیکن نسابین عرب اس سے اختلاف کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عمالقہ شام عملاق بن لاوذ کی اولاد سے ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

مدین بن ابراہیم کا ذکر

اس دوران مدین ابن ابراہیمؑ نے لوط کی لڑکی سے نکاح کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل میں اتنی برکت عنایت فرمائی کہ شام کے بڑے بڑے قبائل انہیں کی نسل اور لواحقین سے ہیں۔ اس کے پانچ لڑکے عیفا۔ عیصن۔ حنوخ۔ ایبداع۔ الزاعا تھے۔ وہ شام کے اطراف میں بحیرہ قوم لوطؑ اور حجاز کے قریب سرزمین معان میں رہتے تھے، ان علاقوں کے یہی لوگ مالک تھے۔ چند برسوں بعد جب وہ بت پرستی اور خیانت کی طرف مائل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں میں سے حضرت شعیب بن نویل بن رعویل ابن عیا بن مدین کو مبعوث کیا۔ علامہ سہیلی کہتا ہے کہ یہ اہل مدین محضر بن جندل بن یعصب بن مدین کی اولاد سے ہیں اور شعیبؑ ان کے نسبی بھائی ہیں۔ ان میں بھی متعدد بادشاہ گزرے ہیں جو کلمات ابجد سے موسوم تھے۔
وفیہ نظر، ابن حبیب کتاب البدء میں حضرت شعیبؑ کو نویب بن اعزم بن مدین کا لڑکا تحریر کرتا ہے جبکہ سہیلی انہیں ابن عیفا تحریر کرتا ہے بہرحال یہ وہی شعیبؑ ہیں جن کے پاس موسیٰؑ ہجرت کر کے گئے تھے اور جن کی لڑکی سے ان کا نکاح ہوا تھا۔ ان ہی سے آداب کتاب نبوت کی آپ نے تعلیم لی تھی جس کا تفصیلی بیان موسیٰؑ کے تذکرے میں آئے گا۔

علامہ ضمیری کہتا ہے کہ جس سے موسیٰؑ نے مزدوری کرنے کا ٹھیکہ لیا تھا اور جس نے موسیٰ کی شادی کی تھی وہ بشیر بن رعویل ہیں۔ توریت میں آیا ہے کہ ان کا نام بیثر تھا، رعویل ان کا باپ یا چچا تھا جو عقد نکاح کا متولی و وکیل ہوا تھا۔ اسی مدین سے شام میں بنی اسرائیل لڑے تھے اور انہیں مغلوب کر کے ان کی حکومت چھین لی تھی۔

لوط علیہ السلام

لوطؑ ہاران برادر ابراہیمؑ کے لڑکے تھے۔ وہ اپنی قوم کی ہلاکت کے بعد فلسطین میں اپنے چچا ابراہیمؑ کے پاس چلے آئے اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔
تحقیق کے مطابق ان دنوں مؤتفکہ میں سدوم کے پانچ بڑے گاؤں تھے اور وہاں کے سب لوگ خلاف وضع فطرت فواحش کے مرتکب ہوتے تھے لوط نے انہیں خوب سمجھایا لیکن ان میں سے کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی نتیجہ کے طور پر سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ۔ (مگر یہ کہ جس کو اللہ نے چاہا۔)

لوطؑ کا خاندان

توریت کی روایت کے مطابق لوطؑ کے دو لڑکے عمون اور موآئی تھے، ان دو کی نسلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت مرحمت فرمائی کہ شام کے

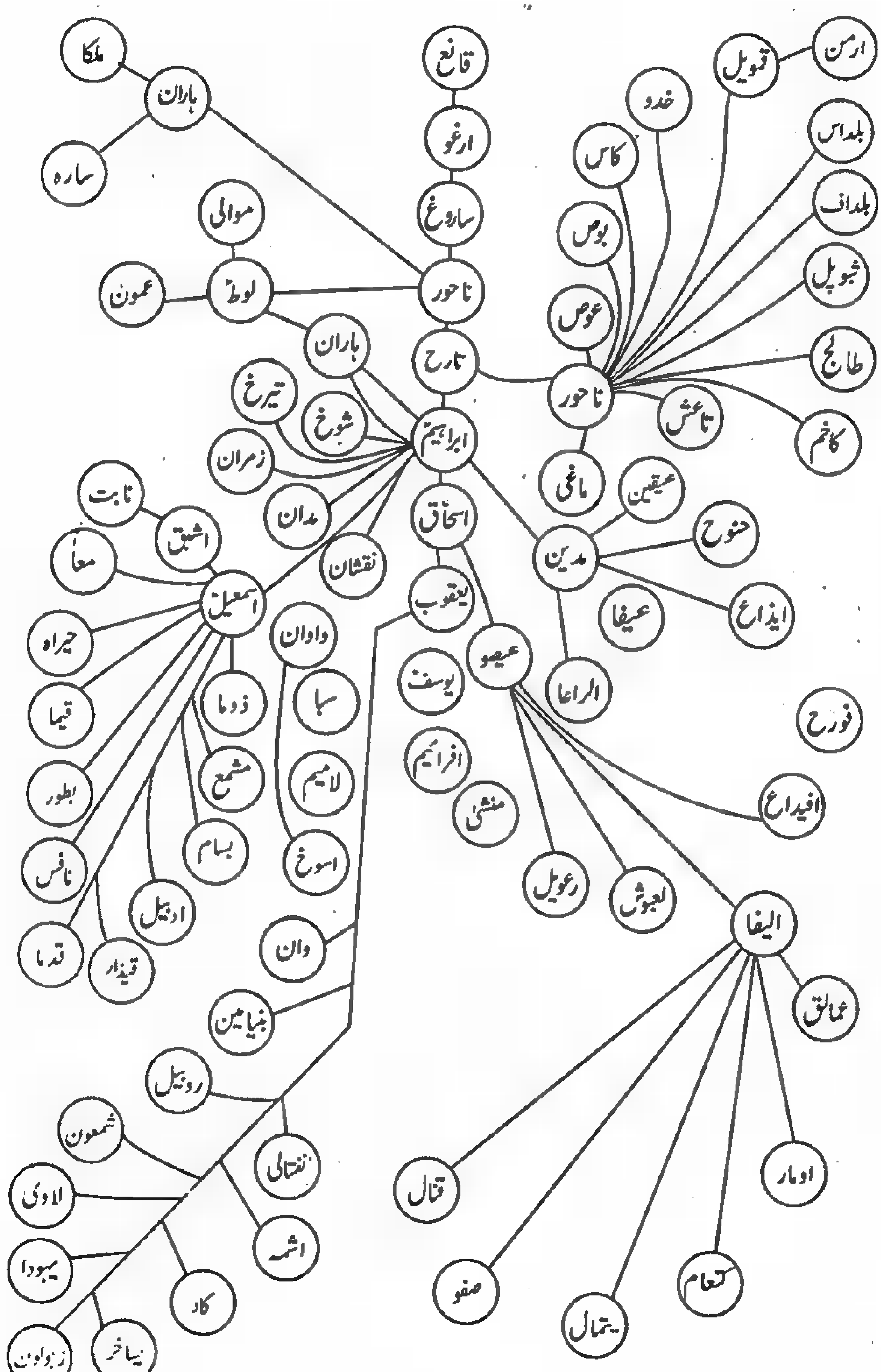
اکثر قبائل انہیں کی نسلوں سے ہیں۔ بعد میں ان کی آئندہ نسلوں نے سرزمین فلسطین چھوڑ کر اطراف بلقاء میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہ بنی اسرائیل سے اکثر مقابلہ کرتے رہتے تھے جسے ہم بنی اسرائیل کے تذکرے میں بیان کریں گے۔ انہیں میں سے بلعام بن باعور بن رسیوم بن بریسم بن موآئی مشہور زاہد تھا جس کا قصہ اور اس کی وہ دعا جو شاہ کنعان اور بنی اسرائیل کی جنگ کے زمانے میں شاہ کنعان کے کہنے سے کی تھی، توریت میں مذکور ہے اور جسے ہم انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اس کے حالات میں تحریر کریں گے۔

آل ناحور

ناحور بن آزر ابراہیمؑ کا بھائی تھا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ وہ ابراہیمؑ کے ساتھ بابل سے ہجرت کر کے حران آئے پھر حران سے ارض مقدسہ (بیت المقدس) آ گئے اور وہیں مقیم ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی ملکا بھی تھیں۔ توریت کے مطابق بطن ملکا سے ان کے آٹھ لڑکے تھے: عوص، بوص، قمویل (یہ ابوالارمن ہے) کاس (اس کی نسل سے کسدانین ہیں جن میں سے بخت نصر اور ملوک بابل تھے) حذو، بلداس، بلداف، ثبویل بطن اودما سے جو ناحور کی حرم تھی، چار لڑکے طالح، کاحم، تاحش اور ماغی تھے۔ یہ سب ناحور کے لڑکے ہیں جن کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے لیکن ان میں سے اب صرف ارمن قمویل بن ناحور بن آزر کی اولاد ممالک آرمینیہ جانب مشرق قسطنطنیہ میں موجود ہے جو کہ نصرانی ہے، بقیہ کا زمانہ درہم برہم ہو گیا اور دولت وحکومت بھی جاتی رہی۔ واللہ وارث الارض ومن علیھا وھو خیر الوارثین. (اور اللہ زمین کا اور ان چیزوں کا وارث ہے جو زمین پر ہیں اور وہی خیر الوارثین ہے۔)

اب تک ہم نے عرب کے طبقہ اولیٰ اور ان کے معاصرین کے حالات تحریر کیے تھے اب ہم عرب کے طبقہ ثانیہ یعنی مستعربہ عربوں کے انساب اور احوال کی طرف آتے ہیں۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ الکفیل بالاعانۃ۔

بنو ابراہیمؑ کا شجرہ



باب:۸

مستعربہ عربوں کے حالات اور تابعہ کا ذکر

مستعربہ عرب

عرب کے اس طبقے کو اس نام سے اس وجہ سے موسوم کرتے ہیں کہ ان میں سے تمام الفاظ اور لغات عربیہ عرب کے طبقہ اول سے منقول ہو کر آئے ہیں گویا یہ اب ترقی کی اس معراج تک پہنچ گئے تھے جس پر ان کے آباؤ اجداد نہیں پہنچے تھے۔ چونکہ عرب کا طبقہ اولیٰ ان کی نسبت بہت پہلے گزرا تھا لہٰذا عربی زبان ان کی اصلی زبان مانی گئی۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عرب کا یہ گروہ دو قسم پر منقسم ہے، ایک یمنیہ دوسرا سبائیہ۔ بنی اسرائیل کے علمائے نسب عرب کے اس طبقے کو نسباً سبا کی طرف منسوب کرتے ہیں جو کوش بن کنعان کی اولاد سے تھا لیکن عرب کے نساب کے ماہر اس کی مخالفت کرتے ہیں، صحیح وہ ہے جو عربوں کے اہل انساب بیان کر رہے ہیں کہ عرب کے اس طبقے کا مورث اعلیٰ قحطان ہے اور سبا یشجب بن یعرب بن قحطان کا لڑکا ہے۔

قحطان کا ذکر

قحطان کے نسب کے سلسلے میں علماء نے بہت اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عابر بن شالخ بن ارفخشد بن سام کا لڑکا اور فالغ و یقطن کا بھائی تھا لیکن توریت میں اس کا کچھ تذکرہ نہیں البتہ فالغ اور یقطن کا ذکر آیا ہے۔ چند کہتے ہیں کہ قحطان یقطن کا معرب ہے اور عرب عجمی الفاظ کو تقدیم و تاخیر اور تبدیل کر کے معرب کر لیتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قحطان یمن بن قیذار کا لڑکا ہے جبکہ چند کہتے ہیں کہ قحطان جناب اسمٰعیل کی اولاد سے ہے۔ ان سب روایتوں میں درست یہ ہے کہ قحطان یمن بن قیذار کا لڑکا ہے جبکہ دوسروں کے خیال میں ہمیسع بن یمن بن قیذار کا لڑکا ہے اور اسی کے نام سے ملک یمن کا نام یمن ہوا۔ ابن ہشام کہتا ہے کہ یعرب بن قحطان کو یمن بھی کہتے ہیں اور اسی کے نام سے ملک یمن کا نام بھی موسوم ہوا، اس اعتبار سے کہ قحطان اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہے۔ تمام اہل عرب بنی اسمٰعیل سے ہیں کیونکہ عدنان اور قحطان عرب کی تمام نسلی شاخوں کو گھیرے ہوئے ہیں۔

جو علماء قحطان کو اسمٰعیل کی اولاد سے شمار کرتے ہیں وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں جناب رسول اکرم نبی معظم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو پیش کرتے ہیں جو آپ نے رماۃ انصار کو مخاطب کر کے فرمایا تھا ارموا یا بنی اسمٰعیل فان اباکم کان رامیا (اے بنی اسماعیل، تیر پھینکو کیونکہ تمہارا باپ تیر انداز تھا) انصار سبا کی اولاد سے ہیں جو قحطان کا لڑکا تھا۔ اس کا جواب ان کے مخالف علماء نے یہ دیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے یہ فرمایا تھا جو چند لوگ اسلم (قبیلہ افضی برادر خزاعۃ بن حارثہ) سے ایمان لائے تھے کیونکہ ان کا سلسلہ نسب سبا تک منتہی ہوتا ہے۔ سہیلی کہتا ہے کہ اس بات کی تردید نہیں ہو سکتی کیونکہ تمام عرب اسمٰعیل کی اولاد سے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارموا یا بنی اسمٰعیل تا آخر اسلم سے ارشاد کیا تھا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ خزاعہ سے مقصود وہ ہے جو معد بن الیاس بن مضر سے تھا اور وہ نہ تو سبا سے تھا اور نہ قحطان سے تھا۔

قحطان اور عاربہ عربوں میں اختلاف

چند لوگوں نے اس دلیل سے بھی مدد لی ہے کیونکہ قحطان کا توریت میں کچھ ذکر نہیں لہٰذا وہ عابر کی اولاد سے بھی نہیں، اس لئے لازماً ثابت ہوا

کہ وہ اسمٰعیل کی اولاد سے ہے لیکن یہ قول نا قابل قبول ہے کیونکہ قحطان یقطن کا معرب ہے اور یہی صحیح ہے، اس میں ذرا بھر بھی اختلاف نہیں کہ قحطان تمام یمنی قبائل کا جد اعلیٰ ہے۔ بہر حال بنو قحطان عرب عاربہ کے ہم زمانہ تھے اسی لئے دونوں میں کبھی کبھی چل بھی جایا کرتی تھی اگر چہ دونوں رتبہ سلطنت سے منزلوں دور تھے اور ہمیشہ بادیہ گرد اور صحرا نشین رہتے لیکن نہایت بہت کم مدت میں انہوں نے ایسی ترقی کی کہ ان کے لوگوں کی تعداد بھی بڑھ گئی اور وہ دولت وحکومت میں بھی با اثر ہو گئے۔

یعرب کا بیان

یعرب بن قحطان ان کے نامی اور عظیم الشان بادشاہوں میں تھا بتایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اس نے بادشاہی کے تحیہ (سلام) کے لئے مخصوص الفاظ مقرر کیئے، اس کے بعد یشجب اس کا لڑکا جسے چند ماہر یمن بھی کہتے تھے، تخت نشین ہوا۔ اس کے زمانہ حکومت میں خانہ جنگیوں میں بہت وقت ضائع ہوا۔ اس کے باوجود اس کی فتوحات ملکی اور اس کی آبادی بڑھتی گئی۔ اس کے بعد اس کا لڑکا عبد شمس اور بعضے کہتے ہیں عابر بادشاہ ہوا جو سبا کے نام سے بھی معروف ہے، اسی نے شہر سبا آباد کیا تھا۔ بعض مؤرخین کے مطابق اس نے اقلیم مصر میں شہر عین شمس آباد کیا اور اپنے لڑکے بابلیوں کو اس کا حکمران مقرر کیا۔ اس کے بہت سے لڑکے تھے، جن میں حمیر اور کہلان زیادہ مشہور ہیں جو یمن کے دو بڑے گروہ کے مورث اعلیٰ، صاحب عزت اور حکومت اور سلطنت کے مالک تھے۔ کہلان کی نسبت حمیر زیادہ معروف ہے، اس کی اولاد عظیم الشان اور عزت والی شمار کی جاتی ہے۔ اسی قبیلے سے ملوک تبابعہ ہیں جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

سبا کے بعد حمیر ملک وتخت کا مالک ہوا جسے عرنج بھی کہتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اس نے سونے کا تاج بنوایا تھا، اس نے پچاس برس حکومت کی۔ سہیلی کہتا ہے کہ اس کے چھ لڑکے یعنی وائل، زید، عامر، عوف، سعد، مالک تھے۔ لیکن ابو محمد بن خرم کہتا ہے کہ اس کے آٹھ لڑکے تھے جن کے نام یہ ہیں: ہمیسع، مالک، زید، وائل، مشروح، معدیکرب، اوس، مرہ۔ سہیلی کہتا ہے کہ حمیر کی تین سو برس کی عمر ہوئی تب وہ فوت ہو گیا۔

اس کے بعد وائل بن حمیر بادشاہ ہوا جلد ہی اس کا بھائی مالک بن حمیر بلاد عمان پر قابض ہو گیا لہٰذا دونوں میں مدتوں جنگیں ہوتی رہیں۔ علامہ ابن سعید کہتا ہے کہ حمیر کے بعد اس کا بھائی کہلان بادشاہ ہوا پھر اس کے بعد وائل بن حمیر اس کے بعد سکسک بن وائل نے یکے بعد دیگرے حکومت کی۔ مالک بن حمیر کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا قضاعہ عمان پر قابض ہوا، بعد ازاں سکسک بن وائل اور قضاعہ بن مالک میں لڑائیاں ہوئیں، نتیجہ یہ ہوا کہ سکسک نے قضاعہ کو شکست دینے کے بعد عمان سے نکال دیا۔

سکسک کے بعد یعفر بن سکسک تخت نشین ہوا۔ اس کی مالک بن الحاف بن قضاعہ سے جنگ ہوئی، مدتوں یہ آگ مشتعل رہی اسی اثناء میں یعفر اپنے لڑکے نعمان کو جسے کہ معافر بھی کہتے ہیں، حالت حمل میں چھوڑ کر مر گیا۔ اس وقت ماران بن عوف بن حمیر جسے ذی ریاش بھی کہتے ہیں، بحرین کا والی تھا، اس نے پھر مالک بن الحاف بن قضاعہ سے مقابلہ کیا اور حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

جب نعمان سن شعور کو پہنچا تو اس نے تمام کاروبار سلطنت اپنے قبضے میں کر لیا اور ذی ریاش کو قید کر دیا۔ کہتے ہیں کہ نعمان نے بہت بڑی عمر پائی اور حکومت بھی اچھی کی۔ اس کا انتظام ملکی بھی قابل تعریف تھا۔ اس کے بعد اسحم بن معافر بادشاہ ہوا، اسی کے زمانہ سے بنی حمیر کے حالات خراب ہونے شروع ہو گئے اور تھوڑے ہی دن میں طوائف الملوکی شروع ہو گئی حتیٰ کہ رائش (تبابعہ) میں دولت اور حکومت نے قیام اختیار کیا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

بنو کہلان اور بنو حمیر میں اختلاف

بتایا جاتا ہے کہ بنی کہلان ہمیشہ حمیر سے ملکی جنگیں لڑتے رہے۔ ان میں سے جبار بن غالب بن کہلان اور قحطان کی شاخوں میں سے نجران بن زید بن یعرب بن قحطان۔ اس کے بعد ہمیسع بن حمیر سے ایمن بن زہیر بن الغوث بن ایمن بن ہمیسع اور عبد شمس بن وائل بن الغوث بن حیران بن قطن بن عریب بن زہیر بن ایمن بن ہمیسع بن حمیر پھر شداد بن ملطاط بن عمرو بن ذی ہرم بن صفوان بن عبد شمس۔ اس کے بھائی لقمان پھر اس کے

بعد ذوشداد۔ ہداد۔ مداثر۔ ان کے بعد اس کا لڑکا صعب (چند مورخین کہتے ہیں کہ یہی ذوالقرنین تھا) اس کے بعد اس کا بھائی حرث بن ذوشد جسے رائش بھی کہتے ہیں بادشاہ ہوا۔ یہ ہی بنی حمیر کی طوائف الملو کی کا خاتمہ کرنے والا اور ملوک تبابعہ کا جداعلیٰ ہے۔ بنوہمیسع ابن عبدشمس سے حمیر میں حسان بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبدشمس نے بھی بادشاہت کی۔

حسان بن عمرو

علامہ ابوالمنذر ہشام بن کلبی اپنی کتاب الانساب میں لکھتا ہے اور میں نے اسے پرانے نسخہ سے جو قاضی محدث ابوالقاسم بن عبدالرحمٰن بن جیش کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، نقل کیا ہے کہ علامہ کلبی ایک شخص سے روایت کرتا ہے جو بنی حمیر کے قبیلہ ذی کلاع سے تعلق رکھتا تھا، وہ کہتا ہے کہ میں قیس یمن میں ایک مقام پر پہنچا جہاں ظاہراً ایک عمارت نہایت مختصر بنی ہوئی تھی اور اس کا اندرونی حصہ اس کا بہت وسیع تھا، اس مکان کے پچھم کے دالان میں ایک تخت رکھا ہوا تھا جس پر ایک مردہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے سر پر تاج تھا اور اس میں ایک قیمتی یاقوت سرخ لگا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک گرز تھا اور اس کے سامنے ایک لوح پڑی ہوئی تھی جس پر عبارت ذیل کندہ تھی۔

بسم الله رب حمير انا حسان بن عمر والقيل مات في زمان هيد وماهيد وهلك فيها اثنا عشر الف قبيل فكنت اخرهم قبيلا فابتنيت ذاشعبين ليجير ني من الموت فاهلكني۔

(ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو حمیر کا خدا ہے، میں ہوں حسان بن عمرو القیل۔ میں نے زمانہ ہید و ماہید میں انتقال کیا، اسی زمانہ میں بارہ ہزار قبیلہ ہلاک ہوئے تھے، میں ان کا پچھلا قبیلہ تھا۔ میں نے ذوشعبین بنوایا تھا تا کہ مجھے موت سے نجات ملے لیکن انجام یہ ہوا کہ اس نے مجھ کو ہلاک کر دیا)

تبابعہ کے ملوک

علمائے نسب کے مطابق یہ بادشاہ عبدشمس بن وائل بن الغوث کی اولاد سے ہیں۔ ان کا نسبی سلسلہ حمیر تک ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، ان کا دارالحکومت صنعاو مارب میں تھا۔ ملکہ بلقیس اسی قوم اور گروہ پر حکمران تھی۔ اس نے دو پہاڑوں کے درمیان ایک دیوار بنوائی تھی جس سے چشموں اور تمام بارش کا پانی سمٹ کر ایک ہی جگہ پر رکا رہتا تھا۔ اس میں موقع و محل سے کھڑکیاں رکھی تھیں لہٰذا ضرورت کے مطابق اس سے وقتاً فوقتاً اہل شہر پانی لیتے تھے۔ اسی کا نام عرم تھا۔ جعدی کہتا ہے:

من سبا الحاضرين مارب انه
اذ يبيتون من دون سيله العرما

لیکن چند ماہرین نے اس سد کی بنیاد کی نسبت حمیر یمن کے مورث و جداعلیٰ کی طرف کی ہے، اعشیٰ کہتا ہے:

ففي ذلك للمؤتسي اسوة
رب عفى عليه العرم
رفام بناه لهم حمير
اذا جاء من رامه لم يرم

بعض کہتے ہیں کہ اسے لقمان اکبر ابن عاد نے بنوایا تھا جیسا کہ مسعودی نے لکھا ہے کہ اس نے اسے ایک فرسخ مربع کی شکل میں بنوایا تھا اور اس کی تیس شاخیں رکھی تھیں۔ اکثر یہ کہتے ہیں کہ یہ بات قرین قیاس اور قرب الی الصواب ہے کہ اس سد کی سبا بن یشجب نے بناڈالی تھی۔ اس نے اس میں بڑی صناعی صرف کی تھی لیکن اس دیوار کی تکمیل سے پہلے وہ خود مر گیا۔ اس کے بعد حمیری بادشاہوں نے اسے تمام و کمال تک پہنچا۔ ہم اس قول کی تائید اس وجہ سے کرنا چاہتے ہیں کہ ایسی عظیم الشان یادگار اور مستحکم تعمیر اکیلا شخص تمام و کمال کو نہیں پہنچا سکتا جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب الاول

(یعنی مقدمہ تاریخ) میں بیان کیا ہے۔

سیلاب کی مصیبت

ان دنوں یہ بلاد آباد اور سرسبز شمار کیے جاتے تھے، اس میں دو رویہ عمارتیں مضبوط اور خوش نما بنی ہوئی تھیں، اسے لوگ جنت سے تعبیر کرتے تھے۔ جس وقت اس قوم نے گمراہی اور کفر میں انہماک پیدا کیا، اللہ جل شانہ نے گھونس کو ایسی قوت دی کہ اس نے دیوار میں جو پانی روکے ہوئے تھی، سوراخ کر دیا جس کی وجہ سے تمام شہر اور باغات غرق ہو گئے، یوں ان کے وہ باغات جو سرسبزی و شادابی میں جنت کے ہم پلہ ہو گئے تھے، بنجر اور زمین شور سے بدل گئے کما وصف فی القرآن (جیسا کہ قرآن میں اس کا بیان آ گیا ہے)

تبابعہ کے ملوک متواتر اور مختلف زمانوں میں گزرے ہیں جن کا شمار کرنا خاصا مشکل ہے کیونکہ یہ بادشاہ یمن کی حدود سے نکل کر عراق اور ہند اور سرزمین مغرب کی طرف بڑھ جاتے تھے اور وہاں بھی اپنی کامیابی اور فتح نصیبی کا سکہ چلا دیتے تھے۔ کبھی وہ یمن ہی کی زمین پر اکتفا کرتے تھے لہٰذا ان کی مختلف پریشان حالتیں اور غیر مرکزی صورت پائی جاتی تھی۔ اسی طرح ان کے ناموں کی نقل میں بھی غلطیاں ہو گئی ہیں۔ متعدد بادشاہوں کے نام متحد ہونے کی وجہ سے زمانہ بھی ادھر کا ادھر ہو گیا ہے لیکن ہم حتی الامکان نہایت سوچ بچار سے وہی حالات تحریر کریں گے جن پر عملاً اعتماد ہو سکتا ہے واللہ المستعان۔

تبابعہ کا بیان

سہیلی کہتا ہے کہ تبع کا مطلب ہے الملک المتبع اور صاحب محکم کہتا ہے کہ تبابعہ ملوک یمن کو کہتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کو تبع کہیں گے کیونکہ ملک یمن ایک دوسرے کے تابع ہوتے ہیں۔ جب ایک بادشاہ مر جاتا تھا تو دوسرا جو اس کا قائم مقام ہوتا، وہ سیرۃً وعادۃً اپنے ماسبق کا تابع ہوتا تھا۔ اور تبابعہ میں ایک 'ب' محض ارادہ نسب کے خیال سے زیادہ کر دی گئی ہے۔ زمخشری کہتا ہے کہ یمن کے ملوک کو تبابعہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے تابع ہوتے تھے۔ مسعودی کا بیان یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے بادشاہ کو اس وقت تک تبع نہیں کہتے تھے جب تک وہ یمن، شحر، حضرموت کا بادشاہ نہ ہو جاتا تھا۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تبع کہلائے جانے کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ بنی جشم بن عبد شمس اس کے تابع ہو جائیں۔ جس میں ان دونوں صفتوں میں سے ایک بھی نہ پائی جاتی تو وہ ملک (بادشاہ) کہلاتا تھا تبع نہیں۔

حرث رائش کا بیان

مورخین کے مطابق ملوک تبابعہ میں سب سے پہلے حرث۔ رائش نے حکومت وسلطنت کی۔ رائش اسے اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے عام طور سے انعام واکرام کو عام کر رکھا تھا۔ ماہرین نے اس کے نسب میں اختلاف کیا ہے، اگرچہ انہوں نے اس امر پر اتفاق کر لیا ہے کہ یہ وائل بن الغوث بن حیران بن قطن بن عریب بن زہیر بن ایمن بن ہمیسع بن حمیر کی اولاد سے ہے۔

ابرہہ کا ذکر

حرث رائش نے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ایک سو پچیس برس حکومت کی۔ یہ تبع کے نام سے موسوم اور سہیلی کی روایت کے مطابق خدا پرست تھا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا ابرہہ ذوالمنار ایک سو اسی برس (180) بادشاہت کرتا رہا۔ مسعودی کہتا ہے کہ ابن ہشام کا یہ قول ہے کہ ابرہہ ذوالمنار صعب بن ذومداثر بن ملطاط کا لڑکا ہے۔ ذوالمنار اسے اس وجہ سے کہتے تھے کہ اس نے ایک مینار بنوایا تھا جس سے راستے کا پتہ چلتا تھا۔

افریقش کے حالات

اس کے بعد افریقش بن ابرہہ تخت نشین ہوا جس نے ایک سو ساٹھ برس حکومت کی۔ ابن حزم لکھتا ہے کہ افریقش قیس بن صیفی کا لڑکا اور

حرث رائش کا بھائی ہے۔ یہ وہی بادشاہ ہے جو قبائل عرب کو ہمراہ لے کر افریقہ پر حملہ آور ہوا اور اسی کے نام سے افریقہ موسوم ہوا ہے۔ بربریوں کو بھی اسی نے ارض کنعان سے نکال کر افریقہ پہنچایا تھا جبکہ یوشع غالب آ ئے تھے ان کے بادشاہ جرجیر کو بھی قتل کر ڈالا۔

بربروں کا تعارف

یہ بات مشہور ہے کہ اہل بربر کو اسی نے بربر کے نام سے موسوم کیا ہے۔ عرب لغت میں بربرہ عرب میں بے معنی آوازوں کے مل جانے کو کہتے ہیں۔ افریقش عربی نژاد ہونے کی وجہ سے جس وقت اس نے ملک مغرب کو فتح کیا، ان کے کلام کو نہیں سمجھ سکا لہٰذا بیساختہ مـا اکثـر بـربـرتـهـم بول اٹھا۔ لوگ پھر اسی روز سے اس گروہ کو بربری اور برابرہ کہنے لگے۔ وہ جنگ افریقہ سے واپسی کے وقت قبائل حمیر سے صنہاجہ اور کتامہ کو وہیں چھوڑ آیا اور آج بھی ان کی اولاد وہاں موجود ہے۔ تاہم وہ ہرگز بربریوں سے نہیں ہیں جیسا کہ طبری و جرجانی و مسعودی و ابن کلبی و سہیلی اور تمام نسابین نے کہا ہے۔

عبد بن ابرہہ کے حالات

افریقش کے بعد اس کا بھائی عبد ابن ابرہہ تخت نشین ہوا جو پچیس برس تک حکومت کرتا رہا۔ یہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے زمانے میں اور کسی قدر ان سے پہلے تھا۔ اس نے بھی ممالک مغرب پر حملہ کیا تھا۔ جب کیکاؤس بن کنعان بادشاہ فارس اس کے ملک پر چڑھ آیا تو دونوں میں خوب لڑائی ہوئی بالآخر کیکاؤس کو ذوالاذعار نے گرفتار کر لیا۔ ایک مدت کے بعد اس کے سپہ سالار رستم نے اپنے لشکر سمیت اس پر حملہ کیا اور کئی لڑائیوں کے بعد کیکاؤس کو قید سے چھڑا لایا، جیسا کہ ہم آئندہ ملوک فارس کے تذکرے میں بیان کریں گے۔ طبری کہتا ہے کہ ذوالاذعار کا نام عمرو بن ابرہہ ذی المنار بن حرث رائش بن قیس بن صیفی بن سبا اصغر تھا۔ ابن ہشام کی روایت ہے کہ ذوالاذعار کو ملکہ بلقیس نے زہر دے دیا تھا۔ ذوالاذعار کے بعد ہدہاد بن شرجیل بن عمرو بن ذوالاذعار تخت حکومت پر بیٹھا۔ ہدہاد کو ذوالصرح بھی کہتے تھے، یہ چھ یا دس برس تک حکومت کرتا رہا۔

ملکہ بلقیس کا بیان

ہدہاد کے بعد اس کی لڑکی ملکہ بلقیس تخت حکومت پر جانشین ہوئی جس کی سات برس تک حکومت رہی۔ اس کے بعد یمن پر سلیمانؑ غالب آ گئے۔ طبری تحریر کرتا ہے کہ بلقیس کا نام یلقمہ تھا اور وہ یشرح بن حرث بن قیس کی لڑکی تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ جناب سلیمانؑ نے ملکہ بلقیس سے نکاح کر لیا تھا لیکن بعض کہتے ہیں کہ جناب موصوف نے اس کو معزول کر دیا تھا۔ اس نے پھر سدو بن زرعہ بن سبا سے اپنا عقد کیا تھا، اس کا تخت نہایت قیمتی اور تیس گز مربع تھا اور وہ بہت سمجھدار عورت تھی۔

یمن پر حضرت سلیمانؑ کا قبضہ

اس کے بعد یمن کے باشندے چوبیس برس تک سلیمان اور ان کے لڑکے کے ماتحت رہے۔ بعد ازاں ان میں ناشر بن عمرو ذوالاذعار بادشاہ ہوا جسے ناشر النعم بھی کہتے ہیں۔ ہشام بن کلبی بیان کرتا ہے کہ بلقیس کے بعد ناشر بن عمرو بن یعفر جسے یاسر النعم بھی کہتے ہیں، یمن کا حکمران ہوا۔ اہل یمن کا یہ خیال ہے کہ اس نے اہل مغرب پر حملہ کیا تھا۔ وہ وادی رمل تک بھی جہاں کہ کوئی نہیں جا سکتا، پہنچ گیا تھا لیکن پھر ریت کی کثرت کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکا تاہم اس کے بعض ہمراہی وادی رمل عبور کر گئے اور پھر واپس نہ آ سکے ناشر النعم نے اس وادی کے کنارے تانبے کا ایک بت بنوا کر رکھوا دیا تھا اور اس کے سینے پر جلی خط سے عبارت ذیل کندہ کرا دی تھی: هذا الصنم لنا شر النعم الحميري ليس وراءه مذهب فلا يتكلف احد ذلك فيعطب۔

سمرقند کا بیان

اس کے بعد اس کا بیٹا شمر مرعش تخت پر بیٹھا۔ بتایا جاتا ہے کہ اس نے عراق، فارس اور خراسان کے اکثر علاقوں کو فتح کیا اور دریائے جیحون سے گزر کر شہر صغد کو ویران کر کے اس کے قریب ایک دوسرا شہر آباد کیا۔ عجمی اس شہر کو ویران کرنے سے اسے شمر کند (شمر نے خراب کیا) کہنے لگے جسے عرب نے معرب کر کے سمرقند کر دیا۔ بعضوں نے بیان کیا ہے کہ یہ قباد بادشاہ فارس سے بھی لڑا تھا اور اسے قید کر لایا تھا۔ بہرحال شمر مرعش ایک سو ساٹھ برس تک تخت حکومت پر رہا۔

شمر مرعش کے حالات

سہیلی کی تحریر یہ بتاتی ہے کہ شمر مرعش جس کی طرف سمرقند کا قصہ منسوب کیا جاتا ہے وہ شمر بن مالک تھا، یہ وہی ہے جسے املوک بھی کہتے ہیں۔ یہ شمر یاشر النعم کا لڑکا ہے لیکن سہیلی کی یہ غلطی ہے کیونکہ مورخین نے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ املوک جناب موسیٰ کے زمانے میں تھا جبکہ شمر ذوالادغار کی اولاد سے ہے جو جناب سلیمان کے وقت میں تھا۔ واللہ اعلم۔

تبان بن اسعد کی روداد

شمر مرعش کے بعد تبابعہ میں سے تبع الاقرن جس کا نام زید تھا، حکمران ہوا۔ سہیلی کہتا ہے کہ یہ شمر مرعش کا لڑکا تھا لیکن طبری کا یہ بیان ہے کہ عمرو ذوالادغار اس کا باپ تھا۔ بہرحال اس نے ترپن برس تک اور بروایت مسعودی تریسٹھ سال تک حکمرانی کی۔ اس کے بعد اس کا لڑکا ملکیکرب بادشاہ ہوا جو بڑا بزدل تھا۔ وہ لڑائی سے جان چراتا تھا لہٰذا اس نے کسی ملک پر حملہ نہیں کیا اور نہ کسی سے لڑنے پر آمادہ ہوا یہاں تک کہ مر گیا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا تبان بن اسعد ابو کرب تخت نشین ہوا۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ سب سے آخری تبع ہوا اور یہی ملوک تبابعہ میں اوروں کی بہ نسبت زیادہ معروف ہے۔

مقام حیرہ

یہ یمن سے ملک گیری کے ارادے سے چلا لیکن مقام حیرہ میں پہنچ کر راستہ بھول جانے سے اس کا لشکر پریشان ہو گیا۔ اسی مناسبت سے اس مقام کا نام حیرہ رکھا گیا۔ وہ پھر چند قبائل یعنی ازد، لخم، جذام، عاملہ اور قضاعہ کو چھوڑ کر آگے بڑھا۔ ان لوگوں نے پھر اس مقام پر ڈیرے ڈال دیئے اور چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں بنا کر وہاں قیام کیا۔ پھر کچھ لوگ قبائل طیرہ، وکلب وسکون وایاد وحرث بن کعب کے ان سے آ ملے۔

تبان اسعد کی لڑائیاں

تبان اسعد پھر انبار ہوتا ہوا موصل پہنچا اور وہاں سے نکل کر آذربائیجان والوں سے اپنی قوت اور مردانگی کی داد لیتا ہوا ترکوں سے لڑا، اس نے انہیں شکست دی پھر مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر یمن کی طرف واپس ہوا۔ اب اطراف و جوانب کے بادشاہ اس کی سطوت سے ڈر گئے اور ملوک ہند نے اس سے مصالحت کر لی۔ اس کے بعد تبان اسعد نے اپنے ایک لڑکے حسان کو صغد کی طرف، دوسرے لڑکے یعفر کو روم کی سمت اور اپنے بھائی شمر ذی الجناح کو فارس کی جانب فوجیں دے کر روانہ کیا۔ شمر نے شاہ فارس کیقباد سے لڑائی کر کے اسے شکست دی اور سمرقند پر قبضہ کر کے چین کی طرف بڑھا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے اس کا بھائی حسان وہاں پہنچ گیا تھا۔ دونوں نے مل کر پھر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا اور بے شمار مال غنیمت لے کر اپنے والد کے پاس واپس آئے۔ اس کے بعد تبان نے اپنے لڑکے یعفر کو قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا لیکن قسطنطنیہ کے شاہ نے خراج دے کر صلح کر لی۔ اس کے بعد یعفر نے روم پہنچ کر محاصرہ کر لیا لیکن محاصرے کے دوران لشکر میں طاعون پھوٹ پڑا۔ رومیوں نے موقع پا کر حملے شروع کر دیئے یوں یعفر کی فوج کا اکثر حصہ برباد ہو گیا لہٰذا وہ مجبور ہو کر باقی ماندہ فوج لے کر یمن کی طرف لوٹ آیا۔

تبان اسعد یہودی ہو گیا!

ابن اسحاق کہتا ہے کہ تبابعہ کے ملوک میں سے جو تبع مشرق کی طرف بڑھا۔ وہ تبان اسعد ابو کرب بن ملکیکرب بن زید الاقرن ابن عمرو

ذوالادغار تھا۔ یاد رہے کہ تبان اسعد کا نام حسان بن تبع تھا اور اسی نے بعض علماء تاریخ کے خیال میں سب سے پہلے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا اور بنی جرہم کو اس کا متولی کیا۔ اسی نے کعبہ میں دروازہ لگایا چابی مقرر کی۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ وہ پھر یہودی ہو گیا اور اس کی یہودیت کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ جب تبان اسعد یمن سے نکل کر مشرق کی طرف بڑھ رہا تھا تو یثرب سے گزرا اور اس پر قبضہ کر کے اپنے لڑکے کو چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ اہل یثرب نے آپس میں مشورہ کر کے اس کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ ان دنوں بنی نجار کا ایک مشہور امیر عمرو بن طلہ نامی ان کا رئیس اور سردار تھا۔ جب تبان اسعد کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو بہت برہم ہوا، وہ اسی وقت جنگ اور آگے بڑھنا موقوف کر کے یثرب کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ دو دن کا راستہ ایک ایک دن میں طے کرتا ہوا یثرب کے قریب پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ تمام باشندوں نے یک جا ہو کر مقابلہ کیا۔ جنگ کے دوران یہود بنی قریظہ کے دو عالم تبحر تبان اسعد کے پاس آئے اور اس سے کہا تو اپنے اس فعل سے باز آ۔ کیونکہ اپنے اس خیال کو پورا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا اور نہ یثرب کسی صورت سے خراب و ویران ہو سکتا ہے کیونکہ یہ نبی آخر الزمان کا جو قریش میں پیدا ہو گا، جائے ہجرت ہے، وہ یہیں آ کر قیام کریں گے۔ تبان اسعد ان کی باتوں سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے جنگ موقوف کر دی اور دین یہودیت قبول کر لیا۔ وہ پھر انہیں لئے ہوئے مکہ کی سمت روانہ ہوا۔

مکے میں آمد

جس وقت وہ مکے کے قریب پہنچا غالباً ایک منزل باقی رہتی تھی کہ بنی ہذیل کے چند آدمی اس کے پاس آئے اور انہوں نے اسے کعبہ کے مال و جواہرات اور خزائن کی طمع میں مبتلا کرنا چاہا لیکن ان دونوں عالموں نے اسے اس فعل سے روک دیا اور اس پر یہ امر ظاہر کیا کہ بنی ہذیل تیرے قتل کی فکر میں ہیں۔ یہ سنتے ہی تبان اسعد نے انہیں قتل کر ڈالا اور پھر ان دونوں عالموں کے ساتھ مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ ان علماء نے جو اس کے ہمراہ تھے، اسے طواف کرنے کی ہدایت کی چنانچہ تبان اسعد نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اس پر غلاف چڑھایا پھر بنی جرہم کو اس کا متولی مقرر کر کے یہ حکم دیا کہ حائضہ اور نفساء (حیض اور نفاس والی عورتیں) اس کے قریب نہ آنے پائیں۔ اسی نے خانہ کعبہ کا دروازہ بھی بنایا اور کنجی مقرر کی۔

یمن کی طرف روانگی

اس کے بعد تبان یمن کی طرف روانہ ہوا۔ یمن میں اس کی تمام قوم بت پرست تھی پھر وہ اس کی یہودیت سے مطلع ہو کر فیصلہ کرنے پر آمادہ ہوئی چنانچہ اس زمانے کے دستور کے مطابق آگ جلائی گئی۔ بنی حمیر پھر اپنے بتوں کو لئے ہوئے اور یہود کے وہ دونوں عالم توریت کو گلے میں حمائل کئے ہوئے آگ میں داخل ہوئے۔ حمیریوں کو آگ نے جلا دیا لیکن وہ دونوں عالم جن کی نورانی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا، صحیح و سالم نکل آئے۔ اس واقعہ سے بقیہ بنی حمیر بھی یہودی ہو گئے اور یہودیت نہایت کم دنوں میں ایسی پھیلی کہ گویا یہی ان کا اصلی مذہب تھا۔

تبان اسعد کی شاعری

علامہ مسعودی اس تبع کے حالات میں تحریر کرتا ہے کہ سعد ابو کرب نے فتوحات میں بڑی ناموری پیدا کی تھی اور اس نے اکثر ممالک عجم پر بزور تلوار قبضہ کر لیا تھا۔ وہ سرزمین عراق میں قباد سے لڑا اور اسے شکست دی یہ قباد، قباد بن فیروز نہیں بلکہ ملوک الطوائف سے تھا۔ اس کے بعد ابو کرب عراق و شام حجاز پر قابض آ گیا۔ اسی مضمون کو خود تبع ابو کرب کہہ رہا ہے:

از حسينـا جيادنـا مـن دمـاء
ثـم سـرنـا بهـا مسيراً بعيداً
واستجبنـا بـالخيل خيل قباد
وابـن اقـليد جـاء نـا مـصـفوراً
وكسونـا البيت الـذى حرم الله

سلا منضل او برودا
واقمنا من الشهر عشرا
وجعلنا ليابه اقليدا

ترجمہ: جب ہم نے خون اعداء اپنے گھوڑوں کو پلا دیا۔ پھر ہم ان پر دور دراز تک گئے۔ ہم نے مباح کر دیا اپنے سواروں کو قباد کے سواروں کا خون۔ پھر ابن اقلید ہمارے پاس بندھا ہوا آیا۔ اور پہنایا ہم نے اس گھر کو جس کی اللہ نے عزت کی ہے۔ ڈھکی ہوئی تہ بہ تہ چادریں۔ ہم وہاں پھر ٹھہرے دس مہینہ تک۔ اس کے دروازے کی کنجی ہم نے بنادی۔

تبان اسعد مارا گیا

بہر حال اس سے اور کندہ سے اکثر جنگیں ہوتی رہیں بالآخر حجر بن عمرو بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن کندہ (قبیلہ کہلان کا بادشاہ) فتح یاب ہوا اور ابوکرب یمن لوٹ آیا۔ بنی حمیر نے یہ سمجھ کر کہ وہ بزدلی سے بھاگ آیا ہے، اسے قتل کر ڈالا۔ اس کا زمانہ حکومت تین سو برس تک رہا۔

ربیعہ بن نصر نے خواب دیکھا

ابن اسحاق کی روایت ہے ابوکرب کے بعد ربیعہ بن نصر بن حرث بن نمارہ بن لخم برادر جذام یمن کا بادشاہ ہوا۔ طبری ابن اسحاق کی روایت کے مطابق باسناد بعض اہل علم تحریر کرتا ہے کہ اس نے ایک خوفناک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر کے لئے اس نے دو کاہنوں کو بنی ایاد وغسان سے بلوایا جو اس زمانہ میں فن کہانت اور نجوم میں عدیم النظیر تھے۔ ان میں سے ایک کا نام شق ابوصعب شکر بن وہب بن امول بن یزدید بن قیس بن عبقر بن ایاد اور دوسرے کا نام مطیح ربیع بن ربیعہ بن مسعود بن ماذن بن ذیب بن عدی بن ماذن بن غسان تھا۔ ان کاہنوں نے اس خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ ربیعہ اور قحطان کے ستر برس بعد حبشہ یمن کے بادشاہ ہو جائیں گے، اس کے بعد ابن ذی یزن عدن سے بغاوت کرے گا اور انہیں یمن سے باہر نکال دے گا اور خود یمن کا بادشاہ ہو جائے گا۔ ربیعہ کے دل میں یہ باتیں ایسی ٹھہر گئیں کہ اس نے فوراً اپنے اہل وعیال کو عراق کی طرف روانہ کر دیا اور ساتھ ہی سابور بن خرداز شاہ فارس کو سفارشی خط لکھ دیا۔ اس نے اس کے خاندان کو مقام حیرہ میں ٹھہرایا، اسی کی اولاد سے نعمان نامی بادشاہ حیرہ ہوا تھا جس کا سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے: نعمان بن منذر بن عمرو بن عدی بن ربیعہ بن نصر۔

حسان بن جہان کے حالات

ابن اسحاق تحریر کرتا ہے کہ ربیعہ بن نصر کے بعد مملکت یمن کا مالک حسان بن تبان اسعد ابوکرب ہوا۔ وہ پھر ملوک تبابعہ کی طرح جہانگیری کے خیال سے اہل یمن کو لے کر نکلا لیکن بنی حمیر اور یمن کے قبائل نے اس کی ہمراہی کو ناپسند کیا اور واپسی پر تل گئے۔ انہوں نے اس کے بھائی عمرو نامی سے یہ کہا ''تو اپنے بھائی کو قتل کر ہم تجھے بادشاہ بنائیں گے۔'' لہٰذا عمرو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ ذورعین نے بنی حمیر کی اس رائے سے اختلاف کیا اور عمرو کو بھی اس کام سے روکا لیکن عمرو کے دماغ میں بادشاہی کی بوسمائی ہوئی تھی لہٰذا اس نے ان کے کہنے کا کچھ لحاظ نہ کیا، تب ذورعین نے یہ دو شعر ایک کاغذ پر لکھ کر بطور امانت اس کے پاس رکھ دیئے:

الا من يشترى سهرا بنوم
سعيد من يبيت قرير عين
فاما حمير غدرت وخانت
فمعذرة الاله لذى رعين

ترجمہ: وہ کون شخص ہے جو خواب کے بدلے بیداری کو فروخت کرتا ہے۔ نیک بخت وہ ہے جو ٹھنڈی آنکھیں میں سوئے۔

حمیر نے کیونکہ غداری کی اور خیانت کی۔ لہٰذا ذورعین کا اللہ حافظ ہوئے۔

عمرو بن تبان کا بیان

جس وقت عمرو اپنے بھائی کو قتل کر کے بنی حمیر کے ساتھ یمن کی طرف واپس آیا تو اس کی نیند بالکل اڑ گئی۔ اس نے اطباء اور کاہنین سے بے خوابی کی شکایت کی تو سب نے باتفاق یہ کہا "جو شخص اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے اس پر بے خوابی مسلط ہو جاتی ہے۔" عمرو یہ سن کر بہت برہم ہوا حتیٰ کہ جو شخص یہ کہتا کہ اس نے اپنے بھائی کو مار ڈالا ہے، اسے عمرو قتل کر ڈالتا تھا۔ ایک روز اس کے ذہن میں ذورعین کا خیال گزرا اسے فوراً طلب کر لیا لیکن ذورعین کو اس کے ان دو شعروں نے بچا لیا جن کا ذکر اوپر ہو چکا۔ عمرو کو موثبان بھی کہتے تھے۔ طبری اس کی وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ اس نے اپنے بھائی کو مار ڈالا تھا لہٰذا اسے موثبان بھی کہتے ہیں۔ ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ جنگ کی کمی اور اکثر نرم بچھونے پر پڑے رہنے کی وجہ سے اس نام سے معروف ہوا۔ بہر حال اس نے اپنی حکومت کے تریسٹھ برس بعد انتقال کیا۔

عبد کلال کا یمن پر قبضہ

جرجانی اور طبری لکھتے ہیں کہ اس کے بعد ملوک حمیر کی حکومت درہم برہم ہو گئی۔ حسان تبع کے لڑکے چھوٹے چھوٹے تھے جن میں ملک داری کی قابلیت نہیں تھی۔ جو بڑا لڑکا تھا وہ پاگل ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے ملک تبابعہ پر عبد کلال غالب ہو کر چورانوے سال تک حکومت کرتا رہا۔ یہ دین عیسوی کا پابند تھا۔ اس کے بعد ابن حسان ہوش و حواس میں آیا اور تبابعہ کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ جرجانی کے مطابق اس نے بہتر برس حکمرانی کی۔ یہی تبع اصغر ذوالمغازی وآثار ہے۔

مدثر بن عبد کلال کے حالات

اس کے بعد مدثر بن عبد کلال یعنی اس کا مادری بھائی تخت نشین ہوا جو اکتالیس سال تک بادشاہت کرتا رہا۔ اس کے بعد ولیعہ بن مدثر سینتیس برس تک اور اس کے بعد ابرہہ بن الصباح بن لہیعہ بن شیبہ بن مدثر اور قیلف بن یعلق بن معدیکربؒ بن عبداللہ بن عمرو بن ذی اصبح الحرث بن مالک برادر ذورعین اور کعب پدر سبا اصغر یکے بعد دیگرے حسب ترتیب بادشاہ رہے۔

لختیعہ کا مارا جانا

جرجانی لکھتا ہے کہ چند موٴرخین کا یہ خیال ہے کہ ابرہہ بن الصباح صرف تہامہ کا حکمران تھا۔ اس کے بعد عمرو بن تبع بن کلکیکرب ستاون برس تک حکومت پر رہا۔ پھر اس کے بعد لختیعہ بادشاہ ہوا، یہ خاندان شاہی سے نہ تھا اور اس کے جبر و ظلم کی کوئی حد نہ تھی۔ اس نے حمیر کے نیک اور اچھے اچھے آدمیوں کو چن چن کر قتل کر ڈالا۔ یوں خاندان اور سلطنت کو نیست و نابود کر ڈالا۔ وہ ستائیس برس تک اسی حالت اور کیفیت سے حکمرانی کرتا رہا یہاں تک کہ ذونواس زرعہ تبع بن تبان اسعد ابو کرب لختیعہ پر ٹوٹ پڑا، وہ پھر اسے قتل کر کے آپ شاہ یمن ہو گیا۔ ابن اسحاق لکھتا ہے کہ جس وقت حسان قتل کیا گیا، یہ بچہ تھا۔ جب یہ جوان ہوا تو اس نے لختیعہ کو خلوت میں جبکہ وہ ایک فعل شنیع کا مرتکب ہو رہا تھا، قتل کر ڈالا۔ اس نے پھر بنی حمیر و قبائل یمن کو اس حال سے آگاہ کیا تو ان لوگوں نے متفق ہو کر اسے یمن کے تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ اس کی تخت نشینی سے گویا تبابعہ کی حکومت دوبارہ قائم ہو گئی۔ یہ یوسف کے نام سے مشہور تھا۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق اڑسٹھ سال تک حکومت پر متمکن رہا۔ ذونواس کے اور اس کے بعد کے یہ واقعات ہیں۔

موٴرخین کے مطابق ذونواس تبان اسعد کا لڑکا تھا اور اس کا اصل نام زرعہ ہے۔ جب یہ اپنے آبائی ممالک پر قابض ہوا تو یوسف کے نام سے پکارا جانے لگا۔ یہ یہودی تھا لہٰذا اس نے اکثر قبائل یمن کو یہودی بنا ڈالا تھا۔ وہ ہمیشہ ان میں یہودیت پھیلانے کی کوشش کرتا رہا تھا لیکن اس کے

باوجود عرب میں نصرانیت کا بھی زور تھا۔

نجران والوں کا عیسائی بننا

اہل نجران تمام عیسائی تھے۔ ان میں نصرانی مذہب کی اشاعت کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ میمون نامی ایک شخص جو اصحاب حوارئین عیسیٰ کا پیرو تھا، ایک دوسرے آدمی کے ساتھ جس کا نام صالح تھا، شام سے یہودیوں کے ڈر سے نکل کھڑا ہوا۔ راہ میں راہ گیروں نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا اور نجران لا کر فروخت کر ڈالا۔ نجران والے ان دنوں ایک درخت کی پرستش کرتے تھے، عیدوں میں اسے کپڑے پہناتے اور اس کے سامنے کھانے رکھتے تھے۔ جب یہ دونوں نجران پہنچے تو اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے لگے۔ اہل نجران نے یہ جدید طرز عبادت دیکھا تو سخت متعجب ہوئے اور اپنے رئیس عبداللہ بن الثامر سے بیان کیا۔ اس نے انہیں طلب کر کے ان کا مذہب دریافت کیا۔ میمون نے کہا ''میرا مذہب عیسائیت ہے جس میں شرک کی ممانعت ہے۔ تم لوگ درخت کی پرستش کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔'' عبداللہ نے کہا کہ ''اگر ہمارا یہ مذہب باطل اور اس درخت کی پرستش شرک ہے اور تمہارا مذہب سچا ہے تو تم دعا کرو کہ یہ درخت خشک ہو جائے، ہم پھر تمہارا دین بے تامل قبول کر لیں گے۔'' میمون نے خدا تعالیٰ سے دعا کی تو مشیت ایزدی سے وہ خشک ہو گیا۔ اہل نجران پھر اپنے رئیس عبداللہ کے ساتھ یہ واقعہ دیکھ کر فوراً عیسائی ہو گئے۔

نجران پر ذونواس کی چڑھائی

ابن اسحاق نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ میمون نجران کے ایک گاؤں میں آ کر ٹھہرا تھا جہاں پر اہل نجران کے لڑکے ایک ساحر کے پاس سحر سیکھنے جاتے تھے۔ ان لڑکوں میں عبداللہ بن الثامر بھی تھا جو اکثر میمون کے پاس بیٹھ جاتا تھا اور اس کی باتیں نہایت غور سے سنتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کے دل میں اس کی باتیں گھر کر گئیں اور وہ عیسائی ہو گیا۔ شاہ نجران یہ واقعہ دیکھ کر اس کے قتل کے فکر میں ہوا لیکن وہ اپنے اس ارادے میں ناکام رہا اور چند دن بعد مر گیا۔ اس کے بعد عبداللہ نجران کا حکمران ہوا تو تمام اہل نجران عیسائی ہو گئے اور ان میں یہی مذہب پھیل گیا۔ اہل نجران ایک مدت تک عیسائیت پر قائم رہے لیکن بعد میں ان میں طرح طرح کی بدعتیں پیدا ہو گئیں۔ ذونواس نے انہیں دین یہودیت کی طرف بلایا تو ان لوگوں نے انکار کیا تب ذونواس اہل یمن کو لے کر ان پر چڑھ گیا۔ ابن اسحاق کی روایت ہے کہ اس نے بیس ہزار سے کچھ زائد آدمیوں کو قتل کر کے جلا ڈالا، صرف ایک شخص بچ گیا جسے دوس ثعلبان کہتے تھے۔ یہ اپنے تیز گھوڑے پر سوار ہو کر ریگستان طے کرتا ہوا نکل گیا اور ذونواس کے سپاہی مجبوراً اس کا تعاقب نہ کر سکے۔

باب: ۹

حبشہ کے حکمرانوں کا بیان

نجران پر ذونواس کا حملہ

ہشام ابن محمد کلبی ذونواس اور اہل نجران کی جنگ کا یہ سبب بتاتا ہے ''نجران میں ایک یہودی رہتا تھا جس کے دولڑکے تھے۔ اہل نجران مذہبی اختلاف کی وجہ سے ان سے عداوت رکھتے تھے۔ ایک روز اس سے اور ایک عیسائی سے جو اس کے پڑوس میں تھا، تکرار ہوئی، عیسائیوں کو کیونکہ اس سے خلش پہلے سے چلی آ رہی تھی، جب یہ ایک نیا حیلہ پیدا ہوا تو انہوں نے اس کے دونوں لڑکوں کو مار ڈالا۔ غریب ومظلوم یہودی گرتا پڑتا یمن ذونواس کے پاس پہنچا اور اپنا ماجرا بیان کیا، ذونواس یہ سن کر آگ بگولہ ہوگیا اور اسی وقت نجران پر چڑھائی کر دی۔ اہل نجران ایک تو اس کی نسبت کمزور تھے اور دوسرے غافل بھی تھے لہٰذا ان میں سے سوائے دوس ذوثعلبان کے اور کوئی جانبر نہ ہوا۔ دوس ذوثعلبان نجران سے نکل کر قیصر روم کے دربار میں پہنچا۔ اس نے وہاں ذونواس کے مظالم اور زیادتیاں بیان کیں اور انجیل کے اوراق جلے پھٹے ہوئے دکھلائے۔ قیصر روم کو اس کا یہ فعل بہت ناگوار گزرا، اس نے اسی وقت نجاشی والی حبشہ کو اس کی اعانت کے لئے لکھا اور امداد کی سفارش کی۔

یمن پر نجاشی کا دھاوا

چنانچہ نجاشی ستر ہزار حبشیوں کو ہمراہ لے کر یمن کی طرف بڑھا۔ چند مؤرخین کا یہ خیال ہے کہ دوس ذوثعلبان پہلے نجاشی کے پاس گیا تھا پھر نجاشی نے جنگی جہازوں کی کمی کی وجہ سے قیصر کے پاس جلی پھٹی ہوئی انجیل بھیج دی۔ جب قیصر روم نے کشتیاں بھیجیں تو نجاشی نے اپنے لشکر کو ارباط کی ماتحتی میں یمن کی طرف یمنیوں کے قتل وغارت کے لئے روانہ کیا۔ ارباط کے ہمراہ اس مہم میں ابرہۃ الاشرم بھی تھا جو حبشیوں کا ایک مشہور جنرل تھا۔ ارباط اور ابرہہ کے جنگی جہاز نہایت کم مدت میں ساحل یمن پر لنگر زن ہوئے۔ کیونکہ ذونواس کو ان سے آگاہی نہ تھی اور وہ غافل بیٹھا ہوا تھا لہٰذا حبشیوں کو دریا سے خشکی پر اترنے میں کچھ دقت پیش نہیں آئی ورنہ کسی قدر دقت انہیں ضرور اٹھانی پڑتی۔

جس وقت ذونواس کو اس واقعے کی اطلاع ملی وہ کف افسوس ملنے لگا۔ لیکن پھر اس نے نہایت تیزی سے جس قدر یمن کے قبیلوں نے اس کا ساتھ دینا پسند کیا، انہیں ہمراہ لے کر حبشہ کا مقابلہ کیا۔ وہ میدان جنگ میں زیادہ سے زیادہ دوپہر تک یمنیوں کو ہمراہ لئے ہوئے لڑتا رہا۔ دوپہر کے بعد جب لڑائی کا رنگ بدلتا نظر آیا تو وہ سمجھ گیا کہ چند لمحوں کے بعد میں ضرور گرفتار ہو جاؤں گا لہٰذا اس وقت اس نے ذلت کی گرفتاری سے موت کو افضل سمجھ کر اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ موج کے تھپیڑوں نے نہایت جلد بنی حمیر کے اس آخری بادشاہ کو دریا کی گہرائی میں پہنچا دیا۔ یوں ارباط مظفر ومنصور یمن میں داخل ہوا اور یمنیوں کو جہاں تک ممکن ہوا، ذلیل وخوار اور گرفتار وقتل کر کے نجاشی کو لڑائی کے آخری نتیجہ سے مطلع کیا۔ اس نے یمن کے کچھ تحائف بھیجے اور خود یمن ہی میں مقیم رہا۔

یمن پر ابرہہ کی حکومت

ہشام بن محمد کلبی کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب نجاشی کے پاس قیصر نے کشتیاں بھیج دیں تو اس وقت اس نے ابرہہ کو امیر لشکر کر کے یمن کی طرف بھیجا۔ جس وقت ابرہہ صنعاء پہنچا تو ذونواس منہ چھپا کر بھاگا اور دریا میں ڈوب کر جان دے دی۔ یوں ابرہہ بلا مقابلہ یمن پر قابض ہوگیا لیکن اس نے خلاف عہد نجاشی کو تحائف نہ بھیجے لہٰذا نجاشی نے ارباط کو ایک بڑے اور قوی لشکر کا افسر بنا کر ابرہہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ ارباط

جس وقت ساحل یمن پر پہنچا ابرہہ نے ارباط سے سازش کی کوشش کی لیکن جب اسے ناکامی ہوتی نظر آئی تو چارو ناچار مقابلہ پر آیا۔ اس نے پھر دھوکے سے ارباط کو مار ڈالا۔ نجاشی اس واقعہ سے بہت برہم ہوا اور اس نے اس کے قتل کی قسم کھالی لیکن بعدازاں ابرہہ نے اپنی چالاکیوں سے اسے راضی کر لیا۔

ارباط کا مارا جانا

فاضل ابن اسحٰق کا یہ خیال ہے کہ یمن میں سب سے پہلے ارباط آیا تھا اور ابرہہ اس کا ماتحت تھا۔ فتح یمن کے بعد ابرہہ اور ارباط میں کچھ تکرار ہوگئی جس کے بعد دونوں میں سخت لڑائی ہوئی اور آخر کار ارباط مارا گیا۔ نجاشی کو ابرہہ کا یہ فعل ناگوار گزرا لیکن ابرہہ نے اسے راضی کر لیا اور یمن کا حاکم بنا رہا۔ واللہ اعلم۔

بنو حمیر پر تشدد

ابرہہ نے یمن پر مسلط ہونے کے بعد حمیریوں کو ذلیل وخوار کرنا شروع کر دیا اور ان کے رؤساء اور امراء کی تحقیر کرنے لگا۔ اس نے پھر ریحانہ بنت علقمہ بن مالک بن زید بن کہلان کو اس کے شوہر ابی مرہ بن ذی یزن سے ناجائز دباؤ ڈال کر اپنی زوجیت میں لے لیا بطن ریحانہ سے ابومرہ کا ایک لڑکا معدیکرب پیدا ہوا تھا۔ اس کے بعد ابرہہ کے ایک لڑکا مسروق اور ایک لڑکی بسباسہ نامی پیدا ہوئے۔

بنو حمیر کی خواری

ابرہہ اور اس کا غلام عدوہ جو اطراف یمن کا والی تھا، دونوں بدافعالیوں میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے۔ دنیا کا کوئی ناجائز فعل ان کے ہاتھوں نہیں بچا۔ بنی حمیر پہلے جتنے معزز تھے اس سے بدرجہا زیادہ اس زمانہ میں ذلیل وخوار ہوئے۔ انہوں نے ان کی عورتوں کو اپنے لئے مباح کر رکھا تھا اور وہ مردوں سے غلامی کا کام لیتے تھے۔ بنی حمیر یا خثعم کے ایک شخص نے عدوہ کو موقع پا کر قتل کر ڈالا تو ابرہہ نے اس کا خون مباح کر دیا۔

ابرہہ کا حملہ

ابرہہ کو جب یمن کی حکومت مستقل طور پر حاصل ہوگئی تو اس نے بطور تشکر صنعاء میں ایک کلیسا بنوایا جس میں قیمتی پتھروں کی پچی کاری کرائی اور شیشہ وآلات سے بھی خوب سجایا۔ اس نے پھر نجاشی اور قیصر روم کو اس کی اطلاع دی اور یہ تحریر کیا کہ میرا مقصود یہ ہے کہ عربوں کو حج کعبہ سے روکوں اور انہیں اس کے طواف کی طرف مائل کروں۔ چنانچہ اسی خیال سے اطراف عرب میں آدمیوں کو روانہ کر دیا۔ جس وقت ایک داعی بنی کنانہ کے شہر (مکہ) میں گیا تو عرفہ بن عیاض نے اسے ایک ایسا تیر مارا کہ اس نے دوبارہ دم تک نہیں لیا، اس کا دوسرا ہمراہی بحال پریشان گرتا پڑتا ابرہہ کے پاس پہنچا اور تمام ماجرا بیان کیا۔ ابرہہ کو بڑا غصہ آیا اور اس قدر برافروختہ ہوا کہ اسی وقت ایک لشکر جرار لے کر ہاتھیوں کے ساتھ مکہ کی طرف اس غرض سے روانہ ہوا کہ کعبہ کو تباہ کر دے اور بنی کنانہ (قریش) کو قتل کر ڈالے۔

خانہ کعبہ پر فوج کشی

جس وقت ابرہہ سرزمین یمن سے نکل کر حجاز پہنچا تو ذونفر حمیری دو ہزار عربوں کو ہمراہ لے کر اس کے مقابلہ پر آیا۔ اگرچہ ذونفر حمیری توانائی اور قوت میں سو دو سو سے کم نہیں تھا لیکن ایک طرف معدودے چند آدمی اور دوسری طرف ٹڈی دل لہٰذا دونوں میں مساوات کیسی ہو سکتی تھی؟ آخر کار ذونفر حمیری کو شکست ہوئی ابرہہ نے اسے گرفتار کر لیا اور اسے راہبری کے لئے اپنے ہمراہ رکھا۔ ابن اسحاق تحریر کرتا ہے کہ طائف میں داخل ہونے پر مسعود بن معتب ثقفی بنی ثقیف کو لے کر ابرہہ کے پاس آیا اور انہوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ بنی ثقیف نے پھر ابو رغال نامی ایک شخص کو رہبری کی غرض سے اس کے ہمراہ کر دیا جس نے ابرہہ کو طائف اور مکہ کے درمیان مغمس میں ٹھہرایا جو مکہ سے ایک منزل کی مسافت پر ہے۔

بعد ازاں ابورغال کا اسی مقام پر انتقال ہو گیا۔ عرب پھر اس کی قبر کو سنگسار کرنے لگے۔ جریر کہتا ہے:

اذا مات الفرزدق فارجموه
کما ترمون قبر ابی رغال

ابرہہ کا دستہ

اس کے بعد ابرہہ نے سواروں کا ایک دستہ اسود بن مقصود حبشی کی سرکردگی میں مکے کی طرف روانہ کیا تاکہ بار برداری کے لئے اونٹ اور کچھ لوگ اسباب وغیرہ اٹھانے اور لادنے کی غرض سے گرفتار کرلائیں۔ اسود بن مقصود مکے کے اطراف میں اہل مکہ کے کچھ مویشی اونٹ جس میں دو سو اونٹ عبدالمطلب (جد نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے تھے، پکڑ لایا۔ عبدالمطلب ان دنوں قریش کے سردار اور مکہ کے با اثر لوگوں میں تھے۔ انہوں نے لڑائی کا ارادہ کیا لیکن جب معلوم ہوا کہ اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں تو خاموش ہو رہے۔ ابرہہ نے پھر دوسرے دن خیاط حمیری کو مکہ کی طرف روانہ کیا تاکہ اہل مکہ کو اس کے ارادے سے آگاہ کرے اور اگر اہل مکہ خانہ کعبہ کے گرانے سے کچھ چون و چرا کریں تو جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔

ابرہہ کا مطالبہ

عبدالمطلب نے یہ پیغام سن کر جواب دیا "واللہ ما نرید حربه وهذا بيت الله فان يمنعه فهو بيته وان تخلى عنه فما نحن من دافع"۔ اس کے بعد وہ چند رؤساء قریش کو ہمراہ لے کر ابرہہ کے پاس گئے اور ذونفر حمیری سے ملاقات کی جسے ابرہہ نے قید کر رکھا تھا۔ ذونفر نے فیل بان کے ذریعے ابرہہ کو عبدالمطلب کے آنے کی اطلاع کرادی۔ ابرہہ نے ان کا بڑے تپاک سے استقبال کیا اور تخت سے اتر کر فرش پر ان کے ساتھ بیٹھا۔ دوران گفتگو عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کی رہائی کی سفارش کی۔ ابرہہ نے متعجب ہو کر کہا "بڑے تعجب کی بات ہے کہ کعبہ کے بارے میں تم نے مجھ سے کچھ التجا نہیں کی جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا مذہبی گھر ہے لیکن اونٹوں کا سوال کیا۔" عبدالمطلب نے جواب دیا۔ انا رب الابل وللبيت رب سيمنعه (میں اونٹوں کا مالک ہوں اسی لئے اونٹوں کو مانگتا ہوں۔ اس گھر کا ایک مالک ہے وہ غالباً تمہیں روکے گا) ابرہہ نے یہ سن کر تھوڑی دیر تک خاموشی اختیار کی پھر بلاتامل عبدالمطلب کو ان کے اونٹ واپس کر دیئے۔

علامہ طبری تحریر کرتا ہے کہ اکثر مؤرخین کا یہ خیال ہے کہ عبدالمطلب کے ساتھ عمرو بن لعابہ بن عدی بن رئل یعنی سردار کنانہ اور خویلد ابن واثلہ یعنی سردار بنی ہذیل گئے تھے۔ انہوں نے ابرہہ سے یہ درخواست کی تھی "تہامہ کی ثلث آمدنی خراج میں دی جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ خانہ کعبہ منہدم نہ کیا جائے۔" لیکن جب ابرہہ نے یہ بات ماننے سے انکار کیا تو عبدالمطلب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ واپس آئے اور قریش اور تمام اہل مکہ کو ہدایت کی کہ مکہ چھوڑ کر پہاڑوں پر چلے جائیں۔ وہ پھر وقت روانگی خانہ کعبہ کا دروازہ پکڑ کر کھڑے ہو گئے، اس وقت ان کے پاس قریش کے چند منتخب آدمی موجود تھے سب کے سب گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہے تھے۔ عبدالمطلب نے پھر یہ اشعار پڑھے:

لاهم ان العبد يمنع
حله فامنع حلالک
لا يغلبن صليبهم
ومحالهم ابدا محالک
وانصر على آل الصليب
وعابديه اليوم الک

ترجمہ: اے خدا! بیشک بندہ اسے روکتا ہے جو اس کے محل میں آتا ہے۔ لہٰذا تو ہی منع کر اسے جو تیرے مکان پر آئے۔ ہرگز ان کی صلیب اور ان کا غصہ کبھی تیرے غصے پر غالب نہیں آئے گا۔ مدد کر اہل صلیب اور اس کے پرستش کرنے والوں پر آج

اپنے اہل کو۔

ابابیلیں آتی ہیں

اس کے بعد عبدالمطلب اپنے قبیلے والوں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ ابرہہ پھر کعبہ کے گرانے کی غرض سے مکہ کی طرف بڑھا تو اللہ جل شانہ نے اس کی فوج پر چڑیوں کا ایک جھنڈ دریا کی جانب سے بھیجا جو اس نابکار لشکر پر سنگ باری کرنے لگا۔ جس پر وہ پتھر پڑتا تھا وہ اسی مقام پر رہ جاتا تھا۔ لشکر پلٹ کر بھاگ پڑا۔ مقام حجر میں ان کے اجسام پر چیچک کے دانے سے بھی نکل آئے جس سے اکثر ہلاک ہو گئے۔ ابرہہ کے بدن پر بھی چند دانے نکل آئے۔ اس کے بعد اس کے تمام اعضاء کٹ کٹ کر یکے بعد دیگرے گر گئے۔ لشکریوں کا جب یہ حال ہوا تو اس نے ہاتھیوں کو آگے کیا لیکن جو ہاتھی آگے بڑھایا جاتا تھا وہ آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے جاتا تھا۔ آخر کار ہاتھیوں کے اجسام پر بھی چیچک کی طرح دانے نکل آئے اور وہ سب مر گئے۔ تب اللہ جل شانہ نے ایک سیل بھیجا جو ان سب کو دریا میں بہا لے گیا۔

یمن کی حکومت کا خاتمہ

ابرہہ کی ہلاکت کے بعد اس کا لڑکا یکسوم تخت حکومت پر بیٹھا، اس نے بھی بنی حمیر اور یمنی قبائل کی ذلت میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ اس نے ان کے مردوں کو قتل کر ڈالا، عورتوں کو جبراً گھر میں ڈال لیا اور ان کے لڑکوں کو غلامی میں رکھ لیا۔ یکسوم کے مرنے پر اس کا بھائی مسروق تخت نشین ہوا جس نے اس سے بڑھ کر زیادتیاں شروع کر دیں، وہ اپنے پیشرووں سے ظلم وستم میں بدر جہا بڑھتا نظر آیا تو سیف بن ذی یزن نے بغاوت کر دی اور کسریٰ (شاہ فارس) کے پاس گیا۔ وہ پھر وہاں سے لشکر لے کر یمن آیا اور مسروق کو قتل کر کے حبشیوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اس وقت تک حبشیوں میں چار حکمرانوں نے یمن میں بہتر برس تک حکومت کی۔ پہلا ریاط، دوسرا ابرہہ، تیسرا یکسوم بن ابرہہ تھا اور چوتھا مسروق بن ابرہہ۔

کسریٰ کی امداد

اگر سیف بن ذی یزن اسی مسکنت اور مذلت میں رہنا پسند کرتا تو وہ بھی یمن چھوڑ کر کہیں نہیں جاتا لیکن غضب یہ ہوا کہ ابرہہ نے اس کی بیوی ریحانہ کو جبراً گھر میں ڈال لیا تھا اسی وجہ سے سیف ابن ذی یزن یمن سے نکل کر پہلے قیصر روم کے پاس گیا اور اپنا ماجرا بیان کر کے مدد طلب کی۔ جب اس نے مذہبی اتحاد کی وجہ سے مدد دینے سے انکار کیا تو کسریٰ فارس کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے نعمان بن منذر والی حیرہ کے پاس گیا اور اس سے اپنی سرگزشت بیان کی۔ نعمان بن منذر رحم دل اور خدا ترس آدمی تھا، اس نے فوراً اس کے آنسو پونچھے اور اپنے ساتھ کسریٰ کے دربار میں لے گیا۔ اس نے پھر کسریٰ کے ہاں حبشیوں کے ظلم کی شکایت کی اور سیف بن ذی یزن کی ذلت و رسوائی کا حال عرض کر کے امداد کا خواستگار ہوا۔ کسریٰ نے کہا ”یمن ہمارے ملک سے بہت دور واقع ہے، اس کے علاوہ عرب کی سرزمین میں بکریوں اور اونٹوں کے سوا اور کیا ہے، ہمیں اس جنگ سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ ہمیں یمن فتح کرنے کی ضرورت نہیں۔“ کسریٰ نے یہ کہہ کر سیف بن ذی یزن کو ایک خلعت اور ایک اشرفیوں کا توڑا دیا۔

یمن پر فوج کشی

لیکن سیف بن ذی یزن نے دربار سے نکل کر اشرفیوں کے توڑے کو پھینک دیا اور لوگوں نے اسے لوٹ لیا۔ کسریٰ کو جب اس کی اطلاع ملی تو دوسرے روز سیف بن ذی یزن کو بلا کر اعتراضاً اس کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کمال ادب سے عرض کیا ”مجھے ان اشرفیوں کی ضرورت نہیں، میرے ملک میں تو سونے اور چاندی کے پہاڑ ہیں۔ میں دولت لینے نہیں آیا تھا بلکہ میرا مقصد یہ تھا کہ مجھے آپ حبشیوں کے ظلم سے بچا لیں گے۔“ کسریٰ یہ سن کر تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد اعیان دولت سے مشورہ کیا، سب نے باتفاق یہ مشورہ دیا کہ جو قیدی قید خانے میں واجب القتل ہیں، وہ اس مہم پر روانہ کئے جائیں۔ اگر وہ مارے گئے تو شاہی حکم یہی تھا اور اگر وہ کامیاب ہو گئے تو محنت و مشقت کے بغیر ایک ملک

ممالک محروسہ میں شامل ہو جائے گا۔ کسریٰ نے اس رائے کو پسند کیا اور دہرز دیلمی کو (جو ایک شریف النسب امیر تھا) آٹھ سو قیدیوں اور چار سو سپاہیوں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ کر دیا۔

ایک اور روایت

مسعودی اور ہشام بن محمد سہیلی نے یہ لکھا ہے کہ سیف بن ذی یزن نے جب کسریٰ سے امداد کی درخواست کی تو کسریٰ نے وعدہ کر لیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنے وعدہ کو وفا کرتا، وہ قیصر روم کے ساتھ لڑائی میں مصروف ہو گیا یہاں تک کہ سیف بن ذی یزن امداد کے انتظار میں اس جہان سے راہی ملک عدم ہو گیا۔ اس جب اس کے بیٹے معدی کرب نے ہاتھ پاؤں نکالے اور جوان ہوا تو ایک دن اس کی ماں ریحانہ نے تمام حالات بتلائے۔ اس وقت معدی کرب اپنی ماں سے رخصت ہو کر فارس روانہ ہوا اور کسریٰ کے دربار میں حاضر ہو کر اس سے امداد کا خواستگار ہوا جس کا وعدہ اس کے باپ سے کیا گیا تھا۔ کسریٰ نے اس کو اشرفیاں دیں تو اس نے باہر نکل کر پھینک دیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے۔

جنگ کا آغاز

بہر حال دہرز دیلمی سیف بن ذی یزن کے ساتھ جنگی جہازوں کا بیڑا ہمراہ لئے ہوئے ساحل پر پہنچا۔ مسروق کی تباہی کے دن قریب آ گئے تھے لیکن وہ آنے والے دن سے بے خبر قوت اور ملک کے نشے میں پڑا ہوا تھا۔ دہرز نے سیف سے پوچھا "جنگ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" سیف نے جواب دیا "یہ تلوار ہے اور یہ میں ہوں نہ اس کا قبضہ میرے ہاتھ سے چھوٹے گا اور نہ میں تمہارا ساتھ چھوڑوں گا۔ میدان جنگ میں جو سب سے پہلے لڑنے جائے گا وہ میں ہوں گا۔ میری قوم بھی تمہارا بھرپور ساتھ دے گی۔" دہرز دیلمی نے کہا "بہت خوب۔" اس کے بعد ایرانی فوجیں دوسرے روز خشکی پر اتریں اور ترتیب سے آگے بڑھیں۔ مسروق بن ابرہہ ایک لاکھ حبشی فوج لے کر مقابلے پر آیا، لڑائی شروع ہو گئی۔ مسروق نے ہر چند کوشش کی کہ لشکر مخالف کو منتشر کر کے ساحل تک راستہ صاف کر لے لیکن فارس کے تیراندازوں کے تیر سے اسے کوئی چیز نہ بچا سکی۔ اس کا لشکر جب ایک قدم بھی آگے بڑھنے کا ارادہ کرتا، ایرانی تیراندازوں کے حملوں سے دس دس قدم پیچھے ہٹ جاتا۔

مسروق کا مارا جانا

لڑائی کے دوران دہرز نے سیف سے پوچھا کہ مسروق کہاں ہے؟ سیف نے اشارے سے بتلایا، مسروق اس وقت ہاتھی پر سوار تھا۔ اس کے بعد مسروق ہاتھی سے اتر کر ایک خچر پر سوار ہو گیا۔ دہرز دیلمی اس کی اس لغو حرکت سے بہت ہنسا اور تفاؤلاً کہہ اٹھا رکب بنت الحمار ذل و ذل ملکہ (مسروق سوار ہوا بنت الحمار (خچر) پر اور ذلیل ہوا، اس کا ملک بھی ذلیل ہوا۔) دہرز دیلمی نے پھر ترکش سے تیر نکال کر کمان سے جوڑ کر ایسا نشانہ مارا کہ مسروق کا خود توڑ کر دماغ سے ہوتا ہوا نکل گیا۔ مسروق زخم کھا کر زمین پر گرا اور فوراً لشکر حبشہ بھاگ نکلا۔ اب چاروں طرف سے کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا، حبشیوں کو بھاگنے کے لئے جگہ نہیں ملتی تھی۔ دس دس پندرہ پندرہ حبشیوں کو ایک یمنی، فارسی سپاہی گرفتار کر لیتا تھا اور پھر بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر ڈالتا تھا۔ ایک ہفتے کے اندر یمن کی سرزمین حبشیوں سے ایسی پاک صاف ہو گئی گویا ان کا کبھی وہاں وجود ہی نہ تھا۔

دہرز دیلمی نے کسریٰ کو اس فتح یابی کی اطلاع دی پھر حکم کے مطابق سیف کو یمن کے تخت حکومت پر بٹھلایا۔ بعد ازاں اپنا ایک نائب یمن میں چھوڑ کر کسریٰ کی طرف واپس گیا۔

سیف کی حکومت

سیف بن ذی یزن اس خداداد کامیابی کے بعد یمن پر مستقل حکومت کرنے لگا، وہ سالانہ خراج باقاعدگی سے کسریٰ کو بھیجتا رہا۔ جنگ کے بعد عرب کے نامی نامی شعراء نے اسے مبارک باد دی اور قصائد لکھے۔ امراء و عظماء قریش اس سے ملنے کو آئے اور اس غیبی امداد پر اسے مبارک باد

دی۔ان میں قریش کے نامی سردار عبدالمطلب (جد رسول صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تھے۔سیف بن ذی یزن نے ان کی سب سے زیادہ عزت کی، اپنے برابر بٹھلایا اور کمال عزت سے انہیں رخصت کیا۔

سیف کی اولاد

طبری لکھتا ہے کہ دہرز کے مرنے کے بعد کسریٰ نے یمن پر اس کے لڑکے مرزبان کو گورنر بنایا۔ جب وہ بھی مر گیا تو اس کے پوتے خسر خسروین تیجان بن مرزبان کو گورنر بنایا۔ کچھ عرصہ بعد کسی وجہ سے اس پر شاہی عتاب ہوا اور اسے قید کر کے دربار بادشاہی میں بھیج دیا گیا۔اس کی جگہ پھر باذان یمن کی گورنری پر متعین ہوا اور یہی بعثت کے زمانے تک یمن کا گورنر رہا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور باذان مسلمان ہو گیا۔ بعدازاں یمن میں اسلام کا بول بالا ہو گیا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

ہم عرب کے طبقہ اولیٰ اور ثانیہ کے حالات واخبار پیش کر چکے ہیں۔لہٰذا اب ہم ان کے ان معاصرین کے حالات تحریر کریں گے جن کا تعلق ملوک عجم سے ہے۔ وہ لوگ عرب کے طبقہ اولیٰ وثانیہ کے ہم عصر تھے اور وہ نبط سریانی، اہل بابل پھر جرامقہ ، اہل موصل پھر بنو اسرائیل فارس اور یونان اور روم تھے۔ ہم ان میں ہر ایک کا تذکرہ مختصر پیش کریں گے۔

باب:۱۰

بابل، موصل اور نینوا کے حکمران

کنعان بن کوش بن حام کا ذکر

پہلے بتا دیا گیا ہے کہ حضرت نوحؑ کے بعد کنعان بن کوش بن حام تخت حکمرانی پر رونق افروز ہوا جس کے بعد اس کا لڑکا نمرود بادشاہ ہوا، یہ صابیہ مذہب کا مقلد تھا جبکہ بنی سام خالص موحد تھے وہ اس توحید کے پابند تھے جو ان سے پہلے کلدانیوں میں موجود تھی۔ ابن سعید کہتا ہے کہ کلدانیوں کا مطلب ہے ''موحدین''۔ توریت میں نمرود کو کوش بن حام کی طرف منسوب کیا ہے لیکن کنعان بن کوش کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

بلبلہ کا واقعہ

ابن سعید کہتا ہے کہ عابر بن شالخ بن ارفخشد حملہ کر کے اطراف بلاد پر قابض ہو گیا، وہ پھر کوثا سے جزیرہ وموصل کی طرف چلا آیا اور یہیں اس نے ایک شہر مجدل نامی آباد کیا۔ وہ مرتے دم تک وہیں مقیم رہا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا فانع اس کا وارث ہوا۔ اس دوران نمرود اور اس کی قوم پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بلبلہ آیا۔ بلبلہ ایک مشہور واقعہ ہے جس کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے لیکن ہم اس کے معنی نہیں سمجھ سکے۔ دراصل یہ کہنا کہ تمام بنی آدم کی ایک زبان تھی، وہ سب کے سب شب کو سوئے اور صبح کو جب اٹھے تو ان کی زبانیں مختلف ہو گئیں، یہ بالکل خلاف قیاس اور عادتاً بعید ہے۔ اگر ہم اسے خوارق انبیاء میں سے شمار کریں تو یہ معجزے میں داخل ہو جائے گا لیکن اس کی روایت کسی نے نہیں کی البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اس خرق عادت زبانوں کے اختلاف کو تقدیر الٰہی کا ایک نمونہ اور اس کی کبریائی کا کرشمہ تصور کر لیں، اس کے علاوہ بلبلہ کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔

بابل پر حملہ

ابن سعید کا بیان یہ ہے کہ سوریان بن نبیط نے فانع کو بابل کی حکومت پر مامور کیا تھا لیکن اس نے اپنا عہد توڑ دیا اور اس سے لڑا۔ جب فانع مر گیا تو اس کا لڑکا ملکان حکمران ہوا پھر سوریان نے جزیرہ لے لیا اور بنی عابر (ملکان) کو جزیرے سے نکال باہر کر کے اس کی حکومت اپنے ہمشیرزادہ موصل بن جرموق کو دے دی۔ ملکان پھر اپنے اہل وعیال کے ساتھ پہاڑ پر چلا گیا اور اس نے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ چند مورخین کا خیال یہ ہے کہ خضر اسی کی نسل سے ہیں۔ اس واقعے کے بعد موصل اپنے ماموں سوریاں بن نبیط سے باغی ہو کر بابل کا مستقل حکمران بن گیا۔ اسی کے زمانے سے ایک حکومت جرامقہ کے نام سے قائم ہوئی اور ملوک جرامقہ ملوک نبیط سے علیحدہ ہو گئے۔

نینوا کا بیان

موصل کے بعد اس کا لڑکا راتق تخت حکومت پر بیٹھا، یہ بنی نبیط سے اکثر لڑتا رہتا تھا۔ اس کے بعد اثور بن راتق نے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس کے بعد نینویٰ بن اثور بادشاہ ہوا جس نے موصل کے مقابلہ میں اپنے نام سے ایک شہر آباد کیا۔ بعد ازاں اس کی اولاد سے سنجاریف بن اثور بن نینویٰ بن اثور حکمران ہوا۔ جس نے شہر سنجار آباد کیا اور وہ بنی اسرائیل سے لڑا۔ اسے یہود نے پکڑ کر بیت المقدس میں سولی پر چڑھا دیا۔

بیہقی روایت کرتا ہے کہ سنجاریف کے قتل کے بعد اس کا بھائی ساطرون جزیرے کا بادشاہ ہوا، اس نے سنجار کے میدان میں نہر ترتار کے کنارے شہر حضر آباد کیا۔ اس کے بعد زان بن ساطرون تخت حکومت پر بیٹھا، یہ صابیہ مذہب رکھتا تھا۔ موٴرخین کہتے ہیں کہ یونسؑ بن متیٰ اس کی

طرف مبعوث ہوئے تھے۔

زان کا مارا جانا

یونس بن متیٰ جرلمقہ میں سے بنیامین بن اسرائیل کی نسل سے ہیں۔ زان بن ساطرون لہٰذا آپ پر ایمان لایا۔ اس کے بعد جب بخت نصر نے بابل پر حملہ کیا تو اس نے اسے پھر دین صابیہ کی دعوت دی اور جزیرہ اور بابل کی حکومت پر اسے برقرار رکھنے کا وعدہ کیا۔ زان نے بخت نصر کی یہ دعوت قبول کر لی اور وہ مسلسل جزیرہ پر قابض رہا۔ جب ارتاق سپہ سالار فارس نے جزیرے پر چڑھائی کی تو فتح حاصل کرنے کے بعد دین مجوسی قبول کر لینے کی شرط پر جزیرہ بابل پر قابض رہنے دینے کا اقرار کیا۔ اس نے پھر یہ بات بہمن شاہ فارس کو لکھ بھیجی۔ بہمن نے ارتاق کو لکھا کہ یہ شخص غیر قابل اعتبار ہے کیونکہ مذہب کے ساتھ مذاق کرتا ہے، اس وجہ سے اسے زندہ رکھنا قرین مصلحت نہیں ہے۔ ارتاق نے بہمن کا یہ حکم پاتے ہی زان کو قتل کر ڈالا۔ یوں تیرہ سو برس کے بعد جزیرہ جرلمقہ کے ہاتھوں سے جاتا رہا اور فارس کے حکمران اس پر قابض ہو گئے۔

سنجاریف کے حالات

اسرائیلی علماء کا خیال ہے کہ سنجاریف ملوک نینویٰ سے ہے اور وہ سب موصل بن اشوذ بن سام کی اولاد سے ہیں۔ اس سے پہلے موصل پر انہی میں سے فول، تلفات، بلناص وغیرہ حکمرانی کر چکے ہیں۔ انہیں لوگوں نے اسباط عشرہ کے مشہور شہر شورون (جس کو سامرہ بھی کہتے ہیں) پر قبضہ کیا تھا۔ اور اسباط کو شُورون (سامرہ) سے نکال کر اطراف اصفہان اور خراسان کی طرف جلاوطن کر دیا۔ انہوں نے پھر اہل کومہ (کوفہ) کو شُورون میں آباد کیا۔ اللہ جل شانہ نے وہاں اس قدر درندے پیدا کر دیئے کہ جس طرف نظر کی جاتی تھی دس پانچ آدمی زخمی اور مردہ دکھائی دیتے تھے۔ لوگوں نے پھر سنجاریف سے اس کی شکایت کی اور اس سے پوچھا کہ شورون کس ستارے کے حصے میں ہے تاکہ صابیہ کے طریقے سے اس ستارہ کی روحانیت اتاری جائے۔

بیت المقدس پر حملہ

لیکن سنجاریف نے اس کے بجائے دو یہودی کاہنوں کو بھیج دیا جنہوں نے اہل شورون کو دین یہودیت کی تعلیم دی۔ سنجاریف نے پھر شورون پر قبضہ کرنے کے بعد بیت المقدس پر حملہ کیا اور کثرت لشکر پر مغرور ہو کر بنی اسرائیل سے کہا ''تمہارا رب کہاں ہے جو تمہیں میرے ہاتھوں سے نجات دے۔''

سنجاریف کا قتل

یہ سن کر بنی اسرائیل کا بادشاہ اپنے زمانے کے نبی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے دعا کا خواستگار ہوا چنانچہ ان کی دعا سے سنجاریف کے لشکر پر ایسی مصیبت آئی اور وہ ایسی آسمانی آفت میں گرفتار ہوا کہ صبح اس کے ایک لاکھ پچاسی ہزار سپاہی مردہ پائے گئے، یوں مجبوراً سنجاریف نینویٰ واپس آیا اور پھر اپنے لڑکوں کے ہاتھ سے اس وقت مارا گیا جس وقت وہ اپنے معبود (ستارے) کو سجدہ کر رہا تھا۔ سنجاریف کے قتل کے بعد ایسر حدون ابن سنجاریف نینویٰ کا بادشاہ ہوا۔ بعد ازاں بخت نصر ان پر غالب آیا جیسا کہ ہم آئندہ اس کے حالات میں بیان کریں گے۔

نمرود کی خدائی

ملوک بابل نبط ہیں اور وہ نبط اشوذ بن سام کی اولاد سے ہیں۔ تاہم مسعودی انہیں نبط بن ماش بن ارم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ یہ بابل میں رہتے تھے۔ ان میں سے سب سے پہلے شوریان بن نبط نے حکمرانی کی۔ مسعودی کہتا ہے کہ اسے فانع نے بابل کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ فانع کے انتقال کے بعد اس نے بدعت صابیہ اختیار کر لی اور اسی مذہب کو خوب پھیلایا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا کوش حکمران ہوا جو ابراہیم علیہ السلام کا نمرود

ہے۔ جس نے آزر (سیدنا ابراہیم کے والد) کو طلب کر کے بت خانے کا منتظم مقرر کیا تھا کیونکہ ارغو بن فانع اپنے باپ کے انتقال کے بعد کوثی چلا آیا اور نمارده کے ساتھ مذہب صابیہ اختیار کر لیا۔ یہی مذہب اس کے خاندان میں نسلاً بعد نسل آزاد بن ناحور تک برابر چلا آیا۔ حاجر بن کوش نے پھر آزر کو بیت الاصنام کا منتظم مقرر کیا اور ابراہیمؑ پیدا ہوئے جن کے حالات ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

بخت نصر کی چڑھائی

یوں بابل میں نمارده (نمرودون) کی حکومت کا سلسلہ برابر جاری رہا اور بخت نصر انہیں میں سے تھا جیسا کہ بعضوں نے لکھا ہے لیکن چند مورخین کہتے ہیں کہ جرامقہ (اہل نینوی) نے بابل پر فوج کشی کی چنانچہ سنجاریف اس پر قابض ہوا۔ اس نے پھر اپنے امراء میں سے بخت نصر کو اس کا گورنر مقرر فرمایا پھر کچھ عرصہ بعد اہل بیت المقدس نے عہد توڑ دیا تب بخت نصر نے بنی اسرائیل سے بیت المقدس میں جنگ کی اور محاصرے اور قتل کے بعد بنی اسرائیل کے بادشاہ کو قتل کر ڈالا۔ اور ان کا معبد ویران کر دیا۔

بابل پر فارس کا حملہ

جب بخت نصر مر گیا تو اس کا لڑکا نشبت نصر بادشاہ ہوا جس کے بعد بنفیر حاکم ہوا۔ اس سے اور ارتاق مرزبان کسریٰ سے جنگ ہوئی جس میں ارتاق نے اسے مار ڈالا اور بابل اور اطراف بابل کا حاکم بن بیٹھا۔ اس کے بعد نبیط اور جرامقہ فارس کی رعایا شمار کئے جانے لگے اور نمرودوں کی بابل سے حکومت ختم ہوگئی ھٰذا ذکر ابن سعید و نقله من داھر موٴرخ دولة الفرس۔ (ایسا ہی ابن سعید نے بیان کیا ہے اور اسے نقل کیا ہے داہر مؤرخ دولت فارس سے)

سریانی کا بیان

ابن سعید نے سریانیوں اور نبیط کو ایک گروہ اور ایک ہی حکومت قرار دیا ہے لیکن مسعودی کا خیال ہے کہ یہ دو حکومتیں تھیں۔ سریانیوں کی نسبت وہ کہتا ہے کہ طوفان نوحؑ کے بعد دنیا میں سب سے پہلے سریانیوں نے بادشاہت کی۔ اس نے ایک صدی یا کسی قدر اور زیادہ زمانے میں ان کے نو حکمرانوں کے نام عجمی ناموں میں تحریر کئے ہیں جنہیں ہم عدم اعتماد اور عدم صحت کے باعث تحریر نہیں کرنا چاہتے البتہ شوشان کے بارے میں وہ تحریر کرتا ہے کہ سب سے پہلے اس نے اپنے سر پر تاج رکھا تھا اور وہ ہی تاج کا موجد تھا۔ چوتھے بادشاہ نے قلعے بنوائے، شہر آباد کئے۔ اس کے زمانے میں ہند کا بادشاہ ربیل تھا۔ اس نے پھر اکثر ملوک مغرب کی سلطنتیں چھین لیں اور ان کی حکومتوں کا خاتمہ کر دیا۔ وہ آٹھویں کا نام ماروت بتلاتا ہے اور اپنے آخر میں ظاہر کرتا ہے کہ وہ لوگ موصل اور بابل کے حاکم تھے اور یمن کے حکمران ان سے اکثر مغلوب اور کبھی غالب رہتے تھے۔ نویں کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ غیر مستقل مزاج تھا کیونکہ اس کی طبیعت میں تلون حد سے زیادہ تھا۔ بعد ازاں اس کے بھائی نے سلطنت تقسیم کر لی تھی۔'' غرض کہ اسی طرح وہ تحریر کرتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے شراب بنائی وہ فلاں شخص تھا جس نے شطرنج کا کھیل ایجاد کیا، وہ فلاں تھا جو سب سے پہلے بادشاہ ہوا وہ فلاں تھا وغیر ذلک۔ ہمارے نزدیک یہ سب باتیں خلاف قیاس اور صحت سے منزلوں دور ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ سریانی سب سے مقدم ہیں اسی وجہ سے تمام پرانی چیزیں مثلاً لغت۔ جادو۔ خط وغیرہ ان کی جانب منسوب کئے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

نبطیوں کا تعارف

نبط کی نسبت مسعودی کا یہ خیال ہے کہ یہ بابل سے تھا، وہ لکھتا ہے کہ ان کا پہلا بادشاہ نمرود جبار تھا اور یہ ماش بن ارم بن سام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اسی نے بابل میں محل بنوایا تھا اور کوفہ کی نہر کھدوائی تھی۔ دوسرے مقام پر اس نے اسی نمرود کو کوش بن حام کی طرف منسوب کیا ہے۔ ہم یہ نہیں سمجھ سکے کہ یہ دونوں نمرود ایک تھے یا کہ دو؟ وہ پھر نمرود کے بعد چودہ سو برس کے اندر چھیالیس بادشاہوں کے نام عجمی ناموں میں تحریر کرتا ہے جنہیں

ہم عدم صحت کی وجہ سے نقل نہیں کرنا چاہتے۔ وہ پھر ''الموفی'' میں نو صدی کے اندر بیس بادشاہوں کے نام تحریر کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ نویں صدی میں بابل کے حکمران اہل فارس سے لڑے۔ وہ پھر چودھویں صدی میں بیان کرتا ہے کہ اس صدی میں سنجاریف بادشاہ تھا اور یہی بنی اسرائیل سے لڑا تھا۔ اس نے انہیں بیت المقدس میں گھیرا اور اس نے ان سے جزیہ لیا تھا۔ اس کا سب سے آخری بادشاہ دارنیوش تھا جو دارا کے لقب سے مشہور تھا اور جسے سکندر نے قتل کیا جبکہ اس نے بابل پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس نے پھر اپنے اس سلسلہ کلام اور بابل کے حکمرانوں کے بیان میں ابراہیم علیہ السلام کے نمرود کا کچھ ذکر نہیں کیا حالانکہ وہ ان نمارده (نمرودوں) کی سکونت بابل بتلاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

طبری کا بیان

طبری کہتا ہے کہ نمرود بن کوش بن کنعان بن حام، ابراہیم الخلیل علیہ السلام کے عہد میں تھا اور پہلے یہ لوگ عادارم سے مشہور تھے۔ جب وہ گروہ ہلاک ہوگیا تو ثمودارم کہے جانے لگے لیکن جب وہ ہلاک ہوگئے تو نمرودارم کے نام سے مشہور ہوئے۔ اس کے بعد وہ بھی ہلاک ہوگئے تو تمام اولاد ارم کو ارمان کہنے لگے، یہ سب نبط ہیں اور یہ موحد تھے بابل میں رہتے تھے یہاں تک کہ نمرود بادشاہ ہوا جس نے انہیں بت پرستی سکھلائی۔ (یہاں پر طبری کا بیان ختم ہوا)

بابل کی حکومت

روم کا مورخ ہروشیوش کہتا ہے کہ جس نے اہل بابل کو بت پرستی کی طرف مائل کیا وہ نمرود الجسیم تھا۔ بابل مربعتہ الشکل آباد کیا گیا تھا اور اس کی شہر پناہ اسی میل کی تھی۔ اس کی دیواریں دو سو گز بلند اور پچاس گز چوڑی اینٹ اور چونے سے بنائی گئی تھیں۔ شہر پناہ کے ایک سو دروازے تھے جن میں تانبے کے کواڑ لگے ہوئے تھے۔ اس کے اوپر سپاہیوں کے رہنے کے لئے مقامات بنے ہوئے تھے۔ جنگی سپاہیوں کا فصیلوں اور دیواروں پر ہروقت پہرہ رہتا تھا۔ شہر پناہ کے باہر خندق تھی اور خندق کے باہر ایک گہری نہر تھی۔ اس شہر پناہ کو ملک بیرش (کسریٰ اول) بادشاہ فارس نے تباہ کیا جب کہ اسے بابل پر قبضہ حاصل ہوا۔ (یہاں ہروشیوش کا کلام ختم ہوا۔)

ان لوگوں کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ نمرود بھی نام ہر بادشاہ بابل کا ہے اس لئے کہ انساب مختلفہ میں کبھی سام کی طرف اور کبھی حام کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔

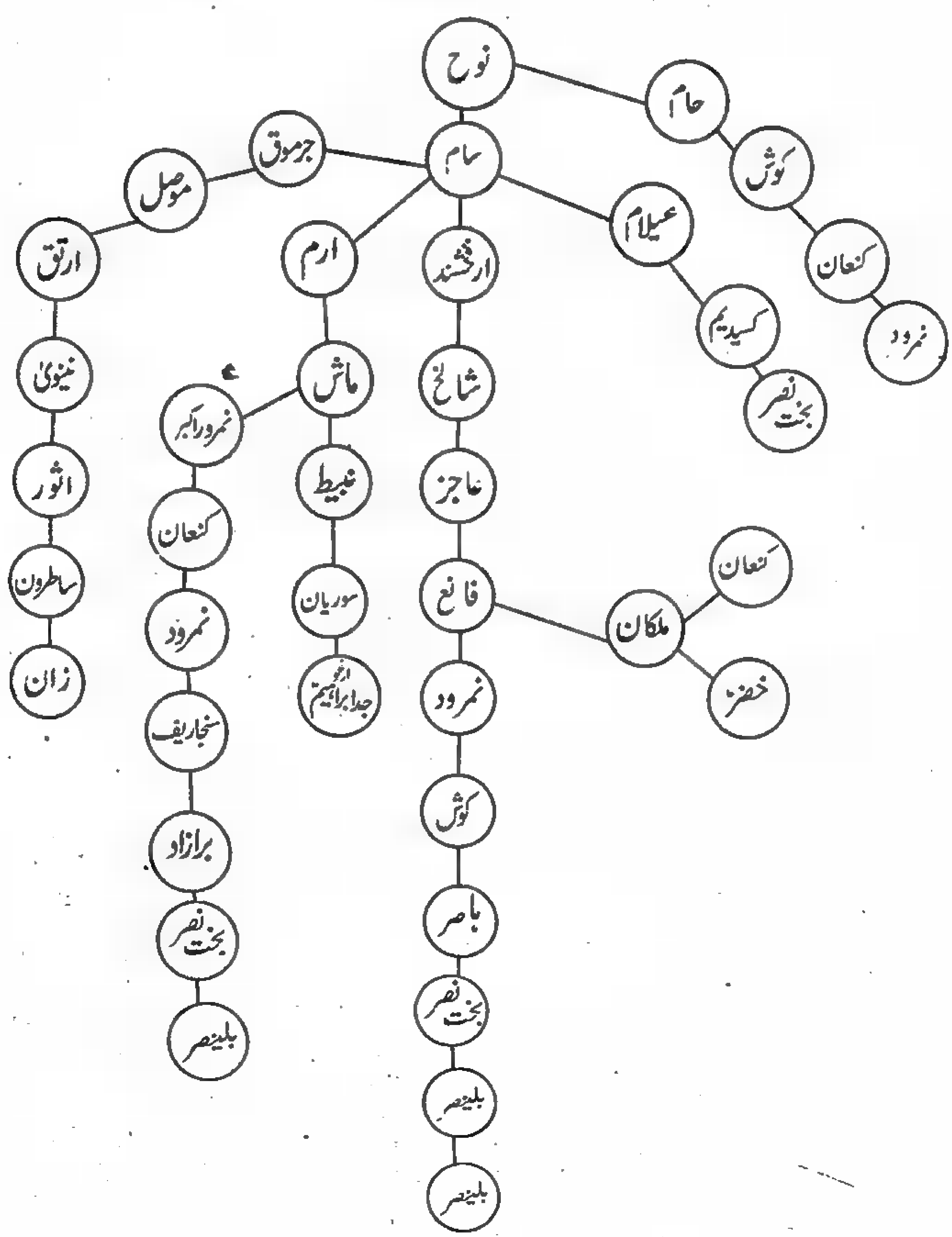
نمرود کا ذکر

چند موٴرخین یہ گمان کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا نمرود، نمرود بن کنعان بن سنجاریف بن نمرود الاکبر تھا اور بخت نصر اس کی نسل سے ہے اور یہ ابن برازاد بن سنجاریف بن نمرود ہے۔ جب شاہان کیانی (فارس والے) بابل پر چڑھ آئے تو انہوں نے اسے مغلوب کرلیا تھا لیکن پھر اسے بحال رکھا اور خراج مقرر کیا تھا۔ بعد ازاں بنی ساسان میں سے کسریٰ اول نے شہر بابل کو ویران کیا۔ اسرائیلی علماء اپنے انبیاء، دانیال اور ارمیاؑ کی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ بخت نصر کاسد بن حاور کی نسل سے ہے اور یہ ابراہیم الخلیل کا بھائی ہے۔ بنو کاسد بابل کے حکمرانوں میں شمار کئے جاتے ہیں اور انہیں کیدانیین بھی کہتے ہیں۔ انہیں میں سے بخت نصر بھی تھا جو اکثر علاقوں پر قابض ہوگیا تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کو مغلوب کیا تھا، ان کی حکومت چھین لی تھی اور بیت المقدس کو ویران کر دیا تھا حتیٰ کہ اس کی حکومت مصر سے متجاوز ہوگئی تھی۔ وہ پینتالیس برس تک یہ سلطنت کرتا رہا اس کے بعد اس کا لڑکا اوبل مرودو بن بخت نصر تئیس برس تک حکومت کے تخت پر بیٹھا رہا۔ اس کے بعد بلغیصر بن اوبل مرودو تین برس تک بادشاہ رہا، اسی کے آخری زمانے میں دارا (شاہ فارس) اور اس کے داماد کورش نے بابل پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ بعض اسرائیلی موٴرخین کا خیال ہے کہ بخت نصر اور ملوک بابل کسدیم کی اولاد سے ہیں جبکہ کسدیم عیلام بن سام (برادر اشوز) کی نسل سے ہیں اور اشوذ سے ملوک موصل ہیں۔

بابل اور موصل والوں کا مذہب

بابل اور موصل کے حکمران ستاروں کی پرستش کرتے تھے اور اس کی روحانیت کا بذریعہ طلسم اور سحر اتارتے تھے، اسی طریقے کا نام صابیہ ہے۔ طلسمات اور سحر میں انہیں بڑا دخل تھا اور وہ ستاروں کی حرکات اور آثار کے خوب ماہر تھے جبھی اس دعویٰ پر آیت وما انزل علی الملکین (البقرہ:102)... بکسر اللام کی شہادت پیش کی جاتی ہے کہ ہاروت و ماروت سریانی حکمرانوں سے تھے اور یہی اول ملوک بابل ہیں۔ تاہم مشہور یہ ہے کہ دونوں (ہاروت و ماروت) فرشتہ تھے۔ اس صورت میں اس فتنے کی بابل کے ساتھ تخصیص یہ ظاہر کرتی ہے کہ بابل والے سحر و طلسمات میں دیگر باشندگان عالم کی بہ نسبت زیادہ ملکہ رکھتے تھے۔ ان دلائل کے علاوہ جو ان کی نجومیت اور ساحریت پر پیش کئے جا سکتے ہیں، یہ بھی ہیں کہ ہم نے یہ علوم (نجوم و سحر) اہل مصر سے حاصل کئے ہیں اور اہل مصر ان کے ہمسایہ تھے۔ مصر کے حکمرانوں کو بھی اس فن کی طرف خاص توجہ تھی چنانچہ جناب موسیٰ کے مقابلے کے لئے جادوگر جمع کئے گئے تھے۔ صعید مصر میں اب تک جادو کے آثار اس دعویٰ کی شہادت دے رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بابل، موصل اور نینوی کے ملوک کا شجرہ



باب:۱۱

قبطی حکمرانوں کا بیان

اس گروہ کی پیدائش بھی بہت قدیم ہے اور اس کی حکومت کا زمانہ بھی کافی طویل ہے۔ انہوں نے اپنی سکونت کے لئے مصر اور اطراف مصر کو پسند کیا تھا لہٰذا شروع سے وہیں رہے اور اسی مقام پر ان کی دولت وحکومت رہی یہاں تک کہ آفتاب اسلام کی روشنی نے ان کی چمک و دمک ماند کر دی اور ان کی دولت وحکومت کا خاتمہ کر دیا۔

سیاسی حالات

یہ بھی اپنے ہم عصر (عمالقہ، فرس، روم) سے جب کہ یہ نمرود ہو جاتے تھے تو مغلوب بھی ہو جاتے تھے اور کبھی یہ ان پر متغلب ہو جاتے تھے اور اپنے علاقوں سے انہیں نکال دیتے تھے، یہاں تک کہ مسلمانوں نے ان کے ہاتھوں سے دولت وحکومت چھین لی۔ قدیم کتب سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل مصر اپنے ہر بادشاہ کو فرعون کہتے تھے۔ کچھ زمانے بعد زبان تبدیل ہو جانے کی وجہ سے یہ نام بے معنی رہ گیا۔

ان کی اصل

مشہور قول تو یہ ہے کہ یہ نسباً حام بن نوح کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں مگر مسعودی انہیں بنصر بن حام کی نسل سے بتاتا ہے۔ توریت میں بنصر بن حام کا کچھ ذکر نہیں۔ البتہ مصرایم، کوش، کنعان اور قوط کا تذکرہ آیا ہے۔ سہیلی کہتا ہے کہ قبطی کنعان بن حام کی اولاد سے ہیں کیونکہ قبطی مصر کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اور مصر نبیط یا قبط بن نبیط کا لڑکا ہے جبکہ نبیط کوش بن کنعان بن حام کی اولاد سے ہیں رومی مؤرخ ہروشیوش بیان کرتا ہے کہ قبطی قبط بن لائق بن مصر کی اولاد سے ہیں۔ اسرائیلی مؤرخین کا یہ خیال ہے کہ یہ قوط بن حام کی اولاد سے ہیں۔ بعضوں کے نزدیک یہ کفتوریم بن قبطقائین کی نسل سے ہیں کیونکہ قبطائین کے معنی قبط کے ہیں۔

بنصر بن حام

مسعودی کی تحریر سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ بنصر بن حام، نمرود بن کنعان کے عہد حکومت میں مصر کی حکومت اور سرداری کے لئے منتخب کیا گیا تھا چنانچہ اس نے وہیں سکونت اختیار کی۔ انتقال کے وقت وہ اپنے بیٹے کو مصر کی حکومت سونپ گیا۔ اس نے اپنے دائرہ حکومت کو اسوان، یمن، عریش، ایلیہ اور فرسیسہ تک بڑھا لیا۔ اسی کی طرف یہ سرزمین منسوب کی گئی اور مصر کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کے جہات اربعہ میں جانب جنوب نوبہ، اور جانب شرق، شام اور شمال میں، بحر زقاق اور غرب میں برقہ ونیل ہیں۔ مصر نے بڑی طویل عمر پائی تھی۔

قبط بن مصر

اس کی زندگی میں اس کے لڑکے جوان ہو گئے تھے لہٰذا اس نے اپنے ملک وحکومت کی وصیت اپنے بڑے لڑکے قبط کے حق میں کی۔ قبط بن مصر نے بھی لمبی عمر پائی اور یہی ابوالاقباط (قبطیوں کا باپ) ہے۔ اس کے بعد اشمون بن مصر اس کے بعد صا ثم اس کے بعد اتریب کے بعد دیگر ے بادشاہ ہوئے۔ اتریب کے بعد اور لوگوں کے نام عجمی ناموں میں تحریر کئے ہیں جنہیں ہم عجمیت سے تحریر میں نہیں لا سکتے۔ وہ اتریب کے بعد جیھ کا ذکر

کر کے تحریر کرتا ہے "یوں بنصر بن حام کی اولاد بکثرت ہوئی اور اس کی نسلیں متعدد شاخوں میں پھیل گئیں۔ اس کے بعد جب ان پر عورتیں حکومت کرنے لگیں تو عمالقہ میں سے بادشاہ شام ولید بن دومع نے ان پر چڑھائی کی اور ان کی خود مختاری چھین کر انہیں اپنا باج گزار اور مطیع بنالیا۔

شداد کا حملہ

علامہ ابن سعید اہل مشرق کی کتابوں سے نقل کرتا ہے کہ مصر کے بعد اس کا لڑکا قبط بادشاہ ہوا، اس کے زمانہ حکومت میں شداد بن مداد بن شداد بن حاد نے ملک مصر پر چڑھائی کی اور نشیبی مصر پر قبضہ کر لیا۔ جب قبط لڑائی کے دوران مارا گیا تو اس کا بھائی اتریب تخت حکومت پر بیٹھا، اس نے قوم کی گئی ہوئی قوت پھر جمع کی اور بربر و سوڈان کی مدد سے عرب کو مصر سے نکال کر شام کی طرف واپس کر دیا۔ اتریب نے بہت اچھی حکومت کی اور اپنے زمانہ حکومت میں دو شہر آباد کئے، ایک تو اپنے نام کا اور دوسرا شہر عین شمس۔ اس کے بعد بودشیر بن قبط مصر کا حکمران بنا جس کی تحریک سے ہرمس مصری جبل القمر کی طرف گیا۔ اس نے بلاد احات وغیرہ آباد کئے۔ اس کے بعد عدیم بن بودشیر، اس کے بعد شدات بن عدیم پھر اس کا لڑکا منقاوش بن شدات (اس نے شہر عین شمس کو از سر نو آباد کیا اسے سحر و طلسمات میں بہت غلو تھا) پھر مقلاوش بن منقاوس عبد البقر، مرقیس یکے بعد دیگرے حسب ترتیب مصر کے حکمران ہوئے۔ مرقیس اس سلسلے کا آخری حکمران ہے۔

اشمون بن قبط کا بیان

اس کے زمانے میں اشمون بن قبط یعنی اس کے چچا نے حملہ کر کے مصر کی عنان حکومت اپنے قبضہ میں لے لی اور ایک شہر اشمون نامی آباد کیا۔ اس کے بعد ابن اشمون۔ پھر صا بن قبط (یہ اشاد کا چچا تھا، اس نے بھی ایک شہر اپنے نام پر آباد کیا) تدراس (یہ بہت بڑا حکیم تھا جس نے ہیکل زہرہ بنایا جسے کہ بخت نصر نے مسمار کیا) پھر مالیق بن تدراس تخت حکومت پر بیٹھا۔ مالیق اس خاندان میں ایک ایسا بادشاہ ہوا جو ستاروں کی پرستش چھوڑ کر موحد ہو گیا۔ وہ پھر بربر اور اندلس کی طرف بڑھا اور فرانسیسیوں سے لڑا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا حربیا بن مالیق بادشاہ ہوا جس نے بدقسمتی سے صابیہ مذہب پھر اختیار کر لیا اور بلاد ہند اور سوڈان پر چڑھائی کی۔

کلکی بن حربیا

اس کے بعد کلکی بن حربیا حکومت کی کرسی پر بیٹھا جسے قبطی حکیم الملوک کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں۔ اس نے ہیکل زحل بنایا، یہ اپنے بھائی مالیا بن حربیا کو ولی عہد کر کے لہو ولعب میں مصروف ہو گیا۔ اسے پھر اس کے لڑکے خرطیش نے حالت غفلت میں مار ڈالا اور خود تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔ یہ بہت بڑا سفاک، بے رحم، قاتل اور ظالم تھا۔ قبطی اسے موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کہتے تھے۔ اس کی نسبت ان کا یہ خیال ہے کہ یہی اول الفراعنہ (فرعونوں کا اول) ہے۔

حوریا کی کہانی

جب اس نے اپنے رشتے داروں پر دست درازی شروع کی تو اس کی لڑکی حوریا نے اسے زہر دے کر مار ڈالا اور خود قبطیوں کی بادشاہ بن گئی۔ اس کے بعد ابراحس جو اس کے چچا اور اتریب کی اولاد سے تھا، وہ مخالف اٹھ کھڑا ہوا۔ فریقین میں متعدد جنگیں ہوئیں بالآخر ابراحس شام کی طرف بھاگ کر چلا گیا۔ اس نے پھر کنعانیوں کی امداد سے ان کے سپہ سالار جیرون کو ہمراہ لے کر مصر پر چڑھائی کی۔ جس وقت لشکر مصر کے قریب پہنچا تو حوریا جیرون کے پاس آئی، جیرون اسے دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔ حوریا نے کہا "میں اس شرط سے تجھے اپنا شوہر ہونے کا اعزاز دے سکتی ہوں کہ تو ابراحس کو قتل کر دے اور اسکندریا کو بنا دے۔" جیرون کے نرم دل پر اس کا عشق بہت غالب آ چکا تھا اور وہ اس پر فریفتہ ہو چکا تھا لہٰذا اس نے اس کی دونوں شرطیں قبول کر لیں اور دونوں کو کسی فتنہ و فساد کے بغیر تکمیل کو پہنچا دیا۔ لیکن حوریا نے جیرون کو بھی زہر دے دیا اور پھر خود مستقل طور سے حکومت

کرنے لگی۔ اسی نے منارہ اسکندریہ بنوایا اور اپنے زمانہ حیات میں اپنی چچازاد بہن ولیقیہ کو ولی عہد بنایا۔

ولید بن دومع

جب حوریا کا انتقال ہو گیا تو ولیقیہ تخت حکومت پر بیٹھی۔ اس کے بعد تو اتریب کی اولاد سے ایمین نامی ایک شخص نکلا اور وہ ابراحس کے خون کا بدلہ لینے پر تیار ہو گیا۔ وہ اسی غرض سے عمالقہ کے بادشاہ ولید ابن دومع سے جا کر ملا اور اس سے مدد چاہی۔ ولید ابن دومع ایمین کے ساتھ مصر کی طرف بڑھا اور اس نے نہایت کم مدت میں مصر پر قبضہ کر لیا۔ اسی کے زمانہ میں قبطیوں کے ہاتھ سے مصر کی حکومت جاتی رہی اور عمالقہ اس پر قابض ہو گئے۔

حضرت یوسفؑ مصر میں

ولید ابن دومع عیش و عشرت میں زیادہ منہمک رہتا تھا، اس کا وزیر اطفیر ہی تمام کاروبار حکومت اور انتظام کرتا تھا۔ یہ عزیز مصر کے لقب سے مشہور تھا۔ اسی کی قائم مقامی یوسفؑ صدیق نے کی اور وحی اور الہام کے ذریعہ سے قحط اور خزائن کا انتظام کیا۔ ولید بن دومع کے بعد وارم بن ریان بادشاہ ہوا جسے قبط دیموص کہتے تھے۔ یوسفؑ نے اس کی بھی وزارت کی تھی۔ اسی کے زمانے میں آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت یوسفؑ کے انتقال کے بعد اس کا کارخانہ بالکل درہم برہم ہو گیا۔ وہ کج خلقی، ظلم اور ہزار ہا برائیوں کا بانی ہوا اور آخر کار نیل میں ڈوب کر مر گیا۔

اس کے بعد اس کا لڑکا معدانوس بن دارم حکمران بنا۔ اور اس نے رہبانیت کی بنا ڈالی۔ اس کے بعد اس کا لڑکا کاشم تخت نشین ہوا جس نے بنی اسرائیل کو ذلیل کیا، اسی کے وقت سے بنی اسرائیل کا شمار راذل میں ہونے لگا۔ اس دوران اس کو اس کے دربان نے مار ڈالا اور اس کی جگہ پر اس کے لڑکے الاطش کو تخت نشین کیا۔

لہوب کی حکومت

لاطش تخت حکومت پر بیٹھتے ہی رنگ رلیوں میں مشغول ہو گیا، اراکین سلطنت نے اسے تخت سے اتار کر تدارس کی نسل سے ایک دوسرے شخص لہوب (لاہب) نامی کو تخت حکومت پر بٹھایا جو بہت جابر تھا۔ قبط کا یہ خیال ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون ہے لیکن اہل اثر کہتے ہیں کہ فرعون موسیٰ ولید بن مصعب تھا اور یہ نجار تھا۔ یہ رفتہ رفتہ جاں نثاروں کی فوج میں بھرتی ہو گیا پھر ترقی کر کے وزارت تک پہنچا اور وزارت سے بادشاہت کے رتبے تک پہنچ گیا لیکن یہ بعید از قیاس ہے جیسا کہ ہم کتاب الاول (مقدمہ تاریخ) میں لکھ آئے ہیں۔

مصر کی دیوار

مسعودی کہتا ہے کہ موسیٰؑ کا فرعون قبطیوں میں سے تھا۔ جب فرعون کی ہلاکت کے بعد قبطیوں پر شام والوں کا خوف غالب ہوا تو انہوں نے دلوکہ نامی ایک عورت کو شاہی خاندان سے اپنا حکمران بنایا جس نے مصر پر ایک دیوار کھینچی جو حائط العجوز کے نام سے مشہور ہے۔ دلوکہ کے بعد مسعودی نے آٹھ بادشاہوں کے نام عجمی ناموں سے لکھے ہیں اور آٹھویں کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ فرعون الاعرج ہے جس کے سایہ امن میں بنی اسرائیل اس وقت آئے تھے جب کہ بخت نصر نے ان پر حملہ کیا تھا لہٰذا بخت نصر مصر میں داخل ہوا اور اسے قتل کر کے صابی مذہب کے بت خانوں کو منہدم کر کے آتش کدہ بنوایا۔

مسعودی کہتا ہے کہ عبدالحکیم روایت کرتا ہے کہ اس بڑھیا دلوکہ نے تدورہ نامی ساحرہ کو بلوایا تھا اور اسی کے ذریعے سے وسط شہر منف میں ایک طلسمی مکان بنوایا جس میں انسانوں اور جانوروں کی تصویریں بنائیں۔ جو حادثات ان تصویروں پر واقع ہوتے تھے وہی اثر بعینہٖ انسانوں یا حیوانوں پر پڑتا تھا۔ اس ذریعہ سے اہل مصر اپنے ہر مخالف کے شر و فساد سے محفوظ رہتے تھے۔ اس نے بیس برس حکومت کی۔

برکت بن منا کیل

اس کے بعد اور کون بطلوس نامی ایک نوجوان تخت نشین کیا گیا جس کے بعد یزدلیس بن اور کون بطلوس پھر نقاس بن نقر اس کے بعد مرنیا بن مرمینوس اس کے بعد استمارس بن مرنیا یکے بعد دیگرے حکمران ہوئے۔ استمارس کے زمانے میں سلطنت بہت کمزور ہوگئی تھی، اکثر مقامات میں بلوہ اور بغاوتیں آئے دن ہوتی رہتی تھیں۔ خاص مصر میں چند سپاہیوں نے چند امراء کی ساز باز سے بلوہ کیا اور استمارس کو قتل کر کے بلوطیس بن منا کیل کو تخت نشین کیا۔ اس نے چالیس برس حکومت کی۔ اس کے بعد مالوس بن بلوطیس اس کے بعد اس کا بھائی منا کیل اس کے بعد برکت بن منا کیل یکے بعد دیگرے تخت حکومت کے مالک رہے۔ برکت بن منا کیل نے ایک سو بیس برس تک حکومت کی، اسی کو فرعون الاعرج کہتے ہیں جس نے بیت المقدس پر حملہ کیا تھا اور اہل قدس کو اپنا تختہ مشق بنایا تھا۔ اگرچہ اس کا ابتدائی زمانہ باعتبار امن وعدل قابل تعریف تھا لیکن ویسا ہی آخری زمانہ ظلم اور تعدی کے لحاظ سے لائق نفرین ہے۔

بخت نصر کی آمد

ابن عبدالحکم کہتا ہے کہ اس کے بعد مرنیوس بن برکت تخت حکومت پر بیٹھا جس کے بعد فرقون بن مرنیوس حکمران ہوا، اس نے ساٹھ برس حکومت کی۔ اس کے بعد نقاس بن مرنیوس بادشاہ ہوا۔ نقاس کے زمانے میں دلوکہ کا وہ طلسمی مکان جس کا اوپر ذکر آ چکا ہے، منہدم ہونے کے قریب پہنچ گیا کیونکہ دلوکہ کے بعد پھر کسی شخص میں ایسی صلاحیت اور قابلیت باقی نہ رہی جو اسے وقتاً فوقتاً درست کرتا۔ نقاس کے بعد قومس بن نقاس حکمران ہوا اور طویل مدت تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد بخت نصر نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا اور بنی اسرائیل پر طرح طرح کے ظلم وستم کیے۔ آخر کار بنی اسرائیل بیت المقدس سے بھاگ کر قومس کے پاس چلے آئے اور قومس نے انہیں پناہ دی۔

مصر پر بخت نصر کی چڑھائی

بخت نصر نے قومس کو منع کیا کہ وہ اسرائیلیوں کو پناہ نہ دے لیکن جب قومس نے اس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو بخت نصر مصر کی طرف بڑھا اور پہلے ہی حملے میں قومس کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اس نے پھر مصر کو لوٹ لیا اور چالیس برس تک مصر ویران پڑا رہا۔ اس کے بعد ارمیاء نے مصر میں سکونت اختیار کی اور اہل مصر پھر آباد کیے گئے۔ اس کے بعد سلاطین فارس اور روم تمام دنیا پر غالب آئے اور پھر روم اور اہل مصر میں جنگیں ہوئیں۔ جن کے بعد اہل مصر نے خراج دینا منظور کیا اور فارس وروم نے مل کر مصر کو تقسیم کر لیا۔

مقوقس کی تخت نشینی

ایک زمانہ دراز تک فارس وروم کے امیر مصر پر حکومت کرتے رہے۔ جب اسکندر یونانی کا مصر پر قبضہ ہوا تو اس نے اسکندریہ اور آثار قدیمہ کو ازسرنو بنوایا۔ اس کے بعد قیاصرہ روم ومصر وشام پر متغلب آئے اور مصر کی حکومت اپنی طرف سے قبط کو دی۔ یہاں تک کہ اسلام کا پھریرا کامیابی کے ساتھ اڑنے لگا۔ ان دنوں اسکندریہ اور مصر میں قبطیوں کا آخری فرمانبردار مقوقس حکومت کر رہا تھا۔ جس کا نام سہیلی کی روایت کے مطابق جریج بن مینا تھا۔ سہیلی نے لکھا ہے کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کو نامہ مبارک دے کر اس کے پاس روانہ فرمایا تھا، یہ اسلام قبول کرنے پر مائل ہو گیا اور اس نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند چیزیں ہدیۃً روانہ کیں جن کا اہل سیر نے ذکر کیا ہے۔ ان میں ایک خچر بھی تھا جس پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سوار ہوا کرتے تھے، اس کا نام دلدل رکھا گیا تھا۔ ایک گدھا تھا جو یعفور کے نام سے مشہور تھا۔ ماریہ قبطیہ والدہ جناب ابراہیم ابن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ہمشیرہ شیریں بھی تھیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے شیریں کو حسان بن ثابتؓ کو مرحمت فرمایا تھا۔ چند شیشے کے پیالے بھی تھے جو اکثر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں رہتے تھے۔ مقوقس نے شہد

مصری بھی جو عسل الطیب کے نام سے مشہور ہے، بھیجا تھا۔
بیان کیا جاتا ہے کہ ہرقل روم کو جب مقوقس کے ان ہدایا کی اطلاع ہوئی تو اس نے مقوقس کو ڈانٹ ڈپٹ کی اور ریاست مصر سے معزول کر دیا۔

حضور کی وصیت

مسلم نے اپنی صحیح میں ابوذر غفاریؓ سے بیان کیا ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا افتتحم مصر و انکم مستفتحون مصر فاستو صوابا هلها خیر فان لهم ذمة و رحما او صهرا..... (بے شک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مصر کو فتح کرو اور بے شک مصر کو تم فتح کرو گے۔ تو اہل مصر کے ساتھ نیکی کرنا کیونکہ ان کو ذمہ اور رشتہ ہے یا صہر (دامادی ہے) علامہ ابن اسحاق زہری سے روایت کرتا ہے کہ میں نے زہری سے کہا کہ ما الرحم التی ذکر (وہ کون سا رشتہ ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے؟) زہری نے جواب دیا کہ جناب ہاجرہؑ مادر اسماعیل انہیں میں سے تھیں۔ اس کے علاوہ رواۃ حدیث صہر کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ماریہ قبطیہ مادر ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں میں سے تھیں۔ جنہیں مقوقس نے جناب رسول مقبول کو ہدیۃً بھیجا تھا۔

عمرو بن العاصؓ کی فتح

طبری کہتا ہے کہ جب عمرو بن العاصؓ نے مصر پر قبضہ کیا تو لوگوں نے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سے انہیں آگاہ کیا۔ عمرو ابن العاصؓ نے کہا "یہ ایسا نسب ہے کہ جس کے حق کی نگہداشت سوائے نبی کے اور کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ یہ نسب بعید ہے۔" اہل مصر نے پھر عمرو ابن العاصؓ سے بیان کیا کہ ہاجرہ لونڈی نہیں تھیں بلکہ خاندان سلطنت سے تھیں، وہ ہمارے بادشاہوں میں سے ایک حکمران کی بیوی تھیں۔ ہم سے اور اہل عین شمس سے جنگیں ہوئیں، اہل عین شمس ہم پر غالب آئے اور ان کے والی نے ہمارے شاہی محل کو لوٹ لیا اور بادشاہ کو قتل کر ڈالا۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا، انہیں عورتوں میں ہاجرہؑ بھی تھیں جو ابراہیمؑ تمہارے باپ کو دی گئیں۔

مقوقس کی سرداری

بہر حال جس وقت مصر اور اسکندریہ کی فتح تکمیل کو پہنچی تو قیصر روم نے قسطنطنیہ جا کر جان بچائی۔ اس کے بعد مقوقس اور بقیہ قبط ان شرائط صلح پر راضی ہو گئے۔ جنہیں عمرو ابن العاصؓ نے طے کیا تھا۔ انہوں نے وہ جزیہ دینا قبول کر لیا جو ان پر قائم کیا گیا تھا، اسی لئے مقوقس کو اپنی قوم کی سرداری پر بحال و قائم رکھا گیا۔ وہ اپنے ہر کام میں مسلمانوں سے مشورہ کرتا تھا، وہ کبھی اسکندریہ میں رہتا تھا اور کبھی منف (اعمال مصر) میں جا کر مقیم ہوتا تھا۔
عمرو ابن العاصؓ نے مقام فسطاط پر اپنا خیمہ نصب کرایا تھا، انہوں نے اسی مقام سے مصر کا محاصرہ کیا تھا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اسی مقام پر سکونت اختیار کر لی۔ اور اس شہر کو چھوڑ دیا جہاں مقوقس رہتا تھا نتیجہ کے طور پر وہ شہر جلد ہی ویران و خراب ہو گیا۔ اس شہر کے ویران ہونے کے بعد اور مقوقس کے مرنے سے قبطیوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن ان کی پچھلی نسلیں اب تک باقی ہیں جنہیں اسلامی حاکم اپنے مالی اور انتظامی محکموں میں ملازم رکھتے ہیں، بعض ان میں سے اسلام بھی قبول کر لیتے ہیں۔ یوں سلطان وقت کے نزدیک ان کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔ اس وقت سب سے بڑا رتبہ مصر میں مرتبہ وزارت ہے، ان کے عوام الناس اسی عیسائی مذہب پر ہیں جس پر کہ پہلے تھے۔ ان کی اکثر قوم صعید کے نواح اور اعمال مصر میں حرفت و صناعت کا کام کرتی ہے واللہ غالب علیٰ امرہ۔

عین شمس کا بیان

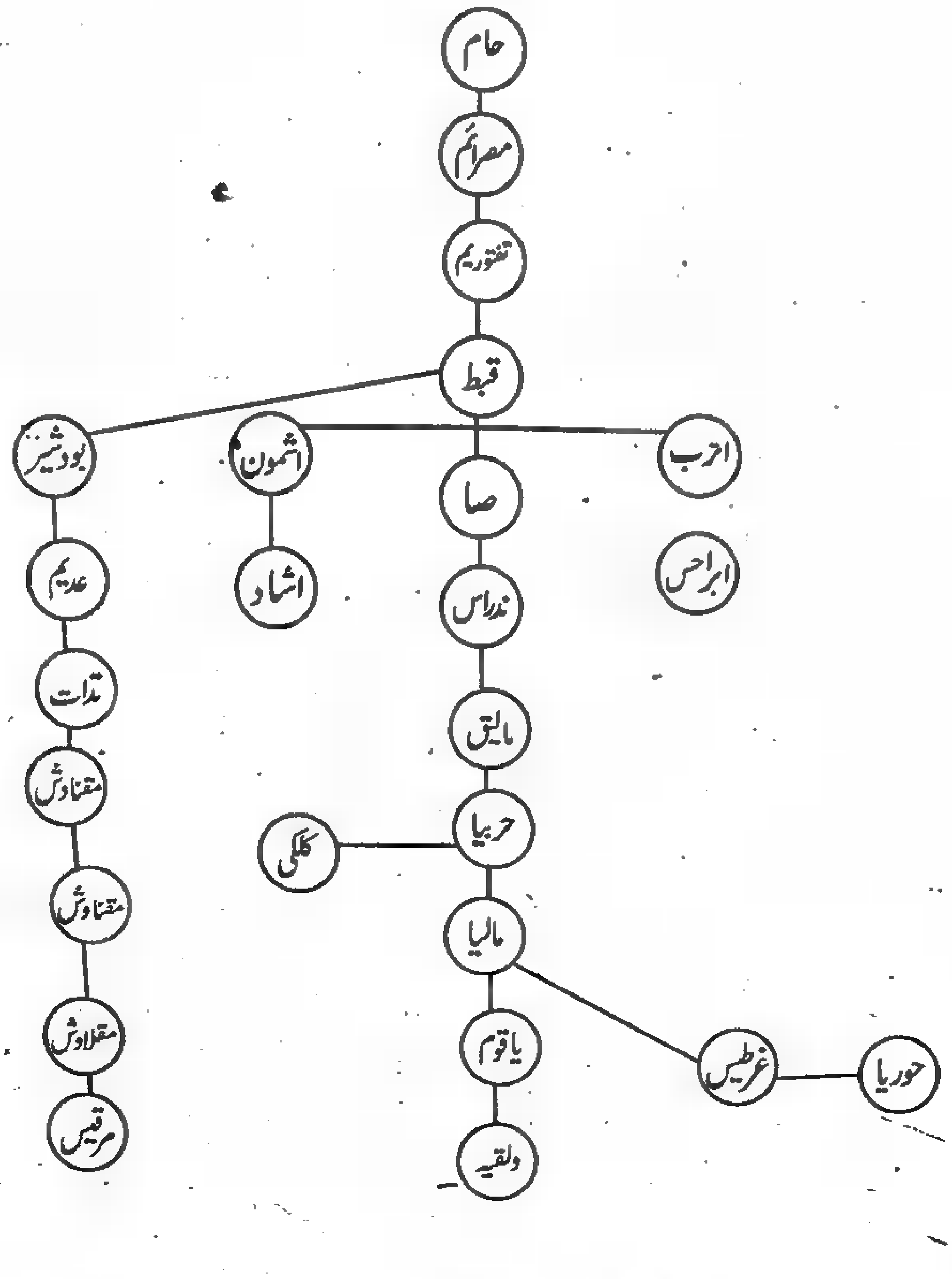
عبدالرحمٰن بن شماسہ کی روایت جو اس نے شیوخ مصر سے نقل کی ہے، یہ ظاہر کرتی ہے کہ شہر عین شمس ہیکل شمس تھا، اس میں بنیاد دیوار اور ستون اور لہو لعب کی چیزیں اس کثرت سے تھیں کہ کسی اور قدیم شہر میں نہیں ہیں۔ یہ شہر ہمیشہ ملوک اور سلاطین مصر کا دار السلطنت رہا۔ فراعنہ مصر سے

پہلے کے حکمران بھی وہیں رہتے تھے اور فراعنہ مصر کے بعد بھی اسی شہر کو دارالسلطنت ہونے کا اعزاز حاصل رہا۔ یہاں تک کہ بخت نصر نے اسے ویران اور مسمار کر دیا جیسا کہ قومس بن نقاس کے عہد حکومت کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں۔ فرعون مدینہ منف میں رہتا تھا اور اس شہر کی شہر پناہ کے ستر دروازے تھے۔ شہر پناہ لوہے کی تھی جس میں چار نہریں تھیں جو فرعون کے تخت کے نیچے سے جاری تھیں۔ ابوالقاسم بن خردازیہ اپنی کتاب المسالک والممالک میں لکھتا ہے کہ شہر منف کا طول بارہ میل تھا۔ اس وقت مصر کا خراج اٹھارہ کروڑ دینار فرعونی تھا۔ یاد رہے کہ دینار فرعونی تین مثقال کا ہوتا ہے اور مثقال ساڑھے چار ماشہ کا۔

مصر کا نام کیوں پڑا؟

مصر کا نام اس لئے پڑا کہ اسی شہر میں مصر بن بصیر بن حسام نے سکونت اختیار کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ حضرت نوحؑ کے ساتھ میں کشتی میں تھا۔ جناب نوحؑ نے اس کے حق میں دعائے برکت فرمائی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا مقبول کر لی اور برکت مرحمت فرمائی۔ مصر کی حد طولاً برقہ سے ایلہ تک اور عرضاً اسوان سے رشید تک ہے۔ پہلے اس کے تمام باشندے ستاروں کی پرستش کرتے تھے اس کے بعد قیاصرہ روم نے اس پر قبضہ کر لیا تو قسطنطین نے انہیں عیسائیت کی طرف مائل کر لیا تھا انہوں نے پھر اپنے ہمسایہ جلالقہ وصقالبہ وبرجان وروس وقبط وحبشہ ونوبہ کو نصرانیت کی تعلیم دی۔ بعد ازاں جب مذہب اسلام کا آفتاب مطلع دنیا میں نکلا تو اس نے انہیں اپنے نور ایمان سے منور کر کے اسلام کی راہ راست دکھلائی۔

قبطی ملوکوں کا شجرہ



باب: ۱۲

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی

ہم پہلے حضرت ابراہیم کے تذکرے میں لکھ چکے ہیں کہ یعقوبؑ بن اسحاقؑ اپنے خاندان والوں کے ساتھ مصر میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ توریت میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسرائیل کے نام سے یاد فرمایا تھا۔ ایل کے معنی عبد کے ہیں اور اسر اللہ جل شانہ کے اسماء صفاتی سے ہے۔ چونکہ زبان عجم میں مضاف ہمیشہ متاخر ہوتا ہے اس وجہ سے ایل آخر کلمہ ہوا اور مضاف الیہ مقدم ہوا۔ حضرت یعقوبؑ کا انتقال مصر میں ایک سو ستاسی برس کی عمر میں ہوا۔ حضرت یوسفؑ نے آپ کی وصیت کے مطابق فرعون سے فلسطین میں آپ کو اپنے آبائی مقبرہ میں لا کر دفن کیا۔ تجہیز و تکفین کے بعد حضرت یوسفؑ مصر واپس چلے آئے اور مصر میں ہی مقیم رہے یہاں تک کہ ایک سو بیس برس کی عمر میں آپ نے بھی انتقال کیا اور مصر میں دفن کیے گئے۔ آپ نے انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ جب بھی بنی اسرائیل مصر سے نکل کر ارض موعود (یعنی بیت المقدس) کی طرف روانہ ہوں تو اپنے ہمراہ میرا تابوت بھی لے لیں۔ حضرت یوسفؑ کے انتقال کے بعد اسباط نے مصر میں سکونت اختیار کی۔ چند ہی برسوں میں ان کی نسلی ترقی اس قدر ہوئی کہ قبطی انہیں رشک وحسد کی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔

فرعون کا عتاب

توریت میں لکھا ہے کہ فراعنہ مصر سے یوسفؑ کے بعد ایک فرعون تخت نشین ہوا اور وہ بنی اسرائیل کی قدر و منزلت سے ناواقف تھا۔ وہ نہ انہیں پہچانتا تھا اور نہ ان کے آباؤ اجداد سے آگاہ تھا لہٰذا اس نے ان کا خون مباح کر دیا اور ان سے خدمت کے کام لینے لگا۔ اس کے بعد کاہنوں نے یہ ظاہر کیا کہ عنقریب بنی اسرائیل میں ایک نبی ہونے والا ہے جو تمہارے ملک کا مالک اور تمہاری بربادی کا باعث بنے گا، اسی طرح اور جو کچھ اس واقعے کے متعلق انہیں معلوم تھا، اسے بتایا۔ فرعون نے پھر بنی اسرائیل کی نسل ختم کرنے کا بیڑہ اٹھالیا۔ اس نے ان مردوں کو عورتوں سے علیحدہ کر دیا اور لڑکوں کو قتل کرنے لگا۔ اسی حالت میں ایک زمانہ گزر گیا یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ عمران ابن قاہت بن لاوی بن یعقوب کے لڑکے تھے۔ ان کی ماں کا نام یوحانذ تھا جو لاوی کی لڑکی اور عمران کی پھوپھی تھیں۔ قاہت بن لاوی جناب یعقوبؑ کے ہمراہ مصر آئے تھے۔ عمران بن قاہت مصر میں پیدا ہوا۔ عمران کی تہتر برس کی عمر میں ہارون اور اسی برس کی عمر میں موسیٰؑ پیدا ہوئے۔ یوحانذ (مادر موسیٰ) نے بالہام خدا موسیٰؑ کو ایک صندوق میں رکھ کر دریا میں بہا دیا۔ ہمشیرہ موسیٰؑ دور سے کھڑی ہو کر اسے دیکھنے لگیں، اتفاق یہ کہ فرعون کی لڑکی اپنے خواصوں کے ساتھ دریا کی طرف آئی تھی، اس نے اس صندوق کو دریا سے نکلوایا۔ جب صندوق کھولا گیا تو موسیٰ کی صورت دکھائی دی، اسے آپ کی صورت دیکھ کر رحم آ گیا اور اسے آپ کی رضاعت کی فکر ہوئی۔ ہمشیرہ موسیٰؑ نے کہا اگر تم اجازت دو تو میں ایک دودھ پلائی لا دوں۔ فرعون کی لڑکی نے یہ بات منظور کر لی۔ اب موسیٰؑ کی بہن جا کر اپنی ماں کو بلا لائیں، یوں فرعون کی لڑکی نے موسیٰؑ کو ان کی ماں یوحانذ کے سپرد کر دیا۔ جب دودھ پلائی کی مدت پوری ہوگئی تو موسیٰ فرعون کی لڑکی کے پاس لائے گئے، اس نے ان کا نام موسیٰ رکھا اور خود ان کی پرورش کرنے لگی۔ موسیٰ نے کیونکہ فرعون کے گھر میں پرورش پائی تھی اور یہ بات ہر طرف مشہور تھی کہ فرعون کی بی بی آسیہ یا اس کی لڑکی نے آپ کو گود لیا ہے اسی وجہ سے اہل مصر آپ کا بہت لحاظ کرتے تھے، عام لوگوں کے دلوں میں آپ کا بہت بڑا رعب وداب تھا اور اسی تعلق سے قبطی آپ کے

ماموں تھے۔

موسیٰ کی گرفتاری

جب موسیٰ جوان ہوئے تو ایک روز دیکھا کہ ایک عبرانی (بنی اسرائیل) کو ایک مصری (قبطی) مار رہا ہے، آپ نے مصری کو اس فعل سے روکا مگر اس نے آپ کا کچھ خیال نہیں کیا، اس پر موسیٰ کو غصہ آ گیا اور آپ نے اسے ایک طمانچہ مارا، وہ مر گیا۔ دوسرے روز پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا مگر اس واقعے میں دونوں بنی اسرائیل تھے۔ موسیٰ نے غالب شخص کو ڈانٹ کر روکنا چاہا تو اس نے کہا اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ کَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ (القصص:19) (کیا تو نے ارادہ کرلیا ہے کہ مجھ کو قتل کر ڈالے گا جیسے کہ کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا) موسیٰ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور اس قتل کی خبر فرعون تک پہنچ گئی لہٰذا اس نے آپ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔

شادی کا واقعہ

حضرت موسیٰ اس واقعے سے مطلع ہو کر ارض مدین کی طرف نکل کھڑے ہوئے، اس وقت آپ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ مدین کے قریب پہنچ کر آپ نے دیکھا ایک چشمہ پر دو لڑکیاں کھڑی ہیں، آپ نے ان کے مویشیوں کو پانی پلا دیا۔ ان دونوں لڑکیوں نے اپنے باپ کو اس سے مطلع کیا پھر ان کے باپ نے ان میں سے ایک کا نکاح موسیٰ کے ساتھ کر دیا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ شعیبؑ بن نوفل بن عیقا بن مدین علیہ السلام نبی تھے لیکن طبری کہتا ہے کہ جس نے موسیٰ کا نکاح اپنی لڑکی سے کیا تھا وہ رعویل تھے جو مدین کے عالم تھے، ان کا اصل نام بیتر تھا۔ حسن بصری کا یہ بیان ہے کہ شعیبؑ بنی مدین کے سردار تھے۔

دین کی تبلیغ

بہر حال موسیٰ نے اپنے خسر شعیبؑ کے پاس قیام کیا اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوئے حتیٰ کہ اسی (80) برس کی عمر میں آپ پر وحی نازل ہوئی جبکہ آپ کے بھائی ہارونؑ پر وحی تراسی (83) برس کی عمر میں نازل ہوئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں فرعون کی طرف بھیجا تا کہ وہ بنی اسرائیل کو قبطی حکومت اور فرعون کے مظالم سے نجات دلا کر ارض مقدسہ کی طرف لے جائیں جس کے دینے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ سے کیا تھا چنانچہ موسیٰ اور ہارونؑ فرعون کے پاس گئے اور بنی اسرائیل کو دین حق کی دعوت دی، وہ لوگ ایمان لائے چنانچہ انہوں نے موسیٰ و ہارونؑ کی اتباع کی پھر انہوں نے فرعون سے بنی اسرائیل کے آزاد کرنے کے لئے کہا۔ موسیٰ نے عصا دکھایا اس نے انہیں جھٹلایا اور ساحروں کو جمع کیا پھر سب ساحر موسیٰ پر ایمان لائے جیسا کہ قرآن میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

ہجرت کا حکم

ان واقعات کے بعد فرعون نے موسیٰ کو جھٹلانے اور بنی اسرائیل کو تکالیف سے ختم کرنے کی طرف دھیان دیا۔ فرعون نے کوئی دقیقہ ان کو ستانے کا نہ چھوڑا، بحکم باری عزاسمہ، فرعون اور اس کی قوم کو دس مشکلات یکے بعد دیگرے پیش آئیں، جو ہر ایک موسیٰ کی دعا سے رفع ہوتی گئیں، لیکن فرعون اور مصری ایمان نہیں لائے۔ آخر موسیٰ کو مع بنی اسرائیل کے مصر سے ہجرت کا حکم ہوا۔

ہدایات خدا

توریت میں لکھا ہے کہ روانگی کے وقت بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہر خاندان بکرے یا دنبے کی قربانی کریں، اگر کسی میں اس کی طاقت نہ ہو تو وہ اپنے ہمسایہ کے ساتھ شریک ہو جائیں۔ وہ ہاتھ پاؤں اور سر کے سوا اور باقی گوشت کھائیں یعنی ان کی ہڈی نہ توڑیں اور علامت کی غرض سے چلتے وقت اس کا خون دروازوں پر لگا دیں۔ گھر کے باہر کوئی چیز نہ چھوڑیں اور روانگی کے دن اور اس کے بعد سات دن تک نان فطیر کھائیں۔

بعد ازاں فصل ربیع کے چودھویں روز مصر سے ارض مقدسہ کی طرف رات کے وقت لاٹھیاں ہاتھوں میں لئے ہوئے بوڑھے جوان لڑکے حسب ترتیب نکلیں اور جو کچھ رات کے کھانے سے بچ جائے، اسے جلا دیں۔

روانگی کا دن

ان کی روانگی کے دن کو ان کے لئے اور ان کی آئندہ نسلوں کے لئے عید کا دن مقرر کیا گیا، اسی کو وہ لوگ عید الفصیح کہتے ہیں۔ توریت میں یہ بھی مذکور ہے کہ اسی رات بنی اسرائیل نے غصہ دلانے کی غرض سے قبطیوں کی لڑکیوں کو قتل کر دیا اور ان کے مویشیوں اور چوپایوں کو ہلاک کر دیا۔

ہجرت کا آغاز

بنی اسرائیل کو یہ بھی حکم دیا گیا تھا کہ قبطیوں سے قیمتی زیورات ادھار لے لیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ پھر رات کے وقت اپنے مال و اسباب اور مویشیوں کے ساتھ مصر سے نکلے اور حضرت یوسفؑ کا تابوت نکال کر اپنے ہمراہ لے لیا جیسا کہ انتقال کے وقت آپ نے وصیت کی تھی۔

بنی اسرائیل کا پیچھا

بنی اسرائیل کی تعداد اس وقت چھ لاکھ یا کچھ اس سے زیادہ بیان کی جاتی ہے۔ جب وہ دریا کے کنارے پہنچ گئے تو فرعون کو ان کے جانے کی خبر لگی۔ اس نے فوراً مصر کے گرد و نواح کے شہروں سے کچھ فوجیں جمع کر لیں اور ان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ جس وقت بنی اسرائیل دریائے نیل کے ساحل پر کوہ طور کے سامنے پہنچے، اسی وقت فرعون بھی اپنا لشکر لئے ہوئے آ پہنچا۔ موسیٰ نے خدا کے حکم پر اپنا عصا دریا پر مارا تو دریا پھٹ گیا اور سات راستے ظاہر ہو گئے۔ موسیٰ پھر بنی اسرائیل کے ساتھ اس میں سے گزر گئے۔ جب فرعون مع اپنے لشکر کے ان کے تعاقب میں آگے بڑھا تو نصف دریا تک پہنچا ہو گا کہ موج کے تھپیڑوں نے اسے اور اس کی فوج کو ہلاک کر دیا۔

کوہ طور میں اقامت

یوں بنی اسرائیل دریا عبور کر کے دامن طور میں مقیم ہوئے اور موسیٰ کے ساتھ تسبیح میں مصروف ہوئے۔ وہ تسبیح یہ تھی نسبح الرب البهى الذى فخر الجنود و بند فرسانها فى البحر المنيع المحمود۔ اس وقت مریم ہمشیرہ موسیٰ و ہارون بھی دف لئے ہوئے بنی اسرائیل کی عورتوں میں سبحان الرب القهار الذى قهر الخيول وركبانها والقاها فى البحر ترتیل سے پڑھ رہی تھیں۔

احکام عشرہ

اس کے بعد موسیٰ کوہ طور پر مناجات کرنے کو گئے، وہاں پر اللہ تعالیٰ نے آپ سے کلام کیا، معجزات مرحمت فرمائے اور لواح نازل کیں۔ بنی اسرائیل کا یہ خیال ہے کہ یہ وہ دو لوحیں تھیں جن میں کلمات عشرہ تھے (یعنی کلمہ توحید۔ محافظت علی السبت ترک الاعمال فیہ (یعنی شنبہ کے دن کچھ کام نہ کرنا) والدین کے ساتھ نیکی کرنا۔ قتل۔ زنا۔ تے اور جھوٹی گواہی سے بچنا۔ اپنے پڑوسی کے گھر، اس کی عورت اور اسباب کی طرف بری نگاہوں سے نہ دیکھنا۔

نزول الواح کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل جب دریا عبور کر کے طور سینا کے قریب مقیم ہوئے، حضرت موسیٰ طور پر چڑھ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے باتیں کیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل اس انعام کا کہ فرعون سے انہیں نجات ملی ہے، اس طور سے شکر یہ ادا کریں کہ تین روز تک برابر غسل کریں، کپڑے دھوئیں اور تیسرے روز طور کے ارد گرد جمع ہوں۔ بنی اسرائیل نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس دن طور پر دفعتہً ایک ابر محیط ہو گیا جس میں رعد و برق کی چمک اور تڑپ تھی، بنی اسرائیل یہ دیکھ کر حیرت زدہ جہاں پر تھے وہیں کھڑے رہ گئے۔ اس کے بعد طور

کو دھوئیں نے ڈھانپ لیا جس کے وسط میں ایک نور کا ستون تھا، اس کے بعد ایک زلزلہ عظیم محسوس ہوا جس سے طور کا ہر پتھر کانپ اٹھا اور رعد کی تڑپ مزید زیادہ سنی جانے لگی۔ اس وقت موسیٰؑ کو حکم دیا گیا کہ بنی اسرائیل وصایا اور احکام شرعیہ سننے کے لئے قریب آئیں مگر بنی اسرائیل خوف کے مارے آگے نہ بڑھ سکے۔ تب یہ حکم ہوا کہ ہارونؑ حاضر ہوں اور بنی اسرائیل کے علماء ان کے قریب کھڑے رہیں چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر الواح نازل فرمائیں۔ چالیس راتوں کے گزرنے کے بعد یوں خدا تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔

موسیٰ کا بے ہوش ہونا

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کلام کیا تو آپ نے انہیں دیکھنے کی تمنا ظاہر کی۔ حکم ہوا "تم نہ دیکھ سکو گے البتہ پہاڑ کی طرف دیکھو، اگر وہ اپنی اصلی حالت پر رہ جائے تو شاید تم مجھے دیکھ سکو۔" حضرت موسیٰؑ کا پہاڑ کی طرف نظر اٹھانا تھا کہ تجلی باری کی تاب نہ لا سکے اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو اپنی اس جسارت کی اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی، اس کے بعد خدا تعالیٰ نے انہیں توریت کے بہت سے حلت و حرمت کے احکام بتائے۔

ہارونؑ کا قائم مقام ہونا

موسیٰؑ جس وقت کوہ طور پر جانے لگے تھے تو اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو بنی اسرائیل میں قائم مقام کر گئے، وہ انہیں ہر حکم کی بجا آوری اور ممنوع چیزوں سے احتراز کی تعلیم کرتے تھے۔ بنی اسرائیل نے ہارونؑ کے کہنے سے ایک گڑھا کھود کر اس میں آگ روشن کی اور ان زیورات کو جو روانگی کے وقت مصر میں قبطیوں سے ادھار لئے تھے، آگ میں ڈال دیا کیونکہ اب زیورات ان پر حرام ہو چکے تھے۔

سامری کی آمد

اس دوران سامری اپنے ہمراہیوں کو لئے ہوئے آیا اور اس پر کوئی (جادو والی) چیز ڈال دی جو اس کے پاس موجود تھی جس سے وہ عجل یعنی گئو سالہ بن گیا۔ بنی اسرائیل پھر اس کی پرستش کرنے لگے۔ حضرت ہارونؑ اس خیال سے کہ بنی اسرائیل میں اختلاف نہ پیدا ہو جائے، خاموش رہے۔

حضرت موسیٰؑ کی ناراضی

حضرت موسیٰؑ کوہ طور سے مناجات کر کے واپس ہوئے تو بنی اسرائیل کو گئو سالہ پرست پایا، اس کی اطلاع آپ کو کوہ طور ہی پر دی گئی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ بہت برہم ہوئے اور لوحوں کو پھینک دیا۔ ہارونؑ کے بال پکڑ کر کھینچے۔ ہارونؑ نے معذرت کی يَابْنَ أُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي (طٰهٰ:94) (یعنی اے میرے بھائی! میری داڑھی اور میرے سر کے بال پکڑ کر نہ کھینچو، میں یہ ڈرا کہ مبادا تم یہ نہ کہو کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفریق پیدا کر دی اور میرے حکم کا انتظار نہ کیا) موسیٰؑ نے یہ سن کر ہارون کے بال چھوڑ دیئے پھر اس گئو سالہ کو جلا کر دریا میں پھینک دیا۔

جب حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے نجات پانے کی خبر ان کے خسر شعیبؑ (یا یثرو) تک پہنچی تو وہ مدین سے مع اپنی لڑکی صفورا زوجہ موسیٰؑ اور اس کے دونوں لڑکوں جرشوں، عازر کو ہمراہ لے آئے۔ موسیٰؑ نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ بنی اسرائیل نے بھی ان کی بہت عزت کی۔ اس کے بعد بنی اسرائیل میں جب آپس کے جھگڑے بڑھنے لگے تو بحکم الٰہی آپ نے ہر سو یا پچاس یا دس آدمیوں پر ایک ایک افسر مقرر کیا جو ان کے قضایا اور آپس کے جھگڑوں کا فیصلہ کرتا تھا جبکہ حضرت موسیٰؑ اہم اور دشوار و پیچیدہ معاملات کو فیصل کرتے تھے۔

شہادت کا تابوت

بعد ازاں موسیٰؑ کو شمشاد دیا گیا، سنوط کی لکڑی اور چوپایوں کی کھالوں اور بھیڑوں کی اون سے قبہ عبادت اور وحی بنانے اور اسے حریر اور سونا

اور چاندی سے مڈھنے کا حکم دیا گیا جیسا کہ اس کی تفصیلی کیفیت توریت میں موجود ہے۔

عبادت کا قبہ

یہ قبہ عبادت اور وحی فصل ربیع کے پہلے دن نصب کیا گیا اور اس میں تابوت شہادت رکھا گیا۔ توریت میں درج ہے کہ قبہ عبادت گئوسالہ پرستی سے قبل موجود تھا اور وہ یہودیوں کے لئے خانہ کعبہ کی حیثیت رکھتا تھا، اسی کی طرف اور اسی میں بنی اسرائیل نمازیں پڑھتے تھے اور اسی سے تقرب کرتے تھے۔ قربان گاہ کی تمام خدمت خدا کی ہدایت پر ہارونؑ کو سپرد کی گئی تھی۔ جب موسیٰؑ اس میں داخل ہوتے تھے تو بنی اسرائیل اس کے اردگرد کھڑے ہوتے تھے اور ایک ابر کا ٹکڑا اس کے دروازے پر نمودار ہوتا تھا۔ بنی اسرائیل یہ دیکھتے ہی سجدہ میں گر پڑتے تھے۔ خدا تعالیٰ پھر اسی ابر کے ٹکڑے سے ہم کلام ہوتا تھا اور موسیٰؑ کروبیوں کے روبرو خاموش کھڑے رہتے تھے۔ جب کوئی حکم الٰہی صادر ہوتا تھا تو وہ اس سے بنی اسرائیل کو آگاہ کرتے تھے۔ جب کبھی بنی اسرائیل میں کسی بات پر جھگڑا ہوتا تھا تو وہ موسیٰؑ کو حکم بناتے تھے۔ جب وہ اس کا فیصلہ نہ کر سکتے تو وہ اسی قبہ و قربان گاہ کی طرف آتے اور تابوت کے پاس فرشتوں کے روبرو خاموش کھڑے ہو جاتے اور مناجات کرتے تھے تب وحی نازل ہوتی اور مقدمات کا فیصلہ ہو جایا کرتا تھا۔

شام کی سمت جانا

بنی اسرائیل شام سے نکل کر سینا کے میدان میں گرمیوں کے موسم کے شروع میں آئے تھے اور تقریباً تین مہینہ تک وہاں مقیم رہے، اس کے بعد حکم باری سے شام اور بیت المقدس کے علاقوں کی طرف روانہ ہوئے جس کے دینے کا خدا تعالیٰ نے وعدہ حضرت ابراہیم اور اسحاق و یعقوب صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین سے کیا تھا۔ موسیٰؑ نے روانگی کے وقت بنی اسرائیل کو شمار کیا، اس وقت بیس برس کی عمر سے اس سن تک کے آدمی جو مسلح ہو سکتے تھے، چھ لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ تھے۔ انہوں نے پھر جہاد کی غرض سے لشکر کو آراستہ کیا اور میمنہ اور میسرہ مرتب کر کے ہر سبط کے لئے مقام مقرر فرمایا۔ تابوت شہادت اور مذبح کو قلب میں رکھا اور اس کی خدمت بنی لاوی کو سپرد کر کے انہیں جدال و قتال سے بری کر دیا۔ وہ پھر بریہ فاران کی طرف بڑھے۔

حضرت موسیٰؑ نے فاران کے قریب پہنچ کر بارہ اسباط سے بارہ آدمیوں کو قوم جبارین کی خبر لانے کے لئے روانہ کیا، یہ لوگ جس وقت کنعانین اور عمالقہ کے شہروں میں پہنچے تو ان کی عظمت اور قوت دیکھ کر گھبرا گئے۔ وہ وہاں سے ناامید و افسردہ دل ہو کر لوٹے اور بنی اسرائیل کو ان کی قوت و سطوت سے آگاہ کیا مگر یوشع بن نون بن الیشا بن عمیہون بن بارص بن لعدان بن تاحس بن ثالح بن اراشف ابن رافع بن بریعا بن افرائیم بن یوسفؑ اور کالب بن یوفنا بن حصرون بن بارص بن یہودا ابن یعقوبؑ نے صرف موسیٰؑ اور ہارونؑ سے ان کی خبریں بیان کیں۔ یہ دونوں وہی باشندے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص انعام سے سرفراز فرمایا تھا۔

یوں بنی اسرائیل کنعانیوں اور عمالقہ کی طاقت کا سن کر ڈر گئے اور انہوں نے ان سے مڈبھیڑ کرنے اور ارض مقدسہ کی طرف جانے سے اس وقت تک انکار کر دیا جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو دوسروں کے ہاتھوں ہلاک نہ کر دے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے ان کی اس نافرمانی پر سخت ناراضی ظاہر کی اور کالب اور یوشع کے سوا ان لوگوں پر ارض مقدسہ میں داخل ہونا ممنوع کر دیا۔

خدا تعالیٰ کا عتاب

اب بنی اسرائیل چالیس برس تک سینا اور فاران کے صحرا میں جبال شراۃ و سرزمین ساعیر و بلاد کرک و شوبک کے درمیان حیران اور پریشان پھرتے رہے۔ حضرت موسیٰؑ ان کے پیچھے پیچھے اللہ تعالیٰ سے اس کے رحم کا سوال کرتے رہے اور ان کی سختیوں کو خدا سے دعا کر کے دور کرتے رہے۔ انہیں ایام میں جب بنی اسرائیل نے بھوک کی شکایت کی اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے من (یہ سفید رنگ کے دانے دھنیے کے دانوں کی طرح

زمین پر منتشر ملتے تھے) نازل فرمایا۔ بنی اسرائیل اسے پیس کر اس کی روٹیاں پکا کر کھاتے تھے۔ اس کے بعد جب انہیں گوشت کی خواہش ہوئی تو خدا تعالیٰ نے سلویٰ ان کی طرف بھیجے۔ یہ ایک قسم کے پرند تھے جو دریا کی جانب سے آتے تھے، یوں وہ مدتوں من کی روٹیاں اور سلویٰ کے کباب کھاتے رہے پھر بنی اسرائیل نے پانی طلب کیا جس پر موسیٰ کو پتھر پر عصا مارنے کا حکم ہوا اس کے بعد زمین سے بارہ چشمے نکلے۔

ان واقعات کے بعد قودح الصیبر بن قاہث (موسیٰ بن عمران بن قاہث کے چچازاد بھائی) نے حضرت موسیٰؑ کی مخالفت شروع کی اور وہ ان کی شان کے خلاف نازیبا کلمے کہنے لگا۔ بنی اسرائیل کا ایک گروہ اس کے ساتھ ہو گیا تب اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین پھٹ گئی اور تمام مخالفین موسیٰؑ اس میں دھنس گئے۔ بعدازاں بنی اسرائیل نے دشمنوں کی طرف بڑھنے کا قصد کیا تو موسیٰؑ نے انہیں روکا لیکن وہ اپنے ارادہ سے باز نہیں آئے، وہ عمالقہ کے پہاڑوں پر چڑھ گئے، فریقین میں جنگ ہوئی۔ عمالقہ نے انہیں شکست دے دی۔ موسیٰؑ بنی اسرائیل کے لئے استغفار کرتے رہے۔

ہارونؑ کا انتقال

حضرت موسیٰ نے پھر ادوم سے ارض مقدس جانے کی کوشش کی لیکن انہیں راہ نہیں ملی۔ اس کے بعد ہارونؑ کا ایک سو تیئس برس کی عمر میں یوم خروج کے چالیسویں برس میں انتقال ہوا۔ بنی اسرائیل کو ان کے انتقال سے سخت صدمہ ہوا کیونکہ ہارونؑ ان پر کمال عنایت کرتے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ ہارونؑ کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے عیزار ان کے قائم مقام ہوئے۔

بنی اسرائیل کی لڑائیاں

اس کے بعد بنی اسرائیل نے کنعانیوں کے بعض بادشاہوں سے لڑائی کی اور انہیں شکست دی۔ انہوں نے ان کا مال و اسباب اور جو کچھ ان کے پاس تھا، لوٹ لیا اور پھر سیحون کے بادشاہ عمور (کنعان) سے اس کے ملک سے ہو کر ارض مقدسہ جانے کی اجازت طلب کی۔ سیحون نے اس سے انکار کر دیا اور اپنی ساری قوم جمع کر کے بنی اسرائیل سے لڑا۔ بنی اسرائیل نے اسے بھی شکست دی پھر اس کے ملک پر حدود بنی عمون تک قبضہ کر لیا۔ وہ پھر وہیں اتر پڑے۔ یہ شہر بنو موآب کے تھے اور ان پر کسی زمانے میں سیحون قابض ہو گیا تھا۔ اس کے بعد یہ لوگ کنعان کے ایک با اثر سردار عوج بن عنق اور اس کی قوم سے لڑے۔ وہ ہار گیا تو اسے اور اس کی اولاد کو قتل کر ڈالا اور اس کے ممالک کے اردن کے اطراف اریحا تک وارث اور مالک بن گئے۔ یہ واقعات سن کر بادشاہ بنی موآب بنی اسرائیل سے اتنا خائف ہوا کہ اس نے بنی مدین سے مدد طلب کی اور انہیں اپنا معین اور حامی بنا کر بلعام بن باعور سے مدد کا خواستگار ہوا۔ بلعام بن باعور ایک زاہد، مستجاب الدعوات اور خوابوں کی تعبیر بیان کرنے والا شخص تھا وہ بلاد بنی عمون و بنی موآب کے درمیان رہتا تھا۔ جس وقت اس نے موآب کے بادشاہ کی خواہش پر دعا کرنے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعے اسے دعا کرنے سے منع کیا۔ لیکن بادشاہ بنی موآب کے اصرار سے وہ مجبور ہو کر بادشاہ کے ساتھ بلند اور اونچے مقام پر چڑھ گیا۔ بادشاہ نے پھر اسے بنی اسرائیل کا لشکر گاہ دکھایا تو اس نے ان کے لئے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے بول اٹھا: "یہ لوگ موصل تک قابض ہو جائیں گے، اس کے بعد ایک گروہ روم سے نکلے گا وہ ان پر غالب آئے گا۔" بادشاہ بنی موآب کو بلعام کے ان کلمات پر غصہ آیا، وہ اپنے شہر کو لوٹ گیا۔

خدا کا عذاب

اس کے بعد بنی اسرائیل موآب اور مدین کی لڑکیوں کے ساتھ زنا کرنے لگے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا غضب نازل فرمایا اور ان میں طاعون کی بیماری پھیلا دی جس سے چوبیس ہزار بنی اسرائیل مر گئے۔ ایک دن فنحاص بن عیزار بن ہارونؑ ایک بنی اسرائیل کے خیمے میں گھس گئے، وہ بنی مدین کی ایک عورت کو لئے ہوئے سو رہا تھا۔ فنحاص کو اتنا غصہ آیا کہ برداشت نہ کر سکے اور دونوں کو ایک ایسا نیزہ مارا کہ دونوں چھد گئے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل سے قہر اٹھ گیا اور طاعون دفع ہو گیا۔

بنی مدین پر حملہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور عیزار (عزیر) بن ہارون کو بنی اسرائیل کے شمار کرنے کا حکم دیا۔ چالیس سالہ مدت پوری ہو جانے اور بنی اسرائیل کے اس گروہ کے فنا ہونے کے بعد جس پر ارض مقدسہ میں داخل ہونا حرام کر دیا گیا تھا حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو بنی مدین پر جنہوں نے کہ بنی موآب کی مدد کی تھی، حملہ کرنے کا حکم دیا۔ موسیٰ نے بارہ ہزار فوج کو فنحاص بن عیزار کی ماتحتی میں بنی مدین کی طرف روانہ کیا۔ بنی مدین جی توڑ کر لڑے اور بنی اسرائیل کے ہر حملے کا مسلسل جواب دیتے رہے۔ لیکن آخر کار بنی اسرائیل فتح یاب ہوئے اور انہوں نے ان کے بادشاہ کو قتل کر ڈالا، ان کی عورتوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے اموال کو باہم تقسیم کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے بنی مدین، عموریین، بنی عمون، بنی موآب کے ممالک چھین لئے اور انہیں تقسیم کر کے اردن کے کنارے جا اترے۔

موسیٰ علیہ السلام کا انتقال

خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا ''میں نے تم کو اردن سے فرات تک کا مالک کر دیا جیسا کہ تمہارے آباؤ اجداد سے وعدہ کیا تھا'' اس نے پھر کسی مصلحت سے بنی اسرائیل کو عیصو کی لڑائی سے منع کر دیا اور ان کی شریعت، احکام اور وصایا کی تکمیل کر کے موسیٰ کو ایک سو بیس (120) برس کی عمر میں اپنے پاس بلا لیا۔ یوم وفات حضرت موسیٰ نے یوشع سے یہ عہد لیا کہ وہ بنی اسرائیل کے ساتھ ارض مقدسہ جائیں، وہیں مقیم ہوں اور اس شریعت پر جو کہ ان پر فرض کی گئی ہے، عمل کریں۔ موسیٰ تکفین کے بعد سرزمین موآب کی وادی میں دفن کر دیئے گئے، ان کی قبر کو آج کوئی نہیں جانتا۔

طبری لکھتا ہے کہ موسیٰ نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی وہ عہد فریدوں میں بیس برس اور زمانہ حکومت منوچہر میں ایک سو برس رہے۔ موسیٰ کے فوت ہونے کے بعد یوشع اریحا کی طرف بڑھے اور قوم جبارین کو شکست دی۔ اس وقت بلعام بن باعور جباریوں کے ساتھ تھا، اس نے یوشع کے لئے بددعا کی مگر وہ قبول نہیں ہوئی الٹی قوم جبارین پر لوٹا دی گئی۔ سدی لکھتا ہے کہ بلعام بن باعور بلقاء کا رہنے والا تھا اور اسم اعظم جانتا تھا جب کنعانیوں نے اس سے دعا کی خواہش کی، تو پہلے تو اس نے انکار کیا مگر جب کنعانیوں نے زیادہ اصرار کیا، تو اس نے ان کی درخواست قبول کر لی۔ اس نے پھر بنی اسرائیل کے لئے جبل حسان پر چڑھ کر بددعا کی، اللہ تعالیٰ نے اس کی بددعا الٹا دی۔ توریت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بلعام بن باعور زمانہ موسیٰ میں تھا اور انہی کے دور میں مارا گیا۔

شام پر حملہ

سدی اریحا کی فتح کی کیفیت اس طور سے بیان کرتا ہے کہ موسیٰ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل تابوت شہادت ہمراہ لئے ہوئے نہر اردن عبور کر کے کنعانیوں کے مقابل ہوئے۔ جنگ کے دن آفتاب غروب ہو گیا تھا لہٰذا یوشع کی دعا سے آفتاب ٹھہر گیا، اس کے بعد جلد ہی کنعانیوں کو شکست ہوئی اس کے بعد وہ اریحا کا چھ مہینہ تک محاصرہ کیے رہے۔ ساتویں مہینے بنی اسرائیل نے ایسا بلہ اور قوی حملہ کیا کہ شہر پناہ ٹوٹ گئی، یوں بنی اسرائیل شہر میں داخل ہو گئے انہوں نے اہل شہر کو گرفتار اور قتل کیا بعض محلات کو جلا دیا اور آپس میں کنعانیوں کے ممالک کو تقسیم کر لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔

عمالقہ سے لڑائی

تاریخ کی کتب میں لکھا ہے کہ عمالقہ جو شام میں تھے اور جن سے یوشع لڑے تھے اور ان کے سب سے آخری بادشاہ کو قتل کر ڈالا، اس کا نام سمیدع بن ہوبر بن مالک تھا۔ یوشع اس سے اور بنی مدین سے انہیں کے ممالک میں لڑے تھے، اسی واقعے کی طرف عوف بن سعید الجرہمی اشارہ کرتا ہے۔ الم تر ان العلقمی بن ھو بر بایلم امسی لحمد قد تواترت علیه عن یهود حجافل ثمانون الفا حاسرین ودرعا ...... (کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ابن ہوبر علقمی کا گوشت مقام لیلہ میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ لشکر ہائے یہود نے اس پر حملہ کیا جن کی تعداد اسی ہزار تھی۔ ان میں بعض بے زرہ کے تھے اور چند زرہ پہنے تھے۔)

عمالقہ کا بیان

ان عمالقہ کے نسب میں علمائے نسب کے نزدیک جو اختلاف تھا، اسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ بلاشبہ یہ لوگ عملیق بن لاوذ یا عمالق بن الیفاز بن عیصو ثانی کی نسل سے ہیں، بنی اسرائیلی علماء اور علمائے عرب کا یہی خیال ہے۔

باقی رہے اور گروہ جو شام میں ان دنوں موجود تھے، ان میں اکثر بنی کنعان سے تھے جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے اور ان کے شعوب بھی ہم بیان کر چکے ہیں۔ بنی ادوم عمون کی اولاد اور بنی موآب لوطؑ کی نسل سے ہیں۔ تیسرے ان میں سے اہل یستعیر اور جبال شرات ہیں جو کہ بلاد کرک و شوبک و بلقاء ہیں۔ اس کے بعد بنی فلسطین بنی حام سے حکمران ہوئے، ان کے بادشاہ کا نام جالوت تھا اور وہ کنعانیوں میں سے تھا۔ بعد ازاں بنی مدین اور عمالقہ ہوئے۔

بنی اسرائیل کو کیونکہ سوائے کنعانیوں کے ممالک کے دوسرے شہروں کی طرف بڑھنے کی اجازت نہیں تھی لہٰذا انہیں کے ممالک پر انہوں نے قبضہ حاصل کیا اور اسی کو باہم تقسیم کیا۔ انہیں کی انہیں میراث ملی اور غیر کنعانیوں کے ملک میں ان کے سوائے معمولی تصرف کے اور کوئی بات حاصل نہیں تھی۔

حجاز پر چڑھائی

تاریخ کی کتب میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل نے ملک شام پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے چند لوگوں کو حجاز پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کیا تھا کیونکہ ان دنوں وہاں عمالقہ کا ایک گروہ رہتا تھا جو جاسم کے نام مشہور تھا اور ان کے بادشاہ کا نام ارم بن ارقم تھا۔ بنی اسرائیل نے اسے اور اس کی قوم کو زیر کیا اور بعد فتح یابی کے شام کی طرف واپس ہوئے، لیکن شام کی فتح کے بعد بنی اسرائیل نے اس فاتح گروہ کو شام میں داخل نہ ہونے دیا اور مجبور کر کے انہیں حجاز اور یثرب (مدینہ) کے بلاد کی سمت جنہیں انہوں نے فتح کیا تھا، لوٹا دیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے شام سے واپس ہو کر فتح کی تکمیل کی اور وہیں مقیم ہو گئے۔ انہیں کی پچھلی نسلوں سے یہود خیبر، قریظہ اور نضیر ہیں۔ لیکن بعض یہود اس واقعہ کا اعتراف نہیں کرتے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ طالوت کے دور حکومت میں گزرا ہے۔ واللہ اعلم۔

باب:۱۳

بنی اسرائیل کی حکمرانی کے دور کا آغاز

حضرت یوشع کے انتقال اور فتح مکمل ہونے کے بعد بنی اسرائیل نے اپنی شریعت کی پابندی چھوڑ دی اور اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے احتراز کرنے لگے۔ جب وہ کمزور ہوئے تو دیگر قومیں جو سرزمین شام میں رہتی تھیں، وہ ہر طرف سے بنی اسرائیل پر حملے کرنے لگیں۔ بنی اسرائیل کا ان دنوں یہ دستور ہو گیا تھا کہ وہ شوریٰ سے تمام کام کرتے اور ایک شخص کو اپنی جماعت سے منتخب کر لیتے تھے۔ انہیں یہ اختیار حاصل تھا کہ جب وہ چاہتے کسی دوسرے کو جسے وہ افضل سمجھتے تھے، اسے قائم مقام بنا دیتے تھے۔ کبھی کبھی کوئی نبی بھی ان میں مبعوث ہو جاتا تھا جو وحی اور الہام کے ذریعے ان کے کاموں کو سرانجام دیتا تھا۔ اسی کیفیت اور حالت میں بنی اسرائیل نے تین سو برس گزارے اور ان میں کوئی زبردست بادشاہ نہیں ہوا۔ اطراف و جوانب کے حکمران انہیں اپنے ہتھیاروں سے ڈراتے رہے یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے اپنے نبی شمویل سے التجا کی ان میں بھی ایک طاقت ور بادشاہ پیدا کیا جائے چنانچہ پہلے طالوت اور اس کے بعد داؤدؑ بادشاہ ہوئے۔ اس کے بعد ان کی سلطنت مضبوط ہو گئی اور ان کے دشمن ذلیل و خوار ہو گئے جیسا کہ ہم آئندہ ذکر کریں گے۔

اس زمانے کو جو یوشع اور طالوت کے درمیان گزرا ہے، اسے زمانہ حکام اور زمانہ شیوخ کہتے ہیں۔ ہم ان تمام واقعات کو جو اس زمانے میں گزرے ہیں، بالترتیب صحیح طریقے سے بیان کیا چاہتے ہیں جیسا کہ طبری اور مسعودی نے لکھا ہے اور ان سے صاحب حماۃ نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ ہروشیوش مورخ روم نے اپنی کتاب میں اور اس کے مترجمین علماء قرطبہ اور قاسم ابن اصبغ نے بھی انہیں تحریر کیا ہے۔

اریحا کی فتح

مورخین نے بیان کیا ہے کہ یوشع اریحا کی فتح کے بعد ابلس کی طرف بڑھے اور اس پر قبضہ کر لیا، انہوں نے وہیں یوسف کے تابوت کو دفن کیا جسے جناب یوسف صدیق کی وصیت کے مطابق بنی اسرائیل مصر سے روانگی کے وقت اپنے ہمراہ لائے تھے۔ طبری کہتا ہے کہ یوشع نے فتح اریحا کے بعد شہر عانی (یہ بھی ملوک کنعان کا تھا) پر چڑھائی کی تھی اور اس کے بادشاہ کو قتل کر کے شہر جلا دیا تھا۔ اس کے بعد حیقون بادشاہ عمان اور بارق بادشاہ یروشلم یوشع کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جزیہ دے کر صلح کر لی تھی۔

شام کے حکمرانوں کی اطاعت

بعد ازاں اطراف دمشق سے شاہ ارمن نے حیقون پر حملہ کیا جس نے یوشع سے امداد مانگی۔ یوشع نے اس کی امداد کی اور ان کے لشکر نے شاہ ارمن کا حوران تک تعاقب کیا اور اسے گرفتار کر کے وہیں سولی دے دی۔ اس کے بعد شام کے تقریباً اکتیس بادشاہوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔ اسی زمانے میں انہوں نے قیساریہ پر بھی قبضہ حاصل کر لیا اور وہ ملک بنی اسرائیل کے مابین تقسیم کر دیا۔ جبل مقدس کالب بن یوقنا کو مرحمت کیا چنانچہ یہ بنی یہودا کے ساتھ شہر یروشلم میں رہنے لگے۔ انہوں نے قبہ عبادت جس میں تابوت شہادت تھا، قربان گاہ اور میز اور شمعدان کو صخرا پر بیت المقدس میں رکھا۔ اس وقت بنی افرائیم کنعانیوں سے جزیہ لیتے تھے۔ اس کے بعد یوشع کا انتقال ہو گیا۔

یوشعؑ کا انتقال

سفر الحکام سے معلوم ہوتا ہے کہ یوشعؑ اپنی حکومت کے اٹھائیسویں سال ایک سو بیس برس کی عمر پا کر فوت ہوئے۔طبری لکھتا ہے کہ جناب موصوف نے ایک سو چھبیس (126) برس کی عمر پائی مگر پہلی روایت زیادہ قابل وثوق اور صحیح ہے۔طبری کا یہ بھی بیان ہے کہ بنی اسرائیل میں یوشعؑ نے بیس برس زمانہ منوچہر میں اور سات سال عہد افراسیاب میں حکومت کی۔یہ یاد رہے کہ شاہ یمن شمر بن شمر بن الملوک حمیری، زمانہ موسیٰ و بنی ظفار میں تھا اور اسی نے عمالقہ کو یمن سے نکال کر باہر کیا تھا۔

حضرت یوشعؑ کے بعد کالب بن یوقنا بن حصرون بن بارص بن یہودا بنی اسرائیل کے مصلح اور مدبر جبکہ فخاص بن عیزر بن ہارونؑ بنی اسرائیل کی نماز اور قربان گاہ کے متولی ہوئے۔طبری لکھتا ہے کہ کالب کے ساتھ خرقیل بن یودی بھی ان کی مدد کرتے تھے۔انہیں ولد العجوز (بڑھیا زادہ) بھی کہتے تھے۔کیونکہ وہ بطن مادر سے اپنی والدہ کے بوڑھی اور بانجھ ہونے کے بعد پیدا ہوئے تھے۔وہب ابن منبہ سے روایت کی گئی ہے کہ حزقیل نے کالب کے بعد بنی اسرائیل کی اصلاح کی تھی مگر اس بات کا ذکر سفر الحکام میں نہیں آیا ہے۔

یوشعؑ کے انتقال کے بعد بنی یہودا اور بنی شمعون جمع ہو کر کنعانیوں سے جنگ کرنے کے لئے گئے۔انہوں نے انہیں قتل کیا، ان کے شہروں کو لوٹ لیا اور ان کے بادشاہ کو مار ڈالا۔بنی اسرائیل نے پھر غزہ اور عسقلان کو فتح کر کے تمام پہاڑیوں پر قبضہ حاصل کر لیا مگر غور سے نہ لڑے اور نہ اسے مارا۔

کوشان شقنائم کا ذکر

اس وقت سبط بنیامین کے حصے میں یونانیوں کے ممالک تھے لہٰذا وہ ان سے خراج لیتے تھے۔رفتہ رفتہ یہ ان میں مل جل گئے اور جلد ہی بنی اسرائیل کے اکثر لوگ یونانیوں کے بتوں کی پرستش کرنے لگے۔تب خدا تعالیٰ نے ان پر بادشاہ جزیرہ کو مسلط کر دیا جس کا نام کوشان شقنائم (یعنی اظلم الظالمین) تھا۔اس کی نسبت لوگوں کے مختلف بیان تاریخ میں ملتے ہیں، بعض اس کو شاہ ارمن و جزیرہ و دمشق و حوران وصید تحریر کرتے ہیں اور دیگر اسے بحرین کا حاکم بتلاتے ہیں۔کوئی کہتا ہے کہ یہ اروم کی اولاد سے ہے لیکن طبری کہتا ہے کہ یہ لوطؑ کی نسل سے تھا، بہر حال کالبؑ بن یوقنا کی وفات کے بعد بنی اسرائیل آٹھ برس تک کوشان شقنائم کے ماتحتی میں رہے۔

کوشان سے لڑائی

اس کے بعد عشنیال بن قناز بن یوقنا برادر زادہ کالب بنی اسرائیل کے پیشوا اور ان کے کاموں کے مدبر ہوئے اور وہ کوشان سے لڑے، انہوں نے اسے قتل کر کے بنی اسرائیل کو اس کی غلامی سے نکالا۔عشنیال کا سارا زمانہ حکومت جنگوں میں صرف ہوا، کبھی تو وہ بنی موآب سے لڑتے تھے اور کبھی بنی عمون (اسباط لوط) سے صف آرا ہوتے۔اور کبھی عمالیق پر چڑھائی کرتے تھے، غرض کہ وہ اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ اپنی حکومت کے چالیسویں برس عشنیال انتقال کر گیا۔

بنی موآب کی تباہی

اس کے بعد پھر بنی اسرائیل بت پرستی کرنے لگے۔اللہ تعالیٰ نے ان پر بادشاہ بنی موآب کو مسلط کر دیا (جس کا اصلی نام عغلون تھا)، وہ اٹھارہ برس تک اس کی غلامی میں رہے۔آخر خدا تعالیٰ کو ان کی مسکنت پر رحم آیا اور اس نے پھر ایہوذ بن کارا کو سبط افرائیم سے یا ابن حزم کے مطابق سبط بنیامین سے بنی اسرائیل کا مصلح اور ان کے کاموں کا مدبر بنایا جس نے بنی اسرائیل کو بنی موآب کی غلامی سے نکالا۔اس نے ان کے بادشاہ عغلون کے پاس ایک قاصد بنی اسرائیل کی طرف سے کچھ تحفے اور ہدیے دے کر روانہ کیا، قاصد نے تنہائی میں موقع پا کر عغلون کو ایک نیزہ مارا جس سے وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔اس حیلے سے عغلون کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔بعد ازاں قاصد افرائیم کے پہاڑوں پر چلا گیا۔بنی اسرائیل یہ سن کر ایک جا ہوئے اور بنی موآب کے شاہی محل پر چڑھ آئے، انہوں نے تقریباً دس ہزار حراس (نگہبانوں) کو قتل کر ڈالا اور یوں بنی موآب کے

کاروبار کو زیروزبر کر دیا۔ ایہوذ اپنی دولت اور حکمرانی کے اسی برس بعد انتقال کر گیا۔

شاہ کنعان کا حملہ

یوں اس کی جگہ پھر شمکار بن عنمات سبط کادسے بنی اسرائیل کا حکمران اور ان کے کاموں کا متولی ہوا۔ وہ ایک برس حکومت کر کے مر گیا۔ اس دوران بنی اسرائیل بدستور سرکشی وخودرائی پر جمے رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کا غرور توڑنے کے لئے شاہ کنعان کو ان پر غالب کر دیا جس کا نام یافین تھا، اس نے اپنے سپہ سالار سیمرا کو بنی اسرائیل پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ جس نے ان کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ وہ بیس برس تک ان پر حکومت کرتا رہا۔

وافورہ کا حملہ

اس کے بعد وافورہ کاہنہ جو سبط نفتالی یا دیگر روایتوں کے مطابق سبط افرائیم سے تھی، بنی اسرائیل کو لے کر کنعانیوں پر چڑھ آئی۔ اس نے کنعانیوں کو سرمیدان سخت شکست دے کر ان کے سپہ سالار سیمرا کو قتل کر ڈالا اور بنی اسرائیل کو غلامی کی ذلت سے نکال دیا۔ وہ پھر چالیس برس تک اپنے شوہر بارق بن ابی نوعم کی اعانت سے حکومت کرتی رہی۔ ہروشیوش مورخ لکھتا ہے کہ اسی زمانے میں سب سے پہلا لاطینیوں کا رومی بادشاہ انطاکیہ میں بنقش بن شطونش گزرا ہے جو قیاصرہ روم کا جداعلیٰ ہے۔

وافورہ اپنی تولیت کے چالیسویں سال انتقال کر گئی۔ اس کے بعد بنی اسرائیل پھر کفر اور الحاد کے طرف لوٹ گئے۔ سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان پر اہل مدین اور عمالقہ کو غالب کر دیا۔

کدعون کا دور

طبری لکھتا ہے کہ ابناء لوط جو حجاز میں رہتے تھے، وہ انہیں سات برس تک اپنا محکوم بنائے رہے اس کے بعد بنی اسرائیل نے سبط منسی بن یوسف سے اپنا حکمران کدعون بن یواش کو منتخب کیا۔ کدعون بن یواش جس وقت بنی اسرائیل کی اصلاح اور درستی میں مصروف ہوا اس وقت مدین میں دو بادشاہ تھے، ایک کا نام رابخ اور دوسرے کا نام صلمناع تھا۔ انہوں نے بنی اسرائیل سے لڑنے کے لئے اپنے سپہ سالاروں عودیف اور زدیف کی ماتحتی میں فوجیں روانہ کیں۔ بنی اسرائیل کو پہلے ان کا مقابلہ کرنا بہت مشکل اور دشوار معلوم ہوا مگر کدعون کے بہادری دکھانے پر بنی اسرائیل اس کے ساتھ نکلے، انہوں نے بنی مدین کے لشکر کو مار بھگایا اور بے انتہا مال غنیمت لوٹ لیا۔ کدعون نے چالیس برس کے اندر اپنے تمام دشمنوں کو زیر کر دیا، وہ پھر بڑے استقلال اور خوش اعتقادی کے ساتھ توریت کے احکام کا پابند رہا۔ اس کے ستر لڑکے تھے۔ اسی کے دور حکومت میں شہر طرسوس اور بروایت جرجیس ابن عمید ملطیہ بھی آباد کیا گیا۔

ابوملیخ کا دور

اس کے انتقال کے بعد ابوملیخ ابن کدعون کی جگہ بنی اسرائیل کا مدبر بنا۔ اس کی ماں بنی شخام بن منسی بن یوسف اہل نابلیس سے تھی جس نے اسے مال واسباب سے مدد پہنچائی اور بنی ابیب کو نیست ونابود کر دیا۔ اس کے بعد بنی شخام سے مدتوں جنگیں ہوتی رہیں۔ انہیں جنگوں میں جبکہ وہ کسی قلعے کا محاصرہ کئے تھا، شہر پناہ کی فصیل سے ایک عورت نے اس پر پتھر مارا جس سے وہ سخت زخمی ہو گیا۔ اس نے پھر اپنے خاص مصاحب سے یہ کہا "مجھے راتوں رات یہاں سے لے چلو تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ اسے عورت نے مارا ہے۔" چنانچہ وہ اسے لے کر روانہ ہوا۔ وہ اپنی حکومت کے تیسرے برس اسی زخم کے صدمے سے مر گیا۔ اس کے بعد طولاع ابن فواسبط بساخر بنی اسرائیل کا نیا امیر بنا۔

طولاع کی حکمرانی

طبری نے لکھا ہے کہ یہ ابوملیخ کا چچازاد بھائی تھا مگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ اس کا ماموں زاد بھائی تھا کیونکہ یہ اور سبط سے ہے اور وہ دوسرے سبط سے تھا اس نے پھر تیس برس تک بنی اسرائیل کی اصلاح کی۔ روم کا مورخ ہروشیوش لکھتا ہے کہ اسی کے دور حکومت میں شہر طرونیہ میں ملوک روم لاطنی سے برماشس بن ہنقش تھا۔ اس نے تیس سال حکومت کی تھی اور اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

یائیرین کا دور

طولاع کے مرنے کے بعد یائیر بن کلعاد سبط منسی بن یوسف سے بنی اسرائیل کا حاکم ہوا، یہ بائیس سال تک حکومت کی کرسی پر رہا۔ اس کے بعد اس کے تمام لڑکے جو تیس کے قریب تھے، بنی اسرائیل کے حاکم رہے۔ یہ جب مر گیا تو بنی اسرائیل پھر گمراہ ہو گئے اور بتوں کی پرستش کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے بطور سزا ان پر بنی فلسطین اور بنی عمون کو غالب کر دیا۔ جنہوں نے اٹھارہ برس تک اپنا غلام بنائے رہے۔ یہاں تک کہ سبط منسی سے بنی اسرائیل کا مصلح یفتاح پیدا ہوا جس نے بنی اسرائیل کو گمراہی سے پھیر دیا۔

یفتاح کی روداد

اس نے ایک بار بنی عمون سے کسی امر کی التجا کی، جب انہوں نے ان کو دینے سے انکار کیا تو اس نے بنی اسرائیل کو لے کر بنو عمون پر حملہ کر دیا اور ان کے بائیس گاؤں چھین لئے حالانکہ وہ تین سو برس سے بادشاہی کر رہے تھے۔ اس کے بعد سبط افرائیم نے بھی ان جنگوں میں کچھ حصہ لیا پھر تمام بنی اسرائیل متفق ہو کر اپنے دشمنوں کو زیر کرنے لگے۔ اس نے چھ برس تک بنی اسرائیل میں ایک مصلحانہ زندگی بسر کی۔ بعد ازاں اسی کے زمانے میں یونان میں بہت بڑا قحط پڑا جس میں لاکھوں آدمی مر گئے۔

ایصان سلمون کا دور حکومت

جب یفتاح مر گیا تو بنی اسرائیل کی حکومت اصلاح ایصان کے ہاتھوں میں آئی جو سبط یہودا سے تھا اور بیت لحم میں رہتا تھا۔ اسے مورخین حضرت داؤد علیہ السلام کا دادا بتاتے ہیں۔ اس کا شجرہ نسب یہ ہے: ایصان بن سلمون بن نخشون بن عمیناذاب بن رم بن حصرون بن جارص بن یہودا۔ یہ حصرون اس کالب یوفنا کا دادا ہے جو یوشعؑ کے بعد بنی اسرائیل کا مصلح ہوا تھا۔ اس زمانے میں نخشون بنی یہودا کا سردار تھا، جبکہ بنی اسرائیل موسیٰؑ کے ساتھ مصر سے نکلے تھے۔ نخشون کا انتقال انہیں میدانوں میں ہوا تھا جہاں بنی اسرائیل حیران و سرگرداں پھر رہے تھے، اس کا لڑکا سلمون یوشعؑ کے ساتھ اریحا میں داخل ہوا اور بیت لحم میں بیت المقدس سے چار میل کے فاصلے پر مقیم ہوا تھا۔ ہروشیوش روم کا مورخ کہتا ہے کہ ایصان ہی کے زمانے میں سریانیوں کا ملک جاتا رہا اور رقوط اور ربط کے ساتھ لڑائیاں ہوئی تھیں۔ واللہ اعلم۔

بنی فلسطین کی چڑھائی

ایصان نے بنی اسرائیل میں سات برس تک حکومت کی، اس کے مرنے کے بعد سبط زبولوں سے ایلون نامی ایک سردار ان کے امور دینی اور دنیاوی کا متولی ہوا، وہ دس برس تک ان کی اصلاح اور تدبیر کرتا رہا اور پھر فوت ہو گیا۔ بعد ازاں افرائیم کی اولاد عبدون بن ہلال آٹھ برس تک حکومت کرتا رہا۔ ابن عمید روایت کرتا ہے کہ اس کا نام عکرون بن ہلیان تھا اور اس کے چالیس لڑکے اور تیس پوتے تھے۔ ہروشیوش لکھتا ہے کہ اسی کے زمانے میں شہر طرونہ شاہان روم لاطینی کا دار السلطنت ویران اور خراب کیا گیا تھا۔ عبدون کے مرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر بنی اسرائیل میں بے دینی پھیل گئی اور وہ بت پرستی کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہوا، اس نے ان سے حکومت چھین لی اور انہیں بنی فلسطین کی رعایا بنا دیا۔

شمعون کی آمد

بنی فلسطین نے چالیس برس تک انہیں اپنا محکوم بنائے رکھا یہاں تک کہ ان کی اولاد سے شمسون بن مانوح نے انہیں آزادی دلوائی۔ شمسون

کو شمعون القوی بھی اس کی قوت اور توانائی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ بعضے انہیں شمعون الجبار بھی کہتے ہیں۔ یہ بہت رعب وداب کا آدمی تھا، اس نے بنی اسرائیل میں حاکمانہ طرز سے دس بلکہ بیس برس تک زندگی بسر کی۔ اس کی بنی فلسطین سے کئی جنگیں ہوئی، اس نے ان کا علاقہ فتح کیا اور ان کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا تھا۔ ایک روز وہ بنی فلسطین کے خانہ خدا میں ان کے بتوں کو دیکھنے اور ان سے بات چیت کرنے گیا۔ وہ ایک کھمبے پر تکیہ لگا کر کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا کہ اتفاق سے وہ کھمبا ٹوٹ گیا اور مکان گر پڑا، اسی کے نیچے شمعون چند بنی اسرائیل کے ساتھ دب کر مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد بنی اسرائیل میں پہلے والا اتفاق باقی نہ رہا ہر ایک نے اپنے میں سے اپنا ایک ایک متولی اور حاکم منتخب کر لیا۔ تاہم کہونت عیزار بن ہارون ہی کی اولاد میں رہی۔ کہونت قربان گاہ کے قائم رکھنے، احکام شرعیہ کے نافذ کرنے اور ذبح ونجور کی شرائط پورا کرنے کو کہتے ہیں۔

ابن عمید لکھتا ہے کہ شمعون کے بعد بنی اسرائیل میں ایک دوسرا حاکم میخائیل بن راحیل نامی ہوا جس نے آٹھ برس تک حکومت کی مگر اس کی حکومت مستقل نہیں تھی اس کے دور میں بنی اسرائیل میں اکثر فتنے برپا ہوتے رہتے تھے، انہیں فتنوں میں سبط بنیامین کا خاتمہ ہو گیا پھر فتنہ وفساد ختم ہو گیا۔

عالی بیطات کا ذکر

ان دنوں میں ان کا کاہن عالی بیطات بن حاصاب بن الیان بن فنحاص بن عیزار بن ہارون تھا۔ فتنہ پیدا ہونے کے بعد بنی اسرائیل اپنے احکام اور جنگوں کی تدبیریں اسی سے پوچھتے تھے۔ اس کے دو لڑکے تھے اور دونوں نافرمان وسرکش تھے۔ اس کے دور حکومت میں بھی بنی فلسطین سے اکثر جنگیں ہوتی رہیں۔ ان دونوں لڑکوں کی وجہ سے بہت سی بدافعالیاں پیدا ہوتی گئیں۔ انبیاء وقت انہیں بہت سمجھاتے رہے مگر وہ اپنی خراب حالت سے نہیں پھرے آخر کار ان کی بدکرداریوں نے یہ برا دن دکھایا کہ بنی فلسطین نے بنی اسرائیل کو شکست دی۔ اب بنی اسرائیل تابوت شہادت لے کر بھاگے تو بنی فلسطین نے دوسرے راستے سے پہنچ کر تابوت کو ان سے چھین لیا اور عالی بیطات کاہن کے دونوں لڑکوں کو قتل کر ڈالا۔

تابوت شہادت کا بیان

جب عالی بیطات کو ان کے مارے جانے کی اطلاع ملی تو وہ تاسف وحسرت سے اسی سنہ میں اپنی حکومت کے چالیس سال پورے کر کے مر گیا۔ بنی فلسطین تابوت شہادت کے علاوہ بنی اسرائیل کا بہت سامال غنیمت لے گئے۔ انہوں نے تابوت شہادت کو اپنے دار الحکومت عسقلان پہنچا دیا اور بنی اسرائیل پر جزیہ بھی قائم کر دیا۔ لیکن کچھ عرصے بعد انہوں نے تابوت شہادت اٹھوا کر بنی اسرائیل کی حدود میں رکھا دیا۔ اس کے بعد جو بنی اسرائیل اس کے قریب جاتا تھا وہ مر جاتا تھا یہاں تک کہ شمویل کی اجازت سے دو شخص اسے اٹھا کر لائے اور اسے اس کی ماں ارملہ کے پاس رکھ دیا، یہ تابوت طالوت کی حکومت اور سلطنت کے شروع ہونے تک وہیں رکھا رہا۔

شموئیل کی آمد

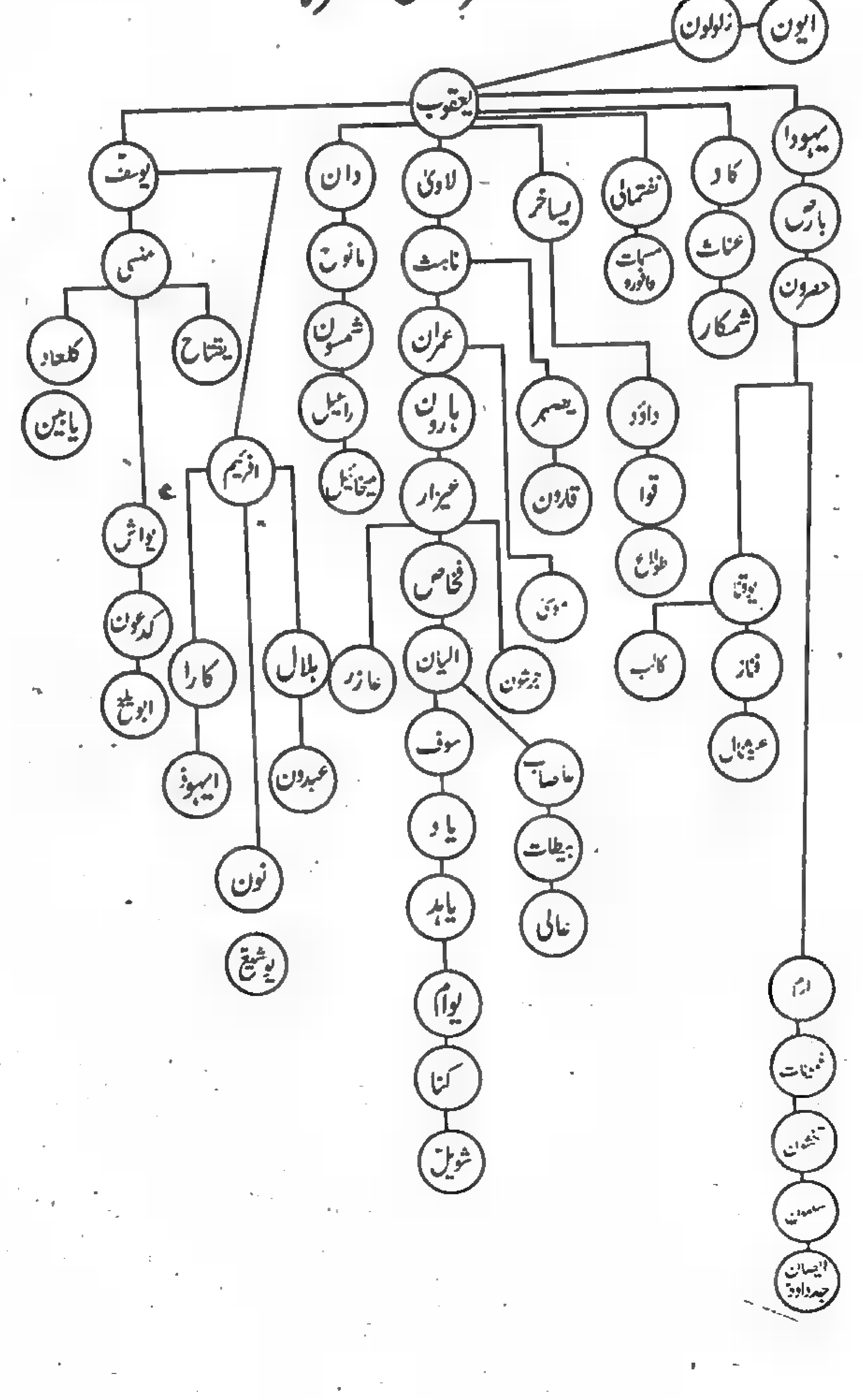
بنی فلسطین نے اپنے کامیابی کے ساتویں مہینہ تابوت شہادت کو واپس کر دیا تھا۔ اس سے پہلے عالی کاہن نے اپنی زندگی ہی میں اپنے ابن عم (چچا کے لڑکے) شمویل بن کنا بن یوام بن یاہذین یا دبن سوف کو قربان گاہ وغیرہ کا کفیل اور متولی بنا دیا تھا۔ سوف حاصاب بن الیان کا بھائی تھا۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ شمویل فوج کی اولاد سے اور وہ قارون بن یصہر بن قاہث بن لاوی ہے اور اسے اس کی طرف اس طرح منسوب کیا ہے۔

شموئیل کی اصلاحات

ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: ”شمویل بن القنا ابن یرحام بن یہوذ بن یوحا بن صوب بن القانا بن یوئیل بن عزیز ابن صنعینا بن تاحت بن اسر بن الفانا بن نشاسات بن قارون“ شمویل بن القنا کی ماں نے جس وقت یہ حمل میں تھے، یہ نذر مانی تھی کہ انہیں مسجد کا خادم بنائے گی اسی لئے

جب یہ پیدا ہوئے تو عالی بیطات کاہن کو دے آئیں۔ عالی کاہن نے ان کی پرورش کی اور اپنے بعد کہونت کی وصیت کی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بنی اسرائیل کی نبوت اور ولایت سے سرفراز فرمایا۔ جناب شموئیل پھر بنی اسرائیل میں دس برس تک وعظ و اصلاح کرتے رہے۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ وہ بیس برس تک حکومت کرتے رہے، بنی اسرائیل پر ان کی تعلیم و پند کا بہت بڑا اثر پڑا۔ لہٰذا وہ بت پرستی چھوڑ کر حق پرستی کی طرف مائل ہو گئے۔ انہوں نے پھر نہایت کم مدت میں اپنی پریشان قوت جمع کر کے اہل فلسطین سے اپنے کھوئے ہوئے شہروں کو واپس لے لیا اور اپنی خراب حالت کو از سر نو درست کیا۔ بعد ازاں شمویلؑ نے حکومت اور ولایت کے کاروبار اپنے دونوں لڑکوں یوال اور ابیا کے سپرد کر دیئے۔ لیکن ان کی بد خصلتی اور بدکرداری کی وجہ سے بنی اسرائیل یکجا ہو کر شمویلؑ کے پاس گئے اور درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ خدا ان میں ایک بادشاہ پیدا کر دے چنانچہ شمویلؑ کی دعا سے طالوت کی ولایت کے لئے وحی نازل ہوئی، اسی وقت سے بنی اسرائیل کے امراء اور حکام ملوک کے نام سے موسوم ہونے لگے۔ واللہ معقب الامر بحکمة لارب غیرہ.

بنی اسرائیل کا شجرہ



باب: ۱۴

بنی اسرائیل کے ملوکوں کی داستان

جب شموئیل کے بیٹوں یوان اور ابیا کی بداطواریوں کی وجہ سے بنی اسرائیل نے ان کی سرداری سے انکار کیا تو سب کے سب مل کر شموئیل کی خدمت میں گئے اور درخواست کی اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے ایک بادشاہ مبعوث کرائیں تا کہ وہ اس کے ہمراہ اپنے دشمنوں سے لڑیں اور وہ ان کے منتشر گروہ کو جمع اور متفق کر کے ان کی ذلت و رسوائی کو دور کرے۔ جناب شموئیل کی دعا سے یہ وحی نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ طالوت کو ان کے کاموں کا متولی اور حاکم کرتا ہے اور اسے وہ دہن قدس سے پاک و طاہر کرتا ہے لیکن بنی اسرائیل نے اس سے پہلے جبکہ شموئیل نے طالوت کی سرداری کا اظہار کیا، اس کی سرداری سے انکار کیا مگر جس وقت قرعہ ڈالا گیا تو پھر طالوت کے نام پر قرعہ آیا تب مجبوراً بنی اسرائیل نے ان کی سرداری حکومت کو تسلیم کر لیا اور انہیں اپنا حاکم اور ولی بنالیا۔

طالوت کا بیان

طالوت نہایت جسیم اور قد آور شخص تھا۔ بنی اسرائیل اسے شادل کے نام سے یاد کرتے تھے۔ وہ قیس ابن افیل ابن صاذ وابن نحورت ابن افیاج کا لڑکا تھا، اس نے افنین ابن نیرا ابن افیل یعنی اپنے چچازاد بھائی کو اپنی وزارت کا کام سپرد کیا۔ طالوت کے چار لڑکے یہوناتان، ملکیشوع، تشبہات اور ابنیارات تھے۔

طالوت کی جنگیں

طالوت تخت حکومت پر بیٹھتے ہی لڑائیوں کے لئے تیار ہو گیا اور بنی اسرائیل کو اپنے ہمراہ لے کر ان کے دشمنوں یعنی بنی فلسطین، عمون، موآب، عمالقہ، مدین سے لڑا اور ان سب پر غالب آیا۔ بنی اسرائیل کو ان جنگوں میں بڑی کامیابی ہوئی۔ سب سے پہلے جس نے بنی اسرائیل پر حملہ کیا، وہ بنی عمون کا بادشاہ تھا۔ وہ اپنے سرحدی بلاد سے گزر کر مقام بلقاء تک آیا تو طالوت نے تین لاکھ بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر اس کے لشکر کا مقابلہ کیا اور اسے سخت شکست دی۔ اس کے بعد طالوت کے ایک لڑکے نے بنی اسرائیل کا لشکر لے کر فلسطین پر حملہ کیا اور نہایت نیک نامی اور کامیابی کے ساتھ انہیں پسپا کر دیا۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کے دشمن متفق اور اکٹھے ہو کر بنی اسرائیل سے لڑنے کے لئے نکلے۔ طالوت اور شموئیل ان کے مقابلے پر آئے اور انہیں شکست فاش دی۔

شموئیل کا الگ ہونا

اس کے بعد شموئیل نے طالوت کو عمالقہ کی طرف روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ انہیں اور ان کے مویشیوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتار دیں۔ چنانچہ طالوت نے ایسا ہی کیا مگر عمالقہ کے بادشاہ اعاغ کو اس کے التجا کرنے پر چھوڑ دیا، اس وجہ سے شموئیل پر یہ وحی نازل ہوئی کہ طالوت کی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوا ہے لہٰذا اس سے اس کی حکومت سلب کر لی جائے۔ شموئیل نے یہ وحی طالوت کو بتائی اور اس سے ایسی علیحدگی اختیار کر لی کہ اس کے بعد پھر اس سے نہ ملے۔

داؤد علیہ السلام کی آمد

اس کے بعد شموئیلؑ پر وحی نازل ہوئی کہ داؤدؑ کو قدس میں داخل کر کے اپنا نائب بنائیں اور انہیں ان کی علامت بتا دی۔ چنانچہ شموئیلؑ بیت لحم میں بنی یہودا کے پاس گئے اور ایشا اپنے لڑکے داؤدؑ کو ان کی خدمت میں لے کر آیا۔ شموئیلؑ نے انہیں چھوا پھر انہیں پاک کیا۔ اس دوران طالوت کی روحانی قوت جو اسے اللہ کی طرف سے ملی تھی، چھین لی گئی، اسے اس کا سخت صدمہ گزرا۔ اس کے بعد شموئیلؑ کا انتقال ہو گیا اور جالوت نے بنی فلسطین کو بھڑکا کر بنی اسرائیل پر حملہ کر دیا۔

جالوت اور داؤد کی لڑائی

طالوت پھر بنی اسرائیل کا لشکر لے کر مقابلے پر آیا جس میں داؤدؑ بن ایشا (یہوذا کے سبط سے) بھی تھے، یہ اس وقت کمسن تھے اور اپنے باپ کی بکریاں چراتے تھے، اسی لئے انہیں جنگ کے لئے ہتھیار نہیں دیئے گئے تھے۔ لڑائی کے وقت گوپھن میں چھوٹے پتھر رکھ کر دشمنوں کو مار رہے تھے جو مطلقاً خطا نہ کرتے تھے۔ طبری لکھتا ہے کہ شموئیلؑ نے طالوت کو داؤدؑ کے ہاتھ سے جالوت کے مارے جانے کی خبر دی تھی اور جالوت کے قاتل کی علامت بتائی تھی۔ بنی اسرائیل نے شروع میں داؤد کی کم سنی کی وجہ سے اعتراض کیا لیکن جب وہ علامت جناب موصوف میں دیکھی تو انہیں مسلح کر دیا اور وہ لڑائی میں شریک ہوئے۔ انہوں نے پہلے سے اپنے گوپھن میں پتھر رکھ لیا تھا، جس وقت انہوں نے جالوت کو دیکھا فوراً پتھر کھینچ مارا جالوت اس پتھر سے زخمی ہو کر گرا اور مر گیا۔ یوں بنی فلسطین کو شکست ہوئی اور بنی اسرائیل کی فتح یابی کا ڈنکا بج گیا۔

اس کے بعد طالوت نے داؤد کو اپنے مخصوص مخلصین میں داخل کر لیا اور اپنی لڑکی سے ان کا نکاح کر کے انہیں اپنے سلاح خانہ کا داروغہ کر دیا۔ وہ پھر اکثر انہیں لڑائیوں میں بنی اسرائیل کے لشکر کا افسر اعلیٰ مقرر کرتا رہا، اس وقت داؤدؑ کی عمر روایات کے مطابق تیس برس کی تھی۔

قتل کا منصوبہ

داؤد کے طرز حکومت اور طریقہ عمل سے خوش ہو کر بنی اسرائیل ان سے محبت کرنے لگے اور ہر کام میں ان سے رجوع کرنے لگے۔ طالوت اور اس کے لڑکوں کو اس بات سے غیرت آئی تو اس نے آپ کے قتل کا قصد کیا۔ وہ کئی مرتبہ اس ارادے سے نکلا مگر ناکام رہا۔ آخر اس نے اپنے لڑکے یہوناتان کو داؤد کے قتل کرنے پر مامور کیا لیکن یہوناتان نے داؤد سے محبت کے باعث یہ کام انجام نہ دیا۔

فلسطین کو روانگی

داؤدؑ پھر اپنے قتل کے منصوبے سے آگاہ ہو کر فلسطین کی طرف چلے گئے۔ چند روز وہاں ٹھہرے پھر بنی موآب کے شہروں کی سیر کرتے ہوئے اطراف بیت المقدس میں اپنے سبط یہودا میں آ ملے اور وہیں مقیم رہے۔ وہ ان کے ہمراہ بنی فلسطین سے لڑتے رہے یہاں تک کہ طالوت کو ان کا حال معلوم ہو گیا، اس نے پھر بنی یہوذا سے ڈر کر داؤد کو نکال دیا اور داؤد بنی فلسطین کی طرف چلے گئے۔

بنی فلسطین کی فتح

اس اثناء میں طالوت کو بنی فلسطین سے جنگ کرنے کا اتفاق پیش آیا۔ لڑائی میں بنی فلسطین نے اسے شکست دی۔ طالوت تو لڑائی کے میدان سے پیچھے ہٹ آیا لیکن اس کے لڑکے لڑتے رہے یہاں تک کہ یہوناتان، ملکیشوع اور تشبہات مارے گئے۔ تب بنی اسرائیل کا لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ بنی فلسطین نے ان کا تعاقب کیا۔ جب طالوت نے اپنی جانبری کی کوئی صورت نہ دیکھی تو اس نے خودکشی کر لی، یہ واقعہ اس کی حکومت کے چالیسویں برس واقع ہوا۔

داؤد علیہ السلام کی حکمرانی

اس واقعے کے بعد داؤد پھر بنی یہودا کے پاس آئے تو انہوں نے انہیں اپنا حاکم اور ہر کام کا ولی بنالیا۔ حضرت داؤد ایشا بن عوفذ بن بوعز (اس کا نام افصان ہے اور اس کا ذکر حکام بنی اسرائیل میں ہو چکا ہے) بن سلمون (جو اول زمانہ فتح میں بیت لحم میں رہتا تھا) ابن نخشون (یہ مصر سے خروج کے وقت بنی یہوذا کا سردار تھا۔) بن عمینا ذاب بن ارم بن حصرون بن بارص بن یہوذا کے بیٹے ہیں۔ یہود اور نصاریٰ کی کتابوں میں داؤد کا نسب اسی طرح پر مذکور ہے لیکن ابن حزم کچھ اور لکھتا ہے کیونکہ نخشون کا انتقال تیہ (میدان) میں ہوا تھا اور بیت المقدس میں اس کا لڑکا سلمون داخل ہوا ہے۔ بنی اسرائیل کے مصر سے نکلنے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان باتفاق مورخین چھ سو برس کا فاصلہ بیان کیا جاتا ہے اور نخشون اور داؤد میں صرف چار پشتوں کا واسطہ ہے۔ جب چھ سو سال چار پشتوں پر تقسیم کئے جائیں گے تو گویا ان میں سے ہر ایک کے ایک ایک سو تیس تیس برس کے بعد لڑکا پیدا ہوا اور یہ دور از قیاس بات ہے۔

یشوشات کا مارا جانا

جس وقت حضرت داؤدؑ کو بنی یہودا کی حکومت حاصل ہوگئی تو آپ ان کے شہر حضرون (قریہ خلیل) میں آ کر مقیم ہوئے۔ بعدازاں اسباط نے متفق ہو کر یشوشات بن طالوت کو یروشلم کی حکومت سپرد کی اور اس کے کاموں کا منتظم اس کے باپ کے وزیر افنین کو مقرر کیا گیا۔ اس کی حضرت داؤد سے دو برس سے زائد عرصے تک جنگیں ہوتی رہیں آخر کار آپس میں صلح ہوگئی اور بنی اسرائیل کو داؤد کی سرداری کا یقین ہوگیا، انہوں نے پھر یشوشات کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کچھ عرصہ بعد اسے اسی کے ایک ملازم نے مار ڈالا اور سر لے کر داؤد کے پاس آیا۔ آپ نے اسے یشوشات کے قتل کرنے کی وجہ سے قتل کروادیا اور یشوشات کے قتل پر سخت افسوس ظاہر فرما کر اس کے خاندان کی پورے طور سے تکفیل کی۔ انہوں نے اس کی اولاد اور بھائیوں کو اپنی کفالت میں لے لیا اور پھر بنی اسرائیل پر مستقل طور پر حکومت کرنے لگے۔

داؤد علیہ السلام کی لڑائیاں

آپ پھر بحکم باری بنی کنعان سے لڑے اور ان پر غالب آئے اس کے بعد بنی فلسطین سے مدتوں لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کے اکثر شہروں کو ان سے چھین لیا اور ان پر سالانہ خراج مقرر کیا۔ اس کے بعد آپ نے موآب اور عمون اور اہل اروم سے جنگ کی اور انہیں بھی زیروزبر کر کے ان پر جزیہ قائم کیا۔ آپ کی فوج نے ان کے آباد شہروں کو ویران کر ڈالا، دمشق اور حلب کے آرمینیوں پر جزیہ قائم کیا اور افسروں کو جزیہ وصول کرنے کے لئے چاروں طرف روانہ کیا۔ اس دوران بادشاہ انطاکیہ نے ہدیے اور تحفے بھیج کر اطاعت قبول کر لی۔

مسجد بنانے کا فیصلہ

انہیں ایام میں آپ نے شہر صیہون پر حملہ کر کے اسے تاخت و تاراج کر دیا اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔ پھر آپ نے مقام قبا میں ایک مسجد بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت بنی اسرائیل تابوت عہد (شہادت) رکھتے تھے اس کی طرف نماز پڑھتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دانیال نبی کو بذریعہ وحی اس امر سے آگاہ فرمایا: "داؤد اس مسجد کو نہ بنائے گا بلکہ اس کا لڑکا اس مسجد کو بنانے کی عزت حاصل کرے گا اور اس کے ملک اور حکومت کا قیام ہو گا۔" داؤد یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور مسجد بنانے سے رک گئے۔

ابشلوم کی بغاوت

ان واقعات کے بعد ان کے لڑکے ابشلوم نے فتنہ برپا کر دیا اور اپنے بھائی امون کو مار کر بھاگ گیا۔ داؤدؑ نے امون کے قصاص میں اس کا خون مباح کر دیا اور اپنے آدمیوں میں اس کا اعلان بھی کر دیا۔ وہ پھر چار برس کے بعد واپس آیا اور اسباط کو ابھار کر ان کے ساتھ اپنے باپ سے

لڑائی کے لئے نکلا۔ داؤد ان دنوں سرزمین شام میں تھے مگر اس واقعہ سے مطلع ہو کر اس سے جنگ کرنے کے لئے لوٹے اور اس سے لڑ کر اسے شکست دی۔ جنگ کے دوران میں ہزار کے قریب بنی اسرائیل مارے گئے۔

ایشلوم کا مارا جانا

دوران جنگ ایشلوم کو داؤدؑ کے وزیر نے ایک درخت کے پیچھے چھپا دیکھ کر گرفتار کر لیا اور اس کا سر کاٹ کر داؤدؑ کے پاس لایا۔ آپ کو اس کے مر جانے پر محبت پدری کی وجہ سے سخت رنج ہوا۔ اس قدر خونریزی کے بعد اسباط داؤدؑ سے اور داؤدؑ اسباط سے راضی ہو گئے۔ اس کے بعد داؤدؑ نے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بنی اسرائیل کو شمار کیا جو بعد میں دس لاکھ نکلے۔ ان میں سے چار لاکھ صرف بنی یہودا تھے۔ اللہ پاک اس سے بہت ناراض ہوا، اس بات سے اس وقت کے انبیاء علیہم السلام نے داؤدؑ کو آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر انہیں سزا دی بعد ازاں معاف کر دیا۔

زبور کا نازل ہونا

اس کے بعد داؤد اطمینان سے حکومت کرنے لگے اور ان پر برابر وحی نازل ہوتی رہی اور زبور کی سورتیں اترتی رہیں۔ داؤدؑ مسلسل اتار اور مزامیر سے تسبیح کرتے رہے۔ اکثر مزامیر جن کا ذکر تسبیح میں آیا ہے، انہیں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ تابوت شہادت کے روبرو مزامیر سے تسبیح کرنے کے لئے سبط الاوی سے بارہ کاہن مقرر کئے گئے جو ہر وقت اس کے روبرو تسبیح کرتے رہتے تھے۔

داؤد علیہ السلام کا انتقال

داؤدؑ نے پھر اپنی حکومت کے چالیسویں سال اپنے بیٹے سلیمانؑ کو اپنا ولی عہد بنایا۔ ماہان نبی اور صادق نے انہیں اصطباغ دیا۔ داؤدؑ انہیں بیت المقدس بنانے کی وصیت کر کے انتقال کر گئے اور بیت لحم میں دفن ہوئے۔ ان کے زمانے میں نبیوں میں سے حابان (یا نامان) اور کاد اور اصاف تھے جبکہ کاہنوں میں سے افیثار بن احیلخ کاہن تھا جو عالی کاہن کی اولاد سے تھا۔ اس کا ذکر ہم حکام بنی اسرائیل میں کر چکے ہیں۔

سلیمان علیہ السلام کے حالات

داؤدؑ کے انتقال کے بعد حضرت سلیمانؑ ابن داؤدؑ تخت حکومت پر بیٹھے، ان کی اس وقت بائیس برس کی عمر تھی۔ ان کی حکومت نہایت نظم وضبط سے شروع ہوئی اور وہ جلد ہی تمام گروہوں پر غالب آ گئے۔ شام کے تمام بادشاہوں یعنی فلسطین، عمون، کنعان، موآب ادوم اور ارمن وغیرہ سے انہوں نے جزیہ لیا اور اطراف وجوانب کے بادشاہوں نے اپنی اپنی لڑکیاں جناب موصوف کے عقد میں دے کر اپنی دامادی میں لیا۔ جن لڑکیوں سے آپ نے نکاح کیا تھا ان میں فرعون مصر کی لڑکی بھی تھی۔ ابتداءً آپ کا وزیر یوآب بن نیثر اہمشیرہ داؤد کا لڑکا تھا جو صوریا کے نام سے معروف ہے۔ اسی نے داؤدؑ کی وزارت بھی کی تھی اور ابتدائی زمانہ میں سلیمانؑ کی بھی وزارت کی لیکن کچھ روز بعد حضرت سلیمانؑ نے اسے کسی وجہ سے قتل کر کے یشوح بن شیداح کو اپنا وزیر مقرر کیا۔

بیت المقدس کی تعمیر

آپ نے اپنی حکومت کے چوتھے برس سے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی۔ جو آپ کے آخر زمانہ حکومت تک برابر جاری رہی آپ نے اپنے آخری زمانے میں شہر انطاکیہ منہدم کر کے شہر تدمر آباد کیا۔ اثناء تعمیر میں آپ نے بادشاہ صور سے کوہ لبنان سے لکڑیوں کے کاٹنے میں مدد لی۔ اس وقت کوہ لبنان پر لکڑی کاٹنے والوں کے لئے سالانہ بیس ہزار کر (وزن) کھانا اور اسی قدر شراب جاتی تھی۔ لکڑی کاٹنے والوں کی تعداد ستر ہزار تھی جبکہ پتھر کے کھدان سے پتھر نکالنے والوں کی تعداد اسی ہزار اور اس کے درست کرنے والے ستر ہزار تھے۔ ان سے کام لینے والوں کی تعداد تین ہزار تین سو تھی۔

اس کے بعد سلیمانؑ نے ہیکل بنوایا جس کی بلندی ایک سو ہاتھ اور لمبائی ساٹھ ہاتھ، چوڑائی بیس ہاتھ تھی۔ اس کا اندرونی حصہ سونے اور

چاندی کے پتروں سے منڈھا ہوا تھا۔ اس کے اندر لکڑی کے دوستون کروبی (ملائکہ) بنائے تھے اور اسے سونے سے منڈھ دیا تھا۔ مکان کے دروازے صنوبر کی لکڑی کے تھے۔ ان پر پھول پتیوں کے نقش ونگار کے علاوہ فرشتوں کی شکلیں بھی بنائی گئی تھیں، وہ سب سونے کے پتروں سے منڈھے ہوئے تھے۔ اس ہیکل کی تعمیر سات برس میں تکمیل کو پہنچی اور اس کا ایک دروازہ سونے کا بنایا گیا، اس کے بعد ایک بیت السلاح صنوبر کے کھمبوں کی چار صفوں پر بنایا، ہر صف میں پندرہ پندرہ کھمبے تھے۔ اس میں دوسوترس (یعنی ڈھال) اور تین سو ورقہ (ٹکڑے) سونے کے رکھے گئے۔ ہر ترس میں چھ چھ سو اعلیٰ درجے کے زمرد تھے اور ہر ٹکڑے میں تین تین سو یاقوت تھے۔

اس مکان کو غیضتہ البنان کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ حضرت سلیمان نے پھر اس میں اپنے بیٹھنے کے لئے ایک منبر بنوایا اور بہت سی کرسیاں تیار کرائیں جو دندان فیل کی تھیں اور ان پر سونا منڈھا ہوا تھا۔ اس کے بعد اس طرح کا ایک مکان فرعون مصر کی لڑکی نے بنوایا جس سے سلیمان نے نکاح کر لیا تھا۔ اس نے شہر صور کے معروف ومشہور صناعوں سے اس گھر کے مصارف کے لئے تانبے کے برتن بنوائے اور مذبح (قربان گاہ) اور مائدہ (میز) بیت المقدس میں سونے کا تیار کرایا۔ حضرت سلیمان نے پھر پانچ منبر ہیکل کے دائیں جانب کے لئے اور پانچ بائیں جانب کے لئے طلائی سامان اور انگیٹھیوں کے ساتھ بنوائے اور وہ طلائی ہر برتن جو اس مقدس ہیکل کے لئے جناب موصوف تک بذریعہ وراثت پہنچے تھے، اس پاک مکان میں لا کر رکھے۔ بعد ازاں آپ کے حکم پر رئیساء اسباط وکاہنین تابوت عہد (شہادت) کو مقام صیہون (قریہ داؤد) سے اٹھا لائے اور اسے اس ہیکل میں کروبیوں کی تصویروں کے بازوؤں کے نیچے مسجد اقصیٰ میں رکھا۔ تابوت عہد میں دو لوحیں پتھر کی تھیں جنہیں جناب موسیٰ نے الواح منکسرہ (ٹوٹی ہوئی لوحوں) کے بدلے میں بنوایا تھا۔ اس وقت روساء اسباط وکہنان تابوت عہد کے ساتھ قبہ قربان (کفارہ کا سرپوش) اور اس کے ظروف بھی مسجد میں اٹھا لائے۔

قربانی کی رسم

اس کے بعد سلیمان علیہ السلام ایک مقررہ دن مذبح کے سامنے کھڑے ہوئے اور اس خوشی میں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے بائیس ہزار گایوں کی قربانی کی۔ اس کے بعد آپ ہر برس میں تین مرتبہ قربانی کرتے تھے اور بخور دیتے تھے۔ قربانی اور تحفوں کے علاوہ ہر سال چھ سو چھیاسٹھ قنطار سونا بیت المقدس پر چڑھاتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی کشتیاں سونا چاندی اور دیگر قیمتی اسباب مثلاً ہاتھی۔ مور وغیرہ لانے کے لئے ہمیشہ دریائے ہند میں سفر کرتی رہتی تھیں۔ آپ مصر سے اچھی نسل کے گھوڑے منگواتے تھے۔ آپ کی فوج میں ہر وقت دو ہزار چھ سو گھوڑے لڑائی کے لئے تیار رہتے تھے۔ آپ کی ایک ہزار بیبیاں تھیں جن میں سے تین سو حرم تھیں۔

ملکہ بلقیس کی آمد

مورخین کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حج کو بھی گئے تھے اور وہاں کچھ روز ٹھہرے تھے۔ آپ وہاں ہر روز پانچ ہزار دنبے، پانچ ہزار گائیں اور بیس ہزار بکریاں قربان کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے ملک یمن کی طرف توجہ کی اور اسی دن سرزمین صنعا میں جا اترے۔ بعد ازاں ہدہد کو طلب فرمایا، ہدہد اس وقت موجود نہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بلقیس کی خبر لے کر آیا۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اس واقعے کا تفصیل سے بیان آیا ہے۔

اس کے بعد بلقیس نے آپ کی خدمت میں بہت سے تحفے بھیجے۔ لیکن آپ نے انہیں قبول نہیں فرمایا۔ بلقیس نے پھر آپ کی اطاعت قبول کر لی اور آپ کے دین پاک میں داخل ہو گئی۔ اس نے اپنی حکومت اور سلطنت جناب موصوف کے سپرد کر دی اور آپ کو اپنے ملک یمن لے گئی۔

جب سلیمانؑ نے اسے نکاح کرنے کی ہدایت کی تو اس نے بادشاہت کی وجہ سے انکار کیا۔ سلیمانؑ نے فرمایا کہ ان کے دین میں داخل ہو کر اس سے انکار نہیں کرنا چاہئے تب بلقیس نے سدد بن زرعہ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی لہٰذا آپ نے بلقیس کا نکاح اس سے کر دیا اور اسے اپنی طرف سے ملک یمن پر گورنر مقرر کر کے بلقیس کو بدستور سبا کا بادشاہ بنائے رکھا۔ آپ پھر شام کی طرف لوٹ آئے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے بلقیس سے نکاح کر لیا تھا اور اس کے ملنے کے لئے ہر ماہ ایک مرتبہ آپ تشریف لے جاتے تھے اور تین

روز تک اس کے پاس ٹھہرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

ایک اور روایت

لیکن بنی اسرائیل کے علماء حضرت سلیمانؑ کے حجاز و یمن جانے سے انکار کرتے ہیں۔ وہ ملک یمن پر قبضہ حاصل کرنے کی یہ صورت ظاہر کرتے ہیں کہ آپ نے ملکہ سبا سے خط و کتابت کے ذریعہ یمن پر قبضہ حاصل کیا تھا اور وہ خود آپ کی خدمت میں یروشلم آئی تھی۔ اس نے ایک سو بیس قنطار سونے اور مروارید و جواہرات اور مشک وغیرہ ہدیۃً آپ کو ارسال کیا تھا۔ آپ نے اسے نہایت عمدہ خلعت فرمایا اور اس سے بحسن سلوک ملے تھے۔ وہ پھر وہاں سے واپس آئی تھی ھکذا فی کتاب الانساب من کتبھم (ایسا ہی کتاب الانساب میں ہے جو ان کی کتابوں سے ہے)۔

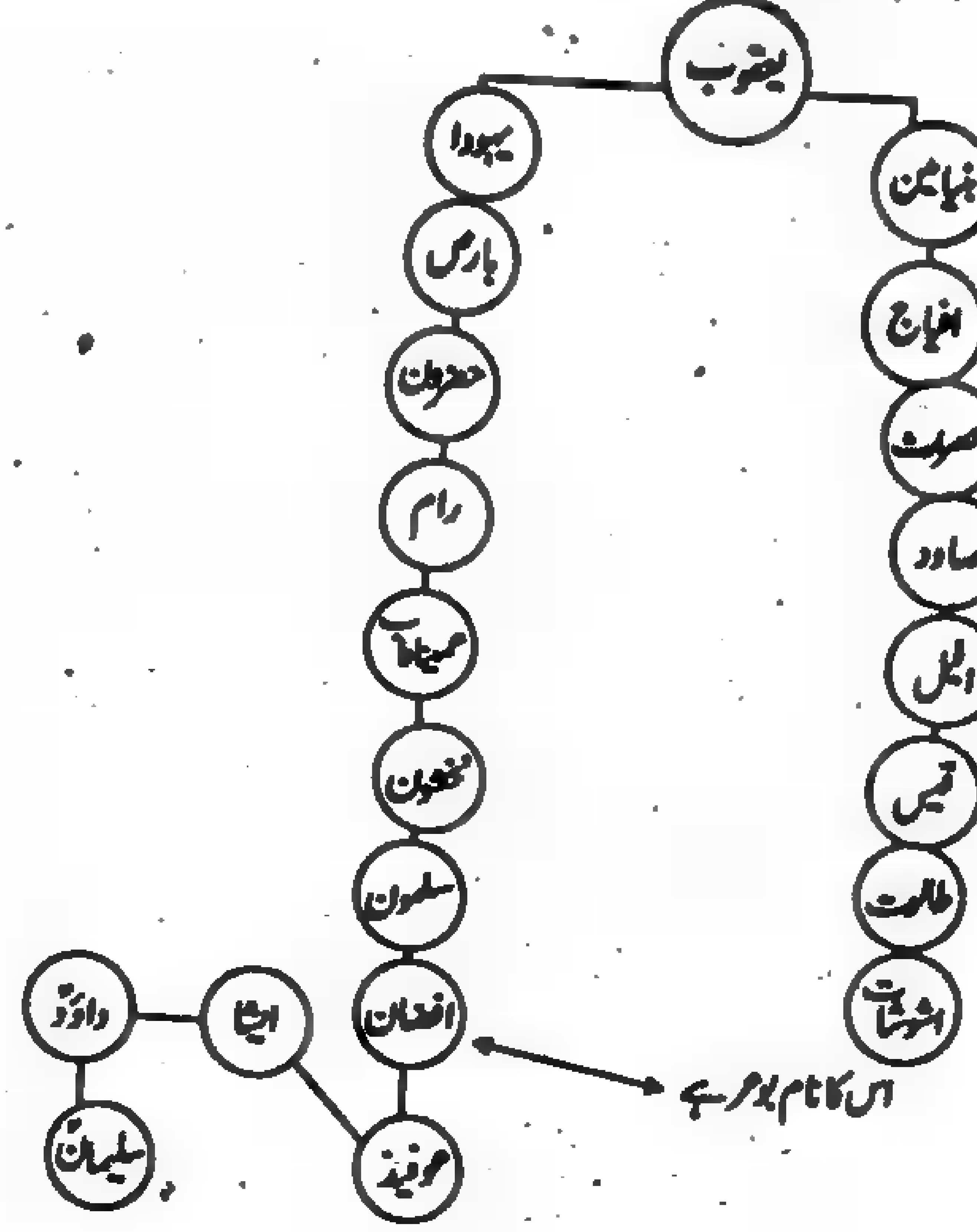
ریعان کا بیان

حضرت سلیمانؑ کے اخیر زمانہ حکومت میں ہدرور بادشاہ ارمن نے دمشق سے اور ہداد بادشاہ ادوم نے خروج کیا تھا، اسی دوران آپ نے بیت المقدس کے تمام علاقوں پر سبط افرائیم سے ریعان بن نباط کو حاکم مقرر کر دیا تھا جو نہایت جابر اور ظالم نکلا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اور اخیا نبی کے توسط سے اس کی تولیت اور حکومت پر غصہ ظاہر فرمایا۔ حضرت سلیمانؑ نے اس سے مطلع ہو کر اسے قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن وہ اس بات سے آگاہ ہو کر مصر کی طرف بھاگ گیا اور وہاں پہنچ کر فرعون مصر کی لڑکی سے نکاح کر لیا جس سے اس کا لڑکا ناباط نامی پیدا ہوا۔ وہ پھر مصر ہی میں ٹھہرا رہا۔

سلیمان علیہ السلام کا انتقال

اس کے بعد سلیمانؑ کا ان کی حکومت کے چالیسویں برس یا دیگر روایات کے مطابق باون برس کے بعد انتقال ہو گیا۔ آپ اپنے باپ داؤدؑ کے قریب دفن کئے گئے۔ ان کے بعد بنی اسرائیل کی حکومت میں تفرقہ پیدا ہو گیا۔ جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت سلیمانؑ کا شجرہ



رجعم کا بیان

حضرت سلیمان علیہ السلام کے فوت ہونے کے بعد بنی اسرائیل نے ان کے لڑکے رجعم کو ان کا جانشین بنایا اور اس نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس نے بیت لحم وغزہ وصور وایلہ کی عمارت میں اضافہ کیا اور پھر بنی اسرائیل پر تشدد کرنے لگا۔ جب بنی اسرائیل نے اس سے ضرائب (ٹیکس) میں تخفیف چاہی تو اس نے یہ رعایت کرنے کے بجائے محاصل بڑھانے کا فیصلہ کیا۔ بنی اسرائیل اس کی ان زیادتیوں سے دل برداشتہ ہو کر عہد شکنی پر مائل ہو گئے۔ اسی زمانہ میں یربعم بن نباط مصر سے آ گیا لہٰذا تمام بنی اسرائیل نے سبط یہودا اور بنیامین کے علاوہ اس کی حکومت تسلیم کر لی اور اس کے ہمراہ جنگ کے لئے نکلے۔ فریقین نے صف آرائی کی لیکن اس وقت کے کسی نبی کے حکم سے فریقین معرکہ آرائی سے باز رہے اور انہوں نے باہم صلح کر لی۔

شیشاق کا حملہ

رجعم کی حکومت کے پانچویں سال مصر کے بادشاہ شیشاق نے بیت المقدس پر چڑھائی کی۔ رجعم لڑائی کے میدان سے بھاگ نکلا لہٰذا شیشاق نے بنی اسرائیل کو لوٹا اور ان پر جزیہ مقرر کیا۔ کچھ عرصہ بعد بنی اسرائیل اس کے مقابلے پر نکلے اور اسے بیت المقدس سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد بنی داؤد، بنی یہودا اور بنیامین پر بیت المقدس، عسقلان، غزہ، دمشق، حلب، حمص، حماۃ اور اس کے سرحدی علاقوں یعنی سرزمین حجاز پر حکومت کرنے لگے۔ اس کے بعد اسباط عشرہ نے اطراف نابلس فلسطین پر قبضہ حاصل کر لیا اور شام کے شرق شمال متصل فرات وجزیرہ شہر شومرون (شمرہ یا سامرہ) میں مقیم ہو گئے۔ انہوں نے اس کو اپنا دارالسلطنت بنا لیا۔ بعد ازاں بنی اسرائیل کی حکومت ختم ہونے تک ان میں یہ اختلاف برابر قائم رہا اور وہ اس پریشانی میں مبتلا ہو گئے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے لکھ دیا تھا جیسا کہ ہم اسے آئندہ بیان کریں گے۔

افیاذ کا بیان

اس کے بعد رجعم اپنی حکومت وسلطنت کے سترہویں برس مر گیا۔ بعد ازاں یہودا اور بنیامین پر بیت المقدس میں اس کا لڑکا افیاذ حکومت کرنے لگا، یہ اپنے باپ سے بہت مشابہ تھا۔ لیکن اس کے برعکس نہایت درجہ کا عابد اور روزہ دار تھا، اس کا پورا دور حکومت یربعم ابن نباط اور بنی اسرائیل سے لڑائی لڑنے میں صرف ہوا، ایک دن بھی فراغت سے نہیں بیٹھنے پایا یہاں تک کہ اپنی حکومت کے تین سال پورے کر کے مر گیا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا اسا ابن افیاذ تخت سلطنت پر بیٹھا جس کا دور حکومت کسی قدر دراز ہوا۔ یہ بھی نہایت نیک طبیعت اور اپنے دادا داؤدؑ کی عادات اور اخلاق پر تھا۔ اس کے زمانے میں بنی اسرائیل میں متعدد انبیاء مبعوث ہوئے۔ لیکن حکومت کے دوسرے سال یربعم ابن نباط فوت ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا لڑکا ناداب تخت نشین ہوا۔ تھوڑے ہی دن بعد یعشا بن احیا اسے قتل کر کے خود تخت حکومت پر بیٹھ گیا جیسا کہ ہم ان کے حالات میں بیان کریں گے۔

اسا کی روداد

اس کے بعد اس میں اور اسا ابن افیاذ سے لڑائی چھڑ گئی۔ اسا موقع پا کر شاہ دمشق کو اپنے ساتھ لے کر یعشا پر چڑھ آیا، یعشا ان دنوں یثرب کو آباد کرنے میں مصروف تھا لہٰذا وہ اس ناگہانی حملے کا مقابلہ نہ کر سکا اور نہایت بے سروسامانی سے سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ یوں اسا ابن افیاذ بادشاہ قدس (بیت المقدس) اس کے اسباب کو اٹھا لائے اور اس سے قلعے بنوائے۔ اس کے بعد بنی داؤدؑ پر کوش کے بادشاہ زواج نے ایک لاکھ فوج کے ساتھ حملہ کیا۔ اسا نے نہایت جوانمردی ومردانگی سے اس کا مقابلہ کیا اور اسے نہایت سخت شکست دے کر بھگا دیا۔ بعد ازاں اسا اور اسباط میں سامرہ پر قبضہ کرنے کے لئے مسلسل لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اسی کے زمانے میں سامرہ لوٹا گیا تھا۔

یہوشاط کا بیان

اسا اکتالیس سال حکومت کر کے فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا یہوشاط تخت پر بیٹھا، یہ اپنے باپ سے سیر تا بہت ملتا تھا۔ اس کے زمانے میں اہل سامرہ اور اس کے حکمرانوں کے درمیان صلح رہی۔ اسی کے دور میں بادشاہ عمالقہ (یا بروایت دیگر اروم) نے اس پر حملہ کی کوشش کی اور اپنی فوجیں اکٹھی کر کے اس کی طرف بڑھا۔ یہوشاط نے خبر پا کر اس کا مقابلہ کیا اور انہیں پسپا کر کے ان کا مال واسباب لوٹ لیا۔

اروم کی چالاکی

یہوشاط کے زمانہ حکومت میں انبیاء علیہ السلام سے الیاس بن شویاق اور الیسع بن شویوات علیہا الصلوۃ تھے۔

ابن عمید لکھتا ہے کہ ایلیا، منحیا اور عبودیا کی کشتیاں ہندوستان سے قیمتی اسباب لایا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ہوائے مخالف سے کشتیاں ڈوب گئیں۔ اس نے پچیس برس تک حکومت کی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا یہورام تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد میں اروم نے بدعہدی کی اور اپنی قوم میں سے ایک کو اپنا حاکم مقرر کر لیا۔ یہورام نے یہ سن کر ان پر حملہ کیا اور انہیں پریشان اور قتل وقید کر کے لوٹ آیا لیکن وہ لوگ بدستور اپنے خروج پر قائم رہے۔ اسی کے زمانے میں بادشاہ موصل اور اسباط میں جو سامرہ میں تھے، جنگ شروع ہوئی۔ ایک زمانہ تک ان کی لڑائیاں جاری رہیں۔

ابن عمید لکھتا ہے کہ اس وقت بنی موآب، بنی یہودا کو دو سو بکریاں سالانہ جزیے کے طور پر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے یہ جزیہ نہیں پہنچایا تو ملوک قدس اور سامرہ متفق ہو کر جنگ کے لئے نکلے اور سات روز تک ان کا محاصرہ رکھا۔ انہیں دنوں جب پانی ختم ہونے کی وجہ سے الیسعؑ نبی نے دعا کی اور وادی خالی ہو گئی تو اہل موآب پانی کی طمع میں نکلے۔ بنی اسرائیل نے مناسب موقعہ پا کر ان پر حملہ کر دیا اور نہایت سختی سے انہیں قتل اور قید کیا۔ یہورام ہی کے زمانہ حکومت میں ایلیاؑ نبی اٹھا لئے گئے اور خدائی اسرار الیسعؑ نبی کی طرف منتقل ہوئے۔ اس کے زمانے میں انبیاء سے عبودیا نبی بھی تھے۔ یہورام پھر اپنی حکومت کے آٹھویں برس میں انتقال کر گیا اور اپنے دادا داؤدؑ کے قریب دفن کیا گیا۔

احزیاہو کا بیان

اس کے بعد اس کے لڑکے احزیاہو نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس کی ماں غتلیا بنت عمری، احاب بن عمری کی بہن تھی۔ احزیاہو نے تخت حکومت پر بیٹھنے کے بعد اپنے ماموں اجاب کا چال چلن اختیار کیا اور ایک یا دو برس حکومت کی۔ اس دوران بادشاہ جزیرہ اور موصل پر چڑھائی کی، اس جنگ میں اس کے ماموں اجاب کے لڑکے یہورام والی سامرہ نے بھی اس کا ساتھ دیا چنانچہ یہ دونوں والی جزیرہ اور موصل سے لڑ بھڑ کر واپس آئے۔ اس کے بعد یہوشافاض بن الیشا نے جو منسی بن یوسف کی نسل سے تھا اور یہورام بن اجاب کے قتل کی فکر میں تھا، موقع پا کر ایک ہی وقت میں دونوں کو قتل کر ڈالا۔

ابن عمید لکھتا ہے کہ یہورام بن اجاب والی سامرہ احزیاہو کے ساتھ ہو کر اروم اور دیگر روایات کے مطابق کلعاد سے لڑنے کے لئے گیا تھا۔ اسی جنگ میں یہ دونوں مارے گئے تھے۔ اس کے زمانے میں انبیاء علیہم السلام میں سے الیسعؑ، عاموراور فخار نبی تھے۔

غتلیا کی تخت نشینی

احزیاہو کے بعد اس کی ماں غتلیا بنت عمری حکومت کرنے لگی۔ اس کی حکومت جلد ہی خوب ترقی پذیر اور پرزور ہوئی، اس نے تمام بنی داؤدؑ کو مار ڈالا لیکن مشیت ایزدی سے یواش (احزیاہو کا رضاعی بیٹا) اس کے ظلم سے محفوظ رہا۔ اسے اس کی پھوپھی یہوشیع بنت یہورام نے بیت المقدس کے کسی گوشے میں چھپا دیا تھا اور اس راز سے اپنے شوہر یہودیادع کو آگاہ کر دیا جو ان دنوں کاہن اعظم تھا۔ جب یواش کا ساتواں سال پورا ہو گیا اور بنی یہودا غتلیا کے برے کاموں سے بیزار ہو کر یہودیادع کاہن کے پاس جمع ہوئے تو انہوں نے اس کی حکومت سے بیزاری ظاہر کی۔ اب

یہودایادع کاہن نے یواش بن احزیاہو کو ظاہر کیا ان لوگوں نے پھر اس کی بیعت کی اور اس کے ساتھ ہو کر اس کی نانی عثلیا اور ان لوگوں سے جو اس کے ہمراہ لڑنے، انہوں نے پھر انہیں تباہ و پریشان کر دیا۔

یواش کی حکومت

بعد ازاں یواش یہودیادع کاہن کے مشوروں سے انتظام حکومت کرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد وہ بت پرستی پر مائل ہو گیا۔ زکریا نبی نے منع کیا جس پر اس نے انہیں شہید کر دیا۔ اس کے دور حکومت میں الیسع، عوفریا اور زکریا نبی تھے۔ یہودیادع کاہن کا یواش کی حکومت کے تیئسویں برس انتقال ہو گیا۔ یواش نے بیت المقدس میں کافی تبدیلیاں کیں۔ اس کی حکومت کے اڑتیسویں برس الیسعؑ نے وفات پائی۔ اسی کے زمانے میں شریال جو بابل میں کسدانیوں کا بادشاہ تھا اور بتایا جاتا ہے کہ بادشاہ نینویٰ اور موصل نے اور ابن عمید لکھتا ہے کہ بادشاہ شام نے بیت المقدس پر حملہ کیا۔ یواش نے تمام مال و اسباب جو شاہی خزانہ اور بیت المقدس میں تھا اسے دے دیا۔ اور اس کی اطاعت قبول کر لی یہاں تک کہ اس کے اراکین دولت اور وزراء نے یواش کو مار ڈالا۔

بیت المقدس کی تباہی

انہوں نے اس کی جگہ اس کے لڑکے امضیاہو کو تخت نشین کیا۔ تھوڑے دن بعد بنی اسرائیل نے اس سے بھی سرکشی شروع کی تو وہ اپنی ماں کی مدد سے ان پر غالب آیا اور باغیوں کو تہ تیغ کر کے اروم کی طرف بڑھا اور ان پر بھی فتح حاصل کی۔ اس نے ان میں سے تقریباً بیس ہزار کو مار ڈالا۔ اس کے بعد بادشاہ اسباط نے (جو سامرہ میں تھا) اس پر فوج کشی کی، امضیا نے اس کا مقابلہ کیا لیکن اسے شکست ہوئی اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔ بادشاہ اسباط نے اس کی گرفتاری کے بعد بیت المقدس کا محاصرہ کیا اور تقریباً چار سو ہاتھ شہر پناہ منہدم کر ڈالی۔ وہ پھر شاہی محل کے خزانہ، ہیکل کے مکان کا مال و اسباب، قیمتی برتن اور جواہرات لوٹ کر سامرہ واپس آیا اور یہاں پہنچ کر امضیاہو کو رہا کر دیا۔

عزیاہو کی حکومت

امضیاہو پھر بیت المقدس واپس پہنچ کر شہر پناہ کی ٹوٹی دیواروں کو درست کر کے حکومت کرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد بنی داؤد اس کے طرز حکومت سے بیزار ہو گئے لہٰذا اس کی حکومت کے ستائیسویں سال انہوں نے اسے قتل کر کے اس کے لڑکے عزیاہو کو حکومت کے لئے منتخب کیا جس کے زمانے میں یونانؑ اور ناحومؑ نبی تھے۔ عاموس کو بھی اس کے دور حکومت میں نبوت دی گئی تھی۔ عزیا نے ترپن سال تک حکومت کی۔ اس دوران بہت سی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔

تبدیلیوں کا بیان

ابن عمید لکھتا ہے کہ اس کی حکومت کے پانچویں سال شمسی دورہ کے مطابق سنہ ایجاد کیا گیا جبکہ چھٹے برس موصل سے آرمینیوں کی حکومت جاتی رہی۔ وہ پھر ملوک بابل کے ماتحت ہو گئے۔ بعد ازاں بائیسویں برس بابل کے بادشاہ فول نامی نے شہر سامرہ پر حملہ کیا۔ اس کے تیئسویں سال میں یونانیوں پر سب سے پہلے ان کے بادشاہ نے شہر انقیاس میں حکومت کا رتبہ حاصل کیا۔ اسی کے سلطنت کے اکیاون برس میں بخت نصر اول بابل کا بادشاہ ہوا۔ اسی کے دور حکومت میں روم کا اول بادشاہ فردوس نامی بھی تھا۔ عزیاہو کے زمانے میں یہوشعؑ، غوریاؑ، اموصؑ، اشعیاؑ اور یونس بن متی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے۔ اس کے فوجی لشکر کی تعداد تین لاکھ بیان کی جاتی ہے۔

عزیاہو کا انتقال

جب اس نے احکام توریت کی مخالفت کی تو اسے اس کے کاہن نے بددعا دے دی۔ چنانچہ عزیاہو برص میں مبتلا ہو کر ایک برس تک خانہ نشین

رہا اور اس دوران اس کا لڑکا یوآب سلطنت کے کاروبار کو دیکھتا رہا۔ روم کا مورخ ہروشیوش لکھتا ہے کہ اسی کے زمانے میں کسدانیوں کا آخری بادشاہ بابل شردیال اپنے سپہ سالار ارباط بن الماوس کے ہاتھ مارا گیا اور پھر ارباط حکومت بابل پر متمکن ہوا۔ اس کے بعد اس نے بہت سی لڑائیاں کیں، وہ قوط اور عرب قضاعہ سے لڑا اور وہاں سے کامیاب ہو کر لوٹا۔ اس کے بعد عزیا ہو اپنی حکومت کے ترپن برس پورے کر کے مر گیا۔

یوآب کی حکمرانی

اس کی جگہ پھر اس کا لڑکا یوآب تخت نشین ہوا۔ یہ نیک اور متقی حکمران تھا اس کے زمانہ حکومت میں یوشع، اشعیا، یوبل اور عوف انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ اسی کے زمانے میں بادشاہ جزیرہ نے ابتداءً ان یہود پر غلبہ حاصل کیا۔ جو سربانیکن کے نام سے معروف تھے۔ یوآب پھر اپنی حکومت کے سولہویں سال فوت ہو گیا۔

احاز کی حکومت

بعد ازاں اس کا لڑکا احاز حکومت کی کرسی پر بیٹھا، اس نے اپنے آباؤ اجداد کے طریقے چھوڑ دیئے اور بنی اسرائیل بت پرستی کرنے لگے۔ وہ پھر ارمن بامداد بادشاہ موصل ان سے لڑا اور دمشق کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ جہاں تک اس سے بن پڑا، وہ اسے لوٹ کر واپس ہوا۔ بعد ازاں احاز ان کے مقابلہ پر نکلا، جنگ میں ایک لاکھ بیس ہزار یہودی مارے گئے اور احاز پسپا ہو کر بھاگا۔ ہروشیوش لکھتا ہے کہ اسی کے زمانہ حکومت میں ماربس کی حکومت کیرش بادشاہ فارس نے ختم کی اور ان کی حکومت اور سلطنت اس کی طرف منتقل ہو گئی۔ ابن عمید، مسیحی سے روایت کرتا ہے کہ اس کی حکومت کے شروع میں فرنجہ یونان کے علاوہ تمام روم پر غالب آ گئے تھے، اور انہوں نے شہر رومہ کو لوٹ لیا۔ ہروشیوش یہ لکھتا ہے کہ اس کے زمانہ سلطنت میں لاطینین انطاکیہ رولس پر پھر مرکہ پر حکمران ہوا اور شہر رومہ آباد کیا۔

خرقیا کا تخت پر بیٹھنا

اس کے بعد سولہ برس حکومت کر کے احاز مر گیا اور اس کا بیٹا خرقیا ہو تخت نشین ہوا۔ اس نے بت پرستی پر پابندی لگا دی اور اپنے جد اعلیٰ داؤدؑ کے قدم بقدم چلنے لگا۔ یہ سچ ہے کہ ملوک بنی یہودا میں اس کا ہم مثل کوئی بادشاہ نہیں ہوا ہے اس نے ملوک موصل، بابل و کوریش سے مخالفت کی اور بنی فلسطین کو شکست فاش دے کر ان کے قصبات اجاڑ ڈالے۔ اس کے اور اس کے باپ کے عہد حکومت میں شلیشار بادشاہ جزیرہ وموصل نے سامرہ میں اسباط پر چڑھائی کر کے ان پر جزیہ قائم کیا پھر اس کے زمانہ میں شلیشاران کی طرف آیا اور ان کا ملک چھین لیا۔ اس کی حکومت کے چوتھے سال رضعین بادشاہ دمشق نے اس پر چڑھائی کی۔ لیکن پھر بغیر کسی لڑائی کے لوٹ گیا۔

بیت المقدس کا محاصرہ

چودہویں سال میں سنجاریف بادشاہ سامرہ فتح کرنے کے بعد اس پر حملہ آور ہوا اور اس نے بنی یہودا کے اکثر شہروں کو فتح کر لیا۔ اس نے پھر اسے بیت المقدس میں گھیر لیا۔ بعد ازاں خرقیا ہو نے تین سو قنطار چاندی اور تین قنطار سونے کے اور ہیکل اور شاہی محل کا تمام مال سنجاریف کو دے کر اسے واپس کر دیا۔ لیکن پھر کچھ عرصے بعد وہ عہد ٹوٹ گیا اور سنجاریف نے دوبارہ بیت المقدس پر چڑھائی کر کے اس کا محاصرہ کر لیا۔ اس بار اس نے رقم معینہ کے لینے سے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ وہ کون شخص ہے کہ جس کا خدا اسے میرے ہاتھوں سے نجات دے جب تک میں اس کو نجات نہ دوں۔ بنی اسرائیل اس کے یہ کلمات سن کر بہت ڈرے اور شعیا نبی سے دعا کے خواستگار ہوئے۔

سنجاریف کا قتل

شعیا نبی نے دعا کی جو پوری ہوئی اور سنجاریف کے لشکر میں طاعون پھوٹ نکلا۔ ایک ہی رات میں ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی مر گئے۔

سنجاریف مجبور ہو کر نینوئی اور موصل کی طرف لوٹ گیا۔ راستے میں خود اس کے لڑکوں نے اسے مار ڈالا اور بیت المقدس کی طرف بھاگ آئے۔ اس کے بعد اس کا لڑکا سرمعون تخت حکومت پر بیٹھا۔ طبری لکھتا ہے کہ بادشاہ بنی اسرائیل نے سنجاریف کو قید کر لیا تھا لیکن اشعیا نبی کے بالہام خدا نے اسے چھوڑ دیا۔

منشا کا دورِ حکمرانی

اس کے بعد خرقیا ہوا انتیس (29) سال حکومت کر کے مر گیا اور اس کا فرزند منشا تخت حکومت پر بیٹھا جو نہایت ہی بدکار اور کج خلق تھا۔ اس کی حرکات اور سکنات انتہائی ناپسندیدہ تھیں۔ وہ دینی امور میں بھی اپنے مذہب کا پابند نہیں تھا۔ اشعیا نبی نے اسے اس کے افعال ناپسندیدہ سے روکنا چاہا تو اسے آپ کی ہدایت اور رہنمائی ناگوار گزری۔ اس نے جناب موصوف کو آرہ سے کٹوا دیا اور پھر انہیں کے ساتھ صلحاء کے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ اس کی حکومت کے انتیسویں (29) سال سنجاریف صغیر نے مملکت موصل پر قبضہ کر لیا اور سنہ 45 جلوس میں بادشاہ یواش نے بورنطیہ آباد کیا جس میں فلسطین نے ترمیم کر کے اسے اپنے نام سے موسوم کیا۔ اس کے بعد سنہ 51 جلوس میں سنجاریف، بادشاہ موصل نے بیت المقدس پر فوج کشی کی اور تین برس کے محاصرے کے بعد سنہ 54 جلوس میں اسے فتح کر لیا۔

یوشیا کی تخت نشینی

منشا کے بعد اس کا بیٹا امونؔ حکومت کی کرسی پر بٹھایا گیا۔ اس کی حالت بھی بالکل اپنے باپ جیسی تھی، اس نے دو برس تک حکومت کی۔ تیسرے برس کے آغاز میں اس کے غلاموں نے اسے مار ڈالا۔ اس کے بعد یہودا نے متفق ہو کر ان غلاموں کو مار کر اس کی جگہ اس کے بیٹے یوشیا کو حکمران بنایا جس نے نہایت سلامت روی کا طریقہ اختیار کیا اور بتوں کو توڑ ڈالا۔ وہ پھر دینی معاملات میں مضبوطی سے کام لینے لگا اور بتوں کے مجاوروں کو قتل کر ڈالا۔ اس نے ان کے مکانات اور قربان گاہوں کو مسمار کرا دیا جنہیں یربعام ابن نباط نے بنوایا تھا۔ اس کے دور حکومت میں صفونا، کلدی اور ناحوم نبی تھے۔ اس کے دور میں بنی ہارون میں ارمیا بن الحیا کو نبوت دی گئی۔ انہوں نے جب بنی اسرائیل کو بابل کی طرف ستر برس کی جلاوطنی کی خبر دی تو یوشیا نے قبہ قربان اور تابوت عہد کو لے کر ایک گہرے گڑھے میں دفن کر دیا جس کا پتہ کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ اسی کے عہد حکومت میں نجوس نے بابل لے لیا۔

اعرج کے حالات

اس کی حکومت کے اکتیسویں برس میں فرعون اعرج نے مصر پر قبضہ حاصل کر لیا اور پھر وہ اس سے لڑنے کے لئے فرات کی طرف چلا۔ یوشیا بھی اس کے مقابلہ پر آیا۔ جنگ کے میدان میں بتیس برس حکومت کرنے کے بعد ایک تیر کے صدمے سے وہ اس وقت مر گیا۔ جبکہ شکست کھا کر بھاگا جا رہا تھا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا یواش جسے یہویاحاز بھی کہتے ہیں حکومت کرنے لگا۔ اس نے توریت کے احکام کو بالکل معطل اور بے کار کر دیا اور بدکرداری شروع کر دی۔ فرعون اعرج نے اس پر بھی حملہ کیا اور اسے گرفتار کر کے مصر واپس ہو لیا۔ مصر پہنچ کر یواش کا انتقال ہو گیا۔ فرعون الاعرج نے اس کے بعد ممالک بنی اسرائیل پر سو قنطار چاندی اور بیس قنطار سونے کا خراج مقرر کیا۔ یواش کا دور حکومت صرف تین مہینے رہا۔

یواش کے بعد بنی اسرائیل نے الیاقیم بن یواش کو تخت پر بٹھایا، یہ نہایت بدطینت اور کافر تھا۔ وہ فرعون اعرج کے لئے بنی یہودا سے اچھی حیثیت والا خراج وصول کرتا تھا۔ اس کی حکومت کے ساتویں برس بخت نصر بادشاہ بابل نے اس پر حملہ کیا اور اس سے جزیرہ چھین لیا۔ وہ پھر بیت المقدس کی طرف بڑھا اور بنی اسرائیل پر جزیہ قائم کیا۔ الیاقیم نے آخر کار اس کی حکومت تسلیم کر لی اور تین برس تک اس کا مطیع رہا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اس پر ارودم عمون، موآب، کسدانین کو مسلط کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے اپنا لشکر جمع کر کے بخت نصر سے سرتابی کی تو وہ اسے گرفتار کر کے بابل کی طرف لے چلا۔ راستے میں وہ اپنی حکومت کے گیارہویں برس مر گیا۔

بنی اسرائیل کا غلام بننا

بخت نصر نے اس کی جگہ تحیتیو بن الیاقیم کو اپنی طرف سے تخت حکومت پر بٹھایا جس نے تین مہینے بادشاہی کی پھر کسی وجہ سے بخت نصر نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کا محاصرہ کر کے اس کی ماں، ارکان مملکت، امراء شہر اور تمام بنی اسرائیل کو جو دس ہزار کے قریب تھے، قید کر کے بابل کی طرف روانہ کر دیا۔ اس نے وہ تمام چیزیں جو ہیکل اور شاہی خزانوں میں شامل تھیں اور وہ برتن جو حضرت سلیمانؑ نے مسجد اقصیٰ کے لئے بنوائے تھے، لوٹ لئے حتیٰ کہ شہر قدس میں فقراء اور ناتوانوں کے علاوہ کسی کو نہ چھوڑا تحیتیو بن الیاقیم، بادشاہ بنی اسرائیل بتیس برس تک اس کی قید میں رہا۔

ہیکل کی تباہی

ابن عمید لکھتا ہے کہ بخت نصر نے بیت المقدس پر الیاقیم کی حکومت کے تیسرے سال حملہ کر کے ان میں سے ایک گروہ کو قید کر لیا اور ہیکل کا تمام اسباب لوٹ لیا اس کے دور حکومت میں دانیال اور خانیا اور عزاز یاء اور میصائیل انبیاء تھے۔ الیاقیم کی حکومت کے پانچویں سال بخت نصر اور فرعون اعرج بادشاہ مصر میں لڑائی ہوئی۔

بیت المقدس پر حملہ

آٹھویں برس بخت نصر نے بیت المقدس پر دوبارہ حملہ کیا اور اہل قدس پر خراج قائم کر کے الیاقیم کو اپنی طرف سے حکومت کی کرسی پر بٹھایا لیکن الیاقیم اس واقعے کے تیسرے سال مر گیا اور اس کی جگہ اس کا لڑکا تحیتیو تخت نشین ہوا۔ اس کے زمانے میں ارمیا اور یا بن شعیاء موری والد حزقیا انبیاء کرام علیہ السلام تھے۔ حضرت دانیالؑ کو بھی اسی عہد میں نبوت ملی تھی۔ اس کے بعد تحیتیو کو بخت نصر بابل لے گیا۔

صدقیاہ کا دور

طبری لکھتا ہے کہ ہروشیوش بھی اس سے اتفاق کرتا ہے کہ بخت نصر نے تحیتیو ابن الیاقیم کی جگہ اس کے چچا متنیا معروف بہ صدقیاہو کو تخت حکومت پر بٹھایا تھا۔ لیکن وہ بدچلن اور قبیح السیرت تھا، اس نے اپنی حکومت کے نویں سال بخت نصر سے سرکشی کی تو بخت نصر نے اس پر چڑھائی کر دی اور بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا۔ اس نے حصار کی غرض سے اس کے چاروں طرف دمدمے باندھ دیئے۔ تین برس کے محاصرے کے بعد بنی اسرائیل بیت المقدس سے نکل کر صحرا کی طرف بھاگے تو کسدانیوں کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا اور مقام اریحا میں انہیں جا گھیرا۔ وہ پھر ان کے بادشاہ صدقیاہو کو گرفتار کر لائے اور اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے اس کے روبرو اس کے لڑکے کو ذبح کر ڈالا اس کے بعد اسے بابل لا کر چھوڑ دیا اور بابل ہی میں اس کا انتقال ہوا۔ چند بنی اسرائیل اس واقعہ سے جان بچا کر حجاز چلے گئے۔ عربوں کے ساتھ وہیں مقیم ہو گئے۔ اس کے زمانے میں ارمیا اور حبقون اور باروح نبی تھے۔

دوسری روایت

اس کامیابی کے بعد بخت نصر نے اپنے سپہ سالار نیوزرادون کو بیت المقدس میں داخل ہونے کا حکم دیا جسے یہود یروشلم کہتے ہیں۔ اس نے اس شہر کو اجاڑ دیا اور ہیکل کو ویران کر ڈالا پھر ان عمود (ستونوں) کو توڑ ڈالا جو سلیمان علیہ السلام نے مسجد میں نصب کرائے تھے۔ ان میں سے ہر ستون اٹھارہ ہاتھ اونچا تھا۔ اس نے شیش محل اور تمام آثار اور شاہی مکانات بھی توڑ ڈالے اور مال اسباب جو کچھ پایا گیا، اٹھا لے گیا۔ بعد ازاں کاہن ساریہ اور حبر منشاء کو قیدیوں میں داخل کر کے ہیکل کو بابل کا ماتحت بنا لیا۔ رومی مؤرخ ہروشیوش لکھتا ہے کہ صدقیا ایک زمانے تک بابل کے قید خانہ میں رہا۔ جب یزداق سپہ سالار بہمن شاہ فارس بابل پر غالب آیا تو اس نے صدقیاہو کو قید سے آزاد کر کے اسے کچھ جاگیر بھی دی۔

فرعون اعرج

مورخ حماۃ لکھتا ہے اور مسعودی اس کے قول کی تصدیق کرتا ہے کہ بخت نصر کی کامیابی اور بیت المقدس کی ویرانی کے بعد بنی اسرائیل کے چند بادشاہ مصر جا کر فرعون اعرج کے پاس مقیم ہو گئے تھے۔ بخت نصر نے پھر اس سے بنی اسرائیل کے بادشاہوں کو طلب کیا، تو اس نے ان کے دینے سے انکار کیا۔ بخت نصر نے پھر ان پر حملہ کیا، فرعون اعرج کو قتل کر ڈالا اور مصر پر قبضہ حاصل کر کے مغرب کے اکثر شہروں کو فتح کر لیا۔ یہ قابل ذکر ہے کہ ارمیا نبی سبط لادے سے جو بنی اسرائیل کے نبی تھے، انہیں بعض خلقیا کا لڑکا بتاتے ہیں، صدقیا ہو کے عہد حکومت میں تھے۔ انہیں بخت نصر نے ان کے قید خانہ میں پایا تھا اور اس نے انہیں آزاد کر کے دیگر قیدیوں کے ہمراہ بابل بھیج دیا تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ارمیا پھر بنی اسرائیل کی قید میں انتقال کر گئے۔ بخت نصر نے انہیں نہیں پایا تھا۔ اسی طرح بخت نصر دانیال بن حزقیل نبی کو بنی اسرائیل کے ساتھ بابل پکڑ کر لے گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

جدلیا کی حکمرانی

ابن عمید لکھتا ہے کہ بیت المقدس میں ان واقعات کے بعد جدلیا بن احان بقیہ ضعفاء یہود پر حکومت کرنے لگا۔ لیکن اس کی حکومت کے ساتویں مہینے شاہی خاندان کے فرد اسمٰعیل نے بغاوت کر دی، اس نے جدلیا کو اور ان یہودیوں اور کسدانیوں کو مار ڈالا جو اس کے ساتھ تھے۔ وہ پھر مصر کی طرف بھاگ گیا اور اس کے ہمراہ ارمیا نبی بھی چلے گئے جبکہ حبقون حجاز کی جانب بھاگ گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ارمیا نبی کو مصر، بابل، صور، صیدا اور عمون کی نبوت دی گئی۔ اڑتیس برس کے بعد انہیں اہل حجاز نے سنگسار کر دیا۔

ان پیشین گوئیوں میں سے جو جناب موصوف نے کی تھیں، یہ بھی تھی کہ بخت نصر مصر کی طرف آئے گا، ہیکل کو ویران اور خراب کرے گا اور اس کے رہنے والوں کو قتل کر ڈالے گا۔ جب بخت نصر مصر آیا تو اس نے آپ کی لاش کو اسکندریہ لے جا کر دفن کیا۔ بعضے بیان کرتے ہیں کہ ارمیا نبی حسب وصیت قدس شریف میں دفن کئے گئے اور خرقیا ہو کو یہود نے بحالت قید قتل کر ڈالا تھا۔

بنی اسرائیل کی واپسی

طبری لکھتا ہے کہ ان واقعات کے بعد جلا وطن بنی اسرائیل اطراف عراق میں پھیل گئے یہاں تک کہ ملوک فارس نے انہیں پھر بیت المقدس کی طرف لوٹا دیا۔ تب انہوں نے اسے دوبارہ آباد کیا، وہاں مسجد بنائی اور اس میں ان کی دو سلطنتیں قائم ہوئیں یہاں تک کہ طیطش ملوک قیاصرہ کے ہاتھوں اس کی ویرانی کا دوبارہ زمانہ آیا اور جلوہ کبریٰ کا دور آیا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

بخت نصر

اس مقام پر مناسبت کلام کے لحاظ سے بخت نصر کا نسب اور جو کچھ اس میں اختلاف ہوا ہے، اسے بھی ہم تحریر کرنا چاہتے ہیں۔

بعض لکھتے ہیں کہ بخت نصر، سنجاریف کی نسل سے ہے جو بنی اسرائیل سے سامرہ اور قدس شریف میں لڑا تھا۔ ہشام بن محمد کلبی طبری کی روایت سے لکھتا ہے کہ بخت نصر نیوزرادون بن سنجاریف کا لڑکا تھا پھر وہ سنجاریف کو نمرود بن کوش بن حام کی طرف نسبتاً منسوب کرتا ہے۔ جس کا ذکر توریت میں اولاد کوش کے ذیل میں آ چکا ہے۔ وہ سنجاریف اور نمرود کے درمیان سولہ پشتوں کو شمار کرتا ہے۔ ان میں سے پہلا دار یوش بن فالغ اور عصا ابن نمرود ہے۔ لیکن ظن غالب ہے کہ یہ نام صحیح نہیں اور عقلاً و درایتاً ان میں تبدیلی کا قوی شبہ ہے اور ان کے صحیح ہونے کا بہت کم یقین ہو سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بخت نصر آشوذ بن سام کی نسل سے ہے لیکن اس نسب کا ثبوت ہمیں کوئی نہیں ملا۔ شاید یہ اول سے صحیح تر ہو کیونکہ سنجاریف کا نسب جرامقہ میں اور اس کے بعد موصل میں بیان کر دیا گیا ہے۔ وہ باتفاق مورخین اہل فارس اشوذ کی اولاد سے ہے۔ طبری نے ابن کلبی سے روایت کیا

ہے کہ اس کا اصلی نام بختر سہ تھا جسے بخت نصر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ ہراسپ، یشاسپ اور بہمن شاہان فارس کے زمانے میں اہواز اور روم کے درمیان دجلہ کی غربی جانب کا حاکم تھا۔ اس نے ان شہروں کو جو بلاد بابل اور شام سے متصل تھے، فتح کیا اس کے بعد بیت المقدس کی طرف گیا اور اسے بھی فتح کیا۔ بعضے یہ بھی کہتے ہیں کہ بہمن شاہ فارس نے بیت المقدس کی طرف اپنا سفیر بطلب اطاعت روانہ کیا، جب اہل قدس نے اسے مار ڈالا تو بہمن نے ایک لشکر ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا جس میں ملوک یاری بن ثابت سے وار دش اور ملوک بنی غلیم بن سام سے کیرش بن کیکوس تھے۔ جبکہ اخشوارش بن کیرش بن جاما بن کو اپنے رشتے داروں میں سے روانہ کیا۔ انہیں کے ہمراہ بخت نصر بن نیوزرازون بن سنجاریف والی موصل بھی تھا، ان لوگوں نے بیت المقدس پہنچ کر اسے فتح کرلیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بخت نصر والی موصل اس لشکر کے مقدمتہ الجیش کا افسر تھا اور اسی کے ہاتھوں بیت المقدس فتح ہوا۔

بنی اسرائیل کی روایت

بنی اسرائیل کا یہ خیال ہے کہ بخت نصر کسدانیوں میں سے ہے اور وہ ناحوز بن آزر (تارح) پدر ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ ان کی حکومت بابل میں تھی اور یہ بخت نصر انہیں کی نسل سے ہے۔ اس نے پینتالیس برس تک حکومت کی اور القدس شریف کو اپنی حکومت کے اٹھارہویں سال فتح کیا۔ اس کے بعد اویل مردماخ نے تیئیس برس حکومت کی اس کے بعد اس کا لڑکا قیلسنصر بن اویل تین برس حکومت کرتا رہا جس پر کورش غالب آیا اور اس نے اس کی حکومت چھین لی، یہ وہی کورش ہے جس نے بنی اسرائیل کو القدس شریف کی طرف لوٹایا، بنی اسرائیل نے اس کی حمایت سے بیت المقدس کو آباد کیا اور از سر نو وہاں اپنی حکومت کی بناء ڈالی۔ اسے سائرس اعظم بھی کہتے ہیں۔

کورش کی بابت جس نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی طرف بھیجا تھا، علماء تاریخ نے اختلاف کیا ہے لیکن اس بات پر ان کا اتفاق ہے کہ وہ فارس سے تعلق رکھتا ہے۔ بعضوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ یستاسپ ہے اور خوزستان وغیرہ کا کیقوس (کیکاؤس)، نجیون بن سیادس اور لہراسپ وغیرہ شاہان فارس کی طرف سے ایک عظیم الشان عالی حوصلہ گورنر تھا لیکن بادشاہ نہ تھا۔ بعضے کہتے ہیں کہ کورش اخشوارش بن جاماسپ بن لہراسپ کا بیٹا ہے اور اس کا باپ اخشوارش وہ ہے جسے بہمن نے القدس شریف کی طرف روانہ کیا تھا۔ جب وہ اس فتح سے واپس ہوا تو اسے اطراف ہند اور سندھ کی طرف بھیجا۔ جب وہ پھر کر حصین ابر کی طرف آیا تو اس نے اسے بابل کی حکومت دے دی۔ اس نے پھر بنی اسرائیل کے قیدیوں میں سے ابو حاویل الرحا کی لڑکی مروغائی کی رضاعی بہن سے شادی کر لی۔ عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ اس کے بطن سے بابل یا کسی اور مقام میں اس کا لڑکا کیرش پیدا ہوا۔ مروغائی نے اسے یہودیت کی تعلیم دی اور اس نے انبیاء وقت یعنی متینا، عازریا، یشائیل اور عزیر علیہم السلام کی صحبت پائی۔

القدس شریف کا آباد ہونا

حضرت دانیال اس کی حکومت کے کارپرداز ومنتظم ہوئے، اس کے تمام امور وہی سرانجام دیتے تھے۔ انہوں نے اس کو اس بات کی ہدایت کی کہ جو کچھ شاہی خزانوں میں برتن اور اسباب ہوں، انہیں ان کے مقامات پر واپس لے جائے اور بیت القدس کی تعمیر میں مستعدی ظاہر کرے چنانچہ اس نے بیت القدس کی تعمیر دوبارہ شروع کی اور بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی طرف بھیج دیا۔ جب ان انبیاء علیہم السلام نے القدس شریف کی طرف جانے کی خواہش ظاہر کی تو اس نے کسی مصلحت کی وجہ سے منع کر دیا۔

کیرش بن کیکو کا ذکر

یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ یہ کیرش کیکو بن غلیم بن سام کا لڑکا ہے جسے بہمن نے اپنے سپہ سالار بخت نصر کے ہمراہ القدس شریف کی فتح کے لئے روانہ کیا تھا۔ بخت مرس کو بہمن نے بابل کا حاکم بنایا تھا، اسے بخت مرسی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اس کے بعد اس کے لڑکے نے تیئیس سال تک حکومت کی جس کے بعد اس کے لڑکے بلتصر نے ایک برس بادشاہت کی۔ اس کے بعد بہمن کو جب اس کے ظلم وستم کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسے معزول کر دیا اور بابل کی حکومت داریوش الماذۃ بن بازائے کو دی۔ کچھ عرصے بعد اسے بھی معزول کر دیا اور کیرش بن

کیکو کو حکومت کی کرسی پر بٹھایا۔ اسے ہدایت دی کہ وہ بنی اسرائیل کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کر کے، ان کے رؤساء کو عزت کی نگاہوں سے دیکھے اور انہیں ان کے ملک کی طرف لوٹا دینے اور ان پر اسے حاکم بنانے کی ہدایت کی جسے وہ پسند کریں۔

حضرت دانیال علیہ السلام

چنانچہ بنی اسرائیل نے دانیالؑ نبی کو سرداری کے لئے منتخب کیا۔ بنی اسرائیل کے چند علماء کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جاتا ہے کہ بلتنصر بخت نصر کی نسل سے بابل اور کسدانیوں کا بادشاہ تھا اور دارا بادشاہ مازی (جسے داریوش بھی کہتے ہیں) اور کورش (یعنی کیرش) شاہ فارس اس کے مطیع تھے لیکن انہوں نے پھر اس سے سرکشی کی، تو وہ ان پر اپنا لشکر لے کر چڑھ آیا۔ پہلے تو اسے شکست ہوئی لیکن جب اس نے اپنے لشکر کے مشہور سرداروں کو لڑائی کے میدان میں روانہ کیا تو اس نے انہیں شکست دے دی اس کے بعد اس کا خادم اسے سوتے میں مار کر داریوش اور کوریوش کے پاس چلا گیا۔ ان دونوں نے پھر بابل پر حملہ کر دیا اور کسدانیوں کو مغلوب کیا۔ دارا اور اس کی قوم نے پھر مازی کو اپنے قیام کے لئے مخصوص کیا۔ میں یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ ویلم ہیں جو بابل اور اس کے نواح میں آئے تھے۔ بعد ازاں کورش اور اس کی قوم نے فارس اور اس کے تمام علاقے کو اپنے لئے خاص کر لیا۔ کورش نے اس سے پہلے القدس شریف کے بنانے، مسجد کے برتن واپس کرنے، جلاوطنان بنی اسرائیل کو القدس شریف کی طرف لوٹا دینے کی نذر کی تھی۔ دارا کے مرجانے پر کورش فارس اور مازی کا بادشاہ ہوا اور اس نے نہایت عمدگی سے اپنی نذر پوری کی۔

یربعام کا دور

ہم اس سے پہلے سلیمانؑ کی دولت وحکومت کے تذکرے میں یہ لکھ آئے ہیں کہ اولاد افرائیم میں سے یربعام بن نباط سلیمان کی جانب سے یروشلم کے تمام افسروں کا حاکم تھا۔ بعضے لکھتے ہیں کہ وہ نابلیس میں بنی یوسف کے افسروں کا گورنر تھا۔ وہ کیونکہ ظالم اور سرکش تھا لہٰذا اس کی حکومت اور سرداری سے اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ پر ناراضگی ظاہر فرمائی، اسی وجہ سے یربعام بھاگ کر مصر چلا گیا۔ جب سلیمان کا انتقال ہو گیا اور آپ کا لڑکا رجعم تخت حکومت پر بیٹھا تو بنی اسرائیل اس کی ناپسندیدہ عادتوں، ٹیکسوں کی زیادتی سے ناراض ہو کر اس سے علیحدگی اختیار کرنے پر آمادہ ہو گئے پھر بنی یہودا اور بنیامین کے علاوہ بقیہ اسباط عشرہ ایک مقام پر جمع ہوئے۔ اسی زمانے میں انہوں نے یربعام کی بیعت کی اور اسے اپنا حاکم بنا لیا۔ انہوں نے پھر اس کے ساتھ ہو کر رجعم اور ان سے جو اس کے ہمراہ تھے (بنی یہودا اور بنیامین سے) لڑ کے انہیں یروشلم میں گھیر لیا پھر فلسطین (بنی یوسف) کی حکومت کا رخ کیا۔ یوں شہر نابلس میں اسباط عشرہ قابض ہو گئے اور انہیں بیت المقدس اور قربان گاہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔

یوناذاب کی حکومت

لیکن یربعام نااہل، فاسق، کج خلق تھا، اسی لئے اس سے اور رجعم بن سلیمانؑ اور اس کے لڑکے ابیا اور اسا بن ابیا سے برابر جنگیں ہوتی رہیں۔ ابیا ان تمام جنگوں میں اس پر اکثر غالب ہوتا رہا۔ ابیا کی حکومت کے دوسرے سال اور اپنی حکومت کے تیسویں برس یربعام اس جہاں سے رخصت ہوا، اس کے بعد اس کی جگہ اسباط عشرہ نے اس کے لڑکے یوناذاب کو تخت حکومت پر بٹھایا۔ یہ بھی ظلم، بت پرستی اور تمام بری عادتوں میں اپنے باپ کی طرح تھا۔

یعشا کا زمانہ

اللہ تعالیٰ نے پھر اس پر یعشا بن احیا کو مسلط کر دیا، وہ اسے اور اس کے تمام رشتے داروں کو اس کی حکومت کے دوسرے سال قتل کر کے خود اسباط عشرہ پر حکومت کرنے لگا۔ اسا بن ابیا بیت المقدس والوں سے اپنے تمام زمانہ حکومت میں لڑتا رہا۔ اسا اکثر شاہ دمشق یعشا کی امداد سے لڑا اور ایک مرتبہ شاہ دمشق کو لے کر اس پر چڑھ آیا۔ یعشا ان دنوں یثرب کو آباد کر رہا تھا اور وہ اس کی تعمیر میں مصروف تھا اس لئے وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکا اور تمام اسباب، سامان اور عمارتیں چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اسا نے وہ سامان لوٹ لیا اور اس سے قلعہ بنوائے اعشا (یعشا) بن احیا پھر چوبیس برس

حکومت کر کے مر گیا۔ اسے شہر برصا میں دفن کیا گیا۔

ایلیا کی حکومت

اس سے پیشتر بنی اسرائیل کے نبی نے اسے ہلاکت سے ڈرایا تھا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا ایلیا اور دیگر روایت کے مطابق ایلہوا، اسا کی حکومت کے چھبیسویں برس تخت حکومت پر بیٹھا اور دو برس تک مسلسل حکومت کرتا رہا۔ اس دوران اس نے فلسطین کے بعض شہروں کی تسخیر کی غرض سے بنی اسرائیل کا لشکر روانہ کیا۔ اس وقت زمری صاحب المرکب یا ابن الیاقا نے جو انہیں اسباط میں سے تھا، ایلیا پر اچانک حملہ کر کے اسے اور اس کے تمام خاندان کو قتل کر ڈالا اور خود تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔

صی بن کسات کا بیان

چند دن تک یہی حالت رہی یہاں تک کہ بنی اسرائیل کو جو فلسطین کے محاصرہ پر گئے تھے، انہیں اس واقعے کی اطلاع ملی تو وہ اس کی حکومت اور سرداری سے راضی نہیں ہوئے۔ انہوں نے پھر صی بن کسات کو اسی کے سبط سے حکومت کے لئے منتخب کیا اور زمری کی طرف لوٹ آئے جس نے ان کے بادشاہ ایلیا کو مار ڈالا تھا۔ وہ اسے چاروں طرف سے گھیر کر شاہی دربار میں گرفتار کر لائے اور اس کے جلانے کے لئے آگ روشن کی۔ انہوں نے پھر اس واقعہ کے ساتویں دن اسے جلا دیا۔ اس کے بعد عمری بن ناذاب ملقب بہ صاحب الحربہ سبط افرائیم سے حکومت کا دعویدار ہوا۔ وہ صی بن کسات کو موقع پا کر قتل کر کے حکومت کی کرسی پر خوب مضبوطی سے قابض ہو گیا۔ یہ واقعات حکومت کے اکتیسویں سال واقع ہوئے۔

بنی اسرائیل میں مناقشہ

اس کے بعد بنی اسرائیل میں اختلاف پیدا ہو گیا، ان میں سے بعض نے بنیامین بن قتال کو سبط یساخر سے اپنا حکمران بنا لیا اور عمری سے جنگ لڑے، یہ ان پر غالب آیا۔ یہ شہر برصا میں رہتا تھا۔ اس نے اپنی حکومت کے چھٹے برس سامریا کو لوٹا پھر بارہ برس حکومت کر کے مر گیا۔ وہ نابلس میں دفن ہوا۔ اس کے بعد اسباط عشرہ کا حکمران اس کا بیٹا احاب مقرر کیا گیا۔ یہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح کفر وعصیان اور بت پرستی کا مذہب رکھتا تھا۔ اس نے شاہ صیدا کی بیٹی سے شادی کی اور سامرہ میں ایک ہیکل بنوایا۔ وہ اس میں ایک بت رکھ کر اسے سجدہ کرتا تھا۔ اسی نے انبیاء علیہم السلام کے قتل میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا۔

حضرت ایلیا

اس نے پھر قریہ اریحا کو آباد کیا۔ اس دوران ایلیا نبی علیہ السلام کی بددعا سے تین برس کا قحط پڑا۔ ایلیا نبی پھر ان سے جدا ہو کر بریہ چلے گئے اور وہیں مقیم رہے۔ وہ پھر وہاں سے لوٹے اور دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے پانی برسایا انہوں نے پھر ان لوگوں کو قتل کر ڈالا جو احاب کے ساتھ بت پرستی کرتے تھے۔ ھٰکذا قال ابن عمید (ابن عمید نے ایسا ہی لکھا ہے۔)

عذاب کا نزول

طبری کا یہ خیال ہے کہ جس نبی نے ان کے لئے بددعا کی تھی، وہ الیاس بن سین (یا یامین) انخاص بن عیزار کی نسل سے تھے۔ وہ اہل بعلبک اور احاب اور اس کی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے لیکن انہوں نے انہیں جھٹلایا، اس وجہ سے وہ تین برس تک بلائے قحط میں مبتلا رہے۔ انہوں نے پہلے اپنے بتوں سے رجوع کیا لیکن جب ان سے کام نہیں نکلا تو جناب موصوف کی طرف رخ کیا اور ان سے دعا کے خواستگار ہوئے۔ الیاس نبی نے پھر دعا کی تو بہت پانی برسا لیکن وہ بدستور اپنے کفر اور نافرمانی پر قائم رہے۔ احاب ان پر سختی کرتا رہا۔ آخر الیاسؑ نبی نے اللہ تعالیٰ سے اپنی وفات کی دعا کی اور لوگوں کو ہلاکی اور تباہی سے آگاہ کیا۔

احاب کی حکومت

حضرت الیاسؑ کے بعد الیسع بن اخطوب کو سبط افرائیم سے نبوت دی گئی۔ ابن عساکر لکھتا ہے کہ آپ کا نام اسباط بن عدی بن شولیم بن افرائیم ہے۔ جبکہ ابن عمید لکھتا ہے کہ احاب کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے الیا نبی پر الیاس بن یفسا کو پاک کر کے وحی نازل فرمائی تھی، اس کے علاوہ اروم کو دمشق میں اور باہو بادشاہ بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں پاک کرنے پر مامور کیا تھا۔ اس کے بعد سنداب بادشاہ سوریہ نے احاب بن عمری اور اسباط عشرہ پر حملہ کیا۔ اس نے سامرہ سے نکل کر اس کا مقابلہ کیا اور دو مرتبہ سخت شکست دے کر اسے پسپا کر دیا۔ سنداب لڑائی کے میدان سے بھاگ کر ایک قلعے میں جا چھپا۔ جب وہ بھی اسے محاصرین کے ہاتھوں سے پناہ نہیں دے سکا تو ایک دن وہ تنہا احاب کے پاس چلا آیا۔ احاب نے اس کا قصور معاف کر دیا اور اسے اس کے ملک کی طرف واپس لوٹا دیا۔ اس پر نبی موصوف نے اس کے اس فعل سے اپنی ناراضگی ظاہر کی اور اسے اس عذاب سے ڈرایا جو اس کی اولاد پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والا تھا۔ اس کے بعد احاب بادشاہ اسا یہوشافط بادشاہ بنی یہودا کی معیت میں بادشاہ سوریہ سے لڑنے کے لئے نکلا۔ لیکن جنگ کے دوران وہ ایک پتھر کے صدمے سے مر گیا۔ اسے سامرہ میں لا کر دفن کیا گیا۔

عاموص نبی کا قتل

اس نے بائیس (22) برس ابن عمید کی روایت کے مطابق اٹھارہ برس حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اخریا (یا اسیا) تخت حکومت پر بٹھایا گیا لیکن نہایت بداطوار اور سرکش تھا، اس نے عاموصؑ نبی کو شہید کیا اور بعل نامی بت کی پرستش شروع کر دی۔ وہ دو برس حکومت کر کے مر گیا۔

یوام کی حکومت

اس کے بعد اس کا بھائی یوام بادشاہ ہوا جس نے اسباط عشرہ پر بارہ برس تک بادشاہت کی۔ اس نے سب سے پہلے بنی موآب پر جزیہ نہ دینے کی وجہ سے حملہ کیا۔ سات روز تک بنی موآب محاصرہ میں رہے، لیکن جب پانی ختم ہو گیا تو الیسع کی دعا سے وادی جاری ہو گئی۔ اس کے بعد بنی موآب پانی کے خیال سے باہر نکل آئے تو بنی اسرائیل نے ان میں سے بے شمار آدمیوں کو مار ڈالا۔ اس کے بعد ہداد بادشاہ اروم نے سامرہ کے محاصرے کے لئے لشکر جمع کیا اور اس کا تین برس محاصرہ جاری رکھا یہاں تک کہ الیسع نبی کی دعا سے وہ ناکام واپس لوٹا۔

احزیا کا مارا جانا

سنہ 12 جلوس میں جب کہ ملوک جزیرہ اور اروم کی جنگ سے اخریا بن یہورام بادشاہ القدس شریف کے ہمراہ لوٹ کر آ رہا تھا، یہوشافط بن نیشاء سبط منشی بن یوسف نے موقع پا کر اسے اور اخریا بادشاہ کو مار ڈالا اور خود اسباط پر حکومت کرنے لگا۔

بنی احاب کا قتل

ابن عمید لکھتا ہے کہ یوام بن احاب بادشاہ اسباط اخریا بادشاہ القدس شریف کے ساتھ اروم سے لڑنے کے لئے گیا تھا اور وہیں دونوں میدان جنگ میں مارے گئے۔ یہوشافط پھر تخت حکومت پر بیٹھتے ہی بنی احاب کے قتل میں مصروف ہو گیا اور اس نے تقریباً تمام بنی احاب کو مار ڈالا جیسا کہ اسے الیسع نے حکم دیا تھا وہ پھر یہ پینتیس (35) سال حکومت کر کے مر گیا۔

یواش کی چڑھائی

اس کے بعد اس کا بڑا یواص اسباط عشرہ کا بادشاہ ہوا اور سترہ برس تک بادشاہت کرتا رہا، اس کے بعد اس کا بیٹا یواش حکمران بنا اور اس نے القدس شریف پر حملہ کیا اور اسے امصیا بادشاہ قدس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اس نے پھر اس کی چار سو ہاتھ شہر پناہ منہدم کر دی اور اہل قدس کو گرفتار کر لیا۔ وہ عزر

یا کاہن کی اولاد کو بھی پکڑ لایا اور جو کچھ مسجد میں تھا اسے لوٹ کر سامرہ واپس آیا۔ کچھ روز بعد الیسعؑ بیمار ہوئے تو یواش ان کی عیادت کے لئے گیا، انہوں نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ اروم کو ہلاک کرے گا اور اس پر تین بار فتح حاصل کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ پھر تیرہ برس حکومت کر کے مر گیا۔

یربعام اور امصیا کی لڑائی

اس کے بعد اس کا بیٹا یربعام حکومت کرنے لگا، یہ حد درجہ بدخصلت اور بداطوار تھا۔ اس نے امصیا، بادشاہ یہودا پر حملہ کیا تھا۔ بعض مورخ یہ لکھتے ہیں کہ اس کے باپ یواش نے القدس شریف پر حملہ کیا تھا، اس نے اس کے بادشاہ امصیا کو شکست دی تھی اور اسے گرفتار کر لایا تھا۔ اس نے جو کچھ شاہی خزانوں میں تھا، اسے لوٹ لیا اور عزریا کاہن کو سامرہ میں قید کر دیا تھا۔ اس نے پھر اپنی حکومت کے اکتالیسویں برس اور عزیاہو بن امصیا کے ستائیسویں سال اسے آزاد کر دیا تھا۔

زکریا کا مارا جانا

ابن عمید لکھتا ہے کہ بنی اسرائیل سامرہ میں گیارہ برس رہے، اس کے بعد انہوں نے یربعام کے بیٹے زکریا کو عزیاہو کی حکومت کے اڑتیسویں سال تخت حکومت پر بٹھایا لیکن اس نے صرف چھ مہینے حکومت کی کیونکہ اس پر سبط زبلون سے متاخیم بن کادنامی ایک شخص نے جو اہل برصا میں تھا، حملہ کیا اور اسے قتل کر کے خود تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔ اس نے بارہ برس تک حکومت کی۔

ابن عمید کی روایت کے مطابق اس کی حکومت کا زمانہ زیادہ سے زیادہ دس برس ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ عزیاہو بادشاہ القدس شریف کی حکومت کے انتالیسویں برس اس نے شہر برصا کو بزور تیغ فتح کیا۔

موصل پر حملہ

انہیں ایام میں اس پر فول بادشاہ، موصل نے حملہ کیا اور اس پر ایک ہزار قنطار چاندی جزیہ مقرر کر کے واپس ہوا۔ وہ نہایت بدعادت اور نہایت ظالم تھا، اس کے مرنے کے بعد فقحیا بن مناخیم، عزیاہو، بادشاہ القدس شریف کی حکومت کے چالیسویں سال تخت اور حکومت پر متمکن ہوا۔ اس نے بارہ برس تک بادشاہانہ زندگی بسر کی۔

باقح کا قتل

اس کے بعد اس کے عمال میں سے باقح بن آصلیا اس پر غالب آ گیا۔ یہ بھی اپنے پچھلے بادشاہوں کی طرح گمراہ اور بے دین تھا۔ یہ اسباط سامرہ پر دس سال حکومت کرتا رہا۔ اسی کے دور حکومت میں عزیاہو بن امصیا بادشاہ القدس شریف مر گیا۔ باقح بن آصلیا مسلسل اپنی بدچلنی اور بت پرستی پر قائم رہا، یہاں تک کہ ہویشیع بن ایلیا (سبط کاد) نے یواب بادشاہ کی حکومت کے تیسرے سال اسے قتل کر ڈالا۔ اسباط نے پھر اس کی جگہ اسے بادشاہت و حکومت کے تخت پر بٹھایا۔ اس کی حکومت سات برس تک رہی۔ اسی کے زمانہ میں اس پر بادشاہ اثور اور موصل چڑھ آئے تھے اور اسباط نے خراج دینا قبول کر لیا تھا۔

ہویشیع کا قید ہونا

کچھ عرصے بعد ہویشیع نے بادشاہ مصر سے مدد طلب کی اور اس کی اطاعت قبول کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ جب اس بات کی اطلاع بادشاہ موصل کو ہوئی تو اس نے اس پر حملہ کر دیا اور تین برس کے مسلسل محاصرے کے بعد چوتھے سال سامرہ فتح کر لیا۔ یوں اس نے اپنی حکومت کے نویں برس ہویشیع کو قید کر لیا اور اسباط کے ہمراہ اسے موصل لے آیا۔ اس نے پھر اصبہان (اصفہان) کے قصبات میں لا کر انہیں آباد کیا۔

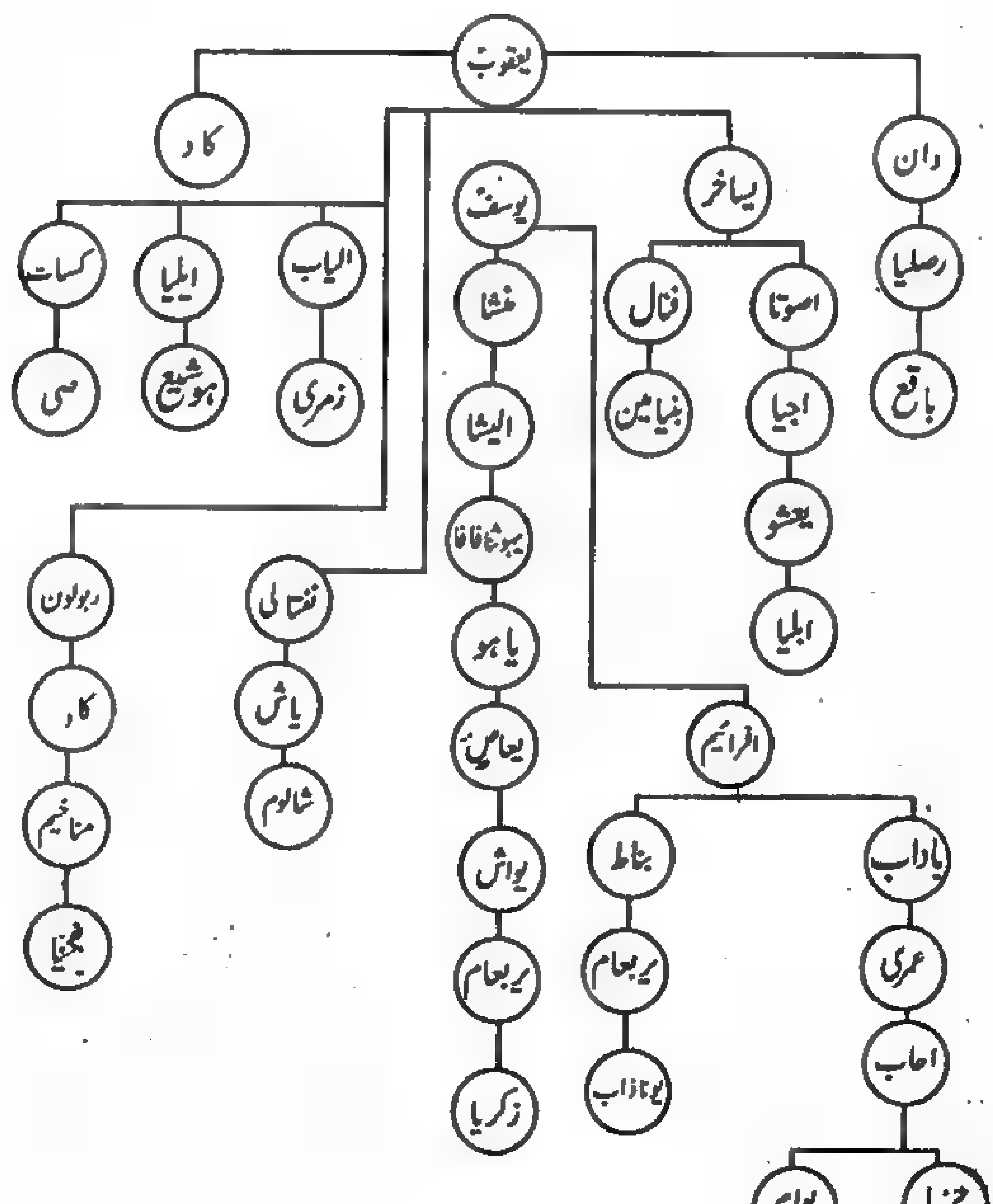
دیگر واقعات

اسی وقت سے بنی اسرائیل کی حکومت سامرہ سے ختم ہوگئی تاہم بادشاہ یہودا اور بنیامین بیت المقدس میں حکومت کرتے رہے۔ یہ واقعہ احزیا بن احاز کے سنہ 1 جلوس میں واقع ہو۔ بیت المقدس میں برابر ان کے بادشاہ یکے بعد دیگرے حکومت کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی حکومت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد بادشاہ موصل نے کورا عازا، حماۃ، صفرآرام سے لوگوں کو جمع کر کے سامرہ میں آباد کیا۔

عذاب کا نازل ہونا

ابن عمید لکھتا ہے کہ مورخین یہ بیان کرتے ہیں کہ اہل سامرہ پر خدا تعالیٰ نے درندوں کو مسلط کیا تھا، وہ انہیں تنگ کرتے رہتے تھے۔ اس کے بعد اہل سامرہ نے بادشاہ موصل کے پاس چند آدمیوں کو سامرہ کے ستاروں کی چال معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا۔ انہیں بتایا گیا کہ اہل سامرہ دین یہودیت قبول کرلیں گے تو درندے انہیں ستا نہیں سکیں گے چنانچہ یہودیوں کے بڑے بڑے کاہن سامرہ روانہ کئے گئے تاکہ انہیں دین یہودیت کی تعلیم اور تلقین کریں۔ سامرہ کی یہی اصلیت ہے، یہ ان کے اہل ملت کے نزدیک نہ تو ان کے نسب میں ہیں اور نہ ان کے دین میں ہیں۔ واللہ مالک الامور لارب غیرہ ولا معبود سواہ۔

اسباط عشرہ کے ملوکوں کا شجرہ



باب:۱۵

بنو حسمنائی کی حکومت کے حالات

یہودہ کے وہ حالات جو بخت نصر کی جلا وطنی کے بعد ارض مقدس اور اس کے نواح میں واقع ہوئے اور ان کے ان دونوں حکومتوں کے حالات جو اس مدت میں قائم تھیں، آج تک کسی مؤرخ نے تحریر نہیں کئے اور نہ میں نے فن تاریخ کی مہارت رکھنے اور تلاش کے باوجود تاریخ کی کسی کتاب میں یہ حالات دیکھے ہیں۔ جن دنوں میں مصر میں تھا اتفاقاً مجھے بنی اسرائیل کے ایک عالم کی ایسی تالیف مل گئی جس میں ارض مقدس کے حالات اور بنی اسرائیل کی ان دونوں حکومتوں کا بیان لکھا ہوا تھا جو بخت نصر اول کی تباہی سے طیطش ثانی کی تباہی کے درمیان زمانہ جلوہ کبریٰ میں قائم ہوئی تھیں۔ مؤلف نے اپنے خیال میں اس زمانے کے پورے حالات لکھے ہیں اور اس کا نام یوسف بن کریون ہے۔

ابیانوس کا ذکر

یہ یہود کے مشہور سپہ سالاروں اور رئیسوں میں سے تھا۔ صولت کی حکومت اس کے قبضے میں اس زمانے میں تھی جس وقت روم نے بنی اسرائیل پر دھاوا بولا تھا اور اسبیانوس پدر طیطش نے اس کا اور بیت المقدس کا محاصرہ کیا تھا۔ اس نے پھر صولت کو بزور تیغ فتح کیا تھا۔ یوسف بھاگ کر پہاڑ کی کسی گھاٹی میں چھپ رہا۔ قضا کار اسبیانوس ایک روز اکیلا اس طرف آ نکلا تو اس نے اسے گرفتار کر لیا اور پھر اس کو اس نے احساناً چھوڑ دیا۔ اسی ذریعے سے اس کے لڑکے طیطش نے بنی اسرائیل کو ارض مقدس سے جلاوطن کیا تو اس نے یوسف کو عبادت کی غرض سے بیت المقدس ہی میں رہنے دیا۔

حسمنائی اور ہیرودس کا بیان

یہ تو مؤلف کا ترجمہ تھا باقی رہی اس کی کتاب تو اس سے بیت المقدس اور یہود کے اس مدت کے حالات اور ان کی ان دونوں حکومتوں بنی حسمنائی اور بنی ہیرودس کے تذکرے اور اس زمانے کے نئے امور جیسا کہ میں نے اس تالیف میں پایا ہے۔ اس کتاب میں خلاصہ کر کے لکھتا ہوں کیونکہ میں نے ان حالات کو سوائے اس تالیف میں اور کسی کتاب میں نہیں پایا۔ یہ بھی سچ ہے کہ ہر قوم اپنے سلف کے حالات دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جانتی ہے جب کہ ان واقعات کی مخالفت وہ نہ کرتا ہو جو اس سے پہلے گزرا ہو جیسا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تصدقوا اھل الکتاب۔ اس کے علاوہ یہ بھی ارشاد فرمایا ولا تکذبوھم باوجودیکہ اشارے یہود کے حالات اور قصص انبیاء کی طرف ہیں جن کے بارے میں من عنداللہ آیت نازل ہوئی ہیں اس دلیل سے کہ اس کے بعد فرمایا ہے قولوا آمنا بالذی انزل الینا وانزل الیکم۔ (العنکبوت :46)۔ دراصل ان واقعات کی خبروں میں جو کسی کی طرف مستند ہوں، اس میں سے ایک شخص کی روایت بھی کافی ہوگی جب کہ اس کی صحت کا گمان غالب ہو۔ لہٰذا ہم اس نظر سے مناسب سمجھتے ہیں کہ ان حالات کو بنی اسرائیل کے دیگر حالات میں شامل کر دیں جو پہلے لکھے جا چکے ہیں تا کہ ان کے ابتدائے زمانہ سے اخیر زمانہ تک کے سارے حالات کی تکمیل ہو جائے۔ اسی ضمن میں، میں نے ان کی صداقت اور جھوٹ کا زیادہ التزام نہیں کیا۔ واللہ المستعان۔

ارمیاء علیہ السلام

طبری اور ائمہ تاریخ لکھتے ہیں کہ یرمیاً (یا ارمیا) بن خلقیاء، بنی لاوی سے اور انبیاء اسرائیل کی طرح صدقیا ہو ارض مقدس کے آخری بادشاہ بنی یہودا کے زمانہ حکومت میں تھے۔ جب ان لوگوں میں کفر والحاد پھیلا تو جناب موصوف نے انہیں بخت نصر کے ہاتھوں ہلاک ہو جانے سے ڈرایا، اس پر بنی اسرائیل نے ارمیاً نبی کو قید کر دیا۔ اس کے بعد بخت نصر نے ارض مقدس پر چڑھائی کی اور اس پر قبضہ حاصل کر کے انہیں اور قیدیان بنی اسرائیل کے ہمراہ بابل روانہ کر دیا۔ ارمیاً نبی کے ان اقوال میں سے جو انہوں نے بنی اسرائیل سے کہے تھے، ایک قول یہ بھی تھا کہ بنی اسرائیل ستر برس کے بعد پھر ارض مقدس واپس آ جائیں گے۔ اس زمانے میں وہاں بخت نصر اور اس کا لڑکا اور پوتا حکومت کرے گا اور وہ انہیں ہلاک کر ڈالے گا، اس طرح کسدانیوں کی حکومت جاتی رہے گی۔ دوسرے لفظوں میں ارمیاً نبی نے بنی اسرائیل کو یہ سمجھایا تھا کہ تم لوگ ارض مقدس کے ویران ہونے کے ستر برس بعد پھر اسی کی طرف واپس کئے جاؤ گے۔

یعشیا

اس کے بعد یشعیا بن امصیا نے جو ان کے انبیاء کرام میں سے تھے، یہ خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل کورش شاہ فارس کے زمانے میں ارض مقدس کی طرف واپس کئے جائیں گے چنانچہ کورش نے جب بابل پر قبضہ کر لیا اور کسدانیوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس نے پھر بنی اسرائیل کو ارض مقدس واپس آنے اور مسجد بنانے کی اجازت دی، اور لوگوں میں یہ منادی کرادی کہ مجھے خدا تعالیٰ نے ایک گھر بنانے کی ہدایت کی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کام کرنا چاہئے اور وہ اس کے بنانے کے لئے جائے گا۔

ارض مقدس کو روانگی

اس کے بعد بیالیس ہزار بنی اسرائیلی اس کام کے لئے روانہ ہوئے۔ ان میں زیریافیل بن سالتمیل بن یوخینا یعنی ارض مقدس کا آخری شاہ بھی تھا جسے بخت نصر نے قید کیا تھا۔ عزیر نبی بھی ان کے ہمراہ تھے۔ عزیر اور اشیوع میں چھ پشتوں کا فرق بتایا جاتا ہے تاہم میں نے ان کے ناموں کی نقل پر اعتبار نہیں کیا اس وجہ سے کہ ان میں ردوبدل کا گمان غالب تھا۔ بہر کیف کورش نے مسجد اقصیٰ کے برتن بھی لوٹا دیئے جو کثرت کی وجہ سے بیان نہیں کئے جا سکتے۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ مسجد اقصیٰ کے پانچ ہزار چار سو طلائی اور نقرئی برتن تھے۔

ارض مقدس کی دوبارہ تعمیر

یوں بنی اسرائیل ارض مقدس پہنچ کر کورش کی امداد سے بیت المقدس کو تعمیر کرنے لگے۔ اس دوران ان کے قدیمی دشمن یعنی سامرہ کے رہنے والے ان سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے۔ اس وقت ستر برس کی مدت بھی پوری نہ ہوئی تھی کیونکہ ارض مقدس کی ویرانی بخت نصر کی حکومت کے اٹھارہویں برس ہوئی اور پھر اس کی حکومت پینتالیس برس رہی جبکہ اس کے لڑکے اور پوتے کا عہد حکومت پچیس برس رہا۔ اس حساب سے ستر برس میں اٹھارہ برس کم ہوئے، جو ارض مقدس کی ویرانی سے قبل کی حکومت کے گزر چکے تھے۔

سامرہ والوں کی مزاحمت

اس دوران اہل سامرہ بنی اسرائیل کو تعمیر بیت المقدس سے مسلسل روکتے رہے یہاں تک کہ اٹھارہ برس کی بقیہ مدت ختم ہو گئی اور دارا شاہ فارس کی حکومت کا زمانہ آ گیا۔ بعد ازاں اہل سامرہ اس کی تعمیر رکوانے کے لئے دارا کے پاس گئے۔ دربار میں دارا کے ارکان دولت نے عرض کیا کہ کورش نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی تعمیر کی اجازت دی تھی لہٰذا دارا نے بنی اسرائیل سے کوئی مزاحمت نہ کی۔ بنی اسرائیل نے پھر دارا اول کی حکومت کے دوسرے برس اس کی تعمیر پوری کر لی۔ ان دنوں ان کے کاہن عزیر تھے جنہوں نے بیت المقدس واپس آنے کے دوسرے برس توریت کی تجدید کی۔ اس کے بعد زیریافیل مر گیا اور اس کی جگہ یشمیاس کو بٹھایا گیا۔ عزیر کے انتقال کے بعد شمعون الصفا (بنی ہارون) کو ان کا نائب مقرر

کیا گیا۔

بلتنصر کی حکومت

یوسف بن کریون لکھتا ہے کہ جب بخت نصر بابل کی طرف واپس ہو کر گیا تو اس نے ستائیس برس اور حکومت کی، اس کے بعد اس کا بیٹا بلتنصر تین برس تک حکومت کرتا رہا یہاں تک کہ داریوش بادشاہ ماذیٰ (جسے میں دیلم سمجھتا ہوں) اور کیرش بادشاہ فارس نے اس سے بدعہدی کی۔ بعد ازاں باہم جنگ ہوئی جس میں بالآخر بخت نصر کے لشکر نے انہیں شکست دی۔ اس نے پھر اس کامیابی کی خوشی میں ایک جشن شاہی منعقد کیا اور اپنے سرداران لشکر کو جمع کر کے ارض مقدس کے ان برتنوں میں انہیں شراب پلائی جنہیں اس کا باپ ہیکل سے اٹھا لایا تھا۔ خدا تعالیٰ اس فعل پر ناراض ہوا، اس نے پھر اسی وقت بچشم خود یہ دیکھا کہ ایک غیبی ہاتھ نے دیوار سے نکل کر کسدانی خط میں دیوار پر چند کلمات لکھے۔ عبرانی زبان میں وہ کلمات ''احصی''، ''وزن''، ''نقد'' تھے۔ بلتنصر اور حاضرین یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ انہوں نے پھر دانیالؑ نبی سے انتہائی منت وسماجت کرتے ہوئے ان کا مطلب دریافت کیا۔

وہب ابن منبہ کہتا ہے کہ حضرت دانیالؑ حزقیل، اصغر اور دانیالؑ کی اولاد سے ہیں۔ انہوں نے ان کلمات کی تعبیر یہ فرمائی کہ یہ کلمات تجھے تیرے زوال ملک سے ڈراتے ہیں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری حکومت کے زمانے کو محصور کر دیا، اس نے تیرے اعمال کو تول لیا اور تیری قوم سے ملک چھین لینے کا حکم نافذ کیا ہے۔ بعد ازاں حکم الٰہی سے اسی رات کو بلتنصر مارا گیا۔

کورش کا سلوک

جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ کورش اور اس کی قوم جب اپنے ملک پر مستقل حکمران ہوگئی تو جلاوطنان بنی اسرائیل ارض مقدس واپس کر دیئے گئے اور انہیں کسدانیوں پر فتح یابی کے شکریے میں اس کی عمارت کی تعمیر کے لئے مال ومتاع دیا گیا۔ بنی اسرائیل پھر خوشی کے ساتھ ارض مقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے ہمراہ عزیر کاہن اور نحمنا مردخائی اور بنی اسرائیل کے تمام جلاوطنی رؤسا بھی تھے۔ بنی اسرائیل نے یروشلم پہنچ کر ارض مقدس اور مذبح کو گزشتہ حدود کے مطابق بنانا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قربانیاں کیں۔ اس کے بعد کورش انہیں گیہوں، گائے، بکری، شراب اور دوسری تمام وہ چیزیں جن کی انہیں ضرورت تھی، ارض مقدس کی مجاورت کے لئے سالانہ دیتا رہا۔ اس کے علاوہ ان کے ساتھ وہ اور بھی سلوک اور احسانات کرتا تھا۔ اس کے بعد اور ملوک فارس بھی اس کی پیروی کرتے رہے۔

ہامان کی آمد

لیکن اخشویروش کے دور حکومت میں ان سب باتوں میں کمی واقع ہوگئی کیونکہ اس کا وزیر ہامان نامی جو عمالقہ میں سے تھا، وہ درپردہ بنی اسرائیل کا مخالف اور دشمن تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی پوشیدہ کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ اخشویروش بنی اسرائیل کے قتل پر تل گیا لیکن مردخائی کی سفارش نے بنی اسرائیل کو قتل سے بچالیا۔ اس نے مردخائی کے کہنے سننے پر بنی اسرائیل کو وہ جس حالت پر تھے اسی حالت پر رہنے دیا۔

سکندر کا بیان

اس کے بعد دارا کے مرنے سے حکومت فارس کا خاتمہ ہوگیا اور ملک فارس پر یونانی قابض ہوگئے۔ ان میں سے اسکندر بن فیلقوس فارس پر حکومت کرنے لگا۔ اس نے اپنے فتح یاب لشکر سے اس زمین کو روند ڈالا۔ وہ فارس کو فتح کر کے ارض مقدس کی طرف گیا کیونکہ وہ بھی دارا کے ممالک مقبوضہ میں داخل تھا۔ بنی اسرائیل کے کاہنین اس کے آنے کی خبر سن کر خائف ہوگئے۔ ایک دن سکندر نے سوتے ہوئے خواب میں یہ دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا اس سے کہہ رہا ہے ''میں تیری مدد کے لئے آیا ہوں'' اس نے سکندر کو اہل قدس کو تکلیف دینے سے منع کیا اور اسے ان کی خواہشات

پورا کرنے کی ہدایت کی۔ لہٰذا جب سکندر بیت المقدس پہنچا تو اس نے کاہن اعظم سے ملاقات کی اور کاہن کی تعظیم و تکریم کی۔ وہ پھر اس کے ہمراہ ہیکل میں داخل ہوا۔ کاہن نے سکندر کے لئے دعاء برکت کی۔

سکندر اعظم کی درخواست

سکندر کو وہ جگہ بہت پسند آئی، اس نے کاہن سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس مقدس مقام پر اس کی سونے کی تصویر رکھ دی جائے تا کہ اس کا ذکر خیر ہمیشہ ہوتا رہے۔ کاہن نے کہا کہ یہ ہمارے مذہب میں ممنوع ہے لیکن تو اپنی ہمت اور فیاضی قربان گاہ اور اس کے نمازیوں پر خرچ کرتا کہ وہ تیرے لئے دعا کرتے رہیں گے۔ اس کے علاوہ تیری یادگار قائم کرنے کی غرض سے اس سال جس قدر بچے بنی اسرائیل میں پیدا ہوں گے وہ سب تیرے نام سے موسوم ہوں گے۔ سکندر اس بات پر راضی ہو گیا۔

بنی اسرائیل

سکندر نے پھر بنی اسرائیل کو بے انتہا مال دیا اور کاہن کو نہایت معقول معاوضہ دے کر دارا کی جنگ کے بارے میں استخارہ کرنے کے لئے کہا۔ کاہن نے اسے کہا کہ جاؤ ''تمہارا اللہ مددگار ہوگا'' اس کے بعد سکندر نے دانیالؑ سے اپنا خواب بیان کیا، انہوں نے یہ تعبیر بیان کی کہ تو دارا پر فتح پائے گا۔ اس کے بعد سکندر بیت المقدس سے واپس ہوا اور اس کے اطراف و جوانب کو دیکھتا ہوا نابلس کی طرف گزرا۔ وہ اس دوران سنبلاط سامری سے بھی ملا، جسے اہل قدس نے نکال دیا تھا۔ سنبلاط نے پھر سکندر کی دعوت کی، تحفے ہدایا دیئے اور طویل برید میں ہیکل بنانے کی اجازت چاہی۔ سکندر نے اسے ہیکل بنانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ سنبلاط نے ہیکل تیار کر کے اپنے داماد منشا کو اس کا کاہن مقرر کیا۔ یہودیوں کا یہ خیال ہے کہ توریت میں جو قول باری عزاسمہ ''اجعل البرکۃ علیٰ جبل کریدم'' ہے اس سے یہی ہیکل مراد ہے۔ اسی لئے پھر یہودی اپنی عیدوں میں اس نئے ہیکل کی طرف جانے اور اس پر نذریں چڑھانے لگے۔ رفتہ رفتہ وہ عظیم الشان ہو گیا اور اہل بیت المقدس اس سے دب گئے یہاں تک کہ ہرمایوس بن شمعون اول بادشاہ بنی حسمنائی نے اس ہیکل کو تباہ کر کے ویران کر دیا۔

ہیکل کا مال

اس کے بعد سکندر اعظم اپنی حکومت کے بتیس (32) سال پورے کر کے مر گیا اور اس کا ملک اس کی سلطنت کے اراکین میں تقسیم ہو گیا۔ سکندر کے بعد اس کے اراکین دولت میں سے ایک بارعب و جاہ شخص سلیاقوس فلسطین کے علاقے کا حکمران بنا۔ وہ بھی ارض مقدس کے فقراء کے لئے مال و اسباب بھیجتا رہا کچھ عرصہ بعد اسے یہ خیال آیا کہ ہیکل میں قیمتی سامان، جواہرات کے بکثرت ذخیرے ہیں لہٰذا اس نے اس کی طمع میں اپنے ایک سپہ سالار کو جس کا نام اردوس تھا، ارض مقدس کے مال و اسباب اور ذخیرے ضبط کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس کے بعد کاہن حنینان نے اردوس کو اس فعل سے باز رکھنا چاہا اور اسے یہ بتایا کہ اس میں فارس اور یونان کے بقیہ صدقات ہیں اور وہ چیزیں بھی ہیں جو حال میں سلیاقوس نے تحفے میں دی ہیں۔ لیکن اردوس کاہن حنینان کے کہنے پر متوجہ نہ ہوا اور ہیکل کے لوٹنے پر تیار ہو گیا۔ اردوس جب ہیکل کے لوٹنے کو آ رہا تھا تو اہل قدس کی بددعا سے سخت دردسر میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے ہمراہی پریشان ہو کر کاہن حنینان کے پاس آئے، معذرت کی اور دعائے نیک کے خواستگار ہوئے چنانچہ کاہن حنینان کی دعا سے اردوس اسی وقت اچھا ہو گیا۔ وہ پھر اپنی دلیری پر نادم ہو کر لوٹ آیا۔ اس واقعہ کے بعد سلیاقوس ارض مقدس کی زیادہ عزت کرنے لگا اور مقررہ مال و اسباب دوچند بھیجنے لگا۔

توریت کا ترجمہ

ابن کریون لکھتا ہے کہ پھر یونانیوں کے لئے توریت کو ترجمہ کیا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تلمائے نے یونانیوں میں سے سکندر کے بعد مصر پر

حکومت حاصل کی، یہ مقدونیہ کا رہنے والا، علم دوست اور حکمت و کتب الٰہیہ کا از خد شائق تھا۔ جب اس سے یہود کی کتب اسفار کا ذکر کیا گیا تو اس میں انہیں دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ اس نے قدس شریف کے کاہنوں کو اس کی بابت لکھا اور انہیں تحائف بھیجے، بعد ازاں ستر علماء یہود اس کام کے لئے منتخب کئے گئے جن میں کاہن عازر بھی تھے۔ جب یہ لوگ ان کے پاس پہنچے تو اس نے ان کی بہت بڑی عزت کی اور نہایت احترام سے ٹھہرایا۔ اس نے پھر ہر ایک کے لئے ایک کاتب مقرر کیا، جو کچھ وہ ترجمہ کر کے بتاتے تھے، کاتب لکھتے جاتے تھے، یہاں تک کہ جب اسفار کا عبرانی زبان سے یونانی زبان میں ترجمہ ہو گیا۔ یہود کے علماء نے پھر اس کی تصحیح کی اور اس کی روایت کرنے کی اجازت دے دی۔ تلمائے نے اس صلے میں تقریباً ایک لاکھ یہودیوں کو رہا کر دیا جو مصر میں قید تھے۔ اس نے پھر ایک سونے کا منبر بنوا کر اس پر سرزمین مصر اور نیل کا نقشہ بنوایا اور اسے جواہرات سے مرصع کر کے بیت المقدس میں بطور نذر بھیج دیا جو ہیکل میں امانتاً رکھ دیا گیا۔

یہودیوں پر جبر

اس کے بعد تلمائی والی مصر مر گیا اور انطیوخوش والی مقدونیہ انطاکیہ پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے مصر کی حکومت بھی لے لی اور ملوک طوائف نے بھی ارض عراق میں اس کی اطاعت قبول کر لی۔ یوں اس کی حکومت بہت مضبوط ہو گئی اور اس کا رعب و داب بڑھ گیا۔ اس نے پھر لوگوں کو بت پرستی کا حکم دیا اور ایک جگہ اپنی شکل کا ایک بت بنوایا لیکن یہودیوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اس پر فتنہ پردازوں نے کہہ سن کر اسے یہودیوں کے خلاف ابھار دیا۔ چنانچہ انطیوخوش نے یہودیوں پر چڑھائی کر دی اور انہیں قتل اور گرفتار کرنے لگا۔ یہودی پہاڑوں اور بیابانوں کی جانب بھاگ گئے۔ انطیوخوش ان کی خونریزی کے بعد واپس لوٹ گیا اور بیت المقدس میں اپنا ایک نائب قیلیوقوس نامی مقرر کیا۔ اس نے اسے یہ حکم دیا کہ وہ یہودیوں کو بتوں کے سجدہ کرنے، خنزیر (سور) کھانے، ترک اعمال سبت (ہفتے کے اعمال چھوڑنے) اور ختنہ ترک کرنے پر مجبور کرے۔ جو شخص اس کی مخالفت کرے اسے سزائے موت دی جائے۔ قیلیوقوس نے ایسا ہی کیا بلکہ اس سے زیادہ سختی اختیار کی۔ اس طرح وہ غنڈے جو اس فتنہ کا باعث ہوئے تھے، یہودیوں کے قتل و غارت پر دلیر ہو گئے۔ انہوں نے جلد ہی عازر کاہن کو قتل کر ڈالا۔ جس نے توریت کا یونانی میں ترجمہ کیا تھا کیونکہ اس نے بت کے سجدے اور ان کے نام کی قربانی کھانے سے انکار کر دیا تھا۔

جنگ فیلقوس

جو یہود پہاڑوں اور صحراؤں کی طرف بھاگ گئے تھے ان میں متیابن یوحنا بن شمعون کاہن اعظم بھی تھا جو حشمنائی بن حونیا بنی نوذاب۔ نسل ہارونؑ علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے یہ مرد صالح اور شجاع و دلیر تھا اور اپنی قوم کی بربادی اور تباہی سے غمزدہ سنسان، بیابان میں مقیم تھا۔ جب انطیوخوش ارض مقدس سے اپنے وطن چلا گیا تو اس نے یہود کو اپنے جائے مقام سے مطلع کیا اور انہیں یونانیوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ یہود نے اس کے حکم کی تعمیل کی اور مستعد ہو گئے پھر فلیقوس سپہ سالار انطیوخوش یہ خبر سن کر اپنا لشکر لئے ہوئے متینا کی گرفتاری کے لئے چلا۔ میدان جنگ میں یہودا اور فلیقوس سے مقابلہ ہوا، فریقین نے جی توڑ کر داد مردانگی دی پہلے ہی یہود کی کامیابی اور فلیقوس کی شکست کاتب تقدیر نے لکھ دی تھی لہٰذا لڑائی کا میدان یہود کے ہاتھ رہا اور فلیقوس کا لشکر بھاگ گیا۔

یہوذا اور نیقانور کی لڑائی

اس اثناء میں متتیا کا انتقال ہو گیا اور پھر یہوذا ابن متتیا حکمران ہوا، اس نے بھی قیلقوس کو دوبارہ شکست دی۔ انطیوخوش ان دنوں فارس والوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا لہٰذا اس نے اس شکست کا حال سن کر اپنے بیٹے انفطر کو اپنا قائم مقام بنا کر اس کی کمک پر اپنی ہی قوم کے ایک سپہ سالار لیشاوش نامی کو مامور کیا اور انہیں یہودیوں پر فوج کشی کا حکم دیا۔ انہوں نے تین مشہور جرنیلوں یعنی نیقانور، تلمیاس، صردوس کو یہودیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ انہوں نے ان سے یہودیوں کی پامالی اور قتل و غارت کا اقرار لے لیا۔ اس کے بعد اطراف دمشق و حلب کے تمام ارمنی اور

دشمنان یہود فلسطین وغیرہ سے اس لشکر کے ہمراہ ہوگئے۔ جنگ سے پہلے یہوذا ابن متتیا سردار یہود نے پہلے اللہ تعالیٰ سے اپنی فتح ونصرت کی دعا مانگی پھر بیت المقدس کا طواف کیا اور تبرکاً اس پر ہاتھ پھیرے، اس کے بعد مقابلے پر آیا۔ اس کا پہلے نیقانور کے لشکر سے مقابلہ ہوا، اس نے پہلے ہی حملہ میں اسے شکست دی، اس کے لشکریوں کو قتل کیا اور اس کا مال واسباب لوٹ لیا۔

اسرائیل کی فتح

اس کے بعد وہ سپہ سالاران لشکر تلمیاس اور صردوس سے لڑا اور انہیں بھی شکست دے کر پیچھے ہٹا دیا۔ جنگ کے دوران انطیوخوش کے اول سپہ سالار فیلقوس کو گرفتار کر کے اس نے آگ میں جلا دیا۔ نیقانور لڑائی کے میدان سے بھاگ کر مقدونیہ پہنچا اور لیشاوش وافظر کو ہار سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد شاہ فارس سے انطیوخوش کے شکست پانے کی خبر آئی۔ اس کے بعد ہی وہ خود بھی مقدونیہ آ پہنچا۔ وہ یہودیوں کی کامیابی سے غصے ہو کر ایک جرار لشکر مرتب کر کے ارض مقدس کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن راستے میں عارضہ طاعون میں مبتلا ہو کر مر گیا اور وہیں دفن کر دیا گیا۔ اس کے مرنے کے بعد افظر تخت پر بیٹھا اور اس کا نام اس کے باپ انطیوخوش کے نام سے موسوم ہوا۔

ارض مقدس کی صفائی

یہوذا ابن متتیا ان لڑائیوں سے فارغ ہو کر قدس شریف واپس آ گیا۔ انطیوخوش کی بنوائی ہوئی قربان گاہیں اور بت تڑوا ڈالے، اس نے مسجد کو بتوں کی نجاست سے پاک کیا اور قربانی کے لئے ایک دوسرا مذبح بنوایا۔ اس نے اس میں لکڑیاں جمع کر کے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اپنی نشانی دکھلانے کی غرض سے اسے بغیر آگ کے مشتعل کر دے چنانچہ وہ لکڑیاں بغیر آگ کے جلنے لگیں۔ یہ آگ مسلسل زمانہ ویرانی ثانی تک جلتی رہی تھی۔

العساکر کی عید

اس دن کو یہودیوں نے عید کا دن قرار دیا اور اسے عید العساکر کے نام سے موسوم کیا۔ اس کے بعد افظر نے اپنے باپ کی خواہش پوری کرنے کے لئے لیشاوش کو یہودیوں سے لڑائی کرنے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن یہوذا ابن متتیا نے اسے شکست دے کر پسپا کر دیا۔ جنگ کے بعد لیشاوش بھاگ کر ایک قلعہ میں جا چھپا، تو یہوذا ابن متتیا نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ بالآخر لیشاوش نے دب کر اس امر پر صلح کر لی کہ آئندہ لیشاوش ابن متتیا سے لڑنے کے لئے نہیں آئے گا۔ اس معاہدہ میں حسب خواہش یہوذا، افظر بھی شامل کیا گیا۔ لیشاوش محاصرے سے نجات پا کر اپنے ملک واپس چلا گیا۔ بعد ازاں یہوذا ابن متتیا اپنی قوم کی اصلاح میں مصروف ہو گیا۔

رومیوں کا دور

ابن کریون لکھتا ہے کہ کتیم (روم) کی حکومت کا یہ ابتدائی زمانہ تھا، یہ روم میں رہتے تھے، ان کے تمام امور تین سو تیس رئیسوں والی شوریٰ پر منحصر تھے، ان میں سے ایک رئیس صدر نشین ہوتا تھا جسے وہ شیخ کے لقب سے موسوم کرتے تھے۔ وہ ان کے تمام کام انجام دیتا تھا۔ جو غیر قومیں ان پر حملہ کرتی تھیں، وہ اسی کی رائے سے ان کا مقابلہ کرتے تھے۔ اس پر انہیں بہت بڑا اطمینان تھا۔ اس وقت تک تو ان کی یہی حالت تھی اس سے پہلے وہ یونانیوں پر غالب آ چکے تھے اور ان کے ملک پر قابض ہو گئے تھے۔ انہوں نے دریا عبور کر کے افریقہ تک اپنے قبضہ میں لے لیا تھا۔

انطیوخوش افظر کا حملہ

اس کے بعد یہ متفق ہو کر انطیوخوش افظر اور اس کے چچازاد لیشاوش یادگار شاہان یونان پر حملہ کرنے کی غرض سے انطاکیہ کی طرف بڑھے۔ انہوں نے اسی وقت یہوذا بادشاہ بیت المقدس کو انطیوخوش اور یونانیوں کی اطاعت سے علیحدہ ہونے کے لئے لکھا، یہوذا نے ان کے لکھنے پر عمل

کیا۔ جب اس بات کی اطلاع انطیو خوش افظر کو ملی تو یہوذا ابن متتیا کی عہد شکنی اور نئی سازش سے سخت برہم ہو کر اس نے اس پر فوج کشی کر دی۔

صلح ہوگئی

یہوذا ابن متتیا نے نہایت ہوشیاری سے اس کا مقابلہ کیا۔ شکست حاصل کرنے کے بعد انطیو خوش افظر نے اسے صلح کا پیام بھیجا، شرائط صلح یہ قرار پائیں کہ یہوذا ابن متتیا اپنے عہد پر قائم رہے گا اور انطیو خوش جو کچھ سالانہ بیت المقدس کو بطور نذر دیتا تھا، دیتا رہے گا۔ اس کے علاوہ فتنہ پرداز جولڑائی کے باعث ہوتے ہیں انہیں قتل کر ڈالے چنانچہ شملاوش کو قتل کر ڈالا گیا اور عہد و اقرار از سر نو قائم ہوا۔

انطاکیہ پر چڑھائی

اس کے بعد اہل رومہ نے اپنے سپہ سالار دمتریاس بن سلیاقوس کو ایک بڑی فوج کے ہمراہ انطاکیہ کی سمت روانہ کیا۔ انطیو خوش افظر نے ان کا مقابلہ کیا مگر اس کی جی توڑ کوششوں نے اسے کچھ فائدہ نہیں پہنچایا، وہ اور اس کا چچازاد بھائی لیشاوش میدان جنگ میں مارے گئے۔ یوں روم کامیابی کے ساتھ انطاکیہ میں داخل ہو گئے۔

سازش کی ابتداء

قیموس کاہن ان یہودی فتنہ پردازوں میں سے تھا جو انطیو خوش کے پاس رہتا تھا، اس نے دمتریاس سپہ سالار روم کو کامیابی کے بعد ارض مقدس کے مال و اسباب کی ترغیب دلائی اور اس میں اس پر قبضہ حاصل کرنے کی تحریک پیدا کی۔ لہٰذا اس نے نیقانور کو اس کام کی انجام دہی کی غرض سے روانہ کیا۔ ارض مقدس کا بادشاہ یہوذا ابن متتیا بڑے تپاک کے ساتھ اس سے ملنے کے لئے آیا اور اسے ہدایا و تحائف بے اندازہ سے زیادہ پیش کئے۔ نیقانور، یہوذا کی ان اچھی کاروائیوں سے بے حد خوش ہوا اور دونوں نے مراسم اتحاد قائم رکھنے کی قسمیں کھائیں۔ اس دوران قیموس کاہن نے نیقانور کے پہنچنے سے پہلے دمتریاس کو نیقانور اور یہوذا کی باہمی سازش کی اطلاع دے دی اور ارض مقدس پر قبضہ حاصل کرنے کی زیادہ ترغیب دی۔

نیقانور کا مارا جانا

دمتریاس نے پھر اپنے سپہ سالار کو ملامتانہ خط لکھا اور اپنے حکم کی بجا آوری کی سخت تاکید کی۔ اس نے یہ بھی تحریر کیا کہ وہ یہوذا کو گرفتار کر لائے۔ لیکن یہوذا کو اس کے جاسوسوں نے اس خط سے مطلع کر دیا۔ لہٰذا وہ ارض مقدس کو چھوڑ کر سامرہ (صبصطیہ) چلا گیا۔ نیقانور نے اس کا تعاقب کیا تو یہوذا نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ نیقانور کو شکست ہوئی اور یہوذا نے لشکر روم کے اکثر حصے کو قتل کر ڈالا۔ اس نے پھر نیقانور کو گرفتار کر کے بیت المقدس میں ہیکل پر سولی دے دی۔ یہودی پھر اس دن کو بھی روز عید کے طور پر منانے لگے۔

یہوذا کا قتل

اس کے بعد دمتریاس، سپہ سالار روم نے ایک دوسرے ہوشیار اور ماہر افسر بقروس نامی کو تیس ہزار فوج کے ساتھ یہودیوں سے لڑنے کو بھیجا۔ میدان جنگ میں لڑائی کے دوران یہوذا کا لشکر اپنے بادشاہ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور مختلف گھاٹیوں میں جا کر چھپ گیا۔ یوں یہوذا ابھی معدودے چند آدمیوں کے ساتھ لڑتا ہوا بھاگ گیا۔ بقروس نے تعاقب کیا، یہوذا مارا گیا۔ اسے اپنے باپ متتیا کے قریب دفن کیا گیا۔

یہتروس اور یوناثال کی لڑائی

بعد ازاں اس کا بھائی یوناثال بقیہ یہودیوں کو لے کر مضافات اردن کی طرف چلا گیا۔ یہتروس نے مقام برسیع پہنچ کر اس کا محاصرہ کیا اور ایک

مدت تک کسی قتل وقتال کے بغیر یوناثال کو محاصرہ میں رکھا۔ آخر کار یوناثال آخری کوشش یا اپنی قسمت کا آخری فیصلہ کرنے کی خاطر یہودیوں کو لے کر بر سیع سے نکلا اور لڑائی ہوئی۔ اس نے بالآخر یتروس کو شکست فاش دے کر گرفتار کرلیا اور اس شرط پر کہ یتروس آئندہ یہودیوں سے لڑنے کے لئے نہیں آئے گا، اسے چھوڑ دیا اس کے بعد ہی یوناثال مر گیا اور یہودیوں پر اس کا تیسرا بھائی شمعون حکومت کرنے لگا۔

دمتریاس اور شمعون کا مقابلہ

شمعون کے حسن انتظام اور سلوک کی وجہ سے اطراف اور جوانب کے یہود اس کے پاس جمع ہو گئے جس سے اس موجودہ فوج کی قوت اس درجہ بڑھ گئی کہ اس نے اپنے تمام دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ اس نے جس شخص نے حملہ کیا اسے پسپا کیا۔ یہاں تک کہ دمتریاس سپہ سالار بھی انطاکیہ میں اس کے مقابلہ پر آیا۔ اس نے دمتریاس کو بھی شکست دی اور فوج روم کی ایک بڑی تعداد کو مار ڈالا۔ اس کے بعد روم نے لڑائی کا پھر حوصلہ نہیں کیا تا آنکہ شمعون پر تلمائی شوہر اخت شمعون نے اچانک حملہ کر دیا اور اسے قتل کر کے اس کے لڑکے اور خواتین کو گرفتار کرلیا۔ لیکن شمعون کا بڑا لڑکا قانوس بن شمعون عزہ کی طرف بھاگ گیا جس کا اصلی نام یوحان تھا، یہ بہت بہادر تھا۔ اس نے اس سے پہلے کسی لڑائی میں ایک شجاع، ہرقانوس نامی کو مار ڈالا تھا جس وجہ سے اس کے باپ نے مقتول کے نام سے اسے موسوم کیا۔ جلد ہی اطراف و جوانب کے یہودیوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی اور اس کے ہمراہ ارض مقدس کی طرف روانہ ہوئے۔

داخون کا محاصرہ

تلمائی بھاگ کر قلعہ داخون میں چھپ گیا، تو ہرقانوس نے اس کا محاصرہ کرلیا۔ ایک روز تلمائی شہر پناہ کی فصیل پر پھر رہا تھا کہ اتفاق سے ہرقانوس کی بہن اور ماں کو تنہا پا کر گرفتار کر کے لے گیا۔ اس نے پھر ان کے قتل کی دھمکی ہرقانوس کو دی، ہرقانوس اس وجہ سے اور عید مظال کے آ جانے سے لڑائی ملتوی کر کے ارض مقدس واپس آیا۔ اس کے بعد تلمائی ہرقانوس کی بہن اور ماں کو قتل کر کے قلعہ داخون سے بھاگ گیا۔

ہرقانوس اور دمتریاس میں صلح

ابن کریون لکھتا ہے کہ اس کے بعد دمتریاس سپہ سالار روم نے ارض مقدس پر حملہ کیا اور یہودیوں کا محاصرہ کرلیا۔ یہودیوں نے عید کا زمانہ گزر جانے تک جنگ کی مہلت چاہی، دمتریاس نے اس شرط پر مہلت دی کہ قربانی میں سے اسے بھی کچھ دیا جائے۔ اس کے بعد اس کے دل میں خدا جانے کیا خیال آیا کہ دمتریاس نے بیت المقدس کے لئے تصویریں بھیج دیں تب یہودیوں کو صلح کی درخواست پیش کرنے کا اچھا موقع ہاتھ آ گیا۔ دمتریاس نے یہودیوں کی درخواست صلح کو قبولیت کا خلعت عطا کیا۔ اس کے بعد ہرقانوس اس سے ملنے کے لئے گیا اور تین سونے کے حقے دمتریاس کو ہدیۃً دیئے۔ دمتریاس ارض مقدس سے واپس آ کر اپنے دار الحکومت کی درستی و انتظام میں مصروف ہو گیا، اس دوران میں فارس اور روم میں جنگ ہو گئی، دمتریاس تمام کاموں کو چھوڑ کر لشکر روم لے کر موقع جنگ پر پہنچ گیا۔ ہرقانوس عید کی وجہ سے جنگ پر نہیں جا سکا۔

اس کے بعد ہرقانوس کو دمتریاس کی شکست کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے موقع مناسب پا کر اپنے دشمنان اہل شام پر حملہ کر دیا۔ جلد ہی اس نے نابلس اور قلعات اردم کو جو کوہ شراۃ میں تھے، فتح کر کے ان پر جزیہ قائم کیا اور ان کے ختنے کرا دیئے۔ انہیں احکام توریت کی پابندی پر مجبور کیا۔ اس نے پھر اس ہیکل کو جسے سنبلاط سامری نے اسکندر کی اجازت سے بنایا تھا، ویران کر دیا اور اپنے سرحدی بادشاہوں کو بزور جبر اپنا مطیع بنالیا۔

صلح ہوتی ہے

اس کے بعد اس نے رؤساء داعیان یہود کو رومہ کے منتظمین اور اراکین دولت کے پاس تجدید عہد کے لئے روانہ کیا اور ان تمام چیزوں کو واپس مانگا جنہیں انطیوخوس اور یونان ارض مقدس سے اٹھا لے گئے تھے۔ رومہ کے سرداروں نے ہرقانوس کے اس فرمان کی تعمیل کی اور خوشی سے

عہد کی تجدید کر دی۔ انہوں نے پھر اسے ملک الیہود (بادشاہ یہود) کے مبارک لقب سے مخاطب کیا۔

حشمنائیوں کا پہلا بادشاہ

یاد رہے کہ اس سے پہلے ہرقانوس کے آباؤ اجداد کاہن کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ اس نے اپنے آپ کو بادشاہ کے لقب سے ملقب کیا اور عہدہ کہونت کو یعنی شاہی اختیارات میں شامل کر لیا۔ یہ ملوک بنی حشمنائی کا پہلا بادشاہ ہے۔

ہرقانوس اروم کے قلعوں پر قبضہ کرنے کے بعد شہر سامرہ (صبصطیہ) کی طرف گیا اور اسے بزور تلوار فتح کر کے اس کی شہر پناہ کو ویران اور اس کے رہنے والوں کو قتل کر ڈالا۔

اسرائیلیوں کے فرقے

ابن کریون لکھتا ہے کہ یہودیوں میں اس وقت تین فرقے تھے، ایک فرقہ فقہاء اور اہل قیاس کا تھا جنہیں وہ فروشیم (ربانیین) کہتے تھے۔ دوسرا فرقہ ظاہریہ کا تھا جو کہ ظاہری الفاظ کتاب پر عمل کرتے تھے اور انہیں وہ صدوقیہ (قراء) سے تعبیر کرتے تھے۔ تیسرا فرقہ عباد کا تھا جس کے رکن دنیاوی تعلقات قطع کر کے عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور یہ حسید کہلاتے تھے۔ ہرقانوس کے آباؤ اجداد فرقہ ربانیین میں سے تھے لیکن اس نے اپنا مذہب ترک کر کے قراء کا مذہب اختیار کر لیا تھا۔

تبدیلی کی وجہ

اس تبدیلی کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ایک دن یہود کو ایک جلسہ خاص میں جمع کیا اور یہود سے مخاطب ہو کر بولا ''میں تم سے نصیحت کا خواستگار ہوں۔'' ربانیین کو یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید وہ حکومت اور سلطنت سے الگ ہونا چاہتا ہے اس وجہ سے ان میں سے بعض بول اٹھے کہ ''تمہارے لئے یہی نصیحت ہے کہ تم اپنے کو درجہ کہونت سے الگ کر کے صرف حکومت کے رتبے پر اکتفا کرو۔ کیونکہ کہونت کی کوئی شرط تم میں پائی نہیں جاتی ہے۔ تمہاری ماں زمانہ انطیوخوش سے قیدیوں (لونڈیوں) میں سے تھی۔'' ان باتوں پر ہرقانوس نے بگڑ کر کہا ''تم لوگ اپنے حاکم اور والی پر حکومت کرنا چاہتے ہو میں آج سے اس مذہب کو چھوڑتا ہوں۔'' ہرقانوس نے یہ کہہ کر مذہب قراء اختیار کر لیا اور پھر فرقہ ربانیین میں سے ایک بڑے گروہ کو قتل کر ڈالا۔ اسی وجہ سے یہود کے ان دونوں فرقوں میں جھگڑا پیدا ہو گیا اور طویل زمانے تک دونوں میں مسلسل جنگیں ہوتی رہیں۔

ارستبلوس کی حکومت

ہرقانوس اپنی حکومت و سلطنت کے اکتیس برس پورے کر کے مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا ارستبلوس تخت حکومت پر بیٹھا۔ اس کے علاوہ ہرقانوس کے دو لڑکے اور تھے، ایک کا نام انطیقنوس تھا جسے ہرقانوس بہت پیار کرتا تھا دوسرے کو اسکندر کہتے تھے۔ ہرقانوس نے ناراض ہو کر اسے جبل الخلیل کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔ جب ارستبلوس نے حکومت کے زینے پر قدم رکھا تو اس نے اپنے بھائیوں کو اپنے باپ کا مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا اور اسکندر اور اس کی ماں کو گرفتار کر لیا۔ انطیقنوس نے معافی چاہی تو ارستبلوس نے اسے معاف کر کے اپنے لشکر کا افسر اعلیٰ مقرر کر کے لڑائیوں میں اسی کے جانے پر اکتفا کیا اور پھر تاج کہونت اتار کر شاہی تاج پہن لیا۔ اس کے بعد انطیقنوس نے ان لوگوں پر حملہ کیا جو سرحدی مقامات پر رہتے تھے اور ارستبلوس کی فرماں برداری سے نکل گئے تھے چنانچہ اس نے ان سب کو بزور تیغ اطاعت و فرماں برداری کے دائرے میں کھینچ لیا۔

اس کے بعد چند فتنہ پردازوں نے اس کے بھائی ارستبلوس سے اس کی شکایت کی اور اس کے کانوں کو انطقنوس کی شکایتوں سے بھر دیا۔ جب انطقنوس لڑائی سے واپس آیا تو اتفاق سے اس وقت عید مظال کا زمانہ تھا اور اس کا بھائی بیماری کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں آتا تھا۔ انطقنوس شاہی محل

میں جانے سے کنارہ کر کے ثواب حاصل کرنے کی خاطر ہیکل میں چلا گیا۔ فتنہ پردازوں نے ارستبلوس سے یہ جڑ دیا کہ ''انطقوس ہیکل میں کہونت کا درجہ حاصل کرنے گیا ہے کیونکہ آج کل وہ تمہارے قتل کی فکر میں ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ تمہارے پاس مسلح آئے گا''۔ ارستبلوس نے یہ سنتے ہی اپنے جاں نثاروں اور ملازمین قصر کو یہ تاکید کر دی کہ اگر انطقوس مسلح آئے تو فوراً بلا اجازت اور اطلاع اس کی گردن اڑا دینا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یوں فتنہ پردازوں کو اپنی کوشش میں کامیابی ہوگئی۔

ارستبلوس کا پشیمان ہونا

کچھ عرصے بعد ارستبلوس کو فتنہ پردازوں کی سازش اور فریب کا پتہ چل گیا تو وہ اپنے کیے پر پشیمان ہوا اور فرطِ غم سے اپنا سینا اتنا پیٹا کہ اسے قذف الدم کا عارضہ ہوگیا، وہ پھر اسی عارضے میں ایک برس بعد مر گیا۔

اسکندر کی حکمرانی

یہودیوں نے پھر اس کے بھائی اسکندر کو قید سے نکالا، اس کی بیعت کی اور اسے حکومت کی کرسی پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد اس سے عکا اور صیدا والوں نے بدعہدی کی اور اہل غزہ قبرص کی طرف بڑھے۔ اسکندر نے عکا پر پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ اسی دوران میں ملکہ قلوپطرہ (ملوک یونان کی یادگار) اور اس کے لڑکے طیرو میں مخالفت ہوگئی۔ طیرو جزیرہ قبرص کی طرف چلا گیا اور اس پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اہل عکا نے پھر کہلا بھیجا کہ وہ اس پر قبضہ لے لیں گے اگر اسکندر کے محاصرے سے نجات حاصل ہوگئی، چنانچہ طیرو لوٹ کر اسکندر کے ممالک کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے پھر جبل الخلیل پر اتر کر ایک گروہ کثیر کو قتل کیا پھر وہاں سے کوچ کر کے اردن پر حملہ آور ہوگیا۔

ان واقعات کے دوران میں اسکندر نے صیدا پر حملہ کر دیا۔ وہ پھر اسے بزور تیغ فتح کر کے بیت المقدس کی طرف واپس آیا تو سرحدی امراء نے اس کی اطاعت قبول کر لی، یوں اس سے خروج کرنے والوں کا مزاج درست ہوگیا۔

ربانیین کی بغاوت

اس کے بعد یہود میں ایک بار پھر فتنہ یوں برپا ہوگیا کہ عید مظال میں تمام یہودی مسجد میں جمع ہو کر کھا پی رہے تھے، اسکندر بھی ان میں موجود تھا۔ اس وقت کچھ لوگ اس سے کسی قدر فاصلے پر تیراندازی کر رہے تھے کہ اتفاق سے ربانیوں میں سے ایک کا تیر اسکندر کے قریب آ گرا۔ جس پر ربانیین اور قراء میں بحث ہوتے ہوتے جھگڑا ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ یہ جھگڑا اس قدر بڑھا کہ چھ برس تک وہ فتنہ وفساد ختم نہ ہوا۔ ان فتنہ وفساد میں تقریباً پچاس ہزار ربانیین مارے گئے۔ اس جنگ میں اسکندر قراء کا معین اور مددگار رہا۔

دمتریاس کی لڑائی

اس کے بعد ربانیین نے دمتریاس معروف بہ انطیوخوش کے پاس وفد روانہ کیا اور اسے مال اور اسباب دینے کا وعدہ کیا۔ دمتریاس ان کے کہنے میں آ گیا اور ایک لشکر جرار لے کر نابلس کی طرف بڑھا۔ اسکندر نے پھر اس کا مقابلہ کیا اور دمتریاس کو شکست دے کر اس کے بے شمار لشکریوں کو مار ڈالا۔ وہ پھر واپس ہو کر ربانیوں کی طرف آیا اور ان پر بھی فتح حاصل کر لی۔ یوں اس نے تقریباً تین سو ربانیین کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

دمتریاس کا ہلاک ہونا

اس کے بعد دمتریاس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا اور ان کے اکثر بلاد مقبوضہ کو فتح کر لیا۔ یہ سن کر دمتریاس ایک آخری کوشش اور اپنی قسمت آزمائی کی غرض سے میدان جنگ میں آیا لیکن اس کی نئی کوششوں نے بھی اسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچایا بالآخر وہ شکست کھا کر بھاگا۔ اسکندر نے اسے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ وہ پھر محاربہ ربانیین اور دمتریاس کے تین برس بعد ارض مقدس کی طرف لوٹا۔

اسکندر کا انتقال

ان کامیابیوں سے اس کا رعب داب بہت بڑھ گیا اور اسے طاقت حاصل ہوگئی۔ اس کے بعد وہ بیمار ہو گیا اور تین برس تک بیمار رہا۔ بیماری کے دوران اسے بعض قلعوں کے محاصرے کی ضرورت پیش آئی کیونکہ ان قلعوں کے حکام نے اس سے سرتابی شروع کر دی تھی۔ لیکن اتفاق زمانہ یہ کہ اسکندر کو اس کی موت نے ان قلعوں کے فتح کرنے کی مہلت نہ دی اور وہ دوران محاصرہ مر گیا۔ وہ مرتے وقت اپنی بیوی کو یہ وصیت کر گیا کہ فتح ہونے تک میری موت کا حال چھپایا جائے اور لاش ارض مقدس لے جا کر دفن کی جائے۔

ہرقانوس کی کہونت

اسکندر کے مرنے کے بعد ربانیوں نے عمومی طور پر اس کے لڑکے کی طرف میلان خاطر ظاہر کیا اور جنہوں نے ابتداءً اختلاف کیا انہیں ایک جلسہ خاص میں جمع کر کے اپنی رائے سے متفق کر لیا۔ اسکندر کے دو لڑکے تھے، بڑے کا نام ہرقانوس تھا اور چھوٹے کو ارستبلوس کہتے تھے۔ یہ دونوں اسکندر کے مرنے کے وقت کافی چھوٹے چھوٹے تھے، جب یہ بڑے ہوئے تو ہرقانوس کہونت کے لئے منتخب کیا گیا جبکہ ارستبلوس کو لشکر کی سپہ سالاری دی گئی یعنی لڑائی کا انتظام اس کے سپرد کیا گیا۔

ہرقانوس اور ارستبلوس میں اختلافات

جب ربانیوں نے اس کا ساتھ دیا تو اس نے عظیم الشان بادشاہوں سے خراج لیا اور ان کو مطیع کیا لیکن اس دوران میں ربانیوں اور قراء میں پھر کسی بات پر جھگڑا پیدا ہو گیا۔ یہ نیا فتنہ ختم کرنے کی غرض سے ارستبلوس کی ماں ارض مقدس سے روانہ ہوئی لیکن اس کی موت نے اس کی تمناؤں کا خون کر کے اس کی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور اسی کے زمانے میں ہوا۔ بہر حال جب اس کے لڑکے ارستبلوس کو جو سپہ سالار لشکر تھا، اس کے مرنے کی اطلاع ملی تو وہ قراء کو جمع کر کے ہرقانوس اور ربانیوں سے لڑنے کے لئے چل پڑا اور ان کا ارض مقدس میں محاصرہ کر لیا۔ اس کے بعد سرداران یہود اور بڑے بڑے کاہن باہم صلح کرانے کی سعی کرنے لگے، انجام کار اس بات پر صلح ہوئی کہ حکومت و سلطنت کا ارستبلوس مالک رہے گا۔ جبکہ ہرقانوس بدستور کہونت پر قائم رہے۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد فتنہ فساد ختم ہو گیا اور ارستبلوس کی حکومت مستقل ہو گئی۔

انطفتر ابو ہیرودس کی آمد

کچھ عرصہ بعد ہرقانوس اور ارستبلوس کے مابین انطفتر ابو ہیرودس کی وجہ سے جھگڑا پیدا ہو گیا۔ یہ شخص اردن روساء بنی اسرائیل میں سے تھا جو عزیر کے ساتھ بابل سے جمع ہو کر آئے تھے۔ اس میں رعب، داب اور دلیری کا فطری مادہ تھا اس کے پاس مال و اسباب اور مویشی بھی کثیر تعداد میں تھے۔ اسکندر نے اسے بلاد اروم (جبال شرات) کا حکمران بنایا تھا۔ وہ برسوں بلاد اروم کا حاکم رہا، وہیں سے اس نے اپنا نکاح کیا۔ جس سے چار لڑکے فیلو، ہیرودس، فرودا، اور یوسف اور ایک لڑکی سلومت نامی پیدا ہوئی۔

انطفتر کا ہٹنا

چند مورخین کہتے ہیں کہ انطفتر بنی اسرائیل سے نہیں تھا بلکہ وہ اہل اروم سے تھا اور اس نے بنی حشمنائی کے خاندان میں پرورش پائی تھی۔ جب اسکندر مر گیا اور اس کی بیوی اسکندرہ حکومت کرنے لگی تو انطفتر جبال شرات کی حکومت سے ہٹا دیا گیا۔ اس کے بعد انطفتر جبال شرات سے ارض مقدس چلا آیا اور وہیں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ حکومت کی باگیں ارستبلوس کے ہاتھ میں آ گئیں۔

اس کی سازش

ہرقانوس اور انطفتر میں دوستی کے مراسم پہلے سے قائم تھے۔ کچھ زمانے بعد ارستبلوس اپنے بھائی ہرقانوس سے کشیدہ خاطر ہو گیا کیونکہ اسے انطفتر کی چالاکیوں اور فریب کا پتہ چل گیا تھا۔ اس نے پھر اس کے قتل کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اس کے بعد وہ پردہ ارستبلوس کے کاموں میں رخنہ اندازی کی فکر کرنے لگا اور لوگوں میں یہ ظاہر کرنے لگا کہ ارستبلوس ہرقانوس اور اس کے ہمراہیوں سے کینہ رکھتا ہے لہٰذا اسے حکومت نہ دینی چاہئے اور ہرقانوس اس سے بدرجہا زیادہ حکومت وسرداری کے لائق ہے۔ اس کے بعد انطفتر نے ہرقانوس کو یہ فقرہ دیا کہ ارستبلوس تیرے قتل کی فکر میں ہے، رفتہ رفتہ جب ہرقانوس کے دماغ میں یہ خیال جاگزیں ہونے لگا تو انطفتر نے اس کے مصاحبوں سے ساز باز کر کے ارستبلوس کی طرف سے پورے طور سے بدظن کر دیا۔ پھر بادشاہ عرب ہرثمہ کے پاس جانے کی رائے دی۔ ہرثمہ اور ہرقانوس میں اتحاد کے مراسم پہلے سے تھے لہٰذا اس خیال سے ہرقانوس اس کے پاس جانے پر آمادہ ہو گیا۔

ہرثمہ سے امداد طلب کرنا

اس کے بعد دونوں عہد و پیمان کر کے ہرثمہ کے پاس جا پہنچے اور ہرثمہ کو ارستبلوس سے لڑائی کرنے پر ابھار دیا۔ اس کے بعد ارستبلوس اور ہرثمہ کے مابین جنگ ہوئی۔ لڑائی کے دوران ارستبلوس کے لشکریوں کا زیادہ حصہ ہرقانوس سے مل گیا، اس کے بعد ارستبلوس میدان جنگ سے بھاگ کر بیت المقدس میں جا چھپا۔ ہرقانوس اور ہرثمہ نے اس کا محاصرہ کر کے جنگ برابر جاری رکھی۔

ہرقانوس کا عہد توڑنا

اس کے بعد عید الفطر کا زمانہ آ گیا۔ محصور یہودی لڑائی کی وجہ سے اپنی مذہبی رسوم ادا نہیں کر سکتے تھے اس وجہ سے انہوں نے ہرقانوس کے مصاحبوں کے ذریعہ اسے قیمتی تحائف پیش کرنا چاہے، جب اس نے تحفے قبول کر لئے تو انہوں نے اس سے بدعہدی کی اور بعض ان لوگوں کو جو ارستبلوس اور اس کے ساتھیوں کے لئے دعا کر رہے تھے، مار ڈالا۔ اس وجہ سے ان میں وبا پھیل گئی جس سے ایک عالم مر گیا۔

ابن کریون لکھتا ہے کہ اس زمانے میں ارمن بلاد دمشق وحمص وحلب میں رہتے تھے اور یہ سب روم کے مطیع تھے۔ انہیں دنوں پھر ان سب نے سرکشی کی تو روم نے اپنے سپہ سالار فمقیوس کو ان کا خروج رفع کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ فمقیوس نے اپنے مقدمۃ الجیش کا افسر سکانوس کو مقرر کیا اور اسے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ارمن نے گھبرا کر اطاعت قبول کر لی۔ سکانوس پھر اس کے بعد فمقیوس دمشق میں داخل ہوا۔ اس کے بعد ارستبلوس نے بیت المقدس سے اور ہرقانوس نے مقام حصار سے اس پر لشکر کشی کی۔ انہوں نے لڑائی چھیڑنے سے پہلے فمقیوس کے پاس مال اور تحائف روانہ کئے لیکن اس نے انہیں لینے سے انکار کیا اور ہرثمہ کو بیت المقدس میں داخل ہونے سے روک دیا۔ وہ بیت المقدس سے کوچ کر گیا اور اس کے ہمراہ ہرقانوس وانطفتر بھی چلے گئے۔ یوں ارستبلوس اور اس کے تحائف بیت المقدس واپس آ گئے۔

انطفتر کی سازش

اس کے بعد انطفتر فمقیوس کے پاس بہت سا مال اور تحائف لے کر گیا۔ اس نے اس سے پھر بدعہدی کی، آخر مجبور ہو کر انطفتر نے یہ چال اختیار کی اور اس سے کہا کہ "میں ہرقانوس کا ابن اعظم کا بظاہر مطیع رہوں گا تاکہ ارستبلوس کی طاقت کم ہو جائے۔" فمقیوس نے انطفتر کی یہ رائے پسند کی اور اسے کہا کہ میں بظاہر ارستبلوس کی موافقت کروں گا لیکن درحقیقت میں موقع اور وقت کا منتظر رہوں گا اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد ہرقانوس کو ارض مقدس کی حکومت دے دوں گا۔ اس مشورے کے اگلے دن ہرقانوس اور ارستبلوس سپہ سالار فمقیوس کے پاس آئے اور ایک دوسرے کی شکایت کرنے لگے۔ اس کے بعد انطفتر عام لوگوں کو جمع کر کے فمقیوس کے پاس لایا، تو وہ لوگ ارستبلوس کی شکایت کرنے لگے۔ فمقیوس نے ان

لوگوں کی شکایتیں انصاف کے کانوں سے سنیں پھر منصفانہ احکامات جاری کیے۔

ارستبلوس کی درخواست

لیکن ارستبلوس کو اس کا حکم شاق گزرا اور اس کے لشکر گاہ سے اٹھ کر چلا گیا۔ اس نے پھر ارض مقدس پہنچ کر قلعہ بندی کر لی تو فمقیوس نے اس کا تعاقب کیا، وہ پہلے اریحا میں اترا اس کے بعد ارض مقدس کی طرف بڑھا۔ اس کے بعد ارستبلوس نے فمقیوس سے اس شرط پر صلح کر لی کہ فمقیوس اس کے بھائی ہرقانوس کی مدد نہ کرے، بعد ازاں ارستبلوس ہیکل کے تمام جواہرات اور اسباب فمقیوس کو دے دے گا۔

افسر کا مارا جانا

فمقیوس نے اس شرط کو مان لیا، اس نے پھر اس شرط کی تعمیل و تکمیل کے لئے اپنے ایک جنگی افسر کو اس کے ساتھ ارض مقدس کی طرف روانہ کیا۔ لیکن کاہنوں نے ارستبلوس کو اس فعل سے روکا اور عام لوگ اس سے برہم ہو گئے۔ انہوں نے پھر فمقیوس کے جنگی افسر اور اس کے بعض ہمراہیوں کو مار ڈالا اور باقی ماندہ کو ارض مقدس سے باہر نکال دیا۔

ہیکل پر قبضہ

فمقیوس یہودیوں کی اس حرکت کے بہت ناراض ہو گیا۔ اس نے اسی وقت دھاوے کا حکم دیا لیکن شہر پناہ کے دروازے بند ہونے کی وجہ سے وہ اندر نہیں داخل ہو سکا اور باہر سے لڑتا رہا۔ اس دوران شہر کے اندر ارستبلوس اور ہرقانوس کے گروہوں میں جنگ شروع ہو گئی۔ جنگ کے دوران ایک یہودی نے شہر کا دروازہ کھول دیا اور فمقیوس بے خوف و خطر شہر میں داخل ہو گیا۔ اس نے جلد ہی شاہی محل پر قبضہ کر کے ہیکل کا محاصرہ کر لیا اور آلات حصار کے ذریعے ہیکل کے بعض برجوں کو منہدم کر کے بزور تیغ اس پر بھی قبضہ کر لیا۔

فمقیوس کی روانگی

جس وقت فمقیوس ہیکل میں داخل ہوا، اس نے دیکھا کہ جنگ جاری رہنے کے باوجود کاہن بڑے استغراق میں عبادت کر رہے ہیں۔ اس پر اس کے دل پر ایک ہیبت سی طاری ہو گئی اور وہ ہیکل کے روبرو چپکا کھڑا رہ گیا۔ اس نے اس کے مال و اسباب اور ذخائر کی طرف ہاتھ تک نہ بڑھایا۔ اور ان پر ہرقانوس کو حکمران اور سالانہ خراج مقرر کر کے رومہ کی جانب واپس ہو گیا۔ وقت روانگی مزید احتیاط کے طور پر وہ ہرقانوس اور انطفتر کی نگرانی کے لئے اپنے سپہ سالار سکانوس کو بیت المقدس چھوڑ آیا جس نے اس سے پیشتر دمشق اور بلاد ارمن کو فتح کیا تھا۔ اس کے بعد ارستبلوس اور اس کے دولڑکے زنجیروں میں رومہ کو فمقیوس کے ہمراہ روانہ ہو گئے، باقی رہا تیسرا لڑکا اسکندر نامی، وہ کہیں چھپ گیا۔

ارض مقدس پر حملہ

فمقیوس جس وقت سرزمین شام سے ہوتا ہوا اپنے وطن جا رہا تھا۔ اس وقت ہرقانوس اور انطفتر نے عرب پر روم کا مطیع کرنے کی غرض سے چڑھائی کر دی۔ جب اسکندر نے میدان خالی دیکھا تو موقع کو غنیمت جان کر بیت المقدس کا رخ کیا۔ اہل قدس نے اس کا کمال خوشی سے خیر مقدم کیا اور اسے اپنا حکمران بنا لیا۔ اسکندر نے حکومت کی کرسی پر بیٹھتے ہی ہیکل کے ان برجوں کو درست کرایا جنہیں فمقیوس نے تباہ کر دیا تھا۔ اس کی حکومت جلد ہی کچھ ایسی دل پسند ہوئی کہ ایک مخلوق اس کی مطیع ہو گئی۔ اسی دوران ہرقانوس اور انطفتر واپس ہوئے۔ اسکندر نے بیت المقدس سے نکل کر ان کا چمکتی ہوئی تلواروں اور نوکدار نیزوں سے استقبال کیا۔ ہرقانوس اور انطفتر کو اس واقعے سے ناکامی ہوئی۔ اسکندر نے پھر ان کے لشکر پر بہت سختی سے حملہ کر کے انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیا۔

اسکندر کی شکست

اس کے بعد ہرقانوس اور انطفتر نے کینانوس سپہ سالار روم سے مدد چاہی جو فمقیوس کے بعد بلاد ارمن کا ناظم ہو کر آیا تھا لہٰذا وہ ان دونوں کی مدد کے لئے بلاد ارمن سے ارض مقدس کی طرف آیا۔ اسکندر نے کمال مردانگی سے اس کا مقابلہ کیا لیکن مقابلے سے پہلے اس کے حصے میں شکست لکھی جا چکی تھی، اس کی نئی کوششوں نے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ وہ میدان جنگ سے شکست اٹھا کر قلعہ اسکندرونہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ یوں ہرقانوس نے بیت المقدس پہنچ کر اس پر قبضہ حاصل کر لیا۔ ادھر کینانوس سپہ سالار روم نے اسکندر کا تعاقب کیا اور قلعہ اسکندرونہ پر پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ اسکندر نے مجبور ہو کر امن کی درخواست کی جسے کینانوس نے فوراً قبول کر لیا۔

ارستبلوس کا بھاگ جانا

انہیں جنگوں کے دوران ارستبلوس اپنے لڑکے انطقوس کے ہمراہ قید خانہ رومہ سے بھاگ گیا۔ وہ پھر ایک گروہ کثیر جمع کر کے کینانوس کے مقابلے پر آیا لیکن اس کی قسمت نے اب بھی مدد نہیں کی۔ وہ پہلی ہی لڑائی میں گرفتار ہو گیا۔ کینانوس نے اسے دوبارہ رومہ کے قید خانے میں بھیج دیا چنانچہ وہ اسی قید خانے میں اس زمانے تک رہا جب تک کہ روم پر قیصر کو غلبہ حاصل نہیں ہوا۔ کچھ عرصہ بعد جب روم کو قیصر کے مقابلے کی ضرورت درپیش آئی اور فمقیوس رومہ کے باہر قیصر کی لڑائی کے لئے لشکر جمع کر رہا تھا تو ارستبلوس دوبارہ قید خانہ سے نکل کھڑا ہوا، اس مرتبہ اس کے ہمراہ چند سرداران لشکر بھی قید خانہ سے نکل آئے تھے۔ اس نے دوبارہ بارہ ہزار سپاہیوں کی معیت میں ارمن اور یہود پر فمقیوس کی اطاعت سے روکنے کی غرض سے حملہ کیا۔ فمقیوس نے انطفتر کو اس کے مقابلے اور گرفتاری کے بابت خطوط لکھے تو اس نے یہود کے چند آدمیوں کو ارستبلوس کی طرف روانہ کیا جنہوں نے بلاد ارمن میں چند دن بعد موقع پا کر ارستبلوس کو زہر دے دیا۔ اس کے بعد کینانوس کی تحریک وتحریر سے شیخ یعنی رومہ کے حکمران نے ارستبلوس کے بقیہ لڑکوں کو آزاد کر دیا۔

شاہ مصر کا ہٹنا

ابن کریون لکھتا ہے کہ ان ہی دنوں میں اہل مصر نے اپنے بادشاہ تلمائی سے باغی ہو کر اسے تخت سے اتار دیا اور روم کو خراج دینا بند کر دیا تھا جس پر روم نے مصر پر فوج کشی کر دی۔ انطفتر نے بزور تیغ ان پر فتحیابی حاصل کر لی پھر تلمائی کو دوبارہ حکومت کی کرسی پر بٹھایا۔ اس نے اس کی سلطنت کے کاروبار کو درست کیا پھر کینانوس ارض مقدس کی طرف واپس ہوا وہ ہرقانوس کی قدس کی حکومت اور انطفتر کو اس کی وزارت کا عہدہ دے کر رومہ واپس لوٹ آیا۔

ہیکل پر عربنوس کا قبضہ

ابن کریون لکھتا ہے کہ ان واقعات کے بعد فارس اور روم میں جھگڑا پیدا ہو گیا۔ روم نے فارس سے جنگ کے لئے اپنے مشہور سپہ سالار عربنوس نامی کو روانہ کیا۔ وہ جس وقت بیت المقدس ہو کر گزرا تو ہیکل میں داخل ہوا اور کاہنوں سے ہیکل کا مال واسباب طلب کیا۔ عازر کاہن اعظم نے کہا" کینانوس اور فمقیوس نے ہیکل کے ساتھ کبھی ایسا کام نہیں کیا۔" عربنوس نے پہلے یہودیوں سے ہیکل کا مال نہ لینے کا وعدہ کر لیا مگر جس وقت اس نے ان پر قابو پالیا تو فوراً ہیکل کے تمام تحائف، اسباب، بادشاہوں کی نذریں اور جمیع آلات وظروف جو ابتداء زمانہ عمارت سے اس وقت تک وقتاً فوقتاً آتے رہتے تھے، اپنے قبضے میں لے لئے۔

کسنا کی آمد

اس کے بعد عربنوس جنگ فارس پر چلا گیا۔ فارس نے اسے شکست دے کر تمام وہ چیزیں جو اس نے ہیکل سے اٹھائی تھیں، چھین لیں۔ وہ پھر

بلادارمن، دمشق، حلب اوران کے اطراف و جوانب پر قابض ہوگئے۔ اس واقعہ کی خبر جس وقت شاہ روم کو ملی تو اس نے کسنا نامی سپہ سالار کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ کسنا، ارمن کے بلاد مغلوبہ سے گزر کر بیت المقدس کی طرف گیا، اس وقت وہاں یہودیوں اور ہرقانوس اور انطفتر سے لڑائی چھڑی ہوئی تھی۔ کسناہ نے ہرقانوس اور انطفتر کی مدد کی جس کے بعد ہرقانوس کو یہودیوں پر غلبہ حاصل ہوگیا۔ وہ پھر لشکر فارس سے لڑنے کے لئے بڑھا اور انہیں پہلے ہی لڑائی میں شکست دے کر روم کا مطیع بنادیا۔ اس طرح اس نے ان بائیس بادشاہوں کو جو روم سے باغی ہوگئے تھے، پھر روم کا مطیع اور باجگزار بنایا۔ مگر جب کسنا ان کے ملک سے واپس ہوا تو انہوں نے دوبارہ بدعہدی کردی۔

یولیاس قیصر (جولیس سیزر)

ابن کریون لکھتا ہے کہ اس کے بعد قیاصرہ کا دور شروع ہوگیا اور یولیاس روم کا حکمران ہوا چونکہ اس کی ماں حالت حمل میں مرگئی تھی اور یہ اپنی ماں کا پیٹ پھاڑ کر نکالا گیا تھا، اس وجہ سے اسے لوگوں نے قیصر کا لقب دیا تھا۔ قیصران کی زبان میں کاٹنے والے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اسے یولیاس اس وجہ سے بھی کہتے ہیں کہ یہ ماہ یولیہ میں پیدا ہوا تھا جو ان کا پانچواں مہینہ تھا۔ یولیہ کے معنی پانچویں کے بھی ہیں۔ اس سے پہلے ہم تحریر کرچکے ہیں کہ روم کی حکومت جمہوری تھی جس میں تین سو بیس رکن تھے اور ایک شیخ (صدر نشین) کے ذریعے سے حکومت قائم تھی۔ جب قیصر بڑا ہوا اور شیخ (صدر نشین) نے اس کی شجاعت اور بہادری کو دوسروں سے بدرجہا زیادہ دیکھا تو وہ اس کو بھی لشکروں کا سپہ سالار بنا کر دوسرے ممالک پر چڑھائی کے لئے بھیجنے لگا۔ ایک مرتبہ اسے بلاد مغرب کی طرف روانہ کیا تو اس نے بلاد مغرب کو نہایت آسانی اور مردانگی سے فتح کیا۔ جب وہ وہاں سے واپس ہوا تو اس نے اپنے کو بادشاہ کے لقب سے مشہور کرلیا۔

قیصر کے حملے

لیکن روم کے اراکین نے قیصر کو اس خطاب کے اختیار کرنے سے منع کیا اور یہ وجہ بیان کی کہ شروع زمانہ حکومت سے روم کی حکومت جمہوری ہے اور اس کے خلاف کوئی اقدام کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس سے پہلے فمقیوس نے بلاد شرق کو فتح کیا اور یہودیوں کو مطیع کیا تھا لیکن اس نے بھی اس کی خواہش نہیں کی تھی۔ قیصر یہ سن کر خاموش ہوگیا لیکن ایک روز موقع پا کر اس نے ممبران روم پر حملہ کردیا اور انہیں قتل کر کے تن تنہا روم کا بادشاہ بن بیٹھا۔ اس نے پھر اپنے کو قیصر کے لقب سے مشہور کر کے فمقیوس پر بھی حملہ کردیا، یہ ان دنوں مصر میں تھا۔ قیصر نے اس پر فتح پائی اسے گرفتار کر کے قتل کرڈالا۔ جب اس نے مصر سے واپسی کے وقت اس کے اطراف و جوانب میں فمقیوس کے جنگی افسروں کو پھیلا دیکھا تو ان پر بھی حملہ کردیا اور پھر بلاد ارمن کی طرف ہو کر گزرا۔

متروات سے صلح

ان دنوں ارمن میں متروات بادشاہ حکومت کررہا تھا جس نے قیصر کی اطاعت قبول کرلی اور اس کے حکم سے آرمینوں کو لے کر ہرقانوس سے لڑنے کے لئے چلا۔ ہرقانوس، بادشاہ یہود نے عسقلان میں اس کا مقابلہ کیا۔ لڑائی میں آرمینوں کو شکست ہوئی اور انطفتر اور یہودیوں کے لشکر نے فتح یابی کے ساتھ مصر پر قبضہ کرلیا۔ جب اس کی خبر قیصر کو ہوئی تو اس نے انطفتر کو بلا بھیجا۔ انطفتر متروات کے ہمراہ قیصر کے دربار میں حاضر ہوا قیصر نے اس کا عذر سن کر اسے عہدہ ہائے جلیلہ دینے کا وعدہ کرلیا۔

انطقنوس کا قتل

اس سے پہلے انطقنوس بن ارستبلوس نے قیصر سے ہرقانوس کی شکایتیں کی تھیں اور یہ بتایا تھا کہ ہرقانوس نے اس کے باپ کو اس وقت قتل کیا جبکہ اہل رومہ نے فمقیوس کو اس کی لڑائی پر روانہ کیا تھا لیکن اسے انطقنوس کی شکایت سے کوئی برہمی نہ پیدا ہوئی۔ ایک روز ہرقانوس اور انطفتر نے آپس

میں سازش کر کے انطقوس کو زہر دے دیا۔ کچھ عرصہ بعد قیصر نے انطفتر کو اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کر کے فارس کی جنگ پر بھیج دیا۔

انطفتر اور ہرقانوس کی حکمرانی

اس جنگ میں انطفتر مختلف حالتوں میں مختلف مقامات پر طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہوتا رہا لیکن تمام مصائب سے بچتا ہوا جب بلاد فارس سے واپس ہوا تو قیصر نے ہرقانوس اور انطفتر کو ارض مقدس کی حکومت پر بحال کر کے واپس کر دیا۔ لیکن اس وقت ہرقانوس ضعیفی کی وجہ سے لڑائیوں کے کام نہ رہا۔ اس وجہ سے انطفتر امور سلطنت میں پیش پیش ہو گیا۔ اس نے جلد ہی اپنے ایک لڑکے فیسلو کو ارض مقدس کا ناظم اور دوسرے لڑکے ہیرودس کو جبل الخلیل کا عامل مقرر کر دیا۔ اسی طرح جب کوئی لڑکا انطفتر کے خاندان کا بڑا ہوتا تھا تو وہ اسے شام کے کسی صوبے کی حکومت دے دیا تھا۔ رفتہ رفتہ ہرقانوس کے تمام مقبوضہ علاقوں میں انطفتر کے لڑکے حکمران بن گئے۔

خرقیا کا مر جانا

انہیں دنوں ایک سرحدی پہاڑی میں خرقیا نامی ایک آدمی یہودیوں کا ایک گروہ لئے ہوئے سکونت پذیر تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً موقع پا کر ارمن پر حملہ کر کے ان کا مال و متاع لوٹ لے جاتا تھا۔ جب اس کا ظلم و ستم حد سے بڑھ گیا تو ارمن کے والی سفیوس (قیصر کے چچازاد بھائی) نے ہیرودس والی جبل خلیل سے خرقیا کی شکایت کی۔ ہیرودس نے ایک لشکر خرقیا کی گوشمالی کے لئے بھیج دیا۔ اتفاق سے اس لڑائی میں خرقیا گرفتار ہو کر قتل کر ڈالا گیا۔ جب ہیرودس نے سفیوس کو اس واقعہ سے مطلع کیا تو اس نے ہیرودس کا شکریہ ادا کیا اور تحائف بھیجے مگر ارض مقدس کے یہودیوں کو ہیرودس کا یہ فعل شاق گزرا، وہ لوگ پھر جمع ہو کر ہرقانوس کے پاس آئے اور ہیرودس کے ظلم کی شکایت کی۔ اس نے قصاص کے لئے مجلس حکام میں طلب کیا چنانچہ اس قضیہ کے فیصلہ کرنے کے لئے ایک مجلس منعقد کی گئی جس میں یہودیوں کے ستر شیخ مقدمے کی سماعت کے لئے جمع کئے گئے۔ ہیرودس مسلح تیور چڑھائے ہوئے مجلس میں آیا۔ ہرقانوس ہیرودس کے چڑھے ہوئے تیور دیکھ کر گھبرا گیا اور اس نے مقدمے کی سماعت اور اس کا فیصلہ ہونے سے قبل ہی مجلس برخواست کر دی۔ یہودی اس بات سے کشیدہ خاطر ہو گئے۔ اس کے بعد ہیرودس بلاد ارمن کی طرف چلا گیا اور سفیوس نے اسے اپنا مدار المہام بنالیا۔

تجدید معاہدہ

ان واقعات کے بعد ہرقانوس نے قیصر سے تجدید عہد کی درخواست کی، قیصر نے اس کی گزارش کو قبولیت کا خلعت مرحمت کیا اور یہ حکم دیا کہ اہل ساحل مابین صیدا و غزہ اپنا خراج ارض مقدس روانہ کیا کریں اور یہودیوں کو تمام وہ علاقے واپس دے دیئے جائیں جو اس سے پہلے ان کے قبضہ میں فرات اور اطراف لاذقیہ تک تھے اور جنہیں بنی حشمنائی نے بزور تلوار دبالیا تھا، وہ انہیں اس لئے واپس کر دیئے جائیں کیونکہ فمقیوس نے اس معاملے میں ان پر سخت ظلم کئے تھے۔ یہ عہد نامہ تانبے کے پتروں پر رومی اور یونانی زبانوں میں لکھا گیا اور صور، صیدا کی شہر پناہ کے دروازوں پر لٹکا دیا گیا۔ اس طرح ہرقانوس کی حکومت از سر نو قائم کر دی گئی۔

قیصر کا مارا جانا

ابن کریون لکھتا ہے کہ کچھ عرصے بعد قیصر بادشاہ روم اور انطفتر وزیر ہرقانوس قتل کر ڈالے گئے۔ قیصر کے قتل کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ کیساوس نامی سپہ سالاران فمقیوس سے ایک آدمی نے بحالت غفلت اس پر حملہ کر کے ایک ہی وار سے اسے قتل کر ڈالا۔ اس نے پھر زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر لشکر جمع کر کے دریا عبور کیا اور بلاد اشیت کو فتح کرتا ہوا بیت المقدس کی طرف گیا۔ اس نے اہل قدس سے ستر سونے کے حقے طلب کئے چنانچہ انطفتر اور اس کے لڑکوں نے یہود سے لے کر وہ اسے پیش کئے۔ کیساوس پھر ارض مقدس سے واپس ہو کر مقدونیہ کی طرف آیا اور

وہیں مقیم رہا۔

انطفتر کا مارا جانا

انطفتر کے قتل کا واقعہ یہ ہوا کہ یہود کی خواہش کے مطابق کیساوس واپسی کے وقت اپنا ایک سپہ سالار ملیکا نامی ارض مقدس چھوڑ گیا تھا۔ کچھ عرصے بعد اس میں اور انطفتر میں ناچاقی پیدا ہوگئی۔ ملیکا نے موقع پاکر چند یہودیوں کی ساز باز سے انطفتر کو زہر دے دیا۔ ہیرودس یہ واقعہ سن کر ہرقانوس کو قتل کرنے ارض مقدس آیا لیکن فیسلو نے اس قصد سے باز رکھا۔

کیساوس اور ملیکا

اس دوران میں کیساوس مقدونیہ سے صور کی طرف چلا، تو ہرقانوس اور ہیرودس اس سے ملنے کے لئے گئے۔ وہاں اس کے سپہ سالار ملیکا نے شکایت کی اور انطفتر کے قتل کے واقعات بیان کئے جس پر کیساوس نے ملیکا کے قتل کا حکم دے دیا۔ یوں ملیکا قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد کینانوس برادرزادہ قیصر اور اس کا سپہ سالار انطیوس اپنے لشکر کے ہمراہ کیساوس سے لڑنے کے لئے نکلے۔ مقدونیہ کے قریب صف آرائی ہوئی، کیساوس جنگ میں ناکام رہا اور اسے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا گیا۔ کینانوس نے پھر اپنے چچا کی جگہ پر متمکن ہو کر اپنے کو اپنے چچا او غشطش قیصر کے نام سے موسوم کیا۔

معاہدے کی درخواست

اس فتح کے بعد ہرقانوس، بادشاہ یہود نے کینانوس کی خدمت میں کچھ تحائف روانہ کئے جن میں ایک تاج طلائی مرصع بھی تھا۔ اس نے پھر اس سے تجدید عہد کی درخواست کی اور ان قیدیوں کی آزادی کا خواستگار ہوا جو زمانہ کینانوس سے قید تھے۔ اس کے علاوہ ان رعایتوں کا طالب بھی ہوا جو اس سے پہلے کینانوس کے چچا قیصر نے یہود کو دے رکھی تھیں۔ اور غشطش قیصر نے ہرقانوس کی ساری درخواستیں منظور کر لیں۔ اس کے بعد وہ انطیانوس کو ہمراہ لئے ہوئے بلاد ارمن دمشق اور حلب کی طرف گیا۔

کلبطرہ (قلوپطرہ) کا ذکر

کلبطرہ ملکہ مصر نے پھر (جو ایک ساحرہ عورت تھی) قیصر سے ملاقات کی اور امن کی خواستگار ہوئی۔ قیصر نے اسے امن دیا اور بعد میں اس سے شادی کر لی۔ اسی مقام پر چند لوگوں نے ہیرودس اور اس کے بھائی فسیلو کی شکایتیں کیں، ہرقانوس نے ان کی تردید کی، جس پر انطیانوس نے شکایت کرنے والوں کی گرفتاری کا حکم دیا چنانچہ ان لوگوں میں سے اکثر گرفتار ہو کر قتل کر ڈالے گئے۔ اس کے بعد ہیرودس اور اس کا بھائی فسیلو اپنے دارالحکومت واپس آیا اور اپنے باپ کے بدلے ہرقانوس کی سلطنت کا انتظام کرنے لگا۔ اس کے بعد انطیانوس نے بلاد فرس پر حملہ کر کے ان کے سرسبز میدانوں کو اپنے فتح مند گھوڑوں سے روند ڈالا۔ ان کے ملوک کو زیر وزبر کیا اور رومہ تک کو بزور تیغ فتح کر لیا۔

ارض مقدس پر حملہ انطقنوس

ابن کریون لکھتا ہے کہ انہی واقعات کے دوران میں انطقنوس یہودیوں کی ایک جماعت کے ساتھ گیا اور یہ درخواست پیش کی کہ اگر اس کے چچا ہرقانوس کی سلطنت چھین کر مجھے دی جائے اور ہیرودس اور اس کا بھائی فسیلو قتل کر ڈالے جائیں تو اس کے معاوضے میں کئی سونے کے حقے اور آٹھ سولڑکیاں روساء یہود کی خدمت کے لئے پیش کی جائیں گی۔ بادشاہ فارس انطقنوس کی اس درخواست پر ایک جرار لشکر لے کر روانہ ہوا اور اس نے بلاد ارمن کو فتح کر لیا۔ اسے سپہ سالاران روم ملے، اس نے انہیں قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد اس نے اپنے سپہ سالار کو اہل قدس کے لشکر کے ساتھ انطقنوس کی معیت میں ارض مقدس میں نماز ادا کرنے اور ہیکل میں نذر و نیاز پہنچانے کے حیلے سے روانہ کیا۔ شہر کے درمیان میں پہنچ کر ان لوگوں

نے شہر کو لوٹنا اور شہریوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ ہیرودس اس ناگہانی حملے سے گھبرا کر قصر ہرقانوس میں حفاظت کی غرض سے گھس گیا اور فسیلو قلعہ کو ان کے حملوں سے بچاتا رہا۔ اگرچہ اس جنگ کی شکل انطقنوس کے حق میں نتیجہ خیز دکھائی دیتی تھی لیکن یہودیوں کے تیار ہو جانے کے بعد انطقنوس اور سپہ سالار فارس کو جان کے لالے پڑ گئے۔

ہرقانوس کی بری حالت

لیکن اس موقعہ پر انطقنوس کا ایک فقرہ چل گیا، وہ یہ تھا کہ وہ جنگ سے دست کش ہو کر شاہی محل کے قریب گیا اور ہرقانوس و ہیرودس کو فریب دینے لگا۔ ہرقانوس اور فسیلو تو دونوں اس کے فقرے میں آ گئے اور اس کے ساتھ شاہ فارس کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلے لیکن ہیرودس نے اس کی ایک بھی نہیں سنی، وہ مسلسل لڑتا رہا۔ اس کے بعد سپہ سالار فارس اور انطقنوس نے مصلحتاً لڑائی موقوف کر دی پھر فسیلو اور ہرقانوس کو لے کر شاہ فارس کی طرف روانہ ہوئے۔ جس وقت وہ بلاد ارمن میں شاہ فارس کے قریب پہنچے تو ہرقانوس اور فسیلو فوراً قید کر لئے گئے۔ فسیلو تو اسی رات قید کی حالت میں مر گیا اور ہرقانوس پابہ زنجیر فارس کی طرف روانہ ہو گیا۔ انطقنوس کو ہرقانوس کی اس بے چارگی پر بھی رحم نہیں آیا۔ اس نے راستے میں اس کے کان کٹوا ڈالے تا کہ وہ کہونت کے قابل نہ رہے۔ پھر شاہ فارس نے اپنے دار الحکومت پہنچ کر ہرقانوس کو آزاد کر دیا یہاں تک کہ ہیرودس نے اسے بلا لیا۔

ہیرودس کی روم روانگی

اس کے بعد فارس کے بادشاہ نے اپنا ایک سپہ سالار انطقنوس کے ساتھ بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ہیرودس اس کے آنے کی خبر سن کر اپنے اہل و عیال کو قلعے میں اپنے بھائی یوسف کے پاس چھوڑ کر ارض مقدس سے جبل شرات کی طرف چلا گیا اور وہاں سے پھراتا ہو قیصر کے پاس جانے کی غرض سے مصر پہنچا۔ ملکہ مصر (قلوپطرہ) نے اس کی بڑی عزت کی اور اسے کشتی پر سوار کرا کے رومہ کی طرف روانہ کیا۔ ہیرودس رومہ پہنچ کر انطیانوس کے ساتھ اوغشطش قیصر کے دربار میں حاضر ہوا۔ اس نے پھر اسے شاہ فارس کے حملے اور ارض مقدس کے ناگہانی واقعات سے مطلع کیا۔ اوغشطش نے اپنے دامان مرحمت سے اس کے آنسو پونچھے، تاج شاہی پہنایا پھر رومہ میں بڑے تجمل و احتشام سے چاروں طرف پھرایا۔ آگے آگے نقیب اس کے یہ کہتے جاتے تھے کہ اوغشطش قیصر نے اسے بادشاہ بنایا ہے۔ اس کے بعد اوغشطش قیصر نے ایک دربار خاص منعقد کیا اور شیوخ رومہ کے روبرو تانبے کے پتروں پر نیا شاہی فرمان ہیرودس کی بادشاہت کے سلسلے میں لکھوایا۔ وہ ہیرودس کی بادشاہت کا یہی پہلا دن تھا۔

انطیانوس کی روانگی

اس کے بعد وہ لشکر کے ہمراہ شاہ فارس کی طرف بڑھا۔ انطاکیہ کے قریب پہنچ کر ہیرودس اس سے علیحدہ ہو کر براہ دریا بیت المقدس کی طرف انطقنوس سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ انطقنوس اس کی آمد کی اطلاع پا کر ارض مقدس سے نکل کر جبال شرات کی طرف ہیرودس کے اہل و عیال کو گرفتار کرنے کے لئے بڑھا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اس دوران ہیرودس نے پہنچ کر انطقنوس سے جنگ چھیڑ دی۔ یوسف موقع پا کر قلعہ کا دروازہ کھول کر نکل آیا تو انطقنوس پر دوسری طرف سے حملہ کر دیا۔ انطقنوس اس غیر متوقع حملہ کا جواب نہیں دے سکا اور مجبور ہو کر جنگ کے میدان سے پسپا ہو کر بیت المقدس کی طرف بھاگا۔ راستے میں اس کے لشکر کا زیادہ حصہ کام آ گیا۔

ارض مقدس کا محاصرہ

ہیرودس نے پھر ارض مقدس پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ انطقنوس نے سپہ سالاران لشکر روم سے ساز باز کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ کچھ عرصہ بعد انطیانوس سپہ سالار قیصر کی فارس پر فتحیابی کی خبر آئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ کامیابی کے بعد واپس آ رہا ہے۔ جب وہ فرات کے قریب آیا

توہیرودس یہ سن کراپنے بھائی یوسف کوسیسا سپہ سالار روم کے ساتھ ارض مقدس کے محاصرے پر چھوڑ کر انطیانوس کے استقبال کو روانہ ہوا۔

شکست ہوگئی

جس وقت ہیرودس دمشق پہنچا، اس وقت یہ خبر مشہور ہوئی کہ اس کا بھائی یوسف ارض مقدس کے محاصرے میں انطقنوس کے سپہ سالار کے ہاتھوں مارا گیا۔ اوراب سیسا سپہ سالار انطیانوس اور لشکر روم پسپا ہوکر دمشق آ رہا ہے۔ ہیرودس یہ پریشان خبر سن کرلوٹ کھڑا ہوا اور انطقنوس کو پہلی ہی لڑائی میں شکست دے کر میدان جنگ سے بھگا دیا۔ وہ پھر ارض مقدس تک اس کا تعاقب کرتا گیا۔

ارض مقدس پر سیسا کا حملہ

ان سب واقعات میں سیسا بھی ہیرودس کے ہمراہ تھا، یہ لوگ طویل مدت تک بیت المقدس کا محاصرہ کئے رہے، آخر ایک دن چند لشکری شہر پناہ کی دیوار پر کمند ڈال کر چڑھ گئے اور نگہبانوں کو مار کر دروازہ کھول دیا۔ اس طرح ہیرودس اور سیسا نے شہر پر کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کرلیا۔ سیسا نے پھر یہودیوں کے قتل پر ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن ہیرودس نے اسے اس فعل سے یہ کہہ کر باز رکھا کہ "اگر تم میری قوم کو قتل کرڈالو گے تو مجھے کس پر حکمران بناؤ گے۔" اس بات پر سیسا یہودیوں کے قتل سے باز رہا اور اس نے سارا مال غنیمت یہودیوں کو واپس کردیا۔ ہیرودس نے ارض مقدس میں تقرب کی نیت سے سونے کا ایک تاج رکھ لیا اور بہت سا مال نذر میں دیا۔

بنوحشمنائی کا سورج غروب

اس کامیابی کے بعد سپہ سالار سیساء انطقنوس کو قید کر کے انطیانوس کی طرف روانہ ہوا۔ انطیانوس ان دنوں شام سے مصر آ گیا تھا چنانچہ سیسا انطیانوس سے مصر میں ملا۔ اس کے بعد ہی ہیرودس بھی وہاں آ گیا اس نے سیسا سے اجازت لے کر انطقنوس کو قتل کردیا اور مملکت یہود پر مستقل حکمران ہوگیا۔ انطقنوس کے مارے جانے سے بنی حشمنائی کی حکومت ختم ہوگئی۔

والبقاء للہ وحدہ۔

باب:۱۶

ہیرودس کی حکمرانی کے حالات

حقیقت یہ ہے کہ ہیرودس کی اقبال مندی کا ستارہ اسی وقت سے چمکنے لگا تھا جس وقت سے ہرقانوس پر شاہ فارس نے حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا تھا اور اسے اہل فارس گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے تھے اور اس کے کان کاٹ ڈالے تھے تاکہ وہ کہونت سے محروم کردیا جائے چنانچہ یہود نے اسی وجہ سے بعد میں اسے معزول کردیا۔ جس وقت ہیرودس ارض مقدس کا حکمران ہوا تو اس نے ہرقانوس کو فارس سے بلا کر نہایت تعظیم و تکریم سے عزت کی کرسی پر بٹھایا۔ اس وقت ہرقانوس کی لڑکی اسکندرہ، اسکندر کے عقد میں اور اس کی نواسی مریم نامی ہیرودس کے نکاح میں تھی۔

عربوں سے امداد لینا

کچھ عرصے بعد ان دونوں کو ہیرودس کی طرف سے شک پیدا ہوگیا۔ جب رفتہ رفتہ ان میں یہ خیال مستحکم ہوگیا کہ ہیرودس ہرقانوس کے قتل کی فکر میں ہے تو اسکندرہ اور مریم نے ہرقانوس کو اس سے آگاہ کر کے بادشاہ عرب کے پاس چلے جانے اور اس کے سایہ امن میں جا کر مقیم ہونے کا مشورہ دیا۔ ہرقانوس نے اس رائے سے اتفاق کرنے کے بعد ایک خط لکھا اور اسے ایک شخص کو دے کر شاہ عرب کی طرف روانہ کیا۔ اس شخص نے اس عداوت سے کہ ہرقانوس نے اس کے بھائی کو قتل کیا تھا۔ ہرقانوس کے خط کو ہیرودس کے روبرو لے جا کر رکھ دیا۔ ہیرودس نے خط پڑھ کر اسے واپس کردیا اور یہ کہا کہ تم اس خط کو شاہ عرب کے پاس لے جاؤ اور جو کچھ وہ جواب دے اسے میرے پاس لاؤ۔ اس شخص نے ہیرودس کے حکم کی تعمیل کی اور اسے شاہ عرب کا جواب لا کر دے دیا۔ شاہ عرب نے خط میں آدمیوں کے روانہ کرنے کا وعدہ کیا تھا اور مقام قیام بھی متعین کردیا تھا۔

بنوحشمنائی کا آخری حکمران

اس کے بعد ہیرودس نے شاہ عرب کے آدمیوں کو اپنے ملازمین کے ذریعے سے گرفتار کرالیا۔ اس نے پھر یہود کے ستر شیوخ کو ایک جلسے میں اکٹھا کر کے ہرقانوس کو طلب کیا اور اس کے روبرو اس کا خط اور شاہ عرب کا جواب پڑھا اور دکھلایا۔ ہرقانوس سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جس پر جرم ثابت ہوگیا۔ اس کی پاداش میں ہیرودس نے ہرقانوس کو اسی وقت مار ڈالا جبکہ وہ اپنی عمر کے اسی مرحلے طے کر چکا تھا اور اس کی حکومت کو چالیس سال گزر چکے تھے۔ یہ ہی ملوک بنی حشمنائی کا آخری بادشاہ تھا۔

اسکندر کی آمد

اسکندابن ارستبلوس کا ایک لڑکا ارستبلوس بہت حسین اور خوبصورت تھا۔ وہ اپنی ماں اسکندرہ کی کفالت میں پرورش پا رہا تھا جس کی ایک بہن ہیرودس کے عقد میں تھی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ اسکندر کی ماں اور بہن دونوں یہ چاہتی تھیں کہ اسکندر اپنے (نانا) ہرقانوس کی جگہ بیت المقدس کا کاہن مقرر کیا جائے لیکن ہیرودس نے کہونت کو بنی حشمنائی کو منتقل کرنے سے بچانے کے لئے عام کاہنوں میں سے ایک شخص کو کاہن اعظم مقرر کردیا، یہ امر اسکندرہ بنت ہرقانوس اور اس کی لڑکی مریم زوجہ ہیرودس کو ناگوار گزرا۔ اس وقت کیونکہ اسکندریہ اور ملکہ مصر کلبطرہ میں مراسم اتحاد تھے، اس وجہ سے اسکندرہ کلبطرہ کے توسط سے اس کے شوہر انطیانوس کی سفارش ہیرودس کے پاس لائی۔ اس وقت ہیرودس نے یہ عذر پیش کیا'' کاہنین معزول نہیں کئے جاتے۔ بفرض تقدیر اگر ہم کاہنوں کو معزول کرنے کا خیال کریں گے تو ہمارے مذہب والے ہماری مخالفت کریں گے۔'' اس کے

بعد اسکندرہ نے انطیانوس کے سفیر سے سازش کر لی اور اسے تحائف اور ہدایا دے کر اس امر کا اقرار لے لیا کہ وہ انطیانوس کو ہیرودس کے خلاف بھڑکائے گا اور ارستبلوس کو اپنے پاس طلب کرلے گا۔

کاہن اعظم بنتا ہے

چنانچہ جب انطیانوس کا سفیر ارض مقدس سے واپس آیا تو اس نے انطیانوس کے کان بھرنے شروع کر دیئے اور اسے ارستبلوس کے حسن کا ایسا گرویدہ کر دیا کہ اس نے ہیرودس سے ارستبلوس کو طلب کر لیا اور نہ بھیجنے کی صورت میں ہیرودس کو اپنی ناراضی کی دھمکی دی۔ ہیرودس اس سے زیادہ چالاک تھا، وہ پہلے یہ انتظام کر چکا تھا کہ کاہن اول کو معزول کر کے ارستبلوس کو کاہن اعظم بنالیا تھا، لہٰذا اس وجہ سے پہلے یہ معذرت پیش کی کہ کاہن بیت المقدس چھوڑ کر سفر نہیں کر سکتا اور اگر میں اس امر پر راضی بھی ہو جاؤں گا تو یہود اس کی سخت مخالفت کریں گے۔ اس کے بعد انطیانوس کو ارستبلوس کا خیال جاتا رہا پھر اس نے کوئی تحریک نہ کی۔

اسکندرہ کا گرفتار ہونا

ان واقعات کے بعد ہیرودس در پردہ اسکندرہ بنت ہرقانوس کی نگرانی کرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد اسکندرہ کا ایک خط ہیرودس کے ہاتھ آ گیا جو اس نے ملکہ کلبطرہ کے نام روانہ کیا تھا اور جس میں لکھا تھا کہ ''آپ دو کشتیاں چند آدمیوں کے ہمراہ ساحل یافا پر بھیج دیجئے، میں اپنی لڑکی کے ہمراہ دو تابوتوں میں بہ شکل میت نکل آؤں گی۔'' ہیرودس یہ خط پا کر قبرستان میں ان تابوتوں کا منتظر رہا۔ جب وہ تابوت اس طرف سے ہو کر گزرے، تو اس نے انہیں گرفتار کر لیا لیکن پھر اسے معاف کر دیا۔

ارستبلوس کا قتل

اس کے بعد اسے یہ معلوم ہوا کہ ارستبلوس نے عید مظال میں مذبح میں جا کر لباس قدس پہنا تھا جس کی وجہ سے عام لوگوں کا میل جول اس کی طرف زیادہ ہو گیا ہے۔ اس پر ہیرودس کو اس سے کشیدگی پیدا ہوگئی اور وہ در پردہ ارستبلوس کے قتل کی فکر کرنے لگا۔ جب ہیرودس ماہ نیسال میں ریحا گیا تو اس نے اپنے ہمراہیوں اور مصاحبوں کو وہیں طلب کیا جن میں کہ ارستبلوس بھی تھا۔ ارستبلوس کو اس وقت تک یہ شائبہ بھی نہیں تھا کہ ہیرودس اس کے قتل کی فکر میں ہے ورنہ وہ نہ ہیرودس کے ساتھ دریا میں نہانے کو اترتا اور نہ اسے ہیرودس کے غلام دریا میں ڈبو دیتے۔ ہیرودس ارستبلوس کے غرق ہو کر مرنے سے بظاہر سخت رنجیدہ ہوا اور اس نے بڑے تجس سے لاش نکلوائی اور معقول طور سے تجہیز و تکفین کی بہرحال ارستبلوس صرف سترہ برس کی عمر میں مرگیا۔ اسی وقت سے اسکندرہ اور اس کی لڑکی مریم زوجہ ہیرودس اور ہیرودس کی ماں بہنوں میں ناچاقی پیدا ہوگئی اور باہم شکوہ و شکایت کے دروازے کھل گئے۔

اوغشطش اور انطیانوس میں اختلاف

ابن کریون لکھتا ہے کہ اس کے بعد انطیانوس نے کلبطرہ سے عقد کر کے مصر پر قبضہ کر لیا۔ وہ عورت چونکہ ساحرہ تھی لہٰذا اس نے بزور سحر انطیانوس کو ان بادشاہوں کے قتل و قید اور ان کے ملک لینے پر آمادہ کیا جو روم کے مطیع اور باجگزار تھے اور ان میں ہیرودس بھی تھا۔ لیکن اس وقت انطیانوس ہیرودس کے خلاف اوغشطش قیصر کے خوف سے کوئی کارروائی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اوغشطش قیصر، ہیرودس کی بے حد عزت کرتا تھا۔

ہیرودس کے خلاف سازباز

کچھ عرصے بعد انطیانوس نے ہیرودس کو اوغشطش قیصر کے خلاف ابھار کر عہد شکنی پر آمادہ کر دیا اور اسے طلب کر کے عرب سے لڑنے کو بھیج دیا۔ اس نے اس کے ہمراہ اتیادن سپہ سالار قلوبطرہ کو بھی روانہ کیا اور اسے یہ ہدایت کر دی کہ جس وقت لڑائی ہو رہی ہو، میدان جنگ سے ہیرودس

کو تنہا چھوڑ کر بھاگ آنا تا کہ ہیرودس کو اس کے مخالفین مار ڈالیں۔ وہ بھی بھاگ کھڑا ہو گا تو اس پر شکست کا الزام قائم کر کے اسے با آسانی تخت حکومت سے علیحدہ کر دیا جائے گا چنانچہ اتیادن سپہ سالار نے ایسا ہی کیا لیکن ہیرودس ایک سخت اور خونریز لڑائی کے بعد کامیاب ہو کر ارض مقدس کی طرف واپس ہوا۔ اس کامیابی کے بعد اطراف وجوانب کے سرحدی بادشاہوں نے اس سے مصالحت کر لی مگر عرب نے اطاعت قبول نہ کی۔ کچھ عرصہ بعد ہیرودس پھر عرب سے لڑنے کے لئے گیا اور ان پر برائے نام خراج مقرر کر کے واپس آ گیا۔

انطیانوس نے جن دنوں ہیرودس کو عرب سے لڑائی کرنے کے لئے روانہ کیا تھا، انہیں دنوں خود رومہ کی جانب چلا گیا تھا اور قیصر سے لڑائی چھیڑ دی تھی۔ آخر کار ایک لڑائی میں اوغسطش قیصر نے انطیانوس کو گرفتار کر کے مار ڈالا اور اس کے بعد وہ مصر کی طرف بڑھا۔

قیصر سے آمنا سامنا

ہیرودس کو اس کی پیش قدمی سے سخت اندیشہ پیدا ہوا کیونکہ وہ انطیانوس کا مطیع تھا مگر اس کے باوجود اس نے اوغسطش قیصر کی ملازمت حاصل کرنے کی غرض سے پہلے اپنی ماں اور بہن کو قلعہ شرات میں اپنے بھائی کے پاس اس کے بعد اپنی بی بی مریم اور اس کی ماں اسکندرہ کو قلعہ اسکندرونہ میں اپنے بہنوئی یوسف کے پاس بھیج دیا۔ اس نے اہل صور میں سے ایک شخص کو جس کا نام سوما تھا، اپنی بیوی کے ہمراہ کر دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر قیصر مجھے قتل کر ڈالے تو تم میری بیوی اور ساس کے قتل کرنے میں تاخیر نہ کرنا۔ اس کے بعد وہ کچھ تحائف اور ہدایا لے کر قیصر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اوغسطش اس سے انطیانوس کا ساتھ دینے کی وجہ سے کشیدہ خاطر تھا چنانچہ جب یہ قیصری دربار میں حاضر ہوا تو قیصر اسے تیز نگاہوں سے دیکھ کر طیش میں آ گیا اور اس نے لپک کر اس کے سر سے تاج اتار لیا مگر ہیرودس نے کہا "اے قیصر میں انطیانوس کا مطیع ومحب آپ کی عداوت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ عربوں سے جنگوں کی وجہ سے میں نے اس سے مراسم پیدا کر لئے تھے۔ اگر آپ میرا تاج اتار لیں گے تو کوئی شخص مجھے سرفراز نہیں کر سکتا اور اگر مجھے بحال رکھیں گے تو میں مشکور رہوں گا۔"

قیصر اس تقریر سے خوش ہو گیا، اس نے پھر اسے نہایت عزت سے مہم مصر پر اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کیا۔ جب ہیرودس نے مصر پر قبضہ حاصل کر کے کلبطرہ کو قتل کر ڈالا تو قیصر نے ہیرودس کو وہ تمام ممالک دے دیئے جو انطیانوس کے قبضہ میں تھے۔ ان واقعات کے بعد ہیرودس اپنے دارالسلطنت ارض مقدس کی طرف واپس آیا اور قیصر روم کی طرف چلا گیا۔

سازش ہوتی ہے

ابن کریون لکھتا ہے کہ ہیرودس کے ارض مقدس میں آنے کے بعد اس کے متعلقین قلعہ اسکندرونہ سے اپنے بہنوئی یوسف اور صوما صوری کے ہمراہ بیت المقدس آئے۔ انہوں نے کیونکہ ہیرودس کا راز اور ہرقانوس اور ارستباوس کے واقعات قتل ہیرودس کی بیوی اور ساس سے کہہ دیئے تھے اس وجہ سے وہ دونوں صوما صوری کی بے حد ممنون اور اس سے مانوس ہو رہی تھیں۔ اس کے بعد ہیرودس کی بہن نے اس کی بیوی مریم کو سوما صوری کے ساتھ متہم کیا لیکن ہیرودس کو اس امر کا یقین نہیں آیا کیونکہ اولاً ان دونوں میں پہلے سے جھگڑا چلا آ رہا تھا اور ثانیاً ہیرودس کو اپنی بیوی کی پاک دامنی پر پورا پورا بھروسہ تھا۔

دونوں کا خاتمہ

کچھ عرصہ بعد ہیرودس کو سوما صوری اور اس کے بہنوئی کی سازش کا پتہ چل گیا تو اس کا وہ شبہ قوی ہو گیا جو اس کی بیوی کی طرف سے اس کی بہن نے پیدا کرنا چاہا تھا لیکن اس کے باوجود وہ تاہم تامل اور غور سے کام لیتا رہا یہاں تک کہ بعض عورتوں نے اس کی بہن کے اشارے سے یہ بیان کیا "مریم تیرے کھانے میں سوما اور یوسف کی سازش سے زہر ملانا چاہتی ہے" ہیرودس نے اس کی خفیہ تحقیقات کی، جب اسے پتہ چلا کہ یہ بات درست ہے تو اس نے اپنے بہنوئی یوسف اور سوما صوری کو اسی دن قتل کر ڈالا۔

خواتین کا قتل

اس نے پھر اپنی بیوی کو پہلے تو چھوڑ دیا مگر پھر کچھ سوچ کر اسے بھی مار ڈالا اگر چہ بعد میں اپنے کیے پر پشیمان ہوا۔ اس کے بعد اسی قسم کی افواہی خبریں اس کی ساس اسکندرہ کے نسبت بھی سنی گئیں لہٰذا اس نے اسے بھی قید حیات سے آزاد کر کے دوسرے عالم میں پہنچا دیا۔ اس نے پھر اروم میں اپنے بہنوئی کی جگہ ایک دوسرے شخص کو مقرر کر گیا۔ جس کا نام کرسوس تھا، اس نے اسی کے ساتھ اپنی بہن کا عقد بھی کر دیا۔

کرسوس کا خاتمہ

کرسوس اروم پہنچ کر دین موسوی سے منحرف ہو گیا اور اس مذہب کو ترک کر دیا جس کی تعلیم اسے ہرقانوس نے دی تھی اس نے پھر اہل روم کو بت پرستی کی طرف مائل کر دیا اور ہیرودس کی بہن کو طلاق دے دی۔ ہیرودس کی بہن پھر اپنے بھائی کے پاس چلی آئی اور اسے ان تمام واقعات سے مطلع کیا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ کرسوس کے پاس بنی حشمنائی کے وہ لوگ جمع ہو رہے ہیں جو بارہ برس سے سلطنت و حکومت کی خواہش کر رہے ہیں۔ ہیرودس یہ خبریں سن کر برہم ہوا اور اسی وقت اروم کی طرف بڑھا، اس نے وہاں پہنچ کر کرسوس کو گرفتار کر کے فوراً قتل کر ڈالا۔

سازشیوں کا خاتمہ

اس نے پھر بنی حشمنائی کے ان لوگوں کو سردربار طلب کیا اور ان کے لئے سزائے موت تجویز کی جو کہ کرسوس کے پاس ملک و سلطنت کے لالچ میں جمع ہو رہے تھے۔ اس نے ان کے علاوہ یہودیوں کے چند اور نامی سرداروں اور رئیسوں کو قتل کیا جو اس کے خلاف کرسوس سے سازش رکھتے تھے۔ اس واقعے کے بعد ہیرودس کی حکومت مستحکم ہو گئی اور لوگوں پر اس کا رعب چھا گیا۔

عوام میں ناراضی کے جذبات

اس کے بعد ہیرودس میں بھی بے دینی آ گئی، وصایا، توریت پرستی سے عمل کرنے لگا، اس نے پھر ارض مقدس کی شہر پناہ درست کرائی اور ایک بڑا سا مکان بنوا کر اس میں مختلف قسم کے صحرائی جانور چھوڑ دیئے۔ اس میں کبھی کبھی ان جانوروں سے لڑنے کے لئے انسان چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ عام لوگوں کو اس کا یہ فعل ناگوار گزرا۔ اور اہل دولت نے اس کے قتل کی فکر کی تاہم وہ سب ناکام رہے۔ ہیرودس دراصل لوگوں کے حالات معلوم کرتا تھا اور ان کا نگران رہتا تھا اس وجہ سے اس کی ہیبت عوام الناس کی نظروں میں بہت بڑھ گئی۔ اس کے دور حکومت میں یہود میں سے ربانیوں کا بہت دور دورہ تھا۔ گروہ عباد المشہور بہ حسید کو بھی اس کے کاموں میں دخل تھا جن کی مناجیم نامی پیشوائی کر رہا تھا۔ اس نے اس کے لڑکپن میں ہی حکومت سلطنت کی پیش گوئی کی تھی اور اس کے قوم کے حق میں دعا کی تھی چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا۔

قحط کے آثار

اسی زمانے میں ہیرودس کے دور حکومت میں زبردست قحط پیدا ہوا اور خلق اللہ گرانی اور غلہ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے بھوکوں مرنے لگی۔ اس نے پھر غلے کے اپنے ذخیرے کھول دیئے اور تمام اطراف و جوانب میں غلہ پھیلا دیا۔ قیصر نے بھی قحط کا حال سن کر مصر اور رومہ کے نواح سے ارض مقدس کی طرف غلہ بھیجنے کی منادی کرادی۔ وہ پھر براہ دریا غلے سے بھری ہوئی کشتیاں ارض مقدس بھیجنے لگا۔ ہیرودس کو اس سے بہت تقویت مل گئی اور اس نے قحط کا نہایت معقول انتظام اور بندوبست کر لیا۔ وہ بوڑھے، یتیم بچے، بیوہ عورتوں، مساکین، فقراء محتاجین کے لئے روزانہ غلہ پہنچاتا رہا۔ وہ اپنی قوم کے علاوہ دوسرے مذہب کے پچاس ہزار آدمیوں کو بھی روزانہ کھانا دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ قحط بالکل ختم ہو گیا۔ اس کے بعد تمام عالم میں اس کا ذکر نیک نامی سے ہونے لگا۔

ارض مقدس کی از سرنو تعمیر

ابن کریون لکھتا ہے کہ جب اس کی حکومت مستقل ہوگئی اور اس کے غلبے کو لوگوں نے تسلیم کرلیا تو اس نے ارض مقدس کو اسی ہیئت وشکل پر بنانے کا ارادہ کیا جس صورت پر حضرت سلیمانؑ ابن داؤدؑ نے اسے بنوایا تھا کیونکہ جس وقت یہود کورش کی اجازت سے ارض مقدس واپس آئے تھے تو ارض مقدس بنانے کے لئے ایک مقدار معین کردی گئی تھی جو کہ سلیمان علیہ السلام کی حدود تک نہیں پہنچی تھی۔ ہیرودس نے تعمیر شروع کرنے سے پہلے آلات واسباب اور رضاعین کو چھ برس کی مدت میں جمع کیا اور ایک ہزار کاہنوں کو بیت المقدس کے گرد بٹھا دیا تاکہ اس میں کوئی آنے نہ پائے۔ اس کے بعد اس نے ارض مقدس کو گرا کر جناب سلیمان علیہ السلام کی تعمیر کے مطابق آٹھ برس کے عرصہ میں نئے سرے سے بنوایا اور بعض مقامات پر جیسا اس کے دل نے چاہا، کسی قدر اضافہ بھی کیا۔ جب ارض مقدس تیار ہوگیا تو اس نے قربانیاں کیں اور طویل عرصے تک فقراء ومساکین کو کھانے کھلواتا رہا۔ یہ زمانہ اس کی حکومت کے بہترین زمانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

ناراضی کا آغاز

ابن کریون لکھتا ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہیرودس کو اس کی اولاد کے قتل میں مبتلا کردیا، وہ اس طرح کہ مریم بنت اسکندرہ کے بطن سے اس کے دو لڑکے تھے، ایک کا نام اسکندر اور دوسرے کا ارستبلوس تھا۔ یہ دونوں بھائی اپنی ماں کے قتل کے وقت روم میں رومی زبان سیکھ رہے تھے۔ جب یہ دونوں رومہ سے واپس آئے تو اپنی ماں کے مارے جانے کا حال سنا۔ اس کے بعد انہیں اپنے باپ ہیرودس سے نفرت پیدا ہوگئی۔

ہیرودس کا لڑکا ایک اور بھی تھا جو اپنے دادا انطفتر کے نام سے موسوم تھا، اسے اس کی ماں ارسیس نے مریم کی وجہ سے ایک دوسرے شہر میں ٹھہرا رکھا تھا۔ جب مریم قتل کردی گئی اور ارسیس، ہیرودس کی آنکھوں میں زیادہ عزیز ہوئی تو اس کا لڑکا انطفتر بیت المقدس آ گیا۔ ہیرودس نے پھر اسے اپنا ولی عہد بنالیا۔ لیکن اس نے مصلحتاً اپنے دونوں بھائیوں سے آمدورفت اور مراسم برابر جاری رکھے اس خیال سے کہ یہ دونوں اپنے باپ کے قتل کرنے کی فکر میں تھے۔

صلح ہوگئی

کچھ عرصے بعد ہیرودس ان دونوں سے ناراض ہوکر اوغطش قیصر کی طرف چلا گیا اور اس کے ہمراہ اس کا لڑکا اسکندر بھی تھا۔ دونوں نے اوغطش قیصر سے ایک دوسرے کی شکایت کی مگر اس نے ان میں باہم صلح کرادی۔ اس کے بعد ہیرودس ارض مقدس واپس آیا اور اس نے اپنی حکومت تینوں لڑکوں میں تقسیم کردیا۔ اس نے انہیں اور عام آدمیوں کو وصیت کی اور ان سے میل جول نہ رکھنے کا عہد لیا اس خوف سے کہ ان کے باہمی میل جول سے کوئی بات نہ پیدا ہوجائے۔

انطفتر اس کے باوجود بظاہر اپنے دونوں بھائیوں سے ملا رہا لیکن خفیہ طور پر وہ ان کے مخالف کارروائی کرتا رہا۔ اس معاملے میں اس کا چچا قدوداؤ اور اس کی پھوپھی سلومنت بھی شریک تھی۔ انہوں نے اس کے باپ سے اس کے دونوں بھائیوں کی اس قدر شکایت کی کہ اس نے انہیں آزاد کردیا۔

سازباز کا انکشاف

جب اس خبر کی اطلاع ارسلاوش بادشاہ کنفتور کو پہنچی جس کی لڑکی اسکندر کے عقد میں تھی تو وہ ہیرودس کے پاس آیا، اس نے پھر اسے اس کے بھائی قدوداؤ اور بہن سلومنت کی سازش سے مطلع کیا۔ ہیرودس پر جب یہ واقعات ظاہر ہوئے تو وہ اپنے بھائی سے بہت ناراض ہوا اور اپنے دونوں لڑکوں اسکندر اور ارستبلوس سے راضی ہوگیا۔ اس نے ارسلاوش کا شکریہ ادا کیا اور وہ اپنے شہر واپس پلٹ گیا۔

ارستبلوس اور اسکندر کا خاتمہ

لیکن انطفتر اپنی کوششوں اور خفیہ طور پر ان کی مخالفت میں مصروف رہا اور برابر اپنے باپ کو ان کی طرف سے بھڑکا تا رہا یہاں تک کہ ہیرودس نے دوبارہ اسکندر اور ارستبلوس سے ناراض ہو کر انہیں قید کر دیا۔ اس کے بعد انطفتر اپنے ہمراہ روپیہ لے گیا، اراکین دولت کو انطفتر کا یہ فعل ناگوار گزرا۔ انطفتر نے پھر ان کی بھی شکایت اپنے باپ ہیرودس سے کر دی اور یہ ثابت کر دیا کہ ان میں بعض اراکین حکومت نے اسکندر سے ساز باز کر کے حجام کے ذریعے تیری موت کی فکر کی ہے اور اس کے عوض اسے بہت سا مال واسباب دینے کے لئے کہا ہے۔ اس کے بعد ہیرودس نے اراکین دولت کو اور ان کے خاندان والوں اور حجام کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد اس نے اپنے دونوں لڑکوں اسکندر اور ارستبلوس کو قید کر کے مصطبہ پر پھانسی دے دی۔

ان کی اولاد سے اچھا سلوک

اسکندر کے دو لڑکے ارسلاوش کے بطن سے تھے، ایک کا نام کوجان اور دوسرے کا نام اسکندر تھا جبکہ ارستبلوس کے تین لڑکے یعنی اعرباس، ہیرودس، استرویلوس تھے۔

ہیرودس اپنے بیٹوں کو قتل کرنے کے بعد بہت پشیمان ہوا لہٰذا وہ ان کی اولاد پر حد سے زیادہ مہربان ہوا۔ اس نے کو جان بن اسکندر کا عقد اپنے بھائی قدودا کی لڑکی سے اور ارستبلوس کی لڑکی کا عقد انطفتر کے لڑکے سے کر دیا۔ اس نے پھر اپنے بھائی قدودا اور لڑکے انطفتر کو ان کی کفالت اور ان سے باسلوک پیش آنے کا تاکیدی حکم دیا لیکن ان دونوں کو ہیرودس کا یہ حکم ناگوار گزرا چنانچہ انہوں نے اس حکم کی پابندی نہیں کی اور موقعہ پا کر ہیرودس کو قتل کر ڈالنے کا عہد کر لیا۔

قدودا کی موت

کچھ عرصہ بعد ہیرودس نے انطفتر کو اوغطش قیصر کے پاس کسی ضرورت سے بھیج دیا، اس کے چلے جانے کے بعد اسے قدودا کی سازش اور ارادے سے آگاہی ہوگئی لہٰذا اس نے قدودا کو اس کے مکان میں قید کر دیا، قدودا قید میں بیمار ہو کر مر گیا۔

ساز باز کا پتہ چل گیا

ہیرودس کو اس کے مرنے پر یہ معلوم ہوا کہ انطفتر اور قدودا نے ارسیس یعنی انطفتر کی ماں کے روبرو باہم عہدو پیماں کیا تھا اور انطفتر کے خزانچی کے ذریعے سے اس کے قتل کی فکر کی تھی۔ ہیرودس نے پھر خزانچی کو طلب کر کے اس سے پوچھ گچھ کی تو خزانچی نے تمام حال کہہ دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ تیرے قتل کے لئے مصر سے زہر منگوایا گیا تھا جو اس وقت تک بھی قدودا کی بیوی کے پاس موجود ہے۔ اب قدودا کی بیوی بھی شہادت کی غرض سے بلائی گئی، اس نے بھی اس امر کا اقرار کیا اور یہ کہا کہ قدودا نے انتقال کے وقت اسے زہر ضائع کرنے کی ہدایت کی تھی۔ لیکن میں نے تمام زہر ضائع نہیں کیا اس میں سے کسی قدر باقی ہے۔ ہیرودس نے اس سے وہ زہر لے لیا اور انطفتر کو دوبارہ قیصر سے طلب کیا۔ راستے میں خطرے کی بو سونگھ کر انطفتر نے بھاگنا چاہا مگر ہیرودس کے ملازمین نے اسے بھاگنے نہیں دیا۔

انطفتر کا مارا جانا

انطفتر جس وقت ارض مقدس پہنچا، ہیرودس نے ایک مجمع عام میں اسے بلایا اس جلسے میں اوغطش کا سفیر اور اس کا کاتب نیقانوس بھی موجود تھا، یہ انطفتر کی نسبت ہیرودس کے ان دو لڑکوں سے زیادہ محبت رکھتے تھے جو اس سے پہلے قتل ہو چکے تھے۔ اس جلسے میں انطفتر پر ہیرودس کے قتل کی سازش کا الزام قائم کیا گیا اور شہادت دلائل سے وہ الزام پایہ تصدیق وثبوت کو پہنچایا گیا۔ اس کے بعد بچے کھچے زہر کا بعض جانوروں کو کھلا کر تجربہ کیا

گیا۔ چنانچہ اس جرم میں انطفتر کو قید کر دیا گیا۔ اس کے بعد جب ہیرودس بیمار ہوا اور اپنے کو قریب المرگ سمجھ کر اپنے کیے پر پشیمان اور نادم ہوا تو وہ خودکشی پر آمادہ ہوا مگر اس کے ہم نشینوں اور بیوی نے اس فعل سے باز رکھا۔ اس واقعے سے محل سرائے شاہی سے ایک ایسا شور برپا ہوا جس کی آواز انطفتر کے کانوں تک پہنچی۔ اس دوران انطفتر قید خانے سے نکلنا چاہتا تھا مگر مخالفین نے اسے نکلنے نہیں دیا اور اس کی اطلاع ہیرودس کو کر دی۔ ہیرودس نے اسی وقت اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس کے قتل کے پانچویں روز ستر برس کی عمر میں پینتیس سال حکومت کر کے وہ خود بھی مر گیا۔ وہ انتقال کے وقت اپنے لڑکے ارکلاوش کو اپنا ولی عہد کر گیا۔

ارکلاوش کی حکومت

ہیرودس کے فوت ہونے کے بعد اس کا کاتب نیقانوس باہر آیا اور عام مجمع میں وہ عہد نامہ پڑھا جو ہیرودس نے ارکلاوش کی ولی عہدی کے سلسلے میں لکھا تھا۔ اس نے پھر ان لوگوں کو ہیرودس کی انگوٹھی دکھائی۔ لہٰذا لوگوں نے ارکلاوش کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد ہیرودس کا جنازہ بڑی دھوم سے اٹھایا گیا اور نہایت اہتمام سے اسے دفن کر دیا گیا۔

روم کی طرف روانگی

ارکلاوش نے تخت پر بیٹھتے ہی تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا جس سے اچھا اثر پڑا اور اس کی حکومت مستقل ہوگئی۔ عوام الناس پھر ہیرودس پر طعن و تشنیع کرنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد جب ارکلاوش انہیں قتل و تباہ کرنے لگا تو انہوں نے اس کی بھی مخالفت شروع کی اور وہ قیصر کے پاس اس کی شکایت لے کر گئے۔ قیصر نے پھر ارکلاوش اور اس کے کاتب نیقانوس کو طلب کر کے ان کی شکایتیں پیش کیں۔ لیکن انہوں نے ان کے دعوے مسترد کر دیئے۔ رؤساء روم نے پھر ارکلاوش کے بحال رکھنے کی رائے دی اس وجہ سے قیصر نے اسے حکومت پر بحال رکھا اور ارض مقدس واپس بھیج دیا۔

ارکلاوش کا قید ہونا

ارکلاوش واپسی کے بعد یہودیوں سے اور زیادہ سختی سے پیش آنے لگا۔ اس نے پھر اپنے بھائی اسکندر کی بی بی سے عقد کر لیا حالانکہ اس کے بطن سے اس کی اولاد تھی۔ اسکندر کی بی بی شادی ہوتے ہی مر گئی۔ یہودیوں نے پھر اس کی شکایت قیصر تک پہنچا دی۔ قیصر نے اپنا ایک سپہ سالار روم سے ارض مقدس روانہ کیا۔ اس سپہ سالار نے قیصر کے حکم کے مطابق ارکلاوش کو اس کی حکومت کے ساتویں برس قید کر کے رومہ کی طرف روانہ کر دیا۔

انطیفس کی حکومت

اس کے بعد اس نے یہودیوں پر اس کے بھائی انطیفس کو حاکم بنایا لیکن وہ ارکلاوش سے زیادہ بدخصلت اور شریر تھا۔ اس نے بھی اپنے بھائی فیلقوس کی بی بی سے شادی کر لی حالانکہ اس کے دو لڑکے اس کے بطن سے تھے۔ علماء یہود اور کاہنوں نے اس کی بھی مخالفت کی جن میں یوحنا (یحییٰ) ابن زکریا علیہ السلام بھی تھے۔ اس نے ایک گروہ کے ساتھ حضرت زکریا کو بھی قتل کر ڈالا۔ یہ نبی نصرانیوں کے یہاں معتمد کہلاتے ہیں کیونکہ انہوں نے نصاریوں کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو اصطباغ (بپتسمہ) دیا تھا۔

اس کے دور حکومت میں اوغطش قیصر کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ طبریانوس تخت حکومت پر بیٹھا۔ یہ نہایت بدمزاج اور کمینہ خصلت حکمران تھا۔ اس نے اپنے سپہ سالار بعبلاس کو سونے کا ایک بت دے کر بیت المقدس کی طرف بھیجا تاکہ یہود اس کی پرستش کریں۔ یہودیوں نے اس بت کی پرستش سے انکار کیا، اس پر بعبلاس نے ان میں سے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا۔ یہودی پھر اکٹھے ہو کر اس کے مقابلے پر آئے اور اسے مار بھگایا۔

اعریاس کی حکومت

اس کے طبریانوس نے ایک ہزار لشکر دوسرے سپہ سالار کے ساتھ روانہ کیا جس نے انطیفس کو گرفتار کر کے طبریانوس کے پاس بھیج دیا۔ اس

نے انطیفس کو اندلس کی طرف جلاوطن کر دیا اور وہ وہاں جا کر مر گیا۔ اس کے بعد یہودیوں پر اعریاس بن ارستبلوس مقتول حکومت کرنے لگا۔

نبروش کی حکمرانی

اسی کے دور حکومت میں طبریانوس قیصر مر گیا اور نبروش حکومت کی کرسی پر بیٹھا۔ یہ ان سب سے زیادہ شیطان اور بدمعاش تھا جو اس سے پیشتر گزر چکے تھے۔ اس نے ارض مقدس میں ایک مذبح (قربان گاہ) اور بت خانہ بنوایا۔ یہودیوں کے علاوہ باقی سب لوگوں نے اس کے مذبح اور بت خانہ کی پرستش کی۔ نبروش نے پھر یہود کو زیر کرنے کے لئے افلیوحکیم کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا جس نے یہود کو تنگ اور بے حد مجبور کیا۔ اسی دوران اس کی بدافعالی اور بدکرداری کی وجہ سے اہل دولت نے دفعتاً نبروش پر حملہ کر کے قتل کر ڈالا اور اس کی لاش کو جنگل میں راستے میں پھینک دیا جسے جنگلی کتوں نے کھالیا۔

قلدیوش کی حکومت

نبروش کے بعد قلدیوش قیصر روم کے تخت حکومت پر بیٹھا، اس نے افلیوحکیم کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ارض مقدس گئے تھے، واپس بلا لیا اور نبروش کی بنائی ہوئی قربان گاہ کو منہدم کرا دیا۔ اس کے بعد اعریاس اپنی حکومت کے تیسویں سال مر گیا۔

فتنے فساد کا ظہور

اس کے بعد اس کا لڑکا اغریاس یہود پر بیس برس تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے زمانے میں بلاد یہود اور ارمن میں طرح طرح کے فتنے و فسادات برپا ہوتے رہے حتیٰ کہ رہزنی، سرقہ علانیہ ہونے لگا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دن دہاڑے شہر میں چلنے والے لوٹ لئے جانے لگے۔ لوگ ایک دوسرے کو ذرا ذرا سی باتوں پر قتل کر ڈالتے تھے۔ شہر کے اکثر باشندے اس خوف سے شہر چھوڑ کر چلے گئے۔ انہیں دنوں میں قلدیوش مر گیا اور اس کی جگہ فیلقوس تخت پر بیٹھا۔ فتنہ پردازوں نے پھر ان یہودیوں کی جو ارض مقدس سے نکل آئے تھے، شکایت کی کہ یہ رومیوں کی مذمت اور برائی کرتے ہیں۔ اس نے ان آوارہ وطنوں کے قتل و غارت کے لئے ایک لشکر روانہ کیا جس نے انہیں نہایت ذلیل و خوار کیا۔ اس زمانے میں ان کا سب سے بڑا کاہن حنانی تھا جس کا نام عازار تھا، یہ بھی ان ہی لوگوں میں شامل تھا جو بیت المقدس سے نکل آئے تھے۔ اس کے بعد اشرار کا ایک گروہ اس سے سازش کر کے بلاد یہود اور ارمن پر شب خون مارنے لگا۔ وہ دن دہاڑے لوگوں کو لوٹ لیتا اور گرفتار کر کے قتل کر دیتا۔

سپہ سالار کا ظلم و ستم

ارمن نے بعد ازاں اس کی شکایت فیلقوس قیصر سے کی۔ فیلقوس نے ایک سپہ سالار کو ان کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا لیکن اس نے بجائے ان کے ارض مقدس پہنچ کر یہودیوں پر ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا۔ یہودیوں نے پھر جمع ہو کر فیلقوس کے سپہ سالار کو ارض مقدس سے نکال دیا اور اس کے ساتھیوں میں سے ایک گروہ کو مار ڈالا۔

فیلقوس کا سپہ سالار بھاگ کر مصر پہنچا اور یہاں اس نے بادشاہ یہود اغریاس سے ملاقات کی جب کہ وہ رومہ سے واپس آ رہا تھا۔ فیلقوس کے سپہ سالار نے اس سے یہودیوں کے بارے میں شکایت کی۔ جب وہ ارض مقدس پہنچا تو یہودیوں نے فیلقوس کے سپہ سالار کے ظلم و جور کی شکایت کی اور اس کی مخالفت کا ارادہ ظاہر کیا۔ اغریاس نے انہیں نرمی کے ساتھ اس فعل سے باز رکھنا چاہا یہاں تک کہ اس جھگڑے کی خبر قیصر کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ اس کے بعد عازار عنانی نے موقع مناسب دیکھ کر ان رومیوں پر حملہ کر دیا جو اغریاس کے ہمراہ آئے تھے۔ اور انہیں چن چن کر ان کے سرداروں کے ہمراہ ختم کر دیا۔

یہودیوں کا قتل

یہ امر یہود کے سرکردہ سرداروں کو ناگوار گزرا۔ اس وجہ سے وہ سب اکٹھے ہو کر عازار سے جنگ کے خیال سے اغریاس کے پاس آئے، یہ ان دنوں بیت المقدس کے باہر قیام رکھتا تھا۔ اس نے ان سے تین ہزار جنگ آور سپاہی چن کر جنگ کرنے کے لئے بھیجے، اس طرح عازار اور یہودیوں سے لڑائی چھڑ گئی۔ جس میں عازار نے ان کو شکست دے کر شہر سے باہر نکال دیا۔ اس نے پھر شاہی محل کو ویران کر کے اس کا سامان واسباب اور خزانہ لوٹ لیا۔ بعدازاں اغریاس کاہنین اور علماء اور شیوخ بیت المقدس کے باہر پڑے رہ گئے۔ جب انہیں یہ خبر پہنچی کہ ارمن نے دمشق اور اس کے نواح اور قیساریہ میں یہودیوں کو چن چن کر قتل کیا ہے تو وہ ان کے بلاد کی طرف بڑھے اور اطراف دمشق میں جو ارمنی ہاتھ آئے انہیں قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد اغریاس قیصر کے پاس گیا اور اسے اس واقعہ سے مطلع کیا تو اس نے اپنے اس سپہ سالار کو ارمن کی طرف جانے کو لکھا جو فارس سے جنگ کرنے پہلے ہی جا چکا تھا۔

عازار اور سپہ سالار کی لڑائی

سپہ سالار روم فارس پر فتح حاصل کرنے کے بعد ارمن کے بلاد کی طرف بڑھا۔ راہ میں اسے دوسرا فرمان اس مضمون کا صادر ہوا تو وہ ارمن سے ہٹ کر کے اغریاس کے ہمراہ بیت المقدس کی جانب روانہ ہوا اور جن شہروں پر ہو کر گزرا انہیں ویران کرتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ عازار سے بھڑ گیا۔ عازار کو پہلی ہی جنگ میں شکست ہوئی، اس وجہ سے وہ ناکامی اٹھا کر قدس شریف چلا آیا اور سپہ سالار روم اور کسیتا والی قیساریہ ارض مقدس کے باہر ٹھہرے رہے پھر عازار نے یہودیوں کو جمع کر کے ان پر حملہ کر دیا کسیتا اور اغریاس لڑائی کے میدان سے ایسے بھاگے کہ انہوں نے قیصر کے پاس پہنچ کر ہی دم لیا۔

یہودی علاقوں کی تباہی

اتفاق سے اسی وقت اس کا نامور سپہ سالار اعظم اسبانوس نامی بلاد مغرب سے اندلس فتح کر کے آیا تھا۔ قیصر نے اسے بلاد یہود پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس نے اسے یہودیوں کو نیست و نابود کرنے، ان کے قلعوں کو مسمار اور ویران کرنے کا تاکیدی حکم دیا۔ یوں اسبانوس، اس کا لڑکا طیطوش اور اغریاس بادشاہ یہود رومہ سے روانہ ہوئے اور انطاکیہ پہنچ کر اپنے لشکر کی ترتیب میں مصروف ہو گئے۔

یہود کی جنگی تیاری

یہودی بھی ان کی آمد کی خبر سن کر جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور تین گروہ ہو کر تین طرف پھیل گئے۔ ان کے ہر گروہ کے ساتھ ساتھ ایک ایک کاہن تھا۔ کاہن اعظم عنانی دمشق اور اس کے اطراف میں رہا جبکہ اس کا لڑکا عازار کاہن بلاد ادوم میں رملہ تک اور یوسف ابن کریون کاہن طبریہ اور جبل الخلیل اور اس کے اطراف میں متعین کیا گیا۔ اس کے علاوہ جو بلاد حدود مصر تک باقی رہے ان کی حفاظت کے لئے بھی دیگر کاہنوں کو مقرر کر دیا۔ یوں ہر ایک کاہن نے اپنے اپنے قلعوں کی فصیلیں درست کر کے لشکر مرتب کر لئے۔

یوسف بن کریون کا حملہ

اس کے بعد سپہ سالار اسبانوس انطاکیہ سے نکل کر بلاد ارمن کی طرف بڑھا تو اس طرف سے یوسف بن کریون نے طبریہ سے نکل کر اس کا مقابلہ کیا۔ اس دوران اہل طبریہ نے اس کی غیر موجودگی میں روم کی اطاعت قبول کر لی۔ یوسف کو اس واقعے کی اطلاع ملی تو وہ سخت برہم ہوا اور لڑائی کے میدان سے طبریہ کی جانب چلا گیا۔ اس نے راہ میں جس قدر رومیوں کو پایا قتل کر ڈالا۔ اہل طبریہ نے ڈر کر اس سے معافی مانگ لی۔ اس کے بعد اہل جبل الخلیل سے بھی یہی حرکت سرزد ہوئی اور اس کی خبر بھی یوسف کو ہو گئی۔ یوسف نے ان کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیے جو اہل طبریہ کے ساتھ کئے تھے۔ اس کے بعد اسبانوس چالیس ہزار رومیوں کی فوج لے کر عکا سے یوسف بن کریون سے لڑنے کے لئے چلا۔ اغریاس بادشاہ یہود اور اروم

کے سوا تمام ارمنی اس کے ہمراہ تھے کیونکہ اروم زمانہ ارقانوس سے یہود کے دوستوں میں تھے۔ اسبنانوس نے پھر یوسف بن کریون پر طبریہ پہنچ کر حملہ کیا لیکن پہلے ہی حملے میں خود اس کے پاؤں اکھڑ گئے لہٰذا مجبور ہو کر وہ صلح کا خواستگار ہوا۔ یوسف ابن کریون نے اہل قدس کے مشورے پر اس کی درخواست کی مقبولیت کو موقوف رکھا۔

شکست ہوگئی

اسی دوران میں اسبنانوس کو ایک خارجی مدد پہنچ گئی اور اب اسے اپنی کامیابی کا یقین ہوگیا لہٰذا دوبارہ قلعے کے باہر لڑائی چھڑ گئی۔ جب یوسف بن کریون کے سپاہیوں کی تعداد کم ہوگئی تو مجبور ہو کر یوسف نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔ قلعے میں پھر انہیں پچاس دن تک پانی نہیں ملا آخرالامر ایک قلیل جماعت کے ساتھ یوسف قلعہ سے نکلا تو رومیوں نے پھر اس کا آگا روکا۔ اس کے بعد اسبنانوس نے امان دے دی چنانچہ یوسف اس کی طرف مائل ہوا چاہتا تھا لیکن اسبنانوس کی قوم یوسف کے قتل کی کوشش میں تھی، یوسف نے یہ دیکھ کر ان کی رائے سے اتفاق کر لیا۔ جب وہ سب کے سب قتل ہوگئے اور ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ تب یوسف اسبنانوس کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ یہود نے پھر اسے یوسف کے قتل پر ابھارا لیکن اسبنانوس نے اس سے انکار کیا اور اسے آزاد کر دیا۔ وہ پھر اعمال طبریہ کو ویران اور اس کے رہنے والوں کو قتل کر کے قیساریہ واپس آ گیا۔

یہودی یوحنان کا فتنہ

ابن کریون لکھتا ہے کہ انہیں واقعات کے دوران یہودیان قدس میں اس وجہ سے فتنہ اور فساد برپا ہوگیا کہ جبل الخلیل کے شہر کوشالہ میں ایک یہودی یوحنان نامی رہتا تھا جس کے پاس چند اوباش طبیعت یہودی جمع ہوگئے تھے۔ ان کی وجہ سے اس کی رہزنی اور قتل و غارت کی قوت بڑھ گئی۔ جس وقت روم نے کوشالہ پر اپنی قسم کا جھنڈا گاڑا تو اس وقت یوحنان بیت المقدس چلا آیا اور اس سے ان شہروں کے اوباش طبیعت یہودیوں سے خوب دوستی پیدا کر لی جسے کہ روم نے فتح کر لیا تھا۔ جب وہ طاقت ور ہوگیا تو اس نے اہل قدس پر بے جا حکومت شروع کر دی۔ بعدازاں عنائی کاہن اعظم نے اس کی مخالفت کی اور اس کی جگہ دوسرے شخص کو مقرر کرنا چاہا مگر یہود کے شیوخ نے عنائی کاہن کی رائے کی مخالفت کی۔ اس طرح یوحنان کو اس کی مخالفت سے یہودیوں کے قتل کرنے کا موقع مل گیا۔

روم سے امداد کی طلبی

یہودی جب اس کے ہاتھوں مارے جانے لگے تو وہ اکٹھے ہو کر عنائی کاہن کے پاس گئے اور اس کے ہمراہ یوحنان سے لڑنے کے لئے نکلے۔ یوحنان نے بیت المقدس میں قلعہ بندی کر لی۔ عنائی نے پھر صلح کی درخواست کی مگر یوحنان انکار کر کے روم سے امداد کا طالب ہوا۔ جلد ہی اروم نے بیس ہزار جنگ آور سپاہیوں کو اس کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ اس دوران عنائی شہر کی پناہ کی فصیلوں سے حملہ کرنے لگا، ایک روز حالت غفلت میں باہر سے اروم کے سپاہی ایک ناگہانی حملہ کر کے شہر میں گھس پڑے۔ اس کے بعد اندر سے یوحنان جدوجہد کر کے نکل آیا اور اروم کے ساتھ ہو کر پانچ ہزار یہودیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس نے پھر امراء اور اہل دولت کا مال و اسباب لوٹ لیا اور ان شہروں پر بھی حملہ کر دیا جو رومیوں کے سایہ امن و عاطفت میں تھے۔

عنائی کی درخواست مدد

اب عنائی نے مجبور ہو کر اسبنانوس اور اس کے لشکر سے اعانت طلب کی چنانچہ اس نے قیساریہ سے یوحنان پر حملہ کیا۔ جب وہ آدھے راستے پر پہنچا تو یوحنان ارض مقدس سے نکل کر پہاڑی گھاٹیوں میں جا کر چھپ گیا۔ لیکن اسبنانوس نے اس کا تعاقب کر کے اس کے ہمراہیوں میں سے اکثر کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

ارض مقدس کی تباہی

اس کے بعد وہ بلاد اروم کی طرف گیا اور اسے فتح کر کے سطیہ (بلاد سامرہ) پر کامیابی کا پھریرا اڑاتا ہوا اور اپنے مقبوضہ شہروں کو آباد کرتا ہوا قیساریہ کی جانب واپس چلا گیا۔ تا کہ کچھ روز وہاں آرام کر کے ارض مقدس کی سیر کو آئے۔ اسی دوران یوحنان نے پہاڑی گھاٹیوں سے نکل کر شہر پر دوبارہ خونریزی کے بعد قبضہ کر لیا اور شہر کو جی بھر کر لوٹا۔

یہود سے برا سلوک

ابن کریون لکھتا ہے کہ یوحنان کے زمانہ عدم موجودگی میں شمعون نامی ایک شخص نے بھی چند روز کے لئے بیت المقدس پر قبضہ حاصل کیا تھا۔ اس کے پاس چور، اوباش طبیعت اور آوارہ گرد بیس ہزار کے قریب جمع ہو گئے تھے۔ اہل روم نے ایک لشکر جرار ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا مگر وہ شکست کھا کر واپس چلا آیا۔ اس کے بعد شمعون نے شہر پر خاطر خواہ قبضہ کر لیا اور لوگوں کے مال و اسباب لوٹ لئے۔ اس کے بعد وہ جوش مردانگی میں آ کر اروم سے لڑنے گیا۔ اس دوران یوحنان نے واپس پہنچ کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ جب وہاں سے واپس ہو کر آیا تو یوحنان کو شہر میں موجود پایا، اب اس نے یوحنان کا محاصرہ کر کے لگاتار حملے شروع کر دیئے۔ یوحنان کو ان لڑائیوں میں کامیابی ہوئی اور ایک بڑی مخلوق کو اس نے قتل کر ڈالا۔ عوام الناس نے پھر شمعون سے مدد چاہی، یہ ان کی خواہش کے موافق مدد کرنے کے لئے گیا مگر ان کے ساتھ اس نے بدعہدی کی اور وہ بدکرداری میں یوحنان سے دو ہاتھ آگے بڑھ گیا۔

نطاؤس اور اسبنانوس کی لڑائی

ابن کریون یہ روایت کرتا ہے کہ اس کے بعد اسبنانوس کے کانوں تک یہ خبر پہنچی جب کہ وہ قیساریہ کے نواح میں مقیم تھا۔ بطارقہ یہ اطلاع سن کر سخت برہم ہوئے اور انہوں نے اسبنانوس کی حکومت پر اتفاق کر لیا۔ اسبنانوس پھر اپنا نصف لشکر اپنے بیٹے طیطوش کے پاس چھوڑ کر رومہ کی طرف نطاؤس سے لڑنے کی غرض سے گیا اور اسے شکست دے کر قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد پھر اسبنانوس اسکندریہ کی جانب گیا، وہاں سے کشتی پر سوار ہوا جبکہ طیطوش قیساریہ میں آ گیا۔

ارض مقدس میں طوائف الملوکی

اس دوران جاڑے کی فصل تمام ہونے پر آ گئی اور یہودیان بیت المقدس میں فتنہ فساد اور قتل اس درجہ بڑھ گیا کہ گلی کوچوں میں خون بہہ رہا تھا۔ اس نے پھر کاہنوں کو مذبح میں قتل کیا، بقیہ جو لوگ تھے وہ مسجد میں جا کر نماز نہیں پڑھ سکتے تھے کیونکہ تمام راستوں میں خون جاری تھا۔ حالت یہ تھی کہ چھت پر سے لوگ راہ چلتوں کو پتھروں سے مارتے تھے، یہ وہ زمانہ تھا کہ یوحنان کو شمعون پر فتح یابی ہو گئی تھی اور وہ خبیث لوگوں کو تنگ کر رہا تھا۔

بیت المقدس کا محاصرہ

اس کے بعد جب جاڑے کی فصل گزر گئی تو طیطوش لشکر روم لے کر حملے کے خیال سے ارض مقدس پہنچ کر شہر پناہ کے دروازہ پر اپنا خیمہ نصب کرا کے اپنے لشکر کے لئے قیام گاہ تجویز کرنے لگا۔ اس نے پھر اہل شہر کو صلح کا پیام دیا مگر اہل شہر اس طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ اس سے لڑنے کی غرض سے کمین گاہوں میں چھپ کر مقابلہ کیا جس سے طیطوش کا غصہ بے حد بڑھ گیا۔ اس کے دوسرے روز اس نے شہر کے شرقی جانب جبل زیتون پر جا کر قیام کیا اور لشکر کی ترتیب اور آلات حصار فراہم کرنے میں مصروف ہو گیا۔

یہود کی جنگ

یہودیوں نے پھر آپس میں اتفاق کر لیا اور باہمی جھگڑے دور کر کے اس سے لڑنے کے لئے نکلے لیکن پسپا ہو کر بھاگے تاہم پھر لوٹ کر لڑے

اور کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد آپس کے اختلافات کی وجہ سے وہ پھر ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے اور باہم لڑنے لگے۔ اس دوران یوحنان نے عید الفطر کے روز بیت المقدس میں داخل ہو کر کاہنوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا اور ایک گروہ کو مسجد کے باہر قتل کر دیا۔ بعد ازاں طیطوش نے موقع مناسب دیکھ کر حملہ کر دیا لیکن یہودیوں نے نہایت سختی سے اسے پسپا کر دیا اور اس کے لشکرگاہ تک اس کا تعاقب کرتے چلے آئے۔ طیطوش نے پھر صلح کی غرض سے اپنے سپہ سالار ریقانور کو یہود کے پاس بھیجا، اتفاق سے اسے ایک یہود کا ایک ایسا تیر لگا کہ وہ اپنے مقام ہی پر رہ گیا۔ طیطوش اس کے مارے جانے سے سخت برہم ہوا اور اس نے چند لوہے کے ایسے برج بنوائے جو شہر پناہ کی فصیلوں کے مقابلے میں تھے۔ وہ اس میں جنگ آور سپاہیوں کی ایک معقول تعداد بٹھا کر جنگ کے لئے نکلا۔ جنگ کے دوران یہود نے ان برجوں پر قبضہ کر کے انہیں توڑ کر جلا دیا اور پھر لڑائی کے میدان میں اس سے لڑنے کے لئے آ موجود ہوئے۔ اس دوران یوحنان نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کے ساتھ چھ ہزار کی جمعیت تھی جبکہ شمعون کے ہمراہ دس ہزار یہود اور پانچ ہزار ادوم اور باقی یہود عازر کی رکاب میں تھے۔

ارض مقدس پر دوسرا حملہ

طیطوش نے اس کے بعد دوبارہ حملہ کیا اور اس حملے میں اس نے شہر پناہ کے ایک برج کو توڑ کر اس پر قبضہ کر لیا لیکن یہود نے پھر جلد ہی اسے درست کر لیا۔ جنگ کا بازار بے حد گرم ہو گیا اور طیطوش بذاتہ لڑتا رہا حتیٰ کہ اس کی نئی کوششوں نے آلات کے ذریعے سے دوسرے برج کو منہدم کر دیا تاہم یہود نے پھر اسے بنا لیا اور اس کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ اسی حالت سے چار روز گزر گئے۔ اس عرصے میں طیطوش کی مدد کے لئے اطراف و جوانب سے مزید لشکر آ گئے۔ اب یہود نے شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے۔ آخرکار طیطوش نے لڑائی موقوف کر کے ان کو مصالحت کے لئے طلب کیا لیکن یہود نے صلح کرنے سے انکار کر دیا۔

ارض مقدس کا محاصرہ

پانچویں روز خود طیطوش آیا اور اس نے یہود کو مخاطب کر کے صلح کی دعوت دی مگر اس کے کہنے کا کچھ اثر نہیں ہوا۔ اتنے میں یوسف بن کریون آ گیا، اس نے لوگوں کو سمجھایا، انہیں رومیوں کے ساتھ امن میں رہنے کی رغبت دلائی اور حسن سلوک کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد طیطوش نے ان کے قیدیوں کو آزاد کر دیا، اس بات سے اکثر یہود صلح کی طرف مائل ہو گئے لیکن انہیں ان رؤساء یہود نے روکا جو شہر سے خارج تھے۔ اس کے بعد وہ ان یہودیوں کو قتل کرنے لگے جو رومیوں سے ملنے کو نکلتے تھے یہاں تک کہ شہر میں کوئی ان کا مخالف نہیں رہا۔ طیطوش نے یہود کی اس سخت مزاجی سے تنگ آ کر بلا جدال و قتال محاصرہ جاری رکھا اور غلے کی آمد و رفت روک دی۔ جو لوگ اپنے مویشیوں کو لے کر چرانے کے لئے باہر نکلتے تھے انہیں رومی قتل کر ڈالتے اور سولی دے دیتے تھے۔ آخرکار طیطوش کو ان کی بے کسی پر رحم آیا اور اس نے ان کے قتل سے اپنے سپاہیوں کو منع کر دیا۔ اس کے بعد اس نے بقیہ یہود پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا لیکن یہود نہایت استقلال سے اس کے ہر وار کا جواب دیتے رہے۔

کاہنین کا خاتمہ

جب یہ جنگ خوفناک اور سخت نظر آنے لگی اور لوگوں کی بھوک حد سے بڑھ گئی تو شنائی کاہن ادوم سے امن کا خواستگار ہوا (یہ وہی شخص ہے جس نے شمعون کو یوحنان کے مقابلے پر لا کھڑا کیا تھا) شمعون نے پھر اسے، اس کے لڑکوں کو اور کاہنوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا۔ ان کے علاوہ ان علماء اور ائمہ کو بھی تہ تیغ کر دیا جو روم سے امن کے خواستگار ہوئے تھے۔ عازر بن عنانی بھی اس رائے کا مخالف تھا لیکن وہ ارض مقدس سے نکل نہیں سکا۔

محصورین کی خراب حالت

اس سخت سے محاصرہ اور کمیابی غلہ سے یہ نوبت پہنچی کہ اکثر یہود بھوک کی شدت سے مر گئے۔ بقیہ لوگ جانوروں کی کھالیں، درختوں کے پتے

اور مردوں کا گوشت کھانے لگے، اس پر بھی جب پیٹ کی خواہش ختم نہ ہوئی تو بعضوں نے دوسرے کمزور آدمیوں کو کھانا شروع کر دیا۔ اسی زمانے میں ایک عورت نے اپنے لڑکے کو کھالیا تھا۔ جب اس امر کی اطلاع رؤساء یہود کو ہوئی تو انہیں اس حالت پر رحم آیا اور انہوں نے شہر سے یہود کو نکلنے کی اجازت دے دی۔ اجازت کا ملنا تھا کہ ایک گروہ شہر سے نکل کھڑا ہوا۔ ان میں سے اکثر کھانا کھاتے ہی مر گئے اور بعضوں نے چونکہ نکلتے وقت جواہرات اور سونا نگل لیا تھا اس وجہ سے رومی انہیں قتل کر کے ان کا پیٹ پھاڑ کر جواہرات اور سونا نکالنے لگے۔

ارض مقدس پر قبضہ

جب طیطوش کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے سپاہیوں کو منع کر دیا اور شہر پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے حملہ کر دیا۔ یہود میں تو مقابلے کی قوت ہی باقی نہیں رہی تھی کہ وہ اس کا مقابلہ کرتے۔ اس نے پھر شہر پناہ کے اس برج کو منہدم کر دیا جس میں یہود جمع ہو رہے تھے۔ تب یہود وہاں سے مسجد کی طرف بھاگے، قلعے والوں نے تھوڑی دیر تک مقابلہ کیا لیکن طیطوش کی قسمت میں پہلے سے کامیابی لکھی جا چکی تھی لہٰذا ان یہودیوں کو بھی شکست ہوئی اور اس نے شہر پناہ کی دیواروں سے مسجد تک کی عمارتیں منہدم کرا دیں۔ ابن کریون اسی حالت میں ایک بلند مقام پر کھڑا ہوا یہود کو روم کی اطاعت کی ترغیب دے رہا تھا۔ اس کے بعد کاہنوں کی ایک جماعت طیطوش کے پاس آئی، اس نے انہیں امان دے دی۔

ہیکل کی تباہی

اس کے بعد بقیہ رؤساء یہود نے عوام الناس کو امان لینے سے روکا، اس وجہ سے طیطوش نے اسی خونریزی میں صبح کر دی۔ شام ہوتے ہوتے رومیوں نے مسجد پر قبضہ کر لیا، یہ جنگ کچھ دنوں تک جاری رہنے سے شہر پناہ منہدم ہوگئی اور ہیکل کی دیواریں بھی ٹوٹ گئیں۔ رومی لشکر کے محاصرے سے اکثر یہود مر گئے اور بہتیرے بھاگ گئے۔ ہیکل میں پھر رومیوں نے بتوں کو رکھا اور اس کے دروازوں پر آگ روشن کر دی۔ کاہنوں نے اپنے دین کو یوں خراب ہوتے دیکھا تو آگ میں جل کر اپنی اپنی جانیں دے دیں۔ اس دوران شمعون اور یوحنان صیہون کی پہاڑیوں میں جا چھپے۔

طیطوش کی واپسی

طیطوش نے انہیں امان دے دی تھی لیکن انہوں نے اس رعایت کو منظور نہیں کیا۔ وہ کچھ روز بعد راستہ کاٹ کر رات کے وقت ارض مقدس چلے آئے۔ اور طیطوش کے ایک نامی سپہ سالار کو قتل کر کے اپنے ٹھکانے پر چلے گئے۔ اس کے بعد وہ اس کے متبعین اس سے علیحدہ ہو گئے۔ اب یوحنان مجبوراً طیطوش کے دربار میں حاضر ہوا تو طیطوش نے اسے قید کر لیا۔ اس دوران یوشع کاہن مسجد کا اسباب (جس میں دو شمعدان اور ایک سونے کی میز تھی) لے کر اس کے پاس آیا جبکہ فخاص خازن ہیکل گرفتار کر لیا گیا۔ اس نے پھر ارض مقدس کے خزانے کی کنجیاں طیطوش کو دے دیں۔ طیطوش تمام مال اسباب اور خزانہ لے کر قیدیوں کے ہمراہ ارض مقدس سے کوچ کر گیا۔

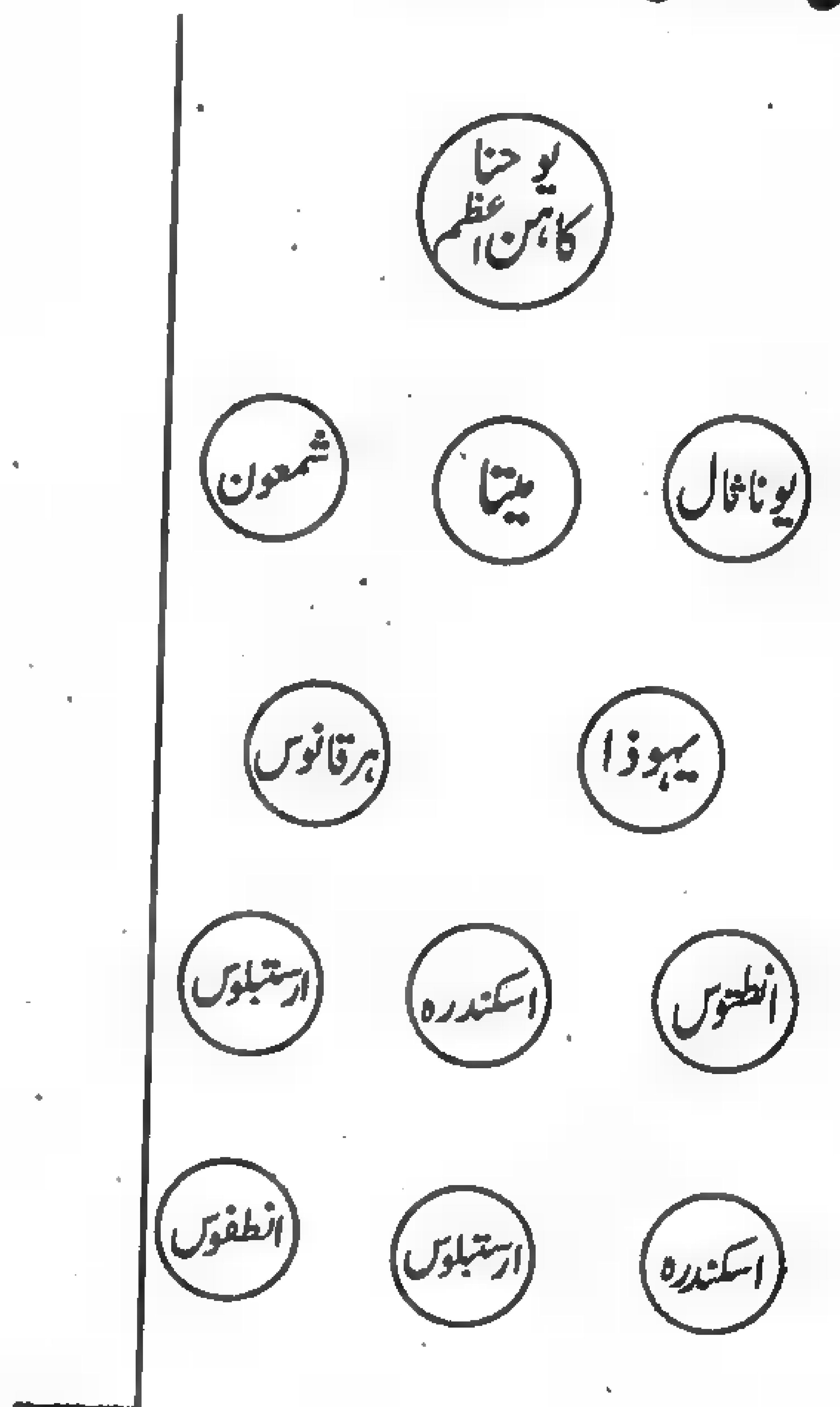
مرنے والوں کی تعداد

ابن کریون لکھتا ہے کہ مناحیم کی روایت کے مطابق (جو مقتولوں کے دفن کرانے پر متعین تھا) اس واقعے میں ان مقتولوں کی تعداد جو دفن کے لئے شہر کے دروازے پر لائے گئے تھے، ایک لاکھ پچیس ہزار آٹھ سو تھی۔ مناحیم کے علاوہ دوسروں کا یہ بیان ہے کہ ان لاشوں کے علاوہ جو گڑھوں میں ڈال دی گئی تھیں یا قلعے کے باہر پھینکی گئی تھیں، ان کی تعداد چھ لاکھ کے قریب تھی اور بعضے کہتے ہیں کہ اس واقعہ میں ایک کروڑ ایک لاکھ لوگ قتل کئے گئے اور ایک لاکھ قید کر لئے گئے، جنہیں طیطوش منزل بہ منزل درندوں کو کھلاتا جاتا تھا یہاں تک کہ سب قیدی تمام ہو گئے۔ اس واقعے میں شمعون بھی مارا گیا مگر عزار بن عفان اس عام خونریزی سے بچ گیا کیونکہ جس وقت شمعون نے متتیا کاہن کو قتل کیا تھا اسی وقت وہ ارض مقدس سے نکل گیا تھا۔

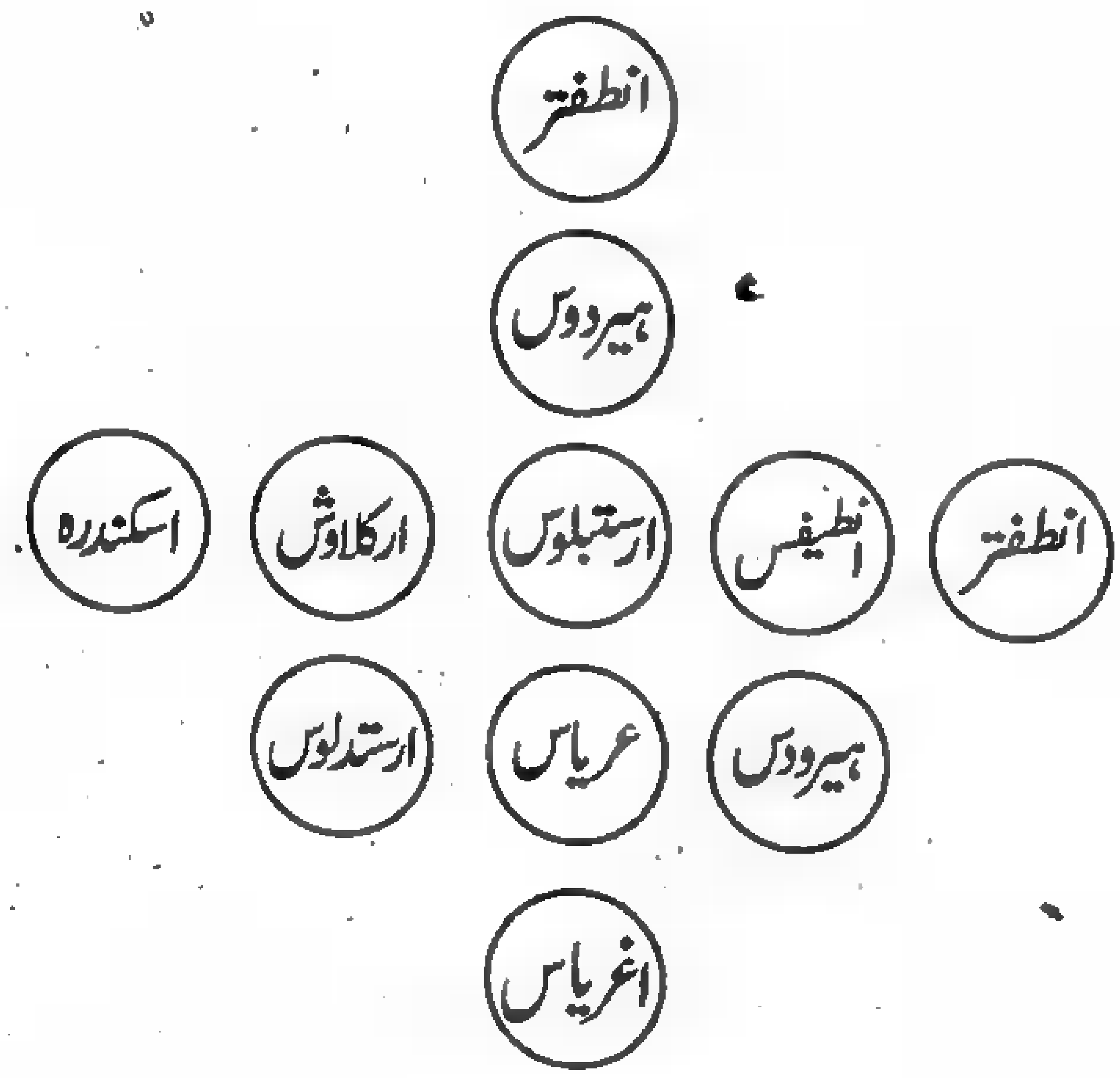
یہود کی حکمرانی ختم ہوئی

اس کے بعد باقی یہودیوں کا یہ حال ہوا کہ جب طیطوش بیت المقدس سے نکل کر کسی گاؤں پر پہنچا اور اس نے اس کا محاصرہ کیا تو اسے یہود کے جمع ہونے کی خبر پہنچی۔ اس نے پھر ایک لشکر اپنے سپہ سالار رملیاس کے ہمراہ انہیں منتشر کرنے کی غرض سے بھیج دیا جس نے ایک مدت تک انہیں محاصرہ میں رکھا۔ اس کے بعد وہ رومیوں کی طرف نکلا، لڑائی ہوئی ان میں سے اکثر مارے گئے۔ باقی رہا یوسف ابن کریون تو اس کے اہل وعیال اس واقعہ کے بعد مفقود ہو گئے۔ اور ان کے حالات سے بعد میں کچھ آگاہی نہیں ہوئی۔ طیطوش نے اسے اپنے پاس رومہ میں رکھنا چاہا تھا لیکن اس نے عاجزی سے ارض مقدس میں رہنے کی خواہش ظاہر کی، طیطوش نے اس کی التجا قبول کرلی چنانچہ اسے روانگی کے وقت چھوڑ گیا۔ اسی وقت سے یہود کی حکومت کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔

بنی حشمنائی کے ملوکوں کا شجرہ



بنی ہیرودس کے ملوکوں کا شجرہ



باب: 17

عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زندگی

اس زمانے میں بنی ماثان جو داؤد علیہ السلام کی اولاد سے تھے، وہ ارض مقدس میں کہونت ؍ مجاورت) کر رہے تھے۔ یہ یاد رہے کہ (ماثان) عاذر بن یہود بن اخس (اکھیم) بن رادوق (صارد ق) بن یوعازور (عزور) بن الیاقیم بن ابود (ابیہود) بن زرقابل (ررباہل) بن سالات (شیلئیل) بن یوحنانیا (یکھنیاہ) ابن یوشیاہ (ملوک بنی اسرائیل کا سولھواں بادشاہ) بن اموں بن عموں ابن منشا ابن حزقیاہ بن احاز (احز) بن یواش (یوتم) بن اخریاہ (عزیاہ) بن یورام بن یہوشافاط (یہوشافط) بن اساہ بن رحبعم بن سلیمان ابن داؤد صلوات اللہ علیہما کی نسل سے ہے۔ یوحنانیا بن یوشیا (سولھواں بادشاہ بنی اسرائیل) جلاوطنی کے دنوں میں بابل میں پیدا ہوا تھا۔ یہ نسب میں نے متی (انجیل) سے نقل کیا ہے۔ بنی حشمنائی کے بعد کاہنوں کی سرداری اس وقت بنی ماثان کر رہے تھے۔

عمران کا ذکر خیر

ہیرودس کے زمانے سے پہلے حضرت مریمؑ کا باپ عمران کاہن اعظم تھا۔ ابن اسحاق اموں بن منشا کی طرف منسوب کر کے اس کا نسب کچھ یوں بیان کرتا ہے: عمران بن باشم بن اموں بن منشا، حالانکہ عموں اور عمران میں ایک بڑی مدت ہونے کی وجہ سے صرف ایک پشت کا فرق ہونا ناممکن ہے کیونکہ اموں ارض مقدس کی ویرانی اول سے کچھ دن پہلے تھا جبکہ عمران دور حکومت ہیرودس میں ویرانی ثانی سے چند دن بعد گزرا ہے۔ اس طرح ان دونوں میں چار سو برس کا فرق پڑتا ہے ابن عساکر نقل کرتا ہے کہ عمران زربا قیل کی اولاد سے ہے جو بنی اسرائیل کی ارض مقدس کی جانب واپسی کے وقت ان کا حاکم تھا اور زربا قیل یخنیا (بنی اسرائیل کے آخری بادشاہ) کا بیٹا ہے جسے کہ بخت نصر نے قید کر لیا تھا اور اس کے بعد اس کے چچا صدقیاہو کو حکمران مقرر کیا تھا۔ ابن عساکر نے عمران ابن ماثان سے زربا قیل تک آٹھ اشخاص کا عبرانی الفاظ میں نسب نامہ لکھا ہے۔ غالباً یہ نسب نامہ پہلے سے زیادہ صحیح ہے جسے ابن اسحاق نے تحریر کیا ہے۔ بہر حال عمران پدر مریم اپنے زمانے کے کاہن تھے اور حنہ بنت فاقود بن قیل ان کی زوجہ تھیں جو اس زمانہ میں عابدات سے مشہور تھیں ان کی بہن ایشاع زکریاؑ بن یوحنا کی زوجیت میں تھیں اور جن کے بطن سے یحییٰؑ پیدا ہوئے تھے۔

زکریا علیہ السلام

ابن عساکر نے زکریاؑ یوحنا کو یہوشافط (پندرہویں بادشاہ بنی اسرائیل) کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس نے زکریاؑ بن یوحنا اور یہوشافاط کے درمیان بارہ پشتیں عبرانی الفاظ میں لکھی ہیں، اس کے بعد یہ کہا ہے کہ یہی یحییٰ نبی علیہ السلام کے والد ہیں جو بنی اسرائیل میں سے ایک جلیل القدر نبی تھے۔

یوسف کا ذکر

یعقوب بن یوسف نجار کی کتاب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مثان یعنی ماثان داؤد علیہ السلام کی نسل میں سے تھا اور اس کے دو بیٹے تھے، ایک کا نام یعقوب تھا اور دوسرے کو یواقیم کہتے تھے۔ یعقوب بن ماثان سے یوسف پیدا ہوا جو مریم کا خطیب یعنی (نسبتی شوہر اور چچا زاد بھائی) تھا۔ اس کے چار لڑکے تھے یعنی یعقوب، یوشا، بیلوت اور یہوذا جبکہ ایک لڑکی مریم تھی۔ پہلے بیت لحم میں رہتے تھے پھر وہاں سے ناصرہ چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار

کرلی۔ کیونکہ انہوں نے نجاری سیکھ لی تھی اور وہ اسی سے بسراوقات کرتے تھے۔ وہ اسی وجہ سے نجار کے لقب سے مشہور ومعروف ہوگئے۔

مریم علیہا السلام کا بیان

یوا قیم نے پھر حنہ ہمشیرہ ایشاع زوجہ زکریا بن یوحنا سے عقد کرلیا۔ جب تیس برس تک حنہ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تو یوا قیم نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کی، وہ قبول ہوئی اور مریم پیدا ہوئیں۔ اس طرح مریم یوا قیم کی لڑکی ہیں اور یوا قیم ماثان کا لڑکا ہے اور ماثان سبط سلیمان ابن داؤد ابن اسحاق ابن ابراہیم علیہم السلام سے ہے۔ اس صورت میں اس اعتراض کا قرآن پاک میں مریم ابنۃ عمران (یعنی مریم بیٹی ہیں عمران کی) لکھا ہے یہ جواب کافی ہوسکتا ہے کہ عمران ہی کو عبرانی زبان میں یوا قیم کہتے ہیں۔ یہ کثیر الوقوع نام ہے کہ ایک شخص کے دو نام ہوا کرتے ہیں۔

ان کی پرورش کا زمانہ

طبری روایت کرتا ہے کہ حنہ مادر مریم حاملہ نہیں ہوتی تھیں اس وجہ سے انہوں نے خدا تعالیٰ کے حضور میں یہ نذر کی کہ اگر میں حاملہ ہوئی تو اپنے لڑکے کو محرر کردوں گی یعنی اسے دنیاوی امور سے آزاد کر کے محض تیری عبادت کے لئے مخصوص کردوں گی۔ چنانچہ جب حنہ کا وضع حمل ہوا اور جناب مریم پیدا ہوئیں تو حنہ انہیں ایک کپڑے میں لپیٹ کر مسجد لائیں اور عباد کو دے دیا۔ کاہنوں نے مریم کے لینے میں اختلاف کیا اور یہ کہا کہ ارض مقدس کی مجاورت عورت نہیں کرسکتی تب زکریاؑ نے انہیں جواب شافی دے کر روکا۔ اس کے بعد ان کی کفالت اور پرورش کا جھگڑا شروع ہوگیا جس کا فیصلہ قرعہ کے ذریعے کیا گیا۔ قرعے میں حضرت زکریاؑ کا نام نکلا لہٰذا انہوں نے مریم کی تکفیل کی اور انہیں مسجد کے ایک گوشے میں ٹھہرایا جس میں سوائے زکریاؑ کے اور کوئی نہیں جاسکتا تھا۔ مریم مسجد میں زکریا کی تعلیم کے مطابق عبادت میں مصروف ہوگئیں اور اس قدر عبادت میں مستغرق ہوئیں کہ لوگ تمثیلاً ان کا ذکر کرنے لگے۔ عبادت کے دوران مریم پر عجائبات اور کرامات بھی ظاہر ہوئے جن کا ذکر کلام پاک میں آیا ہے۔

یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش

اس وقت ایشاع زوجہ زکریاؑ بانجھ تھیں جب دونوں میاں بی بی ضعیف ہوگئے تھے اور کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا تو زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ سے لڑکے ہونے کی دعا کی اور یہ گزارش کی کہ "وہ لڑکا ایسا ہو جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہوسکے یعنی نبی ہو۔ خدا تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ چنانچہ حضرت یحییٰؑ پیدا ہوئے۔ جناب موصوف ہیرودس کے دور حکومت میں پیدا ہوئے اور جنگل و بیابان میں رہتے تھے۔ ٹڈی اور شہد ان کی خوراک تھی۔ اونٹ کے بالوں کا آپ کپڑا پہنتے تھے اور چمڑے کا کمر بند ہوتا تھا۔ یہود نے ارض مقدس کے کاہنوں کا آپ کو سردار مقرر کیا تھا۔

آپ کی شہادت

اس کے بعد خدا تعالیٰ نے آپ کو نبوت مرحمت فرمائی۔ آپ کے زمانے میں یہود پر بیت المقدس میں انطیفس بن ہیرودس حکومت کررہا تھا جو اپنے باپ ہیرودس کے نام سے مشہور اور معروف تھا۔ یہ بادشاہ نہایت شریر اور فاسق تھا حتیٰ کہ اس نے اپنی بھاوج کو گھر میں ڈال لیا اور اسے اپنی بی بی بنالیا تھا۔ حالانکہ اس کی بھاوج صاحب اولاد تھی چونکہ یہ امر یہودیوں کی شریعت میں جائز نہیں تھا۔ اس وجہ سے علماء یہود اور کاہنوں نے جن میں یحییٰؑ بھی تھے، اس کے اس فعل سے بیزاری اور نفرت ظاہر کی۔ ہیرودس غصے میں آگیا اور اس نے ان سب کو مع یحییٰؑ کے قتل کرڈالا۔

زکریا علیہ السلام کا ذکر

اگرچہ لوگوں نے یحییٰؑ کے قتل کے اور بہت سے اسباب ظاہر کئے ہیں لیکن زیادہ صحیح یہی معلوم ہوتا ہے۔ علماء تاریخ کا اس میں اختلاف ہے کہ حضرت یحییٰؑ کی شہادت کے وقت کیا زکریاؑ زندہ تھے یا نہیں۔ بعضے یہ کہتے ہیں کہ جب یحییٰؑ قتل کردیئے گئے تو بنی اسرائیل نے زکریاؑ کو تلاش کرنا شروع کیا، آپ جان کے خوف سے بھاگ کر ایک باغ میں پہنچے اور ایک درخت میں چھپ گئے۔ لیکن چادر کا ایک گوشہ باہر رہ گیا جس سے لوگوں کو

آپ کے بارے میں آگاہی ہوئی۔انہوں نے آرے سے درخت کو مع زکریاؑ کے دو ٹکڑے کر ڈالا۔بعضوں کا یہ بیان ہے کہ حضرت زکریاؑ شہادت یحییٰؑ سے قبل انتقال فرما چکے تھے جو درخت میں جا چھپے تھے اور جنہیں یہود نے دو ٹکڑے کر دیا تھا، وہ شعیا نبی ہیں جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ علماء نے ان کے مدفن میں بھی اختلاف کیا ہے۔کوئی کہتا ہے کہ یہ ارض مقدس میں دفن کئے گئے ہیں اور یہی صحیح ہے۔ابو عبید بسند سعید ابن میتب بیان کرتا ہے کہ بخت نصر جب دمشق سے آیا تو اس نے یحییٰؑ بن زکریا کے خون کو جوش زن پایا۔اس نے پھر اس خون پر ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا جس سے اس خون کا جوش رک گیا۔لیکن یہ روایت نہایت مشکوک معلوم ہوتی ہے کیونکہ یحییٰؑ اور مسیح علیہما السلام ایک ہی زمانے میں تھے اور یہ امر بالاتفاق ثابت ہو چکا ہے کہ یہ بخت نصر کے بہت زمانے بعد پیدا ہوئے تھے۔

زکریا علیہ السلام کی وفات

اسرائیلیات میں یعقوب بن یوسف نجار کی تصنیف سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہیرودس نے زکریاؑ کو اس وقت قتل کیا ہے جبکہ مجوسی جناب ایشوع (عیسیٰؑ) کو ڈھونڈنے آئے تھے۔ہیرودس نے پھر زکریا علیہ السلام سے ان کے لڑکے یوحنا (یحییٰؑ) کو ان کے لڑکوں کے ساتھ قتل کئے جانے کے لئے طلب کیا جو بیت اللحم میں قتل ہو رہے تھے لیکن اس سے پہلے ان کی ماں انہیں لے کر سفراء کی طرف بھاگ گئی تھیں۔وہ اس کے خوف سے وہیں روپوش تھیں، لہٰذا زکریاؑ نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اور یہ کہا کہ وہ اپنی ماں کے ہمراہ ہیں۔ہیرودس نے آپ کے اس جواب کو کافی نہیں سمجھا اور پہلے سے زیادہ ان پر سختی کی۔اس کے بعد اس نے جناب موصوف کو شہید کر ڈالا اور کچھ روز بعد خود بھی مر گیا۔واللہ اعلم۔

مریم علیہا السلام کو بشارت ملنا

مریم سلام اللہ علیہا کی یہ حالت تھی کہ وہ مسجد میں عبادت کرتی تھیں، بعد کو اللہ تعالیٰ نے انہیں ولایت سے مشرف فرمایا اگرچہ لوگوں نے ان کی نبوت میں اختلاف کیا ہے۔اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ نبوت مردوں کے ساتھ مخصوص ہے۔اس ضمن میں کما قالہ ابو الحسن الاشعری اور دلائل فریقین اپنے مواقع پر موجود ہیں، ان کے ذکر کرنے کا یہ موقعہ نہیں ہے۔بہر حال ملائکہ نے مریم کو برگزیدگی کی بشارت دی کہ کسی انسانی تعلق کے بغیر تجھ سے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ نبی ہوگا۔مریم کو اس بات سے تعجب ہوا۔ملائکہ نے انہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے۔اس کے کرنے پر قادر ہے۔مریم یہ سن کر خاموش ہو رہیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدائے پاک کا یہ ایک معجزہ ہے۔

یعقوب کا بیان

یعقوب بن یوسف نجار نے اپنی تالیف میں لکھا ہے کہ مریم کی عمر ابھی آٹھ برس کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس سے پہلے حنہ انتقال کر چکی تھیں۔ اس زمانے میں یہ بنی اسرائیل کے مذہب میں داخل تھا کہ جب کوئی عورت طریقہ ازدواج کو ناپسند کرتی تھی تو اس پر ہیکل کی مجاورت فرض ہو جاتی تھی۔اللہ تعالیٰ نے پھر یہ الہام کیا" اولاد ہارون جمع کی جائے اور مریم ان کی طرف رجوع کی جائیں۔جس کے عصا سے کوئی علامت ظاہر ہو، وہ اس کے سپرد کی جائیں اور یہ اس کے زوجہ کے مشابہ (منگیتی بیوی) ہوں گی۔لیکن وہ ان سے فطری طریقے کے مطابق انسانی تعلق نہیں پیدا کر سکے گا۔یوسف نجار بھی اس مجمع میں تھا، اس کے عصا سے ایک کبوتر سفید رنگ کا اچانک نکل کر اس کے سر پر بیٹھ گیا۔زکریاؑ نے یوسف سے کہا" یہ تیری منگیتی بیوی ہے لیکن تو اس کے ساتھ زن شوئی والا تعلق پیدا نہیں کر سکے گا۔یوسف یہ سن کر بکراہت تمام مریم کو اپنے ہمراہ لے کر ناصرہ کی طرف چلا گیا۔اس وقت مریم کی عمر بارہ برس کی تھی۔یوں وہ اپنے منگیتی شوہر کے ساتھ ناصرہ میں رہنے لگیں جب ایک روز وہ پانی لانے کے لئے ایک چشمہ پر گئیں تو اس مقام پر ایک فرشتہ ظاہر ہو کر آپ سے ہمکلام ہوا اور اس نے ولادت عیسیٰؑ کی بشارت دی جیسا کہ قرآن پاک سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے۔اس کے بعد آپ بلا تعلق بشری حاملہ ہوئیں اور پھر زکریاؑ کے پاس ارض مقدس گئیں لیکن وہ ان کے پہنچنے سے پہلے انتقال کر چکے تھے۔اس وجہ سے مریم پھر ناصرہ واپس آ گئیں۔یوسف انہیں حاملہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا اس نے پھر اپنے منہ کو طمانچوں سے لال کر لیا کیونکہ

کاہنوں نے اس سے تعلق بشری پیدا نہ کرنے کی شرط لی تھی۔

فرشتے کی آمد

مریم نے پھر یوسف کو اس واقعے سے آگاہ کیا مگر اسے ان کے کہنے پر یقین نہیں آیا، تب فرشتہ نے خواب میں کہا" یہ حمل روح القدس سے ہے تو اسے اپنے میں لے لے"۔ اس کے بعد یوسف خواب سے بیدار ہو کر مریم کے پاس آیا اور تعظیماً اسے سجدہ کیا اور پھر اپنے گھر لے گیا۔ انجیل متی میں یہ واقعہ یوں لکھا ہے کہ جب یوسف نے مریم سے اپنی منگنی کی تو اس نے مریم کو حاملہ پایا اس سے پہلے کہ وہ اس سے ہم بستر ہو، اس کے بعد یوسف نے بدنامی اور رسوائی کے خوف سے اس کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا مگر خداوند کریم کے فرشتہ نے خواب میں اس پر ظاہر ہو کر کہا کہ تو اسے قبول کر لے اور اسے اپنے پاس رکھنے سے مت ڈر کیونکہ اس سے جو انسان پیدا ہونے والا ہے وہ روح القدس سے ہے۔ یوسف نیک نہاد اور سچا آدمی تھا لہٰذا اس نے اس خواب کو سچا باور کر لیا اور پھر یسوع اس کے یہاں پیدا ہوئے۔ انتہیٰ۔

طبری کا بیان

طبری لکھتا ہے کہ مریم اور یوسف ابن یعقوب آپس میں چچازاد بھائی بہن تھے اور یہ دونوں ارض مقدس کی مجاورت کرتے اور شبانہ روز وہیں رہتے تھے وہ سوائے قضائے حاجت کے اور کسی وقت ارض مقدس سے باہر نہ آتے تھے۔ جس وقت ان کا پانی ختم ہو جاتا تھا۔ اس وقت وہ قریب ترین مقامات سے پانی لے آتے تھے۔ ایک روز اتفاق سے مریم پانی لینے کے لئے آئیں اور یوسف ان سے پیچھے رہ گیا۔ جب مریم پانی لینے کے لئے ایک گڑھے کے اندر گئیں تو جبریل علیہ السلام نے اسی وقت ظاہر ہو کر کہا:

اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلَاماً زَکِیّاً

ترجمہ: میں بے شک تیرے خدا کا فرستادہ ہوں تا کہ تجھے ایک بیٹا ہونہار دوں۔

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

وہب ابن منبہ سے مروی ہے کہ اس کے بعد جبریلؑ نے مریم کے پیراہن میں پھونک دیا جس کا اثر رحم تک پہنچ گیا اور یوں عیسیٰؑ کا حمل رہ گیا۔ یوسف نجار جو مریم کا رشتے دار تھا اور ان کے ساتھ جبل صیہون کی مسجد میں عبادت کر رہا تھا، یہ عجوبہ حمل دیکھ کر گھبرا گیا اور اسے اس حمل کا سخت تعجب ہوا کیونکہ مریم اس کی نظروں سے کسی وقت غائب نہیں ہوتی تھیں۔ اس نے پھر اس عجوبہ حمل کا سبب دریافت کیا تو مریم نے قدرت باری کا حوالہ دیا، یہ سن کر یوسف خاموش ہو گیا اور اسی سرگرمی سے مسجد کی خدمت کرتا رہا یہاں تک کہ اس عجوبہ حمل کی اطلاع مریم کی خالہ ایشاع کو ہوئی۔ اتفاق سے وہ بھی حاملہ تھیں اور یحییٰؑ ان کے بطن مبارک میں تھے۔ اس کے بعد ایشاع نے کہا کہ میں یہ دیکھتی ہوں کہ جو لڑکا میرے حمل میں ہے وہ اسے سجدہ کرتا ہے جو مریم کے پیٹ میں ہے۔ اس کے بعد یہودیوں کے خوف سے مریم کو ارض مقدس سے جانے کا حکم ہوا چنانچہ یوسف انہیں اپنے ہمراہ لے کر مصر کی طرف چلا۔ راستے میں حضرت مریم کو دردِ زہ اٹھا اور حمل وضع ہوا۔ یوسف انہیں پھر گدھے پر سوار کر کے لایا اور لوگوں سے اس راز کو پوشیدہ کرتا رہا یہاں تک کہ حضرت مسیحؑ بارہ برس کے ہو گئے اور ان پر کرامات ظاہر ہونے لگیں۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں یہ واقعات مشہور ہو گئے۔ تب مریم کو یہ حکم ہوا کہ وہ عیسیٰؑ کو لے کر ایلیا (بیت المقدس) واپس چلی جائیں، چنانچہ مریم حضرت عیسیٰؑ کو لے کر ارض مقدس آ گئیں اور یہاں ان سے معجزات ظاہر ہونے لگے۔ بیمار ان کے پاس آتے اور اچھے ہو کر واپس جاتے تھے۔ لوگ ان سے غیب کے حالات پوچھتے تھے۔

لڑکوں کا مارا جانا

طبری سدی کی روایت سے لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بیت المقدس کے قریب شرقی بیت اللحم میں پیدا ہوئے تھے۔ نصاریوں کا مورخ ابن عمید

لکھتا ہے کہ ولادت یحییٰ بن زکریاؑ کے تین مہینے بعد، حکومت ہیرودس کے اکتیسویں سال اور اوغسطش قیصر کے سنہ 42 جلوس میں حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ جب یوسف سے مریم منسوب ہوئیں تو وہ بغرض اخفاء حمل انہیں اپنے ہمراہ لے کر بیت اللحم چلی گئیں۔ آپ نے وہیں وضع حمل کیا۔ اس دوران ایک جماعت مجوس جنہیں بادشاہ فارس نے بھیجا تھا، یہ دریافت کرتی ہوئی ہیرودس کے پاس آئی کہ جو بڑا بادشاہ پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے، ہم اسے سجدہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے ہیرودس سے وہ سب باتیں ظاہر کر دیں جو کاہنین اور علوم نجوم نے ولادت عیسیٰؑ کی علامتیں بتلائی تھیں اور یہ بھی کہہ دیا کہ کچھ کم یا زیادہ دو برس ہوئے وہ بیت اللحم میں پیدا ہو گیا ہے۔ اوغسطش قیصر نے جب یہ واقعہ مجوسیوں سے سنا تو اس نے ہیرودس سے دریافت کیا۔ ہیرودس نے اس واقعہ کی تصدیق کر دی اور پھر بیت اللحم کے لڑکوں کو قتل کرانا شروع کر دیا۔ لیکن یوسف نجار خدا کے حکم پر اس سے پہلے عیسیٰؑ اور ان کی ماں مریم کو لے کر مصر چلا گیا تھا اور وہیں بارہ برس تک ٹھہرا رہا۔ اس دوران حضرت مسیحؑ سے کرامات ظاہر ہوئیں۔ پھر جب ہیرودس مر گیا جو مسیحؑ کے قتل کی فکر میں تھا تو خدا نے الہام کیا اور یوسف عیسیٰؑ اور مریم کو ایلیا واپس لے آیا۔ غرض اس طرح خداوند کی یہ پیشین گوئی جو اشعیا نبی کے معرفت ہوئی تھی کہ میں نے تجھے مصر سے بلایا ہے، پوری ہوگئی۔

مصر کی طرف سفر

یعقوب بن یوسف نجار کی تصنیف میں یہ بھی درج ہے کہ جب یوسف نجار بخیال اخفاء راز یروشلم سے نکل کر چلا تو راستے میں مریم کو درد اٹھا۔ قریہ بیت اللحم میں پہنچ کر ایک غار میں مریم نے پھر وضع حمل کیا اور لڑکے کا نام ایشوع رکھا۔ جب یہ دو برس کے ہوئے تو پورب سے مجوسی آئے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اس کے بعد ہیرودس جناب مسیحؑ کے خوف سے بیت اللحم کے لڑکوں کو قتل کروانے لگا لیکن اس سے پہلے خدا کے حکم کے مطابق یوسف عیسیٰؑ اور اس کی ماں کو مصر لے کر چلا گیا تھا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے

وہ دو برس تک مصر میں رہا۔ جب ہیرودس مر گیا تو فرشتے نے خواب میں ظاہر ہو کر اسے واپسی کا حکم دیا۔ چنانچہ یوسف مصر سے واپس آ کر ناصرہ میں مقیم ہو گیا، اور یہیں جناب مسیحؑ سے خوارق عادات مثل احیاء موتی (مردوں کا زندہ کرنا)، کوڑھیوں کا اچھا کرنا اور چڑیوں کو پیدا کرنا ظاہر ہونے لگیں۔ اس کے بعد جب یوحناؑ معتمد (یعنی یحییٰ بن زکریا علیہ السلام) بیابان سے واپس آئے اور توبہ کرنے کی منادی کی اور لوگوں کو دین کی طرف بلایا۔ بعد کو مسیحؑ ناصرہ سے آئے اور یوحناؑ سے اردن کے کنارے ملاقات کی، یوحناؑ نے پھر انہیں اصطباغ (بپتسمہ) دیا، وہ اس وقت میں تیس برس کے تھے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ بیابان کی طرف چلے گئے اور عبادت اور نماز و رہبانیت میں مصروف ہوئے۔ انہوں نے پھر اپنے ان بارہ تلامذہ کو منتخب کیا جن کے نام یہ ہیں: سمعان پطرس (شمعون بیٹر)، اندراوس (اندریاہ)، یعقوب بن زبدی، یوحنا بن زبدی، فیلبس (فلپ)، برتولماوس (برتھلمی)، توما (تھوماہ)، متی باجدار، یعقوب ابن حلفا (الفی)، تداوس (لبی عرف تہدی)، سمعان القنانی (شمعون الکنعانی) اور یہوذا الاسخریوطی (یہودا ایشکر یوطی)۔

تعلیمات عیسیٰؑ

کچھ عرصہ بعد ہیرودس ثانی نے یوحناؑ (یعنی یحییٰ بن زکریا) کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور وہ نابلس میں دفن کر دیئے گئے۔ اس کے بعد مسیحؑ نماز، روزہ اور تمام قربانیوں کی تعلیم دینے لگے۔ انہوں نے بعض اشیاء کو حلال اور بعض کو حرام کیا۔ جب ان پر انجیل نازل ہوئی اور ان سے خوارق عادات اور معجزات ظاہر ہو چلے تب ان کا ذکر سارے علاقوں میں پھیل گیا اور اکثر بنی اسرائیل ان کی پیروی کرنے لگے۔

یہودی سرداروں کی سازش

اس وقت تک رؤساء یہود دنیاوی کثافتوں میں مبتلا ہو کر دینی امور کو چھوڑ بیٹھے تھے لہٰذا وہ جمع ہو کر مسیحؑ کے قتل کرنے کا باہم مشورہ کرنے لگے۔

مسیح نے اپنے حواریوں کو جمع کر کے سب کو رات بھر اپنے پاس رکھا اور وعظ کے دوران یہ فرمایا کہ بے شک تم میں سے بعض میرا انکار کریں گے۔ اس سے قبل کہ مرغ تین آوازیں دے، اور تم میں سے ایک شخص مجھے معمولی قیمت پر فروخت کر کے اس قیمت کو کھا جائے گا۔ اس کے بعد تم مجھ سے جدا ہو جاؤ گے۔ انہوں نے ایسا اس لئے کہا کہ یہودی آپ کی تلاش میں تھے تاکہ آپ کو قتل کر دیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کا گرفتار ہونا

اتفاق سے شمعون حواری راہ میں مل گئے، یہودیوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ انہوں نے پھر مسیح کی پیروی سے انکار کیا تو یہودیوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ اس کے بعد یہوذا الاسخر یوطی نے یہودیوں سے تیس درہم لے کر انہیں مسیح کا پتہ بتا کر اس مکان تک پہنچا دیا جہاں جناب موصوف شب کو رہتے تھے۔ یہودی انہیں گرفتار کر کے فلاطش نبطی، سپہ سالار قیصر کے پاس لے گئے۔ اس کے بعد ایک گروہ کاہنوں (مجاوروں) کا بلایا گیا۔ اس میں کہا گیا کہ ”یہ ہمارے دین کو برباد کرتا ہے، ہمارے اسلاف کو برا کہتا ہے اور حکومت و سلطنت کا مدعی ہے تم اسے قتل کر ڈالو۔“

قتل کے احکامات

فلاطس نے یہ سن کر خاموشی اختیار کی۔ اس پر سب یہود چلا کر کہنے لگے کہ ”اگر تو ہماری خواہش کے مطابق ایسوغ کو نہ قتل کرے گا تو ہم اس کی اطلاع دربار قیصری میں کر دیں گے۔ فلاطش یہ سن کر گھبرا گیا اور اس نے حضرت عیسیٰ کے قتل کا حکم دے دیا۔ عیسیٰ نے اس سے پہلے حواریوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ یہود کو میرے بارے میں شبہ ہوگا۔

صلیب پر چڑھنا

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہود نے انہیں اپنی دانست میں قتل کر ڈالا اور سولی دے دی۔ انہوں نے انہیں سات روز تک سولی پر رکھا۔ جنابہ مریم روتی ہوئیں صلیب کے پاس آئیں تو عیسیٰ بھی وہاں آئے اور رونے کا سبب دریافت کیا۔ مریم نے کہا کہ مجھے تمہاری حالت پر رونا آتا ہے۔ عیسیٰ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اٹھا لیا ہے اور مجھے مطلقاً کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ یہ ایک ایسا امر ہے کہ جس میں انہیں شبہ واقع ہو گیا ہے۔ آپ میرے حواریوں سے کہئے کہ فلاں مقام پر مجھ سے مل لیں۔

حواریوں کے لئے حکم

چنانچہ حواریان مسیح مقام معینہ پر حضرت عیسیٰ سے ملنے کے لئے گئے۔ آپ نے ان سب کو اطراف و جوانب میں تبلیغ احکام الٰہی کے لئے مقرر فرمایا۔ جیسا کہ وہ پہلے ہی مقرر کر چکے تھے۔ نصاریوں کے علماء کا یہ خیال ہے کہ حواریوں میں سے رومہ کی طرف پطرس کو روانہ کیا جبکہ تابعین میں سے پولس (پولوس) کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ ارض سوڈان وحبشہ اور اس کے مضافات میں متی باجدار کو روانہ کیا اور اندراوس کو بابل کی طرف۔ مشرق میں توما کو، ملک افریقہ کی طرف قیلیس کو، افسوس قریہ اصحاب کہف اور یروشلم میں یوحنا کو جبکہ ممالک عرب وحجاز میں برتولوماوس کو اور سرزمین برقہ و بربر میں شمعون القنانی کو مقرر کیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے حواری

ابن اسحاق لکھتا ہے کہ اس واقعے کے بعد یہودیوں نے بقیہ حواریوں کو ستانا شروع کر دیا اور انہیں ایذا پہنچانے لگے۔ رفتہ رفتہ یہ اطلاع قیصر کے کانوں تک پہنچی۔ اس دوران سپہ سالار فلاطش نے بھی حضرت عیسیٰ کے معجزات اور حالات، ان کے ساتھ یہودیوں کی شرارت اور کینہ اور یوحنا کے قتل کے واقعات لکھ بھیجے۔ قیصر نے پھر فلاطش کو اس فعل سے یہودیوں کو باز رکھنے کی سخت تاکید کر دی۔ اس کے بعد حوارئین مسیح ان ممالک کی طرف چلے گئے۔ جن کی طرف مسیح نے انہیں بھیجا تھا۔ وہاں بعض قوموں نے ان کی تصدیق کی اور دین عیسوی میں داخل ہو گئیں۔ بعض

نے انہیں جھٹلایا۔ جب یعقوب بن زبدی رومہ گئے تو انہیں غالیوس قیصر نے قتل کر ڈالا اور شمعون کو قید کر ڈالا۔ پھر کچھ عرصہ بعد چھوڑ دیا تب وہ انطاکیہ چلے گئے۔ اس کے بعد وہ فلودیش قیصر کے دور میں پھر رومہ آئے تو اکثر رومیوں نے ان کی اتباع کی اور بعض بیگمات قیاصرہ بھی ان پر ایمان لے آئیں۔ بعدازاں شمعون کے کہنے سے بیت المقدس آئیں اور صلیب کی لکڑی کو جس پر مسیحؑ کو صلیب دی گئی تھی، مزبلہ سے نکالا۔ وہ پھر اسے حریر وغیرہ میں لپیٹ کر روم لے گئیں۔

انجیل کا تحریر ہونا

پطرس اور پولس جنہیں مسیح نے رومہ کی سمت بھیجا تھا، وہ دونوں رومہ جا کر ٹھہرے اور دین عیسوی کی تعلیم دیتے رہے۔ وہیں پطرس نے زبان رومہ میں انجیل تحریر کی اور اسے اپنے شاگرد مرقس کی طرف منسوب کیا۔ اس کے بعد ارض مقدس میں متی نے اپنی انجیل زبان عبرانی میں لکھی پھر لوقا نے انجیل رومہ میں لکھ کر اکابر روم کے پاس بھیجی۔ اس کے بعد یوحنا بن زبدی نے رومہ میں اپنی انجیل لکھی۔

عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت

اس کے بعد حواریوں اور ان کے رسولوں کا ایک جلسہ سنہ 100 میں ہوا۔ انہوں نے اس میں اتفاق سے اپنے دینا کے لئے قوانین شرعیہ بنائے اور اسے اقلیمطس شاگرد پطرس کی رائے سے مرتب کیا۔ عیسائیوں کی کتب قدیمہ سے یہ کتابیں ہیں: توریت پانچ اسفار، کتاب یوشع بن نون، کتاب القضاۃ، کتاب ارعوث، کتاب یہوذا، اسفار الملوک (چار کتابیں)، سفر بنیامین، سفر المقباسین (تین کتابیں)، کتاب عزیر الامام، کتاب اشیر، کتاب حصہ ہامان، کتاب ایوب صدیق، مزامیر داؤد النبی، کتاب سلیمان ابن داؤد (پانچ) نبوات الانبیاء الصغار والکبار (سولہ کتابیں) اور کتاب یشوع بن شارخ یہ تھیں قدیم کتب۔ کتب جدیدہ یہ ہیں۔ چاروں انجیلیں، کتب القتالیقون (سات رسائل) کتاب بولس (چودہ رسائل)، اریکسیس (یعنی رسولوں کے قصص جسے اقلیمد کہتے ہیں) آٹھ کتابیں (جس میں رسولوں کے اوامر ونواہی کا ذکر ہے) کتاب النصاری الکبار بنام بطارقہ جو بلاد معینہ میں دین مسیحی کی تعلیم دے رہے تھے جیسا کہ رومہ میں پطرس حواری تھے اور جنہیں مسیح نے اس سمت روانہ کیا تھا۔ اس زمانے میں ارض مقدس میں یعقوب نجار اور اسکندریہ میں مرقس شاگرد پطرس اور بزنطینہ (قسطنطنیہ) میں اندراس وغیرہ تھے۔

بطریق کا عہدہ

عیسائیت میں مذہب کے مالک کو جو ان کے مراسم مذہبی کا قائم رکھنے والا ہوتا ہے، بطریق کہتے ہیں۔ وہی ان کی ملت کا سردار اور مسیحؑ کا خلیفہ مانا جاتا ہے۔ وہی اپنے نائبین اور خلفاء کو آس پاس اور دور دراز کے ممالک میں تعلیم دین مسیحی کے لئے روانہ کرتا ہے۔ یہ لوگ اسقف یعنی بطریق کے نائب کہلاتے ہیں جبکہ واعظین کو قسیس، متولی نماز کو جاثلیق، مسجد کے منتظم کو شماشہ اور تارک الدنیا کو جو خلوت میں بیٹھا ہوا عبادت کیا کرتا ہے، راہب اور قاضی کو مطران کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ طویل زمانے تک مصر میں کوئی اسقف نہیں رہا یہاں تک کہ ہدس نامی گیارہواں اسقف اساقفہ اسکندریہ سے مصر آیا۔

رومہ کا بطریق (پوپ)

اساقفہ بطریق کو کیونکہ آبا اور قسوس اساقفہ کو ابا کہتے ہیں اس وجہ سے اسم اب مشترک سمجھ کر تمیز کی غرض سے بطریق اسکندریہ کے لئے بابا (پوپ) کا اسم مختص کیا گیا اور وہ اسی نام سے مشہور ہوا۔ کچھ عرصہ بعد یہ لقب بطریق رومہ کو دیا گیا کیونکہ وہ حضرت عیسیٰؑ اور بڑے حواری پطرس کا قائم مقام تھا۔ چنانچہ رومہ کا بطریق اس وقت سے لے کر اب تک اسی لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

پطرس کا مارا جانا

اس دوران فلکودیش قیصر کے مرنے کے بعد نیرون قیصر تخت نشین ہوا جس نے پطرس (حواریوں کے سردار) اور پولس کو قتل کر ڈالا اور پطرس کے بجائے رومہ میں ارنوس کو مقرر کیا۔ اس نے پھر مرقس انجیلی شاگرد پطرس جو اسکندریہ میں سات برس سے دعوت دین مسیحی دے رہا تھا، اسے بھی قتل کرا کے حینینا کو متعین کیا، یہی حواریوں کے بعد سب سے پہلا بطریق ہوا ہے۔ نیرون کے دور حکومت میں ہی یہودیوں نے یعقوب نجار اسقف ارض مقدس پر دفعتہً حملہ کر کے عہد شکنی کی تھی اور صلیب کو ایک مزبلہ میں دفن کر دیا تھا۔ اس کے بعد ہیلانہ مادر قسطنطین نے اسے نکالا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ بعد ازاں نیرون قیصر نے یعقوب نجار کی جگہ اس کے چچازاد بھائی شمعون بن کہافا کو ارض مقدس کا نائب مقرر کیا۔ اس کے بعد روم کے قیاصرہ اس دین وملت کے اختیار کرنے اور چھوڑنے میں مختلف ہو گئے۔

قسطنطین کا عیسائی ہونا

اس کے بعد قسطنطین یعنی بانی شہر قسطنطنیہ کا دور آیا اس کی ماں ہیلانہ نے سنہ 22 جلوس قسطنطین میں عیسائیت اختیار کر لی۔ وہ پھر صلیب کے مقام پر آئی اور اس لکڑی کو دریافت کیا جس پر بزعم یہود مسیح مصلوب ہوئے تھے۔ لوگوں نے اسے بتلایا کہ صلیب فلاں مقام پر دفن ہے جہاں پر ان دنوں شہر بھر کا کوڑا، گندگی، نجس چیزیں اور مردار جانور پھینکے جاتے ہیں۔ ہیلانہ نے نوکروں کی مدد سے اس لکڑی کو نکلوا کر دھلوایا اور عطریات سے معطر کر کے ریشم اور زردوزی کپڑوں میں لپیٹ کر تبرکاً اسی مقام پر نصب کرا کے ایک گرجا بھی وہیں بنوا دیا۔

مسجد بنی اسرائیل کی تباہی

عیسائی سمجھتے ہیں کہ اس مقام پر مسیحؑ کی قبر ہے لہٰذا وہی مقام اب قمامہ کے نام سے مشہور ہے۔ ہیلانہ نے پھر مسجد بنی اسرائیل کو مسمار کر کے یہ حکم دے دیا کہ صخرا میں جس پر رقبہ ہے اور جو یہود کا قبلہ ہے، شہر کا کوڑا اور میلا اور مردار جانور پھینکے جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا یہاں تک کہ سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح ارض مقدس کے بعد اسے پاک وصاف کرایا۔ مورخینؒ نے ولادت مسیحؑ سے صلیب کے نکالے جانے تک کے زمانے کو تین سو اٹھائیس برس میں محدود کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

تثلیث کا عقیدہ

ایک مدت تک عیسائی، ان کے بطریق اور اساقفہ مسیحی دین کے قائم رکھنے پر اسی طرح قائم رہے جیسا کہ حواریوں نے قوانین وعقائد اور احکام مذہبی مقرر کیے تھے۔ لیکن اس کے بعد ان کے عقائد میں اختلاف ہو گیا۔ وہ پھر شریعت و پابندی احکام شرعی سے بالکل علیحدہ ہو کر تثلیث کے قائل ہو گئے حالانکہ حواریان مسیح عیاذاً باللہ ایسے نہ تھے، اس بہت بڑی غلطی کی وجہ مسیح کا ظاہری کلام ہے کیونکہ عیسائیوں نے اس کی تاویل نہیں کی اور نہ وہ اس کے معانی سمجھ سکے۔ مثلاً عیسٰیؑ نے صلیب ہونے کے وقت اپنے پیروکاروں سے کہا تھا کہ میں اپنے اور تمہارے باپ کے پاس جاتا ہوں یا یہ کہا تھا کہ تم زیادہ سے زیادہ نیکیاں کرو تا کہ اپنے آسمانی باپ کے بیٹے بنو یا یہ کہ انجیل میں بحق مسیح ابن الوحید (اکلوتا بیٹا) کہا گیا ہے جس کی وجہ سے شمعون نے مسیح کو ابن اللہ حقیقتہً مان لیا۔ یوں جبکہ ظاہری الفاظ سے یہ بات مان لی گئی تو عیسائیوں نے یہ گمان کیا کہ عیسٰی ابن مریم قدیمی باپ سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کا اتصال مریم کے ساتھ ایک روح کے ذریعے سے ہوا ہے جو کہ جسد مسیح میں حلول کر گئی تھی۔ اس طرح ان کے نزدیک جسم اور روح کے مجموعے کا نام بیٹا ہوا اور وہ ناسوت کلی قدیم ازلی ہے جبکہ مریم سے اللہ ازلی پیدا ہوا قتل اور صلیب جسم پر واقع ہوا ہے۔ ان دونوں عقیدوں کو وہ ناسوت اور لاہوت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایک مدت تک عیسائی اس عقیدے کے معتقد رہے۔

بدعتیں ظاہر ہونے لگیں

کچھ عرصے بعد ان میں اختلاف پیدا ہو گیا اور نصرانیت میں طرح طرح کی بدعات ظاہر ہونے لگیں۔ رفتہ رفتہ ان کے اقوال کفریہ یوماً فیوماً

بڑھتے گئے۔ان میں ابن ولقیان بہت ہی سخت اور تند مزاج تھے۔اساقفہ اور بطارقہ اپنے مقلدین سے ان خیالات کو دفع کرنے کی بھرپور کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ یونس شمیصانی بطریق انطاکیہ زمانہ حکومت افلودیش قیصر کے بعد ظاہر ہو کر خدائے یکتا کی وحدانیت کا قائل ہوا، اس نے کلمے اور روح کا انکار کیا، ایک گروہ نے اس کی متابعت کی۔جب وہ مر گیا تو اساقفہ نے پھر اپنے قول کی طرف رجوع کر لیا اور اس کے مذہب کو چھوڑ کر اسی تذبذب کی حالت میں زمانہ قسطنطین بن قسطنطین تک رہے۔اس کے دور حکومت میں اسکندروس (الگزنڈر) اسکندریہ کا بطریق تھا جبکہ اریوش (اریس) اسی گرجے کا ایک عہدیدار (اسقف) تھا۔وہ اس بات کا قائل تھا کہ بیٹا باپ سے بالکل جدا ہے بلکہ وہ خدا کی مخلوقات میں سے ہے اور حادث ہے۔اس نے ازلی باپ کی سپردگی سے خلق کو پیدا کیا ہے اس لئے باپ ازلی علت اول اور ازلی ہے جبکہ بیٹا اصلیت اور درجے میں اس سے کمتر اور حادث ہے۔اسی کے ذریعے سے بیٹے نے تمام دنیا کو پیدا کیا۔

پہلی کونسل کا اجلاس

لیکن اسکندروس نے اس رائے کی بڑی مخالفت کی اور ایک گشتی خط عیسائی علاقوں کے اساقفہ کو لکھ بھیجا۔ان لوگوں نے قیصر قسطنطین کو اس کا ذمے دار مقرر کیا چنانچہ اس کے حکم سے سنہ 19 جلوس قیصری مطابق سنہ 345ء میں ایک کونسل منعقد ہوئی جس میں دور دراز ممالک سے عیسائی علماء بحث و مناظرہ کے لئے آئے۔اس کونسل میں اریوش کی رائے رد کر دی اور اسکندروس کی اس رائے کو کہ بیٹا (عیسیٰ) باپ کی اصلیت کے برابر ہے، قیصر قسطنطین نے تسلیم کر کے اریوش کی تکفیر کی اجازت دے دی۔اس نے پھر اسے گرجے میں داخل ہونے سے منع کر دیا۔اسی کونسل میں اسکندروس کی خواہش کے مطابق دو ہزار تین سو چالیس گرجاؤں کے عہدے داروں کی موجودگی میں ایک محضر لکھا گیا اور انہیں یہ حکم دیا گیا کہ اب تمام عیسائی اس کونسل کے ٹھہرائے ہوئے اعتقاد کے معتقد ہوں۔

نیقیہ کی کونسل

یہ کونسل ایک شہر نیقیہ (نیس) میں منعقد ہوئی تھی اسی وجہ سے اسے مجمع نیقیہ کہتے ہیں۔اس کونسل کے صدر انجمن اسکندروس بطریق اسکندریہ، اسطانس بطریق انطاکیہ اور نقاریوس اسقف بیت المقدس تھے۔اس میں شرکت کے لئے سلطوس بطریق رومہ خود نہیں آیا تھا بلکہ اس نے اپنی طرف سے نیابۃً ایک قسیس بھیج دیا تھا۔قیصر قسطنطین اسکندروس کی اس کاروائی سے بہت خوش ہوا اور اپنی خوشنودی اس طرح سے ظاہر کی کہ اسے اپنی ایک انگوٹھی اور ایک تلوار مرحمت کی۔

مجمع نیقیہ کا فیصلہ

وہ متفقہ عقیدہ جو اس کونسل میں قرار پایا تھا، جس کی بدولت اریوش گرجے سے ہی نہیں بلکہ شہر سے بھی نکالا گیا تھا وہ درج ذیل ہے جسے عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل میں اور ابن عمید مورخ نصاریٰ نے نقل کیا ہے:

نومن بالله الواحد الا حد الاب مالك كل شئى وصانع مايرى وما لايرى وبالابن الوحيد اليسوع المسيح ابن الله ذكر الخلائق كلها وليس بمصنوع اله حق جوهر ابيه الذى بيده اتقنت العوالم و كل شئى الذى من اجلنا ومن اجل خلامنا بعث العوالم و كل شيى الذى نزل من السماء والتحبل من روح القدس و ولد صلب مريم البتول و صلب ايام فلاطوس ودطن ثم قام فى اليوم الثالث وصعد الى السماء وجلس على يمين ابيه وهو مستعد للمجى تارة اخرى بالقضاء بين الاحياء والاموات ونومن بروح الحق الذى من ابيه وبعمووية واحدة لغفران الخطايا ولجمالة قدسية جاثليقة والقيام ابداننا بالحيوة الدايمة ابدلا بدين۔

ترجمہ: ہم ایمان لاتے ہیں ایسے اللہ پر جو اکیلا یکتا باپ ہے، وہ مالک ہے ہر شے کا اور ان چیزوں کا بنانے والا ہے جو دیکھی جاتی ہیں اور (ایمان لاتے ہیں ہم) اکلوتے بیٹے یسوع مسیح، خدا کے بیٹے پر جو تمام خلائق سے بہتر ہے اور مصنوع نہیں ہے، وہ سچے خدا سے پیدا ہوا ہے اپنے باپ کے جوہر سے جس کے قبضے میں سارا عالم ہے اور تمام چیزیں ہیں۔ یہ وہ ہے جس نے ہمارے لئے اور ہماری نجات کے لئے سارا عالم اور ہر چیز کو پیدا کیا۔ وہ ایسا ہے کہ اس نے آسمان سے نزول فرمایا اور پھر روح القدس سے مجسم ہوا اور پیدا ہوا مریم بتول کے بطن سے۔ وہ پھر زمانہ فلاطوس میں صلیب پر چڑھایا گیا اور دفن کر دیا گیا۔ وہ پھر تیسرے روز اٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا۔ اب وہ اپنے باپ کے دائیں جانب بیٹھا ہے۔ وہ دوبارہ زندوں اور مردوں میں حکم کرنے کو آنے کے لئے مستعد ہے ہم ایمان لاتے ہیں، ایک عمودیہ (صلیب) پر گناہوں کی بخشش کے لئے اور اس کے علاوہ جماعت قدسیہ جاثلیقہ اور (ایمان لاتے ہیں) اپنے بدنوں کے ابدالاباد تک بذریعہ حیات دائمہ قائم رہنے پر۔

یہ پہلی کونسل تھی جسے جلسہ نیقیہ بھی کہتے ہیں۔ اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ حشر کے اجساد کے قائل تھے حالانکہ اب عیسائی اس کے مخالف ہیں اور وہ لوگ بالاتفاق حشر ارواح کے معتقد ہیں۔ اس عقیدے کو وہ امانت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ شرعی قوانین بھی وضع کئے گئے تھے اور وہ اسے ہمایوں کہتے تھے۔

اشانیوش کی کونسل

اسکندروس بطریق کونسل کے پانچ مہینے بعد مر گیا۔ اس کے بعد ہلانہ مادر قسطنطین نے نئے کلیسے بنوائے اور خود بادشاہ نے اس مذہب کو عزیز سمجھ کر دوبارہ اساقفہ کے جمع ہونے کا حکم دیا تو اشانیوس بطریق قسطنطنیہ نے صور میں ایک اور کونسل منعقد کی۔ اس کونسل میں اثناش بطریق اسکندریہ بھی شریک تھا۔ یہ یاد رہے کہ اوشانیوس وہ شخص ہے جسے اسکندروس نے کلیسا اسکندریہ سے اریوش کے ساتھ علیحدہ کیا تھا جس کی وجہ سے نیقیہ کی کونسل ہوئی تھی اور کتاب الامانت لکھی گئی تھی۔ اس وقت اریوش اپنی مخالفت کی وجہ سے اوشیانوس کے ساتھ کلیسا سے باہر نکال دیا گیا تھا۔ اور یہ دونوں ملعون ٹھہرائے گئے تھے۔ لیکن کچھ روز بعد اوشانیوس نے دربار قیصری میں حاضر ہو کر اریوش اور اس کے عقائد سے برات و بیزاری ظاہر کر دی تھی جس کے بعد قیصر قسطنطین نے اس کی معذرت قبول کر لی اور اسے قسطنطنیہ کے گرجے کا بطریق بنا دیا۔

دوسری کونسل کا آغاز

جب یہ دوسری کونسل صور میں ہوئی تو اس میں ارمانیوش بھی تھا جو عقائد اریوش کی تائید کر رہا تھا۔ اوشانیوس بطریق قسطنطنیہ نے جلسے کے دوران اثناش بطریق اسکندریہ کو عقائد اریوش پر بحث کرنے کی اجازت دی۔ ارمانیوش نے کہا کہ اریوش کا یہ خیال نہیں ہے کہ مسیح نے عالم کو پیدا کیا ہے بلکہ وہ اس امر کا قائل ہے کہ وہ کلمۃ اللہ ہیں جس سے وہ بغیر کسی ذریعے کے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ انجیل میں آیا ہے۔ اثناش بطریق اسکندریہ نے کہا کہ اس بات سے پتہ لگتا ہے کہ بیٹا مخلوق ہے اور وہ بغیر باپ کے پیدا کیا گیا ہے اور جب وہ اس طرح پیدا کیا گیا ہے تو باپ نے گویا کسی کو پیدا نہیں کیا اور جب اس نے کسی کو پیدا نہیں کیا تو وہ اپنے کام میں دوسرے سے مدد کا خواہاں ہوا اس طرح وہ خود بخود کسی شے کا خالق نہیں۔ حالانکہ وہ فی حد ذاتہ خالق ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے منزہ و بری ہے۔ اگر اریواش نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ باپ اشیاء کی تکوین کا قصد کرتا ہے لیکن تنہا اس کی تکوین نہیں کرتا ہے تو اس نے بیٹے کا فعل کامل اور مکمل ٹھہرایا ہے، کیونکہ باپ کی صرف مشیت اور خواہش ہوتی ہے جبکہ بیٹا اسے وجود میں لاتا اور پیدا کرتا ہے، اس معنیٰ سے بیٹے کا فعل کامل اور مکمل ٹھہرا اور اس معنیٰ سے بیٹے کا فعل کامل اور باپ کا ناقص ہوا اور اس کا بطلان یہی ہے۔ اس تقریر کے بعد اریوش کا عقیدہ باطل ہو گیا اور لوگ ارمانیوش کو مارنے لگے لیکن مسیح کے ہمشیر زادہ نے اسے بچا لیا۔ تاہم اسے گرجے میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔

اختلافات کا ظہور

اس واقعے کے دو برس کے بعد جب اوشانیوش مر گیا تو ممانعت کے باوجود اریوش کے عقائد نے رفتہ رفتہ ترقی کر لی۔ اس کے مقلدین قیصر

قسطنطین کی خدمت میں جمع ہوئے اریوش کے عقائد کی خوبیاں بیان کیں، انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ نیقیہ کی کونسل نے اریوش پر سخت ظلم کیا تھا اور اس پر بے حد زیادتیاں کی تھیں کیونکہ وہ اس راہ حق سے علیحدہ ہو گئے تھے کہ باپ جوہریت میں بیٹے کا مساوی ہے۔ اس بحث و تقریر سے قیصر قسطنطین عقیدہ اریوش کا پابند ہوا چاہتا تھا کہ اس دوران کیراش (بیت المقدس) کے گرجے کے ایک عہدہ دار نے ایک طوفانی خط لکھا اور اریوش کے خیالات کی پابندی سے ڈرایا۔ اس نے پھر گرجے میں نہ داخل ہونے دینے کی دھمکی دی جس سے قیصر نے مقلدین اریوش کے کہنے پر دھیان دینا بند کر دیا۔ اس کے بعد ملوک قیاصرہ مختلف الحال رہے، کبھی کوئی کونسل کی متفقہ ایجاد کی ہوئی رائے کا پابند ہوتا تھا اور کبھی کوئی اریوش کی رائے پر عمل کرتا ہے۔ دونوں گروہوں کا غلبہ ایک دوسرے پر قیصر کے میلان طبیعت سے ہوتا تھا۔ بعض قیصر ان میں ایسے بھی گزرے ہیں جو اپنے مخالفین کے سخت دشمن ہوتے تھے وہ ان پر زبردستی اپنے عقائد ٹھونسنا چاہتے تھے۔ ایسے بہت کم قیصر ہوئے ہیں جو ان دونوں گروہوں سے تعلق نہیں رکھتے تھے اور ان دونوں کو اپنے اپنے مذہب پر چھوڑ دیتے تھے۔

قسطنطنیہ کی کونسل

اس کے بعد سنہ 250ء میں ایک اور کونسل مقام قسطنطنیہ میں اس غرض سے منعقد ہوئی کہ وہ مقدونیوش اور سیلوس کی بات پر غور کرے کہ مسیح کا جسم بغیر ناسوت کے ہے اور لاہوت نے اسے اس سے مستغنی کر دیا ہے، وہ اس استدلال سے کہ انجیل میں واقع ہوا ہے کہ کلمہ گوشت ہو گیا اور یہ نہیں کہا گیا کہ کلمہ انسان ہو گیا۔ ان دونوں نے باپ اور بیٹے کو ایک دوسرے سے افضل مان لیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ باپ قوت اور جوہریت میں غیر محدود ہے۔ کونسل نے اس عقیدے کو بطلان کا اشتہار قرار دیا اور مقدونیوش اور سیلوس کی تکفیر کا فتویٰ دے دیا۔ کونسل نے پھر مجمع نیقیہ کے متفقہ عقیدے میں نومن بروح القدس المتقی من الاب۔ کا جملہ بڑھا کر یہ مشہور کر دیا کہ اب جو اس عقیدہ میں کچھ گھٹائے یا بڑھائے گا اسے ملعون سمجھا جائے گا اور وہ گرجے میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں

اس کونسل کے چالیس برس بعد نسطوریوس بطریق قسطنطنیہ کے کلام پر غور کرنے کے لئے ایک اور کونسل منعقد ہوئی۔ نسطوریوس بطریق قسطنطنیہ کہتا تھا کہ مریم کے بطن سے خدا نہیں پیدا ہوا بلکہ انسان پیدا ہوا ہے البتہ وہ مشیت میں خدا کے ساتھ متحد ہو گیا ہے نہ کہ ذات میں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا نہیں ہے بلکہ خدا نے اسے اپنے جانب سے خدائی رحمت فرمائی ہے، یہ رائے جو نسطوریوس نے ظاہر کی یہ دراصل نادودس اسقف اور دیودوس اسقف کا عقیدہ تھا جن کے عقائد میں سے یہ بھی تھا کہ مریم سے جو پیدا ہے وہ مسیح ہے اور باپ سے جو پیدا ہوا ہے وہ ابن ازلی ہے۔ اس کے بعد ابن ازلی مسیح محدث میں حلول کر گیا۔ لہٰذا عطا اور کرامت کے ذریعے مسیح ابن اللہ کہا گیا اور ان دونوں میں مشیت اور ارادہ کی وجہ سے اتحاد ہوا ہے۔ اس عقیدہ والوں نے گویا اللہ تعالیٰ کے لئے دو بیٹے ٹھہرائے ایک جوہر ازلی اور دوسرا مسیح محدث۔

عقیدے کی مخالفت ہوتی ہے

جب نسطوریوس کے اس عقیدہ کی خبر کرلس بطریق اسکندریہ کو پہنچی اس نے اکلیمس بطریق رومہ، یوحنا بطریق انطاکیہ اور یونالوس اسقف یروشلم کو لکھا۔ ان سب نے پھر متفق ہو کر نسطوریوس کو ایک مراسلہ بھیجا اور دلائل سے اسے معقول کرنا چاہا۔ لیکن نسطوریوس نے نہ ان کے مراسلہ کا جواب دیا اور نہ اس نے اپنے قول سے رجوع کیا اس وجہ سے انہوں نے شہر افسیس میں دو سو گرجوں کے عہدیداروں کو اکٹھا کر کے ایک کونسل بلائی جس میں ان کے عقیدے کو باطل ٹھہرایا اور نسطوریوس کی تکفیر کا فتویٰ دیا۔ یوحنا بطریق انطاکیہ کا انتظار چونکہ اس کونسل نے نہیں کیا تھا اور اس کی غیبوبت میں یہ رائے ٹھہرائے گئی تھی اس وجہ سے اس نے ان کی مخالفت کی اور وہ نسطوریوس کے عقیدے کی تائید کرنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد بادونا اس نے ان سب میں صلح کرا دی اور وہ سب نسطوریوس کی رائے سے متفق ہو گئے لیکن پھر جب مشرقی گرجوں کے عہدہ داروں نے اپنے اپنے عقائد لکھ

کراس کے پاس بھیجے تو اس نے انہیں منظور کر کے پسند کر لیا اور نسطوریوس کو صعید (مصر) کی طرف نکال دیا۔ وہ پھر احیم میں جا کر ٹھہر گیا اور وہیں سات برس بعد مر گیا۔ تاہم اس کے عقائد مشرق، فارس، عراق، جزیرہ اور موصل کے عیسائیوں میں فرات تک پھیل گئے۔

اسکندریہ والوں کا عقیدہ

گزشتہ کونسل کے بعد شہر خلقدونیہ میں ایک اور کونسل منعقد ہوئی جس میں چھ سو چونتیس عہدہ داران گرجا شامل تھے۔ یہ کونسل اس غرض سے منعقد ہوئی تھی کہ دیسقورس بطریق اسکندریہ کے عقائد پر غور کرے۔ دیسقورس بطریق اسکندریہ کہتا تھا کہ مسیح دو جوہروں سے ایک جوہر مرکب ہیں اور ایک اقنوم (اصل مادہ) ہیں جو دو اقنوموں سے بنائے گئے ہیں۔ وہ در اصل ایک طبیعت ہیں جو دو طبیعتوں سے وجود میں آئی ہے اور ایک روح ہیں جو دو روحوں سے ماخوذ ہے۔ اس وقت کے عیسائی علماء اور عام عیسائی دو جوہروں اور طبیعتوں اور دو روحوں اور ایک اقنوم (اصل۔ مادہ) کے قائل ہیں۔ یوں دیسقورس نے عام علماء کے عقائد سے اختلاف کیا اور بعض گرجوں کے عہدے داروں کو اپنے خیالات سے آگاہ کر کے اس کے مخالفین پر لعنت کا فتویٰ دیا۔ اس وقت مرقیان قیصر چونکہ عام علماء اور پچھلے جلسوں کے متفقہ عقائد کا پابند تھا لہٰذا اس نے دیسقورس کو قتل کر ڈالنے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر عہدہ داران گرجا کے کہنے سے رک گیا اور ان کے اشارے سے ایک کونسل منعقد کی جس میں دیسقورس کو بھی بلایا گیا اور اس سے مناظرہ شروع ہوا۔ مناظرہ کے دوران ملکہ قیصر نے دیسقورس کو اپنی طرف مخاطب کرنا چاہا۔ وہ کیونکہ مناظرہ میں بے حد مصروف تھا، اس لئے اس نے اس کا جواب بے التفاقی سے دیا جس سے قیصر کی ملکہ نے برہم ہو کر اسے ایک تھپڑ مار کر نکال دیا۔ اس کے بعد مرقیان قیصر نے اپنے ممالک مقبوضہ میں ایک عام فرمان بھیج دیا کہ کونسل خلقدونیہ کا متفقہ عقیدہ نہایت صحیح اور واجب العمل ہے، جو اس کی مخالفت کرے گا وہ واجب القتل سمجھا جائے گا۔

یعقوبیہ فرقے کا ظہور

دیسقورس ذلت اور رسوائی اٹھا کر جلسے سے نکل کر قدس شریف اور سرزمین فلسطین کی طرف چلا گیا۔ جہاں جہاں یہ جاتا تھا لوگ اس سے نفرت کرتے تھے لیکن چند دن بعد اس کے عقیدے نے شہرت پکڑی اور اس کے خیالات نے اس درجہ نشوونما پایا کہ اس کا ایک جداگانہ مذہب ہو گیا۔ اہل مصر اور اسکندریہ کے عیسائی لوگوں نے آخر کار اس کا مذہب اختیار کر لیا، اس مذہب والے یعقوبیہ کہلاتے ہیں۔

ابن عمید لکھتا ہے کہ دیسقورس کے مقلدین کو یعقوبیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ دیسقورس کا ایک نام یعقوب بھی تھا اور وہ یہ نام اپنے (مقلدین کو) لکھا کرتا تھا: من المسكين المنتقى يعقوب۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کے شاگرد کا نام یعقوب تھا، جس کی طرف یہ فرقہ منسوب کیا گیا ہے۔ بعض دوسرے مورخین یہ لکھتے ہیں کہ شاد یرش یعقوب بطریق انطاکیہ دیسقورس کے ایجاد کئے ہوئے عقیدہ کے سکھانے کے لئے بھیجا گیا تھا اس وجہ سے اس مذہب والے اس کی طرف منسوب کر دیئے گئے۔ واللہ اعلم۔

تین فرقوں کا بننا

ابن عمید لکھتا ہے کہ اسی کونسل خلقدونیہ کے بعد کلیسوں اور اس کے عہدے داروں میں جدائی ہو گئی اور وہ سب ان تین فرقوں یعنی یعقوبیہ، ملکیہ نسطوریہ میں تقسیم ہو گئے۔

یعقوبیہ فرقہ وہ ہے جو دیسقورس کے عقائد کو مانتا ہے اور جسے ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔

ملکیہ وہ گروہ ہے جو کونسل نیقیہ، خلقدونیہ اور اس کے بعد کے جلسوں کے متفقہ خیالات اور عقائد کی تقلید کرتا ہے اور اسی کے عام عیسائی مقلد ہیں۔

نسطوریہ تیسری کونسل والے ہیں جو نسطوریوس کے عقائد کے پیروکار ہیں اور یہ لوگ اکثر مشرقی ممالک میں ہیں۔

یعقوبیہ اور ملکیہ فرقے اور بادشاہوں کے میلان طبع اور ان کے کسی مذہب کو اختیار کرنے یا چھوڑنے کے لحاظ سے ایک اور فرقہ نشوونما پاتا اور

دوسرا فرقہ پستی میں پہنچ جاتا۔

تناسخ کا مسئلہ

اس جلسے کے ایک سوتیس یا ایک سو پینتیس برس بعد مقام قسطنطنیہ زمانہ حکومت یوسیطا توس قیصر میں اس امر کے فیصلے کے لئے ایک اور کونسل منعقد ہوئی کہ تفسح (ایک گرجے کا عہدیدار) تناسخ کا قائل ہو گیا اور حشر ونشر کا انکار کرتا تھا۔ اس کے علاوہ انقرا، الرہا کے گرجے کے اساقفہ اس بات کے قائل ہو گئے تھے کہ مسیح کا جسم مادی تھا۔ قیصر نے ان عقائد کے سلسلے میں قسطنطنیہ میں ایک جلسہ منعقد کیا، جن میں بطریق قسطنطنیہ نے کہا کہ اگر مسیح کا جسم مادی تھا تو وہ قابل قبول فنا ہے اور جو شخص فنا ہونے کا قائل ہے تو اس کا قول وفعل بھی ایسا ہی ہے۔ کونسل میں افسح اسقف نے کہا کہ مسیح مردوں میں سے اس غرض کے لئے اٹھے گا کہ وہ بعث اور قیامت کی تحقیق کرے اور جب یہ امر ثابت ہو گیا ہے تو کوئی اس امر کا کیسے مخالف ہو سکتا ہے؟ اس بات پر اہل مجمع میں سے کسی کو اس کا جواب کچھ بن نہ پڑا۔ آخر کار مجبور ہو کر انہوں نے اس کی تکفیر کا فتویٰ دے دیا، اسے مستوجب لعنت قرار دیا اور اسے بھی ملعون ٹھہرا دیا جو اس کے عقائد کی پابندی کرے۔ بہر حال عیسائیوں کے فرقے اصول کے لحاظ سے ان تین گروہوں میں بٹ گئے۔ واللہ اعلم۔

باب: ۱۸

فارس کے حالات اور کیانیہ اور ساسانیہ کا بیان

اہل فارس دنیا کے سب سے قدیم گروہوں میں سے ایک ہیں۔ یہ اپنے معاصرین سے قوت وشوکت میں بڑھے ہوئے تھے۔ ان کی دو حکومتیں نہایت عظیم الشان تھیں، ایک کا نام کیانیہ ہے۔ تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا ابتدائی زمانہ اور آغاز زمانہ تبابعہ اور بنی اسرائیل کا ایک زمانہ تھا۔ یہ تینوں حکومتیں ایک دوسرے کی ہمعصر تھیں، یہ دولت کیانیہ وہی ہے جس پر اسکندر غالب آیا تھا۔
دوسری سلطنت کو ساسانیہ کسرویہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ملوک ساسانیہ حکومت روم کے (جو شام میں تھی) ہمعصر تھے اور اسی پر مسلمانوں نے قبضہ حاصل کیا تھا۔ ان دو حکومتوں سے پہلے فارس کی اور جو حکومتیں تھیں ان کے حالات نہایت مختلف اور ایک دوسرے کے متعارض ہیں لیکن ہم ان کے وہی حالات بیان کریں گے جو ان میں شہرت پا چکے ہیں۔

فارس والوں کا نسب

بلا اختلاف محققین اہل انساب اسی امر کے قائل ہیں کہ اہل فارس والے سام بن نوح کی اولاد سے ہیں اور ان کا جد اعلیٰ جس پر ان کا سلسلہ نسب منتہی ہوتا ہے، وہ فرس ہے۔ یہ ایران بن اشوذ ابن سام بن نوح کے لڑکوں میں سے ہے۔ زمین ایران کو عربی میں عراق کہتے ہیں۔ بعض مورخین یہ کہتے ہیں کہ اہل فارس ایران بن ایران بن اشوذ اور بخیال بعض غنیم بن سام کی طرف نسباً منسوب ہیں۔ توریت میں شاہ اہواز کا تذکرہ بنی غنیم کے ذکر میں آیا ہے اور اہواز فارس کا ایک علاقہ ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ اہل فارس کا نسب لاوذ بن ارم بن سام اور دیگر روایتوں کے مطابق امیم بن لاوذ اور بخیال بعض یوسف بن یعقوبؑ بن اسحاق سے ملتا ہے۔ اس میں بھی بعض یہ تفریق بھی کرتے ہیں کہ صرف ساسانیہ اسحاق کے لڑکوں میں سے ہیں اور وہ ترک کے نام سے مشہور کئے جاتے ہیں۔ ان کا جد اعلیٰ منوچہر بن منشخر بن فرہیس بن ترک ہے۔ ان ناموں کو مسعودی نے ایسا ہی نقل کیا ہے لیکن جیسا کہ مشہور ہے یہ غیر محفوظ اور نا قابل الاعتبار ہیں۔

ایران کا ذکر

بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ اہل فارس دراصل ایران بن افریدون کی اولاد سے ہیں۔ جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔ اس سے پہلے وہ فارس کے نام سے موسوم نہیں کئے جاتے تھے۔ پہلا وہ شخص جو بلاد فارس کا حکمران ہوا ہے وہ ایران ہے۔ اس کے بعد اس کی آئندہ نسلیں بادشاہت وراثۃً حاصل کرتی رہیں۔ اس کے بعد وہ خراسان کے بھی مالک ہوئے اور انہوں نے حکومت نبط جرامقہ پر قبضہ کرلیا۔ یوں ان کی حکومت اسکندریہ تک غرباً اور باب الابواب تک شمالاً وسیع ہوگئی۔ کتب تواریخ میں لکھا ہے کہ زمین ایران وہی ہے جو زمین ترک ہے۔ اسرائیلی مورخین کا یہ خیال ہے کہ اہل فارس طیراس بن یافث کی اولاد سے ہیں جبکہ ان کے نسبی بھائی بنی ماذی ابن یافث ہیں اور یہ سب ایک ہی حکومت تھی۔

فارس کے علماء کی روایت

لیکن فارس کے علماء اور ان کے اہل انساب ان تمام روایتوں کے مخالف ہیں، وہ اہل فارس کو کیومرث کی طرف نسباً منسوب کرتے ہیں اور وہ اسے اپنا منتہاءِ نسب کہتے ہیں۔ وہ کیومرث کے معنی ابن الطین (مٹی کا لڑکا) بتاتے ہیں۔ ابتداءً یہ ارض فارس میں رہتے تھے اور یہ زمین انہیں کے

نام سے موسوم ہوئی۔ ان کے نسبی بھائی اشوذ بن سام ان کے ہمسایہ رہے ہیں۔ وہ بیہقی کی روایت کے مطابق کرد، ویلم، خزر، نبط اور جرامقہ ہیں۔ اس کے بعد ان کی حکومت اسکندریہ تک بڑھ گئی۔

فارس کے حکمرانوں کے طبقے

اس عظیم الشان گروہ کے چار طبقے مورخین نے اتفاق سے بیان کئے ہیں۔ پہلے طبقے کو پیشدادیہ (فیشدادیہ) دوسرے کو کیانیہ تیسرے کو اشکانیہ (اشغانیہ) چوتھے کو ساسانیہ کہتے ہیں۔ ان کا دور حکومت کیومرث (بادشاہ اول فارس) سے زمانہ حکومت یزدجرد (آخری بادشاہ فارس) تک جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں مارا گیا، چار ہزار دوسو اٹھاسی برس تک رہا جیسا کہ ابن سعید نے کتاب تاریخ الامم تصنیف علی بن حمزہ اصفہانی سے نقل کیا ہے۔ اہل فارس کا یہ خیال ہے کہ کیومرث پہلا حکمران ہے جس نے ملکی انتظام کو مرتب کیا اور اس نے ایک ہزار برس کی عمر پائی۔ مسعودی نے اس نام کو بکاف اول قبل یاء مثناۃ (یعنی کیومرث) لکھا ہے لیکن سہیلی نے کاف کے بجائے جیم تحریر کیا۔

حکمرانوں کا پہلا طبقہ

فارس کے تمام علماء اس امر پر اتفاق کرتے ہیں کہ کیومرث ہی آدم علیہ السلام ہیں اور ان کا لڑکا منشا نامی تھا۔ منشا سے سیامک اور سیامک سے افراول پیدا ہوا۔ سیامک کے افراول کے علاوہ چار لڑکے اور چار لڑکیاں اور بھی تھیں لیکن کیومرث کا نسلی سلسلہ صرف افراول سے چلا جبکہ باقیوں کی اولاد ختم ہوگئی جن کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ افراول بن سیامک کی پشت سے اوشہنک پیشداد (ہوشنگ) پیدا ہوا۔ افراول کیومرث کے ملک کا وارث ہوا اور اس نے ساتوں اقلیموں پر حکومت کی۔

اوشہنک کے حالات

طبری ابن کلبی کی روایت سے لکھتا ہے کہ اوشہنک بن عابر ابن شالخ ہے اور پھر وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اہل فارس کا یہ دعویٰ اور خیال ہے کہ اوشہنک آدم علیہ السلام کے دوسو برس بعد پیدا ہوا اور نوح علیہ السلام آدم علیہ السلام کے دوسو برس بعد ہوئے۔ اسی بناء پر اہل فارس نے اوشہنک اور نوح کو ایک ہی شخصیت قرار دیا ہے لیکن اس نے اس سے اختلاف اور اس سے انکار کیا ہے کیونکہ اوشہنک کی شہرت اس غلط واقعہ کے مخالف ہے۔ فارس کے چند علماء یہ کہتے ہیں کہ اوشہنک پیشداد مہلائیل ہے اور اس کا باپ افراول قینن ہے اور سیامک انوش اور منشا شیث اور کیومرث آدم علیہ السلام ہیں۔

کیومرث کی روایتیں

فارس کے دیگر علماء یہ بیان کرتے ہیں کہ کیومرث کومر بن یافث بن نوح کو کہتے ہیں، جب یہ نہایت معمر اور بوڑھا تھا تو اپنے باپ سے الگ ہوکر جبل دماوند (ملک طبرستان) میں آکر مقیم ہوا اور اس کا مالک بن بیٹھا۔ اس کے بعد اس نے فارس پر قبضہ حاصل کیا اور ایک عظیم الشان بادشاہ ہوا۔ اس نے بحالت حیات اپنے لڑکوں کو اطراف و جوانب کی طرف بھیجا اور انہوں نے بابل پر قبضہ کرلیا۔ کیومرث ہی نے سب سے پہلے شہر اور قلعے بنوائے اور گھوڑوں کو سواری کے لئے پسند کیا۔ یہ آدم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس نے لوگوں کو اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ اسے اس نام سے پکاریں۔ فارس کے سب لوگ اس کے لڑکے ماوائے کی اولاد سے ہیں۔ شروع زمانہ سے اسی کی اولاد کی کیانیہ اور کسردیہ میں حکومت رہی یہاں تک کہ حکومت فارس کا خاتمہ ہوگیا۔

طمہورث کا بیان

اہل فارس یہ روایت بھی کرتے ہیں کہ اوشہنک ہی مہلائیل ہے اور اس نے ہندوستان پر قبضہ حاصل کیا تھا۔ اس کے بعد طمہورث بن انوجہان بن انکہد بن اسکہد بن اوشہنک بادشاہ ہوا۔ بعض مورخین نے اسکہد کے بدلے نیشداد لکھ دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام عجمی نام ہیں اسی وجہ سے

روایت کے منقطع ہونے کے سبب ہم ان کی صحت کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ابن کلبی لکھتا ہے کہ طہمورث بابل کا پہلا بادشاہ ہے اور اس نے ہفت اقلیم پر حکومت کی۔ وہ اپنی حکومت کرنے میں نہایت نیک اور منصف تھا۔ اسی کے سنہ جلوس میں بیوراسپ ظاہر ہوا جس نے کہ مذہب صائبہ کی بنیاد ڈالی۔

جمشید کے حالات

فارس کے علماء کہتے ہیں کہ طہمورث کے بعد جمشید تخت نشین ہوا، اس لفظ کے معنی ہیں شجاع یا شعاع شمس۔ یہ طہمورث کا حقیقی بھائی تھا اور یہی ہفت اقلیم کا بادشاہ تھا۔ یہ نہایت نیک سیرت اور عادل تھا لیکن پھر کچھ عرصہ بعد ظالم اور جابر ہوگیا۔ اس کی موت سے ایک برس پہلے بیوراسپ نے اس کے خلاف بغاوت کی اور گرفتار کر کے آرہ سے چیر ڈالا۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ جمشید نے خدائی کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ اس وجہ سے اس پر پہلے اس کے بھائی استوبر نے خروج کیا لیکن ناکام رہا۔ اس کے بعد بیوراسپ اٹھا اور اس نے جمشید کی حکومت کا قلع قمع کر دیا۔ وہ پھر سات سو برس تک حکومت کرتا رہا۔ ابن کلبی نے بھی یہ ہی بیان کیا ہے۔

ضحاک کی پیدائش

طبری لکھتا ہے کہ بیوراسپ ہی کو از دہاک کہتے ہیں جسے عرب ضحاک کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ وہی شخص ہے جس کا ذکر ابونواس شاعر کے اس شعر میں ہے:

وكان منا الضحاك تعبده الجامل والجن في محاربها

علاوہ ازیں طبری ہی روایت کرتا ہے کہ عجم کا یہ خیال ہے کہ جمشید نے اپنی بہن کا عقد اپنے خاندان میں سے کسی کے ساتھ کر دیا تھا اور اسے یمن کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس سے ضحاک پیدا ہوا اسی لئے یمن کے انساب ضحاک کا نسب یوں بیان کرتے ہیں "ضحاك بن علوان بن عبيده بن عويج"۔ اس نے پھر اپنے بھائی سنان بن علوان کو مصر کا بادشاہ کر کے بھیجا تھا جو ابراہیم علیہ السلام کا فرعون تھا۔ لیکن فارس کے علماء ضحاک کا نسب اس طرح لکھتے ہیں: ''بیوراسپ (ضحاک) بن رتیکان بن ویدوشناک بن فارس بن افروال'' اگرچہ بعض اس کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے ہفت اقلیم پر بادشاہت کی تھی اور وہ ساحر اور کافر تھا۔ اس نے اپنے باپ کو مار ڈالا اور یہ اکثر بابل میں رہتا تھا۔ ہشام کی روایت یہ ہے کہ ضحاک جمشید کے بعد بادشاہ ہوا اور یہی ابراہیم علیہ السلام کا نمرود ہے۔ یہ اہل فارس کا نواں بادشاہ تھا اور جبل دماوند میں پیدا ہوا تھا۔

افریدون کا ظہور

ضحاک نہایت مستعد اور بہادر تھا، جب اس نے ہندوستان پر فوج کشی کی اور خود لڑائی پر گیا تو افریدون نے زمانہ عدم موجودگی میں اس کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ واپسی کے وقت ضحاک اور افریدون کے مابین جنگ ہوئی۔ ضحاک کا ادبار آ گیا تھا لہٰذا وہ ایک جنگ میں افریدوں کے ہاتھ گرفتار ہو کر جبال دماوند میں قید کر دیا گیا۔ اس کی گرفتاری اور اس پر فتح یابی کے دن کو عید کا دن مقرر کیا لیکن فارس کے علماء یہ بیان کرتے ہیں کہ شاہی خاندان جس میں حکومت چلی آ رہی تھی وہ اوشہنک اور جمشید کا تھا اور ضحاک یعنی بیوراسپ نے ان پر خروج کیا۔ اس نے پھر فتح یاب ہو کر شہر بابل آباد کیا اور نبطیوں سے اپنی فوج تیار کی۔ بعد ازاں وہ اہل عالم پر بزور جادو غالب آیا۔

ضحاک کا مرجانا

اس کے بعد اصفہان کا ایک شخص عالی (کابی حداد) نامی اس کی مخالفت پر اٹھ کھڑا ہوا جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ اس نے اس پر جراب لٹکا کر جھنڈا بنایا اور لوگوں کو ضحاک کے خلاف ابھار کر اس سے لڑا۔ جب ضحاک میدان جنگ سے بھاگ گیا تو اس کی رائے سے بنی جمشید میں سے افریدون کو تخت نشین کیا گیا۔ افریدون نے تخت پر بیٹھتے ہی ضحاک کا تعاقب کیا اور اسے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ افریدون زمانہ

نوح علیہ السلام میں تھا، شاید اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ افریدون ہی نوح علیہ السلام تھے لیکن تحقیق یہ ہے جسے ہشام بن کلبی نے فارس کے اہل انساب سے نقل کیا ہے کہ افریدون جمشید کی اولاد میں سے تھا اور ان دونوں کے درمیان نو پشتوں کا فرق ہے۔ اس نے دو سو برس سلطنت کی اور ضحاک کی تمام چھینی اور غصب کی ہوئی چیزیں ان کے مالکوں کو واپس کر دیں۔

حکومت کا بٹ جانا

افریدون نے اپنی زندگی میں ملک کو اپنے تین لڑکوں میں تقسیم کر دیا۔ اس نے بڑے لڑکے سرم (سلم) کو روم، شام اور مغرب دیا۔ طوج (تور) کو ترک اور چین دیا جبکہ ایرج کو عراق اور حجاز دیا۔ لیکن افریدون کے مرنے کے بعد سرم (سلم) اور طوج (تور) نے آپس میں مل کر ایرج کو لڑ کر مار ڈالا اور اس کے ملک کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ اہل فارس یہ خیال کرتے ہیں کہ افریدون اور اس کی اوپر کی دس پشتیں اشکیاں کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایرج کے دو بیٹے وندان اور اسطوریہ اور ایک لڑکی خورک نامی تھی جو افریدون کے مرنے کے بعد اپنے باپ ایرج کے ساتھ مارے گئے۔

لقب ''کے'' کا مطلب

اسی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ افریدون نے پانچ سو برس تک حکومت کی اور اسی نے ثمود اور نبط کے آثار سواد سے محو کیے۔ اسی نے شروع میں اپنے آپ کو (کے) سے ملقب کیا اور کے افریدون کے نام سے مشہور ہوا۔ (کے) کے معنی ہیں: تنزیہ (یعنی مخلص اور متصل روحانیت سے) اور بعضوں نے اس کے معنی اور بھی بیان کیے ہیں۔

منوچہر اور افراسیاب کا ذکر

چند دن بعد منوشہر (منوچہر) بن منشخر بن ایرج نے زور پکڑا، یہ افریدون کی نسل سے تھا جبکہ اس کی ماں اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے تھیں جب یہ جوان ہوا تو اپنے چچاؤں سے لڑا اور انہیں مار کر بادشاہ بن بیٹھا۔ اس نے پھر بابل کو اپنا دارالحکومت بنایا اور فارس کو دین ابراہیمی کی طرف مائل کیا۔ بعدازاں افراسیاب، بادشاہ ترک نے اس پر چڑھائی کی اور بابل اس سے چھین لیا۔ وہ اس کا طبرستان تک تعاقب کرتا چلا آیا۔ جب طبرستان بھی منوشہر (منوچہر) کو پناہ نہیں دے سکا تو وہ طبرستان چھوڑ کر عراق کی طرف چلا گیا اور افراسیاب نے طبرستان پر بھی قبضہ کر لیا۔ افراسیاب کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ طوج (تور) بن افریدون کی نسل سے ہے۔ جس وقت منوشہر نے طوج (تور) کو قتل کیا اور اس کے خاندان پر تباہی آئی، اس وقت یہ خفیہ طریقے سے بلاد ترک میں چلا گیا اور وہیں اس نے پرورش پائی۔ وہ پھران کے ملک سے نکلا اسی وجہ سے افراسیاب ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ طبری لکھتا ہے کہ جب منوشہر بن منشخر مر گیا تو افراسیاب بن اشک بن رستم بن ترک نے بابل پر قبضہ کر لیا اور مملکت فارس کو تہ و بالا کر ڈالا۔

زومر کی بغاوت

اس کے بعد زومر (زوایازاب) بن طہمارست (طہماسپ) یا دیگر روایات کے مطابق راسب بن طہمارست نے افراسیاب کے خلاف بغاوت کر دی۔ زومر بن طہمارست نو واسطہ سے منوچہر کی طرف نسباً منسوب کیا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ طہمارست اپنے باپ سے الگ ہو کر بلاد ترک میں چلا گیا اور وہیں اس نے ایک لڑکی سے عقد کر لیا تھا جس سے زومر پیدا ہوا۔ یہ سن شعور کو پہنچ کر افراسیاب کی مخالفت پر اٹھا اور اس سے لڑ کر اسے سلطنت فارس سے نکال دیا۔ اس کے بعد افراسیاب ترکستان چلا گیا۔

اس کی حکمرانی

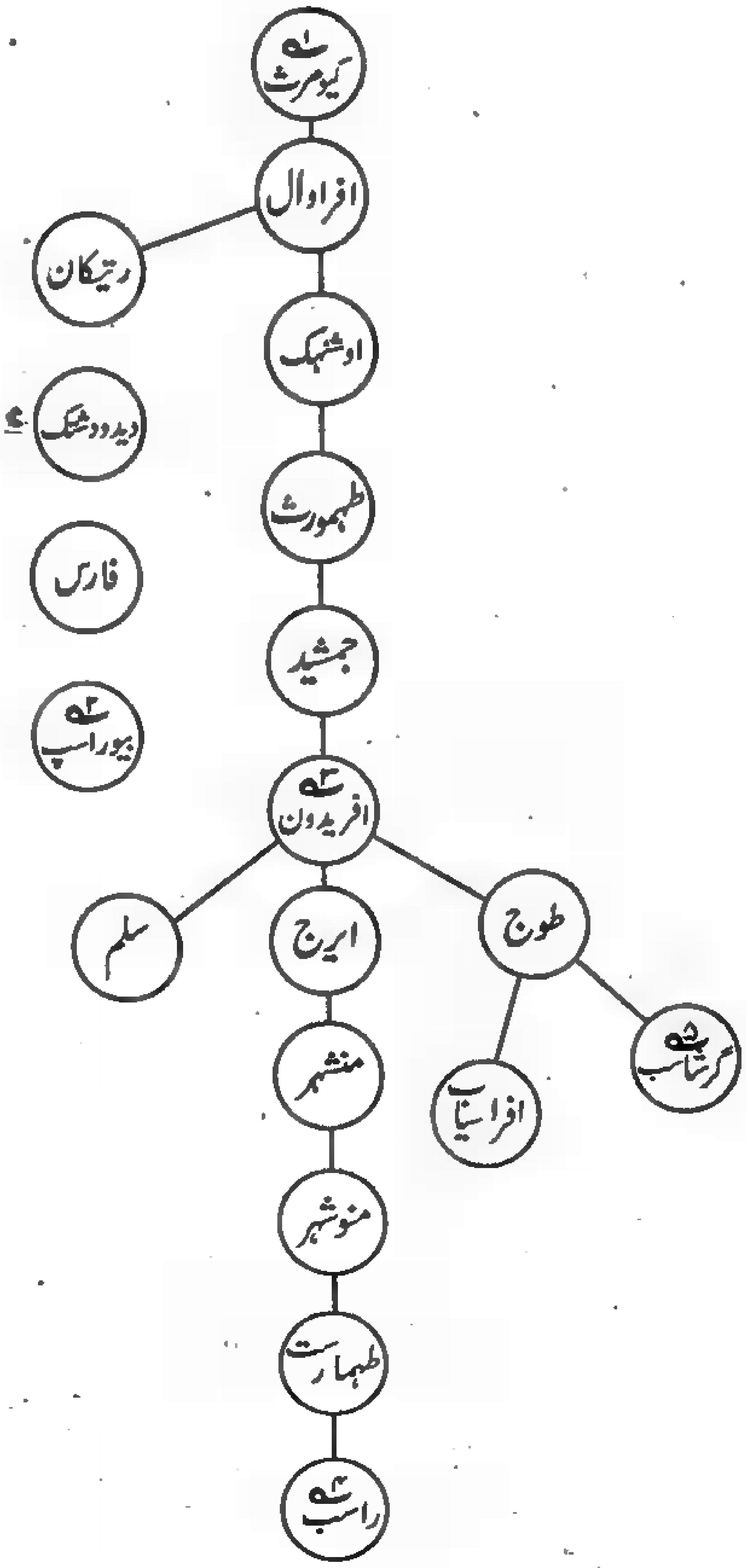
زومر نے اپنی فتحیابی کے اس دن کو عید مہرجان کے نام سے مشہور کیا۔ زومر کا فارس پر غلبہ اور قبضہ منوشہر کے مرنے کے بارہ برس بعد ہوا۔ یہ

نہایت نیک سیرت، صلح پسند اور امن دوست حکمران تھا۔ اس نے بابل کی بگڑی ہوئی حالت کو درست کیا اور افراسیاب کی تباہ کی ہوئی آبادی کو از سر نو رونق دی۔ اس نے سواد میں نہر زاب نکالی اور اس کے کنارے پر شہر تعمیر کیا جس کا نام زوابی رکھا۔ اس نے شہر میں ہر طرح کے درخت، پھول، پھل دار درخت لگائے اور طرح طرح کے کھانے ایجاد کئے۔ اس نے غنیمت کو اہل لشکر پر تقسیم کیا۔

کرشاسب کا ذکر

کرشاسب (یا گرشاپ) طوج بن افریدون کی اولاد سے اور دیگر روایتوں کے مطابق اولاد منوشہر سے ہے۔ اس کا نائب تہلا اہل فارس میں سے ایک عظیم الشان شخص گزرا ہے لیکن وہ بادشاہ نہیں ہوا کیونکہ بادشاہت زومر بن طہمارست کرتا تھا۔ زومر اپنی حکومت کے تیسرے سال مر گیا۔ اسی کے زمانے میں بنی اسرائیل تیہ سے نکلے تھے اور یوشعؑ نے اریحا کو فتح کیا تھا۔ اس کے مرنے کے بعد ملوک فارس کے دوسرے طبقے کی حکومت قائم ہوگئی جن کا بادشاہ کیقباد ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس طبقہ کا زمانہ حکومت دو ہزار چار سو ستر برس تک محیط رہا جیسا کہ بیہقی اور اصفہانی نے تحریر کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے بادشاہوں میں سے صرف انہیں نو بادشاہوں کو ذکر کیا ہے جنہیں طبری نے بیان کیا ہے۔ واللہ وارث الارض ومن علیہا۔

طبقہ اولیٰ فارس کے ملوکوں کا شجرہ



فارس کے حکمرانوں کے طبقہ ثانیہ کا بیان

کیقباد کی حاکمیت

ملوک فارس کا دوسرا طبقہ کیانیہ کے نام سے بھی مشہور ہے اور ان کے ہر بادشاہ کا نام کے کی طرف مضاف کیا جاتا ہے۔ ان کے پہلے بادشاہ کا نام کیقباد ہے جو منوشہر سے چار پشتوں کے واسطے سے منسوب ہوتا ہے۔ اس نے روٗساء ترک میں اپنی بادشاہی کی جس سے کہ اس کے پانچ لڑکے پیدا ہوئے یعنی کے وافیا، کیکاوٗس، کے ارش، کے نیہ اور کے فاشن۔ طبری لکھتا ہے کہ ملوک کیانیہ اور ترک میں اکثر جنگیں ہوتی رہیں۔ ان کا پہلا بادشاہ کیقباد نہر بلخ کے قریب جسے جیحوں کہتے ہیں، اس میں رہتا تھا۔ اس نے ترک کو زمین فارس پر آنے سے روکا تھا۔ اس نے سو برس حکومت کی۔

کیکاوٗس کی حکمرانی

اس کے بعد کیکاوٗس بن کنیہ بادشاہ ہوا، اس کی بھی افراسیاب، بادشاہ ترک سے بہت سی جنگیں ہوئیں۔ جن میں اس کا لڑکا سیاوخش مارا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ داؤد علیہ السلام کے زمانے میں تھا۔ یہ پھر عمر ذوالاذعار بادشاہ تابعہ سے لڑنے کے لئے اس کے ملک گیا۔ جب عمر ذوالاذعار نے اسے گرفتار کرلیا تو اس کا وزیر رستم بن دستان نے لشکر فارس لے کر یمن پر چڑھائی کر دی اور عمر ذوالاذعار کو قتل کر کے کیکاوٗس کو چھڑا لایا۔ طبری کی تحریر یہ شہادت دیتی ہے کہ کیکاوٗس نہایت عظیم الشان بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے لڑکے سیاوخش (سیاوش) کو تعلیم وتربیت کے لئے رستم بن دستان کے سپرد کیا تھا۔ رستم بجستان میں اس کا نائب تھا۔ اس نے پھر سیاوخش کو گھوڑے کی سواری سکھائی اور جنگ کی تعلیم دی۔ جب اس کی تعلیم وتربیت پوری ہو چکی تو وہ باپ کے سامنے آیا اور امتحان میں پورا اترا۔

سیاوخش کا مارا جانا

اس دوران کیکاوٗس کی بی بی آبرخ نامی جو دختر افراسیاب بادشاہ ترک تھی، اس پر عاشق ہو گئی۔ جب سیاوخش نے ملنے سے انکار کیا تو آبرخ نے کیکاوٗس سے سیاوخش کی چغلی کر دی۔ کیکاوٗس نے اپنے ہاتھ سے بیٹے کا قتل نامناسب خیال کیا اور اسے تھوڑی سی فوج دے کر افراسیاب سے جنگ کرنے کے لئے بھیج دیا تاکہ وہ اس کے ہاتھ سے مارا جائے لیکن جنگ نہ ہوئی صلح ہو گئی۔ کیکاوٗس نے یہ خبر پا کر اسے لڑنے کے لئے لکھا، سیاوخش بدعہدی کو برا سمجھ کر باپ کے خوف سے افراسیاب کے پاس چلا گیا۔ جس نے اپنی بیٹی سے اس کی شادی کر دی۔ جب اسے حمل ٹھہر گیا تو اس نے جان کے خوف یا ملک کی تقسیم کے خیال سے اپنی بیٹی کے ذریعے سیاوخش کو قتل کروا ڈالا اور اپنی بیٹی کا حمل گرانا چاہا لیکن نہیں گرا سکا۔ اس کے بطن سے پھر خسرو پیدا ہوا، کیکاوٗس نے یہ سن کر اپنی بہو اور پوتے کو خفیہ طریقے سے اپنے پاس منگوالیا۔

کیکاوٗس کا حملہ

بعض یہ کہتے ہیں کہ جب کیکاوٗس کو اپنے بیٹے کے مارے جانے کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے نامی سپہ سالاروں کے ساتھ فوجیں روانہ کیں، جنہوں نے بلاد ترک کو خوب پامال کیا اور ابنائے افراسیاب کو قتل کیا۔ طبری لکھتا ہے کہ کیکاوٗس بلاد یمن پر چڑھ آیا جہاں عمر ذوالاذعار نے حمیر اور قحطان کو ساتھ لے کر اس کا مقابلہ کیا، کیکاوٗس کو شکست دے کر اسے گرفتار کر کے ایک کنوئیں میں قید کر دیا اور اس کے منہ پر ایک پتھر رکھ دیا۔

رہائی ملتی ہے

اس کے بعد بجستان سے رستم کیکاوٗس کو چھڑانے کے لئے آیا اور جنگوں میں ذوالاذعار کو شکست پر شکست دینے لگا۔ انجام کار رستم نے

ذوالاذعار سے کیکاؤس کے واپس لینے پر صلح کرلی، چنانچہ رستم کیکاؤس کو یمن سے چھڑا کر بابل واپس لے آیا۔ اس کے بعد کیکاؤس نے اس احسان کے بدلے رستم کو تمام قوانین اور اطاعت شاہی سے آزاد کردیا اور اس کے بیٹھنے کے لئے چاندی اور سونے کا ایک تخت بنوا کر اپنے تخت کے برابر رکھوایا۔ اس نے پھر بحستان اور اباستان اسے جاگیر میں دیئے۔ یہ ڈیڑھ سو برس حکومت کر کے مرگیا۔

کیخسرو کی تخت نشینی

کیکاؤس کے بعد طبری، مسعودی، بیہقی اور عامہ مورخین کے مطابق اس کا پوتا کیخسرو بن سیاوخش تخت پر بیٹھا۔ سہیلی لکھتا ہے کہ کے خسرو تین بادشاہوں کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا تھا، پہلا کیکاؤس اس کے بعد اس کا بیٹا کے کینہ اس کے بعد اس کا لڑکا اجو ابن کے کینہ کے بعد اس کا چچا سیاوخش بن کیکاؤس بادشاہ ہوا، یوں ان تینوں بادشاہوں کی حکومت کے بعد کیخسرو بن سیاوخش تخت نشین ہوا۔ لیکن یہ بالکل خلاف قیاس بات ہے کیونکہ تمام مورخین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ سیاوخش اپنے باپ کی زندگی میں ترکوں سے جنگ کرتے ہوئے مارا گیا تھا۔

افراسیاب کا خاتمہ

طبری لکھتا ہے کہ کیکاؤس بن کے کینہ بن کیقباد نے کیخسرو کو اسی وقت اپنے بجائے تخت نشین کردیا تھا۔ جب وہ اپنی ماں واسفافرین بنت افراسیاب کے ہمراہ ترک کے علاقے سے آیا تھا۔ کے خسرو نے تخت پر بیٹھتے ہی ایک فوج سپہ سالار اجوا کی سرکردگی میں اصفہان کی طرف اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے افراسیاب سے لڑائی کرنے کے لئے روانہ کی لیکن افراسیاب نے لشکر فارس کا بہادری سے مقابلہ کیا اور اسے پسپا کردیا۔ کیخسرو یہ سن کر خود بلخ گیا اور وہاں سے لشکر اور نامی گرامی سپہ سالاروں کو جمع کر کے دفعتہً افراسیاب پر حملہ کردیا۔ اس لڑائی میں افراسیاب کو شکست ہوئی اور اس کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اس جنگ میں وہ شخص بھی مارا گیا جو کیکاؤس کا قاتل تھا۔ اس کے بعد افراسیاب نے صلح کی درخواست کی لیکن کے خسرو نے اسے نامنظور کر کے جنگ جاری رکھی یہاں تک کہ افراسیاب میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ اب کے خسرو نے اس کا تعاقب کیا اور آذربائیجان میں اسے گرفتار کر کے ذبح کر ڈالا۔ اس نے پھر اس کا تمام مال واسباب لوٹ لیا۔ اس فتح کے وقت اس کے ساتھ شاہ فارس کے اوجن بن حینوش بن کیکاؤس ابن کے کینہ بن کیقباد بھی تھا۔ طبری کے نزدیک یہ کیہر اسف (بہراسف) کا باپ ہے جو کے خسرو کے بعد بادشاہ ہوا ہے جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ افراسیاب کے بعد ترک کے علاقوں پر جوراسف بن شراسف (برادر افراسیاب) تخت پر بیٹھا۔

کیہراسف کی حکومت

ان واقعات کے بعد کے خسرو نے ترک دنیا اختیار کر کے اپنی جگہ کیہر اسف (بہراسف) بن کے اوجن کو تخت پر بٹھایا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے بعد کے خسرو بیابان کی طرف چلا گیا اور وہاں غائب ہوگیا۔ بعض کہتے ہیں کہ مرگیا۔ بہرحال وہ ساٹھ برس حکمرانی کر کے غائب ہوگیا اور اس کی جگہ کیہر اسف (بہراسف) تخت پر بیٹھا۔ اس کے ابتدائی زمانہ حکومت میں ترکوں کا رعب اس درجے تک بڑھا کہ اس نے ان سے لڑنے کے لئے اپنا دارالسلطنت چھوڑ دیا اور نہر جیحون کے کنارے بلخ شہر میں سکونت اختیار کرلی۔ وہ اکثر اوقات ان سے جنگوں میں مصروف رہتا تھا۔ اس کے عہد حکومت میں بختر سی معروف بہ بخت نصر عراق، اہواز اور روم پر اس کا گورنر تھا۔

ممالک فتح ہوتے ہیں

اس کے بعد کیہر اسف نے بخت نصر کی حکومت کا دروازہ کسی قدر وسیع کر کے اسے سرحدی ممالک فتح کرنے کی اجازت دے دی۔ وہ پھر خود ملوک فارس اور بخت نصر بادشاہ موصل وسنجاریف کے ہمراہ شام کی طرف بڑھا اور ارض مقدس فتح کرلیا۔ یہود پر غالب آیا اور اس نے انہیں منتشر اور پریشان کردیا۔ یہ بخت نصر وہی ہے جو عرب سے بھی لڑا تھا اور ایک مدت تک انہیں پریشان کرتا رہا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ کے بہمن کے دور

حکومت میں تھا جو کیتاسب (کیشاشب) بن کیہراسف (بہراسف) کا پوتا ہے۔

معد کی آمد

ہشام ابن محمد کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ خداتعالیٰ نے ارمیانبی علیہ السلام کو وحی کے ذریعے سے یہ مطلع کیا تھا کہ بخت نصر بڑا ظالم ہوگا، اس وجہ سے ان عربوں کو منتشر کردو جن کے گھروں میں دروازے نہیں ہیں اور انہیں اس کی ظالمانہ حرکات سے ڈرادو۔ اس کے علاوہ یہ بتلادو کہ یہ سب تمہارے کفروعصیاں کی وجہ سے ہونے والا ہے۔ اسرائیلی علماء کی کتب میں لکھا ہے کہ یہ وحی یرمیابن خلقیا کی طرف آئی تھی جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ گروہ عرب سے معد بن عدنان کو نکال لائیں اور حکم الٰہی پورا ہونے تک ان کی کفالت کریں۔ ہشام اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ بخت نصر نے بلاد عرب پر حملہ کیا اور انہیں رسد وغیرہ دینے پر مجبور کیا چنانچہ عربوں نے اسے تسلیم کرلیا اور اس نے انہیں انبار اور حیرہ میں ٹھہرایا۔ ہشام کے علاوہ دیگر مورخین لکھتے ہیں کہ بخت نصر نے عرب سے مقام جزیرہ ایلہ اور رایلہ کے درمیان جنگ کی اور میدان جنگ کو سوار اور پیادوں سے بھر دیا۔ بنی عدنان نے پہلے اس کا مقابلہ کیا لیکن اس نے انہیں مقام حضورتک نہایت نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا۔

بنی اسرائیل اور معد

اس کے بعد خداتعالیٰ نے ارمیا اور یوحنا علیہما السلام پر وحی نازل فرمائی کہ معد بنی عدنان کو جس کی اولاد میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہونے والے ہیں، عرب کے گروہ سے نکال لائیں۔ معد بن عدنان اس وقت بارہ برس کے تھے۔ یوحنا پھر گئے اور انہیں اپنے ساتھ رباق پر بٹھا کر جران لائے۔ یوں انہوں نے ابنائے بنی اسرائیل میں پرورش پائی۔ بخت نصر پھر نصرلوٹ کر بابل آیا اور قیدیان عرب کو ابناء میں ٹھہرایا۔ جب بخت نصر مر گیا تو معد ابن عدنان ابنائے بنی اسرائیل کے ساتھ حج کعبہ کو آئے اور وہیں اپنی قوم میں رہ گئے۔ انہوں نے پھر عانہ بنت الحارث بن مضاض جرہمی سے بیاہ کرلیا جس سے نزار بن معد پیدا ہوئے۔

کیتاسب کی حکومت

کیہراسف نہایت نیک سیرت تھا، شرق اور غرب کے حکمران اسے نذرانہ بھیجتے تھے۔ اس نے اپنی حالت حیات میں ترک دنیا کر کے اپنی جگہ کیتاسب (کیساشب) اپنے بیٹے کو تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ کیتاسب نے بھی اپنی عمر کا زیادہ حصہ ترکوں سے جنگوں میں صرف کیا اور ان کی بغاوت اور سرکشی فروکرنے کی غرض سے اپنے لڑکے اسفندیار کو میدان جنگ میں بھیج دیا جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

زرتشت کی پیدائش

اسی کے زمانہ حکومت میں زرداشت (زرتشت) حکیم کی پیدائش ہوئی جس کی نبوت پر مجوسی ایمان لائے ہوئے ہیں۔ بعض اہل کتاب کا یہ بیان ہے کہ یہ اہل فلسطین سے ہے یہ ارمیاہ نبی کی خدمت میں رہتا تھا اور انہیں سے پڑھتا تھا لیکن پھر ان کا مخالف ہوگیا۔ اس کے بعد ان کی بددعا سے یہ مجذوم ہوگیا اور ان سے علیحدہ ہوکر آذربائیجان چلا گیا۔ اس نے وہاں دین مجوسیت کی بناڈالی اور کیتاسب کو اپنی طرف مائل کرلیا جس نے پھر لوگوں کو دین مجوسی اختیار کرنے پر مجبور کیا اور اس کے مخالفین کے قتل کا حکم دیا۔ علماء فارس لکھتے ہیں کہ زردشت شاہ منوشہر کی نسل سے ہے اور ابناء بنی اسرائیل میں سے کسی نبی نے اسے کیتاسب کی طرف مبعوث کیا تھا جبکہ وہ بلخ میں مقیم تھا زردشت اور جاماسب عالم دونوں منوشہر کی اولاد سے ہیں، یہ دونوں زبان فارسی میں اس کا ترجمہ کیا کرتے تھے۔ جو وہ بنی عبرانی میں کہتا تھا۔ جاماسب عالم زبان عبرانی جانتا تھا اور وہ زردشت کو ترجمہ کروادیتا تھا۔ یہ واقعہ سنہ 30 جلوس کیہراسف کا ہے۔

اوستا (ژند) کی تخلیق

علماء فارس یہ بھی لکھتے ہیں کہ زردشت ایک کتاب لایا تھا جس کے وحی ہونے کا وہ مدعی تھا۔ وہ کتاب بارہ جلدوں میں تھی اور اس کے پاس ایک سونے کا نقش تھا۔ کیتاسب نے اس کتاب اور نقش کو اصطخر کے ہیکل میں رکھا اور اس پر اپنے لوگوں کو متعین کر کے عام لوگوں کو اس کی تعلیم کی ممانعت کر دی۔ مسعودی لکھتا ہے کہ اس کتاب کا نام ژند تھا۔ پھر اس نے اس تفسیر کی دوبارہ تفسیر کی اور اسے ژندیہ کے نام سے موسوم کیا۔ یہ وہی لفظ ہے جسے عرب معرب کر کے زندیق کہتے ہیں۔

اس کی تعلیمات

مجوسیوں کے نزدیک یہ کتاب تین حصوں میں تقسیم ہے ایک حصے میں گزشتہ قوموں کے حالات ہیں، دوسرے میں آئندہ باتوں کی پیشین گوئیاں لکھی ہیں اور تیسرے حصے میں مذہبی اور شرعی احکام ہیں۔ مثلاً مشرق قبلہ ہے اور نماز وقت طلوع اور زوال اور غروب کے وقت پڑھنی چاہئے۔ اس کے علاوہ آفتاب کو سجدہ کرنا اور اس سے دعا کرنی چاہئے۔ زردشت نے پھر نئے سرے سے آتش کدے بنوائے جنہیں منوچہر نے ٹھنڈا کر دیا تھا۔ اس نے مجوسیوں کے لئے دو عیدیں مقرر کیں، ایک عید نوروز موسم ربیع کے درمیان اور دوسری عید مہر جان موسم گرما میں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی احکام ہیں۔ لیکن جب فارس کی حکومت اولاً ختم ہوئی تو اسکندر نے ان ساری کتابوں کو جلا دیا۔ اس کے بعد جب اردشیر کا زمانہ آیا تو اس نے اہل فارس کو جمع کر کے پھر نئے سرے سے اس کتاب کو لکھوایا۔ مسعودی لکھتا ہے کہ کیتاسب نے زردشت سے اس کی نبوت کے پینتیسویں برس دین مجوسی کی تعلیم لی۔ کیتاسب نے پھر زردشت کے بجائے اہل آذر بائیجان میں سے جاماسب عالم کو مقرر کیا، یہ فارس کا پہلا موبد (مغان) ہے۔ انتہی۔

فارس اور ترکی کی جنگیں

طبری لکھتا ہے کہ دین مجوسی اختیار کر لینے کی وجہ سے کیتاسب اور ترکوں کے بادشاہ خوزاسب میں متعدد جنگیں ہوئیں۔ ایک عالم اس لڑائی میں مارا گیا۔ زرین بن کیتاسب انہیں معرکوں میں کام آیا، ترکوں کو آخر لڑائیوں میں شکست ہوئی پھر شاہ فارس نے سختی شروع کی اور ترک کے ساحر قیدوشق کو مار ڈالا۔ کامیابی کے بعد کیتاسب بلخ کی طرف واپس آیا تو یہاں اس کے لڑکے اسفندیار نے بادشاہ ترک کی سفارش کی جس پر کیتاسب نے ناراض ہو کر اسفندیار کو قید کر دیا اور خود کرمان اور بجستان کے پہاڑوں پر تارک الدنیا ہو کر سکونت پذیر ہو گیا۔

کیہر اسف کا خاتمہ

بلخ میں اس کا باپ کیہر اسف رہتا تھا۔ اسے اگرچہ پیری نے کسی کام کا نہیں رکھا تھا لیکن اس کے پاس مال اور خزانہ بے حد رہتا تھا اسی لئے ایک دن بادشاہ ترک نے موقع پا کر بلخ پر حملہ کر دیا۔ مقدمتہ الجیش کا افسر اس کا بھائی جورا تھا، اس نے نہایت تیزی سے صرف ایک ہفتے کی لڑائی کے بعد بلخ پر قبضہ کر لیا اور کیہر اسف کو قتل کر کے اس کا مال اور اسباب لوٹ لیا۔ اس نے وہاں کے آتشکدوں کو بھی منہدم کر دیا اور خمال بنت گستاسف اور اس کی بہن کو گرفتار کر کے لونڈی بنا لیا۔

فارس والوں کو شکست

اس لڑائی میں خرزاسب، بادشاہ ترک نے فارسیوں سے ان کے بڑے جھنڈے کو بھی چھین لیا جسے وہ زرکش کاویان کہتے تھے، یہ وہی جھنڈا تھا جسے کاوی حداد نے کھڑا کیا تھا جس نے ضحاک سے باغی ہو کر اسے قتل کیا تھا اور اس کی جگہ افریدون کو تخت نشین کیا تھا۔ شاہان فارس نے اسے اسی کے نام سے موسوم کیا۔ وہ اسے جواہرات سے مرصع کر کے ہمیشہ اپنے خزانے میں رکھتے تھے اور لڑائیوں میں اسے تبرکاً نکالتے تھے۔ اسی جھنڈے کو مسلمانوں نے جنگ قادسیہ میں اہل فارس سے چھین لیا تھا۔

اسفند یار کی حکومت

بعدازاں ترک بادشاہ خرزاسب مہم بلخ سے فارغ ہو کر سجستان کی طرف بڑھا جہاں کیتاسب تارک الدنیا ہو کر عبادت میں مصروف تھا۔ اس نے خرزاسب کے آنے کی خبر سن کر اسفند یار کو قید سے رہا کیا اور اسے جاماسب عالم کے ہمراہ ترکوں سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔ اسفند یار نے خرزاسب کو نہایت سختی کے ساتھ پسپا کیا اور تمام وہ چیزیں جنہیں اس نے لوٹ لیا تھا، پھر واپس لے لیں۔ اس نے حتیٰ کہ پھر زرکش کا دیان بھی چھین لیا۔

خرزاسب کا خاتمہ

بعدازاں خرزاسب کو شکست کے بعد سنبھلنے کا موقع نہیں ملا، وہ شکست پر شکست کھاتا ہوا اپنے ملک جا پہنچا۔ اس کے پیچھے پیچھے اسفند یار اس کا تعاقب کرتا گیا اور اس کے ملک کو بزور تیغ فتح کرتا گیا۔ سب سے آخری جنگ میں خرزاسب اور اس کا بھائی مارے گئے، اس کے بعد اس کا مال و اسباب اور خزانہ لوٹ لیا گیا اور عورتیں گرفتار کر لی گئیں۔ اس کامیابی کے بعد اسفند یار ترک پر خراج مقرر کر کے واپس ہو کر بلخ آیا۔ ہشام ابن محمد لکھتا ہے کہ:

اسفند یار کا حملہ

اس کے بعد کیتاسب نے اسفند یار کو رستم، حکمران سجستان کی طرف روانہ کیا جس نے اس کے دادا کیقباد کو یمن کی قید سے چھڑایا تھا۔ کیقباد نے اسے یہ ملک اس کے حسن خدمت کے بدلے دیا تھا۔ یوں اسفند یار اور رستم میں جنگیں ہوئیں جن کے دوران میں کیتاسب ایک سو بیس عمر کا ہو کر مر گیا۔ اور یہ خود بھی انہیں لڑائیوں میں مارا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کو ان کے شہروں کی طرف لوٹا دیا تھا اور اس کی ماں بنی طالوت سے تھی۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ جس نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی طرف واپس کیا ہے وہ کورش، بادشاہ بابل بہمن کے زمانے میں تھا اور اسی کے حکم سے اس نے بنی اسرائیل کو واپس کیا تھا۔ اس کے بعد کیتاسب بادشاہ ہوا جس کا بیٹا بہمن ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا لڑکا اردشیر بہمن ہے۔

اردشیر بہمن کی حکمرانی

کیتاسب یا دیگر روایتوں کے مطابق اسفند یار کے بعد اردشیر بہمن تخت حکومت پر بیٹھا، یہ بہت رعب داب کا بادشاہ تھا، اسی وجہ سے لوگ اسے طویل الباع (لمبے ہاتھ والا) بھی کہتے تھے۔ اس نے ہفت اقلیم پر حکومت کی۔ ہشام ابن محمد راوی ہے کہ بہمن حکومت پر بیٹھنے کے بعد اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے سجستان کی طرف گیا۔ وہاں پر رستم بن دستان اس کے مقابلہ پر آیا اور خوب لڑا لیکن اس کے اقبال کے دن تمام ہو چکے تھے لہٰذا وہ اپنے بھائی اور بیٹوں کے ہمراہ ان جنگوں میں مارا گیا۔

نواحی علاقوں پر حملے

اس کے بعد بہمن نے روم پر حملہ کیا اور ان پر قبضہ کر کے خراج مقرر کیا، یہ تمام ملوک فارس سے زیادہ عظیم الشان بادشاہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس نے سواد میں ایک شہر آباد کیا تھا۔ اس کی ماں طالوت کی نسل سے تھی، اس میں اور طالوت میں چار پشتوں کا فرق تھا۔ اس کی ام ولد راسف نامی سے ایک لڑکا ساسان تھا۔ جبکہ راسف بنی اسرائیل کی قیدی عورتوں میں سے زربابیل کی بہن تھیں جسے یہودیوں نے ارض مقدس کا حکمران بنایا تھا۔ بہمن نے خمانی کو اس کی تیزی اور فراست کی وجہ سے اپنی جگہ فارس کا بادشاہ بنا دیا جسے اہل فارس شہرزاد کہا کرتے تھے۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ یہ بہمن کی لڑکی تھی اور اس نے اس سے شادی کر لی تھی۔ اس وقت دین مجوسی میں یہ جائز تھا۔ جب خمانی اس سے حاملہ ہوئی تو اس نے کہا کہ تاج اسے دے دو حالانکہ حکومت اور سلطنت کا مستحق ساسان تھا۔ بہرحال بہمن نے اس کے کہنے پر عمل کیا جس پر ساسان رنجیدہ ہو کر اصطخر چلا گیا اور وہیں زہد و

عبادت کرتا اور بکریاں چراتا تھا۔

دارا کی تخت نشینی

بہمن کے مرنے کے بعد چونکہ دارا اکبر کمسن تھا اس لئے خمانی خود حکمرانی کرنے لگی۔ یہ بڑی مدبر، ہوشیار اور عاقل عورت تھی۔ اکثر لڑائیوں میں اپنے دشمنوں پر فتحیاب ہوئی۔ جب اس کا لڑکا دارا اکبر جوان ہوا تو اس نے ملک اس کے سپرد کر دیا اور خود فارس ہوتی ہوئی روم سے لڑنے کے لئے گئی، وہ پھر وہاں سے مظفر و منصور ہو کر واپس آئی۔ اس کا لڑکا دارا حکومت سنبھالنے کے بعد بابل گیا اور اطراف و جوانب کے ملوک سے لڑا۔ اس نے پھر انہیں شکست دے کر ان سے خراج لیا اور بارہ برس حکومت کر کے مرگیا۔ اس کی جگہ اس کا لڑکا بیٹھا جس کا نام بھی دارا تھا، اس نے باپ کے وزیروں کو قتل کر ڈالا۔ یوں رفتہ رفتہ تمام ارکان سلطنت اس سے رنجیدہ ہو گئے۔

دارا کیسا بادشاہ تھا؟

ہشام ابن محمد لکھتا ہے کہ دارا ابن دارا نے چودہ برس حکمرانی کی، یہ نہایت بدسیرت، کینہ پرور اور ستم گر تھا۔ اسی کے دور حکومت میں یونان کا بادشاہ اسکندر بن فیلقوس فارس پر چڑھ آیا، دونوں میں جنگیں ہوئیں۔ آخر دارا کے بعض سپاہیوں نے اسے جنگ کے دوران میں قتل کر ڈالا اور اسکندر کے پاس چلے آئے۔ وہ پھر اس کے قتل کے ذریعے اسکندر سے تقرب کے خواستگار ہوئے لیکن اسکندر نے انہیں قتل کر ڈالا اور یہ کہا کہ یہ اس کا بدلہ ہے جو اپنے بادشاہ کے ساتھ برائی یا نمک حرامی کرتے۔ اسکندر نے فتح یابی کے بعد روشنک بنت دارا سے شادی کر لی جیسا کہ ہم اسکندر کے حالات میں بیان کریں گے۔ طبری لکھتا ہے کہ بعض علماء اخبار ماضیین کا یہ قول ہے کہ دارا کے قتل کے وقت اس کی چار اولادیں تھیں یعنی تین لڑکے: اشک، بنودارا اور اردشیر اور ایک لڑکی روشنک تھی جس سے اسکندر نے فتح یابی کے بعد شادی کر لی تھی۔ دارا نے چودہ برس حکمرانی کی، یہ وہی حالات ہیں جو اہل فارس میں زمانہ کیقباد سے دارا (آخری بادشاہ) تک مشہور ہیں۔

بابل کی تباہی

روم کا مورخ ہروشیوش ابتدائی حکومت فارس میں لکھتا ہے کہ یہ لوگ بنی اسرائیل کے شام میں داخل ہونے کے بعد زمانہ عثنیال بن قناز بن یوقنا میں گزرے ہیں۔ یہ عثنیال، کالب بن یوقنا کا بھائی تھا۔ جو یوشع علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے مدبر اور مصلح ہوئے ہیں۔ اسی زمانے میں ابوالفرس بلاد آسیا سے جسے عربی میں فارس، یونانی میں پرشو اور فارسی میں برشیرش کہتے ہیں نکل کر اس کے نواحی علاقوں میں جا ٹھہرا اور وہاں کے رہنے والوں پر غالب آ گیا۔ اسی وجہ سے یہ گروہ اس کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ بعد ازاں یہ لوگ برابر ترقی پذیر رہے یہاں تک کہ کیرش کی حکمرانی کا زمانہ آیا جس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کسریٰ اول تھا۔ اس نے پھر قضاعیوں کو مغلوب کیا اور شہر بابل پر حملہ کیا۔ یہاں تک کہ دجلہ کے کنارے تک قبضہ کر لیا۔ اس کے تھوڑے دن بعد اس نے بابل شہر پر حملہ کر کے اسے منہدم کر دیا۔ پھر سریانیوں سے جنگ کی اور انہیں لڑائیوں میں مرگیا۔

قنبیشاش کی حکومت

اس کے بعد اس کا بیٹا قنبیشاش بن کیرش حکمران ہوا۔ جس نے مصر پر چڑھائی کی اور مصریوں کے بتوں کو توڑ ڈالا۔ اس نے ان کے شرعی احکام اور ساحروں کو نیست و نابود کر دیا۔ یہ واقعہ ابتداء دولت فارس سے ہزار برس بعد واقع ہوا۔ قنبیشاش کے بعد دارا نے حکومت کی باگیں اپنے ہاتھ میں لی، اس نے بھی بقیہ ساحرین منصوبی یا سریانیوں کے افسروں کو واپس کر دیا۔ جنگ کے دوران خود دارا کے سپہ سالاروں میں سے کسی ایک نے سنہ 23 جلوس دارا میں دفعتہ حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔

ارتشخار کی حکمرانی

اس کے بعد اس کا بیٹا ارتشخار چالیس برس تک اور اس کے بعد دارا الفلوس ارتشخار تیرہ برس تک حکمران رہا، اس کے بعد ارتشخار بن دارا بادشاہ ہوا۔ کیرش بن نوطو اور اس سے لڑائی ہوئی جس میں کیرش مارا گیا اور یہ اس کے ملک پر بھی قابض ہو گیا۔ اس کے بعد اہل روم نے اہل مصر کی مدد سے اس سے سرکشی کی، ایک مدت تک باہم جنگ ہوتی رہی آخر کار اہل روم اور ارتشخار میں صلح ہو گئی۔ اس کے بعد ارتشخار چھبیس برس حکومت کر کے مر گیا۔ یہ واقعات زمانہ حکومت اسکندر بادشاہ یونان میں ہوئے ہیں جو اسکندر اعظم کا ماموں تھا۔ اسکندر بادشاہ یونان کے مرنے کے بعد اسکندر اعظم کے باپ فیلقوس کو شہر مقدونیہ میں تخت نشین کیا گیا جبکہ ارتشخار کی جگہ اس کا لڑکا شخشار چار برس بادشاہت کرتا رہا۔

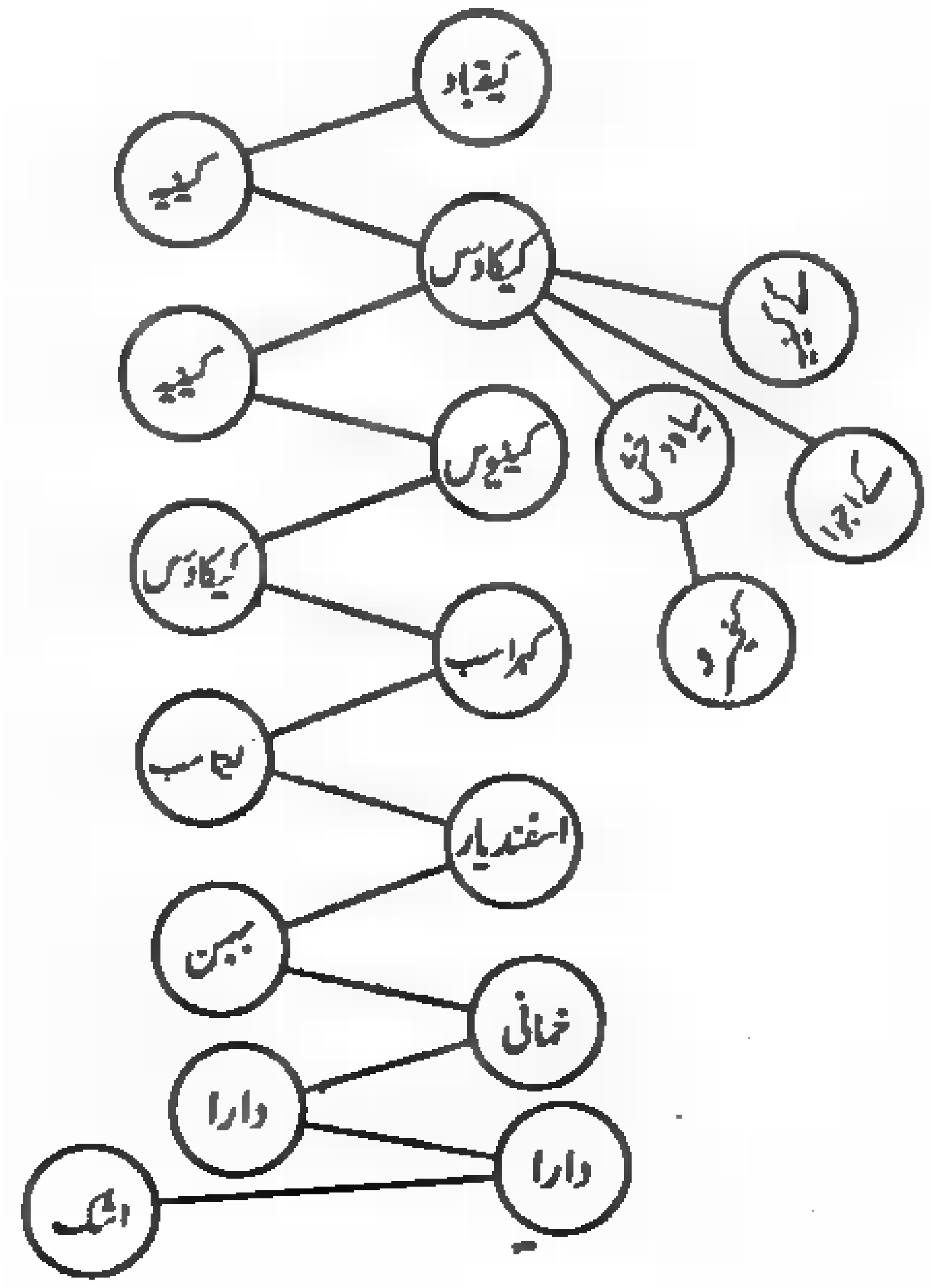
اسکندر اعظم کا حملہ

اسی کے زمانہ حکومت میں اسکندر بن فیلقوس مقدونیہ اور روم کے تمام غربی علاقوں پر حکمران ہوا۔ اشخشار کے بعد شخشار دارا بادشاہ ہوا جس کے زمانے میں اسکندر بن فیلقوس نے یہودیوں سے ارض مقدس چھین لیا۔ اس کے بعد اس میں اور دارا میں جنگ چھڑ گئی جس میں دارا کو ناکامی ہوئی اور اسکندر کامیابی حاصل کرنے کے بعد شام اور مصر کی طرف بڑھا اور اس پر قبضہ حاصل کر کے اسکندریہ آباد کیا۔ وہ پھر وہاں سے واپس ہو کر دارا نطوس سے صف آرا ہوا، جب دارا میدان جنگ سے بھاگ گیا تو اس نے اس کا تعاقب کیا۔ راستے میں وہ اسے زخمی دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور اس کی حالت پر افسوس ظاہر کیا۔ دارا کے مرنے کے بعد اس نے اسے شاہی مدفن میں دفن کرا دیا۔ یہ واقعہ حکومت فارس کی ابتداء کے ایک ہزار اسی برس بعد واقع ہوا جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے۔ (یہاں پر کلام ہروشیوش کا تمام ہوا)

دارا کے آخری کلمات

سہیلی لکھتا ہے کہ اسکندر دارا کو میدان جنگ میں زخمی دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑا اور اس کے سر کو اپنے زانوں پر رکھ کر کہنے لگا۔ ''اے سید الناس، جنگ کرنے سے میرا مقصود تمہارا قتل کرنا نہیں تھا اور نہ میں اس سے راضی ہوا ہوں، تمہاری اگر کوئی خواہش ہو تو بیان کرو۔'' دارا نے کہا۔ ''میری لڑکی سے شادی کر لینا اور میرے قاتل کو قتل کرنا۔'' اسکندر نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک پہنچ کر ملوک فارس کے طبقہ ثانیہ کا زمانہ حکومت تمام ہو گیا۔ والبقاء للہ وحدہ سبحانہ و تعالیٰ۔

طبقہ ثانیہ کے ملوک فارس کا شجرہ



دارایوش کی حکومت

ابن عمید اپنی کتاب ملوک فارس کی ترتیب میں کیرش سے دارا تک یوں لکھتا ہے کہ کورش کے بعد اس کا لڑکا قمبوسیوس آٹھ برس یا دیگر روایتوں کے مطابق نو یا اٹھائیس برس حکمران رہا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے مصر پر حملہ کر کے اس پر قبضہ حاصل کر لیا، یہ بخت نصر ثانی کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد داریوش بن کتاسب نے پچیس برس تک حکومت کی، یہ ان چار بادشاہوں میں سے پہلا بادشاہ ہے جس کی طرف دانیالؑ نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ تین بادشاہ فارس میں حکمرانی کریں گے۔ چوتھا اگلوں سے نہایت عظیم الشان ہوگا۔ پس اول یہ ہے دوسرا دارا ابن گستاسب ہے جو مجسطی میں مذکور ہے، تیسرا دارا ابن الامتہ ہے۔ چوتھا وہ ہے جسے اسکندر نے قتل کیا تھا۔

اسمردیوس کی حکمرانی

دارایوش بن گستاب کی حکمرانی کے دوسرے سال ارض مقدس کو ویران ہوئے ستر برس ہو چکے تھے اور تیسرے سال اس کی تعمیر تکمیل کو پہنچی۔ اس کے بعد اسمردیوس مجوسی بادشاہ رہا، یہ پہلا حکمران ہے۔ جو مجوسی کے لقب سے مشہور ہوا کیونکہ زردشت کا دین مجوسی اسی کے دور حکومت میں زیادہ پھیلا۔ اسمردیوس کے بعد اخشویرش بن داریوش بیس برس تک فارس پر حکومت کرتا رہا۔ اس کا وزیر ہامان عملیقی تھا۔ اس کے بعد ارطحشاشت بن اخشویرش بادشاہ ہوا، یہ لمبے ہاتھ والے کے لقب سے مشہور تھا۔ اسی کے زمانے میں یہودیوں نے فارس کے ہاتھ سے نجات پائی۔ اس نے اپنے حکومت کے بیسویں سال ارض مقدس کی شہر پناہ منہدم کرنے کا حکم دیا لیکن عزیر علیہ السلام کے کہنے سے رک گیا اور نئے سرے سے اس کی شہر پناہ درست کرادی۔

ابن عمید مجسطی سے روایت کرتا ہے کہ عزیر عزرا کے نام سے مشہور ہیں، یہ زمانہ ہارون علیہ السلام کے بعد چودہویں کاہن تھے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کے لئے توریت اور ابناء سلف کی کتابیں اپنی یادداشت کی مدد سے جلاء وطنی اول سے واپسی کے بعد تک تحریر کیں کیونکہ بخت نصر نے ان تمام کتابوں کو جلا دیا تھا۔ بعض علماء یہ بیان کرتے ہیں کہ توریت اور کتب انبیاء کے لکھنے والے یشوع بن الوصادوق ہیں۔ بہر حال ارطحشاشت کے بعد پانچ برس تک ارطحشاشت ثانی بادشاہ ہوا، اسی کے زمانے میں حکیم بقراط اور سقراط شہر اشیاش میں تھے۔ اس کے بعد صغرتیوس تین برس حکومت کر کے مر گیا۔

ناکیش کا تخت پر بیٹھنا

بعد ازاں دارا ابن الامہ ملقب بہ ناکیش یا دیگر روایتوں کے مطابق داریوش الیاریوش سترہ برس حکمران رہا۔ اس کے زمانے میں سقراط، فیثاغورث، اقلیدس حکماء یونان تھے۔ اس کی حکومت کے پانچویں برس مصر والے یونان سے خروج کر کے ایک سو چوبیس برس کے بعد پھر بادشاہ بن بیٹھے۔ دارا ابن الامتہ کے بعد ارطحشاشت برادر زادہ کورش بن داریوش بادشاہ ہوا جس نے گیارہ یا بائیس بر حکمرانی کی۔ اس کے زمانہ حکومت میں الیاقم کاہن تھے۔ اس کے بعد ارشیش بن ارطحشاشت بادشاہ مسمی بہ اخوش یا اوغش بیس برس تک بادشاہ رہا جس نے مصر پر لشکر لے کر حملہ کیا اور اس پر قابض ہو گیا۔ مصر کا فرعون حاناق بھاگ کر مقدونیہ جا چھپا۔ ارطحشاشت نے مصر میں ایک محل اور ہیکل بنوائی جسے حضرت عمرو بن العاصؓ نے محاصرہ کر کے چھین لیا تھا۔ اس کے بعد ارشیش بن ارطحشاشت بادشاہ ہوا جس نے چار برس بادشاہت کی۔ اس کے زمانے میں بقراط، افلاطون اور دمقراطس وغیرہ حکماء یونان موجود تھے۔ بقراط اسی کے دور حکومت میں تناسخ کا قائل ہونے کی وجہ سے مارا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ بقراط کا یہ مذہب نہیں تھا، اس کے کسی شاگرد نے اسے اس مذہب سے متہم کر کے اس پر شہادت دی لہٰذا حکام نے شہر ایثنا میں اسے زہر دے کر مار ڈالا۔

دارا ابن ارشیش کی حکومت

ارشیش کے بعد دارا ابن ارشیش بیس برس تک حکمرانی کرتا رہا۔ ابن عمید ابو راہب سے روایت کرتا ہے کہ یہ چوتھا دارا ہے جس کی طرف

دانیال علیہ السلام نے اشارہ کیا ہے، یہ نہایت عظیم الشان بادشاہ تھا جس نے یونان سے اپنا وہ خراج وصول کیا جو اس کے آباؤ اجداد یونان سے لیتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد جب اسکندر بن فیلقوس یونان کا بادشاہ بنا تو اس وقت اس کی عمر سولہ برس کی تھی، دارا نے پھر اس سے خراج طلب کیا لیکن اسکندر نے سختی سے جواب دیا جس سے دارا برہم ہو کر اس پر حملہ آور ہوا۔ اسکندر نے اس کا مقابلہ کیا اور شکست دے کر ملک فارس اور اس کے علاوہ دیگر علاقوں پر قابض ہو گیا۔ انتہیٰ کلام ابن الحمید۔

فارس کے حکمرانوں کے طبقہ ثالثہ کا ذکر

اشکانیہ کا بیان

ملوک فارس کا یہ طبقہ اشکانیہ (اشغانیہ) کے نام سے بھی مشہور ہے۔ یہ لوگ اشکان بن دارا اکبر کی اولاد سے ہیں جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ ملوک الطوائف میں بھی ایسے عظیم الشان بادشاہ گزرے ہیں جن کا حال پہلے لکھا کیا گیا ہے۔ جب اسکندر ابن فیلقوس نے فارس لے لیا اور دارا اصغر میدان جنگ میں مارا گیا تو اس نے ان بادشاہوں کے بارے میں ارسطو سے مشورہ کیا۔ ارسطو نے کہا کہ فارس کے شاہی خاندان میں سے چند آدمی مختلف مقامات پر حکمران کر دیئے جائیں، وہ آپس میں لڑیں مریں گے اور یوں یونان بچا رہے گا۔ اسکندر نے اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے علماء فارس کو ملک فارس پر حکمران کر دیا اور انہیں بادشاہوں کا نام ملوک الطوائف ہے۔

سلطنت کا بٹ جانا

اس کے بعد جب اسکندر مر گیا تو اس کا ملک اس کے چار امراء میں تقسیم ہو گیا۔ مقدونیہ، انطاکیہ اور اس کے سرحدی ممالک روم کا حکمران فیلیش سپہ سالار اسکندر ہوا جبکہ اسکندریہ، مصر و مغرب پر فیلادفس ملقب بہ بطلیوس حکومت کرنے لگا۔ شام، ارض مقدس اور اس کے سرحدی ممالک دمسطوس کے قبضہ میں رہے جبکہ سواد، اہواز، اور فارس کو یلاقس سلیقس ملقب بہ انطخس نے دبالیا اور پینتالیس برس تک حکمرانی کرتا رہا۔

اشک کی حکومت

طبری لکھتا ہے کہ اشک بن دارا اکبر اپنے باپ کے بعد رے میں رہا اور وہیں اس نے نشو و نما پائی۔ جب وہ بڑا ہوا تو سکندر مر گیا، اس نے پھر لشکر جمع کر کے انطخس پر حملہ کر دیا۔ موصل میں دونوں کی لڑائی ہوئی۔ جنگ میں انطخس مارا گیا۔ یوں اشک سواد پر موصل سے رے اور اصفہان تک قابض ہو گیا۔ بعد ازاں ملوک الطوائف شرافت اور نسب کی وجہ سے اس کی تعظیم کرنے لگے اور اسے اکثر ہدایا و تحائف بھیجتے رہے۔ حالانکہ اسے ان کے معزول کرنے اور حکمران بنانے میں کچھ دخل نہیں تھا۔ وہ لوگ محض اس کی عزت کرتے اور اپنے خطوط میں اس کا نام تعظیماً لکھا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے اور صلح کرتے تھے۔

ایک دوسری روایت

دیگر مورخ لکھتے ہیں کہ ایک شخص ملوک فارس کی نسل کا اصفہان اور سواد پر اسکندر کے مرنے کے بعد اس پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا حکمران ہوا۔ کچھ عرصے بعد وہ لشکر جمع کر کے تمام ملوک الطوائف کا سردار بن بیٹھا۔ اسی وجہ سے اس کے سوا اور ملوک الطوائف کا ذکر ترک کر دیا گیا۔ بعضے لکھتے ہیں کہ یہ شخص اشک بن دارا تھا جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے اور یہی اہل فارس کا قول ہے۔ تاہم دیگر روایتوں کے مطابق اشک اسفندیار بن گستاسب کی اولاد سے ہے اور اس میں اور اسفندیار میں چھ پشتوں کا فرق ہے۔ بخیال بعض اشک بن اشکان اکبر کینیہ بن کیقباد کی نسل سے ہے۔ جس نے ملوک الطوائف پر حکمرانی کی اور اصطخر اور بلاد فارس پر قابض رہا۔ اس کی بیس برس تک حکومت رہی۔

جور کی حکومت

اس کے بعد جور ابن اشک حکمران ہوا۔ جس نے بنی اسرائیل پر یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے قتل کی وجہ سے حملہ کیا۔ مسعودی لکھتا ہے کہ اشک بن اشک بن دارا ابن اشکان اول نے دس برس پھر اس کے بیٹے سابور نے ساٹھ برس حکمرانی کی۔ اس نے بنی اسرائیل پر شام میں حملہ کیا اور ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اس کی حکومت کے اکتالیسویں سال فلسطین میں جناب یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

اشکانیہ کے بادشاہ

اس کا چچا جور دس برس پھر نیرو بن سابور اکیس برس تک بادشاہ رہا، اسی کے دور حکومت میں طیطش قیصر نے ارض مقدس پر قبضہ کر کے اسے ویران اور یہودیوں کو جلاوطن کر دیا جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے۔ نیرو کے بعد جور بن نیرو انیس برس تک اس کے بعد اس کا بھائی جرس (ترسی) چالیس برس تک اور اس کے بعد ہرمز چالیس برس تک حکمرانی کرتا رہا۔ اس کے بعد اردوان بن ہرمز پندرہ برس تک حکمران رہا پھر اس کا بیٹا کسریٰ (خسرو) بن اردوان نے چالیس برس تک حکومت کی۔

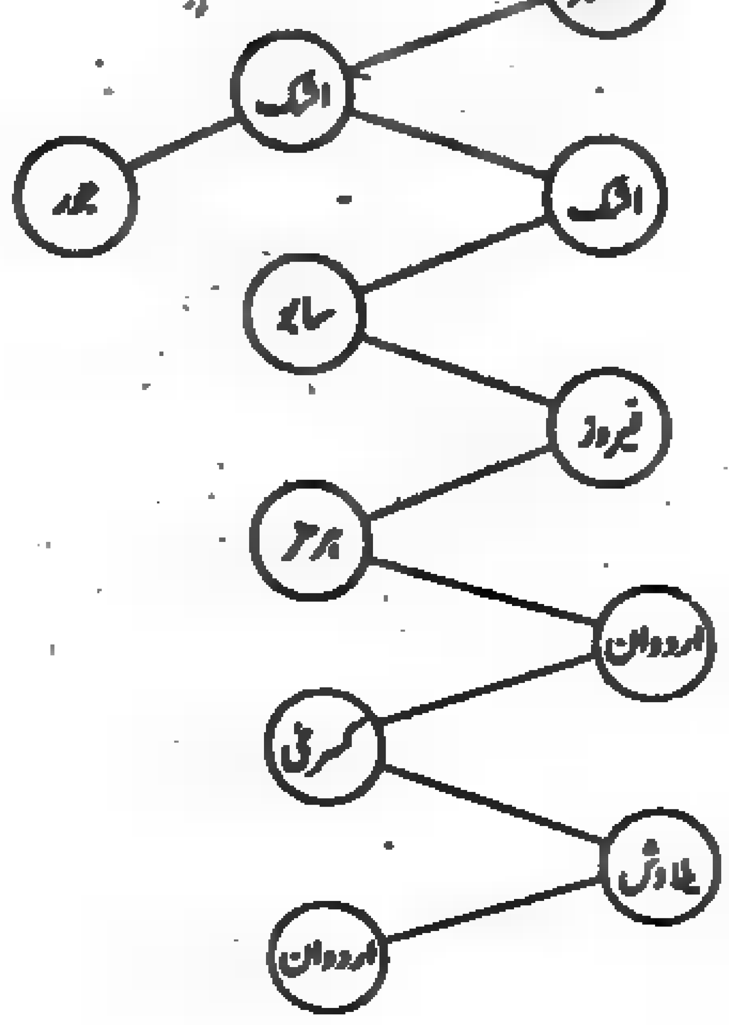
یلاوش کی حکمرانی

اس کا بیٹا یلاوش تھا جس نے چوبیس برس تک حکمرانی کی، اس کے زمانے میں روم نے قیصر کی مدد سے خون نطیخش کے عوض یونان سے نکل کر یلاوش پر حملہ کیا، یلاوش نے فارس اور عراق سے اپنے لشکر جمع کر کے چار ہزار فوج سے اس کا مقابلہ کیا۔ اس فوج پر یلاوش کی طرف سے سواد کا بادشاہ حضر نامی افسر تھا جس نے قیصر پر شب خون مار کر اس کے لشکر کو منتشر کر دیا، اس نے پھر اس سے انطاکیہ کو لے لیا اور خلیج تک بڑھ گیا۔ اس واقعہ کے بعد یلاوش مر گیا۔ اس کی جگہ اردوان ابن یلاوش تیرہ برس تک بادشاہت کرتا رہا یہاں تک کہ اردشیر بن مالک بن ساسان نے بغاوت کر دی اور ملک فارس کو ملوک الطوائف سے چھین کے نئے سرے سے اپنی حکومت کی بنا ڈالی جسے ساسانیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ملوک الطوائف کا دور

طبری لکھتا ہے کہ دور ملوک الطوائف میں جناب عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام پیدا ہوئے جبکہ بابل پر اسکندر اعظم کے قبضے کو پینسٹھ برس ہو چکے تھے اور اشکانیہ کی حکومت پر اکیاون سال گزر رہے تھے۔ عیسائیوں کا یہ گمان ہے کہ بابل پر اسکندر کے غلبے کے تین سو تریسٹھ برس بعد جناب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے واللہ اعلم۔ طبری لکھتا ہے کہ ملوک الطوائف کا زمانہ اسکندر کے بعد سے اردشیر بن مالک کے ظہور تک دو سو ساٹھ برس تک رہا۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ پانچ سو ستر برس تک رہا۔ کہتے ہیں کہ اس مدت میں نوے بادشاہوں نے نوے گروہوں پر حکمرانی کی لیکن ان میں سے ملوک اشکانیہ سب سے عظیم الشان اور نامور تھے۔

طبقہ شاشر کے ملوک فارس کا شجرہ



فارس کے حکمرانوں کے طبقہ رابعہ کے حالات

ساسانی سلطنت

اس خاندان کی سلطنت دنیا کی عظیم الشان سلطنتوں میں سے ہے، اسے مورخین دولت ساسانیہ یا اکاسرہ کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں۔ یہ ان دو حکومتوں (یعنی دولت روم اور دولت فارس) میں سے ایک حکومت ہے جو اسلامی زمانے کی ابتداء میں موجود تھیں۔ اس کا زمانہ حکومت اردشیر بن بابک بادشاہ ملک مرو سے شروع ہوتا ہے جو کہ ساسان بن بابک بن ہرمز بن ساسان اکبر ابن کے بہمن کا لڑکا ہے۔ اس سے پہلے ہم بہمن اور اس کے لڑکے ساسان کا حال بیان کر چکے ہیں کہ جس وقت اس کا بھائی دارا اپنی والدہ کے پیٹ میں تھا، اسی وقت بہمن نے ساسان کو نکال دیا تھا۔ اس کے بعد وہ جبال اصطخر میں جا کر مقیم ہوا تھا اور وہیں اس کے توالد اور تناسل کا سلسلہ جاری ہوا۔

اردشیر بابکان

یہاں تک کہ ساسان اصغر پیدا ہوا۔ وہ پھر آتش کدہ اصطخر کی تولیت کرنے لگا۔ یہ نہایت شجاع اور دلیر تھا، اس کی بیوی شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ اس سے اس کا لڑکا بابک اور بابک سے اردشیر پیدا ہوا۔ ان دنوں اصطخر میں ملوک الطوائف میں سے ایک حکمران حکومت کر رہا تھا۔ اس کا عامل مقام داراب جرد (داراب کرد) میں مقیم تھا۔ جب اردشیر سات برس کا ہوا تو اس کے دادا، ساسان نے اسے شاہ اصطخر کی خدمت میں پیش کر کے یہ درخواست کی کہ اسے عامل داراب جرد کے پاس تعلیم و تربیت کی غرض سے بھیج دیا جائے۔ بادشاہ اصطخر نے درخواست منظور کر کے اردشیر کو عامل داراب جرد کے پاس بھیج دیا۔ کچھ عرصے بعد عامل داراب جرد مر گیا تو اردشیر بادشاہ اصطخر کے حکم سے داراب جرد کا گورنر مقرر ہوا۔ نجومیوں نے چونکہ اس سے کہہ رکھا تھا کہ عالم میں ترے نام کا سکہ چلے گا اس وجہ سے اس نے اپنے دور گورنری میں اکثر ملوک الطوائف پر حملہ کیا اور جلد ہی زمین فارس کے زیادہ تر حصے کا بادشاہ بن بیٹھا۔ اس کے بعد اس نے اپنے باپ کو ان حالات سے آگاہ کیا اور بعد ازاں اصطخر پر بھی بزور تیغ قبضہ حاصل کر لیا۔

اس کی فتوحات

مورخین نے اردشیر کی جنگوں اور اس کی فتوحات کے سلسلے کو اس طرح تحریر کیا ہے کہ اردشیر نے بادشاہ اردوان سے جو اصطخر پر حکومت کر رہا تھا، ایک بار امداد طلب کی۔ اس نے سختی سے جواب دیا اور اردشیر جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ اردشیر نے پھر اصطخر پر حملے کی تیاری کی اور اصطخر جاتے ہوئے کرمان پر قبضہ کر کے اپنے لڑکے کو وہاں کا حاکم بنا دیا۔ اردان نے اس پیش قدمی پر اردشیر کو دھمکی دی اور اہواز کے بادشاہ کو اس کے مقابلے پر بھیجا۔ اس کے مقابلے میں بادشاہ اہواز شکست کھا کر واپس ہوا، اس کے بعد پھر اردشیر نے اصفہان پر حملہ کیا اور اس کے بادشاہ کو قتل کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ وہ پھر اہواز کی طرف بڑھا اور اس کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا۔ اس کے بعد اس نے اردوان سے جنگ کی اور اسے شکست دے کر قتل کر ڈالا۔ رفتہ رفتہ اس نے ہمدان، جبل، آذربائیجان، آرمینیہ اور موصل پر اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیئے پھر ان سے فارغ ہو کر سوڈان کو لے لیا اور دجلے کے شرقی شہروں کے پاس ایک شہر آباد کیا۔ پھر وہاں سے لوٹ کر اصطخر آیا تو بادشاہ کوشان اور مکران نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ بعد ازاں ایک مدت کے محاصرے کے بعد اس نے بحرین کو بھی لے لیا۔ بحرین کا بادشاہ لڑائی کے دوران دریا میں ڈوب کر مر گیا۔ اس کے بعد اردشیر لوٹ آیا اور اس کا لڑکا سابور اٹھا، اس نے بھی بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں، اطراف و جوانب کے بادشاہوں کو زیر کیا اور اکثر نئے شہر آباد کئے۔ اس نے عمارتیں بکثرت بنوائیں غرضیکہ اردشیر چودہ برس حکومت کر کے مقام اصطخر میں مر گیا۔

سواد پر حملہ

ہشام بن کلبی راوی ہے کہ اردشیر اپنے زمانہ حکومت میں اس بات کی خواہش رکھتا تھا کہ جو ممالک ملوک الطوائف سے پہلے اس کے آباؤ اجداد کے قبضے میں تھے، وہ ان سب پر یہ اکیلا حکمران بنے۔ اس وقت اردوانیوں پر اردوان اور ارمانیوں پر بابا بادشاہت کر رہا تھا، ان دونوں نے باتفاق اردشیر کا مقابلہ کیا۔ اردشیر مصلحتاً بابا سے صلح کرنا چاہتا تھا اسی دوران میں اردوان مارا گیا اور اردشیر نے سواد پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد بابا نے اس کی اطاعت قبول کر لی یوں تمام سلاطین مغلوب ہو گئے۔

عرب پر چڑھائی

اس کے بعد اردشیر عرب کی طرف متوجہ ہوا، اس وقت اہل عرب عراق اور حیرہ میں رہتے تھے اور ان کے تین گروہ تھے۔ ایک متنوخ تھا جن میں قضاعہ بھی شامل ہیں اور جو تبابعہ کے کسی حکمران کے ساتھ ہو کر ملوک فارس سے لڑے تھے۔ یہ لوگ غربی فرات پر انبار اور حیرہ کے درمیان رہتے ہوئے خیموں میں گزر اوقات کرتے تھے۔ ان لوگوں نے اردشیر کی سلطنت اور حکومت میں قیام کرنا ناپسند کیا لہٰذا غربی فرات سے نکل کر بر عرب میں چلے آئے۔ دوسرا گروہ عباد کا تھا جو خاص حیرہ میں مقیم تھا۔ تیسرے احلاف تھے جو ان میں بغیر نسب کے ملے جلے ہوئے تھے، یعنی نہ تو وہ تنوخ میں شامل تھے جو فارس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے منکر ہو گئے تھے اور نہ ان عباد میں ہوئے تھے لیکن اتفاق سے یہی اس زمانے میں احلاف انبار اور حیرہ کے مالک تھے اور اسے انہوں نے خراب اور ویران کر دیا۔ انہیں میں سے عمرو بن عدی اور اس کی قوم بھی تھی جس نے حیرہ اور انبار کو پھر شروع سے آباد کیا۔ یہ یاد رہے کہ ان دونوں کو عرب نے زمانہ بخت نصر میں بسایا تھا۔ اس کے بعد بنی عمرو بن عدی نے اسے آباد کیا جب وہ اس کے مالک اور حاکم ہوئے۔ اس کے بعد مسلمان عربوں نے شہر کوفہ لوٹ لیا اور یوں حیرہ نیست و نابود ہو گیا۔

اشکانیوں کا مارا جانا

اردشیر نے فتح یابی کے بعد اپنے دادا کی وصیت کے مطابق اشکانیوں کو چن چن کر قتل کر دیا۔ لیکن ایک عورت شاہ اردوان کے محل میں اپنا نام اور نسب چھپا کر بچ گئی جسے اردشیر نے اپنی خواص میں داخل کر لیا۔ جب وہ اس سے حاملہ ہوئی تو اس نے اپنا نسب ظاہر کر دیا۔ اردشیر کو اس کا یہ فعل ناگوار گزرا۔ اس نے عورت کو قتل کرنے کی غرض سے ایک مرزبان کے سپرد کر دیا۔ لیکن اس مرزبان نے اسے قتل نہیں کیا۔ جب اس سے لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام سابور رکھا اور خفیہ طریقے سے اس کی پرورش اور تعلیم کرتا رہا۔

سابور کی پیدائش

اردشیر نے پھر اپنے آخری زمانے میں لاولد ہونے اور نسل و حکومت ختم ہونے کی شکایت کی اور اس عورت کے قتل اور حمل ضائع کرنے پر پشیمان ہوا۔ اسی وقت مرزبان نے کہا کہ میں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ وہ عورت زندہ ہے اور اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام میں نے سابور رکھا ہے۔ اب اس کی تعلیم و تربیت پوری ہو چکی ہے۔ اردشیر یہ سن کر خوشی کے مارے اچھل پڑا اور اسی وقت سابور کو بلا کر اس نے اپنا ولی عہد بنا لیا۔

سابور کی حکومت

اردشیر کے مرنے کے بعد سابور حکمران ہوا جس نے داد و دہش سے لوگوں کو اپنا مطیع بنا لیا اور ان پر اچھے اچھے افسر مقرر کیے۔ وہ پھر خراسان گیا اور وہاں کا انتظام درست کیا پھر لوٹ کر نصیبین پہنچا اور اسے لڑ کر چھین لیا۔ اس کے بعد اس نے شام کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔ پھر انطاکیہ کا محاصرہ کر کے اس کے حکمران کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ تاہم کچھ عرصے بعد بہت سامال و اسباب لے کر اسے چھوڑ دیا لیکن بعضے کہتے ہیں کہ اسے قتل کر ڈالا۔

سابور کا فسانہ عشق

اس زمانے میں جبال تکریت میں دجلہ اور فرات کے درمیان ایک شہر حضر نامی تھا۔ اس میں جرامقہ کی حکومت تھی جبکہ ساطرون نامی ایک

شخص ملوک الطوائف میں سے وہاں حکمرانی کر رہا تھا۔ مسعودی لکھتا ہے کہ ساطرون بن استطر ون سرائینی حکمرانوں میں سے ہے۔ طبری لکھتا ہے کہ اسے ضیزن کہتے ہیں جبکہ ہشام بن محمد کلبی لکھتا ہے کہ یہ قضاعہ سے تھا اور یہ ضیزن بن معاویہ بن العمید بن الاجدم بن عمرو بن النخع بن سلیم سے ہے۔ اس سلیم کا نسب نامہ ہم قضاعہ میں بیان کریں گے۔ یہ جزیرے میں رہتا تھا اور قبائل قضاعہ کے بہت سے لوگ بھی اس کے ساتھ رہتے تھے۔ اس وقت اس کی حکومت شام تک پھیلی ہوئی تھی۔ سابور نے خراسان کی مہم کی وجہ سے اس سے تعارض نہیں کیا تھا۔ جب وہ ان علاقوں سے فارغ ہوا تو اس کی طرف متوجہ ہوا اور چار برس تک اس کا محاصرہ کئے رہا۔ ایک روز ساطرون کی بیٹی نضیرہ نامی سواد شہر میں سیر کو نکلی جو بہت حسین اور شکیل تھی۔ اس وقت سابور بھی خوبصورت تھا لہٰذا دونوں کی آنکھیں چار ہوتے ہی دلوں میں محبت نے جگہ کر لی۔ اسی خانہ خراب محبت کی وجہ سے نضیرہ نے سابور کو قلعے کی پوشیدہ راہوں کو بتا دیا جس سے اگلے دن سابور قلعے میں گھس گیا اور ضیزن کو قتل کر کے قلعے پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد بنی قضاعہ جو اس کے ساتھ قلعہ میں رہتے تھے، بیابانوں کی طرف چلے گئے۔ جبکہ بنی حلوان تقریباً فنا ہو گئے اور یوں قلعہ حضر ویران و مسمار ہو گیا۔

نضیرہ کا قتل

سابور نے فتح یابی کے بعد نضیرہ سے شادی کر لی۔ شب عروسی کو اس کے ساتھ رہا۔ اس وقت نضیرہ کے بچھونے میں آس کے پتے بھرے ہوئے تھے، سابور کو اس کی سختی سے تکلیف ہوئی۔ وہ باتوں باتوں میں اس سے پوچھ بیٹھا کہ تیرا باپ کیا کھاتا تھا؟ نضیرہ نے جواب دیا ''مکھن، گوشت، شہد، کھجوریں اور شراب۔'' یہ کہہ کر وہ شامت اعمال سے بول اٹھی ''اور تیرا باپ!'' سابور کو یہ کلمہ ناگوار گزرا، وہ غصے سے اٹھا اور کہنے لگا کہ ''میں تیرے ساتھ زمانے کی باتیں کرنے نہیں آیا۔ میں اس دوستی پر لعنت بھیجتا ہوں۔'' یہ کہہ کر سابور اٹھا اور ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ ''ایک تیز گھوڑے پر سوار ہو کر نضیرہ کے بال اس کے دم سے باندھ کر دوڑائے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا، یوں نضیرہ کے بال اکھڑ گئے اور وہ اسی ذلت و رسوائی کی حالت میں مر گئی۔'' ابن اسحٰق کا یہ خیال ہے کہ جس نے قلعہ حضر کو فتح کر کے ویران کیا اور ساطرون کو مارا وہ دراصل سابور ذوالاکتاف ہے لیکن سہیلی اس کا انکار کرتا ہے کیونکہ ساطرون ملوک الطوائف سے ہے اور جس نے ان کی حکومت اور سلطنت لے لی تھی، وہ اردشیر اور اس کا لڑکا سابور ہے۔ اس کے علاوہ سابور ذوالاکتاف اس کے بہت دن بعد ہوا ہے اور وہ ملوک بنی اردشیر کا نواں بادشاہ ہے۔

عرب پر چڑھائی

آگے چل کر سہیلی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ پہلے جس نے ملوک ساسانیہ سے حیرہ پر قبضہ کیا وہ سابور بن اردشیر ہے۔ اس نے جب عرب کو اپنا مطیع بنا لیا تو ان پر اس نے اپنی طرف سے عمرو بن عدی (جد آل منذر) کو وہاں کا حکمران بنایا۔ عمرو بن عدی نے پھر نہایت خوبی سے وہاں کا انتظام کیا اور برابر سالانہ خراج ادا کرتا رہا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا امراء القیس بن عمرو بن عدی وہاں کا گورنر ہوا۔ اس کے بعد یہ ملک آل منذر کی حکومت میں وراثۃً چلا آیا جیسا کہ ہم آئندہ تفصیل سے بیان کریں گے۔

برام کی حکومت

سابور تیس برس تک حکومت کر کے انتقال کر گیا، اس کے بعد اس کا بیٹا ہرمز تخت پر بیٹھا۔ جس نے صرف ایک برس حکمرانی کی، اس کے بعد بہرام بن ہرمز بادشاہ ہوا جو نہایت حلیم اور نیک سیرت تھا۔ اس نے اپنے اسلاف کی اقتدا کی۔ مانی مثنوی زندیق جو نور کا قائل اور ظلمت کا منکر تھا، وہ اس کے دادا (سابور) کے دور حکومت میں ظاہر ہوا تھا جس کی جندے سابور نے بھی اتباع کی تھی۔ اس کے بعد وہ پھر مجوسی ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اسے بہرام بن ہرمز نے قتل کرا دیا تھا۔

مسعودی لکھتا ہے کہ اس کے معنی ہیں جو شخص ظاہر تفسیر کتاب زردشت سے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے، منحرف ہو کر اس کی تاویل کرے چونکہ اس کتاب کا نام زند تھا اس وجہ سے اس کے تاویل کرنے والے کو زندیہ کہنے لگے۔ اس کے بعد عرب نے اسے معرب کر کے زندیق کہا، اس

لفظ میں وہ تمام لوگ شامل ہو گئے جو ظاہر کی مخالفت کریں اور در حقیقت باطن کے منکر ہوں۔ اس کے بعد عرف شرع میں مسلمان اسے زندیق کہنے لگے جو بظاہر اسلام کا قائل ہو اور در حقیقت کفر کا پابند ہو۔

بہرام صغیر کی حکمرانی

بہرام بن ہرمز تین برس تین مہینے حکومت کر کے فوت ہو گیا اس کے بعد اس کا بیٹا بہرام بادشاہ ہوا جو تخت پر بیٹھتے ہی آوارگی اور عیش وعشرت میں مبتلا ہو گیا۔ اس کے افسر پھر رعایا پر ظلم وستم کر کے انہیں طرح طرح سے پریشان کرنے لگے۔ یوں گاؤں کے گاؤں شہر کے شہر ویران ہو گئے۔ ایک روز یہ شکار سے لوٹا ہوا آ رہا تھا کہ اتفاق سے دو الو ایک درخت پر ویرانے میں بیٹھے ہوئے بول رہے تھے۔ بہرام نے کہا کاش میں پرندوں کی زبان سمجھتا ہوتا۔ دو مغوں نے جو اس وقت موجود تھے عرض کیا کہ ہم ان کی زبان سمجھتے ہیں، یہ دونوں الو آپس میں شادی کرنے کی باتیں کر رہے ہیں۔ مادہ کہتی ہے کہ میں بیس ویران شہر لے کر تیرے ساتھ نکاح کروں گی اور نر نے اسے قبول کر لیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر بہرام کا دور حکومت اور کچھ روز باقی رہ گیا تو میں تجھے بیس کے بجائے ہزار ویرانے دوں گا۔ بہرام یہ سن کر خواب غفلت سے چونک پڑا، وہ پھر خود سلطنت کا انتظام کرنے لگا اسی لئے اس کا آخری زمانہ حکومت ابتدائی زمانے سے عدل وانصاف اور انتظام وتدبیر میں بڑھ گیا۔

شہنشاہ کی حکومت

اس کے مرنے کے بعد بہرام بن بہرام نے حکومت کی باگیں سنبھالی، اسے شہنشاہ کے لقب سے بھی خطاب کرتے تھے۔ بجستان اس کا دارالحکومت تھا لیکن وہ چار برس حکومت کر کے مر گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی قرسین (ترسی) بن بہرام نو برس حکومت کرتا رہا، یہ حکمران نہایت عادل اور نیک سیرت تھا۔ اس کے بعد ہرمز بن قرسین بادشاہ ہوا جس کا زمانہ حکومت سات برس تک رہا۔ یہ سب بادشاہ جندیسا پور (مضافات خراسان) میں رہتے تھے۔

شیر خوار بچہ

ہرمز کے مرنے کے بعد اس کی کوئی اولاد نہیں تھی لہٰذا ارکین دولت اس وجہ سے زیادہ پریشان ہو رہے تھے۔ اتفاق سے اس کی ایک بیوی حاملہ پائی گئی۔ ارا کین دولت نے پھر کسی اور شخص کو خاندان شاہی سے تخت نشین نہیں کیا اور وضع حمل کا انتظار کرتے رہے۔ جب وضع حمل ہوا تو پیدا ہونے والے لڑکے کا نام سابور رکھا اور اسی وقت اسے تخت نشین کر دیا۔ وہ پھر خود انتظام سلطنت کرنے لگے۔ بعضے کہتے ہیں کہ ہرمز نے یہ وصیت کی تھی کہ وضع حمل کے بعد جو لڑکا پیدا ہوا اسے ہی تخت نشین کیا جائے۔ بہر حال جب شیر خوار بچہ بادشاہ بنایا گیا تو اطراف وجوانب میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔

لوٹ مار کی کیفیت

اس کے بعد ترک وروم نے ملک دبانا شروع کر دیا۔ عرب کے علاقے ان کے سرحدی ممالک سے بہت ہی قریب تھے اور وہاں کے رہنے والے قحط اور زرخیز زمین نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ فارس کے شہروں کے غلہ کے محتاج رہتے تھے۔ وہ بھی موقع مناسب جان کر لوٹ مار کرنے لگے۔ یوں بحرین، بلاد قیس وحاظہ کی صحرا نشین جماعتیں جوق در جوق ممالک فاس پر حملے کرنے لگیں۔ لوٹ مار فساد کا بازار گرم ہو گیا۔ اسی حالت پر ایک زمانہ گزر گیا لیکن اہل فارس میں سے کسی نے بادشاہ کی کم سنی کی وجہ سے نہ تو ان سے تعارض کیا اور نہ ہی انہیں دفع کرنے کی کوشش کی۔

عربوں پر حملہ

جب ان کا بادشاہ سن شعور کو پہنچا اور اس کی عمر کے سولہ مرحلے طے ہو چکے تب ارا کین دولت نے اس سے اس کے ملک کا حال، عرب کی لوٹ مار اور ترک وروم کے واقعات بیان کئے۔ سابور نے پھر سب سے پہلے عرب پر حملہ کرنا مناسب سمجھ کر اپنے لشکر کی تیاری کا حکم دیا۔ وہ خود ان کی

افسری کرتا اپنے دارالسلطنت سے روانہ ہوا۔ عرب کے لٹیرے اس وقت تک فارس کے علاقوں میں موجود تھے، انہیں اس کی خبر نہ تھی لہٰذا یہ یکا یک ان کے سروں پر پہنچ گیا اور انہیں مارتا نکالتا بحرین تک بڑھ گیا۔ اس نے پھر وہاں پہنچ کر قتل وغارت کا عام حکم دے دیا۔ اس کے بعد اس نے رؤساء عرب تمیم بکر عبدقیس پر چڑھائی کی اور نہایت سختی سے جنگ شروع کر دی۔ عبدقیس شہر چھوڑ کر ریگستانوں میں چلے گئے، وہ پھر یمامہ میں آیا اور وہاں بھی قتل وقید وغارت گری کرنے لگا۔

امن بحال ہوتا ہے

وہ وہاں سے بکر وتغلب کے علاقوں کی طرف متوجہ ہوا جو مملکت فارس اور مناظر روم کے درمیان شام میں رہتے تھے۔ اسے وہاں بھی جو عرب ملا اس نے اسے قتل کر ڈالا، ان کے گھروں کو لوٹ لیا اور ان کے پانی کو خراب کر ڈالا۔ اس کے بعد جس شخص نے اس سے پناہ چاہی اس نے اسے پناہ دے دی۔ چنانچہ بنی تغلب میں سے (جو بحرین اور خط سے آئے تھے)، دارین میں بنی تمیم کے لوگوں کو ہجر میں، بکر بن وائل والوں کو کرمان میں جبکہ بنی حنظلہ والوں کو اہواز میں رہنے کی جگہ دی۔ اس نے پھر شہر انبار، کرخ اور سوس کو آباد کیا۔ مورخین یہ بیان کرتے ہیں کہ ایاد جزیرہ میں پہلے رہتے تھے لیکن گرمیوں میں عراق آ جاتے لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔ سابور ان دنوں کمسن تھا، جب یہ بڑا ہوا اور کاروبار سلطنت سرانجام دینے لگا تو وہ ان کے دفع کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اس زمانے میں ان کا سردار حرث بن اغر ایادی ایاد بن نزار کی اولاد سے تھا۔ سابور کی روانگی سے پہلے ایک شخص نے جو بنی ایاد میں تھا اور جو دارالسلطنت فارس میں ملا جلا ہوا رہتا تھا، حرث بن اغر ایادی کو سابور کے ارادے سے مطلع کیا اور اسے اس کی جنگی طاقت سے ڈرایا لیکن حرث نے اس کے کہنے پر عمل نہیں کیا، انجام یہ ہوا کہ لشکر سابور نے پہنچ کر انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ وہ لوگ اپنا وطن چھوڑ کر سرزمین جزیرہ اور موصل کی طرف چلے گئے تو پھر لوٹ کر عراق نہیں آئے۔ جب مسلمانوں کے بہادر سرداروں نے ان شہروں کو فتح کیا تو ان سے جزیہ (خراج) طلب کیا، انہوں نے پھر جزیہ دینے سے انکار کیا اور روم کی سمت چلے گئے۔

عمرو بن تمیم کی گرفتاری

سہیلی سابور بن ہرمز کے تذکرے میں مزید لکھتا ہے کہ یہ اکتاف (بازو) عرب کے بدن سے کاٹ ڈالتا تھا، اسی وجہ سے عرب اسے ذوالاکتاف کہنے لگے۔ جب بحرین میں اس نے عرب کے سردار عمرو بن تمیم کو گرفتار کیا اس وقت اس کی عمر تین سو برس کی ہو چکی تھی۔ اس سے سابور نے کہا "میں تم سب کو قتل کر ڈالوں گا کیونکہ تم لوگ حکومت وسلطنت کے مدعی ہو۔ تمہارا یہ خیال ہے کہ تمام جہان میں تمہاری حکومت پھیلی ہوئی ہے۔" عمرو بن تمیم نے اس بات کا یہ جواب دیا۔ "اے بادشاہ یہ عالی ہمتی سے بعید ہے۔ اگر درحقیقت ان کا کوئی حق ہے اور وہ اس کے مستحق ہیں تو تمہارا قتل کرنا انہیں نہیں روک سکتا اور اگر کوئی حق اور استحقاق نہیں ہے تو تجھے ان پر قبضہ حاصل ہو گیا ہے۔ انہیں یوں ہی رہنے دے، تیری آئندہ اولاد ان سے نفع اٹھائے گی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سابور کو عمرو بن تمیم کے اس جواب پر رحم آ گیا اور اس نے عربوں کے قتل وغارت سے اپنا ہاتھ اٹھا لیا۔

قیصر روم کا حملہ

اس کے بعد اس نے روم کے علاقوں پر حملہ کیا اور ان کے اکثر قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے دور حکومت میں رومیوں کا بادشاہ قسطنطین تھا جس نے ملوک روم میں سے سب سے پہلے عیسائی مذہب اختیار کیا تھا۔ قسطنطین کے مرنے کے بعد اسی کے خاندان سے الیانوس نامی ایک شخص تخت حکومت پر بیٹھا اور وہ عیسائیت سے منحرف ہو گیا۔ اس نے رؤساء ملت کو قتل اور گرجوں کو مسمار کرا دیا۔ بعد ازاں سابور سے لڑنے کے لئے کثیر التعداد فوج جمع کر لی۔ اس وقت عرب کے قبائل بھی سابور سے انتقام لینے کے لئے قیصر روم کی روج میں شامل تھے۔ اس لشکر کا سپہ سالار ریوسانوس تھا جسے الیانوس قیصر روم نے فارس کو ویران کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ تاریخی کتب میں اس رومی لشکر کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار بیان کی جاتی ہے۔

سابور کا فرار

جس وقت یوسانوس اپنی رومی فوج لئے ہوئے سرزمین فارس پہنچا تو سابور نے بھی اپنا لشکر فراہم کر کے رومیوں کا مقابلہ کیا لیکن رومیوں نے پہلے ہی حملے میں سابور کو پسپا کر دیا۔ عرب کے گروہ نے پھر اس کا تعاقب کیا۔ لیکن وہ معدودے چند آدمیوں کے ہمراہ اپنی جان بچا کر بھاگ نکلا۔ رومیوں نے پھر اس کے خزانے پر قبضہ کر لیا اور شہر طیسون پر اپنی کامیابی کا پھریرا اڑا دیا۔ اس کے بعد وہاں کے رہنے والے رومیوں سے متنفر ہو کر جلاوطن ہو گئے اور رومیوں نے وہاں سکونت اختیار کر لی۔ وہ وہاں نہایت عزت اقتدار سے رہنے لگے۔ کچھ عرصے بعد الیانوس ایک لڑائی میں مارا گیا تو رومیوں نے یوسانوس کو اپنا سردار بنانا چاہا۔ یوسانوس نے یہ شرط رکھی کہ رومی دوبارہ سے عیسائی مذہب اختیار کر لیں جیسا کہ حکومت زمانہ قسطنطین میں تھا۔ رومیوں نے اسے قبول کر لیا اور یوں یوسانوس ان پر حکومت کرنے لگا۔

صلح ہو گئی

اس کے بعد سابور نے پھر فوج جمع کر کے رومیوں پر حملہ کرنے کے سلسلے میں یوسانوس کو دھمکی دی اور یہ کہلا بھیجا کہ میں اپنی رعایا کا انتقام لینے کے لئے آ رہا ہوں، تم خبردار ہو جاؤ۔ یوسانوس یہ سن کر گھبرا گیا، وہ پھر اسی رومی افسروں کو ہمراہ لے کر سابور کے پاس گیا۔ سابور نے اس سے معانقہ کیا اور نہایت عزت سے اسے ٹھہرایا اور اس بات پر صلح کر لی کہ رومی تمام مال غنیمت واپس کر دیں، خون بہا کے عوض نصیبین دے دیں جسے رومیوں نے فارس سے لے لیا ہے۔ چنانچہ یوسانوس نصیبین واپس دے کر اپنے ملک کو لوٹ گیا اور سابور اصطخر، اصبہان (اصفہان) کے لوگوں کو وہاں دوبارہ آباد کر کے اپنے دارالسلطنت واپس آ گیا۔ اس واقعے کے تھوڑے ہی دنوں بعد یوسانوس کا انتقال ہو گیا۔

سابور کا انتقال

بعض مورخین یہ بیان کرتے ہیں کہ سابور جب لباس تبدیل کر کے روم گیا تو وہاں وہ گرفتار کر لیا گیا۔ قیصر نے پھر اسے بیل کی کھال پہنائی اور اسے اپنے ساتھ لئے ہوئے جندیساپور کی طرف بڑھا تا کہ وہ اپنی آنکھوں سے اپنے ملک کی بربادی دیکھ لے۔ لیکن وہ راستے میں موقع پا کر بھاگ نکلا اور جندیساپور کے لشکر میں شامل ہو کر رومیوں کے مقابلے پر آیا۔ اس نے پھر اسے شکست دے کر ان کے حکمران کو گرفتار کر لیا۔ اور اس سے مزدوروں کی طرح مدتوں کام لیتا رہا۔ کچھ عرصے بعد اس کی ناک کاٹ کر ایک گدھے پر سوار کر کے اس نے اسے رومیوں کے پاس بھیج دیا لیکن یہ ایسا قصہ ہے کہ جس کے جھوٹ ہونے کا ثبوت ہر شہادت دے رہی ہے۔ بہرحال سابور اپنی حکومت اور عمر کا بہترواں سال پورا کر کے انتقال کر گیا۔ اس نے پھر شہر نیساپور، بجستان آباد کیا اور حکمرانوں کے رہنے کے لئے ایک محل بنوایا، اس نے اپنی طول وطویل سلطنت میں رعایا کو بہت خوش رکھا۔

ابن سابور کی حکومت

سابور اپنے آخری لمحات کے وقت اپنے برادرزادہ، اردشیر بن ہرمز کے حق میں حکومت کی وصیت کر گیا تھا، اسی لئے اراکین دولت نے اسے ہی تخت نشین کیا لیکن چار برس کے بعد اس سے سلطنت لے لی گئی اور اس کی جگہ سابور بن سابور ذوالاکتاف کو تخت حکومت پر بٹھایا گیا۔ لوگوں نے اس کی بادشاہت کی بڑی خوشی منائی کیونکہ وہ نہایت نیک سیرت تھا۔ وہ رعایا اور لشکریوں سے نرمی کا برتاؤ کرتا رہا تھا۔ بعدازاں اس سے اور بنی ایاد سے اکثر جنگیں ہوئیں جس کی طرف بنی ایاد کا شاعر اس شعر میں اشارہ کرتا ہے۔ علی رغم سابور بن سابور اصبحت۔ قیاب ایاد حولها الخيل والنعم۔ بعضے کہتے ہیں کہ یہ شعر سابور ذوالاکتاف کے لئے کہا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

بہرام کی حکمرانی

بہرحال سابور پانچ برس حکومت کر کے فوت ہو گیا، اس کی جگہ اس کا بھائی بہرام ملقب بہ کرمان شاہ تخت نشین ہوا۔ یہ نہایت مدبر اور نیک سیرت تھا۔ اس کے بعد یہ بھی گیارہ برس حکومت کر کے مر گیا۔ اس کے مرنے کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ جنگ میں یا فوج کے رفع فساد میں

مصروف تھا کہ اچانک اسے ایک تیر آ لگا جس سے وہ مر گیا۔ اس کے بعد یزدجرد الاثیم بادشاہ ہوا جسے اکثر بہرام کا لڑکا بتاتے ہیں۔ لیکن بعض مورخین کہتے ہیں کہ یہ اس کا بھائی تھا۔ ھشام ابن محمد بیان کرتا ہے کہ یہ نہایت غصہ ور، مکار، دغاباز، جابر اور خود رائے تھا۔ وہ تھوڑی سی غلطی کرنے پر اپنی رعایا اور ملازمین کو بہت بڑی سزا دیتا تھا۔ وہ درگزر اور چشم پوشی کا بالکل عادی نہ تھا۔ اعلیٰ درجہ کا بد خصلت، بد طینت اور سفلہ مزاج تھا۔ اس کی حکومت کے ابتدائی زمانے میں رسی حکیم معروف بہ مہر یشی وزارت کرتا تھا لیکن کچھ روز بعد اسے معزول کر دیا گیا۔ اس وقت اہل دولت اس وجہ سے اور نیز بادشاہ وقت کے ظلم و تعدی سے پریشان ہو رہے تھے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک روز اس کے اصطبل خاص کا ایک گھوڑا چھوٹ گیا۔ کوئی شخص اسے پکڑ نہیں سکتا تھا، یزدجرد یہ دیکھ کر ناراضی سے چلا اٹھا اور خود اس کے پکڑنے کو بڑھا۔ اس نے گھوڑے کے پاس پہنچ کر اسے ایک نیزہ مارا تو گھوڑے نے بھی اس پر لات چلائی، دونوں زیادہ زخمی ہو گئے اور پھر اسی زخم کے صدمے سے مر گئے۔ یہ واقعہ اس کی حکومت کے اکیسویں سال واقع ہوا۔

بہرام جور کی حکمرانی

اس کے بعد بہرام بن یزدجرد بادشاہ ہوا جس کا لقب بہرام جور تھا۔ اس نے بلاد حیرہ میں عربوں کے ساتھ پرورش پائی کیونکہ اس کے باپ نے اسے نعمان بن امراء القیس کے سپرد کر دیا تھا۔ اس نے پھر اسے سواری لڑائی علم کی تعلیم دی۔ جب اس کا باپ مر گیا تو اہل فارس نے ایک شخص کو اردشیر کی نسل سے بادشاہ کر دیا۔ بہرام جور یہ اطلاع پا کر نعمان بن منذر کی مدد سے فارس پر چڑھ آیا اور اس سے جنگ کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا جیسا کہ آل منذر کے حالات میں ہم بیان کریں گے۔ اس کے دور حکومت میں خاقان، بادشاہ ترک نے بلاد صغد پر جو اس کے مقبوضات میں سے تھے، فوج کشی کی۔ اس کے بعد بہرام نے اس کا مقابلہ کیا اور نہایت جواں مردی سے اسے پسپا کر کے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد اس نے ہندوستان پر حملہ کیا اور شاہ ہند کی لڑکی سے شادی کر لی۔ ملوک روم اس سے بہت ڈرتے تھے اور ہمیشہ سالانہ نذرانہ بھیجتے تھے۔ اس نے انیس برس حکومت کی اس کے بعد یزدجرد بن بہرام جور حکمران بنایا گیا جس نے مہرنرسی حکیم کو اپنا وزیر مقرر کیا، یہ نہایت نیک سیرت، عادل اور سخی تھا۔ یہ بیس برس حکومت کر کے مر گیا۔

فیروز کی حکومت

اس کے بعد ہرمز بن یزدجرد بادشاہ ہوا جس کا بھائی فیروز ان دنوں یہاں موجود نہیں تھا۔ جب اسے اس واقعہ سے آگاہی ہوئی تو وہ بڑی تعداد میں فوج لے کر چڑھ آیا اور اپنے بھائی کو قید کر کے خود بادشاہ بن گیا۔ اسی کے دور حکومت میں رومیوں نے فارس کو خراج دینا بند کر دیا تھا۔ اس نے پھر ایک لشکر وزیر مہرنرسی کی ماتحتی میں ان کے زیر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ وزیر مہرنرسی نے انہیں مار پیٹ کر پھر اپنا مطیع کر لیا۔ اس کے بعد سات سالوں کا قحط اسی کے عہد حکومت میں پڑا تو اس نے اس کا نہایت معقول انتظام کیا۔ وہ لوگوں میں عموماً مفت غلہ تقسیم کرتا تھا، اس نے پھر محصول بالکل معاف کر دیا۔ اس کے حسن انتظام سے اس زمانہ قحط میں کوئی شخص بھوکوں نہیں مرنے پایا۔

ہیاطلہ اور فیروز کی لڑائی

ہیاطلہ نے اسی زمانے میں اس کے ممالک پر دست درازی شروع کی، اس نے بعد ازاں طغارستان اور بلاد خراسان کے اکثر حصے پر قبضہ کر لیا۔ فیروز نے ان کی مدافعت کی غرض سے لشکر جمع کر کے ان پر حملہ کیا لیکن ناکام رہا۔ ہیاطلہ نے اسے شکست دے کر اس کے چار بیٹوں اور چاروں بھائیوں کو قتل کر ڈالا اور خراسان پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد فارس کے امراء میں سے ایک شخص نے جو شیراز کا رہنے والا تھا، ہیاطلہ کو مغلوب کر کے خراسان سے نکال دیا۔ اس نے ان کا تمام مال و اسباب چھین لیا اور ان قیدیوں کو چھوڑ دیا جنہیں انہوں نے فیروز کے لشکر سے لوٹ لیا تھا اور قید کر لیا تھا۔ فیروز پھر اپنی حکومت کے ستائیسویں سال مر گیا۔ اس نے رے، جرجان اور آذربائیجان میں کئی شہر آباد کئے۔ بعضے کہتے ہیں کہ بادشاہ ہیاطلہ جس نے فیروز پر حملہ کیا تھا، اس کا نام خشنوا تھا اور جس شخص نے خراسان کو اس سے چھینا ہے وہ خرسوس۔ منوشہر کی نسل سے تھا اسے فیروز نے جنگ

خشنواز پر روانگی کے وقت اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ اس نے فیروز کی شکست کے بعد جس نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا وہ سب کے سامنے ہے۔

یلاوش کی حکمرانی

فیروز کے مرنے کے بعد یلاوش بن فیروز بادشاہ ہوا۔ قباد الملک بن فیروز سے جنگ ہوئی تو یلاوش اس پر غالب آیا، وہ پھر بھاگ کر خاقان، بادشاہ ترک کے پاس چلا گیا۔ یلاوش نیک سیرتی اور انصاف سے چار برس حکومت کر کے مر گیا۔ اس کے بعد قباد الملک خاقان کا لشکر آیا اور یلاوش کی جگہ تخت نشین ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت قباد اپنے بھائی یلاوش سے شکست پا کر خاقان کے پاس بھاگا جا رہا تھا وہ نیشاپور ہو کر گزرا اور وہاں شب کو ایک عورت سے ہم خواب ہوا۔ اتفاق سے وہ اس سے حاملہ ہو گئی۔ مدت حمل پوری ہونے کے بعد اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ بعد ازاں جب قباد چار برس کے بعد خاقان کا لشکر لے کر یلاوش سے جنگ کرنے کے لئے آ رہا تھا تو اس کا گزر نیشاپور میں ہوا۔ اس نے پھر اسی عورت کو یاد کیا۔ وہ عورت اس لڑکے کے ساتھ قباد کے پاس آئی جو اس کے بطن اور اس کے نطفے سے پیدا ہوا تھا۔ اسی دوران میں یلاوش کے مرنے کی خبر بھی آئی۔ لہٰذا قباد اس لڑکے کو مسعود اور اقبال مند خیال کر کے اسی وقت اپنے ملک روانہ ہو گیا اور دار السلطنت پہنچ کر تخت پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد جب وزیر سرحد (سواخرامی) نے اسے بھی یلاوش کی طرح مومی پتلا بنانا چاہا تو اس نے بھی وہی انداز اختیار کر لئے لیکن جب اس کے قدم حکومت سلطنت پر جم گئے اور اس نے اپنے وزیر جنگ سابور مہران کو اپنے قابو کا بنا لیا تو اس نے وزیر سرحد کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔

مردک کا ظہور

اسی کی حکومت کے زمانے میں مردک زندیق (مرزق زندیق) ظاہر ہوا، یہ ہر چیز کو مباح کہتا تھا اور کہتا تھا کہ مال و اسباب اور عورتیں کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہیں لہٰذا جس کا جی چاہے بے تامل اختیار کرے کیونکہ یہ تمام چیزیں اللہ کی ہیں اور سب ایک ماں باپ سے ہیں۔

جاماسات کی حکومت

قباد نے پھر اس کا دین قبول کر لیا جس سے ارکان دولت نے برہم ہو کر اسے تخت سے اتار کر قید کر لیا۔ انہوں نے اس کی جگہ جاماسات (جاماسپ) بن فیروز کو تخت پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد زرمہر نے جو اس کا ولی و رفیق تھا، لوگوں کو مزدکیہ (مردک زندیق کے مریدوں) کے قتل پر ابھار کر قباد کو دوبارہ تخت پر بٹھایا لیکن مردک زندیق کا فقرہ ایک بار پھر چل گیا لہٰذا ارکان دولت نے قباد اور زرمہر کو مردک کا معتقد اور مرید سمجھ کر قباد کو پھر تخت سے اتار کر قید میں بھیج دیا۔ انہوں نے ایک بار پھر جاماسات کو بادشاہ بنا لیا۔ قباد کسی طرح قید خانہ سے بھاگ کر ہیاطلہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں بوشہر ہو کر گزرا تو وہاں کے حکمران کی لڑکی سے اس نے شادی کر لی جس سے انوشیرواں پیدا ہوا۔

جاماسات پر چڑھائی

اس کے بعد بادشاہ ہیاطلہ کی مدد سے قباد نے چھ برس کے بعد جاماسات پر حملہ کیا۔ جاماسات کو اس جنگ میں شکست ہوئی اور قباد تخت حکومت پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد رومیوں سے لڑنے کے لئے نکلا اور آمد فتح کر لیا۔ اس کے رہنے والے شہریوں کو قیدی بنا لیا۔ اس نے پھر بہت سے شہر آباد کئے جن میں ارجان بھی ہے جو اہواز اور فارس کے درمیان واقع ہے۔ اس کا دور حکومت پینتالیس برس تک محیط رہا، اس کے بعد انوشیرواں بن قباد بن فیروز بن یزدجرد بادشاہ ہوا۔

انوشیرواں کی حکومت

انوشیرواں بن قباد نے حکومت کی باگیں سنبھالتے ہی اپنے ملک کو چار حصوں پر تقسیم کیا۔ پہلے حصے میں خراسان، سیستان اور کرمان تھے اور اس حصے کا دار الحکومت خراسان تھا۔ دوسرے حصے میں وہ زمینیں تھیں جو کدم اور اصفہان کے درمیان تھیں، ان میں آرمینہ اور آذربائیجان کے صوبے

بھی شامل تھے اور اس حصے کا دارالحکومت آذر بائیجان تھا۔ تیسرے حصے میں اہواز، فارس اور چوتھے میں عراق تھا جس کی وسعت قلمرو کی سرحد تک قائم تھی۔ اس نے پھر اس صوبجات کے انتظام اور اہتمام کے لئے عمدہ عمدہ قوانین بنائے اور ہر ایک عہدے دار کو اس پر عملدر آمد کی ہدایت کی۔ اس کے بعد اس نے ان ممالک کے واپس لینے کی کوشش کی جن پر اطراف اور جوانب کے سلاطین حکمرانی کر رہے تھے۔ وہ اپنی کوششوں میں کافی حد تک کامیاب ہوا۔ اس نے پھر آرمینہ کے باغیوں کو آذر بائیجان میں اور یہاں کے سرکشوں کو آرمینہ میں لے جا کر آباد کیا۔ یوں ظلم وستم کی بیخ و بنیاد اکھاڑ دی۔ بعد ازاں باب الابواب کی شہر پناہ بنائی جس کے بنانے کی ابتداء اس کے دادا نے کی تھی۔ یہ شہر پناہ دریا کے اندر ایک میل تک ہے اور یہ شہر پناہ لوہے اور شیشے کا ہے جبکہ جو خشکی پر بنا یا وہ جبل فتح پر چالیس فرسخ کا ہے۔ اس نے بلاد طبرستان تک ہر تین میل پر اس شہر پناہ میں ایک لوہے کا دروازہ بنایا اور ایک بڑے گروہ کو اس میں آباد کیا تا کہ دشمن اس میں نہ آ سکیں۔ مسعودی لکھتا ہے کہ یہ ہمارے زمانے تک باقی تھی لیکن ظن غالب یہ ہے کہ تاتاریوں نے اسے تباہ کر دیا جبکہ ساتویں صدی میں انہوں نے اسلامی ممالک پر حملہ کیا تھا۔

حکومت کا ابتدائی زمانہ

بہر حال انوشیرواں نے اپنا ابتدائی زمانہ حکومت اصلاح حال رعایا، انتظام ممالک اور درستی قلعات میں صرف کیا۔ اس کے بعد اس نے رومی بادشاہ پر چڑھائی کی اور حلب، قیرس، حمص اور انطاکیہ وغیرہ فتح کر کے اسکندریہ بھی لے لیا۔ اس نے پھر ملوک قبط پر خراج قائم کیا۔ اس کی طاقت دیکھ کر رومی، چینی، تبتی بادشاہوں نے تحائف اور ہدایا بھیجے۔ اس کے بعد اس نے بلاد خشرر پر حملہ کیا اور انہیں اس کے عوض میں کہ وہ اس کے ملک میں فتنہ وفساد کر چکے تھے، قتل کیا اور لوٹ لیا۔ اس دوران ابن یزن (ملوک تبابعہ کی اولاد سے) اس کے پاس یمن کے بادشاہ حبشی کے ظلم کی فریاد لے گیا۔ انوشیروان نے دیلمی لشکر کو اپنے ایک سپہ سالار کی ماتحتی میں اس کے ساتھ کر دیا۔ جس نے یمن پہنچ کر مسروق حبشی شاہ یمن کو قتل کر دیا اور پھر ابن ذی یزن کو وہاں کا حکمران بنا دیا۔

انوشیرواں کے حملے

اسی زمانے میں انوشیرواں نے سراندیپ پر فوج کشی کی اور اس کے حکمران کو قتل کر کے اس پر قابض ہو گیا۔ اس نے پھر عرب میں شہر حیرہ لے لیا پھر وہ ہیاطلہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس کے شاہ کو قتل کر کے اس کے خاندان سلطنت کو بھی نیست و نابود کر دیا۔ یوں اس کی فتوحات کا سلسلہ بلخ اور ماوراء النہر سے آگے بڑھ گیا۔ اس کا لشکر فرغانہ میں بھی اترا ہوا تھا۔ اس نے بلاد روم میں بھی بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔ وہ علم اور اہل علم کو دوست رکھتا تھا۔ اسی کے دور حکومت میں کتاب کلیلہ دمنہ کا زبان یہود سے ترجمہ کیا گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی حکومت کے بیالیسویں برس عام الفیل میں اور آپؐ کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب چوبیسویں برس پیدا ہوئے۔

ہرمز کی حکومت

انوشیروان نے آل منذر کو دوبارہ حیرہ میں بسایا اور طائفہ مرذقیہ کو قتل کر کے ملت مجوسیہ قدیم قائم کی۔ اس نے اکثر شہر آباد کئے۔ وہ پھر اڑتالیس برس حکومت کر کے مر گیا۔ اس کے بعد ہرمز بن انوشیروان بادشاہ ہوا۔ ہشام لکھتا ہے کہ یہ بھی عادل، منصف اور نیک مزاج تھا لیکن اس کے باوجود چھوٹی چھوٹی باتوں پر شرفاء و روساء اور علماء کو قتل کرتا تھا۔ آخر بادشاہ ترک، شابہ نے تین لاکھ فوج کے ساتھ ہرمز پر حملہ کیا۔ جب ہرمز اس سے لڑنے کے لئے ہرات اور باذغیس کی طرف گیا تو اس کی عدم موجودگی میں بادشاہ روم پر عراق جبکہ خزر کا بادشاہ باب الابواب پر اور عرب کا ایک لشکر فرات کے کثیر ساحلی شہروں پر چڑھ آیا۔ غرض کہ چاروں طرف سے دشمنوں نے فتنہ وفساد برپا کر دیا۔

بہرام کی چڑھائی

ہرمز نے خراسان پہنچ کر بہرام چوبیں کو بادشاہ ترک کے مقابلے پر بھیج دیا اور خود وہیں ٹھہرا رہا۔ بہرام نے بادشاہ ترک کو قتل کر کے اس کے لشکر کو پسپا کر دیا اور اس کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد یرموسہ بن شابہ، ترک شہزادہ ترکوں کو اکٹھا کر کے پھر لڑنے کے لئے آیا اور بدقسمتی سے بہرام کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ بہرام نے اسے ہرمز کے پاس قید کر کے بھیج دیا۔ اس نے اس کے ساتھ جواہرات، ظروف اور وہ آلات حرب جو غنیمت میں اسے ملے تھے، روانہ کئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ مال غنیمت دو لاکھ پچاس ہزار اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔

ہرمز کو ہٹانا

ہرمز کو بہرام کی اس کامیابی سے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ طاقت ور نہ ہو جائے یا یہ کہ اس وجہ سے کہ بہرام کی عزت ہرمز کی آنکھوں میں دو چند ہو گئی تھی اسی سبب سے اراکین دولت نے ہرمز کو بہرام کی طرف سے بدظن کر دیا اور ادھر ادھر کی لگانے والے درباریوں نے بہرام کے کان بھی بھر دیئے لہٰذا بہرام نے جان کے خوف سے چند مرزبانوں کو اپنے ساتھ ملا کر یہ فیصلہ کیا کہ ہرمز کو تخت سے اتار کر اس کے لڑکے پرویز (پرویز) کو بادشاہ بنانا چاہئے۔ اس صلاح و مشورے میں ہرمز کے اراکین سلطنت بھی شامل تھے۔

پرویز کی حکومت

پرویز ان دنوں آذر بائیجان میں مقیم تھا لہٰذا وہیں فوجی اور ملکی افسروں نے جمع ہو کر اس کے سر پر شاہی تاج رکھ دیا اور ہرمز کو تخت سے اتار کر قید کر دیا۔ پرویز بادشاہ ہونے اور اپنے ملک پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد بہرام سے ملنے اور اسے اپنا مطیع بنانے کی غرض سے چلا۔ دونوں کی شط نہروان پر ملاقات ہوئی جس میں پرویز نے اطاعت کے لئے چند شرائط پیش کیں جنہیں بہرام نے تسلیم نہ کیا اس وجہ سے دونوں میں جنگ ہو گئی۔ لڑائی میں بہرام نے پرویز کو پسپا کر دیا۔ پرویز سنبھل کر پھر دوبارہ لڑائی کے میدان میں آیا لیکن اس کی تازہ کوششوں نے بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچایا۔ اس کے مشہور و معروف سردار مارے گئے وہ بمشکل جان بچا کر مدائن کی طرف بھاگ نکلا۔ پرویز کا باپ ہرمز اس وقت طبسوں میں قید تھا، اب اس سے یہ خبر بیان کی گئی اور اس بارے میں مشورہ لیا گیا اس نے موریق بادشاہ روم کے پاس جانے اور اس سے مدد طلب کرنے کی صلاح دی چنانچہ پرویز اس کے پاس گیا اور اپنی حکومت کے بارہویں برس لوٹ کر واپس آیا۔

بہرام اور پرویز کی لڑائی

بعض نے اس واقعے کو اس طرح بھی بیان کیا ہے کہ پرویز کو جب اپنے باپ سے کسی وجہ سے بدگمانی پیدا ہوئی تو وہ جان کے خوف سے آذر بائیجان چلا آیا۔ وہاں اکثر امراء اور ملکی اور فوجی افسران جمع ہوئے مگر کوئی بات پیدا نہیں ہوئی۔ اس دوران میں ہرمز نے ایک سپہ سالار کو بہرام سے لڑنے کے لئے بھیجا، بہرام نے اس سپہ سالار کو قتل کر ڈالا۔ فوج بے سردار ہونے کی وجہ سے مدائن کی طرف بھاگی۔ بہرام نے اس کا تعاقب کیا۔ ہرمز یہ واقعہ سن کر پریشان ہو گیا۔ پرویز اپنے باپ کو پریشان دیکھ کر اپنے مقام سے نکل پڑا اور اسے گرفتار کر کے بہرام چوبیں کے مقابلے پر خود آیا پھر وہ بہرام سے شکست کھا کر بھاگا۔ آخر اس کے باپ ہرمز نے بادشاہ روم کے پاس جانے کی صلاح دی لیکن پرویز کے ماموں نے یہ کہا کہ ہمیں اس امر کا خوف ہے کہ بہرام مبادا مدائن چلا نہ آئے اور تیرے باپ کو دوبارہ تخت پر نہ بٹھا دے اس وجہ سے بہتر یہ ہے کہ مدائن پہنچ کر ہرمز کو قتل کر کے بادشاہ روم کے پاس چلنا چاہئے۔ پرویز نے اس رائے کو پسند کیا اور دریائے فرات عبور کر کے مدائن کی طرف بڑھا لیکن بہرام کے تعاقب سے مجبور ہو کر روم کی طرف بھاگ گیا۔ جنگ کے دوران فرار و تعاقب کے کھیل میں پرویز کے ماموں ں فدویہ کو بہرام نے گرفتار کر لیا اور سرحد روم تک پرویز کا تعاقب کر کے واپس آیا۔

روم سے امداد طلب کرنا

پرویز ان لوگوں کے ہمراہ جو اس کے ساتھ تھے، انطا کیہ پہنچا اور قیصر موربق سے مدد کا خواستگار ہوا۔ قیصر موربق نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی حتیٰ کہ اپنی لڑکی مریم سے اس کی شادی کر کے ساٹھ ہزار فوج اپنے ماموں ناطوس کی ماتحتی میں اس کے ساتھ کر دی۔ پرویز جس وقت لشکر روم لئے ہوئے آذربائیجان پہنچا تو اس کا ماموں بھی بہرام کی قید سے کسی طرح چھٹ کر اس سے آملا۔ پرویز نے پھر نہایت اطمینان سے بہرام پر حملہ کیا اور بہرام شکست کھا کر ترکوں کی طرف چلا گیا۔ یوں پرویز مدائن میں داخل ہوا اور لشکر روم کو ہزار ہا روپیوں کا مال و اسباب اور لکھو کھا روپے دے کر رخصت کیا۔

بہرام کا قتل

اس شکست کے بعد ظاہراً بہرام بادشاہ ترک ہی کے پاس رہتا نظر آ رہا تھا لیکن دراصل وہ اپنے کسی خاص ارادے کے پورا کرنے میں مشغول تھا۔ عجب نہ تھا کہ یہ ارادہ اس کا پورا ہو جاتا لیکن پرویز کی ساز باز سے خاقان ترک کی بیگم نے بہرام کو زہر دے کر مار ڈالا۔ خاقان ترک نے اس کے بعد میں اپنی بیگم کو طلاق دے دی اور بہرام کی بہن سے بیاہ کرنے کا خواستگار ہوا لیکن بہرام کی بہن نے اس سے انکار کر دیا۔ اسی وجہ نے قیصر روم کی حمایت میں اپنی بات کر رکھی اور اس سلوک کے معاوضے میں جو قیصر نے اس کی کسمپرسی کی حالت میں اس کے ساتھ کیا، ہمیشہ تحائف اور ہدایا بھیجتا رہا لیکن پھر قیصر کو رومیوں نے تخت سے اتار کر مار ڈالا اور اس کی جگہ قوفا (قوکس) کو تخت قیصری پر بٹھا دیا۔

پرویز کے حملے

پرویز پھر رومیوں سے مقتول قیصر کے خون کا بدلہ لینے کے بہانے سے کھڑا ہو گیا۔ بظاہر اسے قیصر کے بیٹے کے مل جانے سے بھی یہ بہانہ مل گیا تھا۔ اس نے پھر تین سپہ سالاروں کو بڑا لشکر دے کر تین طرف سے رومیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ ایک سپہ سالار سرزمین شام کی طرف روانہ کیا جس نے فلسطین اور ارض مقدس فتح کر لیا اور وہاں کے مذہبی پیشواؤں کو گرفتار کر لیا۔ اس نے اصلی صلیب کو جو زرین صندوق میں مدفون تھی، زمین سے نکلوا لیا اور بڑی دھوم دھام سے کسرائے فارس (پرویز) کے پاس بھیج دیا۔ دوسرا سپہ سالار بلاد مصر کی طرف بھیجا گیا تھا۔ جس نے اسکندریہ اور بلا نوبیہ تک قبضہ حاصل کر لیا۔ تیسرا سپہ سالار قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا گیا تھا جس نے خلیج قسطنطنیہ پر اپنا خیمہ نصب کیا اور رومی ممالک پر حملہ کرنے لگا۔ لیکن رومیوں میں سے کسی نے ابن موربق (سابق قیصر کے بیٹے) کی اطاعت قبول نہیں کی بلکہ انہوں نے اس کے فسق و فجور کی وجہ سے اپنے بنائے ہوئے قیصر قوفا کو مار کر ہرقل کو تخت قیصری پر بٹھا دیا۔

فارس پر ہرقل کا حملہ

ہرقل نے تخت پر بیٹھتے ہی فارس کے علاقوں پر فوج کشی کر دی اور نصیبین تک پہنچ گیا۔ پرویز نے پھر اپنے سپہ سالار کو ہرقل کے مقابلہ پر بھیجا وہ موصل پہنچ کر رومیوں کی آمد کی روک تھام کر رہا تھا کہ ہرقل نے دوسری طرف سے اس کی فوج پر حملہ کیا۔ کسریٰ (پرویز) نے لڑائی کا حکم دیا لیکن اس جنگ میں کسریٰ شکست کھا کر مع اپنی فوج کے میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ ہرقل تھوڑی دور تک اس کا تعاقب کر کے ٹھہر گیا۔ کسریٰ نے بھاگی ہوئی فوج کو بہت سخت سزا دی اور شہراب کو خراسان سے طلب کر کے ہرقل سے جنگ کے لئے اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے روانہ کیا۔ کسریٰ اور ہرقل کے لشکروں کا مقام اذرعات اور بصریٰ میں مقابلہ ہوا اور بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی۔ ان جنگوں میں فارس نے ہرقل کو شکست فاش دی اور شہراب روم میں داخل ہو گیا۔ وہ وہاں کے آباد گاؤں کو ویران اور وہاں کے باشندوں کو قتل کرتے ہوئے قسطنطنیہ تک پہنچ کر واپس ہوا۔ اس کے بعد پرویز نے اسے خراسان کی گورنری سے معزول کر کے اس کے بھائی کو وہاں کا گورنر کیا۔ فارس اور روم کی اسی غالبیت اور مغلوبیت کے سلسلے میں سورہ روم کی اول آیات شریفہ نازل ہوئی ہیں۔ طبری لکھتا ہے کہ آیہ کریمہ میں "ادنی الارض" سے اذرعات اور بصریٰ مراد ہیں جہاں پر کہ فارس اور روم کی آپس میں جنگیں ہوئی تھیں۔ بعد ازاں روم نے اس واقعے کے سات برس بعد فارس پر غلبہ حاصل کیا اور مسلمانوں نے جناب باری عز اسمہ کے اسی

وعدے پر لوگوں کو اس سے مطلع کیا کیونکہ قریش بت پرستی کی وجہ سے فارس کی طرف داری کرتے تھے جبکہ مسلمان اہل کتاب ہونے کے خیال سے روم کو سراہتے تھے۔ اسی کی طرف جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحیہ کلبیؓ کو نامہ مبارک دے کر بھیجا تھا اور اسلام کی دعوت دی تھی جیسا کہ ہم آئندہ حالات ہجرت میں بیان کریں گے۔

پرویز کی مشہوری

پرویز زیادہ دن تک بادشاہت کرتا رہا لیکن اپنے آخری زمانے میں اس نے بدخلقی اور ظلم و تعدی کو اپنا شیوہ بنالیا اور لوگوں کا مال و اسباب بظلم چھیننے لگا۔ وہ کسی کی فریاد نہ سنتا تھا اور فریادی کو دھکے دے کر نکلوا دیتا۔ رعایا اسی وجہ سے اس سے بددل ہوگئی۔ ہشام لکھتا ہے کہ پرویز کا جس قدر خزانہ تھا اس قدر شاہان فارس میں سے کسی کا نہیں تھا۔ اس کی فتح و نصرت کی موجیں خلیج قسطنطنیہ اور افریقہ تک پہنچ گئی تھیں۔ وہ جاڑے کے موسم میں مدائن میں رہتا اور موسم گرما میں ہمدان چلا جاتا تھا۔ اس کی بارہ ہزار بیگمات تھیں اور ایک ہزار جنگی ہاتھی تھے۔ پچاس ہزار سوار ہر روز اسے سلامی کے لئے آتے تھے۔ اس نے صدہا آتش کدہ بنوائے، ان میں ہزارہا مغان مقرر کئے۔ پھر ان کے مصارف کے لئے اپنے ملک کا اٹھارہ برس کا خراج وقف کر دیا۔ اس کے خزانہ کا کوئی حد و شمار نہیں تھا۔ اسی شان و شوکت کے باعث وہ آخری زمانے میں اس درجہ مغرور ہوگیا کہ شرفاء اور رؤساء کو حقیر سمجھنے لگا۔ اس نے چھتیس ہزار قیدیوں کے مار ڈالنے کا حکم دے دیا۔ جب ارا کین دولت نے اس کی مخالفت کی تو داروغہ قید خانہ نے ان سب کو چھوڑ کر دیا اور انہی کے ساتھ اس کے لڑکے شیرویہ کو بھی چھوڑ دیا۔ جس کا نام قباد تھا۔ اسے بھی پرویز نے دیگر لڑکوں کے ساتھ قید کر دیا تھا کیونکہ نجومیوں نے اس سے کہہ رکھا تھا کہ تیرا ہی کوئی لڑکا تجھے قتل کرے گا۔

پرویز کا خاتمہ

اس کے بعد شیرویہ کے پاس جس وقت وہ تمام قیدی جن کے مارے جانے کا پرویز نے حکم دے دیا تھا، جمع ہوگئے تو اس نے شاہی محل پر حملہ کر دیا اور پرویز کو گرفتار کر لیا۔ پرویز نے خط اور کتابت کر کے اپنی جان بچانے کی فکر کی۔ لیکن اہل دولت کی مخالفت سے مجبور ہو کر شیرویہ نے اپنے باپ کو اس کی حکومت کے اڑتیس برس بعد قتل کر ڈالا۔ جب اس کی خبر اس کی دونوں بہنوں بوران اور ازرمیدخت کو ہوئی تو وہ روتی ہوئی آئیں اور شیرویہ کو اونچی اونچی آواز میں لعنت و ملامت کرنے لگیں۔ شیرویہ بھی رونے لگا اور اس نے سر سے تاج اتار کر پھینک دیا۔ وہ چھ آٹھ مہینے حکومت کر کے بعارضہ طاعون مر گیا۔ اس کا انتقال ہجرت کے ساتویں سال واقع ہوا جیسا کہ سہیلی نے لکھا ہے۔

اردشیر کی حکومت

شیرویہ کے مرنے کے بعد اردشیر بادشاہ بنایا گیا، یہ اس وقت سات برس کا تھا کیونکہ اس کے سوا شاہی خاندان میں کوئی مرد باقی نہیں رہا تھا۔ اس لئے کہ پرویز نے چھوٹے بڑے لڑکوں اور پوتوں سبھوں کو قتل کر ڈالا تھا۔ یوں خشنش بہادر (خوانسالار) نے ملک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس نے حکمرانی اچھی کی۔ اس وقت شہریران (شہریار) نامی ایک شخص انطاکیہ میں رہتا تھا جو کہ پرویز کی سلطنت کا رکن شمار کیا جاتا تھا۔ شام اسے جاگیر میں دیا گیا تھا، چونکہ اس سے اردشیر کی تخت نشینی کے وقت مشورہ نہیں لیا گیا تھا۔ اس وجہ سے یا اردشیر کی کم سنی کی وجہ سے وہ بگڑ گیا اور لشکر لے کر چڑھ آیا۔ اس نے خشنش بہادر کا شہر طبسوں میں محاصرہ کر لیا۔ جنگ کے دوران میں کسی سپاہی نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ یوں شہریران قلعے میں داخل ہوگیا۔ اس نے خشنش کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور اس کے ساتھ کئی امراء فارس کو مار ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد اردشیر اٹھا لیکن وہ بھی مار دیا گیا۔ ڈیڑھ برس اس کی حکومت رہی۔

بوران کی حکمرانی

اردشیر کے قتل کے بعد شہریران تخت پر بیٹھا حالانکہ وہ خاندان شاہی میں سے نہیں تھا۔ لہٰذا اراکین سلطنت کو شہریران کا یہ فعل ناگوار گزرا اور لوگ اس کے قتل کی در پردہ فکر کرنے لگے۔ ایک روز وہ ایرانی فوج کا جائزہ لے رہا تھا کہ ایک سوار نے پہنچ کر اسے نیزہ مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا، پھر کیا تھا جتنے سوار اس وقت موجود تھے سب اسے مارنے پیٹنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے شہریران کا کام تمام ہو گیا پھر نیا بادشاہ بنانے کی فکر ہوئی۔ چونکہ شاہی خاندان میں کوئی لڑکا موجود نہیں تھا اس وجہ سے بوران بنت پرویز تخت حکومت پر بٹھائی گئی۔ جس نے انتظام ممالک کے لئے فرخ بن ماجد شیراز کو جو اصطخر کا رہنے والا اور شہریران کا رشتہ دار تھا، اپنا وزیر بنایا۔ اس نے لوگوں سے خراج معاف کر دیا اور داد و دہش سے رعایا کو خوش رکھا۔ اس نے صلیب کو یروشلم واپس بھیج دیا۔ بوران ایک برس چار مہینے حکومت کر کے مرگئی، اس کے بعد خشنشدہ (اس کا چچازاد بھائی) بیس روز تک حکمران رہا۔

ارزمیدخت تخت پر بیٹھتی ہے

اس کے بعد فارس کے امراء کے صلاح مشورے سے ارزمیدخت بنت پرویز حکمرانی کے لئے منتخب کی گئی یہ نہایت حسین و جمیل عورت تھی۔ لہٰذا فرخ ہرمز خراسان کا گورنر اس پر عاشق ہو گیا اور اسے شادی کا پیغام بھیجا۔ ارزمیدخت نے کہلا بھیجا "تم نے یہ پہلے سے کیوں نہیں کہا، اب چونکہ میں ملکہ ایران ہوگئی ہوں لہٰذا مجھ پر حرام ہو۔ تم شب کو میرے پاس آؤ، میں دربان سے کہہ رکھوں گی۔" فرخ ہرمز یہ سن کر مارے خوشی کے پھولا نہ سمایا، اس نے خراسان میں اپنے لڑکے رستم کو اپنی جگہ چھوڑ کر ارزمیدخت کے پاس آ پہنچا اور رات کو شاہی محل میں داخل ہونے کے قصد سے چلا۔ ارزمیدخت نے داروغہ محل سرا کو پہلے ہی سے اس کے قتل کا حکم دے رکھا تھا۔ لہٰذا اس نے اسے پہنچتے ہی قتل کر ڈالا۔ جب اس واقعے کی خبر رستم کو ہوئی تو وہ ایک کثیر التعداد فوج لے کر مدائن پر چڑھ آیا۔ ارزمیدخت مقابلہ نہیں کر سکی بعض کہتے ہیں کہ گرفتار کر کے قتل کی گئی اور بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ زہر کے ذریعے سے ماری گئی۔ بہرکیف چھ مہینے اس کی حکومت رہی۔

فرخ زاد کی حکومت

اس کے بعد اردشیر بن بابک کی نسل سے ایک شخص پرویز کی اولاد سے تھا۔ جس کا نام فرخ زاد بن خسرو تھا۔ حکومت کے خیر خواہان نصیبین کے قریب حصن حجارہ سے اسے ڈھونڈ کر مدائن لائے اور اسے تخت پر بٹھایا۔ لیکن جلد ہی اس کے مخالف ہو کر تخت سے اسے اتار کر مار ڈالا۔ بعض کہتے ہیں کہ جب کسریٰ ابن مہر خشنش مارا گیا تو اراکین سلطنت فارس نیا بادشاہ بنانے کے لئے خاندان شاہی کے کسی فرد کی جستجو کرنے لگے۔ اتفاق سے میسانی میں ایک شخص مل گیا جس کا نام فیروز بن مہر خشنش تھا۔ اسے بعض خشنشدہ بھی کہتے ہیں۔ اس کی ماں چہار بخت بنت یزدقرار بن انوشیروان تھی۔ اسے لوگوں نے مجبوراً بادشاہ بنایا، اسی لئے چند دن کے بعد اس کو تخت سے اتار کر مار ڈالا۔ اس کے بعد ایک شخص حصن حجارہ (قریب نصیبین) سے لایا گیا اور اسے تخت حکومت پر بٹھایا گیا۔ اس نے کچھ عرصہ حکومت کی پھر چھ مہینے بعد سلطنت کے ساتھ ساتھ اس کی روح بھی چھین لی گئی۔

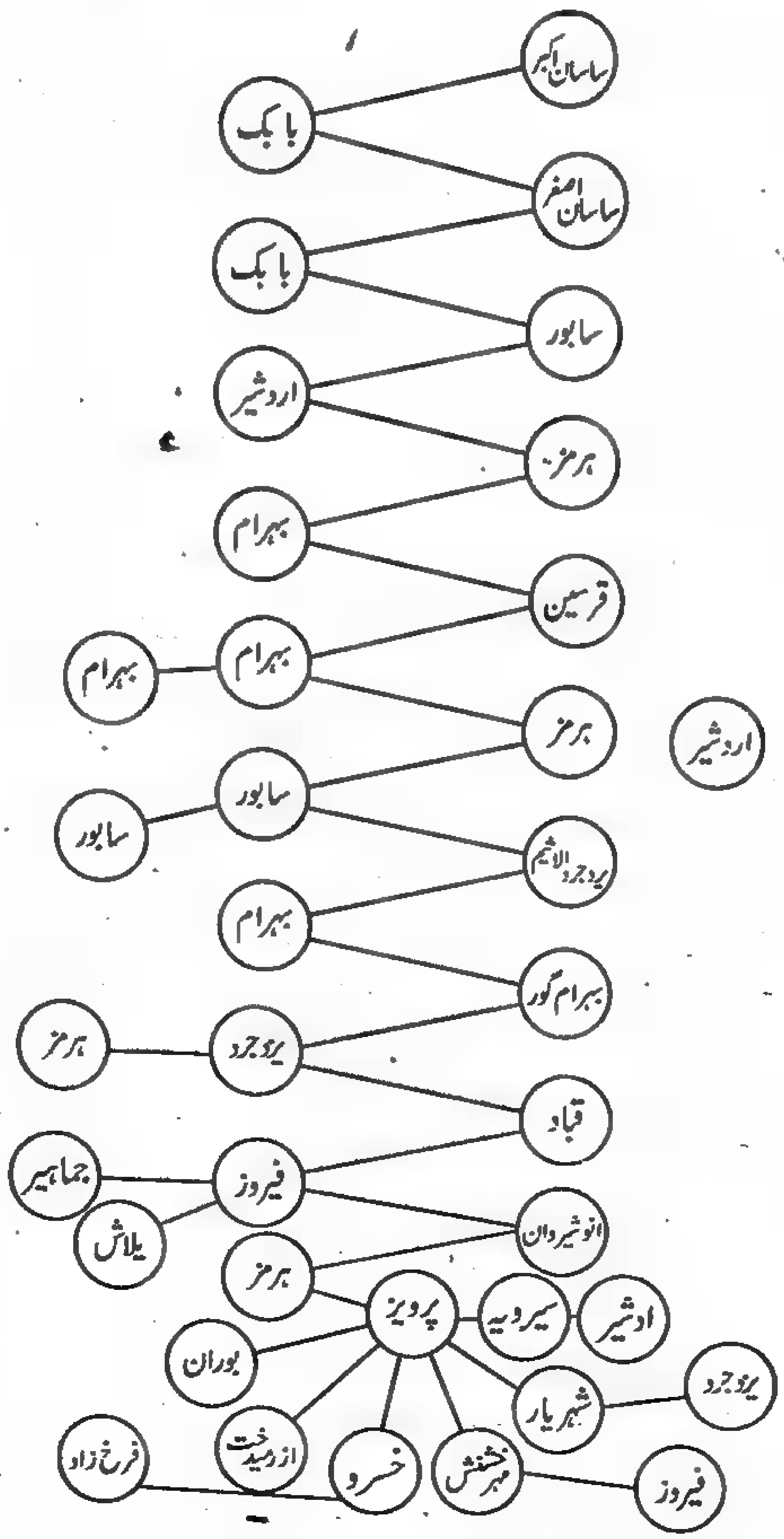
یزدجرد کی حکمرانی

اس کے بعد یزدجرد بن شہریار بن پرویز جو اپنے دادا کے خوف سے بھاگ گیا تھا اور آتشکدہ اصطخر میں رہتا تھا۔ اسے اہل اصطخر نے بادشاہ بنا لیا۔ اس دوران میں امرائے حکومت فارس نے ابن خسرو فرخ زاد کو نیا بادشاہ بنایا لیکن ایک برس بعد یزدجرد کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ یہی فارس کا آخری بادشاہ ہے جس نے بالاستقلال حکومت کی۔ اسی کے زمانے میں حکومت فارس کمزور ہوگئی اور چاروں طرف سے دشمنان دولت نکل پڑے۔ اس کے دور میں اس کی حکومت کے دوسرے برس اور بروایت بعض چوتھے برس عرب کے مسلمانوں نے فارس پر حملہ کیا جن کی فتوحات اور کامیابیوں کے مفصل واقعات ہم اسلامی فتوحات میں لکھیں گے۔

فارسی حکمرانوں کا دور

یزدجرد تقریباً بیس برس حکومت کر کے مرو میں مارا گیا۔ یوں سلاطین اکاسرہ ساسانیہ کے حالات ختم ہوئے۔ طبری نے اس کے آخر میں لکھا ہے کہ اب تک جناب آدم علیہ السلام کے زمانہ ہجرت تک یہودیوں کے مطابق چار ہزار چھ سو بیالیس برس ہوتے ہیں اور بخیال نصاریٰ جیسا کہ یونانیوں کی توریت میں ہے، پانچ ہزار نو سو بانوے برس اور بقول اہل فارس زمانہ قتل یزدجرد تک چار ہزار ایک سو اسی برس ہوتے ہیں۔ یزدجرد ان کے نزدیک سنہ 30ھ میں قتل کیا گیا لیکن اہل اسلام یہ روایت کرتے ہیں کہ آدمؑ و نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرن گزرے ہیں اور ایک قرن سو برس کا ہوتا ہے۔ اس طرح نوحؑ اور ابراہیمؑ کے دوران دس قرن اور ابراہیمؑ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان دس قرن گزرے ہیں۔ اسے طبری نے ابن عباس اور محمد بن عمر بن واقدی نے اہل علم کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے۔ طبری سلمان فارسی اور کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایتوں سے کہتا ہے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ فترت کے درمیان چھ سو برس کا فاصلہ ہے۔ واللہ اعلم بالحق فی ذالک والبقاء اللہ الواحد القہار۔

طبقہ رابعہ کے ملوک فارس کا شجرہ



باب:۱۹

یونان کے حکمرانوں کے حالات

یونانیوں کا نسب

دنیا میں حکومت اور سلطنت کے لحاظ سے عظیم الشان گروہوں میں سے ایک گروہ یہ بھی ہے جن کی دو بڑی حکومتیں تھیں۔ ایک اسکندر کی اور دوسری قیاصرہ کی جن کا زمانہ اسلام نے پایا ہے یہ وہی لوگ ہیں جو شام میں حکومت کر رہے تھے۔ محققین نے اتفاق کیا ہے کہ یہ سب یافث بن نوح علیہ السلام کی طرف نسباً منسوب کئے جاتے ہیں۔ کندی سے روایت کی جاتی ہے کہ یونان عابر بن فالغ کی نسل سے ہے وہ اپنے بھائی قحطان سے رنجیدہ ہو کر اپنے اہل وعیال کے ساتھ یمن سے جلاوطن ہو کر افرنجہ (فرانس) اور روم کے درمیان آ کر ٹھہرا تھا۔ ان میں ان کا نسب مل جل گیا، لیکن ابوالعباس نے اس امر کی مخالفت کی ہے جیسا کہ اس کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے۔

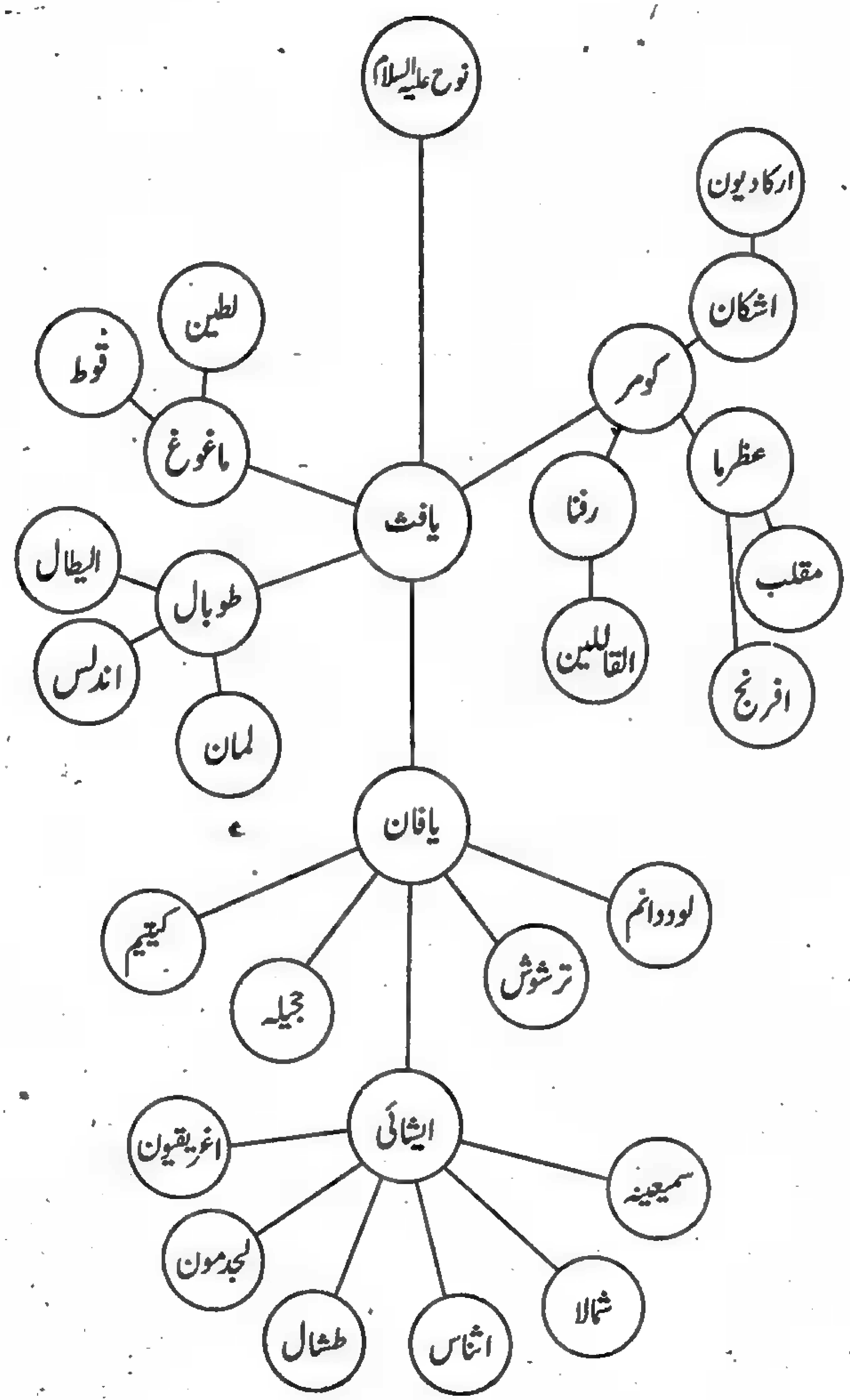
بنو یاقان کا ذکر

بہر حال اسی وجہ سے اسکندر کو تبع میں شمار کیا جاتا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ وہ یافث کی نسل سے ہے۔ اس کے علاوہ تمام محققین روم کو یونان افریقی لاطینیوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یونان کا ذکر توریت میں آیا ہے کہ وہ یافث کی صلیبی اولاد سے ہے اور اس کا نام یاقان تھا۔ عرب نے اسے معرب کر کے یونان کر دیا یعنی روم کے مورخ ہروشیوش نے غریقیون کے پانچ گروہ قائم کئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک یونان کے پانچ لڑکوں کیتم، حجیلہ، ترشوش، دوانم اور ایشائی کی طرف منسوب ہوتے ہیں جبکہ ایشائی کی نسل شاخوں میں سجینہ، اشاس، شالا اور طشال اور لجدموں کو شمار کیا ہے۔ روم اور لاطیبوں کو بھی انہی کی طرف منسوب کیا ہے لیکن ان پانچوں میں سے کسی خاص کی طرف انہیں منسوب نہیں کیا بلکہ افرنج کو غطر مابن عومر بن یافث کی نسل سے لکھا ہے اور صقالبہ کو اس کا نسبی بھائی بتایا ہے۔

اشکان کی حکومت

وہ یہ بھی تحریر کرتا ہے کہ اس گروہ میں حکومت بنی اشکان بن عومر کر رہے تھے۔ اس نے قوط کو مادائی بن یافث کی طرف منسوب کیا ہے اور ارمن کو ان کا نسبی بھائی قرار دیا ہے۔ اس نے پھر دوبارہ قوط کو ماغوغ بن یافث کی طرف منسوب کر کے لاطینیوں کو ان کا نسبی بھائی ٹھہرایا ہے۔ بعد ازاں ان میں سے قالین کو رفنا بن غومار کی طرف، طوبال بن یافث کی طرف اندلس ایطالیہ۔ ارکادیبوں کو اور طیراش بن یافث کی طرف اجناس ترک کو منسوب کیا۔ اس کے نزدیک غریقیوں کا نام تمام یونان والوں میں شامل ہے۔ اس نے پھر روم کو غریقیوں پر تقسیم کیا ہے۔ ابن سعید بیہقی کی روایت کے مطابق تواریخ المشرق سے نقل کرتا ہے کہ یونان علجان بن یافث کا لڑکا ہے۔ اسی وجہ سے انہیں علوج بھی کہتے ہیں۔ اس نسب میں سوائے ترک کے تمام شمال والے شریک ہیں اور یقینی شعوب۔ ثلاثہ۔ یونان کی اولاد سے ہیں۔ جبکہ اغریقی، اغریقش بن یونان کے، روم رومی بن یونان کے، اور لاطینی الطین بن یونان کی نسل سے ہیں جبکہ اسکندر رومیوں میں سے ہے۔ واللہ اعلم۔ ان میں سے جہاں تک ہمیں علم ہے۔ سردست ہم ان کی ان دو حکومتوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو زیادہ مشہور ومعروف ہیں۔ واللہ الموفق للصواب۔

یونان اور روم کا شجرہ نسب



غریقی کے حالات

یونانیوں کے دو شعبے ہیں، ایک کو غریقی اور دوسرے کو لاطینی کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے رہنے کے لئے اپنے تمام برادران بنی یافث مثلاً صقالیہ، ترک اور افرنجہ وغیرہ کے ساتھ معمورہ عالم میں شمالی جانب کو اختیار کر لیا۔ وہ پھر جلد ہی اس کے وسط میں جزیرہ اندلس اور بلاد ترک درمیان مشرق میں طولاً اور بحر محیط اور بحر رومی کے درمیان عرضاً قابض ہو گئے۔ اس کے بعد لاطینیوں نے اس کی جانب غربی کو جبکہ غریقیوں نے شرقی

جانب کو اپنا مسکن بنالیا۔ ان دونوں کے درمیان خلیج قسطنطنیہ واقع ہے اور ان دونوں کے مابین دو بڑی مشہور سلطنتیں گزری ہیں۔ غریقیوں نے اپنے آپ کو یونانیوں کے نام سے مخصوص اور موسوم کر لیا اور انہی میں اسکندر بھی تھا۔ جو دنیا کے مشہور نامور فاتحوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، خلیج قسطنطنیہ کے مشرقی جانب مابین بلاد ترک اور دروب شام کے درمیان رہتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے بلاد ترک، عراق، ہند اور آرمینہ وغیرہ بلاد شام میں اور بلاد مقدونیہ، مصر اور اسکندریہ بھی لے لئے۔ ان کے بادشاہ سلاطین مقدونیہ کے نام سے معروف ہیں۔ روم کا مورخ ہروشیوش انہیں غریقیوں میں بنولجد مون اور بنواشاس کو شمار کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ حکماء اشاشیوں انہیں کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ انہی میں سے بنولطمان ہیں اور تمام لجد مون بنوشالا بن ایشا ہیں۔ لیکن پھر وہ اپنی کتاب کے ایک اور مقام میں لکھتا ہے کہ لجد مون شالا کے بھائی ہیں۔

اغریقیش کا ذکر

اس گروہ کا یہ خاندانی فرقہ فارس وقبط بنی اسرائیل سے پہلے گزر چکا ہے۔ ان میں اور ان کے برادران نسبی لاطینیوں میں اکثر جنگیں اور فسادات ہوتے رہے یہاں تک کہ تخت فارس پر شاہان کیبہ کے بیٹھنے کا دور آیا، انہوں نے انہیں اپنی اطاعت پر مجبور کرنا چاہا انہوں نے انکار کر دیا تب فارس والوں نے ان کے خلاف قبط کو ابھار کران سے لڑا دیا۔ یونانیوں کو اس جنگ میں ناکامی ہوئی اور انہوں نے مجبور ہو کر فارس کے خراج کو قبول کر لیا۔ فارس والوں نے صرف خراج لینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی طرف سے ایک شخص کو اپنا گورنر مقرر کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ افریدون نے ان پر اپنے بیٹے کو حاکم مقرر کیا تھا اور اسکندر کی دادی اسی کی نسل سے تھی۔ ابن سعید لکھتا ہے کہ یونان کے بعد اس کا لڑکا اغریقش خلیج قسطنطنیہ کی جانب شرقی کا حکمران ہوا جس کے بعد اس کے بیٹے نسلاً بعد نسل حکمرانی کرتے رہے انہوں نے لاطینیوں اور روم کو زیر کیا۔ یہاں تک کہ ان کے ملک کا دائرہ آرمینہ تک بڑھ گیا۔

ہرقل کی حکومت

ان میں سب سے بڑا بادشاہ ہرقل جبار بن ملکان بن سلقوس ابن اغریقش گزرا ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس نے ہفت اقلیم کے بادشاہوں سے خراج لیا تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یلاق بادشاہ ہوا، اسی کی طرف بلاقیہ منسوب ہوتے ہیں جو اس وقت تک بحر سوڈان کے کنارے پر باقی ہیں۔ یہ ملک اسی کی اولاد کے قبضے میں رہا یہاں تک کہ اس کے نسبی بھائی روم کا غلبہ ظاہر ہو گیا۔ ان کا پہلا بادشاہ ہردوس بن منطرون بن رومی بن یونان ہوا جس نے تینوں گروہوں (لاطینی۔ رومی۔ یونانی) پر حکومت کی۔ اس کے بعد کے تمام بادشاہ پھر اسی کے نام سے ملقب ہوتے رہے۔ یہودیان شام بھی ہر اس شخص کو جو اس کا قائم مقام ہوتا تھا، اسی نام سے موسوم کرتے تھے۔

ہرمس کی حکومت

اس کے بعد اس کا لڑکا ہرمس بادشاہ ہوا جس کی اہل فارس سے اکثر جنگیں ہوتی رہیں یہاں تک کہ یہ فارس سے مغلوب ہو گیا یعنی انہوں نے اسے اپنا باجگزار بنا لیا۔ اسی کے زمانے سے یونانیوں کی حکومت کمزور ہو گئی اور ان میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہو گئیں۔ اغریقیوں نے پھر اپنا ایک سردار علیحدہ بنا لیا اور اسی طرح سے لاطینیوں نے بھی ایک جداگانہ رئیس مقرر کیا مگر یہ بات ہے کہ شہنشاہ کا لقب صرف بادشاہ روم ہی کے لئے مخصوص رہا۔ ہرمس کے بعد اس کا بیٹا مطریوس تخت حکومت پر بیٹھا جس کا سارا زمانہ لاطینیوں اور اغریقیوں کے ساتھ جنگ لڑتے ہوئے صرف ہوا۔

فیلقوس کی تخت نشینی

اس کے بعد فیلقوس ابن مطریوس تخت آرائے حکومت ہوا جس کی ماں سرم نسل افریدون سے تھی اور جسے افریدون نے اپنی طرف سے یونان کا بادشاہ مقرر کیا تھا۔ یہ جس وقت تخت حکومت پر بیٹھا اس نے شہر اغریقیہ کو ویران کر کے شہر مقدونیہ اور اپنے ممالک مقبوضہ کے وسط میں خلیج قسطنطنیہ کی غربی جانب آباد کیا۔ یہ بادشاہ علم دوست حکماء سے محبت رکھنے والا تھا اسی وجہ سے اس کے زمانہ حکومت میں علم وحکمت کی بہت ترقی ہوئی۔ اس

کے بعد اس کا بیٹا اسکندر بادشاہ ہوا جس کا معلم حکیم ارسطو تھا۔

فیلقوس کا خاتمہ

ہروشیوش بیان کرتا ہے کہ اس کا باپ فیلقوس اسکندر بن تراوش کے بعد تخت حکومت پر بیٹھا۔ فیلقوس یبادہ بنت تراوش کا داماد تھا جس سے کہ اسکندر اعظم پیدا ہوا۔ اسکندر بن تراوش کی حکومت چار ہزار آٹھ سو سنہ دنیاوی میں بناء رومہ کے چار سو برس بعد قائم ہوئی تھی۔ وہ اپنی حکومت کے ساتویں برس رومہ کے محاصرے کے دوران لاطینیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس کے مارے جانے کے بعد اغریقیوں اور روم کا حکمران اس کی ہمشیرہ کا داماد فیلقوس ابن آمنہ بن ہرکلش ہوا۔ کئی سرداروں اور امراء نے اس کے ابتدائے زمانہ حکومت میں خروج کئے۔ لیکن اس کے حسن تدبیر، کوششوں اور خوفناک جنگوں نے انہیں اس کا مطیع کر دیا۔ یوں اس نے ان لوگوں پر پورا تسلط اور غلبہ حاصل کر لیا۔ اس نے پھر قسطنطنیہ بنانا چاہا لیکن جرمانیوں نے رکاوٹ ڈالی لہٰذا اس نے تمام روم اور غریقیوں کو جمع کر کے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں شکست دے کر المانیہ سے جبال آرمینیہ تک اپنے قبضہ تصرف میں لے لیا۔ اسی زمانے میں اہل فارس شام اور مصر پر مضبوطی کے ساتھ حکمرانی کر رہے تھے اب اس نے ان سے لڑنے کا ارادہ کیا لیکن راستے میں کسی لاطینی نے نامردی کے حملے سے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

اسکندر اعظم کی حکومت

اس کے بعد اس کا بیٹا اسکندر تخت نشین ہوا۔ بادشاہ فارس نے بدستور سابق اس سے خراج طلب کیا جیسا کہ اس کے باپ فیلقوس کے زمانہ میں خراج دیا جاتا تھا۔ اسکندر نے یہ کہلا بھیجا کہ میں نے اس مرغی کو ذبح کر ڈالا ہے جو سونے کا انڈا دیتی تھی۔ اس کے بعد اسکندر اعظم نے بلاد شام پر حملہ کر کے ارض مقدس کو بخت نصر سے ڈھائی سو برس بعد فتح کر لیا اور وہاں نہایت نیک نیتی سے قربانی کی۔ اہل فارس کو اس کی یہ کامیابیاں ناگوار گزریں اس وجہ سے انہوں نے دارا کو اس کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا۔

دارا سے لڑائی

چنانچہ دارا نے ساٹھ ہزار سواروں کو لے کر اسکندر پر حملہ کر دیا۔ اسکندر نے بھی اپنے لشکر کے ہمراہ مقام مول میں دارا کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں دارا کو شکست ہوئی اور اسکندر اکثر بلاد شام کو فتح کر کے ترسوس لوٹ آیا۔ دارا نے پھر اس کا ترسوس میں محاصرہ کیا لیکن پھر بھی وہ ناکام رہا۔ اس کے بعد اسکندر نے دارا کی شکست کے بعد اسکندریہ آباد کیا۔ بعد ازاں بدبختی سے دارا نے پھر اس پر حملہ کیا۔ میدان جنگ میں دارا کو دو سپاہیوں نے جو اسی کے لشکر کے تھے، مار ڈالا۔ پھر کیا تھا، اسکندر نے بلا مقابلہ فارس پر قبضہ کر لیا اور شاہی شہر کو منہدم کرا دیا۔ اس کے معلم ارسطو نے اسے یہ تدبیر سوجھائی کہ ملک فارس پر چھوٹے چھوٹے حکمران انہیں میں سے مقرر کر دیئے جائیں، یہ سب آپس میں لڑیں گے، بھڑیں گے اور یوں یونان ان کی طرف سے بےفکر رہے گا۔ اسکندر نے یہی تدبیر اختیار کی اور فارس میں بہت سی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں قائم کر کے چلتا بنا۔ فارس میں اسی وقت سے طوائف الملوکی کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔

ارسطو کی پیدائش

معلم ارسطو یونانیوں میں سے ہے، اس کا مسکن شہر اشنیا تھا۔ اس کا شمار نامی اور بڑے حکماء عالم میں ہوتا ہے۔ یہ حکمت میں افلاطون حکیم یونانی کا شاگرد ہے جس کے میانہ (پالکی) کے ساتھ سینکڑوں شاگرد پڑھتے ہوئے چلتے تھے، اسی وجہ سے اس کے تلامذہ مشائین کے نام سے مشہور ہوئے۔ افلاطون حکیم سقراط کا شاگرد تھا جسے خود اس کی قوم نے زہر دے کر ہلاک کر ڈالا تھا کیونکہ اس نے انہیں بت پرستی سے منع کیا تھا۔ اس نے علم و حکمت کی تعلیم حکیم فیثاغورث سے پائی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فیثاغورث تالیس حکیم ملطیہ کا شاگرد ہے اور تالیس لقمان حکیم کا شاگرد تھا۔ حکماء یونان میں سے

مشہور دمقیراطیس اور مانکشاغورس بھی ہیں۔ یہ لوگ علم و حکمت کے علاوہ علم طب میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ اسی کے شاگردوں میں سے جالینوس بھی تھا جو زمانہ جناب عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام میں گزرا ہے اور اس کی قبر صقلیہ میں آج بھی موجود ہے۔

ارسطو کی کتب

ارسطو نے کتاب ہرمس کی شرح لکھی تھی جس کا ترجمہ مصری زبان میں یونانی سے ہوا۔ اس میں اکثر علوم، حکمت اور طلسمات کے اسرار اور ان کی شرح ہے۔ اس نے اس کی کتاب الاسطماخیس میں اہل اقالیم سبعہ کی عبادات کا حال لکھا ہے کہ یہ لوگ کواکب سیارہ کی پرستش کرتے ہیں جبکہ فلاں اقلیم والے فلاں ستارہ کی پرستش کرتے ہیں۔ الی غیر ذالک۔ اس کے علاوہ کتاب الاستماطیس میں شہروں اور قلعوں کو فتح کرنے کی تدبیریں بذریعہ طلسمات تحریر کی گئی ہیں۔ اس میں پانی برسانے اور پانی کھینچنے کے طلسمات بھی مذکور ہیں۔ ایک اور تصنیف کتاب شطرطاش میں منازل قمری کا بیان ہے۔ ان کے علاوہ ان کی تصانیف سے اور کتابیں بھی ہیں جن میں اس نے الگ الگ طور پر اعضاء حیوانات، پتھر، درخت اور جڑی بوٹیوں کے منافع اور خواص لکھے ہیں۔

اسکندر اعظم کے حملے

بہر حال اسکندر فارس پر قابض ہونے کے بعد ہندوستان کی طرف بڑھا اور اس کے اکثر حصوں پر قبضہ کر لیا۔ اس نے پھر بادشاہ پورس کو شکست دے کر متعدد لڑائیوں کے بعد اسے گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد چین اور سندھ کے بادشاہ اس کے مطیع ہو گئے۔ جبکہ افریقہ، مغرب افرنجہ (فرانس)، صقالبہ، سوڈان، بلاد خراسان اور ترک کے بادشاہ اسے سالانہ خراج اور نذرانہ بھیجتے تھے۔ اس کا مطلب تھا کہ شاید تمام ملوک عالم اس کے مطیع تھے۔ بابل میں اس کا انتقال ہوا جبکہ اس کی عمر کے بیالیس مرحلے گزر چکے تھے۔ اس وقت اس کی حکومت کا بارہواں سال تھا یعنی سات برس دارا کے قتل سے پہلے اور پانچ برس اس کے بعد۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ زہر سے مرا ہے، اس کے عامل نے جو مقدونیہ میں رہتا تھا، اسے زہر دے کر مار ڈالا۔ وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کی ماں نے اسکندر سے اس کی کچھ شکایت کی تھی اور اسکندر نے اس کی سزا دہی کا وعدہ کیا تھا۔ واللہ اعلم۔

بطلیموس کی حکومت

طبری لکھتا ہے کہ اسکندر کے بعد اس کے بیٹے اسکندروس کو تخت نشین کیا گیا لیکن اس نے سلطنت اور شاہی ترک کر کے فقیرانہ زندگی اختیار کر لی۔ اسی وجہ سے شاہی خاندان کا ایک دوسرا شخص نوغوش نامی تخت حکومت پر بٹھایا گیا جو کہ بطلیموس کے لقب سے ملقب ہوا۔ مسعودی لکھتا ہے کہ اسکندر کے بعد یونان کا ہر بادشاہ بطلیموس کے لقب سے ملقب ہوتا تھا۔ یہ لوگ شہر مقدونیہ کے رہنے والے تھے لیکن انہوں نے اپنا دارالسلطنت اسکندریہ میں بنا رکھا تھا۔ اس کے بعد ان کی حکومت میں تین سو برس کے اندر چودہ بادشاہوں نے حکومت کی۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ اسکندر کی حیات ہی میں اس کے چار امراء اس کے علاقوں پر حکمرانی کر رہے تھے چنانچہ بطلیموس فلیاوا، اسکندریہ مصر اور مغرب پر، فیلقوس مقدونیہ اور جو اس سے ملے ہوئے ممالک تھے، ان پر (یہ وہی شخص ہے جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ اس نے اسکندر کو زہر دیا تھا) اور دمطرس شام پر جبکہ سلقنوس فارس و مشرق میں حکمرانی کر رہا تھا۔ جب اسکندر اس دنیا سے رخصت ہوا تو انہیں چاروں نے اپنے مقبوضات اور مقبوضہ صوبوں پر اپنی حکومت قائم کر لی۔

اس کے حملے

ہردشیوش لکھتا ہے کہ اسکندر کے بعد اس کا سپہ سالار بطلیموس بن لادی حکمران ہوا جس نے اسکندریہ کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ اس کے بعد اکلمش بن اسکندر اپنی ماں روشنک بنت دارا اور لیبادہ مادہ اسکندر کے ہمراہ قمشاندر والی انطاکیہ کے پاس چلا گیا لیکن والی انطاکیہ نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد غربقیوں نے بطلیموس کی حکومت کی مخالفت کی تو بطلیموس نے سب سے لڑ کر انہیں اپنا مطیع بنا لیا۔ اس کے بعد وہ فلسطین کی

طرف بڑھا اور یہود کو شکست دے کر ان میں سے اکثر کو قتل کیا اور بعض کو قید کرلیا۔ وہ پھر ان کے سرداروں کو فلسطین سے مصر جلا وطن کر کے لایا۔ اس کی حکومت چالیس برس تک رہی اور اس کا نام شنوشن بن لاغوش ہے۔

فلدیفیش کی حکومت

فلدیفیش

اس کے بعد اس کا لڑکا فلدیفیش (فیلوقوس) حاکم ہوا جس نے یہودی قیدیوں کو مصر سے آزاد کردیا اور ارض مقدس کے برتن واپس کر دیئے بلکہ اپنی طرف سے اور طلائی برتن دیئے۔ اس نے پھر ستر احبار (علماء) یہود کو جمع کر کے توریت کا عبرانی زبان سے رومی اور لاطینی زبان میں ترجمہ کرایا۔ اس نے اڑتمیں برس حکومت کی اس کے بعد انطریس (یا انطیس) حکمران ہوا۔ جو نہایت صلح پسند اور امن دوست حکمران تھا۔ اس نے اہل افریقہ سے صلح کرلی۔ اس کے زمانہ حکومت میں رومہ کے سپہ سالار نے غریقیوں پر حملہ کیا اور وہ فائدہ میں رہے۔ یہ چھبیس برس حکومت کر کے ہلاک ہوگیا۔

فیلونطول کی تخت نشینی

بعد ازاں اس کا بھائی فلوذباذی (فیلونطول) تخت آرائے حکومت ہوا جس پر رومہ کے سپہ سالار نے اپنے لشکر کے ہمراہ چڑھائی کی اس نے سپہ سالار رومہ کو شکست دی اور نہایت بے رحمی سے اس کی فوج کو مارتا ہوا رومہ تک پہنچادیا۔ اس کے بعد اس نے یہودیوں پر حملہ کیا اور ان سے شام چھین کر اپنی طرف سے شام کا حکمران مقرر کیا۔

یہود پر ظلم وستم

وہ لڑائی کے دوران بھی اور اس کے بعد بھی یہودیوں پر نہایت ظلم وستم کرتا رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے تقریباً ساٹھ ہزار یہود کو قتل کر ڈالا۔ سترہ برس تک اس کی حکومت رہی، اس کے بعد اس کا لڑکا ایفانش (افیفاس) حکمران ہوا۔ اسی کے دور حکومت میں اہل رومہ اور اہل افریقہ میں جھگڑا پیدا ہوا۔ جو تقریباً بیس برس تک قائم رہا۔ اس کے بعد اہل رومہ نے صقلیہ فتح کرلیا، بعد ازاں اس کا سپہ سالار افریقہ تک بڑھ گیا اور قرطاجنہ کو بھی فتح کرلیا۔ جیسے کہ ہم ان کے حالات میں بیان کریں گے۔ اس نے چوبیں برس حکمرانی کی، یہ علم الافلاک اور نجوم خوب جانتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کتاب مجسطی اسی کی ہے۔ یہ زاہد اور روزہ دار تھا۔ سرسٹھ برس کی عمر پائی۔

قلوماطر کی حکومت

اس کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا قلوماطر تخت حکومت پر بیٹھا جس کے زمانے میں غریقیوں نے رومہ پر چڑھائی کی۔ غریقیوں کے ساتھ اس حملے میں والی مقدونیہ، اہل آرمینہ، عراق والے اور بادشاہ نوبہ بھی شریک تھے۔ لیکن رومانیوں نے ان سب کو شکست دے کر والی مقدونیہ کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد قلوماطر بطلیموس اپنے سنہ 35 جلوس میں ہلاک ہوگیا۔

اندلس پر حملہ

اس کے بعد اریاطش تخت نشین ہوا۔ جس کے زمانہ حکومت میں اہل رومہ کی حکومت مضبوط ہوگئی۔ انہوں نے پھر اندلس پر حملہ کیا۔ دریا عبور کر کے افریقہ پر چڑھ گئے اور اس کے بادشاہ اشدریال کو مار ڈالا۔ انہوں نے اس کے شہر کو ویران کردیا جب کہ اس کی تعمیر کو نوسو برس ہو چکے تھے جیسا کہ ہم ان کے حالات تفصیل سے بیان کریں گے۔ بعد ازاں اہل رومہ نے غریقیوں پر حملہ کر کے ان کی حکومت چھین لی۔ اور ان کے سب سے بڑے شہر قرنطہ پر قبضہ کرلیا۔ اس بطلیموس کی ستائیس برس حکومت رہی، اس کے بعد شوطار (سوطیرا) بن اریاطش سترہ برس حکمران رہا۔

ارض مقدس پر یونانی حملہ

اس کے بعد اس کا بھائی اسکندر دس برس پھر اس کا بیٹا دیونشیش ایک سوتیس برس تک حکمرانی کرتا رہا۔ اسی کے دور حکومت میں رومانیوں نے ارض مقدس پر حملہ کیا، اور یہود پر خراج مقرر کیا۔ بعدازاں قیصر بولش نے اپنے سپہ سالاران فوج کے ہمراہ افرنجہ پر اور اس کے لسیاش سپہ سالار نے فارس پر چڑھائی کی اور وہ سب پر غالب رہے۔ انہوں نے انطاکیہ اور اس کے بلاد کو لے لیا۔

کلابطرہ کی حکومت

اس زمانے میں ترکوں نے خروج کر کے مقدونیہ پر دھاوا کیا، لیکن رومانیوں کے سپہ سالار مشرق ہامس نے انہیں شکست دے کر پسپا کر دیا۔ اس کے بعد دیونشیش مر گیا اور اس کی جگہ اس کی بیٹی کلابطرہ (فیلونطورا) دو برس حکمران رہی۔ ہروشیوش کی روایت کے مطابق تقریباً ابتدائے خلقت کے پانچ ہزار برس یا اس سے کچھ زائد اور بناء رومہ سے سات سو برس کے بعد اس کا زمانہ حکومت ہوا ہے۔ اسی کے زمانہ حکومت میں قیصر بولش نے رومہ پر قبضہ کر کے رومانیوں کی حکومت کا خاتمہ کیا ہے۔

یہ واقعہ اس وقت رونما ہوا ہے جبکہ قیصر جنگ افرنج (فرانس) سے واپس آیا تھا۔ اس کے بعد قیصر نے مشرق کا رخ کیا تو بادشاہ آرمینیہ مبانش پر مقابلے کے لئے آیا۔ لیکن قیصر سے شکست کھا کر امداد کی غرض سے ملکہ مصر کے پاس بھاگ گیا۔ ان دنوں مصر کی ملکہ کلابطرہ تھی جس نے بادشاہ آرمینیہ کو مدد پہنچانے یا پناہ دینے کی بجائے اس کا سر کاٹ کر اپنا رسوخ بڑھانے کے لئے قیصر کے پاس بھیج دیا۔ لیکن اس سے ملکہ کلابطرہ کو کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں ہوا کیونکہ قیصر اس پر بھی حملہ کر کے مصر، اسکندریہ اور ارض مقدس کا حکمران ہو گیا۔

کلابطرہ کے حملے

بیہقی نے تحریر کیا ہے کہ ملکہ کلابطرہ نے لاطینیوں پر حملہ کر کے انہیں مغلوب کیا تھا اور اس کا ارادہ اندلس تک جانے کا تھا لیکن راستے میں پہاڑ حائل ہونے کی وجہ سے اسے رکنا پڑا۔ کچھ عرصے بعد وہ حیلہ وفریب سے اندلس آ گئی اور اسے بھی فتح کر لیا۔ اس کی ہلاکت اوغشطش، بولش ثانی قیصر کے ہاتھ سے واقع ہوئی۔ ایسا ہی مسعودی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس نے بائیس برس حکمرانی کی۔ اس کا شوہر انطونیوش (مطرنیوس) حکومت مقدونیہ اور مصر میں اس کا شریک تھا۔

خودکشی کر لی

جب اوغشطش قیصر نے حملہ کیا اور اس کا شوہر انطونیوش لڑائی میں مارا گیا تو قیصر اوغشطش نے فتح یابی کے بعد زبردستی ملکہ کے ساتھ عقد کرنا چاہا اس وجہ سے کہ یہ بقیہ حکماء یونان میں سے تھی، لیکن ملکہ کلابطرہ نے اسے ناپسند کر کے اپنے اور اس کے مارنے کی یہ تدبیر نکالی کہ ایک آراستہ باغ میں ایک زہریلا سانپ پکڑ کر شہ نشین کے گلدستے میں رکھ دیا۔ جب قیصر کے آنے کا وقت ہوا تو اس نے خود گلدستہ کو اٹھا کر سونگھ لیا اور اس کے بعد وہ جیوں کی تیوں بیٹھی رہی۔ جب قیصر آیا تو وہ اس واقعہ عجیب سے آگاہ نہیں تھا۔ اس نے بھی گلدستہ اٹھا کر جیسا ہی سونگھنا چاہا سانپ نے اسے بھی کاٹ لیا۔ اسی حیلے سے ان دونوں کا خاتمہ ہو گیا اور ان کے علوم بھی ناپید ہو گئے لیکن تھوڑی سی کتابیں ان کے کتب خانوں میں باقی رہ گئی تھیں جنہیں خلیفہ مامون الرشید نے قبرص سے منگوا کر عربی میں ترجمہ کرایا۔

بطلیموس اول کی حکومت

ابن عمید نے اسکندر کے بعد مصر اور اسکندریہ کے چودہ بادشاہوں کے نام بتائے ہیں، جن کی آخری حکمران ملکہ کلابطرہ ہے، یہ سب بادشاہ بطلیوس کہلاتے تھے جیسا کہ مسعودی نے تحریر کیا ہے لیکن اس نے اسکندر کے بعد کے ملوک، مشرق، شام اور مقدونیہ کا کچھ ذکر نہیں کیا جنہوں نے

اسکندر کے بعد ان ممالک کو تقسیم کر لیا تھا۔ البتہ یونانیوں میں سے بادشاہ انطاکیہ کا کچھ تذکرہ آ گیا ہے۔ اس نے مصری بادشاہوں کے نام بھی لکھے ہیں اگرچہ ان کی تعداد میں سخت اختلاف ہے لیکن اس امر پر سب نے اتفاق کیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک بطلیموس کہلاتا تھا۔ بطلیموس اولا اسکندر کا بھائی یا غلام تھا، اس کا اصل نام فلاذ افسد یا ارنداس یالوغس یا فیلس تھا۔ کسی نے اس کا زمانہ حکومت سات برس جبکہ چند مورخین نے چالیس برس تحریر کیا ہے۔

سلقیوس کی حکومت

ابن عمید لکھتا ہے کہ اسی کے دور حکومت میں سلقیوس (میرا خیال یہ ہے کہ یہی بادشاہ مشرق ہے) نے قمامہ، حلب، قنسرین، سلوقیہ اور لاذقیہ آباد کئے تھے۔ اس وقت قدس شریف میں شمعان بن حونیا اور اس کے بعد اس کا بھائی عاذر کاہن اعظم تھا۔ اسی کی حکومت کے نویں سال انطوخوس بادشاہ انطاکیہ نے یہودیوں پر حملہ کیا تھا اور گیارہویں سال اس کی روم سے جنگ ہوئی جس میں اس کا لڑکا اقفاقش بطور ضمانت لے لیا گیا تھا۔ سنہ 13 جلوس میں انطوخوس کا عقد ملکہ کلابطرہ بنت لوغش سے ہوا اور پھر لوغش نے ارض مقدس کو اس کے مہر میں لے لیا۔ انیسویں سال جلوس میں اہل فارس اور مشرق نے اپنے بادشاہوں کو تخت سے اتار کر مار ڈالا اور ان کے بیٹوں کو تخت پر بٹھایا تھا۔ اس کے بعد لوغش مر گیا۔

اسکندروس کی حکمرانی

اس کے بعد ابن عمید لکھتا ہے کہ یونان کے ایک سو اکتیس برس بعد بطلیموس اسکندروس بادشاہ ہوا جس کا لقب، غالب اثور تھا۔ اس نے مصر اور اسکندریہ اور بلاد غربیہ پر بلا شرکت غیرے اکیس برس حکمرانی کی، اسے فیلا دلفوس یعنی محب برادر بھی کہتے تھے۔ اسی نے بہتر یہودی علماء کو اکٹھا کر کے توریت اور کتب انبیاء علیہم السلام کا عبرانی سے یونانی میں ترجمہ کرایا۔ ان علماء میں شمعان (جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے) اور عاذر بھی تھے جسے انطوخس نے اس وجہ سے قتل کر دیا تھا کہ انہوں نے اسے بت پرستی سے منع کیا تھا۔

توریت کا یونانی ترجمہ

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تلمائی بطلیموس تھا اور یہ مقدونیہ کے بادشاہوں میں سے ہے جس نے مصر پر بھی حکمرانی کی تھی کیونکہ ابن کریون نے لکھا ہے کہ اسی زمانے میں تلمائی نے جو اہل مقدونیہ میں سے تھا، مصر پر قبضہ کیا، یہ علم دوست حکمران تھا۔ اس نے یہود کے ستر علماء جمع کر کے توریت اور کتب انبیاء علیہم السلام کا ترجمہ عبرانی سے یونانی زبان میں کروایا۔ اس کے زمانہ میں صادق کاہن تھے۔ اس نے پینتالیس برس اپنے ممالک پر حکمرانی کی۔ اس کے بعد بطلیموس ارنبا بادشاہ ہوا۔ بعض جس کا نام رغادی اور بعض راکب الانبر بتاتے ہیں۔ اس نے چوبیس یا ستائیس برس تک حکومت کی۔ یہ وہی شاہ ہے جس نے اسکندریہ میں گھوڑ دوڑ کا میدان بنوایا تھا اور جسے بینون قیصر کے زمانہ میں جلا دیا گیا۔

بطلیموس محبّ کی حکومت

اس کے بعد بطلیموس محب برادر بادشاہ ہوا، بعض اس کا نام اوغشطش اور بعض فیلا دلفس بتاتے ہیں۔ اس کا زمانہ حکومت سولہ برس تک رہا۔ اس کے زمانہ حکومت میں اخیم کاہن تھا پھر بطلیموس الصائغ پانچ برس بادشاہ رہا۔ اس کے بعد بطلیموس محب پدر ہوا جس کا نام کلافاظر بتایا جاتا ہے، اس نے سترہ برس حکومت کی اور یہود سے جزیہ لیا۔ اس کے بعد بطلیموس مظفر یا بطلیموس غالب یا محب مادر بیس برس بادشاہت کرتا رہا۔ اس کی حکومت کے انیسویں سال میتیا بن یوحنا بن شمعون کاہن اعظم نے بنی یوناذاب نسل ہارون علیہ السلام سے بغاوت کی تھی۔

بنی اسرائیل پر چڑھائی

اس کے بعد انطیخوس، بادشاہ انطاکیہ نے اپنے بیٹے غالیش کو فوج کے ہمراہ بیت المقدس پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے اس پر قبضہ

حاصل کرنے میں چالاکی سے کام لیا۔ پھر عازر کاہن کو قتل اور بنی اسرائیل کو بت پرستی پر مجبور کیا۔ بعدازاں متتیاہ بن یوحنا یہود کی ایک جماعت لے کر پہاڑوں میں چلا گیا۔ جب لشکر یونان چلا گیا تو وہ قدس شریف واپس آ گیا۔ جیسا کہ ہم نے بنی حشمنائی کے حالات میں تحریر کیا ہے۔ بطلیموس محبّ مادر کے بعد بطلیموس محبّ پدر پچیس برس تک یونان کا حکمران رہا۔

حشمنائیوں کا پہلا حکمران

اس کے زمانہ حکومت میں یہودا ابن متتیا اس کے بعد یوناذاب اس کے بعد اس کا بھائی شمعون اس کے بعد ہرقانوس گزرا ہے جس کا نام یوحنان ہے، یہی پہلا وہ سردار ہے جو بنی حشمنائی میں بادشاہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس نے اپنے بیٹے یوحنا کو قیدونوس سپہ سالار انطیخوس سے لڑنے کے لئے بھیجا، یوحنا نے اسے شکست دی اور یہود کا جزیہ دینا موقوف کر دیا جو وہ بادشاہ سوریہ کو فیلقوس بادشاہ کے زمانے سے دیتے چلے آ رہے تھے۔

آخری حکمرانوں کا ذکر

بطلیموس محبّ مادر کے بعد بطلیموس ارغادی بادشاہ ہوا جس نے بیس برس تک حکومت کی، اس کے زمانہ حکومت میں انطیخوس نے از سر نو انطاکیہ آباد کیا اور اسے اپنے نام سے موسوم کیا۔ ہرقانوس اور اس کے تینوں لڑکے بیت المقدس پر حکمران ہوئے اور شہر سامرہ سبسطیہ ویران کیا گیا۔ انطیخوس نے پھر بیت المقدس پر دھاوا بولا اور اس کے بعد بطلیموس مخلص یا مقروطون حاکم ہوا جس نے اٹھارہ یا بائیس برس بادشاہت کی۔ اسی کے دور حکومت میں اسکندروس تلمائی بن ہرقانوس بنی حشمنائی کا ساتواں بادشاہ ارض مقدس میں تھا۔ اس وقت یہودیوں کے تین فرقے تھے۔ بطلیموس مخلص کے بعد بطلیموس محبّ مادر یا اسکندروس یا قیفش یا اسکندریا ابن مخلص دس برس تک بادشاہ رہا، اس کے زمانہ حکومت میں ملکہ اسکندرہ بیت المقدس میں تھی۔ مملکت سوریہ کا دو سو ستر برس بعد اسی کے ہاتھوں خاتمہ ہوا۔ اس کے بعد بطلیموس قیناس یا ابزلیس یا منفی آٹھ برس یا تیس برس یا اٹھارہ برس بادشاہ رہا۔ اسے منفی اس وجہ سے کہتے تھے کہ ملکہ کلوبطرہ نے اسے ملک سے نکال دیا تھا۔ اگرچہ بعض مورخ اسے بطالسہ میں شمار نہیں کرتے۔ اس کے بعد بطلیموس یوناشیش اکیس برس یا اکتیس یا تیس برس حسب اختلاف تخت حکومت پر بیٹھ کر حکومت کرتا رہا۔ اس کے دور حکومت میں ارستبلوس اور اس کا بھائی ہرقانوس قدس شریف میں تھا۔

ملکہ کلابطرہ کی حکومت

اس کے بعد ملکہ کلابطرہ بنت دیوناشیش تخت پر بیٹھی، اس کا دور حکومت تیس یا تیس برس رہا۔ یہ بڑی حکیمہ اور فیلسوفہ ملکہ تھی۔ اس کے سنہ 3 جلوس میں خلیج اسکندریہ درست کی گئی اور اسکندریہ میں ہیکل زحل، اخمیم میں ایک مقیاس اور دوسرا شہر الفناء میں بنایا گیا۔ اس دوران سنہ 4 جلوس میں اغانیوس قیصر اور رومہ کے تحت حکومت پر بیٹھا۔ جس کی چار برس تک حکومت رہی۔ اس کے بعد بولیوش تین برس تک حاکم رہا پھر اوغشطش بن مولو جس تخت نشین ہوا جس نے اطراف و جوانب کے ممالک پر قبضہ کر لیا۔ جب اس کی ملک گیری کی ہوس کی خبر ملکہ کلابطرہ کو ہوئی تو اس نے اپنے علاقوں کو بچانے کی فکر کی اور نیل کے شرقی جانب غرماء سے نوبہ تک ایک دیوار اور دوسری دیوار اسکندریہ سے نوبہ تک نیل کے غربی جانب خاص طور پر بنوائی۔ یہ اس وقت حائط العجوز کے نام سے مشہور ہے۔ اوغشطش قیصر نے پھر اپنے سپہ سالار انطریوس کو مصر پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا جس کے ہمراہ متراداب بادشاہ ارمن بھی تھا۔

کلابطرہ کی خودکشی

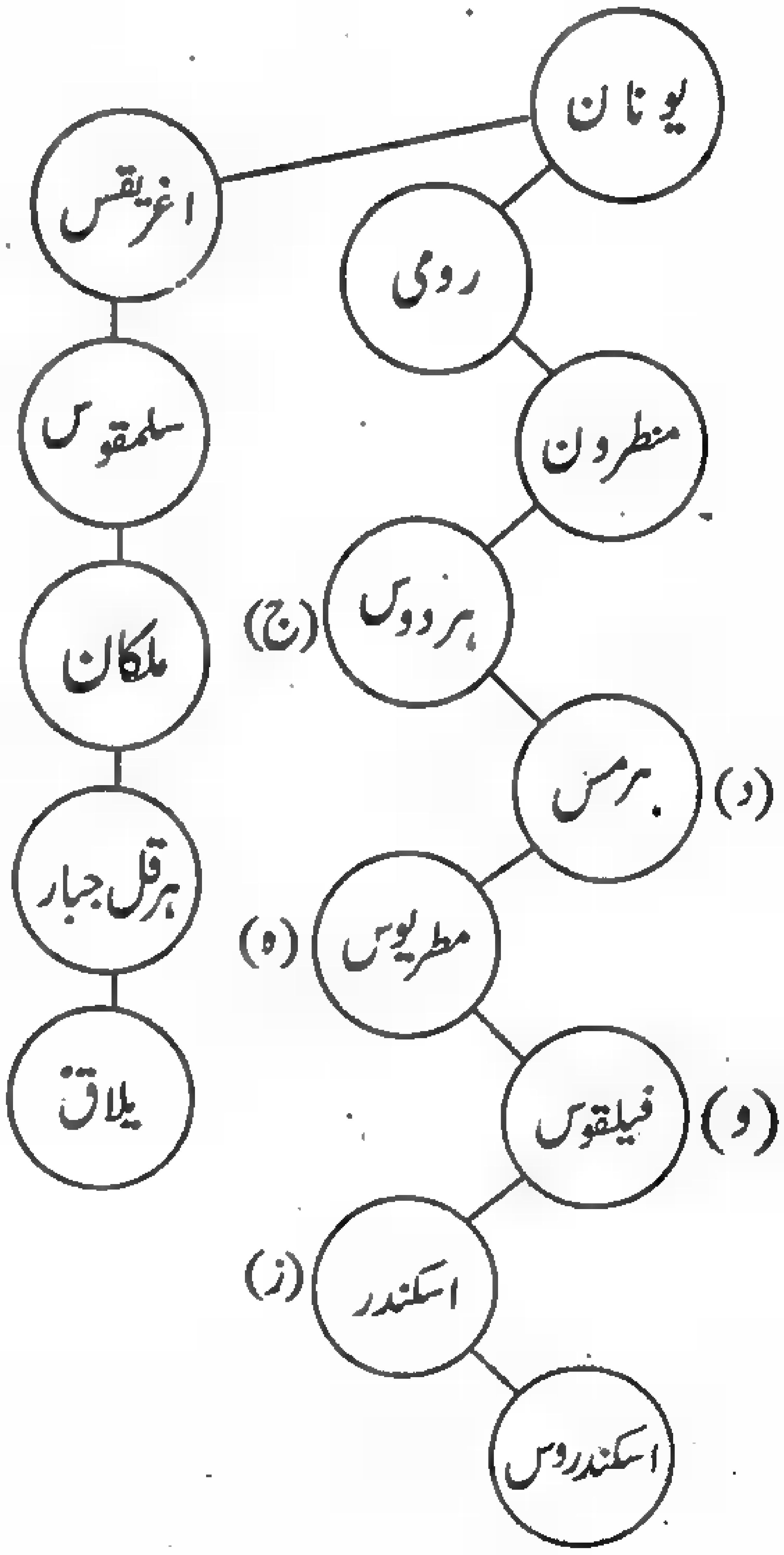
ملکہ کلابطرہ نے پھر اس سے دغابازی کی اور چالاکی سے اس کے ساتھ عقد کرنے کا اقرار کیا۔ جب اس کی اطلاع اس کے رفیق متراداب کو ہوئی تو اس نے انطریوس کو قتل کر کے ملکہ کلابطرہ سے خود شادی کر لی اور اوغشطش قیصر سے باغی ہو گیا۔ اس کے بعد اوغشطش قیصر نے اس پر فوج

کشی کی اور مصر کو فتح کر لیا۔ اس نے پھر ملکہ کلا بطرہ اور اس کے بیٹے اور شوہر کو قتل کر ڈالا۔ بعض یہ لکھتے ہیں کہ ملکہ کلا بطرہ نے اوغشطش کے لئے اپنی مجلس میں زہر رکھ چھوڑا تھا جس سے اوغشطش مر گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

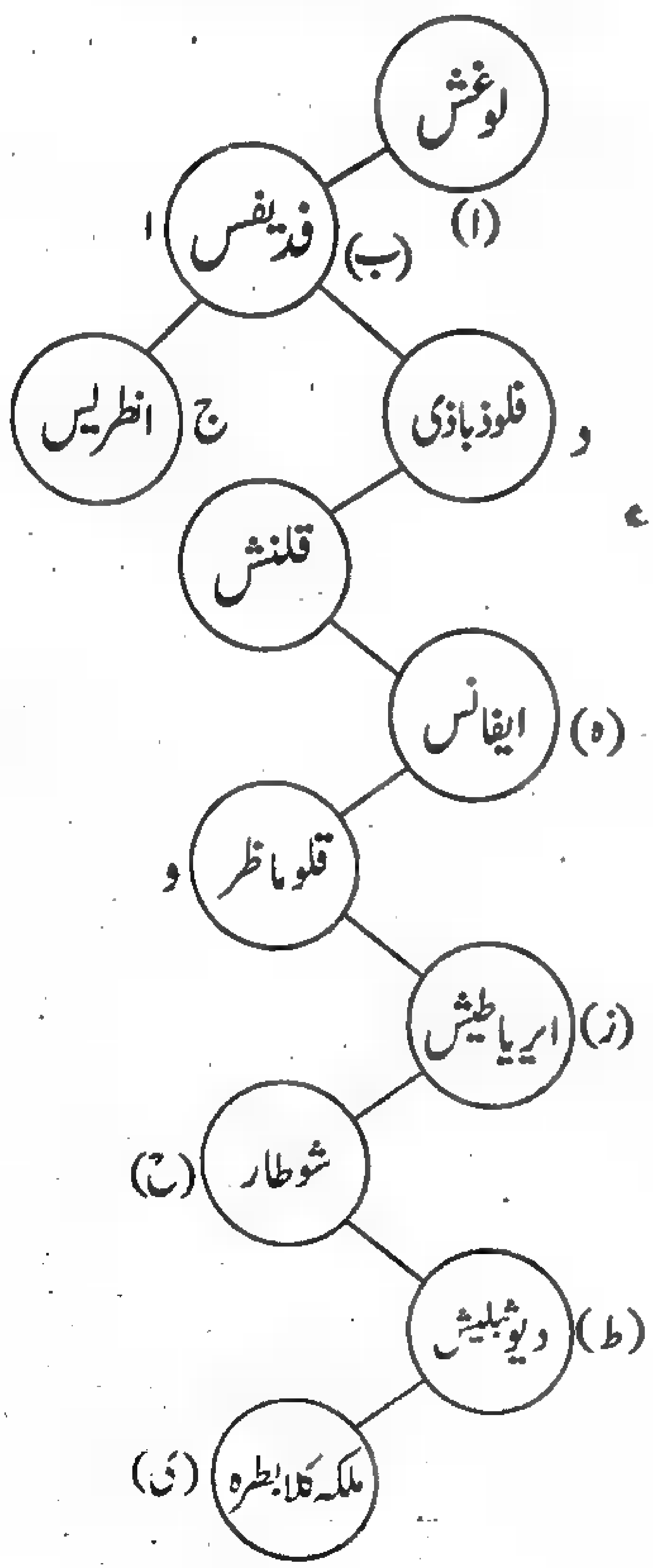
ملکہ کلا بطرہ کے ہلاک ہونے کے بعد مصر اسکندریہ اور مغرب سے یونان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد یہ ممالک فتوحات اسلامیہ کے زمانے تک رومیوں کے قبضے میں رہے۔ انتہیٰ کلام ابن العمید۔ (ابن عمید کا کلام یہاں ختم ہوا) اس نے جو اختلافات نقل کئے ہیں وہ مورخین سعید بن بطریق، یوحنا فم الذہب، منجی، ابن الراہب اور الوقانیوس وغیرہم کی روایات ہیں اور یہ سب مورخین بظاہر عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

والبقاء لله الواحد القهار سبحانه، لا اله غيره ولا معبود سواه.

یونان کے ملوک کا شجرہ



بعاسہ کے ملوک کا شجرہ



باب: ۲۰

روم کے حکمرانوں کے حالات اور دیگر واقعات کا بیان

رومیوں کا نسب

یہ گروہ عالم کے سب سے مشہور گروہوں میں شامل ہے۔ ہروشیوش کے خیال کے مطابق غریقیوں کا دوسرا فرقہ ہے اور یہ دونوں نسباً یونان میں مجتمع ہوتے ہیں جبکہ بخیال بیہقی یہ غریقیوں کا تیسرا گروہ ہے اور یہ تینوں نسباً یونان بن علجان بن یافث میں شریک ہیں۔ تاہم روم کے نام سے یہ تمام فرقے موسوم ہوتے ہیں کیونکہ ان میں رومیوں ہی کی بڑی سلطنت ہوئی ہے۔

فنش کی حکومت

ان لاطینیوں کا ملک خلیج قسطنطنیہ کے غربی جانب بلاد افرنجہ تک بحر محیط اور بحر رومی کے درمیان پھیلا ہوا تھا۔ ہروشیوش لکھتا ہے کہ لاطینیوں میں سب سے پہلے جس نے حکومت کی۔ اس کا نام فنش بن شطرنش بن ایوب تھا۔ یہ زمانہ بنی اسرائیل میں گزرا ہے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا بریامش اور اس کی آئندہ اولاد حکومت کرتی رہی۔ انہیں میں سے کرمنش بن مرشیہ بن سیبین بن مزکھ ہے جس نے زبان لاطینی کی بنیاد ڈالی تھی اور اس کے حروف کی ترتیب وتالیف کی تھی۔ یہ یوائیر بن کلعاد (حکام بنی اسرائیل) کے دور حکومت میں سنہ دنیاوی کے چار ہزار پچاس برس بعد آیا تھا۔

اغریقیوں اور لاطینیوں کے اختلاف

یہ بات قابل ذکر ہے کہ لاطینیوں اور اغریقیوں میں ہمیشہ ان بن رہی اور دونوں ایک دوسرے کی تباہی کی کوشش کرتے رہے۔ غریقیوں ہی کے ہاتھوں لاطینیوں کا دارالسلطنت طروبہ چار ہزار ایک سوبیس برس سنہ دنیاوی کے بعد زمانہ عبدون (ملوک بنی اسرائیل) میں ویران ہوا۔ ان دنوں ان کا حکمران اناش (بریامش بن فنش بن شطرنش کی اولاد سے) تھا جس کے بعد اس کا بیٹا اشکانیش حاکم ہوا، اس نے شہر البا آباد کیا۔ اس کے بعد حکومت اسی کے خاندان میں رہی، اس کی اولاد سے برقاش حکومت ختم ہونے کے دور میں ملوک کسدانینین میں سے تھا، اس وقت بنی اسرائیل کے حکمرانوں میں سے غریاہ بن امصیا حکومت کررہا تھا۔ ہرقاش کو حکومت کی کرسی مازنیوں اور سریانیوں کے باہمی اختلافات کی وجہ سے نصیب ہوئی تھی۔

روم شہر

اس کے بعد اس کا لڑکا رولس اور املش یکے بعد دیگرے حاکم ہوئے، یہ وہی ہیں جنہوں نے سنہ 4500 دنیاوی زمانہ حکومت حزقیا بن احاز بادشاہ بنی اسرائیل میں شہر طرویہ کے چار سو برس ویران ہونے کے بعد روم یا رومہ کو آباد کیا۔ اب شہر رومہ دنیا بھر کے شہروں میں بڑا اور عظیم الشان اور مشہور سمجھا جاتا ہے۔ اس شہر پناہ کی دیواریں اڑتالیس ذراع بلند اور دس ذراع چوڑی تھیں۔ یہی شہر لاطینیوں اور انہی میں سے قیاصرہ کا ظہور اسلام تک دارالسلطنت رہا اور وہ ہی اس کے حاکم رہے۔

جمہوری حکومت کا احیاء

اس کے بعد ان میں رولس اور املش اور اس کے دو چار پشتوں کے بعد شخصی حکومت کا نام ونشان اڑا دیا گیا اور جمہوری حکومت کی بنیاد پڑ گئی۔ ہروشیوش لکھتا ہے کہ ستر وزراء سلطنت کا کاروبار دیکھتے ہیں اور اسے وہ غشلش (یعنی جلسہ وزراء) کہتے تھے۔ بعد ازاں سات سو برس تک اسی طرح

حکومت کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ قیصر بولشن بن غالیش اول ملوک قیاصرہ ان پر غالب آیا جیسا کہ ہم آئندہ تفصیل سے لکھیں گے۔

روم میں خانہ جنگی

یہ گروہ اپنی ترقی کے دور میں ہمیشہ سرحدی حکمرانوں سے لڑتا بھڑتا رہا۔ چنانچہ وہ پہلے یونانیوں سے لڑا بھڑا پھر فارس سے صف آرا ہوا اور بعدازاں شام و مصر پر غالب آیا۔ اس نے پھر جزیرہ اندلس اور اس کے بعد صقلیہ پر قبضہ حاصل کیا۔ اس کے بعد افریقہ کی طرف بڑھا اور اس پر بھی قابض ہو کر قرطاجنہ کو ویران کر ڈالا۔ اس کے بعد اہل افریقہ نے دوسری طرف سے دریا عبور کر کے رومہ کا محاصرہ کر لیا، یوں تقریباً بیس برس تک فتنہ و فساد کی آگ مشتعل رہی۔

رومیوں کے متعلق روایت

تاریخ کے بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ روم عیصو بن اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ابن کریون لکھتا ہے کہ جس زمانے میں جناب یوسف صدیق علیہ السلام اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کا تابوت دفن کرنے کے لئے مقام حیلس میں لئے جا رہے تھے، عیصو کی اولاد نے ان سے لڑائی کی۔ اس کے بعد جناب موصوف نے انہیں شکست دے کر ان میں سے صفوا بن الیفاذ بن عیصو کو گرفتار کر کے افریقہ کی طرف جلاء وطن کر دیا۔ بعدازاں صفوا بن الیفاذ چندے شاہ افریقہ کے پاس رہا۔

مخالفت کا آغاز

جب شاہ افریقہ اغنیاس اور کیتم میں مخالفت شروع ہوئی تو اغنیاس نے اہل افریقہ کو جمع کر کے کیتم پر حملہ کیا، اس موقع پر صفوا بن الیفاذ کو اپنی شجاعت دکھانے کا بہت بڑا موقع مل گیا لہٰذا اس نے کیتم کو کئی بار شکست دے کر پیچھے ہٹا دیا۔ اس کے بعد صفوان الیفاز ہم قومیت کی وجہ سے کیتم سے آن ملا اور اس کے مل جانے سے کیتم کا رعب و داب بڑھ گیا۔ یوں سرحدی بادشاہ اس سے ڈرنے لگے۔ کیتم نے پھر اس کی شادی اپنے رشتے داروں میں کر لی اور اپنا حاکم بنا لیا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے بلاد اسپانیا میں سب سے پہلے حکومت کی وہ پچپن برس تک دیانا کا بادشاہ رہا اس کے بعد ابن کریون نے سولہ بادشاہ اس کی اولاد سے شمار کئے ہیں جن کا آخری بادشاہ رولس بانی شہر رومہ ہے۔ اس کے مطابق یہ داؤد علیہ السلام کے زمانے میں تھا۔ جناب موصوف سے ڈر کر اس نے شہر رومہ آباد کیا اور اس میں ہیکل بنوایا۔

بادشاہت کا خاتمہ

اس کے بعد ابن کولون نے مزید حکمرانوں کا ذکر کیا ہے، پانچواں وہ ہے جس نے کسی شخص کی بیوی سے ناجائز تعلق پیدا کر لیا تھا۔ جب اس شخص نے اسے اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لیا تو اس کی بیوی نے خودکشی کر لی اور اس شخص نے پھر اسے ہیکل میں مار ڈالا۔ اس کے بعد اہل رومہ نے شخصی حکومت سے انحراف کر کے جمہوری سلطنت کی بنیاد ڈالی اور تین سو بیس شیوخ کو ملک کا انتظام سپرد کیا۔ یہی لوگ کاروبار سلطنت دیکھتے رہے اور ملک خوب ترقیاں حاصل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ پہلے قیصر کا زمانہ آیا جس نے اپنے آپ کو بادشاہ کے نام سے موسوم کیا پھر اس کے بعد جو ہوا وہ بادشاہ کہلایا۔ انتہیٰ کلام ابن کریون (ابن کریون کا لکھا تمام ہوا)

لیکن ابن کریون کا یہ قول ہروشیوش کے خیال کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ اس کا یہ بیان ہے کہ داؤد علیہ السلام کے زمانے میں رومہ آباد کیا گیا جبکہ ہروشیوش کہتا ہے کہ حزقیا (چودھویں بادشاہ بنی یہودا) کے دور حکومت میں رومہ کی بنیاد پڑی۔ ان دونوں ادوار میں بہت بڑا فرق ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الامر۔

قیصروں کی حکومت

بہر حال رومہ میں تقریباً سات سو برس تک بناء رومہ کے زمانے یا اس سے تھوڑے دن پہلے جمہوری حکومت قائم ہوئی۔ جس میں ہر سال وزراء کا انتخاب ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ جس سپہ سالار کا نام قرعے میں نکلتا تھا وہی اطراف وجوانب کے بادشاہوں پر حملہ کرنے کے لئے جاتا اور ممالک اجنبیہ کو فتح کرتا تھا۔ یہ لوگ پہلے یونانی روم کے مطیع تھے لیکن جب اسکندر مرگیا اور یونانیوں کا کارخانہ درہم و برہم ہوگیا تو ان رومیوں (لاطینیوں) کو اہل افریقہ کے مقابلے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ انہوں نے پھر شہر قرطاجنہ ویران کر کے اسے دوبارہ آباد کیا۔ اور جلد ہی اندلس، شام اور حجاز بھی لے لیا۔ انہوں نے پھر ارض مقدس فتح کر کے اس کے بادشاہ کو قید کرلیا۔ ان دنوں یہودیوں کا بادشاہ ارستبلوس بن اسکندر (آٹھواں بادشاہ بنی حشمنائی) ارض مقدس میں حکومت کر رہا تھا، وہ اسے جلاوطن کر کے رومہ لے گئے اور اپنے ایک سپہ سالار کو شام کا حاکم مقرر کیا۔ بعد ازاں غملس نے اس سے جنگ کی۔ اس دوران میں بولس بن غالیش ظاہر ہوا اور اپنے چچا زاد بھائی لوجیہ بن مدکہ کے ہمراہ اندلس کی طرف گیا، وہاں افرنج اور جلالقہ سے اس کی جنگ ہوئی۔ وہ پھر برطانیہ اور اشبونہ پر قبضہ کر کے رومہ واپس آیا اور اندلس میں اکتبیان اپنے بھائی کے لڑکے کو چھوڑ کر آیا۔ جب یہ رومہ آیا اور وزراء کو اس کے فیصلے سے آگاہی ہوئی تو وہ اس کے قتل کی فکر کرنے لگے۔ اکتبیان یہ سن کر اندلس سے ایک لشکر جرار لے کر آ پہنچا، بولش اس کی مدد سے رومہ، قسطنطنیہ، فارس، افریقہ اور اندلس پر قابض ہوگیا اور یہی قیصر کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کے بعد جو بھی بادشاہ بنا، وہ قیصر کہلایا گیا۔

قیصر کا لفظ

لفظ قیصر معرب ہے لفظ جاشر کا، جاشر رومیوں کی لغت میں بال کو کہتے ہیں اور اسے بھی کہتے ہیں جو پھاڑا گیا ہو۔ بعض ماہرین کا یہ خیال ہے کہ قیصر کی ماں جس وقت یہ حمل میں تھا، مرگئی تھی اور اسے اس کا پیٹ پھاڑ کر نکالا گیا لیکن روایت اول صحیح اور اقرب الی الصواب ہے۔ یہ قیصر فخر کرتا تھا کہ مجھے کسی عورت نے نہیں جنا۔ یہ ملوک اسکندریہ اور مقدونیہ کے خزانے رومہ اٹھا لایا اور مشرق اور شمال کے نامور حکمرانوں نے اس کی اطاعت قبول کی۔ شام میں اس کا عامل (گورنر) ہیرودس بن انطفتر تھا۔ جبکہ مصر میں اس کی طرف سے غائش حکومت کر رہا تھا۔ مسیح علیہ السلام اسی کے زمانہ حکومت سنہ 42 جلوس میں پیدا ہوئے۔ قیصر مذکور چھپن برس حکومت کرنے کے بعد بناء رومہ کے سات سو پچاس برس بعد سنہ 5400 دنیاوی میں مرگیا۔ انتہی کلام ہروشیوش۔ (ہروشیوش کا کلام یہاں ختم ہوا)

اغانیوس کی حکومت

ابن عمید مورخ نصاریٰ یہ لکھتا ہے کہ ان قیاصرہ سے پہلے رومہ کا انتظام شیوخ کے سپرد تھا، وہی کاروبار سلطنت کے تمام امور کو دیکھتے تھے۔ ان لوگوں کی تعداد تین سو بیس تھی، ان سب نے قسمیں کھائی تھیں کہ شخصی حکومت کسی کو نہ دیں گے۔ ان میں سے جس شخص کا نام قرعہ اندازی نکلتا تھا، وہی امیر مجلس ہوتا تھا اور اس کی رائے دو راویوں کے قائم مقام سمجھی جاتی تھی۔ یہ انتظام ظہور اغانیوس تک جاری رہا جس نے چار برس تک رومہ کا انتظام کیا اور یہی قیصر کے نام سے موسوم ہے کیونکہ اس کی ماں اس وقت مری ہے جبکہ یہ حالت حمل میں تھا اور یہ اس کا پیٹ پھاڑ کر نکالا گیا۔ جب یہ سن شعور کو پہنچا تو شیوخ کی ریاست کا زمانہ ختم ہوگیا، اس نے پھر رومہ میں چار برس تک حکومت کی۔ اس کے بعد بولیوس قیصر تین برس تک رومہ کا بادشاہ رہا۔ اس کے بعد اوغشطش قیصر بن مرنوخش آیا۔

اوغشطش کی حکمرانی

اوغشطش قیصر دراصل رومہ کے میر مجلس کا ایک سپہ سالار تھا جو اس کی اجازت سے فوج لے کر مغرب اور اندلس فتح کرنے گیا تھا۔ جب وہ وہاں سے کامیاب ہو کر واپس آیا تو اس نے میر مجلس کو معزول کر دیا اور خود حاکم بن گیا۔ عوام الناس نے اس ردوبدل میں اس کی حمایت کی۔ اس وقت میر مجلس رومہ کا ایک سپہ سالار فمقیوس نامی ممالک مشرقیہ میں مقیم تھا، جب اسے اس واقعہ سے آگاہی ہوئی تو وہ لشکر لے کر رومہ پر چڑھ آیا۔

اوغشطش قیصر نے اسے شکست دے کر قتل کر ڈالا اور ممالک مشرقیہ پر قبضہ کر لیا۔

اس کے حملے

اس کے بعد اس نے ایک لشکر جرار اپنے دو نامی سپہ سالاران انطونیوس اور متر داب بادشاہ ارمن کی ماتحتی میں فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ ان دنوں ملکہ کلابطرہ، یادگار بطالسہ ملوک یونان مصر اور اسکندریہ پر حکومت کر رہی تھی۔ اس نے جب رومی لشکر کی نقل و حرکت کی اطلاع پائی تو اپنے بلاد کو محفوظ رکھنے کی غرض سے نیل کے دونوں کناروں پر نوبہ سے اسکندریہ تک غرباً اور فرما تک شرقاً دو دیواریں کھنچوا دیں۔ جب انطونیوس مصر کے میدان میں جنگ کے لئے آیا تو اس نے اس سے چالاکی سے عقد کر لیا۔ اور اپنے رفیق متر داب کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد وہ اوغشطش قیصر سے باغی ہو گیا، اوغشطش قیصر اس کی اس حرکت سے ناراض ہو کر خود ایک فوج لے کر مصر پر چڑھ آیا اور انطونیوس کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اس نے پھر ملکہ کلابطرہ اور اس کے دونوں لڑکوں شمس و قمر کو بھی مار ڈالا۔ یوں مصر و اسکندریہ پر قبضہ کر لیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

یہ واقعہ اس کی حکومت کے بارہویں برس واقع ہوا۔ اس کے سنہ 42 جلوس میں عیسیٰ علیہ السلام ولادت یحییٰ علیہ السلام کے تین مہینے بعد سنہ پانچ ہزار پانچ سو دنیاوی اور ارض مقدس پر ہیرودس کی حکومت کے بتیسویں سال پیدا ہوئے۔ لیکن اکثر مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ اوغشطش قیصر کی حکومت کے بیالیسویں برس مسیح علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ تاریخ کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ولادت مسیح علیہ السلام سنہ پانچ ہزار پانچ سو شمسی مبدء عالم میں ہوئی کیونکہ آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک ایک ہزار چھ سو برس ہوتے ہیں جبکہ نوح علیہ السلام سے طوفان تک چھ سو برس، طوفان سے ابراہیم علیہ السلام تک ایک ہزار بہتر برس، ابراہیم علیہ السلام سے موسیٰ علیہ السلام تک چار سو پچیس برس، موسیٰ علیہ السلام سے داؤد علیہ السلام تک سات سو ساٹھ برس، داؤد علیہ السلام سے اسکندر اعظم تک سات سو ساٹھ برس اور اسکندر سے ولادت مسیح علیہ السلام تک تین سو انیس برس ہوتے ہیں ھکذا ذکر ابن العمید (ابن عمید نے ایسا ہی بیان کیا ہے) وانھا تواریخ النصاریٰ و فیھا نظر (اور یہ بے شک عیسائیوں کی تواریخ ہے اور اس میں نظر ہے) اس کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قیصر اوغشطش کے دور حکومت سنہ 42 جلوس میں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، اس وقت ارض مقدس میں ہیرودس حکومت کر رہا تھا لیکن اس کے زمانہ انتقال کو سنہ پانچ ہزار دو سو دنیاوی لکھتا ہے حالانکہ ابن عمید ہی کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیصر اوغشطش کی حکومت سنہ پانچ ہزار پانچ سو پندرہ دنیاوی میں رہی ہے۔ واللہ اعلم بالحق۔

عیسائیوں پر ظلم و ستم

بہر حال اس کے بعد طباریش قیصر حکمران ہوا۔ جس کے دور حکومت میں مسیح علیہ السلام کا ظہور ہوا، یہود کی بغاوت شروع ہوئی اور بعد ازاں خدا تعالیٰ نے جناب موصوف کو زمین سے اٹھا لیا۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے دین مسیحی پھیلانے کا بار اپنے سر لے لیا لیکن یہود ان کی مخالفت کرنے لگے، وہ ہدایت و ارشاد سے مانع ہوتے، قید کرتے اور مارتے تھے۔ اس دوران بلاطس نبطی جو یہود کا ارض مقدس میں قیصر کی جانب سے سردار تھا، اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے حالات، یہود کی بغاوت اور یوحنا معتمد سے مخالف کا حال طباریش قیصر سے بیان کئے۔ اس کے بعد اس نے حواریوں کی بے چارگی، یہود کی زیادتیوں اور بے جا ظلم کے واقعات بھی ظاہر کئے اور اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ لوگ حق پر ہیں۔ طباریش قیصر نے یہ سن کر نصاریوں کو یہود کے پنجہ ظلم سے بچانے کا حکم دیا اور خود ان کے دین کو اختیار کرنے پر مائل ہوا لیکن اس کی قوم نے اسے یہ کام کرنے سے روک دیا۔

ہیرودس کا ہٹنا

اس کے بعد ہیرودس گرفتار کر کے رومہ میں لایا گیا اور وہاں سے جلاء وطن کر کے اندلس بھیج دیا گیا، وہ پھر وہیں مر گیا۔ اس کی جگہ اغرباس یعنی

اس کے بھائی کے بیٹے کو تخت حکومت پر بٹھایا گیا۔ اس کے بعد حواریان مسیح اشاعت دین کی غرض سے ممالک قریبہ و بعیدہ میں متفرق طور پر چلے گئے اور لوگوں کو اللہ کی عبادت کی تعلیم دینے لگے۔

اغرباس کا خاتمہ

اس دوران طباریش قیصر نے اغرباس کو قتل کر ڈالا۔ پھر روم میں حواریوں کے متبعین قتل کئے گئے اور طباریس تئیس برس حکومت کر کے مر گیا۔ اس نے اپنے دور حکومت میں شہر طبریہ ملک وشام میں آباد کیا جو اس کے نام سے مشہور ہے۔

حواریوں کا خاتمہ

اس کے بعد غانیس قیصر حاکم ہوا۔ رومی مورخ ہروشیوش لکھتا ہے کہ یہ طباریش کا بھائی اور قیاصرہ روم کا چوتھا قیصر تھا۔ یہ نہایت سخت مزاج اور ظالم تھا۔ جب یہود نے ارض مقدس میں کچھ بنانا چاہا تھا تو اس نے روک دیا۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ اس کے دور میں عیسائیوں پر بہت سختیاں ہوئیں۔ یعقوب اور اس کا بھائی یوحنا حواری قتل کئے گئے، پطرس قید کیا گیا، وہ اگر چہ قید خانہ سے نکل کر انطاکیہ کی طرف بھاگ گیا اور وہیں قیام پذیر رہا۔ اس کی جگہ پھر دوسرا بطریق مقرر ہوا۔

عیسائیت پھیلتی ہے

اس کے بعد وہ انطاکیہ سے سنہ 2 جلوس میں غانیس قیصر میں رومہ آیا اور وہاں عیسائیت کے پھیلانے کی کوشش کرتا رہا۔ کچھ زمانے بعد اتفاق سے شاہی خاندان کی ایک عورت عیسائی ہوگئی جس سے عیسائیوں کو ایک گونہ قوت حاصل ہوئی۔ اسی دوران میں اکثر یہودیان شام نے بیت المقدس کے نصرانیوں کو تکالیف اور ایذائیں پہنچائیں۔ ان دنوں ان کا اسقف یعقوب بن یوسف خطیب تھا۔ ابن عمید مسیحی سے نقل کرتا ہے کہ سنہ 1 جلوس بادشاہ غانیس میں فیلقس، بادشاہ مصر نے یہودیوں پر حملہ کیا اور وہ سات برس تک انہیں پریشان کرتا رہا۔ اس نے پھر اپنی حکومت کے چوتھے برس اپنے عامل کو لکھ بھیجا جو مقام سوریہ (یعنی اورشالیم یا ارض مقدس) میں رہتا تھا کہ یہودیوں کی عبادت گاہوں میں بت رکھ دیئے جائیں۔ اس کے بعد اس کے کسی سپہ سالار نے ایک ناگہانی حملے سے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد فلودیش قیصر حکمران ہوا۔

انجیل عبرانی زبان میں

ہروشیوش لکھتا ہے کہ یہ طباریش کا بیٹا ہے، اس کے دور حکومت میں تین انجیلیں لکھی گئیں۔ متی حواری نے اپنی انجیل ارض مقدس میں رہتے ہوئے عبرانی زبان میں لکھی۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ یوحنا نے اس انجیل کا زبان رومہ میں ترجمہ کیا۔ پطرس، سردار حوارئیین نے اپنی انجیل زبان رومہ میں لکھ کر اپنے شاگرد مرقس کی طرف اسے منسوب کر دیا۔ جبکہ لوقا حواری نے بھی زبان رومہ میں انجیل لکھی اور اسے بعض اکابر روم کے پاس بھیجا۔

ارض مقدس کی تباہی

اسی دور میں یہودیوں میں فتنہ وفساد شروع ہو گیا اور ان کا بادشاہ اغرباس رومہ چلا آیا۔ فلودیش قیصر نے اس کی مدد کے لئے اپنا لشکر اس کے ہمراہ کر دیا جس نے ارض مقدس پہنچ کر ایک بڑے گروہ کو قتل کر ڈالا اور بے شمار یہودیوں کو گرفتار کر کے انطاکیہ اور رومہ کی سمت بھیج دیا۔ یوں ارض مقدس ویران کر دیا گیا اور اس کے رہنے والے جلا وطن کر دیئے گئے۔ اسی وجہ سے طویل عرصے تک قیاصرہ روم کی طرف سے ارض مقدس میں کوئی عامل مقرر نہیں کیا گیا۔ اسی زمانے سے یہودیوں میں کئی فرقے قائم ہو گئے مگر ان میں سب سے بڑے سات ہیں جن کی تفصیل اپنی جگہ بیان کی گئی ہے۔ سنہ 7 جلوس فلودیش میں روم کے ایک بطریق نے شمعون صفا کے ہاتھوں بپتسمہ لیا اور صلیب نکالنے کے لئے ارض مقدس آیا۔ لیکن ناکامی کے ساتھ رومہ واپس آیا۔

عیسائیوں پر ظلم وستم

اسی زمانے میں چودہ برس حکومت کرنے کے بعد قلودیش قیصر مر گیا اور اس کی جگہ اس کا لڑکا نیرون تخت نشین ہوا۔ ہروشیوش لکھتا ہے کہ یہ چھٹا قیصر ہے جس کا فسق و فجور حد سے زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ اکثر اہل رومہ عیسائی مذہب قبول کر رہے ہیں تو اس نے غصے میں آ کر ان کے قتل عام کا حکم دے دیا۔ اسی کے دور میں پطرس (حواریوں کا سردار) مارا گیا اور اس جگہ اریولیش بطریق رومہ مقرر ہوا۔ پطرس رومہ میں پچیس برس تک بطریق رہا، یہ حواریوں کا سردار اور رومہ کی طرف سے حضرت عیسیٰ کا فرستادہ تھا۔ اس کے بعد مرقس انجیلی اسکندریہ میں اس کی حکومت کے بارہویں برس مارا گیا۔ اس کے قتل کے سات برس پہلے سے اسکندریہ مصر، برقہ اور ممالک مغرب والے عیسائیت کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ اس کی جگہ پھر حنانیا بطریق مقرر کیا گیا جو مرقس انجیلی کے بعد اسکندریہ کا پہلا بطریق ہے۔ اس نے اپنی قائم مقامی کے لئے بارہ قسیس منتخب کر رکھے تھے۔ ابن عمید مسیحی سے روایت کرتا ہے کہ نیرون کی حکومت کے دوسرے برس یہودیوں کا فلکس قاضی جو روم کی طرف سے تھا، معزول کیا گیا اور اس کے بدلے قسطس قاضی مقرر ہوا۔ اس کے بعد بوتا (ارض مقدس کے مجاوروں کا سردار) مارا گیا اور اسی زمانے میں قسطس قاضی بھی مر گیا۔

عیسائیوں کا ارض مقدس سے نکالنا

یہودیوں نے پھر نصرانیان بیت المقدس پر اچانک حملہ کر کے ان کے اسقف یعقوب بن یوسف تجار کو قتل کر دیا۔ ان کے عبادت خانہ کو گرا کر صلیب کو چھین کر دفن کر دیا۔ یہاں تک کہ ہلانہ مادر قسطنطین نے اسے نکالا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ یعقوب بن یوسف نجار کے مرنے کے بعد اس کا چچا زاد بھائی شمعون بن کنابا عیسائیوں کا اسقف ہوا۔ اس کے بعد سنہ 10 جلوس نیرون میں یہودیوں نے لڑ بھڑ کر عیسائیوں کو ارض مقدس سے نکال دیا۔ وہ بے چارے جلاوطن ہو کر اردن کے کنارے جا بسے۔

یروشلم پر چڑھائی

اس کے بعد نیرون نے یہودیوں کی سرکوبی اور ارض مقدس کو ویران کرنے کے لئے اپنے سپہ سالار اسباشیانس کو یروشلم کی طرف روانہ کیا۔ اس کی اطلاع پا کر یہود نے ارض مقدس کی قلعہ بندی کر لی اور اسے بچانے کی غرض سے تین طرف نئے قلعے بنا لئے۔ لیکن ان کوششوں نے انہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچایا کیونکہ ان کی قسمت میں اس سے پہلے ہی ناکامی اور ذلت لکھی جا چکی تھی۔ اسباشیانس نے یہودیوں کا چاروں طرف سے محاصرہ کر کے ان کے قلعوں کو توڑ کر جلا دیا اور ایک برس تک وہیں ٹھہرا رہا۔

نیرون کا حاکم

ہروشیوش کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس واقعے کے بعد ممالک مقبوضہ نیرون قیصر میں بغاوت پھیل گئی چنانچہ اہل برطانیہ اس کی اطاعت سے نکل گئے اور اہل آرمینیہ شام و فارس کے مطیع ہو گئے۔ اس کے بعد نیرون نے اپنی بہن کے داماد یسیشان بن لوجیہ کو لشکر دے کر باغیوں کو سرکرنے کے لئے بھیجا۔ جس نے ان کی بغاوت کی مشتعل آگ کو ختم کر دیا اور پھر یہودیان شام پر حملہ کیا۔ کیوں کہ وہ بھی قیصری حکومت کے خلاف سر اٹھائے ہوئے تھے۔ بیت المقدس کے محاصرے کے دوران نیرون قیصر اپنے لشکریوں کے ہاتھ سے مارا گیا جبکہ اس کی حکومت کا چودھواں سال پورا ہو چکا تھا۔

مسجد اقصیٰ کی تباہی

اس نے اسی زمانہ بغاوت میں ایک اور سپہ سالار کو اندلس اور سرزمین جوف کی طرف بھی بھیجا تھا۔ جو برطانیہ فتح کر کے نیرون قیصر کے قتل

ہونے کے بعد رومہ آیا۔ اسے پھر رومیوں نے اپنا حاکم بنالیا۔ جب ان واقعات کی اطلاع یشبیان کو ہوئی تو اس کے مشیروں نے اسے رومہ کی طرف واپس جانے کی رائے دی اور یہودیوں کے سردار نے اس کی بادشاہت کی بشارت دی جو اس کے پاس قید تھا (معلوم ہوتا ہے کہ یہ یوسف بن کریون ہے جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے) تب یشبیان اپنے لڑکے طیطش کو ارض مقدس کے محاصرے پر چھوڑ کر رومہ چلا آیا۔ طیطش نے ارض مقدس فتح کر کے مسجد اقصیٰ کو مسمار اور اس کی عمارات کو تباہ کر دیا۔

یہودیوں کا قتل

ہروشیوش یہ بھی لکھتا ہے کہ اس واقعے میں لاکھوں یہودی مار دیئے گئے اور اسی قدر بحالت محاصرہ بھوکوں مر گئے۔ نوے ہزار کے قریب یہودی غلام بنا کر فروخت کئے گئے جبکہ تقریباً ایک لاکھ یہودی رومہ میں اس غرض سے لا کر باقی رکھے گئے کہ رومی بچے تعلیم فنون جنگ سیکھتے ہوئے ان پر اپنا ہاتھ صاف کرتے تھے۔ یعنی انہیں مار دیتے تھے یہود کا یہ جلوہ کبریٰ تھا، یہ واقعہ بنائے ارض مقدس سے ایک ہزار ایک سو ساٹھ برس بعد یعنی سنہ پانچ ہزار دو سوتیس دنیاوی میں اور بنائے رومہ کے آٹھ سوتیس برس بعد واقع ہوا۔

اسباشیانس کی حکمرانی

یشبیان نے پھر رومہ پہنچ کر اس سپہ سالار کو تخت سلطنت سے اتار کر فرش مذلت پر کھڑا کر دیا جو اس کے آنے سے پہلے نیرون قیصر کے قتل کے بعد تخت حکومت پر بیٹھ گیا تھا۔ اسی وقت سے بولش قیصر کے خاندان سے ایک سو سولہ برس گزرنے کے بعد حکومت اور سلطنت کا سلسلہ جاتا رہا اور تمام ممالک روم پر یشبیان مستقل بادشاہ ہو گیا۔ اگرچہ اس نے اپنے آپ کو قیصر ہی کے لقب سے ملقب رکھا۔ انتہیٰ کلام ہروشیوش۔ (ہروشیوش کا کلام یہاں ختم ہوا)

غلیان کا خاتمہ

ابن عمید یہ روایت کرتا ہے کہ اسباشیانش کو جبکہ وہ بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تھا، جب نیرون کے قتل کی خبر پہنچی تو یوسف بن کریون، کاہن طبریہ نے اسے قیصر ہونے کی بشارت دی۔ اس نے پھر اپنے بیٹے طیطش کو ارض مقدس کے محاصرہ پر چھوڑ کر کچھ لشکر ہمراہ لے کر رومہ کا قصد کیا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے اہل رومہ نے نیرون قیصر کے مارے جانے کے بعد غلیان بن قیصر کو اپنا حکمران بنالیا تھا۔ غلیان قیصر نہایت بدطینت اور ظالم تھا لہٰذا اس کی حکومت کے نویں مہینے کسی نوکر نے حالت غفلت میں اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد اس کی جگہ انون کو تخت نشین کیا گیا لیکن تین مہینے بعد اسے تخت سے اتار کر ابطالس کے سر پر تاج قیصری رکھا گیا جو آٹھ مہینے تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد اسباشیانس نے (جس کو ہروشیوش یشبیان کہتا ہے) اپنے دو سپہ سالاروں کو رومہ کی طرف بھیجا جنہوں نے ابطالس کو شکست دے کر قتل کر دیا۔ اسباشیانس نے اس فتح کے بعد رومہ کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔

قیدی یہودیوں پر ظلم

اسی دوران طیطش نے ارض مقدس فتح کر کے بیشمار مال غنیمت اور لاتعداد یہودی قیدیوں کو رومہ میں اپنے باپ کے پاس بھیجا۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ اس واقعے میں ایک لاکھ یہودی مارے گئے اور تقریباً نوے ہزار گرفتار کر لئے گئے۔ رومیوں نے ان قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ برتاؤ کیا۔ ارض مقدس سے رومہ آتے ہوئے راستے میں وہ یہودیوں کو جیتے جی درندوں کے سامنے ڈال دیتے تھے۔ اور بعض کو بوریوں میں باندھ کر شکاری کتوں کے روبرو پھینک دیتے تھے جو انہیں پھاڑ ڈالتے تھے غرض کہ اسی طرح یہ تمام قیدی مارے ڈالے گئے۔ واللہ اعلم۔

عیسائیوں کی روانگی

طیطش کی کامیابیوں سے یہودیوں کو جتنا جانی اور مالی نقصان ہوا اسی قدر عیسائیوں کو فائدہ ہوا، وہ عیسائی جلاوطن ہو کر اردن کی طرف چلے گئے تھے وہ پھر ارض مقدس واپس آ گئے اور وہاں کنسیہ (گرجا) بنایا۔ ان دنوں ان کا اسقف شمعان بن کلویا یوسف نجار کا چچازاد بھائی تھا، یہ ارض مقدس کا دوسرا اسقف ہے۔

طبیطش کی حکمرانی

اس کے بعد اسباشیانس (یعنی یشپشان) اپنی حکومت کے نویں برس مر گیا اور اس کا لڑکا طیطش قیصر دو یا تین برس بادشاہ رہا۔ ابن عمید کی روایت کے مطابق حکومت اسکندریہ کے چار سو برس بعد یہ رونق افروز تخت قیصری ہوا۔ یہ علوم حکمیہ سے بخوبی واقف اور نہایت نیک مزاج اور سخی تھا۔ لاطینی اور غریقی زبانیں بھی جانتا تھا۔ اس کے بعد اس کا بھائی دومریان پندرہ برس حکمران رہا، وہ پھر فرانس کی لڑائی میں مارا گیا۔ ہروشیوش لکھتا ہے کہ یہ نیرون کا ہمشیرزاد تھا اور قاتل اور سفاک تھا۔ عیسائیوں کا دلی دشمن تھا، یوحنا حواری کو اسی نے قید اور یہودیوں کو قتل کیا۔ ابن عمید نے اسے وانسطیانوس کے نام سے یاد کیا ہے، اس کے دور حکومت کو سولہ برس میں محدود کرتا ہے۔ یہ یہود کا بھی سخت دشمن تھا۔ اس نے ان کے خاندان سلطنت کے بچے بچے کو قتل کیا۔

یہود و نصاریوں پر ظلم

اس زمانے میں چونکہ بعض نصاریٰ کا یہ اعتقاد تھا کہ مسیحؑ کچھ عرصہ بعد پھر آئیں گے اور ان پر حکومت کریں گے اس لئے اس نے ان کے قتل کا بھی حکم دے دیا۔ اس نے یہوذا بن یوسف حواری کی اولاد کو قید کر کے رومہ بھیج دیا۔ ان لوگوں سے جب مسیحؑ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ مسیحؑ دنیا ختم ہونے کے بعد آئیں گے۔ رومیوں نے یہ سن کر انہیں چھوڑ دیا۔ اس کے سنہ 3 جلوس میں بطریق اسکندریہ سنہ 87 مسیحی میں نکالا گیا اور اس کی جگہ تیرہ برس تک ملموا اور اس کے مرنے کے بعد کرماہو مقرر رہوا۔

یوحنا کی رہائی

ابن عمید مسیحی کی روایت کے مطابق تحریر کرتا ہے کہ اس کے دور میں لیونیوس صاحب طلسمات کا واقعہ پیش آیا۔ ذوسطیانوس نے پھر اسے اور تمام فلسفی اور نجومیوں کو رومہ سے نکلوا دیا اور یہ حکم دے دیا کہ انہیں کسی قسم کا انعام واکرام نہ دیا جائے۔ اس کے بعد دوسطیانوس جسے رومی مورخ ہروشیوش دومریان کہتا ہے، مر گیا۔ اس کی جگہ پھر برمابرادرزادہ طیطش دو برس تک حکمران رہا۔ جس نے یوحنا حواری کو قید سے آزاد کر دیا اور مذہبی آزادی دے دی۔ اس نے پھر لاولد ہونے کی وجہ سے مرتے ہوئے طریانس سپہ سالار کے حق میں بادشاہت کی وصیت کر دی۔ ابن عمید اسے اندیانوس اور مسیحی طرنیوس کے نام سے یاد کرتا ہے جس نے مورخین کے اتفاق کے مطابق سترہ برس حکومت کی۔

نصاریوں پر تشدد

اس نے پھر شمعان بن کلویا اسقف ارض مقدس اور اغناطیوس بطریق انطاکیہ کو قتل کر ڈالا۔ یوں عیسائیوں پر اس کے عہد حکومت میں بڑی بڑی سختیاں ہوئیں اور ان کے مذہبی پیشوا مارے گئے۔ عام لوگ لونڈی غلام بنائے گئے۔ یہ نیرون کے بعد تیسرا قیصر ہے۔ یوحنا نے اسی کے سنہ 6 جلوس میں اپنی انجیل زبان رومہ میں لکھی۔

یہود کا قتل

یہودی پھر ارض مقدس واپس آنے اور شامت اعمال سے بدعہدی پر آمادہ ہو گئے۔ اس نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک زبردست لشکر روانہ کیا جس نے ان میں سے بے شمار یہودیوں کو قتل کر ڈالا۔ ہروشیوش لکھتا ہے کہ اس کی اور یہودیوں کی بہت جنگیں ہوئیں، انہیں لڑائیوں میں

عسقلان، مصر اور اسکندریہ ویران ہوئے اور یہودیوں کو اس مقام پر شکست ہوئی۔ قیصری لشکر انہیں کوفہ تک مارتا بھگاتا چلا گیا اور ان کی عظمت اور شوکت کو مٹا کر رکھ دیا۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ اس کی حکومت کے نویں سال ثیانو بطریق اسکندریہ گیارہ برس متولی رہ کر انتقال کر گیا۔ اس کی جگہ پھر امرغو بطریق مقرر ہوا، یہ بارہ برس تک بطریق رہا۔ بطلیموس مصنف کتاب لکھتا ہے کہ شیوس حکیم نے اسی کے سنہ 1 جلوس میں رومہ رصدگاہ بنائی تھی۔

ارض مقدس کی بربادی

ابن عمید لکھتا ہے کہ یہ بابل کی لڑائی میں مارا گیا پھر اس کی جگہ اندریانوس اکیس برس تک حکمران رہا۔ اس نے اپنے ابتدائی دور حکومت میں یہودیوں پر بڑی سختی کی لیکن کچھ عرصے بعد ظلم وتشدد کے عوض شہر مقدس پھر آباد کیا اور اس کا نام ایلیا رکھا۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ یہ عیسائیوں کا دشمن تھا، اس نے ان میں سے ایک بڑی جماعت کو مار ڈالا اور پھر عوام بت پرستی کرنے لگے۔ اس کے سنہ 8 جلوس میں پھر ارض مقدس ویران کیا گیا۔ اور وہاں کے عوام الناس قتل کئے گئے۔ بعد ازاں شہر کے دروازے پر ایک مینار بنایا گیا جس پر ایک لوح تھی اور جس میں شہر ایلیا لکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد بابل سے ایک شخص نے اس پر بغاوت کی تو اس نے اسے مصر تک پسپا کر دیا۔ اس نے پھر اہل مصر کی خواہش سے بحیرہ قلزم تک ایک نہر کھدوائی جو اس کے بعد بند ہوگئی تھی لیکن جب فتوحات اسلامیہ کی فوجیں بڑھ گئیں تو عمرو بن العاصؓ نے اسے پھر کھدوایا تھا۔

نئے سرے سے تعمیر

اسی اندریانوس نے شہر قدس دوبارہ آباد کیا اور یہودی پھر آ کر وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ لیکن جب اسے یہ علم ہوا کہ یہودی عہد شکنی پر تلے ہوئے ہیں اور انہوں نے زکریا نامی ایک شخص کو اپنے شاہی خاندان سے اپنا حکمران بنالیا ہے تو اس نے ایک خونخوار لشکر ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا جس نے انہیں نہایت بری طرح قتل کیا اور شہر کو اجاڑ ڈالا۔ یہودی پھر جلاوطن کر دیئے گئے اور یونانی ارض مقدس میں ٹھہرائے گئے۔ ارض مقدس کی یہ ویرانی طیطش کی ویرانی کے ترپن برس بعد ہوئی ہے جو جلوہ کبریٰ تھا۔

زہرہ کی تعمیر

عیسائی ان دنوں موضع قبر سے صلیب تک پھر رہے تھے اور وہیں نماز پڑھتے تھے حالانکہ یہود وہاں اپنا کوڑا پھینکتے تھے۔ یونانیوں نے بھی انہیں نماز پڑھنے سے منع کیا اور اسی مقام پر ایک ہیکل زہرہ کے نام پر بنوایا۔

عامل الرہا کی بغاوت

ابن عمید مسیحی سے یہ روایت کرتا ہے کہ سنہ 4 جلوس بادشاہ اندریانوس میں عامل الرہا اس سے باغی ہو گیا، اس وجہ سے رومیوں کی جانب سے الرہا میں مختلف اوقات میں متعدد حکام بھیجے گئے۔ انہوں نے پھر شہر اثیوش میں ایک دارالحکمت بنوایا اور کئی مشہور حکماء تعلیم کے لئے مقرر کئے۔ سنہ 5 جلوس میں نسطش، بطریق اسکندریہ مقرر ہوا، یہ حکیمانہ مزاج اور علم دوست انسان تھا۔ وہ گیارہ برس تک اس عہدے پر مامور رہا، اس کے مرنے کے بعد اس کی جگہ امانیق سنہ 16 جلوس اندریانوس میں مقرر ہوا۔ اس نے بھی گیارہ برس اسی عہدے پر گزارے اور وہ ساتواں بطریق تھا۔ اس کے بعد اندریانوس اپنی حکومت کے اکیسویں برس مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا انطونیش بادشاہ ہوا۔ ہروشیوش لکھتا ہے کہ اس کا نام قیصر الرحیم ہے۔ بروایت ابن عمید اس نے بائیس برس اور بخیال صعیدی اکیس برس حکومت کی۔ اس کی حکومت کے پانچویں برس مرتیانوس بطریق اسکندریہ بنا، یہ آٹھواں بطریق تھا جس نے نو برس تک اپنے عہدے پر اپنا کام انجام دیا۔ اس کے بعد کلوتیانو چودہ برس تک بطریق رہا۔ اس کے بعد حکومت کے ساتویں برس اور الیانوس حکیم مر گیا۔ بطلیموس صاحب مجسطی لکھتا ہے کہ اور الیانوس حکیم نے موسم گرما کی رصدگاہ سنہ 3 جلوس بادشاہ انطونیش میں بنائی تھی۔ واللہ اعلم۔

عیسائیوں پر تشدد

انطونیش اسکندر کے چار سو تریسٹھ برس بعد اپنے ملک کا حکمران بنا اور بائیس برس حکومت کے بعد مر گیا۔ اسکی جگہ اور الیانوس برادر انطونیوس موسوم بہ اورالش بادشاہ بنایا گیا، اسے انطونیش اصغر بھی کہتے تھے۔ وہ اہل فارس سے اکثر لڑتا رہتا تھا۔ پہلے انہوں نے آرمینیہ اور سوریہ کو اس کے ممالک مقبوضہ سے نکال لیا تھا، لیکن آخری جنگوں کا یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ اس نے انہیں شکست دے کر اپنے ملک سے نکال دیا تھا۔ اس کے دور حکومت میں وبا اور قحط کا بہت زور و شور ہوا۔ عیسائیوں کی دعا سے پھر پانی برسا اور وبا اور قحط دور ہوا جبکہ عیسائیوں پر بے حد سختیاں ہو چکی تھیں اور ان میں سے ایک گروہ کثیر کو اس نے مار ڈالا تھا۔ نیرون قیصر کے بعد یہ چوتھی سختی تھی۔

بدعات کا آغاز

ابن عمید کہتا ہے کہ اس کے سنہ 7 جلوس میں اغریبوس اسکندریہ کا بطریق ہوا اور پھر اس کے بارہ برس کے بعد سنہ 19 جلوس میں مر گیا۔ اس کے بعد اسی کے دور حکومت میں نصاریوں میں طرح طرح کی بدعات ظاہر ہوئیں اور وہ مختلف الاقوال ہو گئے۔ انہیں پھر اپنے مذہب و ملت سے کچھ سروکار نہ رہا اور وہ من مانی باتیں گھڑنے لگے۔ ان میں ابن دیصان وغیرہ تھے جن سے اساقفہ اہل حق نے مناظرہ اور مجاہدہ کیا اور ان کی بدعات مٹانے کی کوششیں کیں۔ اس کے بعد اس کے سنہ 10 جلوس میں اردشیر بن بابک، اول بادشاہ ساسانیہ ظاہر ہوا جس نے مملکت فارس کو اپنے قبضے میں لے لیا۔

جالینوس کی پیدائش

جالینوس طبیب بھی اسی کے دور حکومت میں تھا بلکہ اس کے ساتھ اس کی بھی پرورش ہوئی تھی۔ جب اسے یہ اطلاع ملی کہ الفونیش، رومہ کا حکمران ہوا ہے تو وہ یونان سے روم اس کے پاس چلا آیا۔ دیمقراطس حکیم بھی اسی زمانے میں تھا، اس کے مرنے کے بعد کمودہ قیصر تیرہ برس تک حکمران رہا، اس کے بعد متیلوش تین مہینے تک رونق افزائے تخت قیصری رہا۔

عیسائیوں کا قتل

ابن عمید لکھتا ہے کہ ابن بطریق اس کا نام فرطنوس ظاہر کرتا ہے، جبکہ اس کے علاوہ اور لوگوں نے فرطیجوس اور صعیدیوں نے برطالوس بتایا ہے۔ یہ لوگ اس کے دور حکومت کو بالاتفاق صرف دو مہینے تک محدود کرتے ہیں۔ اس کے مرنے کے بعد دو مہینے بولیانس قیصر پھر اس کے بعد سوریانوس قیصر حکمران ہوا۔ جس طرح اس کے نام پر لوگوں نے طرح طرح کے اعتراض کئے ہیں۔ اسی طرح دور حکومت میں بھی اتفاق نہیں کیا۔ بعض نے اسے سو برس جبکہ ہروشیوش نے طباریش بن ارنت بن انطونیش کے نام سے یاد کیا ہے۔ ابن عمید اس کے زمانہ حکومت کو ابن بطریق کی روایت کے مطابق سترہ برس اور بروایت مسیحی اٹھارہ برس اور بروایت ابو قانیوس سولہ برس جبکہ ابن الراہب تیرہ برس اور صعیدین صرف دو برس بتاتے ہیں۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے سنہ 4 جلوس میں نصاریوں پر بے حد سختیاں ہوئیں، اسکندریہ اور مصر میں انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کیا گیا، ان کے گرجے منہدم کرا دیئے گئے اور اسکندریہ میں ایک ہیکل موسوم بہ ہیکل الالہ بنایا گیا۔

لاطینی خروج کا بیان

ہروشیوش لکھتا ہے کہ نیرون کی سختی کے بعد یہ پانچواں حملہ تھا۔ بعد ازاں اس کے آخری زمانے میں لاطینیوں نے خروج کیا اور یہ اسی بغاوت میں مر گیا۔ اس کے بعد اقطونیش ابن بطریق کی روایت کے مطابق چھ برس اور بخیال مسیحی سات برس حکمران رہا۔ اس نے اسے انطونیش قسطس کے نام سے موسوم کیا ہے، یہ بیان کرتا ہے کہ اس کا ابتدائی دور حکومت اسکندر اعظم کے پانچ سو برس بعد ہوا ہے۔ اسی کے دور میں اردشیر بادشاہ نے

نصیبین کا محاصرہ کیا اور اس کے باہر ایک قلعہ بنوایا تھا۔

نصیبین کا محاصرہ

اس کے بعد اسے خراسان والوں کے خروج کی خبر پہنچی تب وہ ان سے اس امر پر صلح کر کے واپس ہوا کہ اہل نصیبین اس کے قلعہ سے متعارض نہیں ہوں۔ جیسے ہی اس نے نصیبین سے کوچ کیا، اہل نصیبین نے فوراً قلعے کے باہر سے ایک دیوار کھینچ کر قلعے کو شہر کے اندر لے لیا۔ اس کے بعد اردشیر خراسان سے لوٹ کر نصیبین پھر آ پہنچا اور حکماء کے مشورے سے اہل اللہ کی دعا سے قلعے پر قبضہ حاصل کیا۔ اردشیر کا اس کامیابی سے دل بہت بڑھ گیا اور اس نے پھر اکثر بلاد شام اور نواح آرمینیہ کو اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا۔ انطونیش انہی جنگوں میں ہلاک ہو گیا۔

اسکندروس کی حکومت

اس کے بعد مغریق بن مرکہ حکمران ہوا۔ لیکن ایک برس بعد رومہ کے کسی سپہ سالار نے اسے مار ڈالا۔ اس کے بعد اسکندروس سابور بن اردشیر کی حکومت کے تیسویں برس حکومت پر بادشاہ ہوا جس نے تیرہ برس حکومت کی۔ اس کی ماں عیسائیوں سے محبت رکھتی تھی۔ ہروشیوش لکھتا ہے کہ اس نے بیس برس حکومت کی۔ اس کی ماں عیسائی مذہب رکھتی تھی۔ اس لئے عیسائیوں کو اس کے زمانے میں بہت آرام اور سکون رہا۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ اس کی حکومت کے ساتویں برس تاوکلا بطریق اسکندریہ ہوا، یہ تیرہواں بطریق تھا اور وہ سولہ برس تک اس عہدے پر قائم رہا۔

سابور سے لڑائی

ہروشیوش سے یہ بھی لکھتا ہے کہ سنہ 10 جلوس میں اس نے سابور بن اردشیر سے معرکہ آرائی کی۔ جب وہ اس پر فتح یابی حاصل کر کے واپس آیا تو اہل رومہ نے اچانک اس پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ اس کے بعد مخشمیان بن لوجیہ تین برس اہل رومہ پر حکمرانی کرتا رہا۔ یہ خاندان شاہی سے نہیں تھا بلکہ اراکین دولت نے افرنجہ (فرانس) سے لڑائی کی خاطر اسے اپنا بادشاہ بنا لیا تھا۔ اس کے زمانے میں عیسائیوں پر ظلم و تشدد ہوا، نیرون کی یہ چھٹی سختی تھی۔

اسکندریہ کا بطریق

ابن عمید نے اسے فقیموس کے نام سے یاد کیا ہے اور اس نے دیگر ساری باتوں سے اتفاق کیا ہے کہ اس نے عیسائیوں میں سے سرجیوس کو سلمیہ میں اور داحوس کو فرات کے کنارے اور بطریق اسکندریہ کو قتل کر ڈالا۔ ارض مقدس کا اسقف یہ سن کر اپنی کرسی چھوڑ کر جان کے خوف سے بھاگ نکلا۔ اس کے دور حکومت کے تیسرے برس سابور بن اردشیر بادشاہ ہوا، اگرچہ ہروشیوش کے خیال کے برعکس ہے کیونکہ وہ یہ بیان کرتا ہے کہ اس نے اسے مار ڈالا تھا۔

عزویانوس کی حکومت

بہرحال فقیموس مخشمیان کے مرنے کے بعد بونیوس تین مہینے تک بادشاہت کر کے مارا گیا۔ ابن عمید نے اسے ابوفانیوس لوکش قیصر جبکہ ابن بطریق نے بلبنایوس کے نام سے یاد کیا ہے۔ دوسری طرف ہروشیوش نے اس کا کچھ تذکرہ نہیں کیا۔ اس کے بعد عزویانوس قیصر ابن عمید کی روایت کے مطابق چار برس اور بخیال مسیحی اور صعیدین چھ برس تخت قیصری پر رہا۔ اسے ان مورخین نے ابوفانیوس اور دنیوس کے نام سے یاد کیا ہے اور صعیدین اسے قرطانوس کہتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس کا زمانہ اسکندر کے پانچ سو گیارہ برس بعد ہوا ہے۔

ہروشیوش لکھتا ہے کہ غردیار بن بلیسان نے سات برس تک حکمرانی کی، اس کی اور فارس والوں کی بہت جنگیں ہوئیں جس میں اس نے ان پر فتح یابی حاصل کی اور اراکین دولت فارس کو فرات کے کنارے موت کے گھاٹ اتارا۔

فلفش کی حکمرانی

اس کے بعد فلفش بن اولیاق بن انطونیش سات برس تک حکمران رہا۔ سب سے پہلے ملوک روم میں سے اسی نے عیسائی مذہب اختیار کیا۔ ابن عمید صعیدین سے یہ روایت کرتا ہے کہ اس نے چھ برس تک بادشاہت کی۔ اس کی حکومت اسکندر کے پانچ سو چھپن برس بعد ہوئی۔ یہ پھر عیسیٰ پر ایمان لایا۔ اس کی حکومت کے پہلے سال دنوشیوس اسکندریہ کا بطریق مقرر ہوا اور وہ انیس برس تک اس عہدے پر برقرار رہا۔ یہ چودھواں بطریق تھا جس کے زمانے میں مرکوش اسقف کے بھاگ جانے کے بعد غرویانوس ارض مقدس کا اسقف مقرر ہوا۔ جب مرکوش واپس آیا تو دونوں ایک دوسرے سے تعاون کر کے اس عہدے کا کام سرانجام دیتے رہے یہاں تک کہ ایک برس بعد غرویانوس مر گیا اور مرکوش تن تنہا دس برس تک بیت المقدس کا اسقف رہا۔

فلفش کا خاتمہ

ابن عمید لکھتا ہے کہ فلفش قیصر کو دافیس (دقیانوس) نامی ایک فوجی افسر نے مار ڈالا اور پھر خود اس کی جگہ تخت قیصر پر رونق افروز ہو گیا۔ اس کی حکومت پانچ برس تک رہی۔ یہ شاہی خاندان سے تھا۔ اس کے زمانے میں عیسائیوں پر بہت سختیاں ہوئیں اور اس نے بطریق رومہ کو مار ڈالا۔ بعد ازاں مذہب صابیہ کو ترقی دی، بت پرستی پر نصرانیوں کو مجبور کیا اور شہر افسس میں ایک بہت بڑا بت خانہ بنوایا۔

اصحاب کہف کا واقعہ

اسی کے زمانہ میں سات اشراف روم جو مومن تھے، بھاگ نکلے اور پھر اس کے بعد تاودسیوس کے زمانے میں ظاہر ہوئے۔ ان ہی کو اصحاب کہف کہتے تھے۔

عیسائیوں پر ظلم

ہروشیوش لکھتا ہے کہ اس کا اصل نام واجیہ بن تخشمیان تھا، اس نے صرف ایک برس تک حکمرانی کی۔ اس کے دور میں ساتویں بار عیسائیوں پر بہت ظلم وستم ہوا۔ حتیٰ کہ اس نے بطریق رومہ کو مار ڈالا۔ اس کے بعد غالش قیصر حکمران ہوا جس کی دو برس تک حکومت رہی۔ اس نے بھی عیسائیوں پر ظلم وستم کیا۔ اس کے زمانے میں بہت بڑی وبا آئی جس سے سینکڑوں شہر ویران ہو گئے۔ ہروشیوش لکھتا ہے کہ یہ غالش بولیاش کا بیٹا ہے لیکن ابن بطریق یہ بیان کرتا ہے کہ بولیاش غالش کا سلطنت وحکومت میں شریک تھا تاہم یہ غالش سے پہلے ہی مر گیا اور اس کی حکومت پندرہ برس رہی۔ مسیحی اس تعداد سے اتفاق کرتا ہے مگر وہ اس کا نام داقیوس بتاتا ہے اور غالیوش کو اس کا بیٹا کہتا ہے۔ بعضے یہ کہتے ہیں اس کا نام لیوش تھا اور اس کی پانچ برس تک حکومت رہی۔ دوسری طرف ابن عمید کہتا ہے کہ وہ بت پرست تھا اور اس کے زمانے میں عیسائیوں پر بے حد سختیاں ہوئیں۔ اس کے پہلے سال حکومت میں مکثیموس اسکندریہ کا پندرھواں بطریق مقرر ہوا جو بارہ برس تک اس عہدے پر مامور رہا۔

اسکندروس کا خاتمہ

سنہ 5 جلوس میں اس نے اسکندروس کو ارض مقدس کا اسقف مقرر کیا لیکن سات برس بعد اسے قتل کر ڈالا۔ اس نے پھر اپنے لڑکے کو لشکر روم کا سپہ سالار کر کے فارس بھیجا۔ سپہ سالار فارس نے اسے گرفتار کر کے کسریٰ بہرام کے پاس بھیج دیا۔ کسریٰ بہرام نے اسے قتل کر ڈالا اور اس کا سر اس کے باپ کو بھجوا دیا۔

ارض مقدس کا بطریق

ہروشیوش لکھتا ہے کہ اس کے بعد غلینوس قیصر حکمران ہوا۔ پندرہ برس تک حکومت رہی۔ اس کے زمانہ حکومت میں بھی عیسائیوں پر بڑا ظلم ہوتا

رہا اور وہ اکثر اوقات مارے جاتے تھے۔ پھر ارض مقدس کا بطریق مارڈالا گیا۔ فارس کی اس سے کئی جنگیں ہوئیں۔ جن میں اس نے اس کے بادشاہ سابور کو گرفتار کرلیا تھا۔ اس کے بعد اس نے احسان کے طور پر اسے آزاد کردیا۔ اس کے عہد حکومت میں وبا آئی جو عیسائیوں کی دعا سے رفع ہوئی۔

غلیسنوش کا خاتمہ

اس کے بعد قوط نے اپنے غلاقوں سے نکل کر غریقیوں اور مقدونیہ اور بلاد نبط پر قبضہ کرلیا۔ بعدازاں غلینوش قیصر کو رومہ کے ایک سپہ سالار نے مار ڈالا جس کے بعد اقاویدوش قیصر ایک برس تک حکمران رہا۔ ابن عمید مسیحی کی روایت سے لکھتا ہے کہ اس نے ایک برس نو مہینے سنہ 580 اسکندری میں حکومت کی۔ اس کی حکومت کے پہلے سال میں یونس سمیصائی انطاکیہ کا بطریق مقرر ہوا جو آٹھ برس تک اس عہدے کو انجام دیتا رہا۔ یہ بطریق وحدانیت کا قائل اور کلمے اور خدا کی روح کے کسی میں حلول کرنے کا انکار کرتا تھا۔ جب یہ انتقال کر گیا تو تمام اساقفہ نے انطاکیہ میں جمع ہو کر اس کے اقوال کی تردید و تکذیب کی۔

فلودیلش کی حکومت

ہروشیوش لکھتا ہے کہ غلینوش قیصر کے بعد فلودیلش ابن بلاریان بن موکلہ بادشاہ ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ مشہور سپہ سالاروں میں سے تھا اور خاندان شاہی سے اسے نسباً کچھ تعلق نہیں تھا۔ اس نے قوط کو جو کہ پندرہ برس سے مقدونیہ وغیرہ پر قبضہ کئے ہوئے تھے، نکال باہر کیا لیکن وہ خود دو برس حکومت کر کے مرگیا۔ ہروشیوش لکھتا ہے کہ اس کے بعد اس کے بھائی نطیل نے سترہ یوم تک بادشاہت کی لیکن اسے کسی سپہ سالار نے مار ڈالا۔ ابن عمید نے اس کا کچھ ذکر نہیں کیا۔ اس کے بعد اور یلیائش چھ برس تک حکمران رہا۔ ابن بطریق نے اسے اور الیوش اور مسیحی نے بلنسیان کے نام سے یاد کیا ہے اور اس نے اس کے دور حکومت کو صرف پانچ برس میں محدود کیا۔

عیسائیوں کو آزادی

ابن عمید لکھتا ہے کہ اس کے سنہ 4 جلوس میں تاونا اسکندریہ کا سولہواں بطریق مقرر ہوا جو دس برس تک اس عہدے پر فائز رہا۔ اس سے پہلے عیسائی اپنے علاقوں میں رسوم مذہبی اور نماز پوشیدہ طور سے ادا کرتے تھے لیکن جب یہ بطریق مقرر ہوا تو اس نے ہدایا اور تحائف دے کر رومیوں سے ایک کنیسہ (کلیسہ) مریم بنانے کی اجازت لے لی۔ اس کے بننے کے بعد عیسائی علانیہ اس میں مذہبی رسوم اور نماز ادا کرنے لگے۔

سنہ 6 جلوس میں قسطنطین پیدا ہوا، ہروشیوش لکھتا ہے کہ اسی اور لیان بن بلنسیان نے قوط سے مقابلہ کیا، انہیں شکست دی اور ان پر فتحیاب ہوا۔ اسی نے رومہ کو از سر نو آباد کیا۔

عیسائیوں پر ظلم وستم

عیسائیوں پر نویں بار نیرون کے بعد اس کے زمانے میں پھر سختی ہوئی۔ اس کے مارے جانے کے بعد طانیش بن الیاس ایک برس تک اور اس کے بعد فرونش قیصر پانچ برس تک حکمرانی کرتا رہا۔ ابو فانیوس لکھتا ہے کہ اس کا نام فروش تھا۔ ابن بطریق روایت ابن الراہب وصعید ین یہ لکھتا ہے کہ اسے بروش بھی کہتے تھے۔ اس نے چھ برس تک حکومت کی تھی۔ جبکہ مسیحی لکھتا ہے کہ اس کا نام اکیوس تھا۔ اس کا زمانہ حکومت سات برس رہا۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ یہ سنہ 7 جلوس سابور ذوالاکتاف میں اسکندر اعظم کے پانچ سو بانوے برس بعد گزرا ہے۔ وہ عیسائیوں پر بے حد سختیاں کرتا تھا۔ اس نے پھر ایک بڑے گروہ کو ناحق ذبح کر ڈالا اور بعدازاں کسی جنگ میں یہ اپنے لڑکے کے ہمراہ مارا گیا۔ ہروشیوش لکھتا ہے کہ اس کے مارے جانے کے بعد اس کا لڑکا منار بان حکمران ہوا جو دو ہی چار روز بعد مارا گیا۔ ابن عمید نے اپنی کتاب میں اس کا کچھ تذکرہ نہیں کیا۔

بقلا دیانوش کی حکومت

اس کے بعد بقلا دیانوش نے اکیس برس اور مسیحی کی روایت کے مطابق بیس برس سنہ 595 اسکندری میں بادشاہت کی۔ اس کے سوا دیگر مورخین یہ کہتے ہیں کہ اس کا نام عربیطا تھا۔ وہ خدمت گزاری کے ذریعے سے قیاصرہ کی نظروں میں اس قدر عزیز تھا کہ فاریوش نے اسے اپنا مشیر اور خاص مصاحب بنالیا تھا۔ اسے مزامیر اور گانے میں بھی بہت بڑا دخل تھا۔ اس دوران فاریوش کی لڑکی اس پر عاشق ہوگئی تھی۔ جب اس کا باپ فاریوش اور بھائی جنگ میں مارے گئے تو رومیوں نے اس کے سر پر شاہی تاج رکھا۔ اس نے پھر بقلا دیانوش (عربیطا) سے اپنا نکاح کرلیا اور حکومت اس کے سپرد کردی، اس طریقے سے وہ تمام ممالک روم پر قابض ہوگیا۔ اس وقت قسطنطش اس کا برادرزادہ ان دنوں بلاد اشیا۔ (ایشیاء) و بیزنطیہ میں تھا۔

مصر والوں کا خروج

سنہ 19 جلوس عربیطا میں اہل مصر اور اسکندریہ نے خروج کیا تو عربیطا نے بزور تلوار اسے ختم کیا، اس کے بعد وہ بت پرستی کی طرف مائل ہو گیا۔ اور اس نے گرجے بند کئے جانے کا حکم دیا اور عیسائیوں پر بے حد سختیاں کیں۔ اس نے مارجرس تسیس (جو کہ اکابر ابنائے بطارقہ سے تھا) اور ملقوس کو قتل کیا۔ سنہ 10 جلوس میں پھر ماربطرس اسکندریہ کا بطریق ہوا جو دس برس بعد مارا گیا۔ اس کی جگہ اس کا شاگرد اسکندروس بطریق اسکندریہ ہوا۔ اسی کے ارشد تلامذہ سے اریوش ہے جو اس کا سخت مخالف تھا اور جسے اس کے زمانہ بطریقی میں کلیسا سے نکال دیا گیا تھا۔ لیکن ماربطرس کے مرنے کے بعد اریوس اپنے خیالات سے باز آ گیا۔ جس کی وجہ سے وہ پھر کنیسہ میں داخل کر کے قسیس بنا دیا گیا تھا۔

قسطنطین کی پیدائش

ابن عمید لکھتا ہے کہ دیقلا دیانوس کے زمانے میں قسطنطش (اس کا چچازاد بھائی) اور اس کا نائب جو بیزنطیہ اور ایشیاء میں فائز تھا۔ اس نے پھر اس کے خلاف بغاوت کی۔ اس کے بعد مسماۃ ہلانہ (جو شاہی خاندان سے تھی اور اسقف الرہا کے ہاتھ سے اصطباغ حاصل کر چکی تھی) اس نے پھر اس سے شادی کرلی جس سے قسطنطین پیدا ہوا۔ منجموں نے اس کے پیدا ہونے پر اس کی حکومت کی پیشن گوئی کی اور یہ بھی کہا کہ وہ تیرے بعد تیرے ملک و مال کا مالک ہوگا۔ دیقلا دیانوس نے یہ سن کر نہایت غصے سے قسطنطین کے قتل کا حکم دے دیا لیکن ہلانہ اس کے حکم سے آگاہ ہو کر اپنے بیٹے کو لے کر الرہا کی طرف چلی گئی۔ وہ پھر دیقلا دیانوس کے مرنے کے بعد واپس آئی جب کہ اس کا شوہر دیقلا دیانوس کی جگہ اب روم پر حکومت کر رہا تھا۔ قسطنطش نے پھر ملک و حکومت قسطنطین کے سپرد کر دی۔ جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ دیقلا دیانوس نے بیس برس تک حکومت کی۔ سنہ 616 اسکندری میں وہ آخر کار انتقال کر گیا۔

مقیمانوس کی حکمرانی

اس کے بعد اس کا لڑکا مقیمانوس حکمران ہوا، ابن بطریق مسیحی اور ابن الراہب وغیرہ لکھتے ہیں کہ مقطوس دیقلا دیانوس کا حکومت و ملک میں شریک تھا، یہ اس سے کفر و عصیان میں کہیں زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ عیسائیوں کو ان دونوں کے ہاتھوں بہت بہت سختیاں اٹھانی پڑیں اور ایک گروہ کثیر ان کی تیغ ظلم کی نذر ہو گیا۔

سابور کا حملہ

اس کے سنہ 1 جلوس میں اسکندروس شاگرد ماربطرس، اسکندریہ کا مشہور بطریق ہوا۔ وہ تیئس برس تک اس عہدے پر رہا۔ مقیمانوس کے دور حکومت کے یہ خرافات اور جھوٹے قصے بیان کئے جاتے ہیں کہ سابور شاہ فارس لباس تبدیل کر کے روم گیا اور مقیمانوس کے دربار میں حاضر ہوا۔ مقیمانوس نے اسے پہچان کر قید کر لیا اور گائے کی کھال اسے پہنا کر اپنے لشکر کے ہمراہ اسے لئے ہوئے سلطنت فارس پر حملہ کرنے کے لئے روانہ

ہوا۔ راستے میں سابور موقع پا کر اس کی قید سے بھاگ کھڑا ہوا اور فارس پہنچ کر اس نے لشکر فارس جمع کر کے مقسیمانوس کو شکست دی۔ اسی طرح کی اور ناممکن روایات و حکایات ہیں جو عقل سے بعید ہیں لیکن وہ بیان کی جاتی ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ سابور نے رومیوں پر چڑھائی کی اور مقسیمانوس نے پھر اس کا مقابلہ کیا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

دیوقادبان کی حکمرانی

ہروشیوش نے منار بان قیصر بن قاریون کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ یہ اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا اور اسی وقت قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ رومیوں کی حکومت پھر دیوقاربان نے اپنے ہاتھ میں لے لی جس نے قاریوس کے قاتل سے اس کے خون کا بدلہ لیا۔ اس کے بعد افریر بن قاریوس نے بغاوت کی تو دیوقاربان نے اسے متعدد اور طویل جنگوں کے بعد گرفتار کر کے مار ڈالا۔

خروج کا خاتمہ

اس واقعے کے بعد ایک طرف سے بلاد افرنجہ (فرانس)، اندلس، افریقہ اور مصر میں خروج پھوٹ نکلا۔ دوسری جانب سے سابور ذوالاکتاف نے چڑھائی کر دی۔ دیوقاربان نے ان تمام حملوں اور بغاوتوں کو مخشمیان ہرکوریش کی جان توڑ کوشش سے رفع دفع کر دیا۔ بلاد افرنجہ کا خروج اور اندلس سے برطانیہ کی حکومت کا (جو سات برس سے قائم ہوگئی تھی) بہت تھوڑی مدت میں قلع قمع کر کے برطانیہ کو دوبارہ دیوقاربان کی اطاعت پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد مخشمیان نے اپنے داماد قسطنطش اور اس کے بھائی مخشمش پسران دتینوس کو دیوقاربان کی نیابت پر مقرر کیا۔ اس کے بعد مخشمش نے افریقہ کا خروج ختم کر دیا اور اسے بدستور رومانیوں کی حکومت میں قائم رکھا۔ بعدازاں دیوقاربان قیصر نے مصر اور اسکندریہ کے باغیوں کو شکست دے کر ایک ایک کو چن چن کر مار ڈالا۔ اس کے بعد قسطنطش المانیون کی طرف گیا اور وہاں خروج کی مشتعل آگ کو بجھایا۔ اس کے بعد مخشمیان سابور، بادشاہ فارس کے مقابلہ پر گیا اور ایک طویل اور خوفناک جنگ کے بعد اس پر غالب آیا۔ اس نے فتح کے بعد اس کے شہر غورہ اور کوفہ کو ویران کر دیا اور وہاں کے رہنے والوں کو گرفتار کر کے غلام بنا لیا۔

عیسائیوں پر تشدد

اس کے بعد دیوقاربان قیصر نے اسے اہل عالش کو (جو کہ بلاد افرنجہ سے تھے) سر کرنے کے لئے بھیجا، اس نے ان کی بھی سرکوبی اور معقول گوشمالی کی۔ ان جنگوں کے ختم ہونے پر دیوقاربان نے عیسائیوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ قیصر نیرون کے بعد عیسائیوں کے مصائب کا یہ دسواں ہلہ تھا، دس برس تک یہ قوم انہی مصیبتوں میں گرفتار رہی۔

دیوقاربان کا ہٹ جانا

اس کے بعد دیوقاربان اور اس کے نائب مخشمیان کو اس کے اراکین دولت نے معزول کر کے حکومت اور سلطنت قسطنطش ابن ولنتیفوس اور اس کے بھائی مخشمش کے سپرد کر دی۔ ان دونوں میں رومیوں کی سلطنت اس طرح تقسیم کی گئی کہ مخشمش (جسے غلادیش بھی کہتے ہیں) شرقی ممالک کا مالک ہوا جبکہ قسطنطش ممالک مغرب وافریقہ و بلاد اندلس وافرنجہ پر حکومت کرنے لگا۔ بعدازاں دیوقاربان اور مخشمیان معزولی کی حالت میں شام کے کسی شہر میں مر گئے۔ قسطنطش کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا قسطنطین لاطینیوں کا حکمران ہوا۔ انتہی کلام ہروشیوش (اب ہروشیوش کا کلام ختم ہوا)

ظاہری باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس بادشاہ کا نام ابن عمید نے دیقلادیانوس ظاہر کیا ہے اسے ہروشیوش دیوقاربان کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اس کے بعد پھر واقعات اور روایتیں نہایت مشتبہ اور نام بے حد مختلف ہیں۔ اس امر کو ناظرین اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ ایک اجنبی زبان کے ناموں کو دوسری زبانوں میں ترجمہ کرنا کتنا مشکل اور دشوار ہوتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

باب:۲۱

متنصرہ قیاصرہ کے حکمرانوں کے حالات

متنصرہ قیاصرہ کے حکمران دنیا کے عظیم الشان اور مشہور ترین بادشاہوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ان کی حکومت ساحل بحر رومی پر اندلس سے رومہ، قسطنطنیہ، شام، مصر، اسکندریہ، افریقہ اور مغرب تک پھیلی ہوئی تھی۔انہوں نے مشرق اور سوڈان میں ترک اور فارس سے مغرب میں نوبہ وغیرہ سے کئی مقابلے کیے اور انہیں شکست دی۔ پہلے یہ لوگ دین مجوسی کے پابند تھے لیکن ظہور حواریین عیسیٰؑ اور اشاعت دین عیسائیت کے بعد انہوں نے دین مجوسی چھوڑ کر مذہب عیسائی اختیار کر لیا۔سب سے پہلے جس نے دین عیسائی اختیار کیا وہ قسطنطین بن قسطنطش بن دقلینوش اور اس کی ماں ہلانہ تھی۔

نصرانی کا لفظ

دین مسیحی کو دین نصرانی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام موضع ناصرہ میں رہتے تھے جبکہ وہ مصر سے اپنی ماں کے ساتھ واپس آئے تھے۔نصران مبالغہ کے صیغوں میں سے ہے۔جس کے معنی یہ ہیں کہ اس دین میں تعصب نہیں ہے جس کی اعانت اور تائید اس کے تبعین نے کی ہے۔

قیاصرہ کا نسب

یہ قیاصرہ بنو الاصفر کے نام سے بھی معروف ہیں۔چند مورخ انہیں عیصو بن اسحاق کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن محققین کی اکثریت نے اس کا انکار کیا ہے۔ابو محمد بن حزم نے اسرائیل علیہ السلام کے تذکرے میں لکھا ہے کہ اسحاق کا یعقوب کے سوا ایک اور لڑکا تھا جس کا نام عیصاب تھا،اس کی اولاد جبال سراۃ یعنی سرزمین شام میں تاجدار رہتی تھی۔اس کا تقریباً تمام حصہ معدوم ولاپتہ ہو گیا۔لیکن بعض کا یہ خیال ہے کہ روم ان کی اولاد سے ہیں حالانکہ یہ سراسر غلطی ہے،اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ جہاں یہ رہتے تھے اسے اروم کہتے ہیں،اس سے چند مورخین کو یہ خیال پیدا ہوا کہ روم اسی مقام کا ٹکڑا ہے حالانکہ معاملہ یہ نہیں ہے کیونکہ روم روملس بانی رومہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔میرے نزدیک ان بنو عیصو کا مسکن ایذوم میں تھا،عرب نے اسے معرب کرتے ہوئے ذال معجمہ کو راء مہملہ سے بدل دیا اور یہیں سے غلطی واقع ہوئی۔ واللہ اعلم۔

قسطنطین کا حملہ

ابن عمید لکھتا ہے کہ قسطنطین نے سب سے پہلے مقسیمانوس پر حملہ کیا،مقسیمانوس شکست کھا کر میدان جنگ سے رومہ کی طرف بھاگ گیا۔ پل پر دونوں لشکروں میں دوبارہ مقابلہ ہوا جس کے بعد مقسیمانوس اور اس کے لشکر کا اکثر حصہ دریا میں ڈوب کر مر گیا۔

یوں قسطنطین مظفر ومنصور رومہ میں داخل ہوا اور اپنی کامیابی کا پھریرا اس کے بلند اور شاندار مینار پر اڑا دیا۔اس سے قبل وہ بیزنطیہ میں اپنے باپ کے بعد چھبیس برس حکومت کر چکا تھا۔اس نے پھر اہل رومہ میں عدل وانصاف سے اپنی رعایا کو خوش کیا۔اس دوران اس کے ایک سپہ سالار نے جو نواح قسطنطنیہ کا رہنے والا تھا اور رومہ میں اس کی طرف سے عامل تھا،تاکید اور ممانعت کے باوجود بدعہدی کر کے عیسائیوں کو قتل کیا اور بت پرستی کی بنا ڈالی۔حتیٰ کہ اس نے ماریادس بطریق کو سولی دے دی۔ قسطنطین نے یہ سن کر اسے گرفتار کرنے کے لئے ایک لشکر رومہ کی جانب روانہ کیا، وہ پھر گرفتار کر کے قسطنطین کے روبرو لایا گیا اور وہیں قتل کیا گیا۔

عیسائیت قبول کرنا

اس کے بعد قسطنطین شہر نیقیہ میں اپنی حکومت کے سنہ 12 میں عیسائی ہو گیا۔ اس نے بت خانے گروا دیئے اور کنائس (گرجے) بنوائے۔ سنہ 19 جلوس میں شہر نیقیہ میں اساقفہ کا مجمع ہوا اور اریوش گرجا سے نکالا گیا۔ جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے۔ اس مجمع کا صدر انجمن اسکندروس بطریق اسکندریہ تھا، یہ اس مجمع کے پانچ مہینے بعد اپنی مذہبی ریاست کے پندرہویں برس مر گیا۔ ابن الراہب لکھتا ہے کہ اسکندروس بطریق سنہ 1 جلوس قسطنطین میں بطریق بائیس برس تک اسی عہدے پر رہا۔

صلیب کا ملنا

اسی کے زمانے میں ہلانہ مادر قسطنطین ارض مقدس کی زیارت کو آئی، اس نے کنائس (گرجے) بنوائے اور صلیب کو دریافت کیا۔ مقاریوس اسقف ارض مقدس نے اس کا پتا اسے بتایا کہ یہود نے اسے فلاں زمین میں دفن کر دیا ہے اور اب اس پر وہ کوڑا اور غلاظت پھینکتے ہیں۔ ہلانہ نے یہود کے کاہنوں کو جمع کر کے صلیب کا مدفن دریافت کر کے اس مقام کو خس و خاشاک سے پاک صاف کیا اور اس مقام سے تین لکڑیاں نکالیں۔ ہلانہ نے پھر دریافت کیا کہ ان تینوں لکڑیوں میں صلیب مسیح کون سی ہے؟ اسقف نے کہا کہ جس لکڑی کے چھونے سے مردہ زندہ ہو جائے وہی اصلی صلیب ہے۔ ہلانہ نے اس کے کہنے کے مطابق تجربہ کیا اور اس کے بعد اس دن کو صلیب کے ملنے کی وجہ سے عید کا دن مقرر کیا پھر اس مقام پر کنیسہ رقمامہ بنا دیا۔

گرجے کی تعمیر

ہلانہ نے اسقف مقاریوس کو کنائس (گرجے) بنوانے کا حکم دیا، یہ واقعہ سنہ 338 میلادی مسیحی میں رونما واقع ہوا۔ اس کے بعد سنہ 21 جلوس قسطنطین میں اسکندروس بطریق کی ہلاکت ہوئی اور اس کی جگہ اس کا شاگرد اثناشیوش مقرر ہوا۔ اس کی ماں اسکندروس کے ہاتھ پر عیسائی ہوئی تھی۔ اس نے اس کی خدمت میں پرورش و تعلیم پائی تھی۔ اور وہ پھر اسی کی جگہ پر بطریق ہوا۔ اریوش کے مقلدین نے اس کی جگہ لینے کی دو مرتبہ کوشش کی لیکن ناکام رہے۔

یہودیوں کی حالت

قسطنطین نے پھر یہودیان قدس کو عیسائی مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا، وہ لوگ بظاہر نصرانی ہوئے لیکن یہ راز خنزیر (سور) نہ کھانے سے ظاہر ہو گیا۔ قسطنطین نے اس بات پر برہم ہو کر ان میں سے اکثر کو قتل کر ڈالا اور بعض ان میں سے جان کے خوف سے عیسائی ہو گئے۔ اس کے بعد قسطنطین نے شہر بیزنطیہ کو از سر نو آباد کر کے اسے اپنے نام پر قسطنطنیہ کے نام سے موسوم کیا۔ بعد ازاں اس کا ملک اس کے تینوں بیٹوں میں اس طرح پر تقسیم ہو گیا کہ قسطنطین اول قسطنطنیہ اور اس کے متعلقات پر حکمران ہوا جبکہ دوسرا قسطنطین بلاد شام کا اقصائے مشرق تک اور قسطوس رومہ اور اس کے نواحی علاقوں کا حکمران ہوا۔ یہ بتایا جاتا ہے کہ قسطنطین نے پچاس برس تک حکومت کی۔ وہ چھبیس برس بیزنطیہ میں مقسیمانوس پر غلبے سے قبل اور چوبیس برس قبضہ روم کے بعد اور اپنی حکومت کے بارہویں برس عیسائی ہوا اور سنہ 650 اسکندری مر گیا۔

قسطنطین کا عیسائی ہونا

ہروشیوش لکھتا ہے کہ پہلے قسطنطین بن قسطنطش دین مجوسی رکھتا تھا اور نصرانیوں پر نہایت سختی اور ظلم کرتا تھا۔ اس نے پھر بطریق رومہ کو نکال دیا جس کی بددعا سے یہ مجذوم ہو گیا۔ بعد ازاں اطباء نے اسے لڑکوں کے خون سے نہانے کو کہا چنانچہ اس علاج کے لئے متعدد لڑکے لئے گئے۔ اتفاقاً اسے ان کی بے کسی پر رحم آ گیا اور اس نے ان سب کو چھوڑ دیا، اسی شب کو اس نے خواب میں دیکھا "بطریق رومہ کی اقتدا کرنے کی ہدایت ہوتی

ہے۔ صبح ہوتے ہی اس نے بطریق رومہ کو پھر رومہ میں عزت و احترام سے بھیج دیا اور خود عیسائی ہو گیا۔ قوم کی مخالفت کے خیال سے اس نے رومہ چھوڑ کر قسطنطنیہ میں قیام کیا، اس کی مضبوط فصیلیں اور نئے قلعے بنوائے اور پھر اپنی عیسائیت کا علانیہ اظہار کر دیا۔

رومہ والوں کا خروج

اہل رومہ نے اس کے مذہب تبدیل کر لینے سے بغاوت شروع کر دی، قسطنطین نے اپنے قوی بازوؤں سے اسے فرو کر کے انہیں مغلوب کر لیا اور پھر عیسائیت کے پھیلانے میں پوری مدد کی۔ اس نے پھر فارس پر چڑھائی کی اور ان کے اکثر ممالک کو ان سے چھین لیا۔ اس کے سنہ 20 جلوس میں قوط کا ایک گروہ باغیانہ طور پر اس کے ملک میں گھس آیا تو اس نے ان کی شورش کو بھی ختم کیا اور اپنے ملک سے انہیں نکال دیا۔

قسطنطین کی موت

اس کے بعد اس نے خواب میں صلیب کو دیکھا اور کسی کہنے والے نے کہا ''یہی تیرے لئے فتحیابی کی علامت ہے۔'' صبح ہوتے ہی اس نے اپنے خواب کو اپنی ماں سے بیان کیا تو اس کی ماں ہلانہ ارض مقدس گئی، صلیب کو نکالا اور عطریات میں اسے معطر کر کے اطلسی غلاف میں لپیٹ کر اپنے ہمراہ لائی۔ اس نے پھر مختلف شہروں میں گرجے بنوائے پھر ان واقعات کے بعد قسطنطین اکتیس برس حکومت کر کے مر گیا۔ (ہروشیوش کا کلام ختم ہوا)

قسطنطین صغیر کی حکومت

قسطنطین کے بعد قسطنطین صغیر بن قسطنطین حکمران ہوا، ہروشیوش اسے قسطنطش کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ ابن عمید کہتا ہے کہ اس نے چوبیس برس حکمرانی کی، اس وقت اس کا بھائی قسطوس اپنے باپ کی جانب سے رومہ میں حکومت کر رہا تھا۔ جب سنہ 5 جلوس قسطنطین میں ایک لشکر رومہ پر بھیجا گیا تو اس نے رومہ کو فتح کر لیا۔ اریوش اس وقت وہیں موجود تھا اور ایک گونہ اس کا مذہب پھیل چلا تھا۔ اس وقت تک اس کے خیالات اہل قسطنطنیہ، انطاکیہ، مصر اور اسکندریہ والوں کے دل میں پورے طور سے اتر کر گئے تھے۔ اس کے مقلدین کا ایک خاص گروہ ہو گیا تھا اور بطریق اسکندریہ اپنی جان کے خوف سے اسکندریہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس کے بعد قسطنطش کے بعد قسطنطین کے خاندان سے حکومت جاتی رہی۔

بولیانش کی حکمرانی

وہ اس طرح کہ اس کا چچازاد بھائی بولیانش (الیانش) بادشاہ ہوا۔ جس نے عیسائیت چھوڑ کر پھر بت پرستی اختیار کر لی۔ اس نے گرجے بند کروا دیئے، عیسائیوں پر سختی کی اور ان کی معافیاں ضبط کر لیں۔ اس نے پھر فارس پر زمانہ حکومت سابور میں چڑھائی کی۔ جنگ کے دوران اس کے ایک تیر لگا اور وہ وہیں مر گیا۔ ہیروشیوش لکھتا ہے کہ یہ فارس جاتے ہوئے راستہ بھول کر ایک بیابان میں پڑ گیا جہاں دشمنوں نے اسے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد بلیان بن قسطنطی نے ایک برس حکمرانی کی۔ اس نے پھر بادشاہ فارس پر حملہ کیا لیکن جنگ کے بغیر صلح کر کے جب واپس آ رہا تھا تو راستے میں انتقال کر گیا۔

یوشانوش کی حکومت

ابن عمید نے اس کا کچھ ذکر نہیں کیا، وہ لکھتا ہے کہ بولیاس کے بعد یوشانوش نے بالاتفاق سابور کی حکومت کے سولہویں برس بادشاہت کی۔ یہ بولیانوس کے لشکر کا سپہ سالار تھا، جب وہ مارا گیا تو اہل لشکر نے متفق ہو کر اس شرط پر اس کی بیعت کر لی کہ وہ عیسائی مذہب اختیار کر لے گا۔ یوشانوش نے یہ شرط قبول کر لی اور پھر اپنے لشکر کا صلیبی پھریرا بنوایا۔ اس نے بعد ازاں نصیبین سے (جو کہ فارس کے قبضہ میں تھا)، عیسائیوں کو لا کر آمد میں بسایا اور اپنے دارالسلطنت پہنچ کر اساقفہ کو گرجوں کی طرف واپس کر دیا۔ ان میں اثناشیوش بطریق اسکندریہ بھی تھا جس سے اس نے

کونسل نیقیہ کے عقیدہ متفقہ کے لکھنے کی خواہش ظاہر کی، اس نے اساقفہ کو اکٹھا کر کے دوبارہ اس عقیدے کو لکھوایا اور اس کی پابندی کی ہدایت کی۔

بلنسیان کا تخت پر بیٹھنا

ہیروشیوش نے اپنی کتاب میں اس یوشانوش کا کچھ ذکر نہیں کیا بلکہ اس کی جگہ بلنسیان بن قسطنطش لکھا ہے۔ اسی کے زمانے میں قوط کے دو فرقے ہو گئے، ایک تو مذہب اریوش کا پابند تھا اور دوسرا مجمع نیقیہ کے مقرر عقیدہ متفقہ کا معتقد تھا۔ اس کے بعد واماش رومہ کا بطریق ہوا لیکن وہ پھر بعارضہ فالج مبتلا ہو کر مر گیا۔ اس کی جگہ والیش چار برس حکمران رہا، یہ مذہب اریوش کا مقلد تھا اسی وجہ سے مجمع نیقیہ کے مقلدین کو اس نے بہت ستایا، ان پر سختیاں کیں اور اکثر کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد چند عیسائی قومیں اہل افریقہ کی مدد سے اس سے باغی ہو گئیں۔ اس نے پھر ان پر بزور تیغ فتح حاصل کی اور قرطاجنہ میں انہیں قتل کر کے قسطنطنیہ واپس آیا۔ بعد ازاں قوط اور دوسری قوموں سے جو اس سے باغی ہو گئی تھیں، ان سے لڑا اور انہی جنگوں میں مارا گیا۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ جو قیصر مارا گیا وہ والیطنوس تھا جس نے کہ بارہ برس حکومت کی جیسا کہ ابن بطریق اور ابن الراہب سے روایت کی گئی۔ لیکن مسیحی سے روایت کی جاتی ہے کہ اس نے پندرہ برس تک بادشاہت کی اور اس کا بھائی والیاش اس کی حکومت میں شریک تھا۔

بطریق کا واقعہ

وہ سنہ 676 اسکندری مطابق سنہ 17 جلوس سابور کسریٰ میں بادشاہ ہوا، وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اسی کے زمانے میں اہل اسکندریہ نے اثناشیوش، بطریق اسکندریہ کو گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا لیکن وہ اس سے واقف ہو کر بھاگ گیا۔ اہل اسکندریہ نے پھر اس کی جگہ لوقیوس کو بطریق بنایا جو کہ اریوش کی رائے کا مقلد تھا لیکن کونسل نیقیہ نے پانچ مہینے بعد پھر جمع ہو کر اثناشیوش کو عیسائیوں کا بطریق بنایا اور لوقیوس کو نکال باہر کیا۔ اثناشیوش کے مرنے کے بعد اس کا شاگرد پطرس دو برس تک بطریق رہا۔ جس کے زمانے میں لوقیوس کے ہواخواہوں نے پھر سر اٹھایا اور لوقیوس کو دوبارہ بطریق بنایا۔ وہ تین برس تک اس عہدے پر رہا پھر اہل کونسل نیقیہ نے یورش کر کے لوقیوس کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ پطرس کو مذہبی حکومت کی کرسی پر بٹھایا جو ایک برس بعد فوت ہو گیا۔ اس کے بعد داریانوس قیصر اور اریوش کے مقلدین میں بہت ناچاقی رہی۔

پطرس کی گرفتاری

مسیحی لکھتا ہے کہ والیطنوس اہل کونسل کے مقررہ عقیدے کا معتقد جبکہ اس کا بھائی والیش مذہب اریوش کا متبع تھا۔ اس نے اس مذہب کی تعلیم شادوکسیس، اسقف قسطنطنیہ سے پائی تھی، اس نے شادوکسیس سے اس مذہب کی پابندی اور اظہار کا قول لیا تھا۔ چنانچہ جب وہ بادشاہ بنا تو اس نے تمام اساقفہ کو (جو کونسل مذہب کے پابند تھے) نکال باہر کیا۔ اس کے بعد اریوش انطاکیہ سے اسکندریہ تک کے تمام گرجوں کا اسقف ہوا اور پطرس بطریق قید کر لیا گیا۔ وہ بعد ازاں قید سے بھاگ کر رومہ میں جا ٹھہرا۔ والیطنوس قیصر اور سابور کسریٰ میں اکثر جنگیں ہوئیں۔ ایک لڑائی کے دوران والیطنوس مر گیا اور اس کی جگہ والیش حاکم ہوا۔ ابن عمید بروایت ابن الراہب تحریر کرتا ہے کہ اس نے دو برس اور بوفانیوس کہتا ہے کہ تین برس حکومت کی، اس کا اصل نام والاش تھا۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ یہ ان دو بادشاہوں کا باپ ہے جنہوں نے سلطنت چھوڑ کر رہبانیت اختیار کی تھی یعنی مکسلیموس اور دوقادیوش۔ اس کے سنہ 2 جلوس میں طیماناوس برادر پطرس بطریق اسکندریہ کی طرف بھیجا گیا جو سات برس بعد وہیں فوت ہو گیا۔

اساقفہ کی کونسل

اور سنہ 6 جلوس میں دوسری کونسل قسطنطنیہ میں منعقد ہوئی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اسی کے دور حکومت میں بطریق قسطنطنیہ مر گیا اور اس کی جگہ اغریوس اسقف ہوا جو چار برس بعد مر گیا۔ اس کے بعد والیش پر کسی نے عرب علاقوں سے خروج کیا اور وہ ان کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے مارا گیا۔ اس کے بعد اغرادیانوس قیصر ہوا۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ وہ والیش کا بھائی اور والنطیوس ابن والیش اس کا شریک تھا۔ ایک برس اس کی حکومت

رہی۔ ابوفانیوس یہ لکھتا ہے کہ دو برس اور ابن بطریق کی روایت ہے کہ اس نے تین برس حکومت کی جبکہ ابن مسیحی اور ابن الراہب سے یہ روایت کی جاتی ہے کہ تاوداسیوس کبیر ان دونوں کی حکومت میں شریک تھا۔ اسکندر اعظم کے چھ سونوے برس بعد یہ لوگ حکمران ہوئے۔ اس نے پھر تمام ان اساقفہ کو واپس بلالیا جنہیں والیش نے جلاوطن کر دیا تھا اور انہیں پھر ان کے عہدوں پر مقرر کیا۔ بعد ازاں ایک ہی سال بعد اعزادیانوس اور اس کا بھتیجا مر گیا۔

تاوداسیوس کی حکومت

ابن عمید لکھتا ہے کہ ان دونوں کے بعد تاوداسیوس حکمران ہوا۔ اس کی حکومت سترہ برس تک رہی۔ بالاتفاق وہ اسکندر کے چھ سونوے برس بعد سنہ 31 جلوس سابور کسریٰ میں بادشاہ ہوا۔ اس کے سنہ 6 جلوس میں اثناشیوش، بطریق اسکندریہ مر گیا اور اس کی جگہ اس کا کاتب تاوفیلا مقرر ہوا۔ قسطنطنیہ کا بطریق یوحنا تم الذہب اور قبرش کا اسقف بوفانیوس تھا، یہ پہلے یہودی تھا لیکن اس کے بعد نصرانی ہو گیا۔ تاوداسیوس کے دولڑکے ارقادیوس اور برباریوس کے نام سے تھے، سنہ 15 جلوس میں وہ ساتوں جوان ظاہر ہوئے جو اہل کہف کے نام سے مشہور ہیں اور زمانہ دقیانوس میں شہر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ لوگ تین سونوے برس تک سفر کی حالت میں پڑے رہے جیسا کہ قرآن شریف میں اس واقعے کا ذکر آ گیا ہے۔ ان کے ساتھ ایک تانبے کا صندوق اور ایک صحیفہ پایا گیا جس میں ان کا قصہ لکھا ہوا تھا۔ جب تاوداسیوس قیصر کو ان کی خبر ہوئی تو اس نے تلاش کرایا۔ چنانچہ جستجو کے بعد وہ لوگ مردہ پائے گئے۔ تاوداسیوس نے پھر اس مقام پر ایک کنیسہ (گرجا) بنوایا اور اس دن کو ان کے ظاہر ہونے کی خوشی میں عید کا دن مقرر کیا۔ مسیحی لکھتا ہے کہ اریوش کے مقلدین کنائش (گرجوں) میں چالیس برس سے حکومت کر رہے تھے، اس نے پھر ان سب کو گرجوں سے نکلوا دیا اور اپنے لشکریوں میں سے بھی انہیں الگ کر دیا جو اس کے مذہب کے پابند تھے۔ کونسل نیقیہ کے دو سو پچاس برس بعد قسطنطنیہ میں دوسرا جلسہ منعقد ہوا جس میں یہ طے پایا کہ جلسہ اولیٰ کا مقررہ عقیدہ بہت صحیح اور درست ہے، اس میں سے نہ کچھ کم کیا جائے اور نہ اس میں کوئی کچھ اضافہ کیا جائے۔ اس کی حکومت کے پندرہویں برس سابور بن سابور، شاہ فارس مر گیا اور اس کی جگہ بہرام حکمران بنا۔ اس کے بعد سترہ برس حکومت کر کے تاوداسیوس بھی مر گیا۔

ولیطانش کی حکمرانی

ہیروشیوش والیش کا ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتا ہے کہ اس کے بعد ولیطانش ابن فلنسیان برادر والیش چھ برس حکمران رہا، یہ ملوک قیاصرہ کے چالیسویں عدد کو پورا کرتا ہے۔ اس وقت طوودشیش بن انطیونس بن لوخیان مشرقی ممالک میں اس کا گورنر تھا اور اپنی حکومت کو فتوحات کے ذریعے زیادہ سے زیادہ وسیع کرنے میں مشغول تھا۔ اسی دوران اہل رومہ نے یورش کر کے اپنے سپہ سالار کو مار ڈالا اور ولیطانش کو حکمرانی سے معزول کر کے طوودشیش کو مشرق سے لا کر اپنا بادشاہ بنا لیا۔ طوودشیش نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی باغیوں اور مفسدوں کو سزائیں دیں یوں اس کی حکومت مضبوط ہو گئی۔ وہ پھر نہایت استقلال سے چودہ برس حکمرانی کر کے مر گیا، اس کے بعد اس کے لڑکا ارکاویکش حکمران ہوا۔

ہیروشیوش کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ طوودشیش ہی تاوداسیوس ہے، جس کا تذکرہ ابن عمید نے بھی کیا ہے کیونکہ یہ دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ اس کا لڑکا ارکاویکش ہے۔ اس کے علاوہ یہ دونوں مورخ ان کی مدت حکومت میں بھی اتفاق کرتے ہیں، عجب نہیں کہ ولیطانش جس کا ذکر ہیروشیوش نے کیا ہے، اعزادیانوس ہی ہو جس کا تذکرہ ابن عمید نے کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

ارکاویکش کی حکومت

ابن عمید لکھتا ہے کہ ارکاویکش (ارکاویوس) ابن تاوداسیوس اکبر نے بالاتفاق مورخین تیرہ برس حکومت کی۔ وہ سنہ 3 جلوس بہرام بن سابور میں تخت نشین ہوا، یہ قسطنطنیہ میں رہتا تھا جبکہ اس کا بھائی انوریش (اور نوریوش) رومہ کا بادشاہ تھا۔ بعد ازاں اس کی صلب سے ایک لڑکا ہوا جس کا

نام اس نے اپنے باپ کے نام پر طودوشیش رکھا۔ جب وہ بڑا ہوا تو اس نے اپنے استاد اریانوس کو طودوشیش کی تعلیم کے لئے طلب کیا۔ اس دوران اریانوس بھاگ کر مصر جا پہنچا اور ترک دنیا کر کے راہب ہو گیا۔ اس کے بعد ارکادیکش نے مال وزر کا لالچ دے کر اسے بلانا چاہا، لیکن وہ نہیں آیا۔ وہ پھر جبل مقطم کے ایک قریہ طرا میں تیس برس بعد مر گیا۔ ارکادیکش نے اس کی قبر پر ایک کنیسہ اس کی یادگار میں بنوا دیا جو دیر القصیر کے نام سے مشہور ہے۔ اسی کے دور حکومت میں ابوفانیوس قبرص سے واپس ہوتے ہوئے دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا اور یوحنا قم الذہب بطریق قسطنطنیہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے سنہ 9 جلوس میں بہرام ابن سابور بھی مر گیا اور اس کی جگہ یزدجرد فارس کا نیا حکمران بنا۔

قوطوں کا حملہ

اس کے علاوہ ارکادیکش بھی ہلاک ہوا۔ جس کی جگہ طودوشیش اصغر بن ارکادیکش تیرہ برس تک بادشاہ رہا۔ اس کے دور میں لاطینوں کا ملک تقسیم کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں اطراف وجوانب کے افسروں نے مخالفت کی اور افریقہ میں بہت بڑا فتنہ وفساد برپا ہوا جو قومس، اس کے بھائی نے ختم کیا۔ اس کے بعد وہ افریقہ سے قبرص چلا آیا اور رہبانیت اختیار کر لی۔ بعد ازاں قوط نے رومہ پر حملہ کیا، انوریش ان سے شکست کھا کر رومہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ یوں قوط نے بزور تیغ رومہ فتح کر لیا اور وہاں کے مال واسباب کو لوٹ لیا۔ وہ گرجوں کا مال واسباب اٹھا لے گئے۔ بعد ازاں جب ارکادیکش قیصر مر گیا تو انوریش نے اس کی جگہ پانچ برس تک بادشاہت کی اور قوط کو رومہ سے نکال باہر کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ جب یہ مر گیا تو طودوشیش بن ارکادیکش بادشاہ ہوا۔

ابن عمید نے اپنی کتاب میں انوریش کا کچھ تذکرہ نہیں کیا بلکہ اس کا بیان یہ ہے کہ ارکادیکش کے بعد اس کا لڑکا طودوشیش اصغر بادشاہ ہوا، جس کی بیالیس برس تک حکومت رہی، یہ بالاتفاق یزدجرد کی حکومت کے پانچویں برس بادشاہ ہوا اور اس سے اور اہل فارس سے اکثر جنگیں ہوتی رہیں۔

نسطوریش کا ہٹ جانا

اس کے سنہ 1 جلوس میں تاوفیلا، بطریق اسکندریہ کا انتقال ہوا۔ اس کی جگہ اس کا بھتیجا کیریوش کنیسہ اسکندریہ کا بطریق بنا۔ پھر سنہ 17 جلوس میں نسطوریش قسطنطنیہ کا بطریق مقرر ہوا جو چار برس تک اس عہدے پر فائز رہا۔ لوگوں میں اس کے عقائد بہت مشہور ہوئے اور پھیل گئے۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر کیریوش بطریق اسکندریہ کو پہنچی اس نے عقائد نسطوریش بطریق رومہ اورانطاکیہ اور ارض مقدس سے مشورہ کر کے شہر افسیس میں دوبارہ دوسو اساقفہ کو ایک کونسل میں جمع کیا۔ بالاتفاق تمام عہدہ داران گرجا نے نسطوریش کے کفر کا فتویٰ لکھا جس کے بعد اسے گرجا سے نکال باہر کیا گیا۔ نسطوریش قسطنطنیہ سے نکل کر اخمیم (صعید مصر) میں آ کر مقیم ہوا اور سات برس تک وہیں ٹھہرا رہا۔ رفتہ رفتہ جزیرہ اور موصل میں فرات تک عراق اور فارس میں مشرقی بلاد تک اسی کا مذہب پھیل گیا۔ طودوشیش نے پھر قسطنطنیہ کے گرجا میں نسطوریش کے بعد مقیموس کو مقرر کیا جو تین برس تک اس عہدے پر رہا۔

بہرام کی چڑھائی

سنہ 14 جلوس طودوشیش اصغر میں کیریوش بطریق اسکندریہ مر گیا اور اس کی جگہ دیسقرس مقرر کیا گیا۔ بعد ازاں سنہ 16 جلوس میں یزدجرد کسریٰ مر گیا اور اس کی جگہ بہرام جور فارس کا بادشاہ بنا۔ اس کی اور خاقان بادشاہ ترک کی آپس میں کئی جنگیں ہوئیں پھر بہرام جور ان جنگوں سے اعراض کر کے روم پر حملہ آور ہوا تو طودوشیش نے اسے شکست دی۔ اس کے بعد اس کا لڑکا یزدجرد حکمران ہوا۔ ہیروشیوش لکھتا ہے کہ زمانہ طودوشیش اصغر میں قوط نے رومہ پر تسلط حاصل کر لیا تھا، اسی زمانے میں ان کا حکمران بطریق مر گیا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ پھر تھوڑے دنوں بعد روم نے قوط کو رومہ کی جگہ اندلس دے کر ان سے مصالحت کر لی۔

مرقیان کی حکمرانی

ابن عمید لکھتا ہے کہ طودوشیش کے بعد مرقیان قیصر تخت حکومت پر بیٹھا، اس نے باتفاق مورخین چھ برس حکمرانی کی۔ اس دوران طودوشیش کی بہن سے اس کا نکاح ہوا۔ مورخ ہیروشیوش اس قیصر کا نام مرکیان ابن ملکیہ بتلاتا ہے اور لکھتا ہے کہ اس کے دور حکومت میں چوتھی کونسل مقام مقدونیہ میں ہوئی۔

چوتھی کونسل کا انعقاد

اس کا ذکر اس سے پیشتر ہو چکا ہے کہ یہ کونسل دیسقرس، بطریق اسکندریہ کی وجہ سے منعقد ہوئی تھی۔ اس نے عقیدہ مقررہ جلسہ اولیٰ میں چند بدعات نکالی تھیں جس کے بعد گرجے کے تمام عہدے داروں نے متفق ہو کر دیسقرس کو گرجا سے نکال دیا اور اس کی جگہ برطارس کو مقرر کیا۔ اسی وقت سے عیسائیوں کے مذہباً تین گروہ ہو گئے۔ ایک ملکیہ ہے جو کہ عقیدہ مقرر کونسل کے پابند ہیں جسے مرکیان قیصر نے باجتماع عہدہ داران گرجا مقرر کیا تھا اور یہ حکم بھی دیا تھا کہ خلقدونی کی کونسل کے مقررہ عقیدے کی پابندی کی جائے۔ دوسرا فرقہ یعقوبیہ ہے جو مذہب دیسقرس کا پابند ہے۔ یعقوبیہ کی وجہ تسمیہ ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ تیسرا فرقہ نسطوریہ ہے یہ مذہب مشرق میں زیادہ ہے کیونکہ نسطوریش کے جلاوطنی کے زمانے میں یہ فرقہ بہت پھیلا۔ اسی مرکیان کے زمانے میں سب سے پہلے نصرانیوں میں سے شمعون صومعہ انطاکیہ میں رہبان ہوا اور یزدجرد کسریٰ مر گیا۔ بعد ازاں یہ خود بھی چھ برس حکومت کر کے ہلاک ہوا، اس کے بعد لاون کبیر تخت نشین ہوا۔ ابن عمید کی روایت کے مطابق سنہ 770 اسکندری میں اس نے سولہ برس بادشاہت کی۔

برطارس کا خاتمہ

ہیروشیوش اس مدت سے اتفاق کرتا ہے کہ یہ مذہب ملکیہ کا پابند تھا۔ جب اہل اسکندریہ نے مرکیان کے مرنے کی خبر پائی تو انہوں نے برطارس بطریق پر حملہ کر کے اس کی تولیت کے چھٹے برس اسے قتل کر دیا اور اس کی جگہ طیماناؤس کو مقرر کیا جو کہ یعقوبی مذہب رکھتا تھا۔ بعد ازاں تین برس بعد قسطنطنیہ سے ایک سپہ سالار آیا جس نے اسے نکال کر سورس کو بطریق مقرر کیا جو کہ ملکیہ مذہب کا پابند تھا۔

لاون کی حکمرانی

نو برسوں کے بعد لاون کے حکم پر قیصر سورس معزول کیا گیا اور طیماناؤس بحال ہوا۔ اس کے سنہ 12 جلوس میں فارس کے بادشاہ نے شہر آمد پر حملہ کیا اور اسے ایک مدت تک محاصرے میں رکھا۔ اسی کے دور میں شمعون رہبان کا انتقال ہوا پھر لاون قیصر سولہ برس حکومت کر کے مر گیا۔ ابن عمید لکھتا ہے کہ اس کے بعد لاون صغیر تخت حکومت پر بیٹھا جو کہ زینون بادشاہ کا باپ ہے۔ ابن بطریق لکھتا ہے کہ یہ ابن سینون ہے بہر حال یہ یعقوبی تھا اور اس نے ایک برس تک بادشاہت کی۔

زینون کی تخت نشینی

ہیروشیوش نے اس کا کچھ ذکر نہیں کیا البتہ زینون کا تذکرہ کیا ہے جو اس کے بعد بادشاہ ہوا، اس کے علاوہ اس نے اس کا نام سین کے ساتھ تحریر کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ اس نے سترہ برس بادشاہی کی۔ وہ یعقوبی مذہب کا پابند تھا۔ بعد ازاں اس کے لڑکے اور ایک شخص نے جو اس کے قرابت داروں میں سے تھا، بغاوت کر دی۔ بیس مہینے تک جنگ ہوتی رہی۔ انجام کار وہ دونوں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مارے گئے۔ اسی وقت بطریق قسطنطنیہ کتب مذہبی کو ردوبدل کر کے اپنے عقائد فاسدہ کو ظاہر کر رہا تھا اس وجہ سے زینون قیصر نے بطریق کو اس کے حال سے آگاہ کر کے تمام گرجوں کے عہدے داروں کو اکٹھا کر کے بطریق قسطنطنیہ کو گرجا سے نکلوا دیا۔ سنہ 7 جلوس میں طیماناؤس، بطریق اسکندریہ انتقال کر گیا اور اس کی

جگہ پطرس بطریق مقرر ہوا جو آٹھ برس بعد مر گیا۔ اس کے بعد اثناشیوش اسکندریہ کا بطریق ہوا، سات برس بعد یہ بھی مر گیا اور زینون بھی اپنی حکومت کے سترہویں برس اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

نشطاس کی حکومت

اس کے بعد نشطاس ستائیس برس حکمران رہا، یہ سنہ 803 اسکندری میں تھا اور یعقوبی مذہب کا پابند تھا۔ اسی نے حماۃ کی دو برس میں فصیل بنوائی اور وہیں سکونت اختیار کی۔ اپنی حکومت کے تیسرے برس اس نے پھر مقتل دارا میں ایک شہر آباد کئے جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس کی اکاسرہ والوں سے جنگیں شروع ہو گئیں۔ جلد ہی لشکر فارس اسکندریہ پر آ پہنچا اور اس کے اطراف اور جوانب کے باغات اور قلعوں کو ویران کر دیا۔ ایک عالم اس جنگ میں مارا گیا۔ اس کے سنہ 6 جلوس میں اثناشیوش، بطریق اسکندریہ کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ یوحنا یعقوبی کو بطریق مقرر کیا گیا۔ وہ نو برس تک اپنے عہدے پر رہا، اس کے مرنے کے بعد یوحنا ثانی بطریق ہوا جو گیارہ برس بعد مرا۔ اس جگہ دیسقرس جدید ڈھائی برس بطریق رہ کر فوت ہوا۔ اسی کے دورِ حکومت میں ساریوش انطاکیہ کا بطریق مقرر ہوا۔ یہ دونوں دیسقرس کے عقائد کے پابند تھے۔ سعید بن بطریق یہ لکھتا ہے کہ ایلیا، بطریق ارض مقدس نے نشطاش قیصر کو مذہب ملکیہ کی طرف رجوع کرنے کے لئے اور اس پر اس مذہب کی حقانیت ظاہر کرنے کے لئے اپنے رہبانوں کو روانہ کیا تھا۔ نشطاش قیصر ان کی گفتگو سن کر ان کے مذہب کی طرف مائل ہو چلا۔ لہٰذا اس نے تحسین عقیدہ تحائف اور صدقات کے لئے مال واسباب روانہ کیا۔ اتفاق سے ایک شخص اسی زمانے میں قسطنطنیہ میں دیسقرس کے مذہب کا پابند اور عالم تھا، وہ پھر نشطاش قیصر سے ان واقعات کے بعد ملا اور اس نے اپنے مذہب کی طرف اسے کھینچ لیا۔ یوں نشطاش قیصر نے پھر اس مذہب کے اختیار کرنے کا عام حکم دے دیا۔

بطریق کا معزول ہونا

جب بطریق رومہ کو اس بات کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے نشطاش قیصر کو لعنت ملامت کی، جس پر قیصر نے برہم ہو کر اسے نکال دیا اور اس کی جگہ انطاکیہ کا گرجا سولوس کے سپرد کر دیا۔ جب ایلیا بطریق ارض مقدس نے یہ ماجرا سنا تو اس نے رہبانوں اور اطراف وجوانب کے رؤساء کو جمع کر کے سولوس کی تکفیر کا فتویٰ لکھوالیا۔ اگرچہ نشطاش قیصر نے یہ رنگ دیکھ کر سولوس کو نکال دیا۔ لیکن پھر بھی تمام بطارقہ اور اساقفہ نے جمع ہو کر اسے بھی مجرم ٹھہرایا۔ جس سے اگرچہ کسی قسم کا فائدہ نہ ہوا۔ وہ ستائیس برس حکومت کر کے مر گیا۔

یشطیانش کی حکومت

اس کی جگہ یشطیانش سنہ 830 اسکندری میں بادشاہ بنا۔ نو برس تک اس کی حکومت رہی۔ اس کی حکومت کے تیسرے برس شاہ فارس نے رومہ کے علاقوں پر حملہ کیا، رومیوں اور اہل فارس میں خوب جنگیں ہوئیں پھر اس کے آخری زمانے میں یعنی سنہ 8 جلوس میں شاہ فارس نے اہل رومہ پر دوبارہ فوج کشی کی، اس جنگ میں منذر بادشاہ عرب بھی بادشاہ فارس کے ہمراہ تھا۔ شاہ فارس الرہا تک بڑھ آیا اور رومی مغلوب ہوئے۔ لڑائی کے دوران فریقین کا ایک گروہ فرات میں ڈوب مرا۔ قیصر کے مرنے کے بعد اہل فارس اور روم میں صلح ہو گئی۔

اسی قیصر کے نویں سال حکومت میں بربروں نے رومہ پر حملہ کر کے اسے اپنا باجگذار بنایا۔ ابن بطریق لکھتا ہے کہ یہ قیصر ملکیہ مذہب کا پابند تھا، اس نے پھر تمام ان لوگوں کو واپس بلالیا جنہیں نشطانش قیصر نے جلاوطن کر دیا تھا۔

انطاکیہ کا بطریق

ابن الراہب لکھتا ہے کہ وہ مذہب مقررہ مجمع خلقدونیہ کا پابند تھا، اس نے شاویرش، بطریق انطاکیہ کے مشورے سے اساقفہ مشرق کو جمع کر

کے لوگوں کو مذہب مقررہ مجمع خلقدونیہ کا پابند کرنا چاہا تھا لیکن انہوں نے جب انکار کیا تو بطریق انطاکیہ کو گرفتار کرلیا گیا۔اس نے پھر دو برس بعد آزاد کر دیا۔بطریق انطاکیہ پھر قید سے رہا ہو کر مصر چلا گیا،اس کے بعد ابولیناریوس اسکندریہ کا بطریق آیا جس کے پاس کونسل خلقدونیہ کے مقررہ عقائد کی کتاب کی تھی۔لوگوں نے اس سے ان ہی عقائد کی تعلیم حاصل کی اور اسی کی تقلید کی۔

یشطیناش کی حکومت

جب یشطیناش اپنی حکومت کے نویں برس مرگیا تو اس کی جگہ یشطیناش قیصر سنہ 840 اسکندری میں تخت نشین ہوا۔یہ مذہب ملکیہ کا پابند اور یشطیناش کے چچا کا بیٹا تھا جو کہ اس سے پہلے بادشاہ بنا تھا۔اس نے چالیس برس تک حکمرانی کی۔اگرچہ ابوفانیوس لکھتا ہے کہ اس نے تینتیس برس حکومت کی۔

کسریٰ کا حملہ

اس کے سنہ 7 جلوس میں کسریٰ نے بلاد روم پر زبردست حملہ کیا اور ایلیا کو جلا دیا۔وہ صلیب کو جو وہاں تھی،اٹھالے گیا۔سنہ 11 جلوس میں پھر سامریہ نے خروج کیا۔اس نے ان کے شہروں کو اجاڑ دیا۔بعدازاں سنہ 16 جلوس میں حارث بن جبلہ امیر غسان وعرب نے بریہ شام میں قیصر کی جانب سے صف آرائی کی اور فارس کی فوج کو شکست دے کر قیدیوں کو چھڑالیا۔اس کے بعد روم اور فارس میں مصالحت ہوگئی۔

کرسمس کا دن

اسی کے دور حکومت میں عید میلاد چھ دسمبر کے بجائے چوبیس دسمبر میں مقرر کی گئی۔مسیحی لکھتا ہے کہ یشطیناش نے لوگوں میں مذہب ملکیہ کے پھیلانے کا ارادہ کیا تھا لیکن طیماناؤس بطریق اسکندریہ نے یعقوبی ہونے کی وجہ سے مخالفت کی اور یشطیناش نے قتل کرنے کے ارادے سے اسے گرفتار کرلیا لیکن پھر کچھ سوچ سمجھ کر چھوڑ دیا۔بطریق اسکندریہ رہائی کے بعد مصر چلا گیا تو یشطیناش نے اس کی جگہ بولس کو مقرر کیا جو مذہب ملکیہ کا مقلد تھا لیکن اسے یعقوبی مذہب والوں نے نہیں مانا۔تاہم وہ دو برس تک اس عہدے پر رہا۔

بولیناریوس کا خاتمہ

سعید ابن بطریق لکھتا ہے کہ اس کے بعد قیصر نے بولیناریوس،سپہ سالار کو بطریق اسکندریہ مقرر کر کے روانہ کیا۔بولیناریوس فوجی لباس پہنے ہوئے کنیسہ میں داخل ہوا پھر اسے اتار کر مذہبی لباس زیب تن کیا۔اس نے لوگوں کو جبریہ طور پر مذہب ملکیہ کی ہدایت کی،جس نے کچھ بھی مخالفت کی اسے تہ تیغ کیا۔

سامرہ کا خروج

اسی یشطینش کے دور حکومت میں سامرہ نے فلسطین میں خروج کیا،بے حد عیسائیوں کو قتل کیا اور ان کے گرجاؤں کو منہدم کر دیا۔قیصر نے یہ سن کر ان کی سرکوبی کے لئے لشکر روانہ کیا جس نے سامرہ کے سرپرپہنچ کر ان کی معقول گوشمالی کی اور گرجاؤں کو از سر نو جیسا کہ اس سے پیشتر تھے بنوا دیا۔اس وقت بیت اللحم کا گرجا پہلے چھوٹا تھا،اسی زمانے میں اسی قیصر کے حکم سے وسیع کیا جیسا کہ اب موجود ہے۔

پانچویں کونسل کا انعقاد

مذہبی عیسائیوں کا پانچواں جلسہ خلقدونیہ کے ایک سو تریسٹھ برس بعد سنہ 29 جلوس قیصری میں منعقد ہوا۔جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ابولیناریوس سپہ سالار اور بطریق اسکندریہ سترہ برس مذہبی ولایت کر کے اسی کے زمانہ میں مرگیا،وہی اس جلسہ کا صدر انجمن اور بانی تھا۔جلسے میں

اس کی جگہ یوحنا مقرر کیا گیا، یہ بھی مذہب ملکیہ کا مقلد تھا، تین برس بعد یہ بھی مرگیا۔ اس کے بعد مذہب یعقوبیہ کا اسکندریہ کے گرجا میں دور دورہ ہو گیا۔

طودوشیوش کا بیان

اسکندریہ میں ان دنوں اکثر قبطی رہتے تھے جنہوں نے اپنی طرف سے طودوشیوش کو بطریق مقرر کیا جو بتیس برس تک اسکندریہ کے گرجا میں مقیم رہا۔ ملکیہ والوں نے پھر واقیانوس کو بطریق بنا کر چھٹے مہینے طودوشیوش کو گرجا سے نکال دیا۔ یشطیناش قیصر نے پھر طودوشیوش کے بحال کرنے کا حکم صادر کیا اور یہ بھی لکھا کہ واقیانوس ملکیہ کا بطریق شامشہ میں رہے، اسکندریہ والوں نے قیصر کے اس حکم کی تعمیل کی۔ قیصر نے پھر طودوشیوش کو لکھا کہ وہ یا تو اجماع مجمع خلقدونیہ کا مقلد رہے یا عہدہ بطریق سے کنارہ کش ہو جائے۔ طودوشیوش نے پچھلی شق کو اختیار کر لیا جس کے بعد قیصر کے حکم سے اس کی جگہ بولس مقرر کیا گیا۔ اہل اسکندریہ نے اسے منظور نہیں کیا اور نہ وہ احکام جو یہ لایا تھا انہیں قبول کیا۔ اس کے بعد وہ مرگیا اور پھر قبط کے گرجے بند کر دیئے گئے۔ ان لوگوں نے پھر اہل مذاہب ملکیہ سے بہت ایذائیں پائیں۔ طودوشیوش کا یشطیناش قیصر کی حکومت کے سینتیسویں برس انتقال ہوا، اس کی جگہ اسکندریہ میں پطرس بطریق مقرر ہوا لیکن دو برس بعد یہ بھی فوت ہو گیا۔

یوشطونش کی حکومت

ابن عمید لکھتا ہے کہ کسریٰ انوشیروان نے اسی کے دور حکومت میں بلاد روم پر حملہ کر کے انطاکیہ لے لیا تھا۔ اس کے بعد یشطینانش قیصر مرگیا جس کے بعد یوشطونش چھتیسویں سال جلوس انوشیرواں مطابق سنہ 880 اسکندری میں تخت قیصری پر بیٹھا۔ اس کی حکومت تیرہ برس تک رہی۔ اس کی حکومت کے دوسرے سال پطرس بطریق اسکندریہ مرگیا اور اس کی جگہ داسیانو مقرر کیا گیا۔ وہ چھتیس برس تک اس عہدے پر رہا اس کے سنہ 12 جلوس میں لشکر ویلم سیف بن ذویزن کی ماتحتی میں روانہ کرنے کے بعد کسریٰ انوشیروان مرگیا۔ اس کے بعد لشکر ویلم نے یمن کو ملوک حبشہ سے لے لیا اور اسی وقت سے یمن میں سلاطین اکاسرہ کی حکمرانی کا پرچم اڑنے لگا۔

طباریش کی تخت نشینی

تیرہ برس بعد یوشطونش قیصر بھی مرگیا جس کے بعد طباریش قیصر ہوا۔ ہرمز بن انوشیروان کی حکومت کا یہ تیسرا سال اور سنہ 892 اسکندری تھا، اس کی حکومت تین برس رہی۔ اسی کے دور میں روم اور فارس کی صلح کا خاتمہ ہوا اور لڑائیوں کا دوبارہ دروازہ کھلا۔ فارس کا لشکر خابور تک بڑھ آیا۔ لیکن موریق (بطریق روم) نے نکل کر لشکر فارس کو پسپا کیا اور اس دوران طباریش قیصر بھی آ پہنچا جس کی وجہ سے فارس کو شکست فاش ہوئی اور لشکر فارس مارا گیا۔ چار ہزار کے قریب فوجی قید کر لئے گئے جو لڑائی ختم ہونے کے بعد جزیرہ قبرص بھیج دیئے گئے۔ اس کے بعد بہرام مرزبان ہرمز کسریٰ کا مخالف ہو گیا اور اس نے اسے ملک سے نکال دیا۔

ہرمز کی آمد

ہرمز کسریٰ پھر طباریش قیصر کے پاس چلا آیا اور اس نے اس کی چار ہزار لشکر سے مدد کی۔ ہرمز کسریٰ نے لشکر روم کی مدد سے مدائن اور واسط کے درمیان بہرام کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دے کر دوبارہ تخت نشین ہو گیا۔ اس نے پھر طباریش قیصر کی خدمت میں بے شمار مال و اسباب اور تحائف اس سے بدرجہا زیادہ روانہ کئے جو کہ قیصر نے اسے دیئے تھے۔ اس کے علاوہ اس نے تمام وہ چیزیں اور علاقے جو کہ اس سے پہلے فارس نے رومیوں سے چھین لئے تھے، واپس کر دیئے۔ طباریش قیصر کے کہنے سے مدائن اور واسط میں اسی نے دو ہیکلیں بھی بنوا دیں اس کے بعد طباریش قیصر مرگیا۔

موریکش کی حکومت

مورلیش

اس کی وفات کے بعد موریکش قیصر ہرمز کی حکومت کے چھٹے برس سنہ 1895 اسکندری میں تخت نشین ہوا، اس نے باتفاق رائے مورخین بیس برس حکمرانی کی، وہ نیک سیرت اور عادل بادشاہ تھا۔

اس کے سنہ 11 جلوس میں کسی یہودی نے انطاکیہ میں مسیح کی تصویر کے ساتھ بے ادبی کی تھی جس کی پاداش میں اکثر یہودی قتل کر ڈالے گئے جبکہ باقی جلاوطن کر دیئے گئے۔ اسی کا دور حکومت تھا کہ ہرمز کسریٰ کو بہرام نے جو اس کے قرابت مندوں میں سے تھا، تخت سے اتار دیا اور خود تخت پر بیٹھ کر حکمرانی کرنے لگا تھا۔

پرویز اور موریکش

بعد ازاں ہرمز کے بیٹے پرویز نے موریکش قیصر کے دربار میں استغاثہ پیش کیا اور موریکش قیصر نے اس کی امداد کی اور بہرام کو قتل کر کے ملک و تخت پرویز کو دے دیا۔ پرویز نے بھی اپنے باپ کی طرح تخت نشین ہونے کے بعد قیصر کی خدمت میں تحائف اور بیش بہا اسباب روانہ کئے۔ اس کے بعد پرویز نے موریکش قیصر کی لڑکی مریم سے خطبہ (منگنی) کی۔ موریکش نے بھی خوشی سے اپنی لڑکی کا عقد پرویز سے کر دیا اور طرح طرح کی قیمتی چیزیں اور بیش بہا اسباب جہیز میں دیا۔

موریکش کا خاتمہ

کچھ دنوں بعد کسی غلام نے موریکش کو بطریق قوقا کی ساز باز سے بحالت غفلت مار ڈالا اور خود تخت پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا، یہ واقعہ سنہ 1914 اسکندری مطابق سنہ 15 جلوس پرویز میں واقع ہوا۔ اس غلام نے آٹھ برس تک اہل رومہ پر حکمرانی کی اور موریکش کی اولاد کو چن چن کر قتل کیا۔ اتفاق سے ایک لڑکا ان میں سے بچ کر طور سینا پر چلا گیا اور راہبانہ زندگی گزار کر اپنی عمر کے بقیہ ایام پورے کئے۔

پرویز کی چڑھائی

لیکن اس واقعے کی اطلاع جب پرویز بادشاہ فارس کو ملی تو اس نے اپنے خسر کا بدلہ لینے کے لئے لشکر جمع کیا اور اپنے لشکر کا ایک حصہ ایک سپہ سالار کی ماتحتی میں بیت المقدس کی طرف روانہ کیا اور اس سے یہودیوں کو قتل کرنے اور ان کے علاقوں کے ویران کرنے کا عہد لیا۔ دوسرا سپہ سالار مصر و اسکندریہ کی جانب روانہ کیا گیا۔ اس کے بعد تیسرے لشکر کا حصہ اپنے ہمراہ لے کر پرویز خود قسطنطنیہ کی طرف بڑھا۔

گرجاؤں کی تباہی

اس کے پہلے حصے کے سپہ سالار نے جو شام کی طرف گیا تھا، اس عہد کے برعکس شام پہنچ کر جس وقت یہودی طبریہ وجلیل و ناصرہ و صور اس کے پاس جمع ہو گئے، عیسائیوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ اس نے ان کے کنائس (گرجے) منہدم کرا دیئے، ان کا مال و اسباب لوٹ لیا گیا حتیٰ کہ وہ صلیب اٹھا کر لے گئے۔ عیسائی قیدیوں میں ذخر ما بطریق بھی تھا جسے صلیب کے ساتھ مریم بنت موریکش زوجہ پرویز نے اپنے شوہر سے مانگ لیا۔ بہر حال شام جس وقت رومیوں سے خالی ہو گیا تو اہل فارس قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے کی تیاری کرنے لگے۔

پرویز کی آمد

اس کے بعد یہودیان قدس وخلیل وطبریہ ودمشق وقبرص بیس ہزار کے قریب جمع ہو کر صور پر قبضہ کرنے کے لئے بڑھے، صور میں اس وقت چار ہزار یہودی موجود تھے جنہیں ان کے پہنچنے سے پہلے وہاں کے بطریق نے گرفتار کرلیا تھا۔ محاصرے کے دوران یہودیوں نے صور کے باہر کے گرجے

منہدم کرنے شروع کردیئے اور بطریق یہودی قیدیوں کو قتل کر کے ان کے سروں کو محاصرین کی طرف پھینکنے لگا یہاں تک کہ تمام مقید یہودی فنا ہو گئے۔ اس کے بعد کسریٰ پرویز یہ سن کر قسطنطنیہ سے صور پر آ پہنچا، یہودی باغی اس کے آتے ہی شکست کھا کر بھاگ گئے۔

یوحنا کا فرار ہونا

ابن عمید لکھتا ہے کہ قوقاص قیصر کی بادشاہت کے چوتھے برس یوحنا الرحوم ملکیہ کا بطریق اسکندریہ اور مصر میں مقرر ہوا۔ جب اسے اہل فارس کے حملے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ معہ والی اسکندریہ قبرص کی طرف فرار ہو گیا۔ یوں سات برس تک اسکندریہ میں اس کی جگہ خالی رہی، فرقہ یعقوبیہ نے اسکندریہ میں تو قاص قیصر کے دور حکومت میں انشطانیوس کو بطریق بنایا تھا جو بارہ برس تک بطریق رہا۔ فرقہ ملکیہ نے پھر مجبور ہو کر تبرکات کلیسہ فرقہ یعقوبیہ کو دے دیئے، یوں یعقوبیہ وہاں کے گرجاؤں پر قابض ہو گئے۔

اثنا شیوش کا بطریق بننا

اس دوران اثنا شیوش بطریق انطاکیہ تحائف و ہدایا لے کر اساقفہ اور راہبوں کے ہمراہ انشطانیوش سے ملنے کے لئے آیا اور اسے عہدے پر پہنچنے کی مبارک باد دی۔ وہ پھر چالیس روز ٹھہر کر اپنے مقام پر چلا گیا۔ انشطانیوش اپنی ولایت کے بارہویں برس یعنی دیقلا دیانوس کی حکومت کے تین سو بیس برس بعد مر گیا۔

ہرقل کی حکومت

اس دوران پرویز مہم صور سے فارغ ہو کر پھر قسطنطنیہ پر جا پہنچا اور نہایت سختی سے حصار کر کے آمد و رفت رسد و غلہ بالکل بند کر دیا۔ اس کے بعد بطریقوں نے علوقیا میں اکٹھے ہو کر براہ دریا کھانے پینے کا کافی سامان ایک کشتی میں ہرقل (ایک بطریق تھا) کے ہمراہ قسطنطنیہ پہنچا دیا۔ محصور رومی اس کشتی کے پہنچنے سے بہت خوش ہوئے اور انہوں نے ہرقل کو انتظام ملکی میں شامل کر لیا۔ اس کے بعد قوقاس کی طرف سے بدظن ہو کر اور اسے فتنہ و فساد کا باعث سمجھ کر قتل کر کے انہوں نے سنہ 1944 اسکندری میں ہرقل کو تخت قیصری پر بٹھا دیا۔ ہرقل نے تخت پر بیٹھتے ہی پرویز کو حکمت عملی سے قسطنطنیہ سے ٹال دیا اور اس کے بعد بے فکری کے ساتھ اکتیس برس چھ مہینے تک حکومت کرتا رہا۔

صلح کی پیش کش

ابن الراہب لکھتا ہے کہ اس نے بتیس برس تک حکمرانی کی۔ ابن بطریق کے خیال کے مطابق اس کی حکومت کا زمانہ اول سنہ ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ ہروشیوش کہتا ہے کہ یہ واقعہ سنہ 9 ہجری کا ہے۔ اسی کو ہرقل بن ہرقل بن انطونیش کہتے ہیں۔ جب یہ حکمران ہوا تو اس نے پرویز کے پاس صلح کا پیام بھیجا، پرویز نے اس پر خراج قائم کرنا چاہا تو ہرقل نے اس سے انکار کیا اور پھر چھ برس تک اس کے محاصرے میں رہا۔

ہرقل کی چڑھائی

اس کے بعد جب ہرقل نے اس کے محاصرے سے چھٹکارا پانے کی ترکیب نہ دیکھی تو فریب دینے کی غرض سے خراج دینا قبول کر لیا اور تاوان جنگ ادا کرنے کے لئے چھ مہینے کی مہلت مانگی۔ پرویز یہ وعدہ پورا ہونے کے انتظار میں ٹھہرا رہا۔ اس دوران ہرقل اپنے بھائی قسطنطین کو قسطنطنیہ میں چھوڑ کر پانچ ہزار رومیوں کو لے کر دوسری راہ سے فرس کی طرف چلا گیا۔ اب ملک فارس اپنے معین اور مددگاروں سے خالی ہونے کی وجہ سے ہرقل کے ہاتھوں خوب خراب اور ویران ہوا۔ اس کے بعد پرویز کسریٰ کے دونوں لڑکے قباد اور اردشیر جو بطن مریم بنت موریکش سے تھے، ہرقل نے گرفتار کر کے اپنے ہمراہ لئے اور حلوان اور شہرزور سے ہوتے ہوئے مدائن کی طرف آیا۔ وہ پھر دجلہ عبور کر کے آرمینہ کی طرف بڑھا۔ جب ہرقل قسطنطنیہ کے قریب پہنچا تو پرویز یہ سن کر اپنی سلطنت کو واپس چلا گیا۔

منصور کی بغاوت

ہرقل نے پھر اپنے سنہ 9 جلوس میں مال واسباب فراہم کرنے اور ملک گیری کی غرض سے خروج کیا، اس دوران عامل دمشق منصور بن سرحون نے پہلے کسریٰ کا باجگزار اور مطیع ہونے کا عذر کیا لیکن جب ہرقل اس کے سر پر پہنچ گیا تو اسے ایک لاکھ دینار دے کر اپنی جان بچائی۔ ہرقل نے مراحم خسروانہ کے لحاظ سے اسے اس کے عہدے پر بحال رکھا۔

یہود پر ظلم وستم

اس کے بعد وہ ارض مقدس کی طرف گیا تو یہودیوں نے اسے تحائف پیش کئے اور ہرقل نے انہیں اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا۔ اساقفہ اور رہبان نے پھر یہودیوں کی حرکات اور ظلم کی شکایت کی، جلے ہوئے گرجاؤں کے کھنڈر اور اپنے مقتولوں کی ہڈیوں کے ڈھیر دکھائے تو ہرقل نے اس وجہ سے برہم ہو کر یہودیوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ اب بے شمار یہودی آن واحد میں تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ ان یہودیوں کے علاوہ جو مفرور یا روپوش ہو گئے، کوئی نہ بچا۔

گرجاؤں کی ازسرنو تعمیر

اس کے بعد ہرقل نے گرجاؤں کو ازسرنو تعمیر کرایا۔ اس کے سنہ 10 جلوس میں اندراسکون فرقہ یعقوبیہ کا اسکندریہ میں بطریق مقرر ہوا جو چھ برس تک اس عہدے پر فائز رہا۔ اس کے مرنے کے بعد بنیامین سینتیس برس تک بطریق رہا۔ اس وقت تک مصر واسکندریہ شاہ فارس کے ماتحت تھا۔

مصر پر چڑھائی

ہرقل مہم بیت المقدس سے فارغ ہو کر مصر جا پہنچا اور اس پر بزور تیغ قبضہ حاصل کر لیا۔ اس نے پھر اہل مصر کو قتل کیا، اسکندریہ میں قوس کو اپنا نائب مقرر کیا جو کہ بطریق بھی تھا اور عامل بھی۔

بنیامین کا غائب ہونا

بنیامین نے اس کے مقرر ہونے سے پہلے خواب میں یہ دیکھا تھا کہ کوئی شخص اس سے کہہ رہا ہے کہ اٹھ اور گم ہو جا تا آنکہ خداوند کا غضب ختم ہو جائے۔ بنیامین اس خواب سے بیدار ہو کر روپوش ہو گیا۔ ہرقل نے پھر اس کے بھائی مینا کو گرفتار کر کے مذہب مقررہ کونسل خلقدونیہ کا متبع کرنا چاہا لیکن مینا نے انکار کر دیا تو ہرقل نے اسے زندہ آگ میں ڈال دیا۔ جب وہ جل کر خاک ہو گیا تو اس کے جسم کی راکھ دریا میں بہا دی گئی۔

قسطنطنیہ کو روانگی

اس کے بعد ہرقل قسطنطنیہ کی طرف واپس آیا کیونکہ اس نے فتوحات کے دوران دمشق۔ حمص۔ حماۃ۔ حلب سے بے شمار مال واسباب جمع کر لیا تھا۔ اس نے پھر مصر کی آبادی بڑھائی اور وہ روز بروز آبادی اور صنعت وحرفت میں ترقی پذیر رہا۔ یہاں تک کہ اسے عمروؓ بن العاص نے دیقلادیانوس کے زمانے میں تین سو ستاون برس بعد فتح کیا۔ ہرقل نے بنیامین کو چند روز بعد امان دی اور وہ تیرہ برس بعد اسکندریہ واپس آ گیا۔

ہجری کی بنیاد

ابن عمید لکھتا ہے کہ حکومت ہرقل کے گیارہویں برس سنہ 1933 اسکندری سنہ 614ء عیسوی میں تاریخ ہجری کی بنا پڑی۔ جبکہ مسعودی یہ لکھتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت دور حکومت نیشطیانش ثانی میں ہوئی ہے جسے اس نے نوسطیونس لکھا ہے۔ اسی نے الرہا کا گرجا

بنوایا تھا۔ بیس برس تک اس کی حکومت رہی۔ اس کے بعد ہرقل بن نوسطیونس پندرہ برس حکمران رہا، اسی نے سکہ ہرقلیہ کا رواج دیا۔ اس کے بعد مورق بن ہرقل تخت قیصری پر جلوہ افروز ہوا۔ مسعودی کا یہ بھی بیان ہے کہ لوگوں میں مشہور یہ ہے کہ واقعہ ہجرت اور زمانہ شیخین روم کے ہرقل بادشاہ کے عہد حکومت میں گزرا ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ کتب سیر میں یہ بھی تحریر ہے کہ ہجرت زمانہ قیصر بن مورق میں ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا قیصر بن قیصر زمانہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میں اور ہرقل بن قیصر زمانہ عمر رضی اللہ عنہ میں تھا۔ اسی کے زمانے میں اسلامی فتوحات نے اسے شام سے باہر نکال دیا تھا۔

باب:۲۲

ہرقل کے زوال کے حالات اور دیگر تاریخی واقعات

روم پر حملہ

ابن عمید لکھتا ہے کہ سنہ 2 ہجری میں پرویز (بادشاہ فارس) نے ایک بڑا لشکر ممالک شام اور جزیرہ کی طرف روانہ کیا جس نے ان ممالک پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اس نے بلاد روم کو خوب پامال کیا، عیسائیوں کے گرجے تباہ کر دیئے اور ان میں جو اسباب اور ظروف طلائی ونقرئی ملے، وہ لوٹ لئے گئے۔ پرویز نے پھر ایک عیسائی طبیب کے کہنے سے (جو کہ اس کے پاس رہتا تھا) الرہا کو یعقوبیہ مذہب کا مقلد بنایا جبکہ اس سے پیشتر وہ ملکیہ مذہب رکھتے تھے۔ سنہ 7 ہجری میں پھر شاہ فارس نے بلاد روم پر فوج کشی کی، اس لشکر کا سپہ سالار مرزبان شہر یار تھا جس نے بلاد روم کو برباد و ویران کیا۔ وہ پھر قسطنطنیہ کا مدتوں محاصرہ کئے رہا۔ محاصرے کے دوران شاہ فارس نے کسی وجہ سے اس سے بدظن و رنجیدہ ہو کر دوسرے فوجی افسروں کے نام ایک خط (جس میں اس کی گرفتاری کا حکم تھا) روانہ کیا۔

مرزبان کا خروج

اتفاق سے یہ خط ہرقل کے ہاتھ پڑ گیا۔ ہرقل نے وہ خط سالم حالت میں مرزبان شہر یار کے پاس بھیج دیا۔ مرزبان شہر یار یہ خط دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گیا، وہ پھر اپنے ولی نعمت قدیم سے باغی ہو کر ہرقل سے مدد کا خواستگار ہوا۔ اس کے بعد ہرقل خود تین لاکھ رومی اور چالیس ہزار ترکمانوں کو لے کر اس کی مدد پر آیا اور اس کے ہمراہ بلاد شام اور جزیرہ کی طرف روانہ ہوا۔ جن شہروں کو اس سے پہلے شاہ فارس نے فتح کر لیا تھا، اس نے انہیں فتح کر لیا جن میں کہ آرمینہ بھی داخل تھا۔ اس کے بعد وہ موصل کی طرف گیا اور لشکر فارس سے اس کا مقابلہ ہوا۔ فارس کا بے شمار لشکر تہ تیغ ہوا جو بچ گیا۔ وہ جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

مدائن کو روانگی

پرویز شاہ فارس پھر چند ہمراہیوں کو لے کر مدائن کی طرف بھاگ گیا اور ہرقل نے اس کے خزانوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد شیرویہ بن کسریٰ کو جو کہ ایک مدت سے قید میں تھا، شہر یار مرزبان نے قید سے نکال کر تخت حکومت پر بٹھایا اور ہرقل کے اس سے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ اس کے بعد ہرقل مدائن سے واپس ہو کر آمد آیا۔ اس کے بعد جبکہ اس کا بھائی تذاوس جزیرہ اور شام کا حکمران ہو گیا تھا، وہ پھر الرہا آیا اور ایک برس تک وہیں ٹھہرا رہا۔ اس نے پھر عیسائیان یعقوبیہ کو پھر اسی مذہب کا پابند کر دیا جسے انہوں نے زبردستی ترک کیا تھا۔

ہرقل کو اسلام کی دعوت

ابن عمید کے سوا دوسروں کی یہ روایت ہے کہ آخری سنہ 6 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحیہ کلبیؓ کے ذریعے ایک خط ہرقل کے پاس بھیجا تھا جس میں آپؐ نے ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تھی۔

اس خط کی عبارت (جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے) اس طرح ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط من محمد رسول اللہ ہرقل عظیم الروم سلام علی

من اتبع الهدى۔ اما بعد فانى ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يوء تك الله اجرك مرتين فان توليت فان عليك اثم الاريسين۔ وَيٰأهلَ الكِتَاب تعالَوا اِلىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَينَنَا وَ بَينَكُم اَلَّا نَعبُدَ اِلَّا اللّٰه ط وَلَا نُشرِكَ بِه شَيئاً وَّلَا يَتَخِذُ بَعضُنَا بعضاً اَرباباً مِن دُون اللّٰه فَاِن تَوَلَّوا فقولُوا اشهَدُوا بِاَنَّا مُسلِمُونَ۔" (آل عمران :64)

ترجمہ: میں شروع کرتا ہوں ایسے اللہ کے نام سے جو کہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ از محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ ہرقل عظیم الروم۔ سلام اس شخص پر جو کہ ہدایت کا تابع ہو۔ بعد اس کے میں بے شک تجھے اسلام کی طرف بلاتا ہوں، (تو) اسلام لا۔ سلامت رہے گا، خدا تجھ کو دو چند اجر دے گا۔ اور اگر تو نے اسلام لانے سے منہ پھیرا تو بے شک تجھ پر تیرے متبعین کا بھی گناہ ہوگا اور اے اہل کتاب ایک ایسے کلمے کی طرف آ ؤ جو کہ ہم میں اور تم میں برابر ہے، یہ کہ ہم نہ پرستش کریں کسی کی سوائے اللہ کے اور یہ کہ کسی کو اس کا شریک نہ کریں اور یہ کہ سوائے اللہ کے ایک دوسرے کو رب نہ بنا ئیں۔ لہٰذا اگر اس سے بھی وہ روگردانی کریں تو کہو تم کہ شہادت دیتے ہیں ہم اس امر کی کہ ہم مسلمان ہیں۔

ابوسفیان سے بات چیت

جس وقت ہرقل کے پاس یہ خط پہنچا اس نے ان لوگوں کو ایک جلسے میں ان شخصوں کے مواجہ میں جمع کیا جو اس وقت قبیلہ قریش کے وہاں موجود تھے۔ اس نے پھر ان سے دریافت کیا جو نسباً جناب سرور کائنات سے قریب تھے۔ ان لوگوں نے ابوسفیانؓ بن حرب کی طرف اشارہ کیا جو اس وقت کفر کی حالت میں تھے۔ ہرقل نے ابوسفیانؓ کو دیکھ کر قریش کے لوگوں سے کہا کہ "میں اس سے (ابوسفیانؓ) اس شخص (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ تم لوگ ذرا سنتے رہنا کہ یہ کیا کہتا ہے؟" اس کے بعد ہرقل نے ابوسفیانؓ سے وہ حالات دریافت کئے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے واجبی یا ان سے ان کا منزہ اور پاک ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ابوسفیانؓ نے ان تمام سوالات کے جوابات صحیح طریقے سے دے دیئے۔ ہرقل ان امور سے خوب واقف تھا اور آسمانی کتابوں پر اس کی نظر تھی لہٰذا اس نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

ابوشمر غسانی کا بیان

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط شجاع بن وہب اسدی کے ذریعے حرث بن ابوشمر غسانی والی غسان (سرزمین بلقا ملک شام) کے پاس دعوت اسلام دینے کے لئے روانہ کیا۔ شجاع بن وہب روایت کرتے ہیں "جس وقت میں یہ خط لے کر حرث کے پاس پہنچا اس وقت وہ غوطہ (دمشق) میں قیصر کے اتارنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس لئے وہ چند دن تک مجھ سے غافل رہا پھر ایک روز اس نے مجھے طلب کیا اور نامہ نامی پڑھ کر کہنے لگا کہ یہ کون شخص ہے جو مجھ سے میرا ملک لے لے گا، میں خود اس کی طرف بڑھتا ہوں اگر چہ وہ یمن میں ہی کیوں نہ ہو۔" اس کے بعد وہ تیاری میں مصروف ہوا اور قیصر کو اس حال سے آگاہ کیا لیکن قیصر نے اسے اس ارادے سے روک دیا تب اس نے مجھے واپس ہونے کا حکم دیا۔

غزوہ موتہ کا واقعہ

سنہ 8 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کو شام کی طرف بڑھنے کا حکم فرمایا، تب وہ جنگ ہوئی جو غزوہ موتہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں تین ہزار مسلمان تھے اور اس لشکر کی سرداری زیدؓ بن حارثہ کو مرحمت ہوئی تھی۔ روانگی کے وقت آپؐ نے فرمایا تھا۔ "اگر زیدؓ بن حارثہ اثناء لڑائی میں کام آ جائے تو جعفرؓ بن ابوطالب پھر عبداللہؓ بن رواحہ کے بعد دیگرے سردار بنائے جائیں۔ جس وقت وہ لشکر معان (سرزمین شام) میں پہنچا تو ہرقل بھی ایک لاکھ رومی اور چند فوجیں جذام، عید، بہرام اور بلقین کے لئے ہوئے مآب (سرزمین بلقاء) میں ان کے مقابلے کے لئے

آ گیا۔ اس وقت بلقین کا سردار مالک بن رافلہ تھا۔ مسلمانوں کا لشکر دو راتوں تک معان میں ٹھہرا رہا اس کے بعد حملے کے خیال سے بلقاء کی طرف بڑھا۔ ہرقل نے مآب سے نکل کر مقام موتہ میں اس کا مقابلہ کیا۔ لڑائی نہایت سخت اور خوفناک تھی۔ پہلے زیدؓ پھر جعفرؓ پھر عبداللہؓ شہید ہو گئے اس کے بعد خالدؓ بن ولید سردار بنائے گئے تو انہوں نے لڑائی موقوف کر دی اور وہ لشکر کو لے کر مدینہ واپس آ گئے۔

تبوک کا غزوہ

اس کے بعد سنہ 9 ہجری میں فتح مکہ و حنین و طائف کے بعد رسول اللہ صلعم نے روم پر جہاد کرنے کا حکم صادر فرمایا، یہ جنگ غزوہ تبوک کے نام سے مشہور ہے۔ جس وقت آپ مقام تبوک میں پہنچے تو ایلہ و جرباء واذرح کے والی آپ کی خدمت مبارک میں آئے اور جزیہ دینا منظور کیا۔ اس وقت والی ایلہ یوحنا بن رویہ بن نقابہ (از بطون جذام) تھا جس نے ایک سفید خچر بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ حضرت خالدؓ بن ولید دومۃ الجندل کی طرف بھیجے گئے تھے، وہاں کا حاکم اکیدر بن عبدالملک تھا۔ اسے خالد بن ولیدؓ نے ایک روز چاندنی رات میں گرفتار کر لیا اور اس کے بھائی کو مار ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جس وقت یہ حاضر کیا گیا آپ نے اس کا خون مباح کر دیا۔ لیکن اس نے اپنا جزیہ دینا منظور کر لیا جس سے اس کی جان بچ گئی۔ وہ پھر اپنے شہر کو لوٹا دیا گیا تقریباً دس رات تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں مقیم رہے۔ جب کوئی شخص نہ تو رومیوں میں سے اور نہ عرب متنصرہ سے مقابلے پر آیا تو آپ مدینہ واپس آ گئے اس کے بعد جب ہرقل کو یوحنا کے حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے بنظر تنبیہ اسی کے شہر میں اس کے قتل اور صلیب دیئے جانے کا حکم دیا۔ انتہی الکلام من غیر ابن العمید (ابن عمید کے علاوہ دوسروں کا کلام تمام ہوا)

دمشق پر مسلمانوں کا حملہ

ابن عمید لکھتا ہے کہ سنہ 13 ہجری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرب کو شام فتح کرنے کے لئے اسلامی افواج کو روانہ کیا۔ عمروؓ بن العاص فلسطین، یزیدؓ ابی سفیان حمص جبکہ شرجیلؓ بن حسنہ بلقاء بھیجے گئے۔ ان سب کے افسر اعلیٰ ابو عبیدہؓ بن الجراح تھے۔ اس کے بعد خالدؓ بن سعید بن العاص کو ساوہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ ماہاب بطریق رومیوں کا ایک لشکر لئے ہوئے ان کا مقابل ہوا۔ خالدؓ نے دمشق کی طرف اسے شکست دے کر مرج الصفراء میں قیام کیا پھر آگے بڑھ کر اس کا راستہ روک لیا اور اس پر دوبارہ حملہ کیا۔ ماہاب بطریق عساکر اسلامیہ کی طرف لوٹ پڑا، اس جنگ میں اس کا لڑکا مارا گیا۔ اسی دوران میں حضرت ابوبکرؓ نے خالدؓ بن ولید کو عراق سے شام تک میں مسلمانوں پر افسر اعلیٰ مقرر کر کے روانہ کیا چنانچہ لشکر اسلام خالدؓ بن ولید کی سربراہی میں دمشق کی طرف بڑھا اور اسے فتح کر لیا جیسا کہ ہم فتوحات (اسلامیہ) میں تفصیل سے بیان کریں گے۔

یرموک کی جنگ

عمروؓ بن العاص نے پھر اطراف فلسطین پر حملہ کیا، رومیوں نے نہایت مستعدی سے حملے کا جواب دیا لیکن ان کی قسمت میں ناکامی پہلے سے لکھی جا چکی تھی۔ وہ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ کر ارض مقدس اور قیساریہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اس کے بعد عساکر روم نے ہر طرف سے دو لاکھ چالیس ہزار کی جمعیت جمع کر کے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ مسلمانوں کی تعداد اس وقت صرف تیس ہزار تھی، دونوں لشکروں کا مقابلہ مقام یرموک میں ہوا جس میں رومیوں کو اس کثرت کے باوجود شکست ہوئی اور ان میں سے بے شمار رومی مارے گئے۔ یہ واقعہ سنہ 15 ہجری کا ہے، اس جنگ کے بعد رومیوں کو شکست پر شکست ہوتی رہی۔

قنسرین کی فتح

بعد ازاں ابو عبیدہؓ اور خالدؓ بن ولید نے حمص کا محاصرہ کیا اور جزیہ لے کر اہل حمص سے صلح کر لی۔ اس کے بعد خالدؓ بن ولید قنسرین جا پہنچے،

جہاں میناس بطریق نے رومیوں کو جمع کر کے ان کا مقابلہ کیا لیکن خالدؓ بن ولید نے نہایت تیزی سے اسے شکست دے کر قنسرین کو فتح کر لیا۔ اس جنگ میں بھی رومیوں کی ایک کثیر تعداد ماری گئی۔ اس کے بعد عمروؓ بن العاص اور شرجیلؓ بن حسنہ نے شہر رملہ کا محاصرہ کیا۔

ارض مقدس کا محاصرہ

حضرت عمرؓ بن الخطاب بعد ازاں شام آئے اور اہل رملہ پر جزیہ مقرر کر کے صلح کر لی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے عمروؓ اور شرجیلؓ کو ارض مقدس کا محاصرہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ جب اہل قدس طویل محاصرے اور کثرت جدال وقتال سے تنگ آ گئے تو انہوں نے صلح کا پیام اس شرط سے بھیجا کہ بذات خود حضرت عمر فاروقؓ آ کر انہیں امان دیں۔

عمر فاروقؓ کا امان نامہ

چنانچہ حضرت عمرؓ گئے اور انہیں امان نامہ اس طور پر لکھ دیا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ من عمر بن الخطاب لاھل ایلیا انھم امنون علی رمائھم واولادھم و نسانھم وجمیع کنائسھم لا تکن ولا تھرم۔“

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم از عمر بن الخطاب اہل ایلیا (ارض مقدس) کے لئے یہ ہے کہ بے شک انہیں ان کی جانوں اور اولادوں اور عورتوں کو امان دی جاتی ہے اور کل کلیسا (گرجے) نہ تو آباد کئے جائیں گے اور نہ مسمار کئے جائیں گے۔

فاروق اعظمؓ کی نماز

اس کے بعد خلیفہ ثانی عمر ابن الخطابؓ ارض مقدس میں داخل ہوئے اور کلیسہ قمامہ کے صحن میں بیٹھے رہے۔ جب نماز کا وقت آیا تو آپ نے بطریق سے فرمایا ”نماز پڑھنا چاہتا ہوں“ بطریق نے عرض کیا ”اسی مقام پر نماز پڑھ لیجئے۔ لیکن آپ نے اس سے انکار کیا اور قمامہ کے باہر دروازے پر تنہا نماز ادا کی۔ جب آپ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو بطریق سے مخاطب ہو کر فرمایا ”اگر میں گرجے کے اندر نماز پڑھتا تو میرے بعد مسلمان اس کلیسہ پر قبضہ کر لیتے، اس حیلے سے کہ میں نے یہیں نماز پڑھی تھی۔“ حضرت عمرؓ ابن الخطاب نے پھر اس امان نامے کے علاوہ یہ بھی لکھ دیا کہ قمامہ کے کلیسے میں نہ تو نماز پڑھی جائے اور نہ اذان دی جائے۔

مسجد عمرؓ کی تعمیر

اس کے بعد بطریق سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہمیں کوئی ایسا مقام بتاؤ جہاں ہم مسجد بنائیں۔ بطریق نے کہا کہ صخرہ زیادہ مناسب ہوگا جس پر یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا ہے۔ عمر ابن الخطابؓ نے صخرہ کو پسند فرمالیا اور بنفسہ اسے صاف کرنے لگے۔ آپ کو صاف کرتے ہوئے دیکھ کر اور مسلمانوں نے بھی ہاتھ لگا دیا، وہ فوراً ادم بدم صاف ہو گیا۔ عمرؓ ابن الخطاب نے پھر اپنے مبارک ہاتھ سے مسجد کی بنا ڈالی، اس کے بعد عمروؓ بن العاص کو مصر کا محاصرہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ لیکن مقوقس والی مصر نے جزیہ (خراج) دے کر صلح کر لی پھر عمروؓ بن العاص نے اس مہم سے فارغ ہو کر اسکندریہ کا رخ کیا اور چند روز کے محاصرے کے بعد اسے بھی فتح کر لیا۔

منصور اور ماہاب کی لڑائی

سنہ 16 ہجری (مطابق سنہ 650) میں بادشاہ روم (ہرقل) جزیرہ کے عیسائیوں کے کہنے پر اپنا مسیحی لشکر لے کر حمص کی طرف بڑھا۔ حمص میں ان دنوں ابو عبیدہؓ بن الجراح مقیم تھے، انہوں نے ہرقل کو شکست دی تو وہ میدان جنگ سے بھاگ کے انطاکیہ کی طرف آ گیا۔ اسی دوران میں مسلمانوں کے مشہور سردار فلسطین، طبریہ اور تمام ساحل فتح کر چکے تھے جس سے عرب متنصرہ، غسان، اور لخم جذام میں ایک خاص قسم کا جوش پیدا ہو

گیا تھا۔ ماہاب بطریق پھر ان کا افسر ہو کر مسلمانان عرب سے جنگ کرنے کے لئے چلا۔ بطریق نے یہ دیکھ کر اپنے عامل دمشق منصور بن سرحون سے مالی مدد طلب کی۔ منصور بن سرحون نے چونکہ وہ اس سے پہلے سے کشیدہ خاطر تھا، مدد دینے سے انکار کیا، لہٰذا ماہاب بطریق برہم ہو کر مسلمانان عرب سے اعراض کر کے دمشق کی جانب بڑھا۔ لیکن اس کی روانگی سے قبل عامل دمشق منصور کچھ سوچ سمجھ کر سامان رسد وغلہ لے کر دمشق سے نکل گیا۔ اتفاقات زمانہ سے جس وقت وہ مقام جابیہ خولان میں پہنچا اسی روز رات کو لشکر روم بھی آ گیا۔ عامل دمشق نے پھر طبل اور بگل بجایا، لشکر ماہاب نے یہ خیال کر کے یہ لشکر مسلمانان عرب کا ہے، اس پر حملہ کر دیا۔ دونوں میں خوب گھمسان کی جنگ ہوئی صدہا جانیں ضائع ہو گئیں۔ ماہاب بطریق پھر مارے شرم کے طور سینا چلا گیا اور وہیں راہبانہ زندگی سے اپنی بقیہ عمر تمام کر دی۔

دمشق کی فتح

اس کے بعد لشکر روم نے منصور کے ہمراہ دمشق میں جا کر دم لیا۔ مسلمانوں نے مناسب موقع سمجھ کر دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ دوسری طرف سے رومیوں نے بھی اکٹھے ہو کر اسے گھیر لیا۔ لیکن چھ مہینے بعد منصور، عامل دمشق مجبور ہو کر خالدؓ بن ولید سے امان کا خواستگار ہوا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے اسے امان دی اور پھر باب شرقی سے شہر میں داخل ہوئے۔ اس دوران رومی لشکر دوسرے دروازوں سے نکل کر بھاگ گیا۔ خالدؓ بن ولید کے علاوہ اور امراء اسلام جو دوسرے دروازوں سے بزور تیغ داخل ہوئے تھے، انہیں اس امان دہی کی اطلاع نہ تھی اس وجہ سے دمشق کو لوٹا گیا، اس کے بعد اہل دمشق کو وہی رعایتیں دی گئیں جو اسکندریہ والوں کو حضرت عمروؓ ابن العاص نے دی تھیں۔

قسطنطین کی حکومت

ان واقعات کے بعد ہرقل سنہ 21 ہجری (مطابق سنہ 655 عیسوی) میں اکتیس برس حکومت کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کی جگہ قسطنطنیہ میں رومیوں کا بادشاہ قسطنطین بن ہرقل ہوا جسے چھ مہینے کے بعد اس کی سوتیلی ماں نے مار ڈالا۔ اس کی جگہ پھر ہرقل بن ہرقل تخت نشین ہوا۔ کچھ عرصے بعد رومیوں نے اسے تخت سے اتار کر مار ڈالا اور قسطنطیوس بن قسطنطین کو تخت حکومت پر بٹھایا جو چھ برس حکومت کر کے سنہ 37 ہجری (مطابق سنہ 670 عیسوی) میں ہلاک کر دیا گیا۔

روم پر حضرت معاویہؓ کا حملہ

اسی زمانے میں امیر معاویہؓ نے سنہ 24 ہجری میں بلاد روم پر حملہ کیا، وہ ان دنوں شام کے امیر تھے۔ انہوں نے پھر کئی شہروں کو فتح کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے دریا کے راستے قبرص پر فوج کشی کی اور اس کے اکثر قلعوں کو فتح کر کے سنہ 27 ہجری میں اہل قبرص پر جزیہ (خراج) قائم کیا۔

اسکندریہ کی فتح

عمروؓ بن العاص نے جس وقت اسکندریہ فتح کیا تھا تو انہوں نے بنیامین بطریق یعقوبیہ کو امان نامہ لکھ دیا تھا۔ چنانچہ وہ تیرہ برس بعد آیا۔ اسے ہرقل نے اول سنہ ہجری میں اسکندریہ کا متولی بنایا تھا۔ لیکن جب شاہ فارس نے مصر اور اسکندریہ پر زمانہ حصار قسطنطنیہ میں قبضہ کر لیا تھا تو وہاں دس برس تک اس کی حکومت رہی۔ اسی زمانہ میں بنیامین روپوش ہو گیا تھا۔ دس برس یہ اور تین برس زمانہ حکومت اسلامیہ میں وہ مسلسل غائب رہا پھر جب عمروؓ بن العاص نے اسے امان دے دی تو وہ اسکندریہ واپس آیا اور سنہ 39 ہجری (مطابق سنہ 659 عیسوی) میں مر گیا۔ اس کی جگہ پھر اغاثوا اسکندریہ کے گرجا کا سترہ برس عہدہ دار رہا۔ جب قسطیوس بن قسطنطین سنہ 37 ہجری (مطابق سنہ 657ء) میں ہلاک ہو گیا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا یوطیانوس بارہ برس تک رومیوں کا بادشاہ رہا۔

قسطنطنیہ پر حملہ

سنہ 50 ہجری میں اس کے مرنے کے بعد طیباریوس حکمران ہوا جس کی حکومت سات برس رہی۔ اسی کے دور حکومت میں یزید بن معاویہؓ نے عساکر اسلامیہ کے ہمراہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔ اس نے ایک مدت تک اس کا محاصرہ کئے رکھا۔ ابوایوبؓ انصاری اسی کے حصار میں شہید ہوئے اور وہیں دفن کر دیئے گئے۔ اس کے چند روز محاصرے کے بعد یزید بن معاویہؓ اور طیباریوس قیصر کی اس بات پر صلح ہوئی کہ شام کے تمام کنائس (گرجے) معطل کر دیئے جائیں اور کوئی شخص ابوایوبؓ کی قبر میں کچھ بگاڑ پیدا نہیں کرے گا۔

اوغشطش کا خاتمہ

اس صلح کے ہو جانے سے اسلامی لشکر واپس آیا اور طیباریوس قیصر سنہ 58 ہجری (مطابق سنہ 677ء) میں مار ڈالا گیا۔ اس کے بعد تخت قیصری پر اوغشطش قیصر جانشین ہوا جس کے دور حکومت میں اغاثو البطریق یعقوبیہ اسکندریہ میں مر گیا اور یوحنا بطریق مقرر کیا گیا۔ تھوڑے دن بعد اوغشطش قیصر کو کسی خادم نے مار ڈالا۔

اصطفانیوس قیصر

اس کے بعد اس کا بیٹا اصطفانیوس قیصر ہوا، یہ سنہ 65 ہجری (مطابق سنہ 684ء) دور حکومت عبدالملک بن مروان میں تھا۔ عبدالملک بن مروان نے اپنے دور حکومت میں مسجد اقصیٰ کو بڑھایا، صخرہ کو حرم میں داخل کر لیا۔ اس کے کچھ عرصے بعد اصطفانیوس سے سلطنت چھین لی گئی اور لاون کو تخت حکومت پر بٹھایا گیا۔ یہ سنہ 78 ہجری (مطابق سنہ 697ء) میں فوت ہو گیا پھر طیباریوس ثانی قسطنطنیہ کا حکمران ہوا۔ سات برس اس کی حکومت رہی، سنہ 86 ہجری مطابق سنہ 705ء میں یہ بھی ہلاک ہوا اور سطیانوس بادشاہ مقرر کیا گیا۔

دمشق میں مسجد کی تعمیر

دور حکومت ولید بن عبدالملک کا تھا، یہ وہی خلیفہ ہے جس نے دمشق میں جامع مسجد بنی امیہ بنوائی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے مسجد کی تعمیر میں چار سو صندوق صرف کئے تھے، ہر صندوق میں چودہ چودہ لاکھ دینار تھے۔ مسجد میں چھ سو زنجیریں طلائی قندیلوں کے لٹکانے کے لئے تھیں۔ اس کی زینت اور آرائش ایسی تھی کہ جس سے دیکھنے والوں کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی تھیں۔ اسے دیکھ کر مسلمان فتنے میں پڑتے تھے لہٰذا عمر بن عبدالعزیز نے اپنے زمانہ حکومت میں ان سب چیزوں کو اتار کر بیت المال میں داخل کروا دیا۔ سنہ 101 ہجری مطابق سنہ 719ء میں سطیانوس کے بعد ڈیڑھ برس تک تداوس بادشاہ رہا، اس کے بعد لاون ثانی چوبیس برس تک بادشاہت کرتا رہا۔

قسطنطین کا گرفتار ہونا

اس کے بعد اس کا بیٹا قسطنطین تخت نشین ہوا۔ سنہ 113 ہجری میں ہشام بن عبدالملک صائفہ یسریٰ اور اس کے بھائی سلیمان صائفہ یمنیٰ نے رومیوں پر حملہ کر دیا۔ قسطنطین نے اس کا مقابلہ کیا لیکن میدان جنگ سے اس کا لشکر بے قابو ہو کر بھاگ نکلا وہ خود گرفتار کر لیا گیا تاہم کچھ روز بعد آزاد کر دیا گیا۔ دور حکومت مروان بن محمد اور ولایت موسیٰ بن نصیر میں اسکندریہ اور مصر کے عیسائی تباہی اور ذلت میں پڑ گئے، صدقہ اور خیرات پر بطریق کا گزر ہونے لگا۔ جب اس کی خبر بادشاہ نوبہ کو پہنچی تو وہ ایک لاکھ فوج لے کر مصر پر چڑھ آیا لیکن عامل مصر کی تیزی اور ہوشیاری سے بلا قتل و قتال واپس چلا گیا اور دور ہشام بن عبدالملک میں فرقہ ملکیہ کے کنائس (گرجے) گروہ یعقوبیہ کے ہاتھوں سے نکال لئے گئے۔ اور وہاں پر انہی کے مذہب کا بطریق مقرر کیا گیا۔

جرجس کی حکومت

ان واقعات کے ہونے کے بعد قسطنطنیہ میں ایک غیر شخص جو خاندان شاہی سے نہیں تھا، جرجس نامی بادشاہ ہوا۔ وہ نہایت ابتری اور سوء حالی

سے سفاح المنصور کے دور تک باقی رہا۔ اس کے مرنے کے بعد قسطنطین ثانی بن لاون حکمران ہوا جس نے متعدد شہر آباد کئے اور اہل آرمینہ کو ان میں آباد کیا۔ جب وہ مرگیا تو وہ لاون بن قسطنطین ثانی اور اس کے مرنے کے بعد نغفور حکمران ہوا۔

ہارون الرشید کا محاصرہ

سنہ 187ء (مطابق سنہ 802ء) میں خلیفہ ہارون الرشید نے قلعہ ہرقلہ کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن نغفور نے خراج دے کر صلح کرلی۔ خلیفہ الرشید واپس ہوکر رقہ آیا اور موسم سرما ختم ہونے تک وہیں ٹھہرا رہا۔ نغفور نے یہ سمجھ کر خلیفہ الرشید چلا گیا ہے، عہد شکنی کی، جس پر خلیفہ الرشید یہ سن کر لوٹ پڑا اور نہایت سختی کے ساتھ اس معاہدہ کی اس سے پابندی کرائی اور اس سے خراج لیا۔ اس کے بعد عساکر اسلامیہ درب صعصاق سے داخل ہوئے اور سرزمین روم کو اپنے تیز گھوڑوں کی جولان گاہ بنایا۔ نغفور نے ہر چندان کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی قسمت نے اس کا ساتھ نہ دیا، مقام صنعاء میں نغفور کو شکست ہوئی اور چالیس ہزار آدمی مارے گئے۔ نغفور زخمی ہونے کے بعد میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگ نکلا۔

ہرقلہ قلعے کی فتح

پھر سنہ 190 ہجری (مطابق سنہ 805ء) میں خلیفہ ہارون الرشید نے پھر اس پر چڑھائی کی، اس کے ہمراہ ایک لاکھ تیس ہزار فوج تھی۔ اس نے سب سے پہلے قلعہ ہرقلہ میں اسلامی جھنڈا گاڑا اور سولہ ہزار رومی زخمیوں کے علاوہ قید کر لئے گئے۔ نغفور نے مجبور ہوکر جزیہ (خراج) دینا قبول کیا اور تاعمر اس کی پابندی کرتا رہا یہاں تک کہ زمانہ خلافت امین میں وہ مرگیا۔

استبراق کی حکومت

اس کی جگہ پھر استبراق قیصر تخت نشین ہوا۔ سنہ 215 ہجری (مطابق سنہ 830ء) میں پھر خلیفہ مامون الرشید نے بلاد روم پر حملہ کیا اور متعدد قلعے فتح کر کے بغداد واپس ہوا۔ لیکن وہ پھر یہ خبر سن کر کہ ''بادشاہ روم نے طرسوس اور مصیصہ پر حملہ کر کے تقریباً ایک ہزار چھ سو لوگوں کو مار ڈالا ہے'' اٹھ کھڑا ہوا اور انطواغوا کا محاصرہ کر کے بصلح وامان فتح کرلیا۔ المعتصم نے بھی حملہ کر کے تقریباً تیس قلعے رومیوں سے چھین لئے جبکہ یحییٰ بن اکثم نے بھی رومیوں کے بلاد کو خوب پامال کیا۔ اس کے بعد خلیفہ مامون الرشید بغداد کی طرف لوٹا۔

لولوہ کی فتح

وہ پھر کچھ عرصے بعد بغرض جہاد بلاد روم میں داخل ہوا اور اپنے مولا (غلام آزاد) عجیف کو ایک دستہ فوج کا افسر مقرر کر کے شہر لولوہ کے محاصرے پر بھیجا۔ قیصر روم اس واقعہ سے مطلع ہوکر لولوہ والوں کی مدد کو آپہنچا۔ یہ اطلاع پا کر مامون الرشید نے عجیف کی مدد پر ایک دوسری فوج بھیج دی۔ قیصر روم ان کے مقابلے میں اپنے آپ کو عاجز دیکھ کر ناکام لوٹ گیا اور شہر بصلح فتح کرلیا گیا۔

روم کی تباہی

اس کے بعد مامون الرشید نے سلغوس اور بردہ کو فتح کیا اور اپنے بیٹے عباس کو عساکر اسلامیہ کا افسر بنا کر رومیوں پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس نے بھی رومیوں کے شہروں کو خوب لوٹا، غارت کیا اور ایک شہر میل در میل آباد کیا۔ جس کی شہر پناہ کے چار دروازے بنوائے۔ وہ عرصہ دراز تک بلاد روم کو تاحیات پامال کرتا رہا یہاں تک کہ بحالت جہاد سنہ 218 ہجری میں اس کا انتقال ہوگیا۔ سنہ 233 ہجری (مطابق سنہ 837) میں پھر خلیفہ المعتصم نے عموریہ فتح کیا جس کا واقعہ اس کے حالات میں لکھا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

بطریق اعظم کا روم جانا

یہاں تک تو ابن عمید کا کلام تھا، ہم نے اس کی باتوں کے دوران بطارقہ کے حالات زمانہ فتح اسکندریہ سے نہیں لکھے تھے کیونکہ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی البتہ اس سے کچھ دن پہلے فتح اسکندریہ کے بعد بطریق اعظم جو اسکندریہ میں رہتا تھا، اس کی کرسی حکومت رومہ میں مقرر کی گئی تھی۔ یہ مذہب ملکیہ کا امیر تھا اور عیسائی اسے الباباء (پوپ) کہتے تھے، بعد ازاں اسے ہی ملوک نوبہ وحبشہ اور تمام اس اطراف و جوانب کا مذہبی پیشوا مانا گیا۔

مسعودی کی ترتیب

مسعودی نے زمانہ ہجرت اور فتح سے قیاصرہ روم کو اسی ترتیب سے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ ابن عمید نے لکھا ہے لیکن پھر وہ کہتا ہے کہ لوگوں میں یہ بات معروف ہے کہ ہجرت اور زمانہ شیخین میں روم کا بادشاہ ہرقل تھا۔ کتب سیر میں اس طرح ہے کہ ہجرت زمانہ قیصر بن مورق میں ہوئی ہے، اس کے بعد قیصر بن قیصر زمانہ ابوبکرؓ میں اس کے بعد ہرقا بن قیصر عمرؓ فاروق کے دور میں تھا، یہی قیصر زمانہ جنگ وجدال ابوعبیدہؓ اور خالدؓ بن ولید اور یزیدؓ بن ابی سفیان میں شام سے نکالا گیا۔ اس وقت صرف قسطنطنیہ کی حکومت اس کے قبضہ میں رہ گئی تھی۔

مورق کی حکومت

اس کے بعد مورق بن ہرقل زمانہ خلافت عثمانؓ میں اور بعد ازاں مورق بن مورق زمانہ علیؓ اور معاویہؓ میں حکمران ہوا ہے۔ آخری زمانہ معاویہؓ اور یزید اور مروان بن الحکم میں قلفط بن مورق نے حکمرانی کی ہے۔ اس قیصر کے باپ مورق اور معاویہؓ سے خط وکتابت کے مراسم قائم تھے۔ مورق نے معاویہؓ کی حکومت اور شہادت عثمانؓ کی پیشین گوئی کی تھی اور معاویہؓ کو اس کی اطلاع دے دی تھی۔ جس وقت معاویہؓ، علیؓ سے جنگ کرنے کے لئے جارہے تھے اس نے عرب پر حملہ کرنے کا قصد کیا تھا لیکن معاویہؓ نے اسے خط کے ذریعے اپنے حملے کی دھمکی دی تھی۔

بنو ہرقل اور بنو امیہ

اسی لئے جنگ کے خاتمے کے بعد (جنگ صفین) معاویہؓ نے یزید کی ماتحتی میں ایک لشکر قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا جس کے زمانہ حصار میں ابوایوبؓ انصاری شہید ہوئے۔ بہرحال قلفط بن مورق کے بعد لاون بن قلفط زمانہ حکومت عبدالملک بن مروان میں اور اس کے بعد جیرون بن لاون زمانہ ولید اور سلیمان اور عمر ابن عبدالعزیز میں بادشاہ رہا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے چاروں طرف سے ان کے علاقوں پر بری اور بحری حملے کرنے شروع کر دیئے۔ انہوں نے قسطنطنیہ کے دروازے تک کو اپنے نوکدار نیزوں سے صدمہ پہنچایا۔ رومی حکمران نہایت ابتر حالت پر پہنچ گئے تھے۔ اس کے بعد جرجیس بن مرعش نامی ایک غیر شخص (جو خاندان سلطنت سے نہیں تھا)، نو برس تک رومیوں پر حکمرانی کرتا رہا۔

قسطنطین کی حکومت

جب قسطنطین بن الیون تخت حکومت پر بیٹھا، اس کے بچپن کی وجہ سے اس کی ماں حکومت اور انتظام سلطنت میں اس کی شریک رہی۔ اس کے بعد نغفور بن استبراق ہارون الرشید کے دور حکومت میں تخت نشین ہوا۔ نغفور اور الرشید میں باہم اکثر جنگیں ہوتی رہیں یہاں تک کہ رشید کی قوت و شوکت نے نغفور کو جزیہ دینے پر مجبور کیا۔ بعد ازاں اسی امر پر فریقین میں مصالحت ہوئی پھر نغفور نے عہد شکنی کی اور الرشید اس کے زیر کرنے پر آمادہ ہوا۔ اس نے سنہ 190 ہجری میں قلعہ ہرقلہ کو فتح کر لیا تب نغفور نے دوبارہ خراج دینا قبول کیا اور تاحیات اپنے وعدے کی پابندی کرتا رہا۔ اس کے بعد استبراق بن نغفور عہد حکومت امین میں بادشاہ ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد قسطنطین بن قلفط نے اسے مغلوب کر دیا اور خود زمانہ مامون میں حکومت کرتا رہا۔

عموریہ کی فتح

اس کے بعد نوفیل زمانہ خلافت المعتصم میں گزرا ہے، المعتصم نے اس سے عموریہ بزور تلوار فتح کیا اور اس میں جس قدر عیسائیوں کو پایا، انہیں قتل کر دیا۔ اس کے بعد میخائیل بن نوفیل زمانہ خلافت الواثق اور المتوکل اور المنتصر اور المستعین میں قیصر رہا۔ اس کے بعد رومیوں میں ملک کے بارے میں باہمی اختلاف ہوا اور نوفیل بن میخائیل کو تخت پر بٹھایا گیا۔ کچھ عرصے بعد شبیل صقلی اس پر قابض ہو گیا، یہ خاندان سلطنت سے نہیں تھا، اس کا زمانہ دور المعتز اور المہتدی اور کسی قدر المعتمد میں گزرا۔

الیون کی حکمرانی

اس کے بعد الیون بن شبیل بقیہ المعتمد کے دور اور ابتدائی زمانہ حکومت المعتضد میں رہا پھر اس کا بیٹا اسکندروس بادشاہ ہوا جس کی سیرت ناپسندیدہ تھی لہٰذا تھوڑے دن بعد معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ لاوی بن الیون اس کا بھائی قائم ہوا جس کا ملک المعتضد والمکتفی کے بقیہ زمانے اور شروع زمانہ المقتدر تک باقی رہا۔ اس کے مرنے کے وقت صرف ایک کمسن بیٹا قسطنطین نامی موجود تھا جس کی وجہ سے ارمنوس بطریق ملک کا انتظام کرنے لگا، اس نے پھر اپنی لڑکی سے اس کا عقد کر دیا، اس بطریق کو دمستق بھی کہتے تھے۔ یہ وہی شخص ہے جو سیف الدولہ۔ (بنی حمدون) والی شام سے جنگ لڑا ہے۔ اس کی حکومت المقتدر کے بقیہ زمانے اور القاہر اور الراضی اور المتقی تک باقی رہی۔ اس کے مرنے کے بعد روم کی حکومت نہایت ابتر ہو گئی۔ بعد ازاں شاہی خطاب سے قسطنطنیہ میں ارمنوس یاد کیا جانے لگا، یہ سب حکمران خلفاء اسلام کے باجگزار اور مطیع تھے۔ اس کے بعد مسعودی لکھتا ہے کہ تمام ملوک روم زمانہ قسطنطین میں ہلانہ سے اس وقت (یعنی سنہ 330ھ تک) اکتالیس شخص ہوئے، ان کی پانچ سو سات برس تک حکومت رہی، اس حساب سے زمانہ ہجرت میں ان کی حکومت کی عمر ایک سو چھتر برس تھی۔ واللہ اعلم انتہی کلام المسعودی (مسعودی کا کلام یہاں پر تمام ہوا)

دمستق قوقاش کی حکومت

تاریخ ابن اثیر میں یہ تحریر ہے کہ ارمانوس (ارمنوس بطریق) کے مرنے کے بعد اس کے دو چھوٹے چھوٹے لڑکے موجود تھے۔ دمستق قوقاش نے اسی کے دور میں ملطیہ سنہ 322 ہجری (مطابق سنہ 933ء) میں بامان لے لیا تھا۔ اسلامی سرحدوں کا ان دنوں سیف الدولہ بن حمدون والی تھا۔ جب قوقاش نے ملطیہ کے مقامات مرعش وعرزیہ اور اس کے قلعوں کو فتح کر لیا تو اس نے پھر مکرر سہ کرطوس پر حملہ کیا، یہ دیکھ کر سیف الدولہ نے اس کے ملک پر فوج کشی کی اور خرشنہ۔ صارخہ کو اس کے قبضے سے نکال لیا، وہ ان کے اکثر شہروں کو پامال اور متعدد قلعے فتح کر کے واپس آیا۔ ارمانوس (ارمنوس) نے ان واقعات سے پریشان ہو کر نقفور کو دمستق مقرر کیا، دمستق کے معنی خلیج ہیں، خلیج شرقی کے مالک کے جس کے حکمران ان دنوں بنی عثمان (سلاطین عثمانیہ) ہیں۔

لڑائی ہوتی ہے

اس کے بعد نقفور دمستق ہونے کے بعد بلاد اسلام کی طرف چلا گیا۔ اس دوران میں ارمانوس دو چھوٹے چھوٹے لڑکے چھوڑ کر مر گیا، جب واپس آیا تو امراء روم نے جمع ہو کر شاہی تاج اس کے سر پر رکھا اور ارمانوس کے لڑکے کے انتظام اور تدبیر کے لئے اسے آگے کر دیا۔ سنہ 351 ہجری (مطابق سنہ 962) میں اس نے حلب پر حملہ کر دیا، اس جنگ میں سیف الدولہ کو شکست ہوئی اور شہر پر نقفور دمستق کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن قلعہ پر بدستور مسلمانوں ہی کا قبضہ رہا۔ قلعہ کے محاصرے کے دوران اس کا ہمشیرہ زادہ مارا گیا جس کی وجہ سے اس نے برہم ہو کر تمام مسلمان قیدیوں کو شہید کر ڈالا جو اس کے قید میں تھے۔

نغفور کے حملے

اس کے بعد سنہ 356 ہجری (مطابق سنہ 966ء) میں اس نے قیساریہ کے قریب ایک جدید شہر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے آباد کیا۔ اہل طرسوس نے ڈر کر اس سے امان طلب کی لیکن اس نے شہر پر بہ امان قبضہ حاصل کر کے مصیصہ کو بزور تیغ فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے بھائی کو دوبارہ سنہ 359 ہجری میں حلب کی طرف روانہ کیا، ابوالمعالی بن سیف الدولہ اس سے شکست کھا کر بھاگ گیا۔ فرعویہ نے اس وجہ سے قلعہ پر قبضہ نہ ہونے پایا تھا، صلح کر لی۔

نغفور کا خاتمہ

جب یہ حلب سے واپس ہوا تو ارمانوس کی بی بی (جس کے دونوں لڑکے نغفور دمستق کی کفالت میں تھے) نغفور سے رنجیدہ ہو گئی۔ اس کے بعد ابن الشمیسق نے اس کے اشارے سے سنہ 360 ہجری (مطابق سنہ 970ء) نغفور کو مار کر ارمانوس کے بڑے بیٹے شبیل کو تخت نشین کر دیا اور خود دمستق بن کر انتظام سلطنت کرنے لگا۔ اس نے پھر الرہا میں فارقین اور اس کے اطراف و جوانب پر کئی بار حملے کئے لیکن ابوتغلب بن حمدان والی موصل نے کسی قدر مال دے کر اسے ٹال دیا۔ اس نے پھر سنہ 362 ہجری مطابق سنہ 972ء میں بلاد اسلامیہ کی طرف حملہ کیا تو ابوتغلب نے اپنے چچا ابوعبداللہ بن حمدان کے لڑکے کو اس کے مقابلے پر بھیجا۔ اس نے اسے شکست دے کر گرفتار کر لیا لیکن پھر کچھ عرصہ بعد آزاد کر دیا۔ اس کے بعد شبیل کے ماموں نے (جو اس کی وزارت کا کام کر رہا تھا) ابن الشمیسق کو زہر دے کر مار ڈالا۔

شبیل کی حکومت

بعد ازاں شبیل بن ارمانوس نے سقلاروس کو دمستق مقرر کیا لیکن سنہ 365 ہجری (مطابق سنہ 945ء) میں اس نے بغاوت کر دی اور سلطنت کا مدعی ہوا شبیل نے اسے زیر کر لیا پھر اس پر ابوتغلب بن حمدان کی امداد سے ورد بن منیر نے قبضہ کر لیا۔ شبیل نے بمجبوری دردیس لاون (یعنی برادر زادہ نغفور) کو قید سے نکال کر ورد بن منیر کے مقابلے پر بھیجا۔

دردیس کا گرفتار ہونا

ورد بن منیر کو اس جنگ میں شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ کر میافارقین میں عضد الدولہ کے پاس جا کر پناہ گزین ہوا۔ شبیل نے عضد الدولہ سے اس سلسلے میں خط و کتابت کی، عضد الدولہ نے دردیس کو اپنی حکمت عملی سے گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا پھر اس کے لڑکے صمصام الدولہ نے پانچ برس بعد اسے اس شرط پر آزاد کر دیا کہ وہ مسلمان قیدیوں کو قید سے رہا کر دے، بلاد روم کے چند قلعوں سے دست کش ہو جائے اور آئندہ بلاد اسلام پر کسی قسم کی دست درازی نہیں کرے گا اور دردیس آزاد ہونے کے بعد پہلے ملطیہ پر قابض ہوا پھر اس نے قسطنطنیہ کا جا کر محاصرہ کر لیا۔

شبیل اور منجوتکین کی لڑائی

اسی اثناء میں دردیس مارا گیا اور شبیل اور ورد میں مصالحت ہو گئی لیکن کچھ عرصہ بعد ورد مر گیا تو شبیل اس کے مقبوضات پر قابض ہو کر یلغار پر چڑھ گیا۔ وہ ان کے ملک پر قبضہ حاصل کر کے چالیس برس تک ان پر حکمرانی کرتا رہا۔ اس کے بعد سنہ 381 ہجری (مطابق سنہ 991ء) میں منجوتکین، والی دمشق نے خلیفہ مصر کی جانب سے اس پر حملہ کیا، شبیل شکست پا کر ابوالفضائل بن سیف الدولہ کے پاس جا کر پناہ گزین ہوا اور منجوتکین لوٹ کر دمشق آ گیا۔

طرابلس پر حملہ

وہ پھر وہاں سے حمص اور شیرز پہنچا اور ان پر بزور قبضہ حاصل کر لیا۔ اس نے پھر طرابلس کا محاصرہ کیا لیکن ابن مروان نے دیار بکر دے کر صلح کر لی۔ پھر دوقس دمشق نے بغاوت کی تو والی مصر نے ابوعبداللہ بن ناصر الدولہ بن حمدان کو اس کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ دوقس دمستق کو شکست ہوئی

اور وہ دوران جنگ میں مارا گیا۔ ان واقعات کے بعد شمیل سنہ 410 ہجری (مطابق سنہ 1019ء) میں مر گیا۔

ملکہ ارمانوس کی حکومت

اس کے بعد قسطنطین، اس کا بھائی نو برس تک حکمران رہا۔ جس کے مرنے کے بعد تین لڑکیاں اس کے خاندان کی باقی رہیں۔ لہٰذا سب سے بڑی لڑکی تخت نشین کی گئی جس نے اپنے ماموں زاد بھائی کو اپنے ملک کا منتظم مقرر کیا اور بعد میں اس کے ساتھ شادی کر لی، اس وجہ سے وہ مملکت روم پر قابض ہو گیا لیکن خود اس کے ماموں میخائیل کو اس کے مزاج میں بے حد رسوخ تھا بلکہ وہ اس کی طرف مائل ہو گئی۔ اس کے بعد میخائیل نے ملکہ ارمانوس کی سازش سے (اپنے ماموں) کو قتل کر کے اس کے مقبوضات پر قابض ہو گیا۔

میخائیل کی حکومت

اس نے سنہ 422 ہجری میں پھر ابن مروان کو شکست دے کر الرہا اور سروج پر قبضہ کر لیا۔ لیکن جلد ہی دربری نے خلافت علویہ کی طرف سے اس کا مقابلہ کر کے اسے پسپا کر دیا، اس کے بعد رومیوں نے بلاد اسلام کی طرف خروج کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا اور میخائیل نے اپنے ملک میں موجود مدعیان سلطنت کو گرفتار کر لیا۔ وہ پھر اپنی نیک سیرتی سے اہل ملک کو خوش کرنے لگا۔ کچھ عرصے بعد وہ اپنی بیوی سے سلطنت چھین کر مستقل حکمرانی کرنے کا مدعی ہوا تو اس کی بی بی نے انکار کیا، اس بات سے برہم ہو کر میخائیل نے اپنی بی بی کو جزیرے میں جلاوطن کر کے بھیج دیا اور خود رومی حکومت پر سنہ 433 ہجری میں قابض ہو گیا۔ اس فعل سے بعض بطریق برہم ہوئے اور انہیں اس کی یہ حرکت ناگوار گزری لہٰذا میخائیل نے در پردہ ان کے قتل کی کوشش کی۔ اتفاق سے اس کی خبر بطریق کو ہو گئی لہٰذا بطریق نے گرجا میں کھڑے ہو کر میخائیل سے سلطنت چھیننے کا حکم دیا۔ اس کے لشکر نے اسے قلعہ میں گھیر کے اس کی جلاء وطن ملکہ کو بلا لیا تاہم میخائیل اپنی حکمت عملی سے ان کے محاصرہ سے نکل آیا اور پھر ملکہ (اپنی بی بی) کو بدستور جلاء وطن کر دیا۔

تو درہ کی حکومت

اس کے بعد تمام بطارقہ اور عام رومیوں نے متفق ہو کر ملکہ بنت قسطنطین (زوجہ میخائیل) کو تخت سے اتار کر اس کی دوسری بہن تو درہ کو تخت نشین کر کے اسے میخائیل کے سپرد کر دیا لیکن اس کے بعد ہوا خواہان تو درہ اور میخائیل میں جھگڑا ہو گیا اور یہ فساد ایک مدت تک قائم رہا۔ رومیوں نے گھبرا کر اس پر اتفاق کر لیا کہ جو شخص اس فساد کو ختم کر دے۔ اسے ہی روم کا حکمران بنا دیا جائے گا۔

تو درہ کی قسطنطین سے شادی

چنانچہ مدعیان سلطنت کے نام قرعہ ڈالا گیا۔ قسطنطین کا نام قرعہ میں نکلا اور اسے ہی نیا حکمران بنایا گیا اور تو درہ سے اس کی شادی کر دی گئی۔ یہ واقعہ سنہ 434 ہجری (مطابق سنہ 1043ء) کا ہے سنہ 446 ہجری (مطابق سنہ 1054ء) میں قسطنطین کے مرنے کے بعد ارمانوس حکمران ہوا۔

الپ ارسلان کی آمد

اس کا زمانہ ظہور دولت سلجوقیہ اور اس دور سے ملتا ہے جبکہ طغرلبک بغداد پر قابض ہوا تھا۔ ان دونوں حکمرانوں نے اس پر آذربائیجان کی طرف سے جہاد شروع کر دیا۔ اس کے بعد اس کے لڑکے الپارسلان (الپ رسلان) نے بلاد کرخ کے اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا اور رومیوں کے آباد شہروں کو پامال کیا۔ رومیوں نے پھر منبج پر چڑھائی کی اور ابن مرداس اور ابن حسان اور عرب کے لشکر کو شکست ہوئی۔

ارمانوس سے لڑائی

الپ رسلان یہ سن کر سنہ 430 ہجری (مطابق سنہ 1070ء) میں رومیوں کی طرف بڑھا۔ اس کی اطلاع پا کر ارمانوس دو لاکھ فوج رومی اور

عرب اور روس اور کرخ کی لے کر نواح آرمینہ سے نکل کر اس کے مقابلہ پر آیا اور ایک خونریز لڑائی لڑا لیکن فتح مسلمانوں ہی کے ہاتھ رہی۔لڑائی کے دوران وہ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا لیکن کچھ عرصے بعد تاوان جنگ اور زر فدیہ دے کر اپنی رہائی کرائی۔اس کے زمانہ غیر حاضری میں دوبارہ میخائیل مملکت روم پر قابض ہو گیا تھا۔جب وہ قید سے رہا ہو کر قسطنطنیہ میں پہنچا تو میخائیل نے اسے داخل نہیں ہونے دیا اور خود ان شرائط صلح کا پابند ہو گیا جو ارمانوس اور الپ ارسلان سے طے پائے تھے۔اس کے بعد ارمانوس غریب (جس نے با مجبوری سلطنت ترک کی تھی)، راہب بن گیا اور اسی حالت میں مر گیا۔انتہیٰ کلام ابن الاثیر (ابن اثیر کا کلام یہاں تمام ہوا)

فرانس والوں کا نسب

ان واقعات کے بعد ملک الافرنج (شاہ فرانس) کے ظہور کا دور آیا اور وہ رومہ وغیرہ کی حکومت پر قابض ہونے کا مدعی ہوا۔روم نے جس وقت عیسائیت اختیار کی تھی تو انہوں نے اور اقوام کو جو ان کے ہمسایہ تھیں، زبردستی عیسائی بنایا تھا جن میں اہل ارمن بھی ہیں (جن کا نسب اس سے پیشتر ناحوز برادر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک ہم تحریر کر چکے ہیں) ان کا ملک آرمینہ اور دارالسلطنت خلاط ہے۔ان کے علاوہ اہل کرج بھی ہیں (جو کہ روم کی ایک شاخ ہیں۔) یہ خزر میں آرمینہ اور قسطنطنیہ کے درمیان شمالاً دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں رہتے تھے اور جرکش بھی ہیں (جو کہ ترک کی شاخوں سے ہیں)۔یہ لوگ دریائے نیطش کے شرقی کنارے کی پہاڑیوں میں مقیم تھے۔اس کے علاوہ اہل روس بھی انہی میں سے ہیں جو جزائر دریائے نیطش اور شمالی کنارے میں آباد ہیں۔بلغاری (جو دریائے نیطش کے شمالی ساحل پر ہیں) اور برجان بھی ہیں (جو جانب شمال آباد ہیں اور جن کا حال فاصلے کے زیادتی کے باعث معلوم نہیں ہو سکا) یہ سب ترکوں کی شاخیں ہیں۔

عیسائیت قبول کرنا

عیسائیوں میں سب سے زیادہ ترقی فرانسوی قوم سے ہوئی جن کا دارالسلطنت فرنجہ یا فرنسہ (یعنی پیرس) میں ہے اور جو بحر رومی کے شمالی جانب ہے جس کے مغرب میں جزیرہ اندلس ہے۔ان دونوں مقامات کو چند پہاڑ اور دشوار گزار گھاٹیاں ایک دوسرے سے جدا کرتی ہیں جسے وہ لوگ الیون کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔اسی میں جلالقہ آباد ہیں جو بذاتہ افرنج (فرانس) کی ایک شاخ ہیں۔شاہ فرانس تمام ان بادشاہوں سے عظیم الشان مانا جاتا ہے جو دریائے رومی کے شمالی جانب حکمرانی کرتے ہیں۔یہ اکثر جزائر بحریہ مثلاً صقلیہ، قبرص، اقریطش، جنوا اور بلاد اندلس میں برشلونہ تک پر قابض ہیں۔

نبادقہ کے حالات

قیاصرہ اول کی حکومت کے بعد انہیں کی حکومت کا سکہ چلتا تھا، انہیں کے گروہ سے نبادقہ ہیں، یہ لوگ اس خلیج پر رہتے ہیں جو بحر روم سے سات سو میل کے فاصلے پر شمال مغرب کی جانب سے نکلا ہے۔یہ خلیج خلیج قسطنطنیہ کے مقابل بلاد جنوا سے آٹھ منزل پر واقع ہے۔جس کے بعد شہر رومہ ہے جو ان کے بادشاہ کا دارالحکومت اور بطریق اکبر کا (جسے یہ پوپ کہتے ہیں) مرکز ہے۔

جلالقہ کا بیان

افرنجہ ہی کے گروہ میں جلالقہ بھی داخل ہیں جن کا مسکن بلاد اندلس ہے، یہ سب اور تمام سوڈان وحبشہ اور نوبہ کی قومیں ہیں۔جو امراء اور ملوک حکومت روم کے ماتحت تھے مثلاً برابرہ مغرب میں، نفزادہ وہوارہ افریقہ میں اور مصامدہ مغرب اقصیٰ میں وہ باتباع ملوک روم عیسائی ہو گئے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ظاہر فرمایا اور اس کا دین تمام ادیان پر غالب ہوا تو اس نے پہلے تمام حدود جنوبیہ شام ومصر وافریقہ ومغرب سے ملوک روم کی حکومت چھین لی جن کی ساری سلطنت بحر رومی پر پھیلی ہوئی تھی۔

قوم قوط (گاتھ)

اس کے بعد انہوں نے خلیج طنجہ عبور کر کے اندلس کو قوط (گاتھ) اور جلالقہ کے قبضہ سے نکال لیا۔ اس وقت ملوک روم کی حکومت ایک اعلیٰ درجہ تک پہنچ کر کمزور ہو گئی تھی۔ اس کے بعد افرنجہ (فرانس) نے اندلس اور جزائر میں عرب سے زمانہ عبدالرحمٰن وابناء عبدالرحمٰن سے اندلس میں اور عبداللہ و پسران عبداللہ شیعی سے افریقہ میں کئی جنگیں کیں اور ان جزائر بحر رومی کو (جن پر وہ حکمرانی کر رہے تھے) مثلاً صقلیہ و میورقہ و دانیہ وغیرہ کو ان سے چھین لیا۔

فرانسیسیوں کا حملہ

اسی زمانے سے ملوک روم کی حکومت ضعیف ہو گئی اور افرنجہ کے قدم سلطنت پر جمتے گئے یہاں تک کہ ان کے تمام علاقوں اور جزیروں کو جن پر مسلمانوں نے ان سے قبضہ حاصل کر لیا تھا، پھر لے لیا لیکن اس کے بعد تقریباً چودہ منزل طولاً بحر رومی اسلامی پھریرہ اڑتا رہا۔ اس کے بعد افرنجہ (فرانس) نے ملک شام اور ارض مقدس کی طرف رخ کیا جو ان کے دین کا مطلع اور ان کے انبیاء کی مسجد تھی چنانچہ انہوں نے پانچویں صدی کے آخر میں اس پر قبضہ حاصل کیا، اس کے بعد وہ سواحل اور قلعات اور بلاد اسلامیہ کی طرف بڑھے۔

المستنصر عبیدی کا ظہور

بیان کیا جاتا ہے کہ المستنصر عبیدی نے انہیں اس امر کی طرف جرات دلائی تھی اور اسی نے ملوک سلجوقیہ کی حکومت اور سلطنت کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر رشک وحسد کی بناء پر انہیں بلاد اسلامیہ پر حملہ کرنے کے لئے بلایا تھا۔ اس وقت ان دنوں فرانس کا بادشاہ بردوبل تھا جبکہ اس کا داماد زجار حکمران صقلیہ اس کا ماتحت و مطیع تھا۔ ان دونوں نے فوجیں آراستہ کر کے بلاد اسلامیہ کے ارادے سے براہ قسطنطنیہ سنہ 491 ہجری میں اپنے ممالک سے بغاوت کی۔ رومی بادشاہ نے پہلے انہیں اپنے ملک سے گزر جانے کی اجازت نہیں دی لیکن جب انہوں نے انہیں ملطیہ بشرط فتح دینے کے لئے کہا تو راستہ دے دیا۔

فرانس اور اہل روم

چنانچہ وہ دونوں منازل طے کرنے کے بعد بلاد ابن قلطمش کے قریب پہنچے۔ ابن قلطمش ان دنوں مریہ، ارزن، اقصر اور سیواس وغیرہ کے علاقوں پر قابض ہو رہے تھے لیکن اتفاق سے ان دونوں کو بلاد اسلامیہ تک پہنچنے کی نوبت نہ آئی، درمیان ہی میں ان میں اور رومیوں میں جھگڑا پیدا ہو گیا اور ان میں سے ہر ایک نے ملوک اسلام سے ساز باز پیدا کرنی شروع کر دی۔ یہ فتنہ وفساد تقریباً ایک صدی تک قائم رہا۔ جس کے نتیجے میں ملوک روم کی حکومت کمزور اور اس کے قویٰ ضعیف ہو گئے۔

زجار کا حملہ

اس وقت زجار والی صقلیہ آئے دن قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لئے تلا رہتا تھا۔ جب وہ بحر روم میں جو کشتیاں (خواہ وہ تجارتی ہوتیں یا شاہی ہوتیں) پاتا گرفتار کر کے لے جاتا تھا۔ اس کے بحری جنگی سپہ سالار جرجی بن میخائیل نے پھر سنہ 544 ہجری میں قسطنطنیہ کے مینار تک پہنچ کر شاہی محل پر آتشبازی کی۔ یہ زمانہ دراصل رومیوں کی ابتری اور تباہی کا تھا۔

شاہ فرانس کی چڑھائی

اس کے بعد فرانس نے آخری چھٹی صدی میں پھر قسطنطنیہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اسی زمانے میں رومی بادشاہ قسطنطنیہ نے اپنی بہن کی شادی

شاہ فرانس سے کردی۔ ان واقعات کے چند دن بعد رومی بادشاہ کے بھائی نے سر اٹھایا اور دفعتہً اس پر حملہ کر کے اسے تخت سے اتار کر خود بادشاہ بن بیٹھا۔ رومی بادشاہ کا بیٹا شاہ فرانس کے پاس مدد کا طالب ہو کر گیا اگرچہ اس کے پہنچنے سے پہلے اس نے جنگی کشتیاں دوبارہ ارض مقدس واپس لینے کے لئے روانہ کر دی تھیں (اس معرکے میں دوقس صاحب مراکب بحریہ اور مرکش سپہ سالار فرانس اور ان سب کا افسر اعلیٰ کید فلید شریک تھا) لیکن بادشاہ فرانس نے انہیں پھر پہلے قسطنطنیہ کی طرف جانے کا حکم دیا اور باہم چچا اور بھتیجے میں مصالحت کرا دینے کی تاکید کی۔ جب یہ لوگ قسطنطنیہ کے قریب پہنچے تو موجودہ رومی بادشاہ نے ان سے جنگ شروع کر دی تو یہ لوگ نہایت مردانگی سے شہر میں داخل ہو گئے۔

قسطنطنیہ میں تباہی

انہیں دیکھ کر رومی بادشاہ بھاگ گیا، انہوں نے پھر شہر کے بعض محلوں کو جلا دیا اور لڑکے کو تخت حکومت پر بٹھا دیا۔ اس رد و بدل کا شہر اور شہر والوں پر بہت برا اثر پڑا، اوباشوں نے گرجوں کے اسباب لوٹ لئے۔ فرانسیسیوں کے چلے جانے کے بعد اہل شہر نے متفق ہو کر اس لڑکے کو تخت سے اتار دیا اور دوبارہ اس کے چچا کو تلاش کر کے تخت پر بٹھایا۔ جب فرانس کو اس بابت معلوم ہوا تو اس نے پھر ان کا محاصرہ کیا جس پر محصور بادشاہ رومی نے سلیمان بن قلیج ارسلان شاہ والی قونیہ و بلاد روم شرقی خلیج کو اپنی مدد پر ابھارا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ان فرانسیسیوں نے مختلف حیلے بہانوں سے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا جو اس وقت شہر میں موجود تھے، پھر کیا تھا، لشکر فرانس نے شہر میں داخل ہو کر آٹھ روز تک قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا حتیٰ کہ رومی کنیسہ عظمیٰ موسومہ بہ "صوفیا" میں اپنی جان کے خوف سے جا چھپے۔

راہبوں پر ظلم و ستم

اس کے بعد قسیسین، اساقفہ اور رہبان کا ایک گروہ انجیل اور صلیب لئے ہوئے الامان الامان چلاتے ہوئے نکلا لیکن اہل فرانس نے ان کے ہم مذہب ہونے کا کچھ خیال نہیں کیا اور نہ ان کے عہد و پیمان پر نظر کی، انہوں نے سب کو دم زدن میں قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد اہل فرانس نے قسطنطنیہ کی بادشاہی کے لئے قرعہ ڈالا تو کید فلید کا نام قرعہ میں نکلا۔ چنانچہ وہ ہی قسطنطنیہ اور اس کے متعلقات کا حکمران ہوا جبکہ دوقس نبادقہ جزائر مثل اقریطش و ردوس وغیرہ کا اور مراکیش سپہ سالار ان بلاد کا حکمران ہوا جو خلیج کے شرقی جانب واقع ہیں۔

روم سے فرانسیسی انخلاء

ان واقعات کے بعد روم کا ایک بطریق لشکری نامی شرقی خلیج پر غالب آ گیا اور اس نے فرانسیسیوں کو وہاں سے نکال دیا۔ اس کے بعد قسطنطنیہ پر میخائیل نامی ایک شخص قابض ہوا جس نے پھر از سر نو قسطنطنیہ کو آباد کیا۔ اس دوران فرانسیسی کشتیوں پر سوار ہو کر بھاگ گئے۔ اس نے اس بادشاہ کو قتل کر ڈالا جو اس سے پہلے قسطنطنیہ پر حکمرانی کر رہا تھا۔ اس نے پھر منصور قلاون والی مصر و شام سے صلح کر لی۔ سنہ 681ء مطابق سنہ 1282ء میں اس کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اس کا لڑکا ماند تخت نشین ہوا جس کا لقب دوقس تھا اور وہ لشکری کے نام سے مشہور تھا۔

دولت بنی قلیج ارسلان کے ختم ہونے کے بعد ان کی سلطنت و ممالک کے مالک منتشر ہو گئے جیسا کہ ہم ان کے حالات بیان کریں گے۔ اس کے بعد بنو لشکری اسی زمانہ تک قسطنطنیہ پر حکمرانی کرتے رہے اور بلاد روم سے دولت تتر کے ختم ہونے کے بعد شرقی خلیج پر ابن عثمان جو امیر الترکمان حکمران ہوا۔ اس کی اولاد اس وقت تک قسطنطنیہ اور اس کے جمیع اطراف و جوانب پر قابض ہے۔ هذا ما بلغنا من اخبار الروم من اول دولتهم منذ یونان والقیاصرة لهذا العهد والله وارث الارض ومن علیها وهو خیر الوارثین۔

باب: ۲۳

قوطوں (گاتھوں) کے حالات اور دیگر واقعات کا بیان

اس قوم کی اصل

یہ گروہ بھی ان قوموں میں سے ہے جن کی عظیم الشان حکومتیں دول طبقہ ثانیہ عرب کی معاصر رہی ہیں۔ ہم نے لاطینیوں کے بعد ان کا بیان اس وجہ سے شروع کیا ہے کہ انہیں حکومت اور سلطنت انہی سے حاصل ہوئی تھی۔ زمانہ قدیم میں یہ گروہ سیبین کے نام سے اس لئے مشہور و معروف تھا کہ فارس اور یونان کے درمیان مشرق میں اس نے اس سرزمین کو آباد کیا تھا۔ نسباً ان کا صین (چین) سے تعلق ہے۔ یہ ماغوغ بن یافث کی اولاد سے ہیں۔ ان کے ملوک سریانین سے اور ان سے اکثر محاربے پیش آئے۔ مومن مالی بادشاہ سریان نے زمانہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام میں ان پر حملہ کیا تھا اور انہوں نے ان کا مقابلہ کیا تھا پھر زمانہ تخریب ارض مقدس اور زمانہ بناء رومہ میں یہ فارس سے بھی لڑے تھے۔

روم پر قوطوں کی چڑھائی

جب ان پر اسکندر غالب آیا تو یہ اس کے غلام بن کر قبائل روم اور یونان میں شامل ہو گئے۔ اسکندر اعظم کا دور گزرنے کے بعد جب رومیوں کی حکومت کمزور ہو گئی تو انہوں نے غریقیوں کے بلاد، مقدونیہ اور نبطہ پر غلیوس بن بارایان قیصر کے دورِ حکومت میں قبضہ کر لیا۔ ایک مدت تک ان میں باہم جنگ قائم رہی اس کے بعد پھر قیاصرہ نے انہیں مغلوب اور زیر کر لیا۔ جب قیاصرہ کا دارالحکومت قسطنطنیہ میں آ گیا اور ان کی قوت رومہ میں گھٹ گئی تو پھر قوط (گاتھ) نے رومہ پر حملہ کر دیا اور زبردستی اس پر قبضہ حاصل کر لیا۔

صلح ہوتی ہے

اس کے بعد یہ زمانہ طودوشیش بن ارکادش میں متعدد جنگوں کے بعد رومہ سے نکالے گئے۔ اس زمانے میں ان کا سردار انطرک تھا، لیکن وہ طودوشیش ہی کے زمانے میں مر گیا۔ اس نے اپنے آپ کو ملوک رومہ کے نام سے موسوم کرنا چاہا تھا لیکن کامیاب نہیں ہوا۔ اس کے بعد رومانیوں سے اور اس سے اس امر پر صلح ہوئی کہ بلاد اندلس سے جس شہر کو وہ فتح کرے گا اس کا مستقل حکمران یہ خود رہے گا۔ یہ مصالحت اس وجہ سے رومانیوں نے کر لی تھی کہ ان کی حکومت اندلس میں ضعیف ہو گئی تھی۔

قندلس کا بیان

غریقیوں کے تین گروہ ابیوں، شوابیون اور قندلس نے پھر اندلس پہنچ کر باہم اسے تقسیم کر لیا۔ قندلس ہی کے نام سے اندلس موسوم ہوا۔ اندلس میں ان سے پہلے اربار یوں حکمرانی کر رہے تھے جو طوال بن یافث کی اولاد سے ہیں۔ یہ نسباً انطالیس کے بھائی ہیں، اور وہ طوفان کے بعد اسی مقام پر آباد ہوئے تھے وہ ایک زمانہ تک رومہ کی حکومت کے مطیع رہے یہاں تک کہ ان غریقیوں نے ان کے علاقوں پر قبضہ حاصل کیا۔ جس زمانے میں قوط گاتھ نے شہر رومہ پر حملہ کیا اور ان قوموں کو مغلوب کر لیا جو طوال کی اولاد سے تھیں۔ بعضے یہ لکھتے تھے کہ یہ اغریقی طوال بن یافث کی اولاد سے ہیں۔ واللہ اعلم۔

شاہ طشتریک کا خاتمہ

ان لوگوں نے اس ملک کو اس طرح تقسیم کیا تھا کہ قندلس نے جلیقیہ کو، شبونہ نے ماردہ اور طلیطلہ اور شوانش نے مرسیہ کو لے لیا۔ جبکہ اشبیلیہ،

قرطبہ، حیان اور طالعہ پر ابیق نے قبضہ کرلیا۔ ان کا سردار عندریقش برادر لشیقش تھا۔ جس زمان میں رومہ پر قوط نے حملہ کیا تھا اس کی حکومت چالیس برس تک رہی۔ اس کے بعد طشتریک حکمران ہوا۔ اسے رومانیوں نے قتل کر کے اس کی جگہ ماستہ کو متعین کیا۔ تین برس تک وہ حکمران رہا پھر اس کی بہن کی شادی طودوشیش بادشاہ رومہ سے ہوئی۔ طودوشیش نے اس شرط پر اس سے صلح کرلی تھی کہ بلاد اندلس سے جس شہر کو یہ فتح کرے اس کا حکمران وہ خود بنے گا۔

لرزیق کا حملہ

اس کے مرنے کے بعد لرزیق تیرہ برس تک حکمران رہا، یہ وہی شخص ہے جس نے اندلس پر چڑھائی کی اور اس کے حکمران کو قتل کر کے ان تمام الملوک کو اندلس سے نکال باہر کیا جو اس سے پیشتر وہاں مقیم تھے۔ لرزیق کے بعد طورویق سترہ برس تک حکمرانی کرتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد بشکس نامی ایک شخص نے اس کے خلاف خروج کردیا، اس کی بغاوت کے ختم کرنے کے بعد طورویق مر گیا۔ اس کے بعد دیک تیس برس تک بادشاہت کرتا رہا۔

شاہ افرنج کا حملہ

اس کے دور حکومت میں شاہ افرنج (فرانس) نے اندلس پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اس نے ایک کثیر التعداد لشکر جمع کیا۔ جب دیک کو یہ معلوم ہوا تو اس نے ان کے خروج سے پہلے قوط کو جمع کر کے فرانس پر حملہ کردیا اور کسی خوف وخطر کے بغیر ان کے ملک میں گھستا چلا گیا۔ اہل فرانس نے پھر اسے اس کے شہروں سے دور پا کر گرفتار کرلیا اور اسے اور اس کے عام مصاحبین کو قتل کر ڈالا۔

اندلس سے اخراج

اس سے پیشتر ہم اخبار دولت بلنسیان بن قسطنطین (قیاصرہ متنصرہ) میں بیان کر چکے ہیں کہ اندلس میں داخل ہونے سے پہلے قوط کے دو گروہ تھے، ایک گروہ تو اندلس کی طرف چلا آیا اور دوسرا اطراف رومہ میں مقیم رہا۔ جب اس گروہ کو دیک والی اندلس کی حالت سے آگاہی ہوئی تو اس نے اپنے امیر طودریک کے مشورے کے بعد فرانس پر حملہ کردیا۔ اس کے بعد بلاد اندلس میں جس قدر اس قوم کے لوگ آباد تھے، انہوں نے اس کی موافقت کر کے فرانس کو زیر کر کے اندلس سے نکال دیا۔

اشتریک کی حکومت

جنگ کے خاتمے کے بعد والی اندلس دیک کے لڑکے اشتریک کو تخت نشین کر کے اپنے ملک واپس آیا۔ اس کے بعد پھر فرانس نے اشتریک پر حملہ کردیا۔ اور مقام طلوسہ میں اسے شکست فاش دی۔ پانچ برس حکومت کر کے اشتریک دنیا سے رخصت ہوا۔

طودریق کا خاتمہ

اس کی جگہ بشلیقش چار برس اور اس کے بعد طودریق اکسٹھ برس حکمران رہا۔ طودریق کو خود اس کے کسی مصاحب نے اشبیلیہ میں مار ڈالا تب اس کی جگہ ابریق پانچ برس اور اس کے بعد طودوس تیرہ برس پھر طودشکل دو برس اور اس کے بعد ایلہ پانچ برس یکے بعد دیگرے حکمران رہے۔ اس کے دور میں اہل قرطبہ باغی ہو گئے تھے، اس کی ان سے کئی جنگیں ہوئیں۔

طینجا کی حکومت

اس کے بعد طینجا پندرہ برس، یہولہ ایک برس، بوبلیدہ اٹھارہ برس بادشاہت کرتا رہا۔ اس کے زمانے میں اطراف وجوانب میں بغاوت پھوٹ نکلی لیکن اس نے اسے نہایت خوبی سے ختم کیا۔ اس کے بعد عیسائیوں کا اس سے مسئلہ توحید وتثلیث پر جھگڑا ہوا جس کے دوران وہ مارا گیا۔

زوریق عیسائی بن گیا

اس کی جگہ پھر اس کا بیٹا زوریق سولہ برس بادشاہ رہا، یہ نصرانیوں کی توحید مثلث کا معتقد اور قائل ہوگیا۔ اس نے پھر قرطبہ میں اپنے نام سے دو ایک شہر آباد کئے۔ جب اس کا بھی خاتمہ ہوگیا تو قوط (گاتھ) پر یہولہ نے دو برس، تبدیقا عندمار نے دو برس، شیشوط نے اسی برس یکے بعد دیگرے، حسب ترتیب حکومت کی۔ اسی کے زمانہ حکومت میں قسطنطنیہ اور شام کا حکمران ہرقل تھا جس کے عہد حکومت میں ہجرت واقع ہوئی تھی۔ شیشوط کے مرنے پر زوریق ثانی تین مہینے، شتلہ تین برس، سنشادس پانچ برس، خشوند سات برس۔ جنشوند تیئس برس ترتیب کے مطابق اندلس کی حکومت پر قائم رہے۔ اسی کے زمانہ حکومت سے قوط کے قوائے حکمرانی ضعیف اور حکومت کمزور ہوگئی۔

زوریق ثالث کی شکست

اس کے بعد مانبہ آٹھ برس، اس کے بعد لوری آٹھ برس، ریقہ سولہ برس، غطسہ چودہ برس حکمران رہا۔ اس کے بعد زوریق ثالث نے دو برس تک اپنی قوم پر حکمرانی کی۔ یہ وہی شخص ہے جس پر مسلمانوں نے حملہ کیا تھا اور اسی کے زمانہ میں اندلس میں قوط مغلوب ہوئے تھے۔ اس کی شکست کے بعد اسلامی پھریرا اندلس کی پہاڑیوں پر اڑایا گیا تھا جیسا کہ ہم وقت ذکر فتح اندلس بیان کریں گے۔ انشاءاللہ۔

قوم قوط (گاتھ) کی یہ خبریں ہم نے ہیروشیوش کی کتاب سے نقل کی ہیں اور وہی ہمارے نزدیک اور مورخین کے حالات سے زیادہ صحیح اور قابل اعتبار ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

باب: ۲۴

عرب کے بنو حمیر، بنو قضاعہ اور بنو کہلان کا بیان

عرب بادیہ کا یہ گروہ ان باشندوں میں سے ہے جو خیموں میں گزر اوقات کرتے تھے اور کسی مکان کے پابند نہ تھے۔ یہ ہمیشہ امم عالم اور قدیم قوموں سے بڑھے رہے، کبھی ان کی ترقی کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ عزت وغلبہ اور قوت ان کے ہمرکاب ہوتی تھی۔ ان کی فتوحات کی موجیں قوی ممالک کی دیواریں گرا دیتیں اور انہیں ان پر عزت وسطوت کے ساتھ قبضہ دلا دیتی تھیں لیکن کچھ زمانے بعد عیش وعشرت پسندی کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیتیں، یہ پھر اپنے معاصرین سے مغلوب ہو جاتے، بعضے قتل کئے جاتے جبکہ دوسرے بھاگ کر کھلے میدانوں میں چلے جاتے اور بدستور پہلے والی زندگی بسر کرتے، ان میں سے وہ لوگ جو ریاست وحکومت کے بانی ہوتے، وہ عشرت پسندی اور آرام طلبی کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے اور ان کی حکومت اور امارت ایک طویل زمانہ گزرنے کی وجہ سے دوسروں کے قبضے میں چلی جاتی۔ یہ لوگ بہرحال اپنے معاصرین اور ہمسایہ امراء سے ہر زمانے میں طلب معاش اور کسب رزق کے لئے اکثر لڑتے بھڑتے رہتے تھے۔ درحقیقت فطرت انسانی کا تقاضا یہی ہے کہ انسان اپنا فائدہ حاصل کرنے کے لئے (گو امید موہوم پر مبنی ہی کیوں نہ ہو) غیروں سے جنگ کرے اور مضرت ونقصان سے اپنے کو بچائے۔

عربوں کی حکمرانی

اس کے بعد جب غلبہ کے باعث زمام حکومت عرب کے قبضے میں آئی تو طبقہ اولیٰ میں عمالقہ اور طبقہ ثانیہ میں تابعہ عرب کے مالک ہوئے اور اپنی کثرت کی وجہ سے اس زمانہ میں یمن، حجاز اور عراق وشام میں پھیلے رہے۔ جب ان کا ملک ان کے ہاتھوں سے جاتا رہا لیکن عراق میں ان سے کچھ لوگ باقی رہے تو وہ شاہ وقت کی ماتحتی میں وہیں مقیم رہے۔

عراق اور شام میں آمد

اس کے علاوہ عراق میں اہل عرب کے آنے کا سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت اہل دبر نے اطراف عدن اور یمن میں اپنے نبی شعیبؑ بن ذی مہدم کو شہید کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور بنی اسرائیل پر سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے بخت نصر کو مسلط کر دیا۔ اس کے بعد خدائے پاک نے ارمیا بن حزقیاہ و برخیا علیہما السلام پر وحی نازل فرمائی کہ بخت نصر کو یہ ان عرب کی گوشمالی کے لئے روانہ کریں جن کے مکانوں کے دروازے ہیں (یعنی جو لوگ بیابانوں میں بسر اوقات کرتے ہیں) یہ انہیں قتل کرے اور ان کے گھروں کو اجاڑ دے لیکن ان کی عورتوں کو مباح نہ کرے۔

بخت نصر کی چڑھائی

بخت نصر یہ سن کر بولا کہ میں نے بھی ایسا ہی دیکھا ہے، اس کے بعد وہ سوار اور پیادوں سے اپنا لشکر مرتب کر کے عرب کی طرف بڑھا۔ عرب بھی اپنے جزیرہ نما کے رہنے والوں کو لے کر مقابلہ پر آئے لیکن سب سے پہلے عدنان کو شکست ہوئی باقی جس قدر رہے وہ گرفتار کر لئے گئے۔ بخت نصر نے پھر بابل کی واپسی کے وقت تمام قیدیان عرب کو انبار میں ٹھہرایا۔ ابن کلبی لکھتا ہے کہ بخت نصر نے جب عرب پر حملہ کرنے کی تیاری کی تو اس نے سب سے پہلے ان اہل عرب کو رسد رسانی کے لئے گرفتار کر لیا جو اس کے ملک میں موجود تھے اور انہیں حیرہ لا کر ٹھہرایا۔ اس کے بعد جب وہ لشکر لے کر نکلا تو ان میں سے چند قبائل اس کے ہمراہ ہو گئے۔ اس نے پھر انہیں شط فرات پر جہاں اس کا لشکر تھا ٹھہرایا۔ بعد ازاں ان لوگوں نے اس

مقام کو انبار کے نام سے موسوم کیا پھر کچھ عرصہ بعد اس نے انہیں وہاں سے منتقل کر کے حیرہ میں لا بسایا۔ یہ لوگ زمانہ بخت نصر تک یہیں مقیم رہے جب وہ مرگیا تو انبار سے چلے گئے۔

حیرہ کا لفظ

طبری لکھتا ہے کہ تبع ابو کرب نے اردشیر بہمن کے زمانے میں جب عراق پر چڑھائی کی اور جبل طے اور وہاں سے انبار ہوتے ہوئے شب کے وقت مقام حیرہ تک پہنچا تو راستہ نہ ملنے کی وجہ سے وہ حیران ہو کر وہیں ٹھہر گیا۔ اس وجہ سے اس مقام کا نام حیرہ رکھ دیا گیا پھر وہاں سے روانہ ہوتے ہوئے اس نے اپنی قوم ازد لخم۔ جذام۔ عاملہ قضاعہ میں سے چند لوگوں کو وہیں چھوڑ دیا، یہ لوگ وہیں رہنے لگے پھر ان میں چند لوگ قبیلہ طے، کلب، ایاد اور حرث بن کعب وغیرہ کے ساتھ آ کر شامل ہو گئے اور ان کے ساتھ وہیں رہنے لگے۔

ایک اور روایت

اسی روایت سے ملتی جلتی یہ روایت ہے کہ جس وقت تبع یمن عرب کو لے کر عراق کی طرف بڑھا تو کوفے کے قریب پہنچ کر حیرت زدہ ہو کر وہ ایک رات راستہ بھول گیا۔ صبح کے وقت چند ضعفاء لشکر کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھا، اسی وجہ سے اس مقام کا نام حیرہ ہو گیا۔ جب وہ واپس ہو کر اس مقام پر پہنچا تو ان لوگوں کو آباد پایا جنہیں وہ چھوڑ گیا تھا۔ تبع نے پھر انہیں مصلحتاً وہیں رہنے دیا۔ اس وقت ان میں عرب کے اکثر قبائل مثلاً ہذیل، لخم، جعفی، طے، کلب اور بنولحیان (جرہم) کے آدمی موجود تھے۔

یمن اور شام کی طرف جانا

ہشام بن محمد یہ تحریر کرتا ہے کہ بخت نصر کے مرنے کے بعد جنہیں اس نے حیرہ میں آباد کیا تھا، وہ انبار چلے آئے، اس وقت ان کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جو بنو اسماعیلؑ اور بنو معد کے ان میں شامل ہو گئے تھے۔ بعد ازاں معد کی اولاد کی کثرت ہوئی پھر وہ لوگ بلاد یمن اور مشارف شام کی طرف طلب معاش کے لئے نکلے۔ اس کے بعد تہامہ عرب سے مالک و عمرو پسران فہم بن تیم اللہ بن اسد ابن وبرہ بن قضاعہ اور مالک بن زہیر ابن عمرو بن فہم اپنے گروہ کی ایک جماعت لئے ہوئے اور ختفار بن الحیق بن عمرو بن معد بن عدنان اپنے گھر والوں کے ہمراہ بحرین چلے آئے۔ چند برسوں بعد عطفان بن عمرو بن لطمان بن عبد مناف بن یعدم بن دعمی بن ایاد بن ارقص بن صبیح بن حارث بن افصی بن دعمی اور زہیر بن الحرث ابن الیل بن زہیر بن ایاد بھی ان کے پاس آ کر وہاں آباد ہو گئے۔

بحرین میں عربوں کی آمد

بحرین میں ان دنوں قوم ازد آباد تھی جو یمن سے خروج مزیقیا کے زمانے میں یہاں چلی آئی تھی۔ عرب کا بحرین میں اجتماع زمانہ طوائف الملوکی میں ہوا ہے۔ اس وقت ملوک بحرین متفرق طور پر مختلف اور متعدد علاقوں کے مالک تھے جن میں سے ہر ایک دوسرے پر حملہ کر دیتا تھا اور ہمیشہ ایک دوسرے کی خرابی کی فکر میں رہتے تھے۔ اسی زمانے میں اہل عرب بحرین آئے اور اس خیال سے کہ مبادا عجمی بحرین پر غالب یا اس کی حکومت میں شریک نہ ہو جائیں، عرب نے ان اختلافات کو رفع کر دیا جو وہاں کے حکمرانوں میں باہمی واقع ہو رہا تھا۔ اس نے پھر ان کے امراء و روساء کو جمع کر کے عراق کی طرف بڑھنے کی تحریک کی۔

عراق کی سمت حملہ

سب سے پہلے ان میں سے ختفار بن الحیق اشلاء قعص بن معد کو چند آدمیوں کے ساتھ سواد عراق کی طرف بڑھے۔ اس وقت بادشاہ جزیرہ میں موصل تک بنو ارم بن شام (جو اس سے پہلے دمشق کے بادشاہ اور بقیہ عرب اولیٰ تھے) ملوک الطوائف سے قتل و قتال کر رہے تھے۔ عرب نے

پھر انہیں سواد عراق سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد مالک وعمر و پسران فہم اور مالک بن زہیر (بنی قضاعہ سے) غطفان بن عمرو اور صبح بن صبیح، زہیر بن الحرث نے (بنی ایاد سے) ان لوگوں کے ہمراہ جو بنو غسان اور ان کے خلفاء انبار میں موجود تھے، عراق کی طرف بغاوت کی۔ یوں بنو ارم کے قبضے میں جو بقیہ بلاد تھے، وہ بھی نکل گئے۔ اس کے بعد سواد عراق پر ان کی حکومت کا برائے نام بھی اثر باقی نہ رہا۔

حیرہ میں اقامت

اس واقعے کے بعد ان کے نمارة بن قیس اور نمارہ ابن لخم قبائل کندہ کی امداد سے حیرہ جا کر آباد ہو گئے یہاں تک کہ تبع ابو کرب کا اس طرف سے گزر ہوا اور اس نے اپنے کمزور لشکریوں کو وہاں چھوڑ دیا۔ وہ لوگ بھی وہیں آباد ہو گئے، ان میں ہر قبیلے کے آدمی تھے جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے بیان کیا ہے۔ بعد ازاں تنوخ کا ایک گروہ خیموں میں حیرہ اور انبار کے درمیان میدانوں میں رہنے لگا نہ وہ شہروں میں آتا اور نہ اہل شہر سے میل جول پسند کرتا تھا۔ یہ لوگ عرب ضاحیہ کے نام سے معروف تھے۔ یہ بات واضح رہے کہ سب سے پہلے ان میں سے زمانہ ملوک الطوائف میں مالک بن فہم اس کے بعد عمرو بن فہم اس کے بعد جذیمۃ الابوش بن فہم حکمران ہوئے جیسا کہ آئندہ اس کا ذکر آئے گا۔

بنو خزاعہ اور بنی جرہم کی لڑائی

یوں رفتہ رفتہ عرب کا یہ گروہ شام و عراق میں پھیل گیا۔ اس کے بعد چند لوگ (یعنی خزاعہ) ان سے علیحدہ ہو کر حجاز چلے آئے، وہ بنی جرہم سے مکہ میں لڑے اور انہیں مغلوب کیا۔ بعد ازاں نصر بن الازد عمان میں اور غسان جبال شرات میں جا کر ٹھہرے، ان سے پھر بنی معد کی کئی جنگیں ہوئیں یہاں تک کہ انہوں نے حجاز و شام کے درمیان قیام کیا۔ یہ حال عرب کے اس گروہ کا ہے جو عراق اور شام میں رہا تھا، باقی ان میں سے چھ قبیلے یعنی مذحج، کندہ، اشعری، حمیر اور انمار (ابو خثعم) بجیلہ یمن میں رہے۔ یمن میں یہ واقعات رونما ہوئے کہ حکومت پہلے حمیر میں پھر تبابعہ میں آئی۔ اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ مزیقیاء اور ازد کے خروج کی ابتداء دور حکومت تبابعہ یا اس سے چند دن پہلے ہوئی ہے۔

معد کا بیان

باقی رہے بنو معد بن عدنان، ان کا حال یہ ہے کہ جب ارمیا اور برخیا علیہما السلام کو بذریعہ وحی عرب پر بخت نصر کے چڑھائی کرنے کی اطلاع دی گئی تو یہ بھی حکم دیا گیا ''وہ دونوں گروہ عرب سے معد بن عدنان کو نکال لائیں کیونکہ معد بن عدنان ہی کی نسل سے حضرت محمد نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے'' چنانچہ ارمیاء برخیا علیہما السلام عرب تشریف لے گئے اور معد بن عدنان کو اس گروہ سے نکال لائے۔ اس زمانے میں معد بن عدنان کی عمر صرف بارہ برس تھی۔ انہوں نے پھر مقام حران میں انہیں دونوں نبیوں کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ اس کے بعد بخت نصر نے عرب کو زیروزبر کیا اور عدنان کا انتقال ہو گیا۔ یوں ایک مدت تک بلاد عرب ویران پڑے رہے۔

حجاز کی طرف روانگی

پھر جب بخت نصر ہلاک ہو گیا تو معد بن عدنان انبیاء بنی اسرائیل کے ہمراہ حج کرنے کے لئے آئے، تلاش کرنے سے انہیں معلوم ہوا کہ حرث بن مضاض جرہمی کی اولاد اور قبائل دوس کے کچھ باشندے ہی باقی رہ گئے ہیں۔ اس کے بعد معد بن عدنان نے جرہم بن جلسمہ کی لڑکی معانہ سے شادی کر لی جس کے بطن سے نزار بن معد پیدا ہوا۔ سہیلی لکھتا ہے کہ معد بن عدنان پھر حجاز کی طرف اس وقت واپس گئے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے عرب سے تمام مخمصے اور مصائب دور کر دیئے تھے اور بعد ازاں بقایاء عرب جو اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئے تھے۔ حضور و اہل الرس (جن کی سطوت سارے عرب پر چھائی ہوئی تھی) کی تباہی اور بخت نصر کی بربادی کے بعد عرب پھر واپس آئے ہیں۔ انتہیٰ کلام السہیلی (سہیلی کا کلام ختم ہوا) اس کے بعد معد کی کثرت اولاد ربیعہ مضر و ایاد میں ہوئی اور وہ لوگ عراق اور شام میں پھیل گئے، سب سے پہلے ان میں سے اشلاء قعض نے

قدم نکالا تھا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ ان کے بعد قدم بقدم دیگر عرب آئے جو احیاء یمنیہ کے ساتھ (جن کا ذکر اس سے پیشتر ہو چکا ہے) یمن میں ٹھہرے اور تبابعہ کے ساتھ اکثر جدال وقتال کرتے رہے۔

عرب للعرب کا ذکر

اس کے بعد عراق وشام وحجاز میں زمانہ ملوک الطوائف اور تبابعہ کی حکومت کے بعد یمنیہ وعدنانیہ کے حکومتیں وسلطنتیں آئیں جبکہ پہلی تمام مصیبتیں اور پہلے تمام حالات ختم ہو چکے تھے۔ اس وجہ سے یہ گروہ اس امر کا ضرور مستحق ہے کہ اسے پہلے گروہ سے علیحدہ رکھا جائے اور گزشتہ طبقوں سے جداگانہ سمجھا جائے اور جب تک کہ انشار عروبیت میں ان کا کچھ اثر نہیں سمجھا گیا اور نہ لغت میں ان کا دخل پایا گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ لوگ تمام حالات میں اپنے سلف کے تابع رہے ہیں لہٰذا مناسب یہی ہے کہ عرب تبابعہ للعرب کے نام سے یہ گروہ موسوم کیا جائے۔ اس طرح طبقہ یمانیہ میں ایک زمانے تک ریاست اور حکومت رہی اور مضر وربیعہ کے قبیلے حکومت وسلطنت میں ان کے تابع رہے۔......... چنانچہ حیرہ میں لخم (بنی منذر)، شام میں غسان (بنی جفنہ) اور یثرب میں اوس اور خزرج بنو قیلہ کی حکومت قائم ہوگئی۔

بادیہ نشین عربوں کا بیان

ان کے علاوہ عرب کے رہنے والے اکثر بادیہ نشین تھے اگرچہ ان میں بھی کہیں کہیں ریاست کا وجود پایا جاتا تھا۔ لیکن درحقیقت وہ ریاستیں انہی میں سے کسی ریاست کی ماتحت اور مطیع سمجھی جاتی ہیں۔ کچھ عرصہ بعد ان کی ساری حکومت اور سلطنت مصر کے ہاتھ میں آگئی اور اطراف حجاز میں قریش کا ایک زمانہ تک ظہور رہا۔ اطراف وجوانب کے حکمران ان کی تعظیم کرتے رہے پھر اسلام کے روشن آفتاب نے اس گروہ کو اپنے نورانی شعاعوں سے منور کیا اور بنی مضر حکومت اور نبوت سے سرفراز کئے گئے۔ اس کے بعد اسلامی حکومتیں تقریباً تمام اسی قبیلہ میں ہوئیں لیکن یہ کہ بعض حکومتیں جو عجم میں اس قبیلہ کے علاوہ قائم ہوئیں، وہ اسی کی شاخ اور اسی حکومت کی تمہید سمجھی جاتی ہیں جیسا کہ ہم آئندہ تفصیل سے بیان کریں گے۔ سردست مناسب یہ ہے کہ اس طبقے کے قبائل قحطان وعدنان وقضاعہ کا ہم علیحدہ سے ذکر کریں گے۔ اور ان کی حکومت اور سلطنت قبل از اسلام اور بعد از اسلام کی تفصیلی کیفیات بیان کریں۔

عربوں کا نسب

یہ واضح رہے کہ تمام عرب کا نسبی سلسلہ عدنان، قحطان اور قضاعہ پر ختم ہوتا ہے۔ عدنان باتفاق علماء نسب اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے، باقی رہا ان دونوں میں پشتوں کا شمار وہ ایسی بات ہے جس سے کوئی یقینی امر معلوم نہیں ہوسکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کے سوا اسماعیل کی اور اولاد سے کوئی سلسلہ نسلی نہیں چلا اور نہ ان میں سے کوئی شخص روئے زمین پر موجود رہا۔

قحطان کی آمد

قحطان کے بارے میں بھی کچھ اختلاف ہے، بعضے کہتے ہیں کہ یہ اسماعیل کی اولاد سے ہے۔ مثلاً امام بخاری کا کلام اس بات کی شہادت دے رہا ہے کیونکہ امام موصوف نے باب نسبۃ الیمن والی اسماعیلؑ میں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول لکھا ہے: ارموا یا بنی اسماعیلؑ فان اباکم کان رامیا (جو آپؐ نے اس قوم کے لئے فرمایا تھا جو یمن کی تھی) پھر آگے چل کر تحریر کیا ہے کہ ابن افضی بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن خزاعہ اسلام لایا جو خزاعہ سبا سے ہے اور اوس وخزرج ان ہی میں داخل ہیں۔ اس قول کے قائل یہ کہتے ہیں کہ قحطان ہمیسع کا اور وہ ابین ابن قیذار بن بنت بن اسماعیل کا بیٹا ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ قحطان یقطن کو کہتے ہیں جس کا ذکر توریت میں بزمرہ اولاد عابر آیا ہے جبکہ حضر موت قحطان کی ایک شاخ سے ہے۔

قضاعہ کا بیان

قضاعہ کی نسبت ابن اسحاق اور دیگر مورخین کا یہ خیال ہے کہ یہ حمیر سے ہے۔اس بیان کی تائید کے لئے اکثر وہ حدیث پیش کی جاتی ہے جسے ابن لہیعہ نے عقبہ بن عامر الجہنی سے روایت کیا ہے یعنی قلنا یارسول الله فمن نحن قال انتم من قضاعه ابن مالک (عقبہؓ بن عامر نے کہا یارسول اللہ ہم کس قبیلہ سے ہیں، آپؐ نے فرمایا تم لوگ قضاعہ ابن مالک کی نسل سے ہو) حضرت عمروؓ بن مرہ صحابی کہتے ہیں:

نحن بنو الشیخ الحجاز الازہری
قضاعہ بن مالک بن حمیر

ان کا نسب

زہیر کا یہ کہنا ہے کہ قضاعہ اور اس کے بھائی معز یہ حمیر بن معد بن عدنان سے تعلق رکھتے ہیں۔سہیلی لکھتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ چونکہ مادر قضاعہ (عکبرہ) کا شوہر مالک بن حمیر اس وقت فوت ہوا ہے جبکہ اس کے حمل میں قضاعہ تھا۔اس کے بعد عکبرہ نے بیوگی کے بعد معد بن عدنان سے عقد کر لیا۔جس کے بعد قضاعہ پیدا ہوا، اسی وجہ سے قضاعہ معد بن عدنان کی طرف منسوب ہوتا ہے۔یہی قول زہیر کا بھی ہے۔یہ حقیقت ہے کہ حکماء متقدمین یونان مثل بطلیموس، ہروشیوش وغیر کی کتب میں قضاعیوں اور ان کی جنگوں کا تذکرہ ہے لیکن اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ ان قضاعیوں کے اسلاف سے ہیں یا ان کے بعد کے لوگ ہیں۔کبھی کبھی اس قول پر کہ قضاعہ نسل عدنان سے تعلق رکھتا ہے، یہ شہادت پیش کی جاتی ہے کہ بلاد قضاعہ بلاد شام اور ممالک بنو عدنان سے ملے ہوئے ہیں۔اصل بات تو یہ ہے کہ دور کے انساب میں یقین کی بہ نسبت ظن کا احتمال غالب ہے۔واللہ اعلم۔

بنوحمیر کا بیان

چونکہ زمانہ قدیم میں عرب کی حکومت سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کے پاس تھی پھر اس کی حمیر بن سبا اور کہلان بن سبا میں شاخیں پھیلی تھیں۔جس کے بعد بنو حمیر نے حکومت اور مملکت سے علیحدہ روش اختیار کر لی، انہیں میں سے تبابعہ کے حکمران ہیں جن کی دولت وحکومت مشہور عالم ہے لہٰذا ہم پہلے قحطانیہ میں سے حمیر کے حالات لکھتے ہیں، اس کے بعد قضاعہ کے حالات بیان کریں گے اس وجہ سے کہ بلحاظ قول مشہور قضاعہ کا حمیر سے نسبی تعلق ہے۔اسی کے بعد پھر کہلان برادر حمیر (قضاعی) کا ذکر کر کے ہم بنو عدنان کے حالات بیان کریں گے۔

حمیر کا ذکر

اس سے پیشتر ہم ان بنو حمیر کے تمام قبیلوں کا ذکر کر چکے ہیں جن کی دولت اور حکومت ملوک تبابعہ سے پہلے تھی۔ہم یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ حمیر بن سبا کے نو لڑکے تھے یعنی ہمیسع ، مالک، زید، عریب، وائل، مشروح، معد یکرب، اوس اور مرہ۔بنو مرہ حضرموت میں جار ہے تھے۔جبکہ حمیر میں سے ایمن بن زہیر بن الغوث بن ایمن بن الہمیسع بن حمیر ہے، انہیں کی طرف عدن ابین منسوب ہوتا ہے اور انہیں میں سے بنو الملوک اور بنو عبد شمس ہیں جو وائل بن الغوث بن قطن بن عریب بن زہیر کے بیٹے ہیں۔عریب اور ابین دونوں بھائی ہیں جبکہ عبد شمس سے بنو شرعب بن قیس ابن معاویہ بن جشم بن عبد شمس ہیں۔جس شخص کا یہ خیال تھا کہ جشم اور عبد شمس دونوں بھائی اور وائل کے لڑکے ہیں اس کا قول اس سے پہلے بیان کر دیا گیا ہے لیکن درست وہی ہے جو ہم نے اس مقام پر لکھا ہے۔

بنو خیران اور شعبان کا بیان

بنو خیران اور شعبان پسران عمرو برادر شرعب بن قیس ہیں جبکہ زید الجمہور بن سہل برادر خیران وشعبان ہے۔چوتھا ان کا حسان القلیل بن عمرو ہے جس کا اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔زید الجمہور سے ذورعین ہے جس کا نام یریم بن زید سہل ہے، اسی کی طرف عبد کلیل منسوب ہوتا ہے جس کا

ذکر ملوک تبابعہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ حارث اور عریب پسران عبد کلال بن عریب بن یشرح بن مدان بن ذی رعین ہیں، جنہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا تھا اور انہیں میں سے کعب بن زید الجمہور (ملقب بہ کعب الظلم) اور سبا الاصغر بن کعب کی اولاد ہے، اسی کی طرف تبابعہ کے بادشاہوں کا نسبی سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ زید الجمہور سے ہی بنو حضور بن عدی بن مالک بن زید ہے، ان سب کا تذکرہ ہم اس سے پہلے تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

اہل یمن یہ بھی کہتے ہیں کہ انہیں میں سے شعیبؑ بن ذی مہدم نبی تھے جنہیں ان کی قوم نے شہید کر ڈالا تھا۔ اس کے بعد بخت نصر نے ان پر چڑھائی کی اور انہیں قتل کیا۔ بعضے یہ کہتے ہیں کہ جناب موصوف حضور بن قحطان سے ہیں جس کا نام توریت میں یقطن لکھا ہے۔

بنی میتم کا بیان

انہیں میں سے بنو میتم اور بنو حوالہ پسران سعد بن عوف بن عدی بن مالک برادر ذورعین ہیں۔ یہ عوف دراصل حضور کا بھائی ہے اور اس کے بھائی احاظ اور میتم بنو حراز بن سعد ہیں۔ یوں میتم سے کعب احبار ہے (یعنی کعب بن مانع بن ہلسوع بن ہجری بن میتم) اور حوالہ سے مرہط ذوالکلاع ہے (یعنی سمیقع بن ناکور بن عمرو بن یعضر بن یزید) اور وہی ذوالکلاع الاکبر بن النعمان بن احاظ بھی ہے۔ اس کے علاوہ عمرو بن سعد الجنائز و سحول سے بنو سوادۃ بن عمرو ابن الغوث بن سعد یحصب اور ذواصبح ابرہۃ بن الصباح ہے جو اسلام کا دور شروع ہوتے ہوئے یمن کا بادشاہ تھا۔ اس کا نسب اور اس کے حالات ہم بیان کر چکے ہیں۔ انہی میں سے مالک بن انس امام دارالہجرہ (مدینہ منورہ) و رئیس فقہاء سلف ہوئے ہیں، جن کا لقب یوں ہے۔

''مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر (نافع) بن عمرو بن الحرث بن عثمان'' بن خیثل ابن عمرو بن الحارث (ذواصبح)

ان کے دونوں لڑکے یحییٰ و محمد اور چچا اویس وابو سہیل و ربیع بنی میتم قرشی کے خلفاء سے تھے۔ اس کے بعد زید الجمہور سے مرثد بن علس بن ذی جدن بن الحرث ابن زید ہے جس سے کہ امراء القیس نے بنی اسد یعنی اپنے باپ کے قاتلوں کے خلاف مدد مانگی تھی۔ علاوہ ازیں بنو سبا اصغر سے اوزاع (یعنی بنو مرثد بن زید بن شدد بن زرعہ بن سبا اصغر) ہیں۔

بنی یعفر کا ذکر

انہیں کے بھائیوں میں سے بنو یعفر بھی ہیں جنہوں نے یمن کی حکومت پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ جیسا کہ تذکرہ ملوک یمن، دور حکومت عباسیہ میں ہم بیان کریں گے۔ اس کا نسب اس طرح ہے۔

''یعفر بن عبدالرحمٰن بن کریت بن عثمان بن ابو ضاح بن ابراہیم بن مانع بن عون بن مدرص بن عامر بن ذی مغار البطین بن ذی مراش بن مالک بن زید بن غوث ابن سعد بن عوف بن عدی بن مالک بن شدد بن زرعہ۔

ان کا آخری حکمران بنو یعفر کا یمن میں ابو غسان اسعد بن ابی یعفر ابراہیم بن محمد بن یعفر ہوا ہے۔ ابو ابراہیم نے صنعاء پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد یمن میں قلعہ طلان بنوایا۔ اس کے بعد وراثتاً اس کے بیٹے وہاں حکومت کرتے رہے یہاں تک کہ ان پر ہمدان میں سے صلیحیوں نے دولت عبید یہ شیعی کی دعوت حاصل کر لی جیسے کہ ہم ان کے حالات میں تفصیل سے بیان کریں گے۔

تبابعہ کا نسب کیا ہے؟

زید الجمہور سے ملوک تبابعہ اور ملوک حمیر اور صیفی بن سبا اصغر بن کعب بن زید ہیں۔ ابن حزم لکھتا ہے کہ صیفی کی نسل سے تبع اسعد ابو کرب حسان ذو معاہر اور تبع زرعہ بھی ہے جو ذونواس کے نام سے مشہور ہے اور جس نے کہ یہودیت اختیار کر لی تھی اور اہل یمن کو بھی یہودی بنا ڈالا تھا۔ بعضے اسے یوسف کے نام سے بھی معروف کرتے ہیں جس نے نجران کے عیسائیوں کو قتل کیا تھا۔ انہی تبابعہ میں سے شمر یرعش بن یاسر نعیم بن عمو ذی الاذعار اور افریقش بن قیس بن صیفی اور بلقیس بنت ایلی اشرح بن ذی جدن بن ایلی اشرح بن الحرث بن قیس بن صیفی ہے۔ ابن حزم کا یہ بھی خیال ہے کہ

تبابعہ کے انساب میں بہت اختلاف ملتے ہیں اور ان کے حالات میں ایسی بہت کم خبریں ہیں جو صحیح اور پایہ تصدیق کو پہنچتی ہوں۔

سیف کا بیان

زید الجمہور سے ذویزن بن عامر بن اسلم بن زید بھی ہے۔ ابن حزم کے خیال کے مطابق عامر ہی ذویزن ہے اور اسی کی اولاد سے سیف بن النعمان بن عفیر بن زرعہ بن عفیر بن الحرث بن النعمان بن قیس بن عبید بن سیف بن ذی یزن ہے۔ یہ سیف بن ذی یزن وہی شخص ہے شاہ فارس کسریٰ کے پاس حبشہ کے حکمرانوں کے ظلم وجور کی شکایت لے گیا تھا اور لشکر فارس کو یمن لایا تھا۔

بطون حمیر اور ان کے انساب یہی ہیں، ان کا ملک یمن میں صنعاء سے ظفار و عدن تک تھا ان کی حکومت کے حالات ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں۔ واللہ وارث الارض ومن علیها وهو خیر الوارثین۔

حضرموت کے قبائل

مورخین کیونکہ حمیر بن سبا کے انساب کے ساتھ حضرموت اور جرہم کے بھی انساب کا ذکر تفصیل سے کرتے ہیں لہٰذا ہم بھی حمیر بن سبا کے انساب کے ساتھ حضرموت، جرہم اور ان کی شاخوں کے انساب تحریر کرنا چاہتے ہیں کیونکہ حضرموت اور جرہم سبا کے بھائیوں میں سے ہیں جیسا کہ توریت میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے اور ہم اسے بیان کر چکے ہیں۔ ان دونوں کے علاوہ قحطان کی اولاد سے سبا کے بعد کوئی مشہور شخصیت پیدا نہیں ہوئی۔

حضرموت اور ان کے حکمرانوں کا تذکرہ ہم عرب بائدہ کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں اور وہیں اشارے کے طور پر ہم نے لکھ دیا ہے کہ ان کے بعد کے طبقے غیروں میں شامل ہو گئے ہیں اسی وجہ سے ہم ان کا ذکر اس طبقہ ثالثہ میں کرنا چاہتے ہیں۔ ابن حزم لکھتا ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرموت یقطن برادر قحطان کا بیٹا ہے واللہ اعلم۔ اس خاندان میں حکومت اور ریاست عہد اسلام تک قائم رہی ہے۔

حضرت وائل رضی اللہ عنہ کا بیان

انہی میں سے وائل بن حجر ہیں جنہیں صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوئی تھی۔ ان کا نسب اس طرح ہے:

وائل بن حجر بن سعید بن مسروق بن وائل ابن النعمان بن ربیعہ بن الحارث بن عوف بن سعد بن عوف بن عدی بن شرجیل بن الحرث بن مالک بن مرۃ بن حمیر بن زید بن لابی بن مالک بن قدامتہ بن اعجب ابن مالک ابن لابی بن قحطان۔

ان کا بیٹا علقمہ بن وائل ہے۔ ابن حزم کے نزدیک حجر بن سعید اور سعید ابن مسروق میں ایک پشت چھوٹ گئی ہے جس کا نام سعد ہے اور وہ سعید کا بیٹا ہے۔

حضرت علاء رضی اللہ عنہ کا ذکر

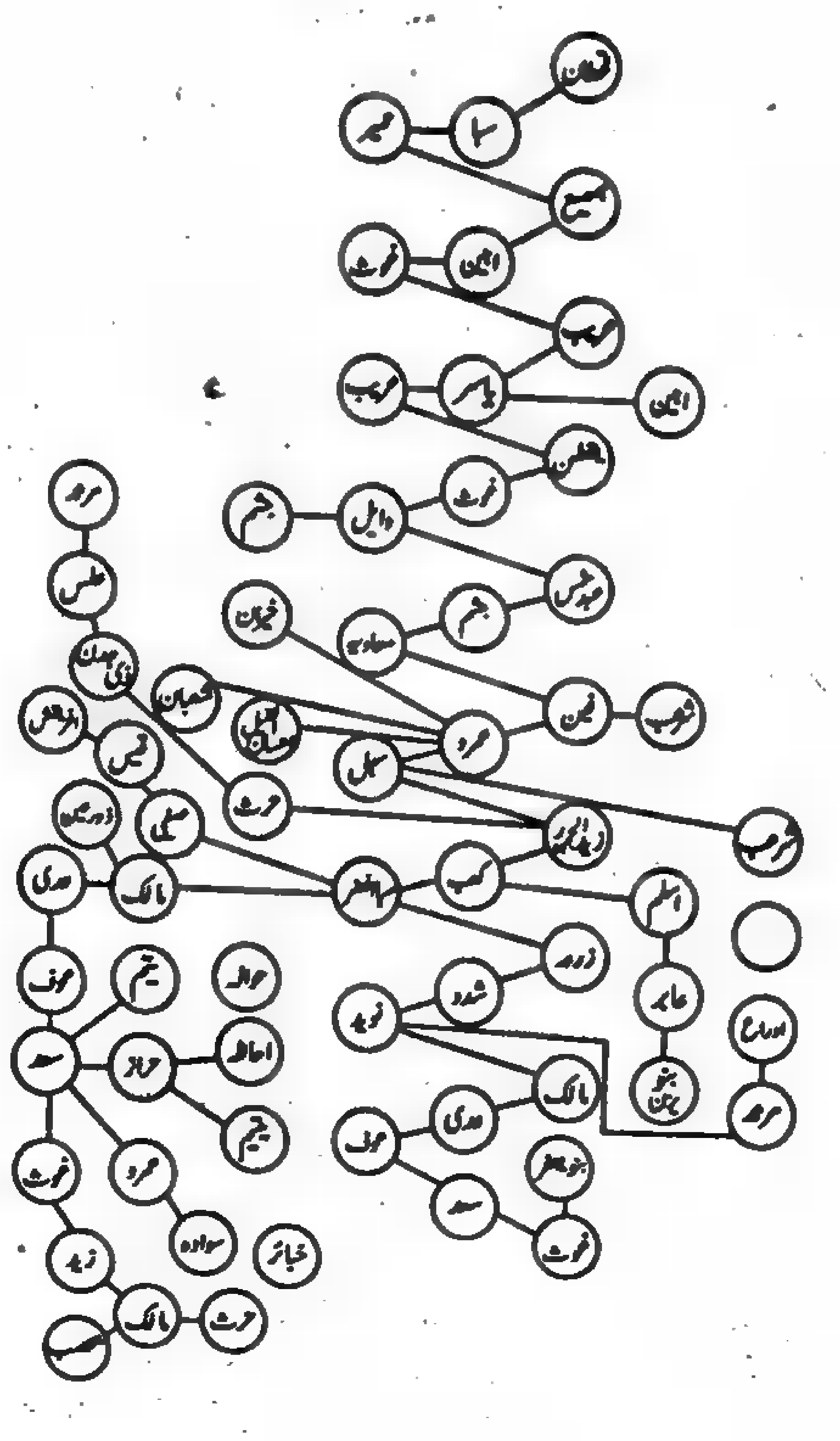
اس کے بعد ابن حزم لکھتا ہے کہ بنو خلدون اشبیلی بھی انہی میں سے یعنی جبار بن علقمہ بن وائل کی اولاد سے ہیں اور انہیں میں سے علی المنذر بن محمد اور اس کے لڑکے قرمونہ اور اشبیلیہ میں ہیں جنہیں ابراہیم بن حجاج لخمی نے چالاکی سے قتل کیا تھا۔ یہ دونوں عثمان ابوبکر ابن خالد بن عثمان ابوبکر بن مخلوف معروف بہ خلدون کے لڑکے ہیں (جو کہ مشرق میں داخل ہوا تھا)۔ اس کے علاوہ صدف بن اسلم بن زید بن مالک بن زید بن حضرموت اکبر بھی حضرموت سے ہیں، انہیں حضرمیوں میں سے حضرت علاءؓ بن الحضرمی بھی ہیں جنہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کا گورنر مقرر کیا تھا اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے حضورؐ کے بعد انہیں اسی عہدے پر قائم رکھا تھا۔ یہاں تک کہ سنہ 21ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ علاء عبداللہ بن عبدۃ بن حماد بن مالک حلیف بنو امیہ بن عبد شمس کے بیٹے ہیں اور ان کا بھائی میمون ابن الحضرمی بن الصدف ہے اگرچہ یہ بھی بتایا

جاتا ہے: عبداللہ بن حماد بن اکبر بن ربیعہ بن مالک بن اکبر بن عریب بن مالک بن الخزرج بن الصدف" ابن حزم لکھتا ہے کہ انہیں علاء بن حضرمی کی بہن صعتبہ بن الحضرمی طلحتہ بن عبیداللہ کی ماں ہیں۔ انتہٰی۔

بنی جرہم کا بیان

جرہم کے بارے میں لوگوں کے مختلف خیال ہیں۔ مثلاً ابن سعید لکھتا ہے کہ یہ دو گروہ تھے، ایک گروہ تو زمانہ عاد میں تھا اور ایک گروہ جرہم بن قحطان کی اولاد سے ہے، یہی وہ جرہم ہے جو کہ حجاز کا مالک ہوا تھا جب کہ اس کے بھائی یعرب بن قحطان نے یمن پر اپنی بادشاہت کا سکہ چلایا تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عبدیالیل بن جرہم پھر اس کا بیٹا جرشم بن عبدیالیل پھر اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالمدان بن جرشم، اس کے بعد نفیلہ بن عبدالمدان، اس کے بعد عبدالمسیح بن نفیلہ پھر اس کا بیٹا مضاض بن عبدالمسیح پھر عمرو بن مضاض، اس کے بعد اس کا بھائی حرث بن مضاض اس کے بعد عمرو بن الحرث پھر مضاض بن عمرو بن مضاض یکے بعد دیگرے یمن پر بادشاہت کرتے رہے۔ یہ جرہم کی دوسری امت ہے جس کی طرف سیدنا اسماعیل علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور جن میں آپ نے اپنی شادی بھی کی تھی۔ واللہ اعلم۔

بنو حمیر قحطانیہ کا شجرہ



بنو قضاعہ کا ذکر

پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ قضاعہ بنو حمیر سے ہے یا کہ بنو عدنان سے ان کا تعلق ہے اور اس مقام پر فریقین کے دلائل مختصر طور پر نقل کر دیئے گئے ہیں۔ بعد ازاں اس قول کو ترجیح دیتے ہوئے کہ قضاعہ حمیر کے خاندان سے ہے، بنو حمیر کے بعد ہی قضاعہ کا نسب بھی لکھ دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں چند مورخین کہتے ہیں کہ قضاعہ مالک بن حمیر کا لڑکا ہے۔ کلبی لکھتا ہے کہ قضاعہ مالک بن عمرو بن مرہ بن زید بن مالک بن حمیر کی نسل سے ہے۔ ابن سعید کی روایت ہے کہ قضاعہ بلاد شجر پر حکمران تھا، اس کے بعد اس کا بیٹا الحاف پھر اس کا بیٹا مالک حاکم ہوا۔ قضاعہ اور وائل بن حمیر سے اکثر جنگیں ہوئیں پھر بلاد شجر پر مہرہ بن حیدان بن الحاف بن قضاعہ مستقل طور پر بادشاہ ہوا۔ کچھ عرصے بعد بنو قضاعہ نے نجران پر بھی قبضہ کر لیا لیکن پھر ان پر بنو حرث بن کعب ابن الازد غالب آ گیا۔ تب بنو قضاعہ حجاز چلے گئے اور قبائل معد میں مل جل گئے، اسی وقت سے بنو قضاعہ غلطی سے معد کی طرف منسوب کر دیئے گئے۔

علماء نسب نے اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ قضاعہ کا الحاف (الحافی) کے سوا اور کوئی بیٹا نہ تھا، اسی سے تمام قبائل قضاعہ پیدا ہوئے۔ الحافی (الحاف) کے تین بیٹے یعنی عمرو۔ عمران۔ اسلم (بضم اللام) تھے۔

عمرو کی آمد

عمرو بن الحافی سے حیدان و بلی و بہرا اور حیدان سے مہرہ ہوا۔ اسی بلی کی نسل سے مشاہیر صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ایک جماعت ہے جن میں کعبؓ بن عجرہ، خدیج بن سلامہؓ، سہلؓ بن رافع، ابو بردہؓ بن نیار جیسے صحابہ شامل ہیں۔ بہرا کی اولاد سے بھی صحابہ کی ایک جماعت ہے جن میں مقداد بن عمروؓ ہیں۔ یہ اسود ابن عبد یغوث بن وہب (خال یعنی ماموں) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں کیونکہ انہوں نے انہیں اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خالد بن برمک (خاندان برامکہ کا مورث اعلیٰ) بنی بہرا کا مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام تھا۔

اسلم کا بیان

اسلم بن الحافی سے سعد هذیم، جہینہ، نہد بنو زید بن لیث ابن اسود بن اسلم ہوئے۔ جہینہ اس وقت تک حجاز کے میدان میں ینبع اور مدینہ منورہ کے درمیان رہتے بستے ہیں۔ ان کے شمال میں عیسیر ایلہ تک بلی کے مساکن و مواطن ہیں، یہ دونوں بحر قلزم کی شرقی سمت میں واقع ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ بحر قلزم کے غربی جانب نکل کر صعید مصر و بلاد حبشہ کے درمیان پھیل گیا اور وہیں ان کی کثرت ہوگئی۔ انہوں نے پھر بلاد نوبہ پر قبضہ حاصل کر لیا اور ان کی جماعت کو بھگا کر ان کے قبضے سے حکومت اور سلطنت چھین لی۔ وہ پھر ملوک حبشہ سے بھی لڑے اور آج تک ان کے خون سے اپنے تلوار کی پیاس بجھاتے ہیں۔ سعد ہذیم سے بنو عذرہ تعلق رکھتے ہیں جو عرب میں محبت اور پیار کے سلسلے میں مشہور ہیں۔ انہی میں سے جمیلؒ بن عبداللہ بن عمر اور ان کی صاحبہ شینہؒ بنت حبابا ہیں۔ ابن حزم لکھتا ہے کہ شینہ کے باپ کو صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ عروہ بن خرام، ان کی صاحبہ عفرا اور زراج بن ربیطہ (قصی بن کلاب کے برادر مادری) بھی انہی میں سے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ یہ زراج بن ربیعہ وہی شخص ہے جس کی اعانت سے قصی بن کلاب اور اس کی قوم نے بنو سعد بن زید بن مناۃ بن تمیم کو مغلوب کیا تھا اور اسی وقت سے قریش کی ریاست کی بناء پڑ گئی تھی۔

عمران کا ذکر

عمران بن الحافی سے بنو سلیح (یعنی عمرو بن حلوان بن عمران)، بنو ضجعم بن سعد بن سلیح (جو شام میں روم کی طرف سے غسان کے پہلے بادشاہ تھے) اور قبیلہ بزرگ بنو جرم بن زبان بن حلوان بن عمران ہیں۔ اس خاندان کے اکثر صحابی ہیں جن کا مسکن و موطن غزہ جبال شرات (شام) کے

درمیان ہے۔ تغلب بن حلوان سے بنواسد، بنوالنمر اور بنوکلب کے بڑے بڑے قبائل ہیں جو سب کے سب بنو دبرہ بن تغلب کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ بنونمر سے بنوخشین بن النمر اور بنواسد بن دبرہ سے تنوخ ہیں اور وہ فہم بن تیم اللات بن اسد ہے جن میں سے مالک بن زہیر بن عمرو بن عمرو بن فہم ہے، یہ سب بنی حزم کے حلفاء تھے۔ علاوہ ازیں بنوتیم اللات وغیرہ سے بھی تین قبیلے ہیں جو قبائل عرب، کندہ، لخم، جذام، اور عبدالقیس کے احلاف کہلائے جاتے ہیں۔

بنوالقین کا بیان

بنواسد بن دبرہ سے بنوالقین ہیں جس کا نام نعمان بن جسر بن شیع اللات بن اسد تھا۔ اس کے علاوہ بنوکلب بن دبرہ بن تغلب بن حلوان سے بنوکنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب کا ایک بڑا قبیلہ ہے، جس کی تین شاخیں ہیں۔ یعنی بنوعدی، بنوزہیر اور بنوعلیم۔ بنوخباب بن ہبل بن عبداللہ بن کنانہ بھی انہی میں کا ایک بہت بڑا قبیلہ ہے۔ جس میں سے عبیدہ بن ہیسل شاعر قدیم ہے جسے بعض لوگ ابن حرام کہتے ہیں۔

بنوعدی کی روداد

بنوعدی سے بنوحصین بن ضمضم بن عدی ہے جن میں سے نائلہ بنت الفرافضہ بن الاخوص بن عمرو بن ثعلبہ بن الحرث بن حصن یعنی زوجہ حضرت عثمانؓ ابن عفان تھیں، انہی میں سے ابوالخطار الحسام بن سلامان بن جشم بن ربیعہ بن حصن (امیر اندلس) منبہ بن شحیم بن منجاش بن مزغور بن منجاش بن ہزیم بن عدی بن زہیر اور اس کا ابن الا بن حسان بن مالک بن بحدل تعلق رکھتے ہیں۔

بنی بحدل کی حکومت

جب اسلامی دور شروع ہوا تو ریاست اور حکومت بنوکلب میں بنی بحدل کے لئے مخصوص تھی، انہی کی اولاد میں سے بنو منقد ملوک شیرز ہیں جبکہ بنوزہیر بن خباب سے حنظلہ بن صفوان بن توبل بن بشر بن حنظلہ بن علقمہ بن شراحیل بن ہریر بن ابی جابر بن زہیر ہے جو ہشام کی طرف سے افریقہ کا والی مقرر کیا گیا تھا۔ علیم بن خباب سے بنومعقل ہیں جبکہ قبیلہ بنوکلب بن عوف بن بکر بن کعب بن عامر بن عوف سے حضرت وحیہ (رضی اللہ عنہ) بن خلیفہ بن فروۃ بن فضالہ بن زید بن امراء القیس بن الخزرج بن عامر بن بکر بن عامر بن عوف ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز صحابی تھے، ان کی صورت پر کبھی کبھی جبرئیل علیہ السلام حضور اکرمؐ کے پاس آئے ہیں۔ اس کے علاوہ منصور بن جہور بن حضر بن عمرو بن خالد بن حارثہ بن العبید بن عامر بن عوف (رضی اللہ عنہ) بھی تعلق رکھتے ہیں جنہیں یزید بن الولید نے کوفہ کا والی مقرر کیا تھا۔

حضرت زیدؓ کا ذکر

ان ہی میں سے اسامۃ ابن زیدؓ (رضی اللہ عنہ) بن حارثہ بن شراحیل بن عامر بن عبدالعزیٰ بن عامر بن النعمان بن عامر بن عبدود بن عوف ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین صحابہ میں سے تھے۔ اسامہ کے باپ حضرت زیدؓ ایام جاہلیت میں گرفتار ہو کر حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے قبضے میں آ گئے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا تھا۔ اس کے بعد ان کے باپ حارثہ آئے تو آپؐ نے حضرت زیدؓ کو اپنے والد کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی لیکن زیدؓ اپنے باپ کے ساتھ نہ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہی رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انہیں آزاد کر دیا اور ان کے لڑکے اسامہؓ نے آپ ہی کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ اس کے علاوہ بنوکلب بنو کنانہ بن بکر بن عوف سے مشہور نساب ابن کلبی (ابوالمنذر ہشام بن محمد بن سائب بن بشر بن عمرو الحرث بن عبدالعزیٰ بن امراء القیس) ہے۔ امراء القیس عامر بن النعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن عذرہ ہے جس کا بقیہ نسب اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

قضاعہ کے حکمران

ان قضاعیوں کی حکومت شام اور حجاز کے درمیان عراق تک ایلہ میں اور جبال کرک سے مشارف شام تک پھیلی ہوئی تھی۔ روم کے بادشاہ نے انہیں بادیہ عرب پر والی بنایا تھا۔ سب سے پہلے ان میں حکومت کا تاج تنوخ کے سر پر رکھا گیا۔ مسعودی کی روایت ہے کہ ان میں مسلسل تین بادشاہ ہوئے یعنی نعمان بن عمرو پھر اس کا لڑکا عمرو بن النعمان پھر اس کا لڑکا حواری بن عمرو۔ اس کے بعد یہ بنو سلیح سے مغلوب ہو گئے۔ ان میں حکومت ضجعم بن معد کے پاس تھی۔ یہ اس زمانے میں تھا جبکہ طیطش قیصر نے شام پر قبضہ کر لیا تھا، اس نے پھر انہیں اپنی طرف سے بادیہ عرب کا والی بنایا تھا۔ یہ اس کے ہر حکم کی اطاعت کرتے رہے یہاں تک کہ ان میں سے زیادہ بن ہبولہ بن عمرو بن عوف بن ضجعم بادشاہ ہوا۔ اور غسان نے یمن سے بغاوت کی تو وہ اس سے مغلوب ہو گئے اور اس کے بعد عرب کی زمام حکومت شام بنی جفنہ کے قبضہ میں آ گئی اور بنو ضجعم کی حکومت وسلطنت جاتی رہی۔

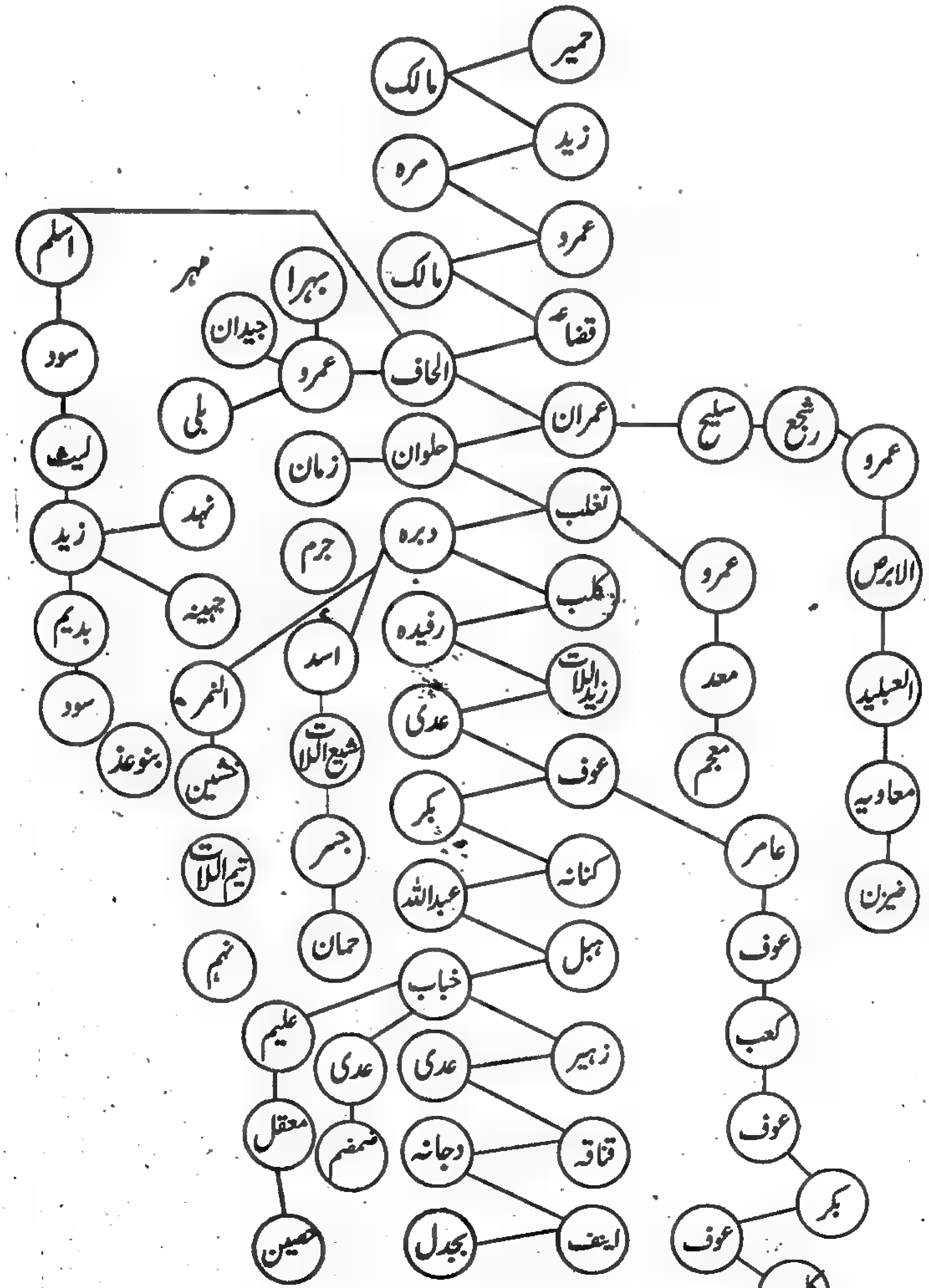
زیادہ کی روداد

ابن سعید لکھتا ہے کہ زیادہ بن ہبولہ غسان کے غلبے کے بعد لوگوں کو لے کر حجاز کی طرف چلا گیا ہے جسے پھر حجر آکل المرار کندی نے مار ڈالا جو تبابعہ کی جانب سے حجاز کا بادشاہ تھا لیکن ان لوگوں میں سے جو زیادہ کے ہمراہ تھے، نہایت کم آدمی جانبر ہوئے۔ ابن سعید کا یہ بھی خیال ہے کہ چند مورخ تنوخ کا اطلاق بنو ضجعم اور دوس پر کرتے ہیں جنہوں نے بحرین میں اقامت کر لی تھی۔ آگے چل کر وہ تحریر کرتا ہے کہ بنو عبید بن الابرص بن عمر بن اشجع بن سلیح کے قبضہ میں ایک ملک اور تھا جس کے آثار آج تک بر یہ سجار میں باقی ہیں اور جس کا آخری بادشاہ ضیزن بن معاویہ بن عبید تھا جسے جرامقہ ساطرون کے نام سے یاد کرتے ہیں اس کا جو واقعہ بادشاہ سابور ذوالجھور کے ساتھ پیش آیا تھا، وہ اب تک معروف ہے۔

بنو کلب کی حکمرانی

قضاعیوں میں سے پھر بنو کلب بن وبرہ نے حکمرانی کی ہے جن کے قبضہ میں دومتہ الجندل اور تبوک وغیرہ تھے۔ اس خاندان نے بعد میں عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ عہد اسلام میں اس کا حکمران اکیدر بن عبدالملک بن سکون تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ کندی تھا اور ان بادشاہوں کی اولاد سے تھا جنہیں ملوک تبابعہ نے کلب کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اسے خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گرفتار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تھے۔ بنو کلب کی یادگار نسلیں آج کل خلیج قسطنطنیہ کے ساحلوں پر کثرت سے آباد ہیں۔ ان میں سے بعض مسلمان ہیں اور روحانی زندگی بسر کر رہے ہیں جبکہ بعض عیسائی مذہب رکھتے ہیں۔

بنو قضاعہ کا شجرہ



بنی کہلان کا ذکر

بنو کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان بنو حمیر بن سبا کے نسبی بھائی ہیں۔ یہ شروع سے بنو حمیر کے ساتھ ملک وحکومت میں شریک تھے لیکن کچھ عرصے بعد زمام حکومت صرف بنو حمیر کے قبضہ میں آ گئی اور بنو کہلان پھر یمن میں ان کے ماتحت رہے۔ جب بنو حمیر کی حکومت ختم ہوگئی تو عرب بادیہ پر بنو کہلان بادشاہ بن گئے۔ بطون کہلان سے بنو کندہ ہیں جن کی حکومت یمن اور حجاز میں تھی۔ کچھ عرصے بعد بنو کہلان ہی کی شاخ سے مزیقیا کے ہمراہ یمن سے بنو ازد نکل کر سرزمین شام میں پھیل گئے۔ اس کے بعد شام کی حکومت بنو جفنہ میں، یثرب کی اوس وخزرج میں اور عراق کی بنو نبہم میں رہی پھر لخم وطی انہی کی شاخ سے ظاہر ہوئے اور ان کی حکومت اور سلطنت حیرہ میں آل منذر کی شکل میں نمودار ہوئی جیسا کہ ہم آئندہ ذکر کریں گے۔

زید بن کہلان کا بیان

کہلان کا تمام نسبی سلسلہ زید بن کہلان سے چلا ہے اور اس کی شاخیں مالک بن زید، عریب بن زید اور ربیعہ بن زید سے پھیلی ہیں۔ مالک بن زید سے بطون ہمدان کا تعلق ہے جس کا مسکن اور موطن ہمیشہ شرقی یمن میں رہا۔ یہ خاندان بنو اوسلہ کے نام سے معروف ہے اور یہ ہمدان کا لڑکا ہے مالک بن زید بن اوسلہ بن ربیعہ بن الجبار بن مالک بن زید بن نوف بن ہمدان کا۔ جبکہ شعوب حاشد سے بنو یام بن اصفی بن مانع بن مالک بن جشم بن حاشد ہیں اور انہی میں سے طلحہ بن مصرف بھی شمار کیے جاتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے نور اسلام سے عرب کی پہاڑیوں اور ریگستانوں کے دروں کو روشن کر دیا تو اکثر بنو ہمدان اطراف وجوانب میں منتشر ہو کر نکل گئے، جو باقی رہ گئے وہ یمن میں ہی مقیم رہے۔ اس کے بعد یہ لوگ جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے شیعیت (متابعت یا گروہ) میں شامل رہے۔ جب صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں اختلاف واقع ہو رہا تھا، اس وقت بھی یہ اسی تشیع کی حالت میں تا زمانہ اسلام رہے۔

بنو یام کی روداد

انہی میں سے علی بن محمد الصلیحی بنو یام کی اولاد سے تھا (جو کہ دعوت دولت عبیدیہ یمن میں قائم کرنے والا تھا) بنو یام کا نسبی تعلق حاشد سے ہے، یہ اسی زمانے میں حصن حرار پر قابض ہو گیا تھا جس کی حکومت اس کے بعد نسلاً بعد نسل اسی کے خاندان میں باقی رہی۔ ان سے پہلے اور بعد میں زیدیہ کے زمانے میں بنو الرسی کی حکومت صعدہ میں تھی۔ بیہقی لکھتا ہے کہ منتشر ہونے کے بعد ان کے کسی قبیلہ کا نشان باقی نہیں رہا۔ اس کے علاوہ کچھ لوگ تو یمن میں باقی رہے حالانکہ یہ عرب کے بڑے قبائل سے ہے۔

بنو ہمدان کا بیان

ابن سعید لکھتا ہے کہ بنو ہمدان سے بنو الزریع زیدیہ ہیں جو عدن وحیرہ میں سلطنت اور حکومت کے مالک تھے۔ ہمدان کا نسبی بھائی الہان بن مالک بن زید بن اوسلہ ہے جبکہ مالک بن زید سے بنو ازد (یعنی ازد بن الغوث بن بنت بن مالک بن زید) اور خثعم وبجیلہ پسران انمار بن اراش (برادر ازد بن الغواث) ہیں۔ بعض مورخین یہ کہتے ہیں کہ انمار نزار بن معد کا لڑکا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے۔ بہر کیف بنو الازد کا بہت بڑا قبیلہ ہے جس سے بہت سی شاخیں نکلی ہیں ان ہی میں سے بنو دوس۔ نصر بن الازد کی نسل سے یعنی دوس بن عدثان (بالثاء المثلثہ) ابن عبد اللہ بن زہران بن کعب بن الحرث بن کعب بن مالک بن نصر بن الازد اور جذیمہ بن مالک بن فہم بن غنم بن دوس ہیں جن کا علاقہ عمان کے اطراف میں تھا پھر حکومت دوس وجذیمہ ختم ہونے کے بعد عمان میں ان کے نسبی بھائی بنو نصر بن زہران بن کعب بادشاہ ہوئے چنانچہ ان میں سے قبل از اسلام مستکمر بن مسعود بن الجرار بن عبد اللہ بن مغول بن شمس بن عمرو بن غنم بن غالب ابن عثمان بن نصر بن زہران تھا اور جس نے ان میں سے اسلام کا دور دیکھا ہے۔

جیفر کا ذکر

اس کا نام جیفر بن الجلندی بن کرکر بن مستکبر اور اس کا بھائی عبداللہ والی عمان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حکمرانوں کی طرف نامہ نامی ارسال فرمایا تھا اور ان کے اطراف و جوانب عمروؓ بن العاص کو والی مقرر کیا تھا۔ بنو الازد ہی میں سے بنو مازن بن الازد کے نسل سے بنو عمرو مزیقیا س ابن عامر (ملقب بہ ماء السماء) ابن حارثہ الغطریف ابن امراء القیس انبہلول ابن ثعلبۃ بن مازن بن الازد ہیں۔ یہ عمرو اور اس کے آباء واجداد حمیر کے ساتھ بادیہ کہلان پر یمن میں بادشاہی کرتے تھے۔ لیکن بعد میں صرف ان کی حکومت قائم ہوگئی۔ سرزمین سبا (بلاد یمن میں) سرسبز ترین بلاد سے تھی اور یہی ان پانی کے سیلابوں کو روکتی تھی جو دو پہاڑوں سے گرتے تھے۔ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان پانی روکنے کے غرض سے دیواریں (یا بند) قائم کردی تھیں جن میں جابجا کھڑکیاں بنی ہوئی تھیں جن سے کہ حسب حاجت پانی لے لیا جاتا تھا۔ یہ بند یا دیواریں زمانہ حمیر تک باقی رہیں۔ جب ان کی حکومت جاتی رہی اور ان کی سلطنت کا کارخانہ درہم برہم ہوگیا تو سبا پر بنو کہلان کا دور دورہ ہوگیا۔ اس کے بعد ردوبدل میں مرمت نہ ہونے کی وجہ سے وہ بند اور دیواریں خراب ہوگئیں اور اس کے نگہبان ادھر ادھر پریشان ہو کر فرار ہوگئے۔

حجاز کی طرف جانا

عمرو مزیقیا (ان کے بادشاہ) نے پھر بند کے خراب ہونے کی وجہ سے شہر کے ویران ہونے سے اہل شہر کو آگاہ کیا۔ ابن ہشام ابو زید انصاری کی روایت کے مطابق تحریر کرتا ہے کہ عمرو مزیقیا نے خواب میں دیکھا تھا کہ گھوس بند کو کھود رہی ہے جس سے اس نے یہ تعبیر کیا کہ نہ تو اب یہ شہر باقی رہے گا اور نہ بند باقی رہے گا۔ اس نے پھر اپنی قوم کو جمع کر کے شہر چھوڑ دینے پر آمادہ کیا تو اس کی قوم نے کہا کہ جس وقت یہ حالت پیش آئے تو اپنے چھوٹے لڑکے کو اس سیلاب کی نذر کر دینا۔ عمرو مزیقیا نے کہا کہ میں ایسے شہر میں قیام کرنا نہیں چاہتا جہاں میرا چھوٹا بیٹا لقمہ موت کیا جائے۔ عمرو مزیقیا نے یہ کہہ کر اپنا مال اور اسباب فروخت کر ڈالا اور اپنے لڑکوں اور پوتوں کو ہمراہ لے کر نکل کھڑا ہوا۔ ازد بھی عمرو مزیقیا کو نکلتے ہوئے دیکھ کر سفر کرنے پر آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ وہ دونوں بقایا بنی مازن کے ساتھ اپنے ملک یمن سے جدا ہو کر حجاز کی طرف چلے گئے۔

حجاز میں قیام

سہیلی لکھتا ہے کہ ان کی علیحدگی یمن سے حسان بن تبان اسعد ملوک تبابعہ کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ جب وہ یمن سے جدا ہو کر چلے تو پہلے وہ بلاد عک زبید وزمع میں جا اترے، وہاں پر پھر بادشاہ سے اور ازد سے لڑائی ہوئی جس کے بعد وہ اطراف بلاد میں پھیل گئے چنانچہ بنو نصر ابن الازد۔ شرات وعمان میں اور بنو ثعلبہ بن عمرو مزیقیا یثرب (مدینہ منورہ) میں جبکہ بنو حارثہ بن عمرو۔ مرالظہر ان (مکہ) پہنچے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہی خزاعہ تھا، یہ لوگ اثناء سفر میں زبید وزمع کے درمیان ایک چشمے پر (جسے غسان کہتے ہیں) ہوتے ہوئے گزرے پس جس نے بنو مزیقیا میں اس چشمے سے پانی لیا وہ اسی نام سے موسوم ہوا۔ اس پانی کے پینے والے بنو مالک، بنو الحرث، بنو جفنہ اور بنو کعب ہیں اور یہی غسان کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ وہ پانی چونکہ بنو ثعلبہ عنقاء نے نہیں پیا تھا اس وجہ سے وہ اس نام سے مشہور نہیں ہوئے۔ جفنہ کی اولاد سے شام کے حکمران ہیں جن کا ذکر آئندہ آئے گا جبکہ ثعلبہ عنقاء کی نسل سے اوس اور خزرج زمانہ جاہلیت میں یثرب کے حکمران گزرے ہیں جیسا کہ ہم بیان کریں گے۔ اسی کے زمانے میں عمرو مزیقیا نے بنو اقصیٰ ابن حارثہ بن عمرو بھی ہیں۔

بجیلہ کا بیان

بجیلہ کا ملک سروات بحرین وحجاز میں تبالہ تک تھا مگر یہ لوگ زمانہ فتوحات اسلامی میں پریشان ہو کر نکل گئے اور چند محدود لوگ اپنے ملک میں باقی رہ گئے۔ جن میں سے زمانہ حج میں ہر سال مکہ آتے ہیں۔ ان کے چہروں سے تنگی عیش کے آثار نمایاں رہتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ بطون بجیلہ

سے قسر یعنی مالک بن عقبر بن انمار اور بنو احمس بن الغوث بن انمار ہیں۔

بنو عریب کا ذکر

بنو عریب ابن زید بن کہلان سے طی، اشعریوں، مذحج اور بنو مرہ ہیں۔ اشعریوں اشعر یعنی بنت ازد کے لڑکے ہیں جن کا شہر زبید کے شمالی جانب تھا۔ اسلام کی ابتداء میں انہیں ایک گونہ سطوت و غلبہ حاصل تھا لیکن جب اسلامی فتوحات کی موجیں بڑھ گئیں تو یہ لوگ پریشان ہو کر اپنے وطن سے نکل گئے جو باقی لوگ یمن میں باقی رہ گئے، وہ زمانہ مامون میں آئے دن کی لڑائیوں سے آخر کار تنگ آ کر حکمرانی کے سلسلہ سے نکل کر رعایا میں شمار کر لئے گئے۔ بنو طی بن اود یمن میں رہتے تھے، ازد کے نکلنے کے بعد وہ بھی یمن سے نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے بنی اسد کے جوار میں مقام سمیرا و فید میں سکونت اختیار کر لی۔ وہ ایک زمانے تک یہیں مقیم رہے لیکن شروع زمانہ فتوحات اسلامیہ میں وہ بھی منتشر ہو گئے۔

سنبس اور ثعالب کے قبیلے

ابن سعید لکھتا ہے کہ ان میں سے اس وقت تک اپنے ملک میں ایک بڑا گروہ موجود ہے جن کی آبادی سے حجاز، شام اور عراق کی پہاڑیاں بھری ہوئی ہیں یعنی اس وقت تک قبائل طے عراق، شام اور مصر میں حکومت کر رہے ہیں۔ ان میں سے سنبس اور ثعالب دو قبیلے زیادہ مشہور و معروف ہیں۔ سنبس لڑکا ہے معاویہ کا اور وہ ثیل بن عمرو بن الغوث بن طی کا اور ان کے ساتھ بحتر بن ثعل بھی ہے۔ انہیں میں سے زبید بن معن بن عمرو بن عس بن سلامان بن ثعل (بر یہ نجار میں) اور ثعالب بنو ثعلبہ بن رومان بن جندب بن خارجہ بن سعد بن فطرہ بن طے اور ثعلبہ بن جدعا بن ذہل بن رومان بھی ہیں۔ بنو لام بن ثعلبہ کا تعلق بھی اسی گروہ سے ہیں۔ ان کے مساکن مدینہ کے پہاڑوں میں ہیں لیکن یہ اکثر اوقات یثرب چلے آتے ہیں۔ جو ثعالب صعید مصر میں ہیں وہ ثعلب بن عمرو بن الغوث بن طے کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔

بنی ہنی کی حکومت

زمانہ جاہلیت میں بنو ہنی بن عمرو بن الغوث ابن طی۔ طی پر حکومت کرتے تھے، اسی کی اولاد سے ایاس بن قبیصہ ہے جسے کسریٰ پرویز نے نعمان بن منذر کے خاتمے کے بعد عرب کا بادشاہ مقرر کیا تھا اور طے کو مقام حیرہ میں لخم کی جگہ ٹھہرایا تھا۔ یہ دراصل ایاس قبیصہ بن ابی یعفر بن نعمان بن خبیب بن الحرث بن الحویرث بن ربیعہ بن مالک بن سعد بن ہنی کا بیٹا ہے۔ جس کی ریاست اور حکومت فارس کے ختم ہونے تک قائم رہی۔ اسی ایاس کی اولاد سے بنو ربیعہ بن علی بن مفرج بن بدر بن سالم بن قصہ بن بدر بن سمیع، ربیعہ سے آل مراد اور آل فضل کی شاخیں اور آل فضل سے آل علی اور آل مہنا کی شاخیں بیان کی جاتی ہیں۔ علی اور مہنا فضل کے لڑکے ہیں جبکہ فضل و مراد ربیعہ کے بیٹے ہیں۔ سمیع جو اس کے طرف منسوب ہوتا ہے وہ درحقیقت قبیصہ بن ابی یعفر کی اولاد سے تعلق رکھتا ہے۔

بنو مفرج کی حکومت

عہد حکومت دولت عبیدیہ میں طی پر بنو مفرج حکمرانی کرتے تھے۔ اس کے بعد بنو مراد بن ربیعہ حکمران ہوئے، یہ سب کے سب شام میں غسان کے وارث تھے پھر کچھ عرصے بعد بنو علی اور بنو مہنا پسران فضل ابن ربیعہ بالاشتراک بادشاہ رہے لیکن ان دنوں مشارف شام و عراق و بریہ نجد میں بنو مہنا انفرادی طور پر حکومت کرتے رہے۔ ان کا ظہور عہد دولت ایوبیہ اور اس کے بعد ملوک ترک و شام میں ہوا ہے جیسا کہ آئندہ تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

بنو مذحج کا بیان

مذحج کا نام مالک بن زید بن اود بن زید بن کہلان ہے، اسی سے مراد (جس کا نام یحابر بن مذحج) اور سعد العشیرۃ بن مذحج کا تعلق ہے جو

ایک بہت بڑا قبیلہ ہے اور جس سے بہت سی شاخیں نکلیں ہیں جن میں جعفر بن سعد العشیرہ اور زبید بن صعب بن سعد العشیرہ اور بطون مذحج سے نخع۔ رہا۔ مسیلہ۔ بنوحرث۔ بنوکعب ہیں۔ نخع۔ جسر بن عمرو بن علۃ بن جلد بن مذحج اور مسیلہ ابن عامر بن عمرو بن علۃ اور رہا ابن منبہ بن حرب بن علۃ ہیں۔ یہ یاد رہے کہ بنوحرث کا باپ حرث ابن کعب بن علۃ ہے جو کہ اطراف نجران میں رہتے تھے۔ اس کے بعد بنوذہل بن مزیقیا (از نسل ازد) اور بنوحارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن الازدوان کے پڑوس میں آ کر ٹھہرے۔

افعی کاہن کی حکمرانی

نجران میں اس سے پہلے جرہمی قبیلہ حکومت کرتا تھا، ان دنوں ان کا حکمران افعی کاہن تھا جو نزار بن معد کی اولاد کا حکم ہوا تھا جبکہ ان لوگوں میں نزار کے خاتمے کے بعد آتش فتنہ وفساد مشتعل ہو رہی تھی۔ اس کا نام غلس تھا اور وہ عمر ماء بن ہمدان بن مالک بن منتاب بن زید بن وائل بن حمیر کا لڑکا ہے۔ یہ ملکہ بلقیس کی طرف سے نجران کا بادشاہ تھا۔ اسی کو ملکہ بلقیس نے سلیمان علیہ السلام کے پاس سفیر کر کے بھیجا تھا جس نے جناب موصوف کی رسالت کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا۔ وہ پھر تاحیات اسی دین پر قائم رہا۔ اس کے بعد نجران میں بنوالحرث بن کعب بن علۃ بن جلد بن مذحج کا دور دورہ ہوا اور بنوافعی مغلوب ہو گئے۔ اس کے بعد یمن سے ازد نے بغاوت کر دی اور ان کی طرف ہو کر گزرے۔ پھر آپس میں جنگیں ہوئیں۔ آخر الامر ان کے جوار میں بنونصر بن الازد اور بنوذہل بن مزیقیا ٹھہر گئے اور ریاست اور حکومت کو انہوں نے باہم تقسیم کر لیا۔

بنوزیادہ کی حکمرانی

انہی مذحجیوں میں سے بنوحرث بن کعب سے بنوزیاد ہیں۔ اس کا نام یزید بن قطن بن زیاد بن الحرث بن مالک بن کعب بن الحرث ہے۔ یہ مذحج کا بہت بڑا خاندان ہے جو نجران کا بادشاہ رہا ہے۔ آخر زمانہ میں ریاست عبدالمدان بن الدیان کے خاندان میں آ گئی تھی، یہ حکومت بعثت سے چندروز پہلے یزید بن عبدالمدان تک ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا بھائی عبدالحجر بن عبدالمدان حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد کی صورت میں آیا تھا۔ اس کا بھتیجا زیاد بن عبداللہ بن عبدالمدان سفاح کا ماموں تھا۔ جسے اس نے نجران اور یمامہ کا حکمران مقرر کیا تھا۔

نجران کے شاہی خاندان

ابن سعید لکھتا ہے کہ ایک مدت تک نجران کی حکومت بنوالمدان کے پاس رہی پھر ان میں سے بنوابوالجواد اور چھٹی صدی میں عبدالقیس بن ابی الجواد پھر اس کے بعد عجمی یکے بعد دیگرے ان کے بادشاہ ہوئے۔ پھر بطون حرث بن کعب سے بنومعقل (یعنی ربیعۃ بن الحرث بن کعب) کا تعلق ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت جو مغرب اقصیٰ میں بنومعقل ہیں، وہ اسی بطن سے تعلق رکھتے ہیں، وہ معقل بن کعب قضاعی کی نسل سے نہیں ہیں۔ ربیعہ اس کی تائید میں یہ کہا جاتا ہے کہ تمام بنومعقل۔ ربیعہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور ربیعہ نام ہے اسی معقل کا ھذا کما رایت واللہ تعالیٰ اعلم۔

بنی مرہ کا بیان

بنومرہ بن ادو، طی و مذحج واشعریین کے بھائی ہیں۔ یہ بہت بڑا قبیلہ ہے جس کی بہت سی شاخیں نکلی ہیں اور جو سب کے سب مثل خولان معافر ولخم وجذام وعاملہ وکندہ کے حرث ابن مرہ تک منتہی ہوتی ہیں۔ معافر بنویعفر بن مالک بن الحرث بن مرہ ہیں۔ جب اسلام کی فتوحات شروع ہوئیں تو یہ سب منتشر ہو گئے۔ انہیں میں سے منصور بن ابی عامر۔ ہشام والی اندلس کا مصاحب تھا۔ خولان کا نام افکل بن عمرو بن مالک اور عمرو کا

بھائی یہ لوگ شرقی جال میں رہتے تھے۔ یہ بھی فتوحات اسلام کے دور میں منتشر ہو گئے تھے۔ مگر یہ کہ ان میں سے کچھ لوگ یمن میں باقی رہ گئے۔ اس کے باوجود اب بھی وہ اور ہمدان اس وقت عرب یمن کے بڑے قبیلوں سے شمار کئے جاتے ہیں۔ اور اہل یمن اور اس کے اکثر علاقوں پر انہیں قبضہ حاصل ہے۔

بنو لخم کا بیان

لخم کا اصل نام مالک بن عدی بن الحرث بن مرہ ہے، یہ بھی بہت بڑا خاندان ہے جس سے بڑے بڑے قبیلے نکلے ہیں جن میں کہ بنو الدار بن ہانی بن حبیب بن نمارۃ بن لخم اور اس کے بڑے بیٹے سے بنو نصر بن ربیعہ بن عمرو بن الحرث بن مسعود بن مالک بن عم بن نمارۃ بن لخم ہیں۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نمارۃ آل منذر کا قبیلہ ہے، انہیں میں بنو لخم سے بنو عبادہ ہیں جو اشبیلہ کے بادشاہ رہے ہیں۔ جذام کا اصل نام عمرو بن عدی ہے، یہ لخم بن عدی کا بھائی ہے۔ اس قبیلے کی بھی بہت سی شاخیں ہیں مثلاً غطفان و اصی و بنو حرام بن جذام و بنو خبیب و بنو مخرمہ و بنو بعجہ و بنو نفایہ اسی قبیلے کی بڑی شاخیں ہیں ان کا ملک اطراف ایلہ میں اول اعمال حجاز سے ینبع تک پھیلا ہوا تھا۔

بنی نافزہ کی روداد

اس کے علاوہ معان (ارض شام) میں بنو نافزہ (بطن نفایہ) کی حکومت تھی پھر ان میں سے فروۃ ابن عمرو بن النافرہ بادشاہ ہوا، یہ روم کی طرف سے اپنی قوم اور ان عرب کا جو کے اردگرد میں رہتے تھے، حکمران تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس کے پاس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نامہ مقدس بھیجا تھا۔ اس نے خدمت اقدسؐ میں پھر ایک سپید خچر بطور ہدیہ ارسال کیا تھا۔ قیصر نے یہ سن کر حارث بن ابی شمر غسانی والی غسان کو گرفتاری کے لئے روانہ کیا۔ حارث نے پہنچ کر اسے گرفتار کر کے مقام فلسطین میں سولی دے دی تھی۔

اس کی دو شاخیں

اس قبیلے کی اولاد اپنے مسکن اولی میں دو شاخوں میں ظاہر ہوتی ہے، ایک شاخ بنو عابد کے نام سے مشہور ہے جو کہ بلبیس (اعمال مصر) و عقبہ ایلہ اور جانب فلسطین سے کرک تک آباد ہیں جبکہ دوسرا گروہ بنو عقبہ کہلاتے ہیں، یہ بریہ حجاز میں کرک سے ازلم تک اور مصر اور مدینہ نبویہ کے درمیان حدود و غزہ تک شام میں پھیلے ہوئے تھے۔ عاملہ جس کا اصل نام حرث بن عدی ہے، یہ بھی لخم و جذام کا بھائی ہے۔ اسے عاملہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی ماں عاملہ قضاعہ تھی، یہ پھر اپنی ماں کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ بھی بہت بڑا قبیلہ ہے جس کا وطن بریہ شام میں تھا۔

کندہ کی حکومت

کندہ کو ثور بن عفیر بن عدی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ عفیر لخم و جذام کا بھائی ہے۔ ان کے خاندان میں حکومت اور سلطنت رہی ہے، اسی وجہ سے یہ کندۃ الملوک کہلاتے ہیں۔ ان کی حکمرانی بادیہ حجاز میں عدنان کی جانب سے تھی جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ ان کا وطن جبال یمن (متصل حضر موت) تھا۔ اس کے تین قبیلے بزرگ مشہور ہیں، ایک معاویہ بن کندہ جس سے ملوک بنو حرث بن معاویۃ الاصغر ابن ثور بن مرتع بن معاویہ ہے۔ دوسرا سکون تیسرا سکسک ہے۔ سکون سے تجیب کا قبیلے یعنی بنو عدی و بنو سعد بن اشرق بن شبیب ابن سکون کا تعلق ہے۔

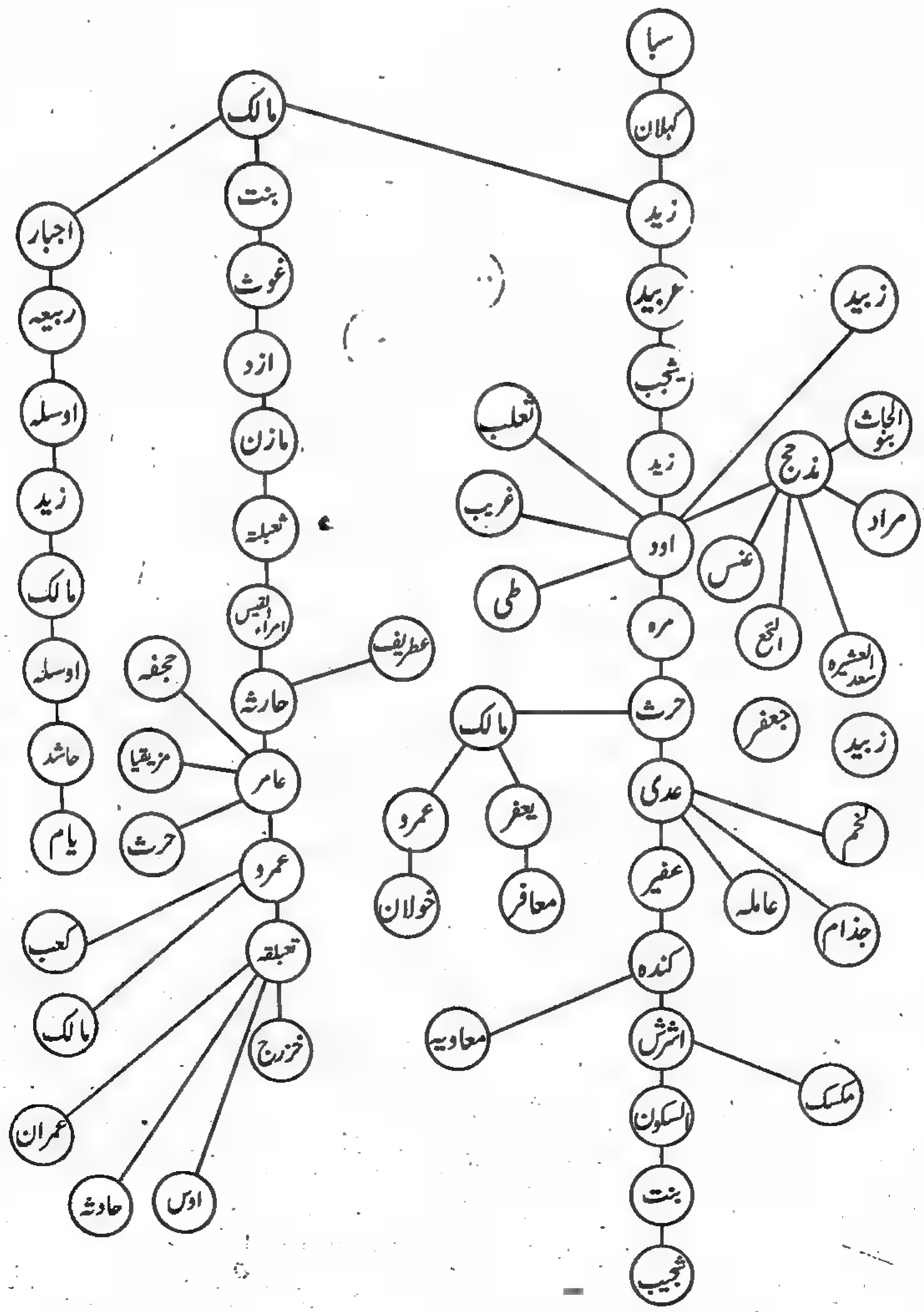
بنی سکون کی روداد

بنو سکون کی حکومت دومۃ الجندل میں تھی جس کا والی عبد المغیث بن اکیدر بن عبد الملک بن عبد الحق بن اعمی بن معاویہ بن حلاوۃ بن اثامہ بن شمکامہ بن شبیب بن السکون تھا۔ اس کی سرکوبی کے لئے غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ خالد بن ولیدؓ اسے گرفتار کر لائے۔ جس کے بعد حضور اکرمؐ نے پہلے اس کا خون مباح کر دیا پھر اس نے جزیہ دے کر صلح کر لی چنانچہ مصالحت

کے بعد وہ اپنے دارالقیام واپس کر دیا گیا۔ معاویہ بن کندہ سے بنو حجرہ بن الحرث الاصغر بن معاویہ بن کندہ ہیں جن سے حجر آکل المرار ابن عمرو بن معاویہ ہے، یہ حجر للوک بنوکندہ کا باپ ہے جس کا ذکر آئندہ بیان کیا جائے گا۔ اسی قبیلے سے اشعث بن قیس بن معدی کرب بن معاویہ اور جلیلہ بن عدی بن ربیعہ بن معاویہ بن الحرث اکبر جاہلی اسلامی ہیں۔

یہی قحطانیہ یمن کے قبائل تھے اور ان کے قبیلے اور انساب ہم نے حتی الامکان بالاستیعاب بیان کئے ہیں۔ اب ہم ان میں سے ان کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو شام، حجاز اور عراق میں حکومت کرتے تھے۔ واللہ المعین بکرمہ و منہ لا رب غیرہ ولا خیر الاخیرہ۔

بنو کہلان کا شجرہ



باب: ۲۵

حیرہ کے حکمرانوں کا بیان اور دیگر واقعات

عرب کے پہلے گروہ (یعنی عرب بادیہ) کے عراق میں حکومت کے حالات بہت زمانہ کے سبب ایسی تاریکی میں پڑے ہوئے ہیں کہ جن کی تفصیل اور تشریح ہمیں قابل اطمینان معلوم نہیں ہوتی، البتہ اس قدر ہم کہہ سکتے ہیں کہ قوم عاد اور عمالقہ نے عراق پر حکومت کی تھی۔ چند مورخین کا یہ خیال ہے کہ ضحاک بن سنان انہی میں سے تھا جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے، باقی رہا عرب کا گروہ دوئم (یعنی عرب مستعربہ) ان کی حکومت کوئی جداگانہ حکومت نہیں تھی بلکہ ان کا ملک بالکل غیر آباد اور ان کی حکومت بدوی تھی۔ ان کی ریاست دراصل ان لوگوں پر تھی جن کا کسی ایک خاص مقام پر قیام نہیں تھا۔ اس وقت عرب پر حکمرانی تبابعہ کر رہے تھے جو کہ اہل یمن سے تھے، ان سے اور فارس سے اکثر جنگیں ہوئیں۔ کبھی یہ ان پر غالب آ جاتے تھے اور تمام عراق یا اس کے کسی حصے پر قبضہ حاصل کر لیتے تھے اور کبھی وہ ان سے مغلوب ہو جاتے تھے لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ اہل یمن عراق پر قبضہ کرنے کے بعد دوبارہ مغلوب نہیں ہوئے جیسا کہ بخت نصر کے عراق میں جانے اور وہاں اہل یمن کے تنگ کرنے کا حال بیان کیا گیا ہے۔

ارم بن شام کا خاندان

سواد عراق اور اطراف شام و جزیرہ میں ارمانی (ارمنی) ارم بن شام کی اولاد عرب کے وہ لوگ رہتے تھے جو عساکر ابن تبع۔ جعفر طی و کلب و تمیم و جرہم وغیرہ کے وہاں باقی رہ گئے تھے۔ اس کے بعد تنوخ و نمارہ بن لخم و قنص بن معدان میں آ ملے۔ عرب کا یہ گروہ حیرہ اور فرات کے درمیان انبار کے اطراف تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ لوگ عرب الضاحیہ کے نام سے موسوم ہوتے ہیں، ان میں سے سب سے پہلے جس نے زمانہ ملوک الطوائف میں حکمرانی کی ہے، وہ مالک بن فہم بن تیم اللہ بن اسد بن وبرہ بن ثعلبہ بن حلوان بن قضاعہ تھا۔ اس کے بعد اس کا بھائی عمرو بن فہم پھر ان دونوں کے بعد جذیمہ الابرش بارہ برس تک حکمران رہا۔ مالک بن فہم، بنو زہران ازد سے تعلق رکھتا تھا یہ مزیقیا سے پہلے یمن سے نکل کر عراق چلا آیا تھا اگرچہ بعض مورخین یہ کہتے ہیں جفنہ بن مزیقیا کی اولاد کے ساتھ یہ یمن سے نکلے ہیں۔

مالک کی حکومت

جب بنو ازد اطراف و جوانب ممالک میں منتشر ہو گئے تو یہ بنو زہران شرات اور عمان میں ٹھہر گئے۔ جس وقت طوائف الملو کی شروع ہوئی تو یہ بھی زمین کا ایک علاقہ دبا کر بیٹھ گئے مالک ابن فہم اسی خاندان کے حکمرانوں میں سے ہے۔ شافیات کے شرقی جانب عمرو بن الظرب بن حیان بن ادنبہ (نسل سے سمیدع بن ہوثر) یادگار نسل عمالقہ کی حکمرانی تھی۔ اس وقت اس کی حکومت کا سکہ درمیان شام و جزیرہ میں چل رہا تھا اور ان کا دارالحکومت خابور و قرقیسا کے درمیان ایک نہایت تنگ مقام پر تھا۔ مالک بن فہم سے اکثر جنگیں ہوتی رہیں۔

ملکہ الزباء کی تخت نشینی

اتفاق سے عمرو بن الظرب انہی جنگوں میں مرگیا اس کی جگہ پھر اس کی لڑکی الزباء بنت عمرو تخت نشین ہوئی۔ طبری کے نزدیک اس کا نام نائلہ تھا لیکن سہیلی لکھتا ہے کہ ملکہ الزباء سمیدع بن ہوثر کی ذریت سے ہے جو کہ بنو قسطورا (اہل کلہ) سے تھا۔ یہ سمیدع مرثد ابن لاوی بن قسطور بن کرکی بن عملاق کا لڑکا ہے اور وہ عمرو بن ادنبہ بن الظرب بن حبان کی لڑکی ہے۔ اس حسان اور سمیدع میں بہت سی پشتیں ہیں۔ چونکہ الزباء اور سمیدع کا

زمانہ ایک دوسرے سے بہت دور گزرا ہے اس وجہ سے اس کی صحت پر اطمینان نہیں ہو سکتا (انتہی کلام السہیلی)

جنگیں ہوتی رہیں

بہر حال مالک بن فہم اور الزباء بنت عمرو میں بھی جنگوں کا برابر سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ مالک بن فہم اس پر اور دیگر ملوک الطوائف پر غالب ہو گیا۔ ابو عبیدہ کا یہ بیان ہے کہ یہ عرب کا عراق میں پہلا حکمران ہے، سب سے پہلے اسی نے منجنیق بنائی۔ اسی کی حکومت ساٹھ برس تک رہی۔ جب یہ مر گیا تو جذیمہ ابو جناح (جسے جذیمہ الابرش بھی کہتے ہیں) تخت نشین ہوا۔ جس کی کنیت ابو مالک تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے تیس برس بعد اس کا زمانہ ہوا ہے۔ زمانہ ملوک الطوائف میں پچھتر برس اس کی حکومت رہی۔ الزباء بنت عمرو سے اس کی کبھی صلح اور کبھی جنگ چھڑی رہتی تھی۔

جذیمہ اور الزباء کا بیان

اس دوران ملکہ الزباء نے شادی کے حیلے سے اسے بلا بھیجا۔ اس کے بعد قیصر بن سعد، اس کا وزیر اس حیلہ سے آگاہ ہو گیا اور اس نے جذیمہ الابرش کو جانے سے منع کیا لیکن اس نے قیصر کے کہنے پر عمل نہ کیا، وہ اپنا لشکر آراستہ کر کے الزباء کے دارالسلطنت روانہ ہوا۔ قیصر کو جبکہ وہ الزباء کے دارالسلطنت میں پہنچا، الزباء کے مکر و فریب کا پورا یقین ہو گیا تھا، اس وجہ سے وہ لوٹ کھڑا ہوا لیکن جذیمہ شادی کے اشتیاق میں الزباء کے محل سراء میں داخل ہو گیا۔ غریب جذیمہ الابرش کی مشتاق آنکھیں الزباء کے حسن و جمال کو دیکھنے سے بھی سیر نہ ہونے پائی تھیں کہ اس کے حکم سے جذیمہ الابرش کی رگ ہفت اندام کاٹ دی گئی۔ اس کے بعد اس قدر خون بہا کہ جذیمہ مر گیا جیسا کہ کتب اخبار میں لکھا ہوا ہے۔

جذیمہ کی حکومت

طبری لکھتا ہے کہ جذیمہ تمام عرب حکمرانوں میں سب سے زیادہ صائب الرائے تھا، وہ مکر و فریب سے دور اور وعدوں اور ارادوں کا سچا تھا۔ سب سے پہلے اسی کو تمام عراق پر حکمرانی حاصل ہوئی اور اس نے لشکر کو مرتب کیا۔ اسے برص ہو گیا تھا اس وجہ سے تعظیماً اس کی کنیت وضاح رکھی گئی تھی۔ اطراف و جوانب کے کئی بادشاہ اسے ہدایا و تحائف بھیجتے تھے۔ مختلف ممالک سے اس کے پاس وفود آتے تھے۔ اس نے اپنے زمانہ حکومت میں طسم و جدیس سے ان کے ملک ایمامہ میں جا کر جنگ کی، جب حسان بن تبع نے بھی ان پر حملہ کیا تو یہ پھر واپس ہو گیا۔ واپسی کے دوران اس نے حسان بن تبع کا منہ پھیر دیا لیکن نفع کے بجائے اسے نقصان اٹھانا پڑا۔ جذیمہ اکثر عرب عاربہ سے لڑتا رہا، وہ کاہن بھی تھا کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ بنو ایاد پر بھی اس نے حملہ کیا تھا جو عین اباغ میں رہتے تھے۔ بنو ایاد اس کی جنگ سے تنگ ہو کر پھر صلح کے خواستگار ہوئے۔

عدی کی حکمرانی

بنو ایاد میں عدی بن نصر بن ربیعہ بن عمرو بن الحرث بن مسعود بن مالک بن عمرو بن نمارہ بن لخم نہایت خوبصورت جوان تھا جو بنو ایاد کی بہن کی اولاد سے تھا۔ جذیمہ نے پھر اسے بنو ایاد سے طلب کیا لیکن جب بنو ایاد نے اس کے دینے سے انکار کیا تو جذیمہ نے نہایت ہی سختی سے جنگ کی دھمکی دی۔ بنو ایاد نے پھر جذیمہ کے ان دونوں بتوں کو چرا کر منگا لیا جس کی وہ پوجا کرتا تھا جب جذیمہ کو یہ معلوم ہوا تو اس نے بنو ایاد سے ان بتوں کو طلب کیا، بنو ایاد نے اس شرط پر ان بتوں کے واپس دینے کا وعدہ کیا کہ جنگ ختم کر دی جائے، جذیمہ نے اس شرط کو قبول کر لیا لیکن اس کے ساتھ یہ شرط اور بڑھا دی کہ ان دونوں بتوں کے ساتھ عدی بن نصر بھی آئے گا۔

رقاش اور عدی کی شادی

بنو ایاد اور جذیمہ کی باہم اس شرط پر صلح ہو گئی۔ جب عدی بن نصر جذیمہ کے پاس آیا تو جذیمہ نے عدی بن نصر کو اپنا شرابدار بنا لیا۔ اس دوران جذیمہ کی بہن (زرقاش) اس پر عاشق ہو گئی لیکن عدی نے اسے ملنے سے انکار کیا تب رقاش نے عدی کو یہ ترکیب بتلائی کہ جس وقت جذیمہ شراب

نوشی میں مشغول ہو تو اس سے میرے ساتھ منگنی کی درخواست کرنا۔ پہلے تو عدی اس امر پر راضی نہیں ہوا لیکن جب رقاش نے اصرار کیا اور دیگر لوگوں نے بھی اسے ابھارا تو عدی نے عین شراب نوشی کے وقت جذیمہ سے کہا، جذیمہ نے اس کی بات منظور کر کے اسی شب کو رقاش کی شادی عدی سے کر دی۔ لیکن جب دوسرا دن ہوا اور جذیمہ کا نشہ فرو ہوا اور اس نے لوگوں کی زبانی رقاش کے عقد کا حال سنا تو جذیمہ رنج اور غصے سے اپنے ہونٹ چبانے لگا۔

عدی کا فرار ہونا

عدی یہ سن کر جان کے خوف سے بھاگ کر بنوایاد کے پاس جا پہنچا اور انہی میں اس کا انتقال ہو گیا۔ جذیمہ نے پھر عدی کی بڑی تلاش کی لیکن ہاتھ نہیں آیا لہٰذا وہ مجبور ہو کر رہ گیا۔ اتفاق وقت سے رقاش اسی شب میں عدی سے حاملہ ہو گئی تھی چنانچہ مدت حمل پوری ہونے کے بعد اس کے بطن سے عمرو پیدا ہوا، عمرو نے پھر اپنے ماموں جذیمہ کی آغوش شفقت میں پرورش پائی۔

عمرو کا ذکر

جب یہ بڑا ہوا تو مجنوں ہو گیا یا بعضے کے مطابق جن نے اسے بے ہوش کر دیا تو اس وجہ سے گھر سے غائب ہو گیا۔ جذیمہ نے پھر اطراف و جوانب میں اس کے غائب ہونے کی خبر کر دی۔ اتفاق وقت سے مالک و عقیل پسران فارج بن مالک بن العنس (از بنو عتفا قضاعہ) عمرو کو راستہ میں مل گئے۔ مالک و عقیل نے اس کا نام و نسب دریافت کیا، جب انہیں اس کی حالت سے آگاہی ہوئی تو وہ دونوں عمرو کو جذیمہ کے پاس لے آئے۔ جذیمہ اور اس کی والدہ اس کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ جذیمہ نے پھر ان دونوں کو اپنی مصاحبت میں رکھ لیا اور جس کام کے سلسلے میں وہ آئے تھے، اس نے پورا کر دیا جیسا کہ کتب اخبار میں تفصیل سے لکھا ہے۔

ملکہ الزباء کی حکومت

طبری لکھتا ہے کہ حیرہ و مشارف شام میں عرب کا حکمران عمرو بن ظرب بن حسان بن اذنیہ بن اسمیدع بن ہوبز عملاتی تھا جس سے جذیمہ کی زبردست جنگ ہوئی، اثنائے لڑائی میں عمرو ابن الظرب مارا گیا تب اس کی جگہ اس کی لڑکی الزباء جسے نائلہ کہتے تھے، تخت نشین ہوئی۔ اس کے لشکر میں بقایا عمالقہ (از عاد اولیٰ)، نہند و سلیح پسران حلوان اور وہ لوگ جو قبائل قضاعہ کے تھے، اس کے ساتھ موجود تھے۔ ملکہ الزباء شط فرات پر رہتی تھی اور وہیں اس نے ایک محل بنوایا تھا۔ جب اس کی حکومت کو ایک گونہ مضبوطی اور استقلال ہو گیا تو یہ اپنے باپ کا بدلہ جذیمہ سے لینے کے لئے تیار ہو گئی لیکن مصلحتاً لڑائی کے عوض حیلہ سے کام لینا زیادہ مناسب سمجھ کر اس نے اپنی حکمت عملی کے ذریعے جذیمہ کو اس امر پر ابھارا کہ اس نے ملکہ الزباء سے شادی کا پیام بھیجا۔ ملکہ الزباء نے اس پیام کو قبول کر کے اپنے ملک میں بلا بھیجا۔ اس امر میں جذیمہ کی قوم نے جذیمہ کے ساتھ موافقت کی لیکن قیصر بن سعد بن عمرو بن جذیمہ بن قیس بن ازلی بن نمارہ بن لخم نے اس کے انجام پر غور کرتے ہوئے جذیمہ کو اس کے ارادے سے روکنا چاہا لیکن جذیمہ نے اس کے کہنے پر کچھ خیال نہیں کیا۔ جب جذیمہ نے عمرو بن عدی (اپنے بھانجے) سے اس امر کے سلسلے میں مشورہ کیا تو عمرو بن عدی نے جذیمہ کی رائے سے اتفاق کیا۔

قیصر کا مشورہ

اس وجہ سے جذیمہ نے اپنی جگہ عمرو بن عدی کو اپنی قوم میں اپنا قائم مقام بنا دیا اور پھر لشکر کی حکومت اور سرداری عمرو بن عبدالجن کو دے کر خود براہ غربی فرات ملکہ الزباء کی سمت روانہ ہوا۔ جب یہ ملکہ الزباء کے ملک کے قریب پہنچا تو ملکہ کی طرف سے ہدایا اور تحائف آئے۔ اس کے بعد خود ملکہ نے اپنے لشکر کے ہمراہ اس کا استقبال کیا۔ قیصر نے اس وقت بھی جذیمہ کو بہت سمجھایا اور یہ کہا کہ اگر ملکہ الزباء کی فوج تجھے گھیر لے تو یہ سمجھ لینا

کہ ملکہ نے دغا دی، ایسی حالت میں جس طرح ممکن ہو لشکر کو پھاڑ کر نکل آنا۔

جذیمہ کا قتل

جذیمہ نے قیصر کے کہنے پر کچھ خیال نہیں کیا اور بے تامل ملکہ کے پاس تن تنہا چلا گیا۔ ملکہ نے اس کا نہایت احترام کیا لیکن چند ساعت بعد اس کی رگ ہفت اندام کاٹ دی گئی۔ جس سے خون بہتا رہا اور آخر کار جذیمہ مر گیا۔ قیصر یہ واقعہ دیکھ کر لوٹ کھڑا ہوا، جب وہ اپنے ملک پہنچا تو اس کی قوم اس سے برگشتہ ہو کر عمرو بن عبدالحق کی طرف مائل ہو گئی لیکن اس کے بعد قیصر نے ایسی معقول چال اختیار کی کہ جس سے اس کی قوم عمرو بن عدی کے قابو میں آ گئی۔

سرنگ تعمیر ہوتی ہے

اس کے بعد عمرو بن عدی نے اپنے ماموں جذیمہ کے خون کا بدلہ لینے کی تیاری شروع کر دی۔ اس وقت ملکہ الزباء سے کاہنوں نے یہ کہہ دیا کہ تیری ہلاکت فلاں شخص کے ہاتھ سے ہوگی اور اس کی علامات بھی بتا دیں۔ ملکہ الزباء کو یہ سن کر سخت تشویش پیدا ہوگئی اور اس نے اسی وقت ایک مصور عمرو بن عدی کی تصویر کھینچ لانے پر متعین کیا چنانچہ وہ مصور عمرو بن عدی کی تصویر مع اس کے لشکریوں کے کھینچ لایا۔ اس کے بعد ملکہ الزباء نے عمرو بن عدی اور اس کے لشکریوں کی تصویریں دیکھ کر اس بات کا یقین کر لیا کہ میری ہلاکت اسی کے ہاتھ سے ہوگی، اس لئے اس نے ایک راستہ اپنے دربار سے قلعہ تک زمین کے اندر اندر بنوا لیا۔

قیصر کے حیلے

عمرو بن عدی نے پھر قیصر کو سازش سے ملکہ کے پاس روانہ کیا، قیصر نے ملکہ کے پاس پہنچ کر عمرو بن عدی کی سخت شکایت کی اور یہ ظاہر کیا کہ مجھ پر یہ تمام مصائب اس وجہ سے ڈالے گئے ہیں یعنی یہ کہ عمرو بن عدی کو یہ شبہ پیدا ہو گیا ہے کہ جذیمہ میری سازش سے مارا گیا ہے، اب میں اس کے پاس رہنے سے موت کو بہتر سمجھتا ہوں۔ ملکہ نے یہ سن کر قیصر کی بے حد عزت کی اور اسے اپنے دربار میں حاضر رہنے کا حکم دیا۔ جب الزباء کو قیصر پر کامل اعتبار ہو گیا تو کئی اونٹوں پر اسباب تجارت بار کر کے اس نے اسے عراق کی طرف روانہ کیا۔ اس کے بعد قیصر اور عمرو بن عدی کی حیرہ میں ملاقات ہوئی۔ عمرو بن عدی نے قیصر سے تمام مال اور اسباب خرید کر قیصر کو پھر ملکہ الزباء کی طرف روانہ کر دیا۔ ملکہ الزباء کو قیصر کے واپس آنے سے اس پر اور زیادہ اعتبار اور بھروسہ ہو گیا، اس نے پھر اسے دوبارہ اور زیادہ مال و اسباب دے کر روانہ کیا۔ عمرو بن عدی نے اس مرتبہ پہلے سے بھی زیادہ معاوضہ دے کر واپس کیا۔ لیکن تیسری بار عمرو بن عدی کے لشکریوں نے دانستہ قیصر کے قافلہ کو لوٹ لیا اور عمرو بن عدی بھی ان میں شامل تھا۔

ملکہ الزباء کا خاتمہ

اب جب قیصر واپس ہو کر ملکہ الزباء کے پاس واپس آیا تو ملکہ الزباء اپنے محل سے قافلہ کو لینے کے لئے نکلی۔ جس وقت وہ قافلہ میں پہنچی تو اسے معلوم ہوا کہ یہ وہ قافلہ تجارت نہیں ہے جسے اس نے روانہ کیا تھا بلکہ اس میں عمرو بن عدی کے لشکری ہیں۔ ملکہ الزباء اسی شش و پنج میں تھی کہ عمرو بن عدی نے پہنچ کر اسے اس راستہ پر روک لیا جو ملکہ الزباء کے دربار سے قلعہ کی طرف نکالا گیا تھا۔ اب اس کے لشکریوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں، ملکہ الزباء نے کسی نہ کسی طرح اپنے کو اس ہجوم سے نکال کر اس راستہ تک پہنچایا جسے اس نے اپنی جانبری کا باعث سمجھ رکھا تھا لیکن اس کی بدقسمتی کہ وہاں پہلے سے عمرو بن عدی وہاں موجود تھا۔ اس نے ایک ضرب شمشیر سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد اہل شہر پر جو کچھ گزرنا تھا، وہ گزرا اور عمرو بن عدی مظفر و منصور ہو کر واپس آ گیا۔

عمرو کا انتقال

عمرو بن عدی نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی، وہ ہمیشہ جنگوں میں منہمک رہا۔ محل میں آرام سے بیٹھنے پر لڑائی کے خوفناک میدان کو اس نے ہمیشہ فضیلت دی۔ عرب کے حکمرانوں میں سب سے پہلے اسی نے حیرہ کو دارالسلطنت بنایا۔ اہل حیرہ نے اپنی کتابوں میں ملوک عرب سے اس کو عراق پر حکمرانی کرتے ہوئے پایا ہے۔ حتیٰ کہ ملوک الطوائف اس سے دبتے تھے یہاں تک کہ اردشیر بن بابک کا اہل فارس میں دور حکومت آیا۔

عراق کو روانگی

ہشام بن کلبی ابن اسحاق کی روایت سے تحریر کرتا ہے کہ آل نصر کے عراق آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ربیعہ بن نصر نے ایک دن خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر شق اور سطیح کاہنوں نے یہ کی کہ حبشہ ان سے حکومت چھین لیں گے اس وجہ سے ربیعہ بن نصر نے اپنے اہل بیت (خاندان) سے جنہیں مناسب سمجھا عراق کی طرف روانہ کر دیا۔ اس نے پھر ایک خط شاہ فارس سابور بن خرزاد کو لکھ دیا۔ بادشاہ فارس نے اس کے خاندان والوں کو حیرہ میں ٹھہرایا۔ ربیعہ بن نصر کی نسل میں سے نعمان بن عمرو بن عدی بن ربیعہ بن نصر ہے۔

نعمان کا بیان

چند مورخین یہ لکھتے ہیں کہ منذر بادشاہ ساطرون (تنوخ قضاعہ) کی اولاد سے ہے، ابن اسحاق نے علماء کوفہ سے یہی روایت کی ہے جبکہ حضرت جبیرؓ بن مطعم صحابی سے روایت کی جاتی ہے کہ جس وقت نعمان کی تلوار عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائی گئی، تو آپ نے جبیرؓ بن مطعم کو طلب فرمایا کیونکہ جبیرؓ بن مطعم عرب اور قریش کا نسب خوب جانتے تھے اور انہوں نے اس کی تعلیم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پائی تھی۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تلوار جبیرؓ کو سپرد کر دی اور دریافت کیا کہ من کان النعمان یا جبیرؓ (اے جبیر! نعمان کن سے تھا) جبیرؓ نے کہا نعمان من اسلاف قنص ابن معد یعنی (وہ نعمان) قنص ابن معد کی اولاد سے تعلق رکھتا تھا۔

بنو قنص کا ذکر

سہیلی لکھتا ہے کہ قنص بن معد کی اولاد حجاز میں منتشر ہوگئی تھی اس وجہ سے کہ ان میں اور ان کے یک جدی خاندان میں شہر تنگ ہونے کے بعد سے جنگیں شروع ہو گئیں لہٰذا قنص بن معد کی اولاد سواد عراق کی طرف چلی آئی اور یہ زمانہ ملوک الطوائف کا تھا۔ انہوں نے پھر اردوانیوں سے معرکہ آرائی کی اور بعض ملوک الطوائف پر حملہ کر کے انہیں سواد عراق سے نکال دیا۔ لیکن اس کے بعد اشلاء نے انہیں زیر کر لیا اور قبائل عرب میں شامل ہو کر ان کے نسب میں داخل ہو گیا۔ طبری لکھتا ہے کہ جس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے جبیرؓ بن مطعم سے نعمان کا نسب دریافت کیا تھا اس وقت جبیرؓ نے کہا تھا کہ عرب ماہرین کا یہ خیال ہے کہ اشلاء قنص بن معد سے ہے اور وہ سب عجم ابن قنص کی نسل سے ہیں لیکن یہ کہ لوگوں نے عجم کی تصحیف کر دی اور اس کی جگہ لخم کہنے لگے۔ ابن اسحاق کہتا ہے کہ تمام عرب مورخین کا یہ خیال ہے کہ نعمان بن المنذر لخم کی اولاد سے ہے۔ جس نے ربیعہ بن نصر میں پرورش پائی تھی واللہ اعلم۔

امراء القیس کی حکومت

بہرحال عمرو بن عدی کے ہلاک ہونے کے بعد عرب اور تمام عراق وحجاز و جزیرہ پر امراء القیس بن عمرو بن عدی بادشاہ ہوا۔ آل نصر اور عمال فارس میں سے اسی نے سب سے پہلے عیسائی مذہب اختیار کیا تھا۔ ہشام کی روایت کے مطابق یہ ایک سو پندرہ برس زندہ رہا جس میں سے زمانہ سابور میں تیئس برس، زمانہ ہرمز بن سابور میں ایک برس، زمانہ بہرام بن ہرمز میں تین برس، زمانہ بہرام بن بہرام میں اٹھارہ برس اور زمانہ سابور میں ستر برس رہا۔ یہ بھی سابور کے دور میں مر گیا۔

عمرو کی حکمرانی

اس کی جگہ پھر عمرو بن امراء القیس حکمران ہوا۔ جس کی تیس برس حکومت رہی۔ اس کے بعد اوس بن قلام عملقی حاکم ہوا۔ ہشام یہ روایت کرتا ہے کہ یہ بنو عمرو بن عملاق سے ہے، پانچ برس اس کی حکومت رہی۔ بعد ازاں جوجب بن عتک بن لخم نے اسے مار کر حکومت لے لی۔ وہ پھر زمانہ بہرام بن سابور میں مرگیا اور اس کی جگہ امراء القیس بن عمرو پچیس برس حکومت کرتا رہا۔ یہ زمانہ یزدجرد اثیم میں ہلاک ہوا۔

نعمان کی حکومت

اس کی جگہ پھر نعمان بن امراء القیس حاکم ہوا جس کی ماں شقیقہ ربیعہ بن ذہل بن شیبان صاحب خوانق کی لڑکی ہے۔ نعمان بن امراء القیس ملوک آل نصر میں سب سے زیادہ دلیر اور بہادر تھا۔ اس نے تیس برس حکومت کی پھر وہ زاہد ہوگیا اور ترک سلطنت کر کے صحرا کی طرف چلا گیا۔

بہرام کا ذکر

بعضے مورخ کہتے ہیں کہ یزدجرد اثیم نے اپنے لڑکے بہرام کو تعلیم دینے کے لئے اسی نعمان بن امراء القیس کے سپرد کیا تھا لیکن طبری باستثناء علماء فارس لکھتا ہے کہ جس کے سپرد بہرام کی تعلیم اور تربیت کی گئی تھی وہ منذر بن النعمان بن امراء القیس ہے بہرحال بہرام تکمیل تعلیم فنون جنگ اور آداب شاہی کے بعد اپنے باپ کے پاس آیا اور تھوڑے دن ٹھہر کر پھر منذر کے پاس چلا گیا۔ اس دوران میں یزدجرد اثیم مرگیا تو اہل فارس نے ایک شخص کو اردشیر کی اولاد سے تخت نشین کر دیا۔ انہوں نے بہرام سے اس وجہ سے اعراض کیا کہ اس نے عرب میں پرورش پائی تھی اور وہ آداب عجم سے ناواقف تھا۔ جب اس کی اطلاع منذر کو ہوئی تو اس نے ایک لشکر جرار مرتب کیا اور اپنے بیٹے نعمان کی افسری میں فارس کی طرف روانہ کیا اس غرض سے کہ شاہ حال فارس کو تخت سے اتار کر بہرام کے سر پر شاہی تاج رکھ دیا جائے۔ چنانچہ نعمان بن منذر نے فارس پہنچ کر شاہی شہر کا محاصرہ کر لیا، اس کے بعد منذر لشکر عرب اور اس کے ساتھ بہرام بھی آ گیا۔ اہل فارس نے اس خوفناک لشکر سے ڈر کر بہرام کی بادشاہت کو تسلیم کر لیا۔ بعد ازاں بہرام نے منذر کے کہنے سے اہل فارس کی خطائیں معاف کر دیں اور منذر اپنے ملک واپس آ گیا۔

حیرہ پر حرث کا حملہ

ہشام بن الکلبی لکھتا ہے کہ پھر حرث ابن عمرو بن حجر الکندی ایک بڑا لشکر لے کر بلاد معد اور حیرہ پر چڑھ گیا جس کو تبع بن حسان ابن تبع نے بادشاہ بنایا تھا۔ نعمان بن امراء القیس نے نکل کر اس کا مقابلہ کیا لیکن جنگ کے دوران میں نعمان اور چند لوگ اس کے خاندان کے مارے گئے۔ اس کے ہمراہی میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور منذر بن النعمان الاکبر اور اس کی ماں ماء السماء کو نجات مل گئی۔ یوں آل نعمان کی حکومت پریشان ہوگئی اور حرث بن عمرو ان تمام بلاد کا حکمران ہوگیا جن کی حکمرانی آل نعمان کر رہے تھے۔ ہشام کے سوا دیگر مورخین کا یہ بیان ہے کہ جس نعمان کو حرث نے قتل کیا تھا وہ منذر بن نعمان کا بیٹا ہے اور اس کی ماں ہند بنت زید مناۃ بن زید اللہ بن ربیعہ بن ذہل بن شیبان ہے۔

حرث اور قباد کی صلح

آگے چل کر ہشام اپنی کتاب میں تحریر کرتا ہے کہ جب حرث بن عمرو نے آل نعمان سے حکمرانی چھین لی تو قباد نے اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ حرث بن عمرو کی حکومت چونکہ کمزور تھی اس وجہ سے اس نے قباد سے اس شرط پر اس وقت صلح کر لی کہ عرب فرات سے آگے نہ بڑھیں۔ جب حکومت فارس کمزور ہوگئی تو اس نے عرب کو اطراف سواد میں فرات کے پرلی طرف لوٹ مار کرنے کا اشارہ دے دیا۔ جب شاہ فارس نے پھر اسے لڑائی سے دھمکایا تو اس نے کہلا بھیجا کہ عرب کا گروہ ایک نہیں ہے جسے میں روک لوں بلکہ ان میں مختلف قبائل شامل ہیں۔ اس لئے وہ انہیں مال کے علاوہ کسی چیز سے لوٹ مار کرنے سے نہیں روک سکے گا۔ یہ سن کر شاہ فارس نے عرب کو سواد کا ایک حصہ دے دیا۔

شمر کے حملے

اس کے بعد حرث نے ایک طرف سے تو شاہ یمن کو فارس پر حملہ کرنے کے لئے ابھارا اور دوسری طرف سے اپنے برادر زادہ شمر ذوالجناح کو قباد سے لڑائی لڑنے کے لئے بھیجا چنانچہ شمر ذوالجناح نے قباد سے جنگ کی اور رے تک اس کا تعاقب کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ شمر پھر خراسان کی طرف بڑھا۔ اس دوران تبع نے اپنے لڑکے حسان کو صعد کی طرف روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ وہ سرزمین چین تک لڑتا ہوا چلا جائے۔ اس نے پھر اپنے برادر زادہ یعفر کو روم کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ جس نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا یہاں تک کہ اہل قسطنطنیہ نے خراج دینا اور اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد اس نے رومہ کی طرف قدم بڑھائے لیکن طاعون نے اس کے ہاتھ پاؤں ایسے ڈھیلے کر دیئے کہ ان سب کو رومیوں نے دفعتۃً حملہ کر کے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد شمر ذوالجناح نے جو خراسان کی طرف گیا تھا، اس نے حیلوں سے محاصرے کے بعد سمرقند پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد وہ چین کی طرف بڑھا اور ترک کو شکست دی لیکن اس سے تین برس پہلے حسان یہاں پہنچ گیا تھا۔ وہ دونوں اکیس برس تک وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ حسان وہیں مر گیا۔

شمر کا خاتمہ

ہشام یہ واقعہ لکھ کر کہتا ہے کہ صحیح اور متفق علیہ امر یہ ہے کہ یہ دونوں اموال اور ذخائر جواہرات لے کر اپنے ملک واپس آ گئے تھے۔ اس کی وفات یمن میں ہوئی ہے اور اس نے ایک سو بیس برس حکومت کی ہے۔ اس کے بعد ملوک یمن سے کسی نے جنگ کے لئے بغاوت نہیں کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے یہودیت کو اختیار کر لیا تھا۔ ابن اسحاق لکھتا ہے کہ جو تبع تبابعہ سے مشرق کی طرف گیا ہے وہ اخیر تبع یعنی تبان اسعد ابو کرب ہے۔ واللہ اعلم۔

منذر کی حکومت

ہشام لکھتا ہے کہ انوشیروان نے حرث بن عمرو کے بعد منذر بن نعمان کو حیرہ کا حکمران بنایا تھا جو اپنے باپ نعمان کے قتل کے وقت بچ گیا تھا۔ اس کے بعد وہ فارس کی طرف سے اسود بن منذر کے بعد عرب کا سات برس تک حکمران رہا۔ اس کی ماں ماویہ بنت نعمان ہے۔ اس کے بعد نعمان بن اسود بن منذر نے چار برس تک حکمرانی کی۔ اس کی ماں ام الملک ہمشیرہ حرث بن عمرو تھی۔ ان دونوں کے بعد ابو یعفر بن علقمہ بن مالک بن عدی بن الذمیل بن ثور بن اسد بن ازلی بن نمارہ بن لخم تین برس تک اس کا جانشین رہا پھر منذر بن امراء القیس حکمران ہوا جس کی ماں ماء السماء بنت عوف بن جشم بن ہلال بن ربیعہ بن مناۃ بن عامر بن خبیب بن سعد بن الخزرج بن تیم اللہ بن نمر بن قاسط ہے۔ اس کی حکومت انچاس برس تک رہی۔

عمرو بادشاہ بنتا ہے

اس کے بعد اس کا بیٹا عمرو بن منذر حکمران ہوا جس کی ماں ہند بنت الحرث بن عمرو بن حجر آکل المرار ہے۔ سولہ برس تک اس کی حکومت کا زمانہ رہا۔ اسی کی حکومت کے آٹھویں برس عام الفیل ہوا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی ہے۔ اس کے بعد عمرو بن ہند نے شقیقہ قابوس کو چار برس تک بادشاہ بنائے رکھا، اس کے بعد منذر چار برس پھر نعمان بن منذر بائیس برس تک آٹھ برس زمانہ ہرمز میں اور چودہ برس زمانہ پرویز میں اپنے ملک کا بادشاہ رہا۔

بنی نصر کا خاتمہ

اسی نعمان کے دور حکومت میں آل نصر کی حکومت جزیرے میں کمزور ہو گئی بلکہ اس کے بعد پھر آل نصر کا کوئی حکمران نہیں ہوا۔ یہ وہی ہے جسے کسریٰ پرویز نے قتل کر کے اس کی جگہ حیرہ اور عرب کی حکومت کا مالک ایاس بن قبیصہ طائی کو کیا تھا۔ اس کے بعد حیرہ کی حکومت مرزبانان فارس کے قبضے میں چلی گئی یہاں تک کہ اسلام کا نورانی آفتاب چمک اٹھا اور فارس کی حکومت بھی جاتی رہی۔ بہر حال ایاس بن قبیصہ حیرہ میں مہر جان مرزبان فارس کی ماتحتی میں نو برس تک حکمرانی کرتا رہا اس کے بعد حیرہ میں دوسرا مرزبان آیا جس کا نام زاذویہ بن ماہانی ہمدانی تھا، یہ سات برس تک تا زمانہ

توران بنت کسریٰ اپنے علاقے پر حکمران رہا۔

حضرت خالدؓ کا عراق پر حملہ

اس کے بعد منذر بن نعمان بن منذر حکمران ہوا، عرب اسے غرور کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو کہ یوم اجداث بحرین میں مارا گیا تھا۔ مسلمانوں نے جس وقت عراق پر حملہ کیا تھا اس وقت خالدؓ بن ولید نے حیرہ کا محاصرہ کرلیا اور اہل حیرہ کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ اس کے بعد ایاس بن قبیصہ شرفاء حیرہ کو ہمراہ لے کر خالدؓ بن ولید کی خدمت میں آیا اور پھر ایک لاکھ ساٹھ ہزار درم دے کر ان سے صلح کرلی۔ خالدؓ بن ولید نے پھر عہد نامہ اور امان نامہ اسے لکھ دیا، یہ پہلا جزیہ تھا جو عراق میں مسلمانوں نے وصول کیا تھا۔

ایاس کا ہٹنا

اس طرح ایاس بن قبیصہ نے جب مسلمانوں کو جزیہ دے کر مصالحت کرلی تو کسریٰ فارس کو اس کا یہ فعل سخت ناگوار گزرا، اسی وجہ سے اس نے اسے معزول کر دیا۔ اس کی حکومت نو برس رہی جس کے ایک برس نو مہینے بعد مسلمانوں نے مختلف ممالک پر حملہ کیا۔

یزدجرد کا پیغام

انہی دنوں میں عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) تخت خلافت پر رونق افروز ہوئے اور انہوں نے سعدؓ ابن ابی وقاص کو لڑائی کے لئے فارس کی طرف روانہ کیا۔ جب یزدجرد کو اس واقعہ سے آگاہی ہوئی تو اس نے مرزبان حیرہ کو لکھ بھیجا کہ وہ قابوس بن قابوس بن منذر کو عربوں کے مقابلہ پر بھیجے اور اس سے یہ وعدہ کرلے کہ وہ عرب کے جس شہر کو فتح کرے گا اس کا وہی مالک ہوگا جیسا کہ اس سے پہلے اس کے آباد اجداد سے عہد و پیمان کیا گیا تھا۔ یوں ویسا ہی عہد و پیمان بکر بن وائل کے ساتھ کیا گیا۔

قابوس کا خاتمہ

قابوس تو اس خبر کے سنتے ہی قادسیہ جا پہنچا جبکہ اس دوران بکر بن وائل کو ذی قار میں مثنیٰ ابن حارثہ نے گرفتار کرلیا۔ قابوس پر قادسیہ میں یہ واقعہ گزرا کہ لڑائی کے دوران میں اس کا لشکر بے قابو ہو گیا اور خود یہ میدان جنگ میں مارا گیا۔ یہ ان لوگوں کی یادگار تھا جو ملوک آل نصر بن ربیعہ سے باقی رہ گئے تھے۔ اس طرح ان کی حکومت فارس کی حکومت کے ساتھ جاتی رہی۔ مغیرہؓ بن شعبہ نے پھر ہندہ بنت نعمان سے اور سعدؓ بن ابی وقاص نے صدقہ بنت نعمان سے عقد کرلیا تھا جس کا واقعہ نہایت مشہور ہے۔

آل نصر کی حکمرانی کا عرصہ

ہشام کے نزدیک پانچ سو بیس برس میں آل نصر کے حکمرانوں میں سے بیس شخصوں نے حکومت کی جبکہ بروایت مسعودی تیئس شخصوں کی چھ سو بیس برس حکومت رہی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابتداء آبادی حیرہ سے بناء کوفہ تک پانچ سو برس کی مدت ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ان کے متعلق روایتیں

آل نصر بن ربیعہ بن کعب بن عمرو بن عدی اول کے حکمرانوں کی یہ ترتیب وہی ہے جسے طبری نے ابن کلبی وغیرہ سے نقل کیا ہے لیکن اس کے دیگر مورخین آل نصر کے حکمرانوں کی ترتیب میں اختلاف کرتے ہیں اگرچہ انہوں نے اس بات پر اتفاق کرلیا ہے کہ عمرو بن عدی کے بعد اس کا لڑکا امراء القیس پھر اس کا لڑکا عمرو بن امراء القیس تخت حکومت پر بیٹھا ہے اور یہ ان میں تیسرا حکمران ہے۔

بنونصر کا بیان

علی بن عبدالعزیز جرجانی اس کے انساب میں عمرو کا ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتا ہے کہ اس پر پھر اوس بن قلام عملقی نے دفعتہً حملہ کر دیا اور خود بادشاہ بن گیا۔ کچھ روز بعد پھر جحب بن عتیک لخمی نے اسے مار کر حکومت چھین لی پھر اس کے بعد امراء القیس بن عمرو ثالث پھر اس کا بیٹا نعمان اکبر ابن امراء القیس بن الشقیقہ (جس نے ترک سلطنت کر کے فقیری اختیار کر لی تھی) اس کے بعد اس کا بیٹا منذر اس کے بعد اس کا بیٹا اسود بن منذر پھر اس کا بھائی منذر بن منذر پھر نعمان بن اسود بن منذر پھر ابو یعفر بن علقمہ بن مالک بن عدی بن الذمیل بن ثور بن اسنش بن ربی بن نمارہ بن لخم پھر اس کے بعد امراء القیس بن نعمان الاکبر پھر اس کا بیٹا امراء القیس بادشاہ ہوا جس کے بعد حرث بن عدی کندی والا مشہور واقعہ پیش آیا یہاں تک کہ دونوں میں صلح ہوگئی اور منذر نے اس کی بیٹی ہند سے شادی کر لی جس کے بطن سے عمرو پیدا ہوا۔ بعد ازاں منذر کے بعد عمرو بن ہند پھر قابوس بن منذر اس کا بھائی پھر منذر بن منذر اس کا دوسرا بھائی پھر اس کا بیٹا نعمان بن منذر بادشاہ بنا۔

جرجانی کا بیان

جرجانی کا یہ بیان طبری کی تحریر کے بالکل عین مطابق ہے سوائے حرث بن عمرو کندی کے کیونکہ طبری نے نعمان اکبر بن امراء القیس اور اس کے بیٹے منذر کے بعد حرث بن عمرو کا واقعہ تحریر کیا ہے جبکہ جرجانی نے منذر بن امراء القیس بن نعمان کے بعد لکھا ہے۔ اس منذر اور منذر بن نعمان اکبر کے درمیان پانچ حکمران گزرے ہیں جن میں کہ ابو یعفر بن الذمیل بھی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

مسعودی کی روایت

مسعودی اس ترتیب کی مخالفت کرتا ہے، وہ لکھتا ہے کہ نعمان اکبر کے بعد امراء القیس نے (جس کو قائد الفارس کہتے ہیں) پینسٹھ برس تک بادشاہت کی، اس کے بعد اس کا بیٹا منذر پچیس برس حاکم رہا۔ یہاں تک تو وہ طبری اور جرجانی کی ترتیب سے ملتا ہے پھر آگے چل کر ان دونوں کی مخالفت کرتا ہے اور اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ نعمان بن منذر نے پینتیس برس حیرہ پر حکمرانی کی (یہ وہی حکمران ہے جس نے خورنق کو آباد کیا تھا) اس کے بعد اسود بن نعمان نے بیس برس اور اس کے بیٹے منذر نے چالیس برس حکومت کی جس کی ماں ماء السماء۔ نمر بن قاسط (بطن ربیعہ) سے ہے اور یہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عمرو ابن المنذر چوبیس برس رہا۔ اس کے بعد اس کا بھائی نعمان بادشاہ ہوا جس کی ماں کا نام یامہ تھا، اسی کو کسریٰ نے قتل کیا ہے اور یہی ملوک حیرہ کا آخری حکمران ہے۔

سہیلی کیا لکھتا ہے؟

سہیلی لکھتا ہے کہ منذر بن ماء السماء کے دو بیٹے عمرو و نعمان تھے، عمرو بنت الحرث آکل المرار کے بطن سے تھا اور یہ حیرہ کے بڑے حکمرانوں میں سے تھا۔ اسے محرق کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں اس وجہ سے کہ اس نے شہر ملہم کو یمامہ کے پاس جلا دیا تھا۔ یہ کسریٰ انوشیرواں کی جانب سے حکمرانی کرتا تھا، اس کے بعد اس کا بھائی نعمان بن منذر حاکم ہوا جس کی ماں یامہ تھی، اسے کسریٰ پرویز بن ہرمز بن انوشیروان نے زید بن عدی بن زید عبادی کی ساز باز سے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد اس نے اس کے مارے جانے کی کہانی اور ایاس بن قبیصہ طائی کی حکومت کا حال لکھا ہے۔ اور اس کے بعد حرب ذی قار کا حال تحریر کیا ہے جس میں عرب عجم پر غالب آ گئے تھے۔

عمرو کا حملہ

ابن سعید ان کی حکومت کی ابتداء کے بارے میں یوں بیان کرتا ہے کہ بنو نمارہ عمالقہ کے لشکریوں میں سے تھے اور وہ شام اور حیرہ میں ان کی طرف سے الزباء کے ساتھ حکومت کرتے تھے۔ جب الزباء نے جذیمہ کو تہ تیغ کیا تو عمرو بن عدی جو جذیمہ کی بہن کا لڑکا تھا، اپنے ماموں کے خون

کا بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا، اس نے پھر الزباء کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور لب فرات عراق میں حیرہ آباد کیا۔

عمرو کی حکمرانی

صاحب تواریخ الامم کا یہ بیان ہے کہ عمرو بن عدی نے زمانہ ملوک الطوائف میں ایک سو اٹھائیس برس تک حکومت کی، اس کے بعد امراء القیس بن عمرو بادشاہ ہوا۔ جب یہ مر گیا تو اردشیر بن سابور نے حیرہ پر اوس بن قلام عملقی کو بادشاہ مقرر کیا، جس کے بعد امراء القیس بن عمرو بن امراء القیس معروف بہ محرق پھر اس کا بیٹا نعمان بن شقیقہ بادشاہ بنا جس نے شیبان آباد کیا، خورنق کی بناڈالی اور جو آخر عمر میں تارک الدنیا ہو گیا۔

نعمان کی حکومت

تیس برس اس کے بعد اس کا بیٹا منذر (جس نے بہرام گور کی مدد کی تھی) چوالیس برس حکمران رہا پھر اس کے بعد اس کا بیٹا اسود پھر اس کا بھائی منذر بن منذر پھر نعمان بن اسود بادشاہ ہوا کسریٰ نے پھر ناراض ہو کر اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ الذمیل بن لخم کو حکمران بنایا، یہ شاہی خاندان سے نہ تھا اس کے بعد پھر اسی خاندان میں حکومت آ گئی۔

حرث کندی کا حاکم بننا

چنانچہ امراء القیس بن نعمان اکبر (جو ابن شقیقہ کے نام سے مشہور ہے) بادشاہ بنا جس نے بکر بن وائل سے جنگ کی، اس کے بعد اس کا بیٹا منذر بن ماء السماء حاکم ہوا۔ ماء السماء کلیب کی بہن ہے، قباد نے پھر ایک زندیق شخص کی اتباع پر اسے مجبور کرنا چاہا تو اس نے انکار کر دیا، اس نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ حرث بن عمرو بن حجر کندی کو بادشاہ بنایا پھر اسے انوشیرواں نے حکمران بنایا یہاں تک کہ حرث اعرج غسانی نے یوم حلیمہ میں اسے قتل کیا جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

عمرو کی حکومت

اس کے بعد عمرو بن ہند بادشاہ ہوا جس کا اصل نام یامہ تھا۔ یہ امراء القیس بن حجر کی پھوپھی تھی۔ عمرو بن ہند کو محرق ثانی بھی کہتے ہیں، اس لحاظ سے کہ اس نے قبیلہ تمیم میں سے قبیلہ بطور دارم جلا دیا تھا کیونکہ انہوں نے اس کے بھائی کو قتل کر ڈالا تھا۔ جب اس کی خبر عمرو بن ہند کو ہوئی تو اس نے قسم کھائی کہ ایک خون کے عوض میں ان میں سے سو آدمیوں کو جلا دوں گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس نے سولہ برس زمانہ حکومت انوشیروان میں حکومت کی۔

حرث کا خاتمہ

اس کے بعد اس کا بھائی قابوس بن ہند حاکم ہوا، یہ اعرج تھا، پھر اسے بنو یشکر میں سے کسی نے مار ڈالا تھا اور اس کی جگہ انوشیرواں نے حیرہ پر اپنے کسی مرزبان کو مقرر کیا۔ جب عرب نے اس کی اطاعت نہیں کی تو مجبور ہو کر منذر بن ماء السماء کو حکمران بنایا۔ منذر تخت حکومت پر بیٹھتے ہی شام کی طرف اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بڑھا۔ لیکن حرث اعرج غسانی نے اسے بھی قتل کر دیا۔

نعمان کا عیسائی بننا

بعدازاں اس کی جگہ اس کا لڑکا نعمان بن منذر حکمران بنا، یہ ملوک حیرہ میں سے زیادہ مشہور ہے۔ عرب کے وفود اس کے پاس بکثرت آئے اس نے پھر بنی جفنہ میں سے بہت سے آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ بعدازاں وہ عدی بن زید کی تحریک سے نصرانی ہو گیا اور اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا۔ لیکن پھر اس نے عدی بن زید کو کسی شبہ سے قید کر دیا۔ جب کسریٰ نے عدی کے بھائی کی سفارش سے عدی کی سفارش کی تو نعمان نے اسے حالت قید

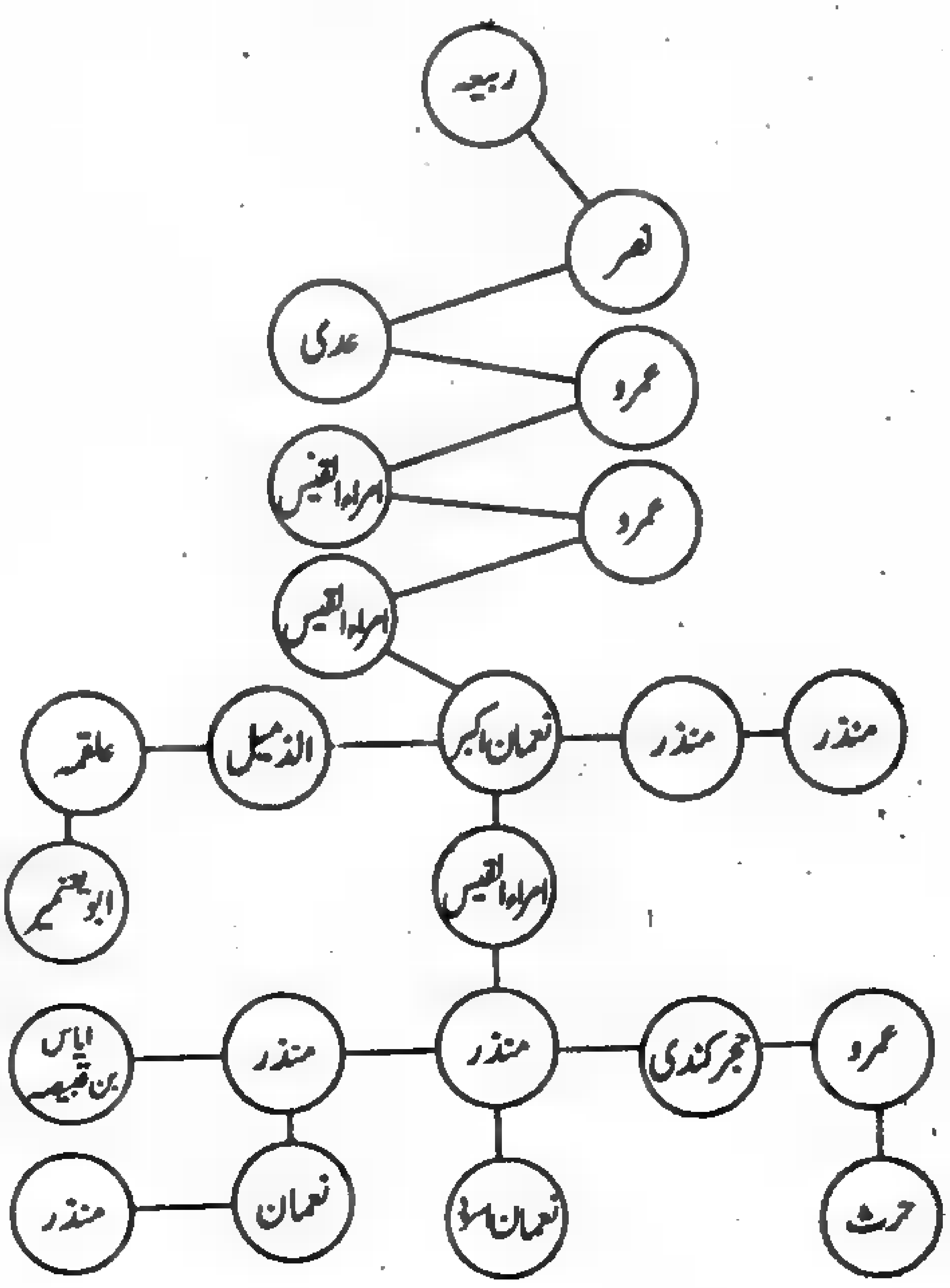
ہی میں مار ڈالا۔ عدی کا بیٹا زید جب بڑا ہوا تو کسریٰ نے اسے اپنا ترجمان مقرر کر دیا۔ اس نے کسریٰ پرویز کو نعمان سے بدظن کر دیا اور اس کے ساتھ جنگ فارس اور روم میں شامل ہوا۔ لڑائی میں فارس کو شکست ہوئی اور نعمان ایک گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ سے بھاگنے لگا۔ جب اس سے گھوڑا طلب کیا تو اس نے گھوڑا دینے سے انکار کیا اور ایاس بن قبیصہ نے اپنا گھوڑا دے دیا۔

نعمان کا خاتمہ

اس واقعہ کے بعد نعمان وفد میں شامل ہو کر کسریٰ کے پاس آیا تو کسریٰ نے اسے مار ڈالا اور اس کی جگہ حیرہ پر ایاس بن قبیصہ کو حاکم بنایا لیکن عرب نے نعمان کے مارے جانے کے بعد اس کی اطاعت نہیں کی اور نہ اس کی حکومت مستقل طور پر رہی۔ ایاس کے مرنے کے بعد حیرہ پر فارس کی طرف سے آل منذر مرزبانان فارس کی نگرانی میں حکومت کرنے لگے یہاں تک کہ مسلمانوں کی عالمگیر فتوحات نے حیرہ کو بھی اپنے جھنڈے تلے لے لیا۔

بیہقی کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنونصر بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ سب سے پہلے نعمان بن شقیقہ عیسائی ہوا۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ نعمان ثانی عیسائی ہوا، اس کے بعد عرب نے ان سب اطراف و جوانب کا اس کے بیٹے منذر کو حاکم بنایا تھا جسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لشکر نے مار ڈالا۔ تواریخ الامم میں درج ہے کہ بنونصر وغیرہ سے حیرہ کے پچیس بادشاہ چھ سو برس کی مدت میں ہوئے واللہ اعلم۔ اگرچہ وہ ترتیب طبری و جرجانی کی ترتیب سے کافی حد تک ملتی ہے۔ واللہ وارث الارض ومن علیھا وھو خیر الوارثین۔

حیرہ کے ملوک کا شجرہ



کندہ کے حکمرانوں کا بیان

نعمان

حجر کا ذکر

طبری کی روایت سے ہشام تحریر کرتا ہے کہ شرفاء کندہ ملوک حمیر کی کارپردازی کرتے تھے۔ حسان بن تبع کا کارپرداز عمرو بن حجر سردار کندہ تھا جس کا باپ حجروہ ہے جسے عرب آکل المرار کہتے تھے۔ یہ حجر کا بیٹا ہے جبکہ عمرو بن معاویہ بن حرث اصغرابن معاویہ بن حرث اکبرابن معاویہ بن کندہ کا اور حسان تبع کا مادری بھائی ہے۔ جب حسان نے بلاد عرب پر حملہ کیا اور حجاز کی طرف گیا تو واپسی کے وقت معدابن عدنان پر اپنے بھائی حجر بن عمرو کو حکمران مقرر کیا جس نے نہایت نیک سیرتی سے ان میں بسر کی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عمرو مقصود حکمران ہوا۔

عمرو کی حکومت

وہ پھر آگے چل کر ہشام سے روایت کرتا ہے کہ جب حسان نے جدلیس پر فوج کشی کی تو حمیر میں اسے اپنا نائب کر گیا۔ اس کے بعد جب وہ مارا گیا اور اس کے بعد اس کا بھائی عمرو بن تبع بادشاہ ہوا تو اس نے اپنے بھائی حسان بن تبع کی بیٹی سے عمرو بن حجر کا عقد کر دیا۔ بنو حمیر نے اس شادی کے سلسلے میں بہت شور وغل مچایا لیکن ان کی ایک نہ سنی گئی۔ کچھ عرصہ بعد بطن بنت حسان اور صلب عمرو بن حجر سے حرث بن عمرو پیدا ہوا اور پھر عمرو بن تبع کے بعد عبد کلال بن متون اصغر (حسان کی اولاد سے) بادشاہ بنایا گیا جس وجہ سے کہ تبع بن حسان کی عقل زائل ہو گئی تھی۔

بنو نعمان کی حکمرانی

عبد کلال عیسائی مذہب رکھتا تھا اور وہ اپنی قوم کے ساتھ برائی سے پیش آتا تھا۔ لوگ اس کی کج خلقی سے تنگ تھے غالباً اسی سبب سے بنو حمیر نے اسے حیلے سے کہ اس نے ایک غسانی کو اپنا مشیر بنا لیا تھا، مار ڈالا۔ اس کے بعد تبع بن حسان اچھا ہو گیا تو لوگوں نے اسے اپنا حکمران بنا لیا۔ بنو حمیر اور عرب پھر اس سے دب گئے۔ جلد ہی اس نے اپنے ہمشیر زادہ حرث بن عمرو بن حجر کندی کو عظیم الشان لشکر دے کر بلاد معد حیرہ کی طرف روانہ کیا۔ نعمان بن امراء القیس بن شقیقہ سے جنگ ہوئی۔ جنگ کے دوران نعمان اپنے چند گھر والوں کے ساتھ مارا گیا جس کے بعد اس کے ہمراہی میدان جنگ سے بھاگ نکلے لیکن منذر بن نعمان اکبر اور اس کی ماں ماء السماء بچ گئی۔ اسی وقت سے آل نعمان کی حکومت ختم ہو گئی اور حرث بن عمرو ان تمام علاقوں کا بادشاہ ہو گیا جن پر آل نعمان حکومت کرتے تھے۔

حرث کی حکومت

عام مورخین کا یہ خیال ہے کہ جب حرث بن عمرو اپنے والد کے بعد عرب کا بادشاہ ہوا اور اس کی سطوت وغلبہ نے ایک طرح کی شہرت حاصل کر لی تو اسی وقت سے اس نے ملوک حیرہ سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی (حیرہ میں ان دنوں منذر بن امراء القیس حکومت کرتا تھا) اسی دوران کسریٰ قباد اپنے باپ فیروز بن یزدجرد کے بعد تخت فارس پر بیٹھا، یہ مانی زندیق کے مقلدین میں سے تھا۔ اس نے پھر منذر کو اپنے مذہب کی دعوت دی لیکن منذر نے انکار کر دیا۔ تاہم حرث بن عمرو نے اس کا مذہب اختیار کر لیا، اسی وجہ سے کسریٰ قباد نے اسے عرب کا حکمران بنا دیا اور حیرہ میں رہنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد قباد مر گیا۔

منذر کی حکومت

اس کی جگہ پھر اس کا بیٹا انوشیروان تخت نشین ہوا جس نے حیرہ کی حکومت پھر منذر کو دے دی اور حرث بن عمرو کو نہر سواد دے کر راضی کر لیا۔

حرث نے پھر ملک عرب کو اپنے بیٹوں میں اس طرح پر تقسیم کیا کہ حجر کو بنواسد پر، شرجیل کو بنوسعد ورباب پر، سلمہ کو بکر وتغلب پر اور معدیکرب کو قیس و کنانہ پر بادشاہ بنا دیا۔ بعض لکھتے ہیں کہ سلمہ، حنظلہ وتغلب پر اور شرجیل بسعید ورباب دبکر پر حکمران بنایا گیا کچھ روز بعد قیس بن الحرث ان میں آ ملے تھے۔ کتاب الاغانی میں درج ہے کہ اس کا بیٹا شرجیل بکر ابن وائل پر، حنظلہ بنواسد اور بنوعمرو بن تمیم کے ایک گروہ اور رباب پر اور غلفا یعنی معدیکرب قیس پر، سلمہ بن الحرث بنوتغلب ونمر بن قاسط ونمر بن زید منات پر حکمران بنے تھے۔

شرجیل اور سلمہ میں ناچاقی

اس کے بعد شرجیل اور اس کے بھائی سلمہ میں ناچاقی ہوگئی۔ وہ پھر بصرہ وکوفہ کے درمیان یمامہ سے سات منزل پر کلاب سے لڑے۔ کلاب کی طرف سفیان بن مجاشع بن دارم (سلمہ کا دوست) اپنے برادران مادری کو لے کر بڑھا، اس کے بعد سلمہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آ پہنچا۔ تب بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں بنوحنظلہ عمرو بن تمیم۔ رباب بکر بن وائل کو شکست ہوئی اور بنوسعد معہ اپنے ساتھیوں کے واپس چلے گئے۔ اس اثناء میں سلمہ کی طرف سے کسی نے باآواز بلند کہا۔ ''جو شخص شرجیل کو مار ڈالے گا، اسے سو اونٹ دیئے جائیں گے۔'' اس آواز کے سنتے ہی بنوسعد پھر واپس آ گئے اور پہلے سے زیادہ مستعد ہو کر جنگ کرنے لگے۔

شرجیل کا خاتمہ

اس جنگ میں عصیم بن نعمان بن مالک بن غیاث بن سعد بن زہیر بن بکر بن حبیب تغلبی نے شرجیل کو مار ڈالا۔ شرجیل کے مارے جانے کے بعد لڑائی کا خاتمہ ہوگیا۔ جب اس کی خبر اس کے بھائی معدیکرب کو پہنچی تو وہ رنج والم سے مجنون ہوگیا اور اسی حالت جنون میں مرگیا۔ بنوسعد نے فتح حاصل کرنے کے بعد شرجیل کے اہل وعیال کو قید کرنا چاہا تھا لیکن عوف بن شمتہ بن الحرث بن عطارد بن عوف بن سعد بن کعب نے انہیں بحفاظت تمام ان کی قوم کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد سلمہ پر فالج گرا اور اسی صدمے سے وہ مرگیا۔

حجر کی چڑھائی

حجر بن الحرث ایک مدت تک بنواسد پر حکمرانی کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے بنواسد کے پاس رسد اور غلہ طلب کرنے کے لئے اپنا ایک سفیر روانہ کیا۔ لیکن بنواسد نے رسد وغلہ دینے کے بجائے اس کے سفیر کو مارا اور اس کے خط کی اہانت کی۔ حجر ان دنوں تہامہ میں تھا، جب اسے اس واقعے کی اطلاع ملی تو وہ ربیعہ، قیس اور کنانہ کو لے کر ان پر چڑھ گیا اور ان کے خون کو مباح کر دیا۔ اس نے ان کے رؤساء کو گرفتار کرلیا اور عبید ابن الابرص کو ایک جماعت کے ساتھ گرفتار کیا گیا۔ کچھ روز بعد عبید بن الابرص نے ایک شعر لکھ کر حجر کے پاس بھیجا جس سے خوش ہو کر حجر نے اسے آزاد کر دیا۔

اس کا خاتمہ

کچھ عرصے بعد بنواسد نے وفود حجر کے پاس روانہ کئے، جب وہ حجر کے پاس پہنچ گئے تو ایک موقع دیکھ کر دفعتہً ایک شخص نے حجر پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ اس قتل کا بانی مبانی علباء بن الحرث کاہل تھا جس کے باپ کو حجر نے قتل کر دیا تھا۔

امراء القیس کا حملہ

جب اس واقعے کی خبر امراء القیس کو پہنچی تو اس نے یہ قسم کھائی کہ جب تک بنواسد سے معاوضہ نہیں لوں گا میں کوئی دنیاوی چیز استعمال نہ کروں گا۔ امراء القیس چونکہ تنہا بنواسد کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اس وجہ سے اس نے بنوبکر اور تغلب سے مدد لینا چاہی چنانچہ بنوبکر وتغلب نے اس کا ساتھ دیا۔ جنگ ہوئی اور بنواسد میدان جنگ سے بعجلت تمام بھاگ کر منذر بن امراء القیس، والی حیرہ کے پاس جا کر پناہ گزین ہوئے۔ اس کے بعد امراء القیس بنوکنانہ پر جا پڑا اور انہیں نہایت سختی سے قتل کیا، اس کے بعد وہ بنواسد کے تعاقب کو چلا لیکن کامیابی کے بغیر ناکام ہو کر واپس چلا آیا۔

امراء القیس کا قتل

بعدازاں بنوبکر وتغلب کے چلے جانے کے بعد موثر الخیر بن ذی جدن (بادشاہ حمیر) کے پاس گیا اوراس سے مدد کا خواستگار ہوا، اس نے پھر پانچ سو حمیری اوراس کے علاوہ عرب کا ایک گروہ اس کے ساتھ کر دیا۔ منذر نے بھی اپنی قوم کو جمع کر لیا اور کسریٰ انوشیروان نے بھی ایک لشکر جرار اس کی مدد پر روانہ کیا۔ دونوں فریق میں سخت جنگ ہوئی، انجام کار امراء القیس کو شکست ہوئی۔ حمیری اور جو لوگ اس کے ہمراہ تھے، وہ میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگے۔ امراء القیس ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے میں چھپتا پھرتا اور دوسری طرف منذر اس کی جستجو کر رہا تھا یہاں تک کہ امراء القیس قیصر کے پاس گیا اوراس سے مدد کا خواستگار ہوا۔ آخر قیصر نے اس کی امداد کی لیکن طماح نے اس کی ساری امیدوں کا خاتمہ کر دیا یعنی حکمت عملی سے اسے زہر دلا دیا۔ واللہ اعلم۔

کندہ کے حکمران

جرجانی لکھتا ہے کہ ان بادشاہوں کے بعد یہ نہیں معلوم ہوا کہ پھر کندہ کے حکمرانوں کو حکومت وسلطنت نصیب ہوئی یا نہیں، بہر حال عرب انہیں کندۃ الملوک کہتے ہیں۔ اس وقت حسان بن عمرو بن جور تمیم پر اور معاویہ بن شرجیل بن حصن بنو عامر پر یوم جبلہ حکومت کرتے تھے اور جور معاویہ بن حجر آکل المرار پر اور ملک مقصود عمرو بن حجر کو کہتے ہیں۔ ابن سعید لکھتا ہے کہ ثور بن عفیر بن حرث بن مرۃ بن ادو بن یشجب ابن عبید اللہ بن زید بن کہلان کا لقب کندہ تھا اور وہ یمن کے بلاد شرقی میں رہتا تھا۔ اس کا دار الحکومت دمومن تھا۔ ان میں سے حکومت بنو معاویہ بن غزہ کے خاندان میں تھی جبکہ ملوک تبابعہ میں سے انہیں مصاہرت کا تعلق تھا۔ وہ بنو معد بن عدنان پر حجاز میں اپنی طرف سے بادشاہت کرتے رہتے تھے۔ ان میں سے سب سے پہلے جو شخص حکمران ہوا وہ حجر آکل المرار ابن عمرو بن معاویہ اکبر ہے۔ اسے تبع بن کرب نے جس نے کعبہ پر غلاف چڑھایا تھا، حکومت کی کرسی پر بٹھایا تھا۔ اس کے بعد عمرو بن حجر پھر اس کا بیٹا حرث مقصود بادشاہ ہوا جس نے قباد بادشاہ فارس کے کہنے سے مانی زندیق کی اتباع نہیں کی تھی اوراسی وجہ سے بنو کلب میں مارا گیا اوراس کا مال واسباب لوٹ لیا گیا۔ اس کے بیٹے جو بنو معد پر حکمرانی کرتے تھے، وہ بھی اکثر مارے گئے جن میں حجر بن حرث بھی مارا گیا جو کہ بنو اسد کا حکمران تھا پھر اس کا بیٹا امراء القیس اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اٹھا اور قیصر کے پاس گیا لیکن طماح اسدی کی سازشوں کے ذریعے اسے زہر دے دیا گیا۔ طماح اسدی نے اس کی نسبت یہ غلط مشہور کر دیا تھا کہ امراء القیس قیصر کی لڑکی پر شفیقہ ہے۔ اسی وجہ سے اسے زہر آلود کپڑا پہنا دیا گیا جس کے ذریعہ سے اس کی ساری امیدوں اور پرارمان زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔

آل جبلہ کا ذکر

صاحب التواریخ یہ لکھتا ہے کہ اس کے بعد حکومت بنو جبلہ بن عدی بن ربیعہ معاویہ میں منتقل ہو آئی جس میں سے قیس بن معدیکرب بن جبلہ کی بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ انہیں میں سے اعشیٰ اوراس کی لڑکی عمرہ ہے۔ جس کی جنگوں اور دولت کے حالات مشہور ہیں۔ اس کا بھائی اشعب پھر مسلمان ہو گیا لیکن حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ مرتد ہو گیا تھا جسے ابو بکرؓ کا لشکر گرفتار کر لایا تھا۔ جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ اسی کی نسل سے بنو اشعب ہیں جن کا ذکر دولت امویہ میں آئے گا۔

کندہ کے بطون سے سکون اور سکاسک ہیں۔ سکاسک اس وقت تک شرقی یمن میں مشہور حالت میں باقی ہیں اور اپنے سحر وکہانت میں مشہور ہیں۔ انہیں میں سے تجیب کا بہت بڑا قبیلہ ہے جن میں سے اندلس میں بنو حماوح بنو ذی النون، بنو الافطس ملوک الطوائف سے ہیں۔ واللہ تعالیٰ وارث الارض ومن علیہا۔

غسان کے حکمرانوں کا بیان

اس سے پہلے ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ شام میں سب سے پہلے عربوں میں جس نے حکومت کی ہے وہ عمالقہ ہیں اس کے بعد بنوارم بن شام ہیں جو ارمانین کے نام سے معروف ہیں اور ہم نے اس اختلاف کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ جو لوگوں نے عمالقہ شام میں کیا ہے کہ آیا وہ عملیق بن لاوذ بن ہشام سے ہیں یا عمالیق بن الیفاز بن عیصو سے مشہور بات یہ ہے کہ وہ عملیق ابن لاوذ سے ہیں۔ بنوارم ان دنوں اطراف شام اور عراق میں رہتے تھے۔ طوائف کے حکمرانوں اور ان کے درمیان اکثر معرکہ آرائیاں رہیں جیسا کہ اس سے پہلے اس کا ذکر اشارۃً ہو چکا ہے۔

سمیدع کا ذکر

ان عمالقہ کا آخری حکمران سمیدع بن ہوثر تھا جسے یوشع بن نون نے قتل کر دیا تھا۔ جس زمانے میں بنی اسرائیل شام پر غالب آئے اس کے بعد بنوظرب بن حسان (قبیلہ عاملہ عمالیق) میں حکمرانی چلی آئی، ان کی آخری حکومت ملکہ الزباء بنت عمرو بن سمیدع کی تھی۔ قضاعہ دیار جزیرہ میں ان کی ہمسائیگی میں تھے۔ جب ان کی ہوا بگڑ گئی تو عمالقہ ان پر غالب آئے پھر الزباء کے مرنے کے بعد بنو الظرب بن حسان کی حکومت جاتی رہی۔

تنوخ کی حکومت

اس کے بعد عرب کی زمام حکومت تنوخ (قبیلہ قضاعہ) نے اپنے ہاتھ میں لے لی اور وہ تنوخ مالک بن فہم بن تیم اللہ بن اسود بن دبرہ بن تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ کا بیٹا ہے۔ ان کے حیرہ اور انبار میں جانے، ٹھہرنے اور ارمانیوں کے پڑوس میں رہنے کا حال اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں۔

مسعودی کا بیان

مسعودی کی روایت کے مطابق تنوخ میں سے تین شخصوں نے حکومت کی (1) نعمان بن عمرو (2) اس کا لڑکا عمرو ابن نعمان (3) اس کا بھائی حوار بن عمرو۔ یہ لوگ روم کی طرف سے بادشاہ تھے۔ اس کے بعد تنوخ کے قوائے حکومت کمزور ہو گئے، ان پر پھر سلیح (بطون قضاعہ سے) پھر ضجعم (ضجعم بن سعد بن سلیح کی اولاد سے) غالب آیا جس کا نام عمرو بن حلوان بن عمران بن الحاف تھا۔ تھوڑے دن بعد یہ لوگ عیسائی ہو گئے تو روم نے انہیں عرب کی حکومت دے دی۔ ایک مدت تک یہ حکومت ان کے قبضے میں رہی۔ وہ بلاد مواب (ارض بلقاء) میں رہتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس نے سلیح کو شام کے علاقوں کا بادشاہ بنایا تھا وہ قیصر طیطش ابن قیصر ماہان تھا۔

سلیح کی حکومتیں

ابن سعید لکھتا ہے کہ بنو سلیح کی دو حکومتیں تھیں، ایک تو بنو ضجعم کی اور دوسری بنو عبید کی۔ بنو ضجعم کا زمانہ حکومت ایک زمانے تک رہا یہاں تک کہ غسان کو ان پر غلبہ حاصل ہو گیا یعنی انہوں نے ان کے ملک کو ان سے چھین لیا۔ ان کا آخری حکمران زیادہ بن ہبولہ تھا جو اپنی بقیہ قوم کو لے کر حجاز کی طرف چلا گیا لیکن انہیں حجر آکل المرار، والی حجاز نے قتل کر ڈالا۔ بعض علماء نسب ان بنو ضجعم اور دوس پر تنوخ کا اطلاق کرتے ہیں جنہوں نے بحرین میں قیام کیا تو اس کے بعد ضجعم، بریہ شام کی طرف اور دوس بریہ عراق کی طرف چلے گئے۔ بعد ازاں بنو عبید بن الابرص بن عمرو ابن اشجع بن سلیح حضر پر حکومت کرتے رہے، جس کے آثار اس وقت تک بریہ سنجار میں باقی ہیں۔ انہی میں سے ضیزن بن معاویہ بن عبید مشہور بادشاہ گزرا ہے جسے جرامقہ ساطرون کے نام سے معروف کرتے ہیں۔ اس کا قصہ جو سابور کے ساتھ گزرا ہے وہ مشہور و معروف ہے۔ انتہیٰ کلام ابن سعید۔

بنی کہلان کی حکمرانی

اس کے بعد عرب کی ریاست حمیر سے منتقل ہو کر کہلان کے قبضے میں آ گئی اور وہ بلاد حجاز پر بادشاہ ہوئے۔ وہ پھر ازدیمن سے نکل کر بلاد عک میں زبید و زمع کے درمیان مقیم ہوئے اور اہل عک سے لڑے جن کے حکمران کو ثعلبہ بن عمرو مزیقیا نے قتل کر ڈالا۔ بعض اہل یمن یہ لکھتے ہیں کہ عک

عدنان میں عبداللہ بن اور کا بیٹا ہے اور دار قطنی لکھتا ہے کہ یہ عبداللہ بن عدثان (بالثاء المثلثة وضم العین) کی نسل سے ہے۔ بہر حال وہ پھر ظہران میں آئے اور بنو جرہم سے مکہ میں لڑے جس کے بعد وہ اطراف و جوانب بلاد میں منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد بنو نصر بن الازد شرات وعمان میں، بنو ثعلبہ بن عمرو مزیقیا یثرب میں اور بنو حارثہ بن عمرو مرالظہر ان (مکہ) میں قیام پذیر ہوئے جنہیں کہ خزاعہ بھی کہتے ہیں۔

غسان کا بیان

مسعودی لکھتا ہے کہ عمرو مزیقیا جس وقت سفر کے دوران مقام مکہ پر وارد ہوا تو بنو نصر بن الازد، عمران الکاہن اور عدی بن حارثہ بن عمرو وہیں ٹھہر گئے جبکہ بقیہ لوگ اس کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ بلاد اشعرین وعک دو وادیوں زبید وزمع کے درمیان ایک نہر پر ٹھہرے جسے غسان کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے پھر اس میں سے پانی پیا اور وہ اسی نام سے موسوم ہوئے۔ ان کی پھر معد سے کئی جنگیں ہوئیں جن میں معد کو کامیابی ہوئی اور اس نے انہیں شراۃ کی طرف نکال دیا۔ شراۃ ہی کو جبل الازد کہتے ہیں، یہ پہاڑ شام کے علاقے میں ان پہاڑیوں سے ملا ہوا ہے جو مضافات دمشق اور اردن سے ملی ہوئی ہیں۔

جفنہ کی حکومت

ابن کلبی لکھتا ہے کہ عمرو بن عامر مزیقیا کی اولاد سے جفنہ (جن میں حکمران ہوئے ہیں)، حرث محرق (جس نے سب سے پہلے لوگوں کو آتش میں جلایا تھا)، ثعلبہ (یعنی عنقاء) اور ابو حارثہ وابو حارثہ و مالک وکعب ووداعہ وعوف وذہل ووائل ہوئے ہیں۔ ذہل پھر نجران کی طرف چلا گیا اور اسی سے اسقف وعبیدہ ہیں۔ یہ پچھلے تین اور عمران بن عمر اور ابو حارثہ نے کیونکہ آب غسان نہیں پیا اسی وجہ سے یہ غسان نہیں کہے جاتے۔ جبکہ اولاد مزیقیا سے (1) جفنہ (2) حارثہ (3) ثعلبہ (4) مالک (5) کعب (6) عوف غسان کا پانی پینے کی وجہ سے غسان کہلائے گئے۔ بعض لکھتے ہیں کہ ثعلبہ اور عوف نے بھی غسان نہر کا پانی نہیں پیا تھا۔ بہر حال غسان شام پہنچ کر ضجاعم اور ان کی قوم سلیح کے قریب مقیم ہوئے۔ غسان کی سرداری ان دنوں ثعلبہ بن عمرو بن المجالد بن حرث بن عمرو بن عدی بن عمرو بن مازن ابن الازد اور ضجاعم کی حکمرانی داود اللثق بن ہبولہ بن عمرو بن عوف بن ضجعم کے قبضے میں تھی۔ یہ بنو ضجاعم روم کی طرف سے عرب کے بادشاہ تھے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ غسان نے پھر جو کچھ عرب کی ریاست بنو ضجاعم کے قبضے میں تھی، ان سے چھین لی۔ یہ وہی زمانہ تھا جب روم اور فارس میں چھیڑ چھاڑ ہو رہی تھی۔

قیصر اور ثعلبہ کی خط و کتابت

روم نے پھر اس خیال سے کہ مبادا یہ گروہ فارس سے نہ مل جائے، ان کے حکمران ثعلبہ بن عمر (برادر جذع بن عمرو) سے نامہ و پیام کر کے یہ معاہدہ کر لیا ''اگر کسی وقت عرب بنو غسان سے سرکشی کریں گے تو روم چالیس ہزار رومیوں سے ان کی امداد کرے گا اور اگر کسی وقت روم کو ان کی ضرورت پیش آئے گی تو غسان بیس ہزار جنگ آوروں سے مدد کرے گا۔'' تکمیل معاہدہ کے بعد روم نے انہیں اپنی طرف سے بادشاہ مقرر کر دیا اور ان کی حکمرانی تسلیم کر لی۔ سب سے پہلے جس نے ان میں سے حکمرانی کی وہ ثعلبہ بن عمرو بن المجالد ہے اس کے بعد ثعلبہ بن عمرو بن جفنہ بادشاہ ہوا۔

حرث کی حکومت

جرجانی لکھتا ہے کہ ثعلبہ بن عمرو کے بعد اس کا بیٹا حرث بن ثعلبہ (جس کو ابن ماریہ بھی کہتے ہیں) اس کے بعد منذر بن الحرث پھر نعمان بن منذر بن الحرث اس کے بعد ابو بشر (یا ابو شمر) بن الحرث بن جبلہ ابن الحرث بن ثعلبہ بن عمرو بن جفنہ بادشاہ بنا۔ اکثر نسابین نے اس کا نسب ایسا ہی بیان کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بیٹا ہے عوف ابن الحرث بن عمرو بن عدی بن عمرو بن مازن کا پھر ابو بشر کے بعد حرث الاعرج ابن ابی شمر پھر عمرو بن الحرث الاعرج اس کے بعد منذر بن الحرث الاعرج اس کے بعد الایہم بن جبلہ بن الحرث بن ثعلبہ بن عمرو بن جفنہ پھر اس کے

بعد اس کا لڑکا جبلہ حکومت کے تخت پر بیٹھا۔

حرث کی حکمرانی

مسعودی لکھتا ہے کہ ان میں سے پہلے جس نے حکومت کی وہ حرث بن عمرو مزیقیا ہے جس کے بعد حرث بن ثعلبہ بن جفنہ (یعنی ابن ماریہ ذات القرطین)، اس کے بعد نعمان بن الحرث بن جفنہ بن الحرث، اس کے بعد ابوشمر بن حرث بن ثعلبہ بن جفنہ بن حرث پھر اس کا بھائی منذر بن حرث اس کے بعد اس کا بھائی جبلہ بن حرث پھر عوف بن ابی شمر اس کے بعد حرث بن ابی شمر بادشاہ بنا۔ اسی کے دور حکومت میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے آپ نے پھر اس کی طرف حضرت شجاع بن وہب اسدی کو نامہ نامی دے کر روانہ فرمایا تھا جس میں اسے اسلام کی دعوت دی تھی۔ ایسا ہی کچھ ابن اسحاق نے بھی روایت کی ہے۔ نعمان بن منذر اور حرث بن ابی شمر کا ایک دور تھا اور دونوں ریاست وحکومت کی وجہ سے باہم لڑتے رہتے تھے۔ شعراء عرب مثل اعشی اور حسانؓ بن ثابت وغیرہما ان کے پاس قصائد مدحیہ لے کر جاتے تھے۔ بعد ازاں حرث بن ابی شمر کے بعد اس کا بیٹا نعمان پھر اس کے بعد جبلہ بن الایہم بن جبلہ بادشاہ بنا۔ یہ جبلہ دادا ہے اس جبلہ کا جس نے اپنے دونوں بھائیوں، شمر ومنذر کے بعد حکمرانی کی تھی۔

جفنہ کی حکومت

ابن سعید لکھتا ہے کہ جس نے غسان میں سے سب سے پہلے شام پر حکومت کی اور بنوضجاعم کی حکومت چھین لی وہ جفنہ بن مزیقیا ہے وہ صاحب تواریخ الامم سے نقل کر کے لکھتا ہے کہ جب جفنہ حکمرانی کی کرسی پر بیٹھا تو اس نے جلق (یعنی دمشق) کی بناء ڈالی۔ پینتالیس برس تک اس کی حکومت رہی۔ اس کے بعد حکومت نسلاً بعد نسل اس کے بیٹے کرتے رہے یہاں تک کہ حرث الاعرج ابن ابی شمر کا ظہور ہوا جس کی ماں ماریہ ذات القرطین (بنوجفنہ سے) تھی۔

حیرہ کا حملہ

ابن قتیبہ لکھتا ہے کہ منذر ماء السماء، بادشاہ حیرہ نے ایک لاکھ لشکر لے کر اسی حرث پر چڑھائی کی تھی جس کا مقابلہ حرث نے ایک سو قبائل عرب کو ملا کر کیا تھا جس میں لبید شاعر بھی تھا۔ لبید نے منذر کے قلب پر حملہ کر کے ان میں سے اکثر کو قتل کر ڈالا، چند جو بچ گئے وہ بھاگ نکلے۔ اس کے بعد غسان نے منذر کی باقی فوج پر حملہ کر کے اسے میدان جنگ سے بھگا دیا۔ اس وقت کیونکہ حلیمہ بنت الحرث لوگوں کو جدال وقتال پر ابھار رہی تھی جب کہ وہ لڑائی سے جی چراتے نظر آتے تھے، اسی وجہ سے وہ جنگ یوم حلیمہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کے بعد حکومت حرث اعرج ہی کی اولاد میں رہی۔

جفنہ کی حکمرانی

آخر کار پھر ان میں سے جفنہ بن المنذر حکمران ہوا جسے محرق اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس نے حیرہ، دار السلطنت آل نعمان کو جلا دیا تھا۔ اس کی تیس برس تک حکومت رہی پھر نعمان بن عمرو بن منذر بادشاہ بنا۔ جس نے قیصر سویدا اور قصر حارث صیدا کے قریب بنوایا۔ ان کا شمار مشہور عمارتوں میں ہوتا ہے۔ اس کا باپ بادشاہ نہیں تھا بلکہ فوج کا سپہ سالار تھا۔ اس کے بعد جبلہ بن نعمان حکمران ہوا جس کا قیام صفین میں تھا، اسے اولاً منذر بن منذر ابن ماء السماء نے شکست دی تھی لیکن انجام کار اسی روز منذر مارا گیا۔ اس کے بعد انہی میں سے نو بادشاہ یکے بعد دیگرے ہوئے۔ دسواں ابو کرب نعمان بن حرث تھا جس کا مرثیہ نابغہ نے لکھا ہے۔ اس کا مقام دمشق کے جانب مقام جولان میں تھا۔

ایہم کی حکومت

اس کے بعد ایہم بن جبلہ بن حارث حکمران ہوا جسے ایک قبیلے سے دوسرے کو لڑا دینے کا بہت بڑا ملکہ حاصل تھا چنانچہ اس کی انہی حرکات سے

بعض قبائل عرب فنا ہو گئے۔ یہی فعل اس نے جسر و عاملہ وغیرہ سے بھی کیا تھا۔ یہ تدمر میں رہتا تھا اس کے بعد پھر پانچ حکمرانوں نے ان میں سے حکومت کی، چھٹا ان میں جبلہ ابن ایہم تھا جو ان کا آخری حکمران ہوا ہے انتہیٰ کلام ابن سعید۔

جبلہ کا مسلمان ہونا

جبلہ بن ایہم ہی کے دور حکومت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی روشنی سے دنیا کو منور فرمایا۔ چنانچہ جب شام کی سرزمین بھی آفتاب اسلام سے منور ہو گئی اور اسلامی حکومت نے اپنے سطوت کے پھریرے اڑائے تو جبلہ بن ایہم مسلمان ہو گیا۔ پھر اپنا آبائی ملک و وطن چھوڑ کر مدینہ منورہ چلا آیا۔ اہل مدینہ نے اس کی سخاوت اور دریا دلی سے اس کے آنے پر بہت خوشی اور مسرت ظاہر کی۔ عمر فاروقؓ نے بھی کمال عزت سے اسے ٹھہرایا۔ مدینے میں مہاجرین وانصار اسے عزت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

جبلہ کی قسطنطنیہ روانگی

لیکن کچھ روز بعد اس نے ایک مسلمان کو مارا اور اس کے پاؤں پکڑ کر اسے زمین پر گھسیٹا۔ اس کے بعد عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے روبرو یہ مقدمہ پیش کیا گیا۔

عمرؓ: (جبلہ سے) تم نے اس شخص کو تھپڑ مارا ہے اور اسے پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹا ہے؟

جبلہ: ہاں، میں نے ایسا ہی فعل کیا ہے۔

عمرؓ: کیوں؟ اس نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟

جبلہ: ایک بازاری معمولی آدمی کو مارنے کے لئے کسی قصور کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، ان لوگوں کو گناہ کرنے یا نہ کرنے دونوں باتوں پر مارنا چاہئے۔

عمرؓ: اولاً اسلام نے اس بات کو جائز نہیں رکھا ثانیاً اگر اس نے کچھ قصور بھی کیا ہوتا تو تم اسے میرے روبرو پیش کرتے، تمہیں خود سزا دینے کا حق حاصل نہیں تھا۔

جبلہ: حق کس قسم کا؟ جسے میں خود سزا دے سکتا ہوں اسے امیر المومنین کے روبرو کیوں پیش کروں؟

عمرؓ: تمہاری یہ بات قابل قبول نہیں، تمہیں کسی مجرم کو سزا دینے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ اب تم سے اس جرم کے عوض میں قصاص لیا جائے گا۔

جبلہ: آپ مجھے اس امر کی اجازت دیجئے کہ میں ایسے دین کو چھوڑ دوں جس میں ایک بازاری آدمی کے مقابلہ میں بادشاہ سزا پاتے ہیں۔

عمرؓ: دیکھو، ایسے کلمات زبان سے نہ نکالو، یہ خیالات تمہاری بربادی کا باعث بن جائیں گے۔

جبلہ: مجھے اس کی پرواہ نہیں، اور نہ مجھے ایسے دین کی ضرورت ہے جس میں بازاری لوگ اور بادشاہ ایک ہی درجے میں شمار کئے جائیں۔

عمرؓ: دیکھو، اس جرم کی سزا میں تمہاری گردن ماری جائے گی کیونکہ اسلام میں مرتد بننے کی یہی سزا ہے۔

جبلہ: تو کیا میری بھی گردن ماردی جائے گی؟ مجھے حکم دیجئے کہ میں اس دین کی قیود سے آزاد ہو جاؤں، اس کے بعد میں اس دین کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھوں گا۔

عمرؓ: اگر یہ بات ہے تو میں تجھ سے پہلے اس مسلمان کے مارنے کا قصاص لیتا ہوں اس کے بعد مرتد ہونے کی وجہ سے تیری گردن زنی کا حکم دیتا ہوں۔

جبلہ: آپ مجھے ایک رات کی مہلت دیجئے تا کہ میں اپنے بارے میں غور کرلوں۔

عمرؓ: اچھا میں تجھے ایک رات کی مہلت دیتا ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر جبلہ کی حفاظت اور نگہبانی کا حکم دیا۔ جبلہ پھر اٹھ کر اپنے گھر میں آیا لیکن رات کو کسی وقت نگہبانوں کی آنکھ بچا کر قسطنطنیہ چلا گیا اور وہیں تا بقاء حیات رہا یہاں تک کہ سنہ 20 ہجری میں مر گیا۔

ندامت کا اظہار

اکثر مورخین کی روایت ہے کہ جبلہ اپنے اس فعل پر نادم ہوا اور تا عمر اپنے کیے پر پشیمان ہو کر روتا رہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ حسانؓ بن ثابت کے پاس اکثر تحائف بھیجتا تھا کیونکہ انہوں نے دور جاہلیت میں اس کی اور اس کی قوم کی مدح لکھی تھی۔ ہشام یہ روایت بیان کرتا ہے کہ شجاع بن وہبؓ کو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جبلہ کی طرف روانہ کیا تھا۔

غسان کے بادشاہ

مسعودی لکھتا ہے کہ شام میں تمام ملوک غسان گیارہ ہوئے ہیں۔ نعمان اور منذر جبلہ وابوشمر کے بھائی ہیں۔ آل جفنہ کے علاوہ شام پر اور لوگوں نے بھی حکمرانی کی تھی مثلاً حرث اعرج یعنی ابوشمر بن عمرو بن حرث بن عوف اور یہ عوف ثعلبہ بن عامر کا دادا اور دادو والمشق کا قاتل ہے۔ اس کے بعد ان پر ابوجبیلہ بن عبداللہ بن حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن الخزرج بن ثعلبہ بن مزیقیا نے بھی حکومت کی ہے، یہ ابو جبیلہ وہ ہے جس سے مالک بن عجلان نے یہود یثرب کی شکایت کی تھی جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

بنی غسان کا خاتمہ

ابن سعید تاریخ الامم کے صاحب سے روایت کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے کہ چھ سو برس کے عرصے میں تمام ملوک بنو جفنہ میں بتیس حکمران ہوئے پھر غسان کی حکومت شام سے جاتی رہی اور ان کے ممالک کے مالک بنو طے ہو گئے۔ غسان حکومت شام ختم ہونے کے بعد قسطنطنیہ میں رہے پھر جب قیاصرہ کی حکمرانی بھی ختم ہو گئی تو بنو غسان جبل سرکش یعنی بحر طبرستان و بحر نطش میں (جو خلیج قسطنطنیہ سے نکلا ہے) جا کر مقیم ہو گئے۔ اسی پہاڑ میں باب الابواب ہے اور یہیں ترک متنصرہ شرکس وارکس ولاص وکسا کی شاخیں ہیں۔ انہیں کے ساتھ فارس اور یونان کی اکثر نسلیں بھی رہتی ہیں لیکن ان تمام پر شرکس غالب ہیں۔ اس طرح غسان کے قبائل اپنی حکومت قیاصرہ ختم ہونے کے بعد ان پہاڑوں میں چلے آئے اور پھر انہوں نے ایک دوسرے میں مل جل کر اپنے انساب کو ضائع کر دیا۔ اسی سے بعض کا یہ خیال ہے کہ شرکس غسان کی نسل سے ہیں۔ واللہ حکمۃ بالغۃ فی حکمۃ۔

۱۳ 96 88 55 76 47 3٤ 17 9 55 27 10 69

باب:۲۶

اوس اور خزرج کا بیان اور دیگر واقعات

ہم اس سے پیشتر کسی قدر اجمالی کیفیت یثرب کی بتا چکے ہیں کہ یہ شہر یثرب بن غانیۃ بن مہلہل بن ارم بن عبیل ابن عوص کا آباد کیا ہوا ہے۔ عبیل عاد کا بھائی ہے۔ سہیلی کی روایت کے مطابق یثرب قائد بن عبیل بن مہلائیل ابن عوص بن عملیق بن لاوذ بن ارم کا بیٹا ہے۔ یہ روایت بہ نسبت اول کے زیادہ درست ہے۔ ہمارے بیان سے جاسم کے (گروہ عمالقہ سے) حکمران ہونے اور ان کے شاہ ارقم کی حکومت اور پھر بنی اسرائیل کا ان پر غالب آنے اور انہیں قتل کرنے اور حجاز کو عمالقہ کے قبضے سے نکال لینے کا حال کسی قدر معلوم ہو چکا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حجاز اس زمانے میں آباد اور قابل سکونت تھا۔ ہمارے اس بیان کی تائید یہ واقعہ بھی کر رہا ہے کہ جس وقت بنی اسرائیل نے داؤد علیہ السلام کی اطاعت سے انحراف کیا اور ان کے لڑکے اشبوشت کے ہمراہ ہو کر بغاوت کی تو داؤد علیہ السلام معہ سبط یہودا خیبر کی طرف چلے گئے اور ان کا بیٹا پھر شام کا مالک بن بیٹھا۔ بعدازاں سات برس تک معہ سبط یہودا خیبر میں رہے یہاں تک کہ ان کا بیٹا مارا گیا اور داؤد علیہ السلام شام کو واپس آئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی آبادی یثرب سے ملی ہوئی تھی بلکہ شاید خیبر سے بھی متجاوز تھی۔ ہم نے اسی مقام پر بنی اسرائیل کے ٹھہرنے کا حال جو کہ حجاز میں سکونت پذیر ہو گئے تھے اور یہود خیبر اور بنو قریظہ کے اتباع کی کیفیت بھی لکھ دی ہوئی ہے۔

حارثہ کا بیان

مسعودی لکھتا ہے کہ حجاز سیرابی اور تروتازگی میں عمدہ ترین علاقوں میں سے ایک تھا چنانچہ وہ لوگ بلاد یثرب میں مقیم ہوئے اور وہیں اپنے ٹھہرنے اور قابل گزر مکانات بنا کر آپ ہی حکمرانی کرنے لگے۔ کچھ عرصے بعد قبائل عرب بھی آ کر ان میں شامل ہو گئے اور ان کے ساتھ رہنے لگے۔ ان کی زمام حکومت اس وقت کے بیت المقدس کے حکمرانوں کے قبضے میں تھی جو سلیمان علیہ السلام کے بعد یروشلم کے حکمران ہوئے ہیں۔ جب مزیقیا ابتداءً یمن سے نکلا اور غسان نے شام پر قبضہ کر لیا تو پھر وہ مر گیا اور اس کا بیٹا ثعلبہ عنقا حکمران ہوا جس کے مرنے کے بعد ثعلبہ بن جفنہ حکمران ہوا۔ اس نے پھر اپنے لڑکے حارثہ پر سختی کی تب حارثہ چند لوگوں کو ہمراہ لے کر یثرب کی طرف چلا گیا جبکہ بنو جفنہ شام میں ٹھہرے رہے۔ حارثہ نے یثرب پہنچ کر یہود خیبر سے عہد و پیماں لے کر وہیں سکونت اختیار کر لی۔ ابن سعید لکھتا ہے کہ ان دنوں یمن کا حکمران شریب بن کعب تھا اور وہی اس آبادی کا بادشاہ تھا یہاں تک کہ کثرت اور غلبے کی وجہ سے اس کی حکومت تبدیل ہوگئی۔

یثرب کے پرانے لوگ

ابوالفرج اصفہانی اپنی کتاب الاغانی میں لکھتا ہے کہ بنی قریظہ اور بنو نضیر کاہن اولاد کوہن بن ہارون (علیہ السلام) سے تعلق رکھتے تھے، یہ لوگ اس سے پیشتر کہ سیل عرم کی وجہ سے یمن سے جدا ہوں اور اوس و خزرج یثرب آئیں موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد ہی یثرب چلے آئے تھے۔ اس وقت یثرب میں یہود کے آنے سے پہلے عمالیق کی نسل سکونت پذیر تھی اور وہی اس کے قدیم باشندے ہیں۔ ان میں بغاوت و شرارت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور اطراف یثرب میں وہ ہی پھیلے ہوئے تھے چنانچہ مدینہ میں انہی میں سے بنو نعیف، بنو سعد اور بنو الازرق اور بنی نطرون مقیم تھے۔

بنی اسرائیل کی چڑھائی

حجاز کی حکومت ان میں سے ارقم کے ہاتھ میں تھی جس کی حکومت کا دائرہ تیما سے فدک تک پھیلا ہوا تھا۔ اس زمانے میں مدینہ ایک سرسبز

کھیتوں اور باغات کا مقام تھا۔ جس زمانہ میں موسیٰ نے بغرض جہاد برہ پر فوجیں بھیجی تھیں تو عمالقہ کی طرف بھی بنی اسرائیل کا ایک لشکر روانہ کیا اور اسے حکم دیا تھا کہ ان میں سے کوئی باقی زندہ نہ رکھا جائے لیکن بنی اسرائیل نے اس حکم پر عمل نہیں کیا اور ارقم کے لڑکوں کو قتل نہ کیا۔ یوں جب وہ موسیٰ کے بعد شام گئے اور بنی اسرائیل سے ارقم کے لڑکوں کے قتل نہ کرنے کا حال بیان کیا تو بنی اسرائیل نے انہیں شام میں داخل نہیں ہونے دیا اور اس گناہ کی وجہ سے بلاد عمالقہ کی طرف انہیں واپس کر دیا۔

ثمر الروم کا مقام

اس کے بعد وہ واپس ہو کر مدینہ آ ٹھہرے، یہ اولاً یہود کے یثرب میں ٹھہرنے کا ماجرا ہے۔ اس کے بعد وہ لوگ اطراف مدینہ میں منتشر ہو گئے، انہوں نے پھر اپنے علاقوں میں حسب ضرورت قلعے، باغات، مکانات بنائے غرضکہ ایک زمانے تک اسی حالت پر رہے۔ یہاں تک کہ شام میں روم بنی اسرائیل پر غالب آیا اور اس نے انہیں قتل و گرفتار کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو بہدل حجاز کی طرف بھاگے تو روم نے ان کا تعاقب کیا لیکن راستے میں اہل روم شام و حجاز کے درمیان پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گئے اور وہ مقام پھر ثمر الردم کے نام سے موسوم ہوا۔

یہودیوں کی آمد

جب وہ تینوں قبائل مدینہ پہنچے تو انہوں نے عالی مدینہ میں قیام اختیار کیا۔ بنو نضیر قریب پہنچا جبکہ بنو قریظہ اور بنو بہدل نہر روز پر مقیم ہوئے۔ جس زمانے میں اوس و خزرج مدینہ آئے ہیں اس وقت وہاں یہود کے ساتھ دیگر قبائل مثلاً قبیلہ بنو شتمہ، بنو ثعلبہ، بنو زرعہ، بنو قینقاع، بنو یزید، بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو بہدل، بنو عوف اور بنو عصص مقیم تھے۔ بنو یزید اور بنو نعیف بلی سے اور بنو شتمہ غسان سے ہیں۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی نسبت بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ کاہنوں (یعنی بیت المقدس کے مجاوروں) کی اولاد سے ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا لہٰذا جبکہ سیل عرم ہوا اور از دیمن سے نکلے تو ازدشنوہ مقام (سراۃ) میں، خزاعہ طوی میں، غسان بصریٰ وارض شام میں جبکہ ازدعمان طاقت میں اور اوس و خزرج یثرب میں ٹھہرے۔ ان میں سے بہت سے لوگ کھلے میدانوں میں جبکہ بعض دیہاتوں میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ مقیم ہوئے۔ یوں اوس و خزرج نہایت تنگی و مصیبت میں پڑ گئے اس وجہ سے کہ مدینہ میں نہ تو ان کے باغات تھے اور نہ ان کے قبضے میں کاشتکاری اور چراگاہیں تھیں جبکہ حکومت بھی یہود کے قبضے میں تھی۔

مالک کی روانگی

بعد ازاں ایک مدت بعد مالک بن عجلان وفود لے کر ابو جبیلہ غسانی، حکمران غسان کے پاس گیا اور اس نے اسے اپنے ہم قوموں کی تنگی معیشت اور تنگ دستی سے آگاہ کیا۔ ابو جبیلہ نے کہا ''تم بھی عجیب آدمی ہو، تم نے اس زمانے میں اپنے ہمسایوں پر کیوں نہ قبضہ کر لیا جس طرح ہم نے اپنے اہل شہر کو مغلوب کیا تھا۔ خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔ اب تم چلے جاؤ، ہم بعد میں تمہاری امداد کو آئیں گے۔'' مالک بن عجلان یہ خوشخبری لے کر اپنی قوم میں آیا اور ابو جبیلہ کی آمد کا منتظر رہا۔

یہود کا خاتمہ

کچھ عرصے بعد ابو جبیلہ چند آزمودہ کار آدمیوں کو لے کر ذی حرض میں آ اترا اور اوس و خزرج کو اپنی آمد سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد اس خیال سے کہ مبادا یہود اس کی آمد سے مطلع ہو کر قلعہ میں پناہ گزین نہ ہو جائیں، اس نے مدینے کے باہر ایک حوض پر پر تکلف اور ایک خوشنما مکان بنوایا اور اس میں یہودیوں کی شاندار دعوت کی۔ جب یہود اس مکان میں داخل ہوئے تو اس نے انہیں چن چن کر قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد اس نے اوس و خزرج سے متوجہ ہو کر کہا کہ ان یہودیوں کے قتل کے بعد اگر تم نے شہر پر قبضہ نہ کر لیا تو میں تم لوگوں کو جلا دوں گا۔ ابو جبیلہ یہ کہہ کر شام واپس چلا گیا۔

اس کے بعد یہود اور مالک بن عجلان میں آتش عداوت بھڑک اٹھی۔

امرائے یہود کا قتل

کچھ روز بعد جب وہ اس واقعہ کو بھول گئے تو مالک بن عجلان نے صلاح مشورہ سے یہود کی دعوت کی، لیکن یہود نے اس دعوت میں آنے سے انکار کیا اور ابوجبیلہ کی غداری اور دھوکہ دینے کا عذر بیان کیا۔ مالک بن عجلان نے کہا کہ میں ابوجبیلہ کی طرح غدار اور کینہ ور نہیں ہوں اور نہ میں اس کی طرح تمہارے ساتھ دغا کر سکتا ہوں۔ یہود اس کے کہنے میں آ گئے۔ جب وہ لوگ مکان دعوت میں آنے لگے تو مالک نے یہودیوں کے ستاسی رئیسوں کو قتل کیا جو لوگ باقی رہ گئے وہ کسی نہ کسی طرح سے اپنی جان بچا کر بھاگ گئے۔ اس واقعے کے بعد یہود نے جھلا کر مالک بن عجلان کی شکل اپنے کنائس (گرجوں) اور بازاروں میں بنالی اور اس پر لعنت اور نفرین کرنے لگے۔ اس طرح جب مالک نے یہودیوں کو اس حیلے سے ختم کیا تو جو باقی رہ گئے وہ جان کے خوف سے دب گئے اور فتنہ پردازی سے جو اس سے پہلے کرتے تھے، اس سے باز آئے۔ اس کے بعد وہ اوس وخزرج کے قبیلوں سے امداد چاہتے اور ان کے زیر سایہ امن سے رہنے لگے۔ انتہیٰ کلام الاغانی۔

اوس اور خزرج کا بیان

حارثہ بن ثعلبہ کے دولڑکے تھے (1) اوس (2) خزرج۔ ان دونوں کی ماں قیلہ بنت الارقم ابن عمرو ابن جفنہ تھی۔ چند مورخین کہتے ہیں کہ قیلہ کاہن بن عذرہ کی لڑکی (قبیلہ قضاعہ سے) تھی۔ وہ پھر ایک مدت تک ایسی حالت میں رہے یہاں تک کہ ان کی نسلی شاخیں بڑھ گئیں اور ان میں ایک گونہ قوت اور اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کی طاقت آ گئی۔ یہ یاد رہے کہ بنو الاوس کی تمام نسلی شاخیں مالک بن اوس سے نکلی ہیں جن میں حنظلہ بن جشم بن مالک، ثعلبہ اور لوذان (یہ دونوں عمرو بن عوف بن مالک کی نسل سے ہیں)، جبکہ بنوعوف بن عمرو سے خنش و مالک وکلفہ (یہ سب بنو عوف بن مالک سے ہیں)۔

اوس کا قبیلہ

ان کا شجرہ نسب کچھ یوں ہے: مالک بن عوف سے معاویہ وزید اور زید سے عبید وضبیعہ وامیہ اور کلفہ بن عوف سے جحت بن کلف اور مالک الاوس ہی سے حارث وکعب پسران خزرج بن عمرو بن مالک اور کعب سے بنوظفر اور حارث بن الخزرج سے حارثہ وجشم اور جشم سے بنوعبدالاشہل اور اسی (مالک بن الاوس) سے بنوسعید و بنو عامر پسران مرہ بن مالک ہیں جبکہ بنوسعد سے جعادرہ اور بنو عامر سے عطیہ وامیہ ووائل ہیں۔ یہ سب کے سب دراصل زید بن قیس بن عامر کے نسل سے ہیں اور نیز مالک بن الاوس سے بنواسلم و بنو واقف پسران امراء القیس بن مالک ہیں۔ قبیلہ اوس کے یہی اصل قبیلے ہیں۔

خزرج کا قبیلہ

خزرج بن حارثہ کے کعب وعمرو وعوف وجشم وحارث سے پانچ قبیلے ہوئے تھے لہٰذا کعب بن الخزرج سے بنوساعدۃ بن کعب اور عمرو بن الخزرج سے بنونجار (یعنی تیم اللہ بن ثعلبہ بن عمرو) ہیں۔ اس کے علاوہ نجاری قبیلہ کی بہت سی شاخیں ہیں جن میں بنو مالک۔ بنوعدی۔ بنو مازن۔ بنو دینار ہیں مالک بن نجار سے مبذون (جس کو عامر کہتے ہیں) اور غانم وعمرو اور عمرو سے عدی ومعاویہؓ ہیں جبکہ عوف بن الخزرج سے بنوسالم وقواقل اور ثعلبہ ومرضحہ اور سالم بن عوف سے بنوعجلان بن زید بن عصم بن سالم ہیں۔ اسی طرح جشم بن الخزرج سے بنوغضب بن جشم وتزید بن جشم ہیں۔ اس کے بعد غضب بن جشم سے بنوبیاضہ اور بنوزریق پسران عامر بن زریق بن عبد حارثہ ابن مالک بن غضب اور تزید بن جشم سے بنوسلمہ بن سعد بن علی بن راشد بن ساردہ بن تزید اور حارث بن الخزرج سے بنوخدرہ و بنوحرام پسران عوف بن الحارث بن الخزرج ہیں۔ بطون بنی خزرج کے یہی

کل قبائل ہیں۔

یثرب کے یہود

جس وقت مدینے میں ان دونوں قبیلوں یعنی اوس وخزرج کی نسل کی ترقی آئے دن ہوتی گئی اوران کی آبادی کثرت سے ہوگئی تو یہود نے ان کی قوت توڑنے اوران کی طاقت پریشان کرنے کی غرض سے عہد توڑ دیا اوراس عہد و پیمان کالحاظ چھوڑ دیا جوان کے بزرگوں نے اوس وخزرج کے مورث اعلیٰ سے کیا تھا۔اس وقت تک مدینہ میں یہودی کوعزت وثروت حاصل تھی۔اس کے بعد مالک بن عجلان کا ظہور ہوا جس کانسب ابھی مذکور ہو چکا ہے۔اس کے ظاہر ہونے سے قبائل مالک وسودہ کی عزت بہت بڑھ گئی،اس کے بعد یہود نے بدعہدی کی اوراس سے بنی اوس وخزرج کو مصیبتوں میں گرفتار ہونا پڑا۔اس کے بعد پھر مالک بن عجلان ابوجبیلہ والی غسان کے پاس گیا اور پھر جبلہ اس کی مدد کو نکلا (ابوجبلہ لڑکا ہے عبداللہ بن حبیب بن عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن الخزرج کا)۔س کے بعد حبیب بن عبد حارثہ اوراس کا بھائی غانم غسان کے ساتھ شام کی طرف چلے گئے،یعنی انہوں نے خزرج کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

یہود کی بربادی

جب ابوجبلہ کے آنے کی خبر پسران قیلہ (یعنی اوس وخزرج) کو ہوئی تو وہ اس کے استقبال کے لئے باہر نکل آئے اوراسے اس واقعہ سے آگاہ کر دیا کہ یہود تمہارے آنے کی خبرسن کر اپنے قلعوں میں مقیم ہوگئے ہیں۔ابوجبلہ نے یہ سنتے ہی بظاہر یمن کا قصد کیا۔لیکن جب یہود کو یہ معلوم ہوا تو وہ اپنے قلعوں سے نکل آئے۔ابوجبلہ نے پھراوس وخزرج کے مشورے سے رؤساء یہود کی دعوت کی۔جب وہ کھانے میں مصروف ہوگئے تو پھران میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔اس قتل عام کے بعداوس وخزرج کی حکومت کا پھریرا کامیابی کے ساتھ ہوا میں لہرانے لگا اوران کے قدم اعالی اوراسافل مدینہ پر جم گئے۔اس کے بعد یہودیوں کی تعداد کم ہوگئی اوروہ جس قدر ذلت،خواری اورتباہی ورسوائی مین پڑے اسی قدر اوس و خزرج کوتوانائی وعزت وثروت حاصل ہوگئی۔اس کے بعد یہود کے قبضے میں سوائے دوایک قلعہ کے اور کچھ نہ رہ گیا،باقی اطراف یثرب میں جو کچھ تھااس کے مالک اوس اورخزرج بن گئے۔

بعاث کا دن

اس کے بعد یہ دونوں قبیلے یہود کی مغلوبی کے بعد یثرب میں کمال عزت واحترام سے بسر کرنے لگے۔ان کے ہمسایہ (مثل قبائل مضر) ان دونوں قبائل کے ساتھ ہوتے تھے اکثر ان دونوں قبیلوں میں جنگیں ہوتیں۔اس دوران ہر ایک کے حلیف ان کے ساتھ ہوکر اپنے مدمقابل سے لڑتے تھے۔اس کے مشہورترین واقعات میں سے جس میں یہ گھمسان کی جنگ ہوئی تھی،یوم بعاث ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل واقع ہوئی تھی۔ان دنوں خزرج پر عمرو بن نعمان بن صدرۃ بن عمرو بن لہیہ بن عامر بن بیانیہ جبکہ اوس پر حضیر الکتائب ابن ساک بن عتیا ک بن امراء القیس بن ترید بن عبدالاشہل حکمرانی کررہے تھے۔اس جنگ میں خزرج کے ساتھیوں میں اشجع (غطفان سے) جہنیہ (قضاعہ سے) اور اوس کے ساتھیوں میں مزنیہ (امیاء طلحہ بن ایاس سے) قریظہ ونضیر (یہود سے) داخل تھے۔اس جنگ کا عنوان نہایت خطرناک تھا۔عرب کے دو نہایت عظیم الشان قبیلے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں شمشیر بکف نکلے ہوئے تھے۔لڑائی کے شروع میں خزرج کی کامیابی کی صورت دکھائی دیتی تھی لیکن دوپہر کے بعد حضیر نے اثناء جنگ میں اپنے گھوڑے کو میدان جنگ سے پھیر دیا جس کے بعد اوس اوراس کے حلفاء کسی قدر پیچھے کو ہٹے۔ خزرج نے سمجھ کر کہ اوس کو شکست ہوئی،قدم آگے بڑھائے لیکن اس دھوکے میں انہیں شکست اٹھانی پڑی اوران کا سردار عمرو بن النعمان مارا گیا۔

اوس اور خزرج کی بری حالت

اس کے بعد وہ جنگوں سے تھک کر یا یہ کہ ہر ایک اپنی کامیابی سے ناامید ہو کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد اسلام نے انہیں اس خستہ و تباہ حالت میں دیکھ لیا جب کہ وہ فتنہ اور فساد سے کنارہ کش اور لڑائی سے جی چرا رہے تھے۔ بعد ازاں اہل عقبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں حاضر ہوئے اور آپؐ نے انہیں دعوت اسلام دی اور نصرۃ اسلام کے لئے کہا۔ وہ لوگ پھر لوٹ کر اپنی قوم میں آئے اور انہیں اسلام کی روشنی سے آگاہ کیا (جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے)۔ اس کے بعد اہل مدینہ (ان کی قوم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوت دینے سے آپ کی مدد پر متفق الرائے ہو گئے۔ ان دنوں خزرج کی سرداری سعدؓ بن عبادۃ اور اوس کی حکومت سعدؓ بن معاذ کے قبضے میں تھی۔

اوس و خزرج قریش سے تعلق

خلاصہ یہ ہے کہ جب انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں مبعوث ہونے، دین اسلام کے آنے، اہل مکہ کے اعراض کرنے، جھٹلانے اور تکلیف اور ایذا دینے کے حالات سے آگاہی ہوئی تو کیونکہ اس وقت ان میں اور قریش میں بھائی چارہ اور مصاہرت کا تعلق تھا، اس وجہ سے ابو قیس بن الاسلت کو بنی مرہ بن مالک بن الاوس سے روانہ کیا۔ اس نے پھر اہل مکہ کی طرف ایک بڑا قصیدہ لکھ کر بھیج دیا جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و احترام کرنے، انہیں آپؐ سے لڑنے سے ممانعت کرنے اور آپ کو ایذائیں نہ دینے کا ذکر تھا۔ اس کے علاوہ اسی میں اصحاب فیل کے ہاتھوں سے آپ کی بدولت بچنے کا بھی حال مذکور تھا۔ یہ قصیدہ پینتیس بیتوں کا تھا۔ ابن اسحاق نے اسے اپنی کتاب ایسر میں تحریر کیا ہے۔

اسلام کی روشنی

اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے تو اس وقت سے آپ وفود عرب اور حجاج عرب کو حج کے موسم میں دین اسلام اور اس کی نصرت کی دعوت دینے لگے۔ قریش کو یہ بھی گوارا نہ ہوا اور انہوں نے آپ کو تبلیغ احکام الٰہی سے روکنا شروع کر دیا۔ وہ لوگوں میں یہ مشہور کرنے لگے کہ (عیاذاً باللہ) آپ کو جنون ہو گیا لیکن آپ ان سے بے پروا بحکم الٰہی دین اسلام کی دعوت دیتے رہے چنانچہ حج کے ایک موسم میں عقبہ کے قریب آپ کی بنو خزرج کے چھ جوانوں سے ملاقات ہوئی جن میں سے بنو نجار بنو غانم بن مالک سے اسعد بن زراقہ بن عدی بن عبید اللہ بن ثعلبہ بن غانم اور عوف بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غانم اور بنو زریق بن عامر سے رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق اور بنو غانم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن عبد اللہ بن عمرو بن الحرث بن ثعلبہ بن حرام بن کعب بن غانم سے کعب بن رباب بن غانم اور قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن غانم بن سواد بن غانم بنو سلمہ سے اور عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بنو حرام بن کعب غانم بنو عبیدہ سے شامل تھے۔ آپؐ نے پھر ان لوگوں سے دریافت فرمایا "من انتم؟" (تم لوگ کون ہو؟) ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کا تعلق بنو الخزرج سے ہے پھر آپؐ نے فرمایا من موالی یهود (کیا تم موالی یہود سے ہو؟) انہوں نے اس کا اقبال کر لیا۔ تب آپؐ نے ارشاد کیا الا تجلسون اکلم لکم (کیا تم نہیں بیٹھ سکتے ہو کہ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں)۔ وہ لوگ یہ سن کر آپؐ کے روبرو بیٹھ گئے۔ آپ نے پھر انہیں توحید کی تعلیم دی، اسلام کو پیش کیا اور قرآن کی نورانی آیتیں پڑھیں۔

عقبہ اولیٰ کا بیان

وہ لوگ پھر آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے اور ایک دوسرے کے کان میں جھک کے کہنے لگے "جو یہ کہہ رہے ہیں سیکھ لو، بخدا یہ وہی نبیؐ ہیں جن کے مبعوث ہونے کا یہود وعدہ کر رہے تھے۔ دیکھو تاخیر نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ ایمان لانے میں دوسرے لوگ تم سے آگے بڑھ جائیں" یہ باتیں کر کے ان لوگوں نے آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور آپ پر ایمان لائے اور پھر یہ وعدہ کیا کہ جس وقت ہم اپنی قوم میں پہنچیں گے تو انہیں ہم آپ کی امداد پر ابھاریں گے۔ آپؐ نے انہیں پھر دعائے خیر برکت دی۔ جب وہ آپ کی خدمت سے رخصت ہو کر جس وقت مدینہ پہنچے تو انہوں نے پھر اپنی قوم سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بیان کئے اور انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ رفتہ رفتہ آپ کا ذکر خیر مدینہ میں اتنا زیادہ ہونے لگا

کہ کوئی مکان اور انصار کا کوئی جلسہ آپؐ کے تذکرے سے خالی نہیں تھا اور انصار کا کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی زبان پر آپ کا ذکر نہ رہا ہو۔

عقبہ ثانی کی بیعت

اس کے بعد جب سال آئندہ کا موسم آیا تو بارہ آدمیوں نے عقبہ پر جا کر آپ کی بیعت کی جو کہ بیعت عقبہ ثانی کے نام سے موسوم ہے۔ ان میں چھ پہلے والے یعنی اسعدؓ بن زرارہ عوفؓ بن الحرث و معاذؓ ابن الحرث (یہ دونوں عفراء کے بیٹے ہیں) رافع بن مالک عقبہ بن عامر وغیرہم (رضی اللہ عنہم) اور چھ دوسرے تین ان میں سے خزرج کے (یعنی بنو غانم بن عوف سے عبادہؓ بن الصامت بن قیس بن حرام بن ثعلبہ بن غانم اور بنو زریق سے ذکوانؓ بن عبدالقیس بن خلدہ بن مخلد بن عامر بن زریق اور بنو سالم سے عباسؓ بن عبادہ بن نصلہ بن مالک بن عجلان) اور ایک بنی بطون قضاعہ سے ابو عبدالرحمٰنؓ بن زید ابن ثعلبہ بن خریمہ ابن احرم بن عمرو بن عمارہ حلیف خزرج اور دو اوس کے تھے۔ (الہیثمؓ بن التیہان "ان کا نام مالک ہے" بن مالک بن عتیک بن امراء القیس بن زید بن عبدالاشہل اور عویمؓ بن ساعدہ از بنو عمرو ابن عوف)

حضور اکرم کا خطاب

یوں ان بزرگوں نے آپؐ کے مبارک ہاتھوں پر فقط اسلام کی بیعت کی کیونکہ اس وقت تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا۔ وہ بیعت یہ تھی کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ کریں، چوری نہ کریں، زنا نہ کریں، قتل نہ کریں اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔ بیعت لینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

> فان وفيتم فلكم الجنة وان غشيتم من ذالك شيئاً فاخذتم بحده فى الدنيا فهو كفارة له وان سترتم عليه فى الدنيا الى يوم القيامة فامركم الى الله.
>
> ترجمہ: اگر تم نے اس (عہد) کو پورا کر دیا تو تمہارے لئے جنت ہے لیکن اگر ان میں سے تم کسی کے مرتکب ہو گئے اور اس کے عوض دنیا میں تم پر حد جاری کی گئی تو وہ اس گناہ کا کفارہ ہوگا۔ اگر وہ گناہ دنیا میں پوشیدہ رہ گیا تو پھر تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، اگر اس کی مرضی ہوگی وہ تمہیں عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف کر دے گا۔

یثرب میں اسلام

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعبؓ ابن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ یہ انہیں قرآن پڑھاتے اور دین اسلام کی تعلیم دیتے رہے اور نماز پڑھاتے رہے۔ وہ اسعدؓ بن زرارہ کے مکان میں رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ بنو خزرج میں اسلام اس قدر مشہور ہو گیا کہ تھوڑی ہی مدت میں مدینے کے چالیس آدمی مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد اوس کے قبیلے سے سعد بن معاذ بن نعمان بن امراء القیس بن زید بن عبدالاشہل اور ان کے چچا کے لڑکے اسیدؓ بن حضیر الکتائب ایمان لائے، یہ دونوں بنو عبدالاشہل کے سردار تھے ان دونوں ممتاز لوگوں کے ایمان لانے کے بعد اوس کے قبیلے میں اسلام نہایت تیزی سے پھیلنے لگا۔ اس کے بعد ابناء قبیلہ میں کوئی ایسا مکان نہیں تھا جس میں دو ایک شخص (خواہ عورت ہو یا مرد) مسلمان نہ رہے ہوں سوائے بنو امیہ بن زید و خطمہ روائل وواقف کے کہ انہوں نے ابو قیس بن الاسلت کی رائے سے اتفاق کیا تھا، اس دوران کہ ابتدائے اسلام کا زمانہ گزر گیا۔

اسلام کا نور پھیلتا ہے

اس کے بعد مصعبؓ بن عمیر ان اہل مدینہ کے ساتھ مسلمان ہو چکے تھے، مکہ واپس آئے اور آئندہ سال آنے کا وعدہ کیا چنانچہ وسط ایام التشریق میں اہل مدینہ تقریباً تین سو ستر (جن میں عورتیں بھی تھیں) حضور اکرم کی خدمت میں آئے اور انہوں نے اسلام کی آپؐ کے مبارک ہاتھ پر

بیعت کی اور اس امر کا اقرار کیا کہ جو شخص جناب کو تکلیف دینے کا ارادہ کرے گا اس سے وہ جنگ کریں گے اگر چہ قتال کی نوبت آجائے۔

بارہ نقیب

اس کے بعد آپؐ نے بارہ نقیب ان کے لئے منتخب کئے، نو نقیب خزرج میں سے اور تین اوس میں سے۔ سب سے پہلے اس عقبہ ثانیہ میں براءؓ بن معرور بطن بنو تزید بن جشم خزرجی نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ ان کے بعد دیگر لوگ ایمان لائے۔ جب بیعت کی تکمیل ہو رہی تھی تو اس دوران شیطان نے سر عقبہ پر چلا کر کہا ''اے اہل مکہ تم کس غفلت میں ہو، یہاں تمہارے خلاف بیعت کی جا رہی ہے۔'' قریش یہ سنتے ہی دوڑ پڑے لیکن اس وقت تک بیعت تمام ہو چکی تھی چنانچہ مجبور ہو کر اپنی قوم کی جستجو میں چلے۔ راستے میں سعدؓ بن عبادہ سے ملاقات ہو گئی، تنہا پا کر انہیں گرفتار کر کے باندھ دیا لیکن پھر جبیرؓ بن مطعم بن عدی بن نوفل اور حرث بن حرب بن امیہ بن عبد شمس نے انہیں کھول دیا اس وجہ سے کہ ان دونوں کے سعدؓ بن عبادہ سے پہلے کے تعلقات تھے۔

ہجرت ہوتی ہے

اس کے بعد جب مسلمان مدینہ واپس آئے اور اپنے اسلام کو ظاہر کیا تب بیعت حرب ہوئی جس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کا حکم دیا گیا۔ انصار نے پھر نہایت خوشی سے عسرت اور عشرت، تنگی اور فراخی اور رنج و راحت میں لڑنے اور آپ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا اور انتہائی خوشی سے اس بات پر بیعت کی کہ اب ہم آپس میں ایک دوسرے سے نہ لڑیں گے، ہمیشہ جہاں رہیں گے حق پر رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یوں جب بیعت عقبہ تمام ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جہاد کا حکم دیا تو ان لوگوں کو جو مکہ میں عرصہ دراز سے مشرکین کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھا رہے تھے یہ حکم دیا گیا کہ وہ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ میں اپنے بھائی انصار سے جا ملیں۔

مہاجرین کے نام

یوں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرنے لگے جبکہ حضور اکرمؐ وضاحت کے ساتھ حکم ربانی کے انتظار میں ٹھہرے رہے۔ ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں تفصیل سے ان کے اسمائے مبارک لکھے ہیں جنہوں نے ہجرت کی تھی۔ ان میں عمر بن الخطابؓ اور ان کے بھائی زیدؓ اور طلحہؓ بن عبید اللہ و حمزہؓ ابن عبد المطلب و زیدؓ بن حارثہ و انیسہؓ و ابو کبشہؓ (موالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) و عبد الرحمٰنؓ بن عوف و زبیرؓ بن العوام و عثمانؓ ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ اجمعین تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہجرت ہوا، آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنے ہمراہ لیا اور اپنی خواب گاہ میں علی کرم اللہ وجہہ کو لٹا کر مدینہ کو روانہ ہوئے۔ جس وقت آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے تو بنو الاوس میں کلثومؓ بن مطعم بن امراء القیس بن الحرث ابن زید بن مالک بن عوف کے مکان پر فروکش ہوئے۔ ان دنوں خزرج کی حکمرانی عبد اللہ بن ابی ابن سلول کے قبضے میں تھی (یہ ابی بیٹا ہے مالک بن الحرث بن عبید کا اور مادر عبید کا نام سلول تھا اور عبید مالک بن سالم بن غانم ابن عوف بن غانم بن مالک بن نجار کا) جبکہ بنو الاوس کی حکومت ابو عامر بن عبد عمرو ابن صیفی بن نعمان (ضبیعہ بن زید کے لڑکے کی اولاد) کے ہاتھ میں تھی۔ جس وقت اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کو جمع ہوتے دیکھا تو وہ اپنے دینی بغض سے مکے کی طرف بھاگ گیا۔ جب مکہ فتح ہوا تو وہ طائف چلا گیا، اس کے بعد پھر جب طائف بھی فتح ہو گیا تو شام کی طرف چلا گیا اور وہیں مر گیا۔

مسجد نبوی بنتی ہے

اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابو ایوبؓ انصاری کے یہاں رونق افروز ہوئے یہاں تک کہ آپ کا حجرہ اور مسجد تیار ہو گئی۔ آپ پھر وہاں سے اٹھ کر اپنے حجرہ مبارک میں آ رہے۔ بقیہ مہاجرین بھی رفتہ رفتہ آپ سے آ ملے اور اسلام تقریباً تمام اوس اور خزرج میں پھیل گیا۔ اسی روز

سے پھر اہل مدینہ انصار کہلائے جانے لگے کیونکہ انہوں نے دین محمدی کی مدد کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں ٹھہرایا۔

عہد نامہ لکھا جاتا ہے

اس کے بعد رسول کریمؐ نے ایک خطبے میں انصار کے فضائل اور ان کی جمعیت کو بیان فرما کر مہاجرین اور انصار کے لئے ایک عہد نامہ تحریر کرایا۔ بعدازاں یہود سے بھی عہد و پیمان کیا گیا اور وہ اپنے دین وملت اور اموال پر قائم رکھے گئے جیسا کہ ابن اسحاق نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کی قوم سے جنگیں شروع ہوئیں۔ آپؐ ان پر متعدد حملے اعلاء کلمتہ اللہ کی غرض سے کرنے لگے اور رفتہ رفتہ ان پر آپ کو غلبہ حاصل ہوتا گیا جیسا کہ ہم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مفصل بیان کریں گے۔ ان سب لڑائیوں میں انصار نے آپ کا ساتھ دیا اور جان و مال سے آپؐ کے ہمرکاب رہے۔ انصار میں سے اکثر رؤساء شرفا بعض جنگوں میں شہید ہوئے۔

مدینے کے یہود

اسی دوران ان یہود نے مہاجرین اور انصار سے عہد شکنی کی جو یثرب میں رہتے تھے۔ انہوں نے اس عہد نامہ کا پاس نہیں کیا جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لکھ دیا تھا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان یہود سے لڑنے کا حکم دیا۔ آپؐ نے پھر یکے بعد دیگرے ان کا محاصرہ کرنا شروع کر دیا بہر حال بنوقینقاع نے بدعہدی کی اور وہ مسلمانوں سے بحالت غفلت بھڑ گئے اور ایک مسلمان کو شہید کر ڈالا۔ اس وجہ سے ان کا محاصرہ کر لیا گیا لیکن خزرج کی سفارش سے وہ جلاوطن کیے گئے۔ بنونضیر اور قریظہ کا یہ حال ہوا کہ ان میں سے بعض مار ڈالے گئے اور بعض جلاء وطن کر دیئے گئے۔

بنونضیر کا خاتمہ

بنونضیر کا یہ واقعہ جنگ احد و بیر معونہ کے بعد ہوا ہے۔ اس وقت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کے پاس دو عامریوں کے خون بہا کے سلسلے میں گفتگو کرنے تشریف لے گئے تھے۔ جنہیں عمرو بن امیہ نے مار ڈالا تھا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ بنونضیر نے پھر مکر و حیلہ سے آپؐ کے قتل کا مشورہ کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے اس کی اطلاع مل گئی لہٰذا آپؐ نے بحکم الٰہی ان کا محاصرہ کیا۔ انجام کار وہ جلاء وطن ہو کر نکل گئے، ان میں سے بعض خیبر اور بعض بنوقریظہ میں جا کر مل گئے۔ اس کے بعد بنونضیر نے خلاف عہد کیا کہ انہوں نے غزوہ خندق میں قریش کی مدد کی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے فارغ ہوئے تو بحکم الٰہی آپؐ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور پچیس شبانہ روز انہیں محاصرے میں رکھا۔ اس نے پھر ان کی شفاعت و سفارش کی اور یہ عرض کیا کہ بنونضیر کو ہمیں اسی طرح مرحمت فرمایئے جیسا کہ آپؐ نے بنوقینقاع کی بابت خزرج کی سفارش قبول فرمائی ہے۔ اس جھگڑے کو طے کرنے کے لئے سعدؓ بن معاذ حکم مقرر کیے گئے جو غزوہ خندق سے زخمی ہو کر آئے تھے اور مسجد میں رکھے گئے تھے، غرض کہ مسجد سے حکم کے لئے بلائے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سعدؓ سے متوجہ ہو کر ارشاد کیا احکم فی ھؤلاء ان کے بارے میں تو کیا حکم دیتا ہے۔ حضرت سعدؓ نے عرض کیا کہ ان کی گردنیں ماردی جائیں، ان کے مال و اسباب لوٹ لئے جائیں اور عورتیں گرفتار کر لی جائیں۔ رسول اللہ نے یہ سن کر فرمایا حکمت بحکم اللّٰہ (تو نے وہی فیصلہ کیا جو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا) لہٰذا ان کی گردنیں ماری گئیں۔ ان لوگوں کی تعداد چھ سو اور نو سو کے درمیان تھی۔

خیبر کی فتح

پھر سنہ 6 ہجری میں حدیبیہ کے بعد آپؐ نے خیبر کی طرف رخ فرمایا اور ان کا آپؐ نے محاصرہ کیا۔ اس کے بعد بزور تیغ خیبر فتح کر کے آپؐ نے یہودیوں کو قتل کیا اور ان کی عورتوں کو قید کر لیا جن میں کہ صفیہ بنت حی بن اخطب (رضی اللہ عنہا) بھی تھیں، ان کا باپ بنوقریظہ کے ساتھ مارا

گیا۔ اس وقت وہ کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق کے عقد میں تھیں اور اسے محمدؐ بن مسلمہ نے مار ڈالا تھا جبکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر چھ آدمیوں کو لے کر حملہ کیا تھا۔ جب خیبر فتح ہوا تو صفیہؓ مال غنائم اور قیدی عورتوں کی تقسیم کے وقت آپؐ کے عقد میں آ گئیں اس جنگ میں آپؐ کے ہمراہ ایک ہزار چار سو پیادے اور دو سو سوار تھے۔ انہی میں خیبر کا مال غنیمت تقسیم کیا گیا جس کے بعد یہود سے اس بات پر عہد کیا گیا کہ وہ نصف زراعت اور باغات خراج میں دیا کریں اور نصف وہ لیں۔ اس کے بعد یہود تا زمانہ خلافت عمرؓ خیبر میں رہے۔ جب حضرت عمرؓ کا دور خلافت آیا تو انہوں نے انہیں جلاء وطن کر دیا۔

انصار سے حضورؐ کا خطاب

انصار

اس کے بعد جب سنہ 8 ہجری میں مکہ فتح ہوا اور اس کے بعد غزوہ حنین ہوا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم اہل اسلام قریش وغیرہم پر اموال غنیمت تقسیم کرنے لگے۔ اس وقت بعض منافقین کے کہنے سننے سے انصار (رضی اللہ عنہم) میں اس خیال نے جنم لیا کہ اب چونکہ مکہ فتح ہو گیا ہے اور آپ کی قوم نے آپ کے دین پر اتفاق کر لیا ہے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شہر اور ملک میں قیام فرمائیں گے۔ وہ پھر اسی صدمے سے آپس میں یہ کہنے لگے ''ہماری تلواروں سے ان کے خون ٹپک رہے تھے اور ہمارے ہی غنائم ان میں تقسیم کیے جاتے ہیں۔ جب اس کی خبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے انہیں ایک جلسہ میں جمع کر کے ارشاد فرمایا یا معشر الانصار ما الذی بلغکم عنی (اے گروہ انصار ہم کو میری طرف سے طرف کیا خبر پہنچی ہے) انصار نے واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا: الم تکون ضلالا فھداکم اللہ لی وعالۃ ناغناکم اللہ و متفرقین فجمعکم اللہ (کیا تم گمراہ نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے سے ہدایت کی تمہیں اور کیا تم محتاج نہیں تھے؟ پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں غنی کر دیا! اور کیا تم متفرق نہ تھے؟ پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں یک جا کر دیا) فقالو اللہ ورسولہ امن (انصار نے کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کو چاہتے ہیں) فقال لوشئتم لقلتم جئتنا طریداً فادیناک و مکذبا فصد قناک ولکن واللہ انی لاعطی رجالا استالفھم علی الذین وغیرھم احب الی۔ الاِ ترضون ان ینقلب الناس بالشاء والبعیر و تنقلبون برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی رحالکم اما والذی نفسی بیدہ لولا الھجرۃ لکنت امرا من الانصار الناس وثار وانتم شعار ولو سلک الناس شعباً وسلکت انصار شعباو سلکت شعب الانصار (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا ''اگر تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ تم بھاگے ہوئے آئے لہٰذا ہم نے تمہیں جگہ دی اور آئے تم جھٹلائے ہوئے، یوں ہم نے تمہاری تصدیق کی۔ لیکن خدا کی قسم ہے کہ میں ان لوگوں کو اس وجہ سے دیتا ہوں کہ انہیں (خدا کے) دین کی طرف مائل کروں، اس وجہ سے نہیں کہ وہ مجھے اوروں سے محبوب تر ہیں۔ کیا تم اس سے راضی نہیں ہو گے کہ اور لوگ تو بکریاں اور اونٹ لے کر واپس جائیں اور تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لے کر اپنے جائے قیام کو واپس جاؤ۔ آگاہ ہو جاؤ، قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ باہر کے کپڑے ہیں اور تم اندر کے کپڑے ہو یعنی اور لوگ عام ہیں اور تم لوگ خاص ہو۔ اگر دوسرے لوگ ایک راہ اختیار کرتے اور انصار (رضی اللہ عنہم) دوسرا راستہ چلتے تو میں بے شک انصار کے راستے کو اختیار کرتا)۔'' یہ کلمات تشفی آمیز سن کر سب انصار خوش ہو گئے اور رسول اللہ کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے مدینہ منورہ واپس آئے۔ یوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہی میں رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا سے اپنے جوار رحمت میں بلا لیا۔

سقیفہ بنی ساعدہ کا ذکر

اس کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات آیا تو انصار سقیفہ بنی ساعدہ بن کعب میں جمع ہوئے اور خزرج کے سردار سعدؓ بن عبادہ کی بیعت کے لئے بلائے گئے۔ وہ لوگ پھر قریش سے کہنے لگے منا امیر و منکم امیر (ایک ہم میں سے امیر ہو اور ایک تم میں سے امیر ہو) لیکن مہاجرین (رضی اللہ عنہم) نے اس امر سے انکار کر دیا، اس دلیل کے مطابق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تمہارے ساتھ حسن

سلوک کی وصیت کی تھی لہٰذا اگر امارت تمہارے لئے ہوتی تو تمہیں وصیت کی جاتی نہ کہ مہاجرین کو اور اس وصیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں بیان فرمایا تھا جس کے بعد پھر خطبہ پڑھنے کی نوبت نہیں آئی، انصار یہ بات سن کر خاموش ہو گئے۔

حضرت ابوبکرؓ کا خلیفہ بننا

اس کے بعد بشیرؓ بن ثعلبہ بن خلاش بن زید بن مالک بن الاغر بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن الحرث بن الخزرج اپنی جگہ اٹھے اور انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے بعد لوگوں نے بیعت کرنی شروع کر دی۔ حبابؓ بن منذر بن الجموع بن حرام بن کعب بن غانم بن سلمہ بن سعد نے کہا ''اے بشیر تم نے امارت کے سلسلے میں اپنے چچا زاد بھائی کو منتخب کیا۔ بشیرؓ نے جواب دیا ''نہیں بلکہ میں نے یہ نامناسب سمجھا کہ میں اس بات کے بلئے ایسے لوگوں سے جھگڑوں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بنایا ہے۔ بہرحال جب اوس والوں نے بشیرؓ بن سعد کا یہ فعل دیکھا تو وہ کیونکہ خزرج کی امارت پر راضی نہیں تھے اس لئے انہوں نے بھی ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔ لیکن سعدؓ نے بیعت سے انکار کر دیا اور شام کی طرف چلے گئے یہاں تک کہ ان کا وہیں انتقال ہوا۔ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ انہیں کسی جن نے مار ڈالا تھا۔ وہ اس کی سند میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

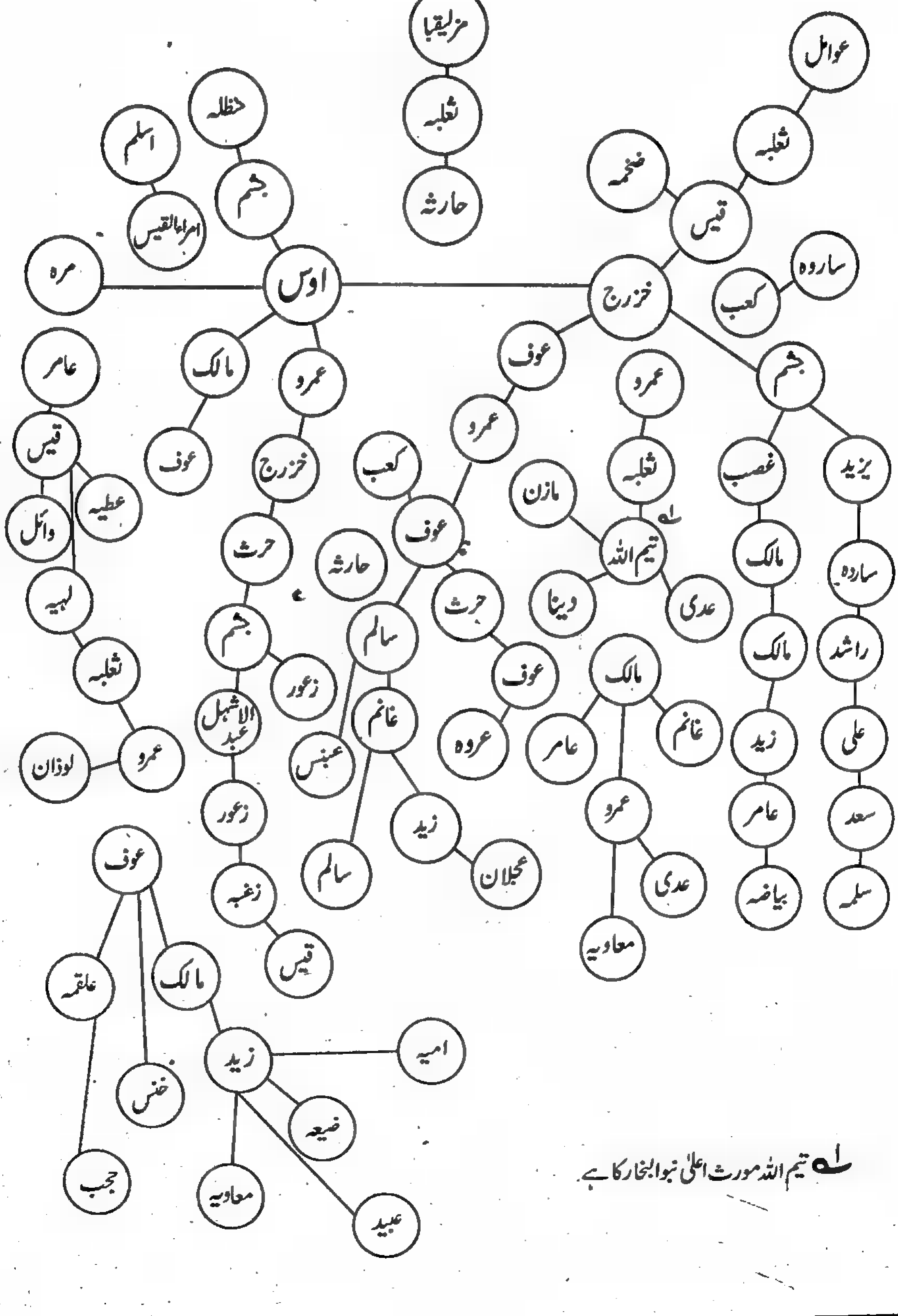
نحن قتلنا سید الخز رج سعد بن عبادہ
فرمیناہ بسھمین فلم نخط فوادہ

اس کے بعد اس کے لڑکے قیسؓ کو ایک گونہ مال حاصل ہو گیا اور فتوحات اسلام میں اس نے بھی معقول حصہ لیا۔ جس زمانے میں جناب امیرؓ اور معاویہؓ کی آپس میں جنگیں ہو رہی تھیں اس وقت وہ جناب امیر کے متعلقین میں سے تھے۔

صحابہ کی شہادت

جب یزید بن معاویہ حکمران ہوا تو اس کی بدعات، ظلم اور ناحق کوشی کا عالم میں ظہور ہو گیا۔ انہوں نے پھر دینی جوش سے عبداللہ بن الزبیر کی بیعت کی۔ بعد ازاں عبداللہؓ بن الزبیر اور یزید کی آپس میں جنگ ہوئی جس میں انصار رضی اللہ عنہم کو پسپا ہونا پڑا۔ لشکریان یزید نے پھر ان پر بہت بڑے بڑے ظلم کئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس دن مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم میں سے ستر بدری شہید ہوئے جبکہ عبداللہؓ بن حنظلہ بھی (جو عبداللہ بن الزبیرؓ کی طرف سے امیر لشکر تھے) اس معرکے میں مرتبہ شہادت کو پہنچے۔ یہ ان کئی ظلموں میں سے ایک ظلم تھا جو یزید سے سرزد ہوئے۔ ان تمام واقعات کے بعد حکومت اسلامیہ کو ایک گونہ قوت حاصل ہو گئی اور حکومت عرب اطراف و جوانب کے ممالک میں پھیل گئی۔ اس کے بعد قبائل مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم عراق، شام، اندلس اور افریقہ ومغرب میں متفرق ہو گئے۔ اسی باعث ابناء قبیلہ بھی ادھر ادھر نکل گئے اور سرزمین مدینہ ان سے خالی ہو گئی اور وہاں سے ان کے نشانات بھی ایسا ہی فنا ہو گئے جیسا کہ اور امتوں کے آثار مٹ چکے ہیں۔ وتلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم واللہ وارث الارض ومن علیھا وھو خیر الوارثین لا خالق سواہ ولا معبود الا ایاہ۔

بنو خزرج اور اوس کا شجرہ



لہ تیم اللہ مورث اعلیٰ نبو النجار کا ہے۔

باب: ۲۷

بنو عدنان کے حالات اور دیگر واقعات

اس سے پہلے ہم لکھ چکے ہیں اہل انساب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ عدنان اسماعیل (علیہ السلام) کی نسل سے ہے اور یہ کہ عدنان اور اسماعیل کے درمیانی پشتیں غیر مشہور ہیں، اس کے علاوہ ان کی تعداد میں بھی اختلاف ہے جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ بہر حال جس طرح عدنان کی نسبت اسماعیل علیہ السلام کی طرف نسباً صحیح تسلیم کر لی گئی ہے اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نسباً عدنان کی طرف مسلمہ امر تسلیم کی جاتی ہے لیکن عدنان اور اسماعیل کی نسبت میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، بعض لکھتے ہیں کہ وہ نابت بن اسماعیل کی اولاد سے ہے، بالکل اسی طرح جس طرح عدنان اور المقدم ابن ناحور (یا یاحور) بن تنوخ بن یعرب بن یشجب بن نابت کا بیٹا ہے۔ یہ بیہقی کا قول ہے جبکہ جرجانی تحریر کرتا ہے کہ عدنان قیذار بن اسماعیل کی نسل سے ہے۔ اس نے پشتوں کی ترتیب یوں تحریر کی ہے کہ عدنان بیٹا ہے ادو بن الیسع بن الہمیسع بن سلامان بن بنت بن حمل بن قیذار کا.... چند نساب اس کی بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ عدنان قیذار کی نسل سے ہے لیکن ان کے نزدیک پشتوں کی ترتیب اس طرح ہے: عدنان بن ادو بن یشجب بن ایوب بن قیذار۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قصی بن کلاب کا ایک شعر اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ عدنان قیذار کی اولاد سے تعلق رکھتا ہے۔

نسب میں اختلافات

قرطبی ہشام ابن محمد کی روایت سے یہ تحریر کرتا ہے کہ عدنان اور قیذار میں تقریباً چالیس پشتیں ہیں، وہ لکھتا ہے کہ میں نے اہل تدمر کے ایک شخص کی زبانی سنا ہے (جو کہ یہودیت چھوڑنے کے بعد مسلمان ہو گیا تھا) اور وہ کتب یہود کو پڑھے ہوئے تھا کہ ''وہ معد بن عدنان کے نسب کو اسماعیل تک کتاب ارمیا نبی علیہ السلام سے بیان کرتا ہے'' یہ نسب نامہ عدد اور ناموں کے اعتبار سے اس نسب نامے سے بہت ہی قریب ہے جسے قرطبی نے نقل کیا ہے۔ ان دونوں کے مابین جو کچھ اختلاف ہے وہ زبان کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ نام عبرانی زبان سے نقل کئے گئے ہیں۔ قرطبی نے زبیر بن بکار سے ابن شہاب کی سند سے نقل کیا ہے کہ عدنان و قیذار کے درمیان اسی قدر پشتیں ہیں اور بعض اہل انساب نے ان پشتوں کو ضبط کیا ہے جو معد بن عدنان اور اسماعیل کے درمیان ہیں۔ بہر حال ان دونوں بزرگوں میں چالیس پشتوں کا فرق ہے اور یہ نسب نامہ اس نسب نامے سے موافق ہے جو اہل کتاب کے پاس ہے۔ جو کچھ ان دونوں میں اختلاف ہے وہ دو زبانوں کی وجہ سے صرف ناموں میں ہے۔ علی نے اسے لکھا ہے جبکہ طبری نے اسے الی آخرہ نقل کیا ہے۔

حضرت اسماعیل کا خاندان

اگر چہ بعض اہل نساب عدنان اور اسماعیل میں بیس یا پچیس پشتوں کا فرق بتلاتے ہیں۔ وفی الصحیح عن ام سلمة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال معد بن عدنان بن اود بن زید بن برربن اعراق الثری قالت ام سلمة و زید هو الهمیسع و برهو بنت و نابت و اعراق الثری هو اسمعیل۔ حدیث میں حضرت ام سلمہؓ کی روایت سے آیا ہے، وہ روایت کرتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ معد بیٹا ہے عدنان کا، وہ بیٹا ہے اود کا، وہ بیٹا ہے زید کا، وہ بیٹا ہے برر کا اور وہ بیٹا ہے اعراق الثریٰ کا۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ زید اور ہمیسع ایک ہیں اور برا اور بنت ایک ہیں، اس کے علاوہ نابت و عراق الثریٰ اور اسماعیل

ایک ہیں لیکن سہیلی نے ام سلمہؓ کی اس تفسیر سے انکار کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس حدیث میں بر تقدیر تسلیم صحت پشتوں کا گننا اور شمار کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر اہل انساب نے اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ عدنان اور اسماعیل میں بہت طویل مدت ہونے کے باعث یہ امر عادتاً محال ہے کہ ان دونوں میں چار یا پانچ یا دس پشتوں کا فرق ہی ہے۔

عدنان کی اولاد

طبری لکھتا ہے کہ عدنان کے علاوہ معد کے چھ لڑکے اور تھے (1) رب یعنی عک (2) عرق جس کے نام سے عرق الیمن موسوم ہوا (3) آد (4) ابی (5) ضحاک (6) عبق اور ان سب کی ماں ایک ہی تھی جس کا نام مہدد ہے۔ ہشام بن محمد کا یہ خیال ہے کہ یہ عورت مہدد قبیلہ جدلیس سے تھی اور بعضے کہتے ہیں کہ طسم سے جبکہ بعضے طواسیم (النسل لقشان ابن ابراہیم) سے بتلاتے ہیں۔ بہر حال طبری کا یہ بیان ہے کہ جب اہل حضور نے اپنے نبی شعیب (علیہ السلام) کو شہید کیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے ارمیا ابرخیا (انبیاء بنی اسرائیل) کو بذریعہ وحی اس بات سے مطلع کیا کہ وہ بخت نصر کو عرب پر حملہ کرنے کا حکم دے دیں۔

معد کا بیان

اس کے علاوہ اسے یہ دونوں بزرگ اس بات سے بھی آگاہ کر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان پر مسلط کیا ہے اور یہ کہ دونوں بزرگوں معد بن عدنان کو اس ہنگامہ سے بچا کر اپنے ملک لے آئیں۔ یہ حکم اس غرض سے دیا گیا تھا کہ اس کی نسل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے والے تھے جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے لہٰذا ان دونوں بزرگوں نے معد بن عدنان کو اس ہنگامے سے بچا لیا اور اپنے ساتھ حران میں لے آئے۔ اس وقت معد کی عمر بارہ برس کی تھی۔ پھر معد بن عدنان نے آپ دونوں بزرگ کے سایہ عاطفت میں ہی پرورش پائی اور ان کی کتابوں سے بیش بہا تعلیم پائی۔

معد اور معانہ کی شادی

باقی رہا بخت نصر، وہ پھر عرب کی طرف گیا تو عدنان نے اہل حضور کو لے کر ذات عرقؓ میں اس کا مقابلہ کیا لیکن بخت نصر نے انہیں شکست دی اور ان میں سے اکثر کو قتل کیا، جو بچ گئے انہیں گرفتار کر کے وہ بابل کی طرف واپس ہوا اور انبار میں انہیں ٹھہرایا۔ اس کے بعد عدنان مر گیا اور بلاد عرب ایک زمانہ تک ویران اور خراب پڑا رہا۔ پھر جب بخت نصر ہلاک ہو گیا تو معد ابن عدنان بنی اسرائیل کے ہمراہ مکہ آئے اور ان کے ساتھ حج بیت اللہ کیا۔ اس ہنگامہ کے بعد معد کے بھائی اور چچا وغیرہ یمن چلے جاتے ہیں۔ ان ہی میں بیاہ شادی کر لی تھی لیکن کچھ عرصہ بعد وہ جرہم کے ساتھ مکے لوٹا دیئے گئے۔ معد بن عدنان نے پھر حج سے فارغ ہو کر اولاد حرث ابن مضاض جرہمی کے حالات دریافت کئے تو انہیں معلوم ہوا کہ ان میں سے جرہم بن جلہمہ باقی رہ گیا۔ معد بن عدنان نے پھر اس کی لڑکی معانہ سے عقد کر لیا جس کے بطن سے نزار بن معد پیدا ہوا۔

نجد میں رہائش

اس وقت تمام بنو عدنان کا جائے قیام نجد تھا اور یہ سب باستثناء قریش بادیہ نشین تھے کیونکہ کے میں رہتے تھے۔ نجد حجاز کے تمام علاقوں سے بلند مقام پر واقع ہے۔ اس کے پڑوس میں تہامہ و یمن اور اسفل میں عراق و شام ہے۔ سہیلی لکھتا ہے کہ عرب میں سے بنو عدنان نے نجد کو اپنے رہنے کے لئے پسند کیا جس میں بنو قحطان نے طی کے علاوہ کوئی روک ٹوک نہیں کی۔ اس کے علاوہ بنو عدنان تہامہ حجاز اس کے بعد عراق و جزیرہ میں بھی پھیلے پھر یہ سب اسلام کے آنے کے بعد مختلف ممالک میں جا بسے۔

نزار کی حکومت

عدنان کے قبیلے عک اور معد سے نکلے ہیں، عک کا اطراف زبید میں قیام تھا۔ بعضے مورخین لکھتے ہیں کہ عک ابن الدیث ابن عدنان ہے اور

بروایت بعض یہ عک عدثان ابن عبداللہ (بطون از دسے) ہے۔ عدک بن عدثان سے بنو عائق بن شاہد بن علقمہ بن عک ایک بہت وسیع بطن ہے جس میں سے زمانہ اسلام میں کئی رؤساء امراء ہوئے ہیں۔ معد کا ایک بہت بڑا وسیع قبیلہ ہے۔ جس سے کہ عدنان کی تمام پچھلی نسلیں منسوب ہوتی ہیں، یہ وہی شخص ہیں جن کا یہ ذکر پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انہیں ارمیا نبیؑ۔ خدا تعالیٰ کے حکم پر ہنگامہ بخت نصر سے بچا کر اپنے ہمراہ، حران لائے تھے۔ ان کی اولاد سے پھر ایاد اور نزار پیدا ہوئے۔ بعضے کہتے ہیں کہ قنص اور انمار بھی ان ہی کی اولاد سے ہیں لہٰذا قنص اپنے باپ کے بعد عرب کا حکمران ہوا۔ لیکن اس نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی اپنے بھائی نزار کو حرم سے نکال دینے کا فیصلہ کر لیا۔

ایاد کا خاندان

لیکن اس وجہ سے اہل مکہ نے خود اسے نکال کر اس کی جگہ نزار کو حکمران مقرر کیا۔ جب اس کا زمانہ وفات قریب آیا تو اس نے اپنی ملکیت کو اپنے چار لڑکوں میں اس طرح تقسیم کر دیا کہ ربیعہ کو فرس، مضر کو قبہ حمراء، انماء کو حمار اور ایاد کو جلمہ وعصا دیا۔ ان میں سے ایاد کا بہت بڑا خاندان گزرا اور اسی سے بنو اسماعیلؑ کی نسلی ترقی ہوئی۔ بعد ازاں بنو مضر بن نزار تن تنہا ریاست پر قائم رہے۔ جبکہ بنو ایاد عراق کی طرف چلے گئے اور انمار سروات میں جا ٹھہرا، اس کی اولاد (خثعم و بجیلہ) ایمانیہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آج بھی بلاد اکاسرہ میں ان کے بڑے بڑے آثار مشہور ہیں۔ انہوں نے وہاں خوب نام پیدا کیا اور نہایت عزت سے رہے یہاں تک کہ اکاسرہ نے اپنے مسلسل حملوں سے انہیں تباہ و پریشان کر دیا۔ ان کی سب سے زیادہ خانہ ویرانی اور خانہ بدوشی سابور ذوالاکتاف کے زمانے میں ہوئی جس نے انہیں فنا کیا اور ان کے بچوں کو بھی قتل کر دیا۔

ربیعہ کا ذکر

نزار سے دو بڑے بطن یعنی (1) ربیعہ (2) مضر ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایاد و انمار اسی کے طرف منسوب ہوتے ہیں، بہرحال ربیعہ کا ملک جزیرہ وعراق کے درمیان تھا اور وہی ضبیعہ واسد پسران ربیعہ اور اسد سے عنزہ وجدیلہ ہیں۔ جبکہ عنزہ کا ملک انبار سے تین منزل کے فاصلے پر بریہ عراق مقام عین التمر میں تھا۔ وہ پھر وہاں سے منتقل ہو کر اطراف خیبر میں چلے آئے اور ان کے بلاد کے وہ ٹھی مالک ہوئے جنہیں کثرت اور امارت کے سبب اس وقت تک عراق میں حکمرانی حاصل ہے۔ ان ہی عنزہ سے افریقہ میں ایک چھوٹا سا قبیلہ ریاح (بنو ہلال بن عامر) کے ساتھ ہے۔ جبکہ ان ہی میں سے کچھ لوگ طیوں کے ساتھ بریہ نجد میں بھی رہتے بستے ہیں۔

ہجر کا علاقہ

باقی رہا، جدیلہ، اس سے عبدقیس وہنب پسران افصی ابن دعمی بن جدیلہ ہیں۔ پہلے عبدقیس کا وطن تہامہ میں تھا پھر وہ وہاں سے نکل کر بحرین میں چلے آئے۔ بحرین بحر فارس کے غربی جانب ایک کافی بڑا ملک ہے جس کے شرقی سمت یمامہ، شمالی طرف بصرہ اور عمان جانب جنوب ہے۔ اسے بلاد ہجر بھی کہتے ہیں۔ اسی بحرین میں قطیف عسیر۔ جزیرہ اوال۔ احسا ہے۔ ہجر ہی عراق کی طرف سے یمن کا دروازہ ہے۔ عہد حکومت اکاسرہ میں یہ فارس کی حکمرانی میں داخل تھا، اس زمانے میں اس کے بیابانوں میں ایک گروہ کثیر بکر بن وائل اور تمیم کا رہتا تھا۔ جب بنو عبدالقیس ان کے علاقوں میں آئے تو انہوں نے ان سے مقابلہ شروع کیا اور پھر ان کے اصلی اور قدیمی وطن کو باہم تقسیم کر لیا تھا۔

حضرت منذرؓ کا ذکر

بعد ازاں انہی میں سے کچھ لوگ بطور وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جن میں منذرؓ بن عائذ بن منذر بن حارث بن نعمان بن زیاد بن نصر ابن عمرو بن عوف بن جذیمہ بن عوف بن انمار بن عمرو بن ربیعہ بن بکر بھی شامل تھے۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ یہ اس قوم کے جاہلیت اور اسلام کے زمانوں میں سردار تھے۔ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی نصیب ہوئی تھی۔ اس کے بعد سنہ 9ء میں

منذرؓ بن ساوی (بنو تمیم) کے ہمراہ جارودؓ بن عمرو بن منش بن معلی بن زید بن حارثہ بن معاویہ بن ثعلبہ بن جذیمہ (یہ ثعلبہ عوف بن جذیمہ کا بھائی ہے) عبدالقیس کے کچھ لوگ لے کر آپ کی خدمت اقدس میں آئے۔

منذر کا خاتمہ

اس طرح انہیں بھی صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوئی۔ یہ پہلے عیسائیت کے پابند تھے لیکن پھر اسلام لائے۔ سرور کائنات کی وفات کے بعد عبدالقیس مرتد ہو گئے اور انہوں نے منذر بن نعمان (جس کے باپ کو کسریٰ نے قتل کر ڈالا تھا) اپنا حکمران بنالیا۔ ان کی سرکوبی کے لئے پھر ابوبکرؓ بن العلاء بن الحضرمی روانہ کئے گئے جنہوں نے بحرین فتح کیا اور منذر کو مار ڈالا۔ شروع میں عبدالقیس کی ریاست بنو جارود میں تھی پھر اس کے لڑکے منذر کے قبضہ میں آئی۔ جسے کہ عمرؓ نے بحرین کا پھر اصطخر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد عبداللہ بن زیاد نے اسے ہند کی طرف مامور کیا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا حکم بن منذر ہوا اور یہ قبل حکومت عراق ولایت بحرین پر واپس بھیجا گیا تھا۔

حضرت صہیبؓ کا ذکر

ہنب بن افصی سے نمر و اہل پسران قاسط بن ہنب ہیں، بنونمرہ بن قاسط راس العین میں مقیم تھے۔ اسی قبیلہ سے صہیبؓ بن سنان بن مالک بن عبد عمرو بن عقیل بن عامر بن جندلہ بن جذیمہ بن کعب بن سعد بن اسلم بن اوس مناۃ بن النمر بن قاسط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی رضی اللہ عنہ تعلق رکھتے ہیں۔ یہ روم کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں کیونکہ ان کے باپ (سنان) کو کسریٰ نے ایلہ کا والی مقرر کیا تھا۔ بنونمر بن قاسط نے بھی دوسروں کی دیکھا دیکھی رفت کی طرف قدم نکالے تھے جو آئندہ مذکور ہوگا۔ اسی قبیلہ سے ابن القریہ (جو زمانہ حجاج میں مشہور فصحا سے تھا۔) بھی تعلق رکھتا ہے اور منصور بن النمر بھی جو شاعر مامون الرشید تھا۔

بنی وائل کا بیان

بنو وائل کا بھی بہت بڑا قبیلہ ہے، ان میں سے بنو تغلب اور بنو بکر بن وائل زیادہ معروف ہیں۔ یہ دونوں قبیلے وہی ہیں جن میں ایک زمانہ دراز تک جنگ جاری تھی۔ یہ جزیرہ فراتیہ میں سنجار و نصیبین کی طرف رہتے تھے اور بلاد دیار ربیعہ کے نام سے مشہور تھے۔ رومیوں کی ہمسائیگی کی وجہ سے ان میں عیسائیت کافی زیادہ پھیلی ہوئی تھی۔

عمرو بن کلثوم کا ذکر

عمرو بن کلثوم مشہور شاعر بنو تغلب سے تعلق رکھتا ہے جس کا نسب اس طرح پر ہے "عمرو بن کلثوم بن مالک بن عتاب ابن سعد بن زہیر بن جشم بن بکر بن حبیب بن غانم بن تغلب۔"

اس کی ماں کا نام ہند بنت مہلہل تھا اور اسی کی اولاد سے مالک بن طوق بن عتاب بن زافر بن شریح بن عبداللہ بن عمرو بن کلثوم ہے۔ اسی کی طرف رحبہ مالک بن طوق (فرات پر) اور عاصم بن نعمان عم عمرو بن کلثوم بھی منسوب ہوتے ہیں۔ یہ وہی شخص ہے جس نے شرجیل بن الحرث بادشاہ اکل المرار کو یوم کلاب مار دیا تھا۔ بنو تغلب سے کلیب و مہلہل پسران ربیعہ بن الحرب بن زہیر بن جشم ہیں کلیب بنو تغلب کا والی تھا، اسی کو جساس بن مرہ بن ذہل بن شیبان نے مارا تھا۔ یہ اوبن کی بہن کا شوہر تھا۔ ایک روز اتفاق سے اس کی اونٹنی قبیلہ کلب کی چراگاہ میں چلی گئی۔ کلیب نے اسے ایک تیر مارا جس سے وہ مرگئی۔ جساس نے بسوس کا طرفدار بن کر اس کے عوض کلیب کو قتل کر دیا۔ جس کے بعد اس کا بھائی مہلہل بنو تغلب کو جمع کر کے بنو بکر سے بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ یوں چالیس برس تک ان میں جنگ جاری رہی جس کے واقعات اور حالات مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ بنو شعبہ جو اس وقت تک طائف میں موجود ہیں، وہ شعبہ بن مہلہل کی اولاد سے ہیں۔ اسی قبیلہ تغلب سے ولید بن طریف بن عامر خارجی (بنو

صیفی بن حی بن عمرو ابن بکر بن حبیب سے) اور بنو حمدان ملوک موصل وجزیرہ عہد حکومت المتقی اور اس کے بعد خلفاء عباسیہ کی خلافت کے زمانے میں گزرے ہیں جن کا ذکر بنی عباس کے حالات میں آئے گا۔ یہ بنو حمدان عدی بن اسامہ بن غانم بن تغلب کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، انہی میں سیف الدولہ ایک مشہور اور نامور حکمران گزرا ہے۔

بنو بکر بن وائل کا بیان

بکر بن وائل نے بھی خاصی حد تک اعلیٰ درجے کی شہرت اور ناموری حاصل کی، اس میں سے یشکر بن بکر بن وائل اور بنو عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہیں۔ اس کے علاوہ ان ہی میں بنو حنیفہ و بنو عجل پسران لجیم بن صعب شمار کئے جاتے ہیں۔ نیز بنو حنیفہ کی بہت سی شاخیں ہیں اور اس کے کئی قبیلے ہیں جن میں زیادہ تر بنو الدول بن حنیفہ ہیں۔ ان کا وطن یمامہ (ارض حجاز) میں ہے جس کے شرق میں بحرین اور بنی تمیم رہتے بستے ہیں اور عرب میں اس کی سرحد اطراف یمن وحجاز سے ملتی ہے جبکہ جنوب میں نجران اور شمال میں نجد ہے۔ یمامہ کا طول بیس منزل کا مکہ سے چار دن کے راستہ پر ہے۔ باغات اور کھیتی باڑی کے لحاظ سے بلاد عرب میں یہ بہترین علاقہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا دار الحکومت حجر (بالفتح) ہے۔

یمامہ کا شہر

اسی علاقے میں ایک شہر یمامہ کے نام سے مشہور ہے، یہی شہر قبل حکومت بنو حنیفہ بادشاہان سلف کا دار الحکومت تھا۔ ان کے بعد بنو حنیفہ نے اپنے دور حکومت میں مقام حجر کو اپنا دار الحکومت بنایا اور پھر ایسا ہی حالت اسلام میں بھی رہی۔ پہلے اسی یمامہ میں بنو ہمدان بن یعفر بن السلسک بن وائل بن حمیر آئے اور اس میں جو لوگ قبیلہ طسم وجدیس کے رہتے تھے، انہوں نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا۔ ان کا آخری حکمران جیسا کہ طبری نے بیان کیا ہے قرط بن یعفر تھا۔ بعد ازاں جب وہ ہلاک ہو گیا تو اس کے بعد طسم اور جدیس نے پھر بغاوت کر کے ان سے حکومت چھین لی۔ انہی میں زرقاء ہمشیرہ ریاح بن مرہ ابن طسم تھی جیسا کہ ان کے حالات اور اخبار میں بیان کیا گیا۔

بنو حنیفہ کا غلبہ

اس کے بعد یمامہ پر انجام کار بنو حنیفہ غالب آئے اور انہوں نے طسم وجدیس کو مغلوب کر دیا۔ بنو حنیفہ میں سے بنو مرہ بن علی بن یمامہ بن عمرو بن عبد العزیٰ بن شحیم بن مرہ بن الدول بن حنیفہ حکومت کرتا تھا جبکہ زمانہ بعثت میں یمامہ کی حکومت ثمامہ بن اثال بن نعمان ابن مسلمہ بن عبید بن ثعلبہ بن الدول بن حنیفہ کے قبضے میں تھی۔ اسی قبیلے سے نافع بن ازرق بن قیس بن صبرہ بن ذہل بن الدول بن حنیفہ خارجی ہے جس کی طرف ازارقہ منسوب کئے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان ہی میں سے مجسم بن سبیع بن مسلمہ بن عبید بن ثعلبہ بن الدول بن حنیفہ ہے جو کہ مسیلمہ کذاب کا مصاحب خاص تھا۔ مسیلمہ بنو عدی بن حنیفہ ہے اور اس کا نسب اس طرح ہے ''مسیلمہ بن ثمامہ بن کثیر بن حبیب بن الحرث بن عبد الحرث بن عدی'' اس کے واقعات اور حالات تاریخ میں نہایت مشہور ہیں اور عنقریب اس کے حالات مفصل لکھے جائیں گے۔

بنی عجل کا بیان

بنو عجل بن لجیم بن صعب وہ قبیلہ ہیں جنہوں نے مقام موتہ جنگ ذی قار میں فارس کو شکست فاش سے دوچار کیا تھا۔ یہ لوگ یمامہ سے بصرہ تک پھیلے ہوئے تھے مگر اب ان کے آثار باقی نہیں رہے۔ البتہ ان کی اولاد میں سے اس علاقے میں بنو عامر (یعنی المنفق بن عقیل بن عامر) پائے جاتے ہیں۔ انہیں میں سے بنو ابی دلف عجلی ہیں جن کی حکومت عراق عجم میں تھی اور جس کا ذکر آگے چل کر آئے گا۔

عکابہ کا ذکر

عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہے تیم اللہ و قیس پسران ثعلبہ بن عکابہ اور شیبان بن ذہل بن ثعلبہ تین نہایت عظیم الشان قبائل ہیں جن

میں سے نسلی ترقی کے لحاظ سے بنوشیبان کو زیادہ مشہوری حاصل ہوئی۔ اسلام کی شروعات میں شرقی دجلہ جانب موصل میں ان کی بہت کثرت تھی اور اکثر ائمہ خوارج ربیعہ کے انہی میں سے ہیں۔ ایام جاہلیت میں ان کا سردار مرہ بن ذہل بن شیبان تھا جس کے دس لڑکے تھے اور ان سے دس قبائل نکلے جن میں سب سے مشہور ہمام و جساس ہیں۔ ابن حزم لکھتا ہے کہ ایک ہمام سے اٹھارہ قبیلے نکلے ہیں۔ واللہ اعلم۔

جساس کا خاتمہ

یہ جساس وہی ہے جس نے کلیب یعنی اپنی بہن کے شوہر (سردار بنو تغلب) کو اس وجہ سے قتل کر دیا تھا کہ اس نے بسوس کی اونٹنی کو مارا تھا۔ کلیب کا لڑکا اپنے والد کے مارے جانے کے بعد بنوشیبان میں پرورش پاتا رہا یہاں تک کہ وہ بالغ کے سن کو پہنچا اور اسے یہ معلوم ہوا کہ جساس میرا ماموں ہے اور اسی نے کلیب کو قتل کیا ہے۔ اس کے بعد ابن کلیب ایک روز موقع پا کر جساس کو قتل کر کے بنوتغلب میں بھاگ آیا۔ جساس کے لڑکوں میں سے بنوالشیخ ہیں جن کی حکومت آمد میں تھی لیکن پھر خلیفہ المعتضد نے نیست و نابود کر دیا تھا۔

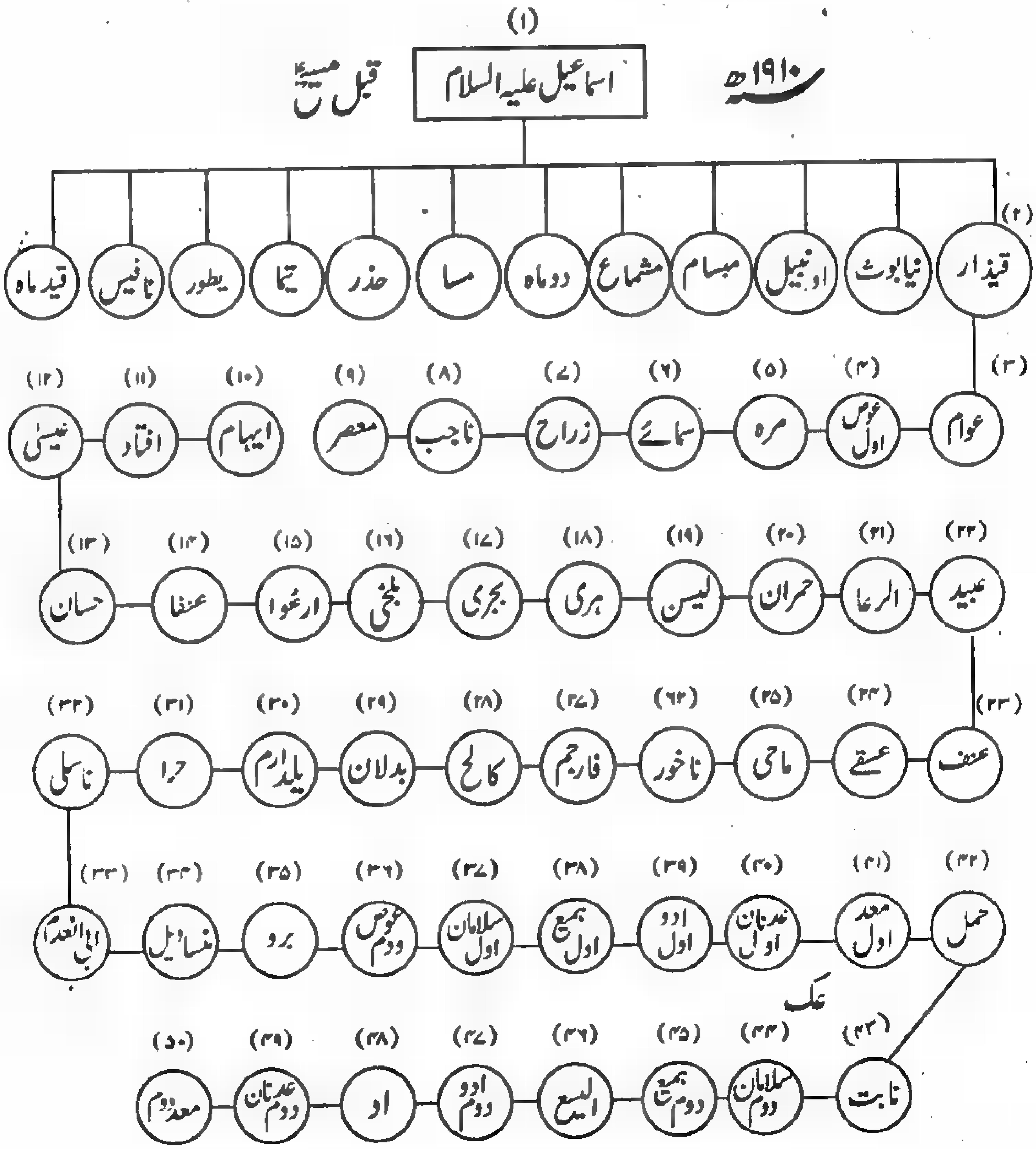
بنی شیبان کا ذکر

بنوشیبان سے ہانی بن مسعود تعلق رکھتا ہے جس نے یوم ذی قار میں شہرت حاصل کی تھی۔ یہ ہانی مسعود بن عامر بن ابی ربیعہ بن ذہل بن شیبان کا بیٹا ہے اور اسی قبیلے سے ضحاک بن قیس خارجی ہے جس نے مروان بن محمد کے زمانے میں مذہب صفریہ پر بیعت کی تھی اور کوفہ وغیرہ کا والی ہوا تھا۔ اسے آخرکار مروان ہی نے قتل کیا۔ بعد ازاں اس کی خلافت کی بیعت بنوامیہ میں سے ایک گروہ نے بھی کی تھی جن میں سلیمان بن ہشام بن عبدالملک و عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز تھے۔

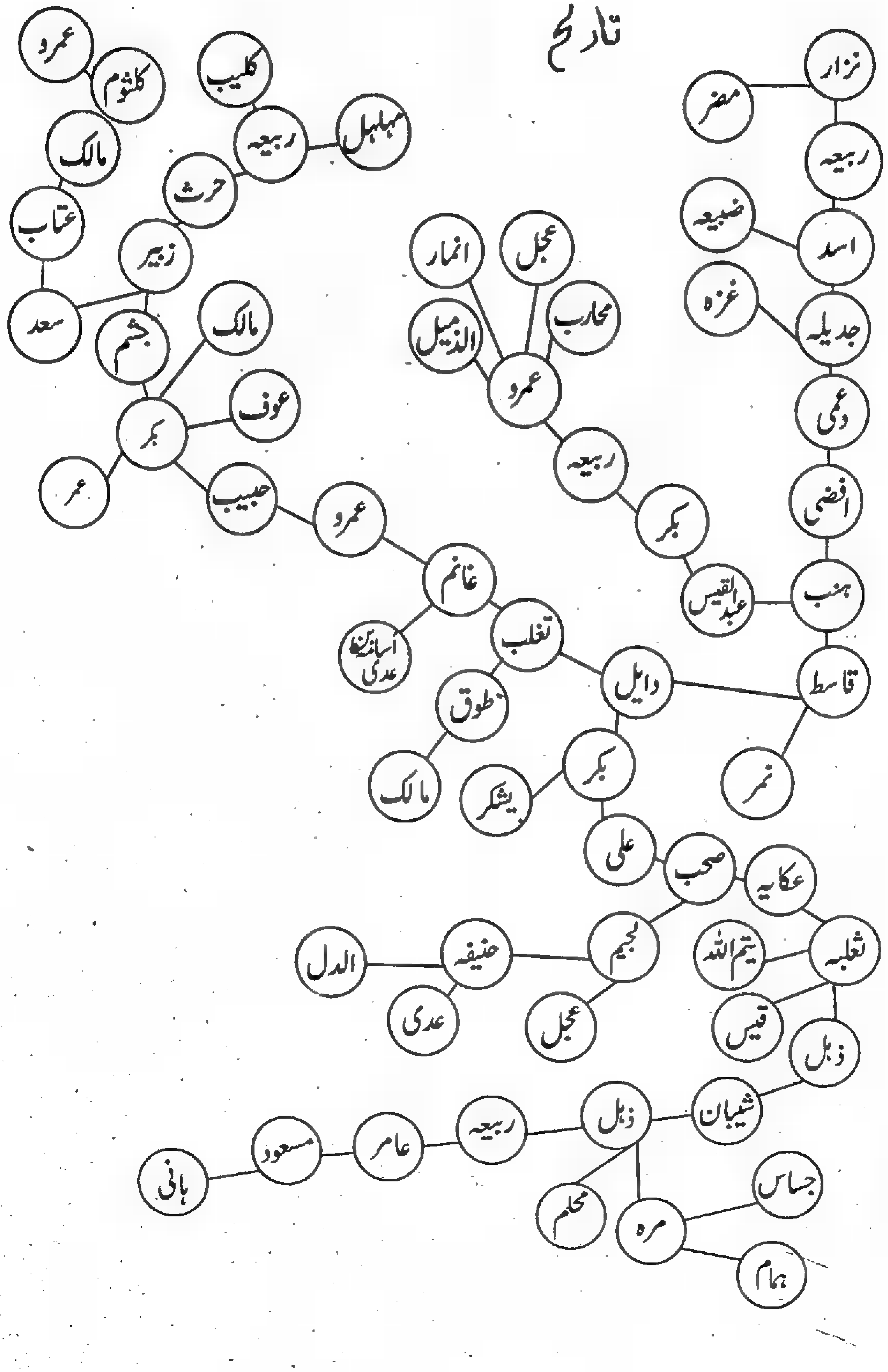
ضحاک کا بیان

ضحاک کا سلسلہ نسب کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے ''ضحاک بن قیس بن الحصین بن عبداللہ بن ثعلبہ بن زید مناۃ بن ابی عمرو بن عوف بن ربیعہ بن محلم بن ذہل بن شیبان'' ہم یہ کتاب پڑھنے والوں کو اس کے واقعات آگے چل کر تفصیل سے سنائیں گے۔ بہر حال مثنیٰ بن حارثہ اسی قبیلے سے ہے جس نے عراق کے علاقوں کو زمانہ خلافت خلیفہ اول و دوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) میں فتح کیا تھا۔ اس کا بھائی معنی بن حارثہ تھا۔ عمران بن حطان سردار خوارج بھی اس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ وھذا انقضاء الکلام فی ربیعۃ بن فزار واللہ المعین۔

بنو قیذار کا شجرہ نسب



بنو نزار کا شجرہ



مضر بن نزار کے قبائل

حجاز میں یہ فخر اور اعزاز بنو مضر بن نزار ہی کو حاصل تھا کہ وہ تمام بنو عدنان میں کثرت اور غلبے کے اعتبار سے زیادہ تھے۔ ان کی ریاست اور حکومت مکے میں تھی۔ ان سے دو بڑے عظیم الشان قبیلے (1) خندف (2) قیس نکلے کیونکہ مضر کے دو لڑکے تھے، ایک الیاس دوسرا قیس (عیلان)۔ الیاس کے تین لڑکے تھے (1) مدرکہ (2) طانجہ (3) قمعہ۔ الیاس کی بیوی قبیلہ قضاعہ سے تھی جس کا اصلی نام لیلیٰ بنت حلوان (ابن عمران بن الحافی ابن قضاعہ) تھا لیکن خندف کے نام سے مشہور تھی اسی لئے اس کے نام پر بنو الیاس والے منسوب ہو گئے اور اسی وجہ سے قبیلہ مضر بطون خندف و قیس عیلان کی طرف تقسیم ہو گیا۔ قیس عیلان کے تین بیٹوں کعب۔ عمرو۔ سعد سے تین شاخیں نکلیں۔

بنی قیس کا ذکر

عمرو بن قیس سے بنو فہم اور بنو عدوان پسران قیس ہیں۔ عدوان ایک وسیع قبیلہ ہے، یہ لوگ طائف (ارض نجد) میں رہتے تھے جب عمالقہ کے بعد ایاد یہاں آئے تو انہیں ثقیف نے مغلوب کر کے تہامہ کی طرف نکال دیا۔ اسی قبیلے سے عامر بن الظرب بن عمرو ابن عباد بن یشکر بن عدوان ہے جو زمانہ جاہلیت میں عرب کا والی تھا اور انہیں میں سے ابو سیارہ اور عمیلہ بن الاعزل بن خال بن سعد بن الحرث بن رائیس بن زید بن عدوان اور کچھ لوگ اندرون افریقہ میں کبھی بنو سلیم اور کبھی ریاح بن ہلال بن عامر کے ساتھ رہتے ہیں۔ بیہقی کی روایت کے مطابق بنو فہم بن عمرو سے بنو طرود بن فہم ایک بڑا خاندان ارض نجد میں تھا جن میں سے اشی تھا لیکن فی الحال وہاں اب کوئی ان میں سے باقی نہیں رہا البتہ افریقہ میں کچھ لوگ سلیم اور ریاح کے ساتھ موجود ہیں۔

آل سعد کا بیان

سعد بن قیس سے غنی و باہلہ وغطفان وغیرہ ہیں۔ غنی بنو عمرو بن اعصر بن سعد ہے اور باہلہ سے بنو مالک اعصر بن سعد خراسان کا مشہور بادشاہ اور اسی قبیلہ سے اصمعی (عرب کا مشہور شاعر) ہے۔ اس کا اصل نام عبدالملک ہے۔ وہ علی بن قریب بن عبدالملک ابن علی بن اصمع بن مطر بن رباح بن عمرو بن عبد شمس بن اعیا بن سعد بن عبد غانم بن قتیبہ ابن معن بن مالک کا بیٹا ہے۔ بنو غطفان بن سعد بھی ایک وسیع قبیلہ ہے جس سے بہت سی شاخیں نکلی ہیں۔ یہ قوم نجد کے اس علاقے میں آباد تھی جو وادی القرے اور طی کے دونوں پہاڑوں سے ملا ہوا تھا۔ اس کے بعد یہ لوگ زمانہ فتوحات اسلامیہ میں متفرق اور منتشر ہو گئے اور اس علاقے پر قبائل طے قابض ہو گئے۔ اس وقت ان میں سے اس مقام پر کوئی باقی نہیں رہا۔

بنی غطفان کا ذکر

بنو غطفان کے تین قبیلے تھے جن میں اشجع بن ریث بن غطفان اور عبس بن بغیض بن ریث بن غطفان اور ذبیان ہیں۔ بنو اشجع مدینہ (نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں رہتے تھے اور ان کی سرداری حضرت معقلؓ بن سنان، مشہور صحابی کے قبضے میں تھی۔ اسی قبیلہ سے نعیم بن مسعود بن انیف بن ثعلبہ بن قنفد بن خلاوہ بن شبیع بن اشجع ہے جس کی اولاد حضور اکرمؐ کے دور میں منتشر ہو گئی تھی۔ اس وقت نجد میں ان میں سے کوئی باقی نہیں بچا ہے سوائے اس کے کہ مدینہ کے اطراف میں کچھ لوگ باقی ہیں۔ علاوہ ازیں مغرب اقصیٰ میں اب بھی ایک بڑا قبیلہ ہے جو عرب معقل کے ساتھ اطراف سجلماسہ اور وادی ملویہ تک پھیلا ہوا ہے۔

بنو عبس کا بیان

بنو عبس کا قبیلہ بنو عدو بن قطیعہ میں منحصر ہے، اسی قبیلے سے ربیع بن زیاد وزیر نعمان تعلق رکھتا تھا اور اس کے بھائی بنو الحرث بن قطیعہ سے اس کا سردار زہیر بن جذیمہ رواحہ بن ربیعہ بن آزر بن الحرث ہے۔ اسے تمام بنو غطفان پر حکومت اور برتری حاصل تھی۔ اس کے چار لڑکے تھے جن

میں سے ایک قیس ہے جو اپنے باپ کے بعد عبس کا سردار ہوا۔ اس کا لڑکا زہیر وہ ہے جو صاحب حرب داحس وغبرا ہے داحس قیس کا جبکہ غبرا حذیفہ ابن نذر سردار فزارہ کا بیٹا ہے۔

حذیفہ کا خاتمہ

ایک بار قیس وحذیفہ دونوں تیراندازی کر رہے تھے کہ باتوں باتوں میں جھگڑے کی نوبت آ گئی لہٰذا وہ دونوں ایک دوسرے سے بھڑ گئے۔ لڑائی میں قیس نے حذیفہ کو مار ڈالا جس سے عبس وفزارہ اور برادران قیس بن زہیر الحرث وشاش ومالک میں ایک زمانے تک جنگ جاری رہی۔ مالک اسی جنگ میں مارا گیا۔ اسی قبیلے سے مشہور صحابی حذیفہؓ بن الیمان بن حسل ابن جابر بن ربیعہ بن جروہ بن الحرث بن قطیعہ ہیں۔ عبس بن جابر سے بنو غالب بن قطیعہ ہے، اسی قبیلے سے عنترہ ابن معاویہ بن شداد بن مراد بن مخزوم بن مالک بن غالب مشہور شاہ سوار گزرا ہے جن کا شمار شعرائے ستہ جاہلیت میں شمار کیا جاتا تھا۔

شاعر حطیہ کا ذکر

اس کے بعد اس کی اولاد سے حطیہ مشہور شاعر ہے جس کا اصل نام جرول بن اوس بن جویہ بن مخزوم ہے۔ اس وقت نجد میں بنو عبس میں سے کوئی باقی نہیں رہا البتہ قبیلہ زغبہ (بنو ہلال) میں اب بھی ایک گروہ باقی ہے جو عبس کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ عبس وہی ہے یا کہ کوئی دوسرا عبس ہے۔ جس کی طرف زغبہ میں سے یہ گروہ منسوب کیا گیا۔

ذبیان خاندان کا ذکر

ذبیان بن بغیض کے تین قبیلے یعنی مرہ۔ ثعلبہ۔ فزارہ کی پانچ شاخیں ہیں (1) عدی (2) سعد (3) شمخ (4) مازن (5) ظالم۔ جاہلیت کے دور میں یہ بدر بن عدی پر حکومت کرتے تھے۔ اسی کی اولاد سے عینیہ بن حصن بن حذیفہ تعلق رکھتا ہے جس نے ابتداء بیعت خلیفہ اول میں مدینہ منورہ پر شب خون مارا تھا۔ حضور اکرمؐ اسے احمق مطاع سے یاد فرماتے تھے۔ اسی قبیلے سے مشہور صحابی سمرہؓ بن جندب بن ہلال بن خدیج بن مرہ بن خرق بن عمرو بن جابر بن خشین ذی الراسین ابن لای بن عصیم بن شمخ بن فزارہ ہیں جبکہ بنو سعد بن فزارہ میں سے یزید بن عمرو بن ہبیر بن معیہ بن سکین بن خدیج بن بغیض بن مالک بن سعد ابن عدی بن فزارہ عراق کا والی زمانہ حکومت یزید بن عبدالملک اور مروان بن محمد میں تھا۔ یہ وہی شخص ہے جسے منصور نے تکمیل معاہدہ کے بعد قتل کر دیا تھا۔ بنو مازن بن فزارہ سے ہرم بن قطیعہ ہیں جنہوں نے اسلام کا دور پایا اور اسلام لائے۔ ان میں سے بھی اب نجد میں کوئی باقی نہیں رہا لیکن اس وقت تک ان کا ایک گروہ کثیر افریقہ اور مغرب میں موجود ہے۔ ان میں سے بعض مغرب اقصیٰ میں معقل کے ساتھ مل جل کر رہنے لگے ہیں اور انہیں ایک گونہ قوت اور کثرت حاصل ہو گئی ہے۔ ان میں سے بعض بنو سلیم بن منصور کے ساتھ افریقہ میں رہتے ہوئے شامل ہو گئے ہیں۔

معن کا بیان

یہ لوگ ابواللیل (شعوب بنی سلیم) کی اولاد میں سے ہیں اور ان کے ساتھ جنگوں میں نکلتے ہیں اور سلطنت کے اہم امور میں شریک ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض وزارت کے رتبے تک بھی پہنچ گئے ہیں۔ ان میں سے معن بن معاطن وزیر حمزہ بن عمر بن ابی اللیل (امیر کعوب) سب سے مشہور تر ہے جیسا کہ ہم آئندہ ان کے حالات میں بیان کریں گے۔ بعضے مورخین یہ خیال کرتے ہیں کہ بنو مرین (جو اس وقت زاب کے امیر ہیں) اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ مازن بن فزارہ کی طرف نسباً منسوب ہوتے ہیں حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ ایک محفوظ نسب ہے جس کی طرف بعض بدو یان فزارہ منسوب ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں امراء زاب اپنے آپ کو اس نسب کی طرف اس نسب کے عالی ہونے کی وجہ سے

منسوب کرتے ہیں اور وہ لوگ رعایا ہونے کی وجہ سے امراء زاب کو اس نسب میں شامل ہونے سے منع نہیں کر سکتے۔

بنومرہ کا ذکر

بنومرہ بن عوف بن سعد بن ذبیان سے ہرم بن سنان بن غیظ بن مرہ ہے، اس قوم کا زمانہ جاہلیت میں یہی حکمران تھا جس کی مدح زہیر بن ابی سلمٰی نے کی تھی۔ اسی قبیلے سے فاتک (یعنی حرث بن ظالم بن جذیمہ بن یربوع بن غیظ) اور مسلم بن عقبہ بن ریاح بن اسعد بن ربیعہ بن عامر بن مالک بن یربوع سپہ سالار یزید بن معاویہ تعلق رکھتا ہے جو یوم حرہ اہل مدینہ پر چڑھ آیا تھا۔ یہ قوم نجد کے اس حصے میں رہتی تھی جو وادی القریٰ سے ملا ہوا ہے۔ زمانہ فتوحات اسلام میں یہ لوگ بھی منتشر ہو گئے اور ان بلاد میں ان کا نام ونشان تک باقی نہیں رہا۔ ان کے چلے جانے کے بعد قبائل طے نے یہاں اپنا عمل دخل کر لیا اور ان کے ختم ہونے کے بعد بنوسعد بن قیس بھی ناپید ہو گئے۔

بنوسلیم کی روداد

نصفہ بن قیس سے دو بڑے قبیلے نکلے یعنی (1) بنوسلیم بن منصور (2) ہوازن بن منصور۔ ہوازن کی نسلی شاخیں بیسیوں ہیں جن کا ذکر آئندہ چل کر آئے گا۔ انہیں دونوں کے ساتھ بنو مازن بن منصور اور بنومحارب بن نصفہ بھی شامل کئے جاتے ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔ اسی قبیلہ سے عتبۃؓ بن غزوان بن جابر بن وہب بن نشیب بن وہب بن زید بن مالک بن عبد عوف بن الحرث بن مازن مشہور صحابی تھے جنہوں نے زمانہ خلافت عمر ابن الخطابؓ میں بصرہ آباد کرنے میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ انہیں کی طرف عتبی بھی منسوب کئے جاتے ہیں جو ایک زمانے میں خراسان کے گورنر تھے۔

بنی سلیم کا بیان

بنوسلیم کی بھی کئی شاخیں ہیں جن میں بنوذکوان بن رفاعہ بن الحرث بن رجا بن الحارث بن بہثہ بن سلیم اور ان کے نسبی بھائی بنوعبس بن رفاعہ ہیں جس سے کہ حضرت عباسؓ بن مرداس بن ابی عامر بن حارثہ بن عبد قیس مشہور صحابی تعلق رکھتے ہیں جو جنگ حنین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب تھے۔ ان کے باپ مرداس نے خنساء سے شادی کی تھی جس کے بطن سے عباس پیدا ہوئے۔ اس کے علاوہ بنوسلیم سے بنوثعلبہ بن بہثہ ابن سلیم ہیں، اسی قبیلے سے عبید بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن الاعور والی افریقہ ہے، جس کا دادا، ابوالاعور امیر معاویہؓ کا سپہ سالار تھا۔ اس کا نام عمرو بن سفیان بن عبد شمس بن سعد بن قائف بن الاوقص بن مرہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ تھا۔ اس کے علاوہ الرودؓ بن خالد بن حذیفہ بن عمر ابن حلف بن مازن بن مالک ثعلبہ یوم فتح بنوسلیم کا سردار تھا جبکہ حضرت عمروؓ بن عتبہ بن منقذ ابن عامر بن خالد زمانہ جاہلیت میں حضور اکرمؐ کے اچھے دوست تھے۔ وہ پھر ابوبکرؓ و بلالؓ (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ اسلام لائے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں اسلام لانے والا چوتھا شخص ہوں۔

بنی علی اور بنوعصیہ

بنوسلیم ہی سے بنوعلی ابن مالک بن امراء القیس بن بہثہ اور بنوعصیہ بن خفاف بن امراء القیس ہے، یہ دونوں وہی ہیں جن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی تھی۔ عصیہ کی شاخ سے الشرید ہے جس کا نام عمرو بن یقظہ بن عصیہ ہے۔ ابن سعید لکھتا ہے کہ الشرید بن ریاح بن ثعلبہ ابن عصیہ وہ ہے جس میں کہ خنساء اور اس کے دونوں بھائی یعنی صخر و معاویہ پسران عمرو بن الحرث بن الشرید ہیں خنساء شاعرہ تھی اور اس کا ذکر اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ یہ اپنی اولاد کے ساتھ جنگ قادسیہ میں آئی تھی۔ فی الحال افریقہ میں بنوالشرید کے کچھ لوگ بنوسلیم میں رہتے ہیں اور انہیں وہاں ایک قسم کی ثروت وشوکت حاصل ہے۔ انہیں میں سے عصیہ بن خفاف کے دیگر نسبی بھائی ہیں جن میں سے ایاس بن عبداللہ الیل بن سلمہ بن عمیرہ یعنی اہل روۃ کا سردار بھی تھا جسے ابوبکرؓ نے جلا کر مار ڈالا تھا۔

بنو بہز کا ذکر

اس کے علاوہ بنو سلیم سے بنو بہز بن امراء القیس بن بہثہ ہیں جن میں سے حجاج بن علاط بن خالد بن ندیرہ بن جتر بن ہلال بن عبد ظفر ابن سعد بن عمرو بن تمیم بن بہز مشہور صحابی تعلق رکھتے تھے۔ ان کے لڑکے نصر بن حجاج کو عمر فاروقؓ نے مدینہ سے جلاوطن کر دیا تھا۔

بنی زغبہ کا بیان

ابن سعید لکھتا ہے کہ بنو سلیم ہی سے بنو زغبہ بن مالک ابن بہثہ ہیں جو حرمین کے درمیان رہتے تھے لیکن پھر وہ مغرب کی طرف چلے گئے اور افریقہ میں زیر سایہ بنو ذباب بن مالک (اپنے بھائی کے) ٹھہرے۔ وہ پھر وہاں سے بھی دل برداشتہ ہو کر بنو کعب کے جوار میں جا بسے۔ بنو ذباب بن مالک قبیلہ بنو سلیم سے ہیں جو کہ قابس و برقہ کے درمیان سکونت پذیر تھے۔ ایک گروہ مدینہ کی طرف رہتا ہے جو کہ حجاج کو تکلیف دیتا اور رہزنی کرتا ہے۔

بنو سلیمان کی روداد

بنو سلیمان بن ذیاب فزان ووادان میں جبکہ رؤساء ذیاب ہمارے زمانے میں طرابلس فاس کے درمیان رہتے ہیں۔ ان کا اصلی خاندان (بنو صابر و محامد) اطراف فاس میں ہے جیسا کہ آئندہ ان کا ذکر کیا جائے گا۔ بنو عوف بن بہثہ (از قبیلہ بنو سلیم) افریقہ میں قابس اور عناب کے درمیان رہتے تھے اور اس کی دو شاخیں تھیں (1) مرداس (2) علاق۔ مرداس کی ریاست کے آثار اس وقت تک بنو جامع میں پائے جاتے ہیں۔ علاق کا حکمران افریقہ میں داخل ہونے کے وقت رافع ابن حماد تھا اور اسی کی اولاد سے افریقہ میں اس وقت رؤسا سلیم بنو کعب ہیں۔ اس کے علاوہ بنو یہب ابن بہثہ برادر نسبی بنو عوف بن بہثہ (از قبیلہ بنو سلیم) ابتداء سدرہ، برقہ سے عدوہ کبیرہ تک پھیلے ہوئے تھے لیکن پھر وہ رفتہ رفتہ عدوہ صغیرہ سے حدود اسکندریہ تک بڑھ گئے۔ ان میں سے بنو احمد غربی حصے میں رہتے تھے اور وہ اکثر حاجیوں کو لوٹ لیتے تھے۔ ان کا تعلق شماخ سے ہے۔ شماخ ایک بڑا قبیلہ ہے جو کثرت اور غلبے کے لحاظ سے اپنے دوسرے بھائیوں سے کافی زیادہ ہے کیونکہ ان کے قبضے میں سرسبز بلاد برقہ مثل مرج وطلمیثا دورنا وغیرہ ہیں وہ مشرق میں غصبہ کبیرہ تک پھیلے ہوئے ہیں۔

بنو غزار کا بیان

ان قبیلوں میں بنو سلیم کے برخلاف بنو غزاز اور ہیب حکومت کر رہے تھے۔ اس وجہ سے کہ وہ بڑے بڑے ملکوں پر قابض ہوئے لیکن وہ انہیں پھر سنبھال نہیں سکے اور وہ ویران و خراب ہو گئے۔ ان ممالک میں نہ تو سلطنت باقی رہی اور نہ ہی حکومت میں ان کا نام ونشان رہا۔ اس کے علاوہ اب وہاں کے شیوخ حکمرانی کر رہے ہیں اور ان کے قبضے میں تجارت پیشہ اور کاشتکاران یہود اور بربریوں کا ایک گروہ ہے جو رواحہ وفزار بلاد ہیب میں رہتے تھے۔ وہ بھی قبیلہ غطفان سے تعلق رکھتے ہیں یہ قوم عالیہ نجد میں خیبر کی جانب رہتی تھی، ان میں سے بھی اب ان بلاد میں کوئی باقی نہیں رہا البتہ افریقہ میں ان کا گروہ ضرور رہتا ہے، جیسا کہ ہم ذکر طبقہ رابعہ عرب میں بیان کریں گے۔

بنو ہوازن کا ذکر

ہوازن بن منصور بہت سی شاخوں والا ایک بڑا قبیلہ ہے۔ جس سے تین شاخیں نکلی ہیں اور وہ تمام کے تمام بکر بن ہوازن سے منسوب ہوتے ہیں (1) بنو سعد بن بکر (2) بنو معاویہ بن بکر (3) بنو منبہ بن بکر۔ بنو سعد بن بکر وہ ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پرورش پائی۔ رضاعت کے لئے آپ کو اسی قبیلے کی ایک خاتون حلیمہؓ بنت ابی ذوٴب ابن عبداللہ بن الحرث بن سحنہ بن ناصرہ بن عصبہ نصر بن سعد نے اپنا دودھ پلایا تھا۔ ان کی تین اولادیں تھیں (1) عبداللہ (2) انیسہ (3) شیما۔ شیما قیدیاں، ہوازن کے ساتھ گرفتار ہو کر آپؐ کے پاس آئی تھیں۔ آنحضرتؐ

نے ان کی عزت کی اور انہیں ان کی قوم کی طرف واپس کر دیا تھا۔

بنو منبہ کا حال

بنو منبہ بن بکر سے ثقیف ہیں اور یہ قسی بن منبہ کی نسل سے ہیں۔ جو کہ بنو جشم بن ثقیف ہیں عثمان ابن عبداللہ بن ربیعہ بن صہیب بن الحرث بن مالک بن خطیط جنگ حنین میں حالت کفر میں اسی دن مارا گیا۔ اس کی اولاد سے سلیمان بن عبدالملک کے عہد میں حر بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عثمان گزرا ہے جو اندلس کا امیر تھا۔

بنی ثقیف کا بیان

بنو ثقیف سے بنو عوف اور بنو عوف سے بنو سعد ہیں جن سے کہ عتبان بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف ہے۔ اسی کو ثقیف نے ابو مکسورہ کے پاس ضمانتاً رکھا تھا۔ اسی کے بیٹے، عروہ بن مسعود بن معتب کی اولاد سے معتبؓ ہیں جنہیں آنحضرت نے اسلام کی دعوت دینے کے لئے اس قوم کی طرف بھیجا تھا لیکن ان کی قوم نے انہیں شہید کر ڈالا تھا۔ اسی کی اولاد سے حجاج بن یوسف بن الحکم بن ابی عقیل بن مسعود بن عامر بن معتب عبدالملک ہے جو کہ تاریخ میں مشہور ہے اور ولید کے دور میں عراق کا گورنر تھا۔ اسی خاندان میں سے یوسف بن عمر بن محمد بن عبدالحکم، ہشام بن عبدالملک اور ولید ابن یزید کی طرف سے عراقین کا والی تھا۔ غرضکہ اس قوم کی ایک بڑی جماعت نے عراق، شام، یمن اور مکہ کی حکومت کی ہے۔

بنو معتب کی روداد

بنو معتب ہی سے غیلان بن مسلمہ ابن معتب ہے جو کسریٰ کے پاس وفد کے ساتھ ہو کر گیا تھا۔ بنو غیرہ بن عوف بن اسی قبیلے سے ہیں جس میں سے کہ اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب بن علاج بن ابی سلمہ بن عبدالعزیٰ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف اور حرث بن کلدہ بن عمرو بن علاج (طبیب عرب) اور ابو عبیدؓ بن مسعود بن عمرو بن عمیر بن عوف بن غیرہ صحابی تعلق رکھتے ہیں (جو یوم جسر جنگ قادسیہ میں شہید ہو گئے تھے) ان کا بیٹا مختار بن ابی عبید ہے (جس نے کوفے میں دعویٰ نبوت کیا تھا۔ یہ پہلے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے کوفہ کا عامل تھا) اس کے علاوہ ابو محجن بن حبیب بن عمرو بن عمیر بھی اسی قبیلے کا ہے۔

طائف کا ذکر

قدیم دور میں بنو ثقیف طائف میں رہتے تھے۔ طائف مکے کے قریب ایک شہر سرزمین نجد میں واقع ہے۔ اس کے بعد ثقیف اس کے شرق و شمال میں قیہ جبل پر (جو داج دلوج کے نام سے موسوم ہے) آباد ہوئے۔ ایام جاہلیت میں یہ مقام عمالقہ کے قبضہ میں تھا۔ ان کے بعد ثمود۔ وادی القریٰ میں آباد ہونے سے پہلے اس مقام پر سکونت پذیر ہوئے، یہی سبب ہے کہ ثقیف کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ یادگار ثمود ہیں۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ عمالقہ کے بعد اس مقام پر عدوان اکبر آباد ہوئے اور ان پر پھر ثقیف غالب آ گئے۔

سوق عکاظ اور عرج کے مقام

سہیلی نے ان کا ایسا ہی ذکر کیا ہے لیکن بعضوں کا یہ خیال ہے کہ ثقیف ہوازن کے تبعین سے ہیں جبکہ بعض انساب انہیں ایاد سے شمار کرتے ہیں۔ مضافات طائف سے سوق عکاظ و عرج و عکاظ حجر یمن وحجاز کے درمیان واقع ہے۔ ایام جاہلیت میں اس کا بازار ایک سال میں ایک بار لگتا تھا جس میں اطراف و جوانب سے عرب خرید و فروخت کے لئے آتے تھے۔

بنی معاویہ کا ذکر

بنو معاویہ بن بکر ابن ہوازن کے بھی دیگر کئی قبیلے ہیں جن میں بنو نصر بن معاویہ شامل ہے۔ (اسی قبیلے سے مالک بن سعد بن عوف ابن سعد بن ربیعہ بن یربوع بن داخلہ بن وہمان بن نصر تعلق رکھتے تھے جو جنگ حنین میں مشرکوں کے سپہ سالار تھے لیکن اس کے بعد یہ ایمان لائے اور اچھے مسلمان شمار کیے گئے)۔ اس کے علاوہ بنو جشم بن معاویہ بنو سلول، بنو مرہ بن صعصعہ بن معاویہ اور بنو عامر بن صعصعہ بن معاویہ ہیں۔ بنو جشم سے ہی عزیہ (قبیلہ درید بن الصمۃ سے) ہیں جو تہامہ و نجد کے درمیان یمن سے شام تک آباد تھے۔ اس کے بعد قبیلے روساء مغرب کی طرف چلے گئے اور اس وقت تک وہاں موجود ہیں جیسا کہ ہم طبقہ رابعہ عرب میں بیان کریں گے۔

فی الوقت اس مقام پر اس قبیلے کے وہی لوگ آباد ہیں جن کا دولت اور حکومت سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ بنو سلول اپنی ماں سلول کی طرف منسوب ہوئے، یہ قوم عرب میں زیادہ آباد تھی اور اب بھی یہ قوم وہاں زیادہ ہے۔

بنی عامر کی شاخیں

بنو عامر بن صعصعہ عرب کے بڑے قبیلوں میں شامل ہے۔ اس کی چار شاخیں ہیں (1) نمر (2) ربیعہ (3) ہلال (4) سواۃ۔ نمر بن عامر جمرات عرب سے شمار کیا جاتا ہے جس کی قوم کو جاہلیت اور اسلام میں کثرت اور سطوت و عزت حاصل تھی۔ یہ لوگ پہلے جزیرہ فرانیہ میں جا کر آباد ہوئے پھر اس کے بلاد پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد انہیں بنو عباس نے زمانہ حکومت المعتز میں قتل و قید کیا، اب ان کے نشانات بھی ختم ہو گئے ہیں۔

سواۃ بن عامر کی تمام شاخیں رباب ابن سواۃ سے ملتی ہیں، اسی قبیلے سے جابرؓ بن سمرہ بن جنادہ بن جندب بن رباب مشہور صحابی ہیں اور اسی رباب کے بطن سے افریقہ میں ایک قبیلہ ہے جو رباح بن ہلال کے ساتھ رہتا ہے اور اسی نسب سے مشہور ہے جیسا کہ ہم ہلال کے حالات میں تفصیل سے ذکر کریں گے۔

بنی ہلال کا ذکر

ہلال بن عامر بھی کثیر البطون قبیلہ ہے۔ جاہلیت میں یہ قوم نجد میں رہتی تھی لیکن پھر زمانہ جنگ قرامطہ میں یہ مصری علاقے میں جا کر آباد ہو گئے۔ پھر کچھ عرصے بعد افریقہ کی طرف چلے گئے۔ بعد ازاں بنو سلیم کی چھیڑ چھاڑ سے تنگ آ کر غرب میں نوبہ و قسطنطنیہ کے درمیان بحر محیط تک آباد ہو گئے۔ ہلال کے پانچ لڑکے تھے یعنی شعبہ۔ ناشرہ۔ نہیک۔ عبد مناف۔ عبداللہ۔ ہلالی شاخیں انہیں پانچ لڑکوں کی جانب منسوب ہوتی ہیں۔ بنو عبد مناف سے محترمہ زینب ام المومنینؓ بنت خذیمہ بن الحرث ابن عبداللہ بن عمرو بن عبداللہ بن عبد مناف جبکہ بنو عبداللہ سے محترمہ میمونہ ام المومنینؓ بنت الحرث بن حزن بجیر بن ہرم بن رویبہ بن عبداللہ ہیں۔ ابن حزم ذکر کرتا ہے کہ بطون بنو ہلال سے بنو قرہ اور بنو نجبہ ہیں (جو مصر و افریقہ کے درمیان میں رہتے ہیں) جبکہ بنو حرب (جو حجاز میں ہیں) اور بنو رباح بھی ہیں (جنہوں نے افریقہ میں فساد و فتنہ برپا کیا تھا)۔

بنی ربیعہ کا بیان

بنو ربیعہ بن عامر بھی کثیر البطون قبیلہ ہے۔ جس کے تین لڑکے عامر۔ کلاب۔ کعب تھے، انہی تین لڑکوں سے تمام بنو ربیعہ بن عامر کی شاخیں نکلی ہیں۔ یہ پہلے نجد میں رہتے تھے لیکن پھر شام کی طرف چلے گئے۔ جب نور اسلام جگہ جگہ پھیل گیا تو یہ دور دراز ممالک میں منتشر ہوتے گئے چنانچہ اب نجد میں کوئی اس قبیلہ کا باقی نہیں رہا۔ عامر بن ربیعہ نے بنو البکما یعنی ربیعہ بن عامر بن ربیعہ (جس کا لڑکا حدج زہیر بن جذیمہ عیسیٰ کے مارے جانے میں خالد بن جعفر بن کلاب کا شریک تھا)، بنو ذی السہمین معاویہ بن عامر بن ربیعہ (یعنی ذوالحجر عوف بن عامر بن ربیعہ) اور بنو فارس الضحیا عمرو بن عامر ابن ربیعہ ہیں جن میں سے کہ خداش بن زہیر بن عمرو (جو جاہلیت کے شہسواران و شاعران میں مشہور تھا) بنو کلاب ابن ربیعہ سے بنو وحید بن کعب بن عامر بن کلاب، بنو ربیعۃ الجون ابن عبداللہ بن ابی بکر بن کلاب اور بنو عمرو بن کلاب ہیں۔

بنی کلاب کا ذکر

ابن حزم ذکر کرتا ہے کہ اسی قبیلے سے بنو صالح ابن مرداس امراء حلب اور بنو کلاب سے بنو رواس (اس کا نام حرب بن کلاب تھا) اور بنو جناب (ان کا نام معاویہ بن کلاب تھا۔ اسی خاندان سے شمر بن ذی الجوشن بن اعور بن معاویہ قاتل جناب حسین ابن علی رضی اللہ عنہما) کا تعلق ہے اور اسی کی اولاد سے صہیل بن حاتم بن شمر (وزیر عبدالرحمٰن بن یوسف فہری امیر اندلس تھا) جبکہ بنو جعفر بن کلاب ہیں (جس سے عامر بن طفیل بن مالک بن جعفر اور اس کا چچا ابو عامر بن مالک، ربیعہ بن مالک اور تبع المعتمرین اور اس کا باپ بلید بن ربیعہ شاعر مشہور ہے) یہ لوگ پہلے مدینہ اور فدک کی طرف مقام ربذہ میں رہتے تھے پھر وہاں سے منتقل ہو کر شام کی طرف چلے گئے اور جزیرہ قرانیہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد یہ قوم حلب اور اکثر بلاد شام پر قابض ہو گئی۔

بنو صالح کا بیان

بنو صالح بن مرداس بلاد کے حکمران رہے لیکن کچھ روز بعد جب ان میں حکومت کی قوت باقی نہیں رہی تو وہ عرب کے سایہ امن میں قیام پذیر ہوئے جو شام میں حکمرانی کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔ ابن سعید لکھتا ہے کہ اسلام میں ان کی حکومت یمامہ میں تھی۔

بنو کعب کی روداد

بنو کعب بن ربیعہ کے بہت سی شاخیں ہیں چنانچہ اسی سے حریش بن کعب (جس سے مطرفؓ ابن عبداللہ بن شخیر بن عوف بن وقدان بن حریش مشہور صحابی ہیں) اور بروایت بعض لیلی بھی ہے اور قیسؓ بن عبداللہ بن عمرو بن عدس بن ربیعہ بن جعدہ شاعر و مادح آنحضرتؐ اور عبداللہ بن الحشرج بن اشہب بن ورد بن عمرو بن ربیعہ ابن جعدہ اس کی ماں کا چچا یعنی زیاد بن اشہب ہے جو جناب علیؓ کی خدمت میں اس لئے آیا تھا کہ آپ کی معاویہؓ سے صلح ہو جائے اور مالک بن عبداللہ بن جعدہ ہیں۔

بنو قشیر کا ذکر

بنو قشیر بن کعب ہیں جس سے مرہؓ بن ہبیرہ بن عامر بن مسلمۃ الخیر بن قشیر ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپؐ نے انہیں ان کی قوم سے صدقات وصول کرنے کا متولی مقرر کیا تھا۔ کلثوم بن عیاض بن رصوح بن اعور ابن قشیر، والی افریقہ اور اس کا برادر زادہ بلج بن بشر بھی ہیں۔ اس کے علاوہ بنو قشیر میں سے خراسان میں بعض عمائدین منسوب کئے جاتے ہیں، ان میں ممتاز ابو القاسم قشیری صاحب رسالہ اور بنو رشیق (جس سے عبدالرحمٰن بن رشیق والی اندلس ہے)۔ اسی سے صمۃ بن عبداللہ (از شعراء حماسہ) تعلق رکھتا ہے اور نیز کعب بن ربیعہ سے بنو عجلان بن عبداللہ بن کعب اور ان کا شاعر تمیم بن مقبل اور بنو عقیل بن کعب ہیں۔

بنی عقیل کا ذکر

بنو عقیل بن کعب خود بھی بہت بڑا قبیلہ ہے، ان میں سے بنو المنتفق بن عامر بن عقیل اور المنتفق کی اولاد سے وہ عرب ہیں جو غرب میں خلط کے نام سے مشہور ہیں۔ علی بن عبدالعزیز جرجانی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ خلط بنو عوف و بنو معاویہ پسران منتفق بن عامر بن عقیل ہیں۔ ابن سعد لکھتا ہے کہ بنو منتفق بصرہ اور کوفہ کے درمیان رہتے تھے اور ان میں سے امارت اور حکومت بنو معروف کے قبضے میں تھی۔ میرا خیال یہ ہے کہ مغرب میں ان دنوں خلط اعداد جشم میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بنو عقیل بن کعب سے بنو عبادہ بن عقیل ہیں (جس سے کہ اخیل یعنی کعب بن الرحال بن معاوہ بن عبادہ ہے اور اسی کے اعقاب سے لیلیٰ اخیلیہ بنت حذیفہ بن سداد بن الاخیل ہے) ابن قتیبہ نے اسی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ قیس بن الملوح المجنون اسی قبیلے سے ہے۔

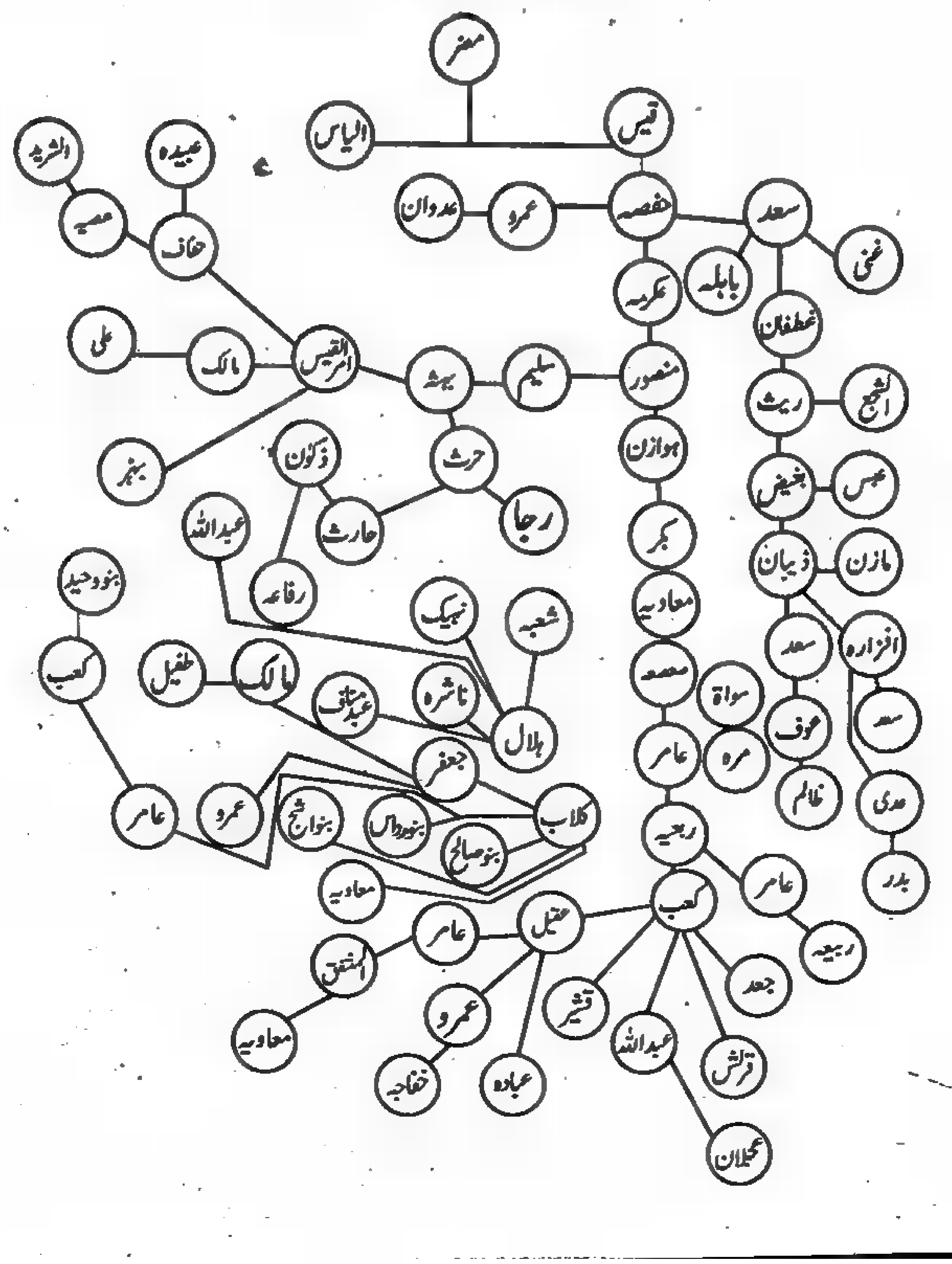
بنوعبادہ کا بیان

بنوعبادہ اس وقت بروایت ابن سعید جزیرہ فراتیہ کے اس حصے میں آباد ہیں جو عراق سے ملا ہوا ہے۔ اس قوم کو پچھلے زمانہ میں ایک گونہ قوت اور غلبہ حاصل رہا ہے۔ پانچویں صدی کے وسط میں اس قوم سے قریش بن بدران بن مقلد موصل اور حلب پر قابض ہو گیا تھا، اس کے بعد اس کا بیٹا مسلم بن قریش ملقب بہ شرف الدولہ حکمران ہوا۔ یوں حکومت اور دولت اسی مسلم بن قریش کی اولاد میں رہی یہاں تک کہ اس خاندان سے حکومت ودولت جاتی رہی۔ ابن سعد لکھتا ہے کہ فی الحال اس خاندان کے کچھ لوگ الحاز اور زاب کے درمیان قیام پذیر ہیں جنہیں عرب شرف الدولہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ والی موصل ان کی عزت کرتا ہے لیکن ان کی تعداد نہایت کم ہے یعنی وہ تقریباً ایک سو سواروں سے زیادہ نہیں ہوں گے۔

بنوخفاجہ کی روداد

بنوعقیل بن کعب ہی سے بنوخفاجہ بن عمرو بن عقیل ہیں جو آج کل کے زمانے میں عراق وجزیرہ کی طرف چلے گئے ہیں اور بادیہ عراق میں آزادانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بنو عامر بن عقیل سے بنو عامر بن عوف بن مالک بن عوف ہیں، یہ قوم بنوالمنتفق کے نسبی بھائی ہے اور آج کل اطراف بصرہ میں رہتی تھی۔ بحرین پر بنوابوالحسن کے بعد انہوں نے بزور وقوت قبضہ کر لیا تھا۔ ابن سعید لکھتا ہے کہ اس قوم نے بنوکلاب سے ارض یمامہ بھی چھین لیا تھا۔ ان کی حکومت ساتویں صدی کے درمیان تک تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بنوقیس بن معز کا شجرہ



بنی الیاس کا بیان

الیاس بن مضر کے تین لڑکے تھے یعنی مدرکہ، طانجہ اور قمعہ جن کی والدہ بنو قضاعہ کی ایک عورت خندف نامی تھی اور اس کی طرف تمام اولاد الیاس منسوب ہوئی۔ بطون قمعہ سے اسلم اور خزاعہ ہیں۔ اسلم بنو افصیٰ بن عامر بن قمعہ اور خزاعہ ابن عمرو بن عامر بن لحی یعنی ربیعہ ابن عامر بن قمعہ کو کہتے ہیں۔ عمرو بن لحیی پہلا وہ شخص ہے جس نے دین اسمٰعیلیؑ ترک کر کے بت پرستی کی بنیاد ڈالی تھی اور عرب کو بت پرستی کی طرف مائل کیا۔ اسی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

ترجمہ: ''میں نے دیکھا ہے کہ عمرو بن لحیی کی آنتیں آگ میں گھسیٹی جاتی تھیں۔''

یہ قوم اطراف مکہ مقام مرالظہر ان میں رہتی بستی تھی اور قریش کے خلفاء میں تھی۔ حدیبیہ کے دور میں یہ لوگ قریش کے خلفاء میں داخل کئے گئے، یہ لوگ ان میں سے تھے جن پر قریش نے مصالحت کی تھی لیکن پھر ان لوگوں نے بدعہدی کی تو آپؐ نے قریش پر حملہ کر کے مغلوب کر دیا اور مکہ کو فتح کر لیا۔ یہی سال عام الفتح کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ یہ خزاعہ بنو غسان سے بنو حارثہ بن عمرو بن مزیقیا کی اولاد میں ہیں۔ جس وقت غسان شام کی طرف جا رہے تھے یہ لوگ ان سے علیحدہ ہو کر مرالظہر ان میں ٹھہر گئے حالانکہ یہ صحیح بات نہیں ہے۔

بیت حرام کی تولیت

قریش سے پہلے بیت الحرام کی تولیت قبیلہ خزاعہ میں بنو کعب بن عمرو بن لحی کے قبضہ میں تھی یہاں تک کہ حلیل بن حبشیہ بن سلول متولی ہوا، یہ وہی شخص ہے جس نے بیت الحرام کی تولیت کی وصیت قصی بن کلاب کے حق میں کی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی کنیت ابو غبشان تھی، یہ حلیل کا بیٹا تھا۔ اس کا اصل نام محترش تھا۔ اس نے کعبہ کو ایک مشک شراب کے عوض فروخت کیا تھا واللہ اعلم۔ اسی حلیل بن حبشیہ کی اولاد سے کوذ بن علقمہ بن ہلال بن حریبہ بن عبد فہم بن حلیل تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کے وقت تعاقب کیا تھا اور غار تک آپؐ کے تعاقب میں گیا تھا لیکن مکڑیوں کے جالے اور کبوتروں کو انڈے دیئے ہوئے دیکھ کر اپنا سامنہ لے کر واپس آ گیا۔

بنی خزاعہ کی شاخیں

خزاعہ کی بہت سی شاخیں ہیں بنو مصطلق بن سعد بن عمرو بن لحی اور بنو کعب بن عمرو (جس میں سے عمرانؓ بن الحصین (صحابی) اور سلیمان بن صرد اور مالک بن ستیم نقیب بنو عباس ہیں) اور بنو عدی بن عمرو (جس میں سے جویریہ بنت الحارث ام المومنین تعلق رکھتی ہیں) اور بنو ملیح بن عمرو (جس میں سے طلحۃ الطلحات یعنی ابن عبدالرحمٰن بن الاسود ابن عامر بن عمیر بن مخلد بن سبیع بن خثعمہ بن سعد بن ملیح ہے) اور بنو عوف بن عمرو ہیں۔ برادران خزاعہ سے بنو افصی بن عامر ابن قمعہ، بنو مالک بن افصی اور ماثان بن افصی بھی ہیں۔ اسلم سے سلمہؓ بن الاکوع صحابیؓ اور دعبل اور بنو شیس شاعر اور محمد ابن الاشعث سپہ سالار بنو عباس ہیں۔ اسی قبیلے سے مالک بن سلیمان ابن کثیر، دعات بنو عباس میں سے تھا جسے ابو مسلم نے قتل کیا تھا۔

بنی طانجہ کی شاخیں

طانجہ کی بہت سی شاخیں ہیں جن میں سے مشہور تر مزینہ، رباب اور مزینہ تمیم ہیں۔ ان کے علاوہ اور شاخیں بھی ہیں مثل صوفہ و محارب کے جو تمیم ہی کے نسبی بھائی کہے جاتے ہیں۔ بنو تمیم بن مرہ اد بن طانجہ کی نسل سے ہے، یہ لوگ سرزمین نجد میں بصرہ سے یمامہ تک دائرے کی صورت آباد تھے پھر پھیل کر عذیب تک ارض کوفہ پہنچ گئے۔ آج کل کے زمانے میں اس قوم کا بھی نشان نہیں پایا جاتا۔ ان کے مقبوضات پر ان دنوں مشرق میں غزیہ (طے سے) اور خفاجہ (بنو عقیل بن کعب سے) قابض ہیں۔

بنی تمیم کی روداد

بنوتمیم کثیر البطون قبیلہ ہے، اسی سے (1) حارث بن تمیم (جس کی طرف میتب بن شریک، مشہور فقیہ منسوب کئے جاتے ہیں) (2) بنوعنبر جس میں فقیہ زفرابن ذہیل بن قیس بن مسلم بن قیس بن مکمل بن ذہل بن ذوئب بن جذیمہ بن عمرو بن جچو ر بن جندب بن عنبر تلمیذ امام ابوحنیفہ، فاضل عامر بن عبدقیس بن ثابت بن بشامہ بن حذیفہ بن معاویہ بن الجون بن کعب بن جندب اور ربیعہ بن رفیع بن سلمہ بن محکم بن صلاۃ بن عبدہ بن عدی بن جندب تعلق رکھتے ہیں) (3) بنوجیج بن عمرو بن تمیم۔

بنواسید کا ذکر

(4) بنواسید بن عمیر (جس میں ابو ہالہؓ ہند بن زرارہ ابن نباش بن عدی بن نمیر بن اسید مشہور صحابی، حنظلہؓ بن ربیع بن صیفی بن ریاح ابن الحرث بن مخاش بن معاویہ بن شریف بن جروہ بن اسید کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اکثم بن صیفی بن ریاح اور یحییٰ بن اکثم مامون الرشید کا قاضی صیفی بن ریاح کی نسل سے ہے۔)

بنو مالک کا بیان

(5) بنو مالک بن عمرو بن تمیم (جس میں سے نضر بن شمیل بن خرشہ بن یزید بن کلثوم ابن عبدہ بن زہیر بن عروہ بن جمیل بن حجر بن خزاعی بن مازن بن مالک نجومی محدث اور سلم ابن اخوز بن ارید بن محرز بن لای بن سہل بن جناب بن حجبہ بن کابیہ بن حرقوص ابن مازن بن مالک قاتل یحییٰ بن زید بن زید العابدین و قاتل آل مہلب تعلق رکھتے ہیں۔)

بنوعمرو کا حال

(6) بنوعمرو بن العلاء بن عمار بن عدنان بن عبیداللہ بن حصے بن الحرث جلہم بن خزاعی بن مازن بن مالک (7) بنوالحرث بن عمرو بن تمیم (8) بنوامراء القیس بن زید مناۃ بن تمیم (اسی قبیلے سے زید بن عدی ابن زید بن ایوب بن مخوف بن عامر بن عطیہ بن امراء القیس وزیر نعمان بن سعد والی جبرہ تھا) (9) بنوسعد بن زید مناۃ بن تمیم (10) بنومنقر بن عبید بن مقاعس بن عمرو بن کعب بن سعد بن زید مناۃ (اسی قبیلے سے قیس بن عاجم ابن سنان خالد بن منقر تھے جنہیں حضور اکرمؐ نے مروان کی قوم سے صدقات وصول کرنے کے لئے مقرر فرمایا تھا) (11) بنوعوف بن کعب بن سعد بن زید مناۃ (جس سے بنو بہدلہ بن عوف ہیں) (12) بنوحرث اعرج بن کعب بن سعد بن زید مناۃ (13) بنو مالک بن سعد بن زید مناۃ۔

بنی ربیعہ کا ذکر

(14) بنوربیعہ بن مالک بن سعد بن زید مناۃ (اسی قبیلے سے عروہ بن جریر بن عامر بن عبدا بن کعب بن ربیعہ ہے۔ یہ وہ پہلا خارجی ہے جس نے یوم صفین کہا تھا لاحکم الا اللہ) (15) بنوحنظلہ بن مالک بن کعب بن سعد بن زید مناۃ ہیں۔ بنوحنظلہ سے بنوعمرو۔ طلم۔ غالب۔ کلیہ۔ قیس ہیں۔ قیس ہی سے حنابی بن الحرث بن ارطاۃ بن شہاب بن عبید بن جناول بن قیس اور ابن عمیر بن حنابی تعلق رکھتا ہے جس نے حجاج کو قتل کیا تھا۔ بنو حنظلہ ہی سے بنوثعلبہ بن یربوع بن حنظلہ سے بنوالحرث ہیں، اسی قوم سے زبیر بن ناحور، سردار خوارج اور اس کے بھائی عثمان وعلی ہیں۔

بنوبشیر کا بیان

یہ لوگ بنوبشیر بن یزید ملقب بہ ماحور بن الحرث بن ساحق بن الحرث بن سلیط بن یربوع کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں اور یہ سب امراء ازارقہ ہیں۔ بنوکلیب یربوع بن حنظلہ میں شمار کئے جاتے ہیں، اسی قبیلے سے جریر شاعر ابن عطیہ بن خطفی ہے جس کا نام حذیفہ بن بدر بن سلم بن عوف بن کلیب ہے۔ بنوعنزاور بنوریاح بھی یربوح بن حنظلہ کی طرف منسوب ہیں جبکہ مالک بن حنظلہ کی طرف بنودارم کی نسبت کی جاتی ہے۔

بنی نہشل کے حالات

بنو نہشل بنو عباس کا کوتوال اور بنو مجاشع بن دارم سے اقرع بن حابس ابن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع اور فرزدق بن غالب بن صعصعہ بن ناجیہ بن عقال اور حتات بن یزید بن علقمہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن سے کہ آنحضرت صلعم نے معاویہ بن ابی سفیان کا بھائی چارا کروایا تھا۔ بنو عبداللہ بن دارم سے منذر بن ساوی بن عبداللہ بن زید بن عبد مناۃ ابن دارم اور بنو غرس بن زید بن عبداللہ بن دارم سے حاجب بن زرارہ بن غرس اور اس کا لڑکا عطارد اور اس کی اولاد ہے۔ اس قوم نے بڑی نسلی ترقی کی تھی اور ان کے پاس امارت اور دولت بھی تھی۔

بنی مزینہ کی روداد

بنو مزینہ مر بن او بن طانجہ بن الیاس کی نسل سے ہیں جس کے ایک لڑکے کا نام عثمان اور دوسرے کا اوس ہے۔ چونکہ ان کی ماں کا نام مزینہ تھا اس وجہ سے اس کے دونوں لڑکے مزینہ کی طرف منسوب کر دیئے گئے۔ اس قوم سے زہیر بن ابی سلمی (یعنی ربیعہ بن ابی ریاح بن فرہ بن الحرث بن مازن بن خلاد بن ثعلبہ بن ثور بن ہرمہ بن لاظم بن عثمان یکے از شعراء ستہ جاہلیہ)، اس کے دونوں بیٹے یعنی بجیر و کعب (جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی تھی)، نعمان بن مقرن ابن عامر بن صبح بن جہیم بن نصر بن حبشیہ بن کعب بن غفرار بن ثور بن ہرمہ اور اس کا بھائی سوید (جو جنگ نہاوند میں شہید ہو گئے تھے۔) اور معقل بن یسار بن عبداللہ بن معیر بن حراق بن لابی بن کعب ابن عبد ثور مشہور صحابی ہیں۔

بنی رباب کا بیان

رباب عبد مناۃ بن او بن طانجہ کی طرف نسباً منسوب ہوتے ہیں۔ اسی کی اولاد سے تمیم۔ عدی۔ عوف اور ثور ہیں۔ یہ قوم رباب اس وجہ سے کہلائی جاتی ہے کہ یہ لوگ بنو ضبہ کے معاہدے میں شریک جماعت ہوئے تھے اور مقام دہنا جوار بنو تمیم میں رہتے تھے لیکن آج کل یہ بھی معدوم الاثار ہو گئے ہیں۔

بنی تمیم کی روداد

بنو تمیم بن عبد مناۃ سے مستورد بن علقمہ بن قریش بن صباری بن نشبہ بن ربیع بن عمرو بن عبداللہ بن لوی بن عمرو بن الحرث ابن تمیم خارجی (جسے معقل بن قیس ریاح نے مغیرہ بن شعبہ کے دور میں قتل کیا تھا) اور ابن باحمہ ورو بن مجالد بن علقمہ (جو عبدالرحمٰن بن ملجم کے ساتھ شریک شہادت حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھا) اور قطام بنت بہنہ بن عدی ابن عامر بن عوف بن ثعلبہ بن سعد بن ذہل بن تمیم خارجیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس کا عقد عبدالرحمٰن بن ملجم کے ساتھ ہوا تھا۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے اس کا مہر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شہید کرنا تھا۔ واللہ اعلم۔ قطام کو خود اس کے باپ اور چچا نے یوم نہروان کے وقت قتل کیا تھا۔

بنی عدی کے حالات

بنو عدی بن عبد مناۃ سے ذوالرمہ شاعر (یعنی غیلان بن عتبہ بن بہیس بن مسعود بن حارثہ بن عمر بن ربیعہ بن ساعد بن عوف بن ثعلبہ بن ربیعہ بن ملکان بن عدی) جبکہ بنو ثور ابن عبد مناۃ سے مشہور صوفی سفیان ثوری (یعنی سفیان بن سعید بن مسروق بن حبیب بن رافع بن عبداللہ بن منقر بن نصر بن الحارث بن ثعلبہ بن عامر بن ہلکان بن ثور) اور ان کے بھائی عمرو و مبارک و ربیع بن خشیم فقیہہ تعلق رکھتے ہیں۔

ضبہ کا ذکر

او بن طانجہ کی نسل سے ہیں۔ یہ سرزمین نجد میں تہامہ کے شمال کی سمت جوار بنو تمیم میں رہتے تھے۔ وہ پھر عہد حکومت اسلامیہ میں عراق چلے

آئے، اسی مقام پر مثنی شاعر مارا گیا۔ اسی قوم سے ضرار بن عمرو ابن مالک بن زید بن کعب بن بجالہ بن ایل بن مالک بن بکر بن اسعد بن غبر سے تعلق رکھتا ہے جو جاہلیت میں بنو ضبہ کا سردار تھا۔ اس کے بعد سرداری اسی کے خاندان میں رہی۔ اس کے اٹھارہ بیٹے تھے جو اس کے ساتھ جنگ قر میں لڑنے کے لئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ علیؓ کے مدمقابل عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے ہمراہ جنگ جمل میں شامل تھے۔ اسی کی نسل سے قاضی ابو شرمہ عبداللہ ابن شعبة بن طفیل بن حسان بن منذر بن ضرار بن عنبسہ بن اسحاق بن شمر بن عبس ابن عنبسہ بن ثعبہ بن عتر بن عامر بن حباب بن حسل بن بجالہ ہے۔ جس کا ذکر سپہ سالاران بنو عباس میں آئے گا۔ وہ عہد حکومت خلیفہ متوکل میں نصر کا گورنر ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دیلم بنو باسل بن ضبہ بن اد کی اولاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بنی صوفہ کا بیان

صوفہ غوث بن مر بن اد کے سلسلے میں ہیں، ان کا زمانہ اقبال جاہلیت ہی میں ختم ہو گیا ان کی جگہ پھر آل صفوان بن شحمہ بنو سعد بن زید بن مناة بن تمیم حکومت کرنے لگے۔

بنی مدرکہ کا بیان

مدرکہ ابن الیاس بھی نہایت عظیم الشان اور کثیر البطون قبیلہ ہے۔ جس کے عظیم ترین قبائل میں سے ہذیل، قارہ، اسد، کنانہ اور قریش ہیں۔ بنو ہذیل، ہذیل بن مدرکہ بن الیاس کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور طائف کے قریب جبل غزوان میں رہتے تھے۔ اس کے اسفل میں نجد کے اطراف اور مقام تہامہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان اکثر مقامات ان کے قبضہ میں تھے جن میں کہ رجیع و بیر معونہ بھی ہیں۔ اس سے دو شاخیں نکلی ہیں (1) سعد بن ہذیل (2) لحیان بن ہذیل۔ سعد بن ہذیل میں سے ابوبکر شاعر اور حطیہ (جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے) اور عبداللہؓ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار ابن مخزوم بن صاہلہ بن الحارث بن تمیم بن سعد (مشہور صحابیؓ) اور ان کے دونوں بھائی عتبہ و عمیس اور ان کے لڑکے عبدالرحمٰن و عتبہ و مسعودی مشہور مورخ ابن عتبہ ہیں۔ یاد رہے کہ مسعودی کا نام علی ہے اور وہ حسین بن علی بن عبداللہ بن زید بن عتبہ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کے لڑکے ہیں۔ ان کے بھائی عتبہ سے عتبہ بن عبیداللہ بن زید بن عتبہ مدینہ منورہ کے مشہور فقیہہ ہیں۔ یہ لوگ اسلام کے دور میں ممالک اسلامیہ میں منتشر ہو گئے لہٰذا اب اس قوم کا کوئی بطن باقی نہ رہا۔ البتہ افریقہ میں ان میں کا ایک قبیلہ ہے۔ جس کے لوگ اطراف باجہ میں شاہی لشکر میں عہد ہائے جلیلہ سے ممتاز ہیں۔

بنی اسد کا تذکرہ

بنو اسد، اسد بن خزیمہ بن مدرکہ سے ایک بڑا قبیلہ ہے۔ یہ سرزمین نجد میں مستقل کرخ طے کی ہمسائیگی میں رہتے تھے۔ چند مورخین کا یہ خیال ہے کہ پہلے بلاد طے بنو اسد کے قبضے و تصرف میں تھے لیکن جب وہ یمن سے نکلے تو انہوں نے انہیں مغلوب کر کے اجاد سلمی پر قبضہ کر لیا اور پھر ان کے اردگرد میں آباد ہو گئے۔ اس کے بعد بنو اسد مختلف ممالک میں ایسے متفرق ہوئے کہ اب ان کا کوئی قبیلہ باقی نہیں رہا۔ ابن سعید لکھتا ہے کہ ان کے بلاد اب بنو طے کے قبضے میں ہیں۔

بنی کاہل کا ذکر

اس کثیر البطون قبیلہ سے بنو کاہل (قاتل حجر بن عمرو بادشاہ پدر امراء القیس) اور بنو غنم بن دودان بن اسد اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ عبیداللہ بن جحش بن رو باب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم ہے جو کہ مسلمان ہوا تھا لیکن پھر نصرانی ہو گیا اور حالت نصرانیت ہی میں مر گیا۔ اس کی بہن زینب ام المومنین رضی اللہ عنہا اور عکاشہؓ بن محصن بن حدثان بن قیس بن مرہ بن کثیر مشہور صحابیؓ ہیں۔

بنوثعلبہ کا حال

بنوثعلبہ بن دودان بن اسعد سے کیت شاعر ابن زید بن الاخنس بن ربیعہ بن عبدالقیس بن الحرث بن عروہ بن مالک بن سعد بن ثعلبہ، ضرار بن الازور یعنی مالک بن اولیس بن خزیمہ بن ربیعہ بن مالک بن ثعلبہ قاتل مالک بن نویرہ اور حضرمی بن عامر بن مجمع بن موالتہ بن ہمام بن صحب بن القیس بن مالک وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ بنوعمر بن قعید (قعین) بن الحارث بن ثعلبہ بن دودان بھی ہیں۔ اسی قبیلے سے طماح بن قیس بن طریف بن عمرو بن قعید تعلق رکھتا ہے جو قیصر کے پاس امراء القیس کے قتل کا کوشاں ہوا تھا۔ طلیحہ بن خویلد بن نوفل بن نعلتہ بن لاشتر بن حجران بن فقعس بن طریف بن عمرو بھی اسی قبیلے کا ہے جو پہلے کاہن تھا اور جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا پھر اس کے بعد ایمان لایا۔ ان شاخوں کے علاوہ بنو اسد میں اور بھی شاخیں ہیں جنہیں ہم طوالت کے خیال سے ترک کر رہے ہیں۔

قارہ وعکل۔ ہون بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس کی نسل سے بنواسد کے بھائی ہیں۔ یہ بنوزہرہ قریش کے حلفاء میں تھے۔

بنی کنانہ کا بیان

بنوکنانہ، کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ کی نسل سے بنواسد کے نسبی بھائی ہیں۔ یہ مکہ کے گردونواح میں رہتے تھے۔ یہ قبیلہ بھی کثیر البطون ہے، ان میں مشہور اور معروف تر قریش ہے جو کہ نضر بن کنانہ کی اولاد سے ہیں جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔ اس کے بعد بنوعبد مناۃ بن کنانہ اور بنو مالک بن کنانہ ہے جبکہ بنوعبد مناۃ سے بنو بکر و بنوعمرو بنوالحرث اور بنو عامر ہیں۔ اس کے بعد بنو بکر سے بنولیث اسی سے بنوموح بن یعمر (یعنی شداخ بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث اور اسی سے صعب بن جثامہ بن قیس بن شداخ مشہور صحابیؓ اور شاعر عروۃ بن اذینہ بن یحییٰ بن مالک بن الحرث بن عبداللہ بن شداخ تعلق رکھتے ہیں)۔ بنوشجع بن عامر بن لیث بن بکر اسی قبیلہ سے ابوواقد لیثی صحابیؓ یعنی حرث بن عوف بن اسید بن جابر بن عدیدہ بن عبدمناۃ بن شجع بھی تعلق رکھتے ہیں)۔ بنوسعد بن لیث بن بکر (جس سے ابوطفیلؓ عامر بن واثلہ بن عبداللہ بن عمرو بن جابر بن حمیس بن عدی ابن سعد اور واثلہ بن الاسقع بن عبدالعزی بن عبد یالیل بن ناشب بن عبدہ بن سعد مشہور صحابی ہیں۔ حضرت ابوالطفیل عامر وہ صحابی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں میں سب سے آخر میں زندہ رہ گئے تھے۔ سنہ 107ھ میں ان کا انتقال ہوا۔)

بنی جذع کا ذکر

بنوجذع بن بکر بن لیث بن بکر ہیں۔ اسی قبیلے سے امیر خراسان نصر بن سیار بن رافع بن عدی بن ربیعہ بن عامر بن عوف بن جندع اور رافع بن لیث بن نصر سے تعلق رکھتا ہے جو زمانہ الرشید میں بنوامیہ کا ہوا خواہ سمرقند میں رہتا تھا۔

بنوعبد مناۃ کا ذکر

بنوعبد مناۃ سے بنوعریج بن بکر بن عبد مناۃ اور بنوالدیل بن بکر ہیں۔ اسی قبیلے سے اسود بن زرق بن یعمر بن نافثہ بن عدی بن الدیل ہے جس کے سبب سے مکہ فتح ہوا تھا اور ساریہ بن زنیم بن عمرو بن عبداللہ بن جابر بن عتبہ بن عبد بن عدی ابن الدیل ہیں۔ آپ جب عراق میں کفار سے لڑ رہے تھے تو انہیں عمرؓ نے مدینہ سے آواز دی تھی جیسا کہ مشہور ہے۔ ابوالاسود واضع علم یعنی ظالم بن عمرو بن سفیان بن عمرو بن جندب بن یعمر بن جلیس بن نافثہ بن عدی وغیرہ ہیں۔

بنی ضمرہ کا بیان

بنوضمرہ بن بکر بھی ہیں۔ اس ضمرہ سے غفار بن یمیل بن ضمرہ ہے جو کہ خود ایک بہت بڑا قبیلہ ہے۔ (اسی قبیلہ سے ابوذر غفاری صحابیؓ یعنی جندب بن جنادہ بن سفیان بن عبید بن حرام بن غفار اور کلثومؓ بن الحصین بن خالد بن معیسیر بن بدر بن خمیس بن غفار تعلق رکھتے ہیں جنہیں فتح مکہ

کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خلیفہ اور نائب مقرر فرمایا تھا۔)

بنو مدلج کا ذکر

بنو مدلج بن مرہ بن عبد مناۃ سے سراقہ بن مالک بن حبشہ بن مالک بن عمرو بن مالک بن تیم بن مدلج بہت مشہور شخصیت ہے جو قریش کی تحریک سے حضور اکرمؐ کے تعاقب میں ہجرت کے وقت روانہ ہوا تھا، اس غرض سے کہ وہ آپ کو واپس لائے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ناکام ہو کر واپس ہوا۔ بنو عامر بن عبد مناۃ سے بنو مساحق بن الاقرم بن جذیمہ بن عامر ہیں جنہیں مقام عمیصا میں خالدؓ بن ولید نے قتل کر دیا تھا۔

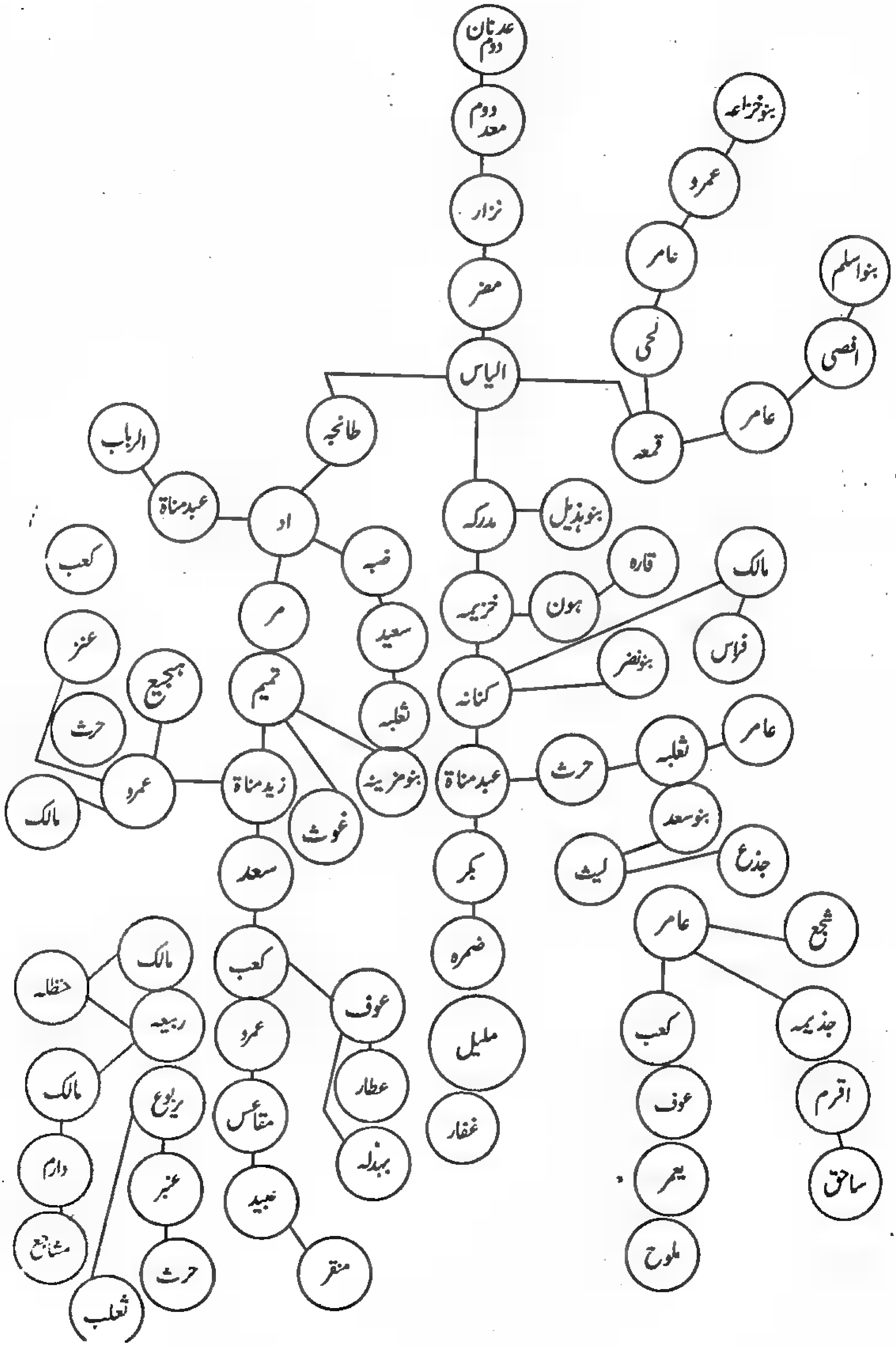
بنو حارث کی روداد

بنو الحارث بن عبد مناۃ سے حلیس بن علقمہ بن عمرو بن الادقح بن عامر بن جذیمہ بن عوف بن الحارث سے تعلق رکھتا ہے جس نے قریش کے ساتھ حلف احابیش منعقد کیا تھا جبکہ اس کا بھائی تیم وہ ہے جس نے ان کے ساتھ حلف قارہ کا معاہدہ کیا تھا۔

بنو فراس کا حل

بنو فراس بن مالک ابن کنانہ سے فارس العرب ربیعہ بن المکدم بن عامر بن خویلد بن جذیمہ بن علقمہ بن جندل الطعان بن فراس ہے جبکہ بنو عامر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک ابن کنانہ سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے جاہلیت میں مہینے تبدیل کرنے کا رواج شروع کیا تھا۔ اول جس شخص نے تبدیلی ماہ کو رائج اور ایجاد کیا اس کا نام سمیر بن ثعلبہ بن الحارث ہے۔ اسی قبیلے سے رماحس بن عبد العزیز بن رماحس ابن الرسارس بن واقد بن وہب بن ہاجرہ بن عربن وائلہ بن الفالہ بن عمرو بن حارث ہے۔ جس وقت خلیفہ عبد الرحمٰن اندلس میں داخل ہوا تھا تو اس نے اسے جزیرہ وشدونہ کا گورنر مقرر کیا تھا پھر جب اس نے خلیفہ عبد الرحمٰن سے بغاوت کی تو خلیفہ نے اس پر حملہ کر دیا، یہ بھاگ کر عدوہ کی طرف گیا اور وہیں مر گیا۔ اندلس میں اس کی بہت اولاد تھی۔ دولت امویہ میں ان کے نمایاں کارناموں کے آثار بکثرت پائے جاتے ہیں۔ یہ لوگ سواحل افریقیہ میں بھی عبیدیوں سے اکثر لڑتے رہے ہیں۔

بنو الیاس بن معز کا شجرہ



باب: ۲۸

قریش کا بیان اور دیگر واقعات

فہر بن مالک بن نضر کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے جبکہ نضر ہی سب سے پہلے قریش کے نام سے موسوم ہوا ہے۔ بعضے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کرتے ہیں کہ تقرش (یعنی تجارۃ) کی وجہ سے وہ قریش کے لقب سے مشہور ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہتے ہیں کہ قریش قرش کا مصغر ہے اور قریش کے معنی ہیں ایک ایسا جانور دریائی جو دوسرے جانوروں کو کھاڈالتا ہے چونکہ نضر نے دیگر قبائل کو دبالیا تھا اور مغلوب کر لیا تھا اس وجہ سے وہ قریش کے لقب سے ملقب ہوا بہر کیف اولاد نضر فہر کی طرف اس وجہ سے منسوب ہوئی کہ نضر کی اولاد فہر کی اولاد میں منحصر ہے، بنونضر میں سے سوا فہر کے اور کسی کا نسلی سلسلہ نہیں چلا یہی وجہ ہے کہ بنوفہر بن مالک ہی کو قریش کہا جاتا ہے اور پہلا جو قریش کے لقب سے مشہور ہوا وہ نضر بن کنانہ ہے۔

فہر کی اولاد

فہر کے تین لڑکے تھے یعنی غالب، حارث اور محارب۔ لہٰذا بنومحارب بن فہر اور حارث بن فہر قریش ظواہر سے ہیں۔ بنومحارب سے ضحاک بن قیس بن خالد بن وہب بن ثعلبہ بن واثلہ بن عمرو بن شیبان بن محارب صاحب مرج راہط اور ضرار بن الخطاب بن مرداس بن کثیر بن عمرو آکل السقف ابن حبیب بن عمرو بن شیبان تعلق رکھتے ہیں۔ (یہ صحابہ میں مشہور سواروں سے تھے، ان کا باپ خطاب بن مرداس زمانہ جاہلیت میں قریش ظواہر کا سردار تھا)۔ عبدالملک بن قطنی بن نہشل بن عمرو بن عبداللہ بن وہب بن سعد بن عمرو آکل السقف بھی تھے، (یہ یوم حرہ میں موجود تھے اور اس قدر انہوں نے عمر پائی کہ اندلس کے گورنر مقرر کئے گئے تھے۔ انہیں اصحاب بلج بن بشیر قشیری نے صلیب دی تھی)۔ کرز بن جابر بن حسل بن لاحب بن حبیب بن عمرو بن شیبان وغیرہم بھی اسی قبیلے سے ہیں۔

بنی حارث کا بیان

بنوحارث بن فہر سے ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال بن وہب بن ضبہ بن الحارث امین الامتہ ہیں جو فتح شام کے وقت شام کے مسلمانوں کے امیر فوج کے سپہ سالار تھے۔ اس کے علاوہ عقبہ بن نافع بن عبدقیس بن لقیط بن عامر بن امیہ ابن ضرب بن الحارث فاتح افریقیہ و قیروان ہیں۔ اسی کی اولاد سے عبدالرحمٰن بن حبیب بن ابی عبیدہ بن عقبہ والی افریقہ ہے جس کے باپ حبیب بن عقبہ نے عبدالعزیز ابن موسیٰ بن نصیر اور یوسف بن عبدالرحمٰن بن ابی عبیدہ والی اندلس سے لڑائی کی تھی۔ اسی کے دور میں عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک اندلس میں داخل ہوا تھا۔ پھر عبدالرحمٰن نے اسے قتل کر دیا اور خود اندلس کا مالک بن بیٹھا پھر اس کے بعد اسی کے خاندان میں حکومت و سلطنت رہی۔

بنو غالب کا ذکر

غالب بن فہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمود نسب میں ہے، اس کے لڑکے تیم الادرم اور لوی تھے بنوتیم الادرم قریش ظواہر سے ہیں۔ اسی قبیلے سے ہلال بن عبداللہ بن عبدمناۃ بن اسعد بن جابر بن کبیر بن تیم الادرم تعلق رکھتا تھا جس کا خون آنحضرت صلعم نے یوم فتح مکہ مباح فرمادیا تھا یہ اس وقت مارا گیا جب کہ مکہ فتح ہو گیا تھا اور یہ پردہ ہائے کعبہ کو پکڑے ہوئے تھا۔

بنی لوی کا حال

لوی بن غالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمودنسب مقدس میں ہے، اس کے بیٹوں میں سے کعب اور عامر ہیں۔ ان کے علاوہ اس کی اولاد سے اور بھی شاخیں ہیں جو مختلف طرح سے اس کی طرف منسوب ہوتی ہیں۔ ان میں بنوخزیمہ بن لوی اور بنوسامہ ابن لوی اور سعد و جشم وغیرہم شامل ہیں۔ بنوسامہ کی بابت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ قریش سے تعلق نہیں رکھتے اور یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ بنوسامان ملوک ماوراء النہر اسی قبیلے سے ہیں۔ واللہ اعلم۔

بنوعامر کی روداد

بنوعامر بن لوی سے بنوحسل بن عامر اور بنومعیص بن عامر تعلق رکھتے ہیں۔ بنومعیص سے بشر بن ارطاۃ یعنی عویمر بن عمران بن الحلیس بن یسار بن نزار بن معیص بن عامر (یکے از سرداران معاویہؓ) اور فکرز بن حفص بن احنف بن علقمہ بن عبدالحارث ابن منقذ بن عمرو بن معیص ہے۔ بنو حسل سے عامر بن عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ابن الحارث بن حبیب بن خذیمہ بن مالک بن حسل بن عامر سے تعلق رکھتے ہیں جو وقت فتح افریقہ لشکر اسلام کے سردار اور گورنر مصر تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کچھ گستاخانہ کلمات لکھے تھے لیکن پھر انہوں نے توبہ کی، دوبارہ مسلمان ہوئے اور بقیہ زندگی نہایت سادگی اور عمدگی سے تمام کردی۔

حضرت حویطبؓ

حویطبؓ بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بھی ہیں (جنہیں صحبت رسول نصیب ہوئی تھی) عہد عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل، والی حدیبیہ اور اس کا بھائی سکران اور اس کا بیٹا ابو جندل سہیلؓ (اس کا نام عاصی تھا)۔ یہی یوم صلح حدیبیہ میں بھاگ کر آئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس کر دیا۔ اس کا قصہ بہت معروف ہے۔ اس کے علاوہ زمعہ بن قیس بن عبد شمس اور اس کا لڑکا عبد بن زمعہ ہے۔ اسی زمعہ بن قیس کی لڑکی محترمہ سودہ ام المومنین (رضی اللہ عنہا) ہیں جو پہلے سکران یعنی اپنے چچازاد بھائی کے عقد میں تھیں، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں شامل ہوئیں۔

کعب کا بیان

کعب ابن لوی عمودنسب کریم آنحضرت میں ہے، اس کے تین لڑکے: مرہ، ہصیص، اور عدی تھے۔ یہ سب قریش بطاح ہیں لہٰذا ابن کعب سے ہصیص بن کعب بن لوی بن سہم بن عمرو بن ہصیص ابن کعب ہے۔ اسی قبیلے سے عاص بن وائل بن ہشام بن سعد بن سہم اور عاص کے دونوں لڑکے عمروؓ و ہشامؓ اور عبدالرحمٰن بن معیص بن ابی وداعہ (یعنی حارث) بن سعد بن سعید بن سہم، قاری اہل مکہ، اسماعیل بن جامع بن عبدالمطلب بن ابی وداعہ، مفتی مکہ نبیہ ومنبہ پسران حجاج بن عامر بن حذیفہ بن سعد بن سہم (یہ دونوں جنگ بدر میں کفر کی حالت میں مارے گئے تھے اور کنوئیں میں پھینک دیئے گئے۔ اسی جنگ میں عاص بن منبہ مارا گیا جس کی ذوالفقار نامی تلوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی)، عبداللہؓ ابن الزبعری بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم (یہ پہلے آنحضرت کو اپنے اشعار کے ذریعے سے ایذا پہنچاتے تھے لیکن پھر مسلمان ہو گئے اور اچھے مسلمانوں میں ہوئے)، حذافہ بن قیس ابوالاخنس اور خنیسؓ وغیرہم ہیں جبکہ عبداللہؓ بن حذافہ مہاجرین حبشہ سے ہیں، یہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک کسریٰ کے پاس لے کر گئے تھے۔

صفوان کا ذکر

بنوجمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب سے امیہ بن خلف ابن وہب بن حذافہ جنگ بدر میں مارا گیا تھا جبکہ اس کا بھائی ابی جنگ احد میں مارا گیا۔ (اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے مارا تھا)۔ بعد کو اس کا لڑکا صفوان بن امیہ یوم فتح مکہ مسلمان ہوا اور اس کا لڑکا

عبداللہ بن صفوان زبیر وعثمان ابن مظعون ابن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ کے ساتھ مارا گیا۔ ان کے بھائی قدامہؓ وسائبؓ وعبداللہؓ مہاجرین بدریین سے ہیں جبکہ ان کی بہن زینب بنت مظعون مادرام حفصہؓ ہیں۔

بنوعدی کی روداد

بنوعدی بن کعب سے زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزی بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی (اس نے زمانہ جاہلیت میں بت پرستی چھوڑ کر ملت ابراہیمی اختیار کر لی تھی اور پھر اسی پر قائم رہا یہاں تک کہ بلقاء کے ایک گاؤں میں لخم یا جذام کے ہاتھوں مارا گیا)۔ سعیدؓ بن زید بن عمرو (جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں) عمرؓ ابن الخطاب امیر المومنین، ان کے بیٹے عبداللہ عاصم اور عبیداللہؓ وغیرہم اور خارجہؓ بن حذافہ بن غانم بن عامر بن عبیداللہ بن عوتج بن عدی بن کعب (جسے مصر میں عمرو بن العاصؓ کے شہر میں ایک حرد ری نے شہید کیا اور جب یہ قاتل گرفتار کیا گیا تو اس نے ظاہر کیا کہ اردت عمرواً و اراد اللہ خارجۃ میں نے عمرو کے مارنے کا قصد کیا تھا اور اللہ نے خارجہ کے قتل کا) اور ابوالجہمؓ بن حذیفہ بن غانم، صاحب النفل یوم حنین، مطیعؓ بن الاسود بن حارثہ بن نصلہ بن عوف بن عبید بن عوتج (صحابیؓ) اور ان کے لڑکے عبداللہ بن مطیع ہیں۔ جو یوم الحرہ میں مہاجرین کے سردار تھے اور ابن الزبیرؓ کے ساتھ مکہ میں شہید ہو گئے تھے۔

مرہ کا ذکر

مرہ ابن کعب نسب اقدس کے عمود سے ہے، اس کے تین لڑکے کلاب، تیم اور یقظہ تھے۔ بنو تیم بن مرہ سے عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم (یہ زمانہ جاہلیت میں قریش کا سردار تھا) ابوبکر صدیق (خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب (جو جنگ جمل میں شہید ہوئے، ان کی اولاد محمد السجاد ہیں۔ ان کی اولاد آج بھی بکثرت مختلف شہروں میں آباد ہے۔ (یقظہ بن مرہ سے بنومخزوم بن یقظہ بن مرہ ہیں، اسی قبیلے سے صیفی بن ابی رفاعہ امیہ بن عائذ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم (یہ اور اس کا بھائی کفر کی حالت میں بدر میں مارے گئے)، ارقمؓ بن ابی الارقم عبدمناف بن ابی جندب اسد بن عبداللہ بن عمرو ابن مخزوم (بدری صحابیؓ) ہیں۔ انہی کے مکان میں اظہار اسلام سے قبل حضور اکرم کی خدمت میں صحابہ حاضر ہوتے تھے۔

ابوسلمہ عبداللہ کا بیان

ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن بلال بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کا بھی اس سے تعلق ہے (یہ مہاجرین سے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے قبل ام المومنین ام سلمہؓ کے شوہر یہی تھے) اور الفاکہ بن المغیرہ ابن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم (اس کا نام ابوقیس تھا یہ کفر کی حالت میں بدر میں مارا گیا)، ابوجہل عمرو بن ہشام بن المغیرہ (یہ بھی جنگ بدر ہی میں کافر مارا گیا)، عکرمہؓ بن ابی جہل (صحابیؓ) اور حارثؓ بن ہشام بن المغیرہ (یہ مسلمان ہو گئے تھے اور ان کا اسلام بڑا زبردست تھا، ان کے اخلاف بکثرت اور مشہور ہیں) ابوامیہ ابن ابی حذیفہ بن المغیرہ (یہ حالت کفر بدر میں مارا گیا تھا۔ اسی کی لڑکی ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں)، ہشامؓ بن ابی حذیفہ (مہاجرین حبشہ سے تعلق ہے)، عبداللہؓ ابن ابی ربیعہ عمرو بن المغیرہ (صحابیؓ)، حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ معروف بقباع اور ولید بن المغیرہ (یہ کفر کی حالت میں مکہ میں مرا) اور اس کے لڑکے خالد بن الولیدؓ سیف اللہ، صاحب فتوحات اسلامیہ ہیں۔ سعید بن المسیبؓ بن حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم تابعی اور ان کے باپ میتب صحابی کا تعلق اہل بیعت الرضوان سے ہے۔

کلاب کا ذکر

کلاب بن مرہ کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمود نسب اقدس میں ہے۔ کلاب کے دو لڑکے قصی اور زہرہ تھے۔ بنوزہرہ بن کلاب سے

آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ، مادر حضور اکرمؐ، سعدؓ ان کے بھائی کا لڑکا یعنی عبداللہ بن ارقم ابن عبد یغوث بن وہب، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مالک بن وہب بن عبد مناف، فاتح عراق، ہاشم بن عتبہ اور ان کا بیٹا عمرو بن سعد (جسے عبداللہ بن زیاد نے جناب امام حسین علیہ السلام سے لڑائی کے لئے بھیجا تھا) اسے مختار بن ابی عبید نے اور اس کے بھائی محمد بن سعد کو حجاج بن ابی الاشعث نے قتل کیا تھا، مسورؓ بن مخزمہ بن نوفل بن وہب (صحابیؓ) اور عبداللہ بن عوف بن عبد عوف بن عبد الحرث بن زہرہ اور ان کا لڑکا سلمہ وغیرہم ہیں۔ ان کی اولاد شہروں میں بکثرت آباد ہے۔

قصی کا بیان

قصی ابن کلاب حضور اکرمؐ کے عمود نسب اقدس میں ہے، یہ وہی شخص ہے جس نے قریش کو نئے سرے سے مضبوط اور درست کیا۔ اس نے دوبارہ قریش کو حکومت وعزت کی کرسی پر بٹھایا ہے۔ اس کے تین لڑکے تھے یعنی عبد مناف، عبد الدار اور عبد العزیٰ۔ بنو عبد الدار نضر بن الحارث بن علقمہ بن کلدہ بن عبد مناف بن عبد الدار (یہ جنگ بدر میں مشرکین کے ساتھ قید ہو کر آیا تھا۔ لیکن واپسی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام صفراء میں اس کی گردن مارے جانے کا حکم دیا تھا)، مصعبؓ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار ہیں (یہ بدری صحابہ ہیں، جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ اس لڑائی میں اسلامی پرچم انہی کے ہاتھ میں تھا)، ان کی اولاد سے عامر بن وہب ہے۔ جو سرقسطہ مضافات اندلس میں ابوجعفر المنصور کی دعوت دیتا تھا، اسے یوسف بن عبد الرحمٰن فہری امیر اندلس نے عبد الرحمٰن اموی کے آنے کے بعد قتل کیا تھا۔ ابوالسنابلؓ بن بعکک بن السباق بن عبد الدار (مشہور صحابیؓ) اور عثمان ابن طلحہ بن عبد العزی بن عثمان بن عبد الدار وغیرہم بھی ہیں جسے یوم فتح مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے کعبے کی کلید عنایت فرمائی تھی۔ بعضے کہتے ہیں کہ آنحضرت نے کعبہ کی چابی فتح مکہ کے روز ان کے بھائی شیبہ کو مرحمت فرمائی تھی اور اسی زمانے سے بنو شیبہ بن طلحہ بیت اللہ کے کلید بردار ہوئے تھے۔

بنو عبد العزیٰ کا بیان

بنو عبد العزیٰ بن قصی سے ابوالبختری عاص بن ہاشم بن الحارث بن اسد بن عبد العزیٰ تعلق رکھتا ہے جس نے قیصر کی طرف سے قریش پر حکمرانی کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن قریش نے اسے اس فعل سے باز رکھا۔ اس کے بعد وہ مجبور ہو کر شام کی طرف لوٹ گیا اور وہاں پر جس قدر قریش اسے مل سکے سب کو قید کر دیا۔ اسی قبیلے سے ابواحیحہ سعید بن العاص اور ہبار ابن الاسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزی ہے۔ جس کی اولاد سے عمر بن عبد العزیز بن المنذر بن الربیع بن الزبیر بن عبد الرحمٰن بن ہبار، والی سندھ ہے۔ التوکل کے قتل کے بعد جب فساد شروع ہوا تو یہ سندھ کا حکمران ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اسی کی اولاد حکمران رہی یہاں تک کہ محمود بن سبکتگین، والی غزنہ کے ہاتھوں اس کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کا (یعنی عمر کا) دادا منذر ابن الربیع سفاح کے دور حکومت میں مقام قرقیسیا میں تھا، وہیں یہ گرفتار کیا گیا اور سولی پر لٹکایا گیا۔ اسماعیل بن ہبار کو مصعب ابن عبد الرحمٰن نے قتل کیا تھا کیونکہ یہ آنحضرت (صلعم) کی ہجو کرتا تھا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا عوف مسلمان ہوا اور انہوں نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں قصائد لکھے اور اچھے مسلمانوں میں شمار کیا گیا۔ عبداللہؓ بن زمعہ بن الاسود کو بھی شرف صحبت نبویؐ نصیب ہوئی ہے۔ اسی قبیلے اسد بن عبد العزی سے ام المومنین حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) بنت الخویلد بن اسد بن عبد العزی اور زبیر ابن العوامؓ بن خویلد (عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں) اور ان کے دونوں لڑکے عبداللہؓ و مصعب اور حکیمؓ بن حزام بن خویلد (صحابیؓ) اور ان کے لڑکے ہشامؓ بن الحکیم ہیں۔ حکیمؓ بن حزام بحالت اسلام ساٹھ برس زندہ رہے۔ انہوں ہی نے اپنا دار الندوہ معاویہؓ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم کی قیمت پر فروخت کیا تھا۔

عبد مناف کا ذکر

عبد مناف بن قصی قبیلہ قریش میں ایک نامور شخص تھا، لوگ اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ یہ بھی عمود نسب اقدس میں ہے۔ اس کے چار لڑکے عبد شمس، ہاشم، مطلب اور نوفل تھے۔ بنو عبد شمس اور بنو ہاشم عبد مناف کی حکومت اور ریاست کو باہم تقسیم کئے ہوئے تھے، باقی رہے بنو مطلب

اور بنونوفل وہ ان کے شریک تھے یعنی بنو مطلب بنو ہاشم کے جبکہ بنونوفل بنو عبد شمس کے دوست تھے۔ بنو عبد شمس سے عبلات یعنی بنوامیہ اصغر اور اس کی لڑکی ثریا ہے (یہ عمرو ابن ابی ربیعہ کی معشوقہ تھی) جبکہ بنو ربیعہ بن عبد شمس سے عتبہ وشیبہ پسران ربیعہ اور عتبہ سے ولید ابن عتبہ (جو جنگ بدر میں کفر کی حالت میں مارا گیا) اور ابو حذیفہؓ (صحابیؓ) اور ہندؓ بنت عتبہ مادر معاویہؓ ہے۔ بنو عبدالعزی بن عبد شمس سے ابو العاصؓ بن الربیع بن عبدالعزی صہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کی ایک لڑکی تھی جس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بعد شادی کی تھی۔ بنوامیہ اکبر ابن عبد شمس سے سعید بن ابو جحیۃ العاص ابن امیہ (یہ بحالت کفر ہلاک ہوا)، اس کا لڑکا خالدؓ بن سعید (جو جنگ یرموک میں مارے گئے) اور سعیدؓ بن العاص ابن سعید (یہ سابقین اسلام سے ہیں۔ یہ صنعاء کے گورنر ہوئے تھے اور وقت فتح شام شہید ہوئے) اور سعیدؓ بن العاص بن سعید بن العاص بن امیہ عثمان ابن عفان (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ اس کے علاوہ امیر المومنین عثمانؓ ابن عفان بن العاص بن امیہ اور مروان ابن الحکم بن ابی العاص بن امیہ اور اس کی اولاد خلفاء اول اسلام اور ملوک اندلس ہوئے ہیں۔

بنوامیہ کا بیان

ان سب کا ذکر آئندہ حالات دولت بنوامیہ میں آئے گا۔ ابوسفیانؓ بن حرب بن امیہ اور ان کے لڑکے معاویہؓ امیر شام اور یزیدؓ وحنظلہ وعتبہ و ام حبیبہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بھی اسی قبیلے سے تھیں۔ عتابؓ ابن اسید بن ابی العاص بن امیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے وقت مکہ کا عامل مقرر کیا تھا، یہ اسی عہدہ پر رہے یہاں تک کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے انتقال کے بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ اسی قبیلے سے بنو ابی الشوارب ہیں (جو زمانہ المتوکل سے عہد حکومت المقتدر تک بغداد کے قاضی تھے) یہ لوگ ابو عثمان بن عبداللہ بن خالد بن اسید بن ابی العاص کی نسل سے ہیں۔ اس کے علاوہ بنونوفل بن عبد مناف سے جبیرؓ ابن مطعم بن عدی بن نوفل (مشہور صحابیؓ) اور طعیمہ بن عدی ہے جو جنگ بدر میں کفر کی حالت میں مارا گیا تھا۔ اسی کے آزاد غلام وحشی ہیں جنہوں نے جنگ احد میں حمزہؓ بن عبدالمطلب (صحابی) کو شہید کیا تھا۔

بنو مطلب کا ذکر

بنو المطلب بن عبد مناف سے قیس بن مخرمہ بن المطلب (صحابیؓ) اور ان کے لڑکے عبداللہ بن قیس مولی یسار جد محمد ابن اسحاق بن یسار صاحب مغازی اور حضرت مسطح یعنی عوف بن اثاثہ بن عباد بن المطلب ہیں (یہ ان لوگوں میں ہیں جو واقعہ افک میں شریک تھے اور نیز یہ سیدنا ابو بکر الصدیقؓ کے خالہ زاد بھائی ہیں) رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب سخت ترین آدمیوں سے تھا۔ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائے بد سے عارضہ صرع (مرگی) ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ سائب بن عبد یزید وغیرہم ہیں (یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھا، جنگ بدر میں گرفتار کیا گیا) اسی کی اولاد سے امام شافعی محمد ابن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب ہیں۔

بنو ہاشم کی روداد

بنو ہاشم ابن عبد مناف سے عبدالمطلب بن ہاشم ہیں، یہ آنحضرت کے دادا ہیں اور یہی بنو ہاشم کے سردار ہیں۔ مورخین نے ہاشم کی اولاد سے عبدالمطلب کے سوا کسی اور کا ذکر نہیں کیا۔ ان کے دس لڑکے تھے: (1) عبداللہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد، یہ سب سے چھوٹے تھے) (2) حمزہؓ (3) عباسؓ (4) ابو طالب (5) زبیرؓ (6) مقوم (بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا اصلی نام غیداق تھا) (7) ضرار (8) حجل (9) ابولہب (10) قثم۔ زبیر قثم وحمزہ کے رشتے دار باقی نہ رہ گئے جیسا کہ ابن حزم نے تحریر کیا ہے جبکہ ابولہب کی اولاد میں سے عتبہ صحابی ہیں، باقی رہے عباسؓ و ابو طالب ان کی اولاد نہایت کثیر تعداد میں ہے جن کا شمار امکان سے خارج ہے۔ بنو عباس کی عظمت وشرافت عبداللہ بن عباسؓ کی اولاد میں اور بنو ابی طالب کی عزت وجلالت امیر المومنین علیؓ کی اولاد میں ہے۔ ان دونوں بزرگوں کے بعد جعفرؓ ابن ابی طالب کو شرف اور عزت حاصل ہے، انشاء العزیز ہم ان کے مشاہیر کا ذکر ان کے تذکرہ حکومت اور دولت میں تفصیل سے بیان کریں گے۔

مکے میں قریش کی حکمرانی

بنوجرہم کا ذکر

ہم نے اس سے پہلے عرب کے طبقہ اولیٰ کے تذکرے میں بیان کیا ہے کہ حجاز اور تمام ممالک عرب میں عمالقہ (اولاد عملیق بن لاوذ) پھیلے ہوئے تھے اور وہی اس سرزمین کے مالک تھے۔ بنی جرہم بھی اسی طبقے میں یقطن بن شالخ بن ارفخشد کی اولاد سے تھے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ حضرموت یمن میں رہتے تھے۔ اتفاق زمانہ سے یمن میں قحط پڑا اس وجہ سے بنوجرہم تہامہ کی طرف رزق کی تلاش سے نکلے۔ راستے میں ان کی اسماعیلؑ اور ان کی ماں بی بی ہاجرہ (علیہا السلام) سے زمزم کے قریب ملاقات ہوگئی۔ ان کا اور جرہم کا واقعہ ابراہیمؑ کے حالات میں ہم بیان کر چکے ہیں الغرض جرہم اسفل مکہ میں قطورا (بقیہ عمالقہ) کے پاس اتر گئے تھے۔

بنوقطورا کا بیان

اس وقت بنوقطورا میں سمیدع بن ہوثر ابن لاوی ابن قطورا ابن ذکر بن عملاق یا عملیق حکمرانی کر رہا تھا۔ جس وقت جرہم کی خبر اس کی بقیہ قوم کو پہنچی جو یمن میں بلاء قحط میں گرفتار تھی، تو انہیں یہ معلوم ہوا کہ جرہم کو حجاز میں تنگی معیشت سے نجات مل گئی ہے لہٰذا وہ بھی اپنے قدیمی وطن یمن کو خیر آباد کہہ کر ان میں آملے۔ ان دنوں ان پر مضاض بن عمرو بن سعید رقیب بن ہن بن بنت جرہم حکومت کر رہا تھا۔

سمیدع کا بیان

جس وقت بقایا بنوجرہم مکہ میں آ گئے تو انہوں نے اپنے قیام کے لئے قیقعان کو انتخاب کیا۔ چونکہ بنوقطورا اسفل مکہ میں رہتے تھے اور مضاض نے آ کر اعلیٰ مکہ میں قیام اختیار کیا اس وجہ سے جو شخص اسفل مکہ کی طرف سے کے میں داخل ہوتا تھا اس سے سمیدع بن ہوثر عشر (چنگی یا محصول) لیتا تھا اور جو شخص اعلیٰ مکہ کی طرف سے کے میں آتا تھا اس سے مضاض عشر وصول کرتا تھا۔

(ابن اسحاق اور مسعودی کا یہی خیال ہے۔ لیکن بعضے کہتے ہیں کہ بنوقطورا البطون جرہم سے ہیں اور عمالقہ سے ان کا کچھ تعلق نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔)

جرہم اور قطورا میں جھگڑا

کچھ عرصہ بعد بنوقطورا اور ابناء جرہم میں ملک داری کی وجہ سے جھگڑا پیدا ہو گیا اور دونوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ جنگ کے دوران میں سمیدع مارا گیا۔ سمیدع کے مارے جانے سے عرب عاربہ کا زمانہ ختم ہو گیا اور مضاض کو پورے طور سے غلبہ اور تصرف حاصل ہو گیا۔ حضرت اسماعیلؑ نے انہی بنوجرہم میں پرورش پائی، انہیں کی زبان سیکھی اور انہی میں سے پہلے حرا بنت سعد بن عوف بن ہسن بن بنت بن جرہم کے ساتھ عقد کیا۔ یہ وہی بی بی ہے جس کے طلاق دینے کا ابراہیمؑ نے اشارہ فرمایا تھا جبکہ آپؑ اسماعیلؑ کی غیر موجودگی میں آئے تھے۔ اس کے بعد حرا کی برادر زادی حامہ بنت مہلہل بن سعد ابن عوف سے نکاح کیا (واقدی نے انہی دو عورتوں کو کتاب انتقال النور میں ذکر کیا ہے) حضرت اسماعیلؑ نے پھر ان دونوں بیویوں کے بعد سیدہ بنت الحرث بن مضاض بن عمرو بن جرہم سے شادی کی تھی۔

بیت الحرام کا بننا

جس وقت حضرت اسماعیلؑ تیس برس کے ہوئے تو ابراہیمؑ شام سے حجاز آئے اور بحکم باری کعبہ کی بناء ڈالی۔ یوں دونوں باپ بیٹے نے مل کر بیت الحرام بنا لیا۔ اسے ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کی عبادت گاہ مقرر کیا اور جیسا کہ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا تھا، اسے لوگوں کی جمع گاہ بنا کر شام کی

طرف واپس لوٹ گئے۔ شام میں ابراہیم کا انتقال ہوا اور اسماعیل علیہ السلام عمالقہ اور جرہم اور اہل یمن کی طرف مبعوث ہوئے، بعضے ان میں سے ایمان لائے اور بعضے اسی حالت کفر میں مبتلا رہے یہاں تک کہ ایک سو تیس برس کی عمر میں آپ کا بھی انتقال ہو گیا۔ آپ اپنی والدہ ہاجرہ کے قریب مقام حجر میں مدفون ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق قیذار بن اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کے متولی ہوئے، لیکن قرابت قریبہ ہونے کی وجہ سے جلد ہی حرث بن مضاض یا خود ہی مضاض بن عمرو بن سعد بن رقیب بن ہن بن بنت بن جرہم نے بیت اللہ کی تولیت ان سے اپنے قبضہ میں لے لی۔ اس وقت بنو اسماعیلؑ نے ارض حرم ہونے کے سبب سے یا عزیز داری کی وجہ سے کچھ دم نہ مارا۔

جرہم کا نکلنا

کچھ عرصہ بعد بنو جرہم نے حرم کا پاس نہ کیا، وہ بیت اللہ کی ہتک حرمت کرنے لگے اور آپس میں آئے دن لڑنے لگے۔ یہ زمانہ وہ تھا جبکہ بنو حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر مزیقیا یمن سے جلاء وطن ہو کر نکلے تھے۔ ان لوگوں نے مکے میں پہنچ کر بنو جرہم کے ساتھ رہنے کا قصد کیا تو بنو جرہم نے بنو حارثہ کو قیام سے روکا اور دونوں قبیلوں میں اسی امر پر لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں بنو جرہم مغلوب اور بنو حارثہ غالب ہوئے لہٰذا انہوں نے بنی جرہم کو مکہ سے نکال دیا اور بیت اللہ کا متولی بنو خزاعہ (جو انہیں کے قبیلے سے تھا) کو مقرر کیا۔ ابن اسحاق لکھتا ہے کہ بنو جرہم کو تنہا خزاعہ نے نہیں نکالا بلکہ بنو بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ، بنو غبشان ابن عبد عمرو بن لوی بن ملکان بن افصی بن حارثہ اور خزاعہ نے جمع ہو کر بنو جرہم سے لڑائی چھیڑی تھی۔ چونکہ جرہم کا آفتاب اقبال ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے لب بام آ گیا تھا لہٰذا بنو کنانہ، بنو حارثہ اور خزاعہ کو بنو جرہم پر فتح حاصل ہوئی اور انہوں نے بنو جرہم کے سردار عمرو یا عامر بن الحرث بن مضاض اصغر کو مع بنو جرہم کے مکے سے نکال دیا۔

حجر اسود کا پتہ

اس کے بعد عمرو بن الحرث حجر اسود اور تمام مال کعبہ چاہ زمزم میں ڈال کر اپنے قبائل کے ساتھ یمن چلا گیا۔ عمرو بن الحرث کو مکے سے جدائی اور کعبے کی تولیت چھوڑنے پر سخت صدمہ ہوا لیکن اس سے کیا حاصل تھا؟ طبری کا یہ بیان ہے کہ جن اولاد اسماعیلؑ نے جرہم کو مکہ سے نکالا ہے، وہ ایاد بن نزار ہے۔ اس کے بعد ایاد و مضر میں جھگڑا پیدا ہو گیا تو مضر نے ایاد کو نکال باہر کیا۔ ایاد جس وقت مکہ سے نکلنے لگے تو انہوں نے حجر اسود کو اکھاڑ کر بیت اللہ کے کسی خفیہ مقام میں دفن کر دیا لیکن یہ واقعہ بنو خزاعہ کی ایک عورت دیکھ رہی تھی لہٰذا اس نے اپنی قوم کو اس سے آگاہ کر دیا۔ جس وقت بنو مضر نے حجر اسود کی تلاش شروع کی اس وقت بنو خزاعہ نے حجر اسود کا پتہ اس شرط پر بتایا کہ وہ انہیں بیت اللہ کا متولی بنائیں گے۔

بنو خزاعہ کا متولی ہونا

چنانچہ اس بناء پر بنو خزاعہ کو بیت اللہ کی تولیت ملی اور وہی اس کے متولی بن گئے۔ یہاں تک کہ ابو غبشان نے قصی بن کلاب کے ہاتھ فروخت کیا۔ تولیت کعبہ کے علاوہ کہ وہ بنو خزاعہ کے قبضہ میں تھی، باقی تین امور کے مالک بنو مضر تھے یعنی (1) یوم عرفہ لوگوں کو اجازت دینا، یہ کام حقیقت میں بنو غوث بن مرہ کے سپرد تھا (2) منا میں جو لوگ یوم النحر کی صبح کو جمع ہوتے تھے ان کو کھلانا پلانا، یہ کام دراصل بنو زید بن عدی کے متعلق تھا (3) تبدیلی ماہ حرام، اس کام کے منتظم بنو مالک بن کنانہ تھے۔ ابن اسحاق لکھتا ہے کہ اسی حالت پر بنو خزاعہ اور بنو کنانہ نے ایک مدت تک بسر کی۔ اس دوران بطون کنانہ کی کثرت ہوئی اور مختلف اور متعدد قبیلے اس سے پیدا ہوئے۔ اس وقت بنو مضر میں شرافت و عظمت بنو کنانہ کو، بنو کنانہ میں عزت و جلالت قریش کو جبکہ قریش میں سطوت و ثروت بنو لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر کو حاصل تھی۔

قصی کا بیان

ان کا سردار قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی ہے۔ اسے اباعن جد عزت بھی حاصل تھی اور لوگ کثرت سے اس کے قرابت دار بھی تھے

لیکن جس وقت اس کا باپ کلاب اس فنا سے راہی ملک بقا ہوا تھا اس وقت اس نے آغوش مادر سے فرش زمین پر قدم تک نہیں رکھا تھا یعنی وہ رضاعت کی حالت میں تھا۔ اس کی ماں فاطمہ بنت سعد بن باسل بن خثعمہ اسدی نے عدت کے بعد ربیعہ بن خرام بن عذرہ سے شادی کر لی اور اپنے بڑے لڑکے زہرہ کو (جو کہ بالغ تھا) مکہ چھوڑ کر اپنے شیر خوار بچے قصی کے ہمراہ بلاد عذرہ کی طرف چلی گئی۔ جب قصی جوان ہوا تو اسے اپنے نسب و آباؤ اجداد کی کیفیت سے آگاہی ہوئی۔ اس کے بعد وہ اپنی قوم کی طرف مکہ چلا آیا۔ اس وقت بیت اللہ کی تولیت حلیل ابن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو خزاعی کے قبضہ میں تھی۔ قصی نے اس کی لڑکی حبی سے شادی کر لی جس کے بطن سے عبدالدار، عبد مناف، عبدالعزیٰ اور عبد قصی چار لڑکے پیدا ہوئے۔

قصی اور خزاعہ میں لڑائی

کچھ عرصہ بعد قصی کو ایک گونہ ثروت حاصل ہوگئی اور اس نے اپنے آپ کو قابل اطمینان حالت میں دیکھ لیا۔ اس اثناء میں حلیل مرگیا تو قصی نے اپنے آپ کو بنوخزاعہ اور بنوبکر سے تولیت کعبہ کا زیادہ مستحق سمجھ کر قریش کو جمع کر لیا اور اپنے اخیائی بھائی زراح بن ربیعہ کو بھی اپنی امداد کے لئے بلا لیا۔ جب یہ تمام جمع ہو گئے تو قصی نے بنوخزاعہ سے کعبہ کی تولیت چھین لی۔ بعضے کہتے ہیں کہ حلیل نے انتقال کے وقت تولیت کعبہ کی وصیت قصی کے حق میں کی تھی۔ سہیلی لکھتا ہے کہ ابن اسحاق کے سوا دیگر مورخین کا یہ بیان ہے کہ حلیل نے اپنے عالم ضعیفی میں کعبہ کی چابی اپنی لڑکی حبی کو دے دی تھی، وہی کعبہ کو کھولتی اور بند کرتی تھی۔ کبھی کبھی حبی کے ہاتھ سے قصی کعبہ کی چابی لے لیتا تھا۔ جب حلیل کے مرنے کا زمانہ قریب آیا تو اس نے تولیت کعبہ کی وصیت قصی کے حق میں کی تھی لیکن حلیل کے بعد بنوخزاعہ نے اس وصیت سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے بنوخزاعہ اور قصی میں لڑائی ہوئی۔ اب قصی نے اپنے اخیائی بھائی زراح کو اپنی امداد کے لئے بلا بھیجا اور وہ بنوکنانہ کو جمع کر کے بنوخزاعہ سے لڑا۔ بنوخزاعہ کو ان کی شامت اعمال سے شکست ہوئی اور یوں کعبہ کی تولیت قصی کے قبضہ میں آ گئی۔

کعبے کی کلید

طبری لکھتا ہے کہ جس وقت حلیل ضعیف ہوا تو وہ کلید کعبہ اپنی لڑکی حبی کو دینے لگا تو اس نے عورت ہونے کی وجہ سے کلید کعبہ لینے سے عذر کیا اور یہ کہا کہ کلید کعبہ کسی ایسے شخص کے سپرد کرو جو تمہارا قائم مقام ہو لہٰذا حلیل نے کلید کعبہ ابوغبشان سلیمان بن عمرو بن لوی بن ملکان بن قصی کو دے دی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابوغبشان حلیل کا بیٹا ہے۔ بہر حال اسی ابوغبشان نے ایک مشک شراب کے بدلے میں کلید کعبہ قصی کے ہاتھ فروخت کر ڈالی۔ اس کے بعد جب موسم حج آیا تو قصی نے تنہا کعبہ کی تولیت پر تصرف کرنا چاہا۔ اس کی امداد کو بنوعذرہ (اس کے اخیائی بھائی) آ گئے اور اطراف و جوانب سے قریش (بنوکنانہ) جمع ہو گئے۔

قریش کا متولی بننا

اس وقت خزاعہ اور بنوبکر کو یہ معلوم ہوا کہ قصی انہیں تولیت کعبہ اور انتظام امور حج سے مانع ہوگا جیسا کہ بنوسعد کو رمی جمارہ اور اجازت حج سے روک دیا تھا لہٰذا یہ خیال کر کے بنوخزاعہ اور بنوبکر قصی سے آمادہ جنگ ہو گئے۔ اب دونوں فریقوں میں کثرت سے کشت و خون ہوا آخر الامر یہ امر ثالثی پر منحصر کیا گیا اور یعمر ابن عوف بن کعب بن عمرو بن عامر بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ فریقین کی رضامندی سے حکم مقرر ہوا۔ یعمر ابن عوف نے قصی کو کعبہ کا متولی قرار دے دیا لہٰذا اسی وقت سے قصی کعبہ کا متولی ہوا۔ اس نے قریش کو اطراف و جوانب سے جمع کر کے ہر قبیلہ اور ہر شاخ کو اس سرزمین مخصوص میں ٹھہرایا جہاں پر کہ وہ عہد اسلام میں پائے گئے تھے۔

دارالندوہ کی تعمیر

قصی بنولوی بن غالب سے ہے، قصی ہی وہ شخص ہے جس کی اطاعت اس کی تمام قوم نے کی اور وہ ہی لواء حرب کا مالک اور کعبہ کا متولی ہوا۔

قریش تمام کام اس کی رائے سے کرتے تھے اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اس سے مشورہ لیتے تھے چنانچہ اسی غرض کے لئے اس نے کعبے کے سامنے ایک مکان بنوایا اور اس کا نام دار الندوہ رکھا۔ اس کا دروازہ مسجد حرام کی طرف تھا۔ قریش اس میں جمع ہوتے اور یہیں بیٹھ کر مشورہ کرتے تھے۔

بنوعبد مناف

اس کے بعد پھر قصی نے اس خیال سے کہ حجاج، خدا کے مہمان اور اس کے گھر کے زائر ہیں ان کے کھانے اور پینے کا انتظام کیا۔ اس مصارف کے لئے اس نے قریش پر سالانہ خراج مقرر کیا جسے وہ بخوشی خاطر ادا کرتے تھے۔ یہی ایسے امور تھے جن سے قریش کا اعزاز دیگر قبائل بنوعدنان سے بھی بڑھ گیا اور قصی مجاورت وسقایہ ورفادہ وندوہ ولوا حرب کا متولی اور مالک ہو گیا۔ جب یہ ضعیف ہوا اور اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے سے مجبور نظر آیا تو اس نے اپنے لڑکے عبدالدار کو تمام ان امور میں جنہیں وہ خود پورا کر رہا تھا، اپنی جگہ مقرر کر دیا، اس وجہ سے کہ عبد مناف کی عزت و عظمت اس کی حیات ہی میں قریش کرنے لگے تھے۔

عبدالدار اور عبد مناف میں جھگڑا

قصی کے بعد عبدالدار کعبہ کا متولی ہوا، اس کے بعد اس کا لڑکا اس کی جگہ مامور ہوا اور ایک زمانے تک اس حالت پر رہا یہاں تک کہ بنوعبد مناف نے بنوعبدالدار سے کعبہ کی تولیت وغیرہ چھین لینے کا فیصلہ کر لیا اور اسی بناء پر فریقین میں تنازعہ ہو گیا۔ اس وقت قبیلہ قریش کے یہ بارہ قبیلے مکہ میں موجود تھے: بنوالحرث بن فہر، بنومحارب بن فہر، بنوعامر بن لوی، بنوعدی بن کعب، بنوسہم بن عمرو بن ہصیص بن کعب، بنوجمح بن عمرو بن ہصیص، بنوتیم بن مرہ، بنومخزوم بن یقظہ بن مرہ، بنوزہرہ ابن کلاب، بنواسد بن عبدالعزیٰ بن قصی، بنوعبدالدار اور بنوعبد مناف۔ جب بنوعبد مناف نے بنوعبدالدار سے حکومت مکہ چھیننے کے لئے اپنے ہوا خواہوں کو جمع کیا تو اس اہم کام کے انتظام کے لئے عبد شمس عبد مناف کا بڑا لڑکا منتخب کیا گیا۔ اس وقت بنواسد بن عبدالعزیٰ، بنوزہرہ بن کلاب، بنوتیم اور بنوالحرث نے عبد شمس کی شرکت اختیار کی جبکہ بنوعامر و بنومحارب نے فریقین سے کچھ تعلق نہ رکھا باقی قریش کے قبیلے یعنی بنوسہم، بنوجمح، بنوعدی اور بنومخزوم، بنوعبدالدار کے ہمراہ ہوئے۔

صلح ہو گئی

اس کے بعد فریقین اپنے ہمراہیوں اور ساتھیوں کے ساتھ میدان میں نکلے اور مرنے اور مارنے پر تیار ہو گئے۔ وہ ایک دوسرے پر آوازے کسنے لگے۔ بنوعبدالدار بنواسد کے مقابلہ پر آئے، بنوجمح کی بنوزہرہ سے مڈبھیڑ ہوئی، بنومخزوم نے بنوتیم سے صف آرائی کی جبکہ بنوعدی بنوحرث کے مقابلہ پر تلے پھر فریقین کچھ سوچ سمجھ کر مصالحت پر آمادہ ہو گئے چنانچہ فریقین کچھ جھگڑے کے بعد اس امر پر راضی ہو گئے کہ بنوعبد مناف سقایہ اور رفادہ کے متولی رہیں گے جب کہ بنوعبدالدار مجاورت اور لواء حرب کے مالک ہوں گے۔

ہاشم کا ذکر

اس زمانے میں عبد شمس کا تجارت کی وجہ سے مکہ میں کم قیام رہتا تھا اور وہ اکثر اوقات شام کی طرف چلا جاتا تھا اس وجہ سے بنوعبد مناف کی سرداری اور سقایہ ورفادہ کا اہتمام ہاشم ابن عبد مناف کے سپرد کیا گیا۔ ہاشم نے حاجیوں کو کھانا کھلانے اور ان کے وفود کی تعظیم و اکرام میں بہت سرگرمی ظاہر کی۔ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سب سے پہلے ہاشم ہی نے ثرید ایجاد کیا اور اکثر آپ حجاج کو ثرید ہی کھلایا کرتے تھے۔ ابن اسحاق اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ابتداءً ہاشم ہی نے ایام سرما و گرما میں قیام و سفر کا طریقہ عرب کے لئے اختیار کیا تھا لیکن میرے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ دونوں مواقع میں عرب کا ہر گروہ دو سفروں کا عادی تھا اس وجہ سے کہ ان کی ضروریات اور اونٹوں کے چرانے کی حاجتیں انہی دونوں موسموں میں سفر پر مجبور کرتی تھیں۔ امر واقع یہ ہے کہ جس گروہ کی معاشرت اونٹوں اور دنبوں پر موقوف ہو وہ خواہ مخواہ فصل سرما میں ان کے گابھن ہونے کی

وجہ سے چٹیل میدانوں کی طرف نکل جائے گا جبکہ موسم گرما میں ٹھنڈی ہواؤں اور غلہ کی تلاش میں ٹیلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کر مقیم ہوگا۔ اس کے علاوہ عرب کی طبیعتوں کی تخلیق اسی طرح پر ہوئی ہے یہی معنی عروبتہ کے ہیں اور یہ امران کے شعار اور خصائص میں داخل ہے۔ بہر حال کچھ عرصے بعد ہاشم کا مقام غزہ (شام) میں انتقال ہو گیا۔ اس وقت اگرچہ عبدالمطلب کی عمر کم تھی اور وہ یثرب (مدینہ منورہ) میں رہتے تھے لیکن آپ ہی اپنے باپ کے قائم مقام مقرر کیے گئے۔

عبدالمطلب کا بیان

عبدالمطلب کا اصلی نام شیبہ تھا، ان کی ماں سلمٰی کا تعلق بنو عدی (نجار) سے تھا۔ یہ اپنی ماں کے پاس مدینہ میں رہتے تھے۔ جس وقت ہاشم کا انتقال ہو گیا تو ان کے بھائی مطلب اپنے بھتیجے کے لینے کے لئے مدینہ گئے اور وہاں سے اونٹ پر اپنے پیچھے بٹھا کر لائے۔ شیبہ کے کپڑے میلے کچیلے گرد آلود تھے اور چہرے سے یتیمی برس رہی تھی۔ اثناء راہ میں جو کوئی مطلب سے پوچھتا تھا تو وہ صاف کہہ دیتا تھا ھذا عبدی (یہ میرا غلام ہے) اسی وجہ سے قریش نے بھی انہیں عبدالمطلب کہنا شروع کر دیا اور یہی نام مشہور ہو گیا۔ جب تک عبدالمطلب کی کم سنی رہی اس وقت تک آپ سقایہ اور رفادہ کا اہتمام کرتے رہے۔

سرداری ملتی ہے

جب عبدالمطلب کا سن شعور آ گیا اور مطلب کا مقام رومان (یمن) میں انتقال ہو گیا تو بنو ہاشم کی سرداری عبدالمطلب کے قبضہ میں آئی، آپ ہی حجاج کو مکہ میں ٹھہرانے اور نہایت عمدگی سے کھانا کھلاتے تھے۔ ملوک یمن حمیری سے ان کے مراسم واتحاد تھے۔ جس وقت ابرہہ مکہ پر چڑھ آیا تھا اس وقت یہ بنی اوس کے پاس گئے تھے جیسے ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ ہی ابن ذی یزن کو مبارک بادی دینے کے لئے گئے تھے جبکہ اسے حبشہ کے مقابلہ میں فتح نصیب ہوئی تھی۔

زمزم کھودا جاتا ہے

اس کے بعد جب عبدالمطلب نے چاہ زمزم کھودنے کا قصد کیا تو قریش نے مخالفت کی اور یہ مخالفت اس درجہ بڑھی کہ عبدالمطلب نے یہ منت مان لی کہ اگر میرے دس لڑکے ہوں گے اور یہ اس وقت بھی مخالفت کریں گے تو ایک لڑکے کو اللہ تعالیٰ کے تقرب کے غرض سے قربان کر ڈالوں گا لہٰذا جب ان کے دس لڑکے ہو گئے تو انہوں نے بخیال ایفاء نذر ہبل (بت) کے پاس جا کر قرعہ ڈالا۔

حضرت عبداللہ کا ذکر

اتفاق سے وہ قرعہ عبداللہ (پدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام پر نکلا، عبدالمطلب خود بھی کسی قدر حیران ہوئے اور ان کی قوم نے بھی عبداللہ کے قربان کرنے سے روکا۔ ان سے مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم نے کہا کہ کاہنوں سے دریافت کرو، جو وہ کہیں اس پر عمل کرو۔ عبدالمطلب نے مجبور ہو کر ایک کاہنہ عورت سے استفسار کیا۔ اس نے عبدالمطلب کو یہ تدبیر بتلائی کہ دس اونٹوں پر عبداللہ کے مقابلے میں قرعہ ڈالو لہٰذا اگر اونٹوں پر قرعہ آ گیا تو بہتر ورنہ دس دس بڑھاتے جاؤ یہاں تک کہ اونٹوں پر قرعہ آئے، جو تعداد قرعے میں نکلے وہی عبداللہ کا فدیہ ہے اور انہی کو ذبح کرنا چنانچہ عبدالمطلب نے ایسا ہی کیا۔ رفتہ رفتہ اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچ گئی اس وقت قرعہ اونٹوں پر نکلا، عبدالمطلب نے انہیں تقرب کی غرض سے ذبح کیا اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا ابن الذبیحتین (میں بیٹا ہوں دو ذبیحوں کا) یعنی عبداللہ (پدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اور اسماعیل (علیہ السلام) (جد نبی صلعم)، یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے لئے قربانی کے لئے منتخب ہوئے تھے پھر ان کا فدیہ اونٹوں اور دنبے کے ذبح کرنے سے ادا کیا گیا۔

حضرت عبداللہ کا فوت ہونا

اس کے بعد عبدالمطلب نے اپنے لڑکے عبداللہ کا عقد بی بی آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے ساتھ کر دیا۔ آپ سے وہ حاملہ ہوئیں، اس دوران میں عبدالمطلب نے عبداللہ کو کسی طرف کھجوروں کے خریدنے کے لئے بھیج دیا اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔ طبری واقدی سے روایت کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے کہ عبداللہ ایک قبیلہ قریش کے ساتھ شام سے واپس ہو کر مدینہ آئے اور وہیں اتفاق سے بیمار ہو کر انتقال کر گئے۔

حضور اکرمؐ کی تشریف آوری

عبدالمطلب کو اس واقعہ جانکاہ سے سخت رنج ہوا لیکن یہ رنج بہت جلد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے سے خوشی اور خورمی سے تبدیل ہو گیا جن کی تشریف آوری کا ایک عالم میں شور تھا، جنہوں نے ایک زمانہ سے کفر کی ظلمت مٹا دی، جن کے نور کرامت ظہور نے بت پرستی و الحاد کو جزیرہ نمائے عرب سے دور کر کے نور توحید سے اسے معمور کیا۔ جن کی ذات بابرکات سے قبائل مضر اور تمام عرب کو عزت و عظمت حاصل ہوئی۔ وہی دعائے خلیل اور نوید مسیح (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم) تھے۔

دادا کا انتقال

عبدالمطلب کی عمر انتقال کے وقت ایک سو چالیس برس کی تھی۔ سہیلی لکھتا ہے کہ چاہ زمزم کے کھودنے کے زمانے میں عبدالمطلب نے سونے کے دو ہرن اور چند تلواریں چاہ زمزم سے نکلوائیں جنہیں ساسان بادشاہ فارس نے بطور ہدیہ کعبہ بھیجا تھا۔ انہیں حرث بن مضاض نے جس وقت کہ بنو جرہم مکہ سے نکل کر جا رہے تھے، چاہ زمزم میں ڈال دیا تھا۔ عبدالمطلب نے ہرنوں کو تڑوا کر کعبہ کا غلاف جبکہ تلواروں کو توڑ پھوڑ کر لوہے کا دروازہ بنوا دیا لہٰذا عبدالمطلب ہی نے سب سے پہلے کعبہ کا غلاف اور اس کا لوہے کا دروازہ بنوایا تھا۔

خانہ کعبہ کا غلاف

بعضے یہ کہتے ہیں کہ پہلے جس نے کعبہ کا غلاف بنوایا اور اس میں دروازہ لگوایا وہ تبع حمیری ہے یہاں تک کہ عبدالمطلب نے یہ دروازے بنوائے۔ اس کے بعد عبدالمطلب نے چاہ زمزم کے قریب ایک چھوٹا سا حوض بنوا دیا جس کی وجہ سے لوگوں کو پانی پینے اور لینے میں آسانی ہو گئی۔ بعد کو قریش نے از راہ حسد اسے خراب کرنا شروع کر دیا لیکن کچھ روز بعد قدرتی طور سے وہ خود اس برے فعل سے باز رہے۔ ابن اسحاق تحریر کرتا ہے کہ سب سے پہلے بیت اللہ پر دیبا کا غلاف حجاج نے چڑھایا ہے جبکہ زبیر بن بکار کا یہ بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ پوشش کعبہ کی بنوائی تھی۔ مورخین کا ایک اور گروہ تحریر کرتا ہے جن میں دار قطنی بھی ہے کہ چونکہ عباسؓ کم سنی میں گم ہو گئے تھے اس وجہ سے نتیلہ بنت جناب مادر عباسؓ بن عبدالمطلب نے نذر کی تھی کہ اگر عباس مل جائیں گے تو وہ کعبہ پر غلاف دیبا کا چڑھائے گی چنانچہ جب وہ مل گئے تو نتیلہ نے نذر پوری کی واللہ اعلم۔

کعبے کی امیری

قریش کے حالات یہی تھے۔ ان کی حکومت مکہ میں تھی جبکہ بنو ثقیف ان کے ہمسایہ طائف میں رہتے تھے۔ عزت اور شرف حاصل کرنے کے لئے ان دونوں کے درمیان آپس میں جھگڑا ہوا کرتا تھا۔ یہ قبائل ہوازن میں سب سے زیادہ اور قوی تھے کیونکہ قسی بن منبہ بن بکر بن ہوازن کو ثقیف کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان سے پہلے طائف میں عدوان کا زور و شور تھا جس سے کہ حکم عرب عامر بن اظرب بن عمرو بن عباد بن یشکر بن بکر بن عدوان تعلق رکھتا تھا۔ اسی قبیلے کی آبادی اس درجہ بڑھ گئی کہ یہ لوگ تعداد میں ستر ہزار ہو گئے تھے۔ کچھ روز بعد آپس میں لڑ جھگڑ کر تباہ و ہلاک ہو گئے معدودے چند جو باقی رہ گئے، ان پر ثقیف مسلط ہو گئے اور انہیں طائف سے نکال کر خود اس کے مالک بن گئے یہاں تک کہ انہوں نے اسلام کو اسی حالت پر پایا۔ (واللہ وارث الارض ومن علیہا وھو خیر الوارثین والبقاء للہ وحدہ و صلی اللہ علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم)۔ فقط۔

حصہ اوّل

رسول ﷺ اور خلفائے رسول ﷺ

باب:۱

محسن انسانیت، سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آغاز اسلام سے پہلے

اگر چہ قریشیوں کو مکہ میں ایک حد تک حکومت حاصل ہوگئی اور خطرناک قبائل اطراف و جوانب ممالک شام و عراق میں اور کچھ حجاز میں بھی منتشر و متفرق ہوگئے اور کچھ ان میں سے بادیہ نشین و بے گھر ہوگئے اور بعض اسباب عیش اور سامان تمدن کی فراہمی میں محو ہوئے، کبھی یہ فارس و روم سے عراق و شام کے میدانوں میں برسر پیکار نظر آتے تھے، اور کبھی اپنی حدود کی حفاظت کی غرض سے اپنی قوم کو جمع کر کے اہل عراق و شام سے برسر مقابلہ دکھائی دیتے تھے۔ ان جنگوں اور خوں ریزیوں میں کبھی یہ شکست کھا کر خراج گزاری پر مجبور ہو جاتے تھے لیکن جب کبھی پھر کوئی موقع مل جاتا تھا تو خراج گزاری اور شاہی اطاعت سے منحرف ہو کر مخالفت کر بیٹھتے تھے۔ قصہ مختصر ٹھنڈے کلیجے نہ یہ خود پانی پیتے تھے اور نہ پینے دیتے تھے، شاہان عراق و شام کو ہر وقت استیصال فساد و فتنہ میں رہنا پڑتا تھا۔ ان سب امور میں قبائل مضر، ملوک کندہ، بنو حجر آکل المرار کی طرف رخ کرتے تھے اس زمانہ سے کہ تبع حسان نے ان کو اپنا گورنر بنایا تھا۔

اصل میں عرب میں کوئی خاص حکومت نہ تھی ہاں آل منذر شاہان فارس کی جانب سے حیرہ میں اور روم کی جانب سے شام میں آل جہینہ اور مضر و حجاز پر بنو حجر آکل المرار فرمانروائی کر رہے تھے۔ قبائل مضر بلکہ سارا عرب بت پرست، ملحد، بے رحم، اللہ کے ذکر سے روگردانی کرنے والے ٹوٹکے، شگون کے لینے والے، ستاروں اور پتھروں کے پوجنے والے تھے۔ گوہ، بچھو، سانپ اور مردہ جانوروں کو کھاتے تھے۔ قحط و خشک سالی میں اونٹوں کو زخمی کر کے ان کا خون پیا کرتے تھے۔ اونٹ کا گوشت اعلیٰ غذاؤں میں سے تھا اور بڑی عزت ان کی اس میں تھی کہ وہ ملوک آل منذر، آل جہینہ، بنو جعفر کے پاس وفود کی صورت میں جاتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑنا اور ایک مدت تک اس لڑائی کو جاری رکھنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ قتل و غارت رہزنی و غارتگری معمول کی باتیں تھیں، جواء، ان کا مقبول کھیل تھا۔ بدکاری سے رغبت تھی۔ شراب نوشی کا از حد شوق تھا لیکن جب اللہ نے اس جاہل قوم کے ظہور و غلبہ کا حکم جاری فرمایا اور ان کے برے دنوں کو اچھے دنوں سے بدلنا چاہا اور ان میں بجائے بت پرستی و الحاد کے توحید و اسلام پھیلانے کا ارادہ کیا تو اس نے ان کو خیر و اصلاح کی طرف مائل کر دیا ان کے برے اعمال کو عمدہ عادات سے، ذلت کو عزت سے، شر کو خیر سے، گمراہی کو ہدایت سے، نافرمانی کو اطاعت سے، تنگی کو خوش حالی سے، مفلسی و گدائی کو حکومت و سرداری سے بے رحمی و عداوت کو صلہ رحم و محبت سے بدل دیا۔ دراصل جب اللہ تعالیٰ کسی کام کے کرنے کا قصد کرتا ہے تو سب سے پہلے اس کے اسباب فراہم کر دیتا ہے چنانچہ کسی قدر ان میں تمدنی حالت، قبل از اسلام پیدا ہو چلی تھی۔ ان میں خودداری کا مادہ پیدا ہو گیا تھا حق شناسی کی طرف مائل ہو چلے تھے۔ عرب کو فارس کے مقابلہ میں واقعہ مشہور ذیقار میں فتح حاصل ہو گئی تھی۔ جس کی خبر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو دی تھی اور یہ ارشاد فرمایا تھا۔ الیوم انتصفت العرب من العجم ولی نصروا حاجب بن زرارہ (قبیلہ بنو تمیم سے) کسریٰ فارس کے پاس وفد لے کر گیا اور اس سے امداد چاہی جب اس نے عادت قدیمہ استرہان سے کہا تو حاجب بن زرارہ نے از راہ نخوت و تکبر اپنے لڑکے کے استرہان سے روگردانی کی اور اپنی کمان اس کے حوالے کر دی۔

حلف فضول کا واقعہ

اسی دوران عرب اپنی ناموس و شان کے لئے لڑتے بھی جاتے تھے۔ قریش کو ان سب باتوں میں دیگر اقوام عرب سے ایک مسلم برتری

حاصل ہوگئی تھی۔ صلاحیت اور خلق اللہ کی آسائش کا زیادہ خیال پیدا ہوگیا تھا، بنوہاشم، بنومطلب، بنواسد بن عبدالعزیٰ، بنوزہرہ، بنوتیم نے جمع ہوکر آپس میں یہ عہد واقرار کیا کہ مکہ میں جو مظلوم آئے خواہ اس پر اس کے خاندان والوں نے یا کسی غیر نے ظلم کیا ہو اس کی مدد کی جائے اور ظالم کے مخالف ہوکر مظلوم کو اچھا بدلہ دلایا جائے، قریش نے اس حلف کو حلف فضول کہہ کر پکارا۔

بُت پرستی سے اجتناب

عربوں کے دلوں میں دین کی جستجو کا شوق پیدا ہوا۔ اور بت پرستی والحاد سے ایک گونہ نفرت ہو چلی تا آنکہ ورقہ بن نوفل، عثمان بن الحویرث، زید بن عمرو بن نفیل عم عمر بن الخطابؓ، اور عبیداللہ بن جحش ایک جلسہ میں جمع ہوئے اور پتھروں اور بتوں کی عبادت سے بیزاری ظاہر کر کے اقوام عرب کے سمجھانے اور ان کو دین ابراہیمیؑ سکھانے پر متفق ہوئے۔ اس جستجو میں ورقہ بن نوفل نہایت استقلال سے نصرانی ہوگیا اور اہل کتاب سے ان کی کتب پڑھیں اور عبیداللہ بن جحش اپنے خیال پر قائم رہا، یہاں تک کہ اسلام کا دور آیا اور یہ بھی مشرف بہ اسلام ہوا اور حبشہ کو ہجرت کی۔ مگر وہاں جا کر نصرانی ہوگیا اور اسی حالت میں مرگیا۔ عثمان بن الحویرث اتفاق سے قیصر روم کے ہاں گیا، نصرانی ہوا اس کی عزت کی گئی۔ زید بن عمرو کا یہ حال ہوا کہ اس نے نہ تو کسی مذہب کو اختیار کیا اور نہ یہود ونصاریٰ کی کسی کتاب کی پیروی کی۔ بت پرستی ترک کردی۔ مردہ جانوروں اور خون کو اپنے پر حرام کرلیا۔ خون ریزی سے کنارہ کش ہوگیا۔ جب کوئی اس سے کچھ پوچھتا تو کہتا تھا: اعبد رب ابراھیم (میں ابراہیمؑ کے خدا کی پرستش کرتا ہوں)۔ بتوں کی برائیاں بیان کرتا اور اپنی قوم کو نصیحت اور ملامت کرتا تھا۔ اکثر جوش سے معمور ہوکر کہہ اٹھتا تھا: ''اے خدا اگر میں اس طریقہ کی خبر رکھتا جو تیرے نزدیک محبوب تر ہے تو میں اسی طریقہ سے عبادت کرتا لیکن میں اس سے آگاہ نہیں ہوں۔''

ظہور نبویؐ کا مژدہ

کاہنوں اور نجومیوں نے قبل از نبوت یہ کہنا شروع کیا کہ جلد ہی عرب میں ایک نبی آنے والا ہے اور اس کی حکومت بہت جلد ظاہر ہوا چاہتی ہے۔ اس طرح اہل کتاب یہود ونصاریٰ توریت وانجیل کی بشارتیں دیکھ دیکھ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی اطلاع دینے لگے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنی نشانیاں واضح طور پر ظاہر کرنے لگا۔ اصحاب فیل کا مغلوب ہوکر ہلاک ہونا، ارہاصات نبوت میں سے ایک تھا۔ بعد میں حبشہ کی حکومت یمن سے سیف بن ذی یزن کے ہاتھوں انجام کو پہنچی اور سیف بن ذی یزن تخت حکومت یمن پر جلوہ گر ہوا۔

عبدالمطلب اور اکثر رئیسان مکہ وفد کی صورت میں سیف بن ذی یزن کو مبارکباد دینے آئے، خصوصاً سیف بن ذی یزن نے عرب میں نبیؐ کے ظہور کی خبر دی اور عبدالمطلب کو خصوصاً یہ خوش خبری سنائی کہ وہ عظیم نبی تمہاری اولاد میں ہوگا۔ یہ سن کر اکثر اہل عرب کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ وہ عظیم الشان نبیؐ ان میں سے ہوگا چنانچہ چند شرفاء عرب اہل کتاب کے علماء کے پاس گئے۔ مثلاً امیہ بن ابی الصلت ابوسفیان بن حرب کے ساتھ شام کو گئے تھے۔ انہوں نے (یہ تصور کر کے کہ وہ نبی شاید میں ہی ہوں) کسی رہبان سے پوچھا تھا ان کو یہ خیال گزرا کہ عجب نہیں نبوت بنوعبدالمناف میں ہو۔ لیکن ان کو ان کی امید کے برعکس جواب ملا۔ انہی دنوں رجم شیاطین بھی ہوا اور وہ دور آ گیا کہ نبوت کے ظہور سے کفر کا اندھیرا دور ہوجائے۔

(مترجم نوٹ)

دور جاہلیت میں اہل عرب کے عقائد

مترجم: اسلام سے قبل عرب جاہلیت کے دور کے واقعات واحوال پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مختلف مذاہب اور اعتقاد کے حامل تھے۔ ان میں سے کچھ بت پرست، کچھ خدا پرست، کچھ لامذہب، کچھ صابی، کچھ یہودی، کچھ عیسائی تھے۔ بت پرستی، عرب کے پرانے باسیوں میں موجود تھی۔ عاد، ثمود، جدیس، جرہم اولیٰ، عملیق اول وغیرہ بتوں کی پوجا کرتے تھے لیکن ان کے تفصیلی حالات زیادہ عرصہ بیت جانے کی وجہ سے ہم کو نہیں مل سکتے۔ باقی رہے عرب عاربہ اور عرب مستعربہ ان کے بت دو طرح کے تھے ایک ملائکہ اور ارواح اور غیر محسوس طاقتوں سے نسبت رکھتے

تھے اور یہ ان کو مؤنث خیال کرتے تھے اور دوسری قسم کے وہ تھے جو معروف اشخاص نے اپنے عمدہ کاموں سے شہرت حاصل کرلی تھی۔ یہ گروہ باوجود بت پرستی کے ان کو معبودِ مطلق تصور نہیں کرتا تھا بلکہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ دنیاوی اختیار ان کو مکمل طور پر حاصل ہیں اور عقبیٰ کی نسبت ان کا یہ تصور تھا کہ وہ بت جن کی وہ پوجا کرتے تھے خدا تعالیٰ سے ان کے گناہوں کو معاف کرادیں گے۔ وہ بت جن کی پورا عرب پرستش کررہا تھا ان کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

(1) ہبل کافی بڑا بت تھا اور خانہ کعبہ پر رکھا ہوا تھا (2) ود یہ قبیلہ بنو کلب کا خدا سمجھا جاتا تھا۔ (3) سواغ، قبیلہ بنو مذحج کا یہ بت تھا (4) یغوث یہ بت قبیلہ بنو مراد کا معبود تھا (5) یعوق کی پوجا بنو ہمدان کرتے تھے (6) نسر، یمن کے قبیلہ بنو حمیر کا بت تھا۔ (7) عزلی قبیلہ بنو غطفان کا معبود تھا (8) لات (9) منات ان دونوں بتوں کی پرستش تمام عرب قبائل کرتے تھے (10) دوار یہ نوجوان عورتوں کا دیوتا تھا (11) اساف یہ کوہ صفا پر تھا (12) نائلہ کوہ مروہ پر تھا ان دونوں بتوں پر قربانیاں کرنے کی رسم عام تھی (13) صعب اس بت پر اونٹوں کی قربانی کی جاتی تھی (14) کعبہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر بھی اور ان کے ہاتھ میں استخارے کے تیر تھے جو ازلام کے نام سے موسوم تھے اور ایک بھیڑ کا بچہ ان کے پاس کھڑا تھا۔ حضرت اسماعیل کی مورت بھی خانہ کعبہ میں تھی (15) حضرت مریم اور حضرت عیسیٰؑ کی بھی تصویریں اور مورتیں خانہ کعبہ کے اندر رکھی تھیں۔ ود اور یعوق اور یغوث اور نسر ایام جاہلیت کے مشہور لوگوں میں شامل تھے جن کی تصویریں پتھروں پر نقش کر کے بطور یادگار کعبہ کے اندر رکھ دی گئی تھیں پھر ایک مدت کے بعد ان کو معبود کا رتبہ دے کر ان کی پوجا کرنے لگے۔

دور جاہلیت کے عربوں میں تھوڑی بہت خدا پرستی بھی تھی اور یہ دو طرح کی تھی۔ ایک تو ایک غیر معلوم اور پوشیدہ قدرت کا احساس جس کو وہ اپنے وجود کا خالق کہتے اور مانتے تھے لیکن اور باقی خیالات ان کے لامذہبی کی طرف زیادہ مائل تھے اور دوسرا گروہ خدا کو برحق جانتا تھا، اور قیامت، نجات، حشر، بقائے روح اور جزاء وسزا کے عقیدے کا قائل تھا۔

زمانۂ جاہلیت میں لامذہبی کا بھی زور و شور موجود تھا جو نہ تو بت پرست تھے اور نہ کسی کتاب اور الہامی مذہب کے پابند تھے۔ وہ خدا اور حشر کا انکار کرتے تھے اسی وجہ سے جزا اور سزا کو بھی نہیں مانتے تھے وہ دنیا کو ازلی اور ابدی سمجھتے تھے۔

صابی کہتے تھے کہ ہمارا مذہب الہامی ہے اور ہم حضرت شیثؑ اور حضرت اخنوخ یعنی ادریس کے ماننے والے ہیں۔ ان کے یہاں سات وقتوں کی نمازیں اور ایک قمری مہینہ کا روزہ تھا۔ یہ جنازہ کی نماز پڑھتے تھے ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان کا دعویٰ درست ہو لیکن یہ فساد ان میں راہ پاگیا تھا کہ ساتوں ستاروں کی پوجا کرتے تھے مگر اس کے باوجود خانہ کعبہ کی بڑی توقیر کرتے تھے۔

یہودی مذہب عرب میں پانچویں صدی قبل مسیح میں ہنگامہ بخت نصر میں آیا۔ چند دنوں کے بعد یہودیوں کو کچھ اطمینان حاصل ہو گیا تو انہوں نے اپنے عقائد کو پھیلانا شروع کر دیا حتیٰ کہ بتدریج قبل مسیح میں ذونواس حمیری بادشاہ یمن یہودی مذہب کا مقلد ہو گیا اور اس سے عرب میں یہودیت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔

تیسری صدی عیسوی میں عیسوی مذہب نے عرب میں دخل پایا۔ یہ وہ دور تھا جب مشرقی کلیسا میں بدعتیں رفتہ رفتہ رواج پائی تھیں۔ عام مورخین کا قول ہے کہ یہ دور ذونواس کا تھا لیکن میں اس سے متفق نہیں کیونکہ وہ تقریباً چھ سو برس پیشتر گزر چکا تھا۔ اس مذہب کا شیوع زیادہ نجران میں ہوا اور عرب میں اس نے کچھ زیادہ رواج نہیں پایا البتہ بنو ربیعہ وغسان اور بعض قضاعہ میں عیسائیت پھیل چکی تھی۔ علاوہ ان کے بنو تمیم مجوسی اور اکثر قریش زندقہ تھے۔ واللہ اعلم۔ (مترجم نوٹ ختم ہوا)

حضورؐ کی آمد

مؤرخوں کی اکثریت متفق ہے کہ عبداللہ ابن عبدالمطلب کی وفات کے چند مہینے بعد 12- ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے سال (یعنی ابرہہ کی چڑھائی کے پچپن روز بعد) جلوس کسریٰ انوشیرواں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے۔ عبدالمطلب بن ہاشم نے من جانب اللہ تعالیٰ آپ کی کفالت و پرورش کی ذمہ داری اٹھائی۔ قبیلہ سعد بنو ہوازن اور بنو نصر بن سعد میں آپ کا زمانہ رضاعت بسر ہوا۔ حلیمہ بنت ابی ذویب عبداللہ ابن الحرث بن شجنہ بن زراح ناضرہ بن خصفہ بن قیس نے دودھ پلایا۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک

چار سال کو پہنچی تو آپ اپنے رضاعی برادران کے ساتھ بکریوں کے چرانے کو جانے لگے۔ دو فرشتوں نے آ کر آپ کا شکم مبارک کھول کر دل کو نکالا اور اس سے ایک سیاہ نقطہ صاف کرنے کے بعد قلب کو اور آنتوں کو برف سے دھویا۔ جس وقت اس واقعہ کی خبر حلیمہ بنت ابی ذویب کو ہوئی تو وہ اس ڈر سے کہ مبادا اور کوئی حادثہ یا واقعہ پیش نہ آئے آپ کو بی بی آمنہ کے پاس لائیں اور واقعہ شق صدر سے باخبر کیا۔ بی بی آمنہ نے کہا کہ تم ان کو واپس لے جاؤ یہاں کی آب وہوا ان کے مطابق نہ ہوگی۔ میں اس واقعہ سے بالکل ہراساں نہیں ہوئی۔ اللہ نے ان کو بہت سی کرامتیں عطا فرمائی ہیں۔

جب آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو بی بی آمنہ آپ کو مدینہ منورہ میں اپنے اعزا اور اقارب سے ملاقات کے لئے لے گئیں۔ واپسی میں مقام اہواز میں بی بی آمنہ کا انتقال ہو گیا۔ اور جب آپ آٹھ برس کے ہوئے تو آپ کے دادا عبدالمطلب بن ہاشم وفات پا گئے۔ بوقت وفات عبدالمطلب نے آپ کو پرورش و تربیت کی غرض سے اپنے لڑکے ابو طالب کے سپرد کیا۔ ابو طالب نے نہایت شفقت اور محبت پدری کے ساتھ آپ کو پرورش کیا اور مہربان پدر کی طرح آپ کی خبر گیری کرتے رہے۔ زمانہ رضاعت وطفولیت سے ہی آپ کی حالت عجیب تھی۔ عربوں کی جاہلیت سے آپ بالکل متنفر تھے لڑکوں کے ساتھ بالکل نہیں کھیلتے تھے۔ خلوت کو زیادہ پسند کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر بری عادت سے اپنے حفظ وامان میں رکھا۔

جب آپؐ نے تیرہویں سال میں قدم رکھا تو ابو طالب کے ساتھ شام کو سفر کیا۔ بصرے کے قریب بحیرہ راہب کے صومعہ کے پاس سے ہو کر گزرے۔ بحیرہ راہب نے آپ میں نبوت کی علامات دیکھ کر اپنی قوم کو بلایا اور آپ کی نبوت سے ان کو مطلع کیا جس کا واقعہ کتب سیر میں موجود و مشہور ہے۔ پھر دوبارہ آپ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ کا تجارتی سامان لے کر ان کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کی طرف گئے۔ نسطورا راہب کی طرف جس وقت آپ کا گزر ہوا اس نے آپ میں شان نبوت دیکھ کر میسرہ کو آپ کے حالات سے آگاہ کیا۔ اس نے واپسی پر حضرت خدیجہ کو کل واقعات بتائے۔ حضرت خدیجہؓ نے یہ سن کر خود کو آپ کی زوجیت میں دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔

حضرت خدیجہؓ سے شادی

ابو طالب بن عبدالمطلب، حضرت خدیجہؓ کے والد سے ملے اور آپ کی نسبت بی بی خدیجہ سے کر کے رؤساء قریش کی موجودگی میں عقد کی رسم ادا کی۔ عقد کی رسومات سے فارغ ہو کر حضرت ابو طالب نے مندرجہ ذیل خطبہ پڑھا۔

"الحمد لله الذی جعلنا من ذرية ابراهيم وزرع اسمٰعيل وضعضئ معد و عنصر مضر وجعل لنا بيتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا امناء بيته وسواس حرمه وجعلنا الحكام على الناس ان ابن اخى محمد بن عبدالله من قل علمتم قرابته وهو لا يوذن باحد الارحج به فان كان فى الدال. قل فان المال ظل زائل۔

وقد خطب خديجة بنت خويلد وبذلها من الصداق ماعاجله واجله من مالى كذا كذا وهو والله بعد هداله بناء عظيم و خطر جليل."

ترجمہ : "سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جس نے ہماری خاطر ایک گھر بنایا جس کا حج کیا جاتا ہے اور امن وعزت والا بنایا اور ہم کو اپنے گھر کی حفاظت کرنے والا اور اپنے حرم کی خبر گیری کرنے والا مقرر کیا اور ہمیں لوگوں پر حاکم بنایا۔ بے شک تمہیں میرے بھتیجے محمدؐ بن عبداللہ کی رشتے داری معلوم ہے ان کا جس کے ساتھ مقابلہ کیا جائے گا اسی سے سبقت لے جائیں گے اگر ان کے پاس دولت کم ہے تو کیا ہے۔ دولت تو چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ محمدؐ نے خدیجہؓ بنت خویلد کو پیام دیا اور میرے مال سے اتنا مہر معجل اور موجل منظور کیا ہے یقیناً چند دنوں کے بعد ان کی حالت بہتر ہو جائے گی اور ان کا نام جگمگائے گا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پچیس برس تھی۔ آپ کا عقد فجار کے پندرہ سال بعد ہوا۔

جب آپ بتیس برس کے ہوئے تو قریش نے جمع ہو کر کعبہ کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کرنا شروع کیا۔ جس وقت حجر اسود کے رکھنے کی نوبت آئی

تو آپس میں سب جھگڑنے لگے، ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود کو میں اپنے ہاتھ سے رکھوں۔ یہ جھگڑا اس قدر بڑھ گیا کہ بنو عبدالدار مرنے اور مارنے پر قسم کھا بیٹھے۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر قریش یک جا ہو کر مشاورت کرنے لگے۔ ابو امیہ نے کہا کہ ''بہتر ہوگا کہ پہلے جو مسجد میں داخل ہو اس کو تم لوگ اپنا حکم مان لو''۔ قریش اس امر پر متفق ہو گئے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے لوگوں نے کہا کہ یہ امین ہیں، فیصلہ امانت داری سے کریں گے انہی کو حکم بناؤ۔ پس جس وقت آپ کے روبرو معاملہ پیش کیا گیا تو آپ نے ایک کپڑے میں حجر اسود کو رکھ کر قریش سے فرمایا کہ اس کپڑے کے کنارے پکڑ لو کسی کو کسی پر کچھ برتری نہ ہوگی اور نہ کوئی جھگڑا ہوگا۔ چنانچہ قریش نے آپ کے کہنے سے کپڑے کے کونے پکڑ لئے جس وقت حجر اسود اپنے مقام کے قریب پہنچا آپؐ نے اپنے دست مبارک سے لے کر اس کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ اس واقعہ میں چار افراد عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس، اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ ابو حذیفہ بن مغیرہ بن مخزوم اور قیس بن عدی السہمی پیش پیش تھے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاکیزگی کے اہتمام اور عبادت میں بہت استقلال سے سعی فرمانے لگے۔ آپ کی ذات بابرکات میں ایک اعلیٰ درجہ کا اخلاق، صبر، فصاحت، بلاغت، خوش بیانی یوں جمع ہو گئی تھی کہ جوانی میں ہی آپ نے امین کا لقب پا لیا تھا۔

بعثت نبویؐ

وحی کے نزول سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رویاء صالحہ دیکھنا شروع کیا۔ کاہن اور آسمانی کتب کے عالم آپس میں ظہور شان و نبوت کے تذکرے کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت کے لئے تنہائی کو زیادہ پسند فرمانے لگے۔ اکثر اوقات غار حرا میں تشریف لے جاتے اور وہیں دو دو چار چار راتیں لگا تار عبادت الٰہی میں مصروف رہتے یہاں تک کہ آپ کی ولادت کے چالیسویں اور بعض کہتے ہیں تنتالیسویں سال آپ پر وحی نازل ہوئی۔ کبھی کبھی فرشتہ کسی آدمی کی صورت میں آتا اور آپؐ سے مخاطب ہوتا تھا اور کبھی آپ پر القا ہوا کرتا تھا اور کبھی چادر یا اور کوئی چیز اوڑھ کر لیٹ جاتے تھے۔ اور وحی سلسلہ جرس کی صدا کی طرح نازل ہوتی تھی۔ اس آخر صورت میں آپ کو سخت تکلیف ہوتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے ''وھو اشد علی (یعنی اور وہ مجھ پر زیادہ سخت ہے) جو وحی ابتداءً آپ پر غار حرا میں نازل ہوئی وہ یہ تھی

''اقراء باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من علق. اقراء و ربک الاکرام الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم''

یعنی: آپ اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیئے جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا۔ آپ پڑھیے آپ کا پروردگار بڑی عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ سارے علم سکھائے جس سے وہ آشنا نہیں تھا۔

معراج کا واقعہ

خدیجہؓ نے آپ کی باتوں کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لائیں۔ بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز فرض کی گئی۔ حضرت جبرئیل آئے اور وضو کر کے نماز پڑھ کر آپ کو دکھائی۔ آپ نے ان کی پیروی کی۔ بعد میں شب معراج میں آپ مکہ سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لے گئے فاوحی الیہ ما اوحی (اللہ نے آپ پر وحی بھیجی جو وحی بھیجی)

(مترجم کا نوٹ)

علماء تاریخ و سیر نے جس طرح واقعہ معراج جسمانی میں اختلاف کیا ہے ویسا ہی اوقات معراج اور مکان اسراء (یعنی جس مکان سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوئی ہے) میں ہے۔ شفاء میں قاضی فیاض لکھتا ہے ''فذھب طائفۃ الی انہ اسری بالروح وانہ رویا منام مع اتفاقہ، وان رویا الانبیاء حق و وحی والی ھذا اذھب معاویہ وحکیٰ عن الحسن والمشھور عنہ خلافہ والیہ اشار محمد ابن اسحاق'' یعنی علماء کے ایک گروہ کے نزدیک آپ کو روحانی معراج ہوئی جو

خواب کا واقعہ تھا بالاتفاق انبیاء کے خواب سچے اور وحی سے ہوتے ہیں۔ معاویہ کا یہی قول ہے اور حسن کا بھی۔ لیکن حسن کا مشہور قول اس کے برعکس ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق نے بتایا ہے'' اور تفسیر کبیر میں لکھا ہے وحکی عن محمدبن جریر الطبری فی تفسیر عن حذیفة انہ قال ذلک رویاوانہ ما فقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما اسری بروحه وحکی هذا القول ایضاعن عائشةؓ و عن معاویةؓ'' یعنی (تفسیر ابن جریر میں حذیفہ کا کہنا ہے کہ معراج کا واقعہ خواب کا واقعہ ہے جسمانی معراج نہیں ہوئی۔ بلکہ روحانی ہوئی۔ (آگے ابن جریر فرماتے ہیں) یہی قول حضرت صدیقہؓ اور حضرت معاویہؓ سے منقول ہے۔ جو علماء جسمانی معراج کے قائل ہیں ان کے پاس بھی حدیثوں سے براہین ہیں جو قتادہ اور انس سے منقول ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن حکیم سے بھی جسمانی معراج کا پتہ چلتا ہے پندرہویں پارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

''سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حوله لنریه من آیتنا انه هو السمیع البصیر.. ترجمہ: وہ پاک ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا جس کے چاروں جانب ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں مشاہدہ کرائیں بے شک اللہ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ معراج جسمانی ہوئی کیونکہ اسریٰ کے معنی رات کا سفر کرنے کے ہیں نہ کہ حالت رویاء میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پر جانے کو کہتے ہیں۔ ہم کو اس کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ ہم اسریٰ کے معنی اس مقام پر رویا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ کا جانا مراد لیں لہٰذا اگر چہ اس کے معنی ''رات کا سفر'' لے سکتے ہیں لیکن حالت رویا میں سفر نہیں لے سکتے۔ اس کے علاوہ لفظ ''بعبدہ'' صاف طور سے کہہ رہا ہے کہ معراج جسمانی ہوئی کیونکہ اس کے معنی ہیں ''اپنے بندہ'' کے اور اس کا اطلاق روح اور جسم ہر دو پر ہوتا ہے لہٰذا جب تک روح اور جسم دونوں کا جانا نہ ثابت ہو اس وقت تک ''اسریٰ بعبدہ'' کے مطالب صحیح نہیں ہو سکتے، روحانی معراج کے ماننے والے اس آیت کے مقابلہ میں سورہ اسریٰ کی دوسری روایت ''وجعلنا الرویا التی اریناك الا فتنة للناس'' ترجمہ: ہم نے جو خواب آپ کو دکھایا اسے لوگوں کے امتحان ہی کے لئے دکھایا پیش کرتے ہیں۔ معراج کو جسمانی ماننے والے کہتے ہیں کہ اگرچہ عموماً رویا کے معنی خواب میں دیکھنے کے ہیں مگر اس کا اطلاق آنکھ سے دیکھنے پر بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ''رویا'' کا لفظ جو قرآن مجید میں آیا ہے۔ اس کے معنی آنکھ سے دیکھنے کے ہیں۔ اس دلیل سے کہ بخاری میں لکھا ہے: ''عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ وما جعلنا الرویا التی اریناك الا فتنة قال هی رویاء عن ارها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لیلة اسری به الی بیت المقدس'' یعنی وماجعلنا الرویا کی تفسیر میں ابن عباس کا بیان ہے کہ یہ آنکھوں کی روایت ہے (خواب کی نہیں) جو آپ کو تب ہوئی جب راتوں رات آپ کو بیت المقدس لے جایا گیا۔

قتادہؓ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات چت لیٹے ہوئے تھے۔ حسنؒ کی روایت شہادت دیتی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات کو مقام حجر میں سوئے ہوئے تھے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ مسجد حرام میں آرام کر رہے تھے۔ ام ہانیؓ کی روایت میں ہے کہ معراج کی شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء پڑھ کر ہم میں سو رہے تھے اور فجر سے قبل ہم نے آپ کو بیدار کیا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ہجرت سے تین برس قبل معراج ہوئی اور بعض ایک سال پہلے بتلاتے ہیں بہر حال یہ ایک اختلافی واقعہ ہے۔ روایات سے کوئی تسلی بخش فیصلہ نہیں ہوسکتا البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر نظر کی جائے تو کچھ بھی بعید نہیں معلوم ہوتا۔

جسمانی معراج یا عالم رویا کے واقعات کا ہم اس مقام پر بوجہ شہرت ذکر کرنا نہیں چاہتے۔ باقی رہے وہ احکام جو سورہ اسریٰ کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتے ہیں اور یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید یہی احکام آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات میں مرحمت ہوئے تھے وہ یوں ہیں۔

ولا تجعل مع اللہ الها آخر فتقعد مذموماً مخذولاً

ترجمہ: اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ ٹھہراؤ ورنہ قابل ملامت وذلت بن جاؤ گے۔

وقضیٰ ربك الا تعبدوا الا ایاہ و بالوالدین احسانا اما یبلغن عندك الکبر احدهما او کلهما فلا تقل لهما اف ولا تنهر هما وقل لهما قولاً کریما۔

ترجمہ: آپ کے رب نے حکم فرمایا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اگر تمہاری زندگی میں ان میں سے کوئی یا دونوں معمر ہو جائیں، تو خبردار انہیں ہوں بھی نہ کرنا اور نہ انہیں ڈانٹنا بلکہ ان سے عزت والی بات کرنا اور ان کے آگے سرخم کر دینا۔

واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا

ترجمہ: اور ان کے لئے دعا کرتے رہنا کہ اے پروردگار جیسے مجھے انہوں نے کم عمری میں محبت سے پرورش کیا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

وات ذاالقربىٰ حقه والمسكين وابن السبيل ولا تبذر تبذيرا

ترجمہ: اقارب کو ان کا حق دو، اور محتاجوں کو بھی اور مسافروں کو بھی اور فضول خرچی نہ کرو۔

ولا تجعل يدك مغلولة الىٰ عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوماً محسورا.

ترجمہ: نہ تو اپنا ہاتھ گردن میں باندھ کر رکھو اور نہ ہی اسے بالکل کھول دو کہ ملامت کے قابل بن کر اور تھک کر بیٹھ جاؤ۔

ولا تقتلوا اولاد كم خشية املاق نحن نرزقهم و اياكم ان قتلهم كان خطاء كبيرا.

ترجمہ: مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد قتل نہ کرو ان کا اور تمہارا رزق ہمارے ذمہ ہے یاد رکھو اولاد کو قتل کرنا سنگین گناہ ہے۔

ولا تقربو الزنا انه كان فاحشة وساء سبيلا. ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق.

ترجمہ: زنا کے قریب تک نہ پھٹکو کیونکہ وہ بے حیائی اور برا راستہ ہے ناحق کسی کو قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔

ولا تقربوا مال اليتيم الا بالتي هي احسن حتى يبلغ اشده واوفوا بالعهد ان العهدكان مسئولا.

ترجمہ: قابل تعریف طریقے کے علاوہ یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ جب تک کہ وہ جوان نہ ہو جائیں اور وعدہ پورا کرو کیونکہ وعدہ کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

اوفوا الكيل اذا كلتم وزنوا بالقسطاس المستقيم.

ترجمہ: جب ناپو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تولو۔

ولا تقف ما ليس لك به علم ان السمع والبصر والفواد كل اولئك كان عنه مسئولا.

ترجمہ: جس بات کا تمہیں پتہ نہیں اس کے پیچھے نہ پڑو یاد رکھو کان، آنکھ اور قلب ہر ایک سے پوچھا جائے گا۔

ولا تمش في الارض مرحا انك لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولاً.

ترجمہ: زمین پر اکڑ کر نہ چلو نہ تو تم زمین ہی پھاڑ سکتے ہو اور نہ کوہ قامت ہی ہو سکتے ہو۔

كل ذلك كان سيئه عند ربك مكروها.

ترجمہ: یہ تمام برائیاں ہیں اور اللہ کو ناپسند ہیں۔

ذلك مما اوحىٰ اليك ربك من الحكمة ولا تجعل مع الله الها اخر فتلقى جهنم ملوماً مدحورا

ترجمہ: اللہ نے تمہیں یہ دین کی پکی باتیں وحی کے ذریعے بتائیں اللہ کے ساتھ دوسرا شریک معبود نہ کرو ورنہ برے بن کر اور ذلیل ہو کر دوزخ میں جھونک دیئے جاؤ گے۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے ضروریات دین کے اعتقادی اور عملی احکام دونوں معراج میں عطا فرمائے اس دعوت کی تائید گزشتہ آیت اچھی طرح کرتی ہے۔ ان اعتقادی اور عملی احکام کے علاوہ اللہ نے پانچ وقت کی نمازیں اور ماہ رمضان کے روزے فرض کئے۔ ہم کو یقین ہے کہ جو شخص اس سورہ مبارکہ کو بغور پڑھے گا وہ ضرور ہماری اس رائے سے متفق ہوگا۔

مدت سے حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی پرورش آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت جعفرؓ کی کفالت، حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب کر رہے تھے۔ یہ دونوں مسلمان ہو گئے تھے اور حضرت ابوطالب سے چھپ کر پہاڑوں کے دروں میں جا کر نماز ادا کرتے تھے۔ اتفاق سے ایک روز ابو

طالب اس طرف آ گئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ایمان واسلام کی دعوت دی۔ حضرت ابو طالب نے فرمایا میں اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک نہیں کر سکتا، بہر حال تمہاری وجہ سے تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ اس کے بعد علیؓ بن ابو طالب کی طرف رخ کر کے فرمایا: ''دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ یہ تم کو بھلائی کے علاوہ اور کچھ نہیں سکھائیں گے۔''

علماء لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ ایمان لائیں۔ بعد میں حضرت ابو بکرؓ وحضرت علیؓ ابن ابو طالب اور حضرت زیدؓ بن حارثہ (آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم) وحضرت بلالؓ و بن حمامہ (حضرت ابو بکرؓ کے خادم) نے اسلام قبول کیا۔ بعد ازاں حضرت عمر بن عبسہ سلمی وحضرت خالد بن سعید بن العاصی بن امیہ مسلمان ہوئے۔ ان کے بعد قریش کے ایک گروہ نے اسلام قبول کیا۔ جن کو اللہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصاحبت کے لئے پوری قوم سے محترم کیا اور ان میں سے زیادہ تر مشہور ہوئے۔

خفیہ تبلیغ کے دور کے اہل ایمان

حضرت ابو بکر صدیقؓ چونکہ نرم مزاج اور تجارت پیشہ تھے۔ نیز تالیف قلوب کا مادہ ان میں زیادہ تھا۔ قریش آپ سے بہت مانوس تھے اس وجہ سے ان کے ذریعے بنو امیہ میں حضرت عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بن امیہ، خاندان بنو عمرو بن کعب بن اسد بن تیم سے طلحہؓ بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو، بنو زہرہ بن قصی سے سعد بن ابی وقاص (ان کا نام مالک بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ ہے) اور عبدالرحمٰن بن عوف بن عبدعوف بن الحرث بن زہرہ اور بنو اسد بن عبدالعزیٰ سے زبیر ابن العوام بن خویلد بن اسد (یہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی صفیہ کے بیٹے ہیں) رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔ بعد میں بنو خرث بن مہر سے، ابو عبیدہ عامرؓ بن عبداللہ بن جراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حرث اور بنو مخزوم بن یقظہ بن مرہ ابن کعب سے ابو سلمہ عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم اور بنو جمح بن عمرو ابن ہصیص بن کعب سے عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حزافہ بن جمح اور ان کے بھائی قدامہ بن مظعون اور بنو عدی سے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبداللہ بن قرط بن ریاح بن عدی اور سعید کی زوجہ فاطمہ ہمشیرہ عمر ابن الخطاب بن نفیل اور سعید کے والد زید بن عمرو رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ زید بن عمرو ہی ہیں جنہوں نے جاہلیت کے دور میں بت پرستی چھوڑ دی تھی۔ توحید کی طرف مائل ہو گئےؓ تھے۔ پھر عمیرؓ سعد بن ابی وقاص کے بھائی اور عبداللہ بن مسعود ابن غافل بن حبیب بن شمخ ابن قار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن حرث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ حلیف بنو زہرہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

عبداللہ بن مسعود، عقبہ بن معیط کی بکریاں چراتے تھے۔ ایک دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بکریوں کے گلہ کی طرف سے گزرے اور ان کی رضامندی سے اس بکری کا دودھ آپ نے دوہا جس کا دودھ بند ہو گیا تھا۔ عبداللہ بن مسعود یہ معجزہ دیکھ کر حیران ہو گئے اور فوراً ایمان لے آئے۔ بعد میں جعفرؓ بن ابو طالب بن عبدالمطلب اور ان کی بیوی اسماء بنت عمیس بن نعمان ابن کعب بن ملک بن قحافہ خثعمی، سائب بن عثمان بن مظعون، ابو حذیفہ بن عتبہ ابن ربیعہ بن عبد شمس (ان کا اصلی نام ہشم تھا) اور عامر بن فہیرہ ازدی، عمار بن یاسر عنسی بن مذحج ابو مخزوم کے آزاد غلام اور صہیب بن سنان (بنو نمر بن قاسط حلیف بنو جلعان سے) سلام اللہ علیہم اجمعین اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوئے۔

اسلام کی کھلی دعوت

ان بزرگوں کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت قائم ہو گئی۔ جس میں جوان۔ لڑکے۔ بوڑھے مرد و عورت سب شامل تھے مگر مشرکین کے ڈر سے جنگل اور پہاڑوں کی طرف چلے جاتے تھے۔ وہیں نمازیں پڑھتے تھے لیکن قریش کا کوئی جلسہ ایسا نہیں ہوتا تھا جس میں تبلیغ اسلام نہ ہو۔ وحی کے نازل ہونے کے تیسرے برس آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت عام دینے اور اسلام کی طرف بلانے کا حکم صادر ہوا۔ چنانچہ آپ نے کوہ صفا پر جا کر اہل قریش کو بلانے کے بعد ان سے مخاطب ہو کر فرمایا ''لو اخبرتکم ان العدو مصبحکم او ممسیکم اما کنتم تصدقونی قالوا بلی قال فانی نذیر لکم بین یدی عذاب شدید''۔ ''اگر میں خبر دوں کہ تم

پر حریف صبح وشام میں حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا مان لو گے، لوگ بولے کہ ہاں ہم آپ کو سچا تسلیم کریں گے۔ فرمایا۔ اچھا تو میں تمہیں سامنے والے (آنے والے) شدید عذاب سے ڈراتا ہوں۔ قریش اس اعلان کو سنتے ہی بکھر گئے۔

بعدازاں آیۂ ''وانذر عشیرتک الاقربین'' نازل ہوئی اور متواتر الہامات اور وحی نازل ہونے لگے۔ اس وقت آپ کے حکم پر حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا آپ نے اولاد عبدالمطلب کو جمع کر کے کھانا کھلایا، اسلام کی دعوت دی، بت پرستی سے روکا اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا مگر اولاد عبدالمطلب نے توجہ نہ دی۔ جب قریش نے دیکھا کہ ان کے بتوں کی برائیاں علانیہ کی جاتی ہیں اور ان کی پرستش سے روک ٹوک کی جاتی ہے تو ان کو یہ عمل ناگوار گزرا۔ وہ سارے ایک جگہ جمع ہوئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ حضرت ابو طالب نے ان کی اس رائے کی مخالفت کی اور ان کو اس کام سے منع کرنے لگے، بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد پر آمادہ ہو گئے۔ اہل قریش ابو طالب کی مخالفت سے مجبور ہو کر عتبہ وشیبہ پسران ربیعہ بن عبد شمس، ابوالبختری بن ہشام بن حرث بن اسد بن عبدالعزیٰ، اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ، ولید بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم، ابو جہل عمر بن ہشام بن مغیرہ برادر زادہ ولید بن عاص بن وائل بن ہشام بن سعد بن سہیم، میبہ ومنبہ پسران حجاج بن علی بن حذیفہ بن سہم، اسود بن عبد یغوث بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ کو انصاف کرنے کی غرض سے حضرت ابو طالب کے پاس بلالائے۔ ان لوگوں نے حضرت ابو طالب سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا دہی کے بارے میں مباحثہ کیا لیکن حضرت ابو طالب نے ان کو انتہائی معقول جواب دے کر خاموش ہونے پر مجبور کر دیا۔

قریش کا وفد

اگلے دن پھر قریش مع مذکورہ بالا اصحاب کے حضرت ابو طالبؓ کے پاس آئے اور اس امر کی خواہش کی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے مواجہہ میں طلب کر کے اس جدید فعل سے روکیں اور ان سے بحث کریں۔ چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو طالب کے بلانے پر اس مجمع میں تشریف لائے قریش نے اپنے دلائل پیش کئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر ارشاد فرمایا ''یاعماہ لا اترك هذاالامر حتی یظهر الله او اهلک فیه'' (چچا جان میں یہ کام نہیں چھوڑوں گا جب تک اللہ اسے غالب نہ کر دے یا اس راہ میں ہلاک ہو جاؤں گا) حضرت ابو طالب یہ سن کر چپ ہو رہے قریش کا اجتماع منتشر ہو گیا۔ اس وقت حضورؐ نے دوبارہ حضرت ابو طالب سے مخاطب ہو کر انہیں دعوت اسلام دی لیکن حضرت ابو طالب نے کہا: ''اے بھتیجے جو تمہارے جی میں آئے کہو اور کرو مگر میں بخدا کبھی ایمان نہ لاؤں گا اور نہ ہی اپنے آبائی دین کو چھوڑوں گا۔''

ان واقعات کے بعد جب اہل قریش نے یہ دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت اسلام سے باز نہیں آتے اور مسلمانوں کی جماعت دن بدن بڑھتی جاتی ہے تو بنو ہاشم اور بنو مطلب نے اکٹھے ہو کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مسلمانوں کو ایذائیں پہنچانے کا عہد و پیمان کیا۔ اس عہد و پیمان میں بنو ہاشم اور بنو مطلب آگے آگے تھے مگر درحقیقت ہر قبیلہ جو اس وقت مکہ اور اس کے جوار میں تھا اس عہد واقرار میں شامل تھا حتیٰ کہ جہاں کہیں بھی یہ لوگ غریب مسلمانوں کو پاتے پتھروں سے مارتے، طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے نماز نہ پڑھنے دیتے اور نماز کی حالت میں اونٹوں بکریوں کی آنتیں اور غلاظت لا لا کر نمازیوں پر ڈالتے تھے۔ جب ان کی یہ تکلیف دہی حد سے بڑھ گئی تو آپ نے مظلوم مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔

حبشہ کی طرف ہجرت

والیٔ حبشہ اور اہل قریش میں تجارت کا عہد نامہ تھا وہ اکثر والیٔ حبشہ کی تعریف کیا کرتے تھے۔ الغرض سب سے پہلے عثمان ابن عفان اور ان کی زوجہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور ان کی زوجہ سہلہ بنت سہیل بن عمرو بن عامر بن لوی اور زبیر بن العوام ومصعب بن عمیر بن عبد شمس وابو منیرہ بن ابی رہم بن عبدالعزیٰ، عامری وسہیل ابن بیضا (بنو حرث بن فہر سے) عبداللہ بن مسعود، عامر بن

ربیعہ غزی حلیف بنوعدی (یہ غز بن وائل کی اولاد سے تھے نہ کہ غرہ سے) اور ان کی زوجہ لیلیٰ بنت ابی خیثمہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ گیارہ لوگ حبشہ کو ہجرت فرما گئے۔ ان کے بعد دیگر مسلمانوں نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کرنا شروع کر دی۔ انہیں اصحاب کے ساتھ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی حبشہ ہجرت کر گئے یہاں تک کہ حبشہ میں مہاجرین کی تعداد تین سو کے قریب پہنچ گئی۔ اولین مہاجرین کا مشرکین مکہ نے دریا تک پیچھا کیا۔ لیکن ناکام و نامراد اپنا سا منہ لے کر چلے آئے۔

اہل قریش نے دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستانے میں آپ کے بعض اقارب مانع ہوتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں تو انہوں نے یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساحری مجنونیت اور کہانت کا ذکر کرتے، نیز ہر مکہ آنے والے کو آپ کے پاس آنے جانے سے روکتے تھے۔ اس کے بعد ایک جماعت نے آپ کی عداوت اور استہزا پر عہد و پیمان کیا۔ ان لوگوں میں آپ کے چچا ابولہب اور عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب اور ان کا چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحرث بن عبدالمطلب اور عتبہ وشیبہ پسران ربیعہ وعقبہ بن ابی معیط اور ابوسفیان بن حرث اور حکم بن ابی العاص بن امیہ اور نضر بن الحرث اور اسود بن المطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ اور اس کا بیٹا زمعہ اور ابوالبختری العاص بن ہشام اور اسود بن عبدیغوث بن وہب بن عبدمناف بن زہرہ، (آں حضرۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں کا بیٹا) اور ابوجہل بن ہشام اور اس کا بھائی عاصی اور ولید بن المغیرہ اور قیس بن الفاکہ بن المغیرہ اور زہیر بن امیہ بن المغیرہ اور عاص بن وائل سہمی اور اس کے دونوں عم زاد نبیہ ونبہ وامیہ وابی پسران خلف ابن جمح وغیرہ شامل تھے۔ ان لوگوں کا کام ہی یہ تھا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے جو ایمان لا چکے تھے مسخرہ پن کرتے اور انہیں تکلیف دیتے تھے۔

ایک دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ اس روز اتفاق سے ابوجہل بھی اس طرف سے گزرا اور حسب عادت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت وسست کہنے لگا۔ آپ کے دین (اسلام) کی توہین اور برائیاں بیان کرتے کرتے آپؐ کے نزدیک پہنچ گیا، لیکن آپؐ نہایت صبر واستقلال سے ابوجہل کے نازیبا کلمات سنتے رہے۔ یہاں تک کہ ابوجہل آپ کے صبر وتحمل سے تنگ آ کر کعبہ کی طرف چلا آیا اور آپ بھی مسجد حرام میں تشریف لے آئے۔ یہ واقعہ عبداللہ بن جدعان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ کی ایک لونڈی دیکھ رہی تھی۔ اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد ہی حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب (آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا) تیر وکمان لئے ہوئے اس طرف سے گزرے۔ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی نے یہ واقعہ حضرت حمزہؓ کو سنایا۔ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب سنتے ہی غصے سے آگ بگولا ہو گئے لہٰذا اسی طیش کی کیفیت میں لوٹ کر ابوجہل کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے مسجد جا پہنچے۔ ابوجہل اس وقت قریش کے ایک گروہ میں بیٹھا ہوا تھا۔

حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب نے ابوجہل کے بال پکڑ کر اسے گھسیٹا اور نہایت سختی سے پیش آئے اور یہ فرمایا کہ ''کمبخت تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت وسست کلمات سنایا کرتا ہے حالانکہ میں ان کا چچا ہوں اور ان کے مذہب پر ہوں۔'' بعض حاضرین جلسہ نے چاہا کہ اٹھ کر ابوجہل کی امداد کریں۔ لیکن ابوجہل نے ان کو منع کیا اور یہ کہا کہ تم لوگ اس سے پریشان خاطر نہ ہو۔ میں نے ان کے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آج ہی سخت وسست کلمات سنائے ہیں، حمزہؓ کو اپنی حالت پر چھوڑ دو، وہ اپنے دل کو ٹھنڈا کر لیں۔ اس کے بعد حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا! ''اے میرے بھتیجے! کیا تم اس سے خوش نہیں ہوئے کہ میں نے تمہارے مخالف ابوجہل کو ابھی نہایت ذلیل کیا ہے۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے چچا میں تو اس وقت خوش ہوں گا کہ جب آپ حلقۂ اسلام میں آ جائیں گے۔ حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب نے عرض کیا کہ ''میں نے دین اسلام قبول کر لیا اور اس مذہب پر تاحیات قائم رہوں گا انشاء اللہ تعالیٰ'' قریش والوں کو حمزہؓ ابن عبدالمطلب کے ایمان لانے سے بہت تشویش ہوئی اور انہوں نے یہ جان لیا کہ اب مسلمانوں کو تنگ کرنا آسان نہیں ہے۔ بعد میں ان لوگوں نے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی والیٔ حبشہ کے پاس اس لئے روانہ کیا کہ نجاشی سے وہ ان مسلمانوں کو واپس لائیں جو مکہ سے ہجرت کر کے چلے گئے ہیں مگر نجاشی نے ان دونوں کو ناکام کر کے نہایت ذلت سے واپس کر دیا۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب کے بعد حضرت عمرؓ ابن الخطاب نے اسلام قبول کیا۔ ان کے ایمان لانے کا یہ محرک ہوا کہ ان تک یہ خبر پہنچی کہ ان کی ہمشیرہ فاطمہ بنت الخطاب مع اپنے خاوند سعید ابن زید کے مسلمان ہوگئی ہیں اور خباب بن الارت ان دونوں کو قرآن حکیم کی تعلیم دیتے ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب یہ جان کر اپنی بہن کے پاس آئے اور ان کو اس قدر پیٹا کہ خون بہنے لگا۔ اس وقت فاطمہ بنت الخطاب نے کہا ''قد اسلمنا و کاننا محمد انا فعل ما بدالک'' ہم مسلمان ہوگئے ہیں اور اللہ کے رسولؐ کے حکم کی تقلید کرتے ہیں، لہٰذا اب جو کچھ تیرے دل میں آئے کر گزر''۔

اس دوران خباب بن الارت بھی گوشۂ مکان سے نکل آئے اور نصیحت کی باتیں کرنے لگے۔ حضرت عمر ابن الخطاب نے کہا کہ'' کچھ قرآن پڑھو''۔ خباب بن الارت نے سورہ طٰہٰ پڑھ کر سنائی۔ جس سے حضرت عمرؓ ابن الخطاب خوف خدا سے کانپ اٹھے اور بے تاب ہو کر کہہ اٹھے ''کیف تصنعون اذا اردتم الاسلام'' (اگر تم مسلمان ہونا چاہتے ہو تو پہلے کیا کرتے ہو؟) خباب بن الارت نے طہارت ظاہری کا طریقہ دکھلایا اور بتلایا۔ عمرؓ ابن الخطاب نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکان دریافت فرمایا۔ ادھر تو خباب ابن الارت ان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے در دولت پر حاضر ہوئے اور دوسری طرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالہام الٰہی مکان سے باہر تشریف لائے اور حضرت عمرؓ ابن الخطاب سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے ابن الخطاب تجھ کو یہ کیا ہوا ہے۔'' یعنی کیسے آیا ہے؟ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ ابن الخطاب بر سر عام کلمہ شہادت پڑھ کر سچے مسلمانوں میں داخل ہوگئے۔ حضرت عمر ابن الخطاب کے کہنے سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھنے کو تشریف لائے۔ مسلمانوں کو ان کے اسلام لانے سے بڑی تقویت ہوئی۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے اسلام لانے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ان کلمات سے دعا فرمایا کرتے تھے: ''اللھم اعز الاسلام باحد العمرین'' (اے اللہ عمر سے یا عمر ابن ہشام سے اسلام کو عزت عطا فرما)۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں حضرت عمر ابن الخطابؓ اور عمر بن ہشام یعنی ابوجہل، دونوں عمر مراد تھے۔

مقاطعہ

قریش نے دیکھا کہ اکثر مسلمان نجاشی کی ریاست میں چلے گئے ہیں جن پر ہمارا کچھ بس نہیں چل سکتا اور جو باقی ہیں ہم ان کو بھی حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلب و حضرت عمر ابن الخطاب (رضی اللہ عنہما) کے اسلام لانے کی وجہ سے ذرہ برابر بھی تکلیف نہیں پہنچا سکے اور دن بدن مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے تو انہوں نے جمع ہو کر یہ عہد کیا کہ'' کوئی شخص ہم میں سے بنو ہاشم و بنو عبدالمطلب سے خواہ مسلمان ہوں یا کافر ہوں۔ نہ نکاح کرے اور نہ ان کے ساتھ بیٹھے اٹھے اور نہ ان کے ساتھ مجالست کرے اور نہ کوئی دنیاوی معاملہ کرے۔'' اس پر سب لوگوں نے قسمیں کھائیں اور ایک محضر لکھ کر دستخط کر کے کعبہ میں رکھ دیا۔ اس گروہ میں بنو ہاشم میں سے صرف ابولہب عبدالعزیٰ ابن عبدالمطلب شامل تھے۔ باقی سب ابو طالب کے ہمراہ تھے۔ تین سال تک یہی عہد و پیمان برقرار رہا۔ بھائی سے بھائی چھوٹ گیا، باپ بیٹے کو دیکھنے کا روادار نہ تھا۔ بیع وشرا کا معاملہ بند ہوگیا۔ مسلمانوں کو انتہائی تکلیف ہونے لگی۔

محضر کی تلفی

اہل قریش میں سے چند آدمی آخر کار اس عہد کے توڑنے پر راضی ہوگئے منجملہ ان میں سے ایک (بنو حسل بن عامر بن لوی سے) ہشام بن عمرو بن الحرث تھے جنہوں نے نقض عہد میں بہت بڑی سعی کی۔ ایک دن ان کی اور زہیر بن ابی امیہ بن المغیری کی راہ میں ملاقات ہوئی (اس کی ماں عاتکہ بنت عبدالمطلب اپنے بھائیوں کے کہنے سے مسلمان ہوگئی تھیں) ہشام نے زہیر سے نقض صحیفہ (عہد نامہ) کے بارے میں بات کی۔ زہیر نے ہشام کی رائے سے اتفاق کیا۔ بعد میں ہشام، مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے پاس گیا اور بنو ہاشم و بنو مطلب کی مجبوری کا حال

بتا کر اس کو بھی نقض عہد پر آمادہ کرلیا۔ اس کے بعد ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود کے پاس گیا۔ ان لوگوں نے بھی ہشام کی رائے مان لی اور نقض عہد پر تل گئے۔ انہیں معاملات کے بیچ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو یہ اطلاع دی کہ اس عہد نامہ کو باستثنا اسماء الٰہی کیڑوں نے کھالیا ہے۔ قریش کو یہ سن کر تعجب ہوا لیکن جب انہوں نے کعبہ میں جا کر دیکھا تو عہد نامہ کو کیڑوں نے باستثناء اسماء الٰہی واقعی کھالیا تھا۔ ان چاروں افراد نے تو پہلے ہی عہد شکنی پر قسم کھالی تھی لہٰذا عہد نامہ کے ضائع ہوجانے پر اور لوگوں نے بھی عہد نامہ کی پابندی ترک کردی۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہجرت کے ارادے سے گھر سے نکلے مگر ابن الدغنہ ان کو واپس لے آئے۔ اس واقعہ کے بعد مہاجرین حبشہ کو یہ غلط خبر ملی کہ اہل قریش مسلمان ہوگئے ہیں۔ اس اطلاع پر عثمان ابن عفان اور ان کی زوجہ، ابوحذیفہ اور ان کی بیوی۔ عبداللہ بن عتبہ بن غزوان، زبیر بن العوام، عبدالرحمٰن بن عوف، مصعب بن عمیر اور ان کے بھائی، مقداد بن عمرو، عبداللہ بن مسعود، ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ان کی بیوی، سلمہ بن ہشام بن المغیرہ، عمار بن یاسر، عبداللہ وقدامہ وعثمان پسران مظعون اور ان کے لڑکے سائب، خنیس بن حذافہ ہشام بن العاص۔ عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی، عبداللہ بن مخزمہ (بنو عامر بن لوی سے) عبداللہ بن سہل بن السکران بن عمرو، سعد بن خولہ، ابوعبیدہ بن الجراح۔ سہیل بن بیضاء، عمرو بن ابی سرح رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مکہ واپس آگئے کچھ تو مکہ میں چھپ کر داخل ہوئے اور چند کسی کے جوار میں جا کر مقیم ہوئے حتیٰ کہ ہجرت ثانی کا وقت آیا۔ اس کے بعد بعض بزرگ ان میں سے مکہ ہی میں جاں بحق ہوچکے تھے مگر جب یہ مکہ میں آئے تو انہوں نے مسلمانوں کو اسی حالت میں پایا جس میں ان کو چھوڑ گئے تھے یعنی اہل قریش ان کو تکلیف دیتے تھے اور غریب مسلمان صبر وتحمل سے کام لیتے تھے۔

حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کی رحلت

ہجرت کے تین برس پہلے ام المومنین حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کا وصال ہوگیا ان سے پینتیس یا پچپن روز کے بعد حضرت ابوطالب نے وفات پائی۔ ان دونوں کے انتقال سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت صدمہ اور ملال ہوا۔ حضرت ابوطالب کی وجہ سے آپ کو کوئی ایذا نہ پہنچا سکتا تھا اور ہر کام میں وہ آپ کی اعانت کرتے تھے۔ مخالفین کو آپ کی مخالفت سے روکتے تھے۔ اسی طرح ام المومنین حضرت خدیجہ سے بھی آپ کو بے حد انس تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کی تھی۔ جب مشرکین مکہ آپؐ کو اذیتیں دیتے اور آپ مغموم ہوتے تھے تو حضرت خدیجہؓ آپ کو تسلی وتشفی دیتی تھیں۔

طائف میں اسلام کی تبلیغ

ام المومنین حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوطالب کے انتقال کے بعد مشرکین مکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ ایذا دینے اور تکلیف دہی پر آمادہ رہنے لگے۔ ایک دن آپؐ دعوت اسلام کے لئے طائف کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں کے سرداران عبد یالیل بن عمر بن عمیر اور اس کے دونوں بھائیوں مسعود وحبیب کے پاس بیٹھ کر انہیں اسلام لانے کی دعوت دی اور ساتھ ہی اسلام ومسلمانوں کی امداد کرنے اور اس پر قائم رہنے کی استدعا فرمائی، مگر ان تینوں نے بہت سختی اور درشتی سے آپ کو جواب دیا۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ناامید ہوگئے تو ان سے اس حال کے چھپانے کے لئے ارشاد فرمایا مگر ان لوگوں نے آپ کا یہ کہنا بھی نہ مانا بلکہ کمینے اور چھوٹے چھوٹے لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ ان لوگوں نے آپ کے پیچھے تالیاں بجائیں اور پتھر مارنے شروع کئے یہاں تک کہ آپ عتبہ وشیبہ، ربیعہ کے لڑکوں کے باغ کی دیوار کی آڑ میں بیٹھ گئے۔ اس طرح جب پیچھا کرنے والے لڑکے لوٹ گئے اور آپ کو ان کے شوروغل سے اطمینان حاصل ہوگیا تو آپ نے سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا کر یہ دعا فرمائی:

"اللھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلة حیلتی وھو انی علی الناس انت ارحم الراحمین انت رب المستضعفین انت ربی الیٰ من تکلنی الیٰ بغیض یتجھمنی او الیٰ عدو ملکته امری ان لم یکن بک علیٰ غضب فلا ابالی ولکن عافیتک اوسع لی اعوذبنور وجھک الذی اشرقت له الظلمات و

صلح علیه امر الدنیا والاخرة من ان ینزل بی غضبک او یحل علیٰ سخطک لک العتبی حتی ترضیٰ ولا حول ولا قوة الابک۔"

''اے اللہ میں تجھ سے اپنی کمزوری کا اور قلت تدبیر کا شکوہ کرتا ہوں۔ تو سب سے زیادہ مہربان اور کمزوروں کا پروردگار ہے اور میرا بھی تو ہی رب ہے۔ اے اللہ مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا ایسے حاسد کے جو مجھ سے ترش روئی سے پیش آئے یا ایسے دشمن کے جسے تو نے مجھ پر حاوی بنا دیا ہے؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو پھر مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں مگر تیری عافیت میرے لئے زیادہ گنجائش والی ہے۔ میں تیرے رخ اقدس کے نور سے جس کی تاریکیاں بھی کافور ہو جاتی ہیں اور جس پر دنیا اور آخرت کی اصلاح منحصر ہے تیری ناراضگی اور غصہ سے پناہ طلب کرتا ہوں۔ اے اللہ مجھ سے راضی ہو جا اور مجھے طاقت و قوت عطا فرما۔''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے مایوس ہو کر واپس ہوئے تو رات کو ایک کھجور کے باغ میں ٹھہرے۔ نصف شب میں جس وقت آپ نماز پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو چند جن ادھر سے گزرے۔ انہوں نے اس مقام پر توقف کر کے قرآن شریف سنا۔ اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے۔ اہل مکہ بدستور آپ کی عداوت اور اسلام کی بیخ کنی پر تلے ہوئے تھے۔ سرداران قریش میں سے کسی نے آپ کو اپنی ہمسائیگی میں نہ لیا۔ آخر کار مطعم ابن عدی کے پڑوس میں آپ ٹھہرے طفیل بن عمرو الدوسیؓ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور نہ صرف خود ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے بلکہ اپنی قوم کو بھی اسلام کی طرف بلایا۔ ان میں سے بعض ایمان لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔

ابن حزم کا یہ بیان ہے کہ اس کے بعد واقعہ معراج ہوا۔ پہلے آپ مکہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے، پھر وہاں سے آسمانوں پر گئے اور انبیاء کرام سے ملاقات کی، جنت اور سدرۃ المنتہیٰ کو چھٹے آسمان پر دیکھا، اسی رات میں نماز فرض کی گئی۔ طبری کے مطابق اسراء (واقعہ معراج) اور نماز کی فرضیت ابتدائی وحی تھی۔

ان واقعات کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین مکہ کے ایمان لانے سے کچھ ناامید ہو گئے تو حج کے لئے جو لوگ اطراف و جوانب سے آتے تھے، ان کے قیام کی جگہ پر تشریف لے جاتے، ان کو اسلام کی دعوت دیتے قرآن پڑھ کر سناتے اور اسلام اور مسلمانوں کی امداد کے لئے ان سے فرماتے تھے۔ لیکن اہل قریش اس کام میں بھی مزاحمت کرتے اور آپ کی مذمت کرتے تھے۔ ابولہب کو اس کام میں بطور خاص دلچسپی تھی۔ وہ اپنے تمام کاموں کو چھوڑ کر آپ ہی کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ جن لوگوں کو آپ نے حج کے ایام میں دعوت اسلام دی ان میں بنو عامر بن صعصعہ (مضر سے) اور بنو شیبان و بنو حنیفہ (ربیعہ سے) اور کندہ (قحطان سے) اور کلب (قضاعہ سے) وغیرہ عرب قبائل شامل تھے۔ ان سے بعض بات سن کر سہولت سے جواب دیتے تھے، بعض بچتے اور بعض ایذاء و تکلیف پر تل جاتے تھے۔ بعض کہتے تھے کہ ''ہم اس شرط پر ایمان لائیں گے کہ تم ہم کو ملک اور حکومت دلاؤ''۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب میں فرماتے تھے کہ ''بھائی یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے میں اس کا عہد نہیں باندھ سکتا۔''

ان تمام میں سے بنو حنیفہ نے نہایت درشتگی سے جواب دیا تھا اور بے حد سختی سے پیش آئے تھے۔ اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوید بن الصامت برادر بنو عمرو بن عوف بن اوس کے ہاں تشریف لے گئے اور ان کو دعوت اسلام دی۔ سوید بن الصامت نے اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا مگر سختی و درشتگی سے جواب بھی نہیں دیا، وہ جب مدینہ واپس آیا تو کسی لڑائی میں مارا گیا۔ یہ واقعہ یوم بعاث سے پہلے کا ہے۔ اس کے بعد مکہ میں ابوالحسیر انس ابن رافع اپنی قوم بنو عبدالاشہل کی ایک جماعت کے ساتھ خزرج کے مقابلے میں اہل قریش سے حلف لینے آیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گروہ کے پاس بھی دعوت اسلام کی غرض سے تشریف لائے۔ اس گروہ میں سے ایک نوجوان ایاس بن معاذ نامی نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا: ''واللہ جس کام کے لئے ہم لوگ آئے ہیں۔ اس سے یہ اچھا ہے۔'' ابوالحسیر نے یہ سن کر ایاس بن معاذ کو ڈانٹ پلائی۔ ایاس بن معاذ خاموش ہو گئے اور یہ سب ناکام ہی مدینہ کو واپس آئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد ایاس بن معاذ کا انتقال ہو گیا۔ علماء کہتے ہیں کہ ایاس بن معاذ نے بہ حالت اسلام انتقال کیا تھا۔

بیعت عقبہ

حج کا زمانہ آیا تو ایک روز جب کہ آپ عقبہ کے قریب تشریف فرما تھے بنوخزرج کے مندرجہ ذیل چھ آدمیوں سے ملاقات ہوگئی۔

(1) ابوامامہ اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک ابن النجار (2) عوفؓ بن الحرث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم (یہی ابن عفراء ہیں) (3) رافعؓ ابن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زید بن مالک بن غضبہ بن جشم بن الخزرج (4) قطبہؓ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن علی بن اسد ابن مراد بن یزید بن جشم (5) عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ (6) جابر بن عبداللہ بن نعمان بن سلمہ بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ قرآن پڑھ کر سنایا۔ چونکہ یہ لوگ یہود کے ہمسائے تھے لہٰذا ان کے کان اس آواز سے آشنا تھے کہ جلد ہی عرب میں ایک نبی پیدا ہونے والا ہے جو کفر والحاد کی ظلمت مٹائے گا، اسی لئے جب ان لوگوں نے قرآن سنا اور توحید کی باتیں ان کے کانوں تک پہنچیں تو باہم ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: ''واللہ یہ وہی نبی ہیں جس کا یہود ذکر کیا کرتے تھے، آؤ اس پر ایمان لائیں ایسا نہ ہو کہ یہود ہم سے پہلے مومن ہو جائیں۔'' اسی قدر باتیں آپس میں کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا کہ: ''ہم آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ یہود سے اور ہم سے اکثر جھگڑا ہوا کرتا ہے اگر آپ اجازت دیں تو ہم ان کو اس کی دعوت دیں جس کی دعوت آپؐ نے ہم کو دی ہے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے ہم میں اور ان میں اتحاد پیدا کر دے پس تب ہمیں آپ سے زیادہ کوئی پیارا نہیں ہوگا۔''

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نہایت مہربانی سے جواب دیا۔ وہ لوگ رخصت ہو کر جب مدینہ واپس آئے تو جہاں اور جس جلسہ میں بیٹھتے تھے اسلام ہی کا ذکر کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت آ گئی کہ انصارؓ کا کوئی جلسہ اور کوئی مکان آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے خالی نہ رہا۔ یہاں تک کہ آئندہ سال مکہ میں انصارؓ کے بارہ بزرگ تشریف لائے۔ ان میں سے پانچ اشخاص تو انہیں چھ میں سے تھے جو پچھلے سال ایمان لائے تھے اور دیگر سات نئے آنے والے حسب ذیل تھے۔

(1) معاذ بن الحرث برادر عوف بن الحرث (جو پچھلے سال آئے تھے) (2) ذکوان بن عبدقیس بن احرم بن فہد بن ثعلبہ بن صرامہ بن اصرم بن عمرو ابن عبادہ بن عصیبہ (بنوحبیب سے) (5) عباس بن عبادہ بن نصلہ بن مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف (یہ دس بڑے تو قبیلہ خزرج کے تھے) اور قبیلہ اوس سے یہ دو معززین تھے (6) ابوالہیثم مالک بن التیہان (یہ بنوعبدالاشہل بن جشم بن الحرث بن الخزرج بن عمرابن مالک ابن اوس میں سے ہیں) (7) عویم بن ساعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (یہ بنوعمرو بن عوف بن مالک میں سے ہیں)

انہوں نے عقبہ کے قریب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر اس امر کی بیعت فرمائی کہ وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں گے، چوری اور زنا نہیں کریں گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے اور نہ ہی کسی پر تہمت لگائیں گے (اس بیعت کو بیعت النساء کہتے ہیں اور یہ بیعت جہاد کی فرضیت سے پہلے ہوئے تھی)۔ جب ان لوگوں کی واپسی کا وقت آیا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن ام کلثومؓ ومصعب بن عمیرؓ کو قرآن پڑھانے اور احکام شریعت کے سکھانے کے لئے ان کے ساتھ بھیج دیا۔ ابن ام کلثوم اور مصعب بن عمیر مدینہ پہنچ کر اسعد بن زرارہ کے مکان پر اترے۔ مصعب بن عمیرؓ مسلمانان مدینہ کے امام تھے اور ابن ام مکتومؓ ان کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ سعد بن معاذ اور اسعد بن زرارہؓ دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔

مدینہ میں اسلام کی تبلیغ واشاعت

ایک دن اتفاقاً سعد بن معاذ واسید بن الحضیر، اسعد بن زرارہؓ کے پاس آئے اور مسلمان ہو جانے پر اسعدؓ بن زرارہ کو نصیحت وملامت کرنے لگے مگر اللہ جل شانہ، نے خود ان دونوں کو راہ اسلام کی ہدایت کی اور یہ مسلمان ہو گئے۔ چونکہ یہ بنوعبدالاشہل کے سردار تھے لہٰذا ان کے مسلمان ہو

جانے کے باعث ایک ہی دن میں سب بنو عبدالاشہل مسلمان ہو گئے۔ چند ہی دنوں میں مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں کوئی عورت یا مرد مسلمان نہ ہو لیکن بنو امیہ بن زید اور حطمہ اور وائل اور واقف (بطون اوس) بدستور اپنی پرانی حالت پر قائم رہے۔ یہ اعلٰی مدینہ میں رہتے تھے۔ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ ابو قیس صیفی بن الاصلت نامی شاعر تھا یہ سب لوگ اس کے مقلد تھے۔ مگر غزوہ خندق کا وقت آیا تو یہ سب لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

بیعت عقبہ ثانی

مصعبؓ ابن عمیر تقریباً سال بھر مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ اس دوران میں انصار کا بڑا گروہ اسلام میں داخل ہو گیا اور جب حج کا زمانہ آیا تو مصعبؓ ابن عمیر ان لوگوں کے ہمراہ جو ایمان لا چکے تھے، حج ادا کرنے کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے۔ اس قافلہ میں ان کے ہمراہ وہ لوگ بھی تھے، جو ابھی تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد ان لوگوں سے بہت کم تھی جو اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے۔ مسلمانان مدینہ نے مکہ پہنچنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپؐ سے اوسط ایام تشریق میں عقبہ کے قریب ملاقات کا وعدہ کیا۔ اس عہد کے ایفاء کے لئے اپنی قوم سے چھپ کر عقبہ کے قریب آئے، ان کے ساتھ عبداللہ بن عمرو بن صرام اور ابو جابرؓ اور چند دیگر لوگ بھی چلے آئے تھے۔

چنانچہ اسی رات آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی، اسلام میں داخل ہوئے اور اس امر کا اقرار کیا کہ ہم ان تمام چیزوں سے بچیں گے جن سے ہم اپنی عورتوں، اپنے بچوں اور اپنی عزت کو بچاتے ہیں۔ آپ ضرور اپنے اصحاب کبار کے ہمراہ ہمارے شہر میں آ ئیے۔ ہم آپ کے احباب واصحاب کے مددگار اور آپ کے مخالفین کے مخالف ہوں گے۔ اس جلسہ میں عباس ابن عبدالمطلبؓ بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آئے تھے۔ اگر چہ اس وقت تک وہ اپنے قومی مذہب پر رہی تھے۔ مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دینے اور آپ کی مدد کرنے کو محبوب رکھتے تھے۔ اس بیعت میں سب سے پہلے براء بن معرورؓ نے پہل کی، ان کے بعد اور لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

اس رات اسلام قبول کرنے والے اہل مدینہ میں تہتر مرد اور دو عورتیں تھیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے بارہ نقیب (حکام) منتخب فرمائے۔ جن میں نو آدمی قبیلہ خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ حضورؐ نے ان بارہ آدمیوں سے فرمایا کہ تم اپنی قوم کی تعلیم کے ذمہ دار ہو جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم کے حواری ذمہ دار تھے اور میں تم سب کا ذمہ دار ہوں۔ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نقیب مقرر فرمایا، ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

نو بنو خزرج سے تھے جس میں سے یہ تین بزرگ اسعد بن زرارہؓ و رافع بن مالک و عبادہ ابن الصامت شریک عقبیٰ اولیٰ میں سے تھے۔ ان کے علاوہ سعد بن الربیع بن ابی زہیر بن مالک بن امری القیس ابن مالک بن ثعلبہ ابن کعب ابن الخزرج، عبداللہ بن رواحہ بن امری القیس، براء بن معرور بن صخر بن خنساء بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ، ابو جابر عبداللہ بن عمرو بن حرام، سعد بن عبادہ بن ولیم بن حارثہ، منذر بن عمرو ابن خنیس بن لوذان بن یزید بن ثعلبہ بن الخزرج بن ساعدہ بن کعب بن الخزرج تھے۔ نیز تین قبیلہ اوس کے اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امری القیس بن زید بن عبدالاشہل، سعد بن خیثمہ بن حارث بن مالک بن اوس اور رفاعہ بن المنذر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تھے مگر اہل علم بجائے رفاعہ بن المنذر کے ابو الہیثم بن التیہان کو شمار کرتے ہیں۔

جب یہ بیعت تمام ہو گئی اور متعلقہ لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت ہو کر اپنی اپنی قیام گاہوں کو واپس چلے گئے، اس وقت اہل قریش کو ان واقعات کی خبر ہوئی بعض نے اس واقعہ کی تصدیق کی اور بعض نے اس کو جھٹلایا۔ صبح ہوتے ہی اہل قریش کا ایک گروہ انصار کی قیام گاہوں پر وارد ہوا اور ان کو اسلام لانے اور بیعت کرنے پر سخت وست کہنے لگا۔ انصارؓ نے بھی ان کو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ تب قریش وہاں سے اٹھ کر آئے، اور آپس میں پھر سے مسلمانوں کی تکلیف دہی پر قسمیں کھائیں۔ عبداللہ بن ابی سلول نے کہا کہ ''افسوس کی بات ہے کہ ہماری قوم ایک طرح اتحاد نہیں کرتی'' مقام منیٰ سے لوگوں کے متفرق ہونے کے بعد اہل قریش کو اس بیعت کی خبر کی تصدیق ہو گئی۔ چنانچہ اہل قریش کے چند لوگ انصارؓ کے گرفتار کرنے کو روانہ ہوئے مگر انہوں نے کسی کو نہ پایا۔ سعد بن عبادہؓ کو اثناء راہ پکڑ کر لائے اور طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے تا آنکہ جبیر ابن مطعم و حرث بن امیہ نے سعد بن عبادہ کو ان کے ظلم و ستم سے چھڑایا۔ یہ دونوں مدینہ منورہ میں سعد بن عبادہ کے ہمسائے تھے۔

باب:۲

مدینہ کی طرف ہجرت

مدینہ میں اسلام کا زیادہ غلبہ ہو گیا اور اہل مدینہ کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں کو ایک گونہ قوت حاصل ہو گئی تو مشرکین مکہ اس واقعہ سے بہت برہم ہوئے۔ انہوں نے ایک بار پھر سختی سے مسلمانوں کے ستانے پر عہد و پیمان استوار کیا چنانچہ مسلمانوں کی تکلیف بہت ہی بڑھ گئی۔ اس وقت جو سب سے پہلے جہاد کی آیت اللہ جل شانہ نے نازل فرمائی یہ تھی "وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ۔۔۔۔۔۔ یعنی مسلمانو! مشرکوں سے لڑتے رہو، جب تک شرک کا خاتمہ نہ ہو جائے اور اللہ کی توحید نہ پھیل جائے۔" اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے حکم سے اپنے اصحاب (رضی اللہ عنہم) کو مکہ سے ہجرت کر جانے کا حکم جاری فرمایا۔

اولاً ابو سلمہؓ بن عبدالاسد مکہ سے ہجرت کر کے قبا میں جا کر ٹھہرے۔ ان کے بعد عامرؓ بن ربیعہ (حلیف بنو عدی) مع اپنی بی بی لیلیٰؓ بنت ابی خثیمہ بن غانم کے پھر کل بنو جحش (بنو اسد بن خزیمہ سے) ہجرت کر کے قبا میں مقیم ہوئے۔ ان کے بعد عکاشہؓ بن محصن اور ایک گروہ بنو اسد (خلفاء بنو امیہ) جن میں زینب بنت جحش ام المومنین بھی تھیں اور ان کی دونوں بہنیں حمنہ و ام حبیبہ نے بھی ہجرت کی۔ پھر حضرت عمر ابن الخطابؓ و عیاش بن ابی ربیعہ بیس سواروں کے ہمراہ مدینہ ہجرت کر گئے۔ یہ لوگ عوالی مدینہ بنو امیہ بن زید میں جا کر ٹھہرے مگر ابو جہل ابن ہشام عیاش بن ربیعہ کو دھوکا دے کر مکہ واپس لایا اور ایک مدت تک قید کر رکھا۔ پھر زیدؓ و سعیدؓ و خنیسؓ بن حذافہ سہمی اور ایک گروہ خلفاء بنو عدی ہجرت کر کے مدینہ چلا آیا۔ یہ تمام قبا میں رفاعہ بن عبدالمنذر (بنو عوف بن عمرو) کے مکان پر مقیم ہوئے۔ پھر طلحہ بن عبیداللہ اور صہیب بن سنان نے ہجرت کی اور بنو حرث بن خزرج بن حبیب بن اساف کے پاس قیام پذیر ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ طلحہ اسد بن زرارہ کے مکان پر ٹھہرے تھے۔ پھر حمزہؓ بن عبدالمطلب مع زید بن حارثہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد غلام) اور ان کے حلیف ابو مرثد کنان بن حصن غنوی نے ہجرت کی اور قبا میں بنو عمرو بن عوف میں کلثوم بن الہدام کے ہاں آ کر ٹھہرے۔

بعد ازاں مکہ سے بنو مطلب بن عبد مناف کی ایک جماعت جن میں مسطح بن اثاثہ و خباب بن الارث (مولیٰ عتبہ بن غزوان) تھے قبا میں بنو محسلان کے ہاں اور عبدالرحمٰن بن عوف ایک گروہ مہاجرین کو ہمراہ لیے ہوئے بنو حرث بن الخزرج میں سعد بن الربیع کے مکان پر اور زبیرؓ بن العوام و ابو سبرہ بن ابی رہم بن عبدالعزیٰ۔ منذر بن محمد بن عتبہ بن احیحہ کے مکان میں اور مصعب ابن عمیر بنو عبدالاشہل میں سعد بن معاذ کے پاس اور ابو حذیفہ بن عتبہ اور ان کے دونوں مولی سالم و عتبہ ابن غزوان مازنی بنو عبدالاشہل میں عباد بن بشر کے پاس آ کر ٹھہر گئے۔

سالم۔ ابو حذیفہ کے آزاد کردہ نہ تھے بلکہ ان کو قبیلہ اوس کی ایک خاتون نے آزاد کیا تھا جو ابو حذیفہ کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی۔ عثمان بن عفان بنو نجار میں اوس برادر حسان بن ثابت کے مکان پر مقیم ہوئے تھے۔ رفتہ رفتہ مکہ سے تمام صحابیؓ مدینہ چلے آئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں سوائے حضرت ابو بکر صدیقؓ و حضرت علیؓ ابن ابو طالبؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے اور کوئی نہ رہا تھا۔ یہ دونوں عالی مرتبہ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مکہ میں رہ گئے تھے ورنہ یہ بھی کب کے مدینہ ہجرت کر گئے ہوتے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے حکم کے منتظر تھے۔

محسن انسانیتؐ کے خلاف قریش کا گستاخانہ منصوبہ

جب اہل قریش نے ان بزرگوں کے ہجرت کر جانے اور اہل مدینہ کے اسلام لانے سے یہ جان لیا اور دیکھ لیا کہ یہ سب لوگ آہستہ آہستہ مدینہ چلے گئے اور حسب خواہش ان کے جلد ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی چلے جائیں گے تو اہل قریش کے مشائخین جو اس وقت شریک مشورہ تھے وہ

حسب ذیل تھے۔
بنو امیہ سے عتبہ وشیبہ وابوسفیان اور بنو نوفل سے طعیمہ بن عدی وجبیر بن مطعم وحارث بن عامر اور بنو عبدالدار سے نضر بن الحارث اور بنو مخزوم سے ابوجہل اور بنو سہیم سے نبیہ ومنبہ پسران حجاج اور بنو جمح سے امیہ بن خلف۔
اس اجتماع میں علاوہ قریش کے دیگر قبائل کے سرکردہ لوگ بھی موجود تھے۔ کچھ یہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تنگ وتاریک مکان میں پابند سلاسل کردو اور بعضوں نے یہ رائے دی کہ جلاوطن کردو۔ مگر ابوجہل کی یہ رائے ہوئی کہ نہ تو ان کو قید کرو اور نہ شہر بدر کرو بلکہ ہر قبیلہ سے ایک ایک جوان منتخب کیا جائے اور سب منتخب نوجوان مل کر دفعتہً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مار ڈالیں۔ نعوذ باللہ۔ اس صورت میں کسی ایک شخص یا قبیلے پر قتل کا جرم نہ عائد ہوگا اور نہ بنو عبد مناف ان سب سے لڑ پائیں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ خوں بہا دیا جائے گا۔
حاضرین جلسہ نے اس تجویز کو سراہا اور رات ہی سے اس امر کی انجام دہی پر مستعد ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ و مکان گھیر لیا اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا۔ چنانچہ آپ خدا کے حکم پر حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ کو اپنے بستر پر سلا کر خود مکان سے باہر آئے۔ اللہ جل شانہٗ نے دشمن کی آنکھوں پر اس وقت پردے ڈال دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشت بھر خاک پر سورۂ یٰسین دم کی۔ اول آیات ''فھم لا یبصرون'' تک پڑھ کر ان کے سروں پر ڈال دی پھر آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان سے باہر تشریف لائے۔ بنو بکر بن عبد مناۃ سے عبداللہ بن اریقط الدولی کو راہبری کے لئے اجرت پر مقرر کرلیا اور ان سے یہ کہہ دیا کہ معروف راستہ چھوڑ کر غیر معروف راہ سے مدینہ لے چلیں۔ اگرچہ عبداللہ بن اریقط کافر اور عاص بن وائل کے حلیف تھے مگر ان دونوں بزرگوں نے ان پر اعتبار کرلیا تھا۔

غار میں پناہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مکان سے نکل کر رات ہی کو ایک غار میں جا کر بیٹھ رہے جو جبل ثور میں تھا۔ عبداللہ بن ابی بکرؓ روزانہ غار پر آتے اور اہل مکہ کے مشوروں اور حالات سے باخبر کر جاتے تھے۔ عامرؓ بن فہیرہ (حضرت ابوبکر صدیقؓ کے غلام) ان کی بکریوں کو عبداللہ بن ابی بکرؓ کے پیچھے پیچھے پیروں کے نشان مٹانے کو چراتے ہوئے لاتے اور شب کو وہیں رہ جاتے تھے۔ اس غرض سے کہ بقدر ضرورت دودھ وغیرہ آپ کو دے دیا جائے۔ اسماء بنت ابی بکر روزانہ مکہ سے کھانا لا کر کھلا جاتی تھیں۔ باوجود کمال احتیاط کے قریش بھی ڈھونڈتے ہوئے غار تک پہنچ گئے چونکہ غار کے منہ پر مکڑیوں نے پہلے ہی سے جالا تن رکھا تھا لہٰذا مطمئن ہو کر واپس آئے اور آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پکڑ کرلانے والے کے لئے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کردیا۔
غار ثور میں تین روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کو گزر گئے تو اہل قریش کا زور وشور اور تجسس کافی کم ہوگیا۔ تب عبداللہ بن اریقط (جن کو معاوضہ پر رہبری کے لئے مقرر کرلیا تھا) ان دونوں بزرگوں کے لئے سواری کا اہتمام کر کے آئے۔ ایک اونٹنی اپنے لئے بھی لائے اور اسماء بنت ابی بکرؓ سفرہ (ناشتہ یا زادراہ از قسم طعام) پکا کر لائیں لیکن عجلت میں رسی لانا بھول آئیں جس سے باندھ کر ناشتہ لٹکا دیا جاتا۔ اسماء بنت ابی بکرؓ نے اپنا ''نطاق'' (کمربند) پھاڑ کر ناشتہ باندھا، اسی دن سے اسماء بنت ابی بکرؓ ذات النطاقین کے نام سے معروف ہوگئیں۔

مدینہ کو روانگی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ناقہ پر سوار ہوئے، دوسرے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے پیچھے عامرؓ بن فہیرہ سوار ہوئے اور عبداللہ بن اریقط ایک تیسرے اونٹ پر سوار ہوا۔ شاہراہ کو چھوڑ کر غیر مشہور راستہ اختیار کرلیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے روانگی کے وقت اپنا کل مال (جو تخمیناً چھ ہزار درہم کا تھا) اپنے ہمراہ لے لیا۔ اول شب سے دوسرے دن ظہر تک برابر سفر کرتے رہے۔ ظہر کے وقت ایک میدان میں کچھ ہی دیر کے لئے قیام کیا۔ اسی دوران سراقہ بن مالک بن جشم، جو اہل قریش سے آپ کو گرفتار کرنے کا وعدہ کر چکا تھا، آ پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں بددعا کی۔ اسی وقت اس کے گھوڑے کے چاروں پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ بے بس ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امان کا طلب

گار ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امان دی اور اس کے کہنے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اس کو امان نامہ لکھ کر دے دیا۔ سراقہ تو یہیں سے واپس ہوا پھر جو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں جانے والے اس کو ملتے جاتے تھے ان کو وہ واپس کرتا جاتا تھا اور عبداللہ بن اریقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لئے ہوئے جوار مکہ سے نکل کر ساحل کی طرف بڑھا۔ اسفل عسفان سے گزر کر امج میں پہنچا۔ وہاں سے اس کے اسفل کو طے کرتا ہوا قدید میں وارد ہوا اور قدید سے نکل کر عروج ہوتے ہوئے عوالی مدینہ سے قبا میں داخل ہوا۔

مدینہ میں استقبال

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم 12 ربیع الاول کو، بروز پیر غروب آفتاب کے قریب مدینہ میں رونق افروز ہوئے۔ اہل مدینہ تشریف آوری کی اطلاع پا کر استقبال کو آئے ہوئے تھے لیکن آفتاب کے غروب ہو جانے کی وجہ سے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہو رہے تھے۔ اس اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ ایک کھجور کے باغ کی طرف سے تشریف لاتے ہوئے دیکھ کر سب اسی طرف دوڑ پڑے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں پہنچ کر قبا میں سعدؓ بن خثیمہ کے مکان میں یا بروایت بعض کلثومؓ بن الہدم کے یہاں تشریف فرما ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سخ میں بنوالحرث بن الخزرج میں حبیب بن اساف اور بعض کے خیال میں خارجہ بن زیدؓ کے مکان پر مقیم ہوئے۔

حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رخصت ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر لوگوں کی امانتیں ان کو پہنچا کر خود بھی مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ پوری رات اور آدھا دن قریب دوپہر تک سفر کرتے تھے۔ دوپہر سے کسی محفوظ مقام میں روپوش ہو جاتے تھے۔ یونہی سفر کرتے ہوئے چند دن بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبا پہنچ گئے۔

مسجد قبا

پیر سے جمعرات تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں مقیم رہے اور اہل قبا کی مسجد تیار کرائی لیکن جمعہ کی نماز آپؐ نے بنوسالم بن عوف میں ادا کی۔ یہ مدینہ کا پہلا جمعہ تھا، جس کو آپؐ نے بطن وادی میں ادا فرمایا۔ بنوسالم بن عوف نے آپؐ کو ٹھہرانا چاہا تو لوگوں میں اس بات کی بحث ہونے لگی۔ تب آپؐ نے فرمایا کہ ''میرے ناقہ کو نہ روکو جہاں وہ بیٹھ جائے وہیں میں ٹھہروں گا کیونکہ وہ منجانب اللہ مامور ہے۔''

ناقہ رسولؐ

چنانچہ آپؐ ناقہ پر سوار ہو کر چلے اور انصار (رضی اللہ عنہم) آپؐ کے آگے، پیچھے، دائیں بائیں چلے۔ ہر شخص کے دل میں یہی آرہا تھا کہ کاش ناقہ ہمارے قبیلہ میں ہمارے ہی مکان کے آگے بیٹھ جائے۔ ہر کوئی امید کی آنکھوں سے ناقہ کو دیکھ رہا تھا اور ناقہ آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا۔ ناقہ بنو بیاضہ کے محلہ میں پہنچا اور ان لوگوں نے ناقہ کی مہار پکڑنا چاہی۔ آپؐ نے پھر وہی فرمایا ''دعوھا فانھا مامورۃ'' (اس کو چھوڑ دو بے شک یہ منجانب اللہ مامور ہے) پھر آپ کا بنوساعدہ کے محلہ میں گزر ہوا۔ ان سب نے بھی ناقہ کی مہار پکڑنے کا قصد کیا، ان میں سعد بن عبادہؓ و منذر بن عمروؓ بھی تھے۔ آپؐ نے ان لوگوں سے بھی یہی فرمایا اور یہ لوگ بھی خاموشی اور امید کی نظروں سے ناقہ کو دیکھنے لگے۔ اس کے بعد بنو حارثہ بن الخزرج کی طرف گزر ہوا۔ یہاں سعد بن الربیعؓ و خارجہ بن زیدؓ و عبداللہ بن رواحہ نے نیاز حاصل کیا۔ بعدازاں ناقہ بنو حارثہ بن الخزرج سے نکل کر بنوعدی بن النجار (عبدالمطلب کے ننھیال) میں پہنچا۔ ان لوگوں سے بھی آپؐ نے وہی کلمات ارشاد فرمائے یہ لوگ بھی چپ ہو رہے یہاں تک کہ ناقہ بنو مالک بن النجار کے محلہ میں بیٹھ گیا جہاں اس وقت مسجد نبوی کا دروازہ ہے۔ اس کے مالک وہ دونوں لڑکے سہل و سہیل تھے جو معاذ بن عفراء کے عزیزوں میں سے تھے۔ یہ کوئی آباد مقام نہیں بلکہ کچھ کھنڈر سا تھا البتہ کھجور کے درخت، مشرکین کی قبریں اور چوپاؤں کو روکنے کا بارہ ساتھا۔ آپؐ ناقہ سے اترے۔ تھوڑی دیر کے بعد ناقہ اٹھا اور دور چل کر لوٹا اور اسی مقام پر آ کر پھر بیٹھ گیا جہاں پہلے بیٹھا تھا۔

مسجد نبویؐ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ سے اترے، حضرت ابوایوبؓ آپؐ کا سامان اپنے گھر لے گئے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں کے مکان پر مقیم ہوئے۔ اس زمین کو مالکان نے آپ کو ہبہ کرنا چاہا لیکن آپؐ نے قبول نہ فرمایا اور اس کو بہ قیمت خرید فرما لیا۔ اس کے بعد آپؐ نے مشرکوں کی قبریں اور کھجور کے درختوں اور کھنڈروں کے صاف کرنے کا حکم دیا اور بہ نفس نفیس مسجد بنانے میں مصروف ہوئے۔ انصار و مہاجرین (رضی اللہ عنہم) بھی شریک ہو گئے مسجد کی دیواریں سنگ پاروں اور کھنگل سے بنائی گئیں اور چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں سے ڈالی گئی۔

یہودیوں کے ساتھ معاہدہ

بعد میں آپؐ نے یہود سے معاہدہ کیا اور ایک عہد نامہ لکھ کر دیدیا جس میں انصار مہاجرین اور یہود کے حقوق کے قواعد و ضوابط تحریر کئے گئے تھے۔

بنوالنجار کے نقیب اسعدؓ بن زرارہ کا انہی معاملات کے دوران انتقال ہو گیا تو بنوالنجار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بجائے اسعد رضی اللہ عنہ کے کسی دوسرے نقیب کے مقرر کئے جانے کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو منتخب نہ فرمایا اور یہ ارشاد کیا۔ ''انا نقیبکم'' (میں تمہارا نقیب ہوں) یہ امر بنوالنجار کے فضائل میں ہے اور اکثر یہ لوگ اس پر فخر کیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن اریقط نے (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بغرض رہبری گئے تھے) مدینہ سے واپس ہو کر مکہ واپس آ کر ان دونوں بزرگوں کے خیریت سے مدینہ پہنچ جانے کی عبداللہؓ بن ابی بکر کو اطلاع دی۔ اس خبر کے بعد عبداللہؓ بن ابی بکر اپنی بہنؓ عائشہ اور ان کی ماں ام رومانؓ اور طلحہؓ بن عبداللہ کے ہمراہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ عقد کیا اور جنابہ موصوفہ سے سخ میں ابوبکرؓ کے مکان پر خلوت فرمائی۔ بعدازاں آپؐ کے حکم سے ابورافعؓ مکہ چلے گئے اور آپ کی بی بی (ام المومنین) سودہ بنت زمعہؓ اور آپ کی لڑکیوں کو مدینہ لے آئے۔ انہیں دنوں رؤساء اہل قریش ابواحیحہ اور ولید بن المغیرہ اور عاص بن وائل کا انتقال ہو گیا۔ ان کے مرنے کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوگئی۔

رشتہ مواخات کی استواری

پھر آپؐ نے بہ الہام الٰہی مہاجرین و انصار میں بھائی بندی کرائی اس طرح پر کہ حضرت جعفر بن ابی طالب (حبشہ میں تھے) و حضرت معاذ بن جبل میں اور حضرت ابوبکر صدیق و خارجہ بن زید میں اور عمر ابن الخطاب و عتبان بن مالک (بنوسالم) میں۔ اور ابوعبیدہ بن الجراح و حضرت سعد بن معاذ میں اور عبدالرحمٰن بن عوف و سعد بن الربیع میں اور زبیر بن العوام و سلمہ بن سلامہ بن وقش میں اور طلحہ بن عبیداللہ و کعب بن مالک میں اور عثمان بن عفان و اوس بن ثابت (برادر حسان) میں اور سعید بن زید و ابی بن کعب میں اور مصعب بن عمیر و ابوایوب میں اور ابوحذیفہ بن عتبہ و عباد بن بشر بن وقش عبدالاشہلی میں اور عمار بن یاسر و حذیفہ بن الیمان عنسی حلیف عبدالاشہل میں (بعض کے مطابق ثابت بن قیس اور بن اشماس میں) اور ابوذر غفاری و منذر بن عمرو ساعدی میں اور حاطب بن ابی بلتعہ (حلیف بنواسد بن عبدالعزیٰ) و عویم بن ساعدہ (بنوعمرو بن عوف) میں اور سلمان فارسی و ابوالدرداء عمیر بن بلعتہ (بنوالحرث بن الخزرج) میں اور بلال ابن عمامہ (موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) و ابورویحہ خثعمی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) میں رشتہ داریاں قائم کرائیں اور جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا ہے یہ سب بزرگ ایک دوسرے کے قرابت دار بنا دیئے گئے۔

زکوٰۃ کی فرضیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں اطمینان حاصل ہو گیا، آپ کے پاس مہاجرین و انصار (رضی اللہ عنہم) جمع ہوئے اور اسلام کو قدرے

استحکام حاصل ہو گیا تو اس وقت زکوٰۃ فرض کی گئی۔ مقیم کی نماز میں دو رکعتیں بڑھائی گئیں جس سے چار رکعتیں پوری ہوئیں، ورنہ اس سے پہلے دو ہی رکعتیں نماز مسافر و مقیم کے لئے تھیں۔

عبداللہ بن سلام اسلام سے فیضیاب ہوئے تو یہودیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور اوس و خزرج کے چند لوگوں کو بہکا کر منافق بنالیا جن کا یہ ہی کام تھا کہ وہ مسلمانوں سے برسر پیکار تھے اور کفریات پر اصرار کئے رہتے تھے۔ ان منافقین کے سردار بنوالخزرج سے عبداللہ بن ابی ابن سلول و جد بن قیس اور قبیلہ اوس سے حرث بن سہیل بن الصامت وعباد بن حنیف ومربع ابن قیظی اور اس کا بھائی اوس (از اہل مسجد ضرار) تھے اور یہودیوں میں سے جو ظاہری طور پر اسلام لے آئے تھے مگر خفیہ طور سے کفریات میں ڈوبے ہوئے تھے سعد بن حنیس وزید بن اللصیت ورافع بن خزیمہ ورفاعہ ابن زید بن التابوت وکنانہ بن خیورا وغیرہ تھے۔

غزوہ ابواء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے بعد صفر کے مہینہ میں آپ بحکم الٰہی جہاد پر کمربستہ ہو گئے تو دو سو اصحاب کو اپنے ہمراہ لے کر قریش و بنوضمرہ پر حملہ کرنے کی غرض سے نکلے۔ مدینہ میں سعد بن عبادہؓ کو اپنا نائب مقرر فرما گئے۔ جب آپ ودان وابواء میں پہنچے، اہل قریش تو نہ ملے البتہ مخشی بن عمرو سردار بنوضمرہ بن عبد مناف بن کنانہ سے آمنا سامنا ہو گیا۔ آپؐ نے اس سے اس کی قوم کی طرف سے عہد کرنے کے لئے فرمایا۔ اس نے بموجب ارشاد آپؐ سے عہد و اقرار کیا۔ اس کے بعد آپؐ مدینہ واپس تشریف لائے۔ لڑائی نہیں ہوئی۔ یہ پہلا غزوہ تھا جس میں حضور بہ نفس نفیس شریک ہوئے تھے۔ یہ لڑائی غزوہ ودان وابواء کے نام سے یاد کی جاتی ہے ودان وابواء مقام کا نام ہے جہاں تک آپ اس مرتبہ پہنچے تھے۔ یہ دونوں مقامات ایک دوسرے سے ملے ہوئے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہیں۔ اس غزوہ میں اسلامی پرچم حمزۃ ابن عبدالمطلبؓ کے ہاتھ میں تھا۔

غزوۂ بواط

ایک بار پھر آپ کو الہام الٰہی ہوا کہ تقریباً ڈھائی ہزار قریشیوں کا قافلہ جس میں امیہ بن خلف اور سو آدمی اہل قریش کے ہیں مکہ کی طرف جا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قافلے کو روکنے اور اس سے مقابلہ کرنے کے لئے ماہ ربیع الثانی میں مدینہ سے نکلے۔ اس مرتبہ مدینہ میں سائب بن عثمان بن مظعون کو قائم مقام حکمران بنایا۔ اگرچہ طبری کے مطابق سعد بن معاذ کو آپؐ نے اس غزوہ میں مدینہ کا قائم مقام حاکم مقرر فرمایا تھا۔ بہر حال آپ مقام بواط تک پہنچ گئے مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے اہل قریش کا قافلہ نکل گیا تھا چنانچہ آپ جنگ کے بغیر مدینہ واپس آ گئے۔

غزوۂ عشیرہ

ماہ جمادی الاول میں پھر آپ اہل قریش سے جہاد کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ میں ابو سلمہ بن عبدالاسد کو اپنا قائم مقام ناظم مقرر کیا۔ آپؐ مدینہ سے نکل کر عام راستہ کو ایک طرف چھوڑ کر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ اس راستہ کو بطن ینبع سے گزر کر ضحیرات یمام میں عشیرہ پر پایا اور وہاں پر بقیہ جمادی الاول اور چند راتیں جمادی الثانی کی مقیم رہے۔ اس مرتبہ آپ نے بنومدلج سے عہد و اقرار لیا اور جنگ کئے بغیر مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

غزوۂ عشیرہ کے بعد مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لگ بھگ دس راتیں ہی قیام فرمایا ہو گا کہ کرز بن جابر فہری نے مضافات مدینہ پر شب خون مارا۔ اس خبر کے سنتے ہی آپ مدینہ سے اس کے تعاقب کے لئے نکلے۔ یہاں تک کہ اطراف بدر (یعنی مقام سفوان) میں جا پہنچے چونکہ اس مقام پر آپ کے پہنچنے سے پہلے کرز بن جابر یہاں سے کوچ کر گیا تھا اس وجہ سے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

(مترجم) اس مرتبہ بروایت ابن ہشام مدینہ میں زید بن حارثہ کو قائم مقام مقرر فرمایا تھا واپسی کے بعد بقیہ ماہ جمادی الاخر ورجب وشعبان تک آپ مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ انتہی۔

دفاعی حکمت عملی کا بیان

مذکورہ بالا غزوات میں آپ بہ نفس نفیس شریک رہے اس دوران آپؐ نے جو دفاعی تدابیر اختیار فرمائیں۔ اب ہم ان کو بیان کرتے ہیں۔

غزوہ ابوا کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے تیس سواروں کی جماعت کے ساتھ حمزہ ابن عبدالمطلبؓ کو سیف البحر کی طرف روانہ فرمایا۔ تین سو سواران مکہ کے ساتھ ابوجہل عمر ابن ہشام سے سامنا ہوا۔ لڑائی شروع نہ ہونے پائی تھی کہ مجدی بن عمرو الجہنی درمیان میں آ گئے۔

عبیدہ ابن الحرث بن المطلبؓ کو ساٹھ یا اسی سواران مہاجرین رضی اللہ عنہم کے ساتھ روانہ فرمایا یہاں تک کہ مہاجر مجاہدین کا یہ گروہ ثنیۃ المرار میں پہنچا اور قریش کی ایک بہت بڑی جماعت سے سامنا ہو گیا۔ عکرمہ بن ابی جہل اس کا افسر تھا اور بعض مورخ لکھتے ہیں کہ کرز بن حفص ابن الاخیف تھا۔ اس دفعہ میں بھی کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ لڑائی کی نوبت نہ آئی مگر یہ بات ضرور ہوئی کہ مقداد بن عمروؓ اور عتبہ بن غزوانؓ کفار کے لشکر سے نکل کر مسلمانوں کی جماعت میں آ ملے جو کہ اسی لئے مکہ سے کفار کے ساتھ آئے تھے۔ چونکہ حمزہ ابن ابی عبدالمطلبؓ اور عبیدۃ ابن الحرث کی روانگی نہایت قریب قریب واقع ہوئی تھی اس وجہ سے علماء نے اس بابت اختلاف کیا ہے۔ کچھ حمزہ ابن عبدالمطلبؓ کی روانگی کو مقدم بتلاتے ہیں اور کچھ اس کے برعکس۔ لیکن اصلیت یہ ہے کہ یہ اولین لشکر تھا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے لئے قائم فرمایا تھا۔ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی روانگی غزوہ ودان سے پہلے اور ہجرت کے سات مہینہ بعد ماہ شوال میں ہوئی تھی۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو آٹھ مہاجروں کے ساتھ کرز بن جابر کے تعاقب میں روانہ فرمایا جس وقت اس نے اطراف مدینہ پر شب خون مارا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے خرار تک اس کا پیچھا کیا تھا مگر اس کے نہ ملنے پر واپس آ گئے۔

شب خون مارنے والے گروہ کے تعاقب سے واپسی کے بعد ماہ رجب میں عبداللہ بن جحشؓ بن رباب اسدی کی قیادت میں آٹھ مہاجرین ابوحذیفہ بن عتبہ۔ عکاشہ بن محصن بن اسدی بن خزیمہ۔ عتبہ بن غزوان بن منصور۔ سعد بن ابی وقاص۔ عامر بن ربیعہ عنزی (حلیف بنو عدی) واقد بن عبداللہ بن زید بن منات بن تمیم۔ خالد بن البکیر از سعد بن لیث۔ سہیل بن بیضا فہری (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو روانہ فرمایا اور ایک خط لکھ کر دینے کے علاوہ یہ ہدایت فرمائی کہ جب تک دو دن کا راستہ طے نہ کر لو اس تحریر کو ہرگز نہ دیکھنا۔ دو دن کے راستہ طے کرنے کے بعد اس تحریر کو دیکھ کر جو کچھ اس میں لکھا ہو، اس پر عمل کرنا اور کسی اپنے ہمراہی کو زبردستی اپنے ہمراہ نہ لے جانا۔ پس جب حضرت عبداللہ بن جحشؓ دو دن کا راستہ طے کر چکے اور حسب ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس تحریر کو دیکھا تو اس میں یہ مضمون پایا۔

> ''تم کو چاہئے کہ تم برابر بڑھے جاؤ۔ یہاں تک کہ مکہ وطائف کے بیچ نخلہ میں پہنچ کر قیام پذیر ہو اور قریش کے منتظر رہو اور ہم کو صورت حالات سے مطلع کرتے رہو۔''

عبداللہ بن جحشؓ نے مضمون کو غور سے پڑھ کر بسر وچشم قبول کیا اور اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''اے بھائیو! مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ دو روز کا سفر طے کر کے اس تحریر کو دیکھنا اور کسی اپنے ساتھی کو زبردستی اپنے ساتھ نہ لے جانا۔ چنانچہ اب میں نے دو دن کا راستہ طے کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کو پڑھا ہے۔ اب اس تحریر کے مطابق میں برابر سفر کرتا چلا جاؤں گا۔ یہاں تک کہ مکہ وطائف کے بیچ نخلہ میں پہنچ جاؤں۔ پس جس کو شہادت عزیز ہو، وہ میرے ساتھ آئے میں کسی کو جبراً اپنے ہمراہ نہیں لے جانا چاہتا۔'' حضرت عبداللہ بن جحشؓ کے ساتھیوں میں سے کسی نے جانے سے انکار نہیں کیا بلکہ بہ طیب خاطر ان کے ہمراہ چلے جا رہے تھے۔ اتفاق سے اثناء راہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ وعتبہ بن غزوانؓ کا اونٹ راستے سے بھٹک کر کسی طرف چلا گیا جس کی بازیابی میں یہ دونوں بزرگ اپنے رفقاء سے بچھڑ گئے اور بقیہ اصحاب نخلہ میں جا کر ٹھہر گئے۔

قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ ادھر سے گزرا جس میں تجارتی سامان تھا اور اس میں عمرو بن الحضرمی وعثمان بن عبداللہ بن المغیرہ اور اس کا بھائی نوفل اور حکم بن کیسان تھا۔ یہ واقعہ رجب کے آخری دن کا ہے۔ مسلمانوں نے باہمی مشورہ کرنا شروع کیا۔ بعض کہنے لگے کہ شہر الحرام میں جنگ کی ممانعت ہے۔ کچھ نے کہا کہ یہ موقع مناسب ہے حملہ کر دو۔ بحث وتکرار کے بعد آخری رائے پر ہی سب نے اتفاق کیا۔ واقد بن عبداللہ نے عمرو

بن الحضرمی کو ایک تیر مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کے مرتے ہی قافلے والے پریشان ہو گئے۔ مسلمانوں نے پہنچ کر عثمان بن عبداللہ و حکم بن کیسان کو حراست میں لے لیا اور اس کے مال واسباب پر قبضہ کر لیا۔ نوفل اور چند لوگ فرار ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں نے پانچواں حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے الگ کر کے بقیہ جو کچھ تھا آپس میں بانٹ لیا۔

اس واقعہ سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ شہر الحرام میں قتال کیا گیا۔ یہ سن کر آپ آزردہ خاطر ہوئے۔ قیدیوں اور خمس (پانچواں حصہ) کو وحی آنے تک روکے رکھا۔ اس واقعہ سے حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ساتھیوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس وقت ان لوگوں کی تسکین خاطر کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ''یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ۔ حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا تک۔''

''جو آپؐ سے حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی بابت پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان میں لڑنا بڑا گناہ ہے۔ اللہ کو نہ ماننا اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے باشندوں کو جلاوطن کرنا اور شرک، قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔ مشرک تم سے لڑتے رہیں گے جب تک کہ تمہیں تمہارے دین سے نہ لوٹا دیں بشرطیکہ (ایسا کرنا) ان کے بس میں ہو۔''

عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ہمراہی اس آیت کو سن کر مسرور ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس قبول کر لیا اور باقی مال غنیمت کو تقسیم کر دیا۔ دونوں قیدیوں کو زر فدیہ وصول کر کے چھوڑ دیا۔ عثمان بن عبداللہ تو رہا ہوتے ہی مکہ چلا گیا مگر حکم بن کیسان مسلمان ہو گئے اور حضرت سعدؓ و عتبہ بخیریت سے مدینہ واپس آ گئے۔ یہ اولین مال غنیمت تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور یہ پہلا خمس بھی تھا جو مال غنیمت سے نکالا گیا۔ عمرو بن حضرمی مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جانے والا پہلا مقتول ہے۔ اسی سے جنگ بدر کبریٰ کی بنیاد پڑی۔

تحویل قبلہ

ہجرت مدینہ کے بعد سترہویں مہینہ کے آغاز میں بیت المقدس کے بجائے کعبہ کی طرف قبلہ تبدیل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر اس بارے میں خطبہ ارشاد فرمایا اور دو رکعت نماز کعبہ کی طرف رخ کر کے ادا فرمائی۔ یہ روایت ابن حزم کی ہے مگر بعض تحویل قبلہ ہجرت کے بعد اٹھارہویں مہینہ کے شروع میں بتلاتے ہیں۔

(مترجم) قبلہ کی تبدیلی شعبان کے نصف مہینہ میں ہوئی۔ اس سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آیہ تحویل قبلہ (یعنی قبلہ کی تبدیلی) نماز کی حالت میں نازل ہوئی تھی جب کہ آپ دو رکعت پڑھ چکے، تیسری رکعت میں یہ آیت نازل ہوئی تو آپ کعبہ کی طرف پھر گئے۔ صحابہ بھی آپ کے ساتھ ہی پھر گئے تھے۔ وہ آیت جس سے تحویل قبلہ کا واقعہ ہوا تھا یہ ہے۔ ''قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضھا فول وجھک شطر المسجد الحرام و حیث ماکنتم فولوا وجوھکم شطرہ'' (ہم آسمان کی جانب آپ کے چہرے کا بار بار پھرنا مشاہدہ کر رہے ہیں اس لئے آپ کو آپ کے پسندیدہ قبلہ کی طرف پھیر دیں گے۔ آپ مسجد حرام کی طرف منہ پھیر لیں۔ مسلمانو! تم جہاں بھی ہو اسی کی طرف اپنے رخ پھیر لو)۔

روزوں کی فرضیت

جب شعبان گزرنے لگا تو روزہ فرض کیا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ ''شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینات من الھدیٰ والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ'' (رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے راہبر ہے اور جس میں ہدایت کے قوی دلائل ہیں اور صحیح و غلط میں فرق نمایاں کرنے والا ہے۔ پس جو یہ مہینہ پائے اسے روزے رکھنے چاہئیں۔)

باب:۳

غزوۂ بدر کے اسباب، واقعات اور نتائج

بنیادی محرکات جنگ

رمضان کے آغاز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ اہل قریش کا تجارتی مال واسباب سے بھرپور قافلہ شام سے مکہ آ رہا ہے اس کے ساتھ تیس یا چالیس افراد خاص اہل قریش کے ہیں جن کا سردار ابوسفیان ہے اور اس کے ساتھیوں میں عمرو بن العاص و مخرمہ بن نوفل ہیں۔ آپ نے مسلمانان مہاجرینؓ و انصارؓ کو جمع کر کے اس قافلہ کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم صادر فرمایا چونکہ آپ کو لڑائی کا خیال غالب نہ تھا لہٰذا روانگی کے وقت کچھ زیادہ اہتمام نہ کیا مگر اتفاقاً یہ خبر رفتہ رفتہ ابوسفیان کو پہنچ گئی۔ اس نے مسلمانوں سے ڈر کر ضمضم بن عمرو غفاری کو معاوضہ دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تمہارا قافلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تابعین کی وجہ سے معرض زوال میں ہے، دوڑو اور اپنے قافلہ کو بچاؤ۔ چنانچہ اہل مکہ یہ سنتے ہی نکل کھڑے ہوئے، شاذ و نادر ہی کسی وجہ سے نہ گئے۔ اوروں کے ساتھ ابولہب بھی تھا۔ آٹھ رمضان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت عمرو ابن ام مکتومؓ کو اپنے بجائے نماز پڑھانے کو چھوڑ گئے پھر مقام روحاء میں پہنچ کر ابولبابہؓ کو مدینہ کا قائمقام حاکم مقرر کر کے واپس کیا۔ اس لشکر میں تین علم تھے ایک حضرت مصعبؓ بن عمیر، دوسرا حضرت علی ابن ابی طالبؓ اور تیسرا کسی انصار کے ہاتھ میں تھا۔ آخری دو پرچموں کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ سیاہ رنگ کے تھے۔

لشکر کی حرکت

صحابہؓ کے ساتھ اس معرکہ میں صرف ستر اونٹ تھے جس پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ ساقہ پر قیس بن ابی صعصعہ بخاریؓ کو مقرر فرمایا۔ ان کے ہمراہ انصارؓ کا نشان تھا جو حضرت سعدؓ بن معاذ پکڑے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے عقب سے نکل کر ذی الحلیفہ کی جانب گئے۔ صغیرات یمام تک پہنچ کر بیر روحاء کی طرف بڑھے۔ پھر عام راستہ کو دائیں ہاتھ چھوڑ کر صفراء پہنچے۔ اس مقام پر پہنچنے سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبس بن عمرو الجہنیؓ حلیف بنو ساعدہ اور عدیؓ بن ابی الزعباء الجہنی حلیف بنونجار کو بدر کی طرف ابوسفیان کا حال جاننے کے لئے روانہ کر دیا اور خود اپنے ساتھیوں کے ہمراہ صفراء کے دائیں طرف سے وادی ذفران پہنچے۔ اس جگہ پر ہی آپ کو مکہ سے قریش کے نکلنے کی اطلاع ہوئی۔

آپؐ نے مہاجرینؓ و انصارؓ کو جمع کر کے مشاورت کی۔ پہلے مہاجرینؓ نے نہایت خوبصورتی سے بسروچشم ہر حکم کو بجالانے کا عہد کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے انصارؓ کی طرف رخ کیا۔ ان میں سے حضرت سعدؓ بن معاذؓ نے نکل کر عرض کیا۔ ''اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ہے اگر آپ ہمیں دریا میں جانے کو فرمائیں گے تو ہم اس میں بھی کود جائیں گے۔ آپ اللہ کے نام پر ہمارے ساتھ چلئے۔ ہم ساتھ چھوڑنے والوں میں نہیں ہیں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور یہ ارشاد فرمایا: ''تم لوگوں کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔''

پھر وادی ذفران سے روانہ ہوئے بدر کے قریب پہنچ کر حضرت علیؓ بن ابی طالب و حضرت زبیرؓ و حضرت سعدؓ کو کچھ آدمیوں کے ہمراہ تجسس احوال کے لئے روانہ کیا۔ اتفاق سے اہل قریش کے دو کم سن لڑکے ان لوگوں کے ہاتھ لگ گئے۔ یہ لوگ ان کو گرفتار کر کے لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز میں محو تھے۔ پوچھ گچھ پر ان لڑکوں نے ظاہر کیا کہ ہم اہل قریش کے پانی بھرنے والے ہیں۔ ان لوگوں نے ان کے کہنے کو سچ

نہ جان کر انہیں مارنا شروع کیا۔ اس امید سے کہ شاید مار پیٹ کے خوف سے ابوسفیان کے حالات بتلا دیں۔ دو چار ہاتھ مار کھانے کے بعد ان دونوں نے کہنا شروع کیا کہ ہم اہل قریش کے قافلہ والوں میں سے ہیں۔ اس اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا اور نماز سے فارغ ہو کر ان لوگوں کو مارنے سے منع فرمایا اور لڑکوں سے دریافت فرمایا تم مجھ سے سچ بتلا دو کہ اہل قریش کہاں ہیں؟ لڑکوں نے جواب دیا کہ اس ٹیلہ کے دوسری طرف ہیں۔ ایک دن دس اونٹ اور دوسرے روز نو اونٹ ذبح کر کے کھاتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مشرکین کی تعداد ہزار اور نو سو کے درمیان ہے۔

بسیسؓ وعدیؓ کا، جو جاسوسی کی غرض سے پہلے ہی روانہ کئے گئے تھے، اس وقت تک کچھ پتہ نہ تھا اور نہ یہ معلوم تھا کہ وہ کہاں اور کس طرف جا رہے ہیں، لیکن کچھ دیر کے بعد بدر کے قریب ایک ٹیلہ کے نیچے پانی کے چشمہ کی طرف سے دو شخص اونٹ پر سوار آتے ہوئے نظر آئے۔ رفتہ رفتہ وہ پانی کے قریب آ گئے اور اپنے اونٹوں کو پانی پلانے لگے۔ مجدی بن عمرو (جہینہ سے) ان دونوں کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں دو عورتیں آپس میں باتیں کرتی ہوئی دکھائی دیں۔ ان میں سے ایک عورت نے دوسری سے مخاطب ہو کر کہا: ''کل یا پرسوں اہل قریش کا قافلہ شام سے واپس ہوگا۔ ان کے لئے کچھ کھانا وغیرہ تیار کر رکھنا چاہئے۔ دوسری نے جواب دیا ضرور! میں تیرا حق تجھ کو دوں گی۔ اس کے بعد وہ مجدی کے قریب آئیں اور اس سے اس خبر کی تصدیق چاہی۔ ان دونوں عورتوں کی گفتگو وہ دونوں شتر سوار بھی سنتے ہی اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر مسکراتے ہوئے چلے گئے۔ اس گفتگو سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں شتر سوار وہی بسیسؓ اور عدیؓ ہیں جو جاسوسی کے لئے روانہ کئے گئے تھے۔

مشرکین کا ورود

بعد میں ابوسفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل وحرکت کی جستجو میں آیا اور مجدی سے کہا ''ھل احسست احداً'' (یعنی کیا تو نے کسی کو آتے جاتے دیکھا ہے) مجدی بولا: ''راکبین انا خا یمیلان لھذا التل فاستقیا الماء و مھضا'' (دو سوار اس ٹیلہ کی طرف سے آئے اور اونٹوں کو بٹھا کر پانی پلایا اور چلے گئے) ابوسفیان یہ سنتے ہی اس مقام پر آیا جہاں پر انہوں نے اونٹوں کو بٹھایا تھا اور کہنے لگا واللہ یہ یثرب والے تھے۔ اس کے بعد اس نے اونٹوں کے قدموں کے نشان سے ان کے جانے کا سراغ لیا اور بہت ہی تیزی سے لوٹ کر قافلہ کو براہ ساحل لے چلا۔ اتنے میں اہل مکہ بھی آ گئے۔ ان سے اس نے خوش ہو کر کہا۔ چلو واپس چلو ہمارا قافلہ صحیح وسالم بچ آیا۔ ابوجہل نے کہا: ''واللہ جب تک ہم اب بدر تک نہ پہنچ جائیں گے اور تین روز تک وہاں قیام کر کے کھا پی کر مزے نہ اڑا لیں گے کبھی واپس نہ ہوں گے۔'' اخنس بن شریق نے کہا تم اپنے قافلہ کو بچانے کے لئے آئے تھے چنانچہ وہ محفوظ رہا۔ اب واپس چلنا ہی عقلمندی ہے میں یہاں اب ایک لحہ بھی نہ ٹھہروں گا۔

ابوجہل کی ہٹ دھرمی

ابوجہل نے اس کا جواب ترشی سے دیا جس سے اخنس مع کل بنو زہرہ اور ان کے حلیف کے چل دیا۔ بنو عدی پہلے ہی سے اہل مکہ کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ لہٰذا واقعہ بدر میں نہ کوئی زہری قریش تھا اور نہ کوئی عدوی قریش۔ قریش سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر پہنچ کر ایک چھوٹے سے کنوئیں پر قیام فرمایا۔ حباب بن المنذر بن عمرو بن الجموحؓ نے عرض کیا: ''اللہ نے ایسی منزل پر پہنچا دیا ہے کہ اگر لڑائی کا قصد ہے تو ہرگز اس مقام کو نہ چھوڑیئے۔ ہم آپ کے لئے کھجور کے پتوں اور لکڑیوں سے ایک مکان بنائے دیتے ہیں اور ایک حوض کھود کر پانی جمع کر لیتے ہیں تا کہ دوران جنگ پانی کی طرف سے بے فکر رہیں۔'' آپ نے یہ تجویز پسند فرمائی۔ اصحاب نے تھوڑی دیر میں ایک حوض کھود کر پانی سے بھر لیا اور مشکیزوں کو بھی پر کر کے پورے کنوئیں پر قبضہ کر لیا۔ جب قریش کا گروہ آ کر بدر کے قریب ٹھہرا تو انہوں نے عمیر بن وہب جمحی کو مسلمانوں کو دیکھنے اور ان کو شمار کرنے کی غرض سے بھیجا۔ عمیر بن وہب لشکر اسلام کے اردگرد پھر کر واپس گیا اور مشرکین مکہ سے بیان کیا کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تین سو دس یا کچھ کم وبیش ہیں ان کے منجملہ دو شخص (زبیرؓ ومقدادؓ) سواروں میں ہیں۔ حکیم بن حزام وعتبہ بن ربیعہ نے مسلمانوں کو بہت تھوڑے اور حقیر سمجھ کر مع قریش کے بلا جنگ لوٹنے کا ارادہ کیا لیکن ابوجہل نے اس رائے سے اختلاف کیا۔ مشرکین مکہ نے ابوجہل کی حمایت کی اور دونوں گر

آمادۂ جنگ ہو گئے۔

مسلمانوں کی فتح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کی صفیں درست کر کے اپنی قیام گاہ پر صرف حضرت ابوبکرؓ کو اپنے ساتھ لے کر واپس ہوئے اور اللہ جل شانہ سے دعا کرنے لگے "اللھم ان تھلک ھذہ العصابة من اھل الایمان الیوم فلا تعبد فی الارض أبداً فی الارض اللھم انجزلی ما وعدتنی" (اے اللہ اگر تو مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت ختم کر دے گا تو دنیا میں کوئی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا۔ اے اللہ اپنا وعدہ پورا فرما) حضرت ابوبکرؓ آمین ثم آمین کہتے جاتے اور کسی وقت انہیں کلمات کو خود بھی دوہرا دیتے تھے اور حضرت سعد بن معاذؓ مکان کے دروازے پر انصار کے چند نوجوانوں کو لئے ہوئے حفاظت کر رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے مانگتے تھوڑی دیر کے لئے چپ ہو گئے پھر دفعتہً چونک کر فرمایا "ابشر یا ابابکر فقد اتی نصرا للہ" یعنی ابوبکرؓ خوش ہو جاؤ اللہ کی مدد آ گئی۔ اس کے بعد آپ باہر آئے اور لوگوں کو جنگ کی ترغیب دی۔ پھر ایک مٹھی کنکر اٹھا کر شاہت الوجوہ پڑھ کر مشرکین کے منہ پر دے ماری۔ مشرکوں کی جماعت سے عتبہ وشیبہ پسران ربیعہ اور ولید ابن عتبہ نکلے میدان میں آئے اور انہوں نے للکار کر اپنے مقابل لڑنے والے کو طلب کیا۔ اس طرف سے عبیدۃ بن الحرث وحمزہ بن عبدالمطلب وعلی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) نکلے۔ حضرت حمزہؓ نے اپنے مقابل شیبہ کو اور حضرت علیؓ نے ولید کو ایک ہی ایک وار سے ہلاک کر دیا لیکن عتبہ نے حضرت عبیدہؓ پر وار کیا جس سے ان کے پاؤں کٹ گئے۔ اتنے میں حضرت حمزہؓ علیؓ عتبہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کو بھی ہلاک کر ڈالا۔ میدان جنگ میں ان بزرگوں کے نکلنے سے پہلے نوجوانان انصار عوف ومعوذ پسران عفراء اور عبداللہ بن رواحہ لڑنے کے لئے آئے تھے لیکن غیر قوم ہونے کی وجہ سے عتبہ وشیبہ وولید نے ان لوگوں کے ساتھ لڑنے سے انکار کیا۔ تب حضرت عبیدہؓ وحضرت حمزہؓ وحضرت علیؓ آئے تھے۔ بعد میں قوم نے مجموعی حملہ کیا جس میں مشرکین کو شکست ہوگئی۔

اس لڑائی میں مشرکوں کے ستر آدمی مارے گئے۔ ان کے مشاہیر مکہ عتبہ وشیبہ پسران ربیعہ۔ ولید بن عتبہ۔ حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب۔ عبیدہ وعاص پسران سعید بن العاص۔ حرث بن عامر بن نوفل اور اس کا چچازاد طعیمہ بن عدی۔ زمعتہ بن الاسود اور اس کا بیٹا حرث اور اس کا بھائی عقیل بن الاسود اور اس کا چچازاد ابوالبختری بن ہشام نوفل بن خویلد بن اسد۔ ابوجہل بن ہشام (اسے معاذ ومعوذ پسران عفراء نے مل کر ہلاک کیا تھا۔ لیکن اس میں تھوڑا سا دم باقی دکھائی دیتا تھا تو عبداللہ بن مسعود نے اس کا سر قطع کر لیا) اور اس کا بھائی عاص بن ہشام اور ان دونوں کا ابن العم مسعود ابن امیہ۔ ابوقیس بن الولید بن المغیرہ اور اس کا ابن عم۔ ابوقیس بن الفاکہ نبیہ ومنبہ پسران حجاج عاصی بن منبہ۔ امیہ بن خلف اور اس کا بیٹا علی۔ عمیر بن عثمان (طلحہؓ کا چچا) وغیرہ اس لڑائی میں کام آئے۔ ان کے علاوہ عباس بن عبدالمطلبؓ وعقیل بن ابی طالبؓ ونوفل بن الحرث بن عبدالمطلبؓ وسائب بن عبد یزید (بنو مطلب سے) وعمرو بن ابی سفیان بن حرب وابوالعاص بن الربیع وخالد بن اسد بن ابی العیص وعدی بن الخیار (بنونوفل سے) وعثمان بن عبدشمس (برادر عم زاد عتبہ بن غزوان) وابوعزیز (برادر مصعب بن عمیرؓ) وخالد بن ہشام بن المغیرہ اور اس کا ابن العم رفاعہ بن ابی رفاعہ وامیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ وولید بن ولید (برادر خالدؓ) وعبداللہ وعمر پسران ابی بن حلف وسہیل بن عمرو وغیرہ قیدی بنا لئے گئے۔

بدر کے شہید

مسلمانوں کی جانب سے اس جنگ میں مہاجرین میں سے چھ صحابی حضرت عبیدہؓ بن الحارث بن المطلب، حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص، ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ خزاعی (حلیف بنوزہرہ) وصفوان بن بیضاء (بنوحرث ابن فہر سے) ومہجع خادم حضرت عمر بن الخطاب وعاقل بن البکیر لیثی (حلیف بنو عدی) اور انصار میں سے آٹھ صحابی قبیلہ اوس کے سعد بن خثیمہ ومبشر بن عبدالمنذر اور قبیلہ خزرج کے یزید بن الحارث بن الخزرج وعمیر بن الحمام (بنوسلمہ سے) ورافع بن معلیٰ (بنو حبیب بن عبدحارثہ سے) وحارثہ بن سراقہ بخاری وعوف ومعوذ پسران عفراء (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) یعنی کل چودہ صحابی شہادت کے رتبہ پر فائز ہوئے۔

جنگ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کو ایک کنوئیں میں ڈال کر مٹی ڈلوادی۔ اور شہید صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو الگ دفن کرا دیا۔ مال غنیمت کو عبد بن کعب بن مبذول بن عمرو ابن غنم بن مازن بن نجار کے حوالے کر دیا۔ پھر بوقت مراجعت جب صفراء میں پہنچے تو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، اسی طرح مال غنیمت کو تقسیم فرمایا اور نضر بن الحارث بن کلدہ (از بنو عبدالدار) کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر عرق الظبیہ میں پہنچے اور اس مقام پر عتبہ بن ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ کی گردن اڑادی گئی۔ یہ دونوں بھی اسیران بدر کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت عداوت رکھتے تھے۔ الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابیؓ قیدیوں اور مال غنیمت کے ساتھ منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ رمضان کے ختم ہونے میں آٹھ دن باقی تھے۔

واقعہء بدر سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ اطلاع پہنچی کہ غطفان اسلام کی مخالفت میں کدر پر جمع ہو رہے ہیں۔ لہٰذا اس باعث واپسی کی سات راتوں کے بعد مدینہ سے جنگ کے ارادہ سے بنوسلیم کی جانب روانہ ہوئے۔ مدینہ میں اپنے قائمقام کے طور پر سباغ بن عرفطہؓ غفاری یا ابن ام مکتومؓ کو مقرر فرما گئے لیکن اس سے پہلے کہ آپ کدر تک پہنچیں دشمنان اسلام آپ کی تشریف آوری کی خبر پا کر بکھر گئے تھے۔ تین دن تک آپ وہیں مقیم رہ کر بغیر جنگ کئے واپس آ گئے۔ بعض کے مطابق آپ نے یہاں سے ایک سریہ روانہ کیا تھا جس میں غالب بن عبداللہ لیثی کو سالار بنایا تھا چنانچہ یہ بنوغطفان و سلیم کے مقابل ہوئے اور مال غنیمت لے کر ہی لوٹے۔ ماہ ذی الحجہ تک آپ مدینہ میں رہے۔ اسی دوران بدر کے اسیروں سے فدیہ لے کران کو رہا کر دیا۔

جب مشرکین مکہ کچھ لوگوں کو بدر میں پیوند خاک کر کے اور کچھ کو مسلمانوں کی قید میں چھوڑ کر واپس جا رہے تھے تو اس وقت ابوسفیان نے یہ نذر کی تھی یا قسم کھائی تھی کہ میں مدینہ پر لازماً چڑھائی کروں گا اس وجہ سے ماہ ذی الحجہ میں دوسو سواروں کی جمعیت سے مدینہ کی طرف عازم سفر ہوا۔ رفتہ رفتہ رات کے وقت بنونضیر میں پہنچا اور چھپ کر حیی ابن اخطب کے پاس گیا۔ سلام بن مشکم سے ملا اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے حالات دریافت کر کے واپس ہوا۔ اتفاق سے نواح مدینہ میں ایک کھجور کے باغ میں دو افراد کو جو اپنی کاشت کاری کے کاموں میں مصروف تھے قتل کر کے لوٹا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیز مسلمانان مدینہ کو ابوسفیان کا یہ فعل بہت برا لگا۔ آپ نے مدینہ میں ابولبابہ بن عبدالمنذر کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے کدر تک ابوسفیان کا پیچھا کیا چونکہ ابوسفیان اور مشرکین مکہ لشکر اسلام کے پہنچنے سے قبل ہی اس مقام سے چلے گئے تھے اور روانگی کے وقت اپنے زادراہ میں سے سویق (ستو) چھوڑ گئے تھے لہٰذا مسلمانوں نے اس کو غنیمت جان کر لے لیا۔ اسی سے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق رکھا گیا۔

غزوہ سویق سے لوٹ کر ذی الحجہ کے باقی دن آپ نے مدینہ میں قیام کیا۔ ماہ محرم (سنہ 3ھ) میں پھر غطفان پر چڑھائی کی۔ اس بار مدینہ میں عثمان ابن عفانؓ کو اپنا نائب مقرر فرما گئے تھے۔ ماہ صفر تک نجد میں مقیم رہے۔ جب مشرکین میں سے کوئی متنفس برسر مقابلہ نہ آیا تو آپ بلا جنگ مدینہ واپس آ گئے۔ پھر ماہ ربیع الاول کے آخر میں بخیال قریش مدینہ سے روانہ ہوئے، ابن مکتومؓ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ بحران (معدان حجاز) تک بڑھ گئے۔ جمادی الثانی تک وہیں ٹھہرے رہے مگر کفار قریش میں سے کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ لہٰذا اس بار بھی بلا جنگ و جدال واپس تشریف لائے۔

کعب ابن اشرف، طے کا ایک یہودی تھا اس کی ماں یہود بنونضیر سے تھی۔ جب آپ مدینہ میں تشریف لائے تھے اسی وقت سے اس کو ایک ذاتی خصومت تھی مگر واقعہ بدر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور ذکر سے یہ اور زیادہ جلنے لگا۔ چنانچہ زید بن حارثؓ اور (عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما) جب مدینہ میں فتح بدر کی نوید لے کر آئے اور اس نے بھی سنا تو بے ساختہ پکار اٹھا "ویلکم احق هذا اوهو لاء اشراف العرب وملوك الناس وان كان محمد اصاب هوء لاء فبطن الارض خير من ظهرها" (تف ہو تم پر کیا یہ سچ ہے۔ قریشی تو عرب کے شرفاء اور رعایا کے بادشاہ تھے اگر انہیں محمدؐ نے ختم کر دیا ہے تو پھر زندگی سے موت اچھی ہے) جب اس کو اس واقعہ کا یقین ہو گیا تو وہ مکہ چلا آیا اور مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے ہاں جا کر اترا (اس کی زوجیت میں عاتکہ بنت اسید بن ابی العیص بن امیہ تھی) یہاں یہ لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمربستہ کرنے لگا۔ اشعار پڑھتا اور مقتول مشرکین بدر پر آنسو بہاتا تھا۔ چند دنوں کے بعد مدینہ لوٹ آیا پہلے عاتکہ بنت اسید کی نسبت عشقیہ مضامین لکھے۔ بعد ازاں مسلمانوں کی عورتوں کا اپنی غزلیات و قصائد میں ذکر کرنے لگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا یہ رجحان ناگوار گزرا آپ نے فرمایا "من یقتل کعب ابن اشرف" (کون شخص ہے جو کعب ابن اشرف کو ہلاک کرے گا) محمد بن مسلمہ و ملکان بن سلامہ بن وقش یعنی ابو نائلہ (کعب کے رضائی بھائی عبدالاشہل سے) وعباد بن بشر وقش وحرث بن بشر بن معاذ وابو عبس بن جبر (حارثی) نے عرض کیا ہم اس کو ماریں گے۔ آپؐ نے ان لوگوں کو اجازت دی اور ان کے حق میں دعائے خیر بھی کی۔ ان میں سے ملکان بن سلامہ پہلے اس کے پاس گئے اور بہ اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے انحراف اور بیزاری کا اظہار کر کے اپنی تنگی کی شکایت کی اور یہ کہا کہ تم ہم کو اور ہمارے ساتھیوں کو کھلاؤ اور ان کے ہاتھ غلہ اور کھانا فروخت کرو۔ تمہارے اطمینان کے لئے بعوض اس کے تا ادائے قیمت ہم اپنے ہتھیار وغیرہ تمہارے پاس رہن کئے دیتے ہیں۔ کعب ابن اشرف اس پر مان گیا۔ ملکان بن سلامہ نے کہا: "کیا اچھا ہوتا کہ چاندنی رات ہے تم ہمارے ساتھ باتیں کرتے ہوئے چلتے اور تمہارے مکان سے باہر اس ٹیلہ پر، ہمارے اور ساتھی ہیں ان سے بھی باتیں کر لیتے۔" کعب بن اشرف یہ سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے ہمراہ چلنے لگا۔ اپنے مکان سے کچھ زیادہ دور نہ گیا ہوگا کہ محمد بن مسلمہ وغیرہ بھی آملے۔ باہم ادھر ادھر کی باتیں کرتے جا رہے تھے اور کعب بن اشرف مسلمانوں کی ہجو اور ان کے عشق وحسن کے تذکرے کرتا جا رہا تھا۔ اس دوران محمد بن مسلمہ نے موقع دیکھ کر ایک وار کر دیا۔ ان کے ہاتھ کے چھوڑتے ہی دیگر لوگوں نے بھی تلواریں چلائیں۔ کعب ابن اشرف ایک چیخ مار کر مر گیا۔ اس کے اردگرد کے اہل حصون نے یہ خبر سنتے ہی آگ روشن کر دی مگر یہ لوگ دوسرے راستہ سے بچ کر نکل آئے۔

تھوڑی دور جا کر حرث عریض کے انتظار میں ٹھہرے۔ جب یہ آ گئے تو پچھلی شب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ نماز میں مصروف تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان لوگوں نے کعب بن اشرف کے مارے جانے کی اطلاع دی۔ کعب کو مارتے وقت حرث آپس ہی کی تلوار سے زخمی ہو گئے تھے لہٰذا وہ تیزی سے چل نہ سکتے تھے اور ان کے احباب ان کا انتظار کرتے ہوئے چل رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخم پر اپنا لب لگا دیا جس سے بحکم الٰہی زخم اچھا ہو گیا۔ یہودیوں پر اس واقعہ سے خوف وہراس طاری ہو گیا ہر یہودی مسلمان سے خوف کھانے لگا آپ نے بھی بالہام الٰہی یہودیوں کو قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ اسی زمانہ میں حویصہ بن مسعود اسلام لے آئے اور ان سے قبل ان کے بھائی محیصہ اسلام لا چکے تھے۔

یہودیوں کی وعدہ خلافی

بدر میں فتح کے بعد وہاں سے واپسی پر ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو قینقاع کے بازار میں تشریف لے گئے اور ان کو انہیں کی کتب سے سمجھانے لگے۔ اثناء وعظ میں آپؐ نے فرمایا کہ "اگر تم لوگ اپنی بے دینی اور تمرد سے باز نہ آؤ گے تو اللہ تعالیٰ کا تم پر اسی طرح غضب نازل ہوگا جیسا کہ قریش پر بدر میں نازل ہوا اور ٹھیک اسی طرح تم لوگ بھی ذلیل وخوار ہو گے جیسا کہ وہ لوگ ہوئے۔" یہود قینقاع یہ سن کر برہم ہو گئے اور کہنے لگے "تم اس بھول میں نہ رہنا، تمہارا ایسی قوم سے مقابلہ ہوا تھا جو لڑائی سے واقف ہی نہ تھی، اس وجہ سے تم کو جو ملنا تھا وہ مل گیا۔ واللہ اگر تم ہم کو آزماؤ گے تو جان جاؤ گے کہ ہم مرد لوگ ہیں۔" بنو قینقاع کے یہودیوں کو اس جواب پر بھی تسکین نہیں ہوئی بلکہ بوجہ شامت اعمال نہایت درشتی سے انہوں نے آپ کو واپس کیا اور اس صلح نامہ سے منحرف ہو گئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مکہ کے بعد مدینہ میں آ کر تحریر فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ "اما تخافن من قوم خیانة فانبذ الیھم علیٰ سوآء ان اللہ لا یحب الخائنین ولا یحسبن الذین کفرو اسبقوا انھم لا یعجزون واعدوا لھم ما استطتعم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدواللہ وعدوکم واخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم وما تنفقوا من شئی فی سبیل اللہ یوف الیکم وانتم لا تظلمون۔" (اور اگر ڈرے تو کسی قوم کی خیانت سے لہٰذا پھینک دے ان کی طرف ان کے وعدے کو اس طرح پر کہ برابر ہو جائیں (یعنی عہد شکنی کا الزام تم پر عاید نہ ہوگا) بلاشبہ اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے ہیں کہ انہوں نے پیش دستی کی ہے۔ بے شک وہ لوگ عاجز نہ کر سکیں گے اور اے مسلمانو! فراہم کرو جو کچھ کر سکو طاقت سے اور گھوڑوں کے آمادہ رکھنے سے۔ اس سے خوفزدہ کرو دشمنان خدا اور اپنے دشمنوں کو اور ان کے سواروں کو تم نہیں جانتے ہو اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ جو چیز

خرچ کرو گے اللہ کے راستے میں پورا کیا جائے گا تمہاری طرف (یعنی اجر دیا جائے گا) اور تم پر ظلم نہ ہوگا۔)

غزوۂ بنوقینقاع کا سبب

بعض غزوہ بنوقینقاع کا باعث یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ایک مسلمان نے کسی یہودی کو کسی مظلمہ کی وجہ سے ان کے بازار میں قتل کیا چونکہ یہود از راہ حسد واقعہ بدر سے بھرائے ہوئے تھے لہٰذا اس غریب مسلمان پر ٹوٹ پڑے اور عہد شکنی کی۔ الغرض جب آیہ مرقومہ بالا نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ مدینہ میں بشیر بن عبدالمنذرؓ اور بروایت بعض ابولبابہ کو بجائے اپنے مقرر کر کے بنوقینقاع کی طرف پیش قدمی کی۔ بنوقینقاع مضافات مدینہ میں آباد تھے، ان کے نہ تو باغات تھے اور نہ کاشتکاری بلکہ یہ لوگ عموماً تجارت پیشہ تھے۔ ان میں سات سو آدمی لڑنے والے تھے جن میں سے تین سو آدمی زرہ پوش تھے۔ یہ تمام عبداللہ بن سلامؓ کی قوم کے تھے۔ پندرہ روز تک آپ نے ان کو بلا جنگ محصور کیے رکھا سولہویں دن آپ کے حکم سے اصحابؓ بنوقینقاع میں داخل ہوئے اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں ہلاک کرنے کو لائے۔

عبداللہ بن ابی سلول نے ان کی پرزور سفارش کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی منت سماجت کر کے ان کی جان بخشی کرائی۔ آپ نے عبداللہ بن ابی ابن سلول کے کہنے پر قتل تو نہ کیا لیکن اسباب وہتھیار لے کر جلاوطنی کا حکم جاری فرما دیا۔ چنانچہ عبادۃ ابن الصامتؓ نے ان کو خیبر تک نکال دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت لے کر مدینہ لوٹ آئے۔ یہ پہلا خمس ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے لیا۔ اس کے بعد عید الضحیٰ کا دن آیا تو آپ نے اپنے اصحابؓ کو ساتھ لے کر صحراء میں جا کر نماز ادا کی اور دست مبارک سے دو بکریاں قربان کیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پہلی قربانی کی تھی۔

واقعہ بدر کے بعد سے قریش پر مسلمانوں کا خوف کچھ یوں غالب ہوگیا کہ وہ ان کی چھیڑ چھاڑ کے خوف سے عام راستہ پر چلنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اگرچہ تجارت کے باعث سفر کرنا ان کے لئے ناگزیر تھا۔ مگر بمجبوری ان لوگوں نے شام کا راستہ چھوڑ کر عراق کا راستہ اپنا لیا۔ راستہ نہ جاننے کی وجہ سے فرات بن حیان کو (قبیلہ بکر بن وائل سے) رہنمائی کے لئے اجرت پر مقرر کیا۔ پھر تاجروں کا ایک قافلہ مکہ سے براستہ عراق ہوتا ہوا موسم گرما میں رخصت ہوا جس میں ابوسفیان بن حرب وصفوان بن امیہ بھی تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قافلہ کی روانگی اور اس کے مال و اسباب کی اطلاع ملی تو آپ نے زید بن حارثہ کو چند صحابیوںؓ کے ہمراہ روانہ کیا۔ زید بن حارثہؓ نے نہایت تیزی وعجلت سے دن رات سفر کر کے قافلہء قریش سے مقابلہ کیا اور فاتح رہے۔ ابوسفیان وصفوان اور اس کے ساتھی فرار ہوگئے۔ صرف فرات بن حسان عجلی زیر حراست آئے، وہ بھی مدینہ پہنچ کر داخل اسلام ہوگئے۔ اس واقعہ میں مال غنیمت کا اندازہ اس سے ہی اچھی طرح ہوسکتا ہے کہ اس مال غنیمت سے جو خمس نکالا گیا تھا اس کی تعداد بیس ہزار تھی۔

کعب بن اشرف یہودی کی ہلاکت کے بعد اسلام بن ابی حقیق یہودی نے سر اٹھایا۔ یہ خیبر کا مکین تھا اس کی کنیت ابو رافع تھی۔ یہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابؓ کو طرح طرح کے ناملائم کلمات سے ایذائیں دیتا اور سخت وست کہتا پھرتا تھا۔ نیز آپ کے مقابلہ پر لوگوں کو ابھارتا اور گروہ بندی میں مصروف رہتا تھا۔ چونکہ اوس وخزرج مدینہ کے سربرآوردہ قبیلے تھے جو ایک دوسرے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وامداد میں فوقیت کے طلب گار تھے یہ بالکل محال تھا کیونکہ کوئی ایک کام بھی ایسا نہ تھا جو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہو، اور اس کو ایک قبیلہ کرے اور دوسرا نہ کرے۔ بنواوس کعب بن اشرف یہودی کو ہلاک کر چکے تھے لیکن بنوخزرج ایسا کوئی کام انجام نہیں دے سکے تھے مگر جستجو وفکر میں تھے۔ جب ان کو ابن ابی حقیق یہودی کی بدکلامیوں اور شرارتوں کی خبر ہوئی تو بنوخزرج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کے قتل کی اجازت چاہی۔ کیونکہ ابن حقیق بھی کعب ابن اشرف کی طرح اسلام اور مسلمانوں کا مخالف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا آپ نے ان کو اجازت دے دی۔

چنانچہ قبیلہ خزرج خاندان بنوسلمہ سے آٹھ آدمی چلے ان ہی میں عبداللہ بن عتیک ومسعود بن سنان وابوقتادہ وحرث بن ربعی (رضی اللہ عنہم) بھی تھے۔ اس گروہ کے سردار عبداللہ بن عتیک مقرر ہوئے۔ روانگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے لڑکوں اور عورتوں کے

ہلاک کرنے کو منع فرما دیا۔ نصف جمادی الثانی سنہ 3 ہجری میں یہ لوگ مدینہ سے چل کر خیبر پہنچے اور ابن ابی حقیق کے مکان کے قریب قیام کیا۔ رات کو جب وہ اپنے مکان کے دروازے بند کر کے سو رہا تھا اس کو آواز دی۔ اس نے جیسے ہی دروازہ کھولا، یہ لوگ اندر گھس پڑے اور اس کو مار کر مکان سے باہر آ کر ایک مقام پر مقیم ہو گئے۔ جب خبر دہندۂ موت نے قصر کی فصیل پر کھڑے ہو کر ابن ابی حقیق کے مارے جانے کا اعلان کر دیا تو یہ لوگ اس کے مارے جانے کا یقین کر کے واپس ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کے قتل کی اطلاع پہنچائی۔ ابن ابی حقیق کے مکان سے نکلتے وقت ان لوگوں میں سے ایک شخص کی پنڈلی میں ضرب آ گئی تھی، آپ سے اس کا ذکر کیا گیا آپ نے اس پر دست مبارک پھیر دیا تو وہ شخص بھلا چنگا ہو گیا۔

باب: ۴

غزوۂ احد

معرکۂ بدر کے بعد اہل قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا تو گویا جنون ہی ہو گیا قافلہ والوں سے مالی امداد کے خواستگار ہوئے اور جب قابل اطمینان و بقدر کفایت مال جمع ہو گیا تب اہل قریش اپنے حلیفوں اور دوستوں کے ہمراہ شوال سنہ 3ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ وسط میں پیادوں کا دستہ تھا اردگرد نیزہ بردار اور تیرانداز سواروں کا گروہ تھا۔ میدان جنگ سے فرار نہ ہونے اور سینہ سپر ہو کر لڑنے کا حلف اٹھایا گیا۔ چوتھی شوال کو مدینہ کے مقابل ایک وادی کے کنارے احد کے نزدیک مقام ذوالحلیفہ (بطن سنجہ) میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ تین ہزار کی اس جمعیت میں زرہ پوش جنگ آزمودہ لوگ سات سو تھے علاوہ ازیں دو سو گھوڑے تھے۔ اس لشکر کا سپہ سالار ابو سفیان تھا ان کے ساتھ پندرہ عورتیں بھی دف لئے ہوئے تھیں جو مقتولین بدر پر روتی اور ان کو لڑائی پر ابھارتی اور غیرت دلاتی تھیں۔

قریش کے ارادوں کی اطلاع جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ کی قلعہ بندی کر لو اور کوئی باہر نہ نکلے۔ اس صورت میں اگر مشرکین مکہ ہم پر حملہ آور ہوں گے تو ہم ان سے لڑیں گے ورنہ خیر۔ اس رائے کی عبداللہ بن ابی بن سلول نے بھی بھرپور تائید کی مگر ان چند صحابیوںؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا اور جنگ کے لئے پیش قدمی پر بمنت وزاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آمادہ کیا جو اس واقعہ میں شہید ہوئے۔ علاوہ ان کے اس میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو غزوۂ بدر میں شامل نہیں ہو سکے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے اصرار پر اندر گئے اور مسلح ہو کر بکراہت باہر آئے۔ اس وقت ان لوگوں نے اپنے اصرار کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف سمجھ کر عرض کیا "یارسول اللہ ان شئت فاقعد" (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کی رائے ہو تو بیٹھ جائیے یعنی باہر نکل کر لڑائی نہ کیجئے) آپؐ نے جواب دیا کہ "کسی نبیؐ کے لئے جائز نہیں ہے جب کہ وہ مسلح ہو جائے یہ کہ جنگ سے پہلے وہ اپنے ہتھیار ڈالے یا جنگ کئے بغیر واپس آئے۔"

اسلامی لشکر کی روانگی

ایک ہزار صحابیوںؓ کے ہمراہ آپؐ مدینہ سے نکلے اور ابن ام مکتومؓ کو بقیہ مسلمانان مدینہ کے نماز پڑھانے کے لئے چھوڑ گئے۔ جس وقت آپؐ مدینہ و احد کے درمیان میں پہنچے تو عبداللہ بن ابی ایک ثلث آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر آپؐ سے اس وجہ سے الگ ہو گیا کیونکہ یہ جنگ اس کی رائے کے خلاف تھی اور مدینہ سے نکل کر مقابلہ کی تیاری کی گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرہ بنو حارثہ ہوتے ہوئے احد کی ایک گھاٹی میں جا مقیم ہوئے۔ آپؐ کے ہمراہ سات سو آدمیوں کا گروہ تھا جس میں پچاس سوار اور پچاس ہی تیرانداز شامل تھے۔ آپؐ نے بنو عمرو بن عوف سے عبداللہ بن جبیرؓ برادر خوات بن جبیرؓ کو تیراندازوں کا سالار مقرر کر کے لشکر کے پیچھے جبل احد پر تعینات کر دیا تا کہ مشرکین مسلمانوں پر عقب سے حملہ نہ کر سکیں اور لواء مظفر کو مصعب بن عمیرؓ (بنو عبدالدار) کے حوالے فرمایا۔

- سمرہ بن جندب الفزاریؓ و رافع بن خدیج حارثیؓ اس وقت پندرہ پندرہ سال کی عمر کے تھے۔ پہلے آپ نے ان کو واپس کیا مگر جب اصحابؓ نے عرض کیا کہ یہ تیراندازی میں طاق ہیں تو آپ نے ان کو تیراندازوں کے دستے میں شامل فرما دیا لیکن حضرت اسامہ بن زیدؓ و حضرت عبداللہ بن حضرت عمرؓ بن الخطاب و حضرت زید بن ثابت بخاری و حضرت عمرو بن حرام و براء بن عازب حارثیؓ و اسید بن ظہیرؓ و عرابۃؓ بن اوسؓ و زید بن ارقم و ابوؓ سعید خدری کو احد کے میدان جنگ سے اس سبب سے لوٹا دیا کیونکہ اس وقت ان لوگوں کی عمریں محض چودہ چودہ سال کی ہوں گی۔

جنگ کا آغاز

قریش کے سواران میمنہ پر خالد بن ولید اور میسرہ پر عکرمہ بن ابوجہل مامور تھے۔ آپؐ نے اپنی تلوار ابو دجانہ سماک بن خرشہ ساعدیؓ کو مرحمت فرمائی، یہ بڑے شجاع اور فنون جنگ میں بخوبی ماہر تھے۔ قریش کے ہمراہ اس لڑائی میں ابو عامر عبد عمرو بن صیفی بن مالک بن نعمان (حنظلہ غسیل ملائکہ) کا باپ طلیعہ میں تھا یہ دور جاہلیت میں راہب ہو گیا تھا لیکن اسلام کی روشنی پھیلی تو اس پر بدبختی کا بھوت سوار ہو گیا، مسلمانوں کی ترقی نہ دیکھ سکا لہٰذا مکہ چلا گیا۔ کفار مکہ معرکہ احد میں اس کو اس خیال سے لائے تھے کہ بنو اوس جس کا یہ سردار تھا اس کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چھوڑ دیں گے لیکن ان کا یہ خیال بالکل باطل نکلا۔ چنانچہ ابو عامر اسی وجہ سے سب سے پہلے میدان جنگ میں لڑنے کو آیا اور اس نے بنو اوس کو للکارا ان لوگوں نے اس کی آواز پہچان کر کہا "لا انعم اللہ بک عتیا یا فاسق" (اے فاسق تیری آنکھ کو نعمت نصیب نہ ہو)

لڑائی شروع ہوئی تو مسلمانوں نے دل کھول کر مقابلہ کیا اس میں حضرت حمزہؓ و حضرت طلحہؓ و حضرت شیبہ و حضرت ابو دجانہ و حضرت نضر بن انس (رضی اللہ عنہم) بڑی بڑی مشکلات میں مبتلا ہوئے۔ علاوہ ازیں انصار کی ایک جماعت سینہ سپر ہو کر شہید ہوئی۔ لڑائی کا آغاز نہایت دشوار اور سخت ہوا۔ ابتداء میں تو قریش کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے اور وہ مسلمانوں کے حملہ سے منہ چھپا کر فرار ہونے پر مجبور ہو گئے مگر اس کے بعد جونہی تیر اندازان اسلام اپنا مرکز چھوڑ کر آگے بڑھے مشرکین نے پلٹ کر عقب سے تیر اندازوں کو مارنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔

دشمنان خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے مگر حضرت مصعبؓ بن عمیر علم بردار نے جو آپ کے پاس ہی تھے کفار کا بے جگری سے مقابلہ کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ضرب آئی۔ دائیں جانب کے نیچے کا دانت شہید ہو گیا بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سب تکلیفیں عتبہ بن ابی وقاص و عمرو بن قمیہ لیثی نے پہنچائی تھیں۔

ایک موقع پر حنظلہؓ نے دوڑ کر ابوسفیان پر وار کرنا چاہا شداد بن اسود لیثی نے ایک گڑھے سے نکل کر روک کر وار کر دیا جس سے حضرت حنظلہؓ شہید ہو گئے۔ یہ اس وقت جنبی تھے، صحابہ کے استفسار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔

مشرکین نے موقع پا کر آپ پر پتھراؤ شروع کیا تو آپ ایک گڑھے میں گرنے لگے، حضرت علیؓ نے پہنچ کر فوراً ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت طلحہؓ نے کمر میں ہاتھ ڈال کر سنبھال لیا۔ چہرۂ مبارک کے زخم کو مالک بن سنان خدری (والد ابو سعید خدری) نے خون سے صاف کیا۔ آہنی خود کے دو حلقے چہرے تک اتر آئے تھے جنہیں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے نکالا۔ مشرکین لڑتے ہوئے آپ تک پہنچ گئے، کئی صحابیؓ اس مقام پر شہید ہو گئے۔ آخری صحابی عمار بن یزید بن السکن تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کی غرض سے مشرکین کے مقابلے پر اترے اور شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت طلحہؓ نے مشرکین کا ڈٹ کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ مشرکین آپ کے پاس سے ہٹتے گئے۔ ابو دجانہ آپ کو چھپائے ہوئے کھڑے تھے تیر ان کی پشت پر لگتے جاتے مگر حرکت تک نہ کرتے تھے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ قتادہؓ بن النعمانؓ کی آنکھ میں ایک تیر آ کر لگا جس سے ان کی آنکھ نکل کر رخسار پر آ گئی تھی آپ نے اپنے دست مبارک سے آنکھ کو اس کی جگہ پر رکھ دیا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اچھی ہو گئی۔

نضر بن انسؓ لڑتے ہوئے صحابہؓ کی اس جماعت تک جا پہنچے جو حیران کھڑے ہوئے تھے۔ نضر بن انسؓ نے ان سے کہا: تم لوگ کیا دیکھتے ہو۔ ان لوگوں نے کہا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو شہید ہو گئے اب کیا کریں۔" نضر بن انسؓ نے کہا: "چلو لڑو جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کرتے، وہی اب کرو اور اسی حال میں جان دو جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوئے ہیں۔" یہ کہہ کر آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ ان کے جسم پر ستر زخم لگ چکے تھے اکہترویں زخم سے شہید ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کے بیس زخم لگے تھے۔ زیادہ چوٹ پاؤں میں آئی تھی اس وجہ سے وہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ اسی لڑائی میں حضرت حمزہ ابن عبدالمطلبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا شہید ہوئے۔ ان کو وحشی غلام بن مطعم بن عدی نے شہید کیا۔ عمرو بن قمیہ نے اسی دوران میں مصعبؓ بن عمیر علم بردار لشکر اسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شہید کیا اور اس خیال سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ کمبخت نے ایک بلند مقام پر چڑھ کر چلا کر کہہ دیا۔ "الا

ان محمداً قد قتل۔" (کان کھول کر سن لو محمد قتل کر دیئے گئے) اس آواز کے سنتے ہی اصحابؓ کے ہوش اڑ گئے۔ وہ حیرت کے عالم میں کھڑے ہو گئے۔ کسی سے کچھ بن نہ پڑتا تھا۔ حیرت زدہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے کہ کعب بن مالک شاعر (از بنوسلمہ) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر با آواز بلند کہا: "خوش ہو جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں" آپ نے اسے دوبارہ کہنے سے منع کر دیا۔

صحابہؓ اس آواز کو سنتے ہی آپ کے قریب آ کر اکٹھے ہو گئے اور آپ کے ہمراہ پہاڑ کی گھاٹی کی طرف چلے گئے جن میں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعلیؓ و زبیرؓ وحرث ابن الصمتہ انصاری رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ اسی اثناء میں ابی بن خلف آ پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرث بن الصمتہ کے ہاتھ سے نیزہ لے کر اس کے گلے پر مارا جس کی چوٹ سے وہ منہ پھیر کر بھاگا۔ مشرکین نے آواز دے کر کہا کہ ایک ہی چوٹ کھا کر بھاگ نکلا، دوڑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ۔ ابی نے کہا: واللہ اس زخم سے میں جاں بر نہ ہوں گا کیونکہ یہ نیزہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مارا ہے، اگر کسی اور نے مارا ہوتا تو مجھ کو مطلق خیال نہ ہوتا۔ چنانچہ واپسی کے وقت راہ ہی میں مر گیا۔

جنگ ختم ہونے پر علیؓ ابن ابی طالبؓ پانی لے کر آئے۔ آپ نے منہ دھو کر وضو کیا اور پہاڑ کی چٹان پر چندے توقف کر کے بیٹھ کر اپنے اصحابؓ کے ساتھ نماز ظہر ادا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ سے شکست خوردہ مسلمانوں کے لئے دعاء مغفرت کی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ان الذین تولو امنکم یوم التقی الجمعن۔ انما استزلهم الشیطن ببعض ما کسبوا و لقد عفا الله عنهم ان الله غفور حلیم۔" (بے شک تمہارے جو آدمی اس دن جس دن دو گروہوں کا مقابلہ ہوا تھا بھاگ کھڑے ہوئے تھے، انہیں ان کے گناہوں کے باعث شیطان نے ڈگمگا دیا تھا۔ اللہ نے ان کی غلطی معاف فرما دی۔ واقعی اللہ انتہائی بخشش والا اور نہایت بردبار ہے۔)

احد کے شہید

اس لڑائی میں مسلمانوں کی جانب سے حضرت حمزہؓ ابن عبدالمطلبؓ اور حضرت عبداللہ بن جحشؓ و حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ اور پینسٹھ سرداران انصار شہید ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہیں خون آلودہ کپڑوں میں جو وہ پہنے ہوئے تھے بلا غسل و نماز دفن کر دیا گیا اور مشرکین کی جانب کے بائیس نفر مارے گئے۔ ان میں ولید بن العاص بن ہشام وابوامیہ بن ابی حذیفۃ بن المغیرہ وہشام بن ابی حذیفہ بن المغیرہ وابوعزہ عمرو بن عبداللہ بن جمح شامل تھا۔ آخر الذکر شخص جنگ بدر میں اسیر ہو کر آیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مفلس اور کثیر العیال ہونے کی وجہ سے اسے بلا فدیہ اس شرط سے چھوڑ دیا تھا کہ آئندہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ پر نہ آئے گا لیکن جب اس لڑائی میں دوبارہ گرفتار ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا۔ البتہ ابی بن خلف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے قتل کیا۔

ابوسفیان نے پہاڑ پر چڑھ کر بہ آواز بلند کہا: "الحرب سجال یوم احد بیوم بدر احل هبل" (لڑائی ختم ہو گئی یوم احد یوم بدر کے مساوی ہو گیا۔ ہبل اپنا دین ظاہر کر) اور "موعدکم العامل القابل" (آئندہ برس پھر تمہاری جنگ کا عہد ہے) کہتا ہوا لوٹا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صحابہؓ نے جواب دیا "هو بیننا و بینکم" (ہماری اور تمہاری یہی میعاد ہے) یہ سن کر مشرکین مکہ واپس پلٹ گئے۔

لڑائی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلبؓ کے لاشہ پر کھڑے ہو کر افسوس کرتے رہے۔ ہند اور اس کی ساتھی عورتوں نے ان کا جگر نکال کر چبایا تھا۔ کان، ناک اور اعضائے تناسل کاٹ ڈالے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ امور ملاحظہ کر کے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو قریش پر فتح یاب کرے گا تو میں ان میں تیس آدمیوں کو مثلہ کروں گا۔ اس کے بعد آپ اپنے اصحابؓ کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

جنگ احد سے واپسی پر دوسرے روز 16 شوال سنہ 3ھ بروز اتوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دشمنان خدا کے مقابلے کے ارادے سے پھر تیار ہوئے اور حکم دیا کہ اس غزوہ میں جابر بن عبداللہ کے سوا صرف وہی لوگ شامل ہوں گے جو جنگ احد میں شریک تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ تمام صحابہ کرامؓ جو جنگ احد میں شریک تھے زخمیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے اور مدینہ سے آٹھ میل پر مقام حمراء اسد میں پہنچ کر قیام کیا۔

تین دن تک آپ اس مقام پر ٹھہرے رہے۔ اس دوران معبد بن ابی معبد خزاعی اس طرف سے ہو کر مکہ جا رہا تھا کہ راستے میں ابوسفیان سے ملا۔ اس وقت یہ لوگ (نعوذ باللہ) اسلام کے استیصال کے خیال سے مدینہ کو لوٹنے پر تیار ہو رہے تھے۔ معبد خزاعی نے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش قدمی سے مطلع کیا۔ ابوسفیان اس خبر کے سنتے ہی اس خیال سے کہ مبادا انجام دگرگوں نہ ہو جائے فوراً مکہ کی طرف لوٹ گیا۔

ماہ صفر سنہ 4ھ میں چند اشخاص بطون عضل وقارہ (بنو ہون قبیلہ خزیمہ برادر بنو اسد) کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ظاہر یہ کیا کہ ہماری قوم مشرف بہ اسلام ہو چکی ہے۔ ہم اور ہماری قوم قرآن پڑھنے اور شریعت کے احکامات کی تربیت لینے کے تمنائی ہیں۔ پس آپ ایسے چند لوگ ہمارے ہمراہ کر دیجئے جو ہمیں مذہبی باتیں سکھائیں۔ آپؐ نے ان کے کہنے سے اپنے اصحابؓ میں سے حسب ذیل چھ افراد روانہ فرمائے:

(1) مرثد بن ابی مرثد غنوی (2) خالد بن البکیر لیثی (3) بنو عمرو بن عوف کے عاصم بن ثابت بن ابی الافلح (4) بنو جحجب بن کلفہ کے ضبیب بن عدی (5) زید بن الدشنہ بن بیاضہ بن عامر (6) عبداللہ بن طارق حلیف بنو ظفر (رضی اللہ عنہم) اور مرثد بن ابی مرثد کو افسر تعینات فرمایا۔ جب یہ اشخاص رجیع پر پہنچے تو عضل وقارہ والوں نے ان سے غداری کی۔ بنو ہذیل نے آ کر محصور کر لیا۔ مرثد اپنے ساتھیوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہیں سے لڑائی پر تل گئے۔ مشرکین ہذیل و عضل وقارہ نے کہا کہ آؤ تم کو پناہ دیتے ہیں ہمارا مقصد نہ تھا کہ تم سے لڑیں بلکہ ہم تم کو آزماتے تھے اور ہم یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اگر اہل مکہ کا مقابلہ ہو جائے تو تم کیا ان کے مقابلہ میں ٹھہر سکو گے؟ لیکن مرثد و خالد و عاصم (رضی اللہ عنہم) نے مشرکین کے عہد و پیمان پر اطمینان نہ کیا، لڑے اور لڑ کر شہید ہو گئے۔

ان لوگوں کے شہادت پانے کے بعد ہذیل کو یہ لالچ دامن گیر ہوئی کہ عاصمؓ کا سر قطع کر کے سلافہ بنت سعد بن شہید کے پاس لے جانا چاہئے اس سے خاطر خواہ قیمت وصول ہو جائے گی۔ یاد رہے کہ سلافہ نے جنگ احد میں یہ نذر کی تھی کہ عاصمؓ کے کاسہ سر میں شراب پیوں گی کیونکہ انہوں نے اس کے دو بیٹوں کو معرکہ احد میں قتل کیا تھا مگر ہذیل کا مقصد حاصل نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی لاش کے اردگرد بھڑوں کو بھیج دیا لہٰذا کفار ہذیل عاصمؓ کا سر نہ کاٹ سکے۔ رات کو پانی کا ریلہ آیا اور ان کی لاش کو بہا لے گیا۔ ان کے باقی تین ہمراہیوں کو گرفتار کر کے مکہ کو لے چلے جس وقت مرالظہر ان میں پہنچے تو عبداللہ بن طارق نے تلوار کھینچ لی، اکیلے آدمی کیا کر سکتے تھے۔ کافروں نے دور سے ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے حتیٰ کہ یہ غریب بھی شہید ہو گئے۔ خبیبؓ و زید باقی رہے۔ وہ مکہ میں لائے گئے۔ قریش نے ان کو خرید کر کے بے جرم و قصور شہید کیا۔

ماہ صفر سنہ 4ھ میں ملاعب الاسنہ ابو براء عامر نہ تو اسلام ہی لایا اور نہ اس نے اسلام کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم اپنے کچھ اصحاب کو اہل نجد کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ کرو تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ اسے قبول کر لیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ''مجھے ان لوگوں سے اطمینان نہیں ہے۔'' ابو براء نے کہا ''میں تمہارے اصحابؓ کا معین و ہمدرد ہوں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطمینان کر لینے کے بعد منذر بن عمرو ساعدی کو چالیس اور بعض کے بقول ستر صحابیوںؓ کے ہمراہ روانہ کیا۔ ان میں حرث بن الصمۃ و حرام بن ملحان (انس کے ماموں) و عامر بن فہیرہ و نافع بن بدیل بن ورقاء (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی شامل تھے۔ جب یہ لوگ بیر معونہ پر (جو کہ ارض بنو عامر و حرہ بنو سلیم کے درمیان واقع ہے) پہنچے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ حرام بن ملحانؓ کی معرفت عامر بن الطفیل کے پاس بھیجا۔

عامر بن الطفیل نے اس نامہ پاک کو دیکھا تک نہیں اور نامہ بر کو شہید کر کے بنو عامر کو بقیہ اصحابؓ کے قتل پر ابھارا۔ جب انہوں نے اس کی مدد سے انکار کیا تو اس نے بنو سلیم سے کہا۔ چنانچہ ان میں سے عصیہ و رعل و ذکوان اٹھ کھڑے ہوئے اور ان چالیسوں آدمیوں کو بلا قصور شہید کر ڈالا انہیں لوگوں کے پیچھے پیچھے منذر بن احیحہ جلاحی اور عمرو بن امیہ ضمری آ رہے تھے۔ دور سے لشکر اسلام پر پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئے۔ جب نزدیک آئے تو ان کو بستر شہادت پر محو خواب پایا۔ منذر بن احیحہ تو لڑ کر اسی جگہ شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ ضمری کو دشمنان خدا پکڑ کر لے گئے۔ عامر بن الطفیل نے ان کو بنو مضر کا سمجھ کر ڈاڑھی تراش کر چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ رجیع کے قریب 20۔ صفر کو ہوا۔

عمرو بن امیہ ضمری جب بیر معونہ سے مدینہ کو لوٹ رہے تھے تو راستے میں ان کو دو شخص ملے جو کلاب یا بنو سلیم کے تھے۔ یہ دونوں آدمی عمرو بن امیہ کے ساتھ ایک باغ میں ٹھہرے۔ جب یہ سو گئے تو عمرو بن امیہ ضمری نے ان کو بنو عامر یا بنو سلیم کا سمجھ کر ہلاک کر ڈالا۔ حالانکہ ان کے ساتھ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و پیمان تھا مگر عمرو بن امیہ ضمیر کو اس کی خبر نہ تھی۔ عمرو بن امیہ نے مدینہ میں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کل واقعات اور نیز ان کے قتل سے باخبر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ "تم نے ایسے دو شخصوں کو قتل کیا ہے جن کا خون بہا ضروری ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کے مقتولوں کا خون بہا ادا کرنے کے لئے ان کے پاس گئے آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور علیؓ بھی تھے۔ بنو نضیر نے بظاہر تو خون بہا خوشی سے قبول کر لیا۔ آپ ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے لیکن درحقیقت مشرکین نے آپ کی اور آپ کے اصحابؓ کے قتل کی پوری پوری تدبیر کر لی تھی۔ انہوں نے ایک شخص عمرو بن محاسن بن کعب نامی کو دیوار پر اس ہدایت کے ساتھ چڑھا دیا کہ وہ اوپر سے آپؐ پر اور آپؐ کے اصحابؓ پر پتھر گرا دے۔ جس سے یہ لوگ دب کر جان سے گزر جائیں۔ اللہ نے بذریعہ وحی اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس سازش سے باخبر کر دیا۔ آپ اس مقام سے اٹھ کر مدینہ چلے آئے۔ صحابہؓ وہیں بیٹھے رہے۔ جب کچھ تاخیر ہوئی تو آپ کو تلاش کرتے ہوئے آپ کے پاس تک پہنچ گئے۔ آپ نے اللہ کی وحی اور ان کی مشاورت سے ان کو مطلع فرمایا اور بنو نضیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

غزوۂ بنو نضیر اور دیگر واقعات

چنانچہ ابن ام مکتومؓ کو مدینہ میں بطور قائم مقام مقرر فرما کر ماہ ربیع الاول میں بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ ان لوگوں نے بھی چاروں طرف سے قلعہ بندی کر لی۔ چھ روز تک آپ ان کا محاصرہ کئے رہے۔ ان کے کھجوروں کے باغات کاٹ ڈالنے اور درختوں کو جلا دینے کا حکم دے دیا۔ عبداللہ بن ابی اور چند منافقوں نے بنو نضیر سے یہ کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں البتہ نکل کر لڑو تو ہم بھی لڑیں گے اور اگر جلاوطن ہوئے تب بھی ہم سب ساتھ ہوں گے۔ اس پر بنو نضیر کچھ مغرور سے ہو گئے۔ لیکن آخر کار ذلیل اور محروم ہو کر امن کے طلب گار ہوئے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول بنو نضیر کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیام لے کر آیا کہ بنو نضیر اپنی جانوں کی امان اور اس قدر مال و اسباب کی حفاظت کے تمنائی ہیں جس قدر کہ ایک اونٹ اٹھا کر لے جا سکے۔

بنو نضیر کی جلاوطنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلحہ اور ہتھیاروں کو مستثنیٰ کر کے اس کی اجازت عطا فرما دی تو ان میں سے کچھ مثلاً حیی بن اخطب اور ابن ابی حقیق کے خاندان والے خیبر میں جا ٹھہرے اور بعض شام کی طرف چلے گئے۔ آپؐ نے ان کا تمام مال و اسباب مہاجرین اولین میں بالتخصیص تقسیم کر دیا اور اسی مال غنیمت سے بوجہ فقراء ابودجانہ و سہل بن حنیف کو بھی مرحمت فرمایا۔ گویہ مہاجرین اولین میں سے نہ تھے۔ اسی غزوہ میں بنو نضیر کے یہودیوں میں سے یامین بن عمیر بن حجاشؓ اور سعیدؓ بن وہب اسلام لے آئے۔ ان کے مال، جائیداد اور ہتھیاروں میں سے کچھ بھی طلب نہیں کیا گیا۔ علماء لکھتے ہیں کہ سورۂ حشر اسی غزوہ میں نازل ہوئی تھی۔

غزوہ بنو نضیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع جمادی الاول سنہ 4ھ تک مدینہ میں ہی ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد نجد کی طرف بنو محارب و بنو ثعلبہ (غطفان) میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ میں حضرت ابوذر غفاریؓ اور بعض کے مطابق حضرت عثمانؓ بن عفانؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ نجد میں پہنچ کر غطفان کی ایک جماعت سے مڈبھیڑ ہوئی مگر لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ فریقین ایک دوسرے سے ڈر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ہمراہ صلوٰۃ الخوف پڑھی اس غزوہ کا نام ذات الرقاع ہے۔ اس وجہ سے کہ پہاڑی راستوں میں چلتے چلتے غازیان اسلام کے پاؤں پھٹ گئے تھے اور انہوں نے رفع تکلیف کے خیال سے پاؤں میں کپڑے لپیٹ لئے تھے۔ واقدی نے تحریر کیا ہے کہ اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس پہاڑ پر اترے تھے، اس کا نام ذات الرقاع ہے کیونکہ اس میں سیاہی، سفیدی اور سرخی کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ اسی اعتبار سے اس غزوہ کا نام بھی ذات الرقاع رکھا گیا۔ اس مؤرخ کے مطابق یہ غزوہ محرم میں ہوا تھا۔

شعبان سنہ 4ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں اپنی جگہ عبداللہ بن ابی ابن سلول کو مقرر فرما کر خود بدر کی طرف اس وعدہ کے ایفا کی غرض سے روانہ ہوئے جو کہ جنگ احد میں فریقین کے درمیان ہوا تھا جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے کہ جنگ احد میں ابوسفیان نے کہا تھا کہ

آئندہ برس لڑائی بدر میں ہوگی۔ مسلمانوں کی طرف سے بحکم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جواب دیا گیا۔ اور اس کا اقرار کیا گیا تھا۔ ابوسفیان بھی اہل مکہ کو لے کر حسب وعدہ آیا اور تلہران یا عسفان میں اترا۔ لیکن گرانی اور قحط کا عذر کر کے جنگ کئے بغیر واپس گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ روز کے بعد بدر سے واپس ہو گئے۔ سنہ 4ھ کے یہی واقعات تھے اس کے بعد سنہ 5ھ شروع ہوتا ہے۔

چند ماہ کے بعد آخر سنہ 3 ماہی اول سنہ 5ھ (مطابق سنہ 636ء) میں استیصال و منتشر کرنے کی غرض سے آپ کو جو کہ مسلمانوں کے خلاف دومتہ الجندل میں اکٹھے ہونے والے گروہ کے مدینہ سے نقل و حرکت کی ضرورت ہوئی۔ اس بار آپ نے سباع بن عرفطہ غفاری کو اپنا نائب مقرر کر کے ماہ ربیع الاول سنہ 5ھ کو مدینہ سے پیش قدمی فرمائی۔ آپؐ کے پہنچنے سے پہلے مخالفین کا گروہ بھاگ گیا تھا۔ لہٰذا بلا جنگ ہی آپ واپس تشریف لے آئے۔ اسی غزوہ میں عینیہ بن حصن کو اراضی مدینہ میں مویشیوں کے چرانے کی اجازت دی گئی۔ کیونکہ اس کے ملک میں خشک سالی کی وجہ سے سبزے کا وجود برائے نام تھا اور مدینہ میں بارش ہونے کے باعث باغات اور کھیت سرسبز تھے۔

باب:۵

غزوۂ خندق

اس کو غزوۃ الاحزاب بھی کہتے ہیں۔ یہ شوال سنہ 5ھ میں ہوا تھا مگر درست یہ ہے کہ یہ غزوہ سنہ 4ھ میں ہوا ہے۔ اس بیان کی تائید عبداللہ ابن عمرؓ کا یہ قول کرتا ہے۔ "ردنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد وانا ابن اربع عشرۃ سنۃ ثم اجازنی یوم الخندق وانا ابن خمس عشرۃ سنۃ" (مجھے رسول اکرمؐ نے احد کے دن واپس بھیج دیا جب میں 14 سال کا تھا لیکن پھر خندق کی لڑائی میں اجازت دے دی جب کہ میں 15 سال کا تھا) لہٰذا اس قول سے معلوم ہوا کہ جنگ احد اور جنگ خندق میں صرف ایک سال کا وقفہ ہے اور یہی درست ہے کیونکہ یہ غزوہ۔ غزوۂ دومتہ الجندل سے بے شک پہلے ہوا ہے۔

جنگ خندق کے اسباب

اس غزوہ کا سبب یہ ہوا کہ جب بنونضیر جلاوطن ہو کر خیبر کی طرف چلے گئے تو ان میں سے چند لوگ (منجملہ ان کے سلام بن ابی الحقیق و کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق و سلام بن مشکم وحیی ابن اخطب بنونضیر سے اور ہودبن قیس وابوعمارہ بنووائل سے تھے) مکہ چلے گئے۔ وہاں انہوں نے مکہ والوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور لڑائی پر ابھارا۔ جو افراد قابل جنگ نہیں تھے ان سے مالی اعانت حاصل کی۔ بعد ازاں بنوغطفان پہنچے اور ان کو بھی لڑائی پر آمادہ کیا۔ چنانچہ ابوسفیان بن حرب سردار قریش اور عتبہ بن حصن نے دس ہزار کی مجموعی فوج کے ساتھ مدینہ کا رخ کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی روانگی کی خبر سن کر مدینہ کے اطراف میں خندق کھودنے کا حکم دیا اور خود بھی خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ بعض کے مطابق سلمانؓ فارسی نے خندق کھودنے کی رائے دی تھی۔ خندق کی تیاری کے بعد کفار کا لشکر پہنچا اور مدینہ کے باہر احد کی جانب مقیم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ابن ام مکتومؓ کو اپنا قائم مقام ناظم مقرر فرما کر تین ہزار مسلمانوں کے ہمراہ کفار کے مقابلہ پر اترے اور سلع کے میدان میں قیام کیا۔ مسلمانوں اور کفار کے درمیان میں خندق تھی۔

مشرکین مکہ و بنوغطفان کی دیکھا دیکھی مسلمانوں سے باہمی تعاون کے عہدنامے کے باوجود بنوقریظہ بھی مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ ہو کر اسی گروہ سے جا ملے۔ اس خبر کے سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ وسعد ابن عبادہ وخوات بن جبیر وعبداللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہم) کو بنوقریظہ کا معاملہ جاننے کے لئے روانہ کیا۔ انہوں نے صورت حال کو جیسا کہ سنا تھا ویسا ہی پایا۔ حضرت سعد بن معاذ نے چونکہ وہ ان کے حلیف تھے بہت کچھ سمجھایا اور نصیحت کی۔ مگر ان لوگوں کے دماغ سے یہ متعفن ہوا نہ نکلی، مجبور ہو کر حضرت سعد بن معاذ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ واپس آ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا واقعہ عرض کیا۔

مدینہ کا محاصرہ

آپ کو بنوقریظہ کی غداری اور بدعہدی سے صدمہ ہوا۔ مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا۔ بنوحارثہ وبنوسلمہ نے لڑائی سے اس باعث جی چرایا کہ ہمارے مکانات مدینہ کے باہر اور کھلے ہوئے ہیں۔ تقریباً ایک ماہ تک بلا کسی لڑائی کے محاصرہ قائم رہا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہوا کہ عینیہ بن حصن وحرث بن عوف سے ثلث اثمار مدینہ (مدینہ کے باغوں کے تہائی پھل) دے کر مصالحت کر لی جائے اور اس طویل محاصرہ سے نجات حاصل کی جائے۔ اس بارے میں آپ نے حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ سے مشاورت فرمائی۔ ان دونوں

بزرگوں نے اس رائے سے اختلاف کیا اور عرض کیا: ''یارسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس طرح صلح کرنے کا حکم دیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپ ضرور ایسا کر لیجئے یا اگر آپ کو خود یہ صلح کا طریقہ مرغوب اور محبوب ہے تو بھی آپ کر سکتے ہیں یا یہ کہ آپ نے اس میں ہماری اچھائی تصور کی ہے اور ہمارے مفاد کے لئے یہ صلح فرما رہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ میں تمہارے لئے ہی یہ صلح کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس مرتبہ یہ خیال کیا ہے کہ عرب نے متفق ہو کر تم پر ایک مشترکہ کمان سے تیر اندازی کی ہے۔ حضرت سعد بن معاذ نے عرض کیا کہ جب ہم شرک والحاد اور بتوں کی نجاست میں مبتلا تھے۔ اس وقت تو وہ ہم سے بجبر خریداری کے ایک خرما بھی نہیں پا سکتے تھے۔ مگر اب جب کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے نور اسلام سے منور کیا اور آپ کی وجہ سے ہماری عزت افزائی کی تو ہم ان کو اپنا مال و پیداوار کیوں دے دیں؟ واللہ ہم ان کو ایک خرما بھی سوائے تلوار کے نہ دیں گے۔ آپ مطمئن رہیں جب تک ہم میں سے ایک کی بھی جان باقی ہے۔ کفار کی یہ بزدل جماعت مدینہ کے قریب بھی نہ آ سکے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر چپ ہو گئے اور مصالحت کی بابت سکوت اختیار کیا۔

دونوں افواج میں جھڑپیں

بعد ازاں قریش کے چند سوار (جن میں عکرمہ بن ابی جہل و عمرو بن عبدود بنو عامر بن لوی سے اور بنو محارب سے ضرار بن الخطاب شامل تھے) اپنے لشکر سے نکل کر مسلمانوں کی طرف بڑھے مگر خندق دیکھ کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کیونکہ اس سے قبل عربوں میں یہ مکر وفریب نہ تھا۔ بہر حال ان لوگوں نے کسی تنگ مقام سے خندق پار کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ سوچ کر سواران کفار اپنے گھوڑوں کو دوڑا کر خندق پھاند گئے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں آ کر لڑنے والوں کو طلب کیا۔ علی ابن ابی طالب ؓ چند صحابیوں کو ساتھ لے کر ان کے سامنے آئے اور عمرو بن عبدود کو ہلاک کر ڈالا۔ باقی اس کے ہمراہی اپنے گروہ میں سے جس طرح آئے تھے اسی طرح واپس ہو گئے انہیں ایام میں حضرت سعد بن معاذ کے ایک تیر رگ اکحل پر آ لگا۔ کچھ کہتے ہیں کہ حبان بن قیس بن العرقہ نے یہ تیر چلایا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ ابو اسامہ جشمی حلیف بنو مخزوم نے۔ علماء سِیَر لکھتے ہیں کہ جس وقت حضرت سعد بن معاذ کے تیر لگا تھا، اس وقت وہ یہ دعا کر رہے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

> اے اللہ اگر تو نے قریش کی لڑائی باقی رکھی ہو تو مجھ کو بھی اس کے لئے باقی رکھ۔ مجھے اس سے کوئی چیز زیادہ پیاری نہیں کہ میں اس قوم سے لڑوں اور ان سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول کو تکلیفیں دیں اور ان کو حرم سے نکال دیا ہے اور اگر تو نے ہماری اور ان کی جنگ ختم کر دی ہے تو اسی زخم کو میری شہادت کا ذریعہ کر دے۔ اب سوائے اس کے اور کوئی خواہش نہیں ہے کہ مرتے وقت میری آنکھیں بنو قریظہ کی ذلت دیکھ کر ٹھنڈی ہوں۔

محاصرے کے دوران نعیم ؓ بن مسعود بن عامر بن انیف بن ثعلبہ بن منذر بن ہلال بن خلاوہ بن اشجع بن ریث بن غطفان خدمت اقدس میں پیش ہوئے اور عرض کیا کہ ''یارسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر ایمان لایا، میری قوم ابھی میری اس حالت سے آگاہ نہیں ہوئی آپ جو کچھ فرمائیں میں اس کی بجا آوری کو موجود ہوں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم ایک تجربہ کار آدمی ہو ان مشرکین کے دفعیہ کی جو تدبیر مناسب سمجھو کرو۔'' فان الحرب خدعة (اس واسطے کہ جنگ فریب ہے)۔ نعیم ابن مسعود ؓ یہ سنتے ہی بنو قریظہ کے پاس گئے (یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں ان کے رفیق تھے اور ان سے مراسم رکھتے تھے) اور یہ سمجھایا کہ تم کو قریش اور بنو غطفان نے بیوقوف بنا رکھا ہے اگر تم کو کامیابی ہوگی تو وہ مال غنیمت میں تمہارے ساتھ شریک ہوں گے۔ نصف بلا دتم سے لے لیں گے اور اگر کہیں شکست ہو گئی تو یاد رکھنا کہ وہ اپنے ہی وطن و شہر میں پہنچ کر دم لیں گے تم اکیلے یہاں رہ جاؤ گے۔ پھر تم تن تنہا محمد ؐ اور ان کے سرفروش ساتھیوں کا مقابلہ نہ کر سکو گے لہٰذا مناسب یہ ہوگا کہ تم لوگ اس تسلی کے لئے کہ تمہارے ساتھ وہ ہر حال میں رہیں گے تم ان کے لڑکوں کو اپنے یہاں رکھ لو' بنو قریظہ کے دل میں یہ بات تراز و ہو گئی اور وہ اس امر پر راضی ہو گئے۔

بعد میں نعیم بن مسعود ؓ ابو سفیان کے پاس پہنچے اور اس کو یہ چرکا دیا کہ ''یہود بنو قریظہ تمہاری ہمراہی سے بددل ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے ہیں اور ان سے یہ عہد کر لیا ہے کہ قریش کے لڑکوں کو ہم بطور ضمانت اپنے قبضہ میں لے کر تمہارے سپرد کر دیں گے۔'' جب یہ باتیں ابو سفیان کے بھی ذہن نشین ہو گئیں تو نعیم ابن مسعود یہاں سے اٹھ کر غطفان کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی باتیں کہیں۔

ابوسفیان وغطفان نے نعیم ابن مسعودؓ کی اطلاعات کی تصدیق کے لئے اتفاق سے پیر کی رات کو بنوقریظہ سے کہلا بھیجا کہ تم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی میں رہتے ہو ان کی نقل وحرکت سے بخوبی واقف ہو گے۔ لہٰذا تم پہلے حملہ کرو۔ بنوقریظہ نے یوم السبت کا بہانہ کیا اور اس کے ساتھ ہی یہ پیام بھیجا کہ ''جب تک تم اپنے لڑکوں کو ہمارے اطمینان کی خاطر ہمارے حوالے نہ کر دو گے ہم ہرگز نہ لڑیں گے۔'' اس پیام کے پہنچتے ہی نعیم ابن مسعود کی خبر کی تصدیق ہوگئی پس ان کو بنوقریظہ کی طرف سے کھٹکا پیدا ہو گیا۔ جواب میں قریش نے لڑکوں کے حوالے کرنے سے یکسر انکار کر دیا مگر لڑنے پر ان کو مجبور کرنا چاہا جس سے بنوقریظہ کا وہ خیال جس کو نعیم ابن مسعودؓ نے ان کے دماغ میں پیدا کر دیا تھا یقین کے درجہ کو پہنچ گیا اور نعیم ابن مسعود کی باتوں کی تصدیق ہوگئی لہٰذا اس سبب سے قریش و بنوقریظہ میں نفاق پیدا ہو گیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قریش وغطفان پر ایک سخت ہوا بھیجی جس سے ان کے خیمے اکھڑ گئے، ہانڈیاں الٹ گئیں اور ضروری اسباب اڑ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی نااتفاقی سے مطلع ہو کر حذیفہ بن الیمان کو قریش کی نقل وحرکت کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا انہوں نے صبح کو واپس آ کر مشرکین مکہ کی واپسی کی اطلاع دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مع اپنے اصحابؓ کے صبح کو مدینہ واپس آئے۔

بنوقریظہ کی گوشمالی

قریظہ

غزوۂ خندق سے واپسی کے بعد بہ نظر گوشمالی اسی دن بعد نماز ظہر بنوقریظہ پر جہاد کرنے کا الہام ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کو یہ حکم دیا اور فرمایا کہ کوئی شخص سوائے بنوقریظہ کے اور کہیں نماز عصر نہ پڑھے چنانچہ آپ اپنے اصحابؓ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ اسلامی جھنڈا علی ابن ابی طالبؓ کو سونپا اور مدینہ میں اپنے بجائے ابن ام مکتوم کو چھوڑا۔ پچیس دن تک ان کا محاصرہ کئے رہے۔

اسی دوران کعب بن اسد سردار بنوقریظہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے کہا ''اے گروہ یہود اگر تم لوگ اپنی جان ومال، عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں کی دست برد سے بچانا چاہتے ہو تو اسلام قبول کر لو یا یہ کہ ہفتہ کی رات کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر شب خون مار کر خود کو ان کے ہاتھوں سے بچاؤ۔ وہ ہفتہ کی رات کو اس خیال سے کہ یہود یوم السبت (ہفتہ کے روز) کو نہیں لڑتے، تم سے غافل رہیں گے اور اگر ان دونوں امور کو ناپسند کرتے ہو تو بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنی عورتوں اور بچوں کو ہلاک کرو۔ مال واسباب کو جلا دو، تب شمشیر بکف ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرو۔ اگر اس صورت میں ہم ناکام ہوئے تو عورتوں اور بچوں کی گرفتاری کا رنج ہم کو نہ ہوگا۔ اور اگر کہیں فتح یاب ہو گئے تو عورتیں بہت سی مل جائیں گی اور لڑکے بھی پیدا ہو جائیں گے۔ بنوقریظہ نے ان میں سے ایک بات بھی تسلیم نہ کی۔

ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابولبابہ بن عبدالمنذر بن عمرو بن عوف کو مشاورت کی غرض سے اس وجہ سے طلب کیا کہ بنوقریظہ ان کے خلفاء میں تھے۔ ابولبابہ بن عبدالمنذر کو دیکھتے ہی کل بنوقریظہ جن میں ان کے لڑکے اور عورتیں بھی شامل تھیں جمع ہو گئے اور آہ وزاری کرتے ہوئے کہنے لگے کہ کیا تمہاری بھی یہی تجویز ہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قلعہ بندی چھوڑ دیں اور حصار سے نکل آئیں۔ ابولبابہ ہاں کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس نہ گئے بلکہ مدینہ کی طرف لوٹ آئے اور اس واپسی پر شرمندہ ہو کر اس انتظار میں مسجد کے ستون سے خود کو بندھوا دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس غلطی کو معاف فرمائے۔ ابولبابہ نے دل میں یہ بھی عہد کر لیا تھا کہ اس سرزمین پر میں داخل نہ ہوں گا جہاں پر میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بددیانتی کی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سن کر ارشاد فرمایا کہ اگر ابولبابہ میرے پاس آتا تو میں اللہ تعالیٰ سے اس کا قصور معاف کراتا لیکن اب جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی خطا سے درگزر نہ کرے۔ میں اس کو کھول نہیں سکتا۔ چھ روز تک ابولبابہ مسجد کے ستون سے بندھے رہے، صرف نماز کے اوقات میں کھلتے تھے۔ ساتویں روز اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے ابولبابہ کو ستون سے آزاد کیا۔ اس کے بعد بنوقریظہ مجبور ہو کر بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حصار سے نکل آئے۔ اسی شب بنوقریظہ میں سے ہذیل کے چار بھائی مسلمان ہو گئے۔ عمرو بن سعد قرظی فرار ہو گیا۔ یہ بنوقریظہ کے ساتھ عہد شکنی میں شریک نہیں ہوا تھا۔ الغرض بنوقریظہ کے حصار سے نکلنے کے بعد بنو اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی کہ جیسا کہ بنوخزرج کی التماس پر نضیر کے ساتھ معاملہ کیا گیا ہے، اسی طرح ہمارے کہنے سے بنو

قریظہ کے ساتھ بھی برتاؤ کیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش ہو گے کہ اس امر کا فیصلہ وہ شخص کرے جو تم میں سے ہو؟ بنو اوس نے کہا: ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ تب آپؐ نے فرمایا کہ وہ شخص سعد بن معاذؓ ہیں وہی اس امر کا فیصلہ کریں گے (سعد بن معاذؓ غزوۂ خندق میں زخمی ہوئے تھے عیادت و بیمار پرسی کے خیال سے مسجد نبوی کے قریب ایک خیمہ میں ٹھہرائے گئے تھے)۔ سعد بن معاذ سوار کرا کے لائے گئے جس وقت یہ مجلس کے نزدیک آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو اوس سے فرمایا "قوموا الیٰ سید کم" (اپنے سردار کی تعظیم کے لئے اٹھو) بنو اوس نے ان کو احترام سے لا کر بٹھایا اور کہا "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے موالی اور ساتھیوں کی قسمت کا فیصلہ تمہارے سپرد کیا ہے۔ حضرت سعد بن معاذ نے جواب دیا "تم کو اللہ تعالیٰ کے عہد میثاق پر عمل کرنا چاہئے" بنو اوس نے کہا: ضرور بسر و چشم"۔ اس پر سعد بن معاذؓ نے کہا کہ میں ان کی بابت حکم دیتا ہوں کہ "بنو قریظہ کے کل مرد قتل کئے جائیں، لڑکے اور عورتیں لونڈی غلام بنائے جائیں اور مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر سعد بن معاذؓ سے فرمایا: "لقد حکمت فیھم بحکم اللہ" (بے شک تم نے اللہ کے حکم کے مطابق حکم دیا)۔

بنو قریظہ کا انجام

اس کے بعد آپؐ کے حکم سے بنو قریظہ مدینہ کے بازار کی طرف لائے گئے اور خندقیں کھود کر ان کی گردنیں اڑا دی گئیں۔ ان کی تعداد چھ اور سات سو کے درمیان تھی عورتوں میں سے صرف بنانہ زوجہ حکم قرظی کو قتل کیا گیا۔ اس کے قتل کا بھی باعث یہ تھا کہ اس نے خلاد بن سوید بن الصامتؓ پر دیوار پر سے ایک چکی گرا دی تھی جس کی چوٹ سے وہ شہید ہو گئے تھے۔ ثابت بن قیس بن الشماسؓ کی سفارش سے زبیر بن باطا قرظی کی اس کے بیوی بچوں سمیت جاں بخشی کر دی گئی۔ اس کا مال و اسباب بھی واپس کر دیا گیا اور ام منذر بنت قیس بخاریہ کو رفاعہ بن سموال قرظی کو مرحمت فرمایا۔ اس واقعہ کے بعد رفاعہ اسلام لے آئے اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بھی نصیب ہوئی۔ ان معاملات سے فراغت پا کر آپ نے بنو قریظہ کے مال و اسباب میں سے سواروں کو تین تین حصے اور پیادوں کو ایک ایک حصہ عطا فرمایا۔ قیدیان بنو قریظہ میں سے ریحانہ بنت عمرو بن خنافہ ان کے حصے میں آئیں اور تاحیات آپ ہی کی ملک میں رہیں۔

ان واقعات کے بعد سعد بن معاذؓ کی وہ دعا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے مستجاب ہوگئی۔ ان کی رگ اکحل سے دوبارہ خون جاری ہو گیا یہاں تک کہ یہ شہید ہو گئے۔ پس انہوں نے شہداء جنگ خندق کے ساتویں عدد کو پورا کیا۔ مشرکین کے گروہ میں سے اس لڑائی میں چار آدمی مارے گئے اور یہ چاروں قریش کے تھے۔ مشرکین کے مقتولوں کے منجملہ عمرو بن عبدود اور اس کا لڑکا حسل و نوفل بن عبداللہ بن المغیرہ شامل تھے۔ اس جنگ کے بعد کفار قریش نے مسلمانوں سے کوئی لڑائی نہیں چھیڑی حتیٰ کہ مکہ فتح ہو گیا۔

بنو قریظہ کی فتح کے چھ ماہ بعد جمادی الاولیٰ سنہ 5ھ میں اہل رجیع کے عاصم بن ثابت و خبیب بن عدی کی موت کا بدلہ لینے کی غرض سے آپ نے دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ بنو لحیان کا قصد کیا۔ مدینہ سے نکل کر سیدھے شام کے راستہ پر چلے۔ کچھ دور چل کر صخیرات یمام سے بائیں جانب مڑ کر مکہ کے راستہ پر آ گئے۔ رفتہ رفتہ امج و عسفان کے درمیان جا اترے۔ مگر مشرکین کا گروہ آپ کی آمد سے پہلے ہی منتشر ہو کر پہاڑوں میں چھپ گیا اور لڑائی کی نوبت نہ آئی۔

عیینہ بن حصن فزاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لوٹ جانے کے بعد بنو عبداللہ غطفانی کو لے کر اطراف مدینہ پر شب خون مارا اور ان کی اونٹنیاں پکڑ لے گیا۔ اس واقعہ میں یہ بنو غفار کے ایک شخص کو جو وہاں موجود تھا قتل کر کے اس کی بیوی کو ساتھ لے گیا۔ سلمہ بن عمرو بن الاکوع اسلمی یہ واقعہ دیکھ کر مسلمانان مدینہ کو اس سے باخبر کر کے اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلمہ کی اطلاع پر عیینہ کی گرفتاری کے لئے مقداد بن الاسود و عباد بن بشر و سعد بن زید اشہلی و عکاشہ بن محصن و محرز بن نضلہ اسدی و ابو قتادہ (بنو سلمہ کے) مہاجرین وانصار (رضی اللہ عنہم) کو لے کر سلمہ سے جا ملے۔ ان میں سعد بن زید کو سالار تعینات فرمایا۔ یہ سواران اسلام نہایت سرعت سے مسافت طے کر کے

دشمنان خدا تک پہنچ گئے۔ دونوں جماعتوں میں لڑائی ہوئی محرز بن نضلہؓ کو عبدالرحمٰن بن عینیہ نے شہید کیا۔ مشرکوں کو ہزیمت ہوئی۔ ایک دن اور رات آپ چشمہ ذوقرد پر مقیم رہے اور منجملہ ان ناقوں کے جو مشرکین سے واپس لئے گئے تھے۔ ایک ناقہ ذبح کیا گیا۔ اس کے بعد مدینہ واپس لوٹ آئے۔

اس غزوہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان سنہ 6ھ تک خاموشی کی حالت میں مدینہ میں ٹھہرے رہے۔ کیا تعجب تھا کہ کچھ دنوں سکون کی یہی کیفیت قائم رہتی مگر مشرکین کو سکون کہاں مل سکتا تھا۔ نہ وہ خود آرام سے رہتے تھے اور نہ آپ کو آرام سے بیٹھنے دیتے تھے۔ انہوں نے غزوہ لغابہ کے بعد بنو المصطلق میں جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ ان کا سربراہ حرث بن ابی ضرار پدر جویریہ ام المومنینؓ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی پیش قدمی سے باخبر ہو کر حضرت ابوذر غفاری اور کچھ کے مطابق نمیلہ بن عبداللہ لیثی کو اپنا نائب بنا کر روانہ ہوئے۔ چشمہ (یا چاہ) مریسیع پر قدید و ساحل کے وسط میں مشرکین بنو المصطلق سے آمنا سامنا ہوا۔ فریقین نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ مشرکین کو ہزیمت ہوئی جن کی قسمت میں مارا جانا لکھا تھا، وہ میدان جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک ہو گئے، مال واسباب پر قبضہ کر لیا گیا اور عورتیں و بچے حراست میں لے لئے۔

منجملہ ان کے جویریہؓ بنت الحرث سردار بنو المصطلق بھی تھیں۔ یہ ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئی تھیں۔ ثابت بن قیسؓ نے ان کو معاوضہ لے کر آزاد کر دیا جس کی واجب الادا رقم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرما دیا اور جویریہؓ کو لے کر آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ جب صحابہؓ کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ سے عقد کر لیا تو انہوں نے آپ کی دامادی کے باعث بنو المصطلق کے اپنے ہاں قید بھی قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ ان آزاد کئے جانے والوں کی تعداد سو کے قریب یا اس سے کچھ زائد تھی۔ اس لڑائی میں بنو لیث بن بکر کے بجائے ہشام بن صبابہ لیثیؓ کو دشمن کے دھوکے میں عبادۃ ابن الصامتؓ کے خاندان کے ایک شخص نے قتل کیا۔ نیز اسی معرکے میں واپسی کے وقت جب کہ جہجاہ بن مسعود غفاری اجیر عمر بن خطابؓ و سنان ابن واقد جہنی حلیف بنو عوف بن الخزرج میں نا اتفاقی ہو گئی تھی۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا تھا کہ اگر ہم بخیر و عافیت مدینہ جا پہنچے تو ضرور ہم وہاں سے ان رذیلوں کو نکال دیں گے۔ علاوہ اس کے اسی طرح کے اور گستاخانہ کلمات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی شان میں کہے تھے۔ جن کو زید ابن ارقم نے اپنے کانوں سے سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت سورۂ منافقین نازل فرمائی۔ عبداللہ بن ابی کے لڑکے عبداللہ نے اپنے باپ سے بیزاری ظاہر کی اور یہ گزارش کی کہ "واللہ اللہ اور اس کا رسولؐ مجھے عزیز تر ہے اور بے شک وہی (میرا والد) ذلیل وخوار ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں خود اس کو نکال دوں"۔ پھر جب مدینہ میں پہنچے تو عبداللہ بن عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی ابن سلول سے باز پرس کی۔ گھر میں داخل تک نہ ہونے دیا اور علانیہ یہ کہہ دیا کہ تم کو میں اس وقت تک مکان میں قدم نہ رکھنے دوں گا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اجازت عطا نہ فرمائیں گے۔

لہٰذا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مکان میں داخل ہوا۔ اس کے بعد عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہ مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ آپ میرے باپ کے قتل کی فکر میں ہیں۔ مجھ کو اس کا ڈر ہے کہ آپ کہیں میرے سوا کسی دوسرے کو اس کام پر مامور نہ فرمائیں۔ میرا نفس اس امر کو قبول نہ کرے گا کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو چھوڑ دوں اور اگر میں نے اس کو قتل کر ڈالا تو حقیقۃً میں نے ایک کافر ایک مسلمان کے بدلے مارا۔ اس وجہ سے میں یہ استدعا کرتا ہوں کہ آپ مجھ کو میرے باپ کے مارنے کا حکم دیجئے۔ میں ابھی اس کا سر کاٹ کر حاضر کرتا ہوں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ان کو دعا دی اور ان کی تسکین کر دی کہ ان کے باپ کے ساتھ سختی نہیں بلکہ نرمی کی جائے گی۔

واقعہ افک

اسی غزوہ میں واقعہ افک پیش آیا۔ اہل افک نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں بدگوئی کی جس کا ذکر کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں ہے کتب سیر میں یہ واقعہ قصر یحانہ کور ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی برأت، بزرگی اور عفت مابی کی بابت آیات بھی نازل فرمائی ہیں۔

صحیح میں یہ ذکر آ گیا ہے کہ واپسی کے وقت حضرت سعد بن عبادہؓ وسعد بن معاذؓ میں کچھ تلخ کلامی ہو گئی تھی۔ یہ غلط فہمی ہے کیونکہ سعد بن معاذؓ بعد فتح بنو قریظہ سنہ 4ھ میں انتقال کر چکے تھے اور غزوہ بنوالمصطلق سنہ 6ھ میں ان کے انتقال کے بیس مہینے بعد ہوا لہٰذا دوافراد کا جھگڑا غزوہ بنو مصطلق کے بعد پیدا ہوا۔ لہٰذا ابن اسحاق نے جو زہری سے اور زہری نے عبید اللہ بن عبداللہ وغیرہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور سعد بن عبادۃ سے بات چیت ہوئی تھی وہ اسید بن الحضیر کی باتیں تھیں۔

دو سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں سے صدقات کی وصولی کے لئے ولید بن عقبہ بن معیطؓ کو روانہ کیا۔ جس وقت ولید، بنوالمصطلق کے نزدیک پہنچے۔ بنوالمصطلق ان کے خیر مقدم کو نکلے۔ ولید یہ خیال کر کے یہ لوگ میری ہلاکت کی غرض سے آئے ہیں لوٹ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع دی کہ وہ میرے قتل پر آمادہ ہوئے تھے۔ آپ نے ان کی بدعہدی کی بابت مسلمانوں سے مشاورت کی۔ اسی دوران بنوالمصطلق کا وفد آیا اور ملاقات سے پہلے ولید کی واپسی پر افسوس ظاہر کرنے کے بعد اظہار کیا کہ بنوالمصطلق ان کے خیر مقدم کو آئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس بیان کو مان لیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

”یاایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان قصیبوا قوماً بجھاله فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین“ (اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی اطلاع لے آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں کسی پر حملہ کر بیٹھو اور پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑ جائے)۔

باب:۶

صلح حدیبیہ اور دیگر واقعات

غزوۂ بنو المصطلق کے دو ماہ بعد ماہ ذی قعدہ سنہ 6ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقصد عمرہ وادائے حج مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے۔ مہاجرین اور انصار (رضی اللہ عنہم) کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ تھی۔ آپؐ کے ہمراہیوں کی تعداد تیرہ سو اور پندرہ سو کے درمیان تھی۔ اگرچہ اس امر کے اظہار کے لئے کہ آپ جنگ کے قصد سے مکہ روانہ نہیں ہوئے آپ نے اپنی روانگی سے قبل قربانی کے جانوروں کو آگے روانہ کر دیا تھا اور مدینہ ہی سے احرام باندھ لیا تھا مگر اہل قریش اس کے باوجود خبر پاتے ہی آپ سے لڑنے اور بیت اللہ کی زیارت سے روکنے پر تل گئے۔ خالد بن الولیدؓ کو ایک دستہ سواروں کے ساتھ کراع الغمیم کی طرف بڑھایا۔ یہ اطلاع آپ کو اس وقت پہنچی جب کہ آپ عسفان پہنچ چکے تھے۔ آپ نے اسی مقام سے عام راستہ چھوڑ کر ثنیۃ المرار کا راستہ اختیار کیا۔ رفتہ رفتہ مقام حدیبیہ (اسفل مکہ) میں پہنچے۔ خالد بن الولیدؓ اس اطلاع کو سنتے ہی مع اپنے ہمراہیوں کے مکہ بغرض اطلاع لوٹ آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس مقام سے مکہ کی طرف اپنے ناقہ کو موڑنا چاہا تو وہ بیٹھ گیا۔ لوگوں نے کہا کہ ناقہ بیٹھ گیا۔ مکہ کی طرف جانے سے روکتا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ "نہیں مکہ کی جانب جانے سے ناقہ نہیں رک سکتا۔ مگر اس کو اس نے روک دیا ہے جس نے اصحاب فیل کے فیل کو روک دیا تھا"۔ پھر آپؐ نے فرمایا: مجھے اس کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر قریش آج کے دن مجھے نہ روکتے تو میں صلہ رحم میں جو وہ مانگتے وہی دیتا۔ اس کے بعد آپ اتر پڑے اور لوگوں کو قیام کرنے کے لئے فرمایا۔ صحابہؓ نے اس مقام پانی کی عدم دستیابی کی شکایت کی۔ آپ نے ایک تیر اپنے ترکش سے نکال کر دیا جس کو انہوں نے آپ کی حسب ہدایت وادی کے ایک پتھر میں گڑ دیا اللہ کی قدرت سے اس قدر پانی نکلا کہ تمام لشکر کے لئے کافی ہو گیا مورخین لکھتے ہیں کہ یہ عمل براء بن عازب نے کیا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش میں نامہ و پیام شروع ہوا۔ حضرت عثمانؓ بن عفان دونوں گروہوں میں نامہ بری یا سفارت کا کام انجام دے رہے تھے۔ اتفاقاً مکہ سے واپسی میں ان کو کچھ تاخیر ہوئی اور یہاں یہ اطلاع مشہور ہو گئی کہ مشرکین نے ان کو شہید کر ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بہت برہم ہوئے۔ اسی وقت مسلمانوں کو بلا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر مرنے اور لڑائی سے نہ بھاگنے کی بیعت لی اور اپنا بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ پر مارا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمانؓ کی طرف سے ہے۔

نامہ و پیام کے بعد سب سے آخر میں سہیل بن عمرو قریش کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ بات قرار پائی کہ اس برس قربانی کر کے واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال مکہ میں آپ اور آپ کے صحابہؓ بلا ہتھیار سوائے تلوار کے داخل ہوں۔ تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ یہ صلح دس برس تک برابر قائم رہے۔ ایک دوسرے کو کسی قسم کی ایذا نہ پہنچائیں۔ نیز یہ کہ جو شخص کفار میں سے مسلمانوں سے جا ملے وہ اپنی قوم کو واپس کر دیا جائے گا اور جو شخص مسلمانوں میں سے ان میں مل جائے تو وہ مسلمانوں کو واپس نہ کیا جائے گا۔ یہ شرط مسلمانوں کو بری لگی بعض نے اس میں بحث بھی کی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالہام الٰہی سمجھتے تھے کہ یہ صلح لوگوں کے امن اور ظہور اسلام کا باعث ہو گی اور اللہ تعالیٰ اس میں مسلمانوں کے لئے بہبود اور بہتری کی صورت پیدا کرے گا۔

صلح نامہ حدیبیہ

علی بن ابی طالبؓ نے عہد نامہ لکھا اور اس کے عنوان میں یہ عبارت تحریر کی "هذا ما قاضى عليه محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم" (یہ وہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح تسلیم فرمائی ہے) سہیل نے یہ تحریر دیکھ کر کہا "اگر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ

سمجھتے ہوتے تو ان سے کیوں لڑائی کرتے''؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو اس کے بدل دینے کا حکم دیا۔ علی ابن ابی طالبؓ نے انکار کیا تو آپ نے خود اس عہد نامہ کو لے کر لفظ رسول اللہ کو محو کر کے محمدؐ بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تحریر کر دیا۔

قارئین کے ذہنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کتابت سے یہ شک نہ پیدا ہوا کہ اس محو اثبات سے آپ کی امیت میں کچھ فرق آ گیا۔ اس وجہ سے کہ یہ کتابت بلا علم اشکال وحروف اور الفاظ ہوئی تھی لہٰذا یہ کتابت بھی آپؐ کے معجزات میں سے ہے۔

عہد نامہ تحریر کیے جانے کے دوران ابو جندل بن سہیل آ گئے۔ یہ اس واقعہ سے پہلے ایمان لا چکے تھے سہیل اپنے لڑکے کو دیکھتے ہی چلا اٹھا: ھذا اول ماتقاصی علیہ (یہ پہلا وہ آدمی ہے جس پر اور ہمارے تمہارے مابین فیصلہ ہونا ہے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنتے ہی ابو جندلؓ کو سہیل کے سپرد کر دیا اور یہ تسکین دیدی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی نجات کی صورت نکالے گا لیکن عام مسلمانوں کو یہ امر ناگوار گزرا۔ اس کے بعد قریش کے تیس چالیس آدمی کو سواران اسلام حراست میں لے کر لائے جو مسلمانوں پر شبخون مارنے کے لئے آئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی آزاد کر دیا ان واپس ہونے والوں میں عتقی بھی شامل تھے۔ الغرض جب صلح نامہ لکھا گیا اور دستخط ہو کر مکمل ہو گیا تب آپؐ نے قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا۔ صحابہؓ کو چونکہ شرائط صلح شاق گزریں تھیں اس لئے انہوں نے اس حکم کی تعمیل میں توقف کیا۔ آپ کو اس سے رنج ہوا۔ آپؐ نے اپنی بی بی ام سلمہؓ سے اس کی شکایت کی۔ ام سلمہؓ نے یہ رائے دی کہ آپ باہر تشریف لے جائیے، قربانی کیجئے اور بال منڈائیے۔ پھر صحابہؓ بھی آپ کی تقلید کریں گے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ مسلمانوں نے آپ کی اتباع کی۔ اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک خراش بن امیہ خزاعی نے مونڈا تھا۔

صلح حدیبیہ کے اثرات

زہری روایت کرتے ہیں کہ جب تک مسلمانوں اور کفار قریش میں نزاعی کشمکش جاری تھی اس وقت تک کوئی کسی سے مل جل نہ سکتا تھا اور پھر جب صلح ہو کر لڑائی ختم ہوگئی اور لوگوں کو امن مل گیا تو سب ایک دوسرے سے ملنے لگے، نہ کوئی کسی کے مذہب پر معترض ہوتا تھا اور نہ ہی اسلام کی کوئی برائی کرتا تھا۔

مدینہ واپس آنے کے بعد ابو بصیر عتبہ بن اسید بن جاریہ ثقفی حلیف بنو زہرہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ چلے آئے۔ یہ پہلے ہی سے مسلمان تھے مگر ان کی قوم نے ان کو اسیر کر رکھا تھا۔ ازہر بن عبدعوف عم عبدالرحمٰن بن عوف واخنس بن شریق سردار بنو زہرہ نے بنو عامر بن لوئی کے ایک آدمی کو اپنے خادم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ آپؐ نے بموجب عہد نامہ ابو بصیر عتبہ بن اسید کو ان دونوں آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ جب یہ لوگ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو ابو بصیر نے ان میں سے ایک کی تلوار اٹھالی اور عامری پر اس زور سے وار کیا کہ اس نے دم تک نہ لیا اور فوراً مر گیا۔ دوسرا یہ واقعہ دیکھ کر اپنی جان بچا کر فرار ہو گیا۔ ابو بصیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے اور عرض کیا ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنا عہد پورا کیا اور اللہ نے مجھ کو چھڑا دیا۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب ان کو ایسے الفاظ میں دیا جس سے ابو بصیر جان گئے کہ یہ پھر کفار قریش کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔ اس وجہ سے اسی وقت وہ مدینہ سے نکل کر ساحل کی طرف چلے آئے جس راستے سے قریش شام کو جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان سے قریش کا ایک گروہ جو اسلام دوست اور مسلمان تھا آ ملا۔ ان لوگوں نے قریش کے قافلوں کو تنگ کرنا اور لوٹنا شروع کر دیا۔ قریش نے مجبور ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ استدعا کی کہ ان لوگوں کو آپ مدینہ بلالیں۔ اس کے بعد ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط ہجرت کر آئیں۔ ان کے لینے کے لئے ان کے بھائی عمارہ وولید آئے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے واپس کرنے سے روک دیا۔ چنانچہ وہ شرط جو عہد نامہ میں لکھی گئی تھی ٹوٹ گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر مشرکہ عورتیں حرام کر دیں جس سے ان کا نکاح ٹوٹ گیا۔

سلاطین عالم کو دعوت اسلام

عمرۃ الحدیبیہ اور اپنی وفات کے درمیانی عرصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اصحابؓ کو عرب وعجم کے ممالک کی جانب

دعوت اسلام کے خطوط دے کر بھیجا۔ سلیطؓ بن عمرو بن عبد شمس بن عبدو برادر بنو عامر بن لوئی کو ہوذہ بن علی والی یمامہ کی جانب اور علاءؓ بن الحضرمی کو منذر ابن ساوی برادر بنو عبدالقیسؓ والی بحرین کے پاس اور عمروؓ بن العاص کو جیفر بن جلندی ابن عامر بن جلندی والی عمان کی اور حاطبؓ بن ابی بلتعہؓ کو مقوقس والی اسکندریہ کی جانب اور دحیہؓ بن خلیفہ کلبی کو قیصر روم کی جانب اور شجاع بن وہبؓ اسدی برادر بنو اسدؓ بن خزیمہ کو حرثؓ بن شمر غسانی والی دمشق کی جانب اور عمروؓ بن امیۃ الضمری کو نجاشی کی جانب روانہ فرمایا۔

اسکندریہ کے والی مقوقس نے حاطبؓ بن ابی بلتعہ کی بہت توقیر کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو احترام کی نگاہوں سے دیکھ کر قبول کیا۔ واپسی کے وقت چار لونڈیاں بطور ہدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیں ان میں ام المومنین ماریہؓ مادر ابراہیم ابن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی تھیں۔

دحیہ کلبی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر بن کر قیصر روم کی طرف روانہ ہوئے تھے، پہلے وہ بصرے گئے وہاں سے والیٔ بصرہ کے ذریعہ قیصر روم ہرقل کے دربار میں پہنچے۔ اس خط میں یہ عبارت تھی۔

بسم الله الرحمن الرحيم. من محمد رسول الله الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى. اما بعد فاني ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يوتك الله اجرك مرتين. فان توليت فان عليك اثم الاريسين و يا اهل الكتاب تعالوا الى كلمات سواء بيننا و بينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئاً ولا يتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا باننا مسلمون.

یہ مکتوب اللہ کے رسول محمد کی طرف سے ہرقل شاہ روم کے نام ہے۔ ہدایت کی تقلید کرنے والوں پر سلامتی ہو، میں آپ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں آپ اسلام لے آئیں سلامتی سے رہیں گے اور اللہ آپ کو دہرا اجر دے گا اور اگر آپ اسلام سے پھر جائیں گے تو آپ پر رعایا کے گناہوں کا وبال ہوگا۔ اے کتاب والو ایسے دین کی جانب آ جاؤ جس پر ہمارا اور تمہارا اتفاق ہے کہ ہم اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہ مانیں اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں اور اللہ کو چھوڑ کر ہم میں سے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پھر اگر وہ پھر جائیں تو تم کہہ دو اے اہل کتاب ہمارے اسلام پر گواہ رہو۔

ہرقل نے نامۂ مبارک پڑھ کر اپنے سر اور آنکھ پر رکھا اور استفسار حال کے لئے فی الفور ان لوگوں کو طلب کیا جو آپ کی قوم سے اس کے ملک میں تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ غزہ سے ابوسفیان وغیرہ بلوائے گئے۔ ہرقل نے ابوسفیان وغیرہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پوچھے۔ ابوسفیان سے حالات سن کر ہرقل کی پوری طرح تسلی ہوگئی اس کے بعد ہرقل نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی اور ایک جلسہ میں نصاریٰ کو اکٹھا کر کے اس امر کو پیش کیا لیکن سب نے انکار کیا۔ جلسہ درہم برہم ہو چلا تھا، قیصر نے مجلس کا رنگ بدلا ہوا دیکھا تو لوگوں کو نرمی سے بلایا اور ان کی تالیف قلوب کرنے لگا۔ ابن اسحاق سے روایت کی جاتی ہے کہ اس مجمع کے تتر بتر ہونے کے بعد قیصر نے اراکین دولت کو طلب کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جزیہ دینے کی بابت تجویز پیش کی مگر سب نے اس سے بھی انکار کیا۔ پھر اس نے کہا بہتر ہوگا کہ ارض سوریہ (یعنی فلسطین واردن و دمشق وحمص وغیرہ بلاد شام) دے کر صلح کر لی جائے مگر اراکین دولت نے اس سے بھی اختلاف کیا۔

ابن اسحاق لکھتا ہے کہ جو خط شجاع بن وہب اسدی لے کر حرث بن شمر غسانی والی دمشق کے پاس گئے تھے اس میں تحریر تھا: ''السلام على من اتبع الهدى وامن به ادعوك الى ان تومن بالله وحده لا شريك له يبقى لك ملك'' (ہدایت کی پیروی کرتے والوں اور اس پر ایمان لانے والوں پر سلام پہنچے۔ میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ جو ایک ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس سے تمہارا ملک باقی رہے گا) شجاع بن وہب کہتے ہیں کہ حرث بن شمر غسانی اس مضمون کو دیکھ کر بہت برہم ہوا اور کمال طیش سے کہنے لگا: ''کون شخص میرا ملک مجھ سے لے گا۔ میں خود اس کی طرف جاتا ہوں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیام سن کر فرمایا تھا کہ اس کا ملک جانے والا ہے۔

نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف جو نامہ نامی عمرو بن امیہ الضمری جعفر بن ابی طالبؓ اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھ روانہ کیا گیا تھا اس کی عبارت یہ تھی۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی النجاشی الا صحم عظیم الحبشه سلام علیک فانی احمد الیک اللہ الملک القدوس السلام المؤمن المهیمن واشهد ان عیسی بن مریم روح اللہ و کلمته القاها الیٰ مریم الطیبة البتول الحصنیة فحملت بعیسیٰ فخلقه من روحه و نفخه کما خلق آدم بیده و نفخه وانی ادعوك الی اللہ وحده لا شریک له والموالاة علیٰ طاعته تستبعنی وتومن بالذی جاء نی فانی رسول اللہ وقد بعثت الیک ابن عمی جعفر اومعه نفر من المسلمین فاذا جاؤك فاقرهم ودع التجبری وانی ادعوك وجنودك الی اللہ فلقد بلغت و نصحت فاقبلوا النصحی والسلام علی من اتبع الهدیٰ"

(یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی جانب سے نجاشی اصحم شاہ حبشہ کے نام ہے۔ آپ پر سلامتی ہو۔ میں آپ کے آگے اس اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جو بادشاہ ہے، پاک ہے ہر عیب سے۔ کلیتاً سلامتی ہے، امن عطا کرنے والا ہے اور سب کی۔ خبر لینے والا ہے، اور اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ عیسیٰ روح اللہ ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم صدیقہ کی طرف ڈالا جو پاک دامن تھیں۔ چنانچہ آپ حاملہ ہو گئیں پھر اللہ نے عیسیٰ کو اسی طرح اپنی روح اور اپنی پھونک سے پیدا کیا جس طرح آدم کو اپنی روح اور پھونک سے پیدا کیا تھا۔ میں آپ کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں جو واحد ہے اور شرکت سے بری ہے۔ اور اس کی اطاعت کے کاموں میں تعاون کی بھی، آپ میری تقلید کریں اور قرآن حکیم پر ایمان لے آئیں جو میرے پاس آیا ہے، بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں میں آپ کے پاس اپنے چچازاد جعفرؓ کو بھیج رہا ہوں ان کے ہمراہ مسلمانوں کی بھی ایک جماعت ہے جب یہ آپ کے پاس پہنچیں تو آپ سرکشی ترک کر کے ان کے سامنے مسلمان ہو جائیں۔ میں آپ کو مع آپ کے لشکر کے اسلام کی دعوت دے رہا ہوں۔ میں نے ہمدردانہ تبلیغ کر دی ہے لہٰذا میری خیر خواہی قبول کرو۔ ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر سلامتی ہو۔

نجاشی کا قبول اسلام

نجاشی نے اس کا یہ جواب تحریر کیا۔ "الی محمد رسول من النجاشی الاصحم ابن الحر سلام علیک. یارسول اللہ من اللہ ورحمة اللہ وبرکاته احمد اللہ الذی لا اله الا هو الذی هدانا للاسلام. امابعد فقد بلغنی کتابک یارسول اللہ فما ذکرت من امر عیسیٰ فو رب السماء والارض ماترید بالرای علیٰ ما ذکرت انه کما قلت و قد عرفنا مابعثت به الینا وقد قرینا ابن عمک و اصحابه فاشهد انک رسول اللہ صادقاً مصدقاً فقد بایعتک وبایعت ابن عمک واسلمت للہ رب العالمین وقد بعثت بابنی ارخا الاصحم فانی لا املک الا نفسی ان شئت ان ایتک فعلت یارسول اللہ فانی اشهد ان الذی تقول حق والسلام علیک یارسول اللہ۔" (اللہ کے رسول محمدؐ کے نام نجاشی اصحم بن الحر کی طرف سے۔ اے اللہ کے رسول آپ پر اللہ کی جانب سے سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اللہ کا شکر ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی۔ اے اللہ کے رسول آپ کا خط مجھے مل گیا۔ آپ نے عیسیٰ کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے۔ اللہ کی قسم ہم اس پر اپنی رائے سے کچھ اضافہ نہ کریں گے۔ بے شک عیسیٰ آپ کے بیان کے مطابق ہیں۔ آپ جس شریعت کو لے کر مبعوث ہوئے ہیں، اسے ہم نے پہچان لیا ہے۔ میں نے آپ کے چچازاد اور ان کے ساتھیوں کے سامنے کلمہ شہادت پڑھ لیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسولؐ ہیں اور پہلی کتابوں میں آپ کی تصدیق بھی موجود ہے، میں نے آپؐ کے چچازاد بھائی کے واسطے سے آپ سے بیعت کر لی ہے اور اللہ کی خوشنودی کی خاطر مسلمان ہو گیا ہوں۔ اب میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارخا اصحم کو بھیج رہا ہوں مجھے بجز اپنے کسی اور پر اختیار نہیں۔ اے اللہ کے رسولؐ! اگر آپ مجھے بلائیں تو میں بھی حاضر خدمت ہو جاؤں گا کیونکہ مجھے آپ کی صداقت کا یقین ہے۔

والسلام۔

مؤرخین تحریر کرتے ہیں کہ نجاشی نے اپنے لڑکے کے ساتھ ساٹھ حبشیوں کو ایک کشتی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ اتفاق سے یہ کشتی ڈوب گئی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ نے نجاشی کو ام حبیبہؓ سے اپنا عقد کرنے کو لکھا تھا۔ چنانچہ نجاشی نے اپنی ایک لونڈی کے ذریعہ سے ان کے پاس پیام بھیجا۔ انہوں نے خالد بن سعید بن العاص کو اپنا وکیل کر دیا۔ خالد بن سعید نے چار سو دینار مہر پر بوکالت نجاشی، ام حبیبہ کا عقد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا اور نجاشی نے چار سو دینار مہر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خالد بن سعیدؓ کو ادا کر دیئے۔ جس وقت یہ چار سو دینار مہر کے نجاشی کی لونڈی، ام حبیبہؓ کے پاس لے کر آئی تو ام حبیبہؓ نے خوش ہو کر اس میں سے پچاس مثقال لونڈی کو عطا کئے لیکن لونڈی نے نجاشی کے کہنے سے واپس کر دیئے۔ نجاشی کی عورتیں اس دن عود و عنبر اور خوشبو کی چیزیں لے کر ام حبیبہؓ کے پاس گئیں اور ان کو بنا سنوار کر دیگر مہاجرین کے ہمراہ دو کشتیوں پر سوار کر کے مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خیبر میں شرف نیاز حاصل کیا۔

کسریٰ شاہ فارس کے خط میں لکھا تھا۔ "بسم الله الرحمن الرحيم. من محمد رسول الله الىٰ كسرىٰ عظيم فارس سلام على من اتبع الهدىٰ و آمن بالله ورسوله. امابعد فانى رسول الله الى الناس كافة لينذر من كان حيا اسلم تسلم فان ابيت فعليك اثم المجوس" (یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام ہے۔ ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر اور اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے والوں پر سلامتی ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسولؐ ہوں اور تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ ہر زندہ شخص کو ہوشیار کر دوں آپ اسلام لے آئیں، سلامتی سے رہیں گے، اگر آپ اسلام قبول نہ کریں گے تو آپ پر مجوسیوں کا گناہ ہوگا۔)

کسریٰ نے اس خط کو پرزے پرزے کر ڈالا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جان کر فرمایا۔ "مزق الله ملكه" (اللہ اس کا ملک پارہ پارہ کر دے) ابن اسحاق کی روایت میں "وآمن بالله ورسوله" کے بعد "واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله وادعوك بدعاية الله فانى انا رسول الله الى الناس كافة لانذر من كان حيا و يحق القول على الكافرين فان ابيت فاثم الاريسين عليك" کا اضافہ ہے (اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔ میں آپ کو اللہ کی دعوت کے ساتھ اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور میں تمام لوگوں کی طرف رسولؐ بن کر مبعوث ہوا ہوں تاکہ انہیں ہوشیار کر دوں جن کے دلوں میں زندگی ہے اور کافروں پر اللہ کا عذاب ثابت ہو جائے اور اگر آپ نے انکار کیا تو اپنی رعایا کے انکار کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔)

ابن اسحاق کے مطابق کسریٰ نے اس مکتوب کو پڑھ کر چاک کر ڈالا اور غصہ سے کہنے لگا کہ "مجھ کو، اور اس نے خط لکھا ہے، اور میرے نام سے پہلے اپنے نام کو لکھا ہے۔ بازان گورنر یمن کو حکم دیا جائے کہ فوراً دو آدمی بھیج کر اس حجازی شخص کو حراست میں لے کر میرے پاس بھیج دے۔

چنانچہ باذان گورنر یمن نے بانویہ اور خرخسرہ کو سرزمین حجاز کی طرف روانہ کیا۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ طائف پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے کہا: وہ مدینہ میں ہیں۔ قریش نے یہ واقعہ سن کر بہت خوشی منائی۔ بانویہ و خرخسرہ چند روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ پہنچ گئے اور کہا کہ "ہمارے شاہنشاہ نے ملک باذان کو تمہاری گرفتاری کا حکم دیا ہے اور اس نے ہم کو اس کام پر مقرر کیا ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ ہمارے ساتھ چلے چلو۔ اس میں تمہاری اور تمہاری قوم کی بہتری ہے، اور اگر تم انکار کرو گے تو ایسا کرنا تمہارے حق میں بہت برا ہو گا۔ تم خود ہلاک کر دیئے جاؤ گے، تمہاری قوم بھی تباہ کر دی جائے گی اور تمہارا ملک لوٹ لیا جائے گا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلام پر کچھ توجہ نہ کی اور ان کو ڈاڑھی منڈانے اور لب بڑھانے سے منع فرمایا۔ بانویہ اور خرخسرہ نے کہا کہ ہمارے خداوند نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا مگر ہمارے خدا نے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے کا حکم دیا ہے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے ان کو ٹھہرایا اور جواب کے لئے اگلا روز مقرر کیا۔

اتنے میں الہام ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسریٰ پر اس کے لڑکے شیرویہ کو مسلط کر دیا اور شیرویہ نے کسریٰ کو رات کے وقت فلاں روز اور فلاں مہینہ

میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بانویہ وخرخسرہ کو اس واقعہ سے باخبر کیا۔ بانویہ وخرخسرہ کو اس خبر پر سخت تعجب ہوا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی کی حالت میں بیٹھے رہے۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تم اس کہنے کا نتیجہ سمجھتے ہو، کیا ہوگا۔ ہمارا شہنشاہ تم کو اور تمہاری قوم کو برباد کر دے گا۔ اس سرزمین کی خاک تک کا پتہ نہ ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اس خیال وفکر میں نہ پڑو، جاؤ اور ملک باذان کو اس واقعہ کی اطلاع دو اور میری طرف سے یہ کہہ دو کہ میری حکومت اور میرا مذہب تمام دنیا میں پھیلنے والا ہے۔ میرا غلبہ وہاں تک پہنچ جائے گا جہاں تک کسریٰ کا سکہ جاری رہا ہے۔ ملک باذان اگر اسلام قبول کرے گا تو اس کو جس پر وہ متصرف ہے، بحال رکھوں گا اور ملک باذان کو اس کی قوم کی سرداری عطا کر دوں گا'' خرخسرہ و بانویہ یہ پیام لے کر باذان کے پاس پہنچے اور اس سے تمام قصہ لفظ بہ لفظ بیان کیا۔ باذان نے کہا: یہ کلام معمولی آدمیوں کا سا نہیں ہے۔ یہ باتیں نبیوں کی سی ہیں لہٰذا میں اس پیشین گوئی کا نتیجہ دیکھتا ہوں کہ کیا ہوگا۔

باذان اسی فکر وخیال میں تھا کہ شیرویہ کا خط آ پہنچا۔ جس میں تحریر تھا کہ میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا اور قتل کرنے کا باعث یہ ہے کہ وہ اہل فارس پر ظلم کرتا تھا، شرفاء اور رؤساء کو بلا وجہ قتل کراتا اور ان کے مال واسباب ضبط کر لیتا تھا۔ جس وقت میرا یہ فرمان تجھ کو ملے فوراً میری اطاعت قبول کر لے جیسا کہ اس سے پہلے تو شاہان فارس کا مطیع تھا اور اس شخص کی بابت جس کی گرفتاری کا کسریٰ نے تجھ کو حکم دیا تھا یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اس سے تاصدور حکم ثانی کچھ چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ باذان کو جس وقت شیرویہ کا یہ فرمان ملا۔ اس نے اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لے آیا۔ اس کے مسلمان ہوتے ہی ابناء والے بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ بانویہ نے باذان سے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے بڑے بڑے امراء وسلاطین سے باتیں کیں اور ان کے ساتھ میں نے کھانا کھایا مگر اس شخص سے زیادہ بارعب میں نے کسی کو نہ پایا۔ باذان نے پوچھا کہ کیا ان کے ساتھ محافظوں کا فوجی دستہ بھی رہتا ہے۔ بانویہ نے کہا: نہیں۔ واقدی لکھتا ہے کہ مقوقس بادشاہ قبط کو اسلام کی دعوت دی گئی تھی مگر وہ اسلام نہ لایا۔

باب: ۷

غزوۂ خیبر اور جنگ موتہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے لوٹ کر پورے ذی الحجہ اور اوائل محرم یعنی آخر سنہ 6ھ تک مدینہ میں ٹھہرے رہے۔ محرم کے اواخر میں ایک ہزار چار سو پیادے اور دو سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ خیبر کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ مدینہ میں نمیلہ بن عبداللہ لیثیؓ کو اپنا نائب بنایا اور رایت اسلام علی ابن ابی طالبؓ کے حوالے کیا۔ مدینہ سے نکل کر براہ الصہبا، اس کی وادیوں کو طے کرتے ہوئے رجیع میں جا پہنچے۔ بنوغطفان اس نقل حرکت کے بارے میں سن کر یہودیان خیبر کی خبرگیری و امداد کو روانہ ہوئے مگر اس وجہ سے کہ لشکر اسلام بنوغطفان و خیبر کے درمیان موجود تھا۔ نیز مسلمانوں کا دبدبہ ان کو اپنی ڈراؤنی صورت دکھا رہا تھا۔ بے نیل و مرام واپس چلے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے قلعہ جات پر حملے شروع کر دیئے اور ان کو یکے بعد دیگرے فتح کرنے لگے۔ سب سے پہلے قلعہ ناعم مفتوح ہوا۔ محمود بن سلمہ پر اوپر سے ایک پتھر کی چکی ڈال دی گئی جس کے نتیجہ میں وہ جاں بحق تسلیم ہوئے۔ اس کے بعد قلعہ قموص کو فتح کیا گیا۔ یہ قلعہ ابن ابی حقیق یہودی کے قبضہ میں تھا۔ اس قلعہ میں سے مال غنیمت کے علاوہ بہت سے قیدی بھی ہاتھ آئے۔ منجملہ ان کے صفیہ بنت حیی ابن اخطب تھیں، یہ کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گرفتاری کے بعد ان کو دحیہؓ کے حوالہ کیا، پھر ان سے خرید کر آزاد کر دیا اور بعد ازاں اپنی زوجیت میں لے لیا۔ قموص کے بعد صعب بن معاذ کے قلعہ پر قبضہ کیا۔ یہ خیبر کے عمدہ ترین قلعوں میں سے تھا۔ اس کے نواحات میں پیداوار خوب ہوتی تھی۔ اس قلعہ سے خیبر کے دوسرے قلعوں کو بہت بڑی مدد پہنچتی تھی۔ سب سے آخر میں وطیح اور سلالم کے قلعے میں فتح کئے گئے۔ یہ دونوں قلعے دس دن کے محاصرے کے بعد قبضہ میں ہوئے۔

خیبر کے یہودیوں سے عہد نامہ

خیبر کے کچھ قلعے تو بزور تیغ مفتوح ہوئے اور بعض بذریعہ مذاکرات۔ جو قلعے صلح و امن سے فتح ہوئے ان کے رہنے والے یہودیوں سے یہ طے پایا کہ نصف پیداوار زراعت و کھجور وغیرہ مسلمانوں کو خراج میں دیا کریں اور نصف خود رکھا کریں۔ چنانچہ اسی اقرار و عہد کی رو سے خیبر کے یہودی حضرت عمر ابن الخطابؓ کی خلافت کے آخر زمانے تک رہے مگر جب جناب موصوف کو یہ پتہ چلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں ارشاد فرمایا تھا کہ "لا یبقی دینان بارض العرب" (سرزمین عرب میں دو دین نہ رہیں گے) تو انہوں نے خیبر کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا۔ مسلمانوں نے ان کے مال و اسباب کو لے لیا۔ خیبر کا مال غنیمت (یہ قلعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتح ہوا تھا) آخر زمانہ خلافت خلیفہ ثانی میں تقسیم ہوا۔ مال غنیمت کے تقسیم کرنے والے جابر بن صخر (بنوسلمہ سے) اور زید بن حارث بخاری تھے۔

غزوۂ خیبر میں لگ بھگ بیس مسلمان جن میں مہاجرین اور انصار بھی تھے شہید ہوئے۔ زینب بنت الحرث زوجہ سلام بن مشکم یہودیہ نے زہر ملا کر بھنی ہوئی ایک مسلم بکری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی۔ آپ نے اس کا گوشت چکھتے ہی تھوک دیا اور ارشاد فرمایا کہ "مجھے اس بکری کی ہڈیاں یہ خبر دیتی ہیں کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔" آپؐ کے ہمراہ کھانے میں بشر بن البراء بن معرورؓ شریک تھے وہ کھاتے ہی شہید ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد زینب یہودیہ طلب کی گئی، اس نے زہر ملانے کا اعتراف کر لیا۔ لیکن اسلام لانے کی وجہ سے قتل نہ کی گئی۔ کچھ کہتے ہیں کہ زینب وارثان بشر کے حوالہ کر دی گئی اور انہوں نے اس کو بہ عوض خون بشر بن البراء قتل کیا۔

تاریخ دان لکھتے ہیں کہ اثناء حصار خیبر کے بعض قلعوں میں رایت جنگ علی ابن ابی طالب کو دیا گیا اور انہوں نے اس کو فتح کیا تھا اس دوران

ان کی آنکھیں بھی دکھ رہی تھیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دم کر دینے سے اچھی ہو گئیں۔

ان مہاجرین میں سے جو کہ نجاشی کے ملک میں چلے گئے تھے کچھ لوگ تو قبل از ہجرت، مکہ واپس آ گئے تھے یہ سن کر کہ قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ پھر انہوں نے مدینہ ہجرت کی اور کچھ لوگ ان میں سے غزوہ خیبر سے دو برس قبل حبشہ سے مدینہ چلے آئے تھے۔ معدودے چند جو باقی رہ گئے تھے وہ فتح خیبر کے بعد آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی واپسی کی بابت عمرو بن امیۃ الضمری کو نجاشی کے دربار میں بھیجا تھا۔ چنانچہ اس نے ان کی ترغیب سے جعفر بن ابی طالب اور ان کی زوجہ اسماء بنت عمیس اور ان کے لڑکے عبداللہ ومحمد وعون وخالد بن سعید بن العاص بن امیہ اور ان کی زوجہ امینہ بنت خلفا اور ان کے لڑکے سعید اور ام خالد اور عمرو بن سعید بن العاص ومعیقب بن ابی فاطمہ حلیف ابی سعید بن العاص وابو موسیٰ اشعری حلیف آل عقبہ بن ربیعہ اور اسود بن نوفل بن خویلد برادر زادہ ام المومنین خدیجہ وجہم بن قیس بن شرجیل ابن عبدالدار اور ان کے بیٹے عمرو وخزیمہ اور حرث بن خالد بن صخر بن تمیم وعثمان بن ربیعہ بن رہبان بجی ومحمیہ بن خدار زبیدی حلیف بنو سہم ومعمر بن عبداللہ بن نضلہ عدوی وابو حاطب بن عمرو بن عبد شمس بن عامر بن لوئی وابو عمرو مالک بن ربیعہ بن قیس بن عبد شمس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو حبشہ سے سرزمین عرب کی طرف روانہ کر دیا۔ یہی لوگ ان مہاجروں میں سے باقی تھے جو حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ جعفر بن ابی طالب اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اسی روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جس روز خیبر کا قلعہ فتح ہوا تھا۔ آپ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور گلے سے لگا کر ارشاد فرمایا "مادری بایھما انا اسر بفتح خیبر ام بقدوم جعفر" (خبر نہیں میں کس سے خوش ہوں، فتح خیبر سے یا جعفر کی آمد سے)

جب اہل فدک کو اہل خیبر کے شکست کھا جانے کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیام بھیجا کہ "ہمیں محض جانوں کی امان چاہئے۔ مال واسباب سے ہمیں چنداں سروکار نہیں ہے۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ درخواست قبول فرمالی چونکہ فدک پر حملہ نہیں کیا گیا تھا اور نہ اس پر کسی سوار اور پیادہ کو نیزہ یا تلوار چلانے کا موقع ملا تھا، اس وجہ سے بلا تقسیم آپ کے قبضہ میں رہا۔ خیبر سے مراجعت کے وقت آپ نے وادی القریٰ کی جانب رخ کیا اور اسے بزور تیغ فتح کر کے اس کے مال غنیمت کو اسلامی لشکر میں تقسیم فرما دیا۔ آپ کا غلام مدعم یہیں شہید ہوا۔

فتح خیبر کے بعد تا انقضاء شوال سنہ 7ھ آپ مدینہ میں ٹھہرے رہے۔ جب ذیقعدہ ھ کا چاند دکھائی دیا۔ اس منقضی عمرے کو ادا کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے جو یوم حدیبیہ میں قریش کے روکنے کے سبب سے ادا نہ ہو سکا تھا۔ اور طے پایا تھا کہ اگلے سال از روئے معاہدہ عمرہ ادا کرنے آئیں۔ قریش کے چند اوباش طبیعت نوجوانوں نے دار الندوہ میں آپ کے خلاف مشورہ کیا مگر گزشتہ سال کے معاہدہ کے سبب سے ان کو روک نہ سکے اور مجبور ہو کر خود مکہ سے نکل گئے۔ اس خیالی کراہت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سامنا نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابہؓ کے ساتھ جو سال گزشتہ میں بلا ادائے حج مقام حدیبیہ سے واپس گئے تھے مکہ میں داخل ہوئے، طواف کیا، تین دن تک مقیم رہے اور بعد احلال، بنو ہلال بن عامر میں میمونہ بنت الحرثؓ (ابن عباس وخالد بن الولید کی خالہ) سے عقد کیا اور یہ ارادہ کیا کہ مکہ ہی میں شب عروسی کی رسم ادا کریں مگر ایام مقررہ کے تمام ہو جانے سے قریش نے ان کو مکہ میں ٹھہرنے نہ دیا لہٰذا نہایت عجلت کے ساتھ آپ مع اپنے اصحابؓ کے مکہ سے روانہ ہو گئے۔ آپؐ نے ام المومنین میمونہؓ بنت الحرث سے مقام سرف میں رسم عروسی ادا کی۔

جنگ موتہ کا بیان

عمرة القضا سے واپس آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمادی الاول سنہ 8ھ (مطابق سنہ 629ء) تک مدینہ منورہ میں ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد امراء اسلام کو شام کی طرف روانہ کیا مگر اس واقعہ سے پیشتر عمرو بن العاصؓ وخالد بن الولیدؓ وعثمان بن ابی طلحہ سرداران قریش رضی اللہ عنہم ایمان لا چکے تھے۔ عمرو بن العاصؓ کے ایمان لانے کا واقعہ یہ ہے کہ یہ قریش کی طرف سے نجاشی والی حبشہ کے پاس ان مہاجرین کو لینے گئے جو مکہ سے قریش کے مظالم سے عاجز آ کر حبشہ چلے گئے تھے۔ اتفاقاً نجاشی کے دربار میں عمرو بن امیہ الضمریؓ (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر ہو کر گئے تھے) اور عمرو بن العاصؓ سے ملاقات ہو گئی۔ دوران گفتگو میں نجاشی پر اسلام کی سچائی ظاہر ہو گئی۔ اس وجہ سے اس نے مہاجرین کے

دینے سے انکار کیا اور عمرو بن العاص سے نہایت درشتی کے ساتھ پیش آیا۔ عمرو بن العاص بظاہر نجاشی کے دربار سے ناکام نکلے مگر اس ناکامی نے ہی انہیں کامیاب کر دیا اور ان کے دل کو جو کفر والحاد کی تاریکی میں پڑا ہوا تھا، آفتاب اسلام نے اپنی روحانی روشنی سے منور کر کے اپنی تابندہ و تیز شعاعوں سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ قریش میں پہنچ کر خالدؓ بن الولید سے ملے اور ان کو اپنے خیال سے مطلع کیا۔ خالد بن الولیدؓ نے ان کی رائے مان لی اور ان کے ساتھ مدینہ ہجرت کر آئے۔

ان بزرگوں کے اسلام لانے اور ہجرت کر آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف لشکر اسلام کو روانہ کیا۔ اس لشکر میں خالد بن الولید بھی شامل تھے۔ لشکر کا سردار زید بن حارثہ کو مقرر فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ ''اگر اتفاق سے زید کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو جعفر بن ابی طالبؓ کو لشکر کا سالار مقرر کرنا اور اگر یہ بھی کسی حادثہ میں مبتلا ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر لشکر ہوں اور اگر یہ بھی کسی اچانک حادثے کا شکار ہو جائیں تو مسلمانوں کو اختیار ہے جس کو چاہیں اپنا امیر بنالیں۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چند ضروری باتیں سمجھا کہ لشکر اسلام کو روانہ کیا۔ لشکریوں کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔ جب یہ لوگ رفتہ رفتہ مقام معان سرزمین شام میں پہنچے تو یہ پتہ چلا کہ ہرقل بادشاہ روم مسلمانوں کی نقل و حرکت سے باخبر ہو کر مقام مواب سرزمین بلقاء میں ٹھہرا ہوا ہے اور اس کے ہمراہ ایک لاکھ رومی سپاہی اور ایک لاکھ عرب نصرانی ہیں۔ یہ نصرانی لخم، جذام، قضاعہ، بہرو بلی اور قیس قبائل سے تعلق رکھتے ہیں اور بنوراشہ کا مالک بن راخشہ فوجی سردار ہے۔ اسلامی لشکر دو شب معان میں ٹھہرا رہا اور باہم یہ مشورہ ہوتا رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھ کر ان کے حکم اور امداد کا انتظار کیا جائے۔

عبداللہ بن رواحہؓ نے اسلامی لشکر کی یہ ہچکچاہٹ دیکھ کر بلند آواز سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر کے کہا۔ ''انتم انما خرجتم تطلبون الشهادة وما نقاتل الناس بعده ولا قوة الا بهذالذين الذى اكرمنا الله به فانطلقوا الىٰ جموع هرقل عند قرية موتة و رتبو الميمنة والميسرة واقتلوا وما هى الا احد الحسنين اما ظهور واما شهادہ'' (تم شہادت کے جذبے میں نکلے ہو۔ ہم اکثریت اور طاقت کی بنیاد پر نہیں لڑتے ہم تو اس دین کے لئے لڑتے ہیں جسے عطا فرما کر اللہ نے ہمیں سعادت بخشی۔ لہٰذا ہرقل کے لشکر کی طرف اور موتہ کی طرف پیش قدمی کرو اور اپنا لشکر میمنہ اور میسرہ سے ترتیب دے کر لڑو، تمہیں دو نیکیوں (فتح یا شہادت) میں سے ایک نیکی ضرور ملے گی)۔

اس کلام کے ختم ہوتے ہی مسلمانوں میں ایک تازہ ولولہ دوڑ گیا۔ زید بن حارث ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے میں رایت اسلام لے کر کھڑے ہو گئے اور ہرقل کے مقابلے میں مقام موتہ میں صف آرائی کی۔ زید بن حارثؓ رایت اسلام تھامے ہوئے لشکر کے آگے تھے۔ میمنہ میں قطبہ بن قتادہ عذری اور میسرہ میں عبایہ بن مالک انصاریؓ تھے۔ زید بن حارثؓ لڑتے لڑتے آگے بڑھ گئے اور دشمنان اسلام میں پھنس گئے۔ چاروں طرف سے تلوار اور نیزوں میں گھر کر لڑتے ہوئے شہادت پا گئے۔

ان کے بعد جعفر ابن ابی طالبؓ نے دوڑ کر رایت اسلام اٹھا لیا اور لڑنے لگے، یہاں تک کہ ان کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا اور یہ پاپیادہ ہو کر مقابلہ کرنے لگے۔ دشمنان اسلام نے چاروں طرف سے ان پر وار شروع کر دیئے۔ جب ان کا دایاں ہاتھ کٹ کر گرا تو انہوں نے رایت اسلام کو بائیں ہاتھ سے سنبھالا۔ جب یہ بھی کٹ کر گرا تو عبداللہ بن رواحہؓ نے پہنچ کر رایت اسلام کو لے لیا اور لڑنے لگے۔ کچھ دیر تک لڑ کر یہ بھی شہادت کا مرتبہ پا گئے۔ لڑائی کا رنگ شروع ہی سے بظاہر بگڑتا ہوا نظر آ رہا تھا لیکن ان کی شہادت سے اور زیادہ خطرناک ہو گیا۔

مخالفین نے خیال کیا کہ اب مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے ہیں۔ رایت اسلام کو گرتا دیکھ کر اس کی طرف جھپٹے مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ثابت ابن اقرمؓ نے اسلامی فوج کا پرچم اٹھا لیا اور لشکر اسلام سے مخاطب ہو کر بولے ''یامعشر المسلمين اصطلحو اعلىٰ رجل منكم'' (مسلمانو! کسی ایک شخص کے امیر بنانے پر اتفاق کر لو) لشکریان اسلام نے جواب دیا ''رضينا بک'' (ہم تمہاری امارت پر راضی ہو گئے) ثابت بن اقرم نے امارت کو اہم عہدہ سمجھ کر کہا: ''ما انا بفاعل فاصطلحوا علىٰ خالد بن الوليد''۔ (میں اس کام کا کرنے والا نہیں ہوں تم لوگ خالد بن الولیدؓ کی امارت پر متفق ہو جاؤ) مسلمانوں نے اس رائے سے فی الفور اتفاق کر لیا۔ چنانچہ خالد بن الولیدؓ نے آگے بڑھ کر ثابت بن اقرم کے ہاتھ سے اسلامی پرچم لیا اور نہایت مردانگی سے لڑ کر رومیوں کو پیچھے دھکیل دیا۔

اس لڑائی میں مذکور بالا صحابہؓ کے علاوہ دس صحابیؓ شہید ہوئے مگر رسمی طور پر اس خبر کے آنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان امرائے لشکر اسلام کے شہید ہونے کی اطلاع اسی دن دے دی تھی جس دن یہ لوگ شہید ہوئے تھے۔ جب یہ لوگ موتہ سے واپس ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کا مدینہ سے باہر آ کر استقبال کیا۔ جعفر ابن ابی طالبؓ کی شہادت سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔ عبداللہ بن جعفرؓ کو اٹھا کر اپنی سواری پر سوار کر لیا اور جوش محبت و فرط غم سے آنسو نکل آئے۔ ان کی مغفرت کی دعا کی اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے ان کو دو باز و مرحمت فرمائے ہیں جس سے وہ جنت میں اڑتے ہیں''۔ اسی روز سے جعفر ابن ابی طالبؓ ذوالجناحین کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ اسی اعتبار سے بعض ان کو طیار بھی کہتے ہیں۔

باب:۸

عظیم فتح مکہ کی تفصیلات

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ جس وقت مقام حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقریش میں صلح ہوئی اور معاہدہ لکھا گیا تھا اس وقت خزاعہ خواہ مومن ہوں یا کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گروہ میں شامل ہو گئے تھے اور قریش کے گروہ میں بنو بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ شامل تھے۔ زمانہ جاہلیت سے ان دونوں قبیلوں خزاعہ وبکر میں عداوت چلی آ رہی تھی۔ اس وجہ سے کہ مالک بن عباد بنوحضرمی حلیف اسود بن زرن الدیلی البکری تجارت کا مال لے کر خزاعہ کے ملک میں گیا تھا اور خزاعہ نے اس کو قتل کر کے اس کا مال واسباب لوٹ لیا تھا۔ بنوبکر نے اس کے معاوضہ میں موقع پا کر خزاعہ کے ایک آدمی کو مار ڈالا اور خزاعہ نے اس واقعہ سے برہم ہو کر سلمٰی وکلثوم وذویب شرفاء بنوبکر قبل اسلام کو مقام عرفہ میں موت کے گھاٹ اتارا۔ خزاعہ وبنو بکر میں باہم یہ چوٹیں چل ہی رہی تھیں کہ اسلام کا زمانہ آ گیا اور ان دونوں قبائل نے اسلام کے معاملات میں پڑ کر اپنی قدیمی عداوت کو فراموش کر دیا تھا۔

صلح حدیبیہ کی منسوخی

مقام حدیبیہ میں ایک میعادی صلح ہو گئی اور مومنین وکافرین ایک دوسرے سے بے خوف ہو گئے۔ اس وقت بنوبکر سے نوفل بن معاویہ نے خزاعہ سے بدلہ لینے کا موقع مناسب سمجھ کر خزاعہ پر حملہ کر دیا۔

نوفل بن معاویہ کے ساتھ اس واقعہ میں کل بنوبکر شامل نہ تھے، بلکہ ستر فیصد ان کے ساتھ نکلے اور باقی نے روانگی سے انکار کر دیا۔ قریش میں سے صفوان بن امیہ وعکرمہ بن ابی جہل وسہل بن عمرو وغیرہ نے خفیہ طور سے ان کی امداد کی۔ نوفل بن معاویہ مع اپنے ہمراہیوں کے خزاعہ پر چڑھ گیا۔ خزاعہ مقابلہ سے مجبور ہو کر حرم میں آ چھپے۔ مگر نوفل کے جوش انتقام نے ان کو حرم میں بھی پناہ نہ لینے دی۔ چنانچہ خزاعہ سے چند آدمی حرم میں قتل ہو گئے۔ بدیل بن ورقاء خزاعی کے گھر میں جا گھسے اور اس کو لوٹ کر واپس چلے آئے۔ اس واقعہ نے صلح حدیبیہ کے عہد نامہ کا خاتمہ کر دیا اور یہی امر فتح مکہ کا بنیادی محرک ہوا۔

اس واقعہ کے بعد بدیل بن ورقاء اور عمرو بن سالم اپنی قوم کے کچھ آدمیوں کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بنوبکر اور قریش کی عہد شکنی وظلم کی شکایت کر کے امداد کے طلب گار ہوئے۔ آپؐ نے ان سے امداد کا وعدہ فرمایا۔ جس وقت یہ لوگ واپس ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابوسفیان مکہ سے مدت صلح بڑھانے اور عہد نامے کو مضبوط کرنے آ رہا ہے مگر ناکام واپس جائے گا اور یہی واقعہ فتح مکہ کا باعث ہو گا۔ قریش اپنے کیے پر پشیمان ہوں گے۔ چنانچہ ابوسفیان اور بدیل بن ورقا سے مقام عسفان میں ملاقات ہوئی۔ ابوسفیان نے کہا: بدیل تو کہاں سے آ رہا ہے؟ بدیل نے جواب دیا: اسی وادی سے۔ بدیل یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا اور ابوسفیان رفتہ رفتہ مدینہ میں پہنچ کر اپنی بیٹی ام المومنین ام حبیبہؓ کے پاس گیا۔ ام حبیبہؓ نے فرش کو لپیٹ لیا اور یہ کہا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا ہے لہٰذا اس پر مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے جھلا کر کہا: اے لڑکی تو میرے بعد شر میں مبتلا ہو گئی۔ ام حبیبہؓ نے جواب دیا: نہیں! بلکہ میں نور اسلام سے منور ہو گئی۔ اس کے بعد ابوسفیان اٹھ کر مسجد میں آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ باتیں کیں۔ لیکن آپؐ نے جب کچھ جواب نہ دیا، تو وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گیا اور ان سے سفارش کرنے کو کہا۔ انہوں نے انکار کیا تو حضرت عمرؓ ابن الخطابؓ کے پاس گیا۔ حضرت عمرؓ ابن الخطاب نے اس کی صورت دیکھتے ہی فرمایا: واللہ اگر مجھ کو یہ معلوم ہو گیا ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارادہ ہے تو میں آج تم سے نپٹ لیتا۔

ابوسفیان اس بات کو سن کر خاموشی سے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پاس چلا آیا۔ حضرت علی ابن ابی طالبؓ کے پاس اس وقت ان کی زوجہ فاطمہؓ زہرا اور حسنؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے اپنی وہی التجا حضرت علی ابنؓ ابی طالب سے بھی پیش کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا'' میں اس بابت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ گفتگو نہیں کر سکتا جس میں انہوں نے کچھ قصد کر لیا ہے۔'' ابوسفیان یہ سن کر حضرت فاطمہؓ کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کہا:'' اے بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم اپنے اس بیٹے (حسنؓ) کو یہ حکم نہیں دے سکتی ہو کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جا کر میری کچھ سفارش کرے؟'' حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ'' کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں کہہ سکتا اور نہ ہی کسی کی سفارش کر سکتا ہے۔''

ابوسفیان کی ناکامی

ابوسفیان اس جواب سے مایوسی کی حالت میں خاموش ہو کر بیٹھ گیا اور دل میں یہ سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ اتنے میں حضرت علیؓ نے فرمایا:'' اے ابوسفیان میں تم کو ایک بہت عمدہ تدبیر بتلاتا ہوں۔'' ابوسفیان یہ سن کر خوش ہو گیا اور ان کی طرف دیکھنے لگا: حضرت علیؓ نے فرمایا: تم بنو کنانہ کے سردار ہو تم کو کسی کے تعارف کرانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اٹھو اور سیدھے مسجد میں چلے جاؤ اور بہ آواز بلند یہ کہہ کر کہ'' میں مدت صلح بڑھانے اور عہد نامہ کے اقرار کو مضبوط کرنے آیا ہوں'' اپنے شہر واپس لوٹ جاؤ۔ ابوسفیان نے کہا کہ کیا یہ بات میرے فائدے کی کہتے ہو؟ علیؓ نے فرمایا: میرا گمان یہی ہے لیکن وقت تو یہ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی تدبیر بھی نہیں ہے۔ تم خود سوچ لو کہ اس میں تمہارا کہاں تک نفع اور کس حد تک نقصان ہے۔ ابوسفیان اس بات کے ختم ہوتے ہی اٹھ کر مسجد میں آیا اور بلند آواز سے یہ کہہ کر کہ'' میں مدت صلح بڑھائے جاتا ہوں اور ازسرنو عہد و اقرار کو مضبوط کئے جاتا ہوں'' مکہ کو چل کھڑا ہوا۔ اہل مکہ نے یہ واقعہ سن کر ابوسفیان سے کہا کہ تو نے کچھ نہ کیا بلکہ حضرت علیؓ نے تمہارے ساتھ مذاق کیا۔

ابوسفیان کی رخصتی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ صحابہ (رضوان اللہ علیہم) سامان سفر اور آلات حرب درست کرنے لگے۔ اس اثناء میں حاطب ابن ابی بلتعہؓ نے ایک خط میں ان حالات کو لکھ کر ایک عورت مزینہ کنود نامی کے ہاتھ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع ہوگئی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ، زبیرؓ اور مقداد (رضی اللہ عنہم) کو اس عورت کے پکڑنے کے لئے روانہ کیا۔ ان لوگوں نے اس کو روضہ خاخ میں پہنچ کر حراست میں لے لیا۔ سارا اسباب اس کا ڈھونڈا خط کا پتہ نہ لگا۔ تب آپس میں کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سچے ہیں تعجب ہے کہ خط نہیں ملتا۔

علیؓ نے اس عورت سے کہا کہ بہتر ہوگا کہ تو اس خط کو دیدے۔ ورنہ ہم بہت تنگ کریں گے عورت اس دھمکی میں آ گئی اور اس نے اپنے جوڑے سے نکال کر خط دیدیا۔ یہ لوگ اس عورت کو خفیہ خط سمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پکڑ لائے۔ آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ سے فرمایا: یہ کیا معاملہ ہے۔ حاطب نے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واللہ میں مسلمان ہوں، مجھے اسلام میں کچھ شک وشبہ نہیں ہے مگر میرے متعلقین قریش میں ہیں۔ میں نے یہ چاہا تھا کہ وہ میری عدم موجودگی میں میرے اہل وعیال کی حفاظت کریں۔ حضرت عمرؓ ابن الخطابؓ نے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اس منافق کی گردن مار دوں''۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا عمرؓ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اہل بدر کی شان میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا'' اعملوا ماشئتم فانی قد غفرت لکم'' یعنی جو چاہو کرو میں نے تمہارے گناہ معاف کر دیئے''۔

دس رمضان سنہ 8ھ کو دس ہزار کی عسکری قوت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے بقصد فتح مکہ روانہ ہوئے۔ ایک گروہ میں ایک ہزار مرد بنو سلیم کے اور ایک ہزار مزینہ کے اور غفار کے چار سو اور اسلم کے چار سو اور باقی قریش واسد وتمیم اور مہاجرین وانصارؓ کے ممالیک (رضی اللہ عنہم) تھے۔ مدینہ میں کلثوم بن حصین بن عتبہ غفاری آپ کے قائم مقام مقرر ہوئے۔ جس وقت آپ ذی الحلیفہ اور بعض کے مطابق جحفہ میں پہنچے تو عباسؓ ابن عبدالمطلبؓ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آتے ہوئے ملے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت عباسؓ نے اپنا اسباب مدینہ بھیج دیا۔

اور خود آپ کے ساتھ بقصد جہاد لشکر اسلام کے ساتھ مکہ واپس ہوئے۔ منیق العقاب میں ابوسفیان بن الحرث وعبداللہ بن ابی امیہ سے ملاقات ہوئی۔ یہ سب بھی ہجرت کئے ہوئے آ رہے تھے مگر اس وقت تک یہ لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے حاضری کی اجازت طلب کی جو نہ ملی۔ ام المومنین ام سلمہؓ نے ان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ گفتگو فرمائی۔ تب ان کو حاضری کی اجازت ہوئی۔ ان لوگوں نے حاضر ہوتے ہی اسلام قبول کر لیا اور مسلمانوں کے ہمراہ مکہ روانہ ہوئے۔ عشاء کے وقت مرالظہر ان میں لشکر اسلام اترا۔ آپ نے ایک ہزار کی ایک ایک جماعت الگ کر کے ہر ایک سے آگ روشن کرنے کے لئے فرمایا اور حضرت عمر ابن الخطابؓ کو گشت پر مامور فرمایا۔

حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلبؓ کے دل میں یکایک یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر قریش نے اس بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخالفت کی اور آپ مکہ میں جبراً داخل ہوئے تو قریش کی خیریت نہیں ہے۔ یہ خیال رفتہ رفتہ اس قدر ترقی پذیر ہوا کہ حضرت عباس ابن عبدالمطلبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر پر سوار ہو کر اس ارادہ سے لشکر سے باہر چلے کہ مکہ کے کسی جانے والے کے ذریعے اہل مکہ کو سمجھا دیں۔ اتفاقاً ابوسفیان بن حرب و بدیل بن ورقاء وحکیم بن حزام مخبری کے لئے مکہ سے نکل کر وادی میں پھر رہے تھے۔ بدیل بن ورقاء کہہ رہے تھے کہ یہ آگ بنوخزاعہ کی ہے ابوسفیان نے اس کا جواب دیا ''خزاعہ میں یہ قوت کہاں سے آئی، وہ نہایت کمزور اور ذلیل ہیں ان کے پاس اتنا لشکر ہرگز جمع نہیں ہو سکتا۔'' حضرت عباسؓ نے یہ باتیں سن کر بلند آواز سے کہا: یہ لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ واللہ ہم اگر تم پر فتح یاب ہو گئے تو تم کو مار ڈالیں گے۔ افسوس قریش کی حالت پر۔ بہتر ہوگا کہ امن کے خواستگار ہو جاؤ اور اطاعت قبول کر لو۔'' ابوسفیان اس آواز کو سن کر ڈھونڈھتا ہوا حضرت عباسؓ کے پاس آیا۔ حضرت عباسؓ اسے اپنے ہمراہ لے کر لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ اپنے ساتھ ابوسفیان کو لاتا دیکھ کر اس کی طرف جھپٹے۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ میں نے اس کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے کہا: یہ دشمن خدا اور رسولؐ ہے یہ بغیر کسی عہد واقرار کے ہاتھ آ گیا ہے۔ میں اسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔ چونکہ حضرت عمر ابن الخطابؓ پیادہ تھے اور عباسؓ وابوسفیان سوار تھے لہٰذا حضرت عباسؓ ابوسفیان کو اپنے ساتھ لئے ہوئے نہایت تیزی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور ان کے جاتے ہی تلوار کھینچے ہوئے حضرت عمر ابن الخطابؓ آ پہنچے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دشمن خدا ابوسفیان بغیر کسی عہد واقرار کے ہاتھ آ گیا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی ابھی گردن اڑا دوں۔ حضرت عباسؓ نے کہا: یارسول اللہ میں نے اس کو اپنے امن میں لے لیا ہے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ اس پر ملتفت نہ ہوئے اور اس کے قتل پر اصرار کرتے رہے۔ آپ تلوار کھینچے ہوئے اشارہ کے منتظر تھے کہ حضرت عباسؓ نے جھلا کر کہا کہ اگر یہ بنوعدی سے ہوتا تو عمرؓ تم اس کے قتل پر اتنا اصرار نہ کرتے مگر چونکہ تم جانتے ہو کہ یہ بنوعبدمناف سے ہے لہٰذا اس کے قتل پر تم زیادہ مچل رہے ہو۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ نے جواب دیا: واللہ تمہارا اسلام میرے نزدیک خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا۔ اس وجہ سے کہ میں جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مبارک خیال یہی تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا: عباسؓ! افسوس ہے کہ تمہارا میری نسبت ایسا خیال ہے تم جو چاہو سمجھو مگر میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

عباسؓ اس کلام کا جواب بھی نہ دینے پائے تھے کہ حضرت عمرؓ ابوسفیان کی طرف جھپٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا: میں نے اس کو شب بھر کے لئے مہلت دی۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ یہ سن کر دم بخود ہو گئے اور تلوار کو نیام میں کر لیا۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ صبح کو میرے پاس لانا۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی عباسؓ ابن عبدالمطلب ابوسفیان کو ہمراہ لئے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے فرمایا: ''ابوسفیان کیا ابھی تیرے نزدیک اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ تو لا الٰہ الا اللہ پر ایمان لائے۔ ابوسفیان نے عرض کیا: میرے مادر پدر آپ پر قربان ہوں۔ آپ نہایت حلیم وکریم ہیں۔ بخدا کل سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اگر سوائے اللہ کے اور کوئی اللہ ہوتا تو مجھ کو ضرور آپ کی امداد سے بے نیاز کر دیتا۔

ابوسفیان کا قبول اسلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا: ''شرم کی بات ہے کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ تو مجھے اللہ کا رسولؐ جانے'' ابوسفیان نے کہا: میرے مادر و پدر آپ پر فدا ہوں اس امر میں مجھے پس وپیش ہے۔ حضرت عباسؓ نے کہا: تجھ پر تف ہو تو اپنی گردن اڑنے سے پہلے اسلام لا۔ ابو

سفیان یہ سن کر عباسؓ کی طرف تعجب سے دیکھنے لگا۔ عباسؓ نے کہا: دیکھو وہ عمرؓ آ رہے ہیں پس محمد الرسول اللہ کہہ دے ورنہ آتے ہی وہ تیری گردن اڑا دیں گے۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی گھبرا کر محمد الرسول اللہ کہہ دیا اور مسلمانوں میں داخل ہو گیا۔

ابوسفیان کے اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عباسؓ ابن ابی طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استدعا کی کہ ابوسفیان مکہ کے سرداروں میں ہے اور فخر کو زیادہ پسند کرتا ہے لہٰذا آپ اس کے لئے کوئی ایسا امتیاز کر دیجئے جس سے یہ دوسروں سے ممتاز سمجھا جائے۔ آپ نے فرمایا: جو شخص ابوسفیان کے مکان میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے اور جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو لے کر وادی کے کنارے پر کھڑے ہو جاؤ تاکہ یہ اللہ کے لشکریوں کو دیکھے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ خود ابوسفیان کو لے کر ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو گئے۔ قبیلہ قبیلہ کا گروہ جوق در جوق گزرنے لگا۔ ابوسفیان ہر ایک کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتا جاتا اور پوچھتا جاتا تھا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرینؓ وانصارؓ کے گروہ میں مسلح زرہیں اور سفید خود پہنے ہوئے گزرے۔ ابوسفیان نے گھبرا کر دریافت کیا: من ھولاء۔ (یہ کون لوگ ہیں) حضرت عباس نے کہا: "ھذا رسول اللہ فی المھاجرین والانصار" (یہ مہاجرین وانصار میں اللہ کے رسول ہیں) ابوسفیان نے حیرت سے کہا تمہارے بھائی کے بیٹے کا ملک بہت بڑھ گیا اور اس کا لشکر بے حد زیادہ ہو گیا۔ عباس نے کہا اے ابوسفیان! یہ بادشاہی نہیں بلکہ نبوت ہے۔ پھر ابوسفیان نے پوچھا: یہ سب کہاں جا رہے ہیں اور کیا کریں گے؟ حضرت عباسؓ نے جواب دیا: تیری قوم پر جاتے ہیں۔

ابوسفیان یہ سن کر چپ ہو گیا اور ان سے رخصت ہو کر مکہ آیا اور اہل مکہ کو اس امر سے مطلع کیا جس نے ان کو گھیر لیا تھا اور یہ بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں یا ابوسفیان کے مکان میں داخل ہو یا دروازہ بند کر لے وہ مامون ہے۔ لشکر اسلام کا پرچم سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا جب یہ ابوسفیان کے پاس سے ہو کر گزرے۔ اس وقت جوش میں آ کر کہہ اٹھے:

الیوم یوم الملحمہ
الیوم تحل الحرمۃ"

ترجمہ: آج لڑائی کا دن ہے اور آج حرمت کعبہ حلال ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر رایت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ سے لے کر حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو دیدیا۔ میمنہ میں خالد بن الولید۔ اسلم وغفار ومزینہ وجہینہ کو لئے ہوئے اور میسرہ میں زبیرؓ اور مقدمۃ الجیش میں عبیدہ ابن الجراح اور قلب لشکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ وعمر وعثمانؓ (رضی اللہ عنہم) رونق افروز ہوئے۔ حضرت زبیر کو اعلیٰ مکہ سے اور خالدؓ کو اس کے اسفل سے داخل ہونے کو فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص مداخلت کرے اس سے لڑنا۔ خود بہ نفس نفیس ذی طویٰ کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئے۔ عکرمہ بن ابی جہل وصفوان بن امیہ وسہیل بن عمرو وغیرہ نے مقابلہ کے ارادہ سے کچھ لوگوں کو جمع کیا تھا چنانچہ ان کا سامنا خالد بن الولیدؓ سے ہو گیا۔ مسلمانوں میں سے کرز بن جابر (بنو محارب سے) حنیس بن خالد (خزاعہ سے) سلمہ بن جہنیہ شہید ہوئے اور مشرکین کی طرف کے تیرہ آدمی مارے گئے جبکہ دیگر آدمیوں کو آپؐ نے امان دے دی۔ یہ عظیم فتح 20۔ رمضان سنہ 8ھ کو ہوئی۔

فتح مکہ کے دن چند آدمیوں کا خون آپؐ نے مباح کر دیا تھا، منجملہ ان کے ایک عبدالعزیٰ بن خطل تھا یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا اور اس کو آپؐ نے صدقات کی وصولی کی غرض سے بھیجا تھا۔ اس کے ساتھ ایک انصاری اور ایک غلام رومی تھا۔ غلام رومی کو اس نے قتل کر ڈالا اور مرتد ہو کر مکہ بھاگ گیا۔ راستے میں فتح مکہ کے دن اس نے کعبہ کا پردہ اس خیال سے پکڑ لیا کہ شاید اس کی حرمت اس کی زندگی کو امن دے سکے اس کو وہاں بھی پناہ نہ ملی۔ سعد بن حریث مخزومیؓ اور ابو برزہ اسلمیؓ نے اسے قتل کیا۔

دوسرا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ یہ بھی مرتد ہو کر مکہ چلا گیا تھا یوم فتح کو جان کے ڈر سے چھپ گیا۔ فتح کے بعد حضرت عثمان ابن عفانؓ کے پاس آیا۔ یہ اس کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت عثمان اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے اور عرض کیا کہ میں نے اس کو امن دیا۔ تھوڑی دیر تک آپ سکوت میں رہے۔ ایک ساعت بعد آپؐ نے بھی امن دے دیا۔ پھر جب یہ باہر

نکالا تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: جب میں سکوت میں تھا تو تم نے اس کی گردن کیوں نہ ماردی۔ انصار کے کسی نوجوان نے عرض کیا: کاش آپ نے ہم کو اشارہ کر دیا ہوتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: نبی اشارہ بازی نہیں کرتا۔ اس مرتبہ اسلام لانے کے بعد عبداللہ بن سعد نہایت سچائی اور صفائی سے رہے کوئی برائی ان سے ظاہر نہیں ہوئی۔ حضرت عمرؓ اور عثمانؓ نے ان کو اپنے زمانہ خلافت میں مختلف علاقوں کا حکمران مقرر کیا تھا۔

تیسرا قابل گردن زدنی حویرث بن نفیل بنو عبد قصی سے تھا یہ شخص ہجرت سے پہلے مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت صدمے دیتا تھا اسے حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے قتل کیا۔ مقیس بن صبابہ بھی انہیں قابل قتل لوگوں میں سے تھا۔ یہ غزوہ خندق میں آیا تھا اور ایک انصاری کو (جس نے اس سے قبل کسی کے دھوکہ میں اس کے بھائی کو مارڈالا تھا) قتل کرنے کے بعد مرتد ہو کر مکہ بھاگ آیا تھا۔ اس کو غیلہ بن عبداللہ لیثی (اس کے چچا کے لڑکے) نے مارا۔ منجملہ ان کے ابن اخطل کی دو لونڈیاں تھیں جن کا شب وروز یہ کام تھا کہ وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گایا کرتی تھیں۔ ایک تو ان میں سے ماری گئی اور دوسری نے امن کی استدعا کی۔ آپ نے اس کو امن دے دیا۔ ان کے علاوہ بنو عبدالمطلب کی ایک خادمہ سارہ نامی بھی اسی گروہ میں تھی مگر امن کی درخواست نے اس کی بھی جان بخشی کرادی، نیز بنو مخزوم کے دو افراد حرث بن ہشام وزہیر بن ابی امیہ برادر ام سلمہؓ نے ام ہانیؓ بنت ابی طالبؓ سے پناہ مانگی۔ ام ہانیؓ نے ان کو پناہ دے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے قائم رکھا۔

فاتح پیغمبرؐ خانہ کعبہ میں

فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ کعبہ کا طواف کیا۔ حضرت عثمانؓ بن طلحہ سے کلید کعبہ لے کر کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ اس وقت حضرت اسامہ بن زیدؓ وبلالؓ وعثمانؓ بن طلحہؓ تھے۔ مجاورت بیت اللہ انہیں کے قبضہ میں رکھی۔ لہٰذا اس وقت سے آج تک اولاد شیبہ بیت اللہ کے مجاور ہوتے چلے آتے ہیں۔ کعبہ کے اندر، باہر اور اطراف میں جس قدر بت تھے۔ انہیں توڑ کر گرادینے کا حکم دے دیا۔ خود بہ نفس نفیس دست مبارک میں ایک چھڑی لئے ہوئے بتوں کی طرف اشارہ کر کے فرمارہے تھے "جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا" .... (آ گیا حق اور بھاگ گیا باطل، بے شک باطل بھاگنے والا تھا) آپؐ کے ان کلمات فرمانے اور اشارہ کرنے سے کوئی بت ایسا نہ تھا جو منہ کے بل نہ گر پڑا ہو۔ جب نماز کا وقت ہوا تو بلالؓ نے آپ کے حکم سے کعبہ کی پشت پر اذان دی، صحابہ اکٹھے ہوئے اور جماعت کے ساتھ بلاخوف وخطر نماز ادا کی۔

مکہ والوں سے خطاب

اس کامیابی اور فتح کے دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باب کعبہ پر کھڑے ہوئے اور مجاورت بیت اللہ وسقایۃ الحجاج کو برقرار رکھا اور یہ فرمایا کہ "اس سے قبل اور نہ اس کے بعد مکہ کسی کے لئے حلال ہوا اور بے شک آج کے روز ایک ساعت کے لئے میرے واسطے حلال ہو گیا تھا مگر اب پھر اس کی حرمت حسب سابق بحال ہوگئی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے خطبہ پڑھا۔ "لا الـه الا اللـه وحده لا شريك لـه صدق وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده الا ان كل ماثورة اودم اومال يدعى فى الجاهلية فهو تحت قدمى هاتين الاسد انة الكعبته و سقاية الحاج الاوان قتل الخطا مثل العمد بالسوط والعصا فيه الدية مغلظة من الابل منها اربعون فى بطونها اولادها يا معشر قريش ان الله قد اذهب عنكم نخوة اب هلية و تعظمها بالاباء الناس من ادم و ادم خلق من تراب قال الله تعالىٰ يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر و انثى وجعلنا كم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اكرمكم عندالله اتقاكم ان الله عليم خبير. يا معشر قريش! ماترون الى فاعل بكم قالوا خيراً اخ كريم و ابن اخ كريم قال فانى اقول كما قال يوسف لاخوته لا تثريب عليكم اليوم اذهبوا فانتم الطلقاء."

(عبادت کے لائق اللہ ہی ہے جو یکتا ہے اور شریک سے بری ہے۔ اللہ نے اپنا عہد پورا کیا اپنے بندے کی امداد کی اور تنہا ہر لشکر کو شکست

دی۔ کان کھول کر سن لو، ہر رسم یا خون یا مال جس کا جاہلیت کے دور میں دعویٰ کیا جاتا تھا میرے پاؤں کے نیچے ہے (میں نے ان سب کو مسل دیا) ہاں کعبہ کی مجاورت اور زمزم پلانے کا عہدہ حسب دستور باقی ہے۔ یاد رکھو قتل خطا قتل عمد کی طرح ہے۔ خواہ کوڑوں سے ہو یا لاٹھیوں سے دونوں کی دیت سنگین ہے یعنی سو اونٹ جس میں چالیس حاملہ اونٹنیاں ہوں۔ اے اہل قریش! اللہ نے تم سے جاہلیت کا فخر کا اور باپ دادا پر غرور کرنا ختم کر دیا۔ تمام لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔

اللہ نے فرمایا۔ لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قبائل بنا دیئے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر لو پھر جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے وہی اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف ہے اور اللہ بہت ہی علیم اور خبیر ہے۔

اے اہل قریش! تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟ بولے: اچھائی کا خیال ہے کیونکہ آپ بہترین بھائی ہیں اور بہترین بھائی کے بیٹے ہیں۔ فرمایا: اچھا تو میں وہی کہتا ہوں جو یوسفؑ نے اپنے برادران سے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ۔ تم سب آزاد ہو۔)

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ کوہ صفا پر جا بیٹھے اور لوگوں سے خدا اور رسول کی اطاعت کی بیعت لینے لگے۔ مردوں کی بیعت سے فراغت پا کر آپ نے حضرت عمر ابن الخطابؓ کو عورتوں سے بیعت لینے پر مامور فرمایا اور خود بنفس نفیس ان کے لئے استغفار کرتے رہے۔

صفوان بن امیہ فتح کے بعد جان کے خوف سے یمن کی طرف فرار ہوا۔ عمیر بن وہبؓ (اس کی قوم سے تھا) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر صفوان کی امان کی استدعا کی۔ آپ نے اس کو امان دی اور اس امر کے اظہار کے لئے اپنا وہ عمامہ عطا فرمایا جو کہ مکہ میں داخلے کے وقت آپ کے سر مبارک پر تھا۔ عمیر بن وہب صفوان کو یمن کے قریب سے واپس لائے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مہینہ کی مہلت طلب کی۔ آپ نے چار مہینہ کی مہلت مرحمت فرمائی۔ ابن الزبیر شاعر بھی نجران کی طرف فرار ہو گیا تھا مگر پھر کچھ سوچ سمجھ کر واپس آیا اور ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی شوہر ام ہانی مکہ کی فتح کے وقت یمن چلا گیا تھا اور وہیں بحالت کفر دم توڑ گیا۔

بت خانہ کا خاتمہ

ان واقعات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے چاروں طرف سرایا بھیجے۔ مگر ان کو قتال سے منع فرما دیا منجملہ ان کے خالد بن الولیدؓ، بنو جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ، بنی کنانہ کی جانب روانہ کئے گئے انہوں نے بنو جذیمہ سے لڑائی کی اور مال واسباب پر قبضہ کر لیا۔ جب حضرت خالدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے اس مال واسباب کو حضرت علیؓ کی معرفت بنو جذیمہ کو واپس کر دیا اور ان کے مقتولوں کا خون بہا ادا کیا۔ بعد ازاں پھر حضرت خالدؓ کو عزیٰ کی جانب روانہ کیا۔ مضر و کنانہ اس کی جاہلیت میں بے حد تعظیم کرتے تھے اور اس کی مجاورت بنو شیبان قبیلہ بنو سلیم حلفاء بنو ہاشم کے قبضہ میں تھی۔ خالد بن الولیدؓ نے اس کو منہدم کر دیا۔

انصارؓ کی تالیف قلوب

انصارؓ کو فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں بلاتعیین قیام سے یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید آپ اب مکہ ہی میں قیام فرمائیں گے اور مدینہ تشریف نہ لے جائیں گے۔ اس وجہ سے ان کو دلی صدمہ ہوا۔ آپس میں اس سلسلے میں کچھ کہنے سننے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو باہر تشریف لائے، انصارؓ کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور فرمایا: ''ہماری زندگی اور موت تمہاری زندگی اور موت سے متعلق ہے۔''

یوں تو مکہ کی فتح سے قبل عربوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لگاتار فتوحات سے آپ کی نسبت ایک خاص خیال پیدا ہو گیا تھا اور ان کی رگوں میں انتقام یا حسد ورشک کا خون دوڑ رہا تھا۔ پرانی عداوتوں کا خیال اپنے دل سے نکال کر ایک دوسرے سے راہ ورسم پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ چنانچہ ہوازن وثقیف اسی وقت سے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے بقصد مکہ چلے تھے، چوکنے ہو گئے تھے مگر فتح مکہ کے بعد یہ سمجھ کر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاید ہم پر حملہ کر دیں گے۔ بنو نضیر میں مالک ابن عوف کے پاس مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہوئے۔ ابن

اجتماعی مشاورت میں بنونصر بن معاویہ بن بکر بن ہوازن و بنوجشم بن معاویہ و بنوسعد بن بکر اور چند آدمی بنو ہلالی بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ کے اوران کے اخلاف و بنو مالک بن ثقیف بن بکر شامل تھے۔ بنوہوازن میں سے کعب وکلاب شامل نہیں ہوئے۔ بنوجشم کے ساتھ ان کا سردار درید بن الصمہ بن بکر بن علقمہ بن خزاعہ بن جشم بھی تھا۔ گواس کو بڑھاپے نے کسی کام کا نہ رکھا تھا۔ یہ مشکل تمام اپنے مقام سے حرکت کر سکتا تھا مگر اس کو جہاں دیدہ وجنگ آزمودہ ہونے کی وجہ سے صلاح ومشورہ کی غرض سے ساتھ لے لیا تھا۔ ثقیف میں قارب بن الاسود ابن مسعود بن معتب اور بنو مالک بن ذوالخمار سبیع بن الحرث بن مالک اوراس کا بھائی احمس سردار تھا اوران سب کا سردار مالک بن عوف بنونضیر کا سردار قرار دیا گیا۔

جس وقت عرب کا یہ گروہ اوطاس میں پہنچا تو درید بن الصمۃ نے مالک ابن عوف سے کہا "مالی اسمع رعاء البعیر ونهاق الحمیر ویعار الشاء و بکاء الصغیر"۔ میں اونٹوں کا بلبلانا، گدھوں کا چیخنا، بکریوں کا بولنا اور لڑکوں کا رونا سن رہا ہوں) مالک نے جواب دیا کہ میں نے لوگوں کو مع ان کی اولاد اور اموال کے لڑائی پر نکالا ہے تا کہ ان ہی کے خیال سے سینہ سپر ہو کر لڑیں۔ درید بن الصمۃ نے کہا: واللہ تو نے غلطی کی۔ کیا منہزم کوئی چیز جواس کے ساتھ ہوتی ہے واپس لے کر جاتا ہے؟ اگر تیری فتح ہوئی تو تجھ کو ہتھیاروں کے سوا اور کوئی چیز فائدہ نہ پہنچائے گی اور اگر شکست ہوئی تو تو نے اہل وعیال کو بدنام اور رسوا کیا۔ یہ کہہ کر اس نے کعب وکلاب کا حال پوچھ کر ان کے شریک نہ ہونے کا افسوس کیا اور مالک کی طرف پھر مخاطب ہو کر کہنے لگا: مالک تجھے یہ کیا ہو گیا ہے، ہوازن کو تو کیوں اژدہے کے منہ میں لئے جاتا ہے، یہ اس کا ایک لقمہ بھی نہ ہوگا۔ تو نے مفت میں ان کو غیر بلاد میں لاکر برباد کیا خیر جو کچھ کیا اچھا کیا، بہتر یہ ہوگا کہ بچوں اور عورتوں کو ساقہ میں یعنی سواران لشکر کے عقب میں رکھ۔ اگر تیری فتح ہوئی تو یہ تجھ سے آملیں گے اور اگر تو کسی آفت میں مبتلا ہو گیا تو یہ مدمقابل کی دست برد سے محفوظ رہیں گے۔" مالک نے یہ باتیں نہایت حقارت سے سنیں اوران پر کچھ توجہ نہ کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آمد کی خبر سن کر عبداللہ بن ابی حدود الاسلمی کو استفسار احوال پر مامور کیا اور صفوان بن امیہ سے سوزر ہیں اور بعض کے مطابق چار سوزر ہیں مستعار لے کر بارہ ہزار مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کے قصد سے پیش قدمی فرمائی۔ دس ہزار صحابی تو وہ تھے جو مدینہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے اور دو ہزار مسلمانان فتح مکہ سے تھے۔ مکہ میں بجائے اپنے عتاب بن اسید بن ابی العیص بن امیہ کو متعین فرمایا منجملہ ان لوگوں کے جواس واقعہ میں آپ کے ساتھ گئے تھے عباس بن مرداس وضحاک بن سفیانؓ کلابی اور کچھ لوگ عبس وذبیان ومزینہ وبنواسد کے تھے راستے میں ایک درخت سدر کی طرف ہو کر گزرے، جس کو عرب ایام جاہلیت میں ذات انواط کے نام سے موسوم کرتے اوراس کی تعظیم وطواف کرتے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے بھی ایک ذات انواط مقرر فرمائیے جیسا کہ ان کے لئے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مطالبے سے ناراض ہو کر ارشاد فرمایا "تم نے مجھ سے ویسا ہی مطالبہ کیا ہے جیسا کہ قوم موسیٰ نے کہا تھا کہ ہمارے لئے بھی ایک الٰہ ان کے الٰہ کی طرح بنادو۔ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ کواس بات کا اندیشہ ہے کہ تم لوگ ان لوگوں کا راستہ اختیار کرو گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ خبردار ایسے خیالات کو اپنے دل میں ہرگز جگہ نہ دو۔"

یکم شوال سنہ 8ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہامہ میں سے وادی حنین میں پہنچے۔ رات ہی کے وقت سے ہوازن وادی حنین کے دونوں جانب کمین گاہ میں روپوش ہو کر بیٹھ رہے۔ جب لشکر اسلام اس وادی سے ہو کر گزرا تو کفار نے کمین گاہ سے نکل کر اچانک حملہ کر دیا۔ مسلمانوں کا لشکر اس اچانک حملہ سے منتشر وغیر مرتب ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چند ان کو واپس آنے کے لئے آواز دی مگر وہ واپس نہ ہو سکے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعلیؓ عباس وابوسفیان بن الحرث اوران کے لڑکے جعفر و فضل وقثم پسران عباس اوران کے علاوہ ایک جماعت صحابہ (رضی اللہ عنہم) کی بھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر دلدل نامی پر سوار تھے اور حضرت عباسؓ نے آپ کے کہنے سے صحابہ کو پکارا۔ صحابہؓ نے لوٹنے کا ارادہ کیا مگر کفار کے اژدھام نے روک دیا۔ لہٰذا مجبوراً وہیں رک گئے اور لڑنے لگے۔ جنگ کی حالت بظاہر اسلامی لشکر کے خلاف دکھائی دے رہی تھی۔ بنوہوازن لڑتے لڑتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے مسلمانوں کو اس پہلے حملہ میں شکست ہوئی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہہ کر دلدل کو آگے بڑھایا تو اس آواز کے سنتے ہی اردگرد موجود سو کے قریب صحابہؓ آپ کے پاس اکٹھے ہو گئے اور تمام نے ایک مجموعی قوت کے ساتھ حملہ کر دیا بنوہوازن پسپا ہو کر پیچھے ہٹے۔ مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ ان

کے لڑکوں، عورتوں کو قید کرلیا۔ مال واسباب پر قبضہ کرلیا۔ بنو مالک سے تعلق رکھنے والے ستر آدمی اس لڑائی میں کام آئے منجملہ ان کے ذوالخمار اور اس کا بھائی عثمان پسران عبداللہ بن ربیعہ بن الحرث بن حبیب تھا۔ قارب بن الاسود سردار احلاف ثقیف شروع جنگ سے اپنا جھنڈا چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس وجہ سے ان میں سے کوئی موت کے گھاٹ اتارا نہیں گیا۔ مالک بن عوف نصری نے اپنی قوم کی ایک جماعت کو لے کر طائف میں جا کر دم لیا۔ ہوازن کے چند لوگ اوطاس کی طرف بھاگے۔ سواران اسلام نے ان کا پیچھا کیا درید بن الصمۃ اسی کشمکش میں ربیعہ بن رفیع بن اہبان بن ثعلبہ بن یربوع بن سماک بن عوف بن امراء القیسؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہوازن کے ان لوگوں کے مقابلے کے لئے ابو عامر اشعریؓ عم ابو موسیٰ کو بھیجا جو اوطاس کے ایک کھجور کے باغ میں روپوش تھے۔ جب ابو عامر سلمہ بن درید بن الصمۃ کے تیر سے شہید ہو گئے تو ابو موسیٰ نے رایت اسلام لے کر نہایت شدت سے حملہ کیا اور اپنے چچا کے قاتل کو ہلاک کر ڈالا۔ مشرکین باغ سے نکل کر فرار ہونے لگے۔ بنو نصر بن معاویہ سے رباب میں قتل کا بازار گرم ہو گیا، ہوازن کے جتنے لوگ اس لڑائی میں آئے تھے تمام مارے گئے مسلمانوں میں سے چار آدمی (1) ایمن بن ام ایمن (برادر اخیافی اسامہ) (2) یزید بن زمعہ بن الاسود (3) سراقہ بن الحرث عجلانی (4) ابو عامر اشعری (رضی اللہ عنہم) شہید ہوئے۔

واقعہ حنین سے فارغ ہو کر آپ نے قیدیوں اور اموال غنیمت کو جعرانہ میں جمع کرنے کے لئے فرمایا اور ان کی حفاظت کی خاطر مسعود بن عمروؓ غفاری کو مقرر کر کے طائف کا رخ کیا مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ثقیف نے طائف میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا اور اہل طائف کو اپنا بنا لیا تھا۔ حنین سے طائف آتے ہوئے حصن مالک بن عوف نصری ملا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے والی قلعہ سے اسلام لانے کے لئے فرمایا۔ جب اس نے انکار کیا تو قلعہ آپ کے حکم سے منہدم کر دیا گیا۔ یہی واقعہ اطم کے ساتھ بھی پیش آیا جو بنو ثقیف میں سے کسی شخص کا تھا۔

طائف کے سرداروں میں سے عروہ بن مسعود وغیلان بن سلمہ چونکہ اس واقعہ سے پہلے فنون جنگ کی تعلیم کی غرض سے حرش گئے ہوئے تھے لہٰذا نہ تو وہ حنین میں شامل ہوئے تھے اور نہ طائف کے حصار کے وقت اس کو کچھ مدد پہنچا سکے تھے۔ اگرچہ ان کو اس محاصرہ کی اطلاع پہنچی۔ لیکن انہوں نے اپنی غیر حاضری کو ایسے نازک وخطرناک وقت میں حاضری سے زیادہ بہتر سمجھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً بیس روز تک طائف کا محاصرہ جاری رکھا۔ محاصرے کے دوران میں اہل قلعہ تیر و پتھر برساتے تھے اور اسلامی لشکر آپ کے حکم سے منجنیق کے ذریعہ سے ان کے مضبوط قلعہ پر پتھر مارتا تھا۔ ایک مرتبہ چند صحابہؓ نے ایک خندق کھود کر طائف کے شہر پناہ تک جانے کا ارادہ کیا اہل طائف نے ان پر تیر و پتھر برسانا شروع کر دیئے جس سے وہ ناکام ہو کر نقصان کے ساتھ واپس آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باغ کٹوا ڈالے۔ اس پر بھی جب حصار نہ ٹوٹا اور اہل طائف نے باغات کی بربادی پر کچھ خیال نہ کیا تو آپ نے صحابہ کرام سے مشاورت کر کے محاصرہ ختم کرنے کے بعد جعرانہ کی طرف پیش قدمی کی جہاں پر ہوازن کے قیدی اور مال غنیمت جمع تھا۔

ان دنوں جبکہ آپؐ طائف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، گرد و نواح کے رہنے والے اکثر خود اور بعض وفود کے ذریعہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ محاصرہ کے دوران مسلمانوں میں سے سعید بن سعید بن العاص وعبداللہ ابن ابی امیہ بن المغیرہ برادر ام سلمہ وعبداللہ بن عامر بن ربیعہ عنزی حلیف بنو عدی اور ان کے علاوہ بارہ صحابیؓ جس میں چار انصار تھے شہید ہوئے۔

جس وقت آپ جعرانہ میں پہنچے قیدیان و مال غنیمت کی تقسیم کی نوبت نہیں آئی تھی کہ ہوازن کا وفد آیا اور اس نے اسلام لانے اور امن کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اہل وعیال کو واپس لینا چاہتے ہو یا مال واسباب کو۔ ہوازن کے وفد نے عرض کیا کہ ہم لوگ اپنے اہل وعیال کی واپسی چاہتے ہیں۔ تب آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ میرا اور بنو مطلب کا حصہ تھا وہ سب تمہارا ہے مگر وہ حصہ جو مہاجرین وانصار کا ہے۔ اس کی بابت تم لوگ بعد نماز ظہر کھڑے ہو کر یہ کہنا کہ "ہم لوگ مسلمانوں سے بذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے ذریعے اپنے اہل وعیال کی سفارش کرتے ہیں۔" میں اس وقت وہ حصہ بھی تمہیں دے دوں گا۔ غالباً مہاجرین اور انصارؓ اس پر راضی ہو جائیں گے۔

لہٰذا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز ادا کر چکے تو ہوازن کے وفد نے کھڑے ہو کر کہا "انا نستشفع برسول اللہ

صلى الله عليه وسلم الى المسلمين و بالمسلمين الى رسول الله فى ابناء ننا ونسائنا" (ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے مسلمانوں سے اور مسلمانوں کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اولاد اور عورتوں کی سفارش کرتے ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اما ما كان بى و لبنى عبدالمطلب فهو لكم" (جو میرا اور بنی عبدالمطلب کا حصہ ہے وہ سب تمہارا ہے) مہاجرین وانصارؓ نے یہ سن کر جواب دیا۔ "ما كان لنا فهو لرسول الله" (جو ہمارا حصہ ہے وہ رسولؐ اللہ کا ہے۔) مگر اقرع بن حابس وعینیہ بن حصن اور ان دونوں کی برادریوں نے اس سے انکار کیا اور اسی طرح عباس بن مرداس نے بھی کیا مگر بنو سلیم نے کہا کہ جو ہمارا حصہ ہے اس کے مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کی عورتوں اور اولاد کو واپس کر دیا اور جس نے اس امر کو ناپسند کیا اسے اس کا معاوضہ ادا کر دیا۔

ہوازن کے اسیروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ہمشیرہ شیما بھی تھیں جو قبیلہ ہوازن میں بنو سعد بن بکر سے حرث بن عبدالعزیٰ کی بیٹی تھیں جس وقت یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے کہا کہ میں تمہاری رضاعی بہن ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: کس دلیل سے! شیما نے کہا: یہ داغ تمہارے دانت کے ہیں تم نے لڑکپن میں کاٹ لیا تھا آپؐ نے فرمایا: "کہ اگر تم میرے پاس رہنا پسند کرتی ہو تو میں تم کو انتہائی عزت اور احترام سے رکھوں گا اور اگر اپنی قوم میں جانا چاہو تو تمہیں اختیار ہے۔" شیما نے آخری بات کو پسند کیا لہٰذا آپ نے ان کو ان کی قوم میں بھیج دیا۔

اب باقی رہا مال واسباب۔ اس میں سے آپؐ نے مسلمانوں میں اس طرح تقسیم کیا کہ زیادہ حصہ ان مسلمانان قریش کو عطا فرمایا جن کی تالیف قلوب مقصود تھی اور جو وقت فتح یا بعد از فتح مکہ ایمان لائے تھے۔ بعض کو ان میں سے سو سو حصے اور بعض کو پچاس پچاس اور بعض کو ان دونوں کے درمیان میں دیا۔ ان لوگوں کو مولفۃ القلوب کہتے ہیں۔ ان کا ذکر کتب سیر میں بالتفصیل مذکور ہے۔ یہ قریب قریب چالیس افراد منجملہ ان کے ابو سفیان اور ان کا لڑکا معاویہ و حکم بن حزام و صفوان بن امیہ مالک بن عوف اور عینیہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر واقرع بن حابس وغیرہ ہیں۔ ان لوگوں کو سو۔ سو حصے دیئے گئے تھے اور عباس بن مرداس کو پہلے تو پچاس حصے دیئے گئے۔ مگر جب اس نے اپنے دو ایک اشعار پڑھے جن سے اس کی ناراضگی ظاہر ہوتی تھی تو آپؐ نے فرمایا: "اقطعوا عنى لسانه فاتموا اليه المائة" (مجھ سے اس کی زبان کو روک لہٰذا سو اس کے بھی پورے کر دو)۔

مسلمانان مولفۃ القلوب کو اس قدر کثیر حصہ دینے سے انصارؓ کے دل میں ایک خیال کا پیدا ہونا کچھ عجیب نہ تھا وہ لوگ دل ہی دل میں کشیدہ ہو گئے۔ بڑے بوڑھے تو یہ بات زبان تک نہ لائے مگر نوجوانوں کے دماغ میں اس کے علاوہ یہ ایک بات اور سما گئی کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے ہوتے ہوئے اپنا آبائی گھر چھوڑ کر مدینہ کیوں جائیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس احساس کو اپنی فہم وفراست سے پہچان لیا اور انصار کو جمع کر کے فرمایا: میں نے ان لوگوں کو زیادہ حصہ اس وجہ سے دیا ہے کہ یہ لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں۔ میں ان کی تالیف قلوب کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم لوگ اس سے خوش نہ ہو گے کہ دیگر لوگ تو بکری اور اونٹ لے کر اپنے مکانوں کو جائیں اور تم لوگ رسولؐ اللہ کو لے کر اپنی فرودگاہ پر جاؤ۔ اگر ہجرت ایک تقدیری حکم نہ ہوتا تو میں بھی انصارؓ ہی میں سے ہوتا۔ اگر انصارؓ ایک راستہ پر چلیں اور دیگر لوگ دوسرا راستہ اختیار کریں تو میں بلاشبہ انصارؓ کا راستہ اختیار کروں گا۔ اے خدا انصارؓ اور انصارؓ کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر رحم کر۔ انصارؓ یہ سن کر خوش ہو گئے۔ ان کے دل میں جو بھی خیالات تھے وہ سب دور ورفع ہو گئے۔ بعد ازاں جرانہ سے مکہ کا عمرہ کیا اور وہاں پہنچ کر عتاب بن اسید ایک نوجوان شخص کو جس کی عمر بیس برس سے کچھ متجاوز تھی مکہ کا ناظم مقرر فرمایا اور معاذ بن جبلؓ کو قرآن واحکام دینی کی تعلیم کی غرض سے ان کے پاس چھوڑ کر مدینہ کو روانہ ہوئے۔ ڈھائی مہینہ بعد جب کہ چھ روز ذیقعدہ سنہ 8ھ کے باقی تھے آپ صحابہؓ کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے۔

عتاب بن اسید نہایت زاہد، باشرع اور صالح جوان تھے انہوں ہی نے سب سے پہلے اسلام میں امیر ہو کر مسلمانوں کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا۔ اس برس تمام مسلمانوں نے حج اسی صورت سے ادا کیا جس طرح اس سے پیشتر عرب جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

اسی برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن العاص کو جیفر وعبد پسران جلندی کے پاس عمان کی جانب صدقات وصول کرنے کی غرض

سے روانہ کیا۔ جیفر و عبد نے بہ خوشی خاطر اس حکم کی اطاعت کی۔ علاوہ ازیں اسی سال آپ نے مالک بن عوف کو ان کی مسلمان قوم اور ثقیف کا جو اطراف طائف میں مقیم تھے سردار مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے، ان پر زیادہ سختی نہ کی جائے بلکہ تالیف قلوب کا خیال رکھنا۔ یہاں تک کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جو لوگ فتح مکہ کے وقت یا بعد از فتح مکہ اسلام میں داخل ہوئے اور مئولفۃ القلوب کے نام سے موسوم ہوئے۔ وہ اگر چہ اور صحابہؓ سابقین اولین مہاجرین وانصارؓ سے درجہ میں متفاوت ہیں۔ مگر ان کا بھی اسلام نہایت اچھا ہوا اور وہ اس زمانہ کے اعلیٰ درجہ کے دین دار مسلمان سے خواہ وہ کسی درجہ کا بھی ہو افضل ہیں کیونکہ یہ نعمت کہ انہوں نے بحالت ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا دوسروں کو ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔

اسی سنہ میں بطن ام المؤمنین ماریہ سے ابراہیم ابن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوئے۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب ابن عمیرؓ کو ذات اطلاع (سرزمین شام) کی طرف قضاعہ کے ایک گروہ کے پاس دعوت اسلام دینے کے لئے بھیجا۔ ان کے ساتھ پندرہ افراد تھے۔ قضاعہ اور اس کے سردار سدوس نے کعب ابن عمیرؓ اور ان کے ساتھیوں کو مار ڈالا۔ ان میں سے صرف ایک مسلمان نہیں معلوم کیسے اپنی جان بچا کر مدینہ واپس آئے۔

سنہ 9ھ (مطابق سنہ 631ء) کے آغاز میں طائف سے واپسی کے بعد کعب ابن زہیر شاعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اس سے قبل اس کا خون آپؐ نے مباح کر دیا تھا مگر جس وقت اس نے خدمت اقدس میں باریاب ہو کر اسلام قبول کیا اور اپنا قصیدہ معروف، جس کا یہ مطلع ہے:

بانت سعد فقلبی الیوم متبول
متیم اثرھا لم نھذ مکبول

(سعد کے جانے کے بعد میرا دل پارا پارا ہے۔ اس کے نشانات کا غلام ہے اور اس سے الگ نہیں ہے بلکہ اس کی محبت میں مقید ہے) پڑھا تو آپ نے اس کے صلہ میں اپنی چادر عطا فرمائی جس کو اس کی وفات کے بعد ورثاء کعب ابن زہیر سے امیر معاویہؓ نے خرید لیا تھا اور اس کو ایک زمانہ تک خلفاء تبرکاً حفاظت سے اپنے پاس رکھتے چلے آ رہے تھے۔

اس واقعہ کے بعد بنو اسد کے وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے اور ایمان لائے۔ منجملہ ان کے ضرار بن الازور تھے۔ ان لوگوں نے بعد اسلام بہ نظر فخریہ کہا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل اس کے کہ ہمارے پاس کسی کو تبلیغ کے لئے بھیجیں ہم لوگ خود حاضر ہو گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی: "یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنو اعلیٰ اسلامکم بل اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صدقین" (لوگ اپنے اسلام کا آپؐ پر احسان جتاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت جتاؤ بلکہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان عطا فرمایا اگر تم سچے ہو)۔ اس وفد کے بعد دو وفد ماہ ربیع الاول میں اور آئے اور رد یفع بن ثابت البلوی کے ہاں مقیم ہوئے۔

رومیوں کے خلاف جہاد

اس غزوہ کا بنیادی محرک خود ہرقل بادشاہ قسطنطنیہ ہوا کیونکہ وہ آپ کی پیہم کامیابیوں کا ذکر سن کر بقصد حملہ تیاری کرنے میں لگا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی اطلاع آپ کو بھی ہو گئی تو آپ نے ماہ رجب سنہ 9ھ میں رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کی تیاری کا حکم دے دیا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ بعد مسافت، دشمنان دین کی گرفت، فصل اور میوہ جات نیز سایہ کی کمی، موسم گرم ہونے کی صعوبتوں اور دشواریوں کو بھی بیان فرما دیا۔ ورنہ اس سے پہلے اکثر اس امر کے اظہار کے بغیر کہ کس راہ پر اور کس طرف جانا ہوگا، مدینہ سے پیش قدمی فرمایا کرتے تھے۔ اور صحابہؓ آپ کے ساتھ ہوتے تھے حتیٰ کہ منافقین میں سے بھی کوئی سرتابی کی جرأت نہ کرتا تھا۔

منافقوں کی سازشیں

اس بار چونکہ آپؐ نے پہلے ہی اپنے ارادے کو ظاہر فرما دیا۔ لہٰذا منافقین لوگوں کو بہکانے لگے اور اس فکر میں ہو گئے کہ جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو غزوہ میں نہ جانے دیں۔ چنانچہ اس گروہ کے کچھ لوگ ایک یہودی کے مکان میں اکٹھے ہو کر صلاح و مشورہ کرتے اور لوگوں کے بہکانے کی تدبیریں کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بن عبید اللہ کو اس مکان کے جلا دینے اور ویران کر دینے کا حکم دے دیا۔ بنو سلمہ سے ابن قیس اور چند اعراب نے منت سماجت کر کے مکان میں مقیم رہنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے ان کو اجازت دے دی اور ان سے بہت ناراض ہوئے۔ یہ حال تو منافقین کا تھا۔

اہل ایمان کی قربانیاں

اب مومنین کے احوال سنیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور مال و اسباب کے فراہم کرنے کو فرمایا تو جو چیز جس کے پاس تھی اس نے لا کر حاضر کر دی۔ اس غزوہ میں سب سے زیادہ مال و اسباب حضرت عثمان ابن عفانؓ نے دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک ہزار دینار سرخ اور نو سو اونٹ مع اسباب کے اور سو گھوڑے دیئے تھے۔ بعض وہ غریب صحابیؓ جن کے پاس کچھ نہ تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سواری کے لئے عرض کیا۔ آپ کے پاس اس وقت کوئی سواری موجود نہ تھی۔ آپ نے انکار کر دیا۔ وہ بیچارے روتے ہوئے لوٹے۔ مگر راستے میں یامین بن عمیر نضری مل گئے۔ انہوں نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی۔ ان لوگوں نے کہا کہ نہ تو ہمارے پاس کوئی سواری ہے اور نہ ہم میں اس قدر استطاعت ہے کہ خرید کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں چلیں۔ ہم لوگ سواری کی فکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے تھے مگر آپؐ نے انکار کر دیا۔ یامین بن عمیر کا دل یہ سن کر بھر آیا اور انہوں نے اسی وقت ان کو اونٹ خرید کر دیئے۔

اسلامی لشکر

جب صحابہؓ پوری طرح تیار ہو گئے تو مدینہ میں محمد بن مسلمہ اور بعض کہتے ہیں کہ سباع بن عرفطہ اور بعض کے مطابق حضرت علی ابن ابی طالبؓ اپنا قائم مقام کر کے پیش قدمی فرمائی تو منافقین کا سرغنہ عبد اللہ بن ابی ابن سلول بھی ایک گروہ لے کر آپؐ کے ساتھ ہو گیا مگر تھوڑی دور جا کر مع اپنے ساتھیوں کے واپس چلا آیا۔ حجر میں پہنچ کر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ یہ شہر ثمود کا ہے یہاں پانی تم میں سے کوئی استعمال نہ کرے اور اس پانی سے گندھے ہوئے آٹے کو اونٹوں کو کھلا دے اور سر جھکا کر روتے ہوئے اس طرف سے چلیں کوئی شخص اکیلا قافلہ سے نہ نکلے۔ اتفاقاً دو شخص بنو ساعدہ سے الگ الگ نکلے۔ ایک کا دم گھٹ گیا جو آپ کے مس کرنے سے اچھا ہو گیا اور دوسرے کو ہوا نے طے کے پہاڑوں میں پھینک دیا۔ جس کو ایک مدت کے بعد اہل طے نے آپ کی خدمت میں واپس پیش کیا۔

منافقوں کی ہرزہ سرائی

آگے بڑھے تو راستے میں آپ کا ناقہ گم ہو گیا۔ منافقین کی بن آئی لہٰذا آپس میں کہنے لگے کہ محمدؐ تو یہ دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ مجھے آسمان سے خبریں ملا کرتی ہیں مگر تعجب ہے کہ اپنے ناقہ کا حال نہیں جانتے کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: بخدا میں کچھ نہیں جانتا، سوائے اس کے کہ میرے اللہ نے جو کچھ مجھے سکھا دیا ہے اور اب میں بہ الہام الٰہی کہتا ہوں کہ ناقہ فلاں مقام پر ہے۔ مہار اس کی ایک درخت سے اٹک گئی ہے، جس سے وہ رکی ہے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے ایک صحابی کو بھیج کر ناقہ کو منگوا لیا۔ مندرجہ بالا باتیں کہنے والا منافقین میں سے زید بن اللصیت قبیلہ قینقاع سے تھا۔ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد اس نے توبہ کر لی تھی نیز بخشی بن جہیر بھی تائب ہو گیا تھا اور یہ دعا کی تھی کہ اس گناہ

کے کفارہ میں کسی ایسے مقام پر شہید کیا جاؤں جہاں میرا نام ونشان نہ ملے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور یہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

بہر حال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچے تو آپ کی آمد کی اطلاع پا کر یحسینہ بن رویہ صاحب ایلہ اور اہل حربا واذرح آپؐ کی خدمت میں آئے اور جزیہ دے کر صلح کر لی۔ آپؐ نے ہر ایک کے لئے صلح نامہ لکھ کر اسی مقام سے خالد بن الولید کو اکیدر ابن عبدالملک والی دومتہ الجندل کی جانب روانہ کیا۔ اکیدر بن عبدالملک کندہ کا بادشاہ نصرانی مذہب رکھتا تھا اور دومتہ الجندل کا حاکم تھا۔ آپؐ نے روانگی کے وقت خالد بن الولید کو اس بات سے باخبر فرما دیا تھا کہ اکیدر تم کو شکار کھیلتا ہوا ملے گا۔ اتفاقاً اکیدر ایک روز پیشتر شکار کھیلنے کو اپنے قلعہ سے نکل آیا تھا۔ شکار کے شوق نے اس کو رات بھر قلعہ کے باہر رکھا۔ صبح ہونے تک خالد بن الولیدؓ پہنچ گئے اور اس کو حراست میں کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے آپؐ نے اس سے جزیہ لے کر صلح کر کے اس کو واپس کر دیا۔

مجاہدین کی واپسی

مسلمان بیس روز تک تبوک میں مقیم رہے مگر نہ تو کوئی عرب مقصرہ میں سے مقابلہ پر آیا اور نہ رومیوں نے ہی سامنا کیا۔ اکیسویں روز وہاں سے کوچ کر کے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ راہ میں اتنا تھوڑا سا پانی ملا جو ایک دو آدمیوں کے سوا کسی اور کو سیراب نہ کر سکتا تھا مگر آپ کی ممانعت کے باوجود منافقین میں سے دو شخصوں نے اس پانی کو صرف کیا۔ آپؐ ان سے نہایت ناراض ہوئے اور باقی پانی میں اپنا دست مبارک رکھ کر دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے وہ پانی اتنا وافر کر دیا کہ تمام لشکر کو کافی ہو گیا۔

مسجد ضرار کا انہدام

آپ مدینہ کے قریب پہنچے تو تقریباً ایک ساعت کا فاصلہ رہ گیا ہو گا کہ آپؐ نے مالک بن دخشم سالمی ومعن بن عدی عجلی کو مسجد ضرار کو منہدم کرنے کے لئے بھیجا۔ اس مسجد کو منافقوں نے تعمیر کیا تھا۔ جب آپ غزوہ تبوک کی غرض سے جا رہے تھے تو منافقین نے آ کر یہ التجا کی کہ آپ اس مسجد میں نماز پڑھتے جائیں آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت سفر میں ہوں اور ایک اہم کام کے انجام دینے کے لئے جا رہا ہوں۔ واپسی کے بعد دیکھا جائے گا۔ لہٰذا واپسی کے وقت آپ کے حکم سے مالک ومعن نے اس کو گرا کر اس کے ملبہ کو جلا دیا۔

سورۂ برأت کا نزول

اس غزوہ میں بنوسلمہ سے کعب بن مالک اور بنوعمرو بن عوف سے مرارۃ بن الربیع اور ہلال بن امیہ بن واقف اگرچہ صالحین صحابہؓ میں سے تھے مگر شریک نہیں ہوئے۔ اسی وجہ سے بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پچاس دن تک ان افراد سے نہ کوئی بولتا تھا اور نہ ان سے کوئی معاملہ کیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ان کی توبہ مقبول ہوئی۔ وہ لوگ جو بلا کسی عذر کے اس غزوہ میں نہیں گئے تھے، تقریباً تیس آدمی تھے۔ سورۂ برأت میں بکثرت آیات ان منافقین کے ذکر میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ آخری غزوہ تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود شریک ہوئے تھے۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف کا محاصرہ چھوڑ کر جعرانہ سے مکہ تشریف لے آئے اور وہاں سے مدینہ تشریف لا رہے تھے تو راستے میں عروہ بن مسعود (طائف کے سردار) آ کر ملے اور نہایت سچائی سے ایمان لا کر آپ کی اجازت سے طائف والوں کو دعوت اسلام دینے کے لئے لوٹ گئے۔ واپسی کے بعد ایک دن جب کہ وہ اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہوئے اذان دے رہے تھے تو کسی شخص نے تیر مارا جس کے زخم سے وہ شہید ہو گئے۔ عروہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنے خون کا قصاص لینے سے روک دیا تھا اور یہ وصیت کی تھی کہ شہدائے مسلمین کی قبور میں دفن کیا جائے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے لڑکے ابوالملیح اور قارب بن الاسود بن مسعود مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

بنوثقیف کی اطاعت

اگر چہ مالک بن عوف پہلے سے ثقیف پر سختی کر رہے تھے، ان کی تجارت اور آمد و رفت بند کر رکھی تھی۔ ان کے مویشیوں کو چھین لیتے تھے بوقت ضرورت ان کے آدمیوں سے بیگار کراتے تھے مگر اس کے باوجود ثقیف کے قلوب اسلام کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے حتیٰ کہ ان لوگوں کو غزوۂ تبوک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کی اطلاع پہنچی۔ اس وقت ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اب عربوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے اور نہ ہم ان کے مقابلہ پر جا سکتے ہیں، پس انہوں نے عبدیالیل بن عمرو بن عمیر کو بمنت و سماجت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امان طلب کرنے، اظہار اسلام اور بیعت کے لئے بھیجنا چاہا۔ مگر عبدیالیل کو عروہ کی خلاف توقع شہادت نے مدینہ کی جانب نہ جانے دیا۔ جب تک کہ اس نے ان کے احلاف میں سے دو افراد کو اور تین آدمیوں کو بنو مالک سے اپنے ساتھ نہ لے لیا۔

رمضان سنہ 9ھ کو عبدیالیل اپنے رفقاء کے ساتھ بیعت و اظہار اسلام کی غرض سے مدینہ پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد کے ایک قبہ میں ٹھہرایا۔ خالد بن سعید بن العاص ان کی طرف سے وکیل تھے۔ جب تک خالد نہ کھاتے عبدیالیل اور ان کے ہمراہی بھی نہ کھاتے۔ انہوں نے آپ کے سامنے بذریعہ خالد بن سعید یہ تین امور رکھے: (1) یہ کہ تین سال تک لات نامی بت کو نہ توڑا جائے اس خیال سے کہ ان کی عورتیں اور ان کی اولاد اس کے زیادہ معتقد اور اس کی طرف زیادہ راغب ہیں یہاں تک کہ ان کو اسلام سے رغبت پیدا ہو جائے۔ (2) یہ کہ نماز معاف کر دی جائے۔ (3) یہ کہ ان کے اصنام خود ان کے ہاتھوں منہدم نہ کرائے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان استدعاؤں کو سن کر پہلی استدعا سے قطعاً انکار فرمایا بلکہ اس سے ناراضگی ظاہر کی۔ دوسری استدعا کی نسبت ارشاد فرمایا کہ "لا خیر فی دین لا صلواۃ فیہ" (اس دین میں کوئی اچھائی نہیں ہے جس میں نماز نہیں) اور تیسری استدعا کی بابت فرمایا کہ یہ ممکن ہے۔ عبدیالیل اور ان کے ساتھیوں نے اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ نے ان پر سب سے کم سن عثمان بن ابی العاص کو حاکم مقرر فرمایا کیوں کہ یہ دوسروں کی نسبت مذہبی امور سیکھنے اور قرآن پڑھنے کا شوق زیادہ رکھتے تھے۔

لات کی تباہی

انہیں لوگوں کے ساتھ ابوسفیان بن حرب و مغیرہ بن شعبہ لات کو منہدم کرنے کے لئے روانہ کئے گئے تھے۔ لیکن ابوسفیان کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے اور مغیرہ نے پہنچ کر اپنے ہاتھ سے لات کو توڑ کر گرا دیا۔ بنو معتب دور سے حیرت و خوف بھری آنکھوں سے اس منظر کو دیکھتے رہے۔ اس اثناء میں ابوسفیان بھی پہنچ گئے۔ بت خانہ میں جو مال و اسباب و زیورات تھے سب کو اکٹھا کر کے پہلے اس سے عروہ و اسود پسران مسعود کا قرض ادا کیا گیا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اور بعد ازاں باقی مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

باب:۹

فتح مکہ کے نتائج اور سنۃ الوفود

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے فارغ ہوئے اور ثقیف مسلمان ہو گئے۔ تو عرب کے طول وعرض سے بے شمار وفود آنے لگے، یہاں تک کہ مؤرخین نے اس سنہ کو سنۃ الوفود کے نام سے موسوم کر دیا۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ عرب دراصل عرب کے سب سے بڑے قبیلہ قریش کی اسلام سے مخالفت وموافقت کا انتظار کر رہے تھے اور یہ دیکھ رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قریش میں کیا فیصلہ ہوتا ہے کیونکہ قریش تمام عرب کے سردار، ان کے ہادی، ان کے بیت اللہ اور معبد کے مجاور، شہر حرام کے حلال کرنے والے اور حلال کے حرام کرنے والے اور قومی وملکی روایت کے اعتبار سے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد تھے۔ عرب کا کوئی قبیلہ ان کی برتری اور ہادی ہونے اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہونے کا انکار نہیں کر سکتا تھا۔ چونکہ قریش آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمر بستہ، آپ سے لڑنے پر مستعد اور آپ کے دین کے کھلے دشمن ہو گئے تھے، اس وجہ سے تمام عرب میں ایک شور مچا ہوا تھا مگر جب اللہ کی عنایت سے مکہ فتح ہوا اور قریش نے اسلام قبول کر لیا تو اس وقت عربوں کو معلوم ہو گیا کہ اب کسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں اور نہ کوئی ان کی مخالفت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس لحاظ سے عربوں کے گروہ کے گروہ فتح مکہ کے بعد آ کر مشرف بہ اسلام ہونے لگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اذا جاء نصر الله والفتح ورايت الناس يدخلون فى دين الله افواجا، نسج بحمد ربك واستغفره انه كان توابا" (جب اللہ کی مدد اور نصرت آ جائے گی اور سب لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتا ہوا دیکھیں گے تو آپ اپنے رب کی حمد وثنا کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرنے لگیں اور استغفار کرنے لگیں۔ بے شک اللہ خوب توبہ قبول کرنے والا ہے)۔

بنو تمیم کی آمد

غزوۂ تبوک کے بعد سب سے پہلے آنے والا وفد بنو تمیم کا تھا۔ اس میں ان کے حسب ذیل رئیس شامل تھے۔

عطارد بن حاجب بن زرارہ بن عدس (بنو دارم بن مالک سے) وحتات بن زید واقرع بن حابس وزبرقان بن بدر (بنو سعد سے) وقیس بن عاصم وعمرو بن الاہتم (یہ دونوں بنو منقر سے تھے) ونعیم بن زید اور عیینہ بن حصن فزاری۔

اگرچہ اقرع وعیینہ فتح مکہ ومحاصرۂ طائف میں موجود تھے مگر اس وقت بنو تمیم کے وفود کے ساتھ شامل ہو کر آئے تھے، بہر حال جیسے ہی یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے کہا: اخرج يا محمدؐ (اے محمدؐ نکلیے) آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آواز سن کر باہر تشریف لائے مگر ان کی اس بے ادبی سے آزردہ خاطر ہوئے، بنو تمیم کے وفد نے کہا "جئنا نفاخرك بخطيبنا و شاعرنا" (ہم اپنے خطیب وشاعر کے ساتھ فخر کرنے کے لئے آئے ہیں) آپؐ نے ان کے خطیب کو اجازت دی۔ جب ان کا خطیب عطارد خطبہ پڑھ چکا اور اس میں اپنے مفاخر کا تذکرہ کر چکا تو ان کا شاعر زبرقان بن بدر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے اپنی قوم کے حوالے سے اپنے فخریہ اشعار پڑھے:

بعد ازاں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو الحرث بن الخزرج سے ثابت بن قیس بن الشماس اور حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہما) کو طلب کیا۔ ان دونوں بزرگوں نے خطبہ واشعار پڑھے جس کو سن کر بنو تمیم کے وفود حیرت زدہ رہ گئے اور بے ساختہ یہ کہہ اٹھے هذا الرجل مو مويد من الله خطيبه اخطب من خطيبنا و شاعره اشعر من شاعرنا و امواتهم اعلى من اصواتنا. (ان کی اللہ تائید فرماتا ہے اور ان کا مقرر ہمارے مقرر سے اور شاعر ہمارے شاعر سے بڑھ کر ہے اور ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے بلند ہیں۔)

بعدازاں ان لوگوں نے سر اطاعت جھکا دیئے اور بطیب خاطر اسلام قبول کر لیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو معقول صلہ مرحمت فرمایا۔ یہ آپ کی عادات حسنہ سے تھا کہ جب کوئی وفد خدمت عالیہ میں آتا تھا تو اس کی آپ عزت کرتے اور جب وہ رخصت ہونے لگتا تو اس کو صلہ ضرور مرحمت فرماتے تھے۔

حمیر کے بادشاہ کا خط

تبوک سے واپسی کے بعد رمضان میں حمیر کے بادشاہ کا خط حرث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان کی معرفت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے۔ بعض کہتے ہیں کہ ذی رعین و ہمدان و معاذ لے کر آئے تھے اور زرعہ ابن ذی یزن کی جانب سے مالک بن مرۃ الرہادی نے خدمت اقدس میں ساتھ حاضر ہو کر بت پرستی سے نفرت اور اسلام کا اظہار کیا۔ آپ نے اس کے نام ایک خط لکھا یا اور معاذ ابن جبل کو اس کے قاصد مالک بن مرہ کے ساتھ صدقات جمع کرنے اور ارکان دین سکھانے بھیجا۔ اس کے بعد عبداللہ بن ابی سلول جو منافقین کا سردار تھا ذی قعدہ میں مر گیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی کے انتقال کی اطلاع صحابہؓ کو دی کہ وہ ماہ رجب میں غزوۂ تبوک سے قبل انتقال کر گیا۔

چند اور وفود

انہیں دنوں تیرہ افراد پر مشتمل بہرا کا وفد آیا اور مقداد بن عمرو کے یہاں مقیم ہوا۔ دوسرے دن مقداد بن عمرو ان کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے مسجد میں حاضر ہوئے۔ ان لوگوں نے اسلام کا اظہار کیا۔ آپ نے ان کو صلہ مرحمت فرمایا۔ وہ لوگ خوش ہو کر لوٹے۔ پھر بنو البکاء کا تین رکنی وفد اور بنو فزارہ کا دس رکنی وفد (جس میں خارجہ بن حصن اور ان کے برادر زادہ جر بن قیس بھی تھے) اور طے سے عدی بن حاتم کا وفد یکے بعد دیگرے آئے اور اسلام لائے۔

بنت حاتم کی گرفتاری اور رہائی

عدی بن حاتم کے وفد کے آنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؓ کو طے کی طرف ایک سریہ کا سربراہ مقرر کر کے بھیجا تھا۔ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے طے کے نزدیک پہنچ کر ان پر شب خون مارا، حاتم کی لڑکی کو قید کر لیا اور ان کے بت خانہ میں سے دو تلواروں پر قبضہ کر لیا، جن کو حرث بن ابی شمر نے چڑھایا تھا۔ عدی اس شب خون سے پہلے لشکر اسلام کی روانگی کی اطلاع پا کر شام میں بلاد قضاعہ کی طرف فرار ہو گیا تھا۔ وہاں اس کے ہم خیال اور ہم مذہب (نصاریٰ) بکثرت تھے۔ لہٰذا حاتم کی لڑکی گرفتار ہو کر آئی، اور حسب معمول خطیرہ (دروازۂ مسجد کے سامنے جہاں کافر عورتیں اور بچے اسیر رکھے جاتے تھے) میں قید کی گئی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطیرہ کی طرف سے گزرے تو اس وقت حاتم کی لڑکی نے روتے ہوئے کہا ''میرا باپ مر گیا جو سرپرست تھا وہ فرار ہو گیا، مجھ پر احسان کیجئے، اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ احسان کرے گا۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تیرا سرپرست کون تھا؟ لڑکی بولی: عدی ابن حاتم۔ پھر آپؐ نے فرمایا: وہی اللہ اور اس کے رسولؐ سے بھاگا ہے۔ لڑکی نے کہا: ہاں۔ اسی قسم کے سوال و جواب دو دن متواتر ہوئے۔ تیسرے دن جب کہ وہ اپنی التجا کے پورا ہونے سے ناامید ہو گئی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ پر احسان کرتا ہوں۔ اور تجھے بلا فدیہ رہا کرتا ہوں لیکن تو جانے میں جلدی نہ کر۔ تیری قوم کا کوئی آدمی آ جائے تو میں اس کے ساتھ تجھ کو بھیجوں گا، تا کہ تو آسانی کے ساتھ بھائی کے پاس پہنچ جائے۔ اتفاقاً اس واقعہ کے دوسرے دن چند لوگ اس کی قوم کے بنو قضاعہ کے قافلہ کے ساتھ شام جا رہے تھے آپؐ نے اس کو ان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔

عدی بن حاتمؓ کی اطاعت

جس وقت اس کی اپنے بھائی عدی سے ملاقات ہوئی، تھوڑی دیر تک صدمۂ مفارقت سے دونوں خاموش رہے۔ اس کے بعد عدی نے اپنی

بہن سے اپنی بابت پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے۔اس شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملوں یا اپنی بقیہ عمر خانہ بدوشی میں بسر کردوں۔اس کی بہن نے کہا کہ وہ شخص ملنے کے قابل ہے، نہایت خلیق اور اعلیٰ درجہ کا محسن ہے۔عدی اس کلام کے سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی قوم کی طرف سے وفد کی صورت مسجد نبوی میں حاضر ہوا۔آپ نے اس کی بیحد عزت کی اور اپنے ساتھ اپنے دولت خانہ پر لے آئے۔خود زمین پر بیٹھے اور مہمان کو گدے پر بٹھایا۔راستے میں ایک ضعیف عورت مل گئی۔جب تک وہ بات کرتی رہی آپ کھڑے رہے۔عدی بن حاتم کو اس خلق نے تسخیر کرلیا اس کو اس بات کا پورا پورا یقین ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق نبی ہیں، ظاہری بادشاہ نہیں ہیں پھر باتوں باتوں میں آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تو اپنی قوم کے ہمراہ لڑائی پر جاتا ہے اور ان سے مال غنیمت میں سے چوتھائی لیتا ہے۔عدی بن حاتم نے کہا: ہاں۔آپ نے فرمایا: ''یہ تیرے دین میں ناجائز ہے، عدی بن حاتم یہ سن کر متعجب ہوگیا اور اس کو آپ کی نبوت کا اور زیادہ وثوق ہوگیا۔

بعدازاں آپ نے ارشاد فرمایا کہ شاید تم کو اس دین میں داخل ہونے سے اہل ایمان کی محتاجی مانع ہوگی کیونکہ تم مشاہدہ کرتے ہو کہ ان کی حاجتیں بہت ہیں، اگرچہ اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو اس قدر مال دے گا کہ یہ کسی کو مال دینا چاہیں گے تو کوئی لینے والا دکھائی نہ دے گا اور پھر تم کو اس دین میں یہ امر بھی داخل ہونے سے روکے گا کہ یہ لوگ تعداد میں تھوڑے ہیں اور ان کے دشمن بہت ہیں، بخدا اس میں تم ذرہ بھر بھی شک نہ کرو کہ تم جلد ہی یہ سنو گے کہ ایک عورت قادسیہ سے اپنے اونٹ پر سوار بے خوف وخطر اس مکان کی زیارت کو آئے گی اور شاید تمہیں اس دین کے قبول کرنے میں یہ خیال بھی مانع ہوگا کہ حکومت وسلطنت دیگر اقوام کے پاس ہے مگر تم یقین رکھو کہ جلد ہی یہ لوگ بابل کا شاہی محل تسخیر کرلیں گے اور مشرق سے مغرب تک ان کی حکومت ہوگی۔عدی بن حاتم خاموش بیٹھا ہوا یہ سب باتیں سنتا رہا۔جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلۂ کلام منقطع ہوا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اسلام قبول کرکے اپنی قوم میں لوٹ آیا۔

حج اور برأت کا اعلان

بعدازاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورۂ برأت کی ابتدائی چالیس آیات نازل فرمائیں جن میں اس معاہدے میں ترمیم کرنے کا بیان تھا جو آپ کے اور مشرکین کے درمیان، بیت اللہ کی زیارت سے نہ روکنے کے سلسلے میں ہوا تھا جس میں یہ احکام تھے کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں گے اور بیت اللہ کا طواف بے لباس ہوکر نہ کریں اور جس سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی عہد کیا ہے وہ اس کی مدت تک پورا کردیا جائے اور ان لوگوں کے لئے جن کے ساتھ عہد نہیں کیا گیا یوم النحر یعنی بقرعید سے چار روز بعد، سے چار ماہ تک کی مدت مقرر ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام حج میں ابوبکر صدیقؓ کو امیر حج مقرر کرکے ان آیات کے ساتھ روانہ کیا، جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے، جب یہ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو آپ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو روانہ کیا۔حضرت علیؓ نے حضرت صدیقؓ سے ان آیات کو لے لیا۔

ابوبکرؓ اس خیال اور خوف سے کہ شاید کوئی آیت ان کی نسبت نازل ہوئی ہوگی لوٹ آئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔آپ نے فرمایا کہ کوئی آیت تمہارے حق میں نازل نہیں ہوئی مگر ان آیات کو کوئی غیر شخص مشرکین تک نہیں پہنچا سکتا سوائے میرے یا میرے خاندان والوں کے۔لہٰذا حضرت ابوبکرؓ صدیق حج کرانے پر اور حضرت علیؓ سورۂ برأت کی آیات سنانے پر مامور ہوئے۔ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے قریب عقبہ یوم النحر کھڑے ہوکر سورہ برأت کی آیات پڑھ کر لوگوں کو سنادیں۔

طبری نے تحریر کیا ہے کہ اسی سنہ میں آیۂ: ''خذ من اموالھم صدقة تطھرھم و تزکیھم'' (لے ان کے مال سے صدقہ طاہر کران کو اور پاک کران کو) نازل ہوئی۔جس سے مسلمانوں پر صدقات فرض ہوئے اور ثعلبہ بن سعد اور قضاعہ سے سعد ندیم کے وفود آئے اور بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو وفد بنا کر بھیجا۔آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اسلام کی بیعت لی اور توحید، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج اور صدقہ کی علیحدہ علیحدہ تعلیم فرمائی۔ضمام بن ثعلبہ نے کہا: بیشک میں ان فرائض کو ادا کروں گا اور جس سے آپ نے مجھے منع فرمایا ہے اس سے دور رہوں گا اور بخدا اس سے زیادہ نہ کروں گا اور نہ اس سے کم کروں گا۔جب یہ خدمت اقدس سے لوٹے تو آپ نے فرمایا کہ: ''اگر اس شخص نے جیسا کہ عہد کیا

ہے عمل کیا تو سیدھا جنت میں جائے گا۔'' مؤرخین نے لکھا ہے کہ ضمام بن ثعلبہ جس وقت اپنی قوم میں پہنچے، اسی وقت ان کی قوم نے بالاتفاق اسلام قبول کر لیا اور جمہور کا یہ خیال ہے کہ ضمام بن ثعلبہ سنہ 5 ھ میں آئے تھے۔ یہ واقعات سنہ 9 ھ کو مکمل کر دیتے ہیں اور بعد ازاں سنہ 10 ھ کا آغاز ہوتا ہے۔

نجرانیوں کی اطاعت

سنہ 10 ھ کے ماہ ربیع الثانی یا جمادی الاول میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن الولید کو ایک سریے کا سردار مقرر کر کے نجران اور اس کے نواحات کی جانب روانہ فرمایا اس سریے میں چار سو صحابی تھے۔ آپؐ نے خالد بن الولید کو سمجھا دیا تھا کہ پہلے بنو حرث بن کعب کو تین بار دعوت اسلام دینا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کو دین و مذہب کی تعلیم کرنا ورنہ ان سے لڑنا۔ جس وقت خالد بن الولید نجران پہنچے اور دعوت اسلام دی لوگوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ خالد بن الولید نے ایک اطلاعی خط میں اس واقعہ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ چنانچہ آپ کی تحریر کے موافق بنو حرث بن کعب وفد کے ساتھ مدینہ آ گئے۔ بنو حرث بن کعب کے وفد میں قیس بن الحصین ذوالقصہ و یزید بن عبدالمدان و یزید بن المحجل و عبداللہ بن قراد الزیادی و شداد بن عبداللہ الضبابی و عمرو ابن عبداللہ الضبابی تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نہایت عزت و تکریم کی اور ان سے پوچھا کہ تم لوگ جاہلیت میں اپنے اعداء میں کس وجہ سے غالب ہوتے تھے۔ ان لوگوں نے کہا کہ ''ہم لوگ آپس میں جو کام کرتے تھے باہم متفق ہو کر کرتے تھے۔ نفاق کو پاس بھی نہ آنے دیتے تھے اور جب فاتح ہوتے تھے تو کسی پر ظلم نہ کرتے تھے''۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تم سچ کہتے ہو ہمیشہ اتفاق سے کام لینا اور نفاق سے محترز رہنا۔ شروع ماہ ذی قعدہ سنہ 10 ھ میں جس وقت یہ لوگ مدینہ سے نجران واپس ہوئے آپ نے قیس بن الحصین کو ان کا سربراہ مقرر فرمایا اور ان کے پیچھے عمرو بن حزم بخاری کو فرائض و سنن کی تعلیم کے لئے نجران کا عامل بنا کر روانہ کیا اور ایک فرمان تحریر کر کے انہیں عنایت فرمایا جس کا اہل سیر نے ذکر کیا ہے اور فقہاء نے اپنے استدلال میں اس پر اعتماد کیا ہے۔

فرمان نبویؐ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا کتاب من اللہ ورسولہ یاایھا الذین امنوا وفوا بالعقود عھدا من محمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعمر و بن حزم حین بعثہ الی الیمن امرہ بتقوی اللہ فی امرہ کلہ فان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا فرمان ہے۔ اے ایمان والو! اپنے وعدے پورے کرو رحمت عالم نے عمرو بن حزم کو جب کہ انہیں آپؐ نے یمن کا حکمران مقرر کر کے بھیجا تھا یہ عہد نامہ دیا تھا اس میں آپ نے انہیں ان کے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ: ''اللہ ان کے ہمراہ ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور ان کے ساتھ بھی جو احسان کرنے والے ہیں'')۔

ابن حزم کے لئے مزید ارشادات نبویؐ

اس فرمان کے علاوہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن حزم بخاری کو رخصت ہونے کے وقت یہ نصیحتیں فرمائی تھیں کہ ہمیشہ حق پر چلنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دینا اور قرآن حکیم کی تعلیم دینا اور اس کے معانی کے سمجھنے کا طریقہ بتلانا اور لوگوں کو منع کرنا کہ کوئی شخص قرآن کو اس وقت تک ہاتھ نہ لگائے جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائے اور عام طور سے ان کو ان کے نفع و نقصان سے باخبر کرتے رہنا، راہ راست پر چلنے کی صورت میں لوگوں سے نرمی کرنا اور کج روی کی صورت میں ان پر سختی کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو حرام کیا ہے اور ظلم کرنے

سے منع کیا ہے (جیسا کہ اپنے کلام میں "الا لعنة الله على الظالمين" (کان کھول کر سن لو ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے) اور لوگوں کو جنت کی بشارت دینا اور اس کے ملنے کے اعمال بتلانا اور دوزخ سے خوف دلانا۔ نیز اس سے بچنے کی تدبیر سکھانا، لوگوں کو متحد رکھنا تا کہ اشاعت دین ہو اور لوگ بہ رضا و رغبت دین اسلام قبول کریں۔ حج و عمرہ کے فرائض و سنن اور جس کا اللہ تعالیٰ نے حج و عمرہ میں حکم دیا ہے ان کو بتلانا، نماز کی تعلیم کرنا اس طرح پر کہ کوئی شخص ایک کپڑا چھوٹا پشت پر ڈال کر نماز نہ پڑھے مگر یہ کہ وہ اس قدر بڑا ہو کہ اس کے کنارے دونوں کندھوں کو ڈھانپ لیں اور کوئی شخص آسمان کے نیچے اپنی شرم گاہ کو نہ کھولے رکھے اور اپنے سر کے بالوں کو جب کہ وہ بڑھائے جائیں نہ کٹائے اور صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے اور اسی سے امداد طلب کی جائے۔ کوئی شخص اپنے ہم جنس اور دیگر مخلوقات سے دعا نہ مانگے اور جو شخص اس سے باز نہ آئے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کرے تو اس پر سختی کرنی چاہئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے اور لوگوں کو وضو پورا کرنے اور وقت پر نماز پڑھنے، رکوع و سجود کو پورے اطمینان سے کرنے کی تعلیم دینا اور ہمیشہ نماز صبح غلس (آخر شب کے اندھیرے) میں اور ظہر بعد زوال آفتاب اور نماز عصر جس وقت سایہ اصلی سے سایہ بڑھ جائے اور مغرب رات کے آتے ہی (اس میں اس قدر دیر نہ کی جائے کہ ستارے نکل آئیں) اور عشاء اول ثلث شب میں ادا کرنا اور تعلیم دینا اور جمعہ میں بعد اذان تمام کاروبار چھوڑ کر مسجد جانے اور غسل کرنے کا حکم دینا۔ مومنین سے خمس، صدقہ اور زکوٰۃ لینا۔ جو یہودی یا عیسائی سچے دل سے مسلمان ہو جائے اور دین اسلام قبول کرے، اس کے حقوق وہی ہوں گے جو دیگر مسلمانوں کے ہیں اور جو یہودی یا نصرانی یا اور کسی مذہب کا پابند ہو، وہ مرد ہو یا عورت ہو۔ حر ہو یا غلام اس سے جزیہ ایک دینار یا اس کے عوض کپڑا وغیرہ وصول کرنا، پس جو شخص اس کی ادائیگی سے انکار کرے گا وہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور کل مومنین کا دشمن ہے۔ انتهى صلوٰت الله على محمدٍ وآله واصحابه اجمعین۔

غسان کی تین رکنی جماعت

سنہ 10ھ کے ماہ رمضان میں غسان کا تین رکنی وفد آیا۔ ان لوگوں نے بھی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور اپنی قوم میں واپس چلے گئے چونکہ ان کی قوم نے اسلام قبول نہ کیا لہٰذا ان لوگوں نے اپنے اسلام کو چھپایا حتیٰ کہ ان میں سے دو بحالت اسلام مر گئے اور ایک ابو عبیدہ عامرؓ سے یرموک میں ملے تھے۔ انہوں نے اپنے اسلام سے ان کو باخبر کیا تھا اسی مہینہ میں بنو عامر کا بھی دس آدمیوں کا وفد آیا اور اسلام قبول کیا، یہ وفد ضروریات دین سیکھ کر اپنی قوم میں لوٹا۔

شوال میں سلامان کا سات رکنی وفد آیا جس میں ان کے سردار حبیب ابن عمرو بھی تھے یہ بھی اسلام لائے اور فرائض و سنن کی تعلیم پا کر واپس گئے۔ انہیں دنوں ازد کا دس آدمیوں کا وفد آیا جس میں صرد بن عبداللہ ازدی بھی تھے۔ یہ لوگ فردہ بن عمرو کے ہاں مقیم ہوئے۔ اگلے دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر مشرف بالاسلام ہوئے۔ آپ نے صرد بن عبداللہ کو ازد کے مسلمانوں کا امیر بنایا اور گرد و نواح کے مشرکین پر جہاد کرنے کا حکم دیا۔

جرش کے مشرکین کا محاصرہ

چنانچہ واپسی کے بعد صرد بن عبداللہ نے جرش کا محاصرہ کیا۔ اس وقت جرش میں کچھ لوگ خشعم اور یمن کے چند قبیلے بستے تھے شہر بھی محفوظ تھا علاوہ اس کے اہل یمن بھی مسلمانوں کے حملے کی خبر سن کر اس کی مدد کو آ گئے۔ ایک ماہ تک صرد نے جرش کو محاصرہ میں رکھا۔ جب فتح ہوتا نہ دکھائی دیا تو صرد محاصرہ چھوڑ کر پیچھے ہٹے۔ اہل جرش نے صرد کے پیچھے ہٹنے کو پسپائی خیال کر کے ان کا پیچھا شروع کیا۔ جبل شکر میں پہنچ کر صرد نے قدم جما دیئے اور صف آرائی کر کے جنگ پر تیار ہو گئے۔ اہل جرش کو اس واقعہ میں شکست ہوئی۔ اس سے پیشتر اہل جرش نے دو افراد کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر آپ کے حالات دریافت کرنے اور دیکھنے کی غرض سے روانہ کیا تھا۔ آپ نے ان لوگوں کو واقعہ جبل شکر اسی روز بتلایا جس روز وہ واقعہ رونما ہوا تھا پھر جب وہ لوگ اپنی قوم میں لوٹے اور آپ کے حالات ان سے سنے تو وہ لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

اطراف یمن سے وفود کی آمد

اسی سنہ میں ہمدان ایمان لائے، ان کے وفو دحضرت علی ابن ابی طالبؓ کے ساتھ حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ واقعہ اس کا یوں ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن الولیدؓ کو یمن کی جانب بغرض دعوت اسلام روانہ کیا تھا۔ یہ چھ ماہ تک وہاں ٹھہرے ہوئے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے مگر کسی نے قبول نہ کیا، تب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ خالد بن ولیدؓ کو واپس کر دینا۔ حضرت علیؓ نے مقامات یمن میں پہنچ کر لوگوں کو جمع کیا۔ پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب وعتاب سے ڈرایا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان واذا شان پڑھ کر سنایا۔ بہ افضال الٰہی کل ہمدان نے اسی روز اسلام قبول کر لیا۔ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے بذریعہ تحریر اس واقعہ سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باخبر کیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں سجدۂ شکر ادا کیا اور تین بار السلام علیٰ ہمدان فرمایا۔ اس کے بعد اہل یمن جوق درجوق مسلمان ہونے لگے اور ان کے قبائل کے وفود بھی بکثرت آنے لگے۔

ملوک کندہ کا وفد

اسی برس فردہ بن مسیک مرادی کے ہمراہ مراد کا وفد ملوک کندہ سے الگ ہو کر آیا اور اسلام قبول کر کے سعد بن عبادہؓ کے ہاں بغرض تعلیم قرآن وفرائض اسلام مقیم رہا۔ واپسی کے وقت آپ نے فردہ بن مسیک مرادی کو مراد وز بید ومزحج کا عامل مقرر فرمایا اور حضرت خالد بن سعید بن العاص کو ان کے ساتھ صدقات کی وصولی کو بھیجا، چنانچہ خالد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت تک اسی کام پر مامور رہے۔ اس کے بعد عمرو بن معد بن یکرب زبیدی نے قیس بن مکشوح مرادی سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلنے کے لئے کہا۔ جب قیس نے انکار کیا تو عمرو بن معد یکرب زبید کا وفد ہو کر حاضر ہوا اور اسلام لا کر اپنی قوم میں لوٹا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گیا۔

عیسائی قبیلے کا وفد

اسی سال میں عبدقیس کا وفد آیا جس میں جارود بن عمرو سربراہ تھا۔ اس قبیلہ کے تمام چھوٹے بڑے عیسائی مذہب رکھتے تھے مگر واپسی کے بعد قبیلہ جارود بن عمرو کے سب لوگ مسلمان ہو گئے تھے اور وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منذر بن نعمان بن المنذ رمعروف بہ عرور کے ہمراہ مرتد ہو گئے مگر جارود بن عمرو بدستور اپنے اسلام پر ثابت قدم رہے اور نہایت استقلال سے باوجود اپنی قوم کی عداوت کے احکام کی پابندی اور ممنوعات سے محترز رہے، حتیٰ کہ ان کا انتقال عبدقیس کی واپسی سے قبل ہی ہو گیا۔

امارت بحرین کا منصب

فتح مکہ سے قبل آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علاء بن الحضرمی کو منذر بن ساوی العبدی کی طرف سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ منذر انہیں کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے۔ انہوں نے نہایت خوبی سے اپنی اسلامی زندگی گزاری یہاں تک کہ آپ کی وفات کے بعد قبل روت اہل بحرین ان کا انتقال ہوا۔ علاء بن الحضرمی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بحرین کے امیر مقرر کئے گئے تھے۔

بنوحنیفہ کے وفد کی آمد

اسی سنہ میں بنوحنیفہ کا وفد آیا جس میں مسیلمہ بن حبیب کذاب اور رجال بن عنفوہ اور طلق بن علی بن قیس شامل تھے اور سلمان بن حنظلہ ان کا سربراہ تھا ان لوگوں نے مدینہ میں پہنچ کر اسلام قبول کیا۔ چند روز ٹھہرے اور ابی ابن کعب سے قرآن پڑھتے رہے۔ رجال وطلق وغیرہ اکثر خدمت اقدسؐ میں آتے تھے جبکہ مسیلمہ اپنی جائے قیام پر باجازت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغرض حفاظت اسباب رہتا۔ جب یہ سب یمامہ واپس آئے تو مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ طلق نے اس امر کی گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنا شریک ٹھہرا لیا ہے۔ بہت سے

آدمی اس فتنہ میں پھنس گئے جو کہ آئندہ صفحات میں تحریر کیا جائے گا۔

اہل کندہ کی آمد

اسی سنہ میں تقریباً دس آدمیوں پر مشتمل کندہ کا وفد جن کا سردار شعث بن قیس تھا آیا۔ بعض کہتے ہیں کہ کندہ کے وفود میں ساٹھ اور بعض کہتے ہیں، اسی آدمی تھے۔ یہ لوگ ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اسلام لانے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ریشمی کپڑے پہننے کی ممانعت فرمادی۔ اشعث نے آپ سے عرض کیا ''نحن بنو آكل المرار وانت ابن آكل المرار'' (ہم لوگ آکل المرار کی اولاد ہیں اور تم بھی آکل المرار کے لڑکے ہو) یعنی ہم اور تم ایک خاندان کے ہیں مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلام سن کر ہنس کر فرمایا: ہم نضر ابن کنانہ کی اولاد ہیں۔ نہ تو ہم اپنی ماں پر تہمت لگاتے ہیں اور نہ اپنے باپ سے انکار کرتے ہیں۔ عباس بن عبدالمطلب اور ربیعہ بن الحرث نے اپنے کو اس سے منسوب کیا ہے۔ یہ دونوں آدمی تجارت پیشہ تھے۔ جب اطراف وجوانب عرب میں جاتے تھے تو اپنے آپ کو بنو آکل المرار بتاتے تھے۔ اس وجہ سے کہ ان کے جد کلاب بن مرہ کی ماں کندہ میں سے تھی'' چونکہ بنو آکل المرار کندہ کا حکمران خاندان تھا اس لحاظ سے بہ نظر تفاخر عباس و ربیعہ اپنے مادری سلسلہ کے خیال سے خود کو آکل المرار کی طرف منسوب کرتے تھے۔

وائل بن حجر اور حضرموت کے وفد کی آمد

اسی دور میں کنانہ کے وفد کے ساتھ حضرموت کا بھی وفد آیا۔ یہ لوگ دلیعہ کی نسل سے ہیں۔ ان کے سردار جمد مخوس ومشرح بھی آئے ہوئے تھے۔ سب نے بخوشی اسلام قبول کیا اور وائل بن حجر بھی انہیں ایام میں حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سر پر شفقت ومحبت سے ہاتھ پھیر کر ان کے لئے دعا فرمائی۔ اور ان کے آنے کی خوشی میں الصلوٰۃ جامعۃ کی ندا دلوا کر نماز شکرانہ پڑھی۔ معاویہ کو حکم دیا کہ وائل ابن حجر کو قبا میں لے جا کر ٹھہرائیں۔ وائل بن حجر سوار تھے اور معاویہؓ پیادہ۔

معاویہؓ نے اثناء راہ میں کہا کہ تم مجھ کو اپنی جوتیاں دیدو تا کہ زمین کی گرمی سے میرے پاؤں محفوظ رہیں۔ وائل نے کہا: میں تمہیں نہیں پہنانا چاہتا کیونکہ میں انہیں پہن چکا ہوں۔ اس پر معاویہ نے کہا: اچھا تم اپنے پیچھے مجھے بٹھالو۔ وائل نے جواب دیا کہ تم ملوک کے پیچھے بیٹھنے والوں میں سے نہیں ہو۔ پھر معاویہؓ نے کہا کہ زمین کی تپش نے میرے پاؤں جلا دیئے۔ وائل یہ سن کر بول اٹھے ''امش في ظل ناقتي كفاك به شرفاء۔'' (تو میرے ناقہ میں سایہ میں چل تیرے لئے یہی شرف کافی ہے) بیان کیا جاتا ہے کہ زمانہ خلافت معاویہ میں وائل ان کے پاس بھی وفد کی صورت میں گئے تھے، انہوں نے بھی ان کی عزت کی تھی۔

اسی سنہ میں محارب کے دس آدمیوں کا اور مذحج سے الرہا کے پندرہ آدمیوں کا وفد آیا اور مسلمان ہو کر انہوں نے قرآن پڑھا اور اسلامی فرائض کی تعلیم لے کر اپنی قوم میں واپس گئے، پھر اسی قوم کے کچھ لوگ خدمت اقدس میں آئے اور آپ کے ہمراہ انہوں نے حج ادا کیا۔

نجرانیوں کی آمد

بعد ازاں نجران کے نصاریٰ کا وفد حضرموت سے آیا جس میں ستر افراد تھے اور ان کا سردار عاقب عبدالمسیح (کندہ سے) اور ان کا اسقف ابو حارثہ (بکر بن وائل) اور سید ایہم تھا ان لوگوں نے مسجد نبوی میں داخل ہو کر دینی امور میں بحث ومباحثہ شروع کیا۔ اسی اثناء میں سورۂ آل عمران کے شروع کی آیات اور آیہ مباہلہ نازل ہوئی۔ نصرانیان نجران نے مباہلہ کرنے سے گریز کیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی استعداد کے مطابق ان سے صلح کرلی۔ اور ہزار حلہ صفر اور ہزار رجب میں اور چند زرہیں اور نیزے اور گھوڑے بطور جزیہ ان پر مقرر فرمایا۔ ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو ان کا عامل مقرر کر کے ان کے ساتھ روانہ کیا۔ بعد ازاں عاقب وسید آئے اور مسلمان ہوگئے۔

صدف کا وفد حضرموت سے آیا جس میں کم وبیش دس افراد شامل تھے۔ ان سب نے بخوشی اسلام قبول کیا۔ فرائض اسلام اور اوقات نماز سیکھ

کر واپس گئے۔ یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے۔

عبس اور خولان کے وفود

بعد میں عبس کا وفد آیا۔ ابن کلبی کہتے ہیں کہ ان میں صرف ایک فرد وفد لے کر آیا تھا اور مسلمان ہو کر جب واپس جا رہا تھا تو راستے میں انتقال ہو گیا۔ طبری کہتے ہیں کہ عدی بن حاتم بھی ماہ شعبان میں وفد لے کر آیا تھا۔

انہی ایام میں خولان کا دس آدمیوں کا وفد آیا۔ سب نے اسلام قبول کیا اور اپنے بت کو توڑ ڈالا۔ اس سے قبل زمانہ صلح حدیبیہ میں قبل خیبر رفاعہ بن زید ضبیبی قبیلہ جذام سے وفد لے کر آئے اور ایک غلام بطور ہدیہ پیش کیا۔ جب یہ مسلمان ہو کر واپس ہونے لگے تو آپ نے ان کو ایک خط بہ متعلق دعوت اسلام دیا جس سے ان کی قوم بھی مسلمان ہو گئی۔

بنو ضلیع کی شر پسندی اور انجام

اس عرصہ میں وحیہ بن خلیفہ کلبی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیر ہو کر گئے تھے، ہرقل کے یہاں سے واپس آ رہے تھے اور ان کے ساتھ کچھ تجارتی مال بھی تھا۔ بطون جذام سے ہنید بن عوض اور اس کی قوم بنو ضلیع نے غفلت کی حالت میں وحیہ پر شبخون مارا اور جو کچھ مال و اسباب ان کے ساتھ تھا، سب لوٹ لے گئے۔ اسی واقعہ نے آئندہ جہاد کا دروازہ کھول دیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنو جذام پر حملہ کرنے کو ابھارا۔ اتفاق سے اس واقعہ کی اطلاع بنو ضبیب کے مسلمانوں کو بھی ہو گئی۔ انہوں نے یک جا ہو کر ہنید اور اس کی قوم سے وہ کل مال و اسباب جو انہوں نے لوٹ لیا تھا، چھین کر وحیہؓ کے سپرد کر دیا۔

جب وحیہؓ مدینہ پہنچے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بنو ضلیع کی بدعنوانیوں کا ذکر کیا تو آپ نے زیدؓ بن حارثہ کو مسلمانوں کے ایک لشکر کا سربراہ مقرر کر کے روانہ فرمایا۔ زید بن حارثہ نے بنو ضلیع پر مقام قفقاض میں حرہ رجل کی جانب سے حملہ کیا۔ ہنید اور اس کا لڑکا ایک جماعت کے ساتھ مارا گیا۔ اس واقعہ میں بنو ضلیع کے ساتھ کچھ لوگ بنو ضبیب کے بھی تھے جو بنو ضلیع کے ہمراہ شرکت کی وجہ سے مارے اور قید کر لئے گئے۔

رفاعہ بن زید مع ابو زید بن عمرو اور چند لوگ اپنی قوم کو لے کر خدمت اقدس میں آئے اور اس واقعہ سے آپ کو مطلع فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں مقتولین کی بابت کیا کر سکتا ہوں؟ رفاعہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ ہمارے زندوں کو چھوڑ دیجئے۔ آپ نے حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ کو اونٹ پر سوار کر کے ان کے ساتھ روانہ کیا اور حضرت صدیقؓ کے لئے اپنی تلوار عطا فرمائی حضرت علی ابن ابی طالبؓ اور زید بن حارثہ میں فیفاء الفحلتین میں ملاقات ہوئی اور وہیں بنو ضبیب کے اسیران اور ان کا مال و اسباب ان کو لوٹا دیا گیا۔

ایک گستاخ کا عبرتناک انجام

اسی سنہ میں عامر بن صعصعہ کا وفد آیا جس میں عامر بن الطفیل بن مالک اور ارید بن ربیعہ مالک تھے۔ عامر نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا" یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بعد مجھے حکومت دے جانا۔" آپ نے فرمایا: "یہ نہ تیرے لئے ہے نہ تیری قوم کے لئے۔ اللہ جس کو چاہے گا دے گا" پھر عامر نے کہا" اچھا تم مجھے جنگل و میدان دیدو اور اپنے لئے آبادی و شہر مخصوص کر لو۔" آپ نے جواب دیا" یہ بھی نہیں ہو سکتا مگر میں تجھے گھوڑوں کی گردنیں دیتا ہوں کیونکہ تو ایک شہسوار مرد ہے۔" عامر نے ترش روئی سے جواب دیا" میں تمہارے اس میدان کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔" یہ کہہ کر عامر مع اپنی قوم کے پلٹ کر چلا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: "اللھم اکفیھم اللھم اھد عامر او اعن الاسلام عن عامر۔" (اے خدا ان کے لئے کافی ہو جا اے خدا عامر کو ہدایت دے یا اسلام کو عامر سے بے نیاز کر دے)

ابن اسحاق اور طبری نے تحریر کیا ہے کہ عامر اور ارید باہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا کر آئے تھے (نعوذ باللہ) لیکن یہ دونوں اس امر پر قادر نہ ہو سکے۔ اہل صحیح نے اس کا ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں جس وقت بنو عامر اپنے شہر سے واپس جا رہے تھے تو راہ میں بنو

سلول کے قبیلہ میں پہنچ کر عامر بعارضہ طاعون مرگیا۔ بعد میں اس کے بھائی اربد پر بجلی گری جس سے وہ بھی جل کر بھسم ہوا۔ اس واقعہ کے بعد علقمہ بن علاثہ بن عوف اور عوف بن خالد بن ربیعہ اپنے لڑکے کے ساتھ آئے اور مسلمان ہوئے۔

طے کا وفد

اسی سنہ میں طے کا وفد آیا جس میں پندرہ آدمی اور ان کے سردار زید الخیل وقبیصہ بن لاسود (بنونبہان سے) تھے سب نے بخوشی اسلام قبول کیا۔ آپؐ نے اسلام لانے کے بعد زید الخیل کا نام زید الخیر رکھا اور ان کو کنواں اور زمین بطور جاگیر مرحمت فرمایا، لیکن واپسی پر نجد میں پہنچ کر ان کا انتقال ہوگیا۔

مسیلمہ کذاب کا ذکر

اسی برس میں یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ ظاہر کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاموں میں شریک ہوں، طلق نے اس کی گواہی دی۔ مسیلمہ نے صرف دعوائے نبوت پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس مضمون کا ایک خط بھی بھیجا۔ "من مسیلمة رسول اللہ الیٰ محمد رسول اللہ سلام علیک فانی قد اشرکت فی الامر معک وان لنا نصف الارض ولقریش نصف الارض ولکن قریش قوم یعتدون" یہ خط مسیلمہ کی جانب سے اللہ کے رسول محمدؐ کے لئے ہے السلام علیک! دیکھئے میں رسالت میں آپ کے ساتھ شریک ہوں۔ آدھی زمین ہمارے لئے ہے اور آدھی قریش والوں کے لئے، مگر قریشی زیادتی کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا یہ جواب دیا: "بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی مسیلمة الکذاب سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبة للمتقین۔" (یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام ہے۔ ہدایت کی اتباع کرنے والوں پر سلام ہو، زمین اللہ کی ہے، اللہ اپنے بندگان میں سے جسے چاہے اس کا مالک بنا دے اور پرہیزگاروں کا ہی اچھا انجام ہے) طبری نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد کا ہے۔

باب: ۱۰

حجۃ الوداع اور وصالِ نبوی

گزشتہ صفحات میں مذکور واقعات کے بعد ذیقعدہ کا مہینہ آ گیا اور جب اس کی پانچ راتیں باقی رہ گئیں تو آپ حج کے ارادے سے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ مہاجرین و انصار اور رؤساء عرب کا ایک گروہ اور سو اونٹ تھے، آپ مکہ میں اتوار کے دن جب چار روز ذی الحجہ کے گزر چکے تھے داخل ہوئے۔ حضرت علی ابن ابی طالبؓ بھی جو نجران میں صدقات کی وصولی کو گئے ہوئے تھے، مکہ میں آپ کے ساتھ گئے اور آپ کے ہمراہ ہی حج کیا۔ آپ نے اس بار لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی۔ اس کے سنن بتلائے ان کے لئے رحمت کی دعا فرمائی۔ نیز عرفات میں ایک طویل خطبہ دیا۔ جس میں حمد و ثنا کے بعد یہ ارشاد فرمایا:

ایها الناس اسمعوا قولی فانی لاادری لعلی لا القاکم بعد عامی هذا بهذا الموقف ابداً ایها الناس ان دماء کم و اموالکم علیکم حرام الی ان تلقوا ربکم کحرمة یومکم هذا و حرمة شهر کم و ستلقون ربکم فیئا لکم من اعمالکم وقد بلغت فمن کان عنده امانة فلیودها الیٰ من ائمنه علیها وان کان رباً فهو موضوع ولکن لکم رؤس اموالکم لا تظلمون قضی اللّٰه انه لا ربا وان ربا العباس بن عبدالمطلب موضوع کله وان کل دم کان فی الجاهلیة موضوع کله وان اول دم یوضع دم ربیعة بن الحرث بن عبدالمطلب وکان مسترضعاً فی بنی لیث فقتله بنو هذیل فهو اول ما ابداء من دم الجاهلیة ایها الناس ان الشیطان قد یئس من ان یعبد بارضکم هذه ابداً ولکنه رضی ان یطاع فیما سوی ذلک مما تحقرون من اعمالکم فاحذروه علی دینکم ایهاالناس انما النسئی زیادة فی الکفر یضل به الذین کفروا یحلونه عاماً و یحرمونه عاماً لیواطئوا عدة ماحرم اللّٰه فیحلوا ماحرم اللّٰه ویحرموا ما احل اللّٰه الا وان الزمان قد استدار کهیئة یوم خلق اللّٰه السمٰوت والارض وان عدة الشهور عند اللّٰه اثنا عشر شهرا فی کتاب اللّٰه یوم خلق السمٰوت والارض منها اربعة حرم ثلاثة متوالیة ذوالقعدة و ذوالحجة. والمحرم ورجب الفرد الذی بین جمادی و شعبان. اما بعد ایهاالناس فان لکم علی نسائکم حقاً ولهن علیکم حقالکم علیهن ان لا یوطئن فرشکم احداً تکرهو نه و علیهن ان لا یاتین بفاحشة.مبینة فان فعلن فان اللّٰه قد اذن لکم ان تهجروهن فی المضاجع و تضربوهن ضربا غیر مبرج فان انتهین فلهن رزقهن و کسوتهن بالمعروف و استوصوا بالنساء خیرا فانهن عندکم عوان لا یملکن لانفسهن شیئا وانکم انما اخذ تموهن بامانة اللّٰه و استحللتم فروجهن بکلمات اللّٰه فاعقلوا ایهاالناس واسمعوا قولی فانی قد بلغت قولی و ترکت فیکم ما ان استعصمتم به فلن تضلوا ابداً کتاب اللّٰه و سنة نبیه ایهاالناس اسمعوا قولی واعلموا ان کل مسلم اخ للمسلم وان المسلمین اخوة فلا یحل لامری من مال اخیه الا ما اعطاه ایاه من طیب نفس فلا تظلموا انفسکم الاهل بلغت قالوا اللهم نعم فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اللهم اشهد.“

(اے لوگو! میری باتیں سن لو، مجھے کچھ خبر نہیں، ممکن ہے میں تم سے اس قیام گاہ میں اس برس کے بعد کبھی ملاقات نہ کر سکوں، لوگو! دیکھو

تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر مرتے دم تک اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن اور یہ مہینہ حرمت والا ہے۔ تم بہت جلد اپنے رب سے جا ملو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اگر کسی کے پاس کسی کی امانت ہو تو وہ اسے اس کے اصل مالک کو ادا کر دے اور اگر سود ہو تو وہ موقوف کر دیا گیا ہے۔ ہاں تمہیں تمہارا سرمایہ مل جائے گا۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ سود ختم کر دیا گیا۔ عباسؓ کا تمام سود موقوف کر دیا گیا اور جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیئے گئے، دیکھو سب سے پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلبؓ کا ہے۔ ربیعہ بنو لیث میں شیر خوار تھے اور انہیں بنو ہذیل نے ہلاک کر دیا تھا اس لئے میں ان کا خون باطل کر کے جاہلیت کے خونوں کے باطل کرنے کی شروعات کرتا ہوں۔ لوگو! تمہاری اس سرزمین میں ابلیس اپنی پرستش سے ناامید ہو گیا ہے مگر اور معمولی گناہوں میں اپنی اطاعت کئے جانے پر خوش ہے، لہٰذا اپنا دین اس سے محفوظ رکھو، لوگو! الیذ ماننا کفر میں زیادتی ہے اس سے کافر گمراہ ہو جاتے ہیں کہ ایک ہی مہینہ کو ایک سال حلال کر دیتے ہیں اور ایک سال حرام، تاکہ حرمت والے مہینوں کی تعداد روند ڈالیں اور اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دیں، دیکھو زمانہ گھوم پھر کر اپنی حقیقی صورت پر آ گیا ہے۔ جس صورت پر اس روز تھا جب خدا نے زمین و آسمان تخلیق کئے تھے اور اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد اسی دن سے بارہ ہے، جس دن اللہ نے زمین و آسمان تخلیق کئے ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین (ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم) تو لگا تار ہیں اور تیسرا رجب ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔ (آپ نے حمد وصلاۃ کے بعد فرمایا) لوگو! عورتوں پر تمہارے بھی حقوق ہیں اور ان کے تم پر بھی حقوق ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ سلائیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور کھلم کھلا بے حیائی کی مرتکب نہ ہوں، اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ انہیں ان کے بستروں میں چھوڑ دو اور ان پر یوں تشدد کرو کہ جسم پر نشان نہ پڑے۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو انہیں غیر معروف نان ونفقہ دو اور عورتوں سے بھلائی کا سلوک کرو کیونکہ وہ تمہارے حصہ میں شراکت دار ہیں اور ذاتی طور پر کسی چیز کی مالک نہیں۔ تم نے انہیں اللہ کی امانت سے حاصل کیا ہے اور انہیں اپنے لئے اللہ کی آیتوں سے حلال کر لیا ہے۔ لوگو! میری باتیں سنو اور سمجھو، میں نے تمہیں شرعی احکام سمجھا دیئے ہیں اور تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے یعنی اللہ کی کتاب (قرآن) کو اور اس کے نبی کی سنت کو، لوگو میری باتیں سنو۔ یقین مانو ہر مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان آپس مین بھائی بھائی ہیں۔ اس لئے کسی شخص کے لئے اپنے بھائی کے مال میں سے وہی حلال ہے جسے وہ بخوشی دیدے۔ خبردار اپنے اوپر ظلم نہ کرو (پھر پوچھا) کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ صحابہ نے جواب دیا: بیشک آپ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ فرمایا: اے اللہ گواہ رہ۔

یمن کی حکومت

چونکہ کسریٰ کے گورنر باذان کے ایمان لانے سے ترغیب پا کر باشندگان یمن بھی مشرف بہ اسلام ہوئے تھے لہٰذا آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب سابق اسے یمن کی حکومت پر قائم رکھا تھا اور اس کے ساتھ کسی کو اس کا شریک نہیں بنایا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کی خبر آپ کو حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت ہوئی۔ آپ نے اس کے ملک کو اپنے اصحاب میں اس طرح پر تقسیم فرمایا کہ صفا پر اس کے لڑکے شہر بن باذان کو اور مارب پر ابو موسیٰ اشعریؓ کو اور جند پر یعلی بن امیہ کو اور ہمدان پر عامر بن شہر ہمدانی اور عک واشعر بن پر طاہر بن ابی ہالہ کو اور مابین نجران و امع وزبید پر خالد بن سعید بن العاص کو اور خاص نجران پر عمرو بن حزم کو اور بلاد، حضرموت پر زیاد بن لبید بیاضی کو اور سکاسک وسکون پر عکاشہ بن ثور بن اصفر غوثی کو اور معاویہ بن کندہ پر عبداللہ المہاجر بن ابی امیہ کو تعینات فرمایا۔ مگر عبداللہ المہاجر نے اپنے نہ جانے کا ایک معقول جواز پیش کیا جس سے ان کے اعمال کا انتظام بھی زیاد بن لبید کرتے رہے اور معاذ بن جبل اہل یمن وبلاد حضرموت کی تعلیم وتربیت کی غرض سے روانہ کئے گئے۔

اس واقعہ سے قبل عدی بن حاتم بنو طے کے صدقات وصول کرنے کو اور اسد و مالک بن نویرہ صدقات بنو حنظلہ پر اور علاء بن حضرمی بحرین کی طرف اور حضرت علی ابن ابی طالبؓ نجران کی طرف صدقات اور جزیہ وصول کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ بنو سعد کا صدقہ انہیں میں سے دو شخصوں پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے حضرت علی ابن ابی طالبؓ نجران سے صدقات وصول کر کے حجۃ الوداع میں آ کر شریک ہو گئے تھے جیسا کہ کتب تواریخ میں تحریر ہے۔

اسود عنسی کی بغاوت

اس کا نام عبہلہ بن کعب اور لقب ذوالحمار تھا۔ شیریں کلامی، شعبدہ بازی اور فال نکالنے میں بے مثال تھا۔ اس کی شیریں کلامی اور تالیف قلوب سے لوگ بہت جلد اس سے مانوس ہو جاتے تھے۔ مقام کہف حنار میں پیدا ہوا اور وہیں نشوونما پا کر بڑا ہوا۔ ہوش سنبھالا، آنکھیں کھولیں تو نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا۔ مذحج و نجران والوں نے اس کی تحریر کو بخوشی قبول کر لیا۔ چنانچہ اہل نجران نے جمع ہو کر عمروؓ بن حزم و خالدؓ بن سعید بن العاصؓ کو نکال دیا اور قیس بن عبد یغوثؓ نے اچانک حملہ کر کے فردہ بن مسیک کو جلاوطن کر دیا۔ فردہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مراد پر حاکم تھے۔ اس کے بعد اسود عنسی سات سو سواروں کو لے کر صنعاء کی طرف بڑھا۔ شہر ابن باذانؓ نے اس کا مقابلہ کیا۔ اسود عنسی نے شہر ابن باذان کو شکست دے کر ہلاک ڈالا اور اس کی زوجہ سے نکاح کر لیا۔ اس نے صنعاء و حضر موت کے وسط میں اعمال طائف تک اور عدن کی طرف سے بحرین تک اپنے قبضہ میں لے لیا۔

یمنی مرتدین

اب اکثر اہل یمن مرتد ہو گئے۔ عمرو بن معد یکرب، خالد بن سعید بن العاصی کے ساتھ تھا۔ اس نے اسود عنسی کی طرف میلان ظاہر کیا۔ خالد بن سعیدؓ سے برداشت نہ ہوا لہٰذا تلوار کھینچ کر آگے بڑھے۔ دونوں آدمیوں میں دو دو ہاتھ چل گئے۔ خالدؓ نے اس کی تلوار توڑ کر اس کے ہاتھ سے چھین لی، تب عمرو بن معد یکرب گھوڑے سے اتر کر اسود عنسی کی طرف فرار ہو گیا اسود نے اس کو مذحج کا سردار بنا دیا۔ اس کے لشکر کا سردار قیس بن عبد یغوث مرادی تھا اور ابناء پر اس کی طرف سے فیروز و دادویہ حکمرانی کر رہے تھے۔ اہل یمن کے یہ تیور ہی دیکھ کر معاذ بن جبلؓ نکل کر بھاگے اور مارب میں ابوموسیٰؓ کی طرف سے گزرے۔ ابوموسیٰؓ بھی ان کے ہمراہ روانہ ہو گئے، معاذؓ نے سکون میں قیام کیا لیکن ابوموسیٰؓ نے سکاسک میں جا کر ہی دم لیا اور طاہر بن ابی ہالہؓ بلاد عک (جبال صنعاء) میں کر روپوش ہو گئے۔ لیکن عمرو بن حزم و خالد بن سعید نے مدینہ پہنچ کر ان تمام واقعات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ فرمایا۔

اسود عنسی کا عبرتناک انجام

اس اثناء میں جب کہ اسود عنسی کو یمن پر ایک قدرے مستحکم حکومت حاصل ہو گئی اور اس نے شہر ابن باذان کے قتل کے بعد اس کی بیوی آزاد کو اپنے گھر میں ڈال لیا۔ یہ فیروز کی چچا زاد بہن تھی، فیروز کو اسود کی یہ حرکات پسند نہ آئیں، لہٰذا فیروز اسود سے کبیدہ خاطر ہو گیا۔ فیروز کے علاوہ قیس بن عبد یغوث بھی اسود کے غرور سے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا، مگر کوئی مناسب موقع ہاتھ نہ آنے کی وجہ سے خاموشی کی حالت میں اسود کے تمام احکام کی پابندی کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسود کی گوشمالی اور سرکوبی کے لئے وبر بن نحیس کی معرفت جس طرح ممکن ہو ایک خط لکھ کر ابوموسیٰؓ و معاذؓ و طاہرؓ کی طرف روانہ کیا۔ ادھر ان لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ قیس بن عبد یغوث اسود سے کبیدہ خاطر ہے تو انہوں نے اس کو بھی اپنا شریک اور راز دار بنا لیا۔ پھر فیروز اپنی چچا زاد بہن آزاد زوجہ اسود کے پاس گیا۔ اس نے اسود کے قتل کرا دینے کا وعدہ کیا، ہنوز کوئی تدبیر مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ اسود کو قیسؓ و فیروزؓ وغیرہ کی بددلی کی اطلاع مل گئی۔ اب یہ لوگ بھاگ کر مضافات میں روپوش ہو گئے مگر اس کی بیوی مسماۃ آزاد سے پوشیدہ خط و کتابت جاری رہی۔

مرتدین کے فتنے کا خاتمہ

ایک روز موقع پا کر فیروز اور قیسؓ، اسود کے گھر میں نقب کے ذریعہ سے داخل ہو گئے اس کو گرفتار کر کے ذبح کر ڈالا یہاں تک کہ فجر کی نماز کا وقت آ گیا اذان ہوئی۔ وبرؓ بن نحیس نے نماز پڑھائی۔ فجر کی نماز کے بعد اسود کے قتل کی خبر مشہور ہوئی تو اس کے مقلدین نکل پڑے۔ شہر میں ایک

ہل چل مچ گئی۔ مسلمانوں اور اسود کے مقلدین میں تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار جو کچھ ان کے ہاتھ میں تھا اس کو بھی وہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صنعاء و نجران مرتدین سے خالی ہو گیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمال حسب سابق اپنے اپنے مضافات کی طرف چلے گئے۔ البتہ صنعاء کی امارت کے سلسلے میں تھوڑا بہت مناقشہ شروع ہوا مگر بہت جلد سب لوگوں نے معاذؓ ابن جبل کے امیر ہونے پر اتفاق کر لیا اور ان کے پیچھے نماز ادا کی۔

اس واقعہ سے فراغت پا کر ان لوگوں نے ایک قاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی آپ کو بذریعہ الہام اس کی اطلاع ہو گئی اور آپ نے فرمایا کہ ''گزشتہ رات کو عنسی مارا گیا۔ اس کو ایک مرد مبارک فیروز نامی نے ہلاک کیا ہے۔'' لیکن جب قاصد پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا۔

جیش اسامہؓ کی تشکیل و تیاری

ذی الحجہ کے اواخر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے مدینہ کی طرف واپس ہوئے۔ ماہ مذکور ختم کر کے محرم کے مہینہ میں آپ نے بلاد شام پر جہاد کی تیاری کا حکم جاری فرمایا اور ان مجاہدین پر اسامہ بن زید بن حارثؓ کو امیر مقرر فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ ''بلقاء و داروم کی طرف سے اردن تک ارض فلسطین میں شام کے بلاد میں کفار و مشرکین پر جہاد کرنا حتیٰ کہ وہ اسلام لائیں یا مطیع ہوں۔'' اس لشکر کے ساتھ مہاجرین اولین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو روانگی کا حکم دیا گیا تھا۔ اسامہ بن زید روانگی کی تیاری میں تھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علالت میں مبتلا ہو گئے۔ یہ وہی علالت تھی جس میں آپ رحمت الٰہی سے جا ملے۔ انہی دنوں میں اسود و مسیلمہ کے ارتداد کی خبر آئی۔ آپ درد سر کی تکلیف سے سر پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے گزشتہ رات کو خواب میں دیکھا ہے کہ میری کلائی میں دو طلائی کنگن ہیں۔ میں نے ان کو ناپسندیدہ سمجھ کر پھینک دیا۔ اس خواب کی میں نے یہ تعبیر لی ہے کہ یہ دونوں کنگن یہی دونوں کذاب یعنی صاحب یمامہ اور صاحب یمن ہیں۔ مجھے یہ بھی خبر ہوئی ہے کہ لوگوں نے اسامہؓ کی امارت میں کچھ بحث و کلام کیا ہے اور اس سے پہلے اس کے باپ (زید) کی امارت میں بھی لوگوں نے کچھ کہا تھا، لیکن اگر اس کا باپ لائق امارت تھا تو یہ بھی امیر ہونے کے قابل ہے لہٰذا اب بڑھے چلے جاؤ۔ اسامہ نے یہ سنتے ہی کوچ کا حکم دیدیا اس کے بعد آپ کی علالت بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ اسامہؓ کی روانگی سے قبل آپ کا وصال ہو گیا۔

نبوت کے دو جھوٹے دعویدار

اسود عنسی کے زمانہ میں حجۃ الوداع کے بعد مسیلمہ یمامہ میں اور طلیحہ بن خویلد بنو اسد میں ظاہر ہوا۔ انہوں نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نامہ و پیام سے ان کا مقابلہ کیا اور اپنے ان عمال کو جو اسلام پر ثابت قدم رہے، مسیلمہ و طلیحہ کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا۔ اسود کے ساتھ جو کچھ واقعات پیش آئے۔ وہ اس سے قبل تحریر کئے جا چکے ہیں۔ باقی رہے مسیلمہ اور طلیحہ تو ان کی سرکوبی کو ہر طرف سے عرب کا اسلامی لشکر نکل پڑا۔ مسیلمہ کا خط آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا جس کا جواب بھی دیا گیا جیسا کہ اس سے پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد طلیحہ نے بھی صلح کا پیام بھیجا۔ مگر آپ کے وصال کے بعد جو کچھ واقعات مسیلمہ و طلیحہ پر گزرے وہ آئندہ صفحات میں بیان کئے جائیں گے۔

سید الانبیاءؐ کے ایام علالت

اگرچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے قول ''اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح'' والی پوری سورۃ میں اپنے وصال کی خبر ظاہر ہو گئی تھی اس کے بعد صفر سنہ 11ھ (مطابق سنہ 632ء) کی دو راتیں باقی تھیں کہ آپ کو درد ہوا۔ آپ اسی درد کی حالت میں ازواج مطہرات کے گھروں میں باری باری جاتے رہے حتیٰ کہ میمونہؓ کے مکان میں ٹھہرے۔ کل ازواج مطہرات نے زمانہ علالت حجرۂ عائشہؓ میں

گزارنے کی اجازت دی۔ آپ وہاں سے عائشہ صدیقہؓ کے مکان میں آ گئے، باہر نکل کر لوگوں کو سمجھایا۔ شہداء احد پر نماز پڑھی اور ان کے لئے دعاء مغفرت کی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ "بے شک ایک بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے دنیا اور اس چیز کا جو اس کے پاس ہے (آخرت کا) اختیار دیا، پس بندہ نے اس کو اختیار کیا جو اس کے پاس ہے۔" حضرت ابوبکرؓ اس جلسہ میں موجود تھے وہ اس فقرہ کو سمجھ کر رو اٹھے اور عرض کیا: "یا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ کا اپنی جانوں اور بچوں سے فدیہ دیتے ہیں۔" آپ نے فرمایا: "خاموش رہو۔" اس کے بعد آپ نے اپنے صحابہؓ کو اکٹھا کیا۔ ان کے حق میں دعاء خیر فرماتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

اسی سلسلہ کلام میں آپ نے یہ بھی فرمایا: "اوصیکم بتقویٰ اللّٰہ و اوصی اللّٰہ بکم واستخلفہ علیکم و اودعکم الیہ انی لکم نذیر و بشیر الا تعلوا علی اللّٰہ فی بلادہ و عبادہ فانہ قال لی ولکم تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علواً فی الارض ولا فساداً والعاقبۃ للمتقین وقال الیس فی جھنم مثوی متکبرین" میں تمہیں تقویٰ کا حکم دیتا ہوں اور اللہ نے بھی تمہیں یہی حکم دیا ہے میں تم پر اللہ کو خلیفہ بناتا ہوں اور تمہیں اس کے حوالے کرتا ہوں، بلاشبہ میں تمہیں دوزخ سے ڈرانے والا اور جنت کی بشارت دینے والا ہوں۔ اللہ کے شہروں میں اور اللہ کے بندوں پر برتری حاصل نہ کرو۔ کیونکہ اللہ نے مجھ سے اور تم سے فرمایا ہے کہ ہم نے آخرت کا گھر ان کے لئے تیار کیا ہے جو دنیا میں برتری کا اور فساد کا قصد نہیں کرتے اور نیک انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے اور فرمایا کہ جہنم میں غرور کرنے والوں کا ٹھکانا۔)

اس کے بعد لوگوں نے غسل کی بابت دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: میرے انہیں کپڑوں میں کفنا دینا یا مصری کپڑا ہو یا حلہ یمانیہ ہو۔ پھر نماز کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ "مجھ کو میرے (تخت) پر میری قبر کے کنارے رکھ کر ایک ساعت کے لئے باہر چلے جانا تا کہ ملائکہ نماز پڑھ لیں، اس کے بعد گروہ در گروہ نماز پڑھنا، پہلے میرے خاندان کے مرد نماز پڑھیں اور ان کے بعد ان کی عورتیں"۔ قبر میں اتارنے کی بابت فرمایا کہ "میرے خاندان والے مجھے قبر میں رکھیں۔"

واقعہ قرطاس

یہ کہہ کر آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس دوات اور کاغذ لاؤ میں تم کو کچھ لکھ دوں تا کہ اس کے بعد گمراہ نہ ہو۔ لوگ اس بابت بحث و مباحثہ کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد جب پھر اس کلام کا اعادہ کرنا چاہا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم مجھے میری حالت پر چھوڑ دو۔ میں جس حالت میں ہوں، اس سے اچھا ہوں، جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔ پھر آپ نے تین امور کی وصیت کی۔ ایک یہ ہے کہ مشرکین جزیرہ عرب سے نکال دیئے جائیں دوسرے یہ کہ وفود کو جائزہ دیا جائے جیسا کہ ان کو جائزہ دیا جاتا تھا اور تیسری پر آپ نے خود سکوت کیا یا یہ کہ راوی خود بھول گیا۔ پھر آپ نے انصار کے حق میں وصیت فرمائی کہ یہ لوگ میرے معاون اور مددگار ہیں۔ میں اپنی قوم سے بھاگ کر ان میں آ ملا۔ لہٰذا تم لوگ اپنے کریم و محسن کے ساتھ نیک سلوک کرو، اور ان کی غلطی سے درگزر کرو۔ اے گروہ مہاجرین! تم لوگ بڑھتے چلے گئے مگر انصار نہیں بڑھے ہیں۔

آپؐ نے مسجد کی طرف کے جتنے دروازے تھے سب بند کرنے کا حکم دے دیا اور حضرت ابوبکرؓ کے دروازہ پر ارشاد فرمایا کہ "میں کسی کو اپنی صحبت میں ابوبکرؓ سے افضل نہیں جانتا اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو اپنا خلیل بناتا۔"

صدیق اکبرؓ کی امامت

بعد ازاں درد کی شدت میں اس قدر زیادتی ہوئی کہ آپؐ غافل ہو گئے۔ امہات المومنینؓ اور فاطمہؓ و عباسؓ و علیؓ سب کے سب آپؐ کے گرد آ کر جمع ہو گئے، اس عرصہ میں نماز کا وقت آ گیا، درد میں کچھ کمی معلوم ہوئی، غفلت جاتی رہی مگر ضعف کی وجہ سے اٹھ نہ سکتے تھے، مگر آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ سے نماز پڑھوانے کے لئے کہو۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ وہ (ابوبکرؓ) ایک ضعیف، رقیق القلب اور ضعیف الصورت آدمی ہیں آپ کی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ حضرت عمرؓ کو مامور فرمایئے۔ آپ نے اس سے انکار

کر کے حضرت ابوبکرؓ ہی کو امامت پر مامور فرمایا۔

رسول اکرمؐ کا آخری خطبہ مبارک

ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درد کے خفیف ہو جانے پر باہر تشریف لائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کا کندھا پکڑ کر دبا دیا اور ان کو جگہ سے ہٹنے نہ دیا۔ اور خود ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے، یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے نماز تمام کی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی علالت کی حالت میں تیرہ نمازیں پڑھائیں۔ حالت نزع میں آپؐ کے پاس ایک پیالہ پانی کا بھرا ہوا رکھا تھا۔ بار بار آپ دست مبارک اس سے تر فرما کر چہرۂ انور پر پھیرتے اور فرماتے "اللھم اعنی علی سکرات الموت" (اے خدا! میری مدد کر سکرات موت پر) جب پیر یعنی وفات کا دن آیا تو صبح کی نماز کے وقت آپؐ سر مبارک پر پٹی باندھے ہوئے باہر تشریف لائے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس مرتبہ بھی نماز سے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا مگر آپ نے ان کو پھر اپنے ہاتھ سے لوٹا دیا اور دائیں طرف بیٹھ کر نماز ادا کی۔ اس کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا "ایھا الناس معرت النار و قبلت الفتن کقطع اللیل المظلم وانی واللّٰہ ماتمسکون علیٰ بشئی انی لم احل الا ما احل القرآن ولم احرم الا ماحرم القرآن" (لوگو! آگ بھڑک اٹھی اور سیاہ رات کے ٹکڑے کی مانند فتنہ آ گیا۔ لہٰذا خبردار دین کے خلاف کوئی بات پیدا نہ کرنا۔ میں نے وہی چیز حلال و حرام کی ہے جو قرآن میں ہے۔) جب آپؐ نے اپنا سلسلہ کلام ختم کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ "ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے نہایت خوشی سے صبح کی، جیسا کہ ہم چاہتے تھے۔"

وصالِ نبویؐ

ابوبکرؓ یہ کہہ کر سخ چلے گئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مکان میں تشریف لے آئے اور حضرت عائشہؓ کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے۔ اسی اثناء میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر ایک تر مسواک ہاتھ میں لئے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ نے اس کی طرف غور سے دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سمجھ گئیں کہ آپ مسواک چاہتے ہیں لہٰذا انہوں نے اپنے بھائی کے ہاتھ سے مسواک لے کر اپنے دانتوں سے خوب چبا کر کچلی اور جب وہ نرم ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی۔ آپ نے مسواک لے کر کی۔ پھر اس کو چھوڑ کر اپنے سر مبارک کو عائشہؓ کے سینہ پر رکھ کر پاؤں پھیلا دیئے۔ رہ رہ کر آپ کا چہرۂ مبارک متغیر ہوتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ دوپہر کے قریب اس دار فانی سے آپؐ نے انتقال فرمایا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال میرے سینہ وحلق کے درمیان میں ہوا ہے، پیر کے دن دوپہر کے وقت جب کہ گیارہ راتیں ربیع الاول کی گزر چکی تھیں۔ اور اگلے دن منگل کو بعد از دوپہر دفن کئے گئے۔

حضرت عمرؓ کے جذبات

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوتے ہی صحابہؓ میں انتہائی پریشانی پھیل گئی۔ جو بھی اس واقعہ کو سنتا تھا، حیران و ششدر رہ جاتا تھا نہ تو ان کے ہوش وحواس باقی تھے جو اس وقت حجرۂ شریف اور مسجد اقدس میں موجود تھے اور نہ وہ حیرت و پریشانی سے بری تھے جو یہ خبر سن کر جوق در جوق چلے آ رہے تھے۔ ابوبکرؓ اس وقت اپنے اہل خانہ کے پاس سخ گئے ہوئے تھے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ اور اکثر جلیل القدر صحابہؓ موجود تھے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ اس حادثہ ناگہانی سے سخت حیران ہو گئے۔ کچھ ہوش وحواس نہ رہے اور تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے، بلند آواز سے کہنے لگے "ان رجالاً من المنافقین زعموا ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مات وانہ لم یمت وانہ ذھب الی ربہ کما ذھب موسیٰ ولیرجعن فیقطعن ایدی رجال و ارحلیم" (کچھ منافقوں کا کہنا ہے کہ اللہ کے رسولؐ وصال پا گئے حالانکہ آپ فوت نہیں ہوئے بلکہ موسیٰؑ کی طرح اپنے رب کے پاس تشریف اور لوٹ کر ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں قطع کر دیں گے۔) عمرؓ جوش

اور غضب میں یہ کہے جارہے تھے، مگر کسی کی مجال نہ تھی کہ ان سے یہ کہتا تھا کہ تلوار نیام میں رکھ لو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

استقامت صدیقؓ

اس عرصہ میں یہ واقعہ جاں گداز سن کر حضرت ابوبکرؓ بھی آپہنچے اور سیدھے حجرۂ مبارک میں عائشہؓ کی گود سے سر مبارک لے کر بغور دیکھا اور کہا: ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ بلاشبہ آپ نے اس موت کا ذائقہ چکھا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے لکھا تھا اور اب ہرگز اس کے بعد آپ کو موت نہیں آئے گی۔'' پھر ''انا للہ و انا الیہ راجعون۔'' کہتے ہوئے باہر آئے۔ حضرت عمر ابن الخطابؓ لوگوں سے وہی باتیں کہہ رہے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا: چپ رہو۔ حضرت عمرؓ نے کچھ بھی خیال نہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ دوبارہ کہنا نامناسب سمجھ کر الگ کھڑے ہو کر لوگوں سے مخاطب ہوئے تو جس قدر آدمی عمرؓ کے پاس جمع تھے وہ تمام حضرت عمرؓ کو تنہا چھوڑ کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آ گئے۔

اس وقت انہوں نے حمد وثنا کے بعد خطبہ پڑھا ''ایها الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قدمات ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت ثم تلا وما محمد الارسول قدخلت من قبله الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علیٰ اعقابکم ومن ینقلب علیٰ عقبیه فلن یضر اللہ شیئاً و سیجزی اللہ الشاکرین۔'' (جو محمدؐ کا پجاری تھا تو محمدؐ تو فوت ہو گئے اور جو اللہ کا پجاری تھا، تو اللہ زندہ وقائم ہے اور اسے فنا نہیں)، پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رسولؐ ہی تو ہیں آپ سے پہلے بھی رسول گزر گئے پھر اگر آپ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہٹ جائے گا وہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گا اور اللہ شکر گزاروں کو جزا دینے والا ہے)

حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے ان آیات کا نکلنا تھا کہ اچانک مجمع کے خیالات بدل گئے اور حیرت کا عالم یوں دور ہو گیا کہ گویا اس سے پہلے وہ تھا ہی نہیں، اس اچانک تغیر وتبدل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اس آیت کے نزول کا حال ہی نہ جانتے تھے۔ عمرؓ کہتے ہیں کہ پہلے میں نے حضرت ابوبکرؓ کے کہنے پر بالکل خیال نہیں کیا مگر جس وقت انہوں نے یہ آیت پڑھی تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے۔ مارے خوف کے میرے پاؤں تھرا گئے اور میں اس قدر کانپا کہ زمین پر گر پڑا اور میں نے یہ سمجھ لیا کہ آپؐ کا وصال ہو گیا۔

سقیفہ بنی ساعدہ کی سرگرمیاں

یہی باتیں جاری تھیں کہ ایک شخص نے آ کر یہ اطلاع دی کہ انصار سقیفہ بنوساعدہ میں جمع ہیں اور وہ سب سعد بن عبادہؓ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور ان میں سے اکثر یہ بھی کہتے ہیں کہ ''منا امیر ومن قریش امیر۔'' (ایک ہمارا امیر ہو اور ایک اہل قریش کا) حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ مہاجرین صحابہؓ کے ایک گروہ کے ساتھ اس شور وغل کی روک تھام کے لئے سقیفہ بنوساعدہ کی طرف چلے گئے اور حضرت علیؓ وعباسؓ اور ان کے دونوں لڑکے فضلؓ وقثمؓ واسامہؓ بن زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز وتکفین پر متعین ہوئے۔

تجہیز وتکفین

علیؓ آپ کی پشت مبارک کو ٹیک لگائے ہوئے غسل دینے میں مصروف تھے اور عباسؓ اور ان کے دونوں لڑکے کروٹ دلاتے جاتے تھے، اسامہؓ وشقرانؓ پانی ڈالتے تھے۔ ان لوگوں نے غسل دینے سے پہلے اس امر میں اختلاف کیا تھا کہ آپ کو برہنہ کر کے نہلائیں یا مع کپڑوں کے۔ ناگاہ مکان کے باہر سے یہ آواز آئی: ''کپڑے نہ اتارے جائیں آپ کو کپڑوں سمیت نہلاؤ'' لہٰذا ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ غسل دینے کے بعد تین کپڑوں میں کفنایا۔ دو تو سفید تھے اور ایک بردیمانیہ تھی۔ پھر قبر کھودنے والوں کو طلب کیا گیا۔ ایک ان میں سے لحد بناتا تھا اور دوسرا بغلی کھودتا تھا۔ صحابہ کا اس میں بھی اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا کہ لحد یعنی صندوقی قبر کھودی جائے اور کسی کی رائے بغلی قبر بنانے کی تھی۔ حضرت عباسؓ نے دو افراد کو ان دونوں آدمیوں کے بلانے کو بھیجا اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ جو قبر اپنے نبیؐ کے لئے پسند کرتا ہو اس کو بھیج۔ پس وہی شخص پہلے آیا جو صندوقی قبر

بنا تا تھا یعنی ابوطلحہ زید بن سہیلؓ۔ یہی اہل مدینہ کی قبر کھودا کرتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے صندوقی قبر بنائی۔
منگل کو آپ کی تجہیز سے فراغت ہوئی اور آپ کو آپ کے مکان کے (تخت) پر رکھا تو پھر صحابہؓ نے آپ کے مقام دفن میں اختلاف کیا۔ بعض کہتے تھے کہ مسجد مبارک میں دفن کئے جائیں اور بعض کہتے تھے کہ اپنے ہی مکان میں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ کسی نبی کی روح نہیں قبض کی گئی مگر وہ وہیں دفن کیا گیا، جہاں پر اس کی روح قبض کی گئی۔ لوگوں نے یہ سنتے ہی آپ کے فرش کو (جس پر آپ کا انتقال ہوا تھا) اٹھا دیا اور اسی جگہ پر قبر تیار کی گئی۔ اس کے بعد گروہ در گروہ پہلے مردوں نے، ان کے بعد عورتوں نے، ان کے بعد لڑکوں نے اور پھر غلاموں نے نماز ادا کرنی شروع کر دی۔ کوئی کسی کی امامت نہ کرتا تھا پھر آپ نصف شب بدھ کے دن دفن کئے گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ واقعہ ربیع الاول کی بارہویں شب کا تھا۔ اس حساب سے ہجرت کے بھی دس برس مکمل ہو گئے۔ تریسٹھ (63) برس کی عمر میں آپ کا وصال ہوا مگر بعض پینسٹھ (65) بعض ساٹھ (60) بھی بیان کرتے ہیں۔

سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال سے آپ کے سرفروش صحابہؓ پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ فطری تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کچھ صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ آپ کا انتقال ہی نہیں ہوا ان کا یہ کہنا فرط محبت کے سبب سے تھا، نہ کہ لاعلمی کی وجہ سے۔ اسی دوران میں انصار، سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت کا حق انصارؓ کو حاصل ہے۔ کیونکہ انہوں نے دین کی مدد کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس ٹھہرایا۔ ان کے ہمراہ دین کے دشمنوں سے لڑے''۔ مگر وہ مہاجرین جو سقیفہ میں اس وقت پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اس کی مخالفت کی لہٰذا دونوں فریقوں میں بحث وتکرار ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ اس امر کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو ہوئی۔ یہ دونوں بزرگ مع ابوعبیدہؓ بن الجراح سقیفہ روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت عاصم بن عدیؓ وحضرت عویم بن ساعدہؓ سے ملے۔ عاصم وعویمؓ نے ان کو روکنے کا ارادہ کیا لیکن وہ لوگ ان کے روکنے سے نہ رکے اور جس قدر جلد ممکن ہو سکا، سقیفہ میں جہاں پر انصار جمع تھے جا پہنچے اور باہم مباحثہ ہونے لگا۔

مسئلہ خلافت پر تکرار

ابوبکرؓ: ہم لوگ سابقین اولین میں شمار ہوتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں مقیم رہے۔ کفار کے ہاتھوں سے اذیتیں سہیں، پھر انہیں کے ساتھ ہجرت کی۔ تم اس بارے میں ہم سے بحث نہ کرو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمہیں حق نصرت نیز سابق الاسلام ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ بایں لحاظ ہم لوگ امراء ہیں اور تم وزراء ہو۔
حباب بن المنذرؓ بن الجموح: مناسب یہ ہے کہ ایک امیر ہم میں سے منتخب ہو اور ایک تم میں سے۔ یہ کہہ کر انصار کی طرف مخاطب ہو کر کہا: اے گروہ انصارؓ اگر مہاجرینؓ اس سے انکار کریں تو ان کو تم اپنی تلواروں سے اپنے شہر سے نکال باہر کرو۔ دین کی اشاعت ہمارے ذریعہ سے ہوئی ہے، ہم لوگ خلافت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقدار ہیں مگر بخیال رفع نزاع ہم کہتے ہیں کہ ایک ان میں سے امیر ہو اور ایک ہم میں سے۔
عمرؓ ابن الخطاب: تمہیں اچھی طرح یاد ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تمہارے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی تھی لیکن اگر تم کو استحقاق امارت ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم کو وصیت ضرور کرتے۔
عمرؓ ابن الخطاب اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ حباب بن المنذرؓ اٹھ کر پھر بحث کرنے لگے اور دونوں میں زور زور سے باتیں ہونے لگیں۔ حضرت عبیدہؓ ان دونوں بزرگوں کو روک رہے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ اے گروہ انصارؓ، اللہ سے خوف کھاؤ، تم لوگ وہ ہو جنہوں نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی لہٰذا اب تم سب سے پہلے ان لوگوں میں سے نہ بنو، جنہوں نے اپنے طبائع کو متبدل ومتغیر کر دیا ہو:
بشیرؓ بن سعد بن النعمان بن کعب بن الخزرج: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ قریش میں سے تھے اور ان کی قوم امارت وخلافت

کی زیادہ مستحق ہے اور ہم لوگ اگر چہ انصارؓ دین اور سابق الاسلام ہیں مگر اس اسلام سے ہمارا مقصود اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنا اور اس کی اطاعت مدنظر تھی۔ اس کا معاوضہ ہم دنیا میں نہیں چاہتے اور نہ اس بارے میں ہم مہاجرین سے جھگڑا کرنا چاہتے ہیں۔

حبابؓ بن المنذر: اے بشیر تو نے واللہ بڑی بزدلی ظاہر کی تو نے تو سارا کارخانہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔

بشیرؓ: نہیں نہیں۔ میں نے بزدلی سے اپنا خیال ظاہر نہیں کیا بلکہ مجھے یہ بات ناپسندیدہ معلوم ہوئی کہ میں امارت و خلافت کے لئے ایک ایسی قوم سے نزاع کروں جو اس کی مستحق ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "الائمة من قریش" (کل امام قریش سے ہوں گے)۔

اس کلام کے تمام ہوتے ہی دو چار انصارؓ و مہاجرینؓ نے اس حدیث کی تصدیق کر دی، جس سے حبابؓ بن المنذر کا خیال بدل گیا اور دفعتہً وہ شور و غل جو اس مجمع میں امارت کے سلسلے میں برپا تھا، بالکل ختم ہو گیا۔ سب کے سب ایک خاموشی کی حالت میں ہو گئے، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ اور ابوعبیدہؓ کی طرف بیعت کا اشارہ کیا، حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں کبھی بھی بیعت نہ لوں گا۔ جب تک ابوبکرؓ موجود ہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔

بیعت خلافتِ صدیقی

تب بشیرؓ بن سعد نے اٹھ کر سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر حضرت عمرؓ و ابوعبیدہؓ نے۔ پھر اوس نے، کیونکہ یہ خزرج کی امارت سے کبیدہ خاطر تھے۔ انہیں لوگوں میں اسیدؓ بن حضیر بھی شامل تھے۔ ان کے بعد بیعت کرنے والے چاروں طرف سے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت پر امنڈے چلے آتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایسی کثرت ہو گئی کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی، سعد بن عبادہؓ ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے ان کے ساتھیوں میں سے کہا: دیکھو کہیں سعد اس کشمکش میں دب کر نہ مر جائے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے مارا ہے۔ سعدؓ یہ سنتے ہی اٹھ کر ان سے دست بگریباں ہو گئے۔ عمرؓ کو بھی غصہ آ گیا مگر حضرت ابوبکرؓ کے روکنے سے رک گئے۔ جب سب لوگ بیعت کر چکے تو سعدؓ سے بیعت کرنے کے لئے کہا گیا۔ سعدؓ نے بیعت سے انکار کیا۔ حضرت بشیرؓ نے کہا: یہ تن تنہا آدمی ہیں۔ ان سے درگزر کرو۔ ان کو ان کی حالت پر رہنے دو لہٰذا حضرت سعدؓ بن عبادہؓ اس واقعہ کے بعد نہ تو ان کے ساتھ نماز میں شامل ہوا کرتے تھے اور نہ ان سے ملاقات رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ کا وصال ہو گیا۔ علامہ طبری نے لکھا ہے کہ حضرت سعدؓ نے بھی کچھ دیر کے بعد اسی دن ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ جبکہ کچھ نے کہا ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت سعدؓ بن عبادہ شام کی طرف چلے گئے تھے اور وہیں مقیم رہے، یہاں تک کہ انتقال ہو گیا۔ مشہور ہے کہ ان کو جن نے مارا۔ اس روایت کی تائید میں یہ اشعار پڑھے جاتے ہیں:

نحن قتلنا سید الخزرج سعد بن عباده
فرميناه بسهمين فلم نخط فواده

(ہم نے سعد بن عبادہؓ سردار خزرج کو موت کے حوالے کر دیا۔ ہم نے انہیں دو تیر مارے اور ان کے دل سے خطا نہیں کی)۔

باب:۱۱

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور خلافت

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد سقیفہ میں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، سعد بن عبادہؓ کے علاوہ مہاجرینؓ وانصارؓ نے متفقہ طور پر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ بشرط صحت روایت کسی نے بیعت سے تخلف نہ کیا لہٰذا ان سے اکیلا ہونے کی وجہ زیادہ چھیڑ چھاڑ نہ کی گئی اور انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیا گیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں سب سے پہلا کام لشکر اسامہؓ کو روانہ کرنا تھا اگرچہ اس وقت تقریباً تمام عرب مرتد ہو گیا تھا۔ قبیلوں کے قبیلے اسلام سے پھر گئے تھے۔ ہر طرف نفاق کی تاریکی چھا گئی تھی۔ مخالف ہواؤں کے جھونکے چل رہے تھے، ارتداد کی سیاہ گھٹائیں امڈی چلی آتی تھیں۔ مسلمان غریب ایسی تاریک رات میں اپنی قلت اور کثرت اعداء سے حیران وپریشان ہو رہے تھے۔ مگر اس کے باوجود نہایت استقلال سے ابوبکرؓ نے لوگوں کو اسامہؓ کے ساتھ روانگی کا حکم دیا۔ اسامہؓ نے اس خیال سے کہ شاید کوئی اہم امر پیش نہ آ جائے حضرت عمرؓ کو ابوبکرؓ کے پاس واپس کیا۔ انصارؓ نے عمرؓ کی زبانی خلیفۃ المسلمین سے یہ کہلا بھیجا کہ ایسی حالت میں لشکر کی روانگی مناسب نہیں لہٰذا بہتر ہوگا کہ یہ کام آئندہ کسی مناسب وقت پر موقوف رکھا جائے اور اگر روانگی ضروری سمجھی جائے تو اسامہؓ سے زیادہ کسی معمر اور آزمودہ کار کو ہمارا سردار مقرر کیجئے۔ حضرت عمرؓ نے جس وقت انصار کا یہ پیام ابوبکرؓ کے گوش گزار کیا تو حضرت ابوبکرؓ اٹھ کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے اور کہنے لگے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو ہرگز نہیں ٹال سکتا۔ اگر مجھے اس امر کا خوف ہوتا کہ مجھے مدینہ میں کوئی درندہ آ کر پھاڑ ڈالے گا یا کوئی مجھے لوٹ کر لے جائے گا تو بھی میں اسامہؓ کو روانہ کرتا۔ کس کے منہ میں دانت ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف عمل کرے اور جس کو وہ مقرر کر جائیں اس کو وہ موقوف کرے۔ میں جب تک اسامہؓ کو رخصت نہ کر دوں ایک لحظہ بھی قرار نہ پاؤں گا۔

ارشاد نبویؐ کے مطابق جیش اسامہؓ کی پیش قدمی

یہ کہہ کر حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے اٹھے اور اسامہؓ کے ہمراہ مدینہ سے نکلے۔ راستے میں اسامہؓ سے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

''میں تم کو کچھ باتوں کی ہدایت کرتا ہوں ان کو تم یاد کرلو۔ یہ کہ خیانت نہ کرنا، دروغ گوئی نہ کرنا، بدعہدی نہ کرنا، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، کسی پھلدار درخت کو نہ کھدوانا اور نہ ہی جلانا اور نہ کاٹنا۔ کھانے کے سوا بکری، گائے اور اونٹ کو ظلماً ذبح نہ کرنا۔ کسی قوم کے پاس پہنچ کر ان کو نرمی سے اسلام کی طرف بلانا اور جب کسی سے ملو تو اس کے حفظ مراتب کا خیال رکھنا مگر جو شخص اسلام کی مخالفت کرے بے تامل اس کی گردن اڑا دینا اور جب کھانا شروع کرنا تو اللہ کا نام لے کر کھانا۔ اے اسامہؓ ان کل کاموں کو کرنا جن کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں دیا ہے اس میں کچھ کمی نہ کرنا اور نہ ہی زیادتی۔ جاؤ اللہ کے نام پر، اللہ کی راہ میں کافروں سے لڑو۔''

ابوبکرؓ اس قدر باتیں سمجھا کر جرف سے واپس آئے اور اسامہؓ نے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا داروں و بلقار میں پہنچ کر جنگ چھیڑ دی۔ چالیس دن اور بعض کے مطابق ستر دن کے بعد بے شمار مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر واپس آئے۔ اسامہؓ کی یہ روانگی اور ان کی لڑائی مسلمانوں کے حق میں بے حد مفید ثابت ہوئی۔ عربوں کا خیال بدل گیا۔ وہ بہت سی باتیں کرنے والے تھے لیکن اس واقعہ سے ڈر کر چپ ہو رہے۔

فتنہ ارتداد کا ظہور و عروج

اس زمانہ میں جب اسامہؓ رومیوں سے لڑ رہے تھے حضرت ابوبکرؓ بالکل خاموشی کی حالت میں بیٹھے رہے۔ اگر چہ عربوں کے مرتد ہونے کی اطلاعات وقتاً فوقتاً آتی رہیں۔ آخر یہ نوبت ہوئی کہ ادھر سوائے قبیلہ قریش و ثقیف کے کل قبائل عرب عام طور سے تمام یا بعض مرتد ہو گئے۔ اور ادھر مسیلمہ کذاب کے کاموں میں ایک گونہ استحکام پیدا ہو گیا۔ طلیحہ کے پاس قبائل طے اور اسد کا ایک گروہ جمع ہو گیا، غطفان مرتد ہو گئے، بنو ہوازن نے ان سے اتفاق کیا اور صدقہ بند کر دیا۔ سلیم کے خاص خاص لوگ اسلام سے پھر گئے قصہ کوتاہ ہر مقام پر اکثر آدمی ارتداد کی بلائے بد میں مبتلا ہو گئے۔ یمن۔ یمامہ، بنی اسد، اور ہر ایک مقام کے امراء و ذوابین کے قاصد عرب کے عام طور سے مرتد ہونے کی خبریں لانے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ نہایت استقلال و مضبوطی سے ان سب خبروں کو سنتے رہے کیونکہ آپ فتنہ گروں کی گوشمالی کے لئے اسامہؓ کی واپسی کے منتظر تھے۔

زکوٰۃ اور نماز کے منکر

قبیلہ عبس و ذبیان جوش مردانگی سے پھٹ پڑے۔ عبس، ابرق میں اور ذبیان ذی القصہ میں آ اترے۔ ان کے ساتھ کچھ لوگ بنی اسد و بنی کنانہ کے بھی تھے۔ انہوں نے متفق ہو کر چند آدمیوں کو بطور وفد حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے بمقابلہ معززین مدینہ نماز کی کمی اور زکوٰۃ کی معافی کی درخواست کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: واللہ اگر ایک عقال (اونٹ کے پاؤں باندھنے کی رسی) نہ دیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا اور پانچ وقت کی نماز میں سے ایک رکعت کی بھی کمی نہ کی جائے گی۔

مدینہ منورہ پر حملہ

مرتدین کے وفود یہ سخت جواب سن کر اپنے گروہ میں لوٹ آئے اور مسلمانوں کی قلیل تعداد سے آگاہ کیا۔ عبس و ذبیان اس اطلاع کے سنتے ہی مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہو گئے۔ اسی وقت بلا پس و پیش مدینہ پر حملہ کر دیا مگر ان کے حملہ کرنے سے قبل ابوبکرؓ نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ گشت پر علیؓ و زبیرؓ و طلحہؓ و عبداللہ ابن مسعودؓ کو مقرر کیا تھا اور جو لوگ مدینہ میں موجود تھے ان کو مسجد نبوی کے سامنے یک جا کر رکھا تھا۔ جب عبس و ذبیان نے اسلامی نگران دستے پر حملہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس واقعہ سے مطلع ہوتے ہی مسلمانان مدینہ کو ان کی کمک پر بھیج دیا۔ مرتدین کو شکست ہوئی۔ اسلامی لشکر ذی خشب تک ان کے تعاقب میں گیا۔ اس کے بعد مرتدین دوسرے راستہ سے بانسری و دف بجاتے زمین پر پاؤں پٹکتے طرح طرح کی حرکات و تماشے کرتے ہوئے لوٹے۔ اس سبب سے اسلامی لشکر کے اونٹ بھڑک کر بھاگے، مسلمانوں نے اونٹوں کو بہت پھیرنا چاہا۔ مگر اونٹوں نے مدینہ میں پہنچ کر دم لیا۔

مدینۃ النبی کا دفاع

ادھر مرتدین نے یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی، اہل ذی قصہ کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ ادھر ابوبکرؓ خود مقابلہ کے ارادے سے مسلح ہو کر نکلے۔ میمنہ پر نعمان بن مقرن کو اور میسرہ پر عبداللہ بن مقرن کو اور ساقہ پر سوید بن مقرن کو مقرر کر کے فجر کی نماز پڑھ کر مرتدین پر حملہ آور ہوئے۔ دوپہر نہ ہونے پائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ مرتدین میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ بنی اسد سے حبال مارا گیا۔ ظہر کے قریب حضرت نعمان چند مسلمانوں کے ساتھ مال غنیمت لے کر مدینہ کو واپس ہوئے اور حضرت ابوبکرؓ مرتدین کے تعاقب میں ذی قصہ تک بڑھے چلے گئے۔ اس اثناء میں بنو ذبیان و عبس نے موقع پا کر نعمان پر اچانک حملہ کر کے مال غنیمت لوٹ لیا اور جس قدر مسلمان آئے انہیں شہید کر ڈالا۔ ابوبکرؓ جب تعاقب سے واپس لوٹے اور اس واقعہ کو سنا تو انہوں نے قسم کھائی کہ جس قدر مرتدین و مشرکین نے مسلمانوں کو مارا ہے اتنے ہی آدمیوں کو میں ان میں سے ماروں گا اور جب تک خدا کے دشمنوں سے اس کا بدلہ نہ لے لوں، آسائش سے نہ بیٹھوں گا۔ ابھی حضرت ابوبکرؓ اسی

ارادے میں تھے کہ مدینہ میں اطراف وجوانب کے ممالک سے صدقات آ گئے اور اسامہؓ بھی مال غنیمت لئے آ پہنچے۔

باغی قبائل کی سرکوبی

ابوبکرؓ نے اسی وقت اسامہؓ کو مدینہ میں اپنے بجائے مقرر کر کے لشکر اسلام کو مرتب کیا اور کچھ آدمیوں کو لے کر ذی حشب وذی قصہ کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ ابرق پہنچ کر عبس وذبیان وبنو بکر (کنانہ) وثعلبہ بن سعد اور ان کے ہمراہیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ فریقین نے کشت وخون کا بازار گرم کر دیا مگر آخر کار مرتدین شکست کھا کر فرار ہوئے تو مسلمانوں نے ان کو شمشیر ونیزہ پر رکھ لیا۔ ایک کثیر جماعت ان میں سے ہلاک ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد ابرق میں حضرت ابوبکرؓ نے چند روز قیام کیا اور بنو ذبیان کو ان مقامات سے بالکل بے دخل کر کے مسلمانوں کے قبضہ میں دے دیا جبکہ خود مدینہ واپس آ گئے۔

یمن کے فتنہ پرور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت مکہ وبنی کنانہ پر عتاب بن اسید اور طائف اور اس کے متعلقات پر عثمان بن ابی العاص اور عجز ہوازن پر عکرمہ بن ابی جہل اور نجران اور متعلقات پر عمرو بن حزم نماز پڑھانے پر اور ابوسفیان بن حرب صدقات پر اور مابین زمع وزبید بحران تک پر خالد بن سعید بن العاص اور ہمدان پر عامر بن شہر ہمدانی اور صنعاء پر فیروز دیلمی اور جند پر یعلی بن امیہ اور مارب پر ابوموسیٰ اشعری اور اشعر میں دعک پر طاہر بن ابی ہالہ اور حضر موت پر زیاد بن لبید بیاضی وعکاشہ بن ثور بن اصغر غوثی اور کندہ پر مہاجر بن ابی امیہ (رضی اللہ عنہم) عامل تھے اور معاذ بن جبل کل ملک یمن میں ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں دورہ کرتے اور قرآن حکیم کی تعلیم دیتے تھے۔ چونکہ مہاجر بن ابی امیہ پر غزوۂ تبوک میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوئے تھے۔ اگرچہ ام المومنین ام سلمہؓ کی سفارش سے وہ ناراضگی دور ہو گئی تھی اور آپ نے ان کو کندہ کا عامل مقرر فرمایا تھا مگر آپ کی علالت وانتقال کی وجہ سے مہاجر بن ابی امیہ کندہ میں نہ جا سکے اور زیاد بن لبید ان کی قائم مقامی میں تمام امور انجام دیتے رہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ حیات ہی میں اہل یمن، اسود عنسی کے سبب سے مرتد ہو گئے تھے جن کی اصلاح آپ نے پہلے نامہ وپیام سے فرمائی۔ بہر حال اسی زمانہ میں اسود مارا گیا اور یمن میں پھر اسلام کا بول بالا ہو گیا تھا۔ مگر جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی اطلاع اہل یمن کو ملی تو وہ بھی دیگر عربوں کی طرح پھر سے مرتد ہو گئے۔ فالہ جو عنسی کے لشکر میں تھا، پہلے ہی سے عنسی کے مارے جانے کے بعد نجران وصنعاء کے مسلمانوں کے خلاف لوگوں کو بھڑکا رہا تھا۔ عمرو بن معد یکرب، قیس بن عبد یغوث بن مکشوح وغیرہ کے مرتد ہو جانے سے یمن کی ہوا خاصی بگڑ گئی۔ قیس بن عبد یغوث نے ابناء فیروز وداد ویہ وخشنش کو حیلے سے اس غرض سے ان سب کو قتل کرنے کی کوشش کی کہ ان کے بعد صنعاء پر اس کا تسلط ہو جائے گا لیکن مصلحتاً کھلم کھلا برسر میدان خود تو نہ آیا فالہ سے کہلا بھیجا کہ موقع مناسب ہے عنسی کا لشکر لے کر ابناء فیروز پر حملہ کر کے صنعاء پر قبضہ کر لینا چاہئے۔ میں بھی تیری مدد کو تیار ہوں جب فیروز کو فالہ کی تیاری کے متعلق معلوم ہوا تو اس نے قیس سے امداد طلب کی۔ قیس نے اظہار محبت سے اس کو نصیحتیں کیں اور دھوکہ سے قتل کرنے کی غرض سے اس کی دعوت کی۔ اتفاق سے داد ویہ پر اس کو کامیابی حاصل ہو گئی اور فیروز اور خشنش اپنے قتل کے خوف سے فرار ہو گئے۔ قیس نے ان کا تعاقب کیا لیکن یہ جبل خولان میں اپنے ماموں کے پاس جا کر پناہ گزیں ہو گئے۔ قیس نے واپس آ کر صنعاء پر قبضہ کر لیا اور فالہ بھی عنسی کا لشکر لئے ہوئے اس سے آ کر مل گیا۔

فیروز وخشنش نے اس واقعہ سے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو باخبر کیا۔ جناب موصوف نے فیروز کو بدستور ولایت صنعاء پر قائم رکھ کر بن ابی ہالہ وعکاشہ بن ثور وذی الکلاع سمیفع وذی ظلیم حوشب وذی تبان شہر کو اس کی امداد کے لئے لکھا اور اسلامی لشکر بھیجنے کا وعدہ کیا۔ فیروزؓ کے پاس جب طاہر وعکاشہ وغیرہ کے مل جانے سے ایک معقول جمعیت ہو گئی تو وہ قیس کے مقابلہ پر نکلا۔ قیس نے یہ جان کر پہلے یہ انتظام کیا کہ فیروز کے عیال واطفال کے دو گروہ کر کے ایک کو عدن کی طرف بھیجا تا کہ دریا کے راستے جلا وطن کر دیئے جائیں اور دوسرے گروہ کو خشکی کی طرف اس لئے روانہ کر دیا کہ

بیابان وصحرا میں آوارہ و پریشان ہو کر جس طرف چاہیں چلے جائیں۔ اس کے بعد عنسی کا لشکر اور قبائل مرتدہ کو لے کر وہ فیروز سے لڑنے کے لئے چلا۔ فیروز کے لکھنے پر بنی عقیل بن ربیعہ و عک نے لڑکوں کو چھین لیا اور ان کے ساتھ جو قیس کے آدمی تھے ان کو بھی قتل کر کے فیروز سے آملے اور اس کے ساتھ قیس سے لڑے۔ یہ لڑائی صنعاء کے باہر ایک کھلے میدان میں ہوئی۔ فریقین میں دن رات جنگ رہنے کے بعد قیس کو شکست ہوئی وہ فرار ہو کر اسی مقام پر چلا گیا جہاں پر فالہ کے ساتھ تھا۔

بعد ازاں قیس کے ساتھ عمرو بن معدی کرب بھی آملا، یہ اسی زمانہ سے مرتد ہو گیا تھا، جب کہ اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ فردہؓ بن مسیک اور قیس اور یہ تقریباً ایک ہی دور میں اسلام لائے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیس کو قبل اسلام عمرو بن معدی کرب۔ صدقات مراد پر متعین فرمایا تھا اور عمرو بن معدی کرب اپنی قوم سعد العشیرہ سے علیحدہ ہو کر زبید کے ساتھ حاضر خدمت اقدس ہو کر ایمان لایا تھا۔ جب اسود نے دعویٰ نبوت کر کے بغاوت کی اور مذحج نے اس کا اتباع کیا تو عمرو بن معدی کرب بھی منجملہ انہیں افراد کے تھا مگر فردہؓ مع اپنے ہمراہیوں کے اسلام پر ثابت قدم رہا اور اسی وقت سے اسود نے عمرو بن معدی کرب کو اپنا نائب انتخاب کر لیا تھا۔

انہی ایام میں کندہ بھی مرتد ہو کر اسود عنسی کے تابع ہو گئے تھے۔ ان کے مرتد ہونے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ زیاد کندی جوان سے صدقات وصول کرنے پر متعین تھے بنی عمرو بن معاویہ (کندہ) میں صدقات وصول کرنے کو گئے۔ بنی عمرو بن معاویہ نے باوجود صدقات واجب ہونے کے دینے سے انکار کیا۔ زیاد نے ان پر حملہ کر کے ان کو شکست دی لہٰذا کل بنی عمرو بن معاویہ اس واقعہ سے برہم ہو کر صدقہ دینے سے منکر ہوئے اور مرتد ہو گئے۔ اگرچہ شراحیل بن اسمط نے اپنی قوم بنی عمرو بن معاویہ کو صدقہ کے انکار اور مرتد ہونے سے بہت روکا مگر انہوں نے جب ان کی نہ سنی تو شراحیل مع اپنے بیٹوں کے زیادؓ سے آملے اور یہ بیان کیا کہ ”بنی عمرو بن معاویہ نے بعض سکاسک وحضر موت وابضعہ وجمد ومشرح ومخوس اور ان کی بہن عمرہ نے سازش کر لی ہے۔ اگر تم نے ان کو ایک روز کی بھی مہلت دی تو پھر ان پر کامیابی حاصل کرنی دشوار ہو جائے گی۔“ زیادؓ نے یہ سن کر اسی وقت ان پر حملہ کر دیا اور ایک خونریز لڑائی کے بعد مرتدین کے گروہ کو منتشر کر کے مال غنیمت اور قیدیوں کو لے کر واپس ہوئے۔ راستے میں اشعث بن قیس وبنی حرث بن معاویہ سے ملاقات ہوگئی۔ قیدیوں کی عورتوں نے اشعث وبنی حرث سے فریاد کی جس سے اشعث وبنی حرث کی رگ حمیت جوش میں آگئی اور اس نے غفلت کی حالت میں زیاد پر حملہ کر کے تمام قیدیوں کو چھڑا لیا۔ اس کے بعد کل بنی معاویہ اور سکاسک وحضر موت ان کے مطیع ہوئے تھے۔ یہ سب کے سب جمع ہو کر ارتداد پر ڈٹے رہے۔

جنگ اعلاب

حضرت ابوبکرؓ صدیق شروع میں تو اہل ردت سے نامہ و پیام ہی کرتے رہے اور مہاجرین وانصار کو ان کی سرکوبی کو نہ بھیجا مگر جب انہوں نے یہ دیکھا کہ مرتدین کی جمعیت دن بہ دن بڑھتی جاتی ہے اور دیگر امور سے ان کو کچھ اطمینان بھی حاصل ہو گیا تب انہوں نے عتابؓ ابنؓ اسید کو مکہ میں اور عثمانؓ بن ابی العاص کو طائف میں لکھا کہ جتنے لوگ اسلام پر ثابت قدم ہیں اور وہ اس وقت تک مرتد نہیں ہوئے، ان کو لے کر مرتدین پر حملہ کر دو۔ چنانچہ تہامہ میں جو مرتدین مدلج وخزاعہ کا گروہ جمع ہو رہا تھا۔ ان کو عتابؓ بن اسید نے قتل وغارت کر کے بھگا دیا اور جس قدر لوگ ازدو خثعم و بجیلہ کے شنواۃ میں موجود تھے ان کو عثمان بن العاص نے۔ ان مرتد قبائل کی دیکھا دیکھی ایک گروہ عک واشعرین کا بھی مرتد ہو کر اعلاب (راہ ساحل) میں جمع ہوا۔ طاہر بن ابی ہالہ مع مسروق عکی کے یہ سن کر ان کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔ فریقین کے درمیان مقام اعلاب میں لڑائی ہوئی۔ میدان جنگ طاہر کے ہاتھ رہا۔ عک واشعرین کو شکست ہوئی۔ بے شمار آدمی ان کے ہلاک ہو گئے۔ طاہر بن ابی ہالہ نے اس واقعہ سے حضرت ابوبکرؓ کو مطلع کیا اور ان کے حکم کے انتظار میں لشکر لئے ہوئے ٹھہرے رہے۔

اہل نجران نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا سن کر چالیس ہزار سواروں سے خروج کیا اور اپنے وفود کو حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بغرض تجدید عہد روانہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک نیا عہد نامہ لکھ کر ان کو دیدیا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ عرب میں دو دین نہیں رہیں گے۔

حضرت جریرؓ کی یمن کو روانگی

ان واقعات کے بعد جریرؓ بن عبداللہ واقرع دو بر بن یحنّس واپس لوٹے، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسود عنسی کے خروج کے دور میں روانہ کیا تھا۔ پھر ابوبکرؓ نے جریرؓ کو اس غرض سے یمن کی طرف واپس کیا کہ جو لوگ اسلام پر ثابت قدم ہیں ان کو لے کر مرتدین سے مقابلہ کریں اور خثعم کو زیر کر کے جمعیت اسلام کی نگہداشت اور حفاظت کی خاطر نجران میں ٹھہرے رہیں۔ جریر یہ حکم پاتے ہی پھر یمن واپس آئے۔ خثعم کے چند آدمیوں نے لڑائی کی جن کو وہ قتل وقید کر کے نجران کی طرف چلے گئے۔ عثمان بن ابی العاص والی طائف بحکم حضرت ابوبکرؓ بیس آدمیوں کو اپنے بھائی کی سربراہی میں اہل طائف پر اور عتابؓ بن اسید مکہ وعمال مکہ پر اپنے بھائی خالدؓ کی سربراہی میں پانچ سو آدمیوں کو مقرر کر کے اگلے حکم کے منتظر رہے۔ جب یمن کی ابتری حد سے بڑھ گئی اور کسی طرح اس کی بگڑی ہوئی کیفیت سلجھتی نظر نہ آئی، تب مہاجر بن ابی امیہ حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے یمن کی بغاوت ختم کرنے کے لئے یمن کی طرف بڑھے۔ مکہ وطائف میں عتابؓ وعثمانؓ سے ملتے ہوئے خالد بن اسید وعبدالرحمٰن بن ابی العاص کو مع ان کے ہمراہیوں کے لیتے ہوئے جریر بن عبداللہ وعکاشہ بن ثور کے پاس پہنچے۔ ان کو بھی اپنے لشکر میں ملا کر نجران میں داخل ہوئے۔ فردہ بن سیک نے ان لوگوں سے ملاقات کی اور مرتدین کے حالات سے ان کو مطلع کیا۔

نجران کی مہم

نجران میں پہنچنے کے دوسرے روز عمرو بن معدی کرب وقیس بن مکشوح نے ایک گروہ مرتدین کا لے کر مقابلہ کیا۔ لڑائی کا آغاز نہایت خطرناک تھا۔ چاروں طرف سے مرتدین گھیرے ہوئے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مرتدین کو مسلمانوں نے میدان سے مار بھگا دیا۔ لاتعداد مرتدین اس واقعہ میں کام آئے۔ عمرو بن معدی کرب وقیس بن مکشوح گرفتار کر کے مدینہ میں ابوبکرؓ صدیق کے پاس بھیج دیئے گئے۔ عمرو بن معدی کرب وقیس بن مکشوح نے توبہ کی اور دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان دونوں آدمیوں کو پھر یمن کی طرف واپس کر دیا۔

مہاجرؓ بن ابی امیہ مہم نجران سے فارغ ہو کر صنعاء واپس پہنچ کر مرتد قبائل کی سرکوبی اور سرگروہ مرتدین کی گوشمالی میں محو ہو گئے۔ جن لوگوں نے توبہ کی انہیں پھر اسلام میں داخل کر لیا اور جنہوں نے ذرا بھی سرتابی کی فوراً ان کی گردن اڑا دی۔ الغرض صنعاء کو بھی مہاجر بن ابی امیہ نے مرتدوں سے صاف کر کے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو اس سے آگاہ کیا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ صدیق نے عکرمہؓ بن ابی جہل کے ساتھ کندہ پر حملہ کرنے کا لکھا۔ عکرمہؓ بن ابی جہل ایک آزمودہ کار آدمی تھے ان کے پاس انہیں دنوں اطراف عمان سے ایک گروہ کثیر مہرہ واز دو ناجیہ وعبدالقیس کا موجود تھا۔ یہ مع ان لوگوں کے مہاجر بن ابی امیہ سے آملے اور ان کے ساتھ ساتھ کندہ کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔ مقام مغازہ مابین مارب وحضرموت کے زیاد کندی کا خط ملا جس میں کندہ پر نہایت تیزی سے حملہ کرنے کی تحریک تھی۔ مہاجر بن ابی امیہ خط ملتے ہی اپنے بجائے عکرمہ کو لشکر کا سربراہ مقرر کر کے خود کچھ حصہ اسلامی فوج کا لے کر نہایت سرعت سے زیادؓ سے جا ملے اور ان کی ہمراہی میں کندہ کے مقابل ہوئے۔ کندہ کی افسری اشعث بن قیس کر رہا تھا۔ مقام مجر الزبرقان میں صف آرائی ہوئی۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کہہ کر حملہ کیا۔ مرتدین کندہ کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے فرار ہو گئے۔

اشعث قلعہ نجیرہ میں جا چھپا اور ایک دشوار گزار راستے کے سوا ہر جانب سے قلعہ بندی کر لی۔ اس اثناء میں عکرمہؓ مع بقیہ اسلامی لشکر کے آ گئے اور انہوں نے اس راستہ کو بھی بند کر دیا جسے اشعث نے مدد ورسد کے لئے کھول رکھا تھا۔ چند دنوں کے محاصرے کے بعد اشعث نے مجبور ہو کر اس شرط سے قلعہ کا دروازہ کھول دینے کا اقرار کیا کہ اس کی قوم کے نو آدمیوں کو مع ان کے اہل وعیال ومال کے پناہ دی جائے۔ مہاجر وزیاد اس شرط پر راضی ہو گئے۔ اشعث نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ اسلامی لشکر نے گھس کر دشمنان دین کو قتل وقید کرنا شروع کر دیا۔ اس واقعہ میں قیدیوں کی تعداد کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک ہزار تو صرف عورتیں ہی قید ہوئیں تھیں۔ جب مسلمانوں نے اس سے فراغت پائی تو اس وقت اشعث کا وہ خط کھولا گیا جس میں اس نے مامونین کے نام لکھے تھے مگر اتفاق سے نام لکھتے وقت یہ اپنا نام لکھنا بھول گیا تھا لہٰذا مسلمانوں نے فوراً اس کی بھی مشکیں

باندھ لیں۔اور قیدیوں کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس مدینہ بھیج دیا۔

اشعث کو امان

ابوبکرؓ صدیق نے اشعث سے کہا کہ تو مرتد ہو گیا، مسلمانوں سے لڑا اور ان کی خونریزی کی لہٰذا اس کی پاداش میں تجھ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ اشعث نے جواب دیا کہ میں نے بذریعہ خط اپنی قوم کی جان بخشی کرائی ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا: بیشک صلح اور امن اسی کے لئے ہے جس کا نام صحیفہ میں درج ہے اور جس کا نام صحیفہ میں نہیں اس کا قول مردود ہے اور وہ قابل گردن زدنی ہے۔ اشعث یہ سن کر تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ اس کے بعد ندامت سے آنکھیں نیچی کر کے کہنے لگا: اے خلیفہ رسول اللہ میں توبہ کرتا ہوں میرا اسلام آپ قبول کیجئے اور میری بی بی میرے حوالہ کیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر اس کی توبہ قبول کر لی اور اس کی بیوی یہ کہہ کر اس کے سپرد کر دی کہ مجھ کو امید ہے کہ آئندہ تجھ سے نیکی کے سوا اور کوئی فعل سرزد نہ ہو گا اور ہمیشہ مجھے تیری نیکی کی اطلاع ملتی رہے گی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مال غنیمت کو تقسیم کر دیا اور قیدیان کندہ سے فدیہ لے کر ان کو بھی رہا کر دیا۔

اس سے قبل ہم تحریر کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت اسامہؓ کو شام سے واپسی پر اپنا نائب مقرر کر کے ربذہ کی طرف بڑھے تھے اور بنی عبس وذبیان وکنانہ کو ابرق میں شکست دے کر پھر مدینہ واپس لوٹ آئے تھے۔ اس اثناء میں لشکر اسامہؓ کی سفر کی تکان دور ہو گئی تھی اور وہ دشمنان خدا کے مقابلہ ومقاتلہ پر پھر سے آمادہ ہو گئے تھے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ صدیق نے مرتدین ومنحرفین اسلام کی سرکوبی کی غرض سے گیارہ لشکر تیار کر کے ہر ایک کے لئے ایک ایک نشان اور ایک ایک سالار مقرر کیا اور ان کو حکم دیا کہ ہر قبیلہ سے چند مسلمانوں کو ان کی اپنی حفاظت کے لئے چھوڑ کر باقی کو اپنے ساتھ لے کر مرتدین سے مقابلہ کرو۔ یہاں تک کہ وہ پھر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں یا ان کا نام ونشان مٹ جائے۔

ان کے علاوہ ایک لواء خالد بن الولید کے لئے تیار کیا اور انہیں حکم دیا کہ پہلے طلیحہ پر چڑھائی کرو۔ اس کے بعد مالک بن نویرہ پر بطاح میں حملہ کرنا۔ ایک لواء عکرمہؓ بن ابی جہل کو دے کر مسیلمہ ویمامہ کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ پھر ان کے بعد انہیں دونوں کی جانب شرجیل بن حسنہؓ کو روانہ کیا اور فرمایا کہ یمامہ سے فارغ ہو کر قضاعہ سے لڑنا پھر کندہ پر حضرموت میں حملہ کرنا۔ ایک لواءؔ خالد بن سعید بن العاص کو دیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یمن سے اپنا صوبہ چھوڑ کر مدینہ آ گئے تھے۔ ان کو ابوبکرؓ صدیق نے مشارف شام کی طرف بڑھنے کو کہا اور ایک لواء عمرو بن العاص کو دے کر مرتدین قضاعہ سے لڑنے کے لئے کہا اور ایک لوا حذیفہ بن محصن اور ایک عرفجہ بن ہرثمہ کو دے کر سابق الذکر کو اہل دبا پر اور مؤخر الذکر کو مہرہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ ایک لواء طریفہ بن عاجز کو دے کر بنی سلیم اور ان کے ساتھیوں بنی ہوازن کی گوشمالی پر متعین کیا اور ایک لواء سوید بن مقرن کے لئے بنا کر ان کو یمن کی جانب بھیجا اور ایک لواء علاء حضرمی کے لئے تیار کر کے انہیں بحرین کی جانب پیش قدمی کا حکم دیا۔

امیران کے لئے خلیفہ اول کا فرمان

غرضیکہ ہر ایک لشکر پر ایک ایک امیر مقرر کر کے ایک ہی عبارت کا، ہر ایک امیر کو ایک ایک فرمان لکھ کر دیا جس کی عبارت یہ تھی:

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. ھذا عھد من ابی بکر خلیفة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لفلان حین بعثه فیمن بعثه لقتال من رجع عن الاسلام وعھد الیه ان یتقی اللّٰہ ما استطاع فی امرہ کله سرہ وجھرہ و امرہ بالجھد فی امر اللّٰہ و مجاھدة من تولیٰ عنه و رجع عن الاسلام الیٰ امانی الشیطان بعد ان یعذر الیھم فیدعوھم بدعایة الاسلام فان اجابوہ امسک عنھم وان لم یجیبوہ شن غارته حتی یقروا له ثم ینبھم بالذی علیھم والذی لھم فیاخذ ما علیھم ویعطیھم الذی لھم لا ینظرھم ولا یرد المسلمین عن قتال عدوھم فمن اجاب الیٰ امر اللّٰہ عزوجل و اقر له قبل ذلک منه واعانه، علیه بالمعروف وانما یقاتل من کفر باللّٰہ علی الاقرار بما جاء من عنداللّٰہ فاذا اجاب الدعوة

لم یکن علیه سبیل وکان الله حسیباً بعد فیما استسر به ومن لم یجب الیٰ داعیة الله قتل و قوتل حیث کان و حیث بلغ مراغمة لایقبل الله من احد شیئا مما اعطی الاسلام فمن اجابه اقر قبل منه و اعانه ومن ابی قاتله فان اظهره الله علیه عزوجل قتلهم فیه کل قتلة بالسلاح و النیران ثم قسم ما افاء الله علیه الا الخمس فانه یبلغناه ویمنع اصحابه العجلة و الفساد. وان لا یدخل فیهم حشواً حتی یعرفهم ویعلم ماهم لئلا یکونوا عیوناً و لئلا یوتی المسلمون من قبلهم وان یتفقل بالمسلمین و یرفق بهم فی السیر والمنزل ویتفقدهم ولا یعجل بعضهم عن بعض ویستوصی بالمسلمین فی حسن الصحبة ولین القول۔"

(شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے۔ ابوبکرؓ خلیفہ رسولؐ کا فلاں شخص سے جب کہ آپ نے اسے مجاہدوں کا امیر بنا کر مرتدین سے لڑنے کے لئے بھیجا تھا یہ عہد ہے کہ مقدور بھر اپنے تمام کاموں میں خلوت وجلوت میں اللہ سے ڈرتا رہے اور اللہ کے کاموں میں سرگرم رہے اور جو اسلام چھوڑ کر شیطانی خواہشوں کی طرف لوٹ گئے ہیں، ان سے جہاد کرے، پہلے انہیں اسلام کی دعوت دے، اگر مان لیں تو ٹھیک۔ ورنہ ان پر حملہ کرے، جب تک اسلام کا اقرار نہ کرلیں۔ پھر انہیں وہ حقوق بتائے جو ان پر واجب ہیں اور انہیں ان کے حقوق بھی ذہن نشین کرا دے۔ دوسروں کے حقوق ان سے لے لے اور ان کے حقوق انہیں دیدے اور انہیں مہلت نہ دے اور مسلمانوں کو جہاد سے نہ روکے۔ پھر جب اللہ کا حکم مان لے اور اس کا اقرار کرلے تو اسے قبول کرلے اور نیک کاموں میں اس کی مدد کرے۔ جنگ اسی سے کرے جو اللہ کے پاس سے آئی ہوئی شریعت کا منکر ہو۔ اگر اسے مان لے تو پھر اس پر کوئی راہ نہیں ہے۔ اس کے دل کے حالات سے اللہ واقف ہے اور وہی اس کا محاسب ہے اور جو اللہ کی دعوت نہ مانے، اس سے جنگ کی جائے اور جہاں بھی ہو ہلاک کردیا جائے۔ اللہ بجز اسلام کے کسی سے کوئی چیز قبول نہیں فرماتا پھر جس نے اسلام قبول کرلیا اس کا اسلام مان لیا جائے گا اور اس کی مدد کی جائے گی اور جس نے انکار کردیا اس سے جنگ کی جائے گی۔ پھر اگر اللہ ان پر غالب کردے تو ان کا اسلحہ اور آگ سے قتل عام کرے، پھر مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال کر اسے مجاہدوں میں تقسیم کردے اور پانچواں حصہ ہمارے پاس بھیج دے اور اپنے ساتھیوں کو عجلت اور فساد سے روک دے اور مجاہدوں میں غیروں کو داخل نہ ہونے دیا جائے، جب تک انہیں جان پہچان نہ لے، مبادا وہ جاسوس نہ ہوں۔ اور ان سے مسلمانوں کو کچھ صدمہ پہنچ جائے اور مسلمانوں کی خیر خبر رکھے، راستوں اور پڑاؤ میں ان سے محبت سے پیش آئے، مسلمان ایک دوسرے سے جلدی نہ کریں اور امیر ان کے ساتھ حسن معاشرت اور نرم کلامی سے پیش آئے)۔

ہدایت نامہ

یہ فرمان تو سرداران لشکر کو روانگی کے وقت دیا گیا مگر ان لوگوں کے روانہ ہونے سے قبل حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اتمام حجت کے لئے مرتدین کی طرف بھی ایک ایک مکتوب روانہ کیا تھا۔ جن کی سرکوبی و گوشمالی کے لئے اسلامی لشکر روانہ ہو رہے تھے۔ یہ سب خطوط بھی ایک ہی مضمون کے تھے۔ جن میں بسم اللہ کے بعد یہ لکھا تھا:

"ھذا عھد من ابوبکر خلیفة الرسول الله صلی الله علیه وسلم الی من بلغه کتابی ھذا مع عامة او خاصة اقام علی الاسلام اور جع عنه سلام علی من اتبع الھدی ولم یرجع الی الضلالة والھوی فانی احمد الیکم الله الذی لا اله الا ھو وحده لا شریک له واشھد ان محمداً عبده ورسوله و. اومن ماجاء به واکفر من ابی واجاھده (اما بعد ثم قدر امر النبوة و وفاة رسول الله صلی الله علیه وسلم واطیب فی الموعظة) ثم قال وانی قد بعثت الیکم فلانا فی جیش المھاجرین والانصار والتابعین باحسان و امرته الا یقاتل احداً ولا یقتله حتی یدعوه الی داعیة الله فمن استجاب له واقرو کف و عمل صالحاً قبل منه و اعانه ومن ابی امرته ان یقاتله علی ذلک ثم لایبقی علی احد منھم

قدر علیه فمن اتبعه فهو خیر له ومن ترکه فلن یعجز الله وقد امرت رسولی ان یقرء کتابی فی کل مجمع لکم والداعیة الاذان فاذا اذن المسلمون فاذنوا کفوا عنهم وان لم یوذنوا فاسئالوهم بما علیهم فان ابو عاجلوهم وان اقروا قبل منهم و حملهم علی ما ینبغی لهم۔''

(یہ ابوبکرؓ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس شخص کے لئے ہدایت ہے جس کے پاس یہ فرمان پہنچے۔ خواہ وہ عام ہو یا خاص اور اسلام پر قائم ہو یا نہ ہو۔ اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی اور گمراہی اور خواہش نفسانی کی طرف نہ پلٹا، اس اللہ کی تعریف ہے جس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں اور جو اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں گواہ ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں اور آپ جو دین لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لاتا ہوں اور منکر کو مردود سمجھتا ہوں اور اس سے جہاد کے لئے تیار ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں فلاں کو مہاجرینؓ وانصارؓ اور تابعین کے لشکر کا امیر بنا کر بھیج رہا ہوں۔ میرا حکم ہے کہ وہ کسی سے نہ لڑے اور نہ کسی کو مارے جب تک اسے اسلام کی دعوت نہ دے دے پھر جو کلمہ پڑھ کر مسلمان بن کر برائیوں سے باز آ گیا اور نیک کاموں میں لگ گیا اس کا اسلام قابل قبول ہے اور اس کی امداد کی جائے اور جو اسلام سے انکار کرے اس سے لڑنے کی اجازت دی ہے۔ جب تک اس میں کفر کا اثر باقی ہے۔ پھر جو اسلام لے آئے گا اس کے لئے بھلائی ہے اور جو اسلام نہیں لائے گا تو وہ اللہ کو تو عاجز کرنے سے رہا۔ میں نے قاصد کو حکم دے دیا ہے کہ وہ یہ خط مجمع عام میں پڑھ کر سنائے اور تمہیں اذان کے ذریعہ دعوت دے۔ پھر اگر مسلمان کی اذان سن کر لوگ بھی اذان دینے لگیں تو ان سے رک جاؤ اور اگر اذان نہ دیں تو ان سے اذان نہ دینے کا باعث پوچھو اگر وہ انکار کر دیں تو ان کے بارے میں جلدی کرو اور اگر اقرار وتوبہ کر لیں تو توبہ قبول کر لی جائے اور ان کے لئے مناسب احکام جاری کر دیئے جائیں)۔

کئی سفیر اسی مضمون کے خطوط لے کر لشکر اسلام کی روانگی سے پہلے روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد سرداران لشکر اپنا اپنا اسلامی پرچم لئے ہوئے نکل کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے خالدؓ بن الولید نے طلیحہ و بنی اسد پر حملہ کیا۔

طلیحہ اسدی کے حالات

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں طلیحہ مرتد ہو کر سمیرا میں آ ٹھہرا تھا۔ یہ کاہن تھا، اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اور بنی اسرائیل کے چند فرقے اس کے مقلد ہو گئے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی سرکوبی کے لئے ضرار ابن الازور کی سرکردگی میں چند مسلمانوں کو روانہ فرمایا تھا۔ ہنوز طلیحہ کی سرکوبی نہ ہونے پائی تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مشہور ہو گئی جس سے اس کے کاموں میں کچھ استحکام آ گیا۔ غطفان وہوازن وطے اس سے متفق ہو گئے۔ ضرار اور ان کے ساتھی عمال سب کے سب مدینہ چلے آئے۔ اس کے بعد غطفان کے وفود ابوبکرؓ صدیق کی خدمت میں معافی وترک زکوٰۃ کے لئے حاضر ہوئے۔ ابوبکر صدیقؓ نے اس سے انکار کیا اور ان پر حملہ کے خیال سے پیش قدمی فرما کر ذی القصہ میں ان کے مقابل ہوئے اور ان کو شکست دی۔ شکست کے بعد غطفان اور بنی اسد بزاخہ میں طلیحہ سے آ کر مل گئے اور طے نے بھی ایسا ہی کیا۔ خالد بن الولیدؓ ان لوگوں کی گوشمالی کے لئے بڑھے اور ان کی روانگی سے پہلے طے کی طرف عدی بن حاتم روانہ کئے گئے تھے جن کی کوششوں اور مدبرانہ حکمت عملی سے طے طلیحہ کی ہم نوائی چھوڑ کر پھر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

اسی دوران خالد بن الولید بھی بزاخہ پہنچ گئے جہاں پر طلیحہ اور عیینہ بن حصن مرتدین کے گروہ کے ساتھ مقیم ہوئے تھے۔ لشکر اسلام سے عکاشہ بن محصن وثابتؓ بن اقرم انصاری گشت کی غرض سے نکلے۔ اتفاق سے طلیحہ اور اس کے بھائی حبال نے حالت غفلت میں عکاشہؓ وثابتؓ کو شہید کر ڈالا۔ مسلمانوں کو اس واقعہ سے بے حد صدمہ ہوا۔ خالدؓ بن ولید نے انصارؓ پر ثابت ابن قیس کو اور طے پر عدی بن حاتم کو مقرر کر کے طلیحہ سے مقابلہ کیا۔ لڑائی کا آغاز فریقین کے لئے خطرناک دکھائی دے رہا تھا۔ عیینہ بن حصن میدان جنگ میں لڑ رہا تھا اور طلیحہ لوگوں کو دھوکہ دینے کو ایک چادر اوڑھے ہوئے وحی کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ جس وقت مرتدین کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑتے نظر آئے اس وقت عیینہ لوگوں کو لڑتا ہوا چھوڑ کر طلیحہ کے پاس بھاگ کر آیا اور اس سے پوچھا: ''کیا تمہارے پاس میرے بعد کوئی آیا تھا؟'' (یعنی وحی آئی تھی؟) طلیحہ نے کہا: نہیں۔ عیینہ یہ سن کر

پھر میدان جنگ میں چلا گیا۔ کچھ دیر لڑ کر دوبارہ طلیحہ کے پاس آیا اور دریافت کر کے پھر میدان جنگ کو لوٹ گیا۔ چند ساعت کے بعد پھر طلیحہ کے پاس بھاگ کر آیا اور دریافت کیا تو طلیحہ نے کہا: ہاں۔ جبرائیل آئے تھے۔ عینیہ نے کہا: کیا کہا؟ طلیحہ نے جواب دیا: وہ مجھ سے کہہ گیا ہے کہ تیرے لئے وہی ہوگا جو تیری قسمت میں لکھا ہے۔ عینیہ نے یہ سن کر کہا: اے بنی فزارہ! یہ شخص کذاب ہے میں تو جاتا ہوں لہٰذا تم بھی لڑائی سے ہاتھ کھینچ لو۔ عینیہ کی زبان سے ان جملوں کا ادا ہونا تھا کہ میدان جنگ مرتدین سے خالی ہو گیا۔ بہت سے مرتدین مارے گئے، کچھ لوگ ایمان لے آئے۔

طلیحہ مع اپنی بیوی کے گھوڑے پر سوار ہو کر شام کی طرف فرار ہو گیا اور قبیلہ قضاعہ بنی کلب میں جا کر مقیم ہوا یہاں تک کہ بنی اسد وغطفان ایمان لائے اور آخرالامر یہ بھی مسلمان ہو کر حضرت عمرؓ ابن الخطاب کی خلافت کے زمانہ میں حج کو آیا۔ مدینہ گیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ لشکر شام کے ساتھ لڑنے کو گیا اور خوب خوب کامیابیاں حاصل کیں۔ اس لڑائی میں جو مقام بزاخہ میں مرتدین اور مسلمانوں کے درمیان ہوئی عیال بنی اسد کو کوئی صدمہ نہیں پہنچنے پایا کیونکہ ان لوگوں نے اس واقعہ سے قبل ہی ان کو محفوظ مقام پر بھیج دیا تھا، اس کے بعد یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔

اسی زمانہ میں بنی عامر بھی مرتد ہو گئے تھے اور زیادہ تر ان کو طلیحہ کے کاموں کے نتائج اور اسد وغطفان کے انجام کا خیال تھا۔ قرۃ بن ہبیرہ کعب میں اور علقمہ بن ثلاثہ، کلاب میں سرداری کر رہے تھے۔ علقمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں طائف کی فتح کے بعد مرتد ہو کر شام چلا گیا تھا۔ پھر جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو یہ اپنی قوم میں واپس آیا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے یہ اطلاع پا کر ایک سریہ قعقاعؓ ابن عمرو (بنی تمیم) کی قیادت میں بھیجا۔ قعقاعؓ ابن عمرو نے علقمہ پر حملہ کیا اور اس کو اس کے اہل وعیال وقوم کے ہمراہ ابوبکرؓ صدیق کے پاس پکڑ لائے۔ ان لوگوں نے مدینہ میں پہنچ کر توبہ کی اور دوبارہ مسلمان ہوئے۔

بنو عامر اور ہوازن کی اطاعت

قرۃ بن ہبیرہ پر یہ ماجرا گزرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد اتفاقاً حضرت عمرو بن العاصؓ عمان سے واپس ہوتے ہوئے قرۃ کی طرف ہو کر گزرے۔ قرۃ نے بڑی عزت سے ان کو ٹھہرایا۔ دھوم دھام سے دعوت کی اور جب سب لوگ ملاقات کر کے ہٹ گئے تو اس وقت قرۃ نے عمروؓ بن العاص سے کہا کہ اگر زکوٰۃ معاف کر دی جائے تو بہت زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ عربوں نے تمہارا دین خراج دینے کے لئے قبول نہیں کیا۔ عمروؓ بن العاص نے اس بات پر اس سے ناراضگی ظاہر کی اور اس سے کبیدہ خاطر ہو کر مدینہ کو چلے آئے اور ابوبکرؓ صدیق کو قرۃ کے احوال سے آگاہ کیا۔ پس جب خالد بن الولیدؓ نے بنی اسد وغطفان پر حملہ کر کے ان کو زیر کر لیا اس وقت ہوازن وسلیم وعامر جو ان قبائل کا انجام دیکھنے کے منتظر تھے خالدؓ بن الولید کے پاس آئے اور اسلام لائے۔ خالد بن الولیدؓ نے ان سب لوگوں کا اسلام قبول کر لیا سوائے ان چند اشخاص کے جنہوں نے مرتد ہوتے ہوئے مسلمانوں کو شہید کیا تھا۔ ان کو خالدؓ بن الولید نے چن چن کر گرفتار کرا کے کسی کو قتل اور کسی کو سنگسار کیا۔ جب ان کو بنی عامر کے کاموں سے فراغت حاصل ہوئی تو عینیہ بن حصن وقرۃ بن ہبیرہ کو گرفتار کرا کے ابوبکرؓ صدیق کے پاس مدینہ بھیج دیا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے عینیہ اور قرۃ کو اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے قتل کروا دیا۔

سلمٰی بنت مالک

اس کے بعد قبائل غطفان وسلیم وغیرہ کے بقیہ لوگ سلمٰی بنت مالک بن حذیفہ بن بدر بن ظفر کے پاس حواب میں جا کر اکٹھے ہوئے اور اس کو اپنا پیشوا بنا لیا۔ یہ سلمٰی وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں اسیر ہو کر آئی تھی لیکن اتفاقیہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے روبرو آ گئی۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہہ کر اسے آزاد کرا دیا تھا۔ جب یہ اپنی قوم میں لوٹ کر آئی تو مرتد ہو گئی اور کچھ لوگ غطفان وہوازن وسلیم وطے واسد کے اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ جب اس کی خبر خالد بن الولیدؓ کو ہوئی تو وہ مرتدین سے مسلمانوں کے خون کا بدلہ لیتے ہوئے سلمٰی سے مقابل ہو گئے۔ سلمٰی ایک ناقہ پر سوار لوگوں کو لڑا رہی تھی۔ سو آدمی اس کے ناقہ کے پاس مارے گئے۔ جب اس کا ناقہ زخمی ہو کر گرا تو یہ بھی ہلاک کر دی گئی نتیجتاً مرتدین کا گروہ میدان جنگ سے بھاگ نکلا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

مرتدین بنی سلیم

بنی سلیم میں سے الفجاۃ بن عبد یالیل حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس آیا اور ظاہر کیا کہ ''میں مسلمان ہوں میری آپ مدد کیجئے مجھے لڑائی کا سامان دیجئے میں مرتدین سے لڑوں گا۔'' حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اس کو ہتھیار دے کر لڑنے کا حکم دیا۔ الفجاۃ بن عبد یالیل ہتھیار لئے ہوئے مدینہ سے نکل کر جون (یا جواء) پہنچا اور مرتد ہو کر بنی شرید سے نجبۃ بن ابی المثنیٰ کو بنی سلیم وہوازن کے مسلمانوں پر شب خون مارنے کو روانہ کیا۔ حضرت ابوبکر نے یہ اطلاع پا کر طریفہ بن حاجز کو الفجاۃ ونجبۃ پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور ان کی امداد کے لئے عبداللہ بن قیس الحاشی کو روانہ کیا۔ فریقین نے ایک کھلے میدان میں صف آرائی کی۔ نجبۃ تو میدان میں ہلاک ہو گیا اور الفجاۃ بھاگا جس کو طریفہؓ نے تعاقب کر کے گرفتار کر لیا اور اپنے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس لائے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آگ روشن کرا کے الفجاۃ کو اس میں ڈلوا دیا اور ابو شجرہ بن عبدالعزیٰ ابوالحسناء بقیہ بنی سلیم کے ساتھ اسلام میں داخل ہوا۔

بنی تمیم میں نفاق

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد بنی تمیم میں آپ کے عمال کی تفصیل یہ تھی کہ رباب وعوف وابناء وزبرقان میں بدر قیس بن عاصم مقاعس وبطون میں۔ صفوان بن صفوان وسبرہ بن عمرو بنی عمرو میں وکیع بن مالک بنی مالک میں مالک بن نویرہ حنظلہ میں تھے۔ لہٰذا جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر مشہور ہوئی تو صفوان۔ صدقات بنی عمرو اور زبرقان، رباب وابناء وعوف کے صدقات لے کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس مدینہ چلے آئے مگر قیس بن عاصم نے مقاعس وبطون میں ان کی مخالفت کی کیونکہ وہ ایسے وقت کا منتظر تھا۔ ان دونوں بزرگوں کے چلے جانے اور قیس کی مخالفت کے باعث بلاد بنی تمیم میں تفرقہ شروع ہو گیا۔ مسلمانوں اور مرتدوں میں لڑائی جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔

سجاح بنت الحرث

جب فریقین ایک دوسرے کے ساتھ لڑ جھگڑ رہے تھے تو سجاح بنت الحرث نے خروج کیا اور ہذیل بن عمران نے۔ بنی تغلب بن عقبہ ابن ہلال نے نمر بن سلیل بن قیس نے شیبان میں اور زیاد بن ہلال نے اس کی پیروی کی۔ ہذیل بن عمران نصرانی تھا، مگر اس نے اپنے دین کو سجاح کے من گھڑت دین کے لئے ترک کر دیا تھا۔ سجاح بنت الحرث اس گروہ کو لئے ہوئے مدینہ پر حملہ کرنے اور ابوبکرؓ ومسلمانوں سے لڑنے کو چلی۔ بنی تمیم میں اختلاف تو پہلے ہی تھا سجاح کے خروج سے اور زیادہ مخالفت ہو گئی۔ مالک بن نویرہ نے اس سے مصالحت کر لی اور اس کو مدینہ پر حملہ کرنے سے روک کر بطون بنی تمیم پر حملہ کرنے کی تحریک کی۔ بنی تمیم اس کے مقابلہ سے بھاگے مگر وکیع بن مالک اس سے مل گیا۔ رباب وضبہ نے متحد ہو کر لڑائی کی۔ سجاح کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد متعدد ہمراہی قید کر لئے گئے۔ اس کے بعد بحیثیت کل صلح کر لی اور سجاح مع اپنے ہمراہیوں کے مدینہ کی طرف روانہ ہو کر نباج پہنچی۔ اوس بن خزیمہ ہجیمی نے بنی عمرو کو لے کر اس پر حملہ کر دیا۔ فریقین میں سخت لڑائی ہوئی۔ سجاح کے ساتھیوں میں سے ہذیل وعقبہ حراست میں لے لئے گئے پھر فریقین کی اس شرط پر صلح ہوئی کہ اوس بن خزیمہ قیدیان سجاح کو چھوڑ دے اور سجاح اوس کے شہروں میں کسی قسم کی دخل اندازی نہ کرے۔

سجاح اور مسیلمہ کی یکجائی

اس واقعہ کے بعد مالک بن نویرہ وکیع بن مالک اس سے الگ ہو کر اپنی قوم میں چلے آئے۔ چنانچہ سجاح کے ہمراہی اپنی کمزوری کی وجہ سے ان کو روک بھی نہ سکے اور ان کی امداد اور اعانت سے مایوس ہو کر بنی حنیفہ کی طرف بڑھے۔ مسیلمہ نے یہ خیال کر کے کہ اگر وہ سجاح سے متصادم ہو گا اور اس سے لڑائی میں مصروف ہو جائے گا تو ثمامہ بن اثال یمامہ میں ضرور چھیڑ چھاڑ کرے گا اور شرجیل بن حسنہ اور اسلامی لشکر بھی شب خون و

غارت گری پر آمادہ ہو جائیں گے سجاح کے پاس قیمتی تحائف بھیجے اور اس سے یہ کہلا بھیجا کہ پہلے عرب کے کل بلاد آدھے ہمارے تھے اور آدھے قریش کے۔ مگر چونکہ قریش نے بدعہدی کی ہے، لہٰذا وہ نصف میں نے تم کو دیئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سجاح خود اس کے پاس آئی اور اس سے امن کی طلب گار ہوئی۔ بہر کیف مسیلمہ اس سے ملنے کو قلعہ سے نکل کر اس خیمہ میں آیا جو ملاقات کی غرض سے سجایا اور معطر کیا گیا تھا۔ محافظین خیمہ سے باہر نکال دیئے گئے۔ مسیلمہ وسجاح میں تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ جب مسیلمہ نے اپنے مرصع فقرے پڑھے تو سجاح نے اس کی نبوت کا اقرار کیا اور خود کو اس کی زوجیت میں دے دیا۔ تین روز تک اس کے پاس خیمہ میں مقیم رہی اور چوتھے روز جس وقت وہاں سے واپس اپنی قوم میں آئی تو اس کی قوم بلا ادائے مہر نکاح کرنے پر اس کو لعنت وملامت کرنے لگی۔ مجبوراً سجاح مسیلمہ کے پاس پھر لوٹ آئی اور اس سے مہر کا تقاضہ کیا، مسیلمہ نے کہا: جا اپنے ساتھیوں سے کہہ دے کہ مسیلمہ رسول اللہ نے دو نمازیں نماز فجر وعشاء کی معاف کر دیں (نعوذ باللہ) جن کو محمدؐ نے تم پر فرض کیا تھا۔

سجاح کا قبول اسلام

اس کے علاوہ مسیلمہ سے سجاح یمامہ کی نصف پیداوار لے کر اور صلح کر کے جزیرہ کو واپس ہوئی اور ہذیل وعقبہ کو آئندہ برس کی نصف پیداوار لینے کے لئے چھوڑ گئی۔ اتفاق سے اثناء راہ میں خالدؓ بن الولید کی سرکردگی میں اسلامی لشکر سے سامنا ہو گیا جس سے اس کی جماعت فرار ہو گئی اور وہ خود بنی تغلب کے جزیرہ میں جا کر مقیم رہی یہاں تک کہ معاویہ نے قحط سالی میں اس کو مع بنی عقفان اس کے قبیلے کے کوفہ میں لا کر ٹھہرایا۔ اسی زمانہ میں سجاح ایمان لائی اور باقی زندگی زمانہ اسلام میں اچھی طرح بسر کی۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی بطاح کو روانگی

جس وقت سجاح جزیرہ کو واپس ہوئی اور بنی تمیم نے پھر اسلام قبول کر لیا اس وقت تک مالک بن نویرہ اسی کشمکش میں رہا۔ بطاح میں قبیلہ تمیم بنی حنظلہ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ لیکن مالک بن نویرہ چونکہ خود اپنے بارے میں متردد تھا اس نے بنی حنظلہ کا مال واسباب محفوظ مقام پر رکھوا دیا۔ اور ان کو لڑائی کرنے سے منع کر کے اپنے مکان پر لوٹ آیا۔ خالدؓ بن الولید یہ سن کر کہ بنی حنظلہ مالک بن نویرہ کے پاس بطاح میں جمع ہو رہے ہیں، لشکر اسلام لے کر ان کی سرکوبی کو بڑھے۔ اگرچہ انصارؓ نے شروع میں خالد بن الولیدؓ کی مخالفت کی اور یہ کہا کہ جب تک خلیفہ کا کوئی حکم نہ آئے گا ہم آگے نہ بڑھیں گے، لیکن پھر یہ سوچ کر کہ مبادا اگر یہ لوگ ناکام ہوئے تو ہم پر ان کے نہ بچانے کا الزام عائد ہو گا حضرت خالدؓ کے ہمراہ ہو گئے۔ لہٰذا خالد بن الولیدؓ نے بطاح پہنچتے ہی ایک سریہ بھیجا اور اس کو یہ ہدایت کر دی کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور جو شخص اس سے انکار کرے اس کو گرفتار کر لائیں تا کہ قتل کیا جائے۔

مالک بن نویرہ کی گرفتاری

چنانچہ مالک بن نویرہ کو مع چند نفر بنی ثعلبہ بن یربوع کے گرفتار کر لائے لوگوں نے حضرت خالد بن الولیدؓ کے پاس پہنچ کر شہادت میں اختلاف کیا۔ کچھ نے تو یہ کہا کہ مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں نے اذان دی اور نماز پڑھی منجملہ ان کے ایک ابو قتادہ تھے اور بعضوں نے کہا کہ ان لوگوں نے نہ تو اذان دی اور نہ نماز پڑھی۔ خالد بن الولید اہل سریہ کی اس مختلف شہادت سے کوئی نتیجہ نہ نکال سکے لہٰذا مجبور ہو کر ان لوگوں کو زیر نگرانی ضرار بن الازور قید کر دیا۔ رات میں ان کے منادی نے اوفنو اسرا کم کی ندا دی۔ یہ محاورہ کنانہ میں قتال کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اس ندا کے سنتے ہی ضرار نے چونکہ کنانی تھے سب کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ خالدؓ بن الولید شور وغل کی آواز سن کر منع کرنے کی غرض سے باہر نکلے مگر اس سے پیشتر ضرار ان کے قتل سے فراغت حاصل کر چکے تھے۔ ابو قتادہ اور خالد میں اس بات پر اس قدر جھگڑا ہوا کہ ابو قتادہ ناراض ہو کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس چلے آئے۔ پھر جب خالدؓ بن الولید حسب طلب حضرت ابوبکرؓ صدیق مدینہ آئے تو حضرت عمر ابن الخطابؓ نے مالک بن نویرہ کے مقدمہ میں حضرت ابوبکرؓ صدیق سے خالدؓ بن الولید سے قصاص لینے اور ان کو معزول کرنے کا مطالبہ کیا مگر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے صاف الفاظ میں

فرمادیا کہ "میں اس تلوار کو نیام میں نہیں کرنا چاہتا جس کو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے سان پر رکھا ہو۔" اس کے بعد مالک اور اس کے ہمراہیوں کا خون بہا بیت المال سے دیدیا اور خالدؓ کو پھر ان کے متعلقات کی طرف لوٹا دیا۔

مسیلمہ کذاب سے جھڑپیں

جس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گیارہ لشکر مرتدین عرب کی سرکوبی کے لئے روانہ کئے تھے اس وقت عکرمہؓ بن ابی جہل کو مسیلمہ کذاب سے لڑنے کے لئے یمامہ کی طرف بھیجا تھا پھر ان کے بعد شرجیل کو انہیں کی امداد کی غرض سے روانہ کیا۔ عکرمہؓ بن ابی جہل نے عجلت کر کے شرجیل کے آنے سے قبل ہی مسیلمہ سے لڑائی چھیڑ دی جس میں خود عکرمہؓ کو شکست ہوئی۔ اس شکست سے جب حضرت ابوبکرؓ صدیق کو مطلع کیا گیا تو انہوں نے عکرمہ کو لکھ بھیجا کہ خود تو تم استادی جانتے نہیں مگر شاگردوں میں عیب نکالتے ہو بغیر شرجیلؓ کے آئے ہوئے تم نے حملہ کیوں کر دیا۔ خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا مدینہ کا رخ نہ کرنا۔ حذیفہ وعرفجہ کے پاس چلے جاؤ اور ان کی ماتحتی میں مہرہ اور اہل عمان سے لڑو۔ جب ان کی جنگ سے فراغت حاصل ہو تو تم مع اپنے لشکر کے مہاجر بن ابی امیہ کے پاس یمن وحضرموت میں چلے جاؤ۔ شرجیل کو لکھا کہ تم خالدؓ بن الولید کے عمال کی طرف چلے جاؤ اور جب وہاں کی لڑائی سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہو جاؤ تو قضاعہ کی طرف چلے جانا اور عمرو بن العاص کے ہمراہ ان لوگوں سے لڑنا جو ان میں سے مرتدہ گئے ہیں۔ اس اثناء میں خالد بن الولیدؓ بطاح سے فارغ ہو کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کی طلبی پر ان کے پاس حاضر ہوئے مگر حضرت خالدؓ بن الولید سے اصلی واقعات سن کر وہ راضی ہو گئے تب انہوں نے خالد بن الولید کو مسیلمہ کی طرف روانہ کیا اور کافی تعداد آدمیوں کی ان کے ہمراہ کر دی۔ مہاجرین پر ابو حذیفہ اور زید تھے جبکہ انصار پر ثابت بن قیس وبراء میں عازب تھے۔

مسیلمہ کذاب کی فوجی قوت

خالدؓ بن الولید روانگی کا حکم پاتے ہی مدینہ سے نکل کر لشکر کے انتظار میں بطاح میں آ کر ٹھہر گئے۔ جس وقت اسلامی لشکر آ گیا اس وقت یمامہ کی جانب روانہ ہوئے۔ بنی حنیفہ کا اس وقت زور وشور تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چالیس ہزار جنگ آور سپاہی یمامہ کے قریات اور وادیوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ عکرمہ کی طرح شرجیل نے بھی عجلت کر کے لڑائی شروع کر دی جس میں ان کو بھی ناکامی ہوئی۔ اس کے بعد حضرت خالد پہنچے۔ انہوں نے شرجیل کو عجلت کرنے پر ملامت کی۔ لڑائی کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ایک اور گروہ کو حضرت خالد کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ ایک تو خود مسیلمہ کے پاس کثیر جمعیت تھی دوسرے سجاح کی باقی ماندہ فوج بھی آ کر اس سے مل گئی تھی۔

رجال (اس کا نام نہار تھا اور یہ شرفاء بنی حنیفہ سے تھا) بن عنفوۃ نے مسیلمہ کی نبوت کی شہادت دی اور یہ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکومت میں شریک کیا ہے۔ رجال کے یہ کہنے کا اثر لوگوں پر اس وجہ سے زیادہ ہوا کہ یہ ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا تھا اور اس نے خدمت اقدس میں مقیم رہ کر قرآن پڑھا اور دین کی باتیں سیکھی تھیں۔ جب مسیلمہ مرتد ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اہل یمامہ کی تعلیم اور مسیلمہ کو سمجھانے بھیجا لیکن اس نے یمامہ پہنچ کر مسیلمہ کی اطاعت واتباع کر لی۔ اس کی اذان دینے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس کی رسالت کا اقرار بھی کر لیا۔ مسیلمہ بہت سے فقرے بنا بنا کر لوگوں کو سناتا اور کہتا تھا کہ یہ قرآن ہے اور چند باتیں خلاف عادت انسانی دکھلا کر اس کو معجزہ بتلاتا تھا یہاں تک کہ اس کو اور بنی حنیفہ کو حضرت خالد بن الولید کے قریب پہنچنے کی اطلاع ملی اور ان لوگوں نے جنگ کے قصد سے یمامہ سے باہر صف آرائی کی۔

مجاعہ کی گرفتاری

مسیلمہ تک پہنچنے کا ایک روز کا راستہ باقی تھا کہ حضرت خالدؓ نے شرجیلؓ کو مقدمۃ الجیش پر مقرر کر کے خود آگے بڑھنا چاہا۔ مگر اتفاق سے شب کے وقت مجاعہ سے مڈبھیڑ ہو گئی جو چالیس یا ساٹھ آدمیوں کا گروہ لے کر بلاد بنی عامر و بنی تمیم کی طرف شب خون مارنے گیا تھا۔ شرجیل نے مجاعہ پر

دھاوا بول دیا اور لڑ کر مجاعہ بن مرارہ کے علاوہ پورے گروہ کو فرش زمین پر آرام کے ساتھ سلا دیا۔

جنگ یمامہ

اس واقعہ کے بعد حضرت خالدؓ آ گئے۔ مسیلمہ و بنی حنیفہ نے آگے بڑھ کر تیغ و سنان سے ان کا استقبال کیا۔ مسیلمہ کے ساتھ اس معرکہ میں چالیس ہزار فوج تھی۔ اس کے مقدمہ پر رجال تھا مسلمانوں کا لشکر تعداد میں تیرہ ہزار تھا جس کی افسری خالدؓ بن ولید کر رہے تھے اور ان کی ماتحتی میں بڑے دلاور لڑنے والے کام کر رہے تھے۔ فریقین نے نہایت سختی سے لڑائی شروع کی بظاہر لگتا تھا کہ یہی لڑائی فریقین کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی ہو گی۔ دونوں طرف سے لڑنے والے جی توڑ کر لڑ رہے تھے۔ پہلے حملہ میں بنی حنیفہ لڑتے لڑتے حضرت خالد کے اس خیمہ کے پاس تک پہنچ گئے جہاں پر مجاعہ اسیر تھا اور اسی خیمہ میں ام متمم یا تمیم زوجہ حضرت خالدؓ بھی تھیں۔ مجاعہ نے باوجود قیدی ہونے کے انتہائی دلیری سے اٹھ کر مرتدین کو خیمہ کے پاس سے علیحدہ کیا اس کے بعد لشکر اسلام اللہ اکبر کہہ کر بنی حنیفہ پر ٹوٹ پڑا جس سے بنی حنیفہ بدحواسی کے عالم میں فرار ہونے لگے۔

محکم بن طفیل کا انجام

محکم بن طفیل نے (جو لشکر مسیلمہ کے میسرہ پر تھا) کہا: "ادخلوا الحديقه يابني حنيفة فاني امنع ادباركم" (اے بنی حنیفہ حدیقہ میں چلے جاؤ میں تمہاری حفاظت کروں گا)۔ یہ سن کر بنی حنیفہ تو حدیقہ چلے گئے اور محکم بن الطفیل ایک ساعت تک لڑتا رہا حتیٰ کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے اس کو ہلاک کر دیا۔ مسلمانوں نے نہایت سختی سے پاؤں جما کر لڑائی شروع کر دی۔ رایت اسلام ثابت بن قیس کے ہاتھ میں تھا جب یہ شہید ہو گئے تو حضرت زید بن الخطاب نے لیا۔ پھر ابو حذیفہ، پھر سالم مولیٰ ابو حنیفہ نے پھر براءؓ برادر اوس بن مالکؓ نے لے کر مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے مرتدین کو شکست ہوئی۔

مسیلمہ کذاب کی ہلاکت

مسلمانوں نے ان کو مارتے مارتے حدیقہ تک پہنچا دیا جہاں پر مسیلمہ مقیم تھا، کچھ دیر تک حدیقہ کے دروازے پر لڑائی ہوتی رہی۔ انجام کار اسلامی لشکر حدیقہ کی دیواریں اور دروازہ توڑ کر اندر گھس گیا۔ لوگوں نے مسیلمہ سے کہا: "وہ تیرا وعدہ کہاں ہے جو تیرا خدا تجھ سے کرتا تھا۔" مسیلمہ نے جواب دیا کہ ہر شخص اپنے اہل و عیال کے لئے لڑے کیونکہ یہ موقع ان باتوں کے دریافت کرنے کا نہیں ہے۔ مسیلمہ نے یہ کہہ کر کہ جب اپنی نجات کی صورت نہیں دیکھی تو زرہ اور خود پہن کر گھوڑے پر سوار ہو کر اور ایک گروہ کو ساتھ لے کر لڑتا ہوا باہر نکلا۔ جونہی باغ سے باہر آیا، وحشی نے ایک ایسا تیر مارا کہ مسیلمہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا اور حضرت زید بن الخطاب نے رجال بن عنقوہ کو ہلاک کر ڈالا۔ اس واقعہ سے مرتدین کے رہے سہے ہوش و حواس بھی جاتے رہے۔ سترہ ہزار جنگ آور بنو حنیفہ کے قتل ہو گئے۔ لڑائی کے ختم ہونے کے بعد حضرت خالدؓ بن الولید مجاعہ کو اپنے ساتھ لئے ہوئے مرتدوں کے مقتولین کی طرف سے گزرے۔ حضرت خالد بن الولید نے محکم کی لاش دیکھ کر پوچھا کہ یہ وہی (مسیلمہ) ہے؟ مجاعہ نے کہا: واللہ مسیلمہ اس سے اچھا تھا۔ پھر حضرت خالد بن ولید نے مسیلمہ روحیل، وسیم، اخنیس کو دکھا کر کہا کہ تیرے سردار یہی تھے اور یہی تجھ پر حکومت کرتے تھے۔ مجاعہ نے کہا: مسیلمہ یہی ہے اور یہ لوگ ایسے ہی تھے مگر تم ان لوگوں کے قتل پر نازاں نہ ہوان سے زیادہ دلاور اور جنگی قلعے یمامہ میں موجود ہیں۔ ان کے زیر کرنے کے لئے ایک مدت درکار ہے تم مجھے چھوڑ دو اور مجھ سے اور میری قوم سے مصالحت کر لو تو میں ان کو تم سے صلح کر لینے پر آمادہ کر دوں گا۔

اہل یمامہ سے صلح

خالد بن الولید چونکہ کسی قدر مال غنیمت جمع کرا چکے تھے اور لشکریوں کو کمر کھول دینے کا حکم دے چکے تھے۔ اس وجہ سے مجاعہ سے کہا کہ میں

تجھے قید سے آزاد کیے دیتا ہوں، تو اپنی قوم میں جا اور ان کو صلح کر لینے پر آمادہ کر۔ میں ان سے صرف ان کے نفوس کی بابت صلح کر لوں گا۔ مجاعہ، خالدؓ کے پاس سے اٹھ کر اہل یمامہ کے پاس گیا اور عورتوں کو مسلح کر کے شہر پناہ کی فصیل پر کھڑا کر کے خالدؓ کے پاس واپس آیا اور کہا کہ وہ لوگ صرف اپنی جانوں پر مصالحت نہ کریں گے۔ خالدؓ نے یمامہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کی فصیلیں ہتھیاروں سے چمکتی نظر آئیں۔ اور لشکر اسلام کی یہ کیفیت تھی کہ انصارؓ میں سے تین سو ساٹھ آدمی اور اسی قدر مہاجرینؓ اور اسی قدر تابعینؒ میں سے شہید ہو چکے تھے۔ جو باقی تھے ان میں زخمیوں کی بڑی تعداد تھی۔ ان بواعث کے پیش نظر حضرت خالدؓ نے مجاعہ سے نصف مال و اسباب و زمین مزروعہ و غیر مزروعہ و باغات و قیدیوں کی بنیاد پر مصالحت کرنے کی تجویز پیش کی۔ لیکن ان لوگوں نے اس سے بھی انکار کیا تو ربع (چوتھائی) مال و اسباب وغیرہ پر صلح کر لی گئی۔ صلح نامہ لکھنے کے بعد قلعہ کھولا گیا تو سوائے عورتوں اور لڑکوں کے اور کوئی نہ نظر آیا۔ خالدؓ نے مجاعہ سے کہا کہ تو نے میرے ساتھ دغا بازی کی اور فریب سے صلح نامہ لکھوالیا۔ مجاعہ نے عرض کیا: اے امیر میری قوم میں کسی قسم کی استطاعت باقی نہ رہ جاتی اگر میں یہ حیلہ نہ کرتا، مجھے اب معاف فرمائیے، میں نے ان کی رسوائی کے خیال سے یہ سب کچھ کیا۔ خالدؓ یہ سن کر چپ ہو رہے اور اس صلح نامہ کو جوں کا توں قائم رکھا۔

سلمہ بن عمیر کی ہلاکت

لیکن سلمہ بن عمیر نے کہا کہ ''ہم اس صلح کو قبول نہیں کریں گے اور قلعوں کو محفوظ رکھیں گے اور اہل قریٰ کو لڑائی پر آمادہ کریں گے۔ غلہ و رسد کافی ہے موسم سرما بھی آ گیا ہے۔ مجاعہ نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ اگر میں حیلہ و فریب نہ کرتا تو خالد بھی اس شرط پر صلح نہ کرتے۔ میں نے نہایت چالاکی سے یہ صلح نامہ لکھوایا ہے۔ مجاعہ کے کہنے پر سات آدمی اس کی قوم سے نکلے اور خالدؓ سے انہوں نے صلح کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور جس خیال پر وہ اس سے پہلے قائم تھے اس سے برأت ظاہر کر دی۔ سلمہ بن عمیر کے دل میں خالد کی جانب سے ایک خلش پیدا ہو گئی اور اس نے ان کے ساتھ دغا بازی کا قصد کر لیا مگر سلمہ کے ہمراہیوں نے خالد کو اس کی اس ناشائستہ حرکت سے مطلع کر دیا جس کی پاداش میں خالد نے اس کو قید کر دیا مگر یہ قید سے نکل بھاگا۔ لیکن پھر لوگوں نے اس کو گرفتار کر کے مار ڈالا۔

حضرت ابو بکرؓ صدیق نے سلمہ بن وقش کو ایک خط دے کر حضرت خالد کے پاس بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ ''اگر اللہ جل شانہ، مرتدین پر تم کو فتح یاب کرے تو بنو حنیفہ میں سے جو بالغ ہو چکے ہوں وہ تمام قتل کیے جائیں البتہ نوعمر لڑکے اور عورتیں قید کر لی جائیں''۔ مگر اس خط کے پہنچنے سے پہلے حضرت خالدؓ صلح کر چکے تھے۔ اس وجہ سے اس خط پر عمل درآمد نہ کیا گیا۔ لہٰذا ان میں سے ایک گروہ کو انہوں نے اپنے خط کے ساتھ وفد کی صورت میں حضرت ابو بکرؓ صدیق کے پاس روانہ کر دیا۔ حضرت خالد نے اپنے خط میں مسیلمہ کے مارے جانے اور اہل یمامہ پر فتح پانے نیز صلح کرنے اور ان لوگوں کے اسلام لانے کا مفصل حال لکھا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق نے اہل وفد سے بکمال عزت و احترام ملاقات کی اور ان لوگوں سے مسیلمہ کے بنائے ہوئے فقروں کو دریافت فرمایا۔ ان لوگوں نے جو کچھ انہیں یاد تھا پڑھ کر سنایا۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق نے فرمایا: ''واللہ یہ کلام خدا نہیں ہے، پاک ہے وہ اللہ، جس کو وہ گمراہ کرے اس کا کوئی ہادی نہیں ہے اور جس کو وہ راہ راست پر لائے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا جاؤ اپنی قوم میں رہو۔ اور اسلام پر ثابت قدمی دکھلاؤ۔ جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ راضی ہو۔''

اہل بحرین کا ارتداد

خالد بن الولید نے یمامہ سے فارغ ہو کر اس کی وادیوں میں سے ایک وادی کی طرف رخ کیا جہاں پر عبدالقیس و بکر بن وائل وغیرہ بطون ربیعہ اکٹھے ہو رہے تھے۔ یہ لوگ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ اسی طرح منذر بن ساوی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تھوڑے دنوں بعد اسلام چھوڑ بیٹھا تھا۔ یہ جارود بن المعلی وہی ہیں جو وفد کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور وہاں سے اسلام لا کر اپنی قوم میں آئے۔ ان ہی کی تحریک پر وہ لوگ ایمان لائے تھے لہٰذا جب عبدالقیس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی تو وہ لوگ بھی مرتد ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر محمدؐ نبی ہوتے تو نہ مرتے جارود بن المعلی

نے کہا: ''تمہاری عقلوں پر پتھر پڑیں کیاتم نے یہ نہیں سنا اور تم یہ نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور انبیاء کرام بھیجے تھے اور وہ لوگ اپنا زمانۂ حیات پورا کر کے مر گئے ہیں؟ اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک نبیؐ تھے جب ان کا زمانۂ وفات آیا تو یہ بھی مر گئے۔ جارود نے یہ سن کر کلمہ شہادت پڑھا۔ عبدالقیس کے دل پر ان کلمات کا ایسا فوری اثر ہوا کہ وہ لوگ بھی ان کے ساتھ ساتھ کلمہ پڑھنے لگے اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔

حطم بن ربیعہ مرتد کا انجام

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے علاء بن الحضرمی کو منذر کی طرف مقرر فرمایا۔ اس سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کو منذر کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ پس جب آپ کا انتقال ہو گیا اور بطون ربیعہ مرتد ہو گئے اور ان لوگوں نے منذر بن النعمان بن المنذر کو (جو کہ مغرور کے نام سے موسوم تھا) اپنا حاکم بنالیا اور اس کی حکومت کو مان لیا جیسا کہ حیرہ میں اس کی قوم نے کیا تھا اور جارود کی وجہ سے عبدالقیس اسلام پر ثابت قدم رہے اور بکر بن وائل نے ردت پر قیام کیا اور حطم بن براور بنو قیس بن ثعلبہ خروج کر کے غطیف وہجر کے درمیان قیام پذیر ہوا۔ بعدازاں اس نے چند آدمیوں کو دارین کی طرف عبدالقیس کو اسلام سے پھیرنے کے لئے بھیجا مگر عبدالقیس نے اس سے انکار کیا تو اس نے مغرور بن سوید کو جواثی کی طرف یہ کہہ کر روانہ کیا کہ اگر تو ان پر فتحیاب ہو گیا تو میں تجھ کو بحرین کا ویسا ہی بادشاہ بنادوں گا جیسا کہ حیرہ کا نعمان ہے پس اس نے جواثی میں پہنچ کر مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا۔ اس اثناء میں حضرت علاء بن الحضرمی اہل ردت سے لڑنے کے لئے بحرین آ پہنچے اور جارود بن المعلے سے کہلا بھیجا کہ عبدالقیس کو لے کر حطم اور اس کی قوم پر جو اس کے گردونواح میں ہے حملہ کر دو۔ اس اطلاع کے پاتے ہی مسلمان علاء کے پاس آ کر اور اہل دارین کے علاوہ جس قدر مشرکین تھے آ کر جمع ہو گئے اور اپنے اردگرد چاروں طرف خندق کھود کر لڑائی شروع کر دی۔ ایک ماہ تک لڑائی ہوتی رہی یہ نہ ان پر غالب ہوتے تھے اور نہ وہ ان سے لڑائی میں پیچھے ہٹتے تھے۔

اتفاقاً ایک روز رات کے وقت کچھ شوروغل کی آواز آنے لگی۔ علاء بن الحضرمیؓ نے کان لگا کر سنا تو شوروغل کے علاوہ گانے بجانے، لڑنے، فضول بکنے کی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر تک خاموشی کے عالم میں لیٹے ہوئے سنتے رہے۔ جب صبر نہ ہوا تو انہوں نے ایک مخبر کو بھیجا اس نے وہاں سے آ کر اطلاع دی کہ کل فریق مخالف شراب پی کر مست پڑے ہوئے ہیں۔ علاء بن الحضرمی نے اس خبر کے سنتے ہی اسی وقت اسلامی لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ نبرد آزمایان اسلام خندق کو عبور کر کے مرتدین کے سر پر پہنچ گئے۔ مرتدین نشے کی حالت میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے اور نہ ہی گھوڑوں پر سوار ہو کر بھاگ سکے۔ مسلمانوں نے ان میں سے اکثر کو قتل کیا۔ جو باقی رہے ان میں سے بعض قید کر لئے گئے اور بعض کشتیوں پر سوار ہو کر دارین میں جا چھپے اور بعض اپنی قوم میں جا ملے۔ مرتدین کا سرغنہ حطم بن ربیعہ اپنے کو کچھ سنبھال کر گھوڑے پر چڑھ رہا تھا کہ قیس بن عاصم نے پہنچ کر اس پر ایسا وار کیا کہ کمر سے اس کا ایک پاؤں کٹ کر گر پڑا۔ اتنے میں جابر بن بجیر آ گیا اور اس نے قیس پر حملہ کر دیا قیس نے اس کے وار کی مدافعت کر کے ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کی گردن کندھے سے جدا ہو کر دور جا پڑی پھر قیس نے لپک کر زخمی ہو چکے حطم بن ربیعہ کا بھی کام تمام کر دیا۔

دارین کی لڑائی

عفیف بن منذر نے مغرور بن سوید کو حراست میں لے لیا۔ تمام شب کشت وخون کا بازار گرم رہا۔ صبح ہونے تک جب میدان مرتدین سے خالی ہو گیا تو علاء نے صبح کی نماز کے بعد مغرور کے قتل کا حکم دے کر مال غنیمت کو تقسیم کر دیا۔ بکر بن وائل میں ان لوگوں کو جو اسلام پر ثابت قدم تھے اور خصفہ تیمی اور مثنی بن حارث کو اہل ردت کے روکنے کو لکھا لیکن اس مکتوب کے پہنچنے سے پہلے اہل ردت دارین میں پہنچ گئے تھے۔ مسلمانان بکر بن وائل، علاء کو جب اس سے مطلع کر کے خود دارین کی طرف بڑھے تو علاء بن الحضرمی بھی اس خبر پر اسلامی لشکر لئے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے دارین کی طرف روانہ ہوئے۔ دریا کے کنارے پر پہنچ کر کشتی نہ ملنے سے لشکر اسلام ٹھہر گیا۔ علاء بن الحضرمی نے گھوڑے سے اتر کر جماعت کے ساتھ دو

رکعت نماز پڑھی اور سب کے سب دعا کرنے لگے "یاارحم الراحمین یاکریم یاحلیم یااحد یاصمد یاحی یامحی الموتی یاحی یاقیوم لا الہ انت یاربنا۔"

دعا ختم کرنے کے بعد علاء گھوڑے پر سوار ہوئے اور اسلامی لشکر ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے دریا پایاب ہو گیا اور اسلامی لشکر نے اس کو عبور کر کے دشمنان خدا کے سر پر پہنچ کر انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ ایک شب و روز کی لڑائی کے بعد مرتدین نے ہزیمت اٹھائی۔ ان کے چھ ہزار سوار اور دو ہزار پیادے مارے گئے باقی جس قدر تھے وہ سب گرفتار کر لئے گئے۔

بحرین کی نئی امارت

اس خداداد کامیابی کے بعد علاء بن الحضرمی بحرین واپس آئے اور حرانہ میں لشکر اسلام کو قیام کا حکم دیا۔ لیکن فتنہ انگیزوں نے یہ جھوٹی خبر مشہور کر دی کہ ابوشیبان و ثعلبہ وحر، شیبانیوں کو ابھار کر ان کو مسلمانوں سے لڑائی کے لئے اکٹھا کر رہے ہیں حالانکہ وہ علاء کی امداد کے لئے جمع ہو رہے تھے جس وقت علاء ان فتنہ انگیزوں کے کہنے پر اعتماد کر کے ابوشیبان وغیرہ کے مقابل ہوئے اس وقت حقیقت حال کا انکشاف ہوا اور وہ اپنی قیام گاہ پر لوٹ آئے اور حضرت ابوبکرؓ صدیق کو ایک خط لکھا جس میں اہل خندق کی شکست اور حطم کے مارے جانے کی تفصیل درج تھی۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق اس خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور علاء کو حکومت بحرین پر مقرر کر دیا۔ اس کے بعد ثمامہ بن اثال ایک گروہ کو ہمراہ لے کر نکل کھڑا ہوا۔ اتفاقاً قیس بن ثعلبہ بن بکر بن وائل راستہ میں مل گیا اس کے پاس حطم بن ربیعہ کی سیاہ چادر تھی۔ اہل قافلہ نے کہا اسی نے حطم کو مارا ہے۔ قیس بن ثعلبہ نے بہت کہا کہ میں نے اس کو نہیں مارا۔ لیکن ان لوگوں نے ان کے کہنے پر مطلق توجہ نہ کی ان کو حراست میں لے کر مار ڈالا۔

زمانہء جاہلیت میں عمان کی حکومت لقیط بن مالک ازدی کے خاندان میں تھی مگر انقلاب زمانہ سے اس کے خاندان سے حکومت نکل کر جیفر و عبد پسران جلندی کے قبضہ میں آ گئی تھی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد جب اہل عمان و مہرہ مرتد ہو گئے، اس وقت لقیط بن مالک نے موقع مناسب دیکھ کر نبوت کا دعویٰ کر کے عمان سے جیفر و عبد کو نکال دیا اور خود عمان پر حکمرانی کرنے لگا۔ جیفر نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے حذیفہ بن محصن ضمیری کو عمان کی طرف اور عرفجہ بارقی کو مہرہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ روانگی کے وقت حذیفہ کو حکم دیا کہ مہم عمان سے فارغ ہو کر مہرہ میں عرفجہ کو امداد دینا اور دونوں آدمی جیفر کی رائے سے کام کرنا۔ اگرچہ اس سے پیشتر عکرمہؓ بن ابی جہل کو یمامہ کی طرف مسیلمہ سے لڑنے کو بھیجا تھا چونکہ عکرمہؓ کو عجلت کی وجہ سے شکست ہوئی تھی حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان کو لکھ بھیجا تھا کہ تم حذیفہ و عرفجہ کے ساتھ شریک ہو کر اہل عمان و مہرہ سے لڑنا۔ اور جب مہم عمان و مہرہ سے فارغ ہو جاؤ تو یمن چلے جانا۔ اس وجہ سے عکرمہؓ بن ابی جہل حذیفہ و عرفجہ کے پہنچنے سے پہلے عمان پہنچ گئے۔ اس کے بعد جب حذیفہ و عرفجہ بھی آ گئے تو انہوں نے جیفر و عبد کو اپنے آنے سے مطلع کیا۔ جیفر و عبد فوراً اپنی موجودہ فوج لے کر اسلامی لشکر میں آ گئے اور صحرائے عمان میں مقیم ہوئے۔

عمان کی تسخیر

لقیط نے یہ خبر پا کر اپنے لشکر کو جمع کیا اور کمال مردانگی سے شہر میں لا کر مقابلہ کی غرض سے ٹھہرایا۔ مقدمتہ الجیش میں عکرمہؓ تھے اور میمنہ پر حذیفہ اور میسرہ پر عرفجہ اور رؤساء عمان جو ہنوز اسلام پر ثابت قدم تھے مع جیفر و عبد کے قلب میں تھے۔ ادھر لقیط اور اس کے ساتھی ایک کثیر تعداد میں صف بہ صف مقابلہ میں کھڑے تھے۔ ان کے پیچھے ان کی عورتیں اور لڑکے تھے۔ نماز فجر کے بعد جھڑپ شروع ہوئی۔ فریقین نے جی توڑ کر لڑنا شروع کیا۔ لڑائی کا آغاز نہایت خطرناک نظر آ رہا تھا۔ مسلمانوں کا لشکر نشیب میں اور مرتدین کی فوج بلندی پر تھی۔ مگر اس کے باوجود مسلمان ہتھیلی پر سر رکھ کر برابر آگے بڑھتے جاتے تھے۔ لقیط نے یہ رنگ دیکھ کر اپنی فوج کو للکار کر آگے بڑھایا اور خود ایک ہاتھ میں پرچم اور دوسرے میں نیزہ لئے ہوئے گھوڑے کو مہمیز کر کے مسلمانوں کی طرف چلا۔ اسلامی لشکر اس اچانک اور مجموعی حملہ سے گھبرا کر پسپا ہوا چاہتا تھا اور قریب تھا کہ لقیط فتحیاب ہو جاتا لیکن اتفاقاً بنی ناجیہ کا ایک گروہ جس میں حریث ابن راشد اور کچھ لوگ عبدالقیس کے شامل تھے سنجار بن صرصار کی قیادت میں ان کی مدد کو آ گیا۔

اسلامی لشکر کا دل اس غیر متوقع امداد سے بڑھ گیا۔ انہوں نے اللہ اکبر کہہ کر مجموعی قوت سے حملہ کر دیا۔ نتیجہ کے طور پر دشمنان دین شکست اٹھا کر منہ کے بل گرتے پڑتے بھاگے۔ دس ہزار کے قریب ان میں سے مارے گئے۔ قیدیوں کی تعداد کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد جو خمس (پانچواں حصہ) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس مدینہ بھیجا گیا، اس میں آٹھ سو گرفتار شدگان تھے۔ لڑائی کے ختم ہونے کے بعد حذیفہ تو عمان میں ہی ٹھہرے رہے اور عکرمہؓ مہرہ کی جانب روانہ ہوئے۔

مفتوحین کی اطاعت

مہرہ میں کچھ لوگ عمان اور راز دو عبدالقیس و بنی سعید قبائل کے ہاں جا کر شریک ہو گئے۔ یہ لوگ دو گروہ ہو کر حکومت و ریاست کے لئے باہم لڑ رہے تھے عکرمہؓ نے مہرہ میں پہنچ کر دونوں گروہوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ایک نے ان میں سے اسلام قبول کر لیا اور دوسرے نے (جس کا سردار مصبح تھا) اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ عکرمہؓ نے گروہ اول کے ساتھ ہو کر حملہ کیا اور دوسرے فریق کو شکست سے دو چار کر کے ان کے سردار کو ہلاک کر ڈالا۔ بہت سے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں کو اس واقعہ سے بہت مدد پہنچی۔ اس کے بعد اس اطراف و جوانب کے کل رہنے والے نجد و روضہ وساطی و جزایر و مرولسان واہل جبرہ وظہور الشحر وفرات وذات الخیم وفرہ بالاتفاق مسلمان ہو گئے۔ عکرمہؓ نے اس واقعہ کا ایک اطلاعی خط حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں بھیج دیا اور خود حسب ہدایت حضرت ابوبکر صدیقؓ براہ یمن مہاجر بن ابی امیہ کی جانب بڑھ گئے۔

باب: ۱۲

عراق و شام کی فتوحات

محرم سنہ 12ھ (مطابق سنہ 633ء) میں حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خالد بن الولیدؓ کو یمامہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد عراق میں ایلہ (ایلہ منتہائے بحر فارس پر جانب شمال بصرہ کے قریب واقع ہے) کی جانب سے داخل کو ہونے کو لکھا نیز یہ بھی تحریر کیا کہ اہل فارس اور ان کی تالیف قلوب کرنا جو ان کے ملک میں دیگر مذہب و ملت کے آباد ہیں۔ بعض کے مطابق: حضرت خالدؓ بن الولید یمامہ کی مہم سے فارغ ہو کر مدینہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس آئے اور پھر ان کے حکم سے عراق کی طرف روانہ ہو کر بانقیاد بوسوما پہنچے۔ ان کے حکمران جابان وصلوبا نے حاضر ہو کر دس ہزار دینار پر مصالحت کر لی۔ حضرت خالدؓ بن الولید اس رقم کو وصول کرنے کے بعد حیرہ پہنچے۔ اپنے یسرایا اس میں قبیصہ طائی کے ہمراہ حیرہ کے شرفاء لشکر اسلام کی آمد کی خبر سن کر خالد بن ولید کے پاس آئے۔ حضرت خالدؓ نے ان لوگوں سے کہا کہ ہم اعلاء کلمتہ اللہ کے لئے آئے ہیں۔ تم لوگ اسلام قبول کرو۔ یا مطیع اسلام ہو کر جزیہ دو تو ہم تمہاری جان اور مال کے ذمہ دار اور محافظ ہوں گے۔ دوسری صورت میں لڑائی کے لئے میدان میں آؤ۔ شرفاء حیرہ نے اسلام کی اطاعت قبول کر کے نوے ہزار درہم جزیہ پر صلح کر لی۔ واضح رہے کہ یہ پہلا جزیہ تھا جو اسلام نے فارس سے وصول کیا۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد کو اسفل عراق میں ایلہ کی جانب سے داخل ہونے کا حکم دیا تھا اور عیاض بن غنم کو لکھا تھا کہ وہ اعلیٰ عراق سے داخل ہو کر مضیخ سے لڑائی شروع کر کے عراق میں خالدؓ سے جا کر مل جائیں۔ اس سے قبل مثنیٰ بن حارث شیبانی حضرت ابوبکرؓ صدیق سے اجازت حاصل کر کے عراق کی طرف چلے گئے تھے اور حضرت خالدؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی انہوں نے لڑائی چھیڑ دی تھی لہٰذا جس وقت خالدؓ بن ولید عراق پہنچے اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے مثنیٰ بن حارث و حرملہ و مدعور و سلمان ایلہ میں حضرت خالدؓ کے لشکر سے مل گئے۔

معرکہ سلاسل

حضرت خالدؓ کے ہمراہ دس ہزار فوج تھی اور مثنیٰ بن حارث کے ساتھ آٹھ ہزار۔ خالدؓ نے اپنے تمام لشکر کو تین حصوں پر منقسم کر کے اگلے حصہ پر مثنیٰ کو اور درمیانی پر عدیؓ بن حاتم کو مقرر کیا اور پچھلے پر خود رہے اور فوج کے تینوں حصوں کو مختلف راستوں سے یوں روانہ کیا کہ ہر حصہ دوسرے حصہ سے ایک دن کی مسافت کے فاصلہ پر تھا۔ پہلے دونوں حصوں کو حفیر میں دشمنان دین سے مقابلے کی غرض سے یکجا ہونے کا حکم دیا۔ شاہ فارس کی طرف سے اس صوبہ کا گورنر ہرمز نامی ایک نہایت دلیر اور نبرد آزما شخص تھا جو خشکی میں عرب سے اور بحر میں ہند سے لڑتا رہتا تھا۔ ہرمز خالدؓ کی آمد کی خبر سن کر اردشیر کسریٰ کے پاس ایک اطلاعی عرضداشت بھیج کر خود نہایت تیزی سے تیاری کر کے ایک منظم فوج لئے ہوئے حفیر آ پہنچا۔ اس کے مقدمتہ الجیش پر قباد و انوش جان تھے۔ انہوں نے بھاگنے کے خیال سے اپنی فوج کو چاروں طرف سے زنجیروں سے گھیر دیا تھا۔ فریقین نے حفیر کے سامنے ایک میدان میں اپنی اپنی صفوں کو منظم کیا۔ اتفاقاً اسلامی لشکر جو ان کے مقابلہ پر تھا وہ ایسے مقام پر خیمے نصب کر رہا تھا جہاں پانی دستیاب نہ تھا خالدؓ کے ہمراہیوں نے کہا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ لشکر بغیر پانی کے مر جائے گا۔ خالدؓ نے جواب دیا: ''صبر کرو اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔'' یہ سن کر لوگ خاموشی کے ساتھ خیمے نصب کرنے اور اسباب اتارنے لگے۔ کچھ ہی دیر کے بعد بحکم خدا ایسی بارش ہوئی کہ ان کے اردگرد کے چشمے بھر گئے۔

ہرمز کا انجام

صفوان کے منتظم ہوتے کے بعد خالدؓ اسلامی لشکر کی صفوں سے نکل کر میدان میں گئے۔ اور للکار کر اپنے مقابلہ پر لڑنے والے کو بلایا۔ ہرمزان

کی آواز سن کر میدان میں نکل آیا۔ دونوں لڑنے والے گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہو گئے۔ پہلے خالدؓ نے ہرمز پر وار کیا، ہرمز نے پیچھے ہٹ کر خالد پر حملہ کیا۔ خالدؓ نے اس کی تلوار چھین لی اور لپک کر اس کی کمر پکڑ کر زمین پر دے مارا۔ جاں نثاران فوج کا دستہ یہ واقعہ دیکھ کر حضرت خالدؓ کی طرف بڑھا مگر حضرت خالدؓ کا یہ دلیرانہ حملہ ان کو ہرمز کے قتل سے نہ روک سکا۔ یہ دستہ خالدؓ تک پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ قعقاع بن عمرو نے اس دستہ پر انتہائی مہلک حملہ کر کے تقریباً سب کو مار ڈالا۔ اس کے بعد باقی فارسی میدان جنگ سے فرار ہونے لگے۔ تھوڑی دور تک مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے جس کو پایا قتل کر دیا۔ اس لڑائی کا نام واقعہ ذات السلاسل ہے۔ حضرت خالدؓ نے ہرمز کے قتل کے بعد اس کے ہتھیار اور اسباب لے لئے۔ اس کی صرف ایک ٹوپی ایک لاکھ کی تھی۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد حضرت خالدؓ نے مال غنیمت سے پانچواں حصہ اور نوید فتح دے کر قاصد کو حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس روانہ کیا اور خود حفیرہ سے چل کر موضع جسر اعظم (بصرہ) میں جا اترے۔ حضرت مثنیٰ بن حارث کو دشمنان خدا کے پیچھے روانہ کیا۔ چنانچہ مثنیٰ نے حصن المراۃ کو محاصرے کے بعد فتح کر لیا۔ حاکم قلعہ کی بیوی مسلمان ہو گئی۔ اس کو مثنیٰ نے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ انہیں ایام میں حضرت خالدؓ بن ولید نے معقل بن مقرن کو ایلہ کی جانب روانہ کیا تھا۔ لیکن اس کو عتبہؓ بن غزوان نے حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں سنہ 14ھ میں فتح کیا۔

مذار، دجلہ اور الیس کے معرکے

کسرائے اردشیر نے ہرمز کی اطلاعی چٹھی پڑھ کر ہرمز کی مدد پر قارن بن قریانس کو فوج کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ مگر اس کے پہنچنے سے قبل ہی ہرمز مارا جا چکا تھا اور اس کے ہمراہی میدان جنگ سے بھاگے ہوئے چلے آ رہے تھے۔ مقام مذار میں قارن اور منہزم ہرمز کے لشکریوں سے ملاقات ہوئی۔ قارن نے ان لوگوں کو دم دلاسا دے کر دوبارہ لڑائی پر آمادہ کیا اور اپنے ہمراہ لے کر لشکر اسلام سے مقابلہ کرنے کی غرض سے نہر پر آ کر ٹھہرا۔ حضرت خالدؓ بن ولید یہ سن کر لشکر اسلام کو منظم کر کے قارن کے مقابلے پر آئے۔ فریقین نے مردانگی سے لڑائی شروع کی۔ جنگ کے دوران معقل بن الاعشی بن النباش نے قارن کو اور عاصم نے انوش جان کو اور عدی نے قباد کو ایک ہی ایک حملہ میں ہلاک کر ڈالا۔ جس کی وجہ سے لشکر فارس کو پھر شکست ہوئی۔ اس معرکہ میں ان لوگوں کے علاوہ جو دار و گیر، وقت نہر میں ڈوب گئے۔ تقریباً تین ہزار فارسی لشکری مارے گئے۔ جو باقی رہے ان سے جزیہ لے کر اپنی حفاظت میں لے لیا۔ مسلمانوں کو اہل فارس کا بے حد مال واسباب ملا اور ان کے مقتولین کے لڑکوں و عورتوں کو قید کر کے لونڈی غلام بنا لیا۔ قارن کی لڑائی کے بعد مسلمانوں نے فارس سے کوئی بڑی جنگ نہیں لڑی۔ اس لڑائی کا نام ثنی یعنی نہر ہے۔

اس شکست کے بعد اردشیر نے سواد کے بہت بڑے شہسوار اندرزغر کو بھیجا اور اس کے پیچھے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ بہمن جاذویہ کو بھی روانہ کیا۔ اندرزغر نے اپنی ہمراہی فوج کے علاوہ اردشیر کے حکم کے بموجب حیرہ و کسکر کے درمیان سے عرب ضاحیہ اور دہقانوں کے ایک بڑے گروہ کو اپنے لشکر میں شامل کر کے دلجہ میں صف آرائی کی۔ حضرت خالدؓ بن ولید نہر کو عبور کر کے اس کے مقابلہ پر گئے۔ لڑائی سے پہلے حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو کمین گاہ میں چھپا دیا اور بقیہ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے مقابل ہوئے تھے۔ اسلامی لشکر حضرت خالدؓ بن ولید کے اشارہ سے لڑتا ہوا آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ جس وقت فارسی لشکر کمین گاہ سے آگے بڑھا تو اہل کمین گاہ نے کمین گاہ سے نکل کر فارسی لشکر پر پیچھے سے اور سامنے والے اسلامی لشکر نے آگے سے اور حضرت خالدؓ نے ایک کوس کا چکر کاٹ کر دائیں بازو سے حملہ کر دیا۔ فارس کی فوج اس اچانک حملہ سے گھبرا گئی ایک گروہ کثیر ان کا مارا گیا۔ اور اندرزغر لڑتے لڑتے پیاس کی شدت سے ہلاک ہو گیا۔ باقی ماندہ لشکریوں کو حضرت خالدؓ نے امان دے کر اپنی حفاظت میں لے لیا۔

چونکہ اس لڑائی میں دو عیسائی بنی وائل کا جابر بن بجیر، دوسرا عجل کا ابن عبدالاسود، مسلمانوں نے گرفتار کر لئے تھے لہٰذا بنی وائل کے نصرانی سیخ پا ہو کر مسلمانوں کے خلاف مقام الیس میں جمع ہوئے عبدالاسود عجلی کو اپنا سالار بنایا۔ اردشیر نے شکست کے بعد بہمن جاذویہ کو عرب کے نصرانیوں کے ساتھ مقام الیس میں پہنچ کر مدد دینے اور ان کے ہمراہ ہو کر لڑنے کو لکھا اور لکھا کہ جب تک جابان مرزبان نہ پہنچ لے اس وقت تک جنگ نہ چھیڑی جائے۔ بہمن جاذویہ عجل و بنی وائل کے نصرانیوں کے پاس اردشیر کا یہ پیام پہنچا کر اردشیر کے پاس مشورے کی غرض سے واپس آیا لیکن اردشیر کی

علالت نے اس کو عجلت میں الیس کی طرف لوٹنے نہ دیا۔ اس اثناء میں جابان، نصرانیان عرب بنی عجل وتیم اللات وضبیعہ وعرب الضاحیہ کے پاس الیس میں آ گیا۔ جب ان لوگوں کے اجتماع کی خبر حضرت خالدؓ بن ولید کو پہنچی تو وہ بھی ان کی جانب اسلامی لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ ان کو جابان مرزبان کی شرکت کی اطلاع نہ تھی۔ انہوں نے الیس میں پہنچ کر بلا کسی انتظار کے اعلان جنگ کر دیا اور خود میدان جنگ میں بڑھ کر لڑنے والوں کو بلایا۔ فریق مخالف کی فوج سے مالک بن قیس مقابلہ پر آیا جس کو حضرت خالدؓ نے دم لینے کی بھی مہلت نہ دی۔ مالک بن قیس کے مارے جانے کے بعد لڑائی کا بازار بےحد گرم ہو گیا۔ عرب کے نصرانی لڑتے جاتے تھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بہمن جاذویہ کو دیکھ رہے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد جب ان کی مایوسانہ کوششوں نے جواب دیدیا اور وہ بہمن جاذویہ کے آنے سے قطعاً ناامید ہو گئے تو ایک دوسرے پر منہ کے بل گرتے پڑتے میدان جنگ سے فرار ہونے لگے۔ مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ ان میں سے ایک گروہ کثیر قیدی بنا لیا گیا جن کو بعدازاں حضرت خالدؓ نے قتل کیا۔ لاتعداد آدمیوں کے مارے جانے سے خون کی ندی جاری ہو گئی جو نہر الدم کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس واقعہ میں یہ تیغ ہونے والوں کی تعداد ستر ہزار بیان کی جاتی ہے۔ مال غنیمت کا کوئی صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکا۔

خالد عجمیوں کے کھانے پر جا کر کھڑے ہو گئے اور دن بھر کی لڑائی وسفر میں تھکے ہارے اور بھوکے پیاسے مسلمانوں نے لڑائی ختم ہونے پر کھانا شروع کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ صفر میں واقع ہوا ہے اس کے بعد خالد اپنا لشکر لئے ہوئے امغیشیا پہنچے اور اتنی تیزی سے اس پر حملہ کر دیا کہ اہل امغیشیا اپنا مال واسباب تک دوسرے مقام پر نہ بھیج سکے۔ اسلامی لشکر نے اس واقعہ میں اس قدر مال غنیمت فراہم کیا کہ اتنا کسی اور واقعہ میں ہاتھ نہیں لگا ہوگا۔

حیرہ کا گھیراؤ اور مسلمانوں کی کامیابی

متذکرہ بالا واقعہ سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ بن ولید اسلامی لشکر اسباب کو کشتیوں میں سوار کرا کے حیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابن زیان مرزبان حیرہ نے مع ازادبہ کے حیرہ سے نکل کر غربین میں پہنچ کر لشکر کو منظم کیا اور اپنے لڑکے کو ایک کثیر التعداد لشکر کے ہمراہ حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر روانہ کیا تاکہ کشتی سے اسلامی لشکر خشکی پر نہ آنے پائے۔ خالد بن ولیدؓ نے اس سے فرات بادقلا پر حملہ کیا اور مرزبان کے بیٹے کو اس کے کل ہمراہیوں کے ساتھ ہلاک کر کے حیرہ کی طرف بڑھے۔ ابن زیان ومرزبان حیرہ اپنے لڑکے کا قتل اور اردشیر کسریٰ کی موت کا واقعہ سن کر بغیر جنگ حیرہ چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ حضرت خالدؓ نے غربین پہنچ کر قیام فرمایا۔ مسلمانوں نے حیرہ کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور گھیراؤ کے دوران میں دیور کو بزور تیغ فتح کیا۔

جب محصورین بے آب ودانہ مرنے لگے اور انہوں نے قلعوں کے مالکان کو چلا چلا کر سخت وسست کہنا شروع کر دیا تب ایاس بن قبیصہ قصر ابیض سے اور عمرو بن عبدالمسیح بن قیس ابن حیان بن الحرث حیرہ کے قلعوں سے نکل کر حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور گفت وشنید شروع کر دی۔ خالدؓ نے حیرہ کی کثرت آبادی سے متعجب ہو کر اس کا حال دریافت کیا۔ عمرو بن عبدالمسیح نے کہا کہ میں نے دمشق وحیرہ کے درمیان ایک دوسرے سے اس قدر متصل قصبات دیکھے ہیں کہ ایک عورت ان دونوں شہروں کے درمیان بغیر اس کے کہ اس کے پاس زاد سفر سوائے چند کھجوروں کے اور کچھ نہ ہو، سفر کر سکتی ہے۔ خالدؓ یہ سن کر ہنس پڑے اور اس کے خادم کے ہاتھ سے تھیلی لے کر کھول کر زہر کو اپنے ہاتھ پر پھیلا لیا اور اس سے دریافت کیا کہ تم اس کو اپنے ساتھ کیوں لائے ہو؟ عمرو بن عبدالمسیح نے جواب دیا کہ اس کو اس خیال سے لایا ہوں کہ اگر میں تم کو اپنے خیال کے خلاف پاؤں تو اس صورت میں مجھے اس سے موت زیادہ پیاری ہوگی کہ میں اپنی قوم میں کوئی چیز بدل کر جاؤں۔ خالدؓ یہ کہہ کر کہ جب تک موت نہیں آتی اس وقت کوئی شخص نہیں مر سکتا۔ "بسم اللہ لا یضر مع اسمہ شئی" پڑھ کر زہر کھا گئے۔ تھوڑے عرصہ تک مدہوشی میں پڑے رہے۔ اس کے بعد اٹھ کر بیٹھ گئے اور اچھی طرح سے باتیں کرنے لگے۔ ابن عبدالمسیح نے یہ ماجرا دیکھ کر کہا: "واللہ تم لوگ جو چاہو گے حاصل کر لو گے۔ جب تم میں ایسا ایک شخص بھی موجود رہے گا" اس کے بعد ان لوگوں نے حضرت خالدؓ کو ایک لاکھ نوے ہزار یا دو لاکھ نوے ہزار اور کرامت بنت عبدالمسیح دے کر ان سے صلح کر لی۔

صلح کے بعد کرامت شویل کو دے دی گئی کیونکہ اس سے پیشتر ایک وقت میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور پیشین گوئی کے حیرہ پر

اپنی امت کی فتح کا ذکر فرمارہے تھے اس وقت شویل نے کرامت بنت عبدالمسیح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگ لیا تھا اور آپؐ نے کرامت کے دینے کا شویل سے عہد کرلیا تھا۔ لہٰذا جب حیرہ فتح ہوا تو شویلؓ نے خالدؓ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعدہ یاد دلا کر کرامت کو لے لیا اور کرامت نے ایک ہزار درہم اپنی قیمت ادا کر کے اپنے آپ کو آزاد کرالیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول سنہ 12 ھ میں پیش آیا تھا۔

حیرہ کے گردونواح کے دیہات وقصبات اور چھوٹے چھوٹے شہروں والے جو حیرہ کے آخری انجام کو دیکھ رہے تھے۔ فتح حیرہ کے بعد خالدؓ کے پاس آئے اور دو مرتبہ ہزار ہزار درہم دے کر خالدؓ سے صلح کرلی۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے ضرار بن الازور وضرار بن الخطاب وقعقاع بن عمرو ومثنیٰ بن حارث وعیینہ بن الشماس (رضی اللہ عنہم) امراء لشکر کو سواد حیرہ کی طرف بھیجا اور یہ حکم دیا کہ ”اگر وہ لوگ اسلام قبول کرلیں یا جزیہ دینا منظور کرلیں تو انہیں کچھ نہ کہنا، دوسری صورت میں قتل وغارت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے“۔ لہٰذا ان لوگوں نے حسب الحکم حضرت خالدؓ حیرہ سے شط دجلہ تک کا علاقہ فتح کرلیا۔

حضرت خالدؓ کا شاہ فارس کو پیغام

انہی دنوں حضرت خالدؓ نے شہنشاہ فارس کو بعد حمد ونعت کے اس مضمون کا خط لکھا۔ ”اما بعد فالحمد للّٰہ الذی حل نظامکم و وھن کیدکم و فرق کلمتکم ولو لم نفعل ذلک کان شرا لکم فادخلوا انی امر ناندعکم و ارضکم و نجوزکم الی غیر کم والاکان ذلک فانتم کارھون علی ایدی قوم یحبون الموت کما تحبون الحیات“ (ترجمہ: حمد ونعت کے بعد تمام ستائش اللہ کے لئے ہے جس نے تمہارے نظام کو کھول دیا۔ اور تمہارے مکر وفریب کو سست کردیا اور تمہارے گروہ کو منتشر کردیا اور اگر ہم ایسا نہ کرتے تو تمہارے لئے برائی ہوتی۔ پس تم لوگ ہمارے حکم کے مطیع ہو جاؤ ہم تم کو اور تمہارے ملک کو چھوڑ دیں گے اور دوسروں کی طرف چلے جائیں گے (یعنی تم سے متعرض نہ ہوں گے) ورنہ یہ ہوگا کہ تم لوگ اپنے لوگوں کے ہاتھ میں ہوگے جو موت کو دوست رکھتے ہیں۔ جیسا کہ حیات کو تم دوست رکھتے ہو) اور شہنشاہ فارس کے مرزبانوں کے پاس ایک گشتی مراسلہ اس مضمون کا بھیجا: ”اما بعد فالحمد اللّٰہ الذی فض حد تکم وفرق کلمتکم وجفل حھکم و کسر شوکتکم فاسلموا اتسلموا و الا فاعتقد وامنی الذمۃ وادوالجزیۃ والا فقوا جنتکم یقوم یحبون الموت کما تحبون شرب الخمر۔“ (اللہ کا شکر ہے جس نے تمہارے تیزی توڑ دی، تمہاری جمعیت منتشر کردی۔ تمہاری عورتیں بھگا دیں اور تمہاری شوکت خاک کردی لہٰذا اسلام قبول کرلو۔ سلامتی سے رہو گے ورنہ میرے ذمہ میں آجاؤ اور جزیہ ادا کرو، اور اگر یہ بھی نہ مانو تو میں تمہارے مقابلہ کے لئے ایسے جانباز لایا ہوں جنہیں موت اس طرح محبوب ہے جیسے تمہیں شراب پیاری ہے)۔

اگرچہ ان دنوں اہل عجم میں اردشیر کی موت کی وجہ سے آپس میں اختلاف ہو رہا تھا۔ لیکن باوجود طوائف الملوکی کے خالدؓ کے مقابلہ کے معاملے میں وہ سب متفق تھے۔ انہوں نے بہمن جاذویہ کو ایک لشکر پر افسر مقرر کر کے مسلمانوں کو لڑنے کو بھیج دیا تھا۔ خالدؓ ایک برس تک شام پر حملہ کرنے سے پہلے حیرہ میں مقیم تھے کبھی حیرہ کے بالائی حصہ کو اور کبھی حیرہ کے تحتانی حصہ کو اپنے قبضہ میں لانے کی فکر کرتے رہے اور اہل فارس کے گروہ کے گروہ اس کے بچانے کی کوشش کرتے رہے۔ جس پر خالدؓ قبضہ کرلیا کرتے تھے مگر ایسا کوئی شخص ان کی نظر میں نہ آتا تھا جس کی حکومت کو سب اہل فارس تسلیم کرلیتے اور اس کے ساتھ جمع ہو کر خالدؓ کی دست برد سے اپنے ملک کو بچالیتے کیونکہ سیرین نے ان تمام لوگوں کو قتل کرڈالا تھا جو بہرام جور کی نسل سے تھے۔ پس جب خالدؓ کا مذکورہ بالا خط پہنچا تو کسریٰ کے خاندان کی عورتوں نے فرخ زاد بن بندوان کو اس غرض سے مقرر کیا کہ وہ ایسے شخص کو حکمران بنائے جس کے مطیع آل کسریٰ ہو سکتے ہوں۔

حیرہ کی فتح کے بعد جریر بن عبداللہ البجلی خالدؓ کے پاس آ گئے اس سے قبل وہ خالدؓ بن سعید بن العاص کے ساتھ شام میں تھے۔ وہاں سے خالد بن سعیدؓ کی اجازت سے حضرت ابوبکرؓ کے پاس اس غرض سے چلے آئے تھے کہ وہ اپنی قوم کے تفرقہ کو دور کر کے سب کو متحد کر دیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالدؓ بن سعید سے اس کا وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ یہ سن کر خالدؓ بن سعید سے بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم مجھ سے

فضول باتیں کرنے آئے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ اس وقت فارس و روم کے مہم میں ہم مصروف ہیں۔ تم سیدھے خالدؓ کے پاس جاؤ لیکن یہ اس وقت پہنچے جب کہ وہ حیرہ فتح کر چکے تھے اور اس سے پہلے عراق میں بھی کارہائے نمایاں انجام دے چکے تھے۔ ان میں یہ شریک نہیں ہو سکے اور نہ ہی انہوں نے اہل ردت کے خلاف جنگ میں خالد کے ساتھ شرکت کی۔

انبار کی فتح

حیرہ پر قبضہ کر لینے کے بعد خالدؓ اسلامی لشکر کو منظم کر کے انبار کے قصد سے روانہ ہوئے اور مقدمۃ الجیش پر اقرع بن حابس کو مقرر کیا۔ شہزاد والی ساباط لشکر انبار کا اعلیٰ افسر تھا۔ اس نے لشکر اسلام کے مقابلہ پر اپنے لشکر کو آراستہ اور فصیلوں اور خندقوں کو درست کر کے مسلمانوں کی نقل و حرکت دریافت کرنے کی غرض سے جاسوسوں کو مقرر کیا۔ خالدؓ نے انبار پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا اور شہر کی فصیلوں کے مقابلے پر مٹی کے دمدمے باندھ کے تیر باری شروع کر دی۔ جس سے یک لخت ایک ہزار آدمیوں کی آنکھیں پھوٹ گئیں۔ اس کے بعد کمزور ناتواں اونٹوں کو ذبح کر کے خندق کو بھر دیا اس طرح اسلامی لشکر خندقوں کو عبور کر کے انبار کی فصیل تک پہنچ گیا۔ اس مقام پر مسلمانوں اور کفار کے مابین سخت خطرناک لڑائی ہوئی۔ اہل انبار نے اسلامی لشکر کو پسپا کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ بجائے پیچھے ہٹنے کے آگے بڑھتے گئے۔ ناچار ہو کر شہزاد نے حضرت خالدؓ کے پاس صلح کا پیام بھیجا۔ حضرت خالدؓ نے شہزاد سے اس شرط پر صلح کر لی کہ ''شہزاد بلا اسباب و ہتھیار جنگ صرف تین روز کا کھانا اور اپنے مخصوص لوگوں کا کھانا لے کر شہر چھوڑ دے'' شہزاد بموجب صلح انبار چھوڑ کر بہمن جاذویہ کے پاس چلا گیا اور حضرت خالد مظفر و منصور انبار میں داخل ہو گئے۔

اس کامیابی کے بعد حضرت خالدؓ نے زبرقان بن بدر کو انبار کا حاکم مقرر کر کے عین التمر پر حملہ کیا۔ عین التمر میں مہران بن بہرام چوبین عجمیوں کا ایک گروہ عظیم اور عقبہ بن ابی عقبہ عرب کے کثیر التعداد آدمیوں کو لئے ہوئے موجود تھا۔ ان کے علاوہ اس کے گرد و نواح میں ایک بہت بڑا گروہ نمر و تغلب و آیاد وغیرہ قبائل عرب کے مسلمانوں کے مقابلہ پر آئے ہوئے تھے۔ عقبہ نے ابن بہرام سے کہا کہ ہم کو اور خالد کو لڑنے دو کیونکہ ہم اور وہ دونوں عرب ہیں اور عرب کی لڑائی عرب خوب سمجھتا ہے۔ ابن بہرام نے کہا ''تم یہ بہت صحیح کہتے ہو بے شک لوہے کو لوہے سے نرم کرنا چاہئے''۔ ابن بہرام نے یہ جواب دے کر عقبہ کو خالد کے مقابلہ پر بھیجا۔ خالدؓ نے تن تنہا عقبہ پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ عقبہ کا لشکر بغیر جنگ کئے ہی لڑائی کے میدان سے بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے ان میں سے بہت سے آدمیوں کو قید کر لیا۔ ابن بہرام پر اس واقعہ سے ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ میدان جنگ کا کیا ذکر ہے قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور عقبہ کے شکست خوردہ ہمراہیوں نے قلعہ میں پہنچ کر دروازہ بند کر لیا۔ حضرت خالد نے چاروں طرف سے قلعہ کا محاصرہ کر کے لشکر کو قیام کا حکم دے دیا۔ محصورین نے چار روز کے بعد فتح نصیب سپہ سالار خالدؓ سے امن کی درخواست کی مگر حضرت خالدؓ نے مصلحتاً امن دینے سے انکار کیا اور بزور تیغ قلعہ سے باہر نکال کر عقبہ کو مع اس کے لشکریوں کے ہلاک کر ڈالا۔ جو کچھ مال و اسباب قلعہ میں تھا اس پر قبضہ کر لیا اور چالیس نوعمر لڑکوں کو جو اس قلعہ کے کلیسہ میں انجیل سیکھتے اور سکھاتے تھے حراست میں لے کر باہم تقسیم کر لیا جن میں سیر بن ابو محمد و نصیر ابو موسیٰ و حمران مولیٰ عثمانؓ وغیرہ شامل تھے اس واقعہ میں مسلمانوں میں سے عمیر بن رماب سہمی مہاجرین حبشہ میں سے اور بشیر بن سعد انصاری و ابو نعمانؓ شہید ہوئے۔ اس خداداد کامیابی کے بعد خمس اور نوید فتح دے کر ایک قاصد حضرت ابو بکرؓ صدیق کے پاس روانہ کیا گیا۔

دومۃ الجندل

فتح عین التمر کے بعد حضرت خالدؓ کے پاس عیاض بن غنم کا خط آیا جو نصرانیوں اور مشرکین عرب، بھراد کلب و غسان و ضجاعم سے دومۃ الجندل میں لڑ رہے تھے۔ عیاض نے نصرانیوں اور مشرکین عرب سے تنگ ہو کر حضرت خالدؓ سے مدد کی درخواست کی تھی۔ حضرت خالد کا لشکر اگرچہ شب و روز لڑائی کرتے کرتے تھک گیا تھا مگر اس کی رگوں میں اسلامی خون کا جوش ویسا ہی موجود تھا جیسا کہ لڑائی سے پہلے تھا لہٰذا حضرت خالد نے خط پاتے ہی لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور خود مسلح ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔ دومۃ الجندل میں دو رئیس تھے ایک اکیدر بن عبدالملک دوسرا جودی بن ربیعہ۔ یہ دونوں مسلمانوں کے مقابلہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ اکیدر نے حضرت خالد کی آمد کی خبر سن کر اپنے ہمراہیوں سے صلح کرنے کو کہا۔ جب ان لوگوں

نے انکار کیا تو اکیدر ان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ خالدؓ نے یہ واقعہ سن کر چند آدمیوں کو اکیدر کو گرفتار کرنے کے لئے بھیج دیا، جنہوں نے اس کے ہمراہ جو کچھ تھا، اکیدر کو قتل کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

جودی بن ربیعہ کا انجام

باقی رہا جودی! اس نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو عیاض کے مقابلہ پر جو دومۃ الجندل کے مشرقی جانب تھے لڑنے کو بھیجا اور خود دوسرے حصہ کو لے کر حضرت خالدؓ کے مقابلہ پر آیا۔ حضرت خالدؓ نے لشکر کی صف سے نکل کر جودی کو للکارا۔ جودی جس وقت میدان میں آیا۔ حضرت خالدؓ نے دوڑ کر گرفتار کر لیا اور مسلمانوں نے اچانک حملہ کر کے اس کے ساتھیوں کو اور عیاضؓ نے اپنے فریق مقابل کو شکست دے کر پسپا کیا۔ شکست خوردہ گروہ نے دونوں طرف سے شکست کھا کر قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے اہل قلعہ سے دروازہ کھول دینے کے لئے کہا مگر وہ لوگ مقابلہ سے نہ ہٹے۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے ان کے روبرو جودی کو مار ڈالا۔ اس کے بعد قلعہ پر دھاوا کر کے اس کو بزور تیغ فتح کر لیا۔ قلعہ میں جتنے جوان اور لڑنے والے تھے، ان کو قتل کیا مگر لڑکوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنا لیا۔

اہل فارس نے حضرت خالدؓ کے دومۃ الجندل کی طرف چلے جانے کے بعد حیرہ کو واپس لینے کی ایک آخری کوشش کی۔ انہوں نے حیرہ کو خالدؓ سے خالی پا کر اس پر بزور قبضہ کر لینا ایک آسان کام سمجھ کر اپنے لشکر کو منظم کرنا شروع کر دیا۔ حیرہ کے عربوں نے بھی عقبہ بن عقبہ کے قتل سے برہم ہو کر مسلمانوں کے خلاف ان کو ابھارا۔ چنانچہ دو نامی سپہ سالار زرمہر و رزبہ انبار کی طرف خروج کر کے حصید وخنافس تک پہنچ گئے۔ قعقاع بن عمر نے (جس کو حضرت خالدؓ نے بطور نائب کے حیرہ میں مقرر کیا تھا) یہ اطلاع پا کر دو فوجیں حیرہ سے اہل فارس کے مقابلہ پر روانہ کیں جوان دونوں کے درمیان ریف میں حائل ہوگئیں۔ اسی اثناء میں حضرت خالدؓ براستہ حیرہ مدائن واپس آ رہے تھے۔ قعقاعؓ بن عمرو وابولیلیٰؓ حصید میں حضرت خالدؓ کے آنے سے پہلے ہی اہل فارس سے بھڑ گئے مگر عظیم خونریز لڑائی کے بعد ان دونوں سپہ سالاروں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس معرکہ میں عجمیوں کے لشکر کے دو حصے تہ تیغ ہو گئے۔ باقی ایک حصہ خنافس کی طرف بھاگا۔ جہاں پر ان لوگوں کا ایک مشہور و نامور شہسوار بہوذان ایک گروہ کثیر لئے ہوئے ٹھہرا ہوا تھا۔ ابولیلیٰؓ نے ان کا پیچھا کیا لیکن بہوذان اس شکست خوردہ گروہ کے ساتھ خنافس سے نکل کر مضیح کی طرف بھاگا۔ مضیح میں ہذیل بن عمران در بیعہ بن بجیر۔ عرب جزیرہ کا ایک بڑا گروہ لئے ہوئے اہل حصید کی امداد کے لئے مقیم تھا۔

خالدؓ نے یہ واقعات سن کر قعقاعؓ وابولیلیٰؓ کو ایک معین وقت و یوم پر مضیح کے قریب جمع ہونے کو لکھا۔ پس جس وقت یہ لوگ یوم و وقت مقررہ پر مضیح کے قریب آ گئے اس وقت حضرت خالدؓ نے ہذیل اور ان لوگوں پر جوان کے ہمراہ تھے تین طرف سے حملہ کر کے ان میں سے بے شمار آدمیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ ہذیل چند آدمیوں کو لے کر بھاگ گیا۔ مضیح میں ہذیل کے ساتھ عبدالعزیز بن ابی رہم (اوس مناۃ سے) اور لبید بن جریر بھی تھے جو مسلمان ہو چکے تھے اور حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان کے اسلام کی بابت لکھ دیا تھا مگر اس معرکہ جنگ میں ہذیل کے ہمراہیوں کے ساتھ قتل ہو گئے تھے لہٰذا حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان کا خون بہا ادا کیا اور ان کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی۔ حضرت عمرؓ فاروق حضرت خالدؓ سے متذکرہ دونوں اصحاب اور مالک بن نویرہ کے قتل سے کبیدہ خاطر تھے اور حضرت ابوبکرؓ صدیق سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''جو شخص اہل شرک کے ساتھ رہے گا اس کا یہی نتیجہ ہوگا۔''

ثنی کی مہم

اس واقعہ کے بعد ہذیل تو عتاب بن اسید کے پاس بشر چلا گیا مگر خالدؓ، قعقاعؓ اور ابولیلیٰؓ کو دو مختلف راستوں سے ربیعہ بن بجیر تغلبی پر حملہ کرنے کو روانہ کر کے خود ایک الگ راستہ سے روانہ ہوئے اور ایک وقت و یوم مقررہ پر جمع ہونے کی ہدایت کر دی۔ ربیعہ بن بجیر تغلبی ثنی میں (جو رصافہ کے مشرقی جانب ہے) اہل فارس کی کمک کے لئے مقیم تھا اس کے ساتھ بھی عربوں کا ایک بڑا گروہ تھا۔ حضرت خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں کو ربیعہ پر تین طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ میں دشمنان خدا اپنے آپ کو سنبھال بھی نہ سکے۔ سوائے عورتوں اور لڑکوں کے سب مارے

گئے۔ایک متنفس بھی ان میں سے نہ بچا۔عورتوں اور لڑکوں کو مسلمانوں نے قید کرلیا۔

معرکہ

عتاب بن اسید کا انجام

خالدؓ بن ولید مہم ثنی سے فارغ ہو کر نہایت تیزی وعجلت سے قبل اس کے کہ ربیعہ کا واقعہ ان کو معلوم ہو بشر بن عتاب بن اسید کے سر پر جا پہنچے جہاں کہ ہذیل نے جا کر پناہ لی تھی۔آپ نے چاروں طرف سے ان کو گھیر کر ہر ایک کو قتل کر ڈالا اس کے بعد حضرت خالدؓ رصافہ کی طرف بڑھے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہلال بن عقبہ اور اس کے ہمراہی منتشر و متفرق ہو کر فرار ہو گئے تھے۔لڑائی کی نوبت نہیں آئی تھی۔

معرکہ فراض

پھر رصافہ سے رضاب و فراض کی طرف روانہ ہوئے۔یہ دونوں مقامات شام و عراق و جزیرہ کی سرحد پر واقع ہیں۔یہاں پر فارس و عرب جزیرہ کی امداد کو رومی لشکر اور قبائل تغلب و نمر و ایاد کی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی۔حضرت خالد نے فراض پہنچ کر مسلسل جنگ میں مصروف رہنے کی غرض سے رمضان کے روزے قضا کر دیئے۔رومی لشکر نے فرات کے قریب پہنچ کر حضرت خالدؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ ''یا تو تم فرات کو عبور کر کے آؤ یا ہم کو عبور کرنے کی اجازت دو۔'' حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ ''تم فرات کو عبور کر کے آؤ۔'' اس پر رومی لشکر نے پیغام بھیجا کہ ''تم ہمارے راستہ سے ذرا ہٹ جاؤ۔'' حضرت خالدؓ نے یہ مطالبہ رد کر دیا۔رومی لشکر چاروناچار فرات کو اسفل کی طرف سے عبور کر کے حضرت خالد کے مقابلہ پر آیا اور لڑائی چھیڑ دی۔لڑائی کا آغاز خطرناک تھا۔رومی اور ان کے ہمراہی ایک فیصلہ کن لڑائی لڑ رہے تھے۔اسلامی لشکر اگرچہ شب و روز لڑتے لڑتے تھک گیا تھا مگر اللہ اکبر کی آواز پر ان کی رگوں میں اسی طرح خون جوش کے ساتھ دوڑتا تھا جیسا کہ لڑائی کرنے سے پہلے دوڑتا تھا اور وہ لوگ طیش سے جھپٹ جھپٹ کر ایسا وار کرتے تھے کہ بڑے بڑے دلاور نبرد آزما ان کے سامنے جانے کی ہمت نہ کرتے تھے۔پیہم لڑائی کے بعد میدان جنگ سے لشکر روم بھاگ کھڑا ہوا۔اس کے بھاگتے ہی اور لوگ بھی بھاگ نکلے۔اس معرکہ اور تعاقب کے دوران فریق ثانی کے ایک لاکھ آدمی ہلاک ہو گئے۔

حضرتؓ خالدؓ کی حج کے لئے روانگی

آخری ماہ ذیقعدہ تک حضرت خالد فراض میں مقیم رہے مگر اس ماہ کے ختم ہونے سے پانچ راتیں قبل حضرت خالدؓ نے اسلامی لشکر کو حیرہ کی طرف واپس ہونے کا حکم دیا اور ساقہ کے ساتھ شجرۃ بن الاغر کو روانہ کر کے خود فراض سے چند آدمیوں کو لے کر حج کو چلے گئے مگر حج کر کے اتنی جلدی سے واپس آئے کہ حیرہ میں اسلامی لشکر کے ساتھ داخل ہو گئے کسی کو سوائے ان لوگوں کے کہ جن کو پہلے سے معلوم تھا ان کے جانے آنے کا حال نہ معلوم ہوا۔مگر جب حضرت ابوبکرؓ صدیق کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت خالدؓ سے ناراض ہو کر عراق سے شام کی طرف بھیج دیا۔حج سے واپسی کے بعد خالدؓ نے سوق بغداد و قطربل وعقرقوما و مسکن و بادر وبا پر شبخون مار کر ان کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔اسی مہینہ میں حضرت ابوبکرؓ صدیق بھی حج کے لئے گئے۔اور اپنے بجائے مدینہ میں عثمانؓ بن عفان کو مقرر کر کے گئے۔

حضرت خالد بن سعیدؓ کی شام کو روانگی

اوائل سنہ 13ھ (مطابق سنہ 634ء) میں حج سے واپس ہو کر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خالد بن سعید بن العاص کو ایک لشکر اسلامی کا سردار مقرر کر کے شام کی طرف بھیجا مگر کچھ کے بقول موصوف کو حضرت خالدؓ کی عراق کو روانگی کے وقت ساتھ ہی شام کی طرف روانہ کیا تھا لیکن خالد بن سعید کی شام کی طرف روانگی سے پہلے حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اپنا حکم واپس لے لیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خالد بن سعید چند روز تک حضرت ابوبکرؓ صدیق کی بیعت سے پس و پیش کرتے رہے تھے اور علیؓ و عثمانؓ بن عفان رؤسائے بنی عبد مناف کے پاس گئے تھے۔علیؓ

نے ان کو بیعت سے پس وپیش کرنے سے منع فرمایا تھا اور اس کے بعد خالدؓ بن سعید نے حضرت صدیق اکبرؓ سے بیعت کر لی اور جب ان کے بیعت کر لینے کی اطلاع شیخین کو ہوئی تو پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خالد بن سعید کو دوبارہ امیر لشکر مقرر کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ قاصد تا حکم ثانی تیما میں ٹھہرے رہیں، مسلمانان عرب کو جہاد پر آمادہ وتیار کریں اور کسی سے سوائے اس کے نہ لڑیں جو ان سے لڑے لہٰذا خالد بن سعید کی تحریک سے عرب کا ایک بہت بڑا گروہ جمع ہو گیا۔

قیصر روم نے یہ خبریں سن کر شام میں عرب الضاحیہ بھرا دسلیح وکلب وغسان ولخم وجذام کو مسلمانوں کے خلاف ابھار کر جنگ پر آمادہ کر دیا۔ خالد بن سعید نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو اس سے مطلع کیا اور حسب حکم ان کے عرب الضاحیہ کی طرف بڑھے جب خالد بن سعید ان کی لشکر گاہ کے قریب پہنچے تو وہ لوگ گھبرا کر متفرق ہو گئے۔ خالد بن سعید ان کے مورچوں پر قبضہ کر کے بحکم ابوبکرؓ صدیق آگے بڑھے۔ بطریق روم ماہان ثانی ایک لشکر کو لے کر ان کے مقابلے پر آیا۔ خالد بن سعید نے نہایت سخت لڑائی کے بعد بطریق ماہان کو شکست دے کر اس کے لشکر کے بڑے حصہ کو ہلاک کر ڈالا ایک خط میں اس معرکہ کا تفصیلی حال لکھ کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس روانہ کیا اور امداد کی درخواست کی۔ اتفاق سے یہ خط اور ذوالکلاع مع حمیر کے یمن سے اور عکرمہؓ بن ابی جہل مع ان لوگوں کے جو ان کے ساتھ تہامہ وشجر وعمان وبحرین سے آئے تھے ایک ساتھ مدینہ پہنچے۔ ابوبکر صدیق نے ان لوگوں کو خالد بن سعید کی طرف روانہ کر دیا۔ نیز اسی وقت سے شام کی مہم کا اہتمام کرنے لگے۔ کل امراء صدقات کو تبدیل کر کے خالد بن سعید کی مدد کے لئے بھیج دیا۔ اسی باعث اس لشکر کا نام جیش البدل رکھا گیا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کی روانگی

چنانچہ عمرو بن العاص کو شام کی مہم کے پیش آجانے سے صدقات سعد ہذیم وبنی عذرہ سے تبدیل کر کے جہاد روم میں خالد بن سعید کے ساتھ شریک ہونے کو لکھا اور فلسطین کی طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمان کی طرف روانہ کیا تھا اور ان سے آپ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ عمان سے واپسی پر پھر وہ اپنے مضافات وعمال کی جانب بھیج دیئے جائیں گے۔ لیکن جب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عمان سے لوٹے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایفاء وعدہ کے خیال سے صدقات سعد ہذیم وبنی عذرہ کی طرف ان کو بھیجا اور ولید بن عقبہ کو جو کہ صدقات قضاعہ کے متولی تھے اردن کی طرف پیش قدمی کرنے کے لئے لکھا اور ایک حصہ لشکر پر یزیدؓ بن ابی سفیان کو امیر مقرر کیا۔ جس میں سہیل بن عمرو وغیرہ شامل تھے۔ اور ایک جماعت پر حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو افسر مقرر کر کے حمص پر حملہ کرنے کو بھیجا۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ضروری ہدایتیں کر دیں۔

جب خالدؓ بن سعید کو یہ معلوم ہوا کہ ان کی کمک کے لئے مدینہ سے اسلامی عساکر روانہ کئے گئے ہیں تو انہوں نے رومیوں سے جنگ کرنے میں جلدی سے کام لیا اور امراء لشکر اسلامی کے آنے سے پہلے ہی رومیوں سے متصادم ہو گئے۔ بطریق ماہان ایک کثیر التعداد فوج لے کر ان کے مقابلہ پر آیا ایک لڑائی لڑ کر دمشق کی طرف چلا گیا۔ خالدؓ شام کو لوٹتے ہوئے مرج الصفر میں جا پہنچے۔ خالدؓ کے ساتھ اس واقعہ میں ذوالکلاعؓ وعکرمہؓ و ولیدؓ بن عقبہ بھی تھے جس وقت یہ لوگ دمشق کے قریب مرج الصفر میں داخل ہو گئے ماہان نے چاروں طرف سے ان کا راستہ مسدود کر کے دھاوا بول دیا۔ اتفاقیہ سعید وابن خالد سامنے پڑ گئے اور انہیں سے اس کا مقابلہ ہو گیا اس نے ان کو شہید کر ڈالا۔ ان کے باپ خالدؓ نے یہ خبر سن کر مع اپنے چند ہمراہیوں کے شام سے بھاگ کر ذی المروہ (قریب مدینہ) میں آ کر دم لیا۔ ان کے چلے آنے کے بعد عکرمہؓ باقی اسلامی لشکر لئے ہوئے شام کے قریب رومیوں کے مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ اس دوران میں شرجیلؓ بن حسنہ عراق سے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے پاس حضرت خالدؓ بن ولید کے سفیر ہو کر آئے ہوئے تھے ابوبکر صدیقؓ نے چند آدمیوں کو جمع کر کے شرجیل بن حسنہ کے ساتھ اردن کی جانب روانہ کر دیا اور شرجیل کی جگہ پر ولید بن عقبہ کو روانہ کیا۔

حضرت شرجیلؓ اور حضرت معاویہؓ کی روانگی

شرجیلؓ بن حسنہ۔ خالد بن سعید سے اثناء راہ میں ملتے ہوئے اور ان کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگوں کو لیتے ہوئے اردن کی طرف روانہ

ہوئے تو اس کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے ایک چھوٹا سا لشکر منظم کر کے معاویہؓ بن ابی سفیان کی سرکردگی میں یزید بن ابی سفیانؓ کی مدد کو روانہ کیا معاویہؓ ذی المروہ سے بقیہ لوگوں کو لے کر یزید بن ابی سفیان کی طرف چلے گئے۔ جب خالد بن سعید ذی المروہ میں تنہارہ گئے تو ان کو مدینہ میں آنے کی اجازت دے دی گئی۔

مجاہدین اسلام کا یرموک میں اجتماع

پس جب یہ امراء اپنا اپنا لشکر لئے ہوئے شام پہنچ گئے اور ہرقل کو ان کے آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے پہلے اپنے سرداران لشکر کو اکٹھا کر کے عربوں سے لڑنے کے لئے منع کیا اور یہ رائے ظاہر کی کہ عرب جو چاہتے ہوں ان کو دے کر ان سے صلح کر لی جائے لیکن اس کے اراکین لشکر نے اس سے انکار کیا اور عربوں سے لڑنے پر آمادگی ظاہر کی۔ ہرقل نے مجبوراً اپنے امرائے لشکر کو اسلامی سپہ سالاروں کے مقابلہ پر اس طرح تقسیم کیا کہ شقیقہ تدارق (اپنے حقیقی بھائی) کو نوے ہزار فوج کے ساتھ عمروؓ بن العاص کے مقابلہ پر بلقاء کی طرف اور دراقص کو بمقابلہ شرجیلؓ بن حسنہ پچاس ہزار کے ساتھ اردن کی جانب اور قیقلان بن نسطورس کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ ابوعبیدہ بن الجراح کے مقابلہ پر جابیہ کی جانب روانہ کیا۔ امرائے اسلام میں یہ تیاری اور کثرت فوج سن کر مشاورت ہونے لگی۔ بہ اتفاق رائے یہ قرار پایا کہ چونکہ اس قدر کثیر التعداد لشکر سے علیحدہ علیحدہ مقابلہ کرنا مسلمانوں کو معرض زوال میں ڈالنا ہے لہٰذا کل اسلامی لشکر کو جمع ہو کر لڑنا چاہئے۔ اس اثناء میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کا اسی مضمون کا خط بھی آ پہنچا۔ بس پھر کیا تھا سب کے سب یرموک میں جمع ہو گئے۔

حضرت خالدؓ بن ولید کی شام کو روانگی

مسلمانوں کی تعداد اس وقت اکیس ہزار تھی۔ ہرقل نے بھی اپنے متفرق لشکر کو یرموک میں جمع ہونے کا حکم دیا اور ملجان کے روانہ کرنے کا وعدہ کیا۔ رومیوں کے لشکر کا افسر اعلیٰ شقیقہ تدارق تھا اور اس کے مقدمتہ الجیش پر جرجہ۔ میمنہ پر ماہان۔ میسرہ پر دراقص ساقہ میں قیقلان بن نسطورس تھا۔ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان میں وادی اور خندق حائل تھے۔ جس سے نہ رومی لشکر مسلمانوں پر حملہ کر سکتا تھا اور نہ مسلمان ہی پیش قدمی کر سکتے تھے لہٰذا مسلمانوں نے طول قیام سے گھبرا کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لکھا اور ان سے امداد طلب کی۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے خالد بن ولید کو لشکر شام پر امیر مقرر کر کے عراق سے روانہ کیا اور عراق میں ان کے بجائے مثنیٰؓ بن حارث کو امارت پر متعین فرمایا۔

معرکہ یرموک

اتفاقاً جس دن خالدؓ بن ولید یرموک میں اسلامی لشکر میں پہنچے۔ اسی روز ماہان بطریق بھی مع شماسہ اور قسیسوں اور رہبانوں کے رومی لشکر میں داخل ہوا۔ خالد بن ولید شام ہی سے اپنی فوج کی تنظیم میں مصروف ہو گئے۔ صبح ہوتے ہوتے لشکر کو منظم کر کے ہر ایک امیر کو اس کی جماعت کا ذمہ دار کر کے حضرت خالد نے اپنے مقابل پر اور دیگر امرائے لشکر نے اپنے اپنے مقابل پر حملہ کیا۔ فریقین جی توڑ کر لڑنے لگے۔ وہ اپنی قسمت کا آخری فیصلہ دیکھنے کے لئے بڑھ بڑھ کر وار کرتے جاتے تھے، اگر رومی لشکر اپنے مذہبی پیشواؤں کے تحریک و وعظ سے ایک قدم بڑھنے کا قصد کرتا تھا تو اسلامی لشکر خالد بن ولید کے نعرۂ اللہ اکبر سے رومیوں کو دس قدم پیچھے ہٹا دیتا تھا۔ آخر الامر خالد بن ولید نے سب سے پہلے ماہان کو شکست دے کر میدان جنگ سے بھگا دیا۔ اس کے بعد دیگر رومی افسروں کے بھی یکے بعد دیگرے پاؤں اکھڑنے شروع ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد میدان جنگ رومیوں سے خالی ہو گیا۔ دو لاکھ چالیس ہزار افراد پر مشتمل رومی لشکر میں سے اکثر مارے گئے اور کچھ لوگ واقوصہ دھوے میں ڈوب گئے اور ایک حصہ خندق میں گر کر ہلاک ہو گیا۔ ان کے نامی گرامی سپہ سالار اور مشاہیر اراکین سلطنت قتل کئے گئے، ان میں تدارق برادر ہرقل بھی تھا۔

حمص اور دمشق کے کڑے محاذ

اس رومی لشکر کا نہایت چھوٹا حصہ شکست کھا کر مرتا کھپتا ہرقل تک پہنچا جو ان دنوں لڑائی کا نتیجہ سننے اور اپنے لشکر کو مدد پہنچانے کی غرض سے حمص

میں مقیم تھا۔ اپنے لشکر کی یہ غیر متوقع شکست سن کر اور ان کی بدحواسی دیکھ کر حمص میں نہ ٹھہر سکا۔ اسی وقت حمص سے نکل کر دوسرے شہر چلا گیا اور حمص و دمشق کی قلعہ بندی کا حکم دے دیا۔ اس واقعہ میں اسلامی لشکر کی تعداد چھیالیس ہزار بیان کی جاتی ہے ان میں ستائیس ہزار تو ان امراء کے ہمراہ تھے جن کو ابوبکرؓ صدیق نے شام پر حملہ کرنے کے لئے مدینہ سے روانہ کیا تھا اور دس ہزار خالد بن ولید کے ساتھ عراق سے آئے تھے اور تین ہزار وہ لوگ تھے جو خالد بن سعید کے بھاگ جانے کے بعد باقی رہ گئے تھے اور چھ ہزار عکرمہ بن ابی جہل کے ہمراہ رہ گئے تھے۔ یہ لڑائی ماہ جمادی الاول میں ہوئی۔ اس سے پہلے نہ ایسی تیاری عربوں نے کبھی کی تھی اور نہ رومیوں نے۔ خالد ابن سعید نے پہلے اپنے لشکر کے ایک ہزار آدمیوں کی جماعت الگ کر کے اس پر ایک ایک امیر مقرر کر دیا اور اس کا نام کردوس رکھا تھا کیونکہ رومیوں نے بھی اپنے لشکر کو اسی طرح پر تقسیم کیا تھا۔ اس لڑائی میں ابی سفیان بن حرب بہت زیادہ نیک نام رہے، وہ بڑے مخمصوں میں پڑ گئے تھے۔

خلیفہ اولؓ کے وصال کی خبر

ارباب سیر و تواریخ نے لکھا ہے کہ اثنائے جنگ میں مدینہ سے ایک قاصد ابوبکرؓ صدیق کے انتقال اور عمرؓ فاروق کی امارت کی اطلاع لے کر آیا تھا۔ خالدؓ نے اس کو لوگوں سے مخفی رکھا۔ پھر امرائے لشکر روم سے جرجہ نکل کر میدان میں آیا اور خالد کو بلا کر اسلام کی حقیقت دریافت کی۔ خالد نے اس کو خوب سمجھایا اور اچھی طرح سے اس کے ذہن نشین کرا دیا کہ جس مذہب پر وہ ہے وہ باطل ہے اور اسلام ایک سچا و پاک وصاف مذہب ہے، نجات ابدی اس کے قبول کرنے سے ملتی ہے اللہ تعالیٰ نے جرجہ کی چشم بصیرت کھول دی۔ وہ نہایت سچائی سے مسلمان ہو کر اسلام کے لشکر میں آ ملا۔ رومیوں کو اس واقعہ سے بے حد صدمہ ہوا۔

رومیوں کی شکست

دوسرے دن خالد بن ولید نے لشکر اسلام کی ایک جماعت لے کر حملہ کیا جن میں جرجہ بھی تھے لڑائی کا آغاز نہایت خطرناک تھا۔ رومیوں کی لاش پر لاش گرتی جاتی تھی مگر وہ لڑائی سے منہ پھیرتے نظر نہ آتے تھے۔ دوپہر تک یہی کیفیت رہی۔ مسلمانوں نے اشارہ سے ظہر کی نماز ادا کی اور خالد بن ولید نے اللہ اکبر کہہ کر حملہ کر دیا۔ رومی اس اچانک حملہ سے بوکھلا گئے اور میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ اس لڑائی میں جرجہ۔ عکرمہ بن ابی جہل اور ان کے لڑکے عمرو اور سلمہ بن ہشام و عمرو و ابان پسران سعید و ہشام بن العاص و ہبار بن سفیان و طفیل بن عمرو وغیرہ (رضی اللہ عنہم) نامی گرامی امرائے لشکر اسلام شہید ہو گئے۔ ابوسفیان کی ایک آنکھ تیر لگنے سے ضائع ہو گئی۔

فتح بصرہ

بعض نے لکھا ہے کہ خالدؓ بن ولید عراق سے شام کو روانہ ہوئے تو راستے میں بصرے میں مسلمانوں سے اس وقت ملے جس وقت لوگ بصرے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اور انہوں نے سب کے ساتھ مل کر اس کو جزیہ (خراج) پر فتح کیا تھا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر فلسطین کی طرف عمروؓ بن العاص کی مدد کے لئے آیا۔ عمروؓ ان دنوں غور میں اور رومی لشکر جلق میں تذارق برادر ہرقل کی ماتحتی میں تھا پھر رومی لشکر جلق سے نکل کر املہ کے قریب اجنادین کی طرف آیا۔ مسلمانوں نے غور سے ان پر حملہ کر کے نہایت مردانگی سے پسپا کر دیا۔ یہ معرکہ نصف ماہ جمادی الاول میں واقع ہوا، تذارق تو اسی لڑائی میں مارا گیا اور ہرقل یہاں سے لوٹ کر مسلمانوں سے قاقوصہ میں یرموک کے قریب مقابل ہوا۔ اس حساب سے واقعہ یرموک رجب میں اجنادین کے بعد ہوا اور مسلمانوں کو ابوبکرؓ صدیق کے انتقال کی خبر اس وقت پہنچی جب کہ جمادی الثانی کے آٹھ دن ابھی باقی تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کا وصال

جس وقت ابوبکر صدیق حالت احتضار میں مبتلا ہوئے۔ اس وقت طلحہ و عثمان و عبدالرحمٰن بن عوف و علی بن ابی طالبؓ وغیرہ (رضی اللہ عنہم) کو

بلا کر مشورہ کیا اور ان لوگوں سے حضرت عمرؓ کی خلافت کی بابت اپنی رائے ظاہر فرمائی۔ جب ان لوگوں نے اتفاق رائے کر لیا تو حضرت ابوبکرؓ صدیق گھر سے نکل کر باہر آئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: "میں نے عمرؓ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے اور اس سے میں نے تمہاری بہتری کا ارادہ کیا ہے لہٰذا تم لوگ جو وہ کہیں اس کو سنو اور ان کی اطاعت کرو۔" یہ کہہ کر حضرت عثمانؓ کو بلایا اور ان سے یہ عہد نامہ لکھوایا۔

حضرت عمرؓ کا تقرر

"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم هذا اما عهد به ابوبکرؓ خلیفة محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عند اخر بالدنیا و اول عهده بالاخرة فی الحال التی یومن فیها الکافرون و یوتن الفاجر انی استعملت علیکم عمر بن الخطاب ولم ال لکم خیراً فان صبروا عدل فذالک علمی به ورائی فیه وان جار و بدل فلا علم لی بالغیب والخیر اردت ولکل امرا ما اکتسب وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون" یہ وہ عہد نامہ ہے جسے ابوبکرؓ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری زمانہ میں دنیا سے جاتے وقت اس حالت میں لکھوایا جس میں کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور فاجر کو بھی یقین آ جاتا ہے کہ میں نے تم پر عمرؓ کو خلیفہ بنایا اور میں نے تمہارے لئے خیر خواہی میں کوتاہی نہیں کی ہے پھر اگر عمرؓ صبر کریں اور انصاف سے کام لیں تو مجھے یہی یقین تھا اور ان کے متعلق یہی رائے ہے اور اگر ظلم کریں اور عہد بدل دیں تو مجھے غیب کا علم نہیں۔ میں نے تو بہتری ہی چاہی ہے۔ ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا ہے۔ ظالموں کو جلدی ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس کروٹ پر پھیر دیئے جائیں گے"۔

حضرت ابوبکرؓ کا حضرت عمرؓ کو خطبہ

عمرؓ ابن الخطاب کو بوقت استخلاف نہایت عمدہ اور کارآمد وصیتیں کیں۔ ان میں یہ بھی تھیں:

"اے عمرؓ میں نے تم کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا نائب بنایا ہے۔ اللہ سے ظاہر و باطن ڈرنا۔ اے عمرؓ بے شک اللہ کا ایک حق رات میں ہے جس کو وہ دن میں قبول نہیں کرے گا اور اس کا ایک حق دن میں ہے جس کو وہ رات میں قبول نہیں کرتا اور بے شک اللہ تعالیٰ نوافل کو قبول نہ کرے گا جب تک فرائض ادا نہ کئے جائیں گے۔ اے عمرؓ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جس کے اعمال قیامت میں بھاری ہوں گے وہی (لوگ) گراں ہوں گے اور جن کے اعمال ہلکے ہوں گے وہ خفیف ہوں گے اور یہ باتیں حق و باطل کے اتباع سے حاصل ہوں گی۔ اے عمرؓ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ نرم آیات کے ساتھ شدت کی آیات اور شدت کی آیات کے ساتھ نرم آیات نازل ہوئی ہیں، تا کہ مومن اللہ سے ڈرتا اور اس سے اپنی مغفرت طلب کرتا رہے۔ اے عمرؓ جب اہل نار کا ذکر آئے تو کہنا کہ "اے اللہ مجھے امید ہے کہ تو مجھے ان میں سے نہ کرے گا۔ اور جب اہل جنت کا تذکرہ آئے اور ان کے اعمال صالحہ کا بیان ہو تو اللہ سے دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ان میں شامل کرے۔" اور جب تم میری ان وصیتوں پر عمل کرو گے تو مجھے گویا اپنے پاس بیٹھا ہوا پاؤ گے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اسی طرح کی وصیتیں کر کے شام کے وقت انتقال کیا اور رات ہی کو دفن کر دیئے گئے۔ (مترجم)

باب: ۱۴

حضرت عمر فاروقؓ کا دورِ خلافت

حضرت خالدؓ کی معزولی

23 جمادی الثانی سنہ 13 ھ بروز پیر حضرت ابوبکر صدیقؓ (خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد حضرت عمر ابن الخطاب تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے خلیفہ ہونے کے بعد جو سب سے پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ شام میں رومیوں سے برسرِ پیکار لشکر اسلام کے امیر حضرت خالدؓ بن ولید کو سرداری سے معزول کر کے ان کے بجائے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو امیر لشکر مقرر کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا یہ فرمان عین اس وقت پہنچا جب مسلمان یرموک میں مخالف فریق سے مصروف جنگ تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے مصلحتاً اس خبر کو تا اختتام جنگ پوشیدہ رکھا۔ مگر جب یرموک فتح ہوگیا، اور رومیوں کو شکست ہوئی تو اس وقت یہ خبر ظاہر کر دی گئی اور اس وقت سے اسلامی لشکر کے سردار حضرت ابوعبیدہ قرار پائے۔

دمشق کا گھیراؤ

حضرت ابوعبیدہ بن جراح یرموک میں بشیر بن کعب حمیری کو اپنا نائب مقرر کر کے فحل (سرزمین اردن) کی طرف بڑھے۔ راستے ہی میں معلوم ہوا کہ شکست خوردہ رومی لشکر فحل میں جمع ہو رہا ہے اور یرموک کی لڑائی سے پہلے رومیوں کا جو لشکر دمشق میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا، وہ ان کی امداد کو پہنچنے والا ہے۔ ہرقل بادشاہ روم بھی حمص میں مقیم ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے حضرت عمرؓ فاروق کی اجازت کے بعد اسلامی سواروں کا ایک دستہ فحل کا محاصرہ کرنے کی غرض سے بھیج دیا۔ بقیہ فوج کے چند حصے کئے ان میں سے ایک حصہ کو حمص و دمشق کے درمیان میں پڑاؤ کا حکم دیا دوسرے حصے کو دمشق و فلسطین کے درمیان مورچہ بندی کا حکم دے کر خود حضرت خالد بن ولید کے ساتھ دمشق کی طرف بڑھے۔ دمشق پہنچتے ہی مغرب سے حضرت خالد بن ولید نے، مشرق کی طرف سے خود حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے، شمال کی جانب سے یزید بن ابی سفیان نے اور جنوب کی جانب سے عمرو بن العاص نے محاصرہ کر لیا۔ دمشق میں ان دنوں رومیوں کا نامی سپہ سالار فسطاس بن نسطورس اور ان کا مذہبی پیشوا ماہان بحیثیت ذمہ دار حاکم موجود تھا۔ مگر اسلامی لشکر کمال ہوشیاری سے ستر راتوں تک اور کچھ کے مطابق چھ ماہ تک اس کا محاصرہ کئے رہا۔ کبھی منجنیقوں سے دشمن پر پتھر برساتا تھا اور کبھی کامیابی حاصل کرنے کے جوش میں تیر اندازی کرتا تھا۔ محاصرے کے دوران ہرقل نے اہل دمشق کی امداد کے لئے حمص سے کثیر التعداد فوج روانہ کی جس کو ذوالکلاع (جو دمشق و حمص کے درمیان غالباً اسی خطرے کی روک تھام کے لئے متعین تھے) نے دمشق میں داخل نہ ہونے دیا۔ چنانچہ اہل دمشق ہرقل کی امداد سے ناامید ہو گئے۔ اس مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی سپہ سالار اور ان کا جری لشکر دمشق کو بہ عجلت فتح کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

فتح دمشق

ایک روز شام کو خالد بن ولید دمشق کے محافظوں کو غافل پا کر کمند کے ذریعے فصیل پر چڑھ گئے اور دو رسیاں لٹکا دیں جن کے ذریعہ قعقاع بن عمرو اور مذعور بن عدی بھی فصیل پر چڑھ گئے۔ اتنے میں شہر پناہ کے محافظ چونک اٹھے اور یہ متذکرہ بالا تینوں مسلم سردار محافظوں سے مقابلہ کرتے ہوئے نیچے اترے۔ شہر میں ہلڑ مچ گئی۔ چاروں طرف سے لڑائی شروع ہو گئی۔ ہر کس و ناکس حضرت خالد اور ان کے دونوں ساتھیوں پر حملہ آور ہو رہا تھا اور یہ تینوں بزرگ اپنی مدافعت کرتے اور اپنے کو ان کے وار سے بچاتے ہوئے رفتہ رفتہ دروازے کی جانب بڑھتے ہوئے دروازے کے قریب

پہنچ گئے۔ حضرت خالد نے بڑھ کر ایک بھرپور وار سے دو دربانوں کو ہلاک کر دیا اور قعقاع نے دائیں ہاتھ سے اپنے مقابل کو مار کر بائیں ہاتھ سے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں نے بہ آواز بلند تکبیر کہی جس کی صدا سے کل میدان گونج اٹھا اور ان کے ماتحت فوجیوں نے کامیابی کے جوش میں تلواریں کھینچ کر حملہ کر دیا۔ دمشق کے سرداروں نے اس فوری تغیر سے بوکھلا کر اپنی اپنی طرف کے فریق محاصرہ سے صلح کی درخواست کی ان لوگوں نے صلح کر لی۔ چنانچہ بمصالحت اپنی اپنی سمت سے شہر میں داخل ہوئے اس معرکہ میں چونکہ صرف خالد بن ولید ایسے سردار تھے جو بزور تیغ داخل ہوئے تھے اور باقی دوسرے امرائے اسلام بمصالحت داخل ہوئے تھے لہٰذا حضرت خالدؓ بن ولید کو فتح بھی بذریعہ جنگ حاصل ہوئی۔

سیف نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ کو اس فتح کی اطلاع روانہ کی گئی تو انہوں نے لشکر عراق کو عراق کی جانب واپس کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابوعبیدہ ابن جراح نے لشکر عراق پر ہاشم بن عتبہ کو امیر مقرر کر کے عراق کی جانب روانہ کیا اور دمشق میں یزید بن ابی سفیان کو امیر مقرر کر کے خود فحل کی جانب بڑھے۔ یزید بن ابی سفیان نے دحیہ کلبی کو تدمر کی طرف اور ابولازہر قشری کو حوران وثنیہ کی جانب بھیجا۔ ان لوگوں نے صلح وامان کے ساتھ ان مقامات پر قبضہ کر لیا۔ یہی اس کے حاکم مقرر کئے گئے۔

فحل کی مہم میں حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد کو مقدمۃ الجیش پر، قلب لشکر پر شرجیل بن حسنہ کو، میمنہ پر عمرو بن العاص کو، سواروں پر ضرار بن الازور کو اور پیادوں پر عیاض بن غنم کو مقرر کیا اور خود میسرہ میں رہے۔ رومیوں نے آدھی رات کے بعد اسلامی لشکر پر دھاوا بول دیا۔ شرجیلؓ بن حسنہ مقابل ہوئے۔ لڑائی کا شور وغل سن کر دیگر سرداران لشکر اسلام بھی اپنی اپنی فوجیں لئے ہوئے میدان میں آ گئے۔ کئی دن تک متواتر رات دن لڑائی ہوتی رہی۔ رومیوں کا نامی سردار سقلا بن مخراق اور کئی نامی گرامی سپہ سالار مع اسی ہزار رومیوں کے ہلاک ہو گئے۔ بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

بیسان اور طبریہ کی اطاعت

اس کے بعد اسلامی لشکر بیسان کی طرف بڑھا اور محاصرہ کے بعد لڑائی شروع کر دی۔ مگر جب بیسان کے محافظ کامیابی کی امید میں بیسان پر اپنی اپنی جانیں فدا کر چکے تو اہل بیسان نے مجبور ہو کر صلح کر لی اور اہل طبریہ سے بھی جن کا ابوالاعور سلمی محاصرہ کئے ہوئے تھے، صلح ہو گئی۔ اس طرح پورا اردن بھی پرامن طریقہ پر فتح ہو گیا اور مسلمانوں نے اردن کے شہروں اور قصبات میں انتظام کی غرض سے اپنا لشکر تعینات کر دیا۔ اور اس فتح یابی سے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو حاصل ہوئی، حضرت عمر فاروقؓ کو مطلع کیا۔

واقدی کے مطابق جنگ یرموک سنہ 15ھ میں ہوئی تھی۔ ہرقل انطاکیہ سے فرار ہو کر یرموک پہنچا تھا اور وہاں سے قسطنطنیہ گیا تھا، یرموک آخری لڑائی ہے۔ اور یرہم نے بروایت سیف لکھا ہے کہ واقعہ یرموک سنہ 13ھ میں ہوا تھا اور ابوبکر صدیقؓ کی وفات کی خبر لشکر اسلام میں اس روز پہنچی تھی جس دن رومی لشکر کو شکست ہوئی تھی۔ اسلامی لشکر واقعہ یرموک کے بعد دمشق کی طرف بڑھا تھا اور اس کو فتح کیا تھا۔ بعد ازاں فحل کا واقعہ اور دیگر لڑائیاں ہرقل کے فرار ہونے سے پہلے ہوئی ہیں۔

جنگ بابل

حج سے واپسی کے بعد خالدؓ بن ولید کو حضرت صدیقؓ اکبر کا اس مضمون کا حکم نامہ ملا کہ "تم امیر لشکر ہو، نصف آدمیوں کو لے کر شام کی طرف چلے جاؤ اور بقیہ نصف کو عراق میں مثنیٰ بن حارث کے پاس چھوڑ جاؤ" چنانچہ حضرت خالد بن ولید اس حکم کے مطابق شام کی جانب روانہ ہوئے اور مثنیٰ بن حارث حیرہ میں قیام کر کے لشکر کی تہذیب کرنے لگے۔ ادھر اہل فارس نے اپنی سقیم حالت کو درست کیا، شہریزان ابن اردشیر بن شہر بن سابور کو سنہ 13ھ میں عنان حکومت سپرد کی۔ اس نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی دس ہزار فوجیوں کو ہرمز کی قیادت میں مسلمانوں کے مقابلے کے لئے حیرہ کی طرف روانہ کیا۔ مگر مثنیٰ بن حارث نے حیرہ سے نکل کر بابل میں مورچہ قائم کیا۔ اور فریقین سے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اہل فارس اپنے لشکر

میں سب سے آگے ہاتھیوں کی بڑی تعداد رکھتے تھے۔ گویا یہ دمدمہ تھا جس کی آڑ سے وہ مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے۔ مثنیٰ بن حارث نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر لوگوں کو للکارا اور خود تلوار کھینچ کر تکبیر کہتے ہوئے ہاتھیوں کے رخ سے ذرا ہٹ کر لشکر فارس کی طرف بڑھے اور نہایت سرعت سے اس طرح لشکر فارس پر چڑھائی کی کہ ان کو اپنے سنبھلنے اور بچنے تک کی مہلت نہیں دی۔ اہل فارس اس اچانک حملہ سے گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسلامی لشکر ان کو قتل وقید کرتا ہوا، ان کے تعاقب میں اطراف مدائن تک آگے بڑھ گیا۔

فارس میں حکمرانی کی کشمکش

اس لڑائی کے بعد دجلہ کے حصے کو چھوڑ کر پورا ملک عراق مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ بعد ازاں شہر بزان کا انتقال ہو گیا۔ اہل فارس میں بادشاہ بنانے کے سوال پر اختلاف ہو گیا مگر چند روز بعد ارزمیدخت بنت کسریٰ کو بادشاہ بنانے پر اتفاق ہو گیا لیکن رسم تخت نشینی کے بعد فوراً ہی وہ تخت سے اتار دی گئی اور سابور بن شہر یزان تخت نشین ہوا۔ فرخ زاد بن بندوان کو قلمدان وزارت سونپا گیا، اس نے ارزمیدخت سے شادی کر لی۔ ارزمیدخت کو یہ فعل ناگوار گزرا، فوراً سیاوخش کو لکھ بھیجا جو اہل فارس کے نامی گرامی سپہ سالاروں میں سے ایک تھا۔ سیاوخش فوجی جمعیت کے ساتھ عین شب عروسی کو آ پہنچا اور فرخ زاد کو مع اس کے ساتھیوں کے قتل کر ڈالا اور ارزمیدخت کو دوبارہ تخت حکومت پر بٹھایا۔

حضرت ابوبکرؓ کی وصیت پر عمل

آل کسریٰ اس طوائف الملوکی میں مصروف اور باہم برسرپیکار تھے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا وصال ہو گیا اور جب حضرت مثنیٰ کو حضرت صدیق اکبرؓ کا کوئی حال معلوم نہ ہوا تو انہوں نے بشیر بن الخصاصہ کو اپنا نائب مقرر کر کے خود مدینہ جانے کا قصد کیا تا کہ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل فارس کے حال سے مطلع کر کے ان پر حملہ کرنے کی اجازت اور امداد حاصل کریں مگر مدینہ میں حضرت مثنیٰ کے پہنچنے سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ نے عنان خلافت حضرت عمرؓ کے سپرد کر دی تھی۔ جب حضرت صدیقؓ اکبر کو اس کی اطلاع دی گئی تو انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کو یہ وصیت فرمائی: ''کل کے دن تم سب سے پہلے یہ کام کرنا کہ مجاہدوں کو مثنیٰ کی سرکردگی میں عراق کی طرف روانہ کرنا اور خالدؓ کے لشکر کو شام سے عراق کی طرف واپس جانے کا حکم دینا۔'' صدیق اکبر یہ حکم دے کر اسی رات کو وصال فرما گئے اور حضرت عمر فاروقؓ نے حسب وصیت خلیفہ اولؓ کے احکام نافذ کر دیئے۔ حضرت عمرؓ فاروق اکثر فرمایا کرتے تھے: ''اللہ ابوبکرؓ پر رحم کرے۔ مرحوم نے حضرت خالدؓ کی امارت کی پردہ پوشی کی کیونکہ بوقت وفات مجھ کو خالد کے لشکر کو عراق واپس بھیجنے کا حکم دے گئے اور ان کا کچھ ذکر نہ کیا۔''

حضرت عمرؓ کا خطبہ جہاد

حضرت عمرؓ فاروق نے بیعت خلافت لینے کے بعد لوگوں کو مثنیٰ بن حارث کی سرکردگی میں عراق کے جہاد پر جانے کی تلقین فرمائی اور مہاجرین و انصار کو جمع کر کے فرمایا: ''کہاں ہیں وہ مہاجرین جنہوں نے اپنے نبیؐ کے ساتھ ہجرت کی، اور جن سے اللہ تعالیٰ نے عہد فرمایا ہے۔ اس سرزمین کی طرف قدم بڑھائیں جس کے وارث بنانے کا اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں وعدہ کیا ہے اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک دین اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو ظاہر کرنے والا اور اس کی مدد کرنے والوں کو عزت و فتح دینے والا ہے اور مختلف ممالک کا ان کو وارث و مالک بنانے والا ہے۔ کہاں ہیں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے! کہاں ہیں انصار! جنہوں نے اپنے نبیؐ کو اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی اور ان کے دین کی مدد کی اور ان کے ساتھ رہے اور ان کے ساتھ کفار سے جنگ کرتے رہے، اس ملک کی طرف چلیں جس کی فتح کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے اور وہ کام کریں جن کی بابت اللہ تعالیٰ نے کتاب قرآن پاک میں ان الفاظ سے خوشنودی ظاہر کرتا ہے: ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص'' بے شک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے ان لوگوں کو جو اس کی راہ میں صف بہ صف ایسے لڑتے ہیں جیسے وہ گچ کی ہوئی دیوار ہیں اور پھر اس کے ساتھ ''واخری تحبونھا فنصر من اللہ فتح

قریب'' بھی فرمایا ہے۔ چلو! چلو!! اللہ کے نیک بندو چلو!!''

مجاہدین کی روانگی

تین روز تک مہاجرین و انصار کے اجتماع میں حضرت فاروق اعظمؓ اسی طرح سے جہاد عراق کی تلقین کرتے رہے مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ چوتھے روز ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی نے جہاد عراق کا عزم ظاہر کیا۔ ان کے بعد سعد بن عبید انصاری پھر سلیط ابن قیس اور پھر اور بہت سے مجاہدین، عراق کے جہاد پر کمر بستہ ہو گئے۔ حضرت فاروق اعظم نے اس صلے میں کہ ابو عبیدہ ابن مسعود ثقفی نے عراق کے جہاد کی مہم پر جانے کے لئے سب سے پہلے آمادگی ظاہر کی تھی، انہیں مجاہدین عراق کا امیر مقرر کیا اور روانہ ہوتے وقت یہ ہدایت فرمائی کہ ''دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے مشوروں کو غور سے سننا اور ہر کام میں ان کے شکر گزار رہنا خود رائی نہ کرنا کیونکہ یہ لڑائی ہے اور لڑائی کی صلاحیت اس شخص میں ہوتی ہے جو سوچ سمجھ کر کام کرتا ہو، عجیل نہ ہو بلکہ وقت و موقع پہچانتا ہو، چنانچہ سلیط کی سرداری میں مجھ کو یہی پس و پیش تھا کہ ان کے مزاج میں عجلت و تیزی ہے اور لڑائی میں عجلت کرنا نقصان دہ ہوتا ہے۔ واللہ اگر اس کے مزاج میں عجلت نہ ہوتی تو میں اسی کو امیر لشکر مقرر کرتا۔'' یہ پہلا لشکر تھا جس کو حضرت فاروق اعظمؓ نے ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی کی سالاری میں جہاد کی غرض سے روانہ کیا۔

اہل نجران کی جلاوطنی

ان کے بعد یعلیٰ بن امیہ کو یمن کی طرف بھیجا اور ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق اہل نجران کو جلاوطن کر دینے کا حکم دیا اور ان سے فرمایا کہ اہل نجران سے کہہ دینا کہ ''ہم تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے حکم سے جلاوطن کرتے ہیں۔'' اور وہ حکم یہ ہے کہ ''سر زمین عرب میں دو دین نہیں رکھے جائیں گے اور ہم تمہیں تمہارے قیام کے لئے تمہارے ملک کی طرح دوسرا ملک بہ نظر ایفاء ذمہ دیتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔''

الغرض ابو عبیدہ ثقفی مثنیٰ بن حارث، سعد بن عبید اور سلیط بن قیس کے ہمراہ تھے عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ فارس میں فرخ زاد کے قتل کے بعد آرزمیدخت دوبارہ عنان حکومت پر متمکن ہو کر حکمرانی کر رہی تھی۔ بوران نے والی خراسان رستم کو آرزمیدخت پر حملہ کرنے کو لکھا اور رستم کو آرزمیدخت کے خلاف ابھار دیا۔ رستم کثیر فوج کے ساتھ مدائن آ پہنچا اور چند روز کے محاصرے کے بعد مدائن تسخیر کر لیا سیاوخش کو ہلاک کر کے آرزمیدخت کی آنکھیں نکلوا لیں اور بجائے اس کے بوران کو تخت حکومت پر بٹھایا۔ مرزبانان فارس اس کی حکومت سے بہت خوش ہوئے اور نہایت خوشی سے اس کی اطاعت کو اپنے لئے فخر و عزت کا ذریعہ سمجھا۔ اگرچہ ابو عبیدہ کے فارس پہنچنے سے پہلے بوران کو مستحکم اور قابل اطمینان حکومت حاصل ہو گئی۔ اس کے باوجود پہلے مثنیٰ اور ایک ماہ بعد خود حضرت ابو عبیدہ اپنا جرار لشکر لئے ہوئے حیرہ پہنچ گئے۔ رستم نے سواد کے دہقانوں کو مسلمانوں سے لڑنے کو لکھا اور ہر طرف ایک ایک کار آزمودہ سپہ سالار روانہ کیا۔ چنانچہ فرات کی جانب جابان کو، کسکر کی جانب نرسی کو اور کثیر التعداد فوج کو مثنیٰ کے مقابلہ پر بھیجا اور سب کو ایک دن اور ایک معین وقت پر نشیبی فرات میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ مثنیٰ نے حیرہ سے باہر آ کر خفان میں قیام کیا۔

ابو عبیدہ مثنیٰ کو سواروں کی فوج پر مقرر کر کے جابان پر ٹوٹ پڑے جو ایک فوج کثیر لئے ہوئے نمارق میں فروکش تھا۔ اہل فارس کچھ عرصہ تک تو جم کر لڑتے رہے مگر جب مسلمانوں کے نامی سردار ابو عبیدہؓ نے اللہ اکبر کہہ کر قدم آگے بڑھایا اور مسلمانوں کا جری لشکر بھی اللہ اکبر کہتا ہوا لشکر فارس کی طرف بڑھا تو اس وقت اہل فارس کا لشکر حواس باختہ ہو کر بھاگ نکلا۔ ان کی فوج تتر بتر ہو گئی۔ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے میدان جنگ سے فرار ہوئے۔ ایک سخت خونریز جنگ کے بعد جابان کو مطر بن فضہ تیمی نے اور مردان شاہ کو (جو لشکر فارس کے میمنہ کا افسر تھا) اکتل بن شماخ عکلی نے حراست میں لے لیا۔ اکتل نے تو مردان شاہ کو گرفتار کرتے ہی قتل کر ڈالا لیکن جابان نے مطر کو دھوکا دیا۔ امان حاصل کر کے نکل کھڑا ہوا لیکن مسلمانوں میں سے پھر کسی شخص نے اسے گرفتار کر لیا اور حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس لایا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا مگر جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ مطر اس کو امن دے چکے ہیں تو یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ ''کل مسلمان مثل ایک جسم کے ہیں پس جب ان میں سے کسی نے ایک بات اختیار

کر لی تو سب نے گویا اس کو اختیار کر لیا۔'' جابان رہا ہونے کے بعد اپنے گروہ میں جاملا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کے تعاقب میں لشکر روانہ کیا یہاں تک کہ اس شکست خوردہ لشکر فارس نے کسکر میں جا کر دم لیا جہاں پر نرسی مقیم تھا۔

نرسی کسرائے فارس کا خالہ زاد تھا اس کے ساتھ تیس ہزار فوج تھی میمنہ میسرہ پر نفدویہ اور شیرویہ پسران بسطام کسرائے فارس کے ماموں زاد بھائی تھے۔ جس وقت بوران اور رستم کو جابان کی ہزیمت کی خبر پہنچی اور یہ معلوم ہوا کہ شکست خوردہ گروہ کسکر میں نرسی کے پاس آ گیا ہے اس وقت انہوں نے جالینوس کی سرکردگی میں ایک اور عظیم فوج نرسی کی مدد کو روانہ کی۔ لیکن اسلامی لشکر اور اس کے سردار نے جونمارق سے جالینوس کے لشکر کا پیچھا کر رہے تھے۔ لشکر کے نشیبی کسکر مقام سقاطیہ میں پہنچنے سے پہلے لڑائی شروع کر دی تھی۔ حضرت ابو عبیدہؓ قلب میں تھے، سعد وسلیط میمنہ ومیسرہ اور مقدمتہ الجیش میں مثنیٰ تھے۔ نرسی نے مسلمانوں کے میسرہ پر اور نفدویہ وشیرویہ نے قلب ومیمنہ پر دھاوا بول دیا لیکن جری مثنیٰ نے لڑائی کو بڑھتا ہوا دیکھ کر چارکوس کا چکر کاٹ کر نرسی پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ نرسی اس غیر متوقع عقبی حملہ کو دیکھ گھبرا گیا اور پیچھے مڑ کر اپنی فوج کے ایک حصہ کو مثنیٰ کے مقابلے کے لئے متعین کر دیا لیکن سعد نعرۂ اللہ اکبر کہہ کر نہایت تیزی سے ساتھیوں کے ہمراہ سر پر جا پہنچے یہاں تک کہ دست بدست لڑائی ہونے لگی، اور تلواریں بھی نیام سے نکل آئیں۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی باآواز بلند تکبیر کہی ان کی تکبیر سن کر پورا اسلامی لشکر بے ساختہ پر جوش آواز سے اللہ اکبر کہہ اٹھا اور میدان جنگ گونج اٹھا۔ فریق مخالف کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ غنیم کو یہ پہلے سے معلوم تھا کہ مسلمان اپنی فتح کے وقت اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ نرسی بھاگ کھڑا ہوا لیکن اسلامی لشکر نے مثنیٰ وعاصم کی سرکردگی میں اس کا پیچھا کیا اور دوسرے حصہ نے غنیم کے لشکریوں کو قتل اور قید وبند کی سزا دی۔ ان کے خیموں اور بازاروں پر قبضہ کر لیا لیکن کچھ ہی دیر بعد کسکر اور سقاطیہ اہل فارس سے خالی ہو گیا۔ اسلامی سردار نے ان قصبات اور شہروں کو جن کے رہنے والوں نے اسلام لانے یا جزیہ دینے سے انکار کیا تاخت وتاراج کر ڈالا اور ان کے لڑکوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیا اور اہل سواد پر جزیہ مقرر کر دیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے نصرت کا بشارت نامہ، خمس اور مال غنیمت کے ساتھ حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں روانہ کیا اور جالینوس سے لڑنے کو پیش قدمی کی۔

باقیسیا کی لڑائی

یہ تو پہلے تحریر ہو چکا ہے کہ جالینوس کو رستم وبوران نے نرسی کی مدد کو روانہ کیا تھا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے ابو عبیدہ نے لڑائی چھیڑ دی تھی جس کا نتیجہ اہل فارس کے خلاف ہوا اور اسلامی لشکر کے حق میں نکلا۔ مسلمانوں کا کامیابی کے ساتھ دشمن کے شہروں، خیموں اور مال واسباب پر قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد جالینوس پہنچا اور مقام باقیشیا (سرزمین باروسما) میں قیام کیا۔ ابو عبیدہ نے سقاطیہ سے نکل کر باقیشیا میں جالینوس کا مقابلہ کیا اور پہلے ہی حملہ میں اس کو میدان جنگ سے مار بھگایا۔ جالینوس کی شکست کے بعد ابو عبیدہ نے تقریباً کل اطراف سواد پر قبضہ جما لیا اور وہاں کے رہنے والوں پر جزیہ قائم کر کے حیرہ واپس آ گئے۔ حالانکہ حضرت فاروق اعظمؓ نے روانگی کے وقت سمجھا دیا تھا کہ ''اے ابو عبیدہ! تم مکر وفریب، خیانت اور بد باطنی کی ایسی سرزمین پر بھیجے جا رہے ہو، جہاں کی پوری قوم شر کرنے پر جری ہو گئی ہے اور نیکی کو فراموش کر چکی ہے پس تم ان کو نیکی کی تعلیم دینا اور دیکھتے رہنا کہ وہ کس انداز پر چلتی ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ اپنی زبان پر قابو رکھنا اور اپنے راز کو چھپانا کیونکہ اہل راز جب تک اپنے راز کو چھپائے رکھے گا ایسے امور سے محفوظ رہے گا جن کو وہ برا خیال کرتا ہے اور جب اس نے افشا کر دیا تو نقصان اٹھائے گا۔''

معرکہ جسر

شکست خوردہ جالینوس اپنے لشکر کے ساتھ مدائن میں رستم کے پاس پہنچا تو رستم غصہ سے کانپ اٹھا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا ''اہل عجم میں سے کون شخص ہے جو اہل عرب سے لڑ سکتا ہے؟'' لوگوں نے جواب دیا ''بہمن جادویہ ذوالحاجب''۔ رستم نے بہمن جادویہ کو تیس ہزار فوج اور تین سو ہاتھیوں کے ساتھ حیرہ کی طرف روانہ کیا اور اس کی کمک پر جالینوس کو مامور کیا اور حکم دیا کہ ''اگر اس مرتبہ جالینوس میدان جنگ سے فرار ہونے لگے تو ضرور اس کی گردن مار دینا''۔ اس لشکر میں درفش کادیانی (کسریٰ کا علم) بھی تھا جس کا طول بارہ گز اور عرض آٹھ گز اور نمر کی کھال کا بنا ہوا تھا۔

بہمن جادویہ نے مدائن سے حیرہ تک اثنائے راہ میں جتنے قصبات اور شہر پڑے وہاں سے بھی آدمیوں کو بھرتی کرتا ہوا قس ناطف میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ ابو عبیدہ یہ سن کر لشکر سے مروحہ پہنچ گئے۔ مگر دریائے فرات کے درمیان میں حائل ہونے کے باعث فریقین اس وقت تک لڑائی سے رکے رہے۔ جب تک کہ فریقین کی باہم رضامندی سے فرات پر پل تیار نہ ہو گیا۔ یہ پل ابن صلوبا نے بنایا تھا۔

پل تعمیر ہونے کے بعد بہمن جادویہ نے حضرت ابو عبیدہ سے معلوم کرایا کہ ''تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہم کو عبور کرنے کی اجازت دو گے''۔ اس بارے میں حضرت ابو عبیدہ کی رائے تھی کہ لشکر اسلام دریا عبور کر کے مخالف فریق سے نبرد آزما ہو۔ مگر سرداران لشکر اسلام جن میں سلیط بھی شامل تھے اس رائے کے خلاف تھے۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ نے ان لوگوں کی کچھ نہ سنی اور دریائے فرات عبور کر کے اہل فارس کے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ تھوڑے عرصہ میں سرزمین قس ناطف سوار، پیادوں اور لڑنے والوں سے ایسی بھر گئی کہ تل رکھنے کی جگہ نہ ملتی تھی، فریقین کی صفوں کی ترتیب کے بعد لڑائی شروع ہوئی۔ اہل فارس نے اپنے لشکر کے آگے ہاتھیوں کو رکھا۔ فارس کے تیراندازوں نے تیراندازی شروع کر دی۔ اسلامی سواروں نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے گھوڑے سامنے کالی کالی پہاڑیوں کو نقل وحرکت کرتے ہوئے دیکھ کر بدک کر بھاگ جاتے کیونکہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی ہاتھی کی شکل دیکھی ہی نہ تھی۔ علاوہ اس کے ایرانی لشکر کے ساتھ دف، بانسری اور جھانجھ وغیرہ ساز بھی تھے جن کو وہ جنگ کے وقت بجاتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ نے یہ رنگ دیکھ کر فوج کو پیدل لڑنے کا حکم دیا اور خود پیدل ہو کر تکبیر کہتے ہوئے آگے بڑھے۔ اہل فارس کے تیراندازوں نے ان کو روکنا چاہا مگر ان کے جوش اسلام اور شوق شہادت نے انہیں نہایت تیزی کے ساتھ دشمن کی صفوں تک پہنچا دیا اور لشکر فارس سے دست بدست لڑنے لگے۔ تھوڑی دیر تک لڑائی کا یہ رنگ قائم رہا لیکن چند ساعت کے بعد جب بہمن نے اپنے گروہ کو منتشر ہوتے دیکھا تو اس نے ہاتھیوں کو آگے بڑھانے کا حکم دیا۔ ہاتھیوں کے آگے بڑھنے سے مسلمانوں کی صفیں ٹوٹ گئیں اور وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر ہٹنے لگے۔

ابو عبیدہؓ کی شہادت

حضرت ابو عبیدہؓ نے چلا کر کہا ''اے اللہ کے بندو تم لوگ ہاتھیوں پر کیوں حملہ نہیں کرتے؟ چلو بڑھ کر ان کے خرطوم (سونڈ) کو ایک وار سے کاٹ ڈالو۔ کیا تمہاری تلواروں میں زنگ لگ گیا ہے؟ کیا تم دشمنان اسلام کو ان ناپاک جانوروں کی وجہ سے چھوڑ دو گے؟ نہیں! نہیں! کیا وہ لوگ آدمی نہیں ہیں جنہوں نے ان کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے؟ کیا وہ تمہاری طرح آدمی نہیں ہیں جن کے حکم سے یہ جانور چلتا اور حرکت کرتا ہے۔ بڑھو اور بڑھ کر ان کی سونڈوں کو تلوار کے ایک وار سے کاٹ ڈالو''۔ حضرت ابو عبیدہ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور لپک کر ایک ہاتھی پر تلوار چلائی پہلے ہی وار میں اس کی سونڈ کاٹ ڈالی۔ یہ دیکھ کر ہاتھی بان نے حضرت ابو عبیدہ پر نیزے سے حملہ کیا لیکن انہوں نے خود کو بچا کر دوسرے وار میں ہاتھی کے اگلے دونوں پاؤں اڑا دیئے۔ ہاتھی زمین پر گر پڑا اور اس کا سوار حضرت ابو عبیدہ کی تلوار کے سایہ میں موت کی نیند سو گیا۔ حضرت ابو عبیدہ کی یہ تیزی اور دلاوری دیکھ کر اسلامی دلاوروں نے بھی تیزی و مردانگی سے لڑائی شروع کر دی اور کئی ہاتھیوں کی سونڈ اور ٹانگیں کاٹ کاٹ کر ان کے سواروں کو خاک وخون کے بچھونے پر سلا دیا مگر اتفاقاً حضرت ابو عبیدہ ایک ہاتھی کے سامنے پڑ گئے۔ اس نے ان کے پکڑنے کا قصد کیا اور انہوں نے اپنے کو بچا کر اس کی سونڈ پر وار کیا۔ سونڈ تو کٹ کر زمین پر آ رہی لیکن بچتے بچتے بھی ہاتھی نے ان پر اپنا ایک پاؤں رکھ دیا۔ نتیجہ کے طور پر وہ دب کر شہید ہو گئے۔

ان کی شہادت کے بعد پے در پے سات آدمیوں نے اسلامی پرچم سنبھالا اور لڑ کر شہید ہوئے۔ آٹھویں شخص مثنیٰ تھے جنہوں نے اسلامی جھنڈا لے کر دوبارہ ایک پرجوش لڑائی کا قصد کیا لیکن اسلامی لشکر کی صفیں ٹوٹ گئی تھیں اور لوگوں نے یکے بعد دیگرے سات امیروں کو شہید ہوتے دیکھ کر فرار ہونا شروع کر دیا۔ ایک پرجوش دلاور نے یہ رنگ دیکھ کر پل کو توڑ ڈالا اور کہا ''اے لوگو! مرو جس حالت میں تمہارا قائد اور تمہارے بھائی مر چکے ہیں یا فتح مند ہو، ذلت سے بھاگ کر جان بچانا گوارا نہ کرو!''

بہمن جادویہ نے سختی کے ساتھ حملہ کرنا شروع کر دیا کچھ لوگ جو میدان جنگ میں نہ ٹھہر سکے وہ فرات میں غرق ہو گئے اور جو لوگ مستقل مزاجی سے میدان جنگ میں سینہ سپر ہو کر لڑے اور لڑتے رہے وہ کمال شوق سے شربت شہادت پی کر آرام کے ساتھ سو گئے۔ مثنیٰ عروہ بن زید الخیل اور ابو محجن ثقفی جیسے چند آدمیوں کے ساتھ میدان جنگ سے نہ ہٹے۔ مسلمانوں میں سے جو لوگ فرات پار کر کے چلے گئے تھے ان سے مثنیٰ نے بہ آواز بلند

کہا: "میں تمہارا محافظ ہوں تم لوگ پل کو درست کر دو"۔ پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا جو جان بچانے کے خیال سے خود کو فرات میں ڈبو رہے تھے: "تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے میں تو تمہارے آگے کھڑا ہوا لڑ رہا ہوں تم کیوں اپنی جانیں ہلاکت میں ڈالتے ہو کچھ خوف نہ کرو اور ڈوب کر اپنی جانیں نہ دو۔" جب ان لوگوں نے اس پر بھی توجہ نہ کی تو مثنیٰ لڑائی میں مصروف ہو گئے۔

مجاہدین کا نقصان

عروہ اور ابو محجن نہایت بہادری سے لڑتے رہے۔ آخر کار مثنیٰ زخمی ہوئے ابو زید طائی نصرانی مارا گیا یہ حیرہ میں کسی ضرورت سے مثنیٰ کے پاس آیا تھا اور ملکی جوش انتقام سے مثنیٰ کے ساتھ ہو کر اہل فارس سے لڑ رہا تھا۔ اس عرصے میں پل دوبارہ درست کر دیا گیا اور مثنیٰ نے بقیہ آدمیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے فرات کو پار کر لیا۔ آخر میں پل کے پاس سلیط بن قیقی شہید ہوئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کو سابقہ معرکوں کی نسبت بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ چار ہزار آدمی شہید ہوئے اور ڈوب گئے۔ دو ہزار بھاگ گئے جبکہ تین ہزار باقی بچے۔ دوسری طرف لشکر فارس کے چھ ہزار آدمی کھیت رہے۔

اس معرکہ کے ختم ہونے اور مثنیٰ کے دریائے فرات کو عبور کرنے کے بعد بہمن نے تعاقب کے لئے دریائے فرات کو عبور کرنے کا قصد کیا تا کہ دوبارہ جنگ کر کے مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا جائے۔ لیکن یہ سن کر مدائن لوٹ گیا کہ اہل فارس کے دو گروہ ہو گئے ہیں ان میں سے ایک نے فرزان کے ساتھ مل کر رستم کے خلاف خروج کیا ہے۔ یہ واقعہ شعبان سنہ 13ھ کا ہے۔

جابان اور مردان شاہ کا قتل

بہمن کی مراجعت کے بعد جابان و مردان شاہ بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ مثنیٰ نے یہ اطلاع پا کر بجائے اپنے عاصم بن عمرو کو مقرر کیا۔ عاصم چند سواروں کو لے کر جابان اور مردان شاہ کے مقابل ہوئے۔ ان دونوں نے یہ سمجھ کر یہ ہمارے ہی لشکر کے ہیں ان کے پاس آ گئے لیکن انہوں نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا۔ اہل لیس اس واقعے سے مطلع ہو کر گرم جوشی کے ساتھ اپنے سرداروں کی رہائی کے لئے نکلے۔ لیکن مثنیٰ کو مستعد پا کر ٹھنڈے ہوئے اور مثنیٰ سے صلح کر لی مگر مثنیٰ نے صلح سے پہلے ان کے قیدیوں کو مار ڈالا تھا۔

معرکہ بویب

حضرت فاروق اعظمؓ حضرت ابو عبید ثقفی کی شہادت اور مسلمانوں کی شکست سے باخبر ہو کر مسلمانوں کو مثنیٰ بن حارث کی امداد پر راضی کرنے لگے۔ سب سے پہلے بجیلہ نے عراق کی طرف جانے پر آمادگی ظاہر کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے مجاہدین بجیلہ پر جریر بن عبداللہ کو امیر مقرر کیا۔ یہ وہی شخص ہیں جنہوں نے مختلف قبائل کو متحد و مجتمع کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرداری کا وعدہ فرمایا تھا لیکن کچھ ایسا اتفاق پیش آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ بھی مرتدوں کی بیخ کنی میں مصروف ہو جانے کی وجہ سے اپنے زمانۂ اقتدار میں حضورؐ کے کئے ہوئے اس وعدے کو انجام نہ دے سکے یہاں تک کہ حضرت فاروق اعظمؓ مسند خلافت پر رونق افروز ہو گئے۔ اب حضرت عمرؓ نے عہد کو پورا کیا اور مثنیٰ کی مدد کو عراق کی طرف روانہ کیا۔ ان کے علاوہ عصمۃ بن عبداللہ الضبی کو ان کے گروہ والوں کے ساتھ مثنیٰ کی کمک پر بھیجا۔ نیز اہل ردت کو بھی مثنیٰ کی اعانت کرنے کی ہدایت کی۔ اس طرح رفتہ رفتہ مثنیٰ کے پاس ایک بہت بڑی فوج اکٹھی ہو گئی جس میں قبیلہ نمر کے عیسائی بھی شامل تھے۔ انس بن ہلال اس کے امیر تھے۔ رستم و فیرزان نے یہ اطلاع پا کر مہران ہمدانی کو حیرہ کی طرف روانہ کیا۔ مثنیٰ ان دنوں قادسیہ اور خفان کے درمیان قیام پذیر تھے۔ انہوں نے مہران کی آمد کی خبر سن کر جریر و عصمت اور کل ان لوگوں کو جو ان کی امداد کے لئے آئے تھے، بویب میں جمع ہونے کو لکھا اور خود وہاں سے کوچ کر کے فرات کے کنارے کنارے کوفہ کے قریب بویب میں آ کر اترے۔ ان کے بعد ہی بقیہ عساکر اسلام بھی آ گئے۔ مہران ہمدانی ان کی نقل و حرکت سے باخبر ہو کر فرات کے دوسرے کنارے پر ان کے مقابلے کے لئے آن پہنچا اور مثنیٰ سے کہلا بھیجا: "تم خود دریائے فرات

عبور کر کے ہماری طرف آ ؤ یا ہم کو عبور کرنے کی اجازت دو۔'' مثنیٰ نے کہا: تم خود عبور کر کے ہماری طرف آ ؤ۔ چنانچہ مہران اپنی فوج کے ساتھ دریائے فرات عبور کر کے مثنیٰ کے مقابلے پر آیا اس کے میمنہ ومیسرہ پر مردان شاہ ابن آزاد بہ اور مرزبان حیرہ تھا۔ اس نے اپنے پورے لشکر کے تین حصے کیے تھے، ہر حصہ کے ساتھ ہاتھیوں کا ایک جھنڈ تھا۔ سب سے آگے پیادوں کی فوج تھی۔ ان کے بعد ہاتھیوں کا جھنڈ تھا جن پر بڑے ہوشیار تیر انداز سوار تھے اور دائیں بائیں سواروں کے رسالے تھے۔

خطبہ جہاد اور واقعات جنگ

مثنیٰ نے بھی فریق مخالف کی مستعدی دیکھ کر اپنے لشکر کو مرتب کیا۔ میمنہ پر بشیر بن الخاصیہ کو، میسرہ پر بشیر بن ابی رہم کو، مقدمہ پر اپنے بھائی معنی کو، پیادوں پر اپنے دوسرے بھائی مسعود کو اور ساقہ پر مذعور کو مقرر کیا۔ صفوں کی ترتیب کے بعد لشکر اسلام کے بیچ کھڑے ہو کر لشکر اور سرداران لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''مجھ کو امید ہے کہ اس کے بعد پھر ایسا دن نہ آئے گا مجھ کو اس کی خوشی عید کے دن سے زیادہ ہے۔ میرے دل میں اسلامی جوش اس قدر بھرا ہوا ہے کہ اگر میں اکیلا ہوتا تو بھی دشمنان اسلام کے سامنے سے نہ ہٹتا، افسوس کی بات ہے کہ تم لوگ عرب ہو کر عجمیوں سے خوفزدہ ہو۔ تمہارے انتظار میں رضوان نے جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں بڑھو اور بڑھ کر اپنی مرادیں حاصل کرو۔ دیکھو آج کا دن ہاتھ سے جانے نہ پائے، اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کرو بے شک اللہ تعالیٰ انہی کو محبوب رکھتا ہے جو اس کے راستہ میں صف بہ صف استقلال سے لڑتے ہیں۔'' مثنیٰ اس مختصر تقریر کے بعد چند ساعت خاموش کھڑے ہو کر عساکر اسلام کے جوش ومردانگی کو نظر فراست سے دیکھتے رہے اور بعدازاں لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تین تین بار تکبیر ہو جائے جب میں چوتھی بار تکبیر کہوں تو فوراً تم لوگ بھی تکبیر کہتے ہوئے حملہ کر دینا۔''

مثنیٰ کی زبان سے پہلی بار لفظ ''اللہ اکبر'' پورے طور سے نہ نکلنے پایا تھا کہ لشکر فارس نے گھبرا کر اس بے ترتیبی سے حملہ کر دیا کہ فریقین کے سوار و پیادہ ایک دوسرے سے مل گئے گھمسان کا رن پڑا۔ مثنیٰ نے لشکر فارس کے قلب پر دھاوا بولا، جس میں مہران تھا۔ مہران تاب مقاومت نہ کر سکا۔ ناکامی کے ساتھ پیچھے ہٹا۔ اس کی مدد کو میمنہ بڑھا لیکن لشکر اسلام کے میسرہ نے مدافعت کر کے قلب کی مدد سے ان کو باز رکھا اور ان کو اپنے ساتھ لڑائی میں الجھا لیا۔ عساکر اسلام کا میمنہ اہل فارس کے میسرہ پر حملہ کر رہا تھا۔ ہر حملے میں دلیران اسلام کے اللہ اکبر کی آواز سے میدان جنگ گونج اٹھتا تھا اور اہل فارس گھبرا گھبرا کر حملہ کرتے تھے یہاں تک کہ ان کی قوت ودانائی نے ان کی امداد سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور وہ لوگ بوکھلا کر مایوسانہ کوشش کرنے لگے۔ مثنیٰ نے عساکر اسلام کو للکارا: ''تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کیا تم لوگ آج پھر مسلمانوں کو رسوا کرو گے؟ جی توڑ کر لڑو۔ دیکھو تمہارے دشمنوں کے پاؤں اکھڑ چکے ہیں۔'' ''اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللّٰہ الحمد'' اے معاشر بکر اپنے علموں کو بلند کرو اور اپنی تیز تلواروں کے نرغے میں غنیم کو لے لو (ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر) اے بنی عجل! اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو زیر کرنے میں جلدی کرو، کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ تمہارے بھائی خاک وخون پر سو رہے ہیں۔''

اسلامی لشکر کی فتح

عساکر اسلام کا دل اس آواز سے بھر آیا۔ سب کے سب نے پوری قوت سے اللہ اکبر کہہ کر بھرپور حملہ کر دیا جس کی تاب نہ لا کر لشکر فارس میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ان کے سالاروں نے ان کے واپس لانے کی کوششیں کیں جو سب ناکام رہیں۔ مثنیٰ نے لشکر فارس کو روبہ شکست دیکھ کر آگے بڑھ کر پل کا راستہ روک لیا اور فارس کے دوڑتے ہوئے سواروں کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد شمار کرنے سے معلوم ہوا کہ سو آدمی عساکر اسلامیہ کے شہید ہوئے مگر تقریباً ایک لاکھ آدمی اہل فارس کے مارے گئے۔ باقی جو کسی طرح بچ کر بھاگ نکلے تھے ان کی گرفتاری کے لئے مثنیٰ نے ایک چھوٹا سا لشکر روانہ کیا جو ان کا پیچھا کرتا ہوا ساباط تک گیا۔ آخر اس لشکر نے بھاگنے والوں کے اموال پر قبضہ کر لیا اور اس کے قرب وجوار کے قصبات ودیہات کو تاخت وتاراج کر دیا نیز وہاں کے رہنے والوں کو گرفتار کر لیا۔ دو دن یہ لڑائی جاری رہی۔

اس لڑائی کے بعد سواد سے دجلہ تک کا کل علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور اہل فارس نے مجبور اً ماوراء دجلہ، ان کے قبضے میں رہنے دیا۔

اس واقعے کے بعد مثنیٰ حیرہ میں بشیر بن الخصاصیہ کو چھوڑ کر سواد کی طرف بڑھے، لیس (انبار کے ایک گاؤں) میں پڑاؤ کیا۔ اسی اعتبار سے اس جنگ کو غزوہ انبار ثانی یا غزوہ لیس ثانی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر مثنیٰ کو جاسوسوں نے خنافس وسوق بغداد پر حملہ کرنے کی تجویز دی اور یہ بتلایا کہ خنافس زیادہ نزدیک ہے وہاں مدائن اور سواد کے تاجر آتے جاتے رہتے ہیں۔ ربیعہ وقضاعہ ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ مثنیٰ یہ سن کر اس دن تو خاموش ہو رہے لیکن موقع پا کر عین بازار کے دن خنافس پر دفعتہ حملہ کر دیا اور وہاں کے کل مال واسباب پر قبضہ کر کے انبار واپس آ گئے۔ یہاں سے سفر و جنگ کا سامان درست کر کے ایک راہبر کے ساتھ بغداد کی جانب رات ہی کو روانہ ہو گئے۔ صبح ہوتے ہی اس کے بازار میں پہنچ کر قتل و غارت کا سودا خرید و فروخت کرنے لگے۔ سونا چاندی اور قیمتی سے قیمتی اسباب جس قدر لے سکتے تھے لے کر پھر انبار کی طرف لوٹ آئے اور مضارب عجلی کو رکان (یا کباث) کی طرف روانہ کیا جہاں پر بنی تغلب کی ایک جماعت رہتی تھی لیکن مضارب کے پہنچنے سے قبل ہی بنی تغلب رکان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر مضارب بھی ان کے پیچھے چل پڑے یہاں تک کہ ان میں سے اکثر کو مار ڈالا لیکن جب یہ لوگ انبار کی جانب لوٹے تو فرات بن جہان تغلبی اور عتبہ بن نہاس قبائل تغلب پر شب خون مارنے کے لئے صفوں کی طرف بڑھے اور پھر ان دونوں کے بعد خود مثنیٰ بھی روانہ ہوئے مگر صفین میں ان کے پہنچنے سے پہلے بنی تغلب بھاگ گئے تھے اس وجہ سے مثنیٰ فرات پار کر کے جزیرہ کی طرف چلے گئے۔ جزیرہ پہنچ کر مثنیٰ اور ان کے ساتھیوں کو رسد نہ پہنچنے اور زادِ راہ کے ختم ہو جانے سے سخت تکلیف ہوئی۔ فاقوں کی یہ نوبت پہنچی کہ ان لوگوں نے سواری کے جانوروں کو ذبح کر کے کھانا شروع کر دیا۔ اتفاقاً اہل خفان کا ایک قافلہ ادھر آ گیا جس پر ان لوگوں نے حملہ کر کے ان کو یرغمال میں لے لیا۔ اس کے محافظوں میں سے ایک نے بنی تغلب کا مقام قیام بتا دیا۔ پس مثنیٰ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اسی دن بنی تغلب پر حملہ آور ہوئے۔ جنگ آوروں کو تہ تیغ کیا عورتوں اور بچوں کو قید کر کے مال واسباب جو کچھ تھا، اپنے قبضے میں لے لیا۔ تغلب کا یہ قبیلہ وادی ردیہ میں تھا۔ لشکر اسلام کے بنو ربیعہ نے اپنے حصے کے عوض قیدیوں کو خرید کر آزاد کر دیا۔

جب مثنیٰ کو یہ پتہ چلا کہ مسلمانوں کے مفتوحہ اور مقبوضہ شہروں کے رہنے والے دجلہ کی جانب جا رہے ہیں تو مثنیٰ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ میمنہ پر نعمان بن عوف شیبانی کو، میسرہ پر مطر شیبانی کو اور مقدمۃ الجیش پر حذیفہ بن محصن خلفانی کو مقرر کیا۔ تکریت میں آمنا سامنا ہوا۔ لشکر اسلام نے ان پر اور اہل تکریت پر غلبہ پا لیا اور مظفر و منصور انبار واپس آیا۔ عتبہ اور فرات جو صفین کی طرف گئے تھے انہوں نے نمر و تغلب پر صفین میں شب خون مارا۔ ان کے آدمیوں کی ایک کثیر تعداد نے پانی میں ڈوب کر جان دے دی۔ جو باقی بچے ان کو عتبہ و فرات نے قتل کر ڈالا یا گرفتار کر لیا۔ ان فتوحات سے اہل فارس کے دلوں پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا اور ان کا اقتدار دریائے فرات و دجلہ کے مابین موجیں مارنے لگا۔ ان کے ہتھیاروں کے عکس فرات و دجلہ کی لہروں میں نظر آنے لگے۔

یزدگرد کی تخت نشینی

جس وقت لشکر اسلام سواد میں اہل فارس کو پیہم شکستیں دے رہا تھا اس وقت رستم و فیرزان میں باہم اختلاف تھا۔ دونوں میں مصالحت کرانے کے لئے سرداران فارس جمع ہو کر ان دونوں کے پاس گئے اور کہا کہ ''تم دونوں کے اختلاف سے ہم لوگ ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تمہاری بدولت ہم لوگ ذلت و خواری میں مبتلا ہو گئے۔ تم دونوں آدمی اگر باہم متفق ہو جاؤ تو بہتر ہے ورنہ ہم پہلے تم سے لڑیں گے بعد ازاں اپنے دشمنوں سے لڑ کر اپنی جان دیں گے۔ عرب کی وحشی قومیں، کہاں تک بڑھ آئی ہیں، انہوں نے بغداد کو لوٹا، تکریت پر حملہ کیا۔ اب ان دونوں کے بعد باقی کیا رہ گیا؟ صرف مدائن! وہ بھی ایک نہ ایک دن ان کے حملہ کی نذر ہو جائے گا۔'' رستم اور فیرزان اس تقریر کو سن کر قائل ہو گئے اور یہ دونوں سرداران فارس کے ساتھ توران کے پاس گئے اور اس سے خاندان کسریٰ کے کسی مرد کو حکمران بنانے کی درخواست کی۔ چنانچہ خاندان کسریٰ کی تمام عورتیں جمع کی گئیں اور ان سے دھمکی دے کر دریافت کیا جانے لگا۔ ان میں سے کسی نے بیان کیا کہ خاندان کسریٰ میں ایک نوعمر لڑکے یزدگرد کے سوا اور کوئی باقی نہیں رہا۔ یہ لڑکا شہریار بن کسریٰ کی اولاد سے ہے۔ اس کی ماں نے اپنے بھائی کے پاس اس کو روپوش کر دیا ہے۔ یہ اس زمانے سے اس کی حفاظت میں ہے جس وقت کہ شیرویہ نے اپنے بھائیوں کو قتل کرنا شروع کیا تھا۔ رستم و فیرزان نے یہ سن کر اس کی ماں سے تمام احوال پوچھا اور

یزدگرد کو اس کے ماموں کے پاس لائے۔ اس وقت اس کی عمر اکیس برس کی تھی۔ اس کو فارس کے تخت شاہی پر بٹھایا گیا۔ یزدگرد نے تخت نشینی ہونے کے بعد اپنے ملک کے تمام مرزبانوں کو طلب کر کے سرزمین ملک اور عوام کی حفاظت کی سخت تاکید کی۔ نامی گرامی کار آزمودہ سپہ سالاروں کو حدود حیرہ ابلہ اور انبار کی حفاظت کی غرض سے کثیر التعداد فوجوں کے ساتھ روانہ کیا۔

فرمانِ فاروقی

مثنیٰ بن حارث نے دار الخلافت میں ان واقعات کی اطلاع دی۔ ابھی دار الخلافہ اسلام سے کوئی جواب نہیں آیا تھا کہ اہل سواد نے وعدہ خلافی کی۔ مثنیٰ بن حارث نے ان کی سرکوبی کے قصد سے خروج کر کے ذی قار میں قیام کیا اور کل عساکر اسلام طف میں مقیم رہا۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس جس وقت مثنیٰ کی اطلاعی عرض داشت اہل فارس کے تفصیلی حالات کے ساتھ پہنچی تو اس وقت سے انہوں نے مثنیٰ کی مدد کا انتظام کرنا شروع کر دیا۔ مثنیٰ کو لکھا: "تمہارے پاس جس قدر عراق وعرب کے مسلمان ہیں ان کو لے کر تم لشکر فارس پر حملہ آور ہو۔ شہسواروں میں جنگ آور ربیعہ ومضر کو طوعاً وکرہاً اپنے ہمراہ لو۔" مثنیٰ اس فرمان کو پانے کے ساتھ کل قبائل عرب کو جوان کے قرب وجوار میں تھے جمع کر کے حلہ میں قیام پذیر ہوئے۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر کمک کے انتظار میں عصی (جبل بصرہ) پر جا کر مقیم ہوئے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے مثنیٰ کے پاس حکم بھیجنے کے بعد اپنے کل عمال کو ایک گشتی مراسلہ بھیجا اور ان سے سواروں، پیادوں، سواریوں، ہتھیاروں، سپہ سالاروں اور جنگ آوروں کو بغرض جہاد فارس طلب کیا۔ لہٰذا جو لوگ مدینہ وعراق کے نصف راستہ پر تھے وہ مدینہ واپس آ گئے اور جو عراق کے قریب تھے وہ مثنیٰ سے جا ملے۔ یہ واقعہ ماہ ذیقعد سنہ 13ھ کا ہے۔ اسی سنہ کے ماہ ذی الحجہ میں حضرت فاروق اعظمؓ حج کے لئے گئے۔

صحابہ کرامؓ کی مشاورت

حج سے واپسی کے بعد جب غازیان اسلام اطراف وجوانب سے مدینہ میں آ کر جمع ہو گئے اس وقت حضرت فاروق اعظمؓ نے مدینہ میں علی ابن ابی طالبؓ کو امیر مقرر کر کے چشمہ ضرار پر جا کر قیام فرمایا۔ مقدمۃ الجیش پر طلحہ، میمنہ، میسرہ پر عبدالرحمٰن وزبیر تھے ان لوگوں کو نہ تو یہ معلوم تھا کہ حضرت فاروق اعظمؓ کس ارادے سے باہر نکلے ہیں اور نہ ان میں سے کسی کو پوچھنے کی ہمت ہی پڑتی تھی۔ ایک سکوت کا عالم سب پر چھایا ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ ابن عفان نے دریافت فرمایا کہ "کہاں کا ارادہ ہے؟" حضرت فاروق اعظمؓ نے کچھ جواب نہ دیا۔ مسلمانوں کو جمع کر کے عراق کی مہم پر جانے کی بابت مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق جانے کی رائے دی۔ اس مشورہ کے بعد اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی متوسلین خلیفہ وقت حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ (رضی اللہ عنہم) کو مشورے کے لئے طلب کیا۔ ان بزرگوں نے فرمایا: مناسب یہ ہے کہ آپ خود مدینہ میں مقیم رہیں اور لشکر اسلام پر کسی صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مقرر کر کے عراق کی جانب روانہ کریں۔ اگر اس کو کامیابی حاصل ہو گئی تو بہتر، ورنہ اور کسی صحابیؓ کو امیر لشکر مقرر کر کے روانہ کیا جائے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح نصیب کرے اور دشمنان دین کو ہلاک کرے۔ اس میں دشمنوں پر زیادہ اثر پڑے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی روانگی

حضرت فاروق اعظمؓ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور مشیروں کے بالاتفاق مشورے سے سعدؓ بن ابی وقاص کو اس کام کے لئے منتخب کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ان دنوں صدقات ہوازن پر متعین تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے طلبی کا خط بھیجا اور جنگ عراق کا سپہ سالار اعظم بنا کر روانگی کا حکم دیا۔ روانگی کے وقت چند جملے بطور نصیحت کے ارشاد فرمائے: "اے سعد بن ابی وقاص تم کو یہ خیال کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں اور ان کے صحابی ہو اللہ تعالیٰ سے بے پروانہ کر دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں معاف کرتا بلکہ برائی کو نیکی سے معاف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی میں سوائے طاعت وریاضت کے، نسبت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کے نزدیک کل مخلوقات برابر ہیں اور

صرف مذہب و دین کے اعتبار سے مختلف ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کا کفیل ہے اور یہ سب اس کے بندے ہیں، ہاں نیک اعمال سے ایک دوسرے پر فضیلت دی جاتی ہے اور طاعت کے ذریعہ سے اس کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے لہٰذا انہی امور کو پیش نظر رکھنا جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھے ہیں اور انہی امور کو لازم سمجھنا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا تھا۔تم کو صبر و تحمل اختیار کرنا چاہئے۔"اس تقریر کے ختم کرنے کے بعد سعد بن ابی وقاص کو چار ہزار غازیان وعساکر اسلام کے ساتھ عراق کی طرف روانہ کیا۔حمیضہ بن نعمان بن حمیضہ بارق پر، عمرو بن معدی کرب وابوسبرہ بن ابی رہم مذحج پر، یزید بن الحرث صدائے عذرہ پر، حبیب و مسلمہ اور ثر بن عبداللہ ہلالی قیس عیلان پر، اور حصین بن نمیر و معاویہ بن خدیج سکون و کندہ پر افسر بنائے گئے۔پھر حضرت سعد کی روانگی کے بعد دو ہزار یمنی، دو ہزار نجدی سپاہیوں کو روانہ کیا گیا۔

جس وقت حضرت سعد بن ابی وقاص بزورد میں پہنچے اس وقت مثنیٰ بن حارث کی موت کی خبر ان کو معلوم ہوئی اور یہ سنا گیا کہ مثنیٰ نے بوقت انتقال بشیر بن الخصاصیہ کو امیر مقرر کیا ہے۔ان کے ہمراہ آٹھ ہزار کی جمعیت تھی۔پھر جب یہاں سے آگے بڑھے تو تین ہزار کی جمعیت سے بنی اسد حزن وبسیطہ کے مابین آ ملے جو حضرت فاروق اعظمؓ کے لکھنے کے مطابق حضرت سعد کے انتظار میں اس مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔پھر جب سعد اس مقام سے روانہ ہو کر سیراف پہنچے تو یہاں اشعث بن قیس اپنے قبیلے کے دو ہزار غازیوں کو لے کر حاضر ہوئے۔یہاں مثنیٰ کے بھائی معنی بن حارث شیبانی ان سے آ کر ملے اور مثنیٰ کی ضروری ہدایات جو انہوں نے انتقال کے وقت کی تھیں حضرت سعد سے بیان فرمائیں۔یہ سیراف ہی میں مقیم تھے کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے لشکر کا جائزہ لینے اور لشکر کی ترتیب کا حکم بھیجا۔

لشکر اسلام کی صف بندی

حضرت سعد نے لشکر اسلام کا جائزہ لیا تو غازیان اسلام کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔انہوں نے ہر دس آدمیوں پر ایک ایک تجربہ کار شخص کو مقرر کیا۔سرداری کا جھنڈا ان کو عطا کیا جو سابق الاسلام صحابی تھے۔ہراول، ساقہ، میمنہ، میسرہ، پیادوں، سواروں پر الگ الگ سردار مقرر کئے۔جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

حصہ	نام افسر	مختصر کیفیت
مقدمہ یعنی ہراول	زہرہ بن عبداللہ بن قتادہ	ایام جاہلیت میں یہ بحرین کے حکمران تھے، بعد ازاں اپنی قوم کی طرف سے وفد لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔
میمنہ (لشکر کا دایاں حصہ) میسرہ (لشکر کا بایاں حصہ)	عبداللہ بن المعتصم شرجیل بن السمط کندی	یہ صحابی بھی ایک دلیر نوجوان تھے۔اہل روت کی جنگ میں انہوں نے بہت نام پیدا کیا تھا۔
ساقہ (لشکر کا عقبی حصہ)	عاصم بن عمرو تمیمی	یہ قعقاع بن عمر کے بھائی اور صحابی ہیں۔
طلایع (گشت)	سواد بن مالک تمیمی	اس جنگ میں یہ پہلے ایک سریہ کے امیر بنائے گئے تھے پھر طلایع پر مقرر ہوئے۔
مجرد (بے قاعدہ فوج)	سلمان بن ربیعہ باہلی	یہ فتوح شام میں بھی شامل ہوئے ہیں۔30ھ سے پہلے وصال ہوا۔
پیدل	جمال بن مالک الاسدی	
شتر سوار	عبداللہ بن ذی السہمین	
قاضی وخزانچی	عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی	مال غنیمت کو جمع کرنا اور تقسیم کرنا بھی ان کے فرائض میں شامل تھا۔
رسدرساں	سلمان فارسی	مشہور صحابی جو فارس کے رہنے والے تھے۔
مترجم	ہلال ہجری	
کاتب (سکریٹری)	زیاد بن ابی سفیان	

فاروق اعظمؓ کا حکم نامہ ثانی

سعد نے لشکر کی صف بندی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مثنیؓ کے لئے دعائے مغفرت کی۔ان کے بھائی معنی کو ان کی امارت پر بحال رکھا اور ان کی بیوی سلمیٰ سے اپنا عقد کر لیا۔ ہنوز سیراف سے آگے نہ آنے پائے تھے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کا ایک دوسرا فرمان آن پہنچا جس میں قادسیہ کی طرف بڑھنے کو لکھا تھا کہ ''قادسیہ میں تم اپنے مورچے ایسی جگہ پر بناؤ کہ تمہارے آگے زمین فارس اور پیچھے عرب کے پہاڑ ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو فتح عطا کرے تو جس قدر چاہو بڑھتے چلے جاؤ اور اگر اس کے برعکس ہو تو پہاڑ پر پناہ لو اور پھر ان کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر حملہ کرو۔'' حضرت سعد نے اس فرمان کے بموجب سیراف سے کوچ کیا اور آہستہ آہستہ قادسیہ کے اطراف وجوانب پر نظر ڈالتے ہوئے آگے بڑھے۔ زہرہ بن عبداللہ ہراول دستے کے سردار تھے۔

ایک سریہ بکر بن عبداللہ لیثی کی سرداری میں حیرہ کی طرف روانہ کیا۔ جس وقت بکر بن عبداللہ لیثی سلخسین سے آگے بڑھے کچھ شور وغل اور راگ باجے کی آواز سنائی دی۔ سن کر ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ قریب آ گئے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ آزاد مرد بن آزاد یہ مرزبان حیرہ کی بہن صاحبہ حنیں کے یہاں عروسی میں جا رہی ہے۔ بکر بن عبداللہ نے موقع پا کر شیر زاد بن آزاد پر حملہ کر دیا اور ایک ایسا وار کیا کہ اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ ان کے ہمراہی سواروں نے اور لوگوں پر وار کرنا شروع کر دیا۔ راگ باجے والے تو اپنی جان بچا کر فرار ہو گئے اور شیر زاد نے اسی میدان میں تڑپ کر جان دے دی۔ بکر بن عبداللہ اور ان کے ہمراہیوں نے دلہن کو حیرہ کی تیس شریف زادیوں اور ایک سو لونڈیوں کے ساتھ گرفتار کر لیا۔ مال واسباب کی کوئی انتہا نہ تھی اور نہ اس کی قیمت سادہ دل عرب جان سکتے تھے۔ صبح کو بکر بن عبداللہ مال اور اسباب کے ساتھ مقبوضہ دلہن، عورتوں اور لونڈیوں کو لے کر عذیب پہنچے۔ حضرت سعد نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ یہاں سے چل کر قادسیہ پہنچے اور جبال قطرہ میں عتیق وخندق کے درمیان اپنے مورچے بنائے۔ قدیس اس مقام سے نشیب میں ایک میل کے فاصلے پر تھا۔

رستم کی روانگی

حضرت سعد بن ابی وقاص قادسیہ میں تقریباً دو ماہ تک لشکر فارس کے انتظار میں ٹھہرے رہے مگر کوئی فوج مقابلہ پر نہ آئی۔ اس زمانے میں جب رسد اور غلے کی ضرورت ہوتی تھی تو مسلمان سپاہی کسکر اور انبار کے درمیانی مواضعات سے اپنی ضرورت کی چیزیں فراہم کرتے تھے۔ گویا قدرتی طور سے یہ مقامات لشکر اسلام کے رسد، غلہ اور بھیڑ بکریوں کی فراہمی کے کیمپ مقرر کئے گئے تھے۔ رفتہ رفتہ اس کی شکایت یزدگرد تک پہنچائی گئی اور اسے بتلایا گیا کہ: ''حیرہ سے فرات تک کا علاقہ لشکر اسلام نے لوٹ لیا ہے۔ اس کے آباد مقامات کو ویران کر دیا ہے۔ ان مقامات کو انہوں نے قتل وغارت گری کی جولاں گاہ بنا رکھا ہے۔ اگر شہنشاہ اس کے انسداد کی طرف توجہ کرتا ہے تو خیر ورنہ ہم لوگ عرب کی متابعت قبول کر لیں گے'' یزدگرد نے رستم اور ارا کین مملکت کو طلب کر کے مشورہ کیا۔ رستم نے کہا۔ ''مناسب یہ ہے کہ ایک لشکر عظیم بھیجنے کے بجائے یکے بعد دیگرے اہل عرب کی سرکوبی کے لئے پے در پے مختلف سرداروں کی سرکردگی میں مختلف لشکر روانہ کئے جائیں دفعتہً لشکر عظیم بھیج دینا اور شکست کھانا مصلحت کے خلاف ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک لشکر کی شکست کے بعد دوسرے لشکر کا مقابلہ کرنا نسبتاً آسان ہے۔'' یزدگرد نے جواب دیا۔ ''نہیں! معرکہ کارزار میں تیرا جانا بہت ضروری ہے۔ تو جہاں دیدہ اور کار آزمودہ ہے عربوں کے ساتھ نبرد آزمائی کے تجھے بہت سے مواقع ملے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے لشکر بھیج کر لڑانا اور ان کی شکست کے بعد دوسری فوجوں کو بھیجنا دولت کا نقصان اور حکومت کی اہانت ہے۔ جب تک قادسیہ کا میدان سواروں اور پیادوں سے نہ بھر دیا جائے اور ان پر اچانک دندان شکن حملہ نہ کیا جائے۔ اس وقت تک عرب کی لالچی بدو قوم اپنے افعال وحرکات سے نہ رکیں گی۔'' رستم بادل ناخواستہ روانگی پر تیار ہو گیا اور افواج کی فراہمی کے بعد ساباط میں اپنے لشکر کی صف بندی کرنے لگا۔

اسلامی سفیر اور دربار فارس

حضرت سعد بن ابی وقاص نے ان واقعات کی اطلاع دربار خلافت میں کی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے جواباً لکھا کہ ''اہل فارس کی جنگ کی

تیاری سے اور کثرت سے تم کو پریشان نہ ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ سے امداد کے خواستگار رہو اور اسی پر بھروسہ کرو اور قبل از جنگ چند آدمیوں کو جو ذی عقل و فراست اور بحث و مباحثہ کا شعور رکھتے ہوں شاہ فارس کے پاس دعوت اسلام کے لئے بھیج دو۔ اللہ تعالیٰ دعوت سے انکار کا وبال بھی انہی پر ڈالے گا۔'' چنانچہ حضرت سعد نے ایسا ہی کیا اور چند اصحاب کو یزدگرد کے پاس روانہ کیا۔ یہ نعمان بن مقرن، قیس بن زرارہ، اشعث بن قیس، فرات بن حبان، عاصم بن عمر، عمرو بن معدی کرب، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ یہ لوگ عربی گھوڑوں پر سوار، کوڑے اور نیزے ہاتھوں میں لئے تلوار گلے میں حمائل کئے اور کندھوں پر چادریں ڈالے اپنی لشکر گاہ سے نکل کر رستم کو چھوڑتے ہوئے سیدھے یزدگرد کے دربار شاہی کو روانہ ہوئے۔ راستے میں جس طرف سے گزرتے تھے ایک بھیڑ لگ جاتی تھی۔ رعب و داب کا یہ حال تھا کہ کوئی شخص انگلی سے اشارہ بھی نہ کر سکتا تھا۔ گھوڑے اگرچہ بے زین تھے لیکن رانوں سے نکلے جاتے تھے۔

یزدگرد نے ان لوگوں کے آنے کی اطلاع پا کر اپنے دربار کو آراستہ کیا۔ امراء وزراء اراکین دولت اور نیز رستم کو جمع کر کے ترجمان کی وساطت سے دریافت کیا: ''تم لوگ کس وجہ سے ہمارے شہروں میں آئے اور کس چیز نے تم کو لڑائی پر مائل کیا ہے؟ کیا اس کی یہی وجہ ہے کہ ہم تمہاری سرکوبی سے ان دنوں غافل ہو گئے ہیں۔'' نعمان بن مقرن نے اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''اگر تم لوگ جواب دے سکتے ہو تو بسم اللہ جواب دو ورنہ مجھے اجازت دو کہ میں ان کو جواب دوں۔'' ہمراہیوں نے کہا: ''بہتر ہے تم ہی جواب دو۔'' نعمان نے ترجمان سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا اور ہماری ہدایت کے لئے اپنے پیغمبر کو بھیجا جن کی یہ صفتیں ہیں کہ انہوں نے ہم کو اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلایا لہٰذا کچھ لوگوں نے اس کو قبول کر لیا مگر کچھ افراد نے اس کی روگردانی کی۔ انہوں نے ہمیں مخالفین اسلام سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ مخالفین جزیہ دے کر یا اسلام قبول کر کے ہمارے ساتھ ہو گئے۔ بتدریج ہماری جمعیت بڑھ گئی۔ اس طرح ہم ان کی بھلائی اور فضیلت جان گئے جس کو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے لائے تھے۔ پھر انہوں نے ہم کو ہمارے ملک عرب کے پڑوسی ممالک کے لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے اور اس کے قبول کرنے کا حکم دیا اور بصورت دیگر جنگ کا۔ لہٰذا اگر تم ہمارے دین کو قبول کرنے سے انکار کرو گے تو یہ تمہاری ذلت کا باعث ہو گا اور تم کو جزیہ دینا پڑے گا۔ لیکن اگر اس سے بھی پھر گئے تو ہم تم سے لڑائی کریں گے۔'' یزدگرد یہ تقریر سن کر برافروختہ ہو گیا مگر ضبط کر کے ترجمان کے ذریعہ سے کہا ''میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی قوم تم سے زیادہ جنگلی، غیر مہذب، وحشی۔ تعداد میں کم اور عیوب میں زیادہ نہیں ہے۔ تمہیں یاد ہو گا جب تم لوگ شرارت و سرکشی پر مائل ہوتے تھے تو ہم تمہارے اطراف و جوانب کے قصبات و دیہات کے زمینداروں کو تم پر مامور کر دیتے تھے وہ تمہاری سرکوبی کر دیتے تھے۔ تم لوگ فارس کی طمع نہ کرو۔ البتہ اگر تم کو کچھ ضرورت ہو تو بیان کرو ہم تم کو کھانے کو دیں گے، پہننے کو کپڑے دیں گے، اور تم پر ایسے شخص کو فرمانروا بنا دیں گے جو تمہارے ساتھ نرمی و احسان سے پیش آئے گا۔'' نعمان اس تقریر کا جواب نہ دینے پائے تھے کہ قیس بن زرارہ بول اٹھے۔ ''یہ رؤساء اور شرفائے عرب ہیں، شرفائے عرب ایسی لغو باتوں کا جواب نہیں دیتے حیا مانع ہوتی ہے۔ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ یہ لوگ اس کی تصدیق کرتے جائیں گے۔ تم نے عرب اور اہل عرب کی جو حالت بیان کی ہے یقیناً اس سے بھی بدرجہا خراب حالت میں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل و احسان کیا کہ ان کی ہدایت کے لئے نبی بھیجا۔ جس نے انہیں راہ راست کی ہدایت کی اور مخالفین دین مبین کو مغلوب کیا اور کل روئے زمین پر فتح دینے کا عہد کیا ہے پس تمہیں اگر ذلت و خواری منظور ہے تو جزیہ دینا مان لو، ورنہ یہ تلوار ہے جو ہمارے اور تمہارے درمیان آخری فیصلہ کرنے والی ہے یا پھر اسلام قبول کر کے خود کو بچا لو۔''

شاہ فارس کی برہمی

یزدگرد کا غصہ اس تقریر کے نتیجہ میں بھڑک اٹھا، آنکھیں سرخ ہو گئیں اور چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک غضب ناک حالت میں بیٹھا رہا پھر اپنے ہونٹوں کو چبا کر بولا ''ایزد کی قسم ہے۔ اگر مجھ سے پیشتر کسی نے سفیروں کو قتل کیا ہوتا تو میں اسی وقت تم لوگوں کو مار ڈالتا۔'' پھر یزدگرد نے اپنے خادم سے ایک ٹوکری مٹی منگوا کر کہا۔ ''اس کو ان کے سردار کے سر پر رکھ کر مدائن سے باہر نکال دو۔'' پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر بولا ''اس کو اپنے سردار کے پاس لے جاؤ اور اس سے یہ کہہ دو کہ ہمارے ملک سے تمہیں یہ ملا ہے۔ میں بہت جلد رستم کو تمہاری بیخ کنی کے لئے بھیجتا ہوں جو تم

سب کو قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا۔ اس کے بعد وہ تمہارے ملک کو ساپور سے زیادہ پامال کرے گا''۔ عاصم یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور مٹی کی ٹوکری اپنے کندھے پر اٹھا کر بولے ''میں اس گروہ کا سردار ہوں''۔ پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا ''چلو خود کسریٰ فارس نے اپنی زمین ہم کو دیدی۔ عاصم اور ان کے ساتھی مٹی کی ٹوکری لئے ہوئے سیدھے حضرت سعد کے پاس پہنچے۔ کل ماجرا بیان کر کے کہا ''مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے ان کے ملک کی مٹی ہم کو عطا فرمائی ہے۔''

یزدگرد کے حاضرین دربار اور امیروں کو عرب کے سفیروں کی گفتگو اور مٹی کی ٹوکری اٹھا کر خوشی ومسرت سے روانہ ہونا نہایت شاق گزرا۔ اس عمل سے وہ لوگ فکر ورنج کے دریا میں ڈوب گئے۔ رستم ان کی باتوں اور بلند خیالی سے حیران ہو گیا۔ یزدگرد نے تھوڑی دیر کے بعد مہر سکوت توڑ کر کہا: ''میں نے عرب میں ان لوگوں سے زیادہ کسی کو احمق نہیں پایا۔ ان کو یہ کیسی عجیب خوش فہمی ہے کہ انہیں کل روئے زمین پر قبضہ مل جائے گا اور زعم باطل میں ان کے سردار نے مٹی کی ٹوکری اپنے کندھے پر رکھ لی۔'' رستم نے جواب دیا۔ ''خداوندیہ لوگ بڑے عالی خیال وذی عقل ہیں۔ ان لوگوں نے اس مٹی سے خوش قسمتی اور آپ کی بدفالی مراد لی ہے۔'' یزدگرد نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور رستم کو ان لوگوں کے جانے کے فوراً بعد حیرہ کی طرف بڑھنے کا حکم دے دیا۔

فراض پر حملہ

سفیروں کی روانگی کے بعد اشیائے خوردنی کی کمی محسوس ہوئی۔ سواد بن مالک تمیمی فراض پر شب کے وقت چھاپہ مار کر تین سو جانور پکڑ کر لائے جن میں خچر، گدھے، بکریاں، گائے اور بیل وغیرہ شامل تھے۔ صبح کے وقت سواد بن مالک ان مویشیوں کو لئے اسلامی لشکر گاہ میں آئے۔ حضرت سعد نے ان کو فوجوں میں تقسیم کر دیا مگر مزید گوشت کی کمی کی وجہ سے متعدد سریے آدمیوںؓ اور مویشیوں کو پکڑ لانے کے لئے بھیجے۔ لشکر میں گوشت کی کمی تھی اور غلہ کی جنس ان کے پاس کافی تھی۔

رستم اور ایک عرب کا مکالمہ

رستم طوعاً وکرہاً مدائن سے جنگی ہتھیار جمع کر کے اور ساٹھ ہزار فوج لے کر ساباط کی طرف بڑھا۔ اس فوج کے مقدمہ پر جالینوس تھا جس کے ہمراہ چالیس ہزار کا لشکر تھا۔ ساقہ میں بیس ہزار فوج تھی۔ میمنہ پر ہرمزان، میسرہ پر مہران بن بہرام رازی تیس تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ تھے اور ان کے ہمراہ تین سو ہاتھی بھی تھے۔ ان میں سے ایک سو قلب میں، پچھتر پچھتر میمنہ اور میسرہ میں، بیس مقدمہ میں اور تیس ساقہ میں تھے۔ ساباط سے روانہ ہو کر رستم نے کوثا میں پڑاؤ کیا۔ اتفاقاً ایک عرب کو رستم کے پاس پکڑ لائے۔ رستم نے اس سے پوچھا: ''تم لوگ یہاں کس ضرورت سے آئے ہو اور کیا تلاش کرتے ہو؟''

عرب: ہم اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو تمہارے ملک اور تمہارے نوجوانوں میں تلاش کرتے ہیں، اگر تم ایمان نہ لائے.........

رستم: اگر تم اس جستجو میں مارے گئے؟

عرب: جو شخص اس جستجو میں مارا جائے گا جنت میں جائے گا اور جو بچ جائے گا اس سے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔

رستم: پھر تم کو اس سے کیا ملے گا؟

عرب: ہم نہ سہی ہمارے اور بھائی سہی۔ اللہ کا دین تو پھیلے گا۔ ہم کو اس کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔

رستم: تم اس قدر کم تعداد کے ساتھ ہمارا کیا بگاڑ سکتے ہو؟

عرب: ہم کیا کر سکتے ہیں، جو کچھ کرے گا اللہ تعالیٰ کرے گا۔ تمہاری بداعمالیاں تم کو برباد کر دیں گی اور تم ہمارے ماتحت آ جاؤ گے۔

رستم: تو ہمارے غضب سے نہیں ڈرتا۔ ہمارے پاس اس وقت (حاضرین کی طرف اشارہ کر کے) اس قدر سپاہی موجود ہیں۔

عرب: تو ان پر کیا ناز کرتا ہے یہ سب قضاء وقدر ہیں جو تجھے گھیر کے لائی ہیں اور یہ تجھے جان بر نہ ہونے دیں گے۔

رستم کی حیرہ کی طرف پیش قدمی

رستم اس تقریر سے برافروختہ ہوگیا جلاد کو بلا کر اس غریب عرب کی گردن مارنے کا حکم دیا۔ پھر کوثا سے حیرہ کو روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں اس کے فوجیوں نے رعایا کو لوٹنا، ان کی عورتوں کو بے عزت کرنا اور شراب پی کر بدمستی کرنا شروع کیا۔ جب اس کی اطلاع رستم کو ہوئی تو اس نے لشکریوں کو سخت تنبیہ کی۔ بعض کو سزائے موت دی اور اپنے ہم نشینوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''قسم ہے ایزد اور دادار کی! اس عرب نے جو کہا تھا سچ کہا تھا اور بے شک جو وبال ہم پر آئے گا ہماری بداعمالیوں سے ہی آئے گا۔'' رستم نے حیرہ میں پہنچ کر اہل حیرہ کو جمع کیا، سمجھایا، بجھایا، مسلمانوں کے خلاف ابھارا، ابن بقیلہ نے کہا: ''کیا خوب! تم خود مسلمان قوم کی مدافعت نہیں کر سکتے اور ہم کو مدافعت نہ کرنے پر سخت سست کہتے ہو۔'' رستم یہ سخت جواب سن کر چپ ہوگیا۔

سواد کی مہم

حضرت سعدؓ نے سواد کی طرف ایک سریہ بھیجا۔ رستم نے اس سے باخبر ہو کر ان کی مدافعت کے لئے سواروں کا ایک دستہ روانہ کیا۔ جاسوسوں نے حضرت سعد تک یہ خبر پہنچائی۔ حضرت سعد نے عاصم بن عمرو کی سرکردگی میں چند سواروں کو اہل سریہ کی کمک کے لئے بھیج دیا۔ اتفاقاً عاصم عین چھیڑ چھاڑ کے وقت اللہ اکبر کہہ کر پہنچ گئے۔ سواران فارس عاصم کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اہل سریہ اور عاصم مال غنیمت لئے ہوئے اسلامی لشکر گاہ میں واپس چلے آئے۔ اس کے بعد حضرت سعد نے عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ اسدی کو اہل فارس کے رنگ ڈھنگ، حالات دیکھنے کو بھیجا تقریباً تین میل اپنے لشکر سے باہر گئے ہوں گے کہ اہل فارس کا ہراول دکھائی دیا۔

حضرت طلیحہؓ کا کارنامہ

عمرو بن معدی کرب تو اس مقام سے واپس آ گئے لیکن طلیحہؓ لباس تبدیل کر کے لشکر فارس میں داخل ہوئے۔ جب رات کا زیادہ حصہ گزر گیا اور تمام فوجیوں پر گہری نیند طاری ہوگئی۔ تب طلیحہ آہستہ آہستہ گھوڑوں کی طرف گئے۔ نگرانوں کو غافل پا کر خیمے کی رسیاں کاٹ دیں اور ایک گھوڑے پر سوار ہو کر دوسروں کو ہانکتے ہوئے لشکر فارس سے نکل گئے۔ خیموں کے گرنے اور گھوڑوں کے دوڑنے سے جو شور وغل اٹھا تو لوگ جاگ اٹھے۔ چند سواروں نے ان کا پیچھا کیا۔ جب قریب پہنچے تو طلیحہ نے پلٹ کر ایک پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ وہ اسی مقام پر ٹھنڈا ہوگیا۔ جب دوسرا آگے بڑھا تو طلیحہؓ نے اس کو بھی ایک ہی وار سے ختم کر دیا۔ تیسرے نے آگے بڑھ کر روکنا چاہا اور طلیحہ پر نیزہ چلایا مگر طلیحہ وار سے بچ گئے البتہ نیزے کی جھونک میں حملہ آور خود جونہی زمین کی طرف جھکا۔ طلیحہؓ نے فوراً تلوار کا وار اس صفائی سے کیا کہ اس کا سر تن سے الگ ہو کر دور جا پڑا۔ چوتھا سوار قریب پہنچ کر طلیحہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کھینچنا چاہتا تھا کہ طلیحہ نے اس کا ہاتھ اس زور سے پکڑ لیا کہ وہ لٹکا ہوا طلیحہ کے ساتھ گھسٹتا گیا۔ سواران فارس یہ واقعات دیکھ کر ڈر گئے اور واپس چلے آئے۔ طلیحہ گھوڑوں اور اپنے حریف کو قید کئے ہوئے اسلامی لشکر میں داخل ہوئے اور سیدھے حضرت سعد کے پاس پہنچے۔ گزرے ہوئے تمام واقعات بیان کئے پھر ترجمان بلایا گیا اور اس کے ذریعہ اس قیدی سے باتیں ہوتی رہیں جو تھوڑی دیر بعد مسلمان ہوگیا اور معرکہ جنگ میں بڑے بڑے نمایاں کام کئے۔ اس نے مسلمانوں کو اہل فارس کے حالات اور لڑائی کے طریقے بتائے۔ اس سے حضرت سعد کو بہت مدد ملی۔ طلیحہ کی مردانگی سے یہ اس درجہ متاثر ہوا کہ اس نے طلیحہ کا ساتھ پھر کبھی نہیں چھوڑا۔

رستم کا قادسیہ میں قیام

اس واقعہ کے بعد رستم نے حیرہ سے کوچ کر کے قادسیہ میں پڑاؤ ڈالا جہاں پر اہل فارس اور مسلمانوں میں ایک قیامت خیز لڑائی ہونے والی تھی۔ اس کو مدائن سے روانہ ہوئے چھ مہینے بیت چکے تھے۔ اس کے دل پر مسلمانوں کا بہت خوف سوار ہوگیا تھا اس لئے لڑائی سے پہلو بچاتا تھا مگر

یزدگرد کے حکم سے مجبور تھا وہ بار بار اس کو تاکیداً مسلمانوں سے متصادم ہو جانے کو لکھتا تھا۔ مورخوں نے اس کے خائف ہونے کی یہ وجہ لکھی ہے کہ ''اس نے مدائن سے روانہ ہونے کے بعد ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا ہے اور اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت فاروق اعظمؓ ہیں۔ فرشتے نے اہل فارس کے جنگی ہتھیار چھین لئے اور ان کو مقفل کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا۔ رسول اللہ نے ان کو بجنسہ فاروقؓ اعظم کو سونپا۔ اہل فارس نے یہ دیکھ کر غمگین ہو کر سر نیچا کر لیا۔''

رستم اور زہرہ کا مقابلہ

رستم نے قادسیہ پہنچ کر مسلمانوں کے لشکر کے مقابلہ کے لئے عتیق میں اپنا خیمہ نصب کرایا۔ دوسرے دن صبح ہی صبح عتیق سے سوار ہو کر نہر کی طرف جا کر پل پر ایک بلند مقام سے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھتا رہا، تھوڑی دیر بعد زہرہ سے کہلا بھیجا تم تھوڑی دیر کے لئے میرے مقابل آ کر کھڑے ہو جاؤ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ زہرہ تن تنہا اپنے خیمہ سے نکل کر رستم کے روبرو ایک مقام پر آ کر کھڑے ہو گئے۔

رستم: تم ہمارے ہمسائے ہو اس لئے ہم تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرتے اور تمہاری محافظت بھی کرتے تھے۔

زہرہ: اس تقریر سے تمہارا کیا مقصد ہے؟

رستم: تم کو یاد ہوگا کہ ہمارے یہاں سے تم لوگوں کے لئے وظائف مقرر تھے۔ تم جب ہمارے یہاں آتے تھے تو تم کو ہم انعام و اکرام سے نوازتے تھے۔ اب بھی اگر تم کو اس کی ضرورت ہو تو ہم تم کو خاطر خواہ انعام عطا کریں گے۔

زہرہ: ہماری یہ غرض ہرگز نہیں ہے، ہم تو اپنی آخرت بنانے آئے ہیں اور در حقیقت تم جیسا کہتے ہو ہم ویسے ہی تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ہم میں اپنا نبی بھیجا۔ اس نے ہم کو دین حق کی طرف بلایا جسے ہم نے قبول کر لیا۔ انہوں نے ہم سے عہد کیا ہے جو شخص اس دین کو قبول نہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ ہم کو غالب کر دے گا اور ہمارے ذریعہ سے وہ اس سرکشی اور بے دینی کا بدلہ لے گا اس لئے اللہ تعالیٰ ہم کو فتح ضرور دے گا۔

رستم: تم لوگ اب بھی اقلیت ہو ہماری اس عظیم الشان فوج کے سامنے کیا کر سکو گے؟

زہرہ: یہ خیال غلط ہے۔ ہم اپنے دین کی برکت سے تم پر یقیناً غالب آ جائیں گے اور جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہے گا تمہارے مقابلے سے پہلو تہی نہ کرے گا۔

رستم: وہ کون سا دین ہے جس کو تم حق قرار دیتے ہو؟

زہرہ: شہادتیں (یعنی اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد رسول اللّٰہ) کو زبان سے کہنا اور دل سے اس پر اعتقاد رکھنا۔ یہی دینؔ ہے۔

رستم: یہ تو عقیدے ہیں، عملاً کیا کرنا ہوتا ہے؟

زہرہ: شرک اور بت پرستی سے دنیا کو دور کرنا، لوگوں کو خلق کی عبادت سے بچا کر اللہ کی طرف دعوت دینا، مخلوق ہونے کی حیثیت سے ہم تم، سب برابر ہیں اور ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ بشرطیکہ ہمارا اور تمہارا دین ایک ہو، ورنہ بھائی ہونے کے بجائے ہم تمہارے جانی دشمن ہیں۔

رستم: اگر ہم تمہاری دعوت مان لیں اور تمہارے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا تم بغیر جنگ کے لوٹ جاؤ گے؟

زہرہ: (خوشی کے لہجہ میں) واللہ ہم بلا جھگڑے واپس چلے جائیں گے!

مسلمانوں کی سفارت

رستم یہ سن کر اپنے خیمے میں آیا اور سرداران لشکر کو طلب کر کے زہرہ سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کا ذکر کیا۔ سرداران لشکر رستم کی تقریر سن کر اور اس کا رجحان مسلمانوں کی طرف دیکھ کر ناراض ہو گئے۔ ترش رو، چیں بجبیں ہو کر اٹھ کر چلے گئے مجلس درہم برہم ہو گئی۔ اس کے بعد رستم نے حضرت سعدؓ کے پاس کہلا بھیجا: ''تم ہمارے یہاں کسی سفیر کو بھیج دو جس سے ہم مصالحت کی گفتگو کریں''۔ چنانچہ سعد نے رستم کے پاس ربعی بن عامر کو روانہ کیا۔

اہل فارس نے ان کو قنطرہ میں ٹھہرا کر رستم کو ربعی کے آنے سے مطلع کیا۔ رستم نے اپنے لئے پرتکلف سونے کا تخت اور اس کے چاروں طرف دور دور تک دیباو حریر کا فرش بچھوایا۔ فرش پر رومی قالینوں کو بچھوا کر تکیوں کو رکھوایا جن کے غلاف زربفت کے اور جھالر موتیوں کے تھے۔ وجیہہ اور خوب رو امراء کو اپنے گردو پیش حسب مراتب بٹھا کر ربعی کو داخل ہونے کی اجازت دی۔ ربعی پرانی پھٹی ہوئی نیام میں بند تلوار گلے میں لٹکائے ہوئے گھوڑے پر سوار اور ایک ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے فرش کو گھوڑے کی ٹاپوں سے روندتے ہوئے قالین کے فرش تک آئے۔ گھوڑے سے اتر کر ایک قالین میں نیزے سے سوراخ کر کے، لگام کو اس میں پھنسا دیا اور نیزے کی نوک سے فرش کو چھلنی کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔

رستم اور مسلمانوں کے نمائندے کی گفتگو

اہل فارس ان کی ان حرکات کو تحقیر آمیز خاموشی سے دیکھتے رہے۔ جب رستم کے قریب پہنچے لوگوں نے ربعی سے ہتھیار رکھ دینے کو کہا۔ ربعی نے ترش رو ہو کر کہا: ''اگر میں بلا طلب تمہارے پاس آتا تو میں ایسا ہی کرتا۔ تم نے مجھے بلوایا ہے اگر مسلح آنے دو تو میں آؤں ورنہ واپس چلا جاؤں۔'' رستم نے ربعیؓ کو مسلح آنے کی اجازت دے دی۔ یہ حضرت اپنے نوکدار نیزے سے فرش کو خراب کرتے چیرتے پھاڑتے رستم کے تخت تک پہنچے اور رستم کے برابر تخت پر بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن حاضرین نے روکا۔ ربعی نے کہا ''میں تمہارے بلانے سے آیا ہوں جہاں میں بیٹھنا چاہتا ہوں بیٹھنے دو، ورنہ چلا جاؤں۔ مجھ کو تمہارے پاس آنے کی کوئی ضرورت نہ تھی، ہمارے مذہب میں اس کی سخت ممانعت ہے کہ ایک شخص معبود ہو کر بیٹھے اور باقی انسان بندے ہو کر نیچے کھڑے یا بیٹھے رہیں۔'' رستم نے حاضرین کو منع کر دیا کہ کوئی شخص اس کے کسی فعل وحرکت پر معترض نہ ہو، لیکن خود ربعی کچھ سوچ کر تخت سے اتر آئے اور ایک قالین کو نیزے سے پھاڑ کر زمین پر بیٹھ گئے اور رستم سے مخاطب ہو کر کہا: ''ہم تمہارے اس پرتکلف مصنوعی فرش پر نہیں بیٹھتے (زمین کی طرف اشارہ کر کے) اللہ تعالیٰ کا بچھایا ہوا یہ فرش ہمارے لئے کافی ہے۔'' رستم نے ترجمان کی وساطت سے دریافت کیا ''تم کس باعث یہاں آئے ہو۔''

ربعی: ''اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا میں اس غرض سے بھیجا ہے کہ ہم اس پر بسنے والے بندوں کو دنیا کی تنگی سے وسعت اور اور آخرت کی ہمہ گیری کی طرف متوجہ کریں اور باطل ادیان کے ظلم سے بچا کر عدل اسلام کی جانب لائیں۔ ہم اس کے دین کو خلق کے سامنے پیش کرتے ہیں پس جو شخص اس کو قبول کرے گا ہم اس پر اور اس کے ملک پر معترض نہ ہوں گے۔ مگر جو شخص اسلام سے انکار کرے گا اس سے ہم اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک کہ ہم جنت میں نہ پہنچ جائیں یا فاتح نہ بن جائیں''۔

رستم: ''کیا تم ہم کو مہلت دے سکتے ہو؟ اور کیا اس کام کو کچھ دن کے لئے ٹال سکتے ہو؟ تا کہ ہم تمہارے خیالات پر غور کریں۔''

ربعی: ''ہاں ایک دن یا دو دن۔''

رستم: ''نہیں! اتنی مہلت دو کہ ہم اپنے رؤساء ملک اور ارا کین دولت سے اس بارے میں خط وکتابت کر سکیں۔''

ربعی: ''یہ نہیں ہو سکتا۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم اپنے دشمنوں کو تین دن سے زیادہ مہلت نہ دیا کریں۔ ان تین دنوں میں غور کر کے یا تو اسلام قبول کر لو تا کہ ہم تم کو اور تمہارے ملک کو چھوڑ کر چلے جائیں یا پھر جزیہ دینا قبول کر لو، پس ہم اس کو قبول کر لیں گے اور تم پر معترض نہ ہوں گے اور جب کبھی تم کو ہماری ضرورت ہوگی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے جان و مال کی حفاظت کریں گے۔ مگر ان دونوں امور میں سے کسی ایک کو بھی قبول نہ کرو گے تو چوتھے روز ہم تم سے لڑیں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم تم کو زیر کریں گے اور یہی ہمارا اور ہمارے کل ساتھیوں کا عہد ہے۔''

رستم: کیا تم مسلمانوں کے سردار ہو؟

ربعی: ''نہیں! مگر تمام مسلمان ایک جسم کی مثل ہیں۔ ہم میں سے ہر متنفس ہر امر میں مختار و مجاز ہے۔ ہم میں اعلیٰ و ادنیٰ کا کوئی فرق نہیں۔ ادنیٰ اعلیٰ کی طرف سے اجازت دے سکتا ہے''۔ رستم اور اس کے افسران ربعی کی اس تقریر سے حیرت زدہ ہو گئے اور ایک سکتہ کی حالت میں تھوڑی دیر تک بیٹھے رہے۔ پھر رستم نے ربعی کی تلوار دیکھ کر کہا: ''اس کی نیام بہت بوسیدہ ہے غالباً تلوار بھی ایسی ہی ہوگی۔'' ربعی تلوار نیام سے کھینچ کر بولے:

''نیام اس کی بوسیدہ ضرور ہے لیکن میں نے اسے سان پر ابھی رکھوایا ہے۔'' پھر رستم نے ربعی کا نیزہ اٹھالیا اور اس کا پھل دیکھ کر طنزاً بولا: ''اس کا پھل بہت چھوٹا ہے لڑائی میں کیا کام دیتا ہوگا۔'' ربعیؓ نے بے پرواہی سے جواب دیا: پھل اس کا چھوٹا ضرور ہے مگر سیدھا دشمن کے سینے میں پیوست ہو جاتا ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آگ کی ایک چھوٹی چنگاری ایک شہر کے جلا دینے کو کافی ہوتی ہے۔''

اسلامی سفیر ربعی بن عامر کی واپسی

تھوڑی دیر تک ربعی اور رستم میں اسی قسم کی نوک جھونک ہوتی رہی۔ پھر ربعی دوبارہ بے تکلفی سے اٹھ کر نیزے کو ٹیکتے ہوئے اپنے گھوڑے تک آئے اور سوار ہو کر اپنی لشکر گاہ میں پہنچ گئے۔ رستم نے ربعی کے واپس ہونے کے بعد ایک مجلس خاص میں ارا کین سلطنت اور افسران فوج کو جمع کر کے کہا: ''تم لوگوں نے دیکھا کس بے باکی سے وہ عربی نژاد شخص باتیں کر رہا تھا۔'' ان میں سے ایک نے کہا: ''وہ بہت بے تہذیب، وحشی، غیر تربیت یافتہ تھا۔ پوشاک دیکھی اونٹ کا جھول پہنے ہوئے تھا۔ تمام قالینوں کو خراب کر ڈالا۔'' دوسرے نے جواب دیا: ''ارے صاحب اس نے ایک قالین کو درمیان سے پھاڑ کر گھوڑے کی راس اس میں باندھ دی تھی۔'' تیسرا بول اٹھا: ''یہ کیا لڑیں گے تلوار کی نیام تک تو ٹھیک نہیں، نیزے میں صرف دو انگل کا پھل ہے۔ اس سرے سے اس سرے تک صرف ایک بانس کی بدشکل لکڑی ہے۔'' رستم کو ان لوگوں کی یہ باتیں پسند نہ آئیں تو جھلا کر بولا: ''تم لوگ صورت و شکل کی طرف دیکھتے ہو، تف ہے تمہاری عقل پر! اس کی رائے اور گفتگو کو دیکھو۔ اس کے خیالات پر غور کرو کس قدر دور رسی اور بے باکی سے باتیں کرتا تھا۔''

حضرت حذیفہؓ کی سفارت

دوسرے دن رستم نے پھر ربعی کو بلوا بھیجا لیکن حضرت سعدؓ نے بجائے ان کے حذیفہ بن محصن کو روانہ کیا۔ چنانچہ حذیفہ بن محصن بھی اسی طور و طریقہ سے رستم کے پاس گئے جس طرح ربعی گئے تھے لیکن یہ اپنے گھوڑے سے نہ اترے۔ فرش روندتے ہوئے رستم کے قریب پہنچے اور اسی انداز سے گفتگو کی جیسا کہ ربعی نے کی تھی۔ رستم نے دریافت کیا: ''کیا سبب ہے کہ آج تم بھیجے گئے کل والے صاحب نہیں آئے۔'' حذیفہؓ نے جواب دیا: ''ہمارا امیر! گرم و نرم آدمیوں کو بھیج کر عدل کرتا ہے کل ان کی باری تھی آج میری ہے۔'' پھر رستم نے پوچھا۔ ''ہم کو مہلت کتنے دنوں کی دے سکتے ہو؟'' حذیفہ نے کہا ''آج سے تین دن کی'' رستم یہ سن کر چپ ہو گیا۔ حذیفہ نے اپنے گھوڑے کی باگ اٹھائی اور اسلامی لشکر گاہ میں جا پہنچے۔

رستم کو حذیفہ کی تیزی اور حاضر جوابی نے حیرت میں ڈال دیا۔ وہ تھوڑی دیر تک اس غور و فکر میں رہا کہ عربوں سے لڑنے کی بابت کیا کرنا چاہئے؟ یزدگرد کا حکم جنگ کرنے کا ہے اور یہ لوگ بھی بغیر لڑے یا جزیہ لئے واپس نہ جائیں گے۔ جب اس کے دل و دماغ نے کچھ فیصلہ نہ کیا تو اپنے ارا کین لشکر سے مخاطب ہو کر کہا: ''یہ لڑائی نہایت خطرناک ہے ان میں سے ہر شخص جان دینے پر تیار ہے لہٰذا بہتر ہوگا کہ ان کا دین قبول کر لیا جائے یا جزیہ دینا منظور کیا جائے۔'' حاضرین بولے: ''توبہ توبہ! ان احمقوں کا دین اس قابل ہے کہ ہم لوگ قبول کریں؟ اب ان کی یہ شان ہے کہ ہم ان کو خراج دیں؟ جن کو ہم بدترین مخلوق سمجھتے ہیں، آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔ پہلی ہی جنگ میں ان کا خاتمہ ہو جائے گا قاعدہ ہے کہ جب چیونٹی کی موت کے دن آتے ہیں تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔''

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی سفارت

رستم ان کی یہ جہالت آمیز تقریر سن کر خاموش ہو گیا۔ اگلے دن پھر سعد کے لشکر سے ایک آدمی کو صلح کی گفتگو کرنے کے لئے بلوایا۔ اس مرتبہ مغیرہ بن شعبہ گئے اور کمال دلیری سے رستم کے تخت پر چڑھ کر اس کے برابر بیٹھ گئے۔ حاضرین نے ان کو تخت سے اتار دیا۔ مغیرہ نے کہا: ''واللہ ہم نے تم سے زیادہ احمق قوم دنیا میں نہیں دیکھی۔ ہم لوگ عرب ہیں۔ ایک دوسرے کی عبادت نہیں کرتے۔ تم لوگ عجیب نادان ہو کہ ایک کو تم نے معبود بنا کر تخت پر بٹھا دیا ہے۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم لوگوں میں بعض معبود اور بعض بندے ہیں۔ تم نے مجھے بلوایا، میں تمہارے بلانے پر آیا۔ تم نے میرے

ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ تم نے مجھے تخت سے اتار دیا۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ ضرور مغلوب ہو گے۔ واللہ کوئی بادشاہ اس نخوت پر بادشاہی نہیں کر سکتا اور نہ ایسی قوم کبھی کامیاب ہو سکتی ہے جو اپنے بادشاہ کو خدا بنائے۔'' مغیرہ کی اس تقریر کو سن کر چھوٹی حیثیت اور کم مرتبہ والے حاضرین نے دل ہی دل میں تصدیق کی۔ مگر امراء اور روساء نے حقارت کی نگاہوں سے دیکھ کر کہا: ''اللہ اس کو موت دے جو ہماری تذلیل کرتا ہے۔''

اس کے بعد رستم نے فارس اور اہل فارس کی عظمت، یزدگرد کی سطوت، حکومت اور اہل عرب کی تنگی معیشت، ناداری اور نیم وحشی ہونے پر طولانی تقریر کرتے ہوئے کہا: ''تم لوگ مفلوک الحال تھے اور قحط کے دنوں میں ہم سے مدد چاہتے تھے۔ ہم تم کو کھجوریں اور جو دیتے اور تمہارے امیروں کو کپڑے، خچر اور زر و مال عطا کرتے تھے اور تم میں سے جو جس قدر اٹھا کر لے جا سکتا تھا، اس کو اسی قدر کھجوریں اور غلہ لے جانے کی اجازت تھی۔ اس سبب سے ہماری غیرت و حمیت تمہارے قتل کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ اب جو کچھ ہوا سو ہوا۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم لوگ لوٹ جاؤ۔ ہم تم کو اور تمہارے سردار کو مویشی، غلہ، کپڑے اور روپیہ خاطر خواہ دیں گے''۔

مغیرہ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور پہلے انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی تعریف کی۔ پھر رستم و حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ ''تم نے جو کچھ عرب کی تنگی معیشت، فاقہ مستی، تہی دستی کا حال بیان کیا وہ سب بالکل صحیح اور درست ہے۔ ہم کو یہ سب معلوم ہے اور ہم اس سے انکار نہیں کرتے۔ دنیا کا یہی قاعدہ ہے کہ آج تنگی ہے تو کل فراخی ہو گی۔ آج اگر عشرت ہے تو کل عسرت ہو گی۔ اگر تم لوگ اس کا شکر ادا کرتے جو تم کو حاصل ہے تو اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہو جاتا بلکہ تمہارا یہ شکر اس سے کم ہوتا جو تم کو حاصل ہے لیکن چونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا اس لئے کفران نعمت اور ناشکری کا وبال تم پر نازل ہو گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم میں اپنے نبی کو بھیجا جس نے ہم کو راہ راست کی ہدایت کی اور کفار، مشرکین اور بت پرستوں پر جہاد کرنے کا حکم دیا۔ تم کو اختیار ہے چاہے اسلام قبول کر لو تو ہم تم کو اپنا بھائی بنا لیں گے اور تمہارے ملک کو چھوڑ کر دوسری طرف چلے جائیں گے یا جزیہ دینا اختیار کرو اور اگر دونوں باتیں قبول نہ ہوں تو لڑو''۔ پھر کچھ سوچ کر کہا ''بات یہ ہے کہ ہمارے نوجوانوں نے تمہارے یہاں کے کھانوں کا مزہ چکھ لیا ہے اب ان کو تمہارا ملک لئے بغیر صبر نہیں آئے گا۔'' رستم سے یہ تقریر سن کر ضبط نہ ہو سکا اور وہ بے تاب ہو کر بولا ''اگر تم اسی جستجو و خیال میں مارے جاؤ؟'' مغیرہ نے ہنس کر جواب دیا ''جو شخص ہم میں سے مارا جائے گا جنت میں داخل ہو گا اور جو لوگ ہم میں سے باقی رہ جائیں گے وہ فتح یاب اور غالب ہوں گے۔'' رستم اس جواب سے طیش میں آ گیا اور قسم کھا کر کہنے لگا ''اب میں ہرگز مصالحت نہ کروں گا۔ جب تک تم سب کو قتل نہ کر لوں گا۔'' مغیرہ اپنے لشکر میں واپس لوٹ آئے۔ اس کے بعد رستم نے اہل فارس کو جمع کر کے صلح کی بابت مشورہ کیا اور جنگ کے انجام سے ڈرایا۔ مگر اہل فارس نے بہ اتفاق رائے لڑائی کو پسند کیا اور اسی رائے پر اڑے رہے۔

رستم کو دعوت اسلام

اس کے دوسرے دن اتمام حجت کے لئے حضرت سعد نے ایک شخص کو بغرض دعوت اسلام رستم کے پاس بھیجا۔ لیکن رستم نے حسب عادت پہلے عربوں پر اپنے احسانات جتائے پھر ان کو مال و زر کا لالچ دیا۔ آخر اس قاصد کے ناکام واپس آنے پر طرفین میں اعلان جنگ ہو گیا۔ رستم نے حضرت سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ تم ہماری طرف آؤ گے یا ہم تمہاری طرف آ کر حملہ آور ہوں؟ حضرت سعد نے جواب دیا: ''تم ہماری طرف آؤ۔'' رستم کو یہ جواب شام کے وقت ملا۔ اس نے پل کی جانب رخ کیا لیکن چونکہ حضرت سعد نے اس خطرے کو پہلے ہی بھانپ لیا تھا اس لئے کچھ آدمیوں کو پہلے ہی پل کی محافظت پر متعین کر دیا تھا۔ انہوں نے حضرت سعد کو اس امر سے آگاہ کیا۔ حضرت سعد نے رستم کے پاس پیام بھیجا کہ ''تم پل کی طرف رخ نہ کرو ہم نے اس پر قبضہ کر لیا ہے ہم اس کو خالی نہیں کریں گے۔'' رستم یہ سن کر عتیق میں ٹھہر گیا۔ صبح ہونے تک بانس، مٹی وغیرہ کافی مقدار سے جمع کر کے پل باندھنا شروع کر دیا۔ دوپہر سے قبل ہی پل تیار ہو گیا۔ رستم مع لشکر فارس دریا پار کر کے تخت زرین پر بیٹھا اور لشکر کی ترتیب میں مصروف ہوا۔ جنگی ہاتھیوں میں سے نصف کو مع سفید ہاتھی، قلب میں اور نصف میں سے ایک نصف کو میمنہ میں دوسرے نصف کو میسرہ میں رکھا۔ جالینوس، رستم، میمنہ کے وسط میں اور فیرزان، میسرہ اور اس کے درمیان میں تھا۔ یزدگرد نے مدائن سے قادسیہ تک تھوڑے تھوڑے فاصلے پر خبر رسانی کی غرض سے ڈاکیوں کو متعین کر دیا تھا تاکہ قادسیہ میں رستم پر جو واقعہ گزرے یا جو کچھ وہ کرے اس کی خبر فوراً اور بہ آسانی یزدگرد کو ہو جائے۔

اس زمانے میں خبر رسانی کا یہ سہل طریقہ نکالا گیا تھا۔

رستم کو فوج کی صف بندی میں مصروف دیکھ کر مسلم افواج نے بھی تیاری شروع کر دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ان دنوں پھوڑوں اور عرق النساء کی بیماریوں میں مبتلا تھے اس وجہ سے گھوڑے پر چڑھنا تو درکنار اٹھ کر بیٹھ بھی نہ سکتے تھے۔ بدرجہ مجبوری قصر پر چڑھ گئے جو قادسیہ میں ان کے پہنچنے سے پہلے ہی بنا ہوا تھا اور ایک بوریئے پر سینہ کے بل بیٹھ گئے۔ کچھ لوگوں نے حضرت سعد کی اس خانہ نشینی پر اعتراض کیا۔ حضرت سعد ایسی باتیں سن کر باہر آئے۔ پھوڑوں اور زخموں کو دکھلایا نتیجتاً لوگوں کی طعنہ زنی بند ہوئی۔ حضرت سعد نے خالد بن عرفطہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور جن لوگوں نے باوجود عذر صحیح ہونے کے اپنی طعنہ زنی بند نہ کی ان کو اپنے قصر میں قید کر دیا۔ ان میں سے ایک ابو محجن ثقفی تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی شراب نوشی کے جرم میں اسیر کیا تھا۔ اس کے بعد نہایت فصیح و بلیغ خطبہ دیا اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور وعدوں کو یاد دلایا اور سب کو اس سے مطلع کیا کہ میں نے خالد بن عرفطہ کو اپنا قائم مقام بنایا ہے۔ پھر چند اصحاب رائے اور جنگ آزمودہ اشخاص کو لشکر کی صفوں میں گھوم کر سپاہیوں کو جہاد و جنگ پر ابھارنے کے لئے بھیجا۔ ان میں مغیرہ، حذیفہ، عاصم، طلیحہ، قیس، غالب و عمرو شامل تھے اور شعراء میں شماخ، حطیہ عبدی، عبدۃ بن الطیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) شریک تھے۔ یہ افراد مسلم افواج کی صفوں میں گشت کر کے مجاہدین اسلام کو جہاد پر ابھارنے لگے۔ قاریوں نے حضرت سعد کے حکم سے سورۂ انفال پڑھنا شروع کی۔ تمام لشکر میں ایک اثر آفریں جوش پھیل گیا۔ سب کی آنکھیں طیش سے سرخ ہو گئیں، دل میں سکون اور اس کے ساتھ ہی ساتھ جنگ کا ولولہ پیدا ہو گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا میدان جنگ میں خطبہ

حضرت سعد نے امرائے لشکر سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے غازیان اسلام اپنے اپنے مورچے اور مقامات پر پہاڑ کی طرح جمے رہنا اور جب متحرک ہو جاؤ تو دریا کے پرجوش سیلاب کی طرح جنبش کرنا۔ میں نماز ظہر کے بعد پہلی تکبیر کہوں گا جواباً تم لوگ بھی تکبیر کہنا اور لشکر کی صفوں کو سیدھی کر کے مستعد ہو جانا اور جب دوسری تکبیر سنو تو تم بھی تکبیر کہنا اور مسلح ہو کر نوک دار نیزوں کو دشمنوں کے سینوں میں پیوست کرنے کے لئے سامنے کر لینا اور شمشیر بکف ہو جانا۔ پھر جب تیسری تکبیر کی آواز تم تک پہنچے تو اپنے اپنے لشکر کو موقع بموقع سے لے جا کر لڑائی پر تل جانا۔ چوتھی تکبیر کو سنتے ہی دفعتہً تکبیر کہتے ہوئے اعدائے دین کی صفوں میں گھس جانا اور لاحول ولاقوۃ کہہ کر دست بدست لڑنے لگنا۔'' پس جب سعدؓ نے تیسری تکبیر کہی تو لشکر اسلام سے لڑنے والے نکلے اور ان کے مقابلے پر کار آزمودہ سوار آئے پہلے نیزہ بازی ہوتی رہی پھر تلوار کے ہاتھ چلنے لگے۔ دلاوران عرب رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے لڑنے والوں پر حملہ کرتے تھے۔

ہرمز کی گرفتاری

پہلا جو شخص اس لڑائی میں گرفتار کیا گیا ہے وہ ہرمز نامی ایک شاہزادہ تھا اس کو غالب بن عبداللہ اسدی میدان جنگ سے اسیر کر کے سعد کے پاس لائے اور پھر لوٹ کر لڑنے کے لئے چلے گئے تھے۔ اس اثناء میں ایک دوسرا شہسوار لشکر فارس سے نکل کر میدان میں آیا۔ عمرو بن معدی کرب نے صف لشکر سے نکل کر گھوڑے سے اٹھا کر زمین پر دے مارا اور اس کے سینہ پر چڑھ کر ذبح کر ڈالا۔ خود۔ زرہ۔ آلات حرب جو کچھ تھا لے لیا۔

خونریز جنگ

رستم نے لڑائی کا عنوان بدلا ہوا دیکھ کر جنگ مغلوبہ شروع کر دی۔ دفعتہً ہاتھیوں کو مسلمانوں کی طرف بڑھایا۔ بجیلہ نے نہایت مردانگی سے ان کا مقابلہ کیا۔ سعد نے بنی اسد کو بجیلہ کی کمک کا حکم دیا۔ طلیحہ بن خویلد اور جمال بن مالک نے ہاتھیوں کے بڑھتے ہوئے حملے کے سیلاب کو روک دیا۔ پھر طلیحہ کی طرف فارس کا ایک نامی سپہ سالار حملہ کرتا ہوا بڑھا۔ طلیحہ نے لپک کر ایک ہی وار سے صاف کر دیا۔ اشعث بن قیس نے بنو اسد کو لڑتے دیکھ کر کندہ سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے گروہ کندہ کیا ناموری اور مردانگی کا سہرہ بنی اسد کے سر پر باندھا جائے گا؟ اللہ تعالیٰ ان کو اجر دے کیا مردانگی دکھا

رہے ہیں! دیکھو اس وقت عرب کی ہر قوم اپنے مورچہ سے پیش قدمی کر چکی ہے لیکن افسوس ہے کہ تم نے اس وقت تک اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کی''۔ اشعث یہ کہہ کر آگے بڑھے۔ ان کے بڑھنے کے ساتھ کندہ نے بھی حرکت کی اور فارس کے انبوہ کثیر کو جو بجیلہ و بنی اسد کو گھیرے ہوئے لڑ رہا تھا پیچھے ہٹا دیا۔ رستم نے اشارے سے پورے لشکر کو مجموعی قوت سے حملہ کرنے کا حکم دیا جس میں ذوالحاجب و جالینوس بھی تھا۔ اس کے بعد سعدؓ نے چوتھی تکبیر کہی جس آواز کے سننے سے کل افواج قاہرہ اسلامیہ نے بھی تکبیر کہتے ہوئے قدم آگے بڑھائے۔ بنی اسد قدم جمائے ہوئے لڑ رہے تھے اور جنگ وجدال کی چکی چل رہی تھی فریقین کی فوجیں ایک دوسرے میں گھس گئی تھیں۔

جنگی ہاتھیوں نے مسلمانوں کے میمنہ و میسرہ پر حملہ کیا۔ اسلامی سواروں کے گھوڑے ان کالے کالے پہاڑوں کو دیکھ کر بدک کر بھاگنے لگے۔ عاصم بن عمرو نے سعد کے حکم سے تیر اندازوں کو ہاتھیوں اور ان کے سواروں پر تیر اندازی کا حکم دیا۔ خود عاصم نے نیزہ لے کر ہاتھیوں پر حملہ کیا ان کی تقلید میں اور لوگوں نے بھی ہاتھیوں کے سونڈوں پر حملہ کیا۔ تیر اندازوں نے ایسے تیر برسائے کہ ان کے سواروں کو جواب دینے کا موقع نہ ملا۔ اکثر ان میں سے منہ کے بل اوندھے گر پڑے۔ جو باقی رہے ان کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ شام تک یہ لڑائی اسی طرح سے جاری رہی۔ آخر کار رات نے اپنے سیاہ دامن میں دن کی روشنی کو چھپا لیا۔ فریقین نے اپنی چمکتی ہوئی تلواروں کو نیام میں کر کے میدان جنگ سے اپنے اپنے لشکر گاہ کی طرف مراجعت کی۔ اس لڑائی کا نام یوم الرما[illegible] ہے۔ محرم سنہ 14ھ میں دوشنبہ کے دن یہ لڑائی وقوع پذیر ہوئی تھی۔

صبح کو بعد نماز فجر حضرت سعد نے اپنے پانچ سو شہداء کو دفن کرایا، زخمیوں کو عورتوں کے سپرد کر دیا۔ وہ ان کی تیمارداری میں مصروف ہوئیں اور حضرت سعدؓ نے ترتیب لشکر کی طرف توجہ کی۔ اس اثناء میں دور سے ایک گرد نمایاں ہوئی اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ سے میدان گونجنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب گرد چھٹی تو لشکر عراق کا نشان دکھائی دیا جو شام میں برسر پیکار تھا اور فاروقؓ اعظم نے بعد فتح دمشق اس کی واپسی کا حکم دیا تھا۔ اس لشکر پر ابوعبیدہ نے ہاشم بن عتبہ کو امیر مقرر کر کے روانہ کیا تھا۔ مقدمۃ الجیش پر قعقاع بن عمرو تھے۔ ان کے ساتھ ایک ہزار فوج تھی انہوں نے بیس بیس آدمیوں کی ایک ایک ٹکڑی قائم کی تھی اور ہر ایک جداگانہ افسر مقرر کر کے ایک کو دوسرے سے اس قدر فاصلہ پر رکھا تھا کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔

دوسرے دن لڑائی شروع ہونے سے پہلے قعقاع کی فوجیں آنی شروع ہو گئیں۔ قعقاع نے حاضر ہو کر سعد کو سلام کیا۔ شام سے لشکر عراق کے واپس آنے کی خوشخبری سنائی اور اجازت لے کر میدان جنگ میں لڑنے کی غرض سے نکل گئے۔

فارس والوں کے لشکر سے ذوالحاجب مقابلہ پر آیا۔ قعقاع نے پہچان لیا اور شہدائے جسر کو یاد کر کے کمال مردانگی سے حملہ کیا تھوڑی دیر تک لڑتے رہے آخر میں قعقاع نے نیزہ چھوڑ کر تلوار کھینچ لی اور اس سرعت سے وار کرنا شروع کر دیا کہ ذوالحاجب جوابی حملہ نہ کر سکا۔ آخر کار قعقاع نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کے قتل سے جس قدر لشکر اسلام میں خوشی سے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے اس سے بدرجہا زیادہ لشکر فارس میں رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ پھر قعقاع نے جوش مسرت سے ایک چکر لگا کر لڑنے والے کو طلب کیا۔ لشکر فارس سے فیرزان اور بندوان نکل کر آئے۔ قعقاع نے فیرزان کی طرف قدم بڑھایا۔ بندوان نے ان پر پیچھے سے حملہ کرنے کا ارادہ کیا اتفاقاً حرث بن ظبیان ابن الحرث بنی تیم اللات کی نظر پڑ گئی۔ صف لشکر سے جھپٹ کر بندوان کے سر پر پہنچ گئے۔ قعقاع نے فیرزان کو اور بندوان کو حرث نے اسی جگہ پر ہلاک کر دیا۔

جنگی چال

قعقاع نے اس لڑائی میں ایک چالاکی کی کہ دس دس اونٹوں کو ایک ایک قطار میں کر کے ان پر جھولیں ڈال دی تھیں اور ان پر بڑے ہوشیار تیر اندازوں کو بٹھا کر فارس کے لشکر کے سواروں پر حملہ کرنے کو کہا تھا اور ان کے گرد و پیش سواروں کو رکھا تھا چنانچہ قعقاع کی یہ تدبیر کامیاب ہو گئی۔ سواران فارس کے گھوڑے ان مصنوعی ہاتھیوں کو دیکھ کر بے قابو ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ سواران فارس نے ان کو پھیرنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود تھی۔ اہل فارس کو ان مصنوعی ہاتھیوں سے اس سے زیادہ نقصان پہنچا جس قدر مسلمانوں کو اصلی ہاتھیوں سے برداشت کرنا پڑا تھا۔ قعقاع نے اس معرکہ میں تیس حملے پیہم کیے اور ہر حملے میں ان کے بڑے بڑے سرداروں کو ہلاک کیا۔ سب سے آخر میں جو شخص ان کے ہاتھ سے مارا گیا

وہ بزرجمہر ہمدانی تھا۔ سیستان کا شہزادہ، برازاعور بن قطبہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ دو پہر تک لڑائی کا یہی نقشہ رہا۔ لشکر فارس کا کوئی شہسوار باقی نہ رہا کہ جو میدان جنگ میں آیا ہو اور قعقاع نے اس کو قتل نہ کیا ہو۔ دو پہر کے بعد جب اہل فارس قعقاع کے مقابلے پر جانے میں ہچکچانے لگے تو رستم نے مجموعی قوت سے حملہ کرنے کا حکم دیا۔

ایک طرف سے اہل فارس نے یورش کر کے لشکر اسلام کا محاصرہ کرنے کا قصد کیا دوسری طرف سے افواج قاہرہ اسلامیہ نے اپنی چمکتی ہوئی تلواروں کے جوہر دکھانے شروع کر دیئے۔ آدھی رات تک لڑائی نہایت زور وشور سے جاری رہی۔ فارس کے نامی گرامی سردار مارے گئے۔ مسلمانوں کی طرف سے تقریباً ایک ہزار آدمی شہید ومجروح ہوئے اور لشکر فارس کے دس ہزار سپاہی مارے گئے۔ حضرت سعد نے شہداء کو جمع کرا کے دفن کرایا۔ زخمیوں کو میدان جنگ سے اٹھا کر علیحدہ خیمے میں لائے جو اس کام کے لئے نصب کیا گیا تھا اور انہیں عورتوں اور لڑکوں کے سپرد کر دیا۔ فارس کے مقتولوں کی لاشیں میدان جنگ میں یوں ہی پڑی رہیں نہ ان پر کوئی نوحہ خوانی کرتا تھا اور نہ ان کی تجہیز وتکفین کی کسی کو پرواہ تھی۔ حالت یہ تھی کہ مردار خوار پرند بھی ان ناپاک لاشوں پر نہیں آتے تھے۔ لشکر فارس کی یہ حالت تھی کہ سب کے منہ پر ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں۔ لڑائی ختم ہونے پر اپنے اپنے خیموں میں نڈھال پڑے تھے نہ ان میں وہ جوش باقی رہ گیا تھا جو اس سے قبل موجود تھا اور نہ ان کو اپنے مقتول سپاہیوں کے انتقال کا کچھ خیال تھا۔ برعکس ان کے اسلامی لشکر کے جوش کا وہی حال تھا ہر فرد بشر کے چہرے پر بشاشت کے آثار نمایاں تھے۔ عورتیں اور لڑکے خوشی سے اپنے زخمی مجاہدوں کی تیمارداری کر رہے تھے اور جو صحیح وتندرست تھے وہ شوق جنگ میں بیتاب ہوئے جاتے تھے۔ اس دوسرے دن کی لڑائی کو یوم اغواث کہتے ہیں۔

معرکہ یوم عماس

تیسرے معرکہ کا نام یوم عماس ہے۔ قعقاع نے عساکر اسلامی سے رات ہی کو کہہ رکھا تھا کہ چند رسالے مورچے سے باہر شام کی طرف ابھی چلے جائیں اور صبح ہوتے سو سو سوار گھوڑے اڑاتے ہوئے میدان جنگ میں آئیں اس طرح پے در پے ان سواروں کی فوج آتی رہے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہوتے پہلا رسالہ میدان جنگ میں آیا مسلمانوں نے جوش مسرت سے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا، اور غل پڑ گیا کہ شام سے امدادی فوج آ گئی۔ ان کے پہنچنے کے ساتھ ہی حملہ ہوا اتفاقاً ابھی رسالہ نہ آنے پایا تھا کہ ہاشم بن عتبہ سات سو سواروں کے ہمراہ آ پہنچے جن کو ابو عبیدۃ نے شام سے امداد کی غرض سے بھیجا تھا۔ انہوں نے اپنے ہمراہی سواروں کو ستر ستر آدمیوں پر تقسیم کر کے یکے بعد دیگرے میدان جنگ میں آنے کا حکم دیا۔ صبح سے شام تک تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سواران اسلام کے رسالے آتے رہے اور ہر ایک کے آنے پر اللہ اکبر کے شور سے سارا میدان گونج اٹھتا تھا اور اہل فارس کی روح فنا ہوئی جاتی تھی۔ پھر اسلامی لشکر نے ان کے قلب پر اس زور سے حملہ کیا کہ صفوں کو چیرتے ہوئے عتیق تک آگے نکل گئے اور وہاں سے لوٹ کر ان کے میمنہ پر حملہ کیا۔ رستم نے لڑائی کا رنگ بدلا ہوا دیکھ کر ہاتھیوں کو آگے بڑھانے کا حکم دیا اور ان کے اطراف میں سواروں کا رسالہ متعین کیا۔

مجاہدین کی یلغار

اگرچہ اس حملہ میں سواران اسلام کے گھوڑے بدک کر بے قابو ہوئے مگر ان متحرک سیاہ پہاڑیوں نے عساکر اسلام کو غیر مرتب ضرور کر دیا۔ جس طرف یہ نکل جاتے تھے دل کا دل پھٹ جاتا تھا۔ سعد نے قعقاع وعاصم کے پاس کہلا بھیجا کہ سفید ہاتھی کو جو تمہارے مقابل ہے مارو اور جمال و شرجیل کو فیل اجرب کے ہلاک کرنے پر مقرر کیا۔ قعقاع وعاصم نے سفید ہاتھی کو لپک کر ایک ہی ایک وار سے ہلاک کر دیا۔ باقی رہا فیل اجرب جس کے مارنے پر جمال وشرجیل متعین ہوئے تھے وہ زخمی ہو کر بھاگا۔ اس کو بھاگتا ہوا دیکھ کر اور ہاتھی بھی اس کے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے۔ دم کے دم میں وہ سیاہ بادل بالکل چھٹ گئے لشکر فارس کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ اسلامی سپاہی بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے اور ان کو حوصلہ آزمائی کا موقع مل گیا۔ عمرو بن معدی کرب، قیس بن کشوح نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ یہ مجاہد حریف کی صفوں میں بے خوف وخطر گھس جاتے اور

نعرۂ اللہ اکبر لگاتے، کفار کو مارتے کاٹتے واپس آتے۔ سارا بدن گرد سے اٹا ہوتا تھا۔ یہ تمام دن خوف وخطر کے اعتبار سے فریقین کے لئے برابر رہا۔ اسلامی لشکر نے میدان جنگ میں اشارے سے نماز ادا کی۔ لڑتے لڑتے شام ہوگئی تھی اور آفتاب گوشۂ مغرب میں چھپ گیا تھا لہٰذا تھوڑی دیر کے لئے فریقین ایک دوسرے سے گویا بے نتیجہ علیحدہ ہو کر صفوں کی از سرنو ترتیب میں مصروف ہوئے۔

فریقین صفوں کو مرتب کر کے پھر میدان جنگ میں پہنچے اور مغرب کے بعد سے تمام رات لڑتے رہے۔ اس لڑائی کا نام لیلۃ الہریرہ ہے۔ سعد نے لڑائی ہونے سے پہلے طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب کو مخاضہ یعنی نشیبی سکر کی محافظت پر متعین کیا تھا کہ اس سمت سے ایرانی لشکر حملہ نہ کر سکے مگر طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب اپنے سپہ سالار کے حکم پر عامل نہ ہوئے۔ مخاضہ میں پہنچ کر مشورہ کیا اور طلیحہ فارس کے لشکر پر پیچھے سے تکبیر کہہ کر آ پڑے۔ کشت وخون کا بازار گرم کر دیا اور عمرو بن معدی کرب نشیبی لشکر پر یلغار کر کے طلیحہ سے آ ملے اور نہایت تیزی سے لڑائی شروع کر دی۔ سب سے پہلے جس نے امیر لشکر سعد کی اجازت کے بغیر لڑائی چھیڑی وہ قعقاع اور ان کی قوم تھی۔ ان کے بعد بنی اسد پھر نخع پھر بجیلہ پھر کندہ نے حملے کئے۔ سعد ہر قبیلے کے حملے کے وقت ''اللھم اغفرلھم وانصرھم'' یعنی ''اے اللہ ان کی مغفرت کر اور ان کی مدد کر'' کہتے جاتے تھے۔ سعد نے حکم دیا تھا کہ تیسری تکبیر پر حملہ کیا جائے مگر لشکر فارس کی طرف سے پہلی ہی تکبیر پر تیر اندازی شروع ہوگئی اس وجہ سے قعقاع اپنی قوم کو لے کر ٹوٹ پڑے پھر ان کی دیکھا دیکھی اور قبائل بھی لڑنے لگے۔ ساری رات قیامت خیز ہنگامہ برپا رہا سوائے شور وغل کے اور کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ نہ میدان جنگ سے حضرت سعد اور رستم تک کوئی خبر جاتی تھی اور نہ ان کے پاس سے کوئی حکم لڑنے والوں تک پہنچ سکتا تھا۔ رات بھر حضرت سعد جاگتے اور دعا کرتے رہے۔

رستم کی ہلاکت

نصف شب گزر چکی تھی کہ قعقاع کی آواز سنائی دی وہ اپنے ساتھیوں سے کہہ رہے تھے ''دیکھو سب کے سب سمٹ کر قلب پر حملہ کر دو اور رستم کو قتل کر دو، حریف پر میدان جنگ تنگ ہوا چاہتا ہے۔'' سب لوگ لڑتے لڑتے اگرچہ تھک گئے تھے۔ ہاتھ پاؤں کام نہ دیتے تھے مگر قعقاع کی اس آواز نے ان میں ایک تازہ روح پھونک دی۔ قعقاع کا آگے بڑھنا تھا کہ دوسرے قبائل کے سرداروں نے اپنی اپنی قوموں کو للکارا ''بہادرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں یہ تم سے آگے بڑھنے نہ پائیں''۔ میدان جنگ میں از سرنو لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی۔ سواروں نے گھوڑے چھوڑ دیئے۔ پیادوں نے تلواریں کھینچ لیں اور بے جگری کے ساتھ لڑنے لگے۔ قعقاع اور ان کی رکاب کی فوج دشمنوں کی صف کو پھاڑتی ہوئی رستم کے تخت تک پہنچ گئی۔ رستم اس وقت تک عتیق میں تخت پر بیٹھا ہوا اپنی فوج کو لڑا رہا تھا۔ تخت سے اتر کر لڑنے لگا۔ جب زخموں سے چور ہوا تو بھاگ کھڑا ہوا۔ ہلال نے پیچھا کیا قریب پہنچ کر اس زور سے برچھا مارا کہ رستم کی کمر ٹوٹ گئی۔ رستم گھبرا کر ایک گڑھے میں گر پڑا۔ ہلال بھی کود پڑے، ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لائے اور تلوار کھینچ کر اس کا کام تمام کر دیا، پھر تخت پر چڑھ کر پکار اٹھے ''قتلت رستم برب الکعبہ'' یعنی ''رب کعبہ کی قسم ہے میں نے رستم کو مار ڈالا''۔ اس آواز کو سنتے ہی اسلامی لشکر نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ نتیجتاً لشکر فارس کے ہوش وحواس جاتے رہے۔ میمنہ، میسرہ، قلب بھاگ نکلے۔ بعض نے کہا ہے کہ جب ہلال نے رستم کا تعاقب کیا تو اتفاقاً سامنے ایک نہر آ گئی رستم اس میں کود پڑا کہ تیر کر نکل جائے۔ ساتھ ہی ہلال بھی کود پڑے۔ ٹانگیں پکڑ کر باہر گھسیٹ لائے، تلوار سے کام تمام کر کے لاش کو خچر کے پاؤں سے باندھ دیا اور اس کے تخت پر چڑھ کر جوش مسرت سے بول اٹھے: ''میں نے رستم کا کام تمام کر دیا''۔

رستم کے قتل ہوتے ہی لشکر فارس میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ جالینوس نے ان کے روکنے اور لڑائی جاری رکھنے کی کوشش کی مگر بے سود تھی۔ باقی رہا فارس کا وہ رسالہ جو سرتاپا لوہے میں غرق تھا وہ میدان جنگ میں لڑ رہا تھا۔ قبیلہ جمیعہ نے ان پر حملہ کیا لیکن تلواریں زرہوں سے اچٹ اچٹ کر رہ گئیں مجبور ہو کر پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔ اس پر سردار نے للکارا۔ نبرد آزماؤں نے جواب دیا کہ تلواریں کام نہیں دیتیں۔ سردار نے غصے میں آ کر ایک سوار پر اس زور سے برچھے کا وار کیا کہ اس کی کمر ٹوٹ گئی اور منہ کے بل گر پڑا۔ یہ دیکھ کر اوروں کو بھی جرأت ہوئی اور کمال مردانگی سے لڑ کر سب کو خاک وخون پر موت کی نیند سلا دیا۔ تیس ہزار میں سے بہ مشکل تمام تیس سواروں نے اپنی جان بچائی۔

ضرار بن الخطاب نے ایرانیوں کا نشان درفش کادیانی لوٹ لیا جس کے عوض میں انہوں نے تیس ہزار دینار پائے اور وہ پرچم درحقیقت دو لاکھ دس ہزار کی مالیت کا تھا۔ جنگ ہائے سابق کے علاوہ اس معرکے میں لشکر فارس کے دس ہزار سپاہی کام آئے اور اسلامی لشکر کے چھ ہزار سپاہیوں نے جام شہادت نوش کیا۔ اس معرکے کے قبل ڈھائی ہزار مسلمان جنگ سابق میں شہید ہو چکے تھے۔ شہداء جنگ کے دفن کرنے کے بعد مال غنیمت اور آلات حرب اس قدر جمع ہوئے کہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد اس قدر جمع ہوئے۔ سعد نے رستم کا اسباب ہلال بن علقمہ کو دیا اور قعقاع اور شرجیل کو پیچھا کرنے کے لئے روانہ کیا۔ ان سے پہلے زہرہ بن حیوۃ ایک دستہ فوج لے کر لشکر فارس کے مفرور گروہ کے پیچھے نکل چکے تھے۔ جالینوس مقام حرازہ میں شکست کھانے والوں کو جمع کر رہا تھا۔ اس اثنا میں زہرہ نے پہنچ کر حملہ کر دیا، سب کو مع جالینوس کے قتل کر ڈالا اور جالینوس کا اسباب لے لیا۔ یہ اسباب بہت قیمتی اور کثیر تھا اس لئے امیر لشکر سعدؓ نے زہرہ کو دینے میں تامل کیا۔ دربار خلافت سے استفسار کیا۔ فاروق اعظمؓ نے لکھ بھیجا۔ ''ابھی لڑائی کا خاتمہ نہیں ہوا۔ زہرہ نے بہت بڑا کام کیا ہے اس کی دل شکنی نہ کی جائے۔ علاوہ جالینوس کے اسباب کے اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو پانچ پانچ سو دینار اور دو۔''

ایرانیوں کی پسپائی

ہزیمت کے بعد سلیمان بن ربیعہ باہلی اور عبدالرحمٰن بن ربیعہ، فارس کے ایک فوجی دستے سے جا بھڑے جس نے خاتمۂ جنگ پر پسپا ہو کر نہ بھاگنے اور میدان جنگ میں مرجانے کی قسم کھائی تھی چنانچہ عبدالرحمٰن نے وہیں ان سب کو قتل کر دیا۔ ایرانیوں کے لشکر کے فرار ہونے پر ان کے تیس سردار میدان جنگ میں ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے رہے جن کے مقابلہ میں اسلامی لشکر سے بھی تیس سوار نکلے اور دم بھر میں ان سب کو بھی قتل کر کے میدان کو مخالفوں سے صاف کر دیا۔ سرداران ایران کے مفروروں میں ہرمزان، اہوذ زاد بن بہیس، قارن وغیرہ تھے جبکہ استقلال کے ساتھ میدان جنگ میں ٹھہر کر لڑنے والوں میں شہر یار بن کہار، قروان اہوازی، خسر و شنوم ہمدانی ابن الہرید وغیرہ تھے۔ ان لوگوں نے بھگدڑ مچنے پر بھی نہایت ثابت قدمی سے جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور میدان جنگ میں مردانہ وار لڑ کر جان دی۔

قاصد اور خلیفہ ثانی

حضرت سعدؓ نے فاروق اعظمؓ کو فتح کی خوشخبری لکھی اور شہداء عساکر اسلامیہ نام بنام لکھے۔ عمر فاروقؓ کا یہ حال تھا کہ جس دن سے جنگ قادسیہ شروع ہوئی تھی صبح ہوتے مدینہ سے باہر نکل جاتے تھے اور دوپہر ڈھلے تک قاصد کا انتظار کرتے تھے۔ معمول کے موافق ایک دن مدینہ کے باہر کھڑے ہوئے قاصد کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ دور سے ایک شتر سوار نظر آیا دوڑ کر اس سے پوچھا ''کہاں سے آ رہے ہو۔ سوار نے کہا ''قادسیہ سے، سعدؓ نے مژدۂ فتح دے کر مجھے بھیجا ہے''۔ فاروق اعظمؓ فرط شوق سے بیتاب ہو کر مفصل حال پوچھنے لگے۔ قاصد نے کہنا شروع کیا ''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ اس قدر مشرکین معرکۂ جنگ میں مارے گئے اس قدر مال غنیمت ہاتھ آیا۔'' خاتمۂ جنگ کے بعد لشکر اسلام بانتظار صدور احکام دربار خلافت قادسیہ میں مقیم رہا یہاں تک کہ دربار خلافت سے وہیں قیام کرنے کا فرمان صادر ہوا۔ جنگ قادسیہ 14ھ میں، بعض کہتے ہیں کہ 15ھ میں اور ایک روایت کے مطابق 16ھ میں ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

بابل کی فتح

اہل فارس نے قادسیہ سے فرار ہو کر بابل میں قیام کیا۔ بابل ایک محفوظ اور مستحکم مقام تھا یہاں پر ان کے نامور سرداروں میں سے تخیر خاں، مہران اہوازی، ہرمزان وغیرہ موجود تھے۔ ان لوگوں نے از سر نو سامان جنگ اکٹھا کر کے فیروزان کو لشکر کا سردار مقرر کیا۔ سعدؓ فتح کے بعد دو مہینہ تک قادسیہ میں انتظام کی غرض سے ٹھہرے رہے پھر حسب الحکم فاروق اعظمؓ اہل و عیال کو ایک کثیر التعداد لشکر کی حفاظت میں مقام عتیق میں چھوڑ کر مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ مقدمۃ الجیش میں زہرہ بن حیوۃ، شرجیل بن السمط اور عبداللہ بن المعتمر کو متعین کر کے روانہ کیا۔ مقام رستن (برس)

میں بصیری سے آمنا سامنا ہوگیا۔ بصیری معرکہ جنگ میں زخم کھا کر بابل کو بھاگا۔ برس کے رئیس (بسطام) نے حاضر ہو کر زہرہ سے صلح کر لی۔ موقع بہ موقع جابجا پل تیار کرا دیئے جس سے اسلامی لشکر بہ آسانی بابل تک پہنچ گیا۔ فیروزان نے بابل سے نکل کر مقابلہ کیا اور پہلے ہی حملے میں مع ان لوگوں کے جو بابل میں تھے شکست کھا کر فرار ہوگیا، یوں سعدؓ نے بابل پر قبضہ کر لیا۔

فارس کی فوجیں بابل سے بھاگنے کے بعد چند گروہوں میں تقسیم ہوگئیں۔ کچھ تو ہرمزان کے ساتھ اہواز میں جا پہنچیں، فوج کا ایک حصہ فیروزان کے ہمراہ نہاوند کی طرف چلا گیا جہاں پر کسریٰ کا خزانہ تھا اور ایک گروہ کو تخیر خان و مہران لے کر مدائن کی طرف چلے گئے اور راہ میں جتنے پل تھے سب کو توڑ ڈالا اور شہر کی چاروں طرف سے قلعہ بندی کر لی گئی۔

سعدؓ نے بابل سے کوچ کیا اور مقدمتہ الجیش پر زہرہ کو مقرر کر کے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ زہرہ، بکیر بن عبداللہ لیثی اور کثیر بن شہاب سبعی راستہ صاف کرتے ہوئے کوثی پہنچے جہاں کہ ایرانیوں کا ایک مشہور رئیس زادہ شہریار موجود تھا۔ شہریار نے کوثی سے نکل کر زہرہ کا مقابلہ کیا۔ دوران جنگ شہریار مارا گیا اور اس کے سپاہی میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ اس عرصہ میں سعد سپہ سالار لشکر اسلام بھی آ گئے اور انہوں نے شہریار کے قاتل کو اس کا اسباب دے دیا۔ اس کے بعد زہرہ ساباط کی طرف بڑھے۔ اہل ساباط نے زہرہ سے جزیہ دے کر مصالحت کر لی اور زہرہ نے رسالہ کسریٰ کو شکست دی۔

بہرہ شیر کا محاصرہ

اب تمام اسلامی فوجیں مدائن کے قریب بہرہ شیر میں جمع ہوئیں۔ جب مسلمانوں نے ایوان شاہی کو دیکھا تو جوش مسرت سے تکبیر کے نعرے بلند کئے۔ خوش ہو ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے: ''یہ کسریٰ کا محل ابیض ہے یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔'' ذی الحجہ 15ھ کو لشکر اسلام نے اس مقام پر پڑاؤ ڈالا تھا اور تین مہینے کے محاصرے کے بعد اس کو فتح کیا۔ اس طویل محاصرے میں اسلامی سواروں نے اطراف و جوانب سے ہزاروں آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ فاروق اعظمؓ نے لکھا تھا کہ ''جو شخص جزیہ دینا قبول کرے یا ہتھیار ڈال دے، یا لڑتے ہوئے بیٹھ جائے تو اس کو امان دے دینا اور جو شخص بھاگے اور اس کو گرفتار کر و تو اس کی بابت تم کو اختیار ہے۔'' غربی دجلہ کے تمام دہقان اور اہل سواد مسلمانوں کی امان میں آ گئے اور ان کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ باقی رہ گیا بہرہ شیر تو اس کا محاصرہ کئے رہے۔ موقع موقع سے منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری کرتے تھے اور اب تک مختلف مقامات کو ایرانیوں سے چھین لیا گیا تھا۔

ایک روز انہی میں سے ایک مرزبان جس کا دیو کا سا تن و توش تھا نکل کر میدان میں آیا اور شیر کی طرح دھاڑ کر کہنے لگا ''تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو میرے مقابلے پر آئے''۔ زہرہؓ یہ سنتے ہی لشکر سے نکل کر میدان میں آئے۔ پہلے دونوں میں نیزہ بازی ہوتی رہی پھر ایرانی مرزبان نے نیزہ پھینک کر تلوار کھینچ لی، زہرہؓ نے بھی اس پر تلوار چلائی۔ تھوڑی دیر تک تلوار چلتی رہی اور جب اس سے بھی مرزبان عہدہ برآ نہ ہوا تو کندھے سے کمان اتار کر تیر برسانے لگا اور زہرہ نے بھی بڑھ بڑھ کر وار کرنے شروع کر دیئے اور انجام کار لڑتے لڑتے زہرہؓ شہید ہو گئے اور آپؓ کے ہاتھوں لگے زخموں سے مرزبان بھی اسی مقام پر مارا گیا۔ بعض کا قول ہے کہ زہرہؓ کو شبیب خارجی نے زمانہ حجاج بن یوسف میں شہید کیا ہے۔

الغرض جب اہل بہرہ شیر کو محاصرے کی شدت وطوالت سے غلہ اور سامان جنگ کی کمی محسوس ہوئی اور ان میں لڑائی اور مقابلے کی قوت باقی نہ رہی تو انہوں نے شہر چھوڑ دیا۔ اسلامی لشکر جب بڑھتا ہوا شہر کے قریب پہنچا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص سوار ہو کر شہر پناہ کے دروازے پر گیا۔ اسے دور سے ایک آدمی دکھائی دیا جو اشارے سے کہہ رہا تھا کہ ''شہر میں اب کوئی متنفس باقی نہیں ہے۔ سب کے سب اس شہر کی طرف چلے گئے ہیں جہاں ایوان شاہی ہے۔'' سعدؓ مع فوج بہرہ شیر میں داخل ہوئے۔ بہرہ شیر اور مدائن میں صرف دجلہ حائل تھا۔ سعدؓ نے بہرہ شیر سے آگے بڑھنے کا قصد کیا لیکن دجلہ کو حائل دیکھ کر رک گئے۔ ایرانیوں نے پہلے سے جہاں جہاں پل بندھے تھے انہیں توڑ کر بیکار کر ڈالا تھا۔ دجلہ کے کنارے دور دور تک کسی کشتی کا پتہ نہ چلتا تھا۔ کچھ دیر سعدؓ دریا کو عبور کرنے کی فکر میں دجلے کے کنارے پڑاؤ ڈالے پڑے رہے۔ اس عرصہ میں ایک جاسوس نے آ کر کہا: تم دجلہ کے کنارے ہی پر پڑے رہو گے تو تم پر تیسرا دن نہ آنے پائے گا کہ یزدگرد مدائن کا کل مال و اسباب اور خزانہ لے کر کسی اور طرف چلا

جائے گا۔

سعدؓ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حمد و نعت کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر دجلہ کو عبور کرنے کی ترغیب دی اور پکار کر کہا: ''کون ایسا بہادر ہے جو عبور کے وقت لشکر کی حفاظت کرے۔'' عاصم بن عمر نے جواب دیا: ''میں ہوں! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کے لئے پیدا کیا ہے۔'' یہ کہہ کر چھ سو تیر اندازوں کو لے کر بلند مقام پر دجلے کے کنارے جا بیٹھے اور سعدؓ نے ''نستعین باللہ ونتوکل علیه حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم'' پڑھ کر گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا۔ ان کی دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی مردانگی سے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ دریا اگرچہ نہایت زخار اور مواج تھا لیکن ان کی ہمت واستقلال کا یہ حال تھا کہ موجیں گھوڑوں سے آ کر ٹکراتی تھیں اور سواران اسلام رکاب سے رکاب ملائے باتیں کرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ ذرہ بھر بھی طبیعتوں میں اضطراب نہ تھا اور یمین ویسار کی ترتیب میں مطلقاً فرق آیا۔ ایرانی یہ حیرت انگیز تماشہ دیکھ کر انگشت بہ دنداں تھے۔ جب اسلامی لشکر نصف دریا سے زیادہ عبور کر آیا تو دشمن سپہ سالار زخار نے تیر اندازوں کو تیر برسانے کا حکم دیا جس کا ترکی بہ ترکی جواب اس طرف سے عاصم نے دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ایرانی تیر انداز مسلمانوں کے جوش سیلاب کو نہ روک سکے تو پھر پیہم تیر اجل کے نشانے سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

مدائن کی اسلامی فتح

اسی اثناء میں سعدؓ مع اپنے ساتھیوں کے دجلہ کے کنارے پہنچ گئے اور ایرانی تیر اندازوں پر حملہ کر دیا۔ ایرانی بے سروسامانی کی وجہ سے مدائن چھوڑ کر حلوان کی طرف بھاگے۔ یزدگرد نے اپنی حرم اور خاندان شاہی کو اس سے پہلے ہی جس قدر مال واسباب اٹھا سکتا تھا اٹھا کر روانہ کر دیا تھا۔ جب اس نے یہ خبر سنی تو خود بھی مدائن چھوڑ کر نکل گیا۔ بایں ہمہ مدائن میں کپڑے، اسباب، قیمتی ظروف اور سامان آرائش اس قدر تھا کہ جس کی قیمت کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ خزانہ شاہی میں تین ہزار گائے کی کھالیں سرخ دیناروں سے بھری ہوئی ملیں۔ یہ دولت رستم قادسیہ جاتے وقت چھوڑ گیا تھا اور اسی قدر مصارف فوج کے لئے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

اسلامی فوجیں جوق در جوق شہر میں داخل ہوئیں۔ اہل شہر نے قصر ابیض میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے اور اس کے بعد جزیہ دے کر خود کو بچا لیا۔ سعدؓ قصر ابیض میں داخل ہوئے تو چاروں طرف سناٹا تھا۔ آپ کے دل پر ایک عبرت سی چھا گئی اور بے اختیار یہ آیتیں زبان سے نکلیں: ''کم ترکوا من جنات و عیون و ذروع و مقام کریم و نعمة کانوا فیها فاکهین کذلک و اورثناها قوما اخرین'' پھر وہیں ایک سلام سے آٹھ رکعتیں صلوٰۃ الفتح کی پڑھیں۔ بجائے تخت کے ممبر نصب کرایا۔ نماز جمعہ اسی ایوان میں ادا کی۔ یاد رہے کہ یہ پہلا جمعہ تھا جو عراق میں پڑھا گیا۔ ایوان شاہی میں جس قدر تصویریں تھیں ان کو جوں کا توں قائم رکھا ایک کو بھی ان میں سے نہیں ہٹایا چونکہ قیام کا قصد ہو گیا تھا اس وجہ سے زہرہ بن حیوۃ کو ایرانیوں کے تعاقب میں نہروان کی طرف روانہ کیا۔

مال غنیمت جمع کرنے پر عمرو بن عمرو بن مقرن اور تقسیم پر سلیمان بن ربیعہ باہلی مامور کیے گئے۔ چنانچہ قصر ابیض اور ایوان شاہی میں جو کچھ تھا وہ اور جو مال واسباب اہل مدائن اس بھگدڑ میں لوٹے ہوئے لئے جاتے تھے سب کو یکجا کیا گیا۔ کسریٰ کا شاہی ملبوس، تاج زرنگار اور زرہ جس کو کسریٰ فخر ومباہات کے وقت پہنتا تھا، یہ سب بھگوڑوں سے چھینا گیا تھا۔ ایوان شاہی کے خزانے اور عجائب خانے میں خاقان چین، قیصر روم، داہر یا شاہ ہند، بہرام گور سیاوخش، نعمان بن منذر کے خود اور ان کی زرہیں اور تلواریں تھیں۔ کسریٰ۔ ہرمز۔ قباد۔ فیروز کی تلواریں اور خنجر تھے۔ ان سب نادرات شاہان فارس کو قعقاع نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر یکجا کیا تھا۔ سعدؓ نے ان کو اجازت دی کہ تلواروں میں سے جس تلوار کو چاہیں لے لیں۔ قعقاع نے قیصر روم ہرقل کی تلوار اٹھا لی اور سعدؓ نے اپنی طرف سے بہرام گور کی زرہ ان کو مرحمت فرمائی۔

مال غنیمت کی تقسیم اور فرش نو بہار

مال غنیمت سے حسب دستور خمس نکال کر دربار خلافت بھیجا گیا۔ کسریٰ اور نعمان کی تلواریں، نوشیرواں کا تاج، بادشاہوں کے پہننے کے زرنگار

کپڑے، فروش اور قدیم یادگاریں لوگوں کے دیکھنے کو روانہ کر دیں۔ بعدازاں مال غنیمت ساٹھ ہزار لشکریوں میں تقسیم کیا گیا ہر سوار کو بارہ ہزار ملے۔ یہ کل فوجیں سواروں کی تھیں۔ پیادہ ان میں کوئی نہ تھا۔ ایوان شاہی کا سامان لوگوں میں تقسیم کر کے اہل وعیال کو عتیق سے بلوا کر اسی ایوان میں ٹھہرایا اور یہیں ان کو مقیم رکھا جب تک جلولا، حلوان تکریت اور موصل فتح نہ ہو گئے۔

سعدؓ نے علاوہ خمس کے جو چیزیں دربار خلافت میں بھیجی تھیں ان میں ہزار ہا نادرات وعجائبات روزگار اسباب تھے۔ کسریٰ کا فرش مونو بہار کے نام سے موسوم اور نوے گز لمبا 60 گز چوڑا تھا پورے کا پورا بھیج دیا گیا پھول پتیاں، درخت نہریں، تصویریں، غنچے، سونے چاندی کے تار اور جواہرات سے بنائے گئے تھے۔ شاہان فارس گرمی میں جب کہ بہار کا زمانہ منقضی ہو جاتا تھا اس فرش پر بیٹھ کر شراب نوشی کرتے تھے۔ جب یہ چیزیں مدینہ میں پہنچیں اور عامتہ المسلمین کے سامنے لائی گئیں تو دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ اسباب کو فاروق اعظمؓ نے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ فرش نو بہار کی نسبت ان کا منشاء تھا کہ تقسیم نہ کیا جائے اور چند لوگوں نے بھی عندالاستفسار یہی رائے ظاہر کی۔ لیکن علی مرتضیٰؓ کی رائے سے اس کی تقسیم بھی ہوئی چنانچہ اس کو بھی کاٹ کاٹ کر لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ علی مرتضیٰؓ کے حصہ میں اس کا جو ٹکڑا آیا تھا اس کو انہوں نے تیس ہزار میں فروخت کیا حالانکہ وہ نفیس ٹکڑوں میں سے نہ تھا۔

جنگ جلولا کے واقعات

اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ کو ان کے تمام مفتوحات پر نماز اور جنگ کا متولی مقرر کیا۔ حذیفہ بن الیمان ساحل فرات کے خراج پر اور عثمان بن حنیف کنارہ دجلہ کے شہروں کے خراج وصول کرنے پر مامور کئے گئے۔ ایرانی مدائن سے فرار ہو کر جلولاء میں پناہ گزیں ہوئے اور جنگ کی تیاریاں کرنے لگے اور آذربائیجان، باب اور جبال سے مدد طلب کر کے ایک عظیم الشان فوج مرتب کی۔ مہران رازی کو اپنا سپہ سالار بنایا۔ شہر کے چاروں طرف خندقیں کھدوائیں۔ راستوں اور گزرگاہوں پر لوہے کے گوکھرو بچھوا دیئے۔ یزدگرد ان دنوں حلوان میں تھا۔ سعدؓ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے فاروق اعظمؓ کو اس سے آگاہ کیا۔ فاروق اعظمؓ نے لکھ بھیجا: ''تیس ہزار کی جمعیت سے ہاشم بن عتبہ کو ایرانیوں کے مقابلہ پر روانہ کرو۔ مقدمتہ الجیش پر قعقاع کو سواد اور جبال کے درمیان شہروں کی حکومت دو۔''

جلولاء کا محاصرہ اور فتح

ہاشم اپنے لشکر جرار کو مدائن سے لے کر روانہ ہوئے اور چوتھے دن جلولا پہنچ کر محاصرہ کیا۔ اسی (80) روز تک گھیرے رہے۔ اثناء محاصرہ میں وقتاً فوقتاً ایرانی نکل نکل کر مقابلہ کرتے رہے۔ آخری لڑائی سب لڑائیوں سے زیادہ خطرناک اور لیلتہ الہریرہ سے کہیں بڑھی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس روز اس زور وشور کی آندھی چلی کہ اندھیرا ہو گیا۔ فارس کا لشکر مجبوراً پیچھے ہٹا لیکن گرد وغبار کی وجہ سے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ہزاروں سوار خندق میں گر کر مر گئے۔ اہل فارس نے خندق کے مختلف مقامات کو پاٹ پاٹ کر راستہ بنا لیا اور اپنے بچاؤ کے لئے خود ہی اپنے قلعہ کو خراب کر ڈالا۔ مسلمانوں کو یہ خبر ہوئی تو انہوں نے پھر کمریں باندھ لیں۔ دونوں حریف میدان جنگ میں دل توڑ کر لڑتے رہے۔ ایرانی لشکر مسلمانوں کو روک رہا تھا لیکن قعقاع جو مقدمتہ الجیش کے افسر تھے، کمال مردانگی سے بڑھے جاتے تھے۔

چنانچہ قعقاع اسی پٹے ہوئے راستہ سے گزر کر قلعہ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ لوگوں میں یہ غل ہوا کہ قعقاع نے خندق پر قبضہ کر لیا۔ اسلامی لشکر نے یہ سنتے ہی اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر دفعتہً حملہ کر دیا۔ ایرانی لشکر پسپا ہو کر بھاگا۔ حالت اضطراب میں ان کے حواس بجا نہ رہے اور وہ اسی طرف بھاگا جس طرف اہل فارس نے مسلمانوں کے حملے کی تیاری سن کر لوہے کے گوکھرو بچھوا دیئے تھے لہٰذا گھوڑے زخمی ہو گئے چلنے کے قابل نہ رہے پیادہ پا ہوئے۔ اسلامی لشکر نے ان کو تلواروں پر رکھ لیا۔ ایرانیوں میں سے جو لوگ اس معرکہ میں جانبر ہوئے ان کی تعداد نہایت کم تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک لاکھ ایرانی اس معرکے میں ہلاک ہوئے۔

حلوان کی تسخیر

قعقاع ان کے تعاقب میں خانقین تک بڑھے چلے گئے۔ یزدگرد یہ خبر سن کر حلوان چھوڑ کر رے کی طرف فرار ہوگیا اور حلوان میں حفاظت کی غرض سے خسروشنوم کو چند رسالہ کے ساتھ چھوڑتا گیا۔ قعقاع جب حلوان کے قریب پہنچے تو خسروشنوم نے شہر سے نکل کر مقابلہ کی تیاری کی۔ خسروشنوم کے مقدمتہ الجیش پر زینبی دہقان حلوان مامور تھا۔ یہ پہلے قعقاع کے مقابلے پر آیا۔ قعقاع نے اس کو قتل کر کے مقدمہ پر حملہ کر دیا۔ خسروشنوم یہ صورت دیکھ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ یوں قعقاع نے حلوان پر قبضہ کر لیا۔

سعدؓ نے ان کامیابیوں کے بعد مژدۂ فتح کے ساتھ مال غنیمت کا پانچواں حصہ مدینہ منورہ روانہ کیا اور آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی۔ جواباً فاروق اعظمؓ نے لکھ بھیجا کہ ''چونکہ سواد اور جبل کا درمیانی حصہ ایک قدرتی قلعہ سے گھرا ہوا ہے اور اہل فارس ہم تک نہیں آ سکتے ہیں، اس لئے چند روز مسلمانوں کو آرام دینے کے لئے توقف کرو۔'' اس واقعہ میں تین کروڑ کا مال غنیمت ہاتھ آیا جس کو سلیمان بن ربیعہ نے تقسیم کیا۔ ہر سوار کو نو نو ہزار اور نو نو گھوڑے ملے۔ حضرت سعدؓ کا سفیر جس وقت مژدۂ فتح اور خمس لے کر مدینہ منورہ میں داخل ہوا شام ہوگئی تھی۔ فاروق اعظمؓ نے قسم کھائی کہ: ''جب تک میں اس مال کو تقسیم نہ کر لوں گا اس وقت تک یہ کسی چھت کے نیچے نہ رکھا جائے گا۔'' اس وجہ سے مال غنیمت صحن مسجد میں رکھ دیا گیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن ارقم رات بھر حفاظت کرتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں کی آنکھیں جواہرات کے انبار دیکھ کر خیرہ ہوگئیں۔ فاروق اعظمؓ مال غنیمت اور جواہرات کو دیکھ کر رو پڑے۔ عبدالرحمٰن نے کہا: ''امیر المومنین یہ تو مقام شکر تھا آپ روکیوں پڑے؟'' فاروق اعظمؓ نے جواب دیا: ''جس قوم کو اللہ تعالیٰ دولت دنیا دیتا ہے اس میں رشک وحسد آ جاتا ہے اور جب حسد پیدا ہوتا ہے تو قوم میں نفاق اور ناانصافی کی بنیاد پڑ جاتی ہے''۔ فاروق اعظمؓ نے سرزمین سواد میں حلوان وقادسیہ کے درمیان زمین کی تقسیم کی ممانعت کر دی تھی۔ جریر نے فرات کے کنارے پر کچھ زمین خرید لی تھی جسے فاروق اعظمؓ نے واپس کرنے کا حکم صادر کیا۔

معرکہ سبدان

ہاشم جلولاء سے مدائن واپس آئے تو معلوم ہوا کہ ادین بن ہرمزان نے ایک لشکر از سرنو مرتب کر لیا ہے اور بقصد مقابلہ سہل کی طرف آ رہا ہے سعدؓ نے ایک لشکر ضرار بن الخطاب کی ماتحتی میں روانہ کیا۔ مقام بدان میں صف آرائی ہوئی۔ ضرار نے ادین کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور ایرانیوں کے تعاقب میں نہروان تک بڑھتے چلے گئے۔ سبدان کے مفتوحہ مقامات اہل سبدان کو لوٹا دیئے اور وہیں مقیم رہے۔ بعض کا خیال ہے کہ سبدان کا واقعہ نہاوند کے واقعہ کے بعد ہوا ہے۔

والیٔ فرات کی گرفتاری

فاروق اعظمؓ نے جس وقت مثنیٰ بن حارث کو حیرہ کی جانب روانہ کیا تھا اسی زمانہ میں قطبہ بن قتادۃ السدوسی کو بصرے کی طرف بھیجا تھا۔ قطبہ نے فاروق اعظمؓ سے امداد طلب کی۔ دارالخلافت سے شریح بن عامر بن سعد بن بکر کو بصرہ جانے کا حکم ملا۔ چنانچہ شریح بن عامر قطبہ بن عامر کو بصرے میں چھوڑ کر اہواز کی طرف بڑھ گئے۔ اثنائے راہ میں ایرانیوں سے مقابلہ ہوا۔ کمال دلاوری سے لڑ کر میدان جنگ میں مردانہ وار جان دی۔ فاروق اعظمؓ نے ان اطراف پر عتبہ بن غزوان کو حاکم مامور کر کے روانہ کیا اور انہیں ملک عرب اور بلاد عجم کے درمیان سرحدی مقام پر ٹھہرنے کا حکم دیا۔ علاء بن الحضرمی کو لکھا کہ عرفجہ بن ہرثمہ کو عتبہ بن غزوان کی مدد پر بھیج دو۔ لہٰذا جس وقت عتبہ، جبال جسر میں پہنچے والیٔ فرات یہ خبر پا کر چار ہزار کی جمعیت سے مقابلہ میں اترا۔ اگرچہ عتبہ کی رکاب میں صرف پانچ سو سپاہی تھے لیکن اہل اسلام نے اہل کفر کے چھکے چھڑا دیئے۔ ایک ایک کو چن چن کر قتل کیا۔ آخر میں والیٔ فرات کو حراست میں لے لیا اور 14ھ میں مقام خریبہ پر آ اترے جہاں اب بصرہ آباد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ واقعہ جلولاء کے بعد بصرہ آباد کیا گیا ہے اور سعدؓ نے عتبہ کو فاروق اعظمؓ کے حکم سے بصرے کی جانب روانہ کیا تھا اور یہ ایک مہینہ تک وہاں ٹھہرے رہے۔

ایلہ کی فتح

اب اہل ایلہ نے مسلمانوں کی مخالفت پر کمر باندھی۔ اہل ایلہ کے ساتھ کشتیوں پر چین کا اسباب تھا۔ عتبہ نے پانچ سو سواروں سے مقابلہ کیا اور لڑائی ختم ہونے پر اپنی لشکرگاہ میں واپس آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایلہ کو ایسا مرعوب کر دیا کہ وہ کمال بے سروسامانی سے معمولی معمولی اسباب اٹھا کر شہر خالی کر کے دریا عبور کر گئے۔ اگلے روز اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوا جس قدر مال و اسباب پایا باہم تقسیم کر لیا۔ اس کے بعد بصرہ کی بنیاد پڑی سب سے پہلے مسجد بنائی گئی۔ مسجد کی چھت کھجور کے پتوں وغیرہ سے بنی۔

مرزبان کی گرفتاری

ایرانی ایلہ سے شکست کھا کر دشت میاں میں پہنچے جہاں مرزبان نے ان لوگوں کی امداد کے لئے ایک گروہ کثیر جمع کر رکھا تھا۔ عتبہ کو یہ اطلاع ملی۔ فوراً پہنچ کر اس گروہ کو پسپا کر دیا اور مرزبان گرفتار کر لیا گیا۔ قتادہ نے اس کا تاج چھین کر فاروق اعظمؓ کے پاس بھیج دیا۔ فاروق اعظمؓ نے تاج مرصع دیکھ کر وہاں کی حالت دریافت کی۔ لوگوں نے بیان کیا کہ: ''دنیا وہاں پھٹی پڑتی ہے۔ سیم و زر ابلا پڑتا ہے۔'' لوگوں کو اس خبر سے بصرے کی طرف رغبت ہوئی۔ اکثر آدمی مدینہ سے بصرے میں آ رہے۔ پھر عتبہ نے مجاشع بن مسعود کو لشکر پر اپنی طرف سے امیر مقرر کر کے فرات کی جانب بھیجا اور امامت پر مغیرہ بن شعبہ کو تا واپسی مجاشع مقرر کر کے عتبہ خود فاروق اعظمؓ کے پاس چلے آئے۔

مرغاب کی لڑائی

روانگی کے بعد عتبہ سرداران فارس سے الف بیکان نے مسلمانوں سے جنگ کرنے کی ٹھانی۔ مغیرہ بن شعبہ نے مقام مرغاب میں اس سے مقابلہ کیا۔ لڑائی نہایت زور و شور سے جاری تھی اور فریقین جی توڑ کر لڑ رہے تھے کہ عساکر اسلامی کی عورتوں نے دوپٹوں کے پرچم بنائے اور اپنے لشکریوں میں آ ملیں۔ ایرانیوں نے ان نشانوں کو دیکھ کر ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دیئے اور یہ سمجھ کر کہ عساکر اسلامی کی مدد آ پہنچی۔ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ کامیابی کے بعد مغیرہ نے بشارت نامہ فتح فاروق اعظمؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ فاروق اعظمؓ نے عتبہ کو پھر ان کے مفتوحات کی جانب واپس کیا جو بہ قضائے الٰہی اثنائے راہ میں انتقال کر گئے۔ بعض کہتے ہیں 15ھ میں عتبہ کو بصرہ کی امارت دی گئی تھی۔ بعض کہتے ہیں 16ھ میں عتبہ امیر بصرہ مقرر کئے گئے تھے اور انہوں نے چند دن حکومت کی۔ اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو مقرر کیا۔ دو سال تک یہ حکومت کرتے رہے۔ پھر جب لوگوں نے ان پر الزامات لگائے تو معزول کئے گئے اور بجائے ان کے ابوموسیٰ مامور ہوئے۔ بعض کے بقول: عتبہ کے بعد ابوسیرہ اور ان کے بعد مغیرہ مقرر کئے گئے تھے۔

باب:۱۴

فتح شام

معرکہ ذوالکلاع اور فتح حمص

فحل میں رومیوں کو ہزیمت اٹھانے پر مجبور کر دینے کے بعد ابوعبیدہؓ اور خالد رضی اللہ عنہما نے بقصد حمص روانہ ہو کر ذوالکلاع میں پڑاؤ ڈالا۔ ہرقل شہنشاہ روم نے توذر بطریق کو ان کے مقابلہ پر بھیجا جس نے مرج روم میں پہنچ کر قیام کیا۔ توذر بطریق نے خالدؓ بن الولید کے مقابلہ پر اور شمس بطریق نے ابوعبیدہؓ کے مقابلہ پر مورچہ قائم کیا۔ تمام رات فریقین خوف ورجا سے نہ سوئے۔ کسی کو اشتیاق جنگ بے چین کئے تھا اور کوئی جان کے خوف سے کانپ رہا تھا۔ صبح ہوتے توذر نے دمشق کا رخ کیا، خالد بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ یزید بن ابی سفیان کو یہ اطلاع پہنچی انہوں نے دمشق سے نکل کر توذر کا راستہ روکا اور لڑائی شروع ہوگئی۔ اس اثناء میں خالد نے پہنچ کر رومیوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ دو دو حملوں نے رومیوں پر میدان جنگ تنگ کر دیا۔ اس کثیر التعداد رومی فوج سے جو توذر کے ہمراہ تھی معدودے چند جاں بر ہوئی۔ مال واسباب جو کچھ ان کے ساتھ تھا اس کو مسلمانوں نے لوٹ لیا۔ یزید تو دمشق کو واپس گئے اور خالد مرج روم کی طرف لوٹے۔

ابوعبیدہؓ نے خالدؓ کی روانگی کے بعد شمس بطریق سے لڑائی چھیڑ دی تھی۔ ہنوز کوئی فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ خالدؓ اپنی رکاب کی فوج لئے آگئے۔ اسلامی لشکر جوش مسرت سے اللہ اکبر پکار اٹھا جس سے سارا میدان جنگ گونج گیا۔ یوں رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اثناء دار وگیر میں شمس بطریق ابوعبیدہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ رومیوں نے میدان جنگ سے بھاگ کر حمص میں پناہ لی۔ ہرقل اس ہزیمت کا حال سن کر بطریق حمص کو شہر حوالے کر کے الرہا چلا گیا۔ ابوعبیدہ نے حمص پر پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اہل حمص نے امان طلب کی۔ ابوعبیدہؓ نے صلح کر لی۔ ایام محاصرہ میں ہرقل نے اہل حمص کی امداد کی غرض سے اہل جزیرہ کو روانہ کیا تھا لیکن چونکہ سعدؓ بن ابی وقاص نے عراق کے عساکر اسلامی سے ایک گروہ کو ہیت وقرقیسیا بھیج دیا تھا اس وجہ سے اہل جزیرہ حمص کے چھڑانے کو نہ پہنچ سکے مجبور ہو کر اپنے بلاد کو لوٹے اور اہل حمص نے امداد سے ناامید ہو کر انہی شرائط پر صلح کر لی جس پر اہل دمشق نے صلح کی تھی۔

حضرت ابوعبیدہؓ اور خالدؓ بن ولید کی فتوحات

فتح حمص کے بعد ابوعبیدہؓ نے حماۃ پر فوج کشی کی۔ اہل حماۃ نے جزیہ اور خراج دے کر صلح کر لی۔ بعد ازاں اسلامی فوجیں شیرز کی طرف بڑھیں اور شیرز کو بہ صلح تسخیر کر کے معرہ کا قصد کیا۔ معرہ کو معرۃ النعمان بھی کہا جاتا ہے اور نعمان بن بشیر انصاری کی طرف اس کو منسوب کرتے ہیں۔ اہل معرہ نے شہر سے نکل کر اہل حماۃ کی طرح صلح کر لی۔ دلاوران اسلام لاذقیہ پہنچے اور اس کو بزور تیغ حاصل کر کے سلمیہ کو بھی اسی طرح تسخیر کیا۔ بعد ازاں ابوعبیدہؓ نے خالد بن الولیدؓ کو قنسرین کی جانب روانہ کیا۔ میناس نے جس کا رتبہ ہرقل کے بعد سب سے زیادہ تھا، مقابلہ کیا۔ خالدؓ نے اس کو پسپا کر کے قنسرین کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد شہر فتح ہو گیا مگر خالدؓ بن ولید نے اس کو ویران کر دیا اور باستقلال تمام اس طرف سے خالدؓ نے، دوسری طرف سے عیاض بن غنم نے، کوفہ سے عمر بن مالک نے اور قرقیسیا کی جانب سے عبداللہ بن المعتمر نے موصل کا ارادہ کیا۔ ہرقل یہ خبر پا کر قسطنطنیہ کی جانب چلا گیا۔ جب فاروق اعظمؓ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو بے ساختہ بول اٹھے: "میں خالدؓ کو اس کے نفس کا سردار مقرر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم کرے وہ مجھ سے زیادہ لوگوں کو جانتے تھے۔" خالد اور مثنیٰ بن حارث کو فاروق اعظمؓ نے کسی اور وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔ خیال یہ پیدا ہوا تھا کہ کثرت فتوحات سے کہیں خالدؓ اور مثنیٰ کو غرور نہ آ جائے۔ چنانچہ ابوعبیدہؓ کے بعد مثنیٰ بن حارث کے ثابت قدم رہنے سے فاروق اعظمؓ

نے مثنیٰ کو پھر افسر لشکر بنایا اور ایسا ہی بعد واقعہ قنسرین خالد کو دوبارہ عہدۂ امارت پر مامور کیا۔

اہل قنسرین کی سرکشی اور دوبارہ اطاعت

مہم قنسرین سے فراغت پا کر ابوعبیدہؓ نے حلب کی طرف کوچ کیا۔ اثناء راہ میں یا حلب کے قریب پہنچ کر یہ خبر آئی کہ اہل قنسرین نے عہد شکنی کی اور ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ سمط کندی چند دستہ فوج کے سردار مقرر ہو کر اہل قنسرین کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔ قنسرین پہنچ کر شہر کا محاصرہ کیا۔ دوبارہ بزور تیغ فتح کیا اور بہت سامال واسباب لوٹ لیا۔ اس عرصے میں ابوعبیدہؓ حلب کے قریب مقام خناصر (یا خاضر) میں جا اترے۔ یہاں پر عرب کے بہت سے قبیلے آباد تھے جنہوں نے جزیہ دے کر صلح کر لی اور چند دنوں کے بعد تمام مسلمان ہو گئے۔

حلب کی تسخیر

اہل حلب ابوعبیدہ کی آمد کی خبر سن کر قلعہ میں پناہ گزین ہوئے۔ عیاض بن غنم نے جو مقدمتہ الجیش کے افسر تھے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بعد چندے امان دے کر اور مقبوضہ شہروں کی طرح ان شرائط پر مصالحت کر لی کہ عیسائی رعایا جزیہ دیا کریں اور مسلمان ان کے جان ومال اور گرجوں سے معترض نہ ہوں۔ ابوعبیدہؓ نے اس صلح وامان کو جائز رکھا اور معاہدہ لکھ دیا۔ کچھ کہتے ہیں کہ گرجوں اور شاہی عمارت کی تقسیم پر صلح ہوئی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ عیسائی حلب چھوڑ کر انطاکیہ چلے گئے تھے یہاں تک کہ انطاکیہ فتح ہو گیا۔ اس وقت عیسائی مصالحت کر کے حلب میں واپس آئے۔

انطاکیہ کی فتح

ابوعبیدہ حلب کو فتح کر کے انطاکیہ کی طرف بڑھے۔ انطاکیہ میں قیصر کے شاہی محلات واقع تھے۔ اکثر اوقات بغرض تبدیلیٔ آب وہوا قیصر یہاں قیام کرتا تھا۔ یہاں پر مختلف مقامات سے عیسائی بھاگ کر آئے تھے اور اس کو اپنا مامن وملجا سمجھ کر قیام پذیر تھے۔ مسلمانوں کی آمد کی اطلاع سن کر انطاکیہ کے باہر صف آرا ہوئے۔ ابوعبیدہ نے پہلے ہی حملہ میں ان کو حوصلے پست کر دیئے۔ عیسائی افواج شکست اٹھا کر شہر میں پہنچیں اور ابوعبیدہؓ نے ان کو پوری طرح گھیر لیا۔ چند روز کے بعد عیسائیوں نے مجبور ہو کر جلاوطنی یا جزیہ دینے پر صلح کر لی۔ جو عیسائی جزیہ نہ دے سکا وہ انطاکیہ چھوڑ کر کسی اور طرف چلا گیا۔ اس کے بعد عیسائیوں نے پھر بدعہدی کی۔ عیاض بن غنم اور حبیب بن مسلمہ نے پھر لڑ کر ان کو زیر کیا اور ان کی درخواست پر حسب شرائط صلح اول دوبارہ مصالحت کر لی گئی۔ چونکہ عیسائیوں کا بار بار نقض عہد کرنا اور ان کی سرکوبی کا از سر نو انتظام کرنا ایک غیر معمولی واقعہ تھا اس وجہ سے ابوعبیدہ نے دربار خلافت کو اس سے باخبر کیا۔ فاروق اعظمؓ کے لکھنے پر شہر کی محافظت کے لئے فوجیں مامور کر کے ان کے وظائف اور تنخواہیں مقرر کر دیں جو اوقات معینہ پر ان کو ادا کی جاتی تھیں۔

معرکہ معرہ مصرین

اس کے بعد رومیوں کا ایک گروہ حلب کے قریب معرہ مصرین میں مسلمانوں کے خلاف جمع ہوا۔ ابوعبیدہ نے یہ سن کر لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور سر میدان لڑ کر ان کے مجمع کو منتشر کیا۔ عوام الناس کا کوئی شمار نہیں، عیسائیوں کے بہت سے مذہبی پیشوا بھی میدان جنگ میں کام آ گئے۔ اہل حلب کی طرح صلح کی درخواست کی۔ ابوعبیدہ نے قبول کر لی اور معاہدہ لکھ کر دے دیا۔

ان واقعات سے عساکر اسلامی کی بہادری، دلاوری، استقلال اور عزم کا لوگوں کے دلوں پر سکہ بیٹھ گیا۔ جس طرف کوئی افسر تھوڑی سی فوج لے کر نکل جاتا تھا عیسائی امراء خود آ کر مصالحت کر لیتے تھے۔ ابوعبیدہ نے چاروں طرف اسلامی فوجیں پھیلا دیں۔ رفتہ رفتہ عساکر اسلامی نے قنسرین اور انطاکیہ کے کل شہروں پر قبضہ کر لیا۔ پھر حلب کو دوبارہ تسخیر کر کے قورس کا قصد کیا۔ مقدمتہ الجیش پر عیاض بن غنم تھے۔ بلا کسی جدال و قتال کے اہل انطاکیہ کے شرائط صلح پر اہل قورس نے صلح کر لی۔ تل عزاز اور اس کے قریب قریب جتنے شہر تھے آسانی سے اس طرح مفتوح ہو گئے حتیٰ

کہ کہیں پر خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ منبج کو سلمان بن ربیعہ باہلی نے مصالحت سے فتح کیا۔ عیاض نے اہل دلوک، ضیاب سے اہل منبج کے شرائط پر صلح کر لی۔ مگر یہ ایک شرط اضافہ کر دی: ''وقت ضرورت فوجی خدمت بھی انجام دینی ہوگی۔''

بغراس پر قبضہ

ابوعبیدہؓ حسب ہدایت فاروق اعظمؓ جن جن شہروں کو فتح کرتے تھے ان پر اپنی طرف سے ایک عامل مقرر کر کے اس کی حفاظت کے لئے ایک لشکر چھوڑتے جاتے اور اس کے سرحدی مقامات پر حفاظت کی غرض سے فوجی گارڈ متعین کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ شام میں جس قدر شہر فرات تک تھے ان پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ بعدازاں ابوعبیدہؓ نے فلسطین کی جانب مراجعت کی اور ایک لشکر بسرداری میسرہ بن مسروق عیسیٰ بغراس روانہ کیا۔ یہاں عرب کے بہت سے قبیلے غسان، تنوخ اور ایاد پہلے سے آباد تھے مگر مسلمانوں کی آمد سن کر رومیوں کے ساتھ ہرقل کے پاس جانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ میسرہ بن مسروق نے پہنچ کر ان پر حملہ کیا۔ ہزاروں جانیں اس معرکہ میں ضائع ہوئیں۔ اثنائے جنگ ابوعبیدہ نے مالک بن اشتر نخعی کو انطاکیہ سے میسرہ کی کمک پر بھیج دیا۔ دشمن گھبرا کر میدان جنگ سے پسپا ہو کر بھاگا۔ عساکر اسلامی شہر پر قبضہ حاصل کر کے ابوعبیدہ کے پاس واپس آئے۔ خالدؓ ایک چھوٹا سا لشکر لے کر مرعش کی جانب بڑھے اور لڑ کر اس شرط پر اس کو مفتوح کیا کہ عیسائی شہر چھوڑ کر نکل جائیں۔ حبیب بن مسلمہ نے حصن حرث کو اسی شرط پر فتح کیا۔

قیساریہ کی فتح

انہی واقعات کے اثناء میں یزید بن ابی سفیان نے اپنے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کو بحکم فاروقؓ اعظم قیساریہ کی طرف فوج دے کر بھیجا۔ اس وقت علقمہ بن مجزز، غزہ میں قیفاء بطریق روم سے لڑ رہے تھے۔ معاویہ نے قیساریہ کو اپنے حصار میں لے کر لڑائی شروع کر دی۔ چند روز تو اہل قیساریہ نے مقابلہ کیا آخر کار جب کہ ان کے اسی ہزار آدمی معرکہ جنگ میں کام آ چکے تھے میدان جنگ چھوڑ کر فرار ہوئے اور معاویہ نے قیساریہ پر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔

معرکہ اجنادین

مہم مرج روم سے ابوعبیدہ و خالد فارغ ہو کر جس وقت حمص میں آئے عمرو شرجیل نے بیسان کے مقامات پر حملہ کر کے انہیں فتح کر لیا۔ اہل اردن نے خوفزدہ ہو کر مصالحت کر لی۔ رومیوں کو اس سے سخت برہمی پیدا ہوئی۔ انہوں نے غزہ و بیسان کی اطراف سے ایک کثیر التعداد فوج جمع کر کے اجنادین میں قیام کیا۔ بطارقہ روم سے ارطبون نامی مشہور بطریق فوج کا سپہ سالار تھا۔ عمرو شرجیل نے یہ خبر پا کر اردن میں ابوالاعور السلمی کو چھوڑا اور خود نہایت استقلال و ثابت قدمی سے رومیوں کی جانب بڑھے۔ ارطبون بطریق نے اپنی فوج کو دو حصے الگ کر کے ایک کو رملہ میں دوسرے کو بیت المقدس میں ٹھہرایا تھا اور باقی فوج لئے ہوئے خود اجنادین میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ عمرو نے علقمہ بن حکیم فراسی اور مسرور بن العکی کو بیت المقدس پر حملہ کرنے کو روانہ کیا۔ ابوایوب المالکی کو اہل رملہ سے لڑائی کرنے کو بھیجا اور خود ارطبون کے مقابلہ کو اجنادین کی طرف بڑھے۔ اجنادین میں بہت سخت لڑائی ہوئی۔ دونوں حریف جنگ یرموک کی مانند جی توڑ کر لڑے۔ آخر میں ارطبون پسپا ہو کر بیت المقدس کی طرف فرار ہوا۔ عساکر اسلامی نے جو بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تھا راستہ دے دیا۔ چنانچہ ارطبون بیت المقدس چلا گیا اور عمرو اجنادین میں جا اترے۔ اس سے قبل ہم اس واقعہ کو ان لوگوں کی روایت کی رو سے جنگ یرموک سے پہلے لکھ آئے ہیں جنہوں نے واقعہ اجنادین کو قبل یرموک بیان کیا ہے اور یہاں پر ان لوگوں کی روایت کے لحاظ سے اس واقعہ کو ہم نے لکھا ہے جو جنگ اجنادین کو واقعہ یرموک کے بعد بیان کرتے ہیں۔

بیت المقدس کی عظیم فتح

بیت المقدس میں ارطبون کے پہنچنے کے بعد عمرو نے غزہ کو فتح کیا۔ بعض کے بقول غزہ خلافت صدیق اکبرؓ میں مفتوح ہوا۔ بہرکیف اس کے

بعد عمرو نے سبط پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ واضح رہے کہ یہاں پر یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کی قبر ہے۔ پھر نابلس، لد، عمواس، بیت حمرین یافا، رفح اور کل بلاد اردن نہایت آسانی سے یکے بعد دیگرے مفتوح ہو گئے صرف بیت المقدس باقی رہ گیا جس کے گرد و نواح کے تمام شہروں پر عمرو بن العاص قبضہ حاصل کر کے خود اس کے محاصرہ کو بڑھے۔ عیسائی قلعہ بند ہو کر لڑنے لگے۔ اس وقت ابو عبیدہ شام کے آخری ضلع قنسرین کو تسخیر کر چکے تھے اور بیت المقدس کا رخ کیا تھا۔ عیسائیوں نے ہمت ہار کر مصالحت کی گفتگو پیش کی۔ شرائط صلح میں مزید اطمینان کے لئے ایک شرط کا اضافہ کیا کہ: ''عمر بن الخطابؓ خود آ کر معاہدہ لکھیں۔'' مسلمانوں نے فاروق اعظمؓ کو خط لکھا۔ عمر فاروقؓ مدینہ میں علی ابن ابی طالبؓ کو اپنا قائم مقام بنا کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ عساکر اسلامی کو اپنی روانگی سے باخبر کیا اور کوچ و قیام کرتے ہوئے آخر کار بیت المقدس پہنچے۔

حضرت عمرؓ کا خیر مقدم

یزید بن ابی سفیان، پھر ابو عبیدہ بن الجراح اور بعد ازاں سواروں کا رسالہ لئے ہوئے خالدؓ بن ولید استقبال کو آئے۔ یہ سب دیبا و حریر کی قبائیں اور حلے پہنے ہوئے تھے۔ فاروق اعظمؓ تکلف کا یہ لباس دیکھ کر برہم ہو گئے۔ گھوڑے سے کودے، کنکریاں اٹھا اٹھا کر ان لوگوں کو ماریں اور نہایت طیش سے کہا: ''تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تم لوگ میرے خیر مقدم کو اس زیب و زینت سے آئے ہو۔ دو ہی برس میں اپنی حالت تبدیل کر دی۔ عجمیوں کی عادت اختیار کر لی۔'' ان لوگوں نے عرض کی: ''ان قباؤں کے نیچے ہتھیار جنگ ہیں۔ یعنی ہم نے فن سپہ گری نہیں چھوڑا ہے۔'' فاروق اعظمؓ نے کہا: ''تب کچھ مضائقہ نہیں ہے۔'' پھر آپ جابیہ میں داخل ہوئے۔ اراکین بیت المقدس ملنے کو آئے۔ ارطبون مصر کی طرف بھاگ گیا۔ اہل بیت المقدس نے جزیہ دے کر مصالحت کر لی اور دروازے کھول دیئے اور اہل رملہ نے بھی ایسا ہی کیا۔

صوبہ فلسطین کی تقسیم

فتح کے بعد بیت المقدس صوبہ فلسطین کے دو حصے کر دیئے گئے۔ ایک پر علقمہ بن حکیم عامل مقرر کیے گئے اور ان کو رملہ میں قیام کرنے کا حکم دیا گیا جبکہ دوسرے پر علقمہ بن محرز مامور ہوئے اور بیت المقدس میں ٹھہرائے گئے۔ جابیہ میں فاروق اعظمؓ نے چندے قیام کیا۔ یہیں پر بڑے بڑے افسروں اور رؤساء شہر نے آ کر ملاقات کی۔ بعد ازاں فاروق اعظمؓ سوار ہو کر بیت المقدس گئے۔ صخرہ کو صاف کرا کے مسجد بنانے کا حکم دیا۔ یہ واقعات 15ھ کے ہیں بعض کہتے ہیں 16ھ کے ہیں۔ رومیوں میں سے جو شخص اس مصالحت کا مخالف تھا وہ ارطبون کے ساتھ مصر چلا گیا۔ ارطبون نے زمانہ فتح مصر میں وفات پائی۔ کچھ کے بقول ارطبون مصر نہیں گیا بلکہ روم چلا گیا تھا اور وہیں کسی صوبہ میں پیوند خاک ہوا۔

اسی 15ھ میں فاروق اعظمؓ نے فوجی نظام درست کیا اور تمام عرب کے جدا جدا وظائف اور تنخواہیں مقرر کیں اور جب وہ دفتر یا رجسٹر مکمل و مرتب ہو گیا تو اس کا نام دیوان رکھا۔ صفوان ابن امیہ، حرث بن ہشام اور سہیل بن عمرو کی تنخواہیں جب اوروں سے کم مقرر کی گئیں تو ان لوگوں نے احتجاجاً کہا۔ ''واللہ ہم اپنے سے کسی کو افضل نہیں دیکھتے تو پھر ہماری تنخواہیں اور لوگوں سے کیوں کم مقرر کی گئیں۔'' فاروق اعظمؓ نے جواب دیا: ''میں نے سابق الاسلام ہونے کے لحاظ سے تنخواہیں مقرر کی ہیں نہ کہ افضلیت و اولیت کے خیال سے۔'' صفوان نے کہا: ''ہاں یہ بات البتہ قابل پذیرائی ہے۔'' اور مقررہ وظیفہ قبول کر کے یہ تمام ملک شام چلے گئے اور برابر جہاد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہیں کسی لڑائی میں شہید ہو گئے۔

دیوان مرتب ہونے کے وقت علیؓ ابن ابی طالب اور عبدالرحمٰن ابن عوف نے کہا: ''تم اپنی ذات سے شروع کرو۔'' فاروق اعظمؓ نے کہا: ''نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سے شروع کرو اور درجہ بدرجہ جس قدر آپؐ سے باعتبار قرابت دور ہوتا جائے اس کو بہ ترتیب لکھتے جاؤ یہاں تک کہ جب نوبت آئے تو مجھ کو بھی لکھ دو۔'' یہاں واضح رہے کہ خلفائے راشدینؓ میں سے آپ کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے آخر میں جا کر ملتا ہے۔

تنخواہیں بہ لحاظ درجات

الغرض اس ہدایت کے موافق جب دیوان تیار ہو گیا تو فاروق اعظمؓ نے کسی کی پانچ ہزار اور کسی کی چار ہزار، کسی کی تین ہزار، کسی کی ڈھائی

ہزار کسی کی دو ہزار۔ ہزار۔ پانچ سو۔ تین سو۔ ڈھائی سو۔ دو سو یعنی بہ لحاظ مراتب تنخواہیں مقرر کیں۔ ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کی تنخواہیں دس دس ہزار مقرر کی گئیں اور عائشہؓ صدیقہ کو علاوہ مقررہ تنخواہ کے دو ہزار زیادہ دیئے گئے اور عورتوں میں بھی مراتب کے لحاظ سے وظائف مقرر ہوئے۔ بدریوں کے لئے پانچ ہزار درہم، پھر چار ہزار، پھر تین ہزار پھر دو سو اور لڑکوں کو سو سو اور مساکین کو دو دو جریب ماہوار تنخواہیں تجویز ہو کر، دی گئیں اور بیت المال میں کچھ بھی باقی نہ رکھا گیا۔

حضرت عمرؓ کے ذاتی اخراجات

بعض نے بیت المال میں کچھ نہ کچھ باقی رکھنے کی درخواست کی۔ عمر فاروقؓ نے جواب دیا: ''میرے بعد یہی بنائے فساد ہوگا۔'' پھر صحابہؓ سے فاروق اعظمؓ نے بیت المال سے اپنا نفقہ مقرر کرنے کی بابت دریافت کیا۔ صحابہؓ نے بقدر حاجت بیت المال سے روپیہ لینے کی اجازت دی۔ بعد چندے جب فاروق اعظمؓ کی ضروریات بڑھ گئیں اور اب وہ روپیہ ان کے مصارف کو کافی نہ ہوتا تو صحابہؓ نے ام المومنین حفصہؓ (عمر فاروقؓ کی بیٹی) کے ذریعہ سے زیادتی تنخواہ کی تحریک کی۔ فاروق اعظمؓ بہت برہم ہوئے، ام المومنین حفصہؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت، لباس اور بچھونے کے بارے میں پوچھا کہ کیسا تھا اور آپ کی بسر اوقات کیونکر ہوتی تھی۔ ام المومنین حفصہؓ نے بتلایا ''اس مقررہ روپیہ سے کم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گزر ہو جاتی تھی۔'' فاروق اعظمؓ نے کہا: ''واللہ میں فضول خرچی کو پسند نہ کروں گا اور نہ دنیاوی امیدوں کو آخرت پر ترجیح دوں گا۔ میری اور میرے دونوں دوستوں کی بعینہ یہ مثال ہے کہ تین افراد نے سفر کیا۔ پہلا تو اپنا زادِ سفر لے کر گزر گیا اور منزل تک پہنچ گیا۔ پھر اس کے بعد دوسرے نے اس کی پیروی کی اور وہ بھی اس سے جا ملا اور اب دونوں صاحبوں کے بعد تیسرے کی باری آئی۔ پس اگر اس نے انہیں دونوں کا راستہ اختیار کیا اور اسی قسم کا زادِ راہ لیا جیسا کہ ان دونوں صاحبوں نے لیا تھا تو یہ بھی منزل مقصود پر ان سے جا ملے گا اور اگر کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو ان سے یہ کبھی نہیں مل سکتا اور نہ منزل مقصود تک ہی پہنچ سکتا ہے''۔

تکریت کا محاصرہ اور فتح

اسی سنہ کے جمادی الاولیٰ کے آخر یا اوائل جمادی الثانی میں تکریت مفتوح ہوا۔ مرزبان تکریت نے فتح مدائن سے متنبہ ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ میں اور سرزمین جزیرہ کو لشکر اسلام کے یلغار سے بچانے کے لئے جنگ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ رومیوں کو بھی اپنے درد کا شریک بنا لیا تھا۔ عرب کے چند قبائل ایاد، تغلب نمر اور مشارجہ بھی شریک جنگ ہو گئے تھے۔ سعدؓ بن ابی وقاص کو اس کی خبر لگی۔ دربار خلافت میں اطلاعی عرض داشت بھیجی تو حکم صادر ہوا: ''عبداللہ بن المعتم کو سر لشکر، ربعی بن الافکل کو افسر مقدمتہ الجیش، عرفجہ بن ہرثمہ کو سواروں پر، حارث بن حسان کو میمنہ پر، فرات بن حبان کو میسرہ پر اور ہانی بن قیس کو ساقہ پر مامور کر کے پانچ ہزار کی جمعیت سے تکریت کی طرف لشکر اسلام روانہ کرو۔'' چنانچہ عبداللہ بن المعتم تکریت کا چالیس دن تک محاصرہ کئے رہے۔ چوبیس حملے کئے۔ اثنائے محاصرہ میں عبداللہ بن المعتم نے قبائل عرب کو ملا لیا جس سے روزانہ مرزبان تکریت کے حالات معلوم ہوتے رہے۔ اخیر میں رومیوں نے اپنی کامیابی سے ناامید ہو کر کشتیوں پر مال و اسباب بار کر کے براہ دجلہ بھاگ جانے کا ارادہ کیا۔

تکریت میں جو قبائل عرب تھے انہوں نے عبداللہ بن المعتم کو اس واقعہ سے آگاہ کر دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ ''اگر تم ہم کو پناہ دو تو ہم عین معرکہ کے وقت ان سے علیحدہ ہو کر تم سے آملیں گے۔'' عبداللہ بن المعتم نے پیام دیا کہ: ''اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو تو مسلمان ہو جاؤ''۔ ان سب نے اس پیام کے پہنچتے ہی اسلام قبول کر لیا اور باہم یہ طے ہو گیا کہ جب عساکر اسلام کی تکبیر سننا تو تم بھی تکبیر کہہ کر دریا کا نالہ روک لینا۔ عبداللہ بن المعتم نے یہ انتظام کر کے وقت اور تاریخ مقررہ پر دھاوا کیا۔ عربوں نے عساکر اسلامی کی تکبیر سن کر اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور دریا کا ناکہ روک لیا۔ رومی اور عجمی دریا کی جانب سے تکبیر کی صدا سن کر یہ سمجھے کہ عساکر اسلامی نے دریا کی طرف سے بھی محاصرہ کر لیا ہے۔ اس خیال سے وہ اسی سمت بھاگے جس طرف مسلمانوں کی افواج تھیں۔ مسلمانوں نے جی توڑ کر حملہ کیا۔ اہل تکریت پیچھے ہٹے تو تکریت کے عربوں نے مارنا شروع کیا۔ سب کے

سب پامال ہو گئے۔ قبائل ربیعہ سے بنو تغلب، نمر اور ایاد دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور لوٹ مار سے محفوظ رہے۔ مال غنیمت تقسیم ہو گیا تو سواروں کے حصہ میں تین تین ہزار درہم اور پیادوں کو ایک ایک ہزار ملے۔

فتح موصل

بیان کیا جاتا ہے کہ عبداللہ بن المعتم نے عہد خلافت فاروقی میں ربعی بن الافکل کو بسر کردگی قبائل تغلب، ایاد اور نمر، موصل اور نینوا کی طرف روانہ کیا تھا چنانچہ ربعی نے ان مقامات کو بہ صلح و امان فتح کیا۔ یہ دونوں قلعے دجلہ کے کنارے (ایک شرقی جانب دوسرا غربی سمت پر) نہایت مضبوط بنے ہوئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ عتبہ بن فرقد نے 20ھ میں نینوا پر (جو دجلہ کے شرقی جانب ہے) بزور تیغ قبضہ حاصل کیا تھا اور اہل موصل نے (جو دجلہ کے غرب میں ہے) جزیہ دے کر مصالحت کر لی تھی۔ اسی زمانہ میں جبل اکراد اور کل بلاد موصل مفتوح ہوئے۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ عتبہ بن فرقد نے جزیرہ کی فتح کے بعد عیاض بن غنم کو موصل کی جانب روانہ کیا تھا جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

قبل واقعات متذکرہ بالا جزیرہ والوں نے ہرقل کو تحریر کیا تھا کہ آپ شام کی طرف توجہ فرمائیے اور حمص پر دوبارہ فوج کشی کیجئے۔ ہم مدد دینے کو تیار ہیں۔ چنانچہ اظہار مستعدی کے لئے جزیرہ والوں نے ایک بڑی فوج مرتب کر کے ہیت روانہ کی جس کی سرحد عراق سے ملتی تھی۔ سعد نے یہ خبر پا کر عمر بن مالک ابن جبیر بن مطعم کو سر لشکر مقرر کر کے بڑھنے کا حکم دیا۔ ان کے مقدمۃ الجیش پر حرث بن زید مقرر تھے۔ عمر بن مالک نے ہیت پر پہنچ کر محاصرہ کیا لیکن اہل ہیت نے شہر کی فصیلوں کو پہلے سے مستحکم کر لیا تھا اس کے ارد گرد خندقیں کھود لی تھیں جس سے مسلمانوں کے حملے کا اثر ان تک نہ پہنچتا تھا۔ عمر بن مالک نے مجبور ہو کر نصف لشکر کو حرث بن زید عامری کے پاس ہیت کے محاصرے پر چھوڑا اور نصف لے کر قرقیسیا پہنچے اور اس کے تسخیر کرنے میں مصروف ہوئے۔ اہل قرقیسیا نے مجبور ہو کر جزیہ دے کر صلح کر لی۔ بعد ازاں عمر بن مالک نے حرث بن زید کو لکھا اگر اہل ہیت اسلام یا جزیہ دینا قبول کریں تو محاصرہ اٹھا لو ورنہ تم بھی خندق کے مقابلہ پر خندق تیار کر کے لڑائی جاری رکھو یہاں تک کہ اسلام لائیں یا جزیہ دیں۔ حرث بن زید نے رومیوں سے بعینہ یہی پیام کہلا بھیجا، رومیوں نے جزیہ دینا قبول کیا اور حرث ان سے مصالحت کر کے عمر بن مالک سے آ کر مل گئے۔

حمص کا قصد

اہل جزیرہ کی تحریک پر ہرقل نے فوج کثیر کے ساتھ حمص کا قصد کیا۔ ابو عبیدہؓ کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے بھی اپنی افواج جمع کر کے حمص کے باہر صف آرائی کی۔ اس اثناء میں خالد بن ولید قنسرین سے آ پہنچے۔ دونوں نے متفق ہو کر فاروق اعظمؓ کو کل حالات تحریری طور پر بھیجے۔ فاروق اعظمؓ نے فوراً چاروں طرف قاصد دوڑائے اور سعد کو لکھا کہ آج ہی قعقاع بن عمرو کو (جو کوفہ میں ہیں) چار ہزار سوار کے ساتھ حمص بھیج دو۔ ہرقل نے پھر جنگ پر کمر باندھی ہے اور ابو عبیدہؓ نے حمص کے باہر صفیں جما رکھی ہیں۔ سہیل بن عدی کو حکم بھیجا کہ رقہ کی طرف بڑھ کر جزیرہ والوں کو حمص کی طرف بڑھنے سے روکو۔ عبداللہ بن عتبان کو نصیبین ہوتے ہوئے حران والرہا کی طرف بڑھنے کا کہا۔ ولید بن عقبہ کو عرب کے قبائل ربیعہ و تنوخ کی روک تھام پر جو جزیرہ میں آباد تھے مامور کیا اور جنگ کی صورت میں ان سب سرداروں پر عیاض بن غنم کو سربراہ مقرر فرمایا۔ فاروق اعظمؓ نے اس انتظام پر بھی قناعت نہ کی اور خود مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر بقصد حمص کی کمک کو جابیہ میں آ ٹھہرے۔ جب جزیرہ والوں نے یہ سنا کہ خود ان کے شہروں میں اسلامی لشکر اتر آیا ہے تو ہرقل سے علیحدہ ہو کر جزیرہ چلے گئے۔ ابو عبیدہؓ نے رومیوں پر حملہ کر کے ان کو پسپا کیا۔ معرکے کے تیسرے دن عراق سے قعقاع پہنچے۔ ابو عبیدہ نے فاروق اعظمؓ کو مژدہ فتح کے ساتھ قعقاع کے آنے کی بھی خبر کر دی۔ فاروق اعظم نے حکم بھیجا کہ: ''مال غنیمت میں قعقاع کو بھی شامل کرو۔''

عیاض بن غنم نے جزیرہ میں پہنچ کر سہیل بن عدی کو رقہ کی جانب بھیجا۔ اہل رقہ نے محاصرہ ہونے کے ساتھ جزیہ دے کر صلح کر لی۔ پھر عیاض نے حران کا رخ کیا۔ جزیرہ میں جس قدر قبائل عرب تھے سب نے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ البتہ ایاد بن نزار رومیوں کے ساتھ روم چلے گئے۔

حران والوں نے بھی جزیہ دینا قبول کر لیا۔ اس کے بعد سہیل اور عبداللہ کو الرہا کی جانب بھیجا۔ محاصرہ کی بھی نوبت نہ آئی تھی کہ اہل الرہا نے صلح کے لئے درخواست کی اور جزیہ دینا منظور کیا۔ غرض نہایت کم مدت میں رفتہ رفتہ تمام جزیرہ اس سرے سے اس سرے تک چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑ کر مفتوح ہو گیا۔ ابوعبیدہ نے فاروق اعظمؓ کو جس وقت جابیہ سے واپس ہو رہے تھے فتح جزیرہ کے حالات لکھے اور یہ درخواست کی کہ ''اگر خالدؓ کو آپ اپنے ساتھ مدینہ لے جائیں تو ان کے بجائے میرے پاس عیاض بن غنم کو چھوڑتے جائیے۔'' فاروق اعظمؓ نے درخواست منظور کر لی اور حبیب بن مسلمہ کو عراق عجم اور اس کی لڑائی پر اور ولید بن عقبہ کو وہاں کے عرب پر مامور کیا۔

فاروق اعظمؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ قبیلہ ایاد بادشاہ روم کے ملک میں جا کر آباد ہو گیا ہے تو آپ نے ہرقل کو مکتوب لکھ بھیجا ''مجھ کو یہ خبر لگی ہے کہ قبائل عرب کا ایک قبیلہ ہمارا ملک چھوڑ کر تمہارے ملک میں جا کر آباد ہوا ہے۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اگر تم ان کو اپنے ملک سے نکال باہر نہ کرو گے تو ہم تمام عیسائیوں کو جو ہمارے ملک میں آباد ہیں نکال کر تمہارے پاس بھیج دیں گے۔'' ہرقل نے قبیلہ ایاد کو اپنے ملک سے نکال دیا۔ چنانچہ قبیلہ ایاد کے چار ہزار آدمی شام اور جزیرہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ انہیں ولید بن عقبہ نے اسلام لانے پر مجبور کیا اور فاروق اعظمؓ کو اس امر کی اطلاع دی تو فاروق اعظمؓ نے لکھا کہ: ''ان لوگوں کو اسلام لانے پر مجبور نہ کرو اگر وہ جزیہ دینا منظور کریں تو قبول کر لو۔ یہ امر کہ اسلام کے سوا غیر مسلموں کی کوئی درخواست منظور نہ کی جائے گی جزیرۃ العرب (مابین مکہ، مدینہ اور یمن) کے لئے ہی مخصوص ہے۔ ہاں اس شرط کا ان کو ضرور پابند کرو کہ وہ اپنے لڑکوں کو اصطباغ نہ دیں اور کسی کو مسلمان ہونے سے بالکل نہ روکیں'' چند روز کے بعد بنوایاد نے ایک وفد دارالخلافت کی طرف روانہ کیا اور حضرت عمرؓ سے یہ درخواست کی کہ: ''جزیہ کے نام سے ان سے کوئی رقم نہ وصول کی جائے۔'' فاروق اعظمؓ نے درخواست منظور کر لی اور اس رقم کو صدقہ کے نام سے موسوم کر کے دو چند وصول کرنے کا حکم بھیج دیا۔ چونکہ بنوایاد کو ولید بن عقبہ سے کچھ وجوہات سے برہمی پیدا ہو گئی تھی لہٰذا ان کو معزول کر کے فرات بن حیان اور ہند بن عمر الجلی کو مقرر کیا گیا۔

جزیرہ کی فتح

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ 19ھ میں سعد نے عیاض بن غنم کو امیر لشکر مقرر کر کے جزیرہ کی طرف روانہ کیا تھا اسی لشکر میں سعد کے لڑکے عمرو بھی تھے۔ چنانچہ اسی سنہ میں جزیرہ مفتوح ہوا۔ اس کے بعد عمرو نے عیاض کے ساتھ الرہا کو فتح کیا۔ اہل حران نے جزیہ ادا کر کے صلح کر لی۔ ابوموسیٰ نے نصیبین مفتوح کیا۔ انہی ایام میں سعد نے عثمان بن ابی العاص کو آرمینیہ پر بھیجا تھا۔ آرمینیہ والوں نے بھی جزیہ دے کر صلح کر لی۔ اس کے بعد صوبہ فلسطین سے قیساریہ مفتوح ہوا۔ اس روایت کے لحاظ سے جزیرہ، فتوحات میں داخل کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ابوعبیدہ نے عیاض بن غنم کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ چنانچہ ابوعبیدہ کے انتقال کے بعد فاروق اعظمؓ نے بھی عیاض کو حمص، قنسرین اور جزیرہ کی حکومت پر مقرر کیا۔

ابن غنم کی فتوحات

اس کے بعد شعبان 18ھ میں پانچ ہزار سرفروشوں کے ساتھ عیاض بن غنم جزیرہ کے سر کرنے پر تیار ہوئے۔ ہبیرہ بن مسروق نے (جو ان کے ہراول کے افسر تھے) رقہ پر پہنچ کر چھ دن کے محاصرے کے بعد جزیہ لے کر مصالحت کر لی۔ رقہ کے اطراف و جوانب کے گاؤں والوں پر خراج مقرر کر کے حران کی طرف بڑھے۔ اتنے میں عیاض بھی آ پہنچے اور ایک فوج کو بسر کردگی صفوان بن معطل اور حبیب بن اوس اس کے محاصرے پر چھوڑ کر الرہا کی جانب چلے گئے۔ اہل الرہا نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا اور تھوڑی دیر تک بدحواسی کے ساتھ لڑنے کے بعد میدان جنگ سے فرار ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے چاروں طرف سے گھیر کر لڑائی شروع کر دی۔ آخرکار اہل الرہا نے امان طلب کی۔ عیاض جزیہ لے کر بمصالحت پھر حران کی طرف واپس آئے۔ اس وقت صفوان اور حبیب نے اہل حران سے صلح کر لی تھی اور حران کے نواحات کے کل قلعات اور دیہات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد سمیاط، سروج، راس کیفا، بنج، آمد، میافارقین، کفرتوثا، نصیبین، ماردین، موصل کا ایک قلعہ، اردن، روم تدلیس، خلاط اور منتہائے آرمینیہ بصلح وامان مفتوح ہوا۔ عیاض بن غنم نصرت کا جھنڈا لہراتے ہوئے رقہ لوٹے اور حمص میں پہنچ کر 20ھ میں رحلت کر گئے۔

راس عین اور ملطیہ کی فتح

فاروق اعظمؓ نے عیاض کی جگہ پر عمیر بن سعد انصاری کو مقرر کیا۔انہوں نے راس عین کو فتح کیا۔بعض کے بقول: عیاض نے ان کو راس عین کے سر کرنے کو بھیجا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ عیاض کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو راس عین کے فتح پر مامور کیا تھا۔ بعض مورخوں کا یہ بھی خیال ہے کہ فتح جزیرہ میں خالدؓ بن ولید، عیاض کے ساتھ تھے۔ لیکن بعض کا یہ خیال ہے کہ ابوعبیدہ کے بعد خالد کسی سردار کے ماتحت نہیں رہے۔

غرض عیاض نے سمیاط کے مفتوح ہونے کے بعد حبیب بن مسلمہ کو ملطیہ پر فوج کشی کرنے کا حکم دیا۔حبیب نے ملطیہ فتح کیا اور وہاں پر بقول ابن اثیر دوسری بار چھاؤنی قائم کر کے ایک شخص کو افسر بنایا۔جس وقت عیاض بن غنم نے جابیہ سے کفار کے ملک میں دلیرانہ قدم بڑھایا تھا، فاروق اعظمؓ نے 17ھ میں مدینہ منورہ کی طرف مراجعت کی۔ان دنوں شام میں حسب ذیل عمال تھے: حمص میں ابوعبیدہ اور ان کی ماتحتی میں قنسرین میں خالد بن ولید، دمشق میں یزید بن ابی سفیان، اردن میں معاویہ، فلسطین میں علقمہ بن محرز اور سواحل پر عبداللہ بن قیس (رضی اللہ عنہم)

حضرت خالدؓ بن ولید کی معزولی

فتح کے بعد جزیرہ میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ خالدؓ بن ولید، عیاض بن غنم کے ساتھ جزیرہ کی مہم سے بے حد مال لائے ہیں اور انہوں نے اپنی مدح کے صلہ میں اشعث بن قیس کو دس ہزار درہم دیئے ہیں۔فاروق اعظمؓ کو پرچہ نویسوں نے اس واقعہ کی نیز حمام آمد میں شراب (کی آمیزش والے تیل) سے بدن ملوانے کی خبر دی۔فاروق اعظمؓ نے ابوعبیدہ کو خط لکھا ''مجلس عام میں خالدؓ کی ٹوپی سر سے اتار لی جائے اور اسی کے عمامہ سے اس کی مشکیں باندھی جائیں اور یہ دریافت کیا جائے کہ اشعث کو تم نے انعام اگر اپنی جیب خاص سے دیا ہے تو اسراف کیا ہے اور بیت المال سے دیا ہے تو خیانت کی ہے بہرکیف دونوں صورتوں میں معزولی کے قابل ہو اور خالدؓ کے مفوضہ شہروں کو اپنی حکومت میں ملحق کرلو۔'' چنانچہ ابوعبیدہ نے خالد بن ولید کو مجمع عام میں بلایا۔قاصد نے پوچھا: ''یہ انعام تم نے کہاں سے دیا۔'' خالد نے جواب نہ دیا اور خاموش رہے۔بلال نے اٹھ کر فاروق اعظمؓ کے حکم کی تعمیل میں دوبارہ دریافت کیا۔خالدؓ نے جواب دیا: ''میں نے اپنی جیب سے اشعث کو دیا ہے۔'' قاصد نے یہ سنتے ہی مشکیں کھول دیں اور ٹوپی اور عمامہ واپس کر دیا۔اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے خالد کو جواب دہی کے لئے مدینہ بلا بھیجا۔آپ حاضر ہوئے۔فاروق اعظمؓ نے پوچھا: ''تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی اور اس قدر انعام تم نے کہاں سے دیا؟'' خالد نے جواب دیا: ''مال غنیمت سے اور اپنے دگنے حصہ سے اور اگر ساٹھ ہزار سے زیادہ نکلے تو وہ تمہارا ہے۔'' جانچنے سے بیس ہزار زیادہ نکلے، بیت المال میں داخل کر دیئے گئے۔اس کے بعد دونوں میں صفائی ہوگئی۔

مسجد حرام کی توسیع

17ھ میں عمر فاروقؓ حج کے لئے تشریف لے گئے۔صحن مسجد کو وسیع کیا بیس راتیں مکہ میں مقیم رہے۔حرم کے گرد وپیش کے مکانات خرید کر ڈھادیئے اور ان کی زمین صحن حرم میں شامل کر دی۔جس شخص نے خریداری کے بعد اپنا قبضہ اٹھانے سے انکار کیا، اس کا مکان جبراً ڈھادیا گیا۔یہ تعمیر رجب سنہ مذکور میں شروع ہوئی۔واقف کاری کی وجہ سے اس خدمت پر مخرمہ بن نوفل، ازہر بن عبدعوف، حویطب بن عبدالعزیٰ اور سعید بن یربوع مقرر کئے گئے۔مسافروں کی سہولت کے لحاظ سے مابین مکہ ومدینہ جابجا مکانات اور کنوئیں بنائے جانے کا حکم دیا گیا۔

ایران پر فوج کشی اور اصطخر کا معرکہ

زمانہ خلافت صدیقؓ اکبر میں علاء بن الحضرمی بحرین کے گورنر تھے۔فاروق اعظمؓ نے ان کو معزول کر کے قدامہ بن مظعون کو مقرر کیا۔بعد

چندے (17ھ میں) پھر علاء بن الحضرمی کو بحرین کی گورنری پر بحال کیا۔ علاء بن الحضرمی بڑے عالی ہمت اور حوصلہ مند آدمی تھے۔ ہمیشہ ہر میدان میں سعد بن ابی وقاص سے بڑھ کر قدم مارنا چاہتے تھے۔ جب ان کو اہل ردت کے مقابلہ میں کامیابی حاصل ہوئی اور سعد قادسیہ کی لڑائی میں فتح یاب ہوئے تو علاء کو نہایت رشک پیدا ہوا۔ فارس پر حملہ کرنے کے ارادہ سے فوجیں تیار کیں۔ خلید بن منذر کو سرلشکر مقرر کر کے ان کی ماتحتی میں الگ الگ فوجوں پر جارود بن معلیٰ اور سوار بن ہمام کو مقرر کر کے بلا اجازت فاروق اعظمؓ براہ دریا فارس پر فوج کشی کر دی۔

فاروق اعظم اور ان سے پیشتر صدیقؓ اکبر بھی دریا کے سفر سے بے حد احتراز کرتے تھے۔ فاروق اعظمؓ بعد فتح مدائن اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''ہمارے اور فارس کے درمیان آتشیں پہاڑ حائل ہو جاتے تو اچھا ہوتا نہ وہ ہم تک آ سکتے اور نہ ہم ان تک پہنچ سکتے'' لیکن اتفاقاً یہ لڑائی چھڑ گئی اور اسلامی فوجیں اصطخر میں پہنچ کر جہاز سے ساحل پر اتریں تو وہاں کا حاکم ہربذ نامی فوج کثیر لے کر مقابلے پر آیا۔ دریا کو دوسری طرف سے پار کر کے جہاز اور عساکر اسلامی کے بیچ میں صف آرائی کی۔ اگرچہ مسلمانوں کی فوجیں ہربذ کے لشکر سے کم تھیں اور گویا جہاز پر بھی مخالف کا قبضہ ہو گیا تھا لیکن نہ سپاہیوں میں کچھ ہراس پیدا ہوا اور نہ سپہ سالار فوج (خلید) کی ثابت قدمی واستقلال میں کچھ فرق آیا۔ خلید نے نہایت جوش کے ساتھ بعد نماز ظہر صفیں قائم کیں اور فوج سے مخاطب ہو کر کہا: ''مسلمانو! بے دل نہ ہونا انہوں نے تم کو اپنے ساتھ جنگ کے لئے نہیں بلایا بلکہ تم خود ان سے لڑنے کو آئے ہو۔ اگرچہ انہوں نے ہمارے جہازوں پر ایک گونہ قبضہ کر لیا ہے لیکن اللہ پر بھروسہ کر کے حملہ کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ جہازوں کے ساتھ ان کا ملک بھی ہمارے قبضے میں آ جائے گا۔''

مجاہدین کی عارضی پسپائی

خلید و جارود بڑی مردانگی سے رجز پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ دونوں لشکروں کا مقام طاؤس میں مقابلہ ہوا۔ جارود سینکڑوں کو تہ تیغ کر کے شہید ہو گئے۔ خلید نے اپنی فوج کو پیادہ ہو کر لڑنے کا حکم دیا۔ معرکہ نہایت سخت تھا۔ ہزاروں ایرانیوں نے خاک وخون پر تڑپ کر جانیں دیں اور عساکر اسلامی کا بھی زیادہ حصہ کام آ گیا جس کے سبب آگے نہ بڑھ سکے۔ پیچھے ہٹے تو جہاز دریا میں نہ پایا۔ دشمنوں نے اسے پہلے ہی غرق کر دیا تھا۔ مجبور ہو کر براہ خشکی بصرہ کی جانب روانہ ہوئے مگر بدقسمتی سے ادھر بھی نہ جا سکے۔ ایرانیوں نے اس طرف کی بھی ساری راہیں بند کر دی تھیں اور ہر طرف سے ناکے روک رکھے تھے۔ مقابلے کے لئے ایرانی فوجیں مسلح کھڑی تھیں۔

مجاہدین کی کمک اور ابن شعبہ کی معزولی

فاروق اعظمؓ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ بہت برہم ہوئے۔ بصرہ میں عتبہ بن غزوان کو لکھ بھیجا کہ ایک جری فوج تیار کر کے مسلمانوں کے بچانے کو فارس کی جانب روانہ کرو۔ علاء کو بھی تہدید آمیز خط لکھا جس میں یہ حکم دیا تھا کہ تمہارے پاس جس قدر فوجیں ہوں ان کو لے کر بحرین سے سعد کے پاس چلے آؤ۔ عتبہ بارہ ہزار فوج جس میں عاصم بن عمرو، عرفجہ بن ہرثمہ، احنف بن قیس جیسے دلاور وجری تھے اور ابوسبرۃ بھی اپنی فوج لئے ہوئے خلید تک پہنچ گئے۔ ادھر ایرانیوں نے ہر طرف سے فوجیں اکٹھی کر لی تھیں جن کا سالار شہرک تھا۔ دونوں حریفوں نے استقلال وثابت قدمی کے ساتھ لڑائی شروع کی اور جی توڑ کر لڑے۔ بالآخر مسلمان فتح یاب ہوئے ایرانی لشکر میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ بے انتہا ایرانی مارے گئے اور مسلمانوں نے جی کھول کر لوٹا لیکن چونکہ آگے بڑھنے کا حکم نہ تھا بصرہ واپس آئے۔

اس واقعہ کے بعد عتبہ نے حج کی اجازت طلب کی۔ حج سے فارغ ہو کر استعفیٰ پیش کیا۔ فاروق اعظمؓ نے نامنظور کر کے ان کو پھر ان کی گورنری پر بھیج دیا۔ اثنائے راہ مقام بطن نخلہ میں پہنچ کر عتبہ کا انتقال ہو گیا۔ بجائے ان کے تا اختتام سال ابوسبرۃ بن ابی رہم گورنری کرتے رہے۔ عتبہ نے ان کو اپنا قائم مقام کیا تھا۔ فاروق اعظمؓ نے یہ تقرری برائے چندے قائم رکھی۔ بعد ازاں مغیرہ بن شعبہ کو مامور کیا۔ مغیرہ اور ابوبکرہ میں رنجش پہلے سے تھی ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ کہتے ہیں کہ زیاد بن ابیہ، ابوبکرہ کا اخیافی بھائی تھا ایک دن ان دونوں نے مغیرہ کو حالت غیر میں دیکھ لیا۔ ابوبکرہ نے مغیرہ کو امامت سے منع کر دیا اور فاروق اعظمؓ کو یہ واقعہ تحریر کیا۔ فاروق اعظمؓ نے اسی وقت ابوموسیٰ کو امیر مقرر کر کے انتیس صحابیوں کے ساتھ جن میں

انس بن مالک، عمران بن حصین اور ہشام بن عامر (رضی اللہ عنہم) تھے مع ایک فرمان کے مغیرہ کے پاس روانہ کیا اور مدعی اور مدعی علیہ کو مع گواہان ثبوت طلب فرمالیا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

''امابعد۔ مجھ کو تمہاری نسبت ایک بہت بڑی خبر پہنچی ہے اور میں ابوموسیٰ کو امیر مقرر کر کے بھیجتا ہوں جو تمہارے قبضے میں ہو اس کو ان کے سپرد کر کے فوراً چلے آؤ۔''

جب مغیرہ اور ابوبکرہ مع گواہوں کے دربار خلافت میں حاضر ہوئے تو فاروق اعظمؓ لوگوں کی شہادت لینے لگے۔ گواہوں نے شہادت میں اختلاف کیا۔ زیاد پوری شہادت نہ دے سکا اور فاروق اعظمؓ نے اس کو تیں کوڑے مارے۔ مغیرہ نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا تو فاروق اعظمؓ نے فرمایا:

''چپ رہ۔ واللہ اگر شہادت کا تکملہ ہو جاتا تو میں تجھ کو بھی سزا دیتا۔''

کوفہ کی چھاؤنی

14ھ میں فاروق اعظمؓ کو اس امر کا احساس ہوا کہ عرب کو اور ملکوں کی ہوا مخالف ہے اس وجہ سے ان کے چہروں میں تغیر پیدا ہو گیا۔ ہوا یہ کہ کسی مقام سے وفود آئے تھے آپ نے ان کے چہروں کے رنگ متغیر ہونے کی وجہ پوچھی۔ وفود نے عرض کی: ''ہمارے چہروں کے رنگ کو دوسرے ملکوں کی آب وہوا نے متغیر کر دیا ہے۔'' بعض نے تحریر کیا ہے کہ حذیفہ نے جو کہ سعد کے ہمراہ تھے فاروق اعظمؓ کو لکھا کہ ''عرب کو دوسری سرزمین کی آب وہوا موافق نہیں آتی ان کی صحت اچھی نہیں رہتی۔'' فاروق اعظمؓ نے سعد سے پوچھا تو سعد نے حذیفہ کے بیان کی تائید کی۔ فاروق اعظمؓ نے سعد کو لکھ بھیجا: ''سلمان وحذیفہ کو اس کام پر مامور کرو کہ وہ دونوں آدمی عرب کے مذاق کے موافق کوئی مقام تجویز کریں۔''

چنانچہ دونوں نے مقام کوفہ کو پسند کیا اور وہیں چھاؤنی قائم کرنے کی تجویز پیش کی۔ بعدازاں سعد کے پاس آئے اور ان کو اپنی تجویز سے آگاہ کیا۔ سعد نے دربار خلافت میں اس کی اطلاع کی، اور قعقاع اور عبداللہ بن المعتم کو لکھ بھیجا کہ ''اپنے لشکروں پر کسی شخص کو نائب مقرر کر کے ہمارے پاس چلے آؤ''۔ پس جب یہ دونوں بزرگ سعد کے پاس آ گئے تو سعد مدائن سے روانہ ہو کر محرم 17ھ میں، جنگ قادسیہ سے دو برس دو مہینہ بعد اور جب کہ تین برس آٹھ مہینے فاروق اعظمؓ کی خلافت پر گزر چکے تھے مقام کوفہ پہنچے۔ کوفہ کی سرزمین کو اچھی طرح دیکھ بھال کر فاروق اعظم کو دوبارہ اس مضمون کا خط لکھا: ''میں نے چھاؤنی قائم کرنے کے لئے کوفہ کو پسند کیا ہے۔ یہ مقام حیرہ اور فرات کے درمیان واقع ہے۔ اس میں بری وبحری دونوں حیثیتیں موجود ہیں اور اہل عرب کے مذاق کے مطابق ہے۔ میں نے عساکر اسلام کو یہیں لا کر مقیم کیا ہے۔ اہل عرب کے لئے یہ مقام نہایت موزوں ہے اور جن لوگوں نے مدائن میں رہنا پسند کیا ہے میں نے ان کو وہیں چھوڑ دیا ہے۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ میں اس کو چھاؤنی بناؤں۔ لڑائی کے زمانہ میں لشکر باہر چلا جایا کرے گا اور بعد اختتام جنگ واپس آیا کرے گا۔'' کوفہ میں قیام کرنے کے بعد عام لوگوں پر اس کی خوبی ظاہر ہو گئی اور جو قوت وتوانائی کی حالت ان کی پہلے تھی وہ پھر لوٹ آئی۔

بصرہ میں چھاؤنی کی تعمیر

اسی دور میں اہل بصرہ بھی تیسری بار اپنے اپنے مکانوں میں آ اترے۔ ان دونوں مقامات کے مکانات باجازت فاروق اعظم گھاس پھوس اور بانس سے بنائے گئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد کوفہ اور بصرے میں آتش زدگی ہوئی تو تمام مکانات جل گئے۔ سعد نے فاروق اعظمؓ سے اینٹ اور گارے کی عمارتیں بنانے کی اجازت طلب کی۔ فاروق اعظمؓ نے اجازت دی مگر یہ شرط لگا دی کہ کوئی شخص تین کمروں سے زیادہ نہ بنائے اور مکانات زیادہ مرتفع اور طول وطویل نہ ہوں: ''الزموا السنة فلزمكم الدولة''۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو پکڑے رہو دولت تمہارا ساتھ نہ چھوڑے گی۔'' کوفہ کے بسانے اور بنانے پر ابوہیاج بن مالک اور بصرہ کی تعمیر پر ابوالحراب عاصم ابن الدف مقرر تھے۔ کوفہ کے حدود اربعہ کے ایک جانب حلوان تھا جس کی حکومت قعقاع کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ دوسری طرف ماسبذان تھا جس پر ضرار بن الخطاب عامل تھے۔ تیسری جانب قرقیسیا تھا۔ عمر بن مالک یہاں کے حاکم تھے اور چوتھی طرف موصل تھا جس کی ولایت پر عبداللہ بن المعتم مقرر تھے۔

خوزستان کی تسخیر

فارس کا نامی سردار ہرمزان جنگ قادسیہ سے بھاگ کر خوزستان چلا آیا تھا (جو اہواز کا دارالحکومت تھا)۔ خوزستان اور اس کے اردگرد کے شہروں پر قابض ہو کر میسان، دشت میسان حدود بصرہ، منادر اور نہر تیری حدود اہواز تک اپنے تصرف و قبضہ کو بڑھا لیا تھا۔ چونکہ خوزستان کی سرحد بصرہ سے ملی ہوئی تھی بغیر اس کو فتح کئے بصرے میں پورے طور سے امن قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ اسی وجہ سے عتبہ بن غزوان نے سعد سے امداد مانگی۔ چنانچہ نعیم بن مقرن اور نعیم بن مسعود، عتبہ کی کمک پر بصرہ اور اہواز کے حدود پر بھیج دیئے گئے تھے۔ عتبہ نے (بنو عدد یہ بن حنظلہ سے) سلمٰی بن القین اور حرملہ بن مریط کو بصرہ کی دوسری سرحد میسان کی جانب بھیج دیا۔ سلمٰی اور حرملہ نے بنو عمر بن مالک کو جو خورستان میں رہتے تھے ملکی اور قومی جوش و غیرت دلا کر بلایا۔ غالب وائلی اور کلیب بن وائل کلبی سرداران بنو عم بن مالک اس تحریک سے متاثر ہو کر ملنے کو آئے اور یہ عہد کر گئے کہ جس وقت تم لوگ منادر اور نہر تیری پر حملہ کرو گے ہم بھی شہر کے اندر سے حملہ آور ہو جائیں گے۔

ہرمزان سے جزیہ پر مصالحت

جس دن اور جس وقت حملہ کرنے کا باہمی عہد ہوا تھا ٹھیک اسی دن اور اسی وقت ایک طرف سے سلمٰی اور حرملہ نے حملہ کیا۔ دوسری جانب سے نعیم بڑھے۔ سلمٰی عساکر بصرہ پر تھے اور نعیم افواج کوفہ کے سالار تھے۔ دونوں سپہ سالاروں نے دو طرف سے ہرمزان پر حملہ کیا۔ لڑائی شروع ہوگئی شہر کے اندر سے غالب اور کلیب حسب قرارداد حملہ آور ہوئے۔ منادر اور نہر تیری پر قبضہ کر لیا۔ ہرمزان ان اچانک یلغار سے گھبرا گیا۔ اس کی فوج کی ترتیب جاتی رہی۔ مجبور ہو کر وہ میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگا۔ عساکر اسلامی نے تعاقب کیا۔ ہزاروں ایرانی اس دار و گیر میں مارے گئے۔ دریائے دجیل پر پہنچ کر اسلامی لشکر ٹھہر گیا اور ہرمزان سوق اہواز کے پل سے عبور کر کے فرار ہو گیا لیکن اس نے اپنے کو مسلمانوں کے مقابلہ میں کمزور پا کر دوسرے ہی روز صلح کا پیام بھیجا۔ مسلمانوں نے منادر نہر تیری اور اہواز کے ان مقامات کے علاوہ جن پر اثناء جنگ میں ان کا قبضہ ہو گیا تھا باقی اہواز پر جزیہ لے کر مصالحت کر لی۔

ہرمزان کی بدعہدی

افواج اسلامی کا ایک ایک دستہ نہر تیری اور منادر میں ٹھہرا دیا گیا۔ غالب اور کلیب کو ان کی سرداری دی گئی۔ کچھ عرصہ بعد غالب، کلیب اور ہرمزان میں سرحد قائم کرنے میں اختلاف ہوا۔ سلمٰی اور حرملہ نے غالب اور کلیب کی رائے سے اتفاق کیا۔ ہرمزان بگڑ گیا۔ بدعہدی پر کمربستہ ہو کر کردوں کو یکجا کر کے مخالفت و جنگ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ عتبہ بن غزوان نے حرقوص بن زہیر سعدی کو اس کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ مقام سوق اہواز میں معرکہ ہوا۔ ہرمزان کو شکست ہوئی۔ بھاگ کر رام ہرمز چلا گیا۔ حرقوص نے سوق اہواز پر قبضہ کر کے جزیہ مقرر کیا اور اپنے دائرہ حکومت کو تشتر تک وسیع کر لیا۔ فاروق اعظم کو فتح کا مژدہ لکھ بھیجا اور ہرمزان کے تعاقب میں جز بن معاویہ کو روانہ کیا جو قریہ شغر اور دورق تک بڑھتے چلے گئے۔ ہرمزان نے مجبوراً پھر صلح کی درخواست کی۔ فاروق اعظم کی اجازت سے اس شرط پر صلح ہوئی کہ "جتنے شہروں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا ہے اس پر وہ قابض رہیں۔ دیگر شہروں پر ہرمزان کا قبضہ رہے بشرطیکہ وہ مقررہ جزیہ ادا کرتا جائے۔" اس صلح کے بعد حرقوص نے جبل اہواز پر ڈیرے ڈال دیئے اور ویران شدہ شہروں کے آباد کرنے میں مصروف ہوئے۔

رام ہرمز پر قبضہ اور محاصرۂ تشتر

ان واقعات کے دوران ہی یزدگرد اہل فارس کو مسلمانوں کے خلاف ابھار رہا تھا اور اہواز کی رعایا سے اہل اسلام کے خلاف عہد و اقرار لے رہا تھا رفتہ رفتہ ایک بہت بڑی فوج جمع ہو گئی۔ مسلمانوں نے کل حالات دربار خلافت میں لکھ بھیجے۔ فاروق اعظمؓ نے سعد کو لکھا کہ "ایک عظیم فوج

نعمان بن مقرن کی ماتحتی میں ہرمزان کے مقابلہ پر بھیجو تا کہ وہ بڑھنے نہ پائے۔ ابوموسیٰ کو حکم دیا کہ سعد بن عدی برادر سہیل کے ساتھ ایک فوج اہواز کی طرف بھیج دو جس کے میمنہ و میسرہ اور مقدمہ پر براء بن مالک، مجزاۃ بن ثور اور عرفجہ بن ہرثمہ (رضی اللہ عنہم) افسر ہوں اور ان دونوں افواج کے سپہ سالار اعظم ابوسبرہ بن ابی رہم مقرر کئے جائیں۔ ہرمزان کو یہ اطلاع ملی تو فوج کو مرتب کر کے نعمان کا راستہ روکا۔ قریب رام ہرمز دونوں فریق صف آراء ہوئے مگر پہلے ہی حملہ میں ہرمزان شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ نعمان نے رام ہرمز پہنچ کر قبضہ کر لیا۔

اتنے میں بصرہ کی اسلامی افواج آ پہنچیں اور یہ معلوم کر کے کہ رام ہرمز پر نعمان کا قبضہ ہو گیا ہے اور ہرمزان تشتر میں پہنچ کر مسلمانوں کے خلاف افواج مرتب کر رہا ہے تشتر کی طرف سیلاب کی طرح بڑھیں۔ تشتر میں اس وقت ایرانیوں کا بہت بڑا مجمع تھا۔ جبال و اہواز کی ایرانی فوجیں میدان جنگ سے بھاگ بھاگ کر یہیں آ کر یکجا ہو رہی تھیں۔ ہرمزان نے قلعہ کی مرمت کرالی تھی۔ چاروں طرف سے خندق اور برجوں سے مستحکم کر لیا تھا۔ فاروق اعظمؓ نے ان واقعات سے باخبر ہو کر ابوموسیٰ کو بصرے سے مسلمانوں کی امداد پر روانہ کیا اور ان کو افواج اسلامی بصرے کا سپہ سالار مقرر کیا۔ قصہ مختصر مسلمانوں نے تشتر پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ مہینوں گھیرے پڑے رہے۔ ایرانیوں نے کئی حملے ایک سے ایک بڑھ کر کئے بہت سی لڑائیاں ہوئیں۔ آخری جنگ میں ایرانیوں کو شکست ہوئی اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا لیکن ہرمزان نے شہر میں محصور ہو کر لڑائی جاری رکھی۔

تشتر کی تسخیر

ایک دن ایک شخص نے اندرون شہر سے تیر میں ایک مکتوب باندھ کر ابوموسیٰ کی طرف پھینکا جس کا یہ مضمون تھا: ''مجھ کو اور میرے خاندان والوں کو آپ پناہ دیں تو میں ایک راستہ بتا دوں جس سے شہر پر آپ کا قبضہ ہو جائے۔'' ابوموسیٰ نے نہایت مسرت سے اس شرط کو منظور کیا۔ وہ شخص ابوموسیٰ کے پاس آیا اور چند مسلمانوں کو ساتھ لیا۔ نہر دجیل کو عبور کر کے سرنگ کی راہ شہر میں داخل ہوا۔ مسلمانوں نے شہر پناہ کے پھاٹک کے قریب پہنچ کر پہرہ والوں سے لڑائی شروع کر دی اور مارتے کاٹتے پھاٹک تک پہنچ گئے اور اللہ اکبر کا نعرہ مار کر پھاٹک کھول دیا۔ اسلامی افواج پہلے ہی سے مسلح و تیار تھیں تکبیر کہتی ہوئی شہر میں گھس پڑیں۔ تمام شہر میں ہل چل پڑ گئی۔ ہرمزان نے بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی اور یہ شرطیں کیں: ''میرا معاملہ امیر المومنین فاروق اعظمؓ کے سامنے پیش کیا جائے وہ جو کچھ فیصلہ دیں گے مجھے منظور ہو گا تم لوگ مجھ سے معترض نہ ہو مجھے مدینہ پہنچا دو۔'' ابوموسیٰ نے یہ شرط منظور کر لی۔ ہرمزان نے قلعے کا دروازہ کھول دیا۔ مال غنیمت لشکریوں میں تقسیم کیا گیا۔ سواروں کے حصہ میں تین تین ہزار اور پیادوں کو ایک ہزار ملے۔ اسی آخری معرکے میں براء بن مالک، مجزاۃ بن ثور ہرمزان کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے۔ فتح یابی کے بعد ابوسبرہ، نعمان اور ابوموسیٰ ایک فوج لے کر ایرانیوں کے تعاقب کے لئے نکلے۔ سوس میں پہنچ کر ڈیرے ڈالے اور زر بن عبداللہ فقیمی نے جندیسابور کو جا کر گھیر لیا۔ اس کے بعد فاروق اعظمؓ کا فرمان پہنچا کہ: ''ابوموسیٰ اشعری بصرہ واپس آئیں اور بجائے ان کے اسود بن ربیعہ بن مالک صحابی موسوم بہ مقرب مقرر کئے جائیں۔''

ابوسبرہ نے ہرمزان کو ایک سفارت کے ہمراہ جس میں انس بن مالک اور احنف بن قیس بھی تھے مدینہ منورہ روانہ کیا۔ مدینہ کی آبادی کے قریب پہنچ کر ہرمزان نے ایک مرصع تاج، جس میں یاقوت و ہیرے لگے ہوئے تھے، سر پر رکھا۔ دیبا کی قبا زیب بدن کی۔ ملوک عجم کے دستور کے موافق قیمتی قیمتی جڑاؤ زیورات پہنے اور کمر سے مرصع تلوار لگائی۔ غرضیکہ ہمہ تن شان و شوکت کی تصویر بن کر شہر میں داخل ہوا۔ تمام مدینہ اس کی زرق برق پوشاک کا تماشائی بنا ہوا تھا۔ فاروق اعظمؓ اس وقت مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے۔ ہرمزان اس ٹھاٹھ سے حاضر ہوا تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اسلام کے ذریعہ سے ایسوں کو اس نے مغلوب کیا ہے۔

حضرت عمرؓ اور ہرمزان کی گفتگو

بعد ازاں ہرمزان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''تم نے بدعہدی کا نتیجہ اور اللہ تعالیٰ کا آخری حکم دیکھا۔'' ہرمزان نے جواب دیا: ''امیر المومنین زمانہ جاہلیت میں اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا تھا چونکہ ہم میں قوت زیادہ تھی ہم تم پر غالب آتے تھے اور اب اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دے رہا

ہے لہٰذا تم ہم پر غالب آ گئے۔'' فاروق اعظمؓ بولے: ''اچھا تم نے کئی بار بدعہدی کی ہے اس کی سزا میں تم کو کیا عذر ہے اور اب تمہارا کونسا حیلہ باقی ہے۔'' ہرمزان نے جواب دیا: ''مجھے ڈر ہے کہ یہ بات بتانے سے پہلے تم مجھے ہلاک کر ڈالو گے۔'' فاروق اعظمؓ نے فرمایا: ''تم خوف نہ کرو۔'' پھر ہرمزان نے پانی مانگا جب پانی سامنے آیا تو ہاتھ میں پانی کا پیالہ لے کر بولا: ''میرے دل میں یہ خطرہ گزرتا ہے کہ پانی پینے کی حالت میں تم مجھے قتل نہ کر ڈالو'' فاروق اعظمؓ نے ارشاد کیا: ''تم مطلق خوف نہ کرو جب تک پانی نہ پی لو گے کسی قسم کے خطرے میں تم نہ ڈالے جاؤ گے۔'' ہرمزان نے پیالہ ہاتھ سے رکھ کر کہا: ''اب میں پانی نہیں پیوں گا اور اس شرط کے مطابق تم مجھے قتل بھی نہیں کر سکتے۔ تم نے مجھے امان دی ہے۔''

ہرمزان کا قبول اسلام

فاروق اعظمؓ اس مغالطے پر حیران ہو کر بولے: ''تو جھوٹ کہتا ہے''۔ ہرمزان کچھ بولنے نہ پایا تھا کہ انسؓ بول اٹھے: ''امیر المومنین یہ سچ کہتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ جب تک پورا حال نہ کہہ لو گے کسی قسم کا خوف نہ کرو اور جب تک پانی نہ پی لو گے کسی خطرے میں نہ ڈالے جاؤ گے''۔ انسؓ کی اس تقریر کو سن کر حاضرین جلسہ نے بھی ان کے قول کی تائید کی۔ فاروق اعظمؓ نے ہرمزان سے کہا: ''تو نے مجھے دھوکا دیا مگر میں تجھے دھوکا نہ دوں گا مناسب ہے کہ مسلمان ہو جا۔'' ہرمزان نے مسکرا کر جواب دیا: ''میں تو پہلے ہی سے ایمان لا چکا تھا۔'' یہ کہہ کر ہرمزان نے کلمۂ توحید پڑھا اور فاروق اعظمؓ بہت خوش ہوئے۔ مدینہ میں مقیم رہنے کی اجازت دی ایک مکان دیا اور ساتھ ہی دو ہزار سالانہ تنخواہ بھی مقرر کر دی۔ مہم فارس میں اکثر اس سے مشاورت بھی کر لیتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی اہل سفارت سے جواب طلبی

اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے اہل سفارت کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد کیا: شاید تم لوگ ذمیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے ہو اس وجہ سے وہ لوگ ہمیشہ نقض عہد کیا کرتے ہیں۔ اہل سفارت نے عرض کی: ''ہم لوگ ہمیشہ اپنے عہد و پیمان کا خیال رکھتے اور وعدے کا ایفا کرتے ہیں۔'' فاروق اعظمؓ اس کا کچھ جواب نہ دینے پائے تھے کہ احنف بن قیس نے عرض کیا: ''امیر المومنین آپ نے ہم کو بلاد فارس سے آگے بڑھنے کی ممانعت کر دی ہے مگر جب تک ان کا بادشاہ (یزدگرد) زندہ رہے گا اس وقت تک اہل فارس مسلسل لڑتے رہیں گے اور یہ قومی جوش یزدگرد کی حیات تک ختم نہیں ہو سکتا۔'' فاروق اعظمؓ احنفؓ کی تقریر سے قائل ہو گئے اور بلاد فارس میں آگے بڑھنے کی اجازت دے دی۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ابو سبرہ مع مقترب بن ربیعہ، عساکر اسلامی بصرے کو لئے ہوئے ایرانیوں کے تعاقب میں سوس تک جا پہنچے تھے اور سوس کے قریب پڑاؤ ڈالا تھا۔ سوس میں اس وقت شہریار اور ہرمزان موجود تھے۔ ابو سبرہ نے محاصرہ کر کے رسد و غلہ کی آمد و رفت بند کر دی اور مجبور ہو کر اہل سوس نے مصالحت کر لی۔

ان واقعات کے اثناء میں نعمان بن مقرن کوفہ کی اسلامی افواج کو لے کر نہاوند کی طرف بڑھے۔ مقترب، ذر بن عبداللہ کے پاس پہنچے جو جندیسابور کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ ایک روز جندیسابور والوں نے خود شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا اور کمال اطمینان سے اپنے کاروبار میں مصروف رہے۔ مسلمانوں کو نہایت تعجب ہوا اہل جندیسابور سے دریافت کیا معاملہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ ''تم نے جزیہ پر صلح کر لی ہے، اب ہمارے اور تمہارے درمیان مناقشہ کیا رہا۔'' تحقیق سے پتہ چلا کہ ایک غلام جو سوس کا رہنے والا تھا، اس نے امان نامہ بشرط ادائے جزیہ لکھ کر تیر میں باندھ کر پھینکا تھا۔ مسلمانوں نے حجت کی کہ ایک غلام کے امان دینے سے تم امان نہیں پا سکتے۔ شہر والوں نے کہا: ''ہم آزاد اور غلام نہیں جانتے۔'' فریقین میں جب بحث و مباحثہ سے کچھ طے نہ ہوا تو دربار خلافت میں یہ قضیہ پیش کیا گیا۔ فاروق اعظمؓ نے غلام کے امان دینے کو جائز رکھا۔

سیاہ کی اطاعت

بعض نے فتح سوس کا واقعہ اس طرح پر لکھا ہے کہ واقعہ جلولاء کے بعد یزدگرد نے اصطخر میں جا کر قیام اختیار کیا۔ خاندان شاہی کے کل

اراکین اور سیاہ، ستر ہزار سواروں کو اپنے رکاب میں لئے اس کے ساتھ تھا۔ یزدگرد نے سیاہ کو سوس کی جانب اور ہرمزان کو تشتر کی جانب روانہ کیا۔ سیاہ نے اصطخر سے نکل کر کلبانیہ میں پڑاؤ کیا۔ اہل سوس کو جب تسخیر جلولاء کی خبر ملی اور یہ معلوم ہوا کہ یزدگرد فرار ہو کر اصطخر میں چلا گیا ہے تو ان لوگوں نے ابوموسیٰ سے جو سوس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے جزیہ دے کر صلح کر لی۔ اس کے بعد ابوموسیٰ رام ہرمز گئے اور وہاں سے نکل کر تشتر کو جا گھیرا جہاں سیاہ، رام ہرمز اور تشتر کے درمیان ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو ابوموسیٰ سے صلح کرنے اور اس شرط پر اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا کہ وہ لوگ ایرانیوں سے لشکر اسلام کے حلیف ہو کر جنگ کریں گے اور اگر عرب برسر جنگ آئے گا تو یہ اس کو روکیں گے اور امیر المومنین فاروق اعظمؓ اعزاز کے ساتھ ان لوگوں کی تنخواہیں مقرر کریں۔ ان شرائط کے مطابق سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ فاروق اعظمؓ نے ان کے بڑے بڑے عطیے مقرر کر دیئے اور وہ لوگ تشتر کی فتح و جنگ میں شامل ہوئے۔ سیاہ، ایرانیوں کے ایک قلعہ میں عجمیوں کے لباس میں گھس گیا اور قلعے کو فتح کر کے مسلمانوں کو دے دیا۔ تشتر اور اس کے بعد کے مفتوحہ بلاد 16ھ میں، اور بعض کے بقول 17ھ میں مفتوح ہوئے۔

ایران پر عام لشکر کشی

احنف بن قیس اور ہرمزان، فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: ''جب تک فارس کا بادشاہ یزدگرد رہے گا، تب تک ایرانی مسلسل لڑتے جائیں گے اور آئے دن کی بغاوت ولڑائی فرو نہ ہوگی۔ اگر آپ ہم کو ممالک ایران پر عام لشکر کشی کی اجازت دیں تو ہم ان کے بادشاہ کو ایران سے نکال دیں، اس وقت البتہ ان کی امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور یہ فتنہ وفساد فرو ہو جائے گا۔'' فاروق اعظمؓ نے ان کے مشورہ کو غور سے سنا اور ابوموسیٰ کو لکھا کہ ''بصریٰ سے نکل کر تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈال دو اور تاحکم ثانی وہیں قیام پذیر رہو''۔ بعدازاں متعدد پھریرے بنائے اور مشہور مشہور افسروں کو نامزد کر کے جدا جدا ممالک پر ان کو مامور کیا اور ان پھریروں کو سہیل بن عدی کی معرفت ابوموسیٰ کے پاس بھیجا۔ خراسان کا پرچم احنف بن قیس کو، اردشیر اور سابور کا مجاشع بن مسعود سلمیٰ کو، اصطخر کا عثمان بن ابی العاص ثقفی کو، فسا اور دارالجبر کا ساریہ بن زنیم کنانی کو، کرمان کا سہیل بن عدی کو، بجستان کا عاصم بن عمرو کو اور مکران کا حکم بن عمیر تغلبی کو عنایت کیا مگر 18ھ اور بعض کہتے ہیں کہ 21ھ یا 22ھ تک ان لوگوں کو روانہ نہیں کیا۔ اس کے بعد سپہ سالاران لشکر اسلام حسب حکم فاروق اعظمؓ ان شہروں کی جانب روانہ ہوئے جن کے سر کرنے کی خدمت ان کو سپرد کی گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے کامیابی کے ساتھ ان شہروں کو فتح کیا جیسا کہ ہم آئندہ علیحدہ علیحدہ بیان کریں گے۔

عرب میں قحط اور طاعون کی وباء

18ھ میں سرزمین عرب میں بہت بڑا قحط پڑا۔ پرندے تک بھوک سے پریشان ہو کر آدمیوں کے پاس بے دھڑک چلے آتے تھے۔ غلہ کی گرانی سے عام پریشانی پھیل گئی۔ ساتھ ہی اس کے عمواس میں طاعون شروع ہو گیا۔ زمانہ قحط میں فاروق اعظمؓ نے عجیب وغریب سرگرمی ظاہر کی۔ تا زمانہ قحط دودھ، گھی کھانے کی قسم کھالی۔ تمام ممالک اسلامیہ کے صوبہ جات کے افسروں کو لکھ بھیجا کہ ہر جگہ سے اہل مدینہ کے لئے غلہ روانہ کریں۔ چنانچہ ابوعبیدہؓ نے چار ہزار اونٹ غلے کے بھیجے۔ عمرو بن العاص نے دریائے قلزم کے راستے مصر سے بہت سا غلہ روانہ کیا۔ خود فاروق اعظمؓ اہل مدینہ کو لے کر نماز استسقا پڑھنے گئے۔ نماز کے بعد ایک نہایت پراثر خطبہ پڑھا۔ عباس بن عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر ان کے وسیلے سے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر دعا مانگی۔ ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ اللہ جل شانہ نے پانی برسایا جس سے قحط جاتا رہا۔

اسی زمانہ میں جب کہ عرب میں قحط پڑا ہوا تھا عمواس میں طاعون پھوٹ نکلا اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابی انتقال کر گئے۔ ابوعبیدہ، معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان، حرث بن ہشام، سہیل بن عمر، عتبہ بن سہیل اور عامر بن غیلان رضی اللہ عنہم اسی مرض میں مبتلا ہو کر راہی عالم آخرت ہوئے۔ فاروق اعظمؓ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے ابوعبیدہ کو لکھ بھیجا: ''عساکر اسلامی کو طاعونی مقام سے نکال کر کسی دوسرے مقام پر قیام کرو''۔ ابو موسیٰ کو یہ حکم دیا کہ کوئی مقام جس کی آب وہوا اچھی ہو تلاش کرو اور خود بقصد شام روانہ ہوئے اور مقام سرغ میں پہنچے۔ افسران فوج نے آ کر ملاقات کی اور شدت وبا کی خبر دی۔ اکثر لوگوں نے فاروق اعظمؓ کو عمواس میں جانے سے روکا۔ ان افراد میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی تھے

انہوں نے عرض کیا کہ ''وبا کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جہاں پر وبا ہو وہاں نہ جاؤ اور اگر اس مقام پر وبا پھیل جائے جہاں پر تم ہو تو وہاں سے نہ بھاگو۔'' عمر فاروقؓ یہ سن کر واپس ہوئے اور بجائے یزید بن ابی سفیان کے دمشق میں ان کے بھائی معاویہ بن سفیان کو اور اردن پر شرجیل بن حسنہ کو مامور کیا۔

حضرت عمرؓ کی شام کو روانگی

اب اس طاعون میں کثرت سے لوگوں کا انتقال ہو گیا اور سرزمین شام میں بڑے بڑے عالی حوصلہ اور بلند خیال بزرگ آغوش لحد میں سو گئے اور ایک گونہ اس بلائے بد کا زور تھم گیا اس وقت فاروق اعظمؓ نے لشکر کے امیروں کو متوفیوں کے متروکہ کو جمع کرنے کا حکم دیا اور بصلاح و شوریٰ ارباب حل وعقد ایک بار پھر شام کو روانہ ہوئے۔ متوفیوں کے متروکہ کو حسب حصص شرعی ان کے ورثاء میں تقسیم کیا اور ممالک اسلامی کی حدود پر فوجیں متعین کیں۔ مختلف شہروں میں دورہ کرتے رہے۔ 18ھ میں شریح بن حرث کندی کو قضاء کوفہ پر اور کعب بن سوار ازدی کو قضاء بصرے پر مقرر فرمایا۔ اسی سنہ میں حج کرنے کو گئے۔ بعض کے بقول جلولاء اور مدائن اسی سنہ میں تسخیر ہوئے ہیں۔ جس کو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور ایسا ہی اسی سنہ میں قیساریہ کا معاویہ کے ہاتھ سے فتح ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قیساریہ 20ھ میں فتح ہوا۔

باب:۱۵

فتح مصر

مصر پر فوج کشی اور عین الشمس کی فتح

جس وقت عمر فاروقؓ بیت المقدس تشریف لے گئے، اسی زمانہ میں عمرو بن العاص نے آپ سے ملک مصر پر فوج کشی کی اجازت لے لی تھی چنانچہ فاروق اعظمؓ نے مدینہ واپس آ کر زبیر بن العوام کو عمرو بن العاص کی کمک پر بھیجا۔ (چار ہزار) اسلامی فوجی 20ھ یا 21ھ یا 23ھ یا 25ھ میں مصر کی طرف روانہ ہوئے اور باب الیون پر قبضہ کر کے براہ ریف مصر کی طرف بڑھے۔ ابو مریم جاثلیق اور اسقف جس کو مقوقس نے مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے روانہ کیا تھا لشکر اسلام میں آیا۔ عمرو بن العاص نے حسب ہدایت عمر فاروقؓ تین شرطیں: (1) اسلام قبول کرنا (2) جزیہ دینا (3) یا لڑنا پیش کیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔ اور غور وفکر کے لئے تین روز کی مہلت دی۔

ابو مریم جاثلیق اور اسقف، مقوقس کے پاس گیا۔ ارطبون امیر روم نے پہلی دو شرطوں میں سے ایک کو بھی قبول نہ کیا اور اپنے لشکر کو مرتب کر کے مقابلہ پر آیا مگر پہلے ہی حملے میں شکست کھا کر فرار ہوا۔ ہزاروں رومی اس معرکے میں کام آ گئے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر عین الشمس کا محاصرہ کیا اور یہیں سے ابرہہ بن صباح کو فرما کے حصار پر اور اسکندریہ کے محاصرے کی غرض سے عوف ابن مالک کو روانہ کیا۔ فرماء اور اسکندریہ والے عین الشمس کا آخری نتیجہ دیکھنے کی غرض سے لڑتے رہے یہاں تک کہ ایک مدت کے محاصرے کے بعد عمرو بن العاص اور زبیر بن العوام نے اہل عین الشمس سے جزیہ لے کر مصالحت کر لی اور اس سے قبل جنگ میں جن کو گرفتار کر لیا تھا ان کو مال غنیمت کے ساتھ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اہل مصر نے شرائط صلح میں اس امر کا اور اضافہ کرنا چاہا کہ تمام قیدی ان کو واپس دے دیئے جائیں۔ عمرو بن العاص اس کے خلاف تھے مگر فاروق اعظمؓ کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے اہل مصر کی اس شرط کو بھی منظور فرما کر قیدیوں کی واپسی کا حکم دے دیا۔

صلح نامہ مصر

عمرو بن العاص نے جو صلح نامہ تحریر کیا تھا اس کی عبارت یہ تھی: "بسم الله الرحمن الرحيم هذا ما الحطى عمرو بن العاص من الامان على اتصنهم ودمهم واموالهم وكافتهم وصاعهم ومدهم وعدهم لايزيد شنى فى ذالك ولا ينقص ولا يساكنهم النوب وعلى اهل مصر ان يعطوا الجزية اذا اجتمعوا على هذا الصلح وانتهت زيادة نهرهم خمسين الف الف وعليه ممن جبى نصرتهم فان ابى احد منهم ان يجيب رفع عنهم من الجزى بقدر ذلك ومن دخل فى صلحهم من الروم والنوب فله ما لهم وعليه ما عليهم ومن ابى واختار الذهاب فهوا من حتى يبلغ مامنه و يخرج من سلطاننا وعليهم ماعليهم اثلاثاً فى كل ثلث جباية ثلث ما عليهم على ما فى هذا الكتاب عهدالله وذمته وذمة رسوله وذمة الخليفة امير المؤمنين وذمة المؤمنين وعلى النوبة الذين استجابوا ان يعينوا هكذا وكذا راساً وكذا وكذا فرساً ان لايغزوا ولا يمنعوا من تجارة صادرة ولا واردة شهد الزبير و عبدالله و محمد ابناه وكتب و وردان و حضر۔" اس مصالحت میں تمام اہل مصر شامل تھے اور انہوں نے اس کو قبول کیا تھا۔

فتح اسکندریہ

اس کے بعد عمرو بن العاص نے فسطاط کا رخ کیا اور اس کو فتح کر کے اسکندریہ کی طرف پیش قدمی کی۔ فسطاط اور اسکندریہ کے درمیان میں رومیوں اور قبطیوں کی جو آبادیاں تھیں انہوں نے روکنا چاہا۔ فریقین کا مقام کریوں میں آمنا سامنا ہوا۔ بالآخر رومیوں اور قبطیوں کو شکست دے کر مسلمانوں نے اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ مقوقس بادشاہ مصر یہیں موجود تھا اس نے میعادی یعنی عارضی صلح کی درخواست کی۔ عمرو بن العاص نے نامنظور کر کے محاصرہ جاری رکھا۔ تین ماہ کے سخت محاصرے کے بعد اسکندریہ بزور تیغ مفتوح ہوا۔ غازیان اسلام نے مال و اسباب لوٹ لیا اور اہل اسکندریہ کو ذمیوں کے حقوق دیئے بعض نے تحریر کیا ہے کہ مقوقس نے عمرو بن العاص سے بارہ ہزار دینار پر اس شرط سے صلح کر لی تھی کہ ''جو شخص چاہے اسکندریہ چھوڑ کر چلا جائے اور جس کا جی چاہے ٹھہرا رہے''۔ فتح اسکندریہ کے بعد عمرو بن العاص نے اپنے کل لشکریوں کو اسی مقام پر ٹھہرایا اور جب ان کو مصر و اسکندریہ کی فتح سے اطمینان ہو گیا تو انہوں نے لشکر کو مرتب کر کے نوبہ کا رخ کیا مگر اس فوج کشی میں ان کو کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

معرکہ نہاوند

اہواز کے فتح ہونے کے بعد یزدگرد، مرو میں جا کر مقیم ہوا۔ مرو کے قرب و جوار کے امراء نے مسلمانوں کی دست درازی کا حال لکھ کر یزدگرد سے امداد طلب کی تو یزدگرد نے ملوک باب، حلوان، طبرستان، جرجان، سندھ، خراسان، اصفہان اور ہمدان کو مکتوب لکھے اور مسلمانوں کے خلاف امداد چاہی۔ چاروں طرف دفعتہً قومی جوش پھیل گیا اور ڈیڑھ لاکھ کا ٹڈی دل لشکر فیروزان کی زیر قیادت نہاوند میں جمع ہو گیا۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی جواب طلبی

اس واقعہ سے تھوڑے دنوں پیشتر لشکر اسلام کے کچھ سپاہی سعد بن ابی وقاص سے کشیدہ خاطر ہو کر مدینہ آ گئے تھے اور فاروق اعظمؓ سے ان کی شکایت کی تھی۔ فاروق اعظمؓ نے تفتیش کی خدمت محمد بن مسلمہ کو سپرد کی، اور در پردہ خود بھی مختلف موقعوں پر لوگوں سے سعد کے حالات معلوم کرتے رہے۔ دریافت اور تفتیش سے معلوم ہوا کہ صرف بنو عبس شکایت کر رہے ہیں اور کسی کو کوئی شکایت نہیں ہے۔ اتنے میں سعد بہ ہمراہی محمد بن مسلمہ دارالخلافت مدینہ آئے تو فاروق اعظمؓ نے سعد سے پوچھا: ''اے سعد تم کس طرح نماز پڑھتے ہو۔'' سعد نے عرض کی: ''پہلی دو رکعتوں میں طوال مفصل اور آخری دو میں قصار۔'' فاروق اعظمؓ نے کہا: ''میرا خیال تمہاری بابت ایسا ہی تھا۔'' پھر پوچھا: ''کوفہ میں تمہارا کون نائب ہے۔'' سعد نے عرض کی: ''عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان!'' فاروق اعظمؓ نے اس قدر دریافت کرنے کے بعد ان کو ان کے عہدے پر بحال رکھا۔ اس کے بعد عجمیوں کے حالات پوچھنے لگے۔

صحابہ کبارؓ سے مشاورت

فاروق اعظمؓ نے نعمان بن مقرن کو سرلشکری کے لئے انتخاب کیا جو محاصرہ سوس سے واپسی کے بعد کوفہ کے حاکم مقرر کیے گئے تھے اور ان کو یہ حکم دیا کہ کوفہ سے نکل کر کسی چشمہ پر بانتظار افواج اسلامیہ مقیم ہوں۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو یہ فرمان بھیجا کہ لوگوں کو نعمان کے ہمراہ روانہ کرو۔ چنانچہ عبداللہ نے حذیفہ بن الیمان اور نعیم بن مقرن کے ساتھ ایک فوج مرتب کر کے روانہ کی۔ تقرب حرملہ اور ان لوگوں کو جو اہواز میں تھے اور جنہوں نے سوس اور جندیساپور کو تسخیر کیا تھا یہ لکھ بھیجا کہ: ''اصفہان اور فارس کی ناکہ بندی کر لو تاکہ ایرانی نہاوند کی جانب بڑھنے نہ پائیں اور نہ ان کو مدد پہنچا سکیں۔''

الغرض جب نعمان کے پاس فوجیں یکجا ہو گئیں تو انہوں نے طلیحہ اور عمرو بن معدی کرب کو جاسوسی پر متعین کیا۔ عمرو بن معدی کرب اثناء راہ سے لوٹ آئے مگر طلیحہ راستے کو دیکھتے بھالتے نہاوند تک چلے گئے اور وہاں سے واپس آ کر نعمان کو مطلع کیا کہ نہاوند تک راستہ صاف ہے۔ نعمان

نے یہ سن کر لشکر کو آراستہ ومرتب کیا۔ اس لشکر میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابی شامل تھے۔ حذیفہ بن الیمان، عبداللہ بن عمر، جریر بجلی، مغیرہ بن شعبہ اور عمرو بن معدی کرب اور طلیحہ زیادہ قابل ذکر ہیں۔ نعمان نے مقدمۃ الجیش پر نعیم بن مقرن کو مقرر کیا۔ میمنہ پر حذیفہ بن الیمان کو، میسرہ پر موید بن مقرن کو سردار بنایا۔ پیادہ فوج کی افسری قعقاع کو سونپی اور ساقہ پر مجاشع بن مسعود کو مامور کر کے تیس ہزار کی جمعیت سے کوفہ سے چلے اور کوچ وقیام کرتے ہوئے نہاوند پہنچے۔ نہاوند سے نو میل کے فاصلہ پر مقام اسپ دہان میں پڑاؤ ڈالا گیا۔

فیروزان ایرانی لشکر کا سپہ سالار تھا۔ اس کے ہمراہ شاہی رسالہ اور درفش کاویانی تھا جس کو ایرانی فتح وظفر کی نیک فال خیال کرتے تھے۔ اس کے لشکر کے میمنہ پر زردق اور میسرہ پر بہمن جادویہ بجائے ذوالحاجب کے تھا۔ اس معرکے میں ایرانیوں کے وہ سردار بھی شریک ہونے والے تھے جو جنگ قادسیہ سے بھاگ کر ادھر ادھر جان بچاتے پھرتے تھے۔

جنگ ایران کے واقعات

مسلمانوں نے ان کی یہ بھرپور تیاریاں اور ساز وسامان دیکھ کر تکبیر کے نعرے بلند کئے۔ سرداران لشکر اسلام حذیفہ بن الیمان، مغیرہ بن شعبہ، عقبہ بن عمرو، جریر بن عبداللہ، حنظلہ کاتب، بشیر بن الخصاصیہ، اشعث بن قیس، وائل بن حجر، سعید بن قیس ہمدانی اور عبداللہ بن عمر، یہ سب (رضی اللہ عنہم) نعمان بن مقرن کے خیمے میں مشاورت کی غرض سے حاضر ہوئے اور یہ طے پایا کہ چہار شنبہ کی صبح سے لڑائی چھیڑ دی جائے۔ چنانچہ چہار شنبہ سے جنگ شروع ہوگئی۔ پنج شنبہ تک برابر لڑائی ہوتی رہی لیکن کسی کی قسمت کا آخری فیصلہ نہ ہوا۔ جمعہ کے دن سے لڑائی تو نہ ہوئی، مسلمان کئی دن تک ایرانیوں کا ان کی خندقوں میں محاصرہ کئے رہے۔ ایرانیوں نے جنگ چھیڑنے سے پہلے میدان جنگ میں لوہے کے گوکھرو بچھا دیئے تھے جس سے لشکر اسلام آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔ نعمان نے سرداران لشکر کو اپنے خیمے میں مشورے کے لئے طلب کیا۔ ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ رائے طلب کی۔ طلیحہ بن خالد کی تجویز کے مطابق فوجیں مرتب ومسلح کر کے شہر سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ٹھہرائی گئیں۔ قعقاع نے تھوڑی سی فوج کو شہر والوں پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ ایرانی بڑے جوش واستقلال کے ساتھ مقابلہ کو نکلے اور استقلال کے لئے کہ کوئی شخص پیچھے نہ ہٹے اور نہ میدان جنگ سے فرار ہو سکے اپنے لشکر کو چاروں طرف سے لوہے کی زنجیروں سے باندھ دیا۔ جس قدر آگے بڑھتے تھے گوکھرو بچھاتے آتے تھے قعقاع نے تھوڑی دیر لڑ کر اپنی رکاب کی فوج کو سنبھالتے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر ایرانی کامیابی کے جوش میں آگے بڑھتے چلے آئے یہاں تک کہ اپنی خندقوں سے باہر نکل آئے تو نعمان کی فوج نے ایرانیوں کو زد پر پا کر حملہ کرنا چاہا، نعمان نے روک دیا۔ عساکر اسلامی کمال صبر وتحمل سے ایرانیوں کے تیروں کا نشانہ بنتے جاتے تھے مسلمان سپاہی برابر کام آ رہے تھے مگر افسر کی یہ اطاعت تھی کہ کسی کے ہاتھ کو حملہ کی نیت سے ذرا بھی حرکت نہ ہوتی تھی۔

حضرت نعمانؓ کی شہادت

اس اثناء میں آفتاب سمت الراس سے گزر گیا اور دوپہر ڈھلی۔ نعمان نے کھڑے ہو کر عساکر اسلامی کے سامنے ایک پراثر تقریر کی اور غازیان اسلام کو مشرکوں سے لڑائی پر ابھارا۔ اپنے لئے شہادت کی دعا کی اور لشکریوں سے مخاطب ہو کر کہا: "میری پہلی تکبیر پر تم لوگ مسلح اور جنگ پر آمادہ ہو جانا۔ دوسری تکبیر پر تلواریں نیام سے نکال کر حملے پر تل جانا اور جب میں تیسری تکبیر کا نعرہ بلند کروں تو تم لوگ بھی تکبیر کے نعرے بلند کر کے دشمن پر حملہ کر دینا۔" چنانچہ اس ہدایت کے مطابق زوال کے بعد آفتاب دوپہر ڈھلے نعمان کی تیسری تکبیر پر لشکر اسلام نے تکبیر کے نعرے بلند کر کے اچانک حملہ کر دیا اور اس بے جگری سے لڑے کہ عجمی لشکر شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ سوائے آہ وزاری یا بہادران اسلام کی تلواروں کی جھنکار کے اور کوئی آواز نہ سنائی دیتی تھی یا کسی کسی وقت کانوں میں اللہ اکبر کی صدا آ جاتی تھی جس سے سارا میدان جنگ گونج اٹھتا تھا۔ میدان جنگ میں اس قدر خون بہا کہ چلنے والوں کے پاؤں پھسل جاتے تھے۔ نعمان کا گھوڑا بھی پھسل کر گرا اور ساتھ ہی خود بھی زمین پر آ رہے۔ وہ زخموں سے چور تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ نعمان تیر کھا کر نیچے گرے تھے۔

فتح نہاوند

بہرکیف نعمان کے گرتے ہی ان کے بھائی نعیم نے جھپٹ کر اسلامی پرچم تھام لیا اور ان کے کپڑے خود پہن کر لڑنے لگے۔ اس تدبیر سے نعمان کے شہید ہونے کا حال عام طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ لڑائی بدستور جاری رہی۔ اس عرصہ میں رات ہو گئی۔ جو ایرانی دلاوری سے جان پر کھیل کر لڑ رہے تھے وہ بھی اب ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ راستہ بھول گئے۔ گو کھرو سے زخمی ہو کر سینکڑوں ہزاروں مر گئے۔ ایک لاکھ سے زیادہ ایرانی اس لڑائی میں کام آئے۔ تیس ہزار عین معرکے میں ہلاک ہو گئے۔ فیرزان، ہمدان کی طرف بھاگا۔ نعیم بن مقرن نے تعاقب کیا۔ قریب درہ پہنچ کر فیرزان پیادہ پا ہو کر پہاڑ پر چڑھ گیا لیکن چونکہ نعیم بن مقرن سے پہلے ہی قعقاع ایرانی لشکر کے تعاقب میں روانہ ہو چکے تھے اور نعیم سے پہلے درہ کو پہنچ گئے تھے۔ ایک چھوٹا سا معرکہ ایرانیوں سے اس مقام پر ہوا مسلمانوں کی قتل و غارت سے جو لوگ بچے وہ جان بچا کر ہمدان میں داخل ہو گئے جہاں کہ خسروشنوم مقیم تھا۔ اسلامی لشکر نے بہ ہمراہی نعیم اور قعقاع ہمدان کا محاصرہ کر لیا۔

حذیفہ بن الیمان جو نعمان کے بعد سالار مقرر ہوئے تھے نہاوند پہنچ کر مقیم ہوئے۔ مال غنیمت چاروں طرف سے سائب بن الاقرع کے پاس جمع کیا جانے لگا۔ یہاں ایک مشہور اور عظیم الشان آتش کدہ تھا۔ اس آتش کدے کے متولی ہربذ نے حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ ''اگر مجھے امان دی جائے تو میں ایک متاع بیش بہا حاضر کروں۔'' چنانچہ اسے امان دی گئی اور اس نے دو تھیلے جواہرات سے بھرے ہوئے جو کسریٰ پرویز کے رکھے ہوئے تھے لا کر پیش کئے۔ مسلمانوں نے ان کو خمس کے ساتھ سائب کی معرفت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ فاروق اعظمؓ کو ہفتوں سے لڑائی کی کچھ خبر نہ تھی۔ سائب نے فتح کی خوش خبری سنائی۔ خمس اور جواہرات کے تھیلے پیش کئے۔ فاروق اعظمؓ، شہداء نہاوند پر روئے اور فتح پر خوش ہوئے۔ جواہرات کو بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا اور سائب کو لشکر میں واپس چلے جانے کو فرمایا۔

خمس کی مجاہدین میں تقسیم

سائب کہتے ہیں کہ مجھ کو کوفہ سے فاروق اعظمؓ کا قاصد آ کر واپس لے گیا۔ فاروق اعظمؓ نے مجھ دیکھ کر فرمایا: ''میں گزشتہ رات میں سویا تو یہ معلوم ہوا کہ فرشتے مجھے ان جواہرات کے رکھ لینے پر چشم نمائی کرتے ہیں اور آگ کو مشتعل کر کے داغ دینے کی دھمکی دیتے ہیں۔ اس لئے میں ان کو بیت المال میں نہ رکھوں گا۔ یہ مجاہدین کا حق ہے تم اس کو لے جاؤ، اور فروخت کر کے لشکر اسلام میں تقسیم کر دو۔'' سائب اس کو کوفہ لائے اور عمرو بن حریث مخزومی کے ہاتھ دو لاکھ درہم پر فروخت کیا۔ زرثمن کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ عمرو بن حریث نے فارس جا کر اس کو دو چند قیمت پر فروخت کیا۔

اہل دینور کی اطاعت

واقعہ نہاوند میں سواروں کو چھ چھ ہزار اور پیادوں کو دو دو ہزار درہم ملے تھے۔ اس لڑائی کے بعد پھر ایرانیوں کو پیش قدمی کی ہمت نہیں ہوئی۔ آتش جوش انتقام ایسی بجھ گئی کہ دوبارہ پھر پیدا نہ ہو سکی۔ ابولولو، فاروق اعظمؓ کا قاتل نہاوند کا تھا اسی لڑائی میں گرفتار کیا گیا تھا۔ مدینہ میں جب نہاوند کے کسی قیدی کو دیکھتا تھا تو رو کر کہتا ''اکل عمر کبدی'' ابوموسیٰ اشعری واقعہ نہاوند میں شریک تھے اور اہل بصرہ کے سردار تھے۔ نہاوند سے لوٹتے ہوئے دینور کا محاصرہ کیا۔ پانچ دن کے محاصرے کے بعد جزیہ لے کر مصالحت کر لی۔ پھر شیروان کی جانب گئے اہل شیروان نے بھی اہل دینور کی طرح صلح کر لی۔

اہل ہمدان کی مصالحت

سائب بن الاقرع صمیرہ سر کرنے کو بھیجے گئے۔ چنانچہ سائب نے بہ مصالحت صمیرہ کو فتح کیا۔ ہمدان کا نعیم اور قعقاع محاصرہ کئے ہوئے تھے

اہل ہمدان محاصرہ کی سختی سے گھبرا گئے۔ خسروشنوم نے مصالحت کا پیام بھیجا اور جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ باقی رہے اہل ماہین انہوں نے بھی اہل ہمدان کی تقلید کی۔ جو امراء اور ملوک یزدگرد اور اہل ہمدان کی مدد کو آئے تھے انہوں نے بھی مجبوراً حذیفہ امیر لشکر کی خدمت میں نیاز نامہ بھیجا اور مصالحت کر لی۔

اس کے بعد فاروق اعظمؓ نے ایران کی عام تسخیر کا حکم دیا۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو کوفہ سے تبدیل کر کے دوسری جانب بھیج دیا۔ بجائے ان کے ابن حنظلہ حلیف بنی عبد قصی کو مقرر کیا لیکن انہوں نے استعفاء دے دیا تب عمار بن یاسر مقرر کیے گئے۔ ابن مسعود کو حمص سے طلب کر کے تعلیم دینے کے لئے کوفہ روانہ کیا۔ ابوموسیٰ کو ان کی امداد پر اور اہل بصرہ کی مدد پر بجائے ان کے عبداللہ بن عبداللہ کو مقرر کیا۔ چند دنوں بعد ان کو اصفہان بجائے حذیفہ کے بھیج دیا اور بصرے کی حکومت پر عمرو بن سراقہ کو متعین کیا۔

اسی اثناء میں اہل ہمدان کی بغاوت کی اطلاع پہنچی اور فاروق اعظمؓ نے نعیم بن مقرن کو بغاوت فرو کرنے پر مامور کیا۔ نعیم نے بارہ ہزار کی جمعیت سے ہمدان کا محاصرہ کر لیا اور جب ہمدان کے فتح ہونے میں تاخیر ہوئی تو تمام اضلاع میں اسلامی فوجیں پھیلا دی گئیں جنہوں نے نہایت کم مدت میں باستثناء ہمدان باقی تمام مقامات تسخیر کر لئے۔ یہ حالات دیکھ کر ہمدان کے محصورین نے ہمت ہار دی اور طوعاً و کرہاً مصالحت کر لی۔

فتح اصفہان

نعیم بن مقرن فتح ہمدان کے بعد خراسان کی طرف گئے۔ عتبہ بن فرقد اور بکر بن عبداللہ کو آذربائیجان کی جانب پیش قدمی کا حکم دیا اور یہ ہدایت کی کہ ایک آدمی حلوان کی طرف سے اور دوسرا شخص موصل کی جانب سے داخل ہو۔ جس وقت عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان اصفہان کی سرحد پر پہنچے (یہ بنی حبلی کے حلیف اور نامی گرامی انصار میں سے تھے) فاروق اعظمؓ نے ابوموسیٰ کو ان کی امداد پر متعین کیا۔ ان کے لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر عبداللہ بن ورقاء یاحی اور عصمۃ بن عبداللہ تھے۔ ایرانی لشکر کا افسر اعلیٰ اسپیدان اور اس کے مقدمۃ الجیش پر شہریار بن جادویہ، اصفہان کے نامی گرامی جنگ آزمودہ سواران کو لئے ہوئے موجود تھا۔ اسلامی اور ایرانی افواج کا اصفہان کے باہر مقام رستاق میں آمنا سامنا ہوا۔ لڑائی کا عنوان بظاہر مسلمانوں کے لئے خطرناک دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن دوپہر کے بعد مسلمانوں کے حملوں نے ایرانیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ عبداللہ بن ورقاء نے گھوڑا بڑھا کر شہریار پر حملہ کیا اور پہلے ہی وار میں اس کو ہلاک کر ڈالا۔

مصالحت اور معاہدہ

ایرانی لشکر اس واقعہ سے گھبرا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ اسپلید ان نے رستاق دے کر مصالحت کر لی۔ اس کے بعد عساکر اسلامی نے خاص اصفہان کا محاصرہ کیا۔ یہاں کے رئیس فادوسفان نے مصالحت کا پیام بھیجا۔ بالآخر اس امر پر مصلحت ہو گئی کہ باشندوں میں سے جس کا جی چاہے اصفہان چھوڑ کر نکل جائے اور جو رہنا چاہے وہ جزیہ ادا کر کے رہے۔ جو شخص اصفہان چھوڑ کر چلا جائے گا اس کی زمین کے مالک مسلمان ہوں گے۔ اس صلح و معاہدے کے پیشتر ابوموسیٰ اہواز کی طرف سے عبداللہ بن عبداللہ کے پاس آ گئے تھے۔ اور ان کے ساتھ اصفہان میں مظفر و منصور داخل ہوئے تھے۔ فاروق اعظمؓ کو اصفہان کے فتح کی بشارت تحریر کی۔ فاروق اعظمؓ نے عبداللہ کو لکھا کہ اصفہان میں کسی کو اپنا نائب بنا کر سہیل بن عدی کی کمک کے لئے کرمان روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ عبداللہ بن عبداللہ نے اصفہان میں سائب بن اقرع کو اپنا نائب بنایا اور کوچ و قیام کرتے ہوئے سہیل کے پاس پہنچ گئے۔

ابن شعبہؓ کی معزولی

بعض نے تحریر کیا ہے کہ نعمان بن مقرن فتح اصفہان میں شریک ہوئے تھے۔ فاروق اعظمؓ نے مدینہ سے ان کو اہل کوفہ کا سردار بنا کر روانہ کیا تھا چنانچہ جنگ اصفہان میں شہید ہوئے۔ لیکن درست یہ ہے کہ نعمان جنگ نہاوند میں شہید ہوئے تھے اور ابوموسیٰ نے قم و قاشان کو تسخیر کیا تھا۔ اس

کے بعد فاروق اعظمؓ نے 21ھ میں مغیر بن شعبہ کو حکومت کوفہ سے معزول کیا اور معمار کو متعین کیا۔

اہل ہمدان کی سرکشی واطاعت

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ ہمدان میں خسرو شنوم نے قعقاع اور نعیم سے مصالحت کر لی تھی اور اطات وفرمان برداری کی ضمانت دی تھی لیکن زیادہ زمانہ نہ گزرنے پایا تھا کہ بدعہدی شروع کر دی۔ فاروق اعظمؓ نے نعیم کو ہمدان کی بغاوت فرو کرنے کو لکھ بھیجا۔ نعیم نے حذیفہ کو اپنا نائب بنا کر ہمدان کا رخ کیا اور جب ہمدان کے محاصرے میں دیر لگی تو تمام صوبہ میں فوجیں پھیلا دیں کل صوبہ فتح ہو گیا۔ مجبوراً اہل ہمدان نے جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔ بعض کے بقول یہ فتوحات 24ھ میں ہوئی ہیں۔

وادی رود کا معرکہ اور قزوینیوں کی متابعت

نعیم، ہمدان اور اس کے اطراف وجوانب کے انتظام میں مصروف تھے کہ یہ خبر پہنچی کہ دیلم اور اسفندیار برادر رستم نے اہل آذربائیجان کو مدد فراہم کر کے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ہے۔ نعیم نے ہمدان میں یزید بن قیس ہمدانی کو اپنا نائب بنایا اور فوجیں ترتیب دے کر اسفندیار کے مقابلہ کو بڑھے۔ وادی رود میں دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا۔ لڑائی اس تیزی اور شدت سے جاری ہوئی کہ لوگ واقعہ نہاوند کو بھی بھول گئے۔ بالآخر ایرانی لشکر شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہوا۔ نعیم نے فتح کی بشارت دربار خلافت میں بھیجی۔ فاروق اعظم نے لکھا کہ: ''رے کو سر کر کے وہیں قیام اختیار کرو۔''

بعض نے لکھا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ سے جریر بن عبداللہ کو ہمدان فتح کرنے کو بھیجا تھا چنانچہ انہوں نے ہمدان کو بہ صلح فتح کیا اور اس کے کل بلاد پر قبضہ حاصل کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ مغیرہ خود اس مہم کے سر کرنے کو گئے تھے۔ جریر ان کے لشکر کے مقدمۃ الجیش پر تھے۔ قصہ مختصر جریر نے جب ہمدان کو تسخیر کیا تو براء بن عازب کو قزوین کی طرف بھیجا تھا۔ اہل قزوین نے دیلم سے سازش کر لی۔ دیلم نے ان کی مدد کا وعدہ کیا لیکن لڑائی کے وقت صرف اہل قزوین کو مسلمانوں کا مقابلہ کرنا پڑا، دیلم پہاڑ پر سے کھڑا تماشا دیکھتا رہا۔ مجبوراً اہل قزوین نے اس کی امداد سے مایوس ہو کر براء سے صلح کی درخواست کی۔ معاہدۂ صلح لکھا گیا۔ فریقین میں مصالحت ہو گئی اس کے بعد براء نے دیلم اور جیلان پر جہاد کی غرض سے فوج کشی کی۔

رے کی فتح

نعیم، ہمدان کی مہم سے فارغ ہو کر حسب حکم حضرت فاروق اعظمؓ رے کی جانب بڑھے۔ ابوالفرخان نے اہل رے کی طرف سے صلح کی درخواست پیش کی لیکن سیاوخش بن مہران بن بہرام چوبین بادشاہ رے نے اس سے مخالفت کی اور دیناوند، طبرستان، قومس اور جرجان والوں سے امداد طلب کی۔ ایک عظیم فوج اکٹھی ہو گئی۔ خم ٹھونک کر نعیم کے مقابلے پر آیا۔ اس سے ابوالفرخان اور سیاوخش میں شکر رنجی ہو گئی۔ ابوالفرخان نے مسلمانوں سے سازش کر لی۔ ایک روز منذر بن عمرو کو اپنے ہمراہ لئے ہوئے رات کے وقت خفیہ شہر میں داخل ہوا۔ صبح کو لشکر اسلام نے شہر پر دھاوا بولا اور حملے کے ساتھ شہر فتح ہو گیا۔ بے حد و بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مدائن میں مسلمانوں کو عنایت کیا تھا۔ کامیابی کے بعد نعیم نے ابوالفرخان سے بلاد رے پر صلح کر لی اور اس کی حکومت اس کو دی (چنانچہ رے کی ریاست ابوالفرخان کے خاندان میں قائم رہی) اور پرانے شہر کو برباد کر کے نیا شہر آباد کرنے کا حکم دیا۔ فتح اور کامیابی کی اطلاع دربار خلافت میں بھیجی۔

جرجان اور طبرستان کی فتوحات

رے کی فتح کے بعد اہل دباوند نے جزیہ دے کر صلح کر لی۔ نعیم نے عمر فاروقؓ کے حکم کے مطابق اپنے بھائی سوید کو قومس پر بھیجا۔ ان کے ہمراہ ہند بن عمرو الجملی بھی تھے۔ سوید نے قومس پر بغیر کسی جنگ کے قبضہ کر لیا۔ یہ ایک وسیع صوبہ تھا یہاں سے جرجان وطبرستان بالکل قریب ہیں۔ سوید

اور اہل طبرستان سے نامہ و پیام ہونے کے بعد جزیہ پر صلح ہوگئی۔ بعدہ سوید نے جرجان کا رخ کیا جو طبرستان کا مشہور ضلع ہے وہاں کے حکمران نے بھی جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔

ان واقعات کو لکھتے وقت ہم نے فتح طبرستان کو جرجان سے پہلے بیان کیا ہے لیکن واقعہ اصل یہ ہے کہ سوید نے پہلے جرجان کے حاکم سے خط و کتابت کی اور اس سے مصالحت کی۔ پھر یہ خبر سن کر طبرستان کے رئیس نے بھی جو سپہدار کہلاتا تھا پانچ لاکھ درہم جزیہ پر مصالحت کر لی اور خود سوید سے ملنے کو آیا اور طبرستان کے سرحدی مقامات اور ان کے استحکام کو دکھلایا۔

بعض کہتے ہیں کہ طبرستان 30ھ زمانہ خلافت عثمان ابن عفانؓ میں فتح ہوا تھا۔ معاہدۂ صلح میں جو حاکم جرجان کے مقابلہ میں تحریر ہوا تھا بہ تصریح لکھا ہوا تھا کہ ''مسلمان جرجان اور دہستان کے امن کے ذمہ دار ہیں اور یہاں کے رہنے والوں میں سے جو لوگ خارجی حملوں کے روکنے میں مسلمانوں کی مدد کریں گے وہ جزیہ سے بری رہیں گے۔''

آذربائیجان کی فتح

جس وقت نعیم رے کو فتح کر چکے تو فاروق اعظمؓ کا فرمان پہنچا کہ ''سماک بن خرشہ انصاری کو بکیر بن عبداللہ کی مدد پر آذربائیجان روانہ کرو۔'' آذربائیجان کا علم جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں عتبہ بن فرقد اور بکیر کو مرحمت ہوا تھا اور ان کی پیش قدمی کی سمتیں بھی متعین کر دی گئی تھیں۔ بکیر آذربائیجان کی طرف بڑھے تو جرمیدان میں جبال کے پاس اسفندیار بن فرخ زاد سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ اسفندیار کو ہمدان کے ماج رود میں نعیم سے شکست ہوئی تھی کمال بے سروسامانی سے بھاگا ہوا آ رہا تھا۔ بکیر نے شکست دے کر حراست میں لے لیا۔ اسفندیار نے بخوف جان بکیر سے کہا ''تم مجھے قتل نہ کرواپنے پاس قید رکھو، میں آسانی سے تمہیں کل ملک پر قبضہ دلا دوں گا۔'' بکیر نے اس کی درخواست کو قبول کر لیا۔ دوسری طرف اسفندیار کا بھائی بہرام عتبہ کا سدراہ ہوا۔ عتبہ نے اس کو نیچا دکھا کر پورے شہر پر باستثنا قلعہ قبضہ کر لیا۔ اس اثناء میں سماک آ پہنچے انہوں نے آذربائیجان کے اطراف و جوانب میں جو شہر و قصبات باقی رہ گئے تھے ان کو بھی فتح کر لیا۔ اسفندیار نے اپنے بھائی کے فرار ہونے اور بلاد آذربائیجان کے فتح ہونے کی خبر سن کر کہا: ''اب لڑائی کی مشتعل آگ بجھ گئی اور میں تم سے جزیہ پر صلح کرتا ہوں۔'' چونکہ آذربائیجان انہی دونوں سرداروں کے قبضہ میں تھا بکیر اور عتبہ نے معاہدہ تحریر کر کے اس شرط پر اسفندیار کو رہا کر دیا کہ وہ آذربائیجان پر بشرط ادائے جزیہ حکومت کرے۔

آذربائیجان کے فتح ہونے کے بعد بکیر نے خمس اور فتح کی بشارت دربار خلافت میں بھیجی اور بہ اجازت فاروق اعظمؓ عتبہ کو مفتوحات آذربائیجان میں چھوڑ کر اسلامی لشکر کے ہمراہ باب کی طرف بڑھے۔ بکیر کی روانگی کے بعد عتبہ نے موجودہ فوج لے کر شہر زور اور صامغان پر چڑھائی کی اور ان شہروں کو لڑ کر جزیہ و خراج پر فتح کیا۔ ایک گروہ کثیر کردوں کا اس مقام کی لڑائی میں ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد فاروق اعظمؓ کو اپنی فتوحات کا حال لکھ بھیجا۔ انہوں نے ان کو آذربائیجان کا والی مقرر کیا اور ہرثمہ بن عرفجہ کو موصل کی حکومت دی۔

تسخیر باب

بکیر بن عبداللہ آذربائیجان کی فتح کے بعد باب کے پاس پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ فاروق اعظمؓ نے ایک نئی فوج تیار کر کے بہ ہمراہی سراقہ ان کی امداد کو بصرہ سے بھیجی اور ہر فوج کے حصہ پر جدا جدا افسر مقرر فرمایا۔ مقدمۃ الجیش پر عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو مامور کیا۔ میمنہ، ابن اسید غفاری کو دیا۔ میسرہ پر سراقہ بن عمرو کو رہنے کا حکم دیا۔ مال غنیمت کی تقسیم پر سلمان بن ربیعہ متعین ہوئے اور ابوموسیٰ اشعری کو بجائے سراقہ کے بصرے کا حاکم بنایا۔ سراقہ کی روانگی کے بعد حبیب بن مسلمہ کو جزیرہ سے ان کی کمک پر روانہ کیا اور بجائے ان کے زیاد بن حنظلہ کو مقرر کیا۔

باب کا حاکم ان دنوں شہریار (شہریار کی اولاد سے) تھا جس نے بنی اسرائیل کو پامال کیا تھا اور ملک شام کو ان کے قبضے سے چھڑا لیا تھا، سلطنت ایران کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔ اس نے مسلمانوں کی آمد کی اطلاع پا کر صلح کا پیام بھیجا۔ عبدالرحمٰن نے (جو مقدمۃ الجیش کے افسر تھے) لکھا ''تم کو امان دی جاتی ہے جو کہنا ہو خود حاضر ہو کر کہو۔'' چنانچہ شہریار نے حاضر ہو کر درخواست کی ''مجھ سے بعوض جزیہ کے فوجی خدمت لی جائے میں

ہر وقت مسلمانوں کا تابع رہوں گا۔'' عبدالرحمٰن نے اس کو سراقہ کے پاس بھیج دیا۔ چونکہ جزیہ درحقیقت محافظت کا معاوضہ ہے اس لئے یہ شرط منظور کر لی اور ایک اطلاعی عرض داشت فاروق اعظمؓ کی خدمت میں منظوری کی غرض سے بھیجی جسے آپ نے بھی منظور فرما لیا۔

حضرت سراقہؓ کی وفات

باب کی مہم سے فارغ ہو کر سراقہ نے امراء لشکر کو آرمینیہ کے پہاڑی شہروں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ بکیر بن عبداللہ کو موقان کی جانب، حبیب بن مسلمہ کو تفلیس کی طرف، حذیفہ بن الیمان کو جبال اللان کی سمت اور سلمان بن ربیعہ کو ایک دوسری جانب روانہ کیا اور اطلاعی عرض داشت دربار خلافت میں روانہ کی۔ یہ مہم تمام نہ ہونے پائی تھی کہ سراقہ کا پیمانہ عمر لبریز ہو گیا۔ عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو اپنا نائب مقرر کر کے انتقال کر گئے۔ فاروق اعظمؓ کو یہ اطلاع ہوئی تو انہوں نے عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو حکومت باب پر بحال رکھا اور ترکوں پر حملہ کرنے کا حکم بھیجا۔ ان امراء میں سے بکیر بن عبداللہ نے موقان کو جہاں سے ایران کی سرحد شروع ہوتی ہے فتح کر کے دائرۂ حکومت اسلام میں لے لیا۔ بقیہ امراء لشکر نے فتح یابی میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

معرکہ بلنجر

عبدالرحمٰن بن ربیعہ کو ترکوں پر فوج کشی کا حکم پہنچا تو انہوں نے باب سے نکل کر بلنجر کا رخ کیا۔ بلنجر میں ترکوں کا پایہ تخت تھا۔ شہریار ان کے ساتھ تھا۔ اس نے تعجب سے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ ہم لوگ یہی غنیمت سمجھتے تھے کہ وہ ہم سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا کہ جب تک میرا نیزہ ترکوں کے سینے میں نہ گھس جائے گا مجھے قرار نہ آئے گا۔ الغرض بلنجر کے قریب پہنچ کر ترکوں سے معرکہ آرائی کی۔ ترک شہر چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ عساکر اسلامی مظفر و منصور مال غنیمت لئے ہوئے واپس آئے اور برابر عہد خلافت عثمانؓ تک ان پر فوج کشی کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے قویٰ مضمحل ہو گئے۔

مجاہدین کی جرجان کو مراجعت

ترکوں کا یہ اعتقاد تھا کہ مسلمانوں کو کوئی قتل نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے ساتھ مددگار فرشتے رہتے ہیں۔ اتفاق سے ان ہی لڑائیوں میں ایک مسلمان کو گرفتار کیا۔ جس کو ان لوگوں نے لے جا کر شہید کر ڈالا۔ بس پھر کیا تھا ترکوں کی جرأت اور دلیری بڑھ گئی۔ ان ہی لڑائیوں میں عبدالرحمٰن لڑتے لڑتے شہید ہو گئے تو ان کے بھائی سلمان نے قیادت کے علم کو سنبھالا۔ ان کے ساتھ ابو ہریرہ دوسی بھی تھے۔ ان دونوں بزرگوں نے نہایت مردانگی سے ترکوں کا مقابلہ کیا اور براہ جیلان جرجان کی طرف واپس ہوئے۔

خراسان کی فتح

یزدگرد فتح جلولاء کے بعد رے چلا گیا تھا۔ وہاں کے مرزبان آبان جادویہ نے بے وفائی کی۔ برداشتہ خاطر ہو کر رے سے اصفہان گیا۔ جب وہاں بھی فتوحات اسلامی نے اس کو چین سے نہ بیٹھنے دیا تو کرمان کی طرف آیا اور پھر وہاں سے لوٹ کر مرو (سرزمین خراسان) میں آ کر قیام پذیر ہوا اور یہ خیال کر کے کہ عرب کی فتوحات کا سیلاب سرحدی مقامات تک پہنچ کر ختم ہو جائے گا آتش کدہ بنوا کر آرام سے بسر کرنے لگا۔ طبیعت من چلی تھی چین سے نہ بیٹھا گیا۔ حکومت اسلامی کو درہم برہم کرنے کے لئے ہرمزان، اہل اہواز، فیروزان اور اہل جبال کو مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنے کی ترغیب دینے لگا چنانچہ ان سب نے عہد شکنی کی اور اس کا ذائقہ اللہ جل شانہ نے ان کو چکھایا۔

فاروق اعظمؓ نے ان واقعات سے مطلع ہو کر ملک فارس پر عام لشکر کشی کا حکم دیا۔ اپنے ہاتھ سے متعدد پرچم تیار کر کے نامی گرامی افسروں کو مرحمت فرمائے۔ احنف بن قیس کو خراسان کا علم عنایت کیا تھا۔ احنف نے 18ھ یا 22ھ میں خراسان کا رخ کیا۔ طبس ہو کر ہرات پہنچے اور اس کو لڑ

کر فتح کیا۔ صحار بن فلاں العبیدی کو نائب بنا کر مروشاہ جان کی جانب بھیجا۔ نیشاپور پر مطرف بن عبداللہ کو اور سرخس کی جانب حرث بن حسان کو روانہ کیا۔ یزدگرد شہنشاہ فارس، مروشاہجان میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر مرد روز چلا گیا۔ احنف نے مروشاہجان پر قبضہ جمالیا۔ کوفہ کی امدادی فوجیں آ گئیں۔ احنف نے مروشاہجان میں حارثہ بن نعمان باہلی کو چھوڑ کر مروالروز کا رخ کیا اور کوفہ کی فوج کو مقدمتہ الجیش میں رکھا۔ یزدگرد مقابلہ سے جی چرا کر یہاں سے بھی بھاگ کھڑا ہوا اور سیدھا بلخ پہنچا۔ احنف نے مروالروز پر قبضہ حاصل کر کے بلخ پر حملہ کیا۔ یزدگرد شکست کھا کر دریا عبور کر کے خاقان چین کے پاس چلا گیا۔ احنف نے میدان خالی پا کر ہر طرف اپنی فوجیں روانہ کر دیں۔ خراسان کو نیشاپور سے طخارستان تک فتح کر کے مروالروز کو صدر مقام قرار دیا اور طخارستان کی حکومت ربعی بن عامر کو دی۔ فاروق اعظمؓ کی خدمت میں فتح نامہ بھیجا۔ فاروق اعظمؓ نے جواب میں لکھا: ''جہاں تک تم پہنچ چکے ہو اب اسی پر اکتفا کرو۔ دریا سے آگے نہ بڑھو۔''

خاقان چین کی مراجعت

یزدگرد خاقان چین کے پاس گیا تو اس نے بڑی عزت و توقیر کی۔ فوج کثیر لے کر بغرض امداد اس کے ساتھ خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ احنف ان دنوں بلخ میں مقیم تھے خاقان کی آمد کی اطلاع پا کر عساکر اسلامی کو لئے ہوئے مروالروز میں پہنچ کر قیام کیا۔ خاقان، بلخ ہوتا ہوا مروالروز پہنچا اور یزدگرد اس سے علیحدہ ہو کر مروشاہجان کی جانب بڑھا۔ احنف نے کھلے میدان میں جنگ کرنا محفوظ نہ سمجھ کر نہر پار کر کے ایک میدان میں جس کی پشت پر پہاڑ تھا صف آرائی کی۔ کوفہ اور بصرہ کی بیس ہزار فوجیں ان کے ہمراہ تھیں۔ مسلمانوں نے ضرورت کے مطابق خندقیں کھودلیں اور مورچے قائم کر لئے۔ ایک مدت تک دونوں فوجیں بالمقابل صفیں جمائے پڑی رہیں۔ ایک روز صبح کو احنف میدان جنگ گئے۔ ادھر سے دستور کے مطابق ایک ترک طبل علم لئے نکلا تو احنف نے اس پر حملہ کیا تھوڑی دیر کے رد و بدل کے بعد احنف نے اس پر نیزے کا ایسا وار کیا کہ وہ زمین پر گر کر مر گیا۔ اس کے بعد قاعدے کے موافق دو بہادر میدان میں آئے۔ احنف نے ان کو بھی اسی جگہ مار گرایا۔ اب خود خاقان میدان میں آیا تو وہ اپنے بہادروں کو مقتول دیکھ کر اس قدر خائف اور پریشان ہوا کہ اسی وقت اس نے فوج کو واپسی کا حکم دے دیا۔

یزدگرد کا فرار

یزدگرد کو یہ خبر مروشاہجان میں ملی جس وقت وہ حارث بن نعمان کا مروشاہجان میں محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ فتح سے مایوس ہو کر محاصرے سے دست کشی کر لی۔ خزانہ و جواہرات جمع کر کے خاقان کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ امراء دربار نے اس سے مخالفت کی اور مسلمانوں سے صلح کر لینے پر مصر ہوئے کیونکہ مسلمان ایفائے عہد اور پابندی معاہدات میں ترکوں سے بدرجہا اچھے تھے۔ یزدگرد نے جب ان کا کہنا نہ مانا تو ان لوگوں نے بلوہ کر دیا اور سارا مال و اسباب چھین لیا۔ یزدگرد بے سروسامانی کے ساتھ نہر عبور کر کے خاقان چین کے پاس گیا اور فاروقؓ اعظم کے اخیر عہد خلافت تک ترکوں کے دارالسلطنت فرغانہ میں مقیم رہا یہاں تک کہ زمانہ خلافت عثمان بن عفانؓ میں اہل خراسان نے بغاوت کی تو یہ اس وقت وہاں سے واپس آیا۔

یزدگرد کے جانے کے بعد اس کے اراکین دولت احنف کی خدمت میں باریاب ہوئے اور کل جواہرات و اسباب و مال دے کر مصالحت کر لی۔ احنف نے یہ جواہرات وغیرہ دوسرے مال غنیمت کے ساتھ لشکر میں تقسیم کر دیئے۔ مال غنیمت میں سواروں کو اسی قدر حصہ ملا جس قدر قادسیہ میں ملا تھا۔ اس کے بعد احنف بلخ میں آئے اور اہل لشکر کو اس کی حدود میں ٹھہرا کر خود مرد روذ میں قیام اختیار کیا۔ فاروقؓ اعظم کو فتح کا بشارت نامہ لکھا۔

فاروق اعظمؓ کا خطبہ

فاروق اعظمؓ نے اہل مدینہ کو جمع کر کے مژدۂ فتح سنایا اور ایک پراثر تقریر کی جس سے سامعین کے دلوں پر بہت اثر ہوا۔ آخر میں آپؓ نے

فرمایا۔

''آگاہ ہو جاؤ بے شک آج مجوسیوں کی حکومت جاتی رہی پس وہ اپنے ملک میں ایک بالشت زمین کے بھی مالک نہ رہے جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں۔ آگاہ ہو رہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان کی زمین، ان کے ملک ان کے اموال اور ان کے لڑکوں کا وارث و مالک تمہارے اعمال جانچنے کے لئے بنایا ہے۔ پس تم لوگ اپنی حالت نہ تبدیل کرنا ورنہ اللہ تعالیٰ تم سے حکومت چھین کر دوسروں کو دے دیگا۔ مجھ کو خوف اس امت پر اسی کا ہے کہ مبادا ان پر وہی حالت نہ طاری ہو جو ان سے پیشتر والوں کا حشر ہوا ہے۔''

معرکہ توج

جس وقت امراء اسلام نے بقصد جہاد عام لشکر کشی کے ارادے سے بصرے سے فارس کا رخ کیا اور ہر امیر اپنی فوج کے ہمراہ متعینہ جہت کی طرف بڑھا اہل فارس میں کھلبلی پڑ گئی۔ ایرانیوں کا جتھا تتر بتر ہو گیا۔ اپنے اپنے شہر کے بچانے کی غرض سے وہ سب متفرق ہو گئے۔ اسی سے ان کی شکست کی بنیاد پڑتی ہے اور یہی باعث تفریق ہوا۔ مجاشع بن مسعود، اردشیر اور سابور کی طرف رُوانہ ہوئے۔ ایرانیوں نے ان کو توج میں روکا۔ فریقین نے لڑائی شروع کر دی۔ آخر کار مجاشع نے کمال مردانگی سے توج کو بزور تیغ تسخیر کیا۔ وہاں کے رہنے والوں نے جزیہ دے کر صلح کر لی۔ مجاشع نے بشارت نامہ فتح اور خمس دربار خلافت میں روانہ کیا۔

اصطخر کی تسخیر

اصطخر کی فتح پر عثمان بن ابی العاص مامور تھے انہوں نے جب اصطخر کا رخ کیا تو ایرانیوں نے بہت بڑے سامان سے لشکر اسلام کو جور میں روکنا چاہا لیکن مسلمانوں کی فتح کا سیلاب ان کے روکے نہ رک سکا۔ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگے۔ حاکم اصطخر ہربذ نے جزیہ پر صلح کی درخواست کی جس کو سپہ سالار لشکر اسلام نے مان لیا۔ جو لوگ اثناء جنگ میں مکانات چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ بھی صلح کے بعد واپس آئے۔ عثمان نے خمس اور فتح بشارت نامہ فاروق اعظمؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس کے بعد عثمان بن عاصؓ نے گازرون و نوبند جان کو فتح کر کے اس کے گرد و نواح پر بھی قبضہ کر لیا۔

ارجانیوں اور شیرازیوں کی اطاعت

اس عرصہ میں ابو موسیٰ آ گئے اور ان کے ساتھ شیراز اور ارجان کو بھی جزیہ و خراج پر فتح کیا گیا۔ پھر عثمان عاص نے جنابہ کا قصد کیا۔ ایرانیوں نے اطراف جہرم میں مقابلہ کیا۔ عثمانؓ نے ان کو شکست دے کر جہرم کو بھی تسخیر کر لیا۔ اس کے بعد شہرک نے شروع زمانہ خلافت عثمانؓ میں بغاوت کی۔ عثمان بن ابی العاص نے اپنے لڑکے اور بھائی حکم کو جمعیت کثیرہ کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا۔ بصرے سے ان کی امداد پر عبیداللہ بن معمر اور شبل بن معبد اسلامی فوجیں لے کر آئے۔ سرزمین فارس میں دونوں حریفوں کے درمیان آمنے سامنے لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار ایرانیوں کو شکست ہوئی اور حکم بن العاص کے ہاتھ سے شہرک عین معرکے میں مارا گیا۔ بعض کہتے ہیں سوار بن ہمام عبدی پر شہرک نے حملہ کیا تھا انہوں نے وار خالی دے کر اس کو ہلاک کر ڈالا۔ اس مہم کی نسبت بعض کا خیال ہے کہ 28ھ میں اور بعض کہتے ہیں کہ 29ھ میں سر ہوئی۔

شہرک مرزبان کی بغاوت

بعض اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جب 23ھ آخری زمانہ خلافت فاروق اعظمؓ میں عثمان بن ابی العاص بحرین کے عامل بنائے گئے تو شہرک مرزبان فارس نے بغاوت کر دی۔ تمام مفتوحہ علاقے قبضے سے نکل گئے تو عثمان نے اپنے بھائی حکم کو دو ہزار کی جمعیت سے فارس روانہ کیا۔ میمنہ اور میسرہ پر جارود اور ابو صفرہ (مہلب کے باپ) تھے۔ ادھر سے کسریٰ نے شہرک کی امداد کے لئے بہت بڑی فوج بھیجی تھی۔ دونوں فوجوں کا

توج میں مقابلہ ہوا۔ حکم نے نہایت مردانگی سے شکست دے کر توج پر قبضہ کر لیا اور ایرانی لشکر بھاگ کر سابور میں جا ٹھہرا۔ حکم نے تعاقب کر کے شہرک کو مار ڈالا جو باقی رہے ان کو سابور میں گھیر لیا۔ یہاں تک کہ اہل سابور نے جزیہ دے کر صلح کی۔ حکم نے مہم سابور سے فرصت پا کر اصطخر کا رخ کیا اہل سابور سے اعانت کے خواہاں ہوئے۔ اس اثناء میں فاروق اعظمؓ شہید ہو گئے اور عثمان ابن عفانؓ خلیفہ سوم نے عبیداللہ بن معمر کو بجائے عثمان ابن ابی العاص روانہ کیا۔ انہوں نے اصطخر کا محاصرہ بدستور قائم رکھا۔ سابور کے حاکم نے بغاوت اور بدعہدی کا قصد کیا لیکن پھر کچھ سوچ کر خاموش رہ گیا۔ محاصرے کے دنوں میں عبیداللہ پر منجنیق سے ایک پتھر گرا۔ جس کے نتیجہ میں وہ شہید ہوئے۔ اس کے بعد شہر سابور فتح ہوا۔ ایک گروہ کثیر ایرانیوں کا اس واقعہ میں کام آیا۔

پساودارابجرد کی فتح

ساریہ بن زنیم کنانی نے زمانہ عام لشکرکشی میں پساودارابجرد پر فوج کشی کی۔ پساودارابجرد والوں نے اکراد فارس کو اکٹھا کر کے ایک لشکر مرتب کیا۔ شہر سے نکل کر صف آرائی کی۔ میدان میں جس وقت دونوں فوجیں دست بدست برسر پیکار تھیں۔ فاروق اعظمؓ جو مدینہ میں منبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے بے ساختہ بول اٹھے: ''یا ساریۃ الجبل الجبل'' (اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ! پہاڑ پر چڑھ جاؤ) اس وقت ساریہ کا لشکر کمزور پڑ رہا تھا اور قریب تھا کہ ایرانی لشکر غالب ہو جاتا۔ ساریہ نے یہ آواز سنی اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ پھر لوٹ کر حملہ کیا تو ایرانیوں کو شکست ہو گئی۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا جس میں جواہرات کا ایک تھیلا بھی تھا۔ ساریہ نے اس کو مجاہدین کی اجازت سے خمس کے ساتھ فاروق اعظمؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ فاروق اعظمؓ بہت خوش ہوئے۔ ایک ایک واقعہ دریافت کیا اور جواہرات کا تھیلا واپس کر دیا کہ اس کو بھی مجاہدین میں تقسیم کر دو چنانچہ ساریہ نے اس کو فروخت کر کے تقسیم کر دیا۔

کرمان، زرنج، سجستان اور مکران کی فتح

کرمان کی فوج کشی کی قیادت سہیل بن عدی کو دی گئی تھی۔ چنانچہ 23ھ میں ایک فوج لے کر جس کا ہراول بشیر بن عمر العجلی کی افسری میں تھا کرمان پر حملہ آور ہوئے۔ پیچھے سے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان بھی کمک پر پہنچ گئے۔ کرمان والوں نے قفص وغیرہ سے اعانت طلب کر کے مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے چاروں طرف سے گھیر کر لڑائی چھیڑ دی۔ اثناء کارزار میں کرمان کا مرزبان، بشیر کے ہاتھ سے مارا گیا۔ فریق مخالف کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ عبداللہ اور بشیر جےرفت و سیرزاد تک فوجیں لئے بڑھتے چلے گئے۔ بے شمار اونٹ اور بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں۔

بعض نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی نے کرمان کو تسخیر کیا ہے اور فتح کرمان کے بعد سے طبسین ہوتے ہوئے فاروق اعظمؓ کے پاس مدینہ آئے تھے۔

سجستان کو سیستان بھی کہتے ہیں۔ ملک عاصم بن عمرو کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ لڑائی شروع ہونے سے پہلے عبداللہ بن عمیر آ گئے تھے۔ یہاں کے رہنے والے سیستان سے باہر نکل کر ایک چھوٹی سی لڑائی لڑ کر بھاگے۔ عاصم برابر بڑھتے چلے گئے اور زرنج پہنچ کر محاصرہ کر لیا (جو سجستان کا دوسرا مقام ہے)۔ چند دنوں کے محاصرہ کے بعد محصورین نے مصالحت کی درخواست کی۔ چنانچہ ان کی درخواست کے مطابق صلح کر لی گئی۔ یہ ملک خراسان سے بڑا تھا اس کے حدود دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس ملک پر قبضہ کرنے سے قندھار، ممالک ترک اور دوسری قوموں کے ملک کی فتح کی کلید ہاتھ آ گئی اور وقتاً فوقتاً ان پر حملہ ہوتا رہا۔ عہد حکومت معاویہ بن ابی سفیان میں شاہ اپنے بھائی زنبیل بادشاہ ترک سے ناراض ہو کر سجستان کے ایک شہر آمل نامی میں آیا۔ سلم بن زیاد بن ابی سفیان والیٔ سجستان نے اس سے عہد و پیمان کر کے امیر معاویہ کو باخبر کیا۔ امیر معاویہؓ نے اس کو منظور کر لیا مگر ساتھ ہی یہ لکھا کہ: ''یہ لوگ بڑے غدار و فریبی ہیں۔ ان کے عہد و پیمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یہ جب موقع پائیں گے بلاد آمل پر قابض ہونے کی کوشش کریں گے۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا اور امیر معاویہ کے انتقال کے بعد شاہ نے غداری کی اور کل بلاد آمل پر قبضہ کر لیا۔ زنبیل نے

آمل کا یہ رنگ دیکھ کر زرنج کا محاصرہ کرلیا۔ اس عرصہ میں بصرے سے مدد آگئی اور ترکوں کو فرار ہونا پڑا۔

امراء عام لشکر کشی سے (23ھ میں) حکم بن عمرو تغلبی نے مکران کا قصد کیا۔ ان کے بعد شہاب بن مخارق، سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان بھی روانہ ہوئے۔ سب نے دو ین پہنچ کر اسلامی فوج کو صف بند کیا۔ والی مکران (راسل) نے نہر مکران کے کنارے بہت اہتمام سے صف آرائی کی اور اہل سندھ کی امدادی فوج لے کر مسلمانوں کے مقابلے پر آیا۔ اسلامی بہادروں نے ایک بہت بڑی جنگ کے بعد راسل کو شکست دینے کے بعد مکران پر قبضہ کرلیا۔ حکم نے صحار عبدی کی معرفت نامہ بشارت فتح اور خمس دربار خلافت کو روانہ کیا۔

سندھ کے متعلق صحار عبدی کی تجویز

فاروق اعظمؓ نے مکران کا حال پوچھا تو صحار عبدی نے عرض کی۔ ''ارض سهلها جبل و ماؤها وشل و ثمرها و قل و عددها بطل وخيرها قليل و شرها طويل والكثير بها قليل۔'' فاروق اعظمؓ نے سہیل اور عاصم کو تحریری حکم دیا کہ فوجیں جہاں تک پہنچ چکی ہیں وہیں رک جائیں اور جو بلاد اس وقت تک فتح ہو چکے ہیں انہی پر اکتفا کیا جائے۔

معرکہ بیروذ

فاروق اعظمؓ نے جس وقت امراء اسلام کو عام لشکر کشی کا ایک ایک پرچم مرحمت فرما کر مقررہ سمتوں کی طرف روانگی کا حکم دیا تو یہ لوگ حکم ملتے ہی بلاد ایران کی طرف بڑھے۔ اسی زمانہ میں حفاظت کے لئے یہ انتظام کر دیا تھا کہ ابوموسیٰ اشعری کو فوج کثیر کا سردار بنا کر حدود بصرہ پر قیام کرنے کا حکم دیا تھا۔ نہر تیری اور منادر کے مابین مقام بیروذ میں اہل اہواز کی مشہور قوم کرد اسلامی فتوحات کے سیلاب کی روک تھام کے لئے جمع ہوئی۔ ابو موسیٰ کو اس کی خبر لگی، انہوں نے بیروذ پر حملہ کر دیا۔ دونوں نے جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ مہاجر بن زیاد اسی واقعہ میں شہید ہوئے۔ ایک بہت بڑی خون ریز جنگ کے بعد مسلمانوں نے فتح حاصل کی۔ مشرکوں نے فرار ہو کر قلعہ میں پناہ لی، اور قلعہ بند ہو کر جنگ جاری رکھی۔ اس کے بعد ابوموسیٰ اپنے لشکر پر اپنے بھائی ربیع بن زیاد کو مقرر کر کے چند دستہ فوج لے کر اصفہان کے محاصرہ کو چلے گئے۔ جب وہ فتح ہو گیا تو بصرہ واپس آئے اور اس عرصہ میں ربیع بن زیاد نے بیروذ کو فتح کرلیا تھا اور جو کچھ اس میں تھا اس کو لوٹ لیا تھا۔ فتح کا بشارت نامہ اور خمس دربار خلافت کو روانہ کیا گیا۔

ضبہ بن محصن عنزی نے وفد کے ہمراہ جانے کا قصد کیا ابوموسیٰ نے اجازت نہ دی اس پر ضبہ ناراض ہو کر فاروق اعظمؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابوموسیٰ کی شکایت کی کہ: ''دہقانوں کے ساتھ لڑکوں کو اپنی غلامی کے لئے منتخب کیا ہے۔ زیاد بن ابی سفیان کو بصرے کا اپنی طرف سے والی بنایا ہے، حطیہ کو ایک ہزار انعام دیا ہے''۔ فاروق اعظمؓ نے ابوموسیٰ سے جواب طلبی کی اور ابوموسیٰ کے معقول جوابات کو قبول کیا۔

ابن قیس کا کردوں سے مقابلہ

انہی ایام میں فاروق اعظمؓ کے پاس مسلمانوں کا ایک گروہ بغرض جہاد جمع ہو گیا۔ جس پر انہوں نے سلمہ بن قیس اشجعی کو امیر مقرر کر کے حسب دستور کفار سے جہاد کرنے کو روانہ کیا اور قدیم دستور کے مطابق وصیتیں کیں۔ اتفاق سے ان لوگوں کا کردوں سے سامنا ہو گیا، سلمہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے انکار کیا۔ جزیہ ادا کرنے کو کہا اس پر بھی وہ راضی نہ ہوئے تو تلوار نیام سے کھینچ کر بھڑ گئے۔ ظہر سے مغرب تک لڑائی ہوتی رہی۔ جنگ کے دوران ہی مسلمانوں نے اشارے سے نماز پڑھی اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر مجموعی قوت سے حملہ کر دیا۔ کردوں کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ وہ شکست کھا کر بھاگے۔ مجاہدوں نے ان کو قتل کیا اور جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا اس کو باہم تقسیم کرلیا۔ مال غنیمت میں یاقوت کا ایک ٹکڑا نکل آیا تو سلمہ نے اس کو مسلمانوں کی اجازت سے خمس کے ساتھ فاروق اعظمؓ کے پاس بھیج دیا۔ فاروق اعظمؓ نے قاصد سے لوگوں کی حالت اور ان کے حصوں کی تفصیل وکیفیت دریافت کی۔ فاروق اعظمؓ یہ سن کر کہ اور لوگوں کو اس یاقوت میں سے کچھ حصہ نہیں دیا گیا بہت ناراض ہوئے اور اس کو فوراً واپس لے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ سلمہ نے اس کو فروخت کر کے حاصل شدہ رقم کو مجاہدوں میں تقسیم کر دیا۔

باب:۱۶

فاروق اعظمؓ کی شہادت

مدینہ منورہ میں مغیرہ بن شعبہ کا ایک مجوسی غلام فیروز مقیم تھا جس کی کنیت ابولوءلوء تھی اس نے بازار میں ایک دن فاروق اعظمؓ سے شکایت کی کہ میرا آقا مغیرہ بن شعبہ مجھ سے بہت زیادہ رقم لیتا ہے آپ کم کرا دیجئے۔ فاروق اعظمؓ نے رقم دریافت فرمائی تو اس نے بتلایا دو درہم روزانہ (قریباً سات آنے ہوتے ہیں)۔ پھر فاروق اعظمؓ نے استفسار کیا کہ تو کیا کام کرتا ہے؟ اس نے عرض کی ''آہن گری، نقاشی اور بخاری''۔ فرمایا: ان صنعتوں کے مقابلہ میں یہ رقم زیادہ نہیں ہے''۔ پھر مخاطب ہو کر کہا: ''میں نے سنا ہے کہ تو ایک قسم کی چکی بناتا ہے جو ہوا کے زور سے چلتی ہے۔ مدینہ میں آٹے کی تکلیف رہتی ہے تو مجھے اس قسم کی ایک چکی بنادے!'' اس نے کہا: ''بہت خوب! میں ایسی چکی بنادوں گا جس کی آواز اہل مشرق و مغرب سنیں گے۔'' ابولوءلوء اس قدر باتیں کر کے دل ہی دل میں ناراض ہو کر چلا گیا، اور فاروق اعظمؓ اس کے بگڑے تیور تاڑ گئے اور فرمایا! ''یہ مجھ کو قتل کی دھمکی دیتا ہے۔''

حضرت عمر فاروقؓ پر حملہ

دوسرے دن صبح کو فاروق اعظمؓ نماز پڑھانے مسجد میں آئے۔ ابولوءلوء بھی خنجر لے کر داخل ہوا۔ خنجر دو دھارا تھا۔ درمیان میں ایک نوک نکلی ہوئی تھی۔ جوں ہی صفیں درست ہوئیں فاروق اعظمؓ نے نماز شروع کی۔ ابولوءلوء نے صف کے درمیان سے نکل کر چھ وار کئے۔ ایک ان میں سے ناف کے نیچے پڑا۔ فاروق اعظمؓ نے فوراً عبدالرحمٰن بن عوف کو کھینچ کر اپنی جگہ پر کر دیا اور خود صدمہ زخم سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ فاروق اعظم مسجد کے فرش پر تڑپ رہے تھے اور عبدالرحمٰن نماز پڑھاتے رہے۔ ابولوءلوء نے مسجد سے نکل کر کئی افراد کو زخمی اور کلیب ابن ابی بکر لیثی کو شہید کیا لیکن آخر کار اسے گرفتار کیا گیا اور اس نے خود کشی کر لی۔

انتخابی مجلس کا تقرر

نماز ختم ہونے کے بعد فاروق اعظمؓ کو لوگ گھر پر اٹھا لائے۔ آپ نے عبدالرحمٰن کو بلا کر فرمایا: ''میں تم سے کچھ عہد لینا چاہتا ہوں۔'' عبدالرحمٰن نے کہا: کیا آپ مجھ سے کچھ عہد کریں گے؟ فرمایا: نہیں! واللہ میں ایسا نہ کروں گا! میں ان لوگوں کی نسبت عہد و پیمان کروں گا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی وخوش تشریف لے گئے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ سعد اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو طلب کیا اور ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''تین روز تم لوگ طلحہ کا انتظار کرنا اگر وہ آجائیں تو فبہا، ورنہ تم لوگ مشاورت سے کسی کو اپنے میں سے امیر بنا لینا۔''

خلیفہ ثانیؓ کی وصیت

یہ کہہ کر کچھ دیر تک آپ خاموش رہے پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''جو شخص خلافت کے لئے منتخب ہو، میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے حقوق کا خاص لحاظ رکھے، کیونکہ یہ وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کی، اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ یہ تمہارے محسن ہیں ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنا اور ان کی لغزش وخطا سے درگزر کرنا اور مہاجرین کا بہت بہت پاس کرنا کیونکہ یہی لوگ مادۂ اسلام ہیں اور ذمیوں کے حقوق کا پورا خیال کیا جائے۔ اللہ کی ذمہ داری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری کو ملحوظ رکھنا یعنی ان سے جو اقرار کیا جائے وہ پورا کیا جائے

اس کے بعد آپ نے ہاتھ اٹھا کر کہا: 'اللھم قد بلغت لقد ترکت الخلیفة من بعدی علی انقی من الراحة' ...... پھر ابو طلحہ انصاری اور مقداد بن الاسود کو بلا کر حکم دیا کہ جب یہ لوگ تقرری خلیفہ کے مشورے کے لئے جمع ہوں تو تم دروازے پر کھڑے رہنا اور کسی کو ان کے پاس جانے نہ دینا جب تک کہ وہ باہم مشورہ نہ کرلیں۔

پہلوئے رسولؐ میں دفن ہونے کی اجازت

بعدازاں اپنے لڑکے عبداللہ کو بلا کر پوچھا: معلوم کرو میرا قاتل کون ہے؟ عبداللہ ابن عمر نے عرض کی: ابولوء لوء غلام مغیرہ، فرمایا الحمدللہ مجھے ایسے شخص نے نہیں مارا جس نے ایک سجدہ بھی اللہ تعالیٰ کو کیا ہو۔ پھر عبداللہ کو عائشہؓ صدیقہ کی خدمت میں بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ کے پہلو میں دفن کئے جانے کی اجازت طلب کی۔ عائشہ صدیقہ نے اجازت دی۔ فاروق اعظمؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور عبداللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اگر لوگ انتخاب خلیفہ میں مختلف ہوں تو تم کثرت رائے سے موافقت کرنا اور اگر فریقین برابر ہوں تو تم اس گروہ کی رائے سے اتفاق کرنا، جس میں عبدالرحمٰن بن عوف شامل ہوں۔''

مدینہ منورہ میں جب فاروق اعظمؓ کے زخمی ہونے کی خبر مشہور ہوئی تو لوگوں نے آپ کو دیکھنے کی اجازت چاہی۔ مہاجرین وانصار آپ کے دیکھنے کو آئے۔ علیؓ و ابن عباس آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ زخم کاری نہیں لگا اور شفا ہو جائے گی۔ طبیب آیا۔ اس نے فاروق اعظمؓ کو نبیذ پلائی جو بجنسہٖ زخم کی راہ سے نکل گئی۔ پھر دودھ پلایا وہ بھی یوں ہی خارج ہو گیا۔ اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ آپؓ اس زخم سے جاں بر نہیں ہو سکتے۔ طبیب نے فاروق اعظمؓ سے کہا: ''آپ کسی کو اپنا ولی عہد منتخب کر دیجئے۔'' جواب دیا: ''میں کر چکا۔'' زخمی ہونے کے بعد مسلسل ذکر اللہ کرتے رہے یہاں تک کہ چہار شنبہ کی رات 27-ذی الحجہ 23ھ کو اپنی خلافت کے دس برس چھ مہینے بعد جاں بحق تسلیم ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صہیب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عثمانؓ، علیؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعد اور عبداللہؓ بن عمر نے قبر مبارک میں اتارا۔

باب: ۱۷

حضرت عثمانؓ بن عفان کا دور خلافت

خلیفہ سوم کا انتخاب

فاروق اعظمؓ نے زخمی ہونے کے بعد ابوطلحہ انصاری اور مقداد بن الاسود کو ہدایت فرمائی کہ علی، عثمان، زبیر، سعد، عبدالرحمٰن اور طلحہ کو ایک مکان میں جمع کرنا، کسی کو ان کے پاس آنے جانے نہ دینا۔ تین دن کے اندر وہ باتفاق رائے اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنالیں اور اگر اختلاف آراء ہو تو کثرت رائے پر عمل کیا جائے۔ درصورت مساوات عبداللہ بن عمر حکم بنائے جائیں اور عبداللہ بن عمر اس فریق سے اتفاق رائے کریں جس کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف ہوں۔ اس زمانہ میں صہیب امامت کریں نماز پڑھائیں اور اگر اس تین دن کے اندر طلحہ آ جائیں تو وہ بھی شریک شوریٰ کر لئے جائیں۔ دوسری صورت میں ان کا انتظار نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق ابوطلحہ اور مقداد نے مسور بن مخرمہ کے اور بعض کہتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے مکان میں ان لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اتنے میں عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ آ کر دروازے پر بیٹھ گئے۔ سعد آئے اور یہ کہہ کر ان کو اٹھا دیا کہ ''تم لوگ دروازے پر اس نیت سے آ کر بیٹھے ہو کہ کل کہو گے ہم بھی اہل شوریٰ میں شامل تھے'' عمرو بن العاص اور مغیرہ چلے گئے۔ ارباب شوریٰ میں انتخاب خلیفہ کی بابت بحث ومباحثہ ہونے لگا۔

عبدالرحمٰن ابن عوف نے کہا۔ ''تم میں ایسا کوئی شخص ہے جو اپنے کو ان لوگوں سے الگ کر لے جو خلافت کے لئے نامزد کئے گئے ہیں تا کہ وہ تم میں سے جو افضل اور لائق ہو اس کو خلیفہ بنائے۔'' کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ عبدالرحمٰن نے کہا ''میں اپنے کو اس گروہ سے علیحدہ کرتا ہوں۔ میں اس خدمت کو انجام دوں گا'' ارباب حل وعقد اس پر راضی ہو گئے۔ لیکن علی ابن ابی طالب نے کچھ جواب نہ دیا خاموش بیٹھے رہے۔ عبدالرحمٰن نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے ابوالحسن تم کیا کہتے ہو۔'' علی ابن ابی طالب بولے: ''میں بھی راضی ہوں بشرطیکہ تم اقرار کرو کہ حق کرو گے، اپنے ہوائے نفسانی کی پیروی نہ کرو گے، نہ کسی کی رشتہ داری کا پاس کرو گے، حق کہنے میں کسی کی ملامت اور نصیحت کا خیال نہ کرو گے۔'' عبدالرحمٰن بن عوف نے اس شرط کو تسلیم کر کے کہا ''اچھا آپ بھی اقرار کیجئے کہ آپ ہمارا ساتھ دیں گے اور جو ہماری رائے سے اختلاف کرے گا آپ بھی اس سے اختلاف کریں گے اور جس کو ہم خلافت کے لئے منتخب کریں گے اسے آپ بھی پسند کریں گے۔''

حضرت عبدالرحمٰنؓ کا حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے مکالمہ

عبدالرحمٰن بن عوف، علی ابن ابی طالب اور حاضرین جلسہ میں باہم عہد و پیمان ہوا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے علی ابن ابی طالب کو الگ لے جا کر کہا ''تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہو، سابق الاسلام ہو، تم نے بے حد دینی خدمت کی ہے لہٰذا خلافت کے زیادہ مستحق ہو؟'' جواب دیا: اور عثمانؓ بن عفان؟ پھر عثمان کو تخلیہ میں لے جا کر ان سے بھی ایسا ہی کہا۔ انہوں نے کہا: علیؓ؟ اس قدر گفتگو ہونے کے بعد جلسہ ختم ہو گیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف، صحابہ کبار اور ان لوگوں سے جو اس وقت مدینہ میں موجود تھے ملتے اور خلافت کے بارے میں چوتھے روز کی صبح تک دریافت کرتے رہے۔ بعد اس کے مسور بن مخرمہ کے مکان پر آئے، زبیر اور سعد کو بلا کر کہا ''صحابہ کا اتفاق علیؓ وعثمانؓ کی خلافت پر ہے تم لوگ کیا کہتے ہو؟'' دونوں بزرگوں نے کہا ''ہم بھی اس سے متفق ہیں''۔ سعد نے عبدالرحمٰن سے کہا ''بہتر ہوتا کہ تم ہم سے اپنی بیعت لے لیتے اور ہمیں ان جھگڑوں سے آزاد کر دیتے''! جواب دیا ''یہ نہیں ہو سکتا! میں نے اپنے کو ان سے مستثنیٰ کر لیا ہے جو خلافت کے لئے نامزد کئے گئے ہیں صرف اس لئے کہ ان میں سے کسی کو منتخب کروں''۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن، علی اور عثمان کو بلا کر گفتگو کرتے رہے اتنے میں صبح کا وقت آ گیا کسی کو یہ معلوم نہ ہوا کہ کیا باتیں

ہوئیں اور ارباب شوریٰ میں کیا طے پایا؟

حضرت عمارؓ اور حضرت ابن ابی سرح کی تلخ کلامی

نماز فجر کے بعد مہاجرین، انصار اور امراء لشکر طلب کئے گئے۔ کچھ ہی دیر میں ساری مسجد پر ہوگئی۔ تل رکھنے کی جگہ باقی نہ تھی۔ عبدالرحمٰن نے حاضرین سے کہا: ''جس کو تم لوگ خلافت کے لئے منتخب کیا چاہتے ہو اس کی طرف اشارہ کرو'' عمار نے علی کی طرف اشارہ کیا، ابن ابی سرح نے کہا: اگر قریش کے اختلاف کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں عثمان کی خلافت پر بیعت کرتا! عبداللہ بن ربیعہ نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ عمار اور ابن ابی سرح میں گفتگو بڑھ گئی اور سخت کلامی کی نوبت آ گئی۔ سعد نے اٹھ کر کہا: ''اے عبدالرحمٰن! اس سے پیشتر کہ لوگوں میں فتنہ برپا ہو تم جس کو چاہو خلیفہ منتخب کرلو۔''

(Abdul - ur - Rehman

حضرت عثمانؓ کا انتخاب

عبدالرحمٰن نے جواب دیا: میں نے اپنے ذہن میں خلیفہ منتخب کرلیا ہے اور رائے قائم کرلی۔ اے لوگو! ذرا دم بھر کے لئے خاموش ہو جاؤ۔ پھر علیؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہا: ''تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اور وہ درمیان میں ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب، سنت رسول اللہ اور دونوں خلفاء (ابوبکر و عمر) کی سیرت کی تعلیم دینا، اس شرط پر خلافت کی بیعت تمہارے ہاتھ پر کی جاتی ہے''۔ علیؓ نے جواب دیا۔ ''میں امید کرتا ہوں کہ اس کی کوشش کروں گا اور اپنے مبلغ علم و طاقت کے موافق عمل پیرا ہوں گا۔'' یہ جواب پا کر عبدالرحمٰن نے عثمانؓ سے مخاطب ہو کر یہی کلمات کہے تو عثمانؓ نے کہا: ہاں ہاں میں ایسا ہی کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

عبدالرحمٰن نے یہ سنتے ہی مسجد کی چھت کی طرف سر اٹھایا اور اپنا ہاتھ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں دے کر یہ پڑھنے لگے کہ ''اے اللہ تو گواہ رہنا کہ بیعت خلافت کا بار جو میری گردن پر تھا اس کو میں نے عثمان کی گردن پر ڈال دیا۔'' اس کے بعد حاضرین بیعت کرنے لگے اور بیعت عام ہوگئی۔ بیعت عامہ کے دن طلحہ آئے، عثمان کے پاس گئے تو عثمان نے کہا ''تم کو اختیار ہے۔ اگر تم میری بیعت سے انکار کرو تو میں خلع خلافت کردوں۔'' طلحہ بولے ''کیا سب نے بیعت کرلی''؟ عثمان نے کہا: ہاں! طلحہ نے کہا میں اس سے اختلاف نہیں کرنا چاہتا جس پر سب نے اتفاق کرلیا ہے میں تمہاری خلافت سے راضی ہوں۔

پہلا مقدمہ

حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت کے دوسرے روز عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے عبیداللہ بن عمر سے کہا: ''میں نے قبل واقعہ شہادت ہرمزان، اور ابو لؤلؤ۔ اور جفینہ عیسائی باشندہ حیرہ کو ایک جگہ مشاورت کرتے دیکھا ہے اور یہ خنجر جس سے فاروق اعظم شہید کئے گئے ہرمزان کے ہاتھ میں تھا۔ مجھے دیکھ کر یہ لوگ خاموش ہو گئے تھے اور خنجر ہرمزان کے ہاتھ سے گر پڑا تھا۔ عبیداللہ بن عمر کے دل میں ان لوگوں کی عداوت پیدا ہوگئی۔ چنانچہ عبیداللہ نے ہرمزان کو ہلاک کر ڈالا۔ سعد بن ابی وقاص نے دوڑ کر عبیداللہ کو گرفتار کرلیا۔ اگلے دن دربار خلافت میں مقدمہ پیش ہوا۔ علیؓ نے عبیداللہ کے قتل کی رائے دی۔ عمر بن العاص نے مخالفت کی اور کہا: ''یہ مناسب نہیں ہے کل اس کا باپ مارا گیا ہے اور آج لڑکا مارا جائے''۔ عثمان ذی النورینؓ نے کہا ''میں عبیداللہ کا ولی ہوں اپنے پاس سے ہرمزان کا خون بہا ادا کرتا ہوں''۔ یہ کہہ کر اپنے مال سے خون بہا کی ادائیگی کردی اور منبر پر چڑھ کر ایک پراثر خطبہ دیا۔ کل حاضرین نے بیعت کی۔

حضرت مغیرہؓ کا عزل

بعد ازاں سعد بن ابی وقاص، کوفہ کے گورنر مقرر کئے گئے مغیرہ کو حسب وصیت فاروقؓ اعظم معزول کیا۔ معزولی کی وجہ ذوالنورین نے بیان کی

اور کہا کہ میں نے مغیرہ کو کسی خیانت یا جرم میں معزول نہیں کیا بلکہ فاروق اعظمؓ کی وصیت سے یہ تقرری اور معزولی عمل میں آئی ہے۔

اسکندریہ کی شورش

بعض نے روایت کی ہے کہ جب شام کو خیر باد کہہ کر ہرقل قسطنطنیہ چلا گیا مسلمانوں نے اسکندریہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ مگر رومیوں کو یہ امر شاق گزرا اور در پردہ وہ اپنے کو ہرقل ہی کا ماتحت سمجھتے اور اس سے خط وکتابت کرتے رہے۔ 25ھ میں ہرقل نے اہل اسکندریہ کے تحریر کرنے پر ایک لشکر بسرداری منویل خصی اسکندریہ روانہ کیا۔ ساحل اسکندریہ پر ہرقل کا جنگی جہاز لنگر زن ہوا۔ اسکندریہ کے رومی باشندے ہرقل کے لشکر سے مل گئے مگر مقوقس اپنے معاہدہ پر قائم رہا۔ منویل خصی کو اسکندریہ میں داخل نہ ہونے دیا، اس سبب سے ہرقلی لشکر نے مصر کا رخ کیا۔ عمرو بن العاص کو اس کی خبر لگی۔ اسلامی لشکر لے کر مقابلے پر آئے اور نہایت سختی سے شکست دے کر اسکندریہ تک پیچھا کرتے چلے گئے۔ اسکندریہ میں پہنچ کر بہت بڑا معرکہ پیش آیا۔ لیکن میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ رومیوں کے بے شمار سپاہی معرکہ میں ہلاک ہوئے اور ان کا سپہ سالار منویل خصی مارا گیا۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد اہل اسکندریہ نے درخواست کی کہ منویل خصی نے مصر کی روانگی کے وقت ہم لوگوں کے مال واسباب چھین لئے تھے اور ہم لوگ آپ کے عہد وذمہ میں تھے۔ عمرو بن العاص نے ان لوگوں سے شہادتیں لیں اور جس جس نے اپنے اپنے مال واسباب کو پہچانا اور شہادت سے اپنی بات کو سچ ثابت کر دیا۔ عمرو بن العاص نے اس کو فوراً مال واپس کر دیا اور شہر پناہ منہدم کر کے مصر کو واپس آئے۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی معزولی

35ھ میں عثمان ذوالنورین نے سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کی گورنری سے معزول کیا۔ سبب یہ ہوا کہ سعد بن ابی وقاص نے عبداللہ بن مسعود کے ذریعہ سے بیت المال سے کچھ قرض لیا تھا۔ تھوڑے دنوں بعد عبداللہ ابن مسعود نے تقاضا کیا۔ سعد اس کو ادا نہ کر سکے اور ٹالنے لگے۔ بحث بڑھی، ایک نے دوسرے کو سخت وسست کہا۔ باہم عداوت ہوگئی۔ عثمان ذوالنورین کو یہ خبر پہنچی، سعد کو معزول کر کے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو مامور کیا۔ اس کے بعد عتبہ بن فرقد کو آذربائیجان کی حکومت سے معزول کیا۔ ان کی معزولی سے اہل آذربائیجان باغی ہو گئے۔ ولید بن عقبہ نے ان پر لشکر کشی کی مقدمۃ الجیش پر عبداللہ بن سہیل محمد تھے۔

آذربائیجان اور آرمینیہ کی صلح

اسلامی لشکر نے اہل موقان، برزند اور طیلسان پر دھاوا بولا اور بزور تیغ اس کو تسخیر کر کے لڑنے والوں کو اسیر کر لیا۔ اہل آذربائیجان نے یہ رنگ دیکھ کر مصالحت کی درخواست کی۔ چنانچہ حذیفہ نے آٹھ سو درہم سالانہ خراج پر صلح کر کے اسی وقت یہ رقم وصول کر لی۔ اس کے بعد متعدد سرایا اطراف وجوانب کی طرف بھیجے۔ سلمان بن ربیعہ باہلی بارہ ہزار فوج لے کر آرمینیہ کی طرف بڑھے اور وہاں سے مظفر ومنصور ولید کی طرف آئے اور ولید کوفہ کی طرف لوٹے۔

قالیقلا کی فتح

اثناء راہ میں جس وقت موصل پہنچے عثمان ذوالنورین کا فرمان ملا۔ لکھا تھا ''معاویہ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ رومیوں نے ایک فوج کثیر لے کر مسلمانان شام پر خروج کیا ہے لہٰذا جس مقام پر میرا یہ فرمان تم کو ملے اسی مقام سے دس ہزار فوج مسلمانوں کی مدد پر بھیج دینا۔'' ولید نے اس خط کو امراء لشکر کے سامنے پڑھ کر سنایا اور سلمان بن ربیعہ کو آٹھ ہزار فوج کے ساتھ مسلمانان شام کی کمک پر روانہ کیا۔ قتل اور غارت کرتے ہوئے شام کی طرف بڑھے اور حبیب بن مسلمہ کے ساتھ سرزمین روم میں داخل ہوئے۔ بعض مورخین کا بیان ہے حبیب بن مسلمہ نے معاویہ والی شام سے امداد طلب کی تھی۔ معاویہ نے دربار خلافت میں اطلاع دی کہ ''حبیب بن مسلمہ آرمینیہ پہنچ گئے۔ قالیقلا کو محاصرے کے بعد تسخیر کر لیا ہے، اکثر رومی

جزیہ دے کر ٹھہر گئے۔ بعض جلاوطن ہو کر چلے گئے، حبیب بن مسلمہ اس کامیابی کے بعد قالیقلا میں مقیم ہیں، بطریق آرمیناقس، بلاد ملطیہ، سیواس اور قونیہ سے اسی ہزار فوج جمع کر کے براہ خلیج قسطنطنیہ، حبیب پر چڑھ آیا ہے۔''

ابن مسلمہ کی فتوحات

چنانچہ امیر المومنین عثمانؓ نے سعید بن العاص کو حبیب کی کمک کا حکم دیا اور سعید بن العاص نے سلمان کو چھ ہزار یا آٹھ ہزار کی جمعیت سے حبیب کی مدد پر روانہ کیا۔ حبیب اور سلمان نے رومیوں کا جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ رومیوں کو شکست ہوئی۔ کامیابی کے بعد حبیب قالیقلا کی طرف لوٹے۔ راہ میں بطریق خلاط، عیاض بن غنم کا امان نامہ لئے ہوئے ملا اور اس نے حسب اقرار خراج ادا کیا۔ خلاط سے نکل کر سیر جان پہنچے۔ اس کے والی نے اور پھر والی اردستان نے صلح کر لی۔ اس کے بعد دبیل کا محاصرہ کیا اور ایک ہفتہ کے محاصرے کے بعد اہل دبیل پھر کل اہل بلاد سیر جان نے مصالحت کر لی۔ اہل شمشاط مقابلے پر آئے لڑائی ہوئی اسلامی لشکر نے ان کو شکست دے کر ان کے قلعے فتح کر لئے۔ بعدہ، بطریق حزران نے مصالحت کی درخواست کی۔ جزیہ مقرر کر کے اس سے بھی مصالحت کر لی۔ تفلیس کا قصد کیا۔ تفلیس اور اس کے قرب و جوار کے متعدد قلعے اور شہر بہ صلح و امان فتح ہو گئے۔

ابن ربیعہ کی فتوحات

سلمان بن ربیعہ باہلی نے اران پر چڑھائی کی۔ اہل بلیقان، بروعہ اور اس کے کل نواح والوں نے جزیہ ادا کر کے صلح کی۔ اکراد بوشجان برسر مقابلہ آئے۔ عساکر اسلامیہ نے ان پر بھی فتح پائی۔ بعض نے جزیہ دے کر وہیں سکونت اختیار کی اور بعض جلاوطن ہو کر نکل گئے۔ پھر شہر شمکور (جس کا نام بعد کو متوکلیہ ہوا) کو فتح کر کے قلیہ کی طرف گئے اور اس پر قبضہ حاصل کر کے کسکر کا رخ کیا۔ والی کسکر نے خود کو مقاومت سے معذور جان کر جزیہ پر صلح کر لی۔ غرض سلمان، شروان اور کل بلاد جبال پر باب تک بہت آسانی سے قبضہ حاصل کر کے واپس ہوئے۔

حضرت معاویہؓ کی پیش قدمی

ان واقعات کے بعد معاویہ نے روم پر فوج کشی کی اور عموریہ تک بڑھتے چلے گئے۔ رومی لشکر خائف ہو کر انطاکیہ اور طرسوس کے درمیانی قلعے خالی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ معاویہ نے اپنے لشکریوں کو انہی قلعہ جات میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور ان میں سے بعض کو ویران و مسمار کر دیا۔

افریقہ پر فوج کشی

26ھ میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاص کو مصر کے محکمہ مال کی خدمت سے معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو مامور کیا۔ چند دنوں بعد عبداللہ بن ابی سرح نے عمرو بن العاص کی شکایت تحریر کی۔ امیر المومنین عثمانؓ نے عمرو بن العاص کو طلب کیا اور عبداللہ بن ابی سرح کو مالی و جنگی صیغوں کی حکومت دے کر افریقہ پر فوج کشی کا حکم دیا۔

طرابلس کی فتح

اس سے پیشتر 21ھ میں عمرو بن العاص نے مصر سے برقہ کا رخ کیا تھا اور وہاں کے رہنے والوں نے تیرہ ہزار دینار جزیہ دے کر مصالحت کر لی تھی۔ پھر عمرو بن العاص نے طرابلس پر چڑھائی کی تھی کئی مہینے تک محاصرہ کئے رہے۔ طرابلس کا شہر پناہ تین طرف سے پختہ بنا ہوا تھا۔ دریا کی جانب شہر پناہ کی دیوار نہ تھی۔ اثنائے جنگ میں مسلمانوں نے یہ معلوم کر کے ایک روز حملہ کر دیا اور بزور تیغ شہر میں داخل ہو گئے۔ رومیوں کو سوائے کشتیوں کے کہیں پناہ نہ ملی اور جتنے بھی رومی شہر میں تھے ان میں سے بہت تھوڑے جاں بر ہوئے۔ عساکر اسلامیہ نے جی کھول کر لوٹا۔ رومی کشتیوں پر سوار ہو کر شہر صبرہ چلے گئے مسلمانوں نے صبح ہوتے صبرہ پر دھاوا بول دیا اور اس کو بھی بزور تیغ فتح کر کے طرابلس کی فتح کی تکمیل کر لی۔

برقہ میں زناتہ یعنی بربر مقیم تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بربر اپنے بادشاہ جالوت کے قتل کے بعد مغرب کی جانب چلے گئے تھے اور لوبیہ و مراقبہ میں پہنچ کر منتشر ہو گئے تھے پس زناتہ و مغلیہ (بربر کے دونوں قبیلے) ملک مغرب بلاد جبال میں اور لواتہ، برقہ میں سکونت رکھتے تھے۔ یہ مقامات زمانہ قدیم میں الطابلس کے نام سے مشہور تھے۔ پھر بربر قیام مغرب کے بعد اطراف و جوانب میں متفرق ہو کر سوس تک پہنچ گئے اور ہوازہ شہر لبدہ میں اور نفوسہ شہر صبرہ میں جا کر مقیم ہوئے۔ رومی وہاں سے جلاوطن ہو کر گئے ایک زمانہ تک یہ خود مختار رہے اور پھر رومیوں کے ماتحت ہو کر خراج ادا کرتے رہے یہاں تک کہ عمرو بن العاص نے ان پر چڑھائی کی اور اہل مغرب نے تیرہ ہزار جزیہ دے کر مصالحت کر لی۔

حضرت عثمانؓ کی صحابہ کبار سے مشاورت

25ھ میں عثمان ذوالنورین نے عبداللہ بن ابی سرح کو فتح افریقہ پر اس شرط سے مامور کیا ''اگر اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے گا تو مال غنیمت کے خمس کا خمس یعنی پانچویں حصہ کا پانچواں حصہ حسن خدمت کے صلہ میں دیا جائے گا۔'' لشکر کے ایک حصہ کا عتبہ بن نافع بن عبدالقیس کو اور دوسرے حصہ کا عبداللہ بن نافع بن حرث کو سردار مقرر کیا۔ دس ہزار کی جمعیت سے سرداران عساکر اسلامی نے افریقہ کا رخ کیا اور افریقہ کی سرحد پر پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ باشندگان سرحد نے جزیہ دے کر صلح کر لی۔ اس کے بعد عبداللہ بن ابی سرح نے افریقہ کے اندرونی حصہ میں داخل ہونے کی دربار خلافت سے اجازت طلب کی۔ عثمان ذوالنورین نے ارباب حل وعقد اور سر برآوردہ صحابہ سے تجاویز طلب کر کے مدینہ منورہ سے ایک لشکر بھیجا جس میں عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عمرو بن العاص، ابن جعفر، حسن حسین اور ابن الزبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) تھے۔

جرجیر کو دعوت اسلام

26ھ میں یہ حضرات عبداللہ بن ابی سرح کے ساتھ افریقہ پہنچے۔ برقہ میں عقبہ بن نافع مع عساکر اسلامی آ ملے اور بالاتفاق طرابلس کی جانب بڑھے۔ رومیوں نے طرابلس سے نکل کر مقابلہ کیا۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا رومی طرابلس چھوڑ کر بھاگ گئے۔ عساکر اسلامی نے قبضہ کر کے افریقہ کا رخ کیا اور متعدد فوجیں افریقہ کے شہروں کے سر کرنے کو روانہ کیں۔ افریقہ کا بادشاہ جرجیر نامی طرابلس اور طنجہ کے درمیانی شہروں پر حکمران تھا، ہرقل کا ماتحت اور خراج گزار سمجھا جاتا تھا۔ پس جب اس کو یہ اطلاع پہنچی تو اس نے ایک لاکھ بیس ہزار فوج اکٹھی کر کے شہر سبیطلہ (جو افریقہ کا دارالسلطنت تھا) سے شبانہ روز کی مسافت پر پہنچ کر مورچہ قائم کیا۔ عبداللہ بن ابی سرح نے جرجیر کو اسلام کی دعوت دی، جرجیر نے انکار کیا۔ جزیہ دینے کو کہا۔ اس کو بھی منظور نہ کیا۔ مسلمانوں نے صف آرائی کی اور نہایت تیزی سے لڑائی شروع کر دی۔

فریقین کی جانب سے انعامات کا اعلان

اس اثنا میں ایک مدت گزر گئی۔ بعد مسافت کی وجہ سے کوئی خبر معلوم نہ ہوئی تو عثمان ذوالنورین نے گھبرا کر عبدالرحمٰن بن الزبیر کو ایک دستہ فوج کے ہمراہ بطور کمک کے روانہ کیا۔ عساکر اسلامی نے ان کے پہنچنے سے فرط مسرت سے تکبیر کے نعرے بلند کئے۔ جرجیر نے تکبیر کی آواز سن کر سبب معلوم کیا۔ معلوم ہوا کہ ایک تازہ دم فوج مسلمانوں کی مدد کو مدینہ منورہ سے آئی ہے۔ جرجیر اس سے فکر مند ہو گیا۔ اگلے دن عبدالرحمٰن بن زبیر میدان جنگ میں گئے اور عبداللہ بن ابی سرح کو نہ پایا۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ''جرجیر نے منادی کرا دی ہے کہ جو شخص ابن ابی سرح کا سر کاٹ لائے گا اس کو صلہ میں ایک لاکھ دینار میں دوں گا اور اس سے اپنی بیٹی کا عقد کر دوں گا۔'' اس وجہ سے ابن ابی سرح میدان جنگ میں نہیں آئے۔ ابن زبیر نے یہ سن کر عبداللہ بن ابی سرح سے کہا: ''تم بھی اپنے لشکر میں منادی کرا دو، جو شخص جرجیر کا سر لائے گا میں اس کو مال غنیمت سے ایک لاکھ دینار دوں گا اور جرجیر کی لڑکی سے اس کا عقد کر دوں گا، اور اس کے ملک کا حاکم بنا دوں گا'' جرجیر یہ خبر سن کر بے حد گھبرایا۔ مگر چارہ کار کچھ نہ تھا۔

سبیطلہ کی فتح

عبداللہ بن زبیر نے ابن ابی سرح کو یہ رائے دی کہ ''کار آزمودہ مسلمانوں میں سے ایک گروہ کو خیمے میں رہنے دو اور باقی فوج ساتھ لے کر

مقابلے پر جاؤ۔ رومیوں سے جی کھول کر لڑو یہاں تک کہ رومی تھک کر اپنے کیمپ کی طرف واپس ہوں اور اسلامی افواج بھی اپنی فرودگاہ کی جانب لوٹیں۔ اس وقت وہ کارآزمودہ فوجیں جو خیموں میں ہیں شمشیر بکف ہو کر رومیوں پر ٹوٹ پڑیں۔ شاید اللہ جل شانہ رومیوں پر فتح عنایت فرمائے ورنہ اس صورت سے جس طرح کہ تم لڑتے ہو لڑائی ختم ہوتی نظر نہیں آتی'' اکابر صحابہ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور اگلے دن ایسا ہی انتظام کیا۔ صبح سے زوال تک ایک گروہ لڑتا رہا۔ فریقین تھک کر ایک دوسرے سے الگ ہوئے۔ ابن زبیر نے جو اسی وقت وموقع کے منتظر تھے اس دستہ فوج کو لے کر جو پہلے سے خیموں میں ٹھہرا دیا گیا تھا حملہ کر دیا۔ رومیوں نے بھاگ کر اپنے خیموں میں پناہ لی۔ مگر خیموں نے بھی ان کو پناہ نہ دی مسلمانوں نے قتل وقید کرنا شروع کر دیا۔ ابن زبیر نے بڑھ کر جرجیر کو تلوار کا ایک ایسا جچا تلا ہاتھ مارا کہ وہ ڈھیر ہو گیا۔ لڑائی ختم ہونے پر جرجیر کی لڑکی پکڑی گئی۔ ابن زبیر نے حسب اعلان اس کو لے لیا۔ کامیابی کے بعد عبداللہ بن ابی سرح نے شہر سبیطلہ کا محاصرہ کیا اور یہ شہر بھی تھوڑے دنوں کے بعد فتح ہو گیا۔ بے حد وشمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ سواروں کو تین تین ہزار اور پیادوں کو ہزار ہزار ملے۔

عساکر اسلامی نے فتح کرتے ہوئے قفصہ کی سرحد تک پہنچ کر قلعہ اجم کا محاصرہ کر لیا جس کو اہل افریقہ نے فوج وآلات حرب سے مستحکم کر رکھا تھا اور اس کو امان کے ساتھ تسخیر کیا۔ بعد ازاں اہل افریقہ نے دس لاکھ پانچ سو دینار جزیہ دے کر صلح کر لی۔ ابن زبیر فتح کی بشارت اور خمس لے کر مدینہ منورہ آئے جس کو مروان بن الحکم نے پانچ لاکھ کو خرید لیا۔ بعض کے بقول افریقہ کا خمس اس کو دیا گیا لیکن یہ درست نہیں ہے بلکہ ابن ابی سرح کو افریقہ کی پہلی لڑائی کا خمس الخمس دیا گیا تھا۔

قمونیہ کی تباہی

ایک برس تین مہینے کے بعد عبداللہ بن ابی سرح، افریقہ سے مصر واپس لوٹے۔ ہرقل نے یہ سن کر کہ اہل افریقہ نے وہ خراج جو اس کو دیتے تھے مسلمانوں کو دے کر مصالحت کر لی ایک بطریق خراج مقررہ وصول کرنے کے لئے افریقہ بھیجا۔ بطریق نے قرطاجنہ میں پہنچ کر اہل افریقہ سے خراج موعودہ طلب کیا۔ اہل افریقہ نے انکار کیا اور یہ عذر کیا کہ ''تم نے ہماری اس وقت کچھ مدد نہیں کی جس وقت ہم پر اسلامی لشکر آ پڑا تھا لہٰذا ہم خراج ادا نہیں کریں گے۔'' بطریق نے ان کے عذر کو قبول نہ کیا باہم لڑائی ہوئی بالآخر بطریق نے ان کو شکست دی۔ اہل افریقہ نے جرجیر کے بعد جس شخص کو اپنا بادشاہ بنایا تھا وہ بھاگ کر شام چلا آیا اور یہ وہ دور تھا کہ علی ابن ابی طالب کے بعد لوگوں نے حضرت معاویہ امیر شام کی بیعت کر لی تھی۔ پس انہوں نے ایک لشکر بسرداری معاویہ بن خدیج سکونی افریقہ بھیجا۔ اسلامی لشکر اسکندریہ پہنچ گیا تھا کہ رومی بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ معاویہ بن خدیج منزل بمنزل کوچ کرتے ہوئے افریقہ میں داخل ہوئے اور قمونیہ میں پڑاؤ ڈالا۔ بطریق نے تیس ہزار فوج کو مقابلے کے لئے بھیجا۔ معاویہ نے شکست دے کر قلعہ جلولاء کا محاصرہ کر لیا۔ چاروں طرف سے منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک طرف کی فصیل گر پڑی۔ اسلامی لشکر نے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے بلند کئے اور شمشیر بکف قلعہ میں گھس پڑا۔ جس قدر مال واسباب تھا لوٹ لیا اور قرب وجوار کے قلعہ جات کو متعدد سرایا بھیج کر تسخیر کر لیا۔ جب کل افریقہ نے اطاعت قبول کر لی تو یہ لشکر مصر کی طرف واپس ہوا۔

قسطنطین کی اسکندریہ پر چڑھائی اور پسپائی

جس وقت ابن ابی سرح، افریقہ سے جو کچھ حاصل کرنا تھا حاصل کر کے مصر واپس آئے قسطنطین بن ہرقل چھ سو کشتیاں لے کر اسکندریہ پر چڑھ آیا چنانچہ ایک طرف سے اسلامی فوجیں دریا کی راہ سے ابن ابی سرح کے ساتھ اور دوسری طرف سے معاویہ بن ابی سفیان شامی لشکر کو لے کر مقابلے پر آئے انہوں نے رات جوں توں امید وبیم میں گزاری۔ صبح ہوتے ہی عساکر اسلامی نے صف آرائی کی۔ قسطنطین نے فوج کو کشتیوں سے خشکی پر اتار کر حملے کے لئے آگے بڑھایا صبح سے ظہر تک لڑائی ہوتی رہی بالآخر قسطنطین زخمی ہو کر معدودے چند رومیوں کو لے کر شکست خوردہ صقلیہ چلا گیا اور ان لوگوں کو اپنی حالت سے باخبر کیا۔ اہل صقلیہ نے اس کی ہزیمت سے برہم ہو کر اس کو حمام میں ہلاک کر ڈالا۔ یہ لڑائی 31ھ اور بعض کہتے ہیں کہ 34ھ میں ہوئی تھی۔ واللہ اعلم۔

امیر معاویہؓ کا شام کی امارت پر تقرر

ابوعبیدہ نے حالت احتضار میں اپنے صوبجات مفوضہ پر عیاض بن غنم کو اپنا نائب مقرر کیا تھا یہ ان کے چچازاد اور خالہ زاد بھائی ہوتے تھے اور بعض کے بقول ابوعبیدہ نے معاذ بن جبل کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ بہر حال انتقال کے بعد ابوعبیدہ عیاض بن غنم نے سعد بن خدیج جحی کو اپنا جانشین کیا اور جب یہ انتقال کر گئے تو امیر المومنین فاروق اعظم نے عمیر بن سعید انصاری کو اور بعد وفات یزید بن ابی سفیان دمشق پر معاویہ بن ابی سفیان کو مامور کیا۔ پس معاویہ دمشق اور اردن کے حاکم رہے۔ حتیٰ کہ فاروقؓ اعظم شہید ہو گئے اور یہ انتظام ایسا ہی رہا اور عمیر حمص و قنسرین کے حاکم رہے۔ پھر زمانہ خلافت عثمانؓ بن عفان میں عمیر نے استعفا داخل کیا تو حمص اور قنسرین بھی معاویہ کے دائرہ حکومت میں شامل کر دیا گیا اور بعد وفات عبدالرحمٰن بن ابی علقمہ عثمان ذوالنورین نے فلسطین کو بھی معاویہ کے حوالے کر دیا۔ پس رفتہ رفتہ خلافت عثمانؓ بن عفان کے دوسرے برس تک معاویہ کل اضلاع شام کے حاکم ہو گئے۔

قبرص کی فتح

معاویہ نے عہد خلافت فاروقی میں حمص سے قنسرین پر لشکر کشی کی اجازت طلب کی تھی۔ لکھا تھا کہ حمص سے قنسرین اس قدر نزدیک ہے کہ اہل حمص، قبرص کے کتوں کا بھونکنا اور مرغوں کا بولنا سنتے ہیں۔ فاروق اعظم نے عمرو بن العاص سے قبرص کی کیفیت اور سفر دریا کی حالت پوچھی۔ عمرو بن العاص نے لکھا: ''میں نے دیکھا ہے کہ معدودے چند آدمی ایک گروہ کثیر کو سوار کر کے لے جاتے ہیں سوائے آسمان اور پانی کے کوئی چیز نہیں دکھائی دیتی''۔ اگر دریا روانی سے ٹھہر گیا تو پریشانی بڑھ گئی اور موج زن ہو گیا تو اوسان جاتے رہے۔ کامیابی کی امید کم، خطرے کا اندیشہ زیادہ۔ اس کا سفر کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ کیڑا ایک لکڑی پر بیٹھا ہو، لکڑی ذرا جھکی، کیڑا ڈوب گیا اور اگر صحیح وسلامت بچ گئی تو چمک اٹھا۔'' فاروق اعظم نے اس مضمون سے مطلع ہو کر معاویہ کو لکھا: ''اس ذات کی قسم ہے۔ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچائی کے ساتھ مبعوث کیا، میں لشکر اسلام کو ہرگز سفر دریا کی اجازت نہ دوں گا کیونکہ میں نے سنا ہے کہ دریائے شام زمین کے زیادہ حصہ کو دبائے ہوئے ہے کہ ہر روز اللہ تعالیٰ سے زمین کو ڈبو دینے کی اجازت مانگتا ہے۔ ایسی حالت میں لشکر اسلام کو میں اس کافر کے سفر کی کس طرح اجازت دوں، واللہ ایک مسلم سارے ملک روم سے مجھے زیادہ محبوب ہے خبردار ایسی جرأت نہ کرنا۔ تم کو معلوم ہے جو میں نے علاء کے ساتھ کیا تھا۔'' اس بنا پر قبرص کا جہاد ملتوی ہو گیا۔

اہلِ قبرص سے مشروط صلح

فاروق اعظمؓ شہید ہو گئے اور عثمان ذوالنورین مسند خلافت پر متمکن ہوئے تب پھر معاویہ نے براہ دریا جہاد کرنے کی اجازت چاہی۔ عثمان ذوالنورین نے اجازت دی لیکن اس شرط سے کہ جس کا دل چاہے وہ اس جہاد میں شریک ہو کوئی شخص مجبور نہ کیا جائے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک گروہ جانے پر راضی ہوا۔ از انجملہ ابوذر، ابوالدرداء، شداد بن اوس، عبادۃ بن الصامت اور ان کی زوجہ ام حرام بنت لمحان رضی اللہ عنہم تھے۔ عبداللہ بن قیس (حلیف بنو فرازہ) ان مجاہدوں کے سردار مقرر کیے گئے۔ چنانچہ لشکر اسلام ملک شام سے اللہ کا نام لے کر قبرص کی جانب روانہ ہوا۔ مصر سے عبداللہ بن ابی سرح بھی ان لوگوں سے آ ملے۔ اہل قبرص نے سات ہزار دینار سالانہ خراج پر مصالحت کر لی۔ لیکن اس کی اجازت حاصل کر لی کہ اہل قبرص اسی قدر رومی بادشاہ کو بھی دیا کریں گے، مسلمان اس سے معترض نہ ہوں اور مسلمان ان کے علاوہ جس کا قصد کریں گے اہل قبرص مانع نہ ہوں گے۔ نیز اہل قبرص۔ دشمنان اسلام (رومیوں) کی جاسوسی کریں گے اور مسلمانوں کو اپنے ملک سے دشمنان اسلام کی طرف جانے کا راستہ دے دیں گے۔ یہ فوج کشی 28ھ اور بعض کہتے ہیں 29ھ اور بروایت بعض 33ھ میں ہوئی تھی۔ ام حرام کا انتقال اسی واقعہ میں ہوا۔ جس وقت دریا سے خشکی پر ام حرام اتریں گھوڑا بدک کر بھاگا، گر پڑیں، گردن ٹوٹ گئی۔ رسول اللہ صلعم نے اس کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔

معرکہ مرقا

فتح قبرص کے بعد عبداللہ بن قیس نے براہ دریا پچاس لڑائیاں لڑیں جن میں ایک مسلمان بھی شہید نہ ہوا۔ ایک دن ساحل مرقا (سرزمین روم) پر اتر پڑے۔ کفار ٹوٹ پڑے، شہید کر ڈالا۔ ملاح بھاگ کر اسلامی لشکر میں آیا۔ سفیان بن عوف ازدی نے جس کو عبداللہ بن قیس نے امیر البحر مقرر کیا تھا اہل مرقا پر فوج کشی کی، لڑائی ہوئی۔ ہزاروں سے زیادہ مرتی اور ایک گروہ مسلمانوں کا بھی اس لڑائی میں کام آیا۔ اسی لڑائی میں عوف خود بھی شہید ہو گئے۔

حضرت ابوموسیٰؓ کی معزولی

مسند خلافت پر متمکن ہوئے امیر المومنین عثمانؓ کو تین سال ہو چکے تھے کہ اہل آمد اور کردوں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ ابوموسیٰ یہ خبر پا کر بصرہ سے اس بغاوت کو فرو کرنے کی غرض سے نکلے۔ اپنے اسباب کو چالیس خچروں پر بار کر کے محل سے نکالا حالانکہ اہل لشکر کو پیادہ پا جہاد کرنے پر تیار کیا تھا اور عساکر اسلامی نے اس کو بخوشی منظور کیا تھا۔ لشکریوں نے خچروں کو دیکھ کر اعتراض کیا۔ ابوموسیٰ نے ترش روئی سے جواب دیا۔ لہٰذا معترضین سیدھے امیر المومنین عثمانؓ کے پاس گئے۔ ابوموسیٰ کی شکایت کی۔ شکایت کرنے والوں اور مخالفوں کا سردار غیلان بن خرشہ تھا۔ چنانچہ امیر المومنین نے تحقیق حال کے بعد ابوموسیٰ کو معزول کر کے عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس کو حکومت بصرہ پر مقرر کیا۔

عمال کی تقرری اور فارس پر قبضہ

عبداللہ بن عامر، امیر المومنین عثمان کا ماموں زاد بھائی تھا۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً پچیس برس کی ہوگی۔ اس کو ابوموسیٰ کے لشکر کی اور عثمان بن العاص ثقفی والیٔ عمان و بحرین کے لشکر کی سالاری دی گئی اور انتظاماً عبیداللہ بن معمر کو خراسان سے فارس کی گورنری پر تبدیل کیا اور خراسان کی حکومت پر عمیر بن عثمان بن سعد کو متعین کیا۔ چنانچہ عمیر نے نہایت تیزی اور سختی سے فرغانہ تک دبا لیا۔ کسی شہر اور گاؤں کو بغیر اصلاح کے باقی نہ چھوڑا۔ بعدازاں اوائل سنہ 4 خلافت میں سجستان کی گورنری عمران بن الفضیل برجمی کو اور کرمان کی حکومت عاصم بن عمرو کو دی گئی۔

اہل فارس، ان تبدیلیوں کو اپنی بہتری کا ذریعہ سمجھ کر سازش کر کے بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ لشکر کو مرتب و آراستہ کر کے مقابلہ پر آئے۔ عبیداللہ بن معمر نے اصطخر کے دروازے پر صف آرائی کی۔ اتفاقاً عبیداللہ بن معمر شہید ہو گئے اور ان کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ عبداللہ بن عامر یہ خبر پا کر لشکر بصرہ کو لے کر اہل فارس کی سرکوبی کے لئے بڑھے۔ ان کے مقدمۃ الجیش پر عثمان بن العاص، میمنہ اور میسرہ پر ابو برزۃ الاسلمی اور معقل بن یسار، سواروں پر عمران بن حصین تھے۔ اصطخر میں مقابلہ ہوا اور بہت بڑی خوں ریز و خوف ناک لڑائی کے بعد اہل فارس شکست کھا کر فرار ہو گئے۔ ہزاروں ایرانی مارے گئے۔ مسلمانوں نے اصطخر کو فتح کر کے دارالجبرد کا رخ کیا اور وہاں سے کامیاب ہو کر شہر جور (یعنی اردشیر) کی طرف بڑھے، جس کا ہرم بن حیان محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن عامر کے آتے ہی جور تسخیر ہو گیا۔ لیکن اہل اصطخر میں پھر بغاوت پھوٹ نکلی۔ عبداللہ بن عامر مجبوراً اصطخر کی طرف لوٹے اور ایک طویل محاصرے کے بعد بزور تیغ اصطخر کو فتح کیا۔ ایران کے خاندانی امراء اور نامی گرامی سواران فارس کو ہلاک کر ڈالا کیونکہ ان لوگوں نے اس کو اپنا ملجاء بنا رکھا تھا اور ایرانیوں کو اس درجہ پائمال کیا کہ اس کے بعد ان کو ذلت کے سوا عزت حاصل نہ ہوئی۔

امیر المومنین عثمانؓ کو فتح کی بشارت لکھی۔ دارالخلافت مدینہ سے حکم صادر ہوا کہ: ''بلاد فارس پر ہرم بن حیان یشکری، ہرم بن حیان عبسی، حرث بن راشد اور ان کے بھائی منجاب بن راشد (از بنی سامہ) اور بریجان ہجمی کو مامور کرو۔ اضلاع خراسان میں احنف بن قیس مرو پر، حبیب بن قرہ یربوعی بلخ پر، خالد بن عبداللہ بن زبیر ہرات پر، امیر بن احمر یشکری طوس پر، قیس بن ہبیرہ سلمی نیشاپور پر متعین ■ مامور کئے جائیں۔'' پھر بعد چندے کل خراسان کا قیس بن ہبیرہ کو اور سجستان کا امیر بن احمر یشکری کو گورنر مقرر کیا اور قیس کے بعد عبدالرحمٰن بن سمرہ کو (یہ ابن عامر بن کریز کے

عزیز تھے) مقرر کیا۔ چنانچہ تا شہادت عثمانؓ یہ اسی عہدے پر فائز رہے۔ کرمان کی گورنری پر عمران، فارس کی گورنری پر عمیر بن عثمان بن مسعود اور مکران کی حکومت پر ابن کریز قشیری مامور ہوئے۔ شہادت کے بعد امیر المومنین عثمان کے بن ہبیرہ اور ان کے چچا عبداللہ بن حازم سے لڑائی چھڑ گئی جیسا کہ آئندہ صفحات میں ہم بیان کریں گے۔

خراسان و کرمان کی شورش

مہم فارس سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں نے ابن عامر کو خراسان کی طرف بڑھنے کی تجویز دی اس وجہ سے کہ اس اطراف میں بھی بغاوت پھوٹ نکلی تھی۔ چنانچہ ابن عامر خراسان کی طرف گئے اور بعض کہتے ہیں بصرہ لوٹ آئے تھے۔ روانگی کے وقت فارس پر شریک بن الاعور حارثی کو اپنا نائب بنایا تھا۔ انہوں نے مسجد بنوائی۔ الغرض بصرہ پہنچے تو احنف بن قیس، حبیب بن اوس نے خراسان پر فوج کشی کی رائے دی۔ ابن عامر نے زیاد ابن عامر کو اپنا نائب بنایا اور ایک جرار فوج لے کر کرمان کی طرف چلے۔ کرمان والوں نے بھی بغاوت کی تھی ان کی سرکوبی کے لئے مجاشع بن مسعود سلمی کو اور بحستان والوں کو زیر کرنے کو ربیع ابن زیاد حارثی کو روانہ کیا اور خود نیشاپور کا رخ کیا۔ ان کے مقدمتہ الجیش پر احنف بن قیس تھے۔ انہوں نے طبسین کے دونوں قلعوں کو جو خراسان کے دروازے تھے۔ صلح و امان کے ساتھ فتح کر لیا۔ کوہستان پر پہنچ کر محاصرہ کر کے سنگ باری شروع کر دی۔ اسی اثناء میں ابن عامر آ گئے۔ چھ لاکھ درہم سالانہ خراج پر مصالحت ہو گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ کوہستان کی مہم کے سردار امیر بن احمر یشکری تھے۔

نیشاپور کی فتح

اس کامیابی کے بعد ابن عامر نے صوبہ نیشاپور پر کئی فوجیں بھیجیں چنانچہ رستاق رام ہرمز اور جیرفت وغیرہ کو بزور تیغ فتح کیا۔ اسود بن کلثوم (قبیلہ عدی رباب کے تھے) نے بیہق (صوبہ نیشاپور) پر حملہ کیا۔ اتفاق سے شہر پناہ کی دیوار میں شگاف ہو گیا اسود اسی راہ سے مع ایک گروہ کے شہر میں داخل ہوئے۔ دشمنان اسلام سوراخ پر آ کر کھڑے ہو گئے خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی اسود شہید ہوئے۔ لشکر اسلام کا علم ان کے بھائی ادہم بن کلثوم نے سنبھالا اور بہت مردانگی سے لڑ کر بیہق کو فتح کر کے نیشاپور کا رخ کیا۔ پورا مہینہ محاصرہ کئے رہے۔ نیشاپور میں فارس کے چار مرزبان رہتے تھے۔ ان میں سے ایک نے شب کو دروازہ کھول دینے کا اس شرط پر اقرار کیا کہ اس کو پناہ دی جائے۔ ابن عامر نے یہ شرط قبول کر لی اور اسلامی فوجیں رات کے وقت شہر میں داخل ہو گئیں۔ مرزبان اکبر، گھبرا کر مع چند سپاہیوں کے قلعہ بند ہو گیا۔ عساکر اسلامی نے قلعے پر دھاوا بولا۔ مرزبان اکبر نے مجبور ہو کر دس لاکھ درہم سالانہ پر صلح کر لی۔

ابن عامر اور احنف کے جنگی کارنامے

کامیابی کے بعد ابن عامر نے نیشاپور پر قیس بن ہشیم سلمی کو مقرر کیا۔ ایک لشکر نسا و ابیورد اور دوسرا سرخس پر بھیجا۔ اہل نسا و ابیورد نے لشکر اسلام کے پہنچتے ہی جزیہ دے کر مصالحت کر لی باقی رہا سرخس اس کے مرزبان نے دو چار لڑائیوں کے بعد سو آدمیوں کو پناہ دینے کی شرط پر شہر سپرد کرنے کا اقرار کیا۔ اتفاق یہ کہ شمار کے وقت اپنے کو شمار کرنا بھول گیا۔ سردار لشکر اسلام نے اس کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد طوس کا مرزبان آیا اور اس نے چھ لاکھ درہم جزیہ دے کر صلح کر لی۔ ہرات کی جانب عبداللہ بن حازم گئے ہوئے تھے۔ وہاں کے مرزبان نے دس لاکھ سالانہ پر اور مرو کے مرزبان نے دو کروڑ دس لاکھ درہم پر صلح کر لی۔ پھر ابن عامر نے حاتم بن نعمان باہلی کے بعد احنف بن قیس کو طخارستان کی طرف روانہ کیا۔ اثناء راہ میں حاکم دارابجرد نے تین کروڑ درہم پر مصالحت کی درخواست پیش کی۔ احنف نے یہ شرط لگائی "ہمارے زمانہ قیام تک دارابجرد میں کوئی مسلمان جا کر اذان دیتا رہے اور صلوٰۃ ادا کرتا رہے"۔ دارالجبرد کے حاکم نے اس کو قبول کر لیا۔ اس کے بعد احنف مرو الروذ پر پہنچے۔ اہل مرو الروذ مقابلے پر آئے، رزم آرائی ہوئی۔ احنف نے ان کو شکست دینے کے بعد مرو الروذ کا محاصرہ کر لیا۔ مرزبان مرو الروذ والی یمن باذان کا عزیز تھا، اس نے احنف سے بتوسل باذان صلح کی التجا کی، چھ لاکھ سالانہ پر صلح کر لی گئی۔ اس کے بعد اہل جرجان، طالقان اور فاریاب نے یکجا ہو کر

احنف کا مقابلہ کیا۔ ایک سخت خون ریز لڑائی کے بعد وہ لوگ پسپا ہو کر بھاگے۔ احنف نے مروالروذ پر پہنچ کر اقرع بن حابس کو ان لوگوں کے تعاقب کے لئے روانہ کیا۔ وہ لوگ میدان جنگ سے بھاگ کر جرجان میں جا چھپے تھے۔ اقرع نے جرجان کو بزور تیغ اور احنف نے طالقان اور فاریاب کو بہ صلح فتح کیا بعض کہتے ہیں کہ فاریاب کو امیر بن احمر نے تسخیر کیا ہے۔

بلخ پر لشکر کشی

اس کے بعد احنف نے بلخ پر لشکر کشی کی۔ یہ طخارستان کا ایک معروف شہر ہے۔ اہل بلخ نے چار لاکھ اور بعض کہتے ہیں کہ سات لاکھ پر مصالحت کر لی۔ احنف نے بلخ پر اسید بن المتشمس کو مقرر کیا اور خود خوارزم کی طرف بڑھے چونکہ اہل خوارزم نے دریائے جیحون کا پل تباہ کر ڈالا اور کشتیاں ہٹا دی تھیں اس وجہ سے احنف مجبوراً بلخ واپس آئے۔ اسید نے صلح و اقرار کے مطابق مال جمع کر رکھا تھا جس کی اطلاع بذریعہ خط ابن عامر کو دی گئی۔

فتح کرمان

مجاشع بن مسعود، اہل کرمان کی بغاوت فرو کرنے پر مامور ہوئے تھے انہوں نے اثناء راہ میں ہمید کو لڑ کر فتح کیا اور ایک محل بنوایا جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ پھر سیرجان پر پہنچے اور اس کو بھی نہایت مردانگی سے لڑ کر فتح کیا۔ وہاں کے اکثر رہنے والوں کو جلاوطن کر دیا اور جنہوں نے جزیہ دینا منظور کیا ان کو پناہ دے کر رہنے دیا۔ اس کے بعد بزور تیغ جیرفت پر قبضہ حاصل کر کے اطراف و جوانب کرمان کو پامال کرتے ہوئے قفص پہنچے۔ یہاں پر ایرانیوں کا بہت بڑا مجمع تھا۔ ان میں سے اکثر وہ لوگ تھے جو اطراف اور جوانب بلاد سے جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔ عساکر اسلامی نے کمال دلیری سے حملہ کیا۔ ایرانیوں نے جہاں تک ان کی طاقت نے یاری دی حملے کو روکا۔ آخر کار شکست اٹھا کر میدان جنگ سے بھاگے۔ اکثر ایرانی کشتیوں پر سوار ہو کر کرمان اور بحستان چلے گئے۔ ہزاروں اثناء دار و گیر میں مارے گئے مسلمانوں نے ان کے مکانات اور اراضیات پر قبضہ جما لیا۔

بحستان کی تسخیر

ربیع بن زیاد حارثی کو ابن عامر نے بحستان کی لڑائی پر مامور کیا تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں پس انہوں نے بہت سرعت سے قطع منازل کر کے قلعہ زالق پر پہنچ کر حملہ کیا اور اس کے دہقان کو حراست میں لے لیا۔ اس نے فدیہ دے کر اپنے کو چھڑایا اور اہل فارس کی طرح مصالحت کر لی۔ پھر ربیع دکر کو بہ کو فتح کرتے ہوئے زرنج کی طرف بڑھے۔ ایرانیوں نے مقابلہ کیا۔ ربیع نے پہلی ہی جھڑپ میں ان کو شکست دے کر ناشروذ ہشرواذ، کو فتح کر کے زرنج کو محصور کر لیا۔ اہل زرنج نے بہت بڑے اہتمام سے مقابلہ کیا۔ بالآخر مسلمانوں نے ان کو بھی شکست دے کر پسپا کر دیا۔ مرزبان زرنج نے صلح کی درخواست کی اور مصالحت کی گفتگو کرنے کے لئے اپنی امان حاصل کر کے حاضر ہوا۔ ربیع نے مقتولین میں سے ایک لاش پر بیٹھ کر دوسری لاش پر تکیہ لگایا اور اسی طرح ان کے اور ہمراہیوں نے بھی کیا۔ مرزبان زرنج یہ رنگ دیکھ کر رعب میں آ گیا۔ ایک ہزار جام طلائی جن کو ایک ہزار لونڈیاں لئے ہوئے تھیں پیش کر کے مصالحت کر لی۔ اسلامی لشکر اگلے دن وادی سنارد کی جانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں وہ قریہ ملا جہاں رستم پہلوان اپنا گھوڑا باندھتا تھا۔ اہل قریہ نے تعرض کیا لڑائی ہوئی اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ پھر ربیع لوٹ کر زرنج میں آئے اور ایک سال کے قیام کے بعد ایک شخص کو اپنا نائب مقرر کر کے ابن عامر کے پاس چلے گئے جس کو اہل زرنج نے نکال دیا اور خراج مقررہ ادا نہ کیا تھا۔ ربیع ڈیڑھ برس تک عامل رہے اس اثناء میں چالیس ہزار مشرکوں کو قید کیا، حسن بصری ان کے کاتب تھے۔

زرنج، جبل زور، کابل اور زابلستان کی تسخیر

اس کے بعد ابن عامر نے بحستان پر عبدالرحمٰن بن سمرہ کو مقرر کر کے روانہ کیا۔ اہل زرنج نے طویل محاصرے کے بعد مجبوراً دو لاکھ درہم اور دو

لاکھ لونڈیاں دے کر صلح کر لی۔ عبدالرحمٰن نے آہستہ آہستہ زرنج اور کش (سرحد ہند) کے درمیانی شہروں اور کش سے وادین اطراف رخج تک کہیں بزور تیغ اور کہیں بہ صلح وامان قبضہ کر لیا۔ خاص شہر وادین میں پہنچ کر جبل زور میں کفار کا محاصرہ کیا کفار نے تنگ ہو کر مصالحت کی درخواست کی عبدالرحمٰن نے مصالحت کر لی۔ زور کے بت خانہ میں داخل ہوئے۔ زور ایک بت کا نام تھا جس کا جسم سونے کا اور آنکھیں یاقوت کی تھیں، عبدالرحمٰن نے آنکھیں نکال لیں اور ہاتھ قطع کر کے مرزبان سے مخاطب ہو کر بولے: ''مجھ کو اس سونے چاندی اور جواہرات سے کوئی غرض نہیں ہے یہ تو لے لے میں نے تو یہ فعل محض اس لئے کیا ہے کہ تجھ پر یہ امر ظاہر ہو جائے کہ یہ نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی نفع۔''

اس مہم سے فارغ ہو کر عبدالرحمٰن نے بلاد غزنی پر حملہ کیا۔ کابل زابلستان بہ صلح وامان فتح ہو گئے۔ پھر زرنج واپس آئے اور وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ امیر المومنین عثمانؓ کی خلافت میں تزلزل پیدا ہو گیا۔ انہی دنوں عبدالرحمٰن زرنج پر عمیر بن احمر کو اپنا نائب بنا کر مدینہ منورہ آ گئے، عبدالرحمٰن کے واپس ہوتے ہی اہل زرنج نے وعدہ خلافی کی اور عمیر بن احمر کو شہر سے نکال دیا۔

چونکہ ابن عامر کے ہاتھوں فارس خراسان، کرمان اور بجستان وغیرہ کی فتح کی تکمیل ہوئی تھی۔ لہٰذا لوگوں نے کہا ''جس قدر فتوحات تمہارے زور بازو سے ظہور میں آئیں۔ اس قدر اور کسی کو فتح نصیب نہیں ہوئی''۔ ابن عامر نے جواب دیا: ''بے شک! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ ایسے ناچیز بندے کے ہاتھوں اس قدر شہروں کو فتح کیا میں اس تشکر میں اسی مقام سے عمرہ کا احرام باندھ کر چلوں گا''۔ چنانچہ خراسان پر قیس بن الہیثم کو مامور کر کے نیشاپور سے احرام باندھ کر امیر المومنین عثمانؓ کے پاس آئے اور حج کیا۔ قیس بن الہیثم روانگی ابن عامر کے بعد طخارستان کی جانب گئے اور اس کے شہروں کو بلا کسی روک ٹوک کے اپنے قبضے میں لے لیا۔ البتہ سنجار والوں نے مقابلہ کیا، لڑائی ہوئی، قیس نے بزور تیغ اس کو بھی تسخیر کیا۔

امیر المومنین عثمانؓ نے اپنے ابتداء زمانہ خلافت میں ولید بن عقبہ کو بنی تغلب اور جزیرے کی حکومت سے تبدیل کر کے کوفہ کی گورنری دی تھی اور اسی دور میں ابوزبید شاعر بھی اپنے اعزا واقارب کے ہمراہ بنو تغلب سے قطع تعلق کر کے ولید کے ساتھ کوفہ چلا آیا تھا۔ ابوزبید عیسائی مذہب کا پابند تھا انہی کے ہاتھ پر اسلام لایا۔ انہی کے ساتھ رہا۔ مگر دشمنی کے باعث باوجود مسلمان ہونے کے شراب خواری کی عادت نہ گئی۔ بعض عوام الناس اس کی صحبت کی وجہ سے ولید پر بھی شراب خواری کا الزام لگاتے ہیں۔ اسی اثناء میں قبیلہ ازد کے چند نوجوانوں نے خزاعہ کے ایک آدمی کو رات کے وقت اس کے گھر میں دشمنی کے باعث قتل کر ڈالا۔ ابوشریح خزاعی نے موقع کی شہادت دی۔ ولید نے قاتلوں کو دارالامارت کے دروازے پر سزائے موت دی۔ اس واقعہ سے براہ نفسانیت قاتلوں کے ورثاء ولید سے عداوت رکھنے لگے اور یہ لوگ بھی ان لوگوں میں شامل ہو گئے جو ولید کو شراب خواری میں ملوث کرتے تھے۔ ایک روز ولید کے مخالفین جمع ہو کر ابن مسعود کے پاس گئے اور ان سے اس واقعہ کو بیان کیا۔ ابن مسعود نے کہا ''ہم اس شخص کی عیب جوئی نہیں کرتے جو ہم سے چھپ کر کوئی فعل کرتا ہے۔'' ولید کو اس گفتگو پر طیش آ گیا۔ ابن مسعود بھی ولید کے اس بے جا غصے سے ناراض ہو گئے۔

چند دنوں کے بعد انہی لوگوں میں سے ایک شخص نے اس شاعر کو مار ڈالا جس کو ولید لے آئے تھے۔ ابن مسعود سے استفتا کیا گیا ابن مسعود نے قاتل کے قتل کا فتویٰ دیا، ولید نے قاتل کو قید میں ڈال دیا۔ چند دنوں کے بعد رہا کر دیا۔ اس واقعہ سے ولید کے مخالفوں کو بہترین موقع مل گیا۔ مدینہ منورہ میں امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ولید کی شکایت کی اور شراب خواری کا الزام لگایا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے ولید کو جواب دہی کی غرض سے دربار خلافت میں طلب کیا۔ شکایت کرنے والوں سے دریافت کیا ''تم نے ولید کو شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے''؟ جواب ملا نہیں! مگر ہم نے اس کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ امیر المومنین عثمانؓ نے مقدمے میں ثبوت کافی پا کر سعید بن العاص کو درے مارنے کا حکم دیا۔ علیؓ بن ابی طالب موجود تھے فرمایا: ''چادر اتار کر درے لگاؤ'' بعض کے بقول: علی ابن ابی طالبؓ نے اپنے لڑکے حسنؓ کو درے لگانے کا حکم دیا تھا۔ لیکن جب انہوں نے عذر کیا تو عبداللہ بن جعفر نے درے لگائے۔ جب چالیس درے پر پہنچے تو علیؓ ابن ابی طالب نے کہا: بس اب نہ لگاؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ نے چالیس چالیس درے مارنے کا حکم دیا تھا اور عمرؓ اسی درے شراب خور کو مارا کرتے تھے اور یہ سب سنت ہے لیکن وہ میرے لئے زیادہ پسندیدہ ہے۔

ابن عتبہ کی معزولی

اس واقعہ کے بعد امیر المومنین عثمانؓ نے ولید کو، کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے سعید بن سعید بن العاص بن امیہ کو مقرر کیا۔ سعید اول کافر تھا اور حالت کفر ہی میں مرا ابو جحہ اس کی کنیت تھی۔ اس کا بیٹا خالد (سعید ثانی کا چچا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفاء کا والی بنایا تھا۔ جنگ مرج الصفر میں شہید ہوا۔ سعید ثانی نے امیر المومنین عثمانؓ کی گود میں پرورش پائی جب شام کو فتح کیا گیا تو تعلیم کی غرض سے معاویہ کے ہمراہ رہا۔

پھر امیر المومنین عثمانؓ نے بلا کر عقد کر دیا۔ ایک زمانہ تک آپ کی خدمت میں رہا۔ قریش کے معروف افراد سے تھا۔ 30ھ میں امیر المومنین عثمانؓ نے کوفہ کی گورنری پر مامور کیا۔

سعید جب کوفہ کو آنے لگے تو اشتر، ابوخشتہ الغفاری، جعب بن عبداللہ اور صعب بن جثامہ بھی کوفے واپس آئے۔ یہ لوگ ولید کے موافق گواہی دینے کو گئے تھے۔ مگر بعد میں ان کے مخالف ہو گئے۔ الغرض سعید نے کوفہ جا کر لوگوں کو جمع کیا۔ خطبہ دیا، ہر ایک کی حالت کو غور سے دیکھ کر امیر المومنین عثمانؓ کو اطلاعی رپورٹ بھیجی۔ اہل کوفہ کا انتظام بالکل نا قابل اطمینان ہے، ان کا کارخانہ درہم برہم ہو چکا ہے۔ اہل شرف و سابقین اسلام مغلوب ہو چکے ہیں، اہل روادف و تابعہ کا دور دورہ ہے۔'' امیر المومنین عثمانؓ نے جواباً لکھا۔ ''اہل شرف و سابقین اسلام کو ہر طرح کی اولیت دی جائے ان کے بعد جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے ہیں ان کا رتبہ قائم کیا جائے اور ان کا حق دیا جائے۔'' سعید نے اس خط کو ایک مجمع عام میں پڑھا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''تم لوگوں کی جو رائے ہو ظاہر کرو۔'' اہل کوفہ اس امر پر راضی نہ ہوئے اور وہ مجلس یوں ہی ناتمام برخاست ہو گئی۔ سعید نے اس واقعہ سے امیر المومنین عثمانؓ کو مطلع کیا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے مشاورت کی۔ صحابہ نے کہا ''اہل کوفہ سے ایسی باتوں کی امید نہ رکھیں جس کی صلاحیت ان میں نہیں ہے اگر ایسا کریں گے تو فساد برپا ہو جائے گا۔'' امیر المومنین عثمانؓ نے کہا۔ ''اہل مدینہ! میں دیکھتا ہوں کہ فتنہ تمہاری طرف چلا آ رہا ہے۔ میں موزوں یہ سمجھتا ہوں کہ میں تمہارا حق پورا پورا دوں اور تمہارے حقوق کو عراق سے تمہاری جانب منتقل کر دوں۔'' صحابہ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ امیر المومنین عثمانؓ نے کہا تم لوگ اپنی املاک کو جو عراق میں ہے بعوض حجاز اور یمن کے، جس کے ہاتھ چاہو فروخت کر ڈالو۔'' صحابہ نے اس تجویز کے مطابق عراق کی جائدادیں فروخت کر کے خیبر، مکہ اور طائف میں جائدادیں خرید لیں۔ طلحہ، مروان، اشعث بن قیس اور بہت سے قبائلی لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

تسخیر طبرستان

اسی 30ھ میں سعید بن العاص نے طبرستان پر فوج کشی کی۔ اس سے قبل مسلمانوں میں سے کسی نے اس پر حملہ نہیں کیا تھا۔ اوپر آپ پڑھ آئے ہیں کہ اصبہذ نے سوید بن مقرن سے زمانہ خلافت فاروق اعظم میں کچھ دولت دے کر صلح کر لی تھی۔ لیکن اس بیان کے مطابق سب کے پہلے سعید بن العاص نے طبرستان کا رخ کیا۔ ان کے ساتھ اصحاب رسول اللہ (صلعم) کا ایک گروہ تھا۔ از انجملہ حسن، حسین، ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، حذیفہ بن الیمان (رضی اللہ عنہم اجمعین) تھے۔

19ھ میں مرزبان طوس نے سعید بن العاص اور عبداللہ کو (جن ایام میں یہ بصرہ میں تھے) لکھا تھا کہ ''تم میں سے جو قدرت و غلبہ رکھتا ہو آ کر خراسان پر قبضہ کر لے'' چنانچہ ابن عامر، بصرے سے اور سعید کوفہ سے روانہ ہوئے۔ مگر ابن عامر سعید سے پہلے نیشاپور پہنچ گئے اس وجہ سے سعید نے طبرستان پر لشکر کشی کی قوس پہنچے۔ اہل قوس سے حذیفہ نے فتح کے بعد صلح کر لی تھی۔ سعید نے جرجان کا قصد کیا۔ مرزبان جرجان نے دو لاکھ پر صلح کر لی۔ تب سعید نے طمیہ کی جانب فوج کو بڑھایا۔ طمیہ دریا کے کنارے سرحد جرجان پر طبرستان کا ایک شہر آباد تھا۔ اہل طمیہ نے مقابلہ کیا۔ لڑائی کی نوبت آئی۔ سعید نے والی طمیہ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ زرہ کاٹ کر بغل کے نیچے ہو کر نکل گئی۔ لشکر مخالف میدان جنگ سے فرار ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ سعید نے محاصرہ کر لیا اور منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری کا حکم دے دیا یہاں تک کہ طویل محاصرے کے بعد اہل طمیہ نے اس شرط سے امان

مانگی کہ ان میں سے ایک شخص نہ مارا جائے۔ سعید نے اس کو منظور کر لیا۔ اہل طمیسہ نے شہر پناہ کا دروازہ کھول دیا۔ سعید نے شہر پر قبضہ کر لیا اور سوائے ایک آدمی کے سب کو قتل کرا دیا۔ طمیسہ سے فارغ ہو کر سعید نے نامنہ کو تسخیر کیا۔ نامنہ، شہر نہ تھا بلکہ صحرا تھا اور یہاں ہی ان کے ساتھ محمد بن الحکم بن ابی عقیل (جد یوسف بن عمرو) کا انتقال ہوا۔

جرجانیوں کی اطاعت

اہل جرجان کبھی ایک لاکھ کبھی دو لاکھ کبھی تین لاکھ خراج ادا کرتے تھے اور اکثر اوقات خراج بند بھی کر دیتے تھے۔ بعد چندے خراج دینا بالکل بند کر کے خودسر و باغی ہو گئے۔ اس وجہ سے قومس تک خراسان کا راستہ خطرناک ہو گیا۔ قافلے فارس سے کرمان اور کرمان سے خراسان کو جانے لگے۔ جیسا کہ قبل فتح قومس تھا۔ یہاں تک کہ قتیبہ بن مسلم، خراسان کے والی بنے اور انہوں نے یزید بن مہلب کو قومس کو فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ مرزبان قومس اور اہل جرجان نے حسب شرائط صلح سعید بن العاص، پھر مصالحت کر لی اور انہوں نے بحیرہ دوہستان کو فتح کر لیا۔

قرآن مجید کی قرأت میں اختلاف

اسی 30ھ میں حذیفہ جنگ رے سے باب کی لڑائی پر عبدالرحمٰن بن ربیعہ کی امداد کو گئے۔ سعید بن العاص آذربائیجان میں حذیفہ کی آمد کے انتظار میں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد حذیفہ واپس آئے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ حذیفہ نے باب سے لوٹ کر سعید بن العاص سے بیان کیا کہ میں نے اس سفر میں ایک عجیب ماجرا یہ دیکھا ہے کہ ایک شہر والے دوسرے شہر والوں سے قرآن کی قرأت میں اختلاف کرتے ہیں۔ اہل حمص کہتے ہیں کہ ہم قرآن مجید کو بہ نسبت اور شہر والوں کے زیادہ صحیح دتجوید سے پڑھتے ہیں۔ ہم نے قرآن کی تعلیم مقدادؓ سے پائی ہے۔ اہل دمشق کا بھی اسی قسم کا دعویٰ ہے۔ بصرہ والے کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن کی تعلیم ابن مسعودؓ سے پائی ہے۔ ہماری قرأت زیادہ درست ہے۔ میرے نزدیک قرآن مجید ایک قرأت صورت پر جمع کر دیا جائے ورنہ اگر یہی حالت قائم رہی تو سخت اختلاف واقع ہو جائے گا۔'' صحابہ اور تابعین نے جو اس وقت وہاں موجود تھے حذیفہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا مگر ابن مسعود کے مقلدوں نے اختلاف کیا۔ نزاع بڑھی ابن مسعود سختی سے پیش آئے۔ سعید نے بھی درشتی سے جواب دیا نتیجہ یہ ہوا کہ سارا جلسہ درہم برہم ہو گیا۔

حذیفہ اس مجلس سے اٹھ کر سیدھے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے صحابہ سے مشاورت کی۔ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے حذیفہ کی رائے پسند کی۔ امیر المومنین عثمانؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ سے وہ قرآن منگوا بھیجا جو زمانہ خلافت ابوبکر صدیقؓ میں جمع اور مرتب کیا گیا تھا۔ زمانہ خلافت صدیق میں جب کہ یمامہ کی جنگ ہو رہی تھی اس جنگ میں ایک دن میں کئی حفاظ صحابہ شہید ہو گئے تھے۔ اس وقت تک قرآن صرف صحابہ کے سینہ بے کینہ میں تھا۔ فاروقؓ اعظم نے صدیق اکبر کو رائے دی کہ قرآن کا کتابی صورت میں جمع کرا لینا از حد ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ حفاظ کے فنا ہونے سے قرآن مجید فنا ہو جائے۔ صدیق اکبر نے اس رائے سے اختلاف کیا اور یہ فرمایا کہ ''جس کام کو رسول اللہ (صلعم) نے نہیں کیا، میں کیسے کروں۔ مگر جب اس امر پر غور کیا تو حضرت ابوبکر اپنی پہلی رائے سے رجوع کر کے فاروق اعظمؓ کی رائے سے متفق ہو گئے اور زید بن ثابت کو اس خدمت پر مقرر کیا۔ چنانچہ زید بن ثابت نے کاغذ کے پرزوں، درخت کے پتوں، چھالوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کر کے بصورت موجودہ کتابی صورت میں مرتب کیا۔

مصحفِ صدیقیؓ کی اشاعت

اس زمانہ سے یہ مصحف کریم صدیق اکبرؓ کے پاس محفوظ رہا، پھر فاروق اعظمؓ کے قبضے میں آیا اور جب آپ شہید ہو گئے تو ام المومنین حضرت حفصہؓ نے لے لیا۔ جب ذوالنورینؓ کے عہد خلافت میں واقعہ مذکورہ پیش آیا تو جناب موصوف نے اس قرآن کو ام المومنین حفصہؓ سے منگوایا اور اس کی نقل پر زید بن ثابت، عبداللہ بن الزبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن الحرث بن ہشام کو مامور کیا اور یہ ارشاد کیا کہ اگر تم کو کسی لفظ میں

اختلاف ہوتو اسے محاورۂ قریش کے مطابق لکھنا، کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں نے قرآن مجید کے متعدد نسخے لکھے۔ امیر المومنین عثمانؓ نے یہی نسخے تمام بلاد اسلامیہ میں روانہ کئے اور یہ حکم دیا کہ اسی پر اعتماد اور بھروسہ کیا جائے۔ اس کے سوا اور جو نسخے تھے وہ جلا دیئے گئے۔ کوفے میں جب یہ قرآن پہنچا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نہایت خوش ہوئے مگر عبداللہ بن مسعود نے اس قرآن کو لینے سے انکار کیا اور اپنے مقلدوں کو اپنی ہی قرأت پر قائم رکھا۔

ابن عامر نے بصرے سے نکل کر فارس کا قصد کیا اور اس کو تسخیر کر لیا۔ یزدگرد 30ھ میں جور سے بھاگ کر اردشیر خیرہ پہنچا۔ ابن عامر نے اس کے تعاقب میں مجاشع بن مسعود کو اور بعض کے بقول ہرم بن حبان یشکری یا عبسی کو روانہ کیا۔ وہ کرمان تک پیچھا کرتے چلے گئے۔ یزدگرد گھبرا کر کرمان سے خراسان گیا۔ اثناء راہ میں سیرجان سے چھ سات کوس کے فاصلہ پر برف باری ہوئی مجاشع کے کل ہمراہی مارے گئے صرف مجاشع بچ کر لشکر اسلام میں آئے۔ یزدگرد نے جب اسلامی فتوحات کے سیلاب کو تھمتے ہوئے نہ دیکھا تو خراسان سے مرو آیا اس کے ساتھ خرزاد (رستم کا بھائی) بھی تھا۔ لیکن ماہویہ مرزبان مرد کے مشورے سے خرزاد عراق کی طرف لوٹ آیا۔

یزدگرد کی ہلاکت

بعد اس کے یزدگرد نے ترکستان جانے کا قصد کیا۔ ماہویہ نے کہا کہ مال واسباب یہیں چھوڑ جایئے۔ یزدگرد نے اس پر توجہ نہ کی تب ماہویہ نے بخوف غازیان اسلام ترکوں سے سازش کر لی اور ان کو خفیہ طور سے مرو میں بلا لیا۔ رات کو جب سب سو گئے تو ترکوں نے اٹھ کر یزدگرد کے ساتھیوں کو ختم کر دیا۔ یزدگرد پیادہ پا دریائے مرغاب کی جانب بھاگا۔ شام کے وقت ایک گاؤں میں پہنچ کر ایک چکی چلانے والے کے گھر میں چھپ رہا۔ دن بھر کا تھکا ماندہ تھا لیٹتے ہی سو گیا۔ چکی چلانے والے نے اس کی زرق و برق پوشاک دیکھ کر اسے قتل کر کے دریا میں ڈال دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ماہویہ نے ترکوں سے سازش نہیں کی تھی بلکہ جب اس کے ہمراہیوں اور اہل مرو سے ان بن ہو گئی اور باہم لڑائی شروع ہو گئی تو یزدگرد فرار ہو کر ایک چکی چلانے والے کے مکان میں پناہ گزیں ہوا اور اس نے اس کو قتل کر کے دریا میں ڈال دیا۔ اہل مرو کو اس کی خبر لگ گئی تلاش کرتے ہوئے چکی چلانے والے کے مکان پر آئے اور اس کو گرفتار کر کے تشدد کرنے لگے۔ چکی چلانے والے نے، یزدگرد کے قتل کا اعتراف کر لیا۔ تب ان لوگوں نے اس کو اور اس کے اہل وعیال کو ہلاک کر ڈالا اور یزدگرد کی لاش کو دریا سے نکال کر تابوت میں رکھ کر اصطخر لائے اور تاوس (دخنہ) میں جو وہاں پر تھا دفن کر دیا۔

بعض مورخوں نے یزدگرد کے واقعہ قتل کو یوں بیان کیا ہے کہ معرکہ نہاوند کے بعد یزدگرد فرار ہو کر اصفہان پہنچا۔ اصفہان میں ایک رئیس نے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ یزدگرد کے دربان نے اس کو جھڑک دیا۔ رئیس نے اس کو پکڑ کر خوب مارا۔ دربان روتا ہوا یزدگرد کے پاس آیا۔ یزدگرد کو یہ امر ناگوار گزرا۔ اصفہان سے رے چلا آیا والی طبرستان نے حاضر ہو کر گزارش کی "میرا ملک موجود ہے آپ شوق سے حکمرانی اور جہاں بانی کیجئے" یزدگرد نے منظور نہ کیا۔ برداشتہ خاطر ہو کر بجستان کی جانب چل کھڑا ہوا اور وہاں سے ایک ہزار سواروں کے ساتھ مرو پہنچا۔ بعض کہتے ہیں کہ چار برس تک فارس میں مقیم رہا۔ پھر وہاں سے نکل کر کرمان آیا دو برس تک وہاں ٹھہرا رہا۔ کرمان کے دہقان سے کچھ روپیہ طلب کیا۔ لیکن جب اس نے رقم دینے سے انکار کیا اور اپنے ملک سے نکال دیا تو بجستان چلا آیا اور پانچ برس وہاں مقیم رہا۔ بعدہ خراسان آیا۔ خراسان سے اس ارادے سے کہ لشکر جمع کر کے مسلمانوں سے مقابلہ کرے مرو کی جانب روانہ ہوا۔ اس سفر میں فرخ زاد اور مملکت فارس کے دہقانوں کے لڑکے بھی یزدگرد کی رکاب میں تھے۔ یزدگرد نے ملوک چین، فرغانہ، خزر اور کابل سے امداد طلب کی۔ کوچ و قیام کرتا ہوا مرو کے نزدیک جا پہنچا۔ مرو کے مرزبان کے بیٹے نے یزدگرد کو مرو میں داخل ہونے سے روک دیا۔

بعض مورخ کہتے ہیں یزدگرد نے مرو کی حکومت ماہویہ سے چھین کر اپنے برادر زادہ کو دینے کا قصد کیا تھا۔ اتفاق یہ کہ ماہویہ، مرزبان مرو اس سے باخبر ہو گیا۔ نیزک طرخان کو ایک ہزار درہم یومیہ پر یزدگرد کے قتل اور مسلمانوں سے مصالحت کرنے پر متعین کیا۔ نیزک طرخان نے یزدگرد کو تحریر کیا کہ مجھ کو تم سے عرب کی بابت کچھ باتیں کرنی ہیں تم مجھ سے تن تنہا لشکر و فرخ زاد سے الگ ہو کر ملنے کو آؤ۔ یزدگرد نے اپنے ہمراہیوں سے

مشورہ کیا، فرخ زاد نے تن تنہا ملنے سے روکا۔ یزدگرد نے کچھ خیال نہ کیا بلکہ اکیلا نیزک کے پاس چلا گیا۔ نیزک بظاہر کمال عزت سے استقبال کر کے اپنے لشکر میں لے گیا۔ اثنائے کلام میں یزدگرد سے کہا کہ اگر تم اپنی لڑکی سے میرا بیاہ کر دو تو میں تمہاری پوری مدد کروں گا۔ یزدگرد یہ سن کر برہم ہوا اور طیش میں آ کر گالی دے بیٹھا۔ نیزک نے یزدگرد کے سر پر ایک گرز دے مارا۔ یزدگرد وار خالی دے کر بھاگا اور ایک چکی چلانے والے کے گھر میں جا کر چھپا۔ تین روز تک بے آب و دانہ پڑا رہا۔ چوتھے روز چکی چلانے والے نے کھانا پیش کیا تو یزدگرد نے کہا "میں بغیر باجے کی دھن کے کھانا نہیں کھاتا ہوں" چکی چلانے والا ایک باجا بجانے والا پکڑ لایا جب اس نے باجا بجایا تو یزدگرد نے کھانا کھایا۔ کسی مخبر نے جا کر یہ خبر کر دی۔ نیزک نے چکی چلانے والے کے گھر پر چند آدمیوں کو بھیجا کہ اس کو مار کر دریا میں ڈال دیں۔ چکی چلانے والے سے پوچھا گیا مگر اس نے یزدگرد کا پتہ نہ بتلایا۔ لوگ ڈھونڈ کر واپس جا رہے تھے کہ مشک کی خوشبو سے یزدگرد پہچان لیا گیا۔ چنانچہ اس کے پاس جو کچھ تھا وہ لے لیا اور اس کا گلا گھونٹ کر دریا میں ڈال دیا گیا۔ اسقف مرو نے دریا سے نکال کر تابوت میں رکھ کر دفن کر دیا۔

بعض مورخ کہتے ہیں کہ یزدجرد عرب کے پہنچنے سے پہلے کرمان سے مرو کی طرف روانہ ہوا تھا اور چار ہزار کی جمعیت سے طبسین و قوہستان کی جانب بڑھا تھا۔ مرو کے پہنچنے سے قبل دو سپہ سالار فارس کے ملے جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ ایک نے یزدگرد سے دوسرے کی شکایت کی یزدگرد اس کی باتوں میں آ گیا اور دوسرے کے قتل کی فکر میں ہوا۔ اتفاقاً یہ خبر اس کو مل گئی۔ اس نے یزدگرد کی عداوت پر کمر باندھ لی۔ یزدگرد کو جب یہ پتہ چلا تو بخوف جان فرار ہو کر مرو سے دو فرسخ کے فاصلہ پر ایک چکی چلانے والے کے گھر جا چھپا۔ چکی چلانے والے نے اس سے چار درہم مانگے۔ یزدگرد نے کہا "میرے پاس روپیہ پیسہ نہیں ہے لیکن یہ میری پٹی لے لے" چکی چلانے والے نے کہا "مجھے درہم درکار ہیں اور تم مجھے پٹی دیتے ہو"۔ چکی چلانے والے نے اس کے ظاہری لباس سے اسے جھوٹا سمجھ کر مار ڈالا اور لاش کو اسی کے پاجامے میں باندھ کر دریا میں پھینک دیا۔ عیسائیان مرو نے یہ سن کر ایک جلسہ کیا اور اس کے حقوق سابقہ کے لحاظ سے دریا سے نکال کر تابوت میں رکھ کر ناوس (دخمہ) میں دفن کر دیا۔

ساسانی حکومت کا خاتمہ

یزدگرد کی حکومت بیس برس رہی۔ از انجملہ سولہ برس، عرب کی لڑائیوں میں مصروف رہا۔ ملوک ساسانیہ کی حکومت کا سلسلہ اس کی موت سے منقطع ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قتیبہ نے فتح صغد کے وقت دو عورتیں گرفتار کی تھیں جو مخدج بن یزدگرد کی اولاد سے تھیں۔ مخدج کی ماں سے یزدگرد نے زمانہ قیام مرو میں تعلق استوار کر لیا تھا، پس اس کے بطن سے بعد موت یزدگرد ذاہب الشق پیدا ہوا چونکہ یزدگرد کے قتل کے بعد پیدا ہوا تھا اس وجہ سے مخدج کے نام سے موسوم ہوا پھر اس کی اولاد خراسان میں پیدا ہوئی۔ قتیبہ نے ان عورتوں کو جو اس کی نسل سے تھیں حجاج کے پاس بھیجا۔ اور حجاج نے دونوں یا ان میں سے ایک کو ولید کے پاس بھیج دیا جس کے بطن سے یزید ناقص بن ولید پیدا ہوا۔

ترکوں کا حملہ

ترک اور خزر کا یہ ماننا تھا کہ مسلمانوں کو کوئی شخص نہیں مار سکتا اور یہ اعتقاد اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ اس سے قبل جن لڑائیوں میں مسلمانوں کا ان سے مقابلہ ہوا تھا ان میں مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی معرکہ جنگ میں نہیں مارا گیا تھا۔ ترکوں میں اس کی بابت مشورہ ہوا اور بہ خیال تجربہ کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھے۔ اتفاقاً یہ تدبیر ان کی کارگر ہوئی دو ایک مسلمان اس حکمت عملی سے مارے گئے۔ ترکوں کو اس سے ایک جوش مل گیا۔ گئی ہوئی قوت پھر عود کر آئی، مسلمانوں کے مقابلے و مقاتلے پر جری ہو گئے۔ ان دنوں عبدالرحمٰن بن ربیعہ حدود دار مینیہ پر باب تک حکمرانی کر رہا تھا۔ اس نے اپنی طرف سے بہ منظوری دار الخلافت سراقہ بن عمرو کو مامور کیا تھا بلاد خزر پر یہ اکثر فوج کشی کرتے تھے۔ چنانچہ زمانہ خلافت عثمان بن عفان 33ھ میں بھی حسب دستور سابق بلنجر پر حملہ کیا۔ امیر المومنین عثمان نے ان کو اس فوج کشی سے روکا۔ مگر وہ جوش مردانگی میں بڑھتے چلے گئے واپس نہ ہوئے۔ ترکوں میں گزشتہ واقعہ سے بڑی دلیری پیدا ہو گئی تھی۔ نہایت تیزی اور سختی سے لڑائی شروع ہوئی۔ عبدالرحمٰن بن ربیعہ شہید ہو گئے۔ جیسا کہ

آئندہ بیان کیا جائے گا۔

کوفیوں اور شامیوں کا تنازعہ

شہادت کے بعد عبدالرحمٰن بن ربیعہ کے اسلامی لشکر دو جماعتوں میں بٹ گیا۔ ایک گروہ باب کی طرف گیا۔ اثناء راہ میں سلمان بن ربیعہ سے ملاقات ہوگئی جس کے باعث یہ بچ گیا۔ ان کو سعید بن العاص نے حسب الحکم امیر المومنین عثمانؓ کوفہ سے مسلمانوں کی امداد کے لئے روانہ کیا تھا۔ دوسرے گروہ نے جیلان وجرجان کا راستہ اختیار کیا۔ اس گروہ میں سلمان فارسی اور ابو ہریرہ بھی تھے۔ اس کے بعد سلیمان نے سلمان بن ربیعہ کو بجائے اس کے بھائی کے، باب کا والی مقرر کیا اور ان کے ساتھ ایک لشکر اہل کوفہ کا روانہ کیا جس کے سردار حذیفہ بن الیمان تھے۔ ان کی کمک پر امیر المومنین عثمانؓ نے شام کا لشکر بسر کردگی حبیب بن مسلمہ روانہ فرمایا۔ سلمان بن ربیعہ تمام اسلامی عساکر کے سردار مقرر کئے گئے۔ جس وقت یہ دونوں لشکر ایک جا ہوئے کوفیوں اور شامیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ حبیب بن سلمان کی امارت سے انکار کیا گیا۔ یہ اولین مخالفت تھی جو لشکر کوفہ و شام میں واقع ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد حذیفہ متواتر تین لڑائیاں لڑے۔ آخری لڑائی امیر المومنین عثمانؓ کی شہادت کے زمانے میں ہوئی۔

قارن کا خروج اور انجام

32ھ کے آخر میں خراسان پر ترکوں نے پھر یورش کی۔ اہل بادنہ میں، ہرات اور قوہستان نے ان کا ساتھ دیا۔ چالیس ہزار کی جمعیت سے قارن بادشاہ ترک خراسان کی طرف بڑھا۔ خراسان میں ان ایام میں قیس بن الہیثم سلمی عہدہ گورنری پر تھے۔ ان کو ابن عامر نے اس دور میں مقرر کیا تھا جب کہ وہ حج کو جا رہے تھے۔ ان کے ہمراہ قیس کے چچازاد بھائی عبداللہ بن حازم بھی تھے۔ انہوں نے ابن عامر سے درخواست کی کہ مجھ کو یہ تحریر کر دو کہ جب خراسان سے قیس علیحدہ ہوں تو میں اس کا گورنر ہوں۔ ابن عامر نے اس کی درخواست کے مطابق یہ عہد نامہ تحریر کر دیا۔ پس جب ترکی فوجیں اطراف خراسان میں آ گئیں تو قیس نے عبداللہ بن حازم سے کہا ''تمہاری کیا رائے ہے''؟ جواب دیا۔ ''میرے نزدیک آپ خراسان سے سبک دوش ہو کر چلے جائیے، کیونکہ میں اس کا امیر ہوں، ابن عامر نے اس کی امارت کی سند مجھے دی ہے۔'' عبداللہ بن حازم نے یہ کہہ کر ابن عامر کا لکھا ہوا پروانہ دکھایا۔ قیس خاموشی سے ابن عامر کے پاس چلے آئے۔ بعض مورخین کے بقول عبداللہ بن حازم نے مشورہ دیا تھا کہ ترکوں کا لشکر زیادہ ہے اور ہم لوگ تھوڑے ہیں لہٰذا یہ بہتر ہوگا کہ تم خود ابن عامر کے پاس بغرض استعداد چلے آؤ۔ جب قیس روانہ ہوئے تو عبداللہ بن حازم نے اپنی سند دکھلائی جس میں لکھا تھا کہ بحالت غیر موجودگی قیس، عبداللہ بن حازم امیر خراسان سمجھے جائیں۔

عبداللہ بن حازم نے چار ہزار فوج لے کر ترکوں کا مقابلہ کیا۔ جب دونوں لشکروں کا ایک کھلے میدان میں آمنا سامنا ہوا تو عبداللہ بن حازم نے کچھ سوچتے ہوئے آدمیوں کا ایک سریہ مرتب کر کے ترکوں پر رات کے وقت حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور بقیہ لشکر کو حکم دیا کہ نیزوں پر کپڑا لپیٹ کر تیل سے تر کر کے روشن کر لیں۔ ترکوں نے چاروں طرف مشعلیں روشن دیکھ کر ہمت ہار دی۔ ابن حازم نے ان کو چاروں طرف سے گھیر کر جنگ شروع کر دی۔ قارن بادشاہ ترک مارا گیا ترکی فوجیں میدان جنگ سے فرار ہو گئیں۔ عساکر اسلامی نے پیچھا کیا۔ سینکڑوں، ہزاروں کو قتل وقید کیا۔ فتح کے بعد ابن حازم نے ابن عامر کے پاس مژدہ فتح بھیجا۔ ابن عامر خوش ہو گئے اور خراسان کی حکومت پر ابن حازم کو بحال رکھا، یہاں تک کہ واقعہ جمل پیش آیا۔ اس زمانہ میں ابن حازم بصرہ چلے آئے اور اہل بصرہ، ابن حازم کی لڑائی کے بعد، بلاد خراسان میں اپنے مخالفین سے مسلسل جنگ کرتے رہے اور بغاوت ختم کرنے کو اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے رہے۔

باب:۱۸

فتنہ اور بغاوت

اولین اور متاخرین

جس وقت اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو مکمل فتح عطا فرمائی اور ملت اسلامیہ کے قبضے میں اکثر ممالک آ گئے۔ اس وقت اہل عرب نے ان لوگوں میں جو بصرہ، کوفہ، شام اور مصر میں مقیم تھے، بود و باش اختیار کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف صحبت سے ممتاز اور ان کے پورے پورے مقلد اور مسلمانوں کے ہادی، مہاجرین، انصار، قریش اور اہل حجاز تھے یہی لوگ اس دولت عظمیٰ سے فیضیاب ہوئے تھے۔ دیگر عرب بنی بکر بن وائل، عبدالقیس، ربیعہ، ازد، کندہ، تمیم اور قضاعہ وغیرہ اس عزت وشرف سے ممتاز نہ تھے۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس صحبت نصیب نہیں ہوئی تھی اور اگر کسی کو ان میں سے کچھ صحبت ملی بھی تھی تو نہایت مختصر۔ لیکن فتوحات میں انہی کا زیادہ حصہ تھا۔ اسی وجہ سے وہ اپنے کو سابقین صحابہ کرام سے افضل اور اپنے حقوق کو فائق سمجھتے تھے۔

صحابہ کبار کی برتری

عام لشکر کشی کے زمانے میں انہیں اس کا کچھ بھی احساس نہ ہوا۔ لیکن فتوحات و کامیابی حاصل ہونے کے بعد جب مصلحتاً سلسلہ فتوحات کو روکنا پڑا تو وہ اس امر کو محسوس کر کے کہ ان پر مہاجرین، انصار، قریش اور ان کے علاوہ اور قبائل کے لوگ حکومت کر رہے ہیں دل ہی دل میں کشیدہ رہنے لگے۔ اتنے میں امیر المومنین عثمانؓ کا آخری زمانہ خلافت آ گیا تو ان لوگوں نے زبان طعن و تشنیع والیان ممالک اسلامیہ پر کھول دی۔ امیر المومنین عثمانؓ کے تعمیل احکام میں سستی اور ان کے انتظامات پر انگلیاں اٹھانے لگے۔ کبھی کسی گورنر کی تبدیلی کی درخواست کرتے اور کبھی کسی عامل کی معزولی کی التجا کرتے۔ غرض ہر طرح سے امیر المومنین عثمانؓ کی رائے کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔

تحقیقات

ان سرگوشیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذوالنورینؓ کے متعین کی طرف سے بددلی پیدا ہو گئی۔ گورنران پر ظلم اور بے جا کارروائیوں کے الزامات عائد ہونے لگے۔ زیادہ زمانہ گزرنے نہ پایا تھا کہ مدینہ میں صحابہ کے کانوں تک بھی یہ باتیں پہنچ گئیں جس سے وہ لوگ بھی مشکوک و مشتبہ ہو گئے اور اکثر در پردہ اور کبھی کسی وقت علانیہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے امراء کی معزولیت کی نسبت گفتگو کرنے لگے۔ صحابہ نے حضرت عثمانؓ کو اس امر پر مجبور کیا کہ مختلف ممالک کے امرا کے پاس آدمیوں کو بھیج کر ان کے صحیح صحیح حالات دریافت کرائیں۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ، کوفہ کی طرف، اسامہؓ بن زید بصرے کی طرف، عبداللہ بن عمر شام کی طرف، عمار بن یاسر مصر کی طرف روانہ کئے گئے۔ علاوہ ان کے اور لوگ بھی دریافت حال کی غرض سے مختلف شہروں میں بھیجے گئے۔ سب نے واپس ہو کر بیان کیا کہ ہم نے نہ تو کوئی کارروائی خلاف شرع عمال کی دیکھی ہے اور نہ عوام الناس میں کسی قسم کا چرچا سنا۔ لیکن عمار بن یاسر کو بعض مفسدہ پرداز گروہ نے اپنی طرف مائل کر لیا اور بحکمت عملی اپنا ہم نوا بنا لیا۔

عبداللہ بن سبا کا ظہور

مفسدہ پردازوں میں نمایاں عبداللہ بن سبا معروف بہ ابن السوداء تھا جو اس سے پیشتر یہودی مذہب رکھتا تھا اور زمانہ خلافت امیر المومنین

عثمانؓ میں مدینہ آ کر بطمع مال وزر ایمان لایا مگر سچا و پکا دین دار نہ ہوا۔ اہل بیت کی محبت کی آڑ میں لوگوں کو امیر المومنین عثمانؓ اور شیخین رضی اللہ عنہم کے خلاف اکساتا اور ان حضرات کے خلاف بہتان تراشتا رہا۔ اہل بصرہ اس خباثت سے مطلع ہوئے تو انہوں نے عبداللہ کو نکال باہر کیا۔ کوفہ پہنچا جب وہاں سے بھی شہر بدر کیا گیا، شام آیا اور شام سے شہر بدر ہو کر مصر پہنچا۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ پر اکثر طعن وتشنیع کرتا اور خفیہ طور سے اہل بیت کی دعوت دیتا اور کہتا تھا کہ رسول اللہ صلعم پھر واپس آئیں گے جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم واپس آئیں گے اور علیؓ ابن ابی طالب وصی رسول اللہ (صلعم) ہیں۔ عثمانؓ اور ان کے پہلے ابوبکرؓ اور عمرؓ نے جبراً وغصباً بغیر کسی استحقاق کے خلافت حاصل کی۔ غرض لوگوں کو اسی قسم کی تعلیم دیتا اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ اور ان کے عمال کے خلاف برانگیختہ کرتا یہاں تک کہ بعض بعض شہروں میں اکثر عوام الناس ان باتوں کی طرف مائل ہو گئے اور باہم اس کی بابت خط وکتابت ہونے لگی۔ اسی گروہ کے ساتھ خالد بن ملجم، سودان بن حمران اور کنانہ بن بشر تھا۔ پس ان لوگوں نے عمار کو مدینہ جانے سے روک لیا۔

حضرت ابوذرؓ اور عبداللہ بن سبا

منجملہ ان امور کے جن سے لوگوں کو امیر المومنین حضرت عثمانؓ سے کشیدگی پیدا ہوئی۔ ابوذر کا شام سے اور پھر مدینہ سے ربذہ کی طرف شہر بدر کرنا تھا۔ ابوذرؓ میں ورع وتقویٰ اعتدال سے بڑھ کر تھا لہٰذا لوگوں سے دینی اور دنیاوی امور میں سختی سے پیش آتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ کسی شخص کے پاس ایک دن سے زیادہ کھانا نہ ہونا چاہئے اور جو آدمی اس سے زیادہ مال اپنے پاس رکھے گا وہ قیامت کے دن حسب وعید قرآن مجید ”الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب علیم“ (ترجمہ: جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو (اے رسولؐ) ان کو دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے) عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گا۔ اس اثناء میں ابن سبا شام میں آ گیا اور ابوذرؓ کا یہ رنگ دیکھ کر ان پر یہ روغن قاز ملا کہ ”معاویہ مسلمانوں کے مال واسباب سے اپنا گھر بھر رہے ہیں اور جو مال مسلمانوں کا بیت المال میں ہے اس کو اللہ کا مال بتلاتے ہیں۔ اس سے مقصود ان کا یہ ہے کہ مسلمانوں کا حق اس دولت پر سے ختم کر دیں تاکہ بے فکری کے ساتھ اس کو اپنے تصرف میں لائیں۔“ ابوذرؓ یہ جان کر معاویہؓ کے پاس آئے اور یہ اعتراض پیش کیا۔ معاویہ نے کہا: آئندہ میں مال المسلمین ہی کہوں گا۔ لیکن بایں ہمہ ابوذر، ابن سبا کے دام میں آ کر امیر معاویہ کے خلاف لب کشائی کرتے رہے۔ پھر ابن سبا، ابوالدرداء اور عبادۃ ابن الصامت کے پاس آیا اور ان سے بھی وہی گفتگو کی۔ ابوالدردا نے ڈانٹ کر اپنے ہاں سے نکال دیا۔ عبادۃ ابن الصامت اس کو پکڑے ہوئے معاویہ کے پاس لائے اور کہا: ”واللہ اسی شخص نے ابوذرؓ کو تمہاری مخالفت پر آمادہ کیا ہے اور ان کو تمہارے پاس بھیجا ہے۔“

حضرت ابوذرؓ کی طلبی

رفتہ رفتہ جب لوگوں نے ابوذرؓ کی شکایتیں کرنا شروع کیں تو معاویہؓ نے امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں ان کی شکایت لکھ بھیجی۔ امیر المومنین عثمانؓ نے ان کو طلب کر کے اہل شام کی شکایت کی وجہ دریافت فرمائی۔ ابوذرؓ نے واقعات بتلائے۔ فرمایا: ”اے ابوذرؓ! یہ بالکل ناممکن ہے کہ عوام الناس کو زہد وورع کا اتنی سختی کے ساتھ پابند کیا جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ شریعت کے خلاف وہ کوئی کام نہ کرنے پائیں اور میں ان کو حتی الامکان صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت کروں گا“۔ ابوذر نے کہا: ”واللہ میں امرا اور دولت مندوں سے اس وقت تک خوش نہ ہوں گا، جب تک وہ اپنے مال واسباب کو اپنے پڑوسیوں، اعزہ، اقارب اور دوستوں کے لئے وقف نہ کر دیں۔“ کعب احبار بول اٹھے: ”جس نے اپنے فرائض ادا کر دیئے اس نے گویا تمام حقوق اللہ ادا کر دیئے۔“ ابوذرؓ نے لپک کر کعب کو مارا اور سخت وسست کلمات سے مخاطب کر کے کہا: ”اے یہودی بچے تو اور اس مسئلہ میں گفتگو کرتا ہے؟“ امیر المومنین عثمانؓ کو ابوذرؓ کی یہ زیادتی سخت ناگوار گزری۔ لیکن حلم وحیا سے کچھ نہ بولے۔ کعب احبار نے امیر المومنین عثمان کو خجل دیکھ کر ابوذرؓ کی حرکات سے درگزر کیا۔

حضرت ابوذرؓ کو ربذہ جانے کی اجازت

پھر ابوذر نے امیر المومنین عثمان سے مدینہ سے چلے جانے کی اجازت طلب کی اور یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس وقت مدینہ سے چلے جانے کا حکم دیا ہے جس وقت مکانات کی تعمیر سلع تک پہنچ جائے۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی اور ساتھ ہی ایک اونٹ اور دو خدمت گار مرحمت فرمائے اور وظیفہ مقرر کر دیا۔ ابوذر نے ربذہ میں پہنچ کر ایک مسجد بنائی اور وہیں رہنے لگے۔

افریقہ کے خمس کا واقعہ

امیر المومنین عثمانؓ کے مخالفوں نے ایک یہ الزام بھی قائم کیا تھا کہ آپ نے مروان کو افریقہ کا خمس دے دیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ مروان نے اس کو پانچ لاکھ قیمت دے کر خرید لیا تھا اور امیر المومنین عثمان نے قیمت وصول کر کے بیت المال میں جمع کرا دی تھی۔

منیٰ میں زائد رکعت پڑھنے کا الزام

منجملہ ان امور کے جن سے مخالفوں کو عہد شکنی اور مخالفت کا موقع ملا یہ بھی تھا کہ امیر المومنین عثمانؓ نے ایک اذان جمعہ میں زیادہ کر دی تھی اور منیٰ وعرفہ میں پوری نماز پڑھی تھی۔ حالانکہ رسول اللہ صلعم کے عہد مبارک میں اور شیخین (رضی اللہ عنہما) کے دور خلافت میں نماز قصر کی جاتی تھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے اعتراض کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے فعلوں کو بطور حجت پیش کیا۔ امیر المومنین حضرت عثمان نے جواب دیا کہ یمن کے بعض حاجیوں کو میرے دو رکعت نماز پڑھنے سے غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مقیم کی نماز بھی یہاں پر دو ہی رکعتیں ہیں لہٰذا اسی وجہ سے میں نے چار رکعتیں پڑھی ہیں۔ علاوہ ازیں مکہ میں میرے اہل وعیال ہیں اور طائف میں میرا مال ہے لہٰذا میں مقیم کے حکم میں ہوں۔ عبدالرحمٰن نے کہا: یہ عذر قابل پذیرائی نہیں ہے۔ تمہاری بیوی مکہ میں ہے اور وہ تمہارے قیام سے مقیم نہیں ہوئی اور اگر سفر کرو گے تو وہ سفر کرے گی اور جو تمہارا مال طائف میں ہے تو یہاں سے طائف تین رات کی مسافت پر ہے اور جس مسافت پر قصر لازم آتا ہے اس سے یہ حد زیادہ ہے۔ باقی رہی حجاج یمن کی حجت تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ صلعم کے ساتھ اور آپ کے بعد شیخین کے دور خلافت میں یہاں پر قصر کیا ہے اور اسلام کی تکمیل اسی زمانہ میں ہو چکی ہے۔ امیر المومنین عثمان نے کہا: میری بھی رائے ہے اور میرے نزدیک یہی مناسب ہے۔ پس صحابہ کرام میں سے کچھ بزرگوں نے امیر المومنین عثمان کی رائے کی اتباع کی اور بعض نے مخالفت کی۔

رسول اکرمؐ کی انگشتری

منجملہ ان امور کے جن سے لوگوں کے قلوب پر خاش پر مائل ہوئے رسول اللہ صلعم کی انگشتری کا امیر المومنین عثمان کے ہاتھ سے چاہ اریس میں جو مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا، گر جانا تھا۔ بہت تلاش کیا گیا، لیکن انگوٹھی نہ مل سکی۔

کوفہ میں حضرت عثمانؓ کی مخالفت

وہ حوادث جو امیر المومنین عثمانؓ کے دور خلافت میں وقوع پذیر ہوئے ان میں سے ایک ولید بن عقبہ کا واقعہ تھا جس کو آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ ان کو بہ جرم شراب خوری معزول کر کے بجائے ان کے سعید بن العاص کو مقرر فرمایا۔ دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ سعید نے کوفہ میں پہنچ کر روسا شہر اور اہل قادسیہ سے مراسم بڑھائے۔ سعید کے یہاں مالک بن کعب ارحبی، اسود بن یزید، علقمہ بن قیس نخعی، ثابت بن قیس ہمدانی، جسب ابن زہیر غامدی، جسب بن کعب ازدی عروہ بن الجعد، عمرو بن الحمق خزاعی، صعصعہ وزید پسران صوحان، ابن الکوار، کمیل بن زیاد، عمیر بن ضابی اور طلیحہ بن خویلد وغیرہ کی آمد ورفت شروع ہوئی۔ رات کو محفل گرم ہوا کرتی تھی۔ ہنسی مذاق اور لطیفہ گوئی ہوتی، کبھی عرب کے انساب اور اسلام کی ترقی وعروج کے تذکرے چلتے۔ گاہ گاہ مذاق، مذاق میں نوبت طعن وتشنیع اور سخت کلامی تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ ایک روز سعید نے کہا: "ہذا السد او بستان قریش" اشتر

نے جواب دیا: ''جس سواد کو اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کے زور سے تسخیر کیا ہے تم اس کو اپنا اور اپنی قوم کا بستان تصور کرتے ہو'' اشتر کے اس جواب سے حاضرین برافروختہ ہو گئے۔ شور وغل بڑھا، عبدالرحمٰن اسدی نے جو سعید بن العاص کا افسر اعلیٰ پولیس تھا لوگوں کو شور وغل مچانے اور لاحاصل تقریریں کرنے سے منع کیا تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے اتنا مارا کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد سعید نے دربان مقرر کر دیا اور رات کی قصہ وحکایات کی صحبت برخاست کر دی۔

مخالف گروہ کی کوفہ بدری

لوگوں میں دربان مقرر کرنے اور تفریحی صحبت برخاست کرنے کی وجہ سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ جہاں کہیں دو چار آدمی یک جا ہوتے امیر المومنین عثمانؓ اور سعید کی برائیاں اور عیب جوئی کرتے۔ بازاریوں اور عوام کا ایک گروہ ان کے پاس اکٹھا ہو جایا کرتا۔ سعید اور اکثر اہل کوفہ نے اس گروہ کے اخراج (شہر بدر) کرنے کی بابت امیر المومنین عثمان کو لکھا۔ حکم آیا: ''ان لوگوں کو معاویہ کے پاس شام بھیج دو۔'' اور معاویہ کو لکھا ''چند لوگ جو فتنہ وفساد کے لئے مخلوق ہوئے ہیں تمہارے پاس بھیجے جاتے ہیں تم ان کی نگرانی اور اصلاح کرو اور اگر وہ اصلاح پذیر ہو جائیں تو بہتر ہے ان کو اپنے پاس رکھو اور اگر وہ تم کو عاجز کر دیں تو ان کو میرے پاس بھیج دینا۔''

امیر معاویہؓ اور صعصعہ میں تلخی

معاویہ نے ان لوگوں کو عزت واحترام کے ساتھ ٹھہرایا اور جو وظائف اور تنخواہیں ان کو عراق میں ملتی تھیں وہی بدستور جاری رکھیں اور اپنے ساتھ دستر خوان پر کھانا کھلانے لگے۔ ایک روز تذکرۃً معاویہؓ نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''تم لوگ شرفاء عرب ہو اور سمجھدار و ذی ہوش ہو۔ اسلام کی وجہ سے تم کو شرافت حاصل ہوئی، بڑے بڑے گردن کشوں پر تم غالب آئے اور ان کے ملکوں پر قابض ہوئے۔ میں نے سنا ہے کہ تم لوگ قریش پر الزام لگاتے ہو؟ اگر قریش نہ ہوتے تو تم لوگ ذلیل وخوار رہتے۔ لہٰذا یاد رکھو تمہارے آئمہ تمہارے سپر ہیں پس اپنے سپر کو توڑنے کی فکر نہ کرو اور بے شک تمہارے آئمہ تمہاری زیادتیوں کو برداشت اور تمہارے حقوق کو ادا کرتے ہیں۔ واللہ اگر تم ان سے منحرف ہو گے تو تم کو اللہ تعالیٰ ضرور کسی مصیبت میں مبتلا کر دے گا جس کو تم برداشت نہ کر سکو گے تم حالت حیات اور بعد وفات بھی ان کے شریک وسہیم ہو۔'' صعصعہ نے جواب دیا: ''اے امیر! تم نے قریش کا جو ذکر کیا ہے تو وہ کسی زمانے میں بہ لحاظ مردم شماری ہم سے زیادہ نہ تھے اور نہ جاہلیت میں ان کا کوئی قابل لحاظ رعب وداب تھا جس سے تم ہم کو خوفزدہ کرتے ہو اور جو تم نے یہ کہا کہ وہ تمہارے سپر ہیں تو جب سپر ٹوٹ جائے گی تو ہم خود سینہ سپر ہو جائیں گے۔'' معاویہ نے کہا: ''اب میں نے تم کو پہچانا اور میں نے سمجھ لیا کہ تمہاری کم عقلی نے تم کو اس امر پر مغرور کیا ہے۔''

معاویہؓ یہ کہہ کر خاموش ہو رہے۔ لیکن صعصعہ ان کے تیور چڑھے دیکھ کر پھر بولے: ''تو ان کا خطیب وپیشوا ہے۔ میں تجھ میں بھی عقل کا مادہ نہیں پاتا اور نہ تجھ میں اسلام کی محبت دیکھتا ہوں۔ تو مجھے بتلا کہ تیری قوم کی شان کو کس نے بڑھایا؟ یہ تجھ کو معلوم نہ ہو گا لہٰذا تجھے میں بتلاتا ہوں کہ اسلام وجاہلیت دونوں زمانوں میں قریش کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی تھی اور یہ عزت کثرت اور قوت کی وجہ سے ہرگز نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ نے ان کو عزت وحرمت عنایت فرمائی، ان کو بامروت، صحیح النسب، ذی شعور پیدا کیا اور ان کو اپنے گھر کا مجاور اور اپنے حرم کا محافظ بنا لیا۔ لہٰذا کیا تمہارے ملک وقوم میں کوئی عربی، عجمی، سیاہ، سرخ ایسا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ عزت مرحمت فرمائی ہو۔ جب تمام دنیا میں کفر والحاد کا اندھیرا پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے قریش میں ایک نبیؐ مبعوث کیا جس نے کفر وبت پرستی کی سیاہی دور کر کے توحید وحق پرستی کے نور سے دنیا کو دوبارہ روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پاک ومقدس نبیؐ کے لئے جو اصحاب منتخب فرمائے وہ بھی قریش ہی ہیں جس سے اسلام کی بنا مستحکم ہوئی اور بعد میں وہ رسول اللہ صلعم کے منصب خلافت سے سرفراز ہوئے اور بے شک وہ اسی کے حق دار اور لائق تھے تم لوگ بالکل بے عقل وبے شعور ہو۔

صعصعہ اور اس کے ساتھی چلے آئے آمد ورفت بند کر دی۔ چند دنوں کے بعد معاویہؓ نے ان لوگوں کو بلایا اور سمجھایا لیکن جب راستی پر آتے نظر نہ آئے تو جھلا کر کہا: ''تمہارا جہاں جی چاہے تم چلے جاؤ تمہاری ذات سے اللہ تعالیٰ نہ کسی کو نفع پہنچائے گا نہ نقصان اور اگر تم نجات کے خواہاں ہو

تو جماعت کو نہ چھوڑو اور کفران نعمت نہ کرو۔ میں تمہاری بابت امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں یہ لکھوں گا۔'' وہ لوگ یہ سن کر چپ ہو رہے اور معاویہ نے امیر المومنین کی خدمت میں یہ رپورٹ تحریر کی کہ ''میرے پاس چند ایسے لوگ آئے ہیں جن میں نہ عقل ہے اور نہ ان کو دین کا پاس ہے۔ انصاف و حق سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے البتہ فتنہ پردازی اور حسد و بغض نے ان کو رنج میں ڈال رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کسی بلا میں مبتلا کرنا چاہتا ہے سوائے فتنہ و فساد کے ان کا کوئی کام نہیں ہے۔ ان سے نیکی کی امید کم اور برائی کا اندیشہ زیادہ ہے۔''

ابن خالد کی سرزنش

یہ گروہ دمشق سے نکل کر بہ قصد جزیرہ روانہ ہوا۔ راہ میں حمص پڑتا تھا۔ عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید وہاں کے گورنر تھے۔ انہوں نے ان کو اپنی مجلس میں طلب کیا اور ڈانٹ کر بولے: ''اے شیطانی گروہ! تم کو چین و آرام کی صورت دیکھنا نصیب نہ ہو، شیطان تو خائب و خاسر ہو گیا ہے لیکن تم لوگ اس وقت تک اسی خواب و خیال میں ہو۔ عبدالرحمٰن کا برا ہوا گر اس نے تمہاری سرکوبی نہ کی۔ میں نہیں جانتا کہ تم عرب ہو یا عجم؟'' ان لوگوں نے اس کا جواب کچھ نہ دیا۔ عبدالرحمٰن نے ان کو اپنے ہاں ٹھہرایا اور ایسا درشت برتاؤ کیا کہ یہ لوگ مرعوب ہو کر کہنے لگے کہ ہم اپنے افعال سے رجوع کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتے ہیں۔ اشتر امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں تائب ہو کر حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت کیا: کہاں جانا چاہتے ہو؟ عرض کیا: عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس! حکم ہوا: ''اچھا جاؤ'' چنانچہ اشتر اس گروہ کی طرف پھر واپس آیا۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ گروہ پھر معاویہ کے پاس واپس آیا تھا اور معاویہ سے اس گروہ کا پھر بحث و مباحثہ ہوا تھا، سخت کلامی ہوئی تھی۔ معاویہ نے ان کی شکایت لکھ بھیجی۔ دارالخلافت سے حکم آیا: ''ان لوگوں کو سعید کے پاس واپس کر دو''۔ سعید بھی جب ان کے طعن و تشنیع سے تنگ اور ان کے مرعوب کرنے سے عاجز رہے تو امیر المومنین عثمان سے شکایت کی۔ آپ نے لکھا کہ ان کو عبدالرحمٰن کے پاس بھیج دو لہٰذا عبدالرحمٰن نے ان کو زیر کیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

بصرے کے واقعات

اسی زمانے میں بصرے میں بھی اسی قسم کے طعن و تشنیع کا بازار گرم ہوا۔ عبداللہ بن سبا معروف بہ ابن السوداء۔۔۔ جس کا مختصر تذکرہ اوپر ہو چکا ہے اور جس نے بطمع مال و متاع یہودیت چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا۔۔۔ بصرے میں پہنچ کر حکیم بن جبلہ عبدی کے مکان پر مقیم ہوا۔ اہل بیت کی محبت کے پردے میں امیر المومنین عثمانؓ پر طعن و تشنیع کی تبلیغ شروع کی۔ جب حکیم بن جبلہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے عبداللہ بن سبا کو اپنے مکان سے نکال باہر کیا۔ عبداللہ بن سبا بصرے سے نکل کر کوفہ آیا۔ اہل کوفہ نے بھی نکال دیا۔ مصر کا راستہ لیا۔ مصر میں پہنچ کر اپنے احباب سے جو بصرہ و کوفہ میں تھے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا اور اس طرح خفیہ طور پر امراء و عمال امیر المومنین عثمانؓ پر طعن و تشنیع کو عام کرنے لگا۔

حمران بن ابان بھی امیر المومنین عثمانؓ پر زبان طعن و تشنیع کرتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ حمران نے ایک عورت سے عدت میں نکاح کر لیا تھا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے اس کے درے لگوائے اور بصرے کی طرف جلاوطن کر دیا۔ حمران نے بصرے میں پہنچ کر ابن عامر کی صحبت اختیار کی۔ ان دنوں بصرے میں عامر بن عبد قیس نامی ایک شخص زاہد اور تارک الدنیا رہتے تھے۔ حمران نے ابن عامر سے عامر زاہد کی شکایت کی لیکن کچھ پیش نہ گئی۔ بعد چندے امیر المومنین عثمان نے حمران کو مدینہ میں آنے کی اجازت عطا فرما دی۔ چنانچہ یہ ایک گروہ کو اپنے ساتھ لئے مدینہ پہنچا اور دربار خلافت میں خواہ مخواہ عامر بن عبد قیس کی شکایت کرنے لگا وہ نکاح کرنے کو ناجائز کہتا ہے، گوشت نہیں کھاتا اور جمعہ میں نہیں آتا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے عامر زاہد کو معاویہؓ کے پاس شام بھیج دیا۔ معاویہ نے عامر کو اپنے پاس ٹھہرایا یہاں تک کہ انہیں عامر کے پختہ خیالات اور عقائد معلوم ہو گئے اور اس کی دین داری ظاہر ہو گئی۔ معاویہ نے عامر کو بصرہ واپس جانے کی اجازت دی لیکن عامر نے جانے سے انکار کر کے کہا: لا ارجع الی بلد استحل اھله منی ما استحلوا۔ بعد ازاں عامر نے سواد شام میں قیام اختیار کیا اور وہیں زمانہ وفات تک عبادت و ذکر الٰہی میں مصروف رہے۔

جب چاروں طرف سے لوگوں نے امراء و عمال اور نیز امیر المومنین عثمان پر طعن و تشنیع کی زبان دراز کی تو 34ھ میں سعید بن العاص اپنے متعلقہ صوبے کا انتظام کر کے امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں حاضری کے ارادے سے مدینہ منورہ کو چلے اور روانگی سے پہلے اشعث بن قیس کو آذر بائیجان کا، سعید بن قیس کو رے کا، نسیر عجلی کو ہمدان کا، سایب بن اقرع کو اصفہان کا، مالک بن حبیب کو ماہ کا، حکیم بن سلامہ کو موصل کا، جریر بن عبداللہ کو قرقیسیا کا سلمان بن ربیعہ کو باب کا اور عتبہ بن نہاش کو حلوان کا والی مقرر کیا۔ صیغہ جنگ کے تمام اختیارات قعقاع بن عمرو کو مرحمت کئے۔ اس انتظام کے بعد یہ لوگ تو اپنے اپنے صوبہ کو روانہ ہوئے اور سعید بن العاص نے کوفہ میں عمرو بن حرث کو اپنا نائب مقرر کر کے مدینہ منورہ کا راستہ لیا۔

ابن قیس کا خروج اور اشتر کی فتنہ پروری

جب کوفہ ان بزرگوں سے خالی ہو گیا طعنہ زنوں اور حرف گیروں کی زبان طعن اور دراز ہو گئی۔ امیر المومنین عثمانؓ اور ان کے گورنروں کو علانیہ سخت و سست کلمات کہنے لگے۔ یزید بن قیس نے بقصد خلع خلافت امیر المومنین عثمان خروج کیا۔ اس کے ساتھ ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو ابن سبا کا پیرو تھا اور خفیہ اس سے خط و کتابت کرتا تھا۔ قعقاع نے جلد پہنچ کر اس اٹھتے ہوئے طوفان کو فروع کیا اور یزید کو حراست میں لے لیا۔ یزید نے معذرت کی اور کہا: ''میں نے کسی اور قصد سے خروج نہیں کیا نہ میرا اور کچھ مقصود ہے۔ مجھ کو اور میرے ہمراہیوں کو سعید سے کچھ شکایتیں پیدا ہو گئی ہیں۔'' قعقاع نے یہ سن کر اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد یزید نے اس گروہ کو بذریعہ خط و کتابت طلب کیا۔ جو حمص میں عبدالرحمٰن بن خالد کے پاس تھا۔

چنانچہ اشتر ان لوگوں کے ساتھ حمص سے کوفہ روانہ ہوا۔ کوفہ کے قریب پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے بظاہر علیحدہ ہو گیا اور ان سے قبل کوفہ میں داخل ہو کر جمعہ کے دن دروازہ مسجد پر کھڑے ہو کر کہنے لگا ''جئتکم من عند امیرالمومنین عثمان و ترکت سعیداً یرید علیٰ نقصان نسبائکم علیٰ مائة درہم وردوا ولی البلاء منکم الی الفین یزعم ان فیکم بستان قریش'' حاضرین مسجد اشتر کی اس حرکت سے برہم ہو گئے اور بے عزتی سے پیش آئے۔ مسجد میں جو ذی ہوش اور صائب الرائے تھے انہوں نے اشتر کو تقریر کرنے سے روکا مگر یہ لاحاصل تھا۔ یزید نے باہر نکل کر پکار کر کہا: ''جس کا جی چاہے سعید کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کو یزید سے اتفاق کرے''۔ اس آواز کو سنتے ہی عوام الناس کا ایک گروہ یزید کا حامی ہو گیا۔ سرداران کوفہ اور اہل الرائے نے ہر چند سمجھایا، وعظ و پند کیا۔ مگر ان میں سے ایک نے بھی یہ باتیں نہ سنیں۔ سب کے سب یزید کے ہمراہ نکل کھڑے ہوئے۔ عمرو بن حریث منبر پر چڑھ گئے۔ حمد و نعت کے بعد لوگوں کو واپس آنے اور امیر کی اطاعت کرنے کی ہدایت کی۔ قعقاع نے کہا: ''تم سیلاب کو جوش کی حالت میں روکنا چاہتے ہو۔ صبر کرو۔ یہ لوگ بغیر فساد کئے نہ رکیں گے''۔ عمرو بن حریث یہ سن کر اتر آئے۔ بس اتنے ہی عرصہ میں جامع مسجد لوگوں سے خالی ہو گئی۔ سوائے شرفاء و روسا، کوفہ کے اور کوئی شخص عمرو بن حریث کے پاس نہ رہ گیا۔

واقعہ جرعہ

یزید بن قیس اپنے ہمراہیوں کے ساتھ کوفہ سے روانہ ہو کر قادسیہ کے قریب مقام جرعہ میں سعید کو روکنے کے لئے آ ٹھہرا۔ سعید آ پہنچے تو یزید کے ہمراہیوں نے کہا: ''لوٹ جاؤ، ہم کو تمہاری حاجت نہیں ہے''۔ سعید نے جواب دیا ''اس سخت کلامی کی کوئی ضرورت نہ تھی اور اتنا ہی کافی تھا کہ تم لوگ ایک آدمی امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں اور ایک میرے پاس بھیج دیتے''۔ سعید کا غلام بول اٹھا: ''یہ ممکن نہیں ہے کہ سعید لوٹ جائیں''۔ اشتر نے پاؤں پکڑ کر اونٹ پر سے اس کو کھینچ لیا اور ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر کے کہا: ''جاؤ عثمانؓ سے کہہ دو کہ ابو موسیٰ کو بھیج دے''۔ سعید الٹے پاؤں مدینہ منورہ واپس آئے۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے فوراً ابو موسیٰ اشعری کو کوفہ کا والی مقرر کر کے روانہ کیا اور اہل کوفہ کو لکھا: ''تم لوگ جس کو چاہتے تھے میں نے اسی کو تمہارا امیر مقرر کیا ہے۔ تم لوگ سعید سے کشیدہ خاطر تھے اور اس کی امارت کو پسند نہیں کرتے تھے لہٰذا میں نے بجائے

اس کے ابوموسیٰ اشعری کو روانہ کیا ہے۔ واللہ میں اپنے فرائض کو نہایت خوبی سے ادا کروں گا اور تمہاری زیادتیوں کو برداشت کرتا ہوا تمہاری اصلاح کی بھی کوشش کروں گا۔''

حضرت ابوموسیٰؓ کا امارت کوفہ پر تقرر

ابوموسیٰ نے کوفہ میں پہنچ کر جمعہ کے دن منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا جس میں مسلمانوں کو جماعت سے الگ نہ ہونے اور امیر المومنین عثمانؓ کی اطاعت کی تاکید کی۔ لوگوں نے بسر و چشم قبول کیا۔ کوفہ کے قرب و جوار کے امراء واپس بلائے گئے اور ابوموسیٰ اشعری امارت کوفہ پر قائم رہے۔ بعض کے بقول اہل کوفہ نے بالاتفاق یہ رائے قائم کی تھی کہ کسی شخص کو امیر المومنین عثمانؓ کے پاس بھیج کر ان کے عمال کی زیادتیوں کو ظاہر کرنا چاہئے۔ چنانچہ عامر بن عبداللہ تمیمی کو مدینہ منورہ روانہ کیا گیا۔ اس نے مسجد نبوی میں پہنچ کر امیر المومنین عثمانؓ کو مخاطب کر کے کہا: ''اے عثمانؓ! لوگوں نے تمہارے افعال پر حرف گیری شروع کی ہے۔ تم نے بڑے ناجائز کام کئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور توبہ کرو!'' امیر المومنین حضرت عثمان نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تم لوگ اس کی غیر مہذب باتیں سنتے ہو؟ لوگ اس کو مہذب اور متشرع خیال کرتے ہیں اور یہ مجھ سے ایسی نا ملائم باتیں کہہ رہا ہے۔ واللہ یہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا؟'' عامر بولا: ''میں اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہوں اور بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں پر قابو پانے والا ہے۔''

حضرت عثمانؓ کی مجلس مشاورت

اس واقعہ کے بعد امیر المومنین عثمانؓ نے معاویہ، عبداللہ بن ابی سرح، سعید بن العاص، عبداللہ بن عامر، عمرو بن العاص کو مشورے کے لئے دارالخلافہ میں بلایا اور ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم لوگ میرے وزیر، میرے ناصح اور میرے معتمد علیہ ہو۔ تم پر مجھے اطمینان ہے کہ تم لوگ نیک نیتی سے رائے دو گے۔ تم دیکھتے ہو، لوگ طرح طرح کے الزامات مجھ پر عاید کرتے ہیں۔ میرے گورنروں کی معزولی چاہتے ہیں اور جس امر کو وہ دوست رکھتے ہیں مجھے اس کا پابند اور اس پر مجبور کرتے ہیں۔ غور کر کے بتلاؤ کیا کیا جائے جس سے یہ یورش فرو ہو جائے۔'' ابن عامر نے کہا: میرے نزدیک ان لوگوں کو جہاد میں مصروف کر دیجئے اگر یہ فارغ بیٹھیں گے تو طرح طرح کے خیالات پیدا کر کے آئے دن ایک نہ ایک فتنہ اٹھاتے رہیں گے۔'' سعید بولے: ''مناسب یہ ہے ان کے سرداروں کی موقع بہ موقع معقول گرفت کی جائے اور جب ان کے رؤساء بکھر جائیں گے تو یہ لوگ بھی منتشر ہو جائیں گے۔'' امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے فرمایا: ''یہ رائے ضرور مناسب ہے مگر عمل در آمد مشکل ہے''۔ معاویہ بولے: ''امیر المومنین! اس کام کو ہم لوگوں کے سپرد کیجئے میں شام کو ان لوگوں سے صاف کر دوں گا، آپ مدینہ کو سنبھالئے اور امراء اپنے اپنے مفوضہ صوبہ کو صاف کریں۔'' عبداللہ نے کہا: ''یہ لوگ طامع ہیں ان کو مال و زر دے کر اپنا بنا لیجئے اور اس سے زیادہ تالیف قلوب اور کسی صورت سے ممکن نہیں ہے''۔

عمال کی واپسی

امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں سے رائے لینے کے بعد سب کو واپس جانے کا حکم دیا اور ہدایت کی: ''لوگوں کو جہاد پر روانہ کرو تا کہ اس کی مصروفیت ان کو اور خیالات سے روک دے''۔ بہر کیف سعید کوفہ کو روانہ ہوئے۔ اہل کوفہ ان کی آمد کو روکنے کی غرض سے مقام جرعہ میں آ ٹھہرے۔ جب سعید اس مقام پر پہنچے تو اہل کوفہ نے ان کو مدینہ منورہ کی طرف واپس کر دیا۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ پس امیر المومنین حضرت عثمان نے ابوموسیٰ کو کوفہ کا والی مامور فرمایا اور حذیفہ کو باب پر حملہ کرنے کا حکم جاری کیا۔

ابن سبا کے مقلدین

اس اثنا میں عبداللہ بن سبا کے مقلدین تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گئے۔ چاروں طرف علانیہ طعن و تشنیع کا بازار گرم ہو گیا۔ روزانہ اس کی

خبریں مدینہ میں پہنچنے لگیں۔ مدینہ میں بھی سرگوشیاں شروع ہو گئیں۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ اوران کے عمال پر زبان طعن دراز ہو گئی۔ صحابہ کرامؓ سے زید بن ثابت، ابواسد ساعدی۔ کعب بن مالک اور حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہم) لوگوں کو طعن وتشنیع سے روکتے تھے لیکن اس سے کوئی فائدہ نہ تھا۔

حضرت علیؓ کی تقریر

واقعہ جرعہ کے بعد سنہ 34 میں علیؓ بن ابی طالب مفسدہ پردازوں کے کہنے سے امیر المومنین عثمانؓ کے پاس گئے اور یہ تقریر کی:

الناس ورائی وقد کلمونی فیک واللہ ماادری ماقول لک ولا اعرف شیئاً تجھله ولا ادلک علی امر لا تعرفه انک لتعلم مااعلم ماسبقناك الیٰ شئیٔ فنخبرك عنه ولا خلونا بشئیٔ فنبلغکه وما خصصنا بامر دونک وقد رایت وصحبت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وسمعت منه ونلت صهره وما ابن قحافه باولی بالعمل منک بالحق ولا ابن الخطاب باولیٰ بشئیٔ من الخیر منک وانت اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وحما ولقد نلت من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولم نیالاه وما سبقاك الیٰ شئیٔ فاللہ اللہ فی نفسک فانک واللہ ما تبصر من عمی ولا تعلم من جهالة وان الطریق لواضح بین وان اعلام الدین لقائمة اعلم یا عثمان ان افضل عباد اللہ امام عادل هدی واهدی فاقام سنة معلومة وامات بدعة متروکه فواللہ ان کلا لبین وان السنن لقائمة لها اعلام وان شر الناس عنداللہ امام جائر ضل واضل فامات سنة معلومة واحیا بدعة متروکه وانی احذرك اللہ و سطواته و نقمانه فان عذابه شدید الیم واحذرك ان یکون امام هذه الامة الذی یقتل فیفتح علیها القتل والقتال الیٰ یوم القیامة ویلس امرها علیها ویترکها شیعاً لایبصرون الحق لعلو الباطل یموجون فیها موجا و یموجون فیها موجاً۔

ترجمہ: لوگ میرے پاس آئے ہیں اور تمہارے بارے میں انہوں نے مجھ سے گفتگو کی ہے۔ واللہ میں نہیں سمجھتا کہ تم سے کیا کہوں۔ میں کسی ایسے امر کو نہیں جانتا جس کو تم نہ جانتے ہو اور نہ میں کسی ایسے امر کی تم کو ہدایت کر سکتا ہوں جس کو تم نہ سمجھتے ہو۔ بے شک تم بھی وہ جانتے ہو جو میں جانتا ہوں۔ مجھے کسی امر میں تم سے سبقت حاصل نہیں ہوئی جس سے میں تم کو باخبر کروں اور نہ کوئی چیز مجھ کو تنہا معلوم ہوئی ہے جس کو میں تم کو بتلاؤں اور نہ کوئی بات مجھے خاص طور پر بتلائی گئی ہے جو تم کو نہ بتلائی گئی ہو۔ تم نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا ہے اور تمہیں ان کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور تم نے ان سے احادیث سنی ہیں اور تم کو ان کی دامادی کی عزت حاصل ہوئی ہے۔ ابن قحافہ تم سے عملاً اولیٰ نہ تھے اور ابن الخطاب بھی تم سے نیکی میں بہتر نہ تھے (نوٹ: مترجم کے مطابق یہ فقرے الحاقی ہیں اور حضرت علیؓ نے نہیں کہے) اور تم از روئے قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب ہو اور تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو رشتہ داری نصیب ہوئی ہے وہ ان دونوں کو حاصل نہیں ہوئی اور نہ وہ دونوں کسی امر میں تم سے سبقت لے گئے ہیں (نوٹ: مترجم کے مطابق یہ فقرے بھی جان بوجھ کر حضرت علیؓ سے منسوب کئے گئے ہیں) اللہ کے واسطے تم اس معاملہ میں غور کرو واللہ تم بے بصیرت نہیں ہو اور نہ ہی ناسمجھ و ناداں ہو اور بے شک راستہ صاف اور واضح طور پر ظاہر ہے اور بے شک دین کی نشانیاں قائم ہیں۔ اے عثمانؓ سمجھو! بے شک اللہ کے بندوں میں افضل امام عادل ہے جس نے خود ہدایت پائی اور دوسروں کو ہدایت دی لہٰذا اس نے سنت معلومہ کو قائم اور بدعت متروکہ کو مردہ کیا واللہ یہ دونوں امر کھلے ہوئے ہیں اور بیشک سنتیں قائم ہیں ان کے لئے نشانیاں ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریر آدمیوں سے امام ظالم ہے، گمراہ ہوا اور گمراہ کیا لہٰذا مردہ کیا اس نے سنت معلومہ کو اور زندہ کیا بدعت متروکہ کو اور میں تم کو اللہ تعالیٰ کی سطوت اور انتقام سے ڈراتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہایت ہی شدید اور دردناک ہے اور میں تم کو اس سے ڈراتا ہوں کہ تم اس امت کے امام مقتول ہو کہ تمہارے قتل سے اس پر قتل وقتال کا دروازہ قیامت تک کے لئے وا ہو جائے گا اور اس پر اس کے واقعات مشتبہ ہو جائیں گے اور وہ گروہ گروہ چھوڑ دیئے جائیں گے۔ جو

باطل کے علو کے باعث حق کا مشاہدہ نہ کر سکیں گے اور اس مباحث میں خلط وملط بے حد ہوگا۔ اضطراب واختلاف اس میں پیدا ہوں گے۔

حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی گفتگو

امیر المومنین عثمانؓ نے جواب دیا: میں جانتا ہوں بے شک وہ لوگ یہی کہتے ہوں گے جو تم کہتے ہو واللہ اگر تم میری جگہ پر ہوتے تو تم کو میں قرابت داروں کے پاس ولحاظ کرنے پر کچھ بھی نہ کہتا۔ تمہیں بالتفصیل بتاتا ہوں۔ اے علیؓ! تم جانتے ہو کہ مغیرہ کو عمرؓ بن الخطاب نے مامور کیا تھا۔ جواب دیا: ہاں! امیر المومنین حضرت عثمانؓ بولے: پھر تم مجھے ابن عامر کے مامور کرنے پر کیوں ملامت کرتے ہو۔ علی ابن ابی طالب نے کہا: بیشک تم حق بجانب ہو، مگر عمرؓ ابن الخطاب اپنے عمال کے ساتھ بہت سخت برتاؤ کرتے تھے۔ ادنیٰ ادنیٰ غلطیوں پر سخت گوشمالی کرتے تھے اور تم نے اس قدر چشم پوشی کی کہ تمہارے کام وقت پر انجام پذیر نہیں ہوتے۔ تم اپنے اقارب کے ساتھ نرمی کرتے ہو۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے کہا: وہ لوگ میرے ہی عزیز وقریب نہیں ہیں تمہارے بھی عزیز ہیں۔ دیکھو معاویہؓ کو عمرؓ بن الخطاب نے والی کیا تھا۔ اگر میں نے اس کو بحال رکھا تو کیا جرم کیا؟ علیؓ بن ابی طالب نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ تم کو سمجھائے۔ معاویہ عمرؓ بن الخطاب سے اس قدر ڈرتا تھا کہ ان کا غلام یرقا بھی اس قدر نہ ڈرتا تھا اور تمہارے ساتھ جو معاویہؓ کا برتاؤ ہے، تم پر خوب روشن ہے۔ امیر المومنین عثمانؓ نے اس کو تسلیم کیا۔ پھر علی بن ابی طالب بولے: ''معاویہ تمہاری بغیر اجازت جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کو تمہاری جانب منسوب کر دیتا ہے اور تم سن کر خاموش رہ جاتے ہو''۔ اس قدر گفتگو ہونے کے بعد امیر المومنین عثمانؓ خاموش ہو رہے۔ علیؓ ابن ابی طالب اٹھ کر چلے گئے۔

حضرت عثمانؓ کا خطبہ

اس کے بعد ہی امیر المومنین عثمانؓ باہر تشریف لائے اور لوگوں کو مسجد میں جمع کر کے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔

جس میں مخالفین کے طعن وتشنیع کے جوابات دیئے اور یہ بھی فرمایا کہ تم لوگ میری نرمی اور ملاطفت کی وجہ سے جری ہو گئے ہو ایسی جرأت تم کو ابن خطابؓ کے زمانہ خلافت میں نہیں ہوئی تھی۔ تم کو مناسب ہے کہ تم لوگ اپنے خیالات تبدیل کر دو اور اپنی رائے سے رجوع کر لو۔ اور اپنے کاموں کو اپنے سرداروں پر چھوڑ دو جن کو میں نے مقرر کیا ہے۔

جس وقت اطراف وجوانب میں امیر المومنین عثمانؓ اور ان کے عمال پر طعن وتشنیع کا بازار گرم ہوا اور اس سلسلے میں مخالفین باہم خط وکتابت کرنے لگے اور ان واقعات کی خبریں مسلسل دار الخلافت میں پہنچنے لگیں تو اس وقت اہل مدینہ جمع ہو کر امیر المومنین عثمانؓ کے پاس آئے اور ان واقعات سے مطلع کیا۔ لیکن انہوں نے آپ کو اس سے ناواقف پایا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے کہا: ''تم لوگ مسلمانوں کے رئیس اور ارباب شوریٰ ہو۔ تمہاری کیا رائے ہے''؟ صحابہؓ نے کہا ''چند معتبر ومعتمد آدمیوں کو ممالک محروسہ اسلامیہ کی طرف معلومات لانے کے لئے روانہ کرو'' چنانچہ محمد بن مسلمہ، کوفہ کی طرف، اسامہ بن زید۔ بصرے کی طرف، عبداللہ بن عمر شام کی طرف اور علاوہ ان کے اور لوگ بھی مختلف صوبوں کی طرف بھیجے گئے۔ ان لوگوں نے واپس ہو کر بیان کیا کہ ہم نے نہ تو عمال ووالیان ملک کی کوئی برائی دیکھی اور نہ عوام وخواص کو ان کی شکایت کرتے ہوئے پایا۔ عمار بن یاسر جو مصر کی طرف روانہ کیے گئے تھے دیر میں واپس ہوئے۔ ان کو ابن سبا اور اس کے ہمرائیوں خالد بن ملجم، سودان بن حمران، کنانہ بن بشر نے دم دے کر اپنی طرف مائل کر کے اپنا ہم صفیر بنا لیا تھا جیسا کہ آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔

اس کے بعد امیر المومنین عثمانؓ نے دو گشتی فرمان تمام ممالک محروسہ میں روانہ کیے۔ ایک عام رعایا کے نام اس مضمون کا ''مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ میرے عمال سے عام رعایا کو کچھ ضرر پہنچا ہے اس وجہ سے میں نے حکم دیا ہے کہ میرے تمام عمال موسم حج میں آئیں پس جس شخص کو میرے عمال سے کچھ نقصان پہنچا ہو یا کسی کا کچھ حق کسی عامل پر ہو اس کو چاہئے کہ اس موقع پر آ کر اپنے حق کو مجھ سے یا میرے عمال سے واپس لے۔ لیکن اس کی تصدیق کرائے، ثبوت دے فان اللہ یجزی المتصدقین''۔ اس خط کو پڑھ کر لوگ رو پڑے اور امیر المومنین عثمانؓ کے حق میں دعا کرنے لگے۔

عمال کی طلبی

دوسرا فرمان عمال کے نام تھا ان لوگوں کو موسم حج میں بلایا گیا تھا۔ چنانچہ آئندہ موسم میں عبداللہ بن عامر، عبداللہ بن ابی سرح، معاویہ بن ابی سفیان، سعید بن العاص اور عمرو بن العاص شریک حج ہوئے۔ امیر المومنین عثمان نے فرمایا: ''افسوس ہے کہ تم لوگوں کی شکایتیں اور ایذ ارسانی کی خبریں مجھ تک پہنچیں۔ واللہ مجھے اس امر کا خیال ہے کہ کہیں وہ لوگ سچے نہ ہوں''۔ ان لوگوں نے عرض کی ''کیا آپ نے لوگوں کو اس امر کے دریافت کرنے کے لئے نہیں بھیجا تھا؟ کیا ان لوگوں نے آپ سے کچھ ظاہر نہیں کیا؟ کیا آپ کے خبر رسانوں نے یہ نہیں بتایا کہ ہم نے عمال کی کوئی برائی نہیں دیکھی۔ ہم لوگوں کو اس شکایت کی اطلاع تک نہیں ہے اور نہ اس کی کچھ اصلیت اور نہ آپ کو اس کا کچھ خیال کرنا چاہئے''۔ حاضرین اس شر و فساد کے فرو کرنے کی بابت مشاورت کرنے لگے اور ایک دوسرے کی مخالفت کرنے لگا۔ امیر المومنین عثمانؓ نے فرمایا: ''یہ فتنہ ضرور ہونے والا ہے اور اس کا دروازہ عنقریب کھلا چاہتا ہے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ مجھ پر کوئی الزام اس فتنے کی بابت باقی رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے کہ میں نے سوائے خیر کے لوگوں کے ساتھ کچھ نہیں کیا''۔

حاضرین یہ سن کر خاموش رہے کسی نے ذرہ بھر بھی کسی کی شکایت نہ پیش کی۔

صحابہ کبار سے مشاورت

حج سے فارغ ہو کر مدینہ میں آئے۔ علی طلحہ اور زبیر کو بلوایا۔ معاویہ اس وقت موجود تھے۔ معاویہ نے کھڑے ہو کر حمد و نعت کے بعد کہا: ''تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور ارباب حل و عقد ہو اور اس امت کے سرپرست و والی ہو۔ تم نے اپنے دوست (یعنی عثمان) کو بلا رو رعایت اس کام کے لئے منتخب کیا اور اب وہ بڈھا ہو گیا اور اس پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے جاتے ہیں تم لوگوں نے اس کا اگر کچھ فیصلہ کیا ہے تو ظاہر کرو میں جواب دینے کے لئے موجود ہوں۔ باقی رہا یہ امر کہ اگر کوئی شخص خلافت و امارت کی طمع کرے تو اللہ کی قسم تم لوگ سوائے پیٹھ پھیر کر بھاگنے کے اس سے اور کچھ نہ دیکھو گے''۔ اس بات پر علی ابن ابی طالب نے معاویہ کو جھڑک دیا۔ امیر المومنین عثمان بولے: ''مجھ سے پیشتر جو دو بزرگ (یعنی ابوبکر و عمر) تھے ان لوگوں نے بہ نظر احتساب اپنے اعزہ و اقارب کو نہ پوچھا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قرابت دار کا لحاظ فرماتے اور ان کی مدد کرتے تھے۔ میرے اعزہ و اقارب غریب اور کم مایہ ہیں۔ میں نے اپنا ہاتھ ان کے لئے کھول دیا لہٰذا اگر اس میں تم لوگ میری غلطی دیکھتے ہو تو میں اس سے باز آؤں''۔ کسی نے کہا: ''تم نے عبداللہ بن خالد بن اسید کو پچاس ہزار اور مروان کو پندرہ ہزار دے دیئے! امیر المومنین عثمانؓ نے جواب دیا ''میں ان دونوں آدمیوں سے یہ رقمیں واپس لینے والا ہوں'' لوگ یہ سن کر راضی ہو گئے اور بخوشی اٹھ کر چلے آئے۔

شام جانے سے انکار

اصحاب کبار کے جانے کے بعد معاویہ نے عرض کی ''امیر المومنین اس سے پہلے کہ آپ پر حملہ ہو جس کا آپ تحمل نہ کر سکیں مناسب ہو گا آپ میرے ساتھ شام چلے چلیں۔ کیونکہ تمام اہل شام میرے مطیع ہیں''۔ امیر المومنین عثمان نے جواب دیا ''کسی قیمت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوار میں نہیں چھوڑ سکتا''۔ پھر معاویہ نے گزارش کی ''اچھا میں ایک لشکر جرار آپ کی محافظت کو یہاں بھیج دیتا ہوں جو آپ کے پاس ٹھہرا رہے''۔ جواب دیا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسیوں کو تنگ نہیں کروں گا۔ معاویہ بولے: ''واللہ آپ دھوکا اٹھائیں گے یا نزع خلافت کریں گے''۔ امیر المومنین حسبی اللہ نعم الوکیل کہہ کر خاموش ہو گئے اور معاویہ آپ کی خدمت سے اٹھ کر علی، طلحہ اور زبیر کے پاس گئے اور ان سے بوقت ضرورت امیر المومنین عثمان کی اعانت و امداد کرنے کو کہا اور رخصت ہو کر شام کا راستہ لیا۔

مفسدین کی ریشہ دوانیاں

مفسدین اور بلوائیوں نے یہ عہد و پیمان کیا تھا کہ جس وقت امیر المومنین عثمان کے سرداران لشکر اور گورنران صوبجات چلے جائیں اس وقت

امیر المومنین عثمان پر دفعتہً حملہ کیا جائے مگر اتفاق سے جب امراء اور عمال کی روانگی کے بعد امیر المومنین عثمان پر حملہ نہ کر سکے تو دوبارہ نقض بیعت امیر المومنین عثمان کی ریشہ دوانی میں مصروف ہو گئے اور مراسلات کے ذریعے طے کیا کہ فلاں روز آئندہ موسم حج میں مدینہ منورہ میں آ جانا چاہئے۔ چنانچہ سب سے پہلے مصر کے بلوائیوں کا سرگروہ عبدالرحمٰن بن عدیس بلوی تھا جس نے مدینہ کی طرف خروج کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ بلوائیان مصر کی تعداد ایک ہزار تھی۔ کنانہ بن بشر لیثی، سودان بن حمران سکونی اور میسرہ یا قتیرہ بن فلاں سکونی بسرکردگی غافقی بن حرب عکی اس جماعت میں شامل تھے۔ کوفہ کے بلوائی بھی ایک ہزار جمعیت سے زید بن صفوان عبدی، اشتر نخعی زیاد بن النصر حارثی، اور عبداللہ بن الاصم عامری کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ بصرے کے بلوائیوں کی تعداد بھی ایک ہزار تھی۔ حکیم بن جبلہ عبدی، ذریح بن عباد، بشیر بن شریح قیسی، ابن المحرش نے بسرگروہی حرقوص بن زہیر سعدی خروج کیا تھا۔

مفسدین کی مدینہ کو روانگی

یہ لوگ اپنے اپنے شہروں سے حج کا ارادہ ظاہر کر کے شوال میں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مدینہ تین منزل باقی رہ گیا تو اہل بصرے کے چند لوگ آگے بڑھ کر ذوخشب میں آ ٹھہرے۔ ان لوگوں کی طبیعتیں طلحہ کی طرف مائل تھیں اور کچھ کوفی بلوائی اپنے گروہ سے نکل کر اعوص میں آ کر مقیم ہوئے۔ ان لوگوں کا رجحان زبیر بن العوام کی جانب تھا۔ اسی گروہ کے ہمراہ کچھ لوگ مصر کے بھی تھے اور عام بلوائی ذوالمروہ میں ٹھہرے رہے۔ مصریوں کی طبیعت علی ابن ابی طالب کی جانب مائل تھی۔ زیاد بن النصر اور عبداللہ بن الاصم نے بلوائیوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''تم لوگ عجلت نہ کرو جب تک ہم مدینہ میں نہ داخل ہولیں۔ ہم کو یہ اطلاع پہنچی ہے کہ اہل مدینہ نے بھی لشکر آرائی کی ہے۔ بخدائے لایزال اگر یہ خبر صحیح ہے تو ہم کچھ نہ کر سکیں گے۔'' بلوائی یہ سن کر چپ ہو گئے اور ان دونوں نے مدینہ کا راستہ لیا۔

حضرت علیؓ کی طرف سے بلوائیوں کو سرزنش

زیاد و عبداللہ مدینہ پہنچ کر علی، طلحہ، زبیر اور امہات المومنین (رضی اللہ عنہم) سے ملے اور یہ ظاہر کیا کہ ہم لوگ حج کے ارادے سے آئے ہیں اور عثمانی گورنروں کی شکایت لائے ہیں۔ ان بزرگوں نے زیاد و عبداللہ کو اس ارادے سے روکا۔ بعد ازاں دونوں آدمی لوٹ کر اپنے گروہ میں آئے اور سرداران و بلوائیان کوفہ، بصرہ اور مصر کو اکٹھا کر کے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ ہر فریق جدا جدا، طلحہ، زبیر اور علی ابن ابی طالب کے پاس جائے اور ان کو جس طرح ممکن ہو اپنا ہم نوا بنائے۔ چنانچہ چند مصری بلوائی علی ابن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ اس وقت لشکر میں بہ مقام احجاز الزیت رونق افروز تھے اور اپنے لڑکے حسنؓ کو بلوائیوں کو منتشر کرنے کے لئے امیر المومنین عثمان کے پاس بھیج دیا تھا۔ مصریوں نے علی ابن ابی طالب سے کہا: ''ہم عثمان کی امارت سے بیزار ہیں آپ ہم سے بیعت لے لیجئے ابھی ہم لوگ واپس جاتے ہیں۔'' علی ابن ابی طالب غصے سے کانپ اٹھے اور چلا کر فرمایا: ''بے شک لشکر ذوالمروہ و ذوخشب و اعوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ملعون ہے اور اس حدیث کو صلحاء مومنین جانتے ہیں۔ تم لوگ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ اور آئندہ اس قسم کی گفتگو میرے روبرو نہ کرنا''۔ بصریوں اور کوفیوں کی جماعتیں طلحہ وزبیر کے پاس بھی گئی ہوئی تھیں۔ ان لوگوں نے طلحہ وزبیر سے بھی ایسا ہی کہا اور طلحہ وزبیر نے بھی ایسا ہی سخت جواب دیا۔ جب اس حیلہ سازی میں بھی ان کو کامیابی نہ ہوئی تو ان مقامات سے متفرق ہو کر اپنی اپنی لشکر گاہ میں چلے آئے۔

حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ

اہل مدینہ بھی ان کی مراجعت سے اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ رات کے وقت کسی حادثہ کی اطلاع نہ ہوئی لیکن تکبیر کی آواز اطراف مدینہ میں گونج رہی تھی۔ صبح ہوئی تو امیر المومنین عثمان کے مکان کا محاصرہ کیا جا چکا تھا۔ بلوائیوں نے چاروں طرف سے مکان کو گھیر کر منادی کرادی تھی کہ جو شخص مقابلہ پر نہ آئے گا اس کو امن دیا جائے گا۔ چند دنوں امیر المومنین حضرت عثمان امامت کرتے رہے۔ اہل مدینہ اپنے اپنے مکانوں

میں خاموش بیٹھے رہے۔ بلوائیوں نے بھی امیر المومنین حضرت عثمان سے ملنے جلنے اور بات کرنے سے کسی کو نہیں روکا۔

محاصرے کی صبح کو علی ابن ابی طالب نے بلوائیوں سے فرمایا: تم کو کس چیز نے چلے جانے کے بعد واپس بلایا؟ بلوائیوں نے کہا: ''ہم نے ایک خط ایک قاصد کے ہاتھ سے پایا ہے جس میں ہمارے قتل کا حکم تحریر تھا''۔ اسی طرح بصریوں نے طلحہ سے اور کوفیوں نے زبیر سے کہا۔ بلوائیوں میں سے ہر شخص کہہ رہا تھا کہ ہم اپنے بھائیوں کی اعانت کو آئے ہیں۔ علی ابن ابی طالب نے کہا: ''تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اہل مصر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے کیونکہ تم ان سے منزلوں کی مسافت پر تھے۔ تم لوگ ایک ہی وقت پر کیسے واپس ہوئے۔ واللہ یہ امر روز روشن سے زیادہ ظاہر ہے کہ تمہاری طبیعتیں صاف نہیں ہیں'' بلوائیوں نے جواب دیا: ''آپ جو چاہیں خیال کریں لیکن ہم کو اس شخص (یعنی عثمانؓ) کے معزول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

اس وقت تک تو مصر، کوفہ اور بصرہ کے بلوائی امیر المومنین حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھتے تھے لیکن اس واقعہ کے بعد انہوں نے لوگوں کو امیر المومنین عثمان کے پاس جانے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا شروع کر دیا۔ امیر المومنین عثمان نے ممالک اسلامیہ کے گورنروں کے پاس فرامین بھیجے اور ان کو تمام واقعات سے مطلع کیا۔ معاویہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کو، عبداللہ بن ابی سرح نے معاویہ بن خدیج کو روانہ کیا۔ کوفہ سے قعقاع بن عمرو روانہ ہوئے۔ کوفہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے عقبہ بن عامر، عبداللہ بن ابی اوفی، حنظلہ کاتب وحی اور تابعین سے مسروق، اسود، شریح، عبداللہ بن حکیم، بصرے میں صحابہ سے عمران بن حصین، انس بن مالک، ہشام بن عامر اور تابعین سے کعب بن سور، ہرم بن حیان۔ اسی طرح شام اور مصر میں بھی صحابہ اور تابعین مسلمانوں کو اہل مدینہ کی اعانت کی ترغیب دینے لگے تھے۔

Haram - bin - Hayan

خلیفہ سوم پر پہلا حملہ

بلوائیوں کے آنے کے بعد پہلا جمعہ آیا تو اس میں امیر المومنین عثمان نے نماز پڑھائی اور خطبہ دینے کو منبر پر چڑھ کر فرمایا: ''اللہ کی قسم ہے کہ اہل مدینہ کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ حسب ارشاد رسولؐ اللہ ملعون ہیں۔ پس لوگوں کو مناسب ہے کہ نیکی سے لغزشوں کو فنا کر دیں۔'' محمد بن مسلمہ نے اٹھ کر کہا: ''انا اشھد بذلک'' (میں اس کی گواہی دیتا ہوں) حکیم بن جبلہ نے ان کو بٹھا لیا۔ پھر زید بن ثابت اٹھے ان کو محمد بن ابی قتیرہ نے بٹھا لیا۔ اس کے بعد بلوائیوں نے ہلہ کر کے منبر کا قصد کیا لیکن لوگوں نے مار کر مسجد سے نکال دیا۔ بلوائی بیرون مسجد سے امیر المومنین عثمان پر پتھر مارنے لگے۔ آپ چوٹ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ سعد بن ابی وقاص، حسین بن علیؓ، زید بن ثابت اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہم) بلوائیوں سے لڑنے لگے۔ امیر المومنین عثمانؓ کو گھر پر اٹھا لائے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو ان کو لڑائی سے روک کر واپس بلا بھیجا۔ علی، طلحہ اور زبیر عیادت کو آئے۔ اس وقت چند بنی امیہ بیٹھے ہوئے تھے جن میں مروان بھی تھا۔ ان لوگوں نے علی ابن ابی طالب سے مخاطب ہو کر کہا: ''تم نے ہم کو ہلاک کر ڈالا تمہاری ہی یہ ساری کارروائیاں ہیں۔ واللہ اگر تم اپنے مقصد کو پہنچ گئے تو تم دنیا کو مطیع کر لو گے۔'' علی ابن ابی طالب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور غصے میں اٹھ کر چلے آئے۔ طلحہ اور زبیر بھی اپنے اپنے مکان واپس آئے۔

زمانہ محاصرہ میں امامت

محاصرے کی حالت میں تین دن تک امیر المومنین عثمان نماز پڑھاتے رہے۔ بعد ازاں بلوائیوں نے مسجد میں آنے اور امامت کرنے سے بھی روک دیا۔ غافقی بن حرب عکی بلوائیوں کا سردار نماز پڑھانے لگا۔ اہل مدینہ اپنے اپنے مکانات اور باغات میں مسلح عزلت گزیں ہو گئے۔ یہ محاصرہ چالیس روز تک قائم رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ زمانہ محاصرے میں امیر المومنین عثمان نے ابو ایوب انصاری کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ چند روز تک انہوں نے نماز پڑھائی پھر ان کے بعد علی ابن ابی طالب پڑھاتے رہے۔ بعض کے بقول حالت محاصرہ میں علی بن ابی طالب نے سہیل بن حنیف کو نماز پڑھانے پر مامور کیا تھا۔ چنانچہ عشرہ ذی الحجہ تک امامت کرتے رہے پھر عید کی نماز پڑھائی اور چند نمازوں میں امامت کی یہاں تک کہ امیر المومنین عثمان شہید کر دیئے گئے۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ زمانہ محاصرہ کے دوران محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ، مصر میں لوگوں کو امیر المومنین عثمان کے برخلاف ابھار رہے تھے لہٰذا جب ماہ رجب میں بلوائیان مصر نے باظہار حج وبقصد قتل یا خلع خلافت عثمان بسر گروہی عبدالرحمٰن بن عدیس خروج کیا تو محمد بن ابی بکر بھی ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ان کی روانگی کے بعد ہی عبداللہ بن سعد نے ایک قاصد دربار خلافت کی طرف بلوائیوں کی روانگی کی اطلاع دینے روانہ کیا۔ باقی رہے محمد بن حذیفہ تو وہ مصر میں رہے۔ پس جب عبداللہ بن سعد بقصد مدینہ رملہ پہنچے تو یہ خبر گوش گزار ہوئی کہ مصریوں نے واپس ہو کر امیر المومنین عثمانؓ کا محاصرہ کرلیا ہے اور محمد بن ابی حذیفہ مصر پر قابض ہو گیا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح مصر کی طرف لوٹے اور فلسطین میں پہنچ کر قیام کیا۔ اتنے میں امیر المومنین عثمان شہید کر دیئے گئے۔

حضرت علیؓ اور مہاجرین وانصار کا وفد

یہ واقعات جملہ معترضہ تھے جس سے آپ کا ذہن منتشر ہو گیا ہوگا اب اصل واقعہ کی طرف ہم پھر رجوع کرتے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ بلوائیان مصر نے مدینہ کے قریب پہنچ کر ذوخشب میں قیام کیا تھا اور طے یہ ہوا تھا کہ امیر المومنین عثمان خلافت چھوڑ دیں یا اپنے گورنروں کو یک قلم موقوف کر دیں اور ان دونوں باتوں سے ایک کو بھی منظور نہ کریں تو قتل کر ڈالے جائیں۔ امیر المومنین عثمان کو اس سے آگاہی ہوئی۔ آپ علی ابن ابی طالب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اپنی قرابت اور حقوق کو ظاہر کر کے کہا کہ: ''تم بلوائیوں کے پاس جاؤ ان کو جس طرح ممکن ہو سمجھا بجھا کر واپس کر دو۔'' علی ابن ابی طالب نے جواب دیا: ''میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا۔ لیکن تم نے میرا کہنا نہ مانا اپنے ہم نشینوں (مروان، معاویہ، بن عامر، ابن ابی سرح اور سعید) کے کہنے پر عمل کرتے رہے۔ اب میں کس طرح اور کس بنا پر ان کو واپس کروں''۔ امیر المومنین عثمان بولے: ''اب تم جیسا کہو گے ویسا ہی کروں گا۔ آئندہ سے ان لوگوں کے مشوروں پر ہرگز عمل نہیں کروں گا''۔ چنانچہ علی ابن ابی طالب اور تیس مہاجرین وانصار سوار ہو کر بلوائیوں کے پاس گئے۔ اس وفد میں سعید بن زید، ابوجہم عدوی، جبیر بن مطعم، حکیم بن حرام، مروان بن الحکم، سعید بن العاص، عبدالرحمٰن بن عتاب، ابواسید ساعدی، ابوحمید، زید بن ثابت، حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور نیاز بن مکرز وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔

مفسدین مصر کی واپسی

علی ابن ابی طالب اور محمد بن مسلمہ نے مصر کے بلوائیوں کو نشیب وفراز سمجھایا، چنانچہ وہ مصر کی طرف لوٹے۔ ابن عدیس بلوی نے محمد بن مسلمہ سے کہا ''میں تم سے کچھ کہنے کو واپس ہونا چاہتا ہوں'' جواب دیا ''اللہ سے ڈر! کیا تو اپنے اقرار سے منحرف ہونا چاہتا ہے؟ تو نے ابھی واپس نہ ہونے کا وعدہ کیا ہے۔'' ابن عدیس یہ سن کر اپنے گروہ میں چلا گیا اور اہل مدینہ بعد ازاں مدینہ واپس آئے۔ علی ابن ابی طالب نے امیر المومنین عثمانؓ کے پاس جا کر مصریوں کے واپس جانے کی اطلاع دی۔

اس واقعہ کے دوسرے روز مروان نے حاضر ہو کر عرض کی: ''امیر المومنین! اس سے پہلے کہ بلاد قریبہ اور بعیدہ سے مسلمان آئیں اور ایسے واقعات آپ پر پیش آئیں جس کو آپ برداشت نہ کر سکیں۔ ضروری ہے کہ آپ مسلمانوں کو جمع کر کے خطبہ دیں اور اس میں یہ بیان فرمائیں کہ ''اہل مصر واپس گئے اور ان کو جو خبریں پہنچی تھیں سب بے اصل تھیں''۔ امیر المومنین عثمان مروان کے کہنے سے خطبہ دینے کو کھڑے ہوئے اور جوں ہی چند الفاظ زبان سے نکلے، چاروں طرف سے آواز آنے لگی: اتق اللہ یا عثمان و تب الی اللہ (اے عثمان! اللہ سے ڈر اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر) سب سے پہلے اس فقرے کو عمرو بن العاص نے کہا تھا لہٰذا امیر المومنین عثمان نے ہاتھ اٹھا کر کہا: اللھم انی تایب (اے اللہ میں توبہ کرتا ہوں) بعد ازاں عمر بن العاص فلسطین چلے گئے اور اپنے محل میں مقیم رہے۔ اس کے چند دنوں بعد امیر المومنین عثمان کے محاصرہ وشہادت کا واقعہ پیش آیا۔

حضرت عثمانؓ کا خطبہ

بعض نے لکھا ہے کہ حضرت علی نے مصریوں کے پاس سے لوٹ کر امیر المومنین عثمان سے کہا تھا ''تم باہر نکل کر لوگوں کو اپنے خیالات سے

مطلع کرو، تا کہ تمہارے احوال ان کو معلوم ہو جائیں اور فتنہ انگیز اشرار کا گروہ دوسرے شہروں سے نہ آنے پائے''۔ اس بنا پر امیر المومنین عثمان باہر آئے اور خطبہ دیا۔ حمد و نعت کے بعد ارشاد کیا: ''انا اول من اتغظ استغر الله مافعلت واتوب اليه فليات اشرا فكم يرونى رانهم فوالله ان وانى الحق عبدالاسنن بسنة العبد و لا ذلن ذل العبد وما عن الله مذهب لا اليه فوالله لا عطينكم الرضى ولا احتجب عنكم۔'' (یعنی میں پہلا آدمی ہوں جس نے نصیحت قبول کی، میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار ہوں اس سے جو میں نے کیا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ تمہارے شرفا آئیں اور مجھ کو مشورہ دیں۔ اللہ کی قسم اگر مجھے کوئی غلام بھی حق کی راہ نمائی کرے گا تو میں اسی کا راستہ اختیار کروں گا اور غلاموں کی طرح اس کی اطاعت کروں گا۔ اور اللہ کے سوا اور کوئی حامی نہیں ہے اللہ کی قسم ہے میں تم کو خوش رکھوں گا اور تم سے کچھ مخفی نہ رکھوں گا) یہ کہہ کر امیر المومنین عثمان خود بھی روئے اور حاضرین بھی رو پڑے۔

مروان کی تلخ کلامی

خطبہ دے کر مکان پر آئے تو چند بنی امیہ جو اس وقت حاضر نہ تھے، حاضر ہوئے اور اس خطبہ کے دینے پر نصیحت کرنے لگے۔ آپ کی بیوی نائلہ بنت القراضہ نے ان لوگوں کو جھڑکا مگر انہوں نے نائلہ کے جھڑکنے پر خیال نہ کیا اور برابر امیر المومنین عثمان کو توبہ کرنے اور خطبہ دینے پر ملامت کرتے رہے۔ اتنے میں دروازے پر کچھ لوگ جمع ہو گئے۔ امیر المومنین عثمان نے مروان سے فرمایا: ''تو جا ان لوگوں سے ہم کلام ہو۔ اور گفتگو کرنے میں درشتی سے کام لے۔'' چنانچہ مروان نے نکل کر کہا: ''تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تمہاری کیا حالت ہے کہ تم لوگ ہمارے قبضے سے ہمارے ہی ملک کو چھیننے کے لئے آئے ہو۔ واللہ تم نے کسی قسم کا قصد کیا تو ہم تم پر ایسا بوجھ ڈال دیں گے کہ تم جس کو اٹھا نہ سکو گے۔ جاؤ اپنے اپنے مکانات کی طرف لوٹ جاؤ واللہ جو ہمارے قبضے میں ہے اس میں ہم تم سے مغلوب نہیں ہیں۔'' مروان کے اس کلام سے مجمع منتشر ہو گیا۔

حضرت علیؓ کا اظہار ناراضگی

علی ابن ابی طالب تک یہ خبر پہنچی تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ عبدالرحمٰن اسود بن یغوث سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''کیا تم نے کل عثمان کا خطبہ اور آج مروان کا کلام سنا ہے۔ میں جب گھر میں بیٹھ رہا تو عثمان نے مجھ سے کہا کہ تم نے مجھے چھوڑ دیا۔ تم نے میری قرابت و حق کا پاس نہ کیا اور جب میں نے دخل دیا اور لوگوں کو سمجھا بجھا کر واپس کیا تو مروان کے کہنے سے لڑکوں کے کھیل کی طرح اس کو الٹ پلٹ دیا۔ حیف صد حیف ہے کہ عثمان باوجود سن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہونے کے مروان کے قبضے میں ہیں اور جس طرف وہ چاہتا ہے، اس طرف پھیر دیتا ہے۔'' علی ابن ابی طالب یہ کہہ کر طیش میں آ کر اٹھے، امیر المومنین عثمان کے پاس گئے۔ مروان کے کہنے پر عمل درآمد کرنے پر نصیحت کی اور یہ فرمایا کہ آج سے اب میں پھر تمہارے پاس نہ آؤں گا۔ مروان تمہاری رائے پر مسلط ہو گیا ہے۔ وہ تمہارا اشرف زائل کرنا چاہتا ہے۔ علی ابن ابی طالب کے چلے جانے کے بعد نائلہ آئیں اور وہ یہ گفتگو سن رہی تھیں۔ انہوں نے بھی مروان کی موافقت پر نصیحت کی اور علی ابن ابی طالب سے مشورہ لینے کی رائے دی۔ امیر المومنین عثمان نے علی ابن ابی طالب کو بلوا بھیجا لیکن وہ نہ آئے تو خود شب کے وقت علی ابن ابی طالب کے مکان پر گئے۔ علی ابن ابی طالب نے کہا: بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ''کل تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھ کر کیا کہا تھا۔ اس کے بعد مروان نے تمہارے دروازے پر کھڑے ہو کر لوگوں کو سخت وسست کہا اور ایذا پہنچائی۔'' امیر المومنین عثمان نے معذرت کی، اقرار کیا کہ آئندہ میں تمہاری رائے پر عمل کروں گا۔ واقعی میں اس وجہ سے خفیف ہوا اور لوگوں کو مجھ پر جرأت ہوئی۔ علی ابن طالب بولے: ''واللہ میں لوگوں کو نہایت آسانی سے دور کر دوں گا۔ لیکن جب میں تم کو سمجھاتا ہوں تو اس پر عامل ہوتے ہو لیکن جب مروان آ جاتا ہے اور وہ مخالفت کرتا ہے تو تم اس کے کہنے پر عمل کرنے لگتے ہو اور میری رائے کو بھول جاتے ہو۔''

حضرت علیؓ سے امداد طلبی

بعض نے یہ تحریر کیا ہے کہ علی ابن ابی طالب بہ وقت محاصرۂ امیر المومنین عثمان خیبر میں تھے۔ مدینہ منورہ آئے تو لوگوں کو طلحہ کے پاس جمع پایا۔ امیر المومنین عثمان، علی ابن ابی طالب کے مکان پر گئے اور کہا: ''اے علی میرے حقوق تم پر بہت ہیں۔ بھائی ہونے کا حق ہے، قرابت داری کا حق ہے، ہم زلف ہونے کا حق ہے۔ بفرض تقدیر اگر جاہلیت ہی کا زمانہ ہوتا تو بھی بنی عبد مناف کے لئے یہ امر باعث ننگ تھا کہ بنو تیم ان کے قبضے سے حکومت چھینیں۔''

علی ابن ابی طالب یہ سن کر طلحہ کے پاس گئے اور دریافت کیا: ماھذا (یہ کیا معاملہ ہے) جواب دیا: ابعد مامس المخرام الطبیین یا ابا حسن (عرب کا یہ ایک محاورہ ہے جب کوئی کام حد سے متجاوز ہو جاتا ہے یا اس کی نزاکت بڑھ جاتی ہے تو اس وقت اہل عرب استعارۃً یہ فقرہ بولتے ہیں۔ خرام تنگ کو کہتے ہیں اور طبیین اونٹنی یا گھوڑی کے حلمۃ الثدی (چھاتیوں کی بھٹنیوں) کو کہتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ جب تنگ چھاتیوں تک پہنچ جائے گا تو زین یا پاجامہ اونٹنی یا گھوڑی کے پشت پر نہیں ٹھہر سکتا اور نہ سوار اس وقت تک ٹھہر سکتا ہے اردو میں بجائے اس کے کہتے ہیں جب نو نیزے پانی چڑھ گیا تو کیا ہو سکتا ہے) علی ابن ابی طالب لوٹ کر بیت المال کو آئے۔ لوگوں کو جو کچھ مناسب تھا دیا۔ لوگ طلحہ کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے صرف طلحہ رہ گئے۔ امیر المومنین عثمانؓ کو اس سے مسرت ہوئی۔ اس کے بعد طلحہ امیر المومنین عثمان کے پاس آئے۔ آپ نے فرمایا: ''میں تائب نہیں ہوا بلکہ مغلوب ہوا ہوں اے طلحہ! اللہ تعالیٰ تم سے سمجھے۔''

مروان کا جعلی خط اور مصریوں کا اشتعال

بعض کا یہ بیان ہے کہ جس وقت مصر کے بلوائی دوبارہ مدینہ منورہ کی طرف لوٹے تو محمد بن مسلمہ واپسی کا سبب دریافت کرنے آئے بلوائیوں نے خط دکھلا کر کہا: ''یہ خط عثمان کے غلام کے قبضے سے مقام بویب میں برآمد ہوا ہے جو صدقہ کے اونٹ پر سوار جا رہا تھا۔ اس خط میں عبدالرحمٰن بن عدیس، عمرو بن الحمق، عمروہ بن البباع پر درے لگانے اور قید کرنے اور سر و ڈاڑھیاں مونڈنے اور بعضوں کو سولی دینے کا حکم لکھا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ خط ابوالاعور سلمی کے پاس سے برآمد ہوا تھا۔ غرض اس مکتوب کے ملتے ہی بلوائیان مصر لوٹے اور ان کے ساتھ ہی کوفہ اور بصرہ کے بلوائی بھی واپس ہوئے۔

محمد بن مسلمہ نے ان لوگوں سے واپسی کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا ''ہم لوگوں نے علی ابن ابی طالب، سعد بن ابی وقاص اور سعید ابن زید سے اس معاملہ میں گفتگو کی ہے۔ ان لوگوں نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ اس معاملہ کو باحسن وجوہ سلجھا دیں گے۔ لہٰذا علی ہمارے ساتھ عثمان کے پاس چلیں۔'' اس قدر گفتگو کرنے کے بعد بلوائیان مصر سے چند لوگ اٹھے اور علی ابن ابی طالب و محمد بن مسلمہ کو ہمراہ لئے امیر المومنین عثمان کے مکان پر گئے۔ ان دونوں بزرگوں نے بلوائیوں کی شکایتیں پیش کیں۔ امیر المومنین عثمان نے قسم کھا کر کہا کہ مجھے اس خط سے آگاہی نہیں ہے اور نہ میں نے اس قسم کا کوئی خط تحریر کیا ہے۔ محمد بن مسلمہ بولے: ''بے شک یہ صحیح ہے یہ کام مروان کا ہے''۔ اس عرصہ میں مصر کے بلوائیوں کا ایک گروہ آ گیا۔ ابن عدیس نے ابن ابی سرح کی شکایت شروع کی۔ مصر میں جو جو نئی باتیں ایجاد کی تھیں بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ جب کبھی ابن سرح پر کوئی اعتراض کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ امیر المومنین عثمان نے ایسا ہی لکھا ہے ہم لوگ درحقیقت تم کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے۔ علی ابن ابی طالب اور محمد بن مسلمہ نے سمجھا بجھا کر واپس کیا اور ہم سے عہد کیا کہ ان شکایتوں کو ہم رفع کرا دیں گے۔ اتفاق سے تمہارا خط ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ جس میں تم نے ابن ابی سرح کو لکھا ہے کہ ہم لوگوں کو درے لگائے ہماری تشہیر کرے، ایک زمانہ دراز تک قید میں رکھے۔ یہ خط تمہارے غلام کے ہاتھ سے ملا ہے۔ اس پر تمہاری مہر ہے۔ امیر المومنین عثمان نے قسم کھا کر کہا ''نہ میں نے اس خط کو تحریر کیا ہے اور نہ مجھ کو اس کی اطلاع ہے''۔ علی ابن ابی طالبؓ اور محمد بن مسلمہ نے اس کی تصدیق کی۔

خلافت سے دست برداری کا مطالبہ

بلوائی بولے: ''تعجب کا مقام ہے کہ اس قسم کے خطوط تمہاری مہر سے لکھے جائیں اور تمہارا غلام لے کر جائے اور تم کو اس کی خبر نہ ہو۔ پس تم جھوٹے ہو یا سچے۔ بہر تقدیر تم کو معزول کرنا ہی موزوں ہے کیونکہ جھوٹے کو مسلمانوں کا والی بنانا جائز نہیں ہے اور اگر سچے ہو تو تم اس قدر کمزور اور طبعاً ضعیف ہو گئے ہو کہ بلا اجازت واطلاع جس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ تم خود خلافت چھوڑ دو'' امیر المومنین عثمان نے فرمایا ''میں اس لباس کو نہیں اتارنا چاہتا جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنایا ہے''۔ یعنی کہ میں خود منصب خلافت ترک نہیں کروں گا۔'' ہاں یہ ہوگا کہ اگر مجھ سے غلطی ہوگئی تو میں توبہ کروں گا۔ اور اپنی غلط رائے سے رجوع کروں گا۔'' ابن عدیس بولا: ''ہم بارہا دیکھ چکے ہیں کہ تم توبہ کرتے ہو اور پھر وہی کام کرتے ہو اب ہم پر لازم ہے کہ ہم تم سے خلافت چھین لیں یا تم کو قتل کر ڈالیں اور اگر تمہارے دوستوں میں سے کوئی مزاحمت کرے تو اس سے بھی لڑیں۔ جب تک ہم زندہ ہیں۔ لڑے جائیں گے کامیاب ہوں گے یا مر جائیں گے۔'' امیر المومنین عثمان نے ارشاد کیا: ''تم مطمئن رہو کہ کوئی شخص تم سے مزاحم نہ ہوگا اگر مجھے اس کا خیال ہوتا تو میں ممالک اسلامیہ سے مسلمانوں کو بلا کر ایک لشکر مرتب کر لیتا۔'' اس فقرے کے تمام ہوتے ہی چاروں طرف سے شور وغل کی آواز آنے لگی۔ جس کے جو جی میں آتا تھا کہہ رہا تھا۔ علی ابن ابی طالب اٹھے اور بلوائیوں کو امیر المومنین عثمان کے پاس سے نکال کر اپنے مکان پر چلے آئے۔ علی ابن ابی طالب کے واپس ہوتے ہی مصریوں نے امیر المومنین عثمان کے مکان کا دوبارہ محاصرہ کر لیا۔

محاصرۂ ثانی

دوبارہ محاصرہ کرنے کے بعد امیر المومنین عثمانؓ نے معاویہ اور ابن عامر کو مدد کے لئے لکھا۔ زید بن اسد قشری اہل شام کا ایک گروہ لے کر روانہ ہوئے۔ وادی القریٰ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ امیر المومنین عثمان شہید ہو گئے۔ یہ سنتے ہی زید بن اسد شام لوٹ گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ شام سے حبیب بن مسلمہ، بصرہ سے مجاشع بن مسعود روانہ ہوئے تھے اور مقام ربذہ میں پہنچ کر شہادت کا حال سن کر واپس گئے تھے۔

اقرار نامہ حضرت عثمانؓ

دوبارہ محاصرہ ہونے پر امیر المومنین عثمان کے مشیروں نے تجویز دی کہ علی ابن ابی طالب کو بلوائیوں کی روک تھام کے لئے بھیجو کہ وہ ان کو سمجھا بجھا کر واپس کر دیں اور ان سے وعدہ کریں کہ ان کی مرضی کے موافق گورنروں کی بحالی اور معزولی عمل میں لائی جائے گی۔ چنانچہ علی ابن ابی طالب بلوائیوں کے پاس گئے۔ اونچا نیچا سمجھایا، ان کی درخواستوں کے موافق عمل درآمد کرنے کا عہد کیا۔ بلوائیوں نے کہا: ''آپ ایک میعاد مقرر کیجئے'' علی ابن ابی طالب لوٹ کر امیر المومنین عثمان کے پاس آئے۔ امیر المومنین عثمان نے تین دن کی مدت مقرر فرمائی۔ علی ابن ابی طالب نے ایک اقرار نامہ لکھ کر بلوائیوں کو دیا جس میں تین دن کے اندر اندر ان کی مرضی کے موافق عمال کی تقرری ومعزولی اور ان کی شکایات رفع کرنے کو لکھا تھا۔ بلوائی اس اقرار نامہ کے مطابق تین یوم تک جنگ وجدال سے رکے رہے لیکن امیر المومنین عثمان نے ان کی خواہش کے مطابق کوئی اصلاح نہ کی۔

حضرت عثمانؓ کا خطبہ

بعد میعاد پوری ہونے پر بلوائیان مصر ذی خشب سے مدینہ میں ایفائے وعدہ کی غرض سے آئے۔ امیر المومنین عثمان نے ایفائے وعدہ سے انکار کیا۔ بلوائیوں نے برہم ہو کر چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ محاصرے کے بعد امیر المومنین عثمان نے علی، زبیر اور طلحہ کو بلوا بھیجا۔ جب یہ لوگ اور ان کے ہمراہ اہل مدینہ بھی آئے دروازہ پر ایک بہت بڑا ہجوم تھا۔ عثمان نے گھر سے نکل کر کہا: بیٹھ جاؤ۔ بلوائی اور غیر بلوائی سب بیٹھ گئے۔ آپ نے اہل مدینہ سے مخاطب ہو کر کہا: اے اہل مدینہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اس سے دعا کرتا ہوں کہ میرے بعد تم پر کسی اچھے کو خلیفہ بنائے۔ یہ کہہ کر تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر سر اٹھا کر بولے:

انشدكم بالله تعالىٰ هل تعلمون انكم دعوتم الله عند مصاب عمر ان يختار لكم و يجمعكم على خير كم اتقولون ان الله لم يقبل من ولى هذا الدين ام تقولون ان الامة ولوا مكابرة و عن غير مشورة فوكلهم الى امر هم او لم يعلم عاقبة امرى ثم انشدكم الله هل تعلمون لى من السوابق مايحب حقه فهلاً فلا يحل الا قتل ثلاثةزان بعد احصان و كافر بعد ايمان و قاتل بغير حق ثم اذا قتلتمونى وضعتم السيف على رقابكم ثم لا يرفع الله عنكم الاختلاف۔

میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کیا تم کو یہ علم نہیں ہے کہ عمر کے زخمی ہونے کے وقت تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری امارت کے لئے کسی کو منتخب کر دے اور کسی بہترین ہستی کو تمہارا خلیفہ بنائے۔ کیا تم یہ کہو گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا نہیں قبول کی یا کہو گے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو اس دین کا والی بنایا ہے۔ اس کو آزمائش میں نہیں ڈالا یا کہو گے کہ امت نے دھاندلی سے یا بغیر مشاورت کے والی مقرر کیا۔ اور اس نے اپنے کام کو بغیر انجام بینی سے اس کے حوالے کیا ہے۔ پھر میں تم کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں۔ تم لوگ میرے سابق الاسلام ہونے کو جانتے ہو۔ جانے دو درگزر کرو کیونکہ تین آدمیوں کے سوا اور کسی کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ ایک زانی محصن کا۔ دوسرے مرتد کا اور تیسرے قاتل بغیر حق کا۔ پھر جب مجھے تم قتل کر ڈالو گے تو تلوار تم اپنی گردنوں پر رکھ لو گے پھر اللہ تعالیٰ تم سے اختلاف کو نہ اٹھائے گا۔

فسادیوں کی دریدہ دہنی

بلوائیوں نے جواب دیا کہ تم نے جو فاروق اعظم کے بعد استخارے کی نسبت کہا ہے تو اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کیا اچھا کیا مگر حقیقتاً اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک فتنہ بنایا ہے جس میں اس نے اپنے بندوں کو مبتلا کیا ہے۔ حقوق سابق الاسلام تمہارے ہیں اور تم ضرور اس کے مستحق تھے مگر تم نے بہت سی باتیں ایسی کی ہیں جس سے تم کو ہم حق قائم کرنے کے لئے بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اس خیال سے کہ مبادا آئندہ سال اور فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ تین ہی آدمیوں کو قتل کرنا چاہئے۔ اس کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سوائے ان تینوں کے اور لوگوں کا قتل کرنا بھی جائز دیکھتے ہیں از انجملہ ان آدمیوں کا قتل کرنا روا ہے جو دنیا میں باعث فساد ہوں یا باغی ہوں یا حق وراستی کے کرنے کے مانع اور مخالف ہوں۔ تم نے بے شک بغاوت کی اور ناحق کوشی کی اور جو لوگ فساد کا باعث ہیں ان کے طرف دار ہوئے اور بلاشبہ تم نے امارت کا دباؤ ہم پر ڈالا اور بے شک جو لوگ ہم سے لڑے اور لڑنے کو آتے ہیں وہ تمہاری امارت کی وجہ سے لڑتے ہیں لہٰذا اگر تم خلافت چھوڑ دو تو وہ لوگ برسر مقابلہ نہ آئیں گے۔ امیر المومنین عثمان یہ سن کر خاموش ہو کر اندر چلے گئے۔ پھر اس کے بعد گھر سے نہ نکلے۔ اہل مدینہ اور اصحاب کبار کو واپس جانے کی قسم دے کر واپس کیا۔ یوں سوائے حسن بن علیؓ، محمد بن طلحہ، عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) کے سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

ام حبیبہؓ سے نازیبا رویہ

بلوائیان مصر کوفہ اور بصرہ چالیس روز تک محاصرہ کئے رہے۔ اٹھارویں روز یہ خبر پھیل گئی کہ اسلامی فوجیں ممالک اسلامیہ سے آ رہی ہیں۔ بلوائیوں نے محاصرے میں سختی شروع کی۔ لوگوں کو امیر المومنین عثمان کے پاس جانے سے روک دیا۔ پانی اور کھانا بند کر دیا۔ امیر المومنین عثمان نے علی، طلحہ، زبیر اور امہات المومنین (رضی اللہ عنہم) کے پاس کہلا بھیجا کہ بلوائیوں نے میرا پانی بند کر دیا ہے۔ اگر تم لوگ مجھ کو پانی پہنچا سکتے ہو تو مجھے پانی بھیج دو۔ علی ابن ابی طالب اس دردناک خبر کو سنتے ہی علی الصبح سوار ہو کر بلوائیوں کے پاس گئے اور فرمایا: ''اے لوگو! تمہارا یہ فعل نہ مسلمانوں سے مشابہ ہے اور نہ کفار سے۔ تم لوگ اس شخص (یعنی عثمان) کا کھانا پانی بند نہ کرو۔ بلاشبہ رومی اور ایرانی بھی اپنے قیدیوں کو کھلاتے پلاتے ہیں۔'' بلوائیوں نے جواب دیا: ''نہیں واللہ ایسا کبھی نہ ہو گا۔'' علی ابن ابی طالب یہ سن کر لوٹ آئے۔ اس کے بعد ام المومنین ام حبیبہؓ کچھ کھانے کی چیزیں لے کر اپنے خچر پر سوار ہو کر آئیں۔ بلوائیوں نے روکا۔ آپ نے ارشاد کیا: میں اس شخص (یعنی عثمان) کے پاس جاتی ہوں اس غرض سے کہ بنی امیہ کی امانتیں اس کے پاس ہیں ایسا نہ ہو کہ بیوہ اور یتیموں کا مال ضائع ہو جائے۔'' بلوائی بولے: ''تم کو عثمان کے پاس ہم نہیں جانے دیں گے۔'' ام

المومنین ام حبیبہ گرتے گرتے بچیں۔ اہل مدینہ نے دوڑ کر پکڑلیا اور آہستہ آہستہ آپ کو آپ کے گھر واپس لائے۔''

اس کے بعد امیر المومنین عثمان اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہوئے اور اپنے حقوق اور سابق الاسلام ہونے کا اظہار کیا۔ بعض نے کہا: ''جانے دو اب عثمان سے درگزر کرو''۔ اس اثناء میں اشتر آ گیا لوگوں کو پھر جمع کر کے ورغلایا اور دوبارہ مخالفت پر ابھارا۔ بعد اس کے ام المومنین عائشہ صدیقہ نے حج کا قصد کیا اور اپنے بھائی محمد کو ساتھ لے جانے کی غرض سے بلایا۔ محمد بلوائیوں کے ہم نوالہ وہم پیالہ ہو رہے تھے لہٰذا ساتھ جانے سے انکار کیا۔ حنظلہ کاتب وحی بولے: ''تم کو ام المومنین اپنی ہمراہی کے لئے بلاتی ہیں تم ان کے ساتھ نہیں جاتے ہو اور آبرو باختہ اوباشوں کی پیروی کرتے ہو جو تمہارے شایان شان نہیں ہے۔'' بفرض محال اگر اس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ امیر المومنین عثمان مغلوب ہو گئے تو تم پر بنو عبد مناف متولی ومسلط ہو جائیں گے۔'' محمد بن ابی بکر نے کچھ جواب نہ دیا۔ حنظلہ کوفہ چلے گئے۔ طلحہ، زبیر اور تقریباً کل صحابائے کبار نے بلوائیوں کی زیادتیوں کی داستانیں سن سن کر اپنے اپنے دروازے بند کر لئے۔ نہ کسی سے ملتے تھے اور نہ باہر آتے تھے۔ آل حرام تھوڑے دنوں تک خفیہ طور سے امیر المومنین عثمان کے گھر میں پانی پہنچاتے رہے۔ ابن عباس دروازے پر بلوائیوں کی مدافعت کے لئے بیٹھے ہوئے تھے۔ امیر المومنین عثمان نے ان کو امیر حج مقرر کر کے مکہ معظمہ روانہ ہونے کا حکم دیا۔ ابن عباس بولے: مجھے ان بلوائیوں پر جہاد کرنا حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ مگر امیر المومنین عثمان نے ان کو قسم دے کر مجبور کیا۔ چنانچہ ابن عباس امیر حج ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہو گئے۔

بلوائیوں کی یورش

بلوائیوں نے جب یہ دیکھا کہ حجاج امیر المومنین عثمان ہی کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور ان کے مقرر کئے ہوئے امیر کے ساتھ ہی حج کو جاتے ہیں اور اطراف وجوانب سے جو لوگ آتے ہیں، وہ بھی انہی کا دم بھرتے آتے ہیں تو سب کے سب امیر المومنین عثمان کے شہید کرنے پر تل گئے اور ان کی شہادت کو اپنی گلوخلاصی کا ذریعہ سمجھ کر سب نے یورش کر کے دروازہ کھولنے کا ارادہ کیا۔ حسن بن علی، ابن زبیر، محمد بن طلحہ، مروان، سعید بن العاص، اور جو صحابہ کبار کے لڑکے ان کے ساتھ تھے انہوں نے بلوائیوں کو دروازہ کھولنے سے روکا۔ لڑے اور لڑ کر ان کو پیچھے ہٹایا۔ امیر المومنین عثمان کے کانوں تک یہ خبر پہنچی۔ لوگوں کو لڑنے سے منع فرما دیا اور قسم دے کر جدال وقتال سے روک کر اندر چلے آنے کا حکم دیا۔ بلوائیوں نے دروازے کو آگ لگا دی۔ دروازہ جل گیا۔ اندر گھسے۔ امیر المومنین عثمان اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور سورۃ طٰہٰ شروع کی تھی۔ چونکہ حاضرین مکان شریک نماز تھے لہٰذا کسی نے بھی بلوائیوں کو کسی فعل سے نہ روکا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ لوگ چلے گئے اور امیر المومنین عثمان قرآن پڑھنے لگے۔ جس وقت آیہ الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایماناً وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل پر پہنچے تو حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک اقرار لیا ہے اور میں اس پر قائم ہوں۔ یہ کہہ کر صحابہ کرام کے فرزندان کو لڑائی سے روکا۔ حسنؓ بن علیؓ سے کہا: ''تم اپنے باپ کے پاس چلے جاؤ۔'' اس پر بھی حسنؓ بن علیؓ بلوائیوں سے لڑے۔ مغیرہ بن الاخنس ابن شریق بھی چند لوگوں کو لے کر بلوائیوں کے مقابلہ پر آئے۔ لڑائی ہوئی مغیرہ شہید ہو گئے۔ پھر ابو ہریرہؓ یہ کہتے ہوئے آئے: ''یاقوم مالی ادعوکم الی النجاۃ وتدعوننی الی النار'' (اے لوگو! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم لوگ مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو) اور لڑنے لگے۔

باب: ۱۹

حضرت عثمانؓ کی المناک شہادت

امیر المومنین عثمان نے حضرت ابو ہریرہؓ کو بھی لڑائی سے روکا۔ اس کے بعد بلوائی مکان کے عقب سے جس جانب عمرو بن الحرام کا مکان تھا، سیڑھی لگا کر گھس آئے۔ ان لوگوں کو اس کی اطلاع تک نہ ہوئی کیونکہ وہ حفاظت کی غرض سے دروازے پر تھے۔ ایک بلوائی امیر المومنین عثمان کے پاس گیا اور خلع خلافت کی بابت بحث کرنے لگا۔ آپ نے انکار کیا۔ یہ شخص واپس آیا۔ دوسرا پھر تیسرا گیا اور ہر ایک خلع خلافت کی بابت گفتگو کرتا اور واپس آتا تھا۔ اس اثناء میں عبداللہ ابن سلام آئے۔ انہوں نے بلوائیوں کو سمجھانا شروع کیا۔ بلوائی لڑنے اور مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس کے بعد محمد بن ابی بکر امیر المومنین عثمان کے پاس گئے اور دیر تک گفتگو کرتے رہے جس کے ذکر کی حاجت نہیں ہے لیکن پھر شرما کر چلے آئے۔ بعد ازاں کمینوں کا ایک گروہ پہنچا۔ ان میں سے ایک نے آپ پر تلوار چلائی۔ نائلہ بنت الفراضہ (آپ کی بیوی) نے ہاتھ سے روکا۔ انگلیاں کٹ گئیں، دوسرے نے وار کیا۔ خون کا قطرہ مصحف کریم پر گرا اور آپ شہید ہو گئے۔

نعش کی بے حرمتی

امیر المومنین حضرت عثمان کی شہادت کے بعد آپ کے غلاموں نے بلوائیوں سے مقابلہ کیا۔ بلوائی اور چند غلام کام آئے۔ بلوائیوں نے گھر میں جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ عورتوں کے کپڑے اور زیورات تک چھین لئے۔ بیت المال کی طرف گئے اور اس کو تاراج کیا۔ بلوائیوں میں سے ایک نے امیر المومنین کا سر اتارنے کا ارادہ کیا لیکن عورتوں نے شور مچایا۔ ابن عدیس نے کہا: ''جانے دو اس کے سر سے ہم کو کوئی سروکار نہیں ہے''۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جس نے امیر المومنین عثمان کے قتل کا بیڑا اٹھایا تھا۔ وہ کنانہ بن بشر تجیبی تھا اور اسی نے تلوار چلائی تھی۔ عمرو بن حمق نے نیزہ کے چند زخم پہنچائے تھے۔ عمیر بن ضابی نے ٹھوکریں ماری تھیں جس سے چند پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ ٹھوکریں لگانے کے وقت یہ کہتا جاتا تھا: ''کیوں تم ہی نے میرے باپ کو قید کیا تھا جو بے چارہ قید ہی کی حالت میں مر گیا۔''

تجہیز و تکفین

امیر المومنین حضرت عثمان کی شہادت اٹھارویں ذی الحجہ 35ھ یوم جمعہ کو ہوئی۔ تین دن تک بے گور و کفن پڑے رہے۔ حکیم ابن حزام اور جبیر بن معظم، علی ابن ابی طالب کے پاس گئے۔ آپ نے دفن کرنے کی اجازت دی۔ شب کے وقت مابین مغرب و عشاء جنازہ لے کر نکلے۔ جنازے کے ساتھ زبیر، حسن، ابوجہم بن حذیفہ، مروان وغیرہ تھے۔ جنت البقیع کے باہر حس کوکب میں دفن کیا، جبیر بن معظم نے نماز پڑھائی مگر بعض مورخوں کا کہنا ہے کہ مروان نے اور بعض کہتے ہیں کہ حکیم نے پڑھائی تھی۔ روایت کی جاتی ہے کہ بلوائیوں میں سے چند لوگوں نے دفن کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے بھی تعرض کیا تھا۔ مگر علی ابن ابی طالب نے ان کو جھڑکا اور سختی سے روکا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ علی، طلحہ، زید بن ثابت، کعب بن مالک بھی شریک جنازہ تھے اور بغیر غسل کے انہی کپڑوں کے ساتھ عثمانؓ کو دفن کیا گیا جو آپ پہنے ہوئے تھے۔

عہد عثمانیؓ کے عمال

بوقت شہادت ممالک اسلامیہ میں عمال اس تفصیل سے تھے۔ مکہ میں عبداللہ بن الحضرمی، طائف میں قاسم بن ربیعہ ثقفی، صنعاء میں یعلی بن

منبہ، جند میں عبداللہ بن ربیعہ، بصرے میں عبداللہ بن عامر، شام میں معاویہ بن ابی سفیان، حمص میں عبدالرحمن بن خالد، قنسرین میں حبیب بن مسلمہ، اردن میں ابوالاعور سلمی اور بحرین میں عبداللہ بن قیس فرازی عامل تھے۔ فلسطین صوبہ شام میں شامل تھا اس کی حکومت پر معاویہ کی طرف سے علقمہ بن حکیم کندی مامور تھا۔ عہدہ قضا پر ابوالدرداء تھے۔ کوفہ میں امامت ابوموسیٰ اشعری کرتے تھے۔ میدان جنگ کی افسری قعقاع بن عمرو کے پاس تھی۔ سواد کے صیغہ مال پر جابر مزنی اور سماک انصاری مامور تھے۔ قرقیسیا میں جریر بن عبداللہ، آذربائیجان میں اشعث بن قیس، حلوان میں عتبہ بن نہاس، اصفہان میں سائب بن اقرع اور سبدان میں خنیس گورنر تھے۔ مدینہ منورہ میں بیت المال کے افسر عقبہ بن عمرو اور قضاء پر زید بن ثابت تھے۔

باب: ۲۰

حضرت علی بن ابی طالبؓ

35ھ تا40ھ

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد طلحہ، زبیر اور مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ علی ابن ابی طالبؓ کے پاس بیعت کرنے کو گیا۔ علیؓ نے کہا: ''اکون وزیرا الکم خیر من ان اکون امیر اور اخترتم رضیتم'' (امیر ہونے سے میں وزیر ہونے کو بہتر سمجھتا ہوں تم جس کو منتخب کرو گے میں بھی اس کو منتخب کروں گا) ان لوگوں نے منت وسماجت سے کہا: ''ہم تم سے زیادہ کسی کو امارت کا مستحق نہیں پاتے اور نہ تمہارے علاوہ اور کسی کو منتخب کر سکتے ہیں۔''

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی مشروط بیعت

علی ابن ابی طالبؓ ان لوگوں کے اصرار کی وجہ سے مسجد میں تشریف لائے اور صحابہ کرام کے مواجہ میں طلحہ اور زبیر سے کہا: ''میں تمہیں اختیار دیتا ہوں اگر تم پسند کرتے ہو تو میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں اور تم راضی ہو تو میرے ہاتھ پر بیعت کرو۔'' انہوں نے کہا: ''نہیں! ہم تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔'' یہ کہہ کر طلحہ نے اور پھر زبیر نے بیعت کی۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ بیعت کے بعد طلحہ اور زبیر نے کہا تھا کہ ہم نے بخوف جان اور یہ خیال کر کے علیؓ ہمارے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے، بیعت کی ہے اور چار ماہ کے بعد وہ مکہ چلے گئے تھے۔

صحابہ کبار کا بیعت کرنے سے انکار

طلحہ اور زبیر کے بعد حاضرین جلسہ نے بیعت کی۔ اس کے بعد سعد بن ابی وقاص لائے گئے اور بیعت کرنے کو کہا گیا۔ سعد نے جواب دیا: ''اور لوگوں کو بیعت کر لینے دو تو میں بیعت کروں۔'' علی نے کہا: ''رہنے دو''۔ پھر ابن عمر لائے گئے۔ ابن عمر نے بھی ایسا ہی کہا۔ لوگوں نے کہا: ''کوئی ضامن لاؤ''۔ ابن عمر بولے: ''میں ضامن نہیں دے سکتا''۔ اشتر نے کہا: ''مجھے اجازت دیجئے میں اس کو قتل کر ڈالوں۔'' علی ابن ابی طالبؓ نے فرمایا: ''چھوڑو میں اس کا ضامن ہوں''۔ اس کے بعد انصار نے بیعت کی لیکن کچھ لوگوں نے بیعت سے تخلف کیا۔ انصار سے حسان بن ثابت، کعب بن مالک، مسلمہ بن مخلد، ابو سعید خدری، محمد بن مسلمہ، نعمان بن بشیر، زید بن ثابت، رافع بن خدیج، فضالہ بن عبید، کعب بن عجزہ اور سلمہ بن سلامہ بن وقش نے اور مہاجرین سے عبداللہ بن سلام، صہیب بن سنان، اسامہ بن زید، قدامہ بن مظعون اور مغیرہ بن شعبہ نے بیعت نہیں کی۔ نعمان بن بشیر، نائلہ زوجہ عثمان کی کٹی ہوئی انگلیاں اور حضرت عثمان کا خون آلودہ قمیض لے کر شام چلے گئے۔

انتخاب خلیفہ کا مسئلہ

بعض نے کہا کہ شہادت عثمان ذی النورینؓ کے پانچ یوم تک نافقی بن حرب مدینہ منورہ کا امیر رہا اور بعد ازاں مصر کے بلوائی جمع ہو کر علی ابن ابی طالبؓ کے پاس آئے۔ کوفہ والے زبیر کے پاس، بصرہ والے طلحہ کے پاس گئے اور متفق ہو کر سعد اور ابن عمر کو منصب خلافت پر فائز کرنا چاہا۔ انہوں نے بھی انکار کیا تو بلوائیوں کو سخت تردد دامن گیر ہوا۔ کوئی شخص امارت وخلافت قبول نہ کرتا تھا۔

اہل مدینہ کو دھمکی

پھران میں جوذراعقل وہوش رکھتے تھے انہوں نے یہ خیال کر کے کہ ان عوام کالانعام کا بغیر نصب امام واپس جانا فتنہ وفساد برپا کرنا ہے۔ اہل مدینہ کو یکجا کیا اور یہ کہا کہ تم لوگ اہل شوریٰ ہو۔ تمہارا حکم تمام امت محمدؐ پر جائز ونافذ ہے۔ امام مقرر کرو۔ ہم تمہارے مطیع ہیں اور اس کام کو انجام دو۔ دو دن کی مہلت ہم دیتے ہیں۔ اگر مدت مقررہ میں تم نے امام منتخب نہ کیا تو ہم فلاں فلاں اشخاص کو مار ڈالیں گے۔ اہل مدینہ یہ سن کر علی ابن ابی طالب کے پاس گئے۔ انہوں نے خلافت سے انکار کیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اگر آپ خلافت کا عہدہ قبول نہیں کرتے ہیں تو فتنے کا دروازہ کھل جائے گا۔ علیؓ نے مجبور ہو کر اگلے دن کا وعدہ کیا۔ صبح ہوتے وہ لوگ پھر آ پہنچے۔ حکیم بن جبلہ مصریوں کے ساتھ اور اشتر کوفیوں کے ہمراہ حاضر ہوا۔ حکیم بن جبلہ نے زبیر کو، اشتر نے طلحہ کو بہ جبر لا کر پیش کیا لہٰذا ان لوگوں نے علی ابن ابی طالبؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

خطبہء خلافت

علی ابن ابی طالبؓ مسجد میں آئے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا: ''اے لوگو! مجھ پر کسی کا کوئی حق سوائے اس کے نہیں ہے کہ مجھ کو تم نے امارت کے لئے منتخب کیا ہے۔ کل تم لوگ میرے پاس پریشان ہو کر آئے تھے اور میں خلافت وامارت سے گریز کر رہا تھا مگر تم لوگ اس پر مصر ہوئے کہ میں تمہارا امیر بنوں اور تمہاری قسمت کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہو۔'' حاضرین نے کہا: ''ہاں ہم لوگ اب تک اپنے اسی خیال پر قائم ہیں۔'' علی ابن ابی طالبؓ بولے: اللھم اشھد (اے اللہ تو گواہ رہنا) اس کے بعد وہ لوگ لائے گئے، جنہوں نے بیعت سے تخلف کیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے بھی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ واقامتہ الحدود پر بیعت کی۔ پھر عوام کے بیعت کرنے کے بعد علی ابن ابی طالب نے خطبہ دیا۔ یہ واقعہ یوم جمعہ کا ہے جب کہ پانچ راتیں ذی الحجہ 35ھ کی باقی رہ گئی تھیں۔

حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص کا مطالبہ

علی ابن ابی طالبؓ خطبہ دے کر اپنے مکان پر واپس آئے۔ طلحہ اور زبیر آئے اور کہا چونکہ ہم نے بیعت اس شرط سے کی ہے کہ حدود وقصاص جاری وقائم کرو گے۔ لہٰذا تم اس شخص (عثمانؓ) کے قاتلوں سے قصاص لو۔ علی ابن ابی طالبؓ نے جواب دیا: ''جب تک لوگ راہ راست پر نہ آلیں اور کل امور منتظم نہ ہو جائیں، تب تک میں تمہاری رائے پر عمل نہیں کر سکتا۔ مجھ میں ایسی قدرت نہیں ہے، حالانکہ مجھ کو خود عثمان کے حقوق اور قصاص کی فکر ہے''۔ طلحہ اور زبیر یہ سن کر چلے آئے اور قاتلین عثمانؓ کے قصاص کی بابت سرگوشیاں ہونے لگیں۔

علی ابن ابی طالبؓ کو اس کی خبر لگی۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گئے خطبہ دیا: عہدۂ خلافت کی ذمہ داریوں اور موجودہ ضرورتوں اور قتل عثمانؓ سے اپنی برأت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد مروان اور چند بنی امیہ شام روانہ ہو گئے، علی ابن ابی طالبؓ روک نہ سکے۔ تیسرے دن عربوں کو واپس جانے کا حکم دیا لیکن ان لوگوں نے بھی تعمیل حکم سے انکار کیا۔ ساتھ ہی اس کے فرقہ سبیہ نے فتنہ وفساد پر آمادگی ظاہر کی۔

اس اثناء میں طلحہ اور زبیر آ گئے اور لوگوں سے تبادلہ خیالات کے لئے کوفہ اور بصرہ جانے کی اجازت حضرت علیؓ سے طلب کی۔ لیکن ابن ابی طالبؓ نے کسی مصلحت سے اجازت نہ دی۔ پھر مغیرہ آئے اور رائے دی کہ جب تک حکومت وخلافت کو استقلال حاصل نہ ہو۔ تب تک عمال عثمان کو برقرار رکھئے۔ استقلال واستقرار حکومت کے بعد جس کو چاہئے گا معزول وتبدیل کر دیجئے گا۔ جواب دیا: ''یہ مجھ سے نہ ہوگا''۔ پھر دوسرے دن مغیرہ نے آ کر کہا: ''جہاں تک جلد ممکن ہو عمال عثمان کو معزول وتبدیل کر دیں''۔ ابن عباس نے یہ سنا تو بولے: ''مغیرہ نے کل تم کو نصیحت کی تھی اور آج تم کو دھوکا دیا۔'' علی ابن ابی طالبؓ بولے: ''پھر کیا رائے ہے۔''

ابن عباسؓ: مناسب تو یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت تم مکہ چلے جاتے۔ لیکن اب بہتر یہ ہے کہ عمال عثمان مثلاً معاویہ وغیرہ کو بحال رکھو یہاں تک کہ حکومت وخلافت کو استقلال اور استحکام حاصل ہو جائے۔ ورنہ بنی امیہ لوگوں کو یہ دھوکا دیں گے کہ ہم قاتلین عثمان سے قصاص

طلب کرتے ہیں۔ جیسا کہ اہل مدینہ کہہ رہے ہیں اور اس طرح وہ تمہاری خلافت کو درہم برہم کر دیں گے اور تم ان کو روک نہ سکو گے۔''

حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی مکالمت

علیؓ ابن ابی طالب: واللہ لا اعطیہ الا السیف (واللہ) ہم معاویہ کو سوائے تلوار کے اور کچھ نہیں دیں گے۔

ابن عباسؓ: تم بہادر ضرور ہو لیکن لڑائی میں صائب الرائے نہیں ہو۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''الحرب خدعۃ۔''

علیؓ ابن ابی طالب: ہاں، یہ سچ ہے۔

ابن عباسؓ: واللہ اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو تو میں تم کو ایسے راستہ پر چلاؤں کہ وہ انجام کار پر غور ہی کرتے رہ جائیں اور پیش پا افتادہ امور بھی ان کو نہ سوجھیں۔ اس میں نہ تمہارا کچھ نقصان ہے اور نہ کچھ گناہ ہے۔

علیؓ: مجھ میں نہ تمہاری خصلتیں ہیں اور نہ ہی معاویہ کی۔

ابن عباسؓ: اچھا تم اپنا مال واسباب لے کر ینبوع چلے جاؤ اور اپنے اوپر اپنا دروازہ بند کر لو۔ اس سے عرب خوب سرگردان و پریشان ہوں گے مگر تمہارے سوا کسی کو لائق امارت نہ پائیں گے اور اگر تم ان لوگوں کے ساتھ اٹھو گے تو کل ہی تم پر خون عثمان کا الزام لگا دیا جائے گا۔

علیؓ: نہیں! میں جو کہوں تم اس پر عمل کرو۔

ابن عباسؓ: بے شک یہی مناسب ہے اور میرے حق میں یہی بہتر ہے۔

علیؓ: میں نے تم کو شام کا والی مقرر کیا۔ تم سامان سفر درست کر کے شام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

ابن عباسؓ: یہ رائے مناسب نہیں ہے۔ معاویہ، عثمان کا ایک جدی بھائی اور ان کا عامل ہے اور مجھ کو تمہارے ساتھ قرابت کا تعلق ہے۔ وہ مجھ کو وہاں پہنچتے ہی خون عثمان کے عوض قتل کر ڈالے گا یا قید کر دے گا۔ بہتر یہ ہے کہ معاویہؓ سے خط وکتابت کرو اور اس سے کسی طرح بیعت لے لو۔ علی ابن ابی طالبؓ نے انکار میں جواب دیا۔ عبداللہ ابن عباسؓ خاموش ہو گئے۔ مغیرہ بن شعبہ جو امیر المومنین علیؓ کے پاس گئے تھے اور عمال کی معزولی اور بحالی کی بابت کچھ عرض ومعروض کیا تھا اور جس کو امیر المومنین نے قبول نہ فرمایا اس بنا پر وہ ناراض ہو کر مکہ چلے گئے۔

عمال کی تقرری

امیر المومنین علیؓ نے اپنی خلافت کے پہلے ہی سال اور ہجرت کے 36ھ میں بصرے پر عثمان بن حنیف کو، کوفہ پر عمارہ بن شہاب کو، یمن پر عبداللہ بن عباس کو، مصر پر قیس بن سعد کو، اور شام پر سہیل بن حنیف کو والی بنا کر بھیجا۔ عثمان بن حنیف بصرہ پہنچے۔ کچھ لوگوں نے ان کی امارت تسلیم کر کے اطاعت قبول کی اور بعض نے کہا کہ بالفعل ہم سکوت کرتے ہیں اور آئندہ جو اہل مدینہ کریں گے، اس کی ہم پیروی کریں گے۔ کوفہ کی طرف عمارہ بن شہاب روانہ کیے گئے تھے۔ مقام زبالہ میں پہنچے تھے کہ طلیحہ بن خویلد سے ملاقات ہوگئی۔ صاحب سلامت ہونے کے بعد طلیحہ کو معلوم ہوا کہ یہ امیر کوفہ ہو کر جا رہے ہیں۔ طلیحہ نے کہا ''بہتر یہ ہے کہ تم واپس لوٹ جاؤ کیونکہ اہل کوفہ اپنے امیر ابوموسیٰ کو تبدیل نہیں کرنا چاہتے اور اگر تم میرا کہنا نہ مانو گے تو میں تمہاری گردن بھی اڑا دوں گا''۔ یہ سن کر عمارہ آگے نہ بڑھے، واپس آئے۔ عبیداللہ ابن عباس کے یمن میں داخل ہونے سے قبل ہی یعلی بن منیہ مال واسباب فراہم کر کے مکہ روانہ ہو گیا تھا اس سبب سے عبیداللہ بن عباس باطمینان تمام یمن میں داخل ہو گئے۔

ابن سعد کی مصر کو روانگی

قیس بن سعد مصر جا رہے تھے۔ ایلہ میں نے سواروں کے ایک دستے سے ملاقات ہوئی جو مصر سے آ رہا تھا۔ انہوں نے دریافت کیا: ''تم کون ہو؟'' جواب دیا میں قیس بن سعد ہوں عثمان کا ہوا خواہ ہوں میں اس شخص کو ڈھونڈھتا ہوں جو فتنہ وحوادث کے زمانہ میں امن کے ساتھ پناہ گزیں ہو،

میں اس کی اعانت کو تیار ہوں۔ قیس یہ کہہ کر آگے بڑھے رفتہ رفتہ مصر پہنچے امیر المومنین علیؓ کا فرمان دکھلایا۔ مصریوں کے چند گروہ ہو گئے بعض نے قیس کا ساتھ دیا، اطاعت قبول کی، اور چند لوگوں نے بہ انتظار قصاص قاتلین عثمان، سکوت اختیار کیا اور کچھ نے یہ کہا کہ جب تک ہمارے بھائی مدینہ سے واپس نہ آئیں گے۔ اس وقت تک ہم کچھ نہ کریں گے نہ کسی کی اطاعت قبول کریں گے اور نہ کسی کی امارت کے منکر ہوں گے۔

ابن حنیف کی واپسی

سہیل بن حنیف جو امیر شام ہو کر جا رہے تھے تبوک پہنچے۔ چند سواروں سے ملاقات ہوئی، سواروں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ سہیل نے جواب دیا "میں امیر شام ہوں"۔ سواروں نے کہا تم کو اگر عثمان کے سوا اور کسی نے امیر مقرر کر کے روانہ کیا ہو تو لوٹ جاؤ۔ سہیل یہ سن کر مدینہ کی طرف لوٹے۔ ان کے پہنچنے کے بعد ہی اور عمال کی بھی اسی طرح کی اطلاعات آئیں۔ امیر المومنین علیؓ نے طلحہ اور زبیر کو بلا کر کہا "افسوس! میں جس امر سے تم کو ڈراتا تھا وہی پیش آیا۔ طلحہ اور زبیر نے یہ سن کر مدینہ سے چلے جانے کی اجازت طلب کی۔ پھر امیر المومنین علیؓ نے ایک خط لکھ کر معبد اسلمی کی معرفت ابوموسیٰ کی جانب روانہ کیا۔ ابوموسیٰ نے جواب لکھا "اہل کوفہ نے میرے ہاتھ پر آپ کی بیعت کی ہے اکثر نے بہ رضا و رغبت اور بعضوں نے باکراہ"۔ اسی زمانہ میں دوسرا خط سبرہ جہنی کے ہاتھ معاویہ کے پاس بھیجا گیا۔ معاویہ نے شہادت عثمانؓ کے بعد تین ماہ تک کچھ جواب نہ دیا۔ بعد ازاں قبیصہ عبسی کو ایک خط سر بہ مہر دیا جس کا عنوان یہ تھا من معاویہ الیٰ علی علاوہ اس کے کچھ زبانی پیام کہہ کر قاصد کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانہ کیا۔

امیر معاویہؓ کا قاصد

سبرہ اور قبیصہ ربیع الاول 36ھ میں داخل مدینہ ہوئے اور جس طرح معاویہ نے کہا تھا۔

اسی طرح قبیصہ نے پیام ادا کر کے خط دیا مہر توڑی گئی لفافہ کھولا گیا تو اس میں سوائے عنوان کے اور کچھ نہیں تحریر کیا تھا۔ امیر المومنین علیؓ تیوری چڑھا کر بولے: "یہ کیا معاملہ ہے؟" قبیصہ نے عرض کی: "میں قاصد ہوں مجھے امن ہے۔" آپ نے فرمایا: ہاں!" قبیصہ نے گزارش کی کہ "میں شام میں ایسے لوگوں کو چھوڑ آیا ہوں جو کسی طرح آپ سے راضی نہ ہوں گے میں نے ساٹھ ہزار شیوخ کو دیکھا ہے کہ وہ لوگ عثمان کی خون آلودہ قمیض پر روتے ہیں اور یہ قمیض لوگوں میں جوش پیدا کرنے کی غرض سے جامع دمشق کے منبر پر رکھا ہے"۔ امیر المومنین علی نے کہا: "کیا وہ لوگ مجھ سے عثمان کے خون کا بدلہ طلب کرتے ہیں؟ اے اللہ میں خون عثمان سے بری ہوں۔ قاتلین عثمان سے اللہ سمجھے" یہ کہہ کر قبیصہ کو معاویہ کی طرف لوٹایا۔ فرقہ سبیہ نے چلا کر کہا کہ: "اس کتے کو مارو جو کتوں کی طرف سے آیا ہے" قبیصہ نے بلند آواز سے کہا: "اے آل مصر! اے آل قیس! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میرا بال بھی بیکا ہوا تو میں چار ہزار آدمیوں کو میدان میں لاؤں گا۔ اس وقت تم دیکھو گے کہ کتنے پیادے اور کتنے سوار ہیں، دوڑو اور مدد کرو!" چنانچہ آل مصر نے قاصد کو فرقہ سبیہ کی تکلیف و ایذا رسانی سے بچا لیا۔

شام پر فوج کشی کا فیصلہ

اس کے بعد اہل مدینہ نے زید بن حنظلہ تمیمی کو امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں جنگ معاویہ کے بارے میں ان کے خیالات دریافت کرنے کو بھیجا۔ یہ ایک مدت سے آپ کے پاس نہیں گیا تھا۔ امیر المومنین علیؓ نے تھوڑی دیر تک اسے بٹھائے رکھا۔ پھر مخاطب ہو کر کہا: "آمادہ ہو جاؤ" زیاد نے دریافت کیا: کس کام کے لئے؟ ارشاد کیا: شام کی لڑائی پر! عرض کی "نرمی اور ملاطفت ہی مناسب ہے کیا آپ نے اے امیر المومنینؓ یہ نہیں سنا"؟

ومن لم یصانع فی امور کثیرہ — یضرس بانیاب و یوطا بمسن

امیر المومنین علیؓ نے جواباً کہا:

متی یجمع القلب الزکی و صارما وانفا حمیا تجتنبک والمظالم

زیاد سمجھ گیا کہ امیر المومنین حضرت علیؓ طرح دینے والے نہیں ہیں اور معاویہ سے ضرور معرکہ آرائی کریں گے۔ لہٰذا وہ اٹھ کر اہل مدینہ کے پاس آیا اور جناب موصوف کی رائے سے مطلع کیا۔

جنگ کی تیاریاں اور اہلِ مکہ کی مخالفت

اس کے بعد طلحہ اور زبیر عمرہ کی اجازت لے کر مکہ چلے گئے اور امیر المومنین علیؓ نے شام پر فوج کشی کا قصد مصمم کر کے اہل مدینہ کو جنگ شام کی ترغیب دی۔ سامان سفر و جنگ مہیا کرنے کا حکم دیا۔ محمد بن حنفیہ کو سر لشکر مقرر کیا۔ میمنہ پر عبداللہ بن عباس کو، میسرہ پر عمرو بن ابی سلمہ کو، کچھ کہتے ہیں کہ عمرو بن سفیان بن عبدالاسد کو اور ابو لیلیٰ بن عمرو الجراح برادر امین الامتہ ابو عبیدہ کو مقدمتہ الجیش پر متعین کیا۔ اس لشکر کے کسی حصے پر ان لوگوں کو امیر نہیں مقرر کیا جنہوں نے عثمان بن عفان پر خروج کیا تھا۔ مدینہ کو قثم بن عباس کے سپرد فرمایا۔ قیس بن سعد کو مصر میں، عثمان بن حنیف کو بصرہ میں، ابو موسیٰ کو کوفہ میں لشکر کے فراہم کرنے اور کمک روانہ کرنے کا حکم لکھ بھیجا۔ ابھی شام پر فوج کشی کی تیاری چل ہی رہی تھی کہ اہل مکہ کی مخالفت کی خبر گوش گزار ہوئی۔ امیر المومنین علیؓ نے شام کی عزیمت فسخ کر دی۔

جس وقت اہل مکہ کی خبر امیر المومنین کو پہنچی لوگوں کو جمع کر کے بیان کیا: ''بے شک طلحہ، زبیر اور عائشہ بظاہر لوگوں کو اصلاح کی طرف بلاتے ہیں مگر در پردہ میری خلافت کو درہم برہم کرنا چاہتے ہیں لیکن میں اس وقت تک برداشت کروں گا جب تک تمہاری جماعت پر مجھے کسی امر کا اندیشہ نہ ہوگا۔ اور میں رکا رہوں گا اگر وہ لوگ رکے رہے۔'' امیر المومنین حضرت علیؓ نے یہ کہہ کر مکہ کا ارادہ کیا۔ اہل مدینہ کو تیاری کا حکم دیا مگر ان لوگوں کو یہ امر شاق گزرا۔ پھر آپ نے کمیل نخعی کے ذریعہ عبداللہ بن عمر کو بلا بھیجا اور ہمراہ چلنے کو کہا۔ عبداللہ بن عمر نے جواب دیا ''ہم اہل مدینہ ہیں لہٰذا جو اہل مدینہ کریں گے وہی ہم کریں گے۔'' ابن عمر یہ کہہ کر کہ واللہ ایسا نہ ہوگا اپنے گھر واپس آئے۔

ابن عمرؓ کی روانگی

اس کے بعد ام کلثوم بنت امیر المومنین علیؓ زوجہ فاروق اعظمؓ نے حاضر ہو کر اہل مدینہ کی جو اطلاعات ملتی تھیں گوش گزار کیں۔ اس کے دوسرے دن یہ غلط خبر مشہور ہوئی کہ ابن عمر شام کو روانہ ہو گئے، علی ابن ابی طالبؓ نے ناکہ بندی کر لی۔ شام کے راستوں پر آدمیوں کو پھیلا دیا۔ ام کلثوم یہ سن کر حاضر ہوئیں۔ اس وقت جناب موصوف بازار مدینہ میں کھڑے لوگوں کو ابن عمر کی گرفتاری کے لئے روانہ کر رہے تھے۔ ام کلثوم نے کہا: ''اے بزرگ باپ! ابن عمر عمرہ کے ارادے سے مکہ جاتے ہیں نہ کہ تمہاری مخالفت کو! وہ تمہارے مطیع ہیں۔'' علی ابن ابی طالبؓ کو یقین ہو گیا اور خیالات تبدیل ہو گئے۔ پھر اہل مدینہ کو مخاطب کر کے اہل مکہ کی طرف انہیں خروج پر آمادہ کیا اور اہل مدینہ تیار و آمادہ ہو گئے۔ سب سے پہلے جس نے مستعدی ظاہر کی۔ وہ ابو الہیثم بن التیہان بدری اور خزیمہ بن ثابت تھے۔ زیاد بن حنظلہ نے یہ دیکھ کر کہ اہل مدینہ علی ابن ابی طالب کے ہمراہ بجبر روانہ ہو رہے ہیں خود آمادگی ظاہر کی اور بمواجہ عام بہ آواز بلند علی ابن ابی طالبؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ جو شخص تمہارے ساتھ چلنے سے گریز کرے گا میں اس سے سمجھ لوں گا اور تمہارے مخالفوں سے لڑائی کروں گا۔

حضرت عائشہؓ کی طرف سے قصاصِ عثمانؓ کا مطالبہ

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ زمانہ محاصرہ عثمانؓ ابن عفان میں بقصد حج مکہ گئی ہوئی تھیں اور بعد ادائے مناسک حج مدینہ کو لوٹ آ رہی تھیں۔ اثناء راہ میں مقام سرف میں بنی لیث کے ایک شخص عبید اللہ بن ابی سلمہ سے ملاقات ہو گئی۔ دریافت کیا کہ مدینہ کا کیا حال ہے؟ جواب دیا عثمانؓ شہید ہو گئے اور مسلمانوں نے علیؓ کی خلافت کی بیعت کر لی۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے ارشاد کیا: ''واللہ عثمان مظلوم مارے گئے، میں ان کے خون کا بدلہ لوں گی'' کسی نے کہا: ''آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں اور اس سے قبل آپ کیا کہتی تھیں۔'' جواب دیا: ''بے شک ان لوگوں نے پہلے عثمانؓ سے توبہ کرائی پھر

ان کو شہید کیا''۔غرض ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اس مقام سے لوٹ کر مکہ واپس آئیں تو لوگوں کا ایک مجمع ہوگیا۔آپ نے فرمایا ''افسوس ہے کہ اطراف وجوانب کے شہروں اور جنگلوں اور مدینہ کے غلاموں نے جمع ہو کر بلوہ کیا اور اس شخص مقتول (عثمانؓ) سے مخالفت کی۔اس وجہ سے کہ اس نے نوعمروں کو عامل مقرر کیا تھا لہٰذا جب ان لوگوں نے اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل نہ قائم کی تو اس کی دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے۔بدعہدی کی جس خون کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا اس کو بہایا۔جس شہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت گاہ بنایا تھا وہاں خون ریزی کی اور جس مہینہ میں خون ریزی ممنوع تھی اس میں کشت وخون کیا۔جس مال کا لینا جائز نہ تھا اس کو لوٹ لیا۔اللہ کی قسم! عثمانؓ کی ایک انگلی بلوائیوں جیسے تمام عالم سے افضل ہے اور بے شک جس وجہ سے وہ عثمانؓ کی عداوت پر کمر بستہ ہوئے تھے اس سے عثمان پاک وصاف ہو گیا تھا جیسا کہ سونا،کیٹ سے اور کپڑا میل سے صاف ہو جاتا ہے۔''عبداللہ بن حضرمی جو عثمان کی طرف سے مکہ کے عامل تھے،بولے''سب کے پہلے خون عثمان کا بدلہ لینے والا میں ہوں''اس کلام کے تمام ہوتے ہی بنی امیہ نے جو شہادت عثمانؓ کے بعد مکہ چلے آئے تھے۔سمعاً و طاعۃً آمادگی ظاہر کی از انجملہ سعید بن العاص،ولید بن عقبہ وغیرہ تھے۔

اس عرصہ میں عبداللہ بن عامر،بصرہ سے،یعلی بن منیہ یمن سے چھ سواونٹ اور چھ لاکھ دینار لے کر مکہ آئے۔طلحہ وزبیر بھی مدینہ سے مکہ آ گئے۔ام المومنین عائشہؓ نے پوچھا:''تم لوگ کیسے آئے؟''جواب دیا:''بلوائیوں کے خوف سے!وہ لوگ،اخیار اور شرفاء مدینہ پر مستول ہو گئے ہیں اور حق کو باطل سے ممتاز نہیں کرتے۔''ام المومنین عائشہؓ نے کہا:انھضوا بنا الیھم (ہمارے ساتھ ان کی طرف خروج کرو) کچھ نے شام جانے کی رائے دی۔ابن عامر بولے:شام میں معاویہؓ ہیں وہ بلوائیوں کی روک تھام کو کافی ہیں لہٰذا بصرے کی طرف چلو۔میری بات وہاں بنی ہوئی ہے اور لوگوں کا رجحان طلحہ کی جانب ہے۔حاضرین بولے:''یہی مناسب ہے کیونکہ جس قدر ہمارے ساتھی ہیں وہ ان لوگوں کا حملہ نہ برداشت کر سکیں گے جو مدینہ میں ہیں اور جب ہم بصرہ پر قبضہ کر لیں گے تو اہل بصرہ کو بھی قصاص عثمان پر آمادہ وتیار کر لیں گے جیسا کہ اہل مکہ کو آمادہ ومستعد کر لیا ہے اس وقت بہ آسانی قاتلین عثمانؓ سے ہم جنگ کر سکیں گے۔سب نے اس رائے سے اتفاق کر کے عبداللہ بن عمر کو بلوایا اور قاتلین عثمانؓ پر خروج کرنے کو کہا۔عبداللہ بن عمر نے انکار کیا اور یہ کہا کہ ہم مدینہ والوں کے ساتھ ہیں جو وہ کریں گے وہی ہم بھی کریں گے۔امہات المومنین جو ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ مکہ سے مدینہ جانے والی تھیں۔بصرہ کا ارادہ سن کر ٹھہر گئیں۔ام المومنین حفصہؓ نے ہمراہی کا ارادہ کیا لیکن اپنے بھائی عبداللہ بن عمر کے کہنے سے رک گئیں۔

حضرت عائشہؓ کی بصرہ کو روانگی

غرض ابن عمر اور یعلی بن منیہ نے اپنے مال واسباب سے قافلہ کی روانگی کا سروسامان درست کیا اور یہ منادی کرائی کہ ام المومنین عائشہؓ طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) بصرہ جا رہے ہیں۔جس شخص کو اسلام سے ہمدردی اور خون عثمان کا بدلہ لینا منظور ہو اور اس کے پاس سواری نہ ہو وہ آئے،اس کو سواری دی جائے گی۔چنانچہ چھ سو آدمی چھ سو اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ ومدینہ کے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ بصرہ روانہ ہوئے۔آگے چل کر اطراف وجوانب کے اور آدمی آملے جس سے تین ہزار کی جمعیت ہوگئی۔ام فضل بنت الحرث مادر عبداللہ بن عباس نے قبیلہ جہینہ کے ظفر نامی ایک شخص کو معاوضہ دے کر ایک خط امیر المومنین علیؓ کے پاس مدینہ روانہ کیا۔مکہ سے نکلے نماز کا وقت آ گیا،مروان نے اذان دی اور طلحہ اور زبیر کے پاس جا کر کہا:تم دونوں میں سے کون شخص امامت کرے گا۔ابن زبیر نے کہا''میرا باپ''۔ابن طلحہ بولے''میرا باپ''۔ام المومنین عائشہؓ کے کانوں تک یہ آواز پہنچی تو مروان کے پاس کہلا بھیجا۔کیا تم ہمارے کام کو درہم وبرہم کیا چاہتے ہو۔امامت میرا ابن اخت (بھانجا) عبداللہ بن زبیر کرے گا۔

ابن العاصؓ کا مطالبہ

دیگر امہات المومنینؓ،عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ ذات عراق تک آئیں اور اس مقام سے رو کر رخصت ہوئیں۔اس کے بعد سعید بن العاص، مروان بن الحکم اور اس کے ساتھی،ام المومنین عائشہؓ اور طلحہ وزبیر کے پاس گئے۔خون عثمان کا بدلہ لینے کو کہا۔ان لوگوں نے جواب دیا''ہم نے اسی

غرض سے خروج کیا ہے کہ قاتلین عثمان سے ہم قصاص لیں''۔ پھر طلحہ وز بیر سے مخاطب ہو کر کہا: لمن یجعلان الامر ان ظفرتما (اگر تم فتح مند ہو گئے تو خلیفہ کس کو بناؤ گے) جواب دیا: ہم دونوں میں سے جس کو لوگ منتخب کریں گے۔ سعید نے کہا: ''نہیں! عثمان کے لڑکے کو حکومت دینا کیونکہ تم لوگ خون عثمانؓ کا معاوضہ لینے کو نکلے ہو۔'' جواب دیا: ''یہ کہاں ممکن ہے کہ اکابر وشیوخ مہاجرین کو چھوڑ کر نوعمر لڑکوں کو حاکم بنائیں۔'' سعید بولے: ''میں خیال کرتا ہوں کہ ایسی حالت میں میں کچھ کوشش نہ کر سکوں گا جب کہ تم بنی عبد مناف کو حکومت سے نکالنے کی کوشش کرو گے'' طلحہ و زبیر نے کچھ جواب نہ دیا اور سعید واپس ہوئے۔

چشمہ حواب کا واقعہ

ان کے لوٹتے ہی عبداللہ بن خالد بن اسید، مغیرہ بن شعبہ اور جو لوگ اس کے ساتھ قبیلہ ثقیف کے تھے واپس ہو گئے۔ طلحہ اور زبیر مع باقی ماندہ لوگوں کے آگے بڑھے۔ ان کے ساتھ ابان اور ولید پسران عثمان بھی تھے۔ یعلی بن منبہ نے ام المومنین عائشہؓ کو ایک اونٹ پر سوار کرایا جس کا نام عسکر تھا اور جس کو انہوں نے سو دینار اور بعض کے بقول اسی (80) دینار میں خرید کیا تھا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ اونٹ قبیلہ عرنیہ میں سے ایک شخص کا تھا۔ چار سو درہم اور ایک اونٹ دے کر اس سے خرید کیا تھا اور اس شخص کو رہبری پر مقرر کیا تھا۔ رفتہ رفتہ چشمہ حواب پر پہنچے اور کتوں نے بھونکنا شروع کیا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ چشمہ حواب ہے۔ ام المومنین عائشہؓ نے سنتے ہی ارشاد کیا: ''مجھ کو لوٹاؤ! لوٹاؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے جس وقت آپ کے پاس آپ کی بیویاں بیٹھی ہوئی تھیں کہ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تم میں سے کس کو دیکھ کر حواب کے کتے بھونکیں گے۔'' یہ کہہ کر آپ نے اونٹ کی گردن پر ہاتھ پھیر کر بٹھا دیا۔ اونٹ سے اتر پڑیں ایک شبانہ روز مع اہل قافلہ کے قیام پذیر رہیں۔ اتنے میں یہ غل اٹھا النجاء النجاء قد ادرککم علی (جلدی کرو، جلدی کرو بے شک علی پہنچ گئے) پس قافلے نے نہایت تیزی سے بصریٰ کا رخ کیا اور نواح بصریٰ میں جا پہنچا۔

بصریوں سے مراسلت

عمیر بن عبداللہ تمیمی نے کہا: ''اے ام المومنین! میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کہ آپ ہرگز ایسی قوم میں نہ جائیے جس سے آپ نے کوئی مراسلت نہ کی ہو''۔ حالات دریافت کرنے کی غرض سے عبداللہ بن عامر کو بصرہ بھیجئے۔ ان کے وہاں پرانے تعلقات ہیں۔ ام المومنین عائشہؓ نے اس رائے کو پسند کیا اور عبداللہ بن عامر کو بھیجا ساتھ ہی اس کے رؤسائے بصرہ اور نیز احنف بن قیس اور صبرہ بن شیمان وغیرہ جیسے عمائدین شہر کے پاس مکتوب روانہ کئے۔ خود جواب کے انتظار میں حفین میں ٹھہری رہیں۔ بصرہ سے عثمان بن حنیف نے عمران بن حصین کو جو ایک معمولی آدمی تھا اور ابوالاسود دولی کو جو معزز وممتاز شخص تھا ام المومنین عائشہؓ کے پاس ان کے آنے کی وجہ دریافت کرنے کو بھیجا۔

ام المومنین عائشہؓ نے فرمایا: ''بلوائیوں اور فتنہ پردازان قبائل نے ایسا ایسا کیا ہے لہٰذا میں مسلمانوں کو لے کر اس غرض سے نکلی ہوں کہ مسلمانوں کو اصلی واقعات سے مطلع کروں اور ان کی اصلاح کروں۔ اس خروج سے میرا مقصد مسلمانوں کی اصلاح کرتا ہے''۔ یہ کہہ کر آپ نے آیت قرآنی لا خیر فی کثیر من نجواھم تا آخر تلاوت کی۔ پھر وہ دونوں آدمی طلحہ کے پاس آئے اور آنے کا سبب پوچھا۔ جواب دیا: بغرض معاوضہ خون عثمانؓ۔ پھر انہوں نے کہا ''کیا تم نے علی ابن ابی طالبؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی؟ جواب دیا۔ ہاں لیکن اس شرط اور اس حالت سے کہ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لیں گے اور تب تلوار ہمارے سر پر تھی یعنی بجبوری واکراہ ہم نے بیعت کی لیکن علیؓ نے قاتلین عثمان کا کچھ فیصلہ نہ کیا۔

عثمان بن حنیف کی مخالفت

ابوالاسود اور عمران زبیر کے پاس گئے انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ دونوں لوٹ کر عثمان بن حنیف کے پاس آئے۔ عثمان نے انا للہ

وانا الیہ راجعون پڑھ کر کہا۔ رب کعبہ اسلام کی چکی چلی، دیکھئے اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: تمہاری کیا رائے ہے؟ عمران بولے "خاموشی اختیار کرو"۔ عثمان نے کہا نہیں! میں ان کو امیر المومنین علیؓ کے آنے تک روکوں گا۔ عمران یہ سن کر اٹھے اور اپنے مکان پر چلے گئے۔ اتنے میں ہشام بن عامر آ گئے اور یہ رائے دی کہ نرمی و ملاطفت سے اس وقت تک چشم پوشی کیجئے جب تک امیر المومنین علیؓ کا کوئی حکم نہ آئے۔ عثمان نے اس سے انکار کیا اور لوگوں کو مسلح ہونے اور لشکر مرتب کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ سب لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ عثمان نے ایک شخص کو جو کوفہ کا رہنے والا قیس نامی تھا تقریر کرنے کو کھڑا کیا۔ اس شخص نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا "اے لوگو! اگر طلحہ اور زبیر اور ان کے ساتھی مکہ سے جان کے خوف سے آئے ہیں تو یہ بات خلاف قیاس ہے کیونکہ وہ ایسا مقام ہے کہ جہاں پر چڑیوں کو امن ہے کوئی ذرہ بھر کسی کو نہیں ستا سکتا اور خون عثمان کا بدلہ لینے کو آئے ہیں تو ہم لوگ عثمان کے قاتل نہیں ہیں۔ لہٰذا تم لوگ میری بات سنو۔ میرے کہنے پر عمل کرو اور ان لوگوں کو جہاں سے آئے ہیں فوراً اسی طرف لوٹا دو"۔ اسود بن سریع سعدی نے جواب دیا: "تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ لوگ ہم کو قاتلین عثمانؓ سمجھ کر آئے ہیں؟ نہیں ان کا ایسا خیال نہیں ہے بلکہ ہم سے اور ہمارے سوا اور لوگوں سے قاتلین عثمان کے مقابلہ پر مدد لینے آئے ہیں۔ لوگوں نے قیس کو کنکریوں سے مارا اور جلسہ درہم و برہم ہو گیا۔ عثمان کو اس خیال سے کہ طلحہ اور زبیر کے معاون اور ہمدرد بصرہ میں موجود ہیں، بے حد صدمہ ہوا۔

حضرت عائشہؓ کا خطبہ

اس کے بعد ام المومنین عائشہؓ مع ساتھیوں کے مربد پہنچیں۔ عثمان نے بصرہ سے نکل کر صف آرائی کی۔ اہل بصرہ جو ام المومنین عائشہ کا ساتھ دینا چاہتے تھے وہ بھی شہر سے نکل کر اسی مقام پر آ کر جمع ہوئے۔ طلحہ میمنہ پر تھے میان صف سے نکل کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر عثمانؓ بن عفان کے فضائل و مناقب بیان کئے اور لوگوں کو ان کے خون کا بدلہ لینے کی ترغیب دی۔ طلحہ کی تقریر ختم ہونے پر زبیر نے میسرہ سے نکل کر ایسا ہی بیان کیا۔ عثمان بن حنیف کے میمنہ نے طلحہ اور زبیر کی تصدیق کی۔ اس پر میسرہ والے بولے بایعتم علیاً ثم جئتم تقولون کذا کذا (تم لوگوں نے علیؓ کی بیعت کی پھر یہ کہنے آئے ہو)۔ ان کی تقریروں کے بعد ام المومنین عائشہؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کے بعد فرمایا: عوام الناس عثمان بن عفان کو برا کہتے تھے۔ ان کے مقرر کئے ہوئے عمال پر حرف گیری کرتے تھے۔ پھر ہمارے پاس مدینہ میں آتے تھے تو ہم ان کو جھوٹا، مکار، دغا باز پاتے تھے اور عثمان کو نیک، پرہیزگار، عادل۔ وہ لوگ جو ان کے دل میں تھا اس کے خلاف ظاہر کرتے۔ اس پر بھی ان کو صبر نہ آیا ان کے مکان کا گھیراؤ کیا۔ ان کو نہایت تکلیف سے بے آب و دانہ شہید کیا۔ محرمات کو بلا کسی خیال کے حلال کیا تم کو اور سوا تمہارے کسی اور کو یہ جائز نہیں کہ عثمان کے قاتلوں سے بدلہ نہ لے اور کتاب اللہ پر عمل نہ کرے"۔ ام المومنین عائشہؓ نے اس قدر کہہ کر الم ترا الی الذین اوتوا نصیباً من الکتاب یدعون الیٰ کتاب اللہ لیحکم بینھم آخر آیت تک پڑھی۔ عثمان بن حنیف کے ساتھیوں میں اس تقریر سے پھوٹ پڑ گئی۔ اکثر ام المومنین عائشہؓ کی طرف مائل ہو گئے پھر آپس میں ایک دوسرے کو ڈھیلے اور پتھر مارنے لگے۔

ابن جبلہ کا حملہ

ام المومنین حضرت عائشہؓ اپنے خیمہ میں واپس آئیں۔ لشکر اور طلحہ و زبیر بھی مربد سے مقام دباغین چلے آئے مگر عثمان بن حنیف مقابلہ پر تلا کھڑا رہا۔ اتنے میں جاریہ بن قدامہ آیا اور عرض کرنے لگا: "اے ام المومنین! واللہ عثمان کا قتل ہونا زیادہ پسندیدہ تھا، بہ نسبت اس کے کہ تم اس ملعون اونٹ پر سوار ہو کر لڑائی کے لئے مکان سے نکلیں۔ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے پردہ و حرمت مقرر کیا تھا۔ تم نے پردہ کی ہتک کی اور حرمت کو مباح کیا اور بے شک جو شخص تم سے لڑنا چاہتا ہو اس کا قتل کرنا مباح ہے لہٰذا اگر تم اپنی رضامندی سے آئی ہو تو بہتر ہے کہ مدینہ منورہ لوٹ جاؤ اور اگر بجبر و اکراہ آئی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو اور لوگوں سے واپس چلنے کو کہو"۔ ہنوز یہ تقریر ختم نہ ہونے پائی تھی کہ حکیم بن جبلہ، سواروں کا رسالہ لئے آ پہنچا اور پہنچتے ہی سر راہ لڑائی چھیڑ دی۔ پہلے تو ہمراہیان ام المومنین عائشہؓ نے مدافعت کی غرض سے تیراندازی شروع کی اور پھر یہ خیال کر کے کہ شاید

تیراندازی بند کردینے سے حکیم بن جبلہ بھی حملہ کرنے سے رک جائے گا۔ تھوڑی دیر تک رہے مگر جب حکیم بن جبلہ نے اپنے رکاب کے سواروں کو حملہ کرنے سے نہ روکا تو مجبور ہو کر ہمراہیان ام المومنین بھی حملے کا جواب دینے لگے۔ رات کی تاریکی نے فریقین کو لڑائی سے باز رکھا۔ عثمان بن حنیف لوٹ کر قصر امارت میں آیا۔ ام المومنین مع اپنے ہمراہیوں کے دار الرزق کی طرف واپس ہوئیں۔ تمام رات امید وبیم میں گزرگئی۔

دار الرزق کا معرکہ اور اقرار نامہ

فریقین میں سے جو جس کو پاتا تھا گرفتار کرلے جاتا تھا۔ اللہ اللہ کر کے سپیدی صبح نمایاں ہوئی۔ فجر ہوتے دار الرزق کے میدان میں حکیم بن جبلہ صف آرائی کرتا نظر آیا۔ بنی عبدالقیس میں سے ایک شخص نے تعرض کیا۔ حکیم نے اس کو مار ڈالا پھر اور ایک عورت کو اسی الزام میں قتل کیا۔ بعدازاں لڑائی شروع ہوگئی۔ دن ڈھلنے تک بڑے زور و شور سے لڑائی جاری رہی۔ عثمان بن حنیف کے ساتھیوں میں سے بہت آدمی کام آئے۔ فریقین میں بہتیرے زخمی ہوئے۔ جب لڑائی نے دونوں حریفوں کو تھکا دیا تو مجبور ہو کر مصالحت کی طرف مائل ہوئے۔ یہ طے پایا کہ ''ایک معتبر شخص جس پر فریقین کو اعتماد ہو مدینہ جائے اور اہل مدینہ سے دریافت کرے کہ طلحہ و زبیر نے مجبوری میں بیعت کی ہے یا بہ رضا؟ اگر بہ کراہت بیعت کی ہے تو عثمان بن حنیف بصرہ کو خالی کردے۔ ورنہ طلحہ اور زبیر بصرہ سے لوٹ جائیں۔''

حضرت اسامہ بن زیدؓ پر حملہ

اقرار نامہ لکھے جانے کے بعد کعب بن سور قاضی، بصرہ سے مدینہ کو روانہ ہوئے اور جمعہ کے دن پہنچے۔ لوگوں کو جمع کر کے دریافت کیا مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ اسامہ بن زید نے کھڑے ہو کر کہا: ''بے شک طلحہ اور زبیر نے بہ کراہت بیعت کی ہے''۔ اس فقرے کے تمام ہوتے ہی لوگ، اسامہ پر ٹوٹ پڑے اور ان کو مارنے لگے۔ قریب تھا کہ وہ مار ڈالے جاتے، صہیب، ابوایوب اور محمد بن مسلمہ نے ان کی جان بچائی۔ اپنے گھر اٹھا لائے۔ کعب بصرہ واپس ہوئے۔ اس واقعہ کی خبر امیر المومنین علیؓ تک پہنچی۔ آپ نے عثمان بن حنیف کو ملامتانہ خط لکھا کہ واللہ وہ دونوں (طلحہ اور زبیر) اگر ہم کو خلافت سے معزول کرنا چاہتے ہوں تو ان کے لئے کسی حیلہ کی ضرورت نہیں ہے اور اگر کسی اور بات کے خواہشمند ہوں تو ہم ان سے اور وہ ہم سے نپٹ لیں گے۔

ابن حنیف کی گرفتاری

کعب کی واپسی پر طلحہ اور زبیر نے عثمان بن حنیف کو صلح کی گفتگو کرنے کو بلایا اور اقرار نامہ کی شرط کے مطابق بصرہ خالی کردینے کا پیام دیا۔ عثمان بن حنیف نے امیر المومنین کا فرمان پا کر بصرہ خالی کرنے سے انکار کردیا۔ طلحہ اور زبیر نے لوگوں کو جمع کیا اور نماز عشاء کے بعد مسجد کی طرف بڑھے۔ عبدالرحمن بن عتاب نے بڑھ کر حملہ کیا۔ تلواروں کی جھنکار سے مسجد گونج اٹھی۔ تقریباً چالیس آدمی اس وقت مسجد میں موجود تھے۔ لڑائی ہوئی، مارے گئے۔ عثمان بن حنیف کو گھر میں گھس کر گرفتار کر لائے۔ اسے طلحہ اور زبیر کے سامنے پیش کیا۔ لوگوں نے عثمان کے چہرے کے تمام بال نوچ ڈالے تھے۔ طلحہ اور زبیر نے ام المومنینؓ کو اس سے مطلع کیا۔ آپ نے چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ شہر بدر کرنے اور مارنے کا حکم دیا تھا بہرکیف جو شخص عثمان بن حنیف کو شہر بدر کرنے اور مارنے پر مامور ہوا تھا وہ مجاشع بن مسعود تھا۔ بعض نے یہ تحریر کیا ہے کہ فریقین میں اقرار نہیں ہوا تھا۔ لڑائی سے تھک کر دونوں فریقوں نے امیر المومنین علیؓ ابن ابی طالب کو لکھا تھا۔ عثمان بن حنیف نماز پڑھا رہے تھے اور فریق مخالف نے حالت نماز ہی میں حملہ کیا اور پکڑ لائے۔ پھر ان کو انصار ہونے کی وجہ سے مار پیٹ کر قید کردیا گیا۔

حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کا اہل بصرہ سے خطاب

بصرہ میں داخل ہو کر طلحہ و زبیر نے اہل بصرہ کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ ''اے اہل بصرہ! توبہ گناہ گار کی سپر ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ امیر المومنین

عثمانؓ کو بلوائیوں کے مطالبات پر غور کرنے پر رضامند کر لیں۔ اس اثناء میں کمینوں بلوائیوں نے بلوہ کر کے ان کو شہید کر ڈالا''۔ حاضرین طلحہ کو مخاطب کر کے بولے'' ہمارے پاس تو تمہارے مکتوب اس کے خلاف آتے تھے''۔ زبیر نے جواب دیا'' ہم نے ہرگز ایسے خطوط نہیں لکھے''۔ زبیر نے اس فقرے کو ختم کر کے عثمان ذی النورینؓ کی شہادت کا واقعہ بیان کیا اور امیر المومنین علی پر ان کی شہادت کا الزام عاید کرنے لگے۔ قبیلہ عبدالقیس سے ایک شخص نے اٹھ کر کہا'' اے گروہ مہاجرین! تم لوگ وہ ہو جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت قبول کی اور اس سے تم کو فضیلت حاصل ہوئی۔ پھر اور لوگ تمہاری طرح اسلام قبول کرتے گئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ تم نے یکے بعد دیگرے دو شخصوں کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کو خلیفہ بنایا ہم اس پر رضامند ہوئے اور ان کو ہم نے اپنا امیر مان لیا۔ بعد ازاں تم نے اپنے مشورے سے تیسرے شخص کو امیر بنایا اور اسی طرح اس کو بغیر ہمارے مشورے کے مار ڈالا۔ پھر تم نے علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی، تم نے اس میں بھی ہم سے مشاورت نہ کی اور اب ان کی مخالفت پر ہم کو ابھارنے آئے ہو۔ صاف صاف بتلاؤ تم کو کس چیز نے انتقام لینے پر آمادہ کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم تمہارا ساتھ دے کر اس سے لڑیں۔ ابھی کل کا ذکر ہے کہ عثمان بن حنیف پر تم لوگوں نے حملہ کیا اور قریب قریب ستر آدمیوں کو مار ڈالا''

جب عثمان بن حنیف کے ماجرے کی اطلاع حکیم بن جبلہ کو ہوئی تو وہ عثمان بن حنیف کی امداد پر اٹھ کھڑا ہوا۔ عبدالقیس اور ربیعہ کو جمع کر کے دارالرزق کی طرف بڑھا۔ اتفاقاً عبداللہ بن زبیر سے ملاقات ہو گئی۔ دریافت کیا: کس قصد سے آئے ہو؟ حکیم نے جواب دیا: عثمان بن حنیف کو چھوڑ دو اور امیر المومنین علیؓ کی تشریف آوری تک اس وعدے پر قائم رہو جو ہم میں اور تم میں قرار پایا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو خون حرام تھا اس کو تم نے حلال کیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ تمہارا زعم یہ ہے کہ ہم عثمان بن عفانؓ کے خون کا بدلہ لیتے ہیں حالانکہ ان لوگوں نے ان کو قتل نہیں کیا''۔ قصہ مختصر باتوں باتوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ حکیم بن جبلہ نے چار سرداروں کو جنگ کا ذمہ دار بنایا اور خود طلحہ کے مقابلہ پر رہا۔ ذریح کو زبیر کے مقابلہ پر، ابن المحترش کو عبدالرحمٰن بن عتاب کے مقابلہ پر اور حرقوص بن زبیر کو عبدالرحمٰن بن الحرث بن ہشام کے مقابلہ پر متعین کیا۔ لڑائی نہایت تیزی سے شروع ہوئی اور اسی ڈھنگ سے برابر جاری رہی۔ اہل بصرہ کے بہت سے آدمی مارے گئے۔

حرقوص کا فرار

حکیم اور ذریح میدان جنگ میں کام آئے۔ حرقوص چند آدمیوں کو لے کر اپنے قوم قبیلہ سعد میں چلا گیا۔ عبدالرحمٰن بن حرث نے پیچھا کیا لیکن بنی سعد کی سفارش سے حرقوص کی جان بچ گئی۔ قبیلہ عبدالقیس اور بکر بن وائل کو اس فتح سے سخت صدمہ ہوا۔ خاتمہ جنگ پر طلحہ اور زبیرؓ نے اپنے ہمراہیوں کو بیت المال سے کچھ روپیہ دلوایا۔ قبیلہ عبد قیس اور بکر بن وائل نے بیت المال کا ارادہ کیا۔ طلحہ کے ساتھیوں اور زبیر نے لڑ کر ان کو بے نیل مرام واپس کیا۔ اس کے بعد ام المومنین عائشہ نے اہل کوفہ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ خون عثمانؓ کے معاوضہ لینے کو بلایا اور اسی مضمون کے خطوط اہل یمامہ و مدینہ کے پاس بھیجے (یہ واقعہ 25- ربیع الاول کا ہے)

حضرت علیؓ کی بصرہ کو روانگی

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ جس وقت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؓ کو طلحہ و زبیر اور ام المومنین عائشہ (رضی اللہ عنہم) کے حالات سے آگاہی ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ لوگ بصرہ جا رہے ہیں اس وقت آپ نے اہل مدینہ سے مدد طلب کی اور خطبہ دیا۔ ابتداءً لوگوں کو طلحہ، زبیر اور ام المومنین عائشہ کے خلاف خروج کرنا ناپسندیدہ گزرا۔ مگر اولاً جب زیاد بن حنظلہ، ابوالہیثم خزیمہ بن ثابت اور ابوقتادہ نے آمادگی ظاہر کی تو بقیہ اہل مدینہ بھی تیار و مستعد ہو گئے۔ ام المومنین ام سلمہ نے اپنے چچازاد بھائی کو امیر المومنین علیؓ کے ساتھ بھیجا۔ لیکن یہ قبل روانگی لشکر، طلحہ اور زبیر کو واپس لانے کی غرض سے بصرہ روانہ ہو گئے تھے۔ اخیر ماہ ربیع الثانی 26ھ میں امیر المومنین علیؓ مدینہ پر تمام ابن عباس کو اور بعض کہتے ہیں کہ سہیل بن حنیف کو اور مکہ پر قثم بن عباس کو اپنا نائب مقرر کر کے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کوفہ اور مصر کے نو سو آدمیوں نے بھی آپ کا ساتھ دیا۔

اثناء راہ میں عبداللہ بن سلام مل گئے، گھوڑے کی عنان پکڑ کر بولے:'' اے امیر المومنین! آپ مدینہ سے تشریف نہ لے جائیے۔ واللہ اگر

آپ یہاں سے نکل جائیں گے تو مسلمانوں کا امیر یہاں پھر لوٹ کر نہ آئے گا''۔لوگ عبداللہ بن سلام کی طرف گالیاں دیتے ہوئے دوڑ پڑے۔ آپ نے فرمایا''اس سے درگزر کرو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے، اچھا آدمی ہے'' اور آگے بڑھے، ربذہ پہنچے۔ اس مقام پر یہ خبر لگی کہ طلحہ اور زبیر، بصرہ پر قابض ہو گئے ہیں آپ نے اس مقام پر قیام کیا، متعدد اور مختلف احکام صادر فرمائے۔

امام حسنؓ کا حضرت علیؓ سے مکالمہ

اس اثناء میں آپ کے لڑکے حسنؓ آ گئے اور مدینہ سے بصرہ جانے اور ان کا مشورہ نہ ماننے کے بارے میں عرض و معروض کرنے لگے۔ امیر المومنین علیؓ نے جواب دیا: تم نے کس امر کی بابت مجھے مشورہ دیا جو میں نے نہیں مانا۔ حسن بولے''میں نے آپ کو زمانہ محاصرہ عثمان میں یہ رائے دی تھی کہ مدینہ سے چلے جایئے عثمانؓ کے قتل کے وقت مدینہ میں نہ رہئے اور قتل کے بعد میں نے گزارش کی کہ جب تک عرب کے وفود نہ آ لیں اور حکمرانان بلاد اسلامیہ آپ کی خلافت کی بیعت نہ کر لیں تب تک اہل مدینہ سے بیعت نہ لیجئے۔ پھر میں نے اس جماعت کے خروج کے وقت کہا تھا کہ آپ گھر میں خاموشی کے ساتھ بیٹھ رہئے یہاں تک کہ فتنہ وفساد فرو ہو جائے آپ نے ان میں سے ایک کا بھی خیال نہ فرمایا''۔

امیر المومنین حضرت علیؓ نے جواب دیا۔''اے صاحبزادے تم نے مدینہ سے خروج کی بابت جو کہا تو سوائے خروج کے مجھے کوئی چارہ نہ تھا اور بے شک ان لوگوں نے مجھے بھی محصور کر لیا جیسا کہ عثمان کو گھیر لیا تھا اور بیعت کا یہ جواب ہے کہ میں نے یہ خیال کیا کہ اگر میں بیعت نہیں لیتا ہوں تو اس سے خلافت اور اسلام کو سخت ضرر پہنچتا ہے اور ارباب حل وعقد اہل مدینہ ہیں نہ کہ تمام عرب اور بلاد اسلامیہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ارباب حل وعقد نے ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ میں نے بھی بیعت کر لی۔ پھر جب ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف انتقال کیا تو لوگوں نے عمرؓ کو خلیفہ بنایا۔ میں نے ان کی پیروی کی، بعد ازاں عمر بھی رحمت الٰہی سے جا ملے، میں بھی ارباب شوریٰ سے تھا۔ لوگوں کے مشورے سے عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی گئی، میں نے بھی بیعت کی۔ بعد میں عوام نے بلوہ کر کے عثمان کو شہید کر ڈالا اور بخوشی ورغبت میری بیعت کی لہٰذا میں اس شخص سے ضرور لڑوں گا جو میری مخالفت کرے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ صادر کرے وھو خیر الحاکمین اور تمہارا یہ کہنا کہ طلحہ وزبیر کی نسبت میں سکوت اختیار کروں، بیٹھ رہوں، خروج نہ کروں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میں اپنے فرائض ادا نہ کروں گا تو اور کون انہیں ادا کرے گا''۔ حسنؓ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو لوگوں کے جمع کرنے کے لئے کوفہ روانہ کیا۔ خود ربذہ میں مقیم ہو کر لوگوں کو جنگ کی ترغیب دیتے رہے۔ پھر مدینہ سے اپنا گھوڑا اور ہتھیار منگوائے۔ آپ کے کچھ ساتھیوں نے کہا''ان لوگوں کی بابت ہم آپ کے قصد کو تاڑ گئے''۔ آپ نے جواب دیا''میں ان کی اصلاح کروں گا اگر وہ قبول کریں گے ورنہ ان کی بابت غور کروں گا۔ اگر انہوں نے پیش قدمی کی تو میں ان کو روکوں گا''۔

ربذہ سے ابھی روانہ نہ ہوئے تھے کہ طے کی ایک جماعت ہمراہی کے لئے آئی۔ آپ نے ان کی تعریف کی اور ساتھ لیا۔ ربذہ سے روانہ ہوئے مقدمۃ الجیش پر عمرو بن جراح تھے۔ فید پہنچے۔ قبیلہ اسد اور طے نے حاضر ہو کر رکاب میں چلنے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا:''اپنے اقرار پر تم لوگ ثابت وقائم رہو مہاجرین کافی ہیں''۔ اسی مقام پر ایک شخص شیبانی کوفہ سے آیا۔ آپ نے اس سے ابوموسیٰ کا حال دریافت فرمایا۔ جواب دیا: ان اردت الصلح فھو صاحبک وان اردت القتال فلیس بصاحبک (اگر تم صلح کا قصد رکھتے ہو تو وہ تمہارا ساتھی ہے لیکن قصد جنگ ہے تو تمہارا وہ شریک نہیں ہے) آپ نے فرمایا: واللہ صلح کے سوا ہمارا اور کوئی ارادہ نہیں ہے بشرطیکہ ہم پر کوئی حادثہ نہ ہو۔ فید سے روانہ ہو کر ثعلبیہ واہا میں قیام کیا۔

عثمان بن حنیف کی حضرت علیؓ سے ملاقات

عثمان بن حنیف اور حکیم بن جبلہ پر جو واقعات گزرے تھے گوش گزار ہوئے۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے ذیقار پہنچے۔ عثمان بن حنیف آ کر ملے۔ اپنا چہرہ دکھا کر عرض کی''اے امیر المومنین! آپ نے مجھے ڈاڑھی کے ساتھ بھیجا تھا اور اب میں بے ڈاڑھی کے آیا ہوں'' آپ نے فرمایا''تم

کو اس کا اجر ملے گا۔ مجھ سے پیشتر دو شخصوں کو لوگوں نے خلیفہ بنایا تھا۔ انہوں نے کتاب اللہ پر عمل کیا، پھر تیسرے کو متولی کیا اس کی نسبت لوگوں نے جو کچھ کہنا چاہا کہا اور اس کے ساتھ جس طرح پیش آئے وہ تمہیں معلوم ہے۔ پھر سب نے میرے ہاتھ پر بیعت کی انہی بیعت کرنے والوں میں طلحہ و زبیر بھی ہیں۔ انہوں نے بدعہدی کی اور میری مخالفت کرتے ہیں۔ واللہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ میں ان سے جدا نہیں ہوں۔" یہ کہہ کر آپ طلحہ و زبیر کے حق میں بددعا کرنے لگے۔ اسی مقام پر قیام تھا کہ قبیلہ بکر بن وائل نے حاضر ہو کر گزارش کی "ہم لوگ جاں نثاری کے لئے تیار ہیں"۔ آپ نے ان کو بھی وہی جواب دیا جو قبائل طے اور اسد کو جواب دیا تھا۔ اتنے میں یہ اطلاع آئی کہ قبیلہ عبدالقیس نے طلحہؓ اور زبیر کا مقابلہ کیا ہے۔ آپ نے ان کی تعریف کی۔

حضرت ابوموسیٰؓ کا طرزِ عمل

محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر جو کوفہ گئے ہوئے تھے انہوں نے کوفہ پہنچ کر ابوموسیٰؓ کو امیر المومنین علیؓ کا خط دیا اور اہل کوفہ کو ان کے حکم کے مطابق جنگ کی ترغیب دینے لگے۔ جب کسی نے آمادگی کا اظہار نہ کیا تو ابوموسیٰؓ سے امیر المومنین علیؓ کے ساتھ خروج کرنے کے بارے میں مشورہ کرنے لگے۔ ابوموسیٰ نے کہا "لڑائی کے لئے نکلنا دنیا کی راہ ہے اور بیٹھ رہنا آخرت کی"۔ لوگ یہ سن کر بیٹھ رہے۔ محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کو غصہ آ گیا۔ وہ ابوموسیٰؓ سے بہ تشدد پیش آئے۔ ابوموسیٰؓ نے کہا: واللہ عثمانؓ کی بیعت میری گردن میں ہے اور علیؓ کی گردن میں بھی ہے اگر لڑائی ضروری ہے تو عثمان کے قاتلوں سے جہاں کہیں ہوں لڑنا چاہئے"۔ دونوں یہ خبر لے کر ذی قار میں امیر المومنینؓ کے پاس آئے۔ امیر المومنین علیؓ نے اشتر کو کہا "تم ابو موسیٰؓ کے معاملہ میں میرے قائم مقام ہو۔ ابن عباسؓ کو لے کر جاؤ اور بگڑی ہوئی حالت کی اصلاح کرو۔" چنانچہ اشتر اور ابن عباسؓ، ابوموسیٰؓ کے پاس گئے۔ ہر چند ان سے فوجی مدد طلب کی لیکن وہ اخیر تک یہی جواب دیتے رہے کہ میں سکوت اختیار کروں گا یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور لوگوں کا اختلاف ختم ہو جائے۔ اشتر اور ابن عباس مجبور ہو کر لوٹ آئے۔

عمار بن یاسرؓ کی حضرت ابوموسیٰؓ سے تلخ کلامی

اب امیر المومنین علیؓ نے اپنے لڑکے حسنؓ اور عمار بن یاسر کو بھیجا۔ ابوموسیٰ ان کے آنے کی خبر سن کر مسجد میں آئے، حسنؓ بن علیؓ سے معانقہ کیا اور عمار بن یاسر سے مخاطب ہو کر کہا: "اے ابوالیقظان تم نے امیر المومنین عثمانؓ کی مخالفت کی اور ان کے مخالفوں کے ہمراہ ہو گئے اور فاجروں کی رفاقت کو جائز رکھا"۔ عمار بولے: "میں نے ایسا نہیں کیا"۔ حسن بن علیؓ نے قطع کلام کر کے کہا: "لوگوں نے ہم سے کچھ اس معاملے میں مشورہ نہیں کیا اور اصلاح کے سوا ہمارا کوئی اور مقصود نہیں ہے اور امیر المومنین اصلاح امت کے بارے میں کسی سے ڈرتے نہیں"۔ ابوموسیٰؓ نے کہا "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نے سچ کہا۔" "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ عنقریب فتنہ ہونے والا ہے اس وقت بیٹھا ہوا شخص کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا۔ کھڑا ہوا شخص، پیادہ چلنے والے سے بہتر ہوگا۔ پیادہ چلنے والا سوار سے بہتر ہوگا اور کل مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ان کا خون اور مال حرام ہے۔" عمار کو اس تقریر سے ایسی برافروختگی ہوئی کہ ابوموسیٰؓ کو گالی دے بیٹھے۔ ابوموسیٰ تو سن کر خاموش رہے، مگر حاضرین میں سے کسی شخص نے جواب ترکی بہ ترکی دے دیا۔ بات بڑھی تو لوگ عمار پر ٹوٹ پڑے لیکن ابوموسیٰ نے بچا لیا۔

حضرت ابوموسیٰؓ کا خطبہ

اس کے بعد زید بن صوحان، ام المومنین عائشہ صدیقہ کا ایک خط اپنے نام کا اور ایک بنام اہل کوفہ لئے ہوئے مسجد میں آئے اور پڑھنا شروع کیا۔ شبث بن ربعی گالی دے بیٹھے۔ حاضرین ضبط نہ کر سکے اور علانیہ ام المومنین کی طرفداری کا اظہار کرنے لگے۔ ابوموسیٰ روکتے جاتے تھے اور فتنہ ختم ہونے تک مکان میں بیٹھ رہنے کا حکم دے رہے تھے اور کہتے جاتے تھے: "میری اطاعت کرو۔ عرب کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ بن جاؤ تاکہ مظلوم تمہارے سائے میں آ کر پناہ گزیں ہو، خائف تم میں آ کر امان پائے۔ جب فتنہ وفساد اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو حق و باطل مشکوک ہو جاتا ہے

اور جب ختم ہو جاتا ہے تو حق و باطل ظاہر ہوتا ہے۔ بے شک یہ فساد مثل بیماری کے اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ تم لوگ اپنی تلواروں کو نیام میں کرلو، اپنے نیزوں کی نوکوں کو نیچے کیے رکھو، اپنے سواریوں کے تنگ کو کاٹ دو، اپنے گھروں میں بیٹھ رہو۔ اگر قریش دارالہجرۃ (مدینہ) کو چھوڑ کر نکلنے اور اہل علم کی جدائی پر آمادہ ہو جائیں تو ان کا ساتھ نہ دو یہاں تک کہ آتش فتنہ بجھ جائے اور اصل واقعہ کا انکشاف ہو جائے۔'' زید بن صوحان نے اٹھ کر کہا: ''اے عبداللہ بن قیس! فرات کو لوٹا دو جس طرف سے بڑھ کر آیا ہے اور امیر المومنین سید المسلمین علیؓ کی مدد کو چلو۔'' قعقاع بن عمرو نے اس کی تائید کی اور کہا: ''امیر نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ سب درست وصحیح ہے لیکن میں تم لوگوں کو نصیحتاً کہتا ہوں اور سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتا ہوں کہ امیر المومنین علیؓ کی مدد کرو۔ حق تک پہنچ جاؤ گے۔''

حضرت علیؓ کو اہل کوفہ کی امداد

عبد خیر نے بھی اسی قسم کی تقریر کی اور ابوموسیٰ سے مخاطب ہو کر کہا ''تم جانتے ہو کہ طلحہ اور زبیر نے امیر المومنین علیؓ کی بیعت کی تھی؟'' جواب دیا: ہاں! پھر دریافت کیا: کیا علیؓ نے کوئی ایسا کام کیا ہے جس سے ان کی بیعت توڑ دی جائے؟ ابوموسیٰ بولے: ''میں اس معاملہ کو نہیں جانتا''۔ عبد خیر نے سخت وتند لہجے میں کہا: ''اگر تم یہ نہیں جانتے ہو تو ہم تم سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں یہاں تک کہ تم جان جاؤ۔ اے لوگو! تم کو امیر المومنینؓ نے بلایا ہے تاکہ جو معاملات ان میں اور ان کے دونوں رفیقوں (طلحہ وزبیر) میں پیش آ گئے ہیں ان کو دیکھو۔ امیر المومنین علی فقیہہ وحکیم امت ہیں جو شخص ان کی امداد کو جائے گا میں اس کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں''۔ عمار بولے: علیؓ نے تم لوگوں کو حق کے دیکھنے کو بلایا ہے چلو اور ان کے ساتھ ہو کر لڑو۔ حسنؓ ابن علیؓ نے کہا: ''تم لوگ ہماری دعوت قبول کرو اور ہماری اطاعت کرو اور جس مصیبت میں تم اور ہم مبتلا ہو گئے ہیں اس میں ہماری مدد کرو اور بے شک امیر المومنینؓ کہتے ہیں کہ ہم اگر مظلوم ہیں تو ہماری مدد کرو اور اگر ہم ظالم ہیں تو ہمارا ساتھ نہ دو اور ہم سے لڑو۔ واللہ طلحہ وزبیر نے سب سے پہلے بیعت کی اور سب سے پہلے مجھ سے بدعہدی کی''۔ لوگوں کے دلوں پر اس تقریر سے بہت قوی اثر پیدا ہوا۔ سب نے آمادگی ظاہر کر دی۔ عدی بن حاتم اور حجر بن عدی نے اپنی اپنی قوم کو جنگ پر ابھارا۔ چنانچہ حسنؓ بن علیؓ کوفہ سے نو ہزار کی جمعیت لے کر روانہ ہوئے۔ چھ ہزار خشکی کے راستے سے چلے اور باقی دریا کے راستے روانہ ہوئے۔

حضرت ابوموسیٰؓ کا کوفہ سے اخراج

حسنؓ اور عمار کی روانگی کے بعد امیر المومنین حضرت علیؓ نے اشتر کو بھی روانہ کیا تھا۔ یہ اس وقت داخل کوفہ ہوا جس وقت حسنؓ اور عمار ابوموسیٰؓ سے مسجد میں ایک مجمع عام میں امیر المومنینؓ کے ساتھ دینے پر بحث ومباحثہ کر رہے تھے۔ اشتر جس قبیلہ پر ہو کر گزرتا تھا اس کو محل کی طرف بلاتا جاتا تھا۔ ایک گروہ کثیر لیے ہوئے قصر امارت تک پہنچا۔ ابوموسیٰؓ کھڑے ہوئے مسجد میں خطبہ دے رہے تھے۔ لوگوں کو خانہ نشینی کی ہدایت کر رہے تھے۔ حسنؓ کہتے جاتے تھے۔ اعتزل عملنا و اترک منبرنا (تم ہمارے مقرر کردہ عامل ہو ہمارے منبر کو چھوڑ دو) اشتر نے محل میں داخل ہو کر ابوموسیٰؓ کے غلاموں کو نکالنے کا حکم دیا۔ اتنے میں ابوموسیٰؓ آ گئے۔ اشتر نے چلا کر کہا: لا ام لک اخرج اللہ نفسک (تیری ماں مر جائے خدا تجھ کو یہاں سے نکالے) اور شام تک نکل جانے کی میعاد مقرر کر دی۔ لوگ ابوموسیٰؓ کے اسباب لوٹنے کو ٹوٹ پڑے لیکن اشتر نے کچھ سوچ کر منع کر دیا۔

کوفیوں کی حضرت علیؓ سے ملاقات

حسن بن علیؓ نے کوفیوں کو بطور فوج مرتب کیا اور کنانہ، اسد، تمیم، رباب اور مزنیہ پر معقل بن یسار ریاحی کو، قبائل قیس پر سعد بن مسعود ثقفی عم مختار کو، بکر، تغلب اور علتہ پر مخدوج ذہلی کو، مذحج اور اشعرین پر حجر بن عدی کو، بجیلہ، انمار، خثعم اور ازد پر مخنف بن سلیم کو سرداری عنایت کی اور خاص کوفہ والوں پر قعقاع بن عمرو، سعد بن مالک، ہند بن عمرو، ہیثم بن شہاب کو مامور کیا۔ جنگ کی ترغیب دینے والے زید بن صوحان

اشتر، عدی بن حاتم، امسیتب بن نجبہ اور یزید بن قیس جیسے لوگ تھے۔ الغرض اہل کوفہ امیر المومنین حضرت علیؓ کی خدمت میں بہ مقام ذی قار حاضر ہوئے۔ آپ نے استقبال کیا مرحبا کہا اور یہ ارشاد فرمایا: ''اے اہل کوفہ ہم نے تم کو اس مقصد سے بلایا ہے کہ ہمارے ساتھ ہو کر اپنے بھائیوں (اہل بصرہ) سے مقابل ہو۔ اگر وہ لوگ اپنی رائے سے رجوع کر لیں تو فہو المراد اور اگر اپنے خیال پر اصرار کریں تو ان کا علاج ہم نرمی کے ساتھ کریں گے تاکہ ہماری طرف سے ظلم کی ابتداء نہ ہو اور ہم کسی کام کو جس میں ذرہ برابر بھی فساد ہو گا بغیر اصلاح کے نہ چھوڑیں گے انشاء اللہ تعالیٰ''۔ اہل کوفہ نے امیر المومنینؓ کے پاس ذی قار میں قیام کیا۔ قبیلہ عبدالقیس والے جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی بصرہ اور امیر المومنین کے درمیانی میدان میں مقیم ہوئے۔ اس کے دوسرے دن امیر المومنین علیؓ نے قعقاع بن عمرو کو طلحہ اور زبیر کے پاس سمجھانے کو بصرہ روانہ کیا۔

مصالحانہ کوشش

قعقاع کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف صحبت نصیب ہوئی تھی روانگی کے وقت آپ نے ان سے دریافت فرمایا: ''تم ایسی حالت میں کیا کرو گے جب وہ کوئی ایسا امر پیش کریں جس کی نسبت تم کو کوئی ہدایت نہیں کی گئی''؟ عرض کی: اگر وہ باتیں اس قسم کی ہیں جن کی آپ نے ہدایت فرمائی ہے تو ہم ان کا وہی جواب دیں گے اور اگر اس کے سوا کوئی نئی بات پیش کریں گے تو ہم اپنی رائے سے اور اپنے اجتہاد سے جواب دیں گے جیسا کہ دیکھتے سنتے ہیں۔ امیر المومنین علیؓ نے فرمایا: بے شک تم اس کے سزاوار ہو۔ غرض قعقاع بصرہ پہنچ کر ام المومنین عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے ام المومنین آپ کو کس چیز نے خروج پر تیار کیا ہے؟ فرمایا: لوگوں کا اختلاف اور ان کی اصلاح! قعقاع نے کہا: طلحہ اور زبیر کو بلوایئے۔ آپ کے روبرو ان سے کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں۔ ام المومنین عائشہؓ نے طلحہ اور زبیر کو بلوا بھیجا۔ وہ دونوں آئے اور باتیں ہونے لگیں۔

قعقاع: میں نے ام المومنین عائشہؓ سے دریافت کیا تھا کہ آپ کو کس بات نے خروج پر آمادہ کیا ہے؟

ام المومنینؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اختلاف امہ اور ان کی اصلاح نے! تم لوگ اس معاملہ میں کیا کیا کہتے ہو۔ اس پر انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

قعقاع: اس اصلاح کی وجہ کیا ہے اور تم کو اس کا کیا حق حاصل ہے۔

طلحہ و زبیر: قاتلین عثمان سے قصاص لینا کیونکہ اگر وہ لوگ قصاص سے بری کر دیئے جائیں گے تو عمل بالقرآن ترک ہو جائے گا۔

قعقاع: تم نے قاتلین عثمان کے شبہ میں اہل بصرہ کے چھ سو آدمیوں کو ہلاک کر ڈالا جس سے چھ ہزار آدمیوں کو برافروختگی ہوئی۔ تم نے حرقوص بن زبیر کا پیچھا کیا لیکن ان چھ ہزار نے اس کو بچا لیا۔ لہٰذا اگر تم ان لوگوں سے لڑو گے تو بہت بڑا فساد برپا ہو گا۔ کل مضر اور ربیعہ تمہارے خلاف لڑائی پر متفق ہو جائیں گے ایسی صورت میں اصلاح کہاں رہ گئی۔

ام المومنین عائشہؓ: (قعقاع سے مخاطب ہو کر) پھر تمہاری کیا رائے ہے؟

قعقاع: ''اس امر کا علاج بالفعل فتنہ کو ختم کرنا ہے اور مصالحت سے کام لینا ہے۔ اس کے بعد قصاص لینا تاکہ مسلمانوں کو عافیت حاصل ہو۔ آپ لوگ خیر و برکت کی کلید ہیں، ہم کو آفت میں نہ ڈالیں ورنہ آپ بھی آزمائش میں پڑ جائیں گے۔ اس سے ہم کو اور آپ کو بھی نقصان پہنچے گا'' اس تقریر کا ام المومنین اور طلحہ اور زبیر کے دل پر بڑا اثر پڑا اور ان لوگوں نے متفق ہو کر کہا: ''بے شک تمہاری رائے صائب ہے تم علیؓ کے پاس جاؤ۔ وہ تمہاری رائے سے اتفاق کریں تو ابھی صلح ہوئی جاتی ہے۔ قعقاع لوٹ کر امیر المومنینؓ کے پاس آئے اور کل حالات عرض کئے۔ امیر المومنین علیؓ کو اس سے تعجب اور خوشی ہوئی۔

فریقین کی مصالحت پر آمادگی

اس واقعہ سے قبل اہل بصرہ کے وفود امیر المومنین کی خدمت میں اہل کوفہ کی رائے معلوم کرنے کی غرض سے آئے ہوئے تھے۔ ان سب نے بھی مصالحت پر اتفاق رائے ظاہر کیا تھا مگر انہی لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن کو صلح ناگوار گزر رہی تھی۔ القصہ امیر المومنینؓ نے لشکریوں کو اکٹھا

کر کے خطبہ دیا اور اگلے دن کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا، اور ان لوگوں کی نسبت جو محاصرہ عثمان میں شریک تھے یہ حکم دیا کہ وہ ہمارے گروہ سے نکل جائیں اور ہمارے ساتھ نہ چلیں۔

سبائیوں کی فتنہ پروری

اہل مصر کو یہ مصالحت ناگوار گزری۔ ابن السودا، خالد بن ملجم اور اشتر مع ان لوگوں کے جنہوں نے عثمان بن عفان کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا تھا اور بغاوت کی تھی ایک مقام پر اکٹھے ہوئے۔ علباء بن الہیثم، عدی بن حاتم، سالم بن ثعلبہ اور شریح بن اوفی وغیرہ جو سرداران بلوائیوں کے تھے شریک جلسہ تھے آپس میں مشاورت کرنے لگے۔ اس وقت تک طلحہ وزبیر کی رائے قصاص لینے کی تھی لیکن اب تو امیر المومنینؓ کی رائے بھی قصاص لینے کی ہو گئی اور وہ کتاب اللہ سے خوب واقف ہیں۔ امیر المومنین نے جو فرمایا ہے وہ سن چکے ہو لہٰذا اگر وہ مصالحت کر لیں گے اور باہم متفق ہو جائیں گے تو ہمارے ساتھ کیا کچھ نہ کریں گے۔ اشتر نے کہا: ''واللہ ان سب کی رائے ہماری بابت ایک ہی ہے۔ اگر مصالحت کریں گے تو ہمارے خون پر مصالحت کریں گے لہٰذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم علی اور طلحہ پر حملہ کر کے انہیں بھی عثمان کے پاس بھیج دیں۔ اس کے بعد پھر خود بخود سکون ہو جائے گا'' ابن السوداء نے جواب دیا کہ تم نے ذی قار میں ہزاروں کی جمعیت دیکھی ہے اور طلحہ کے ساتھی بھی پانچ ہزار کے قریب ہیں۔ تم صرف ڈھائی ہزار کی جمعیت سے ہو لہٰذا اپنا خیال ہرگز پورا نہیں کر سکتے۔''

حملہ کا منصوبہ

علیا بولا: ''بہتر یہ ہے کہ فریقین کو چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ کوئی ان میں سے تمہارا حاکم بن جائے''۔ ابن السوداء نے کہا: یہ رائے صائب نہیں۔ اگر تم ان دونوں فریقوں سے الگ ہو جاؤ گے تو تم کو یہ ایک ایک کر کے چن لیں گے۔ عدی نے جواب دیا: ''ہم نہ اس صلح سے راضی ہیں نہ اس سے کشیدہ خاطر اگر اتفاقاً جو واقعہ ہونے والا ہے وہ واقع ہو گیا اور لوگ اس مقام پر اتر پڑے (یعنی لڑائی ہو گئی) تو ہمارے پاس سوار بھی ہیں، آلات حرب بھی ہیں، اگر ہماری طرف بڑھیں گے تو ہم بھی بڑھیں گے اور ہم پر حملہ کریں گے تو ہم بھی حملہ کریں گے۔'' سالم اور شریح نے رائے دی کہ تاانفصال ہمیں چلا جانا چاہئے۔ ابن السوداء نے کہا ''اے بھائیو تمہاری عزت اسی میں ہے کہ لوگوں میں مل جل کر انہیں لڑا دو۔ میرے خیال میں یہ بہتر ہوگا کہ کل جب فریقین جمع ہوں تو جس طرح بھی ممکن ہو کسی حکمت سے لڑائی چھیڑ دو۔ لڑائی شروع ہو جانے پر تم سے وہ لوگ غافل ہو جائیں گے اور تم لوگ جس کو مکروہ جانتے ہو اس سے محفوظ رہو گے۔'' الغرض حاضرین نے ابن السوداء کی رائے پسند کی اور اسی اتفاق پر علیحدہ ہو گئے۔

حضرت علیؓ کی مراجعت

صبح ہوتے ہی امیر المومنین علیؓ نے کوچ کیا۔ قبیلہ عبدالقیس کی فرودگاہ پر پہنچے، وہ بھی ہمراہ ہو گئے۔ پھر یہاں سے روانہ ہو کر زاویہ میں قیام پذیر ہوئے۔ پھر زاویہ سے بصرہ روانہ ہوئے۔ طلحہ، زبیر ام المومنین عائشہؓ نے بھی فرضہ سے کوچ کیا۔ نصف جمادی الثانی 26ھ کو مقام قصر عبید اللہ بن زیاد میں فریقین ملے۔ بکر بن وائل اور عبدالقیس خط و کتابت کرنے کے بعد امیر المومنین حضرت علیؓ کے لشکر میں آ گئے۔ تین روز تک بلا جدال و قتال ٹھہرے رہے۔ زبیرؓ کے بعض ہمراہیوں نے لڑائی چھیڑنے کی رائے دی۔ لیکن انہوں نے معذرت کی کہ قعقاع کی معرفت مصالحت کی گفتگو ہو رہی ہے ہم سے غداری نہ ہو گی۔ ایسا ہی امیر المومنین سے بھی بعض لوگوں نے کہا تھا انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر آپ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کل لڑائی ہو گئی تو فریقین کے مقتولین کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا: ''میں امید کرتا ہوں کہ ہمارا اور ان کا کوئی فرد قتل نہ کیا جائے گا اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کے دلوں کو صاف کر دیا ہے اور اگر کوئی مقتول ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔'' بعدازاں اپنے لشکریوں کو جنگ سے منع کر دیا اور حکم بن سلام، مالک بن حبیب کو طلحہؓ، زبیر کے پاس پیام دے کر بھیجا کہ اگر تم لوگ اس اقرار پر قائم ہو جس کی قعقاع نے خبر دی ہے تو لڑائی سے رکے رہو حتیٰ کہ کوئی امر طے پا جائے۔

ابن قیس کی کنارہ کشی

اس کے بعد احنف بن قیس، امیر المومنین حضرت علیؓ کے پاس آئے۔ یہ اس گروہ سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ شہادت کے بعد امیر المومنین عثمانؓ کے حج سے واپس ہو کر امیر المومنین علیؓ کی بیعت کی تھی۔ احنف کہتے ہیں کہ جس زمانے میں امیر المومنین عثمانؓ محاصرے میں تھے، میں حج کو جارہا تھا میں نے طلحہ وزبیر اور ام المومنین عائشہؓ سے کہا تھا کہ عثمانؓ ضرور شہید کئے جائیں گے تو ان کے بعد کس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے گی۔ ان لوگوں نے کہا تھا: علی کے ہاتھ پر۔ جب میں حج کر کے واپس ہوا تو عثمان بن عفان شہید ہو چکے تھے۔ میں نے علی کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے اہل و عیال میں چلا آیا۔ اس کے بعد طلحہ، زبیر، ام المومنین بصرہ پہنچے اور مجھے امیر المومنینؓ کی عداوت کی غرض سے طلب کیا۔ مجھے سخت تشویش لاحق ہوئی ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچازاد بھائی اور داماد۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر میں نے ان سے کہا ''کیا تم لوگوں نے مجھے بیعت کرنے کی اجازت نہ دی تھی؟ جواب دیا ہاں دی تھی! مگر علی نے شرط بیعت پوری نہ کی۔ میں نے کہا'' واللہ نہ تو میں نقض بیعت کروں گا اور نہ ام المومنین سے لڑوں گا بلکہ سب سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین ہو جاؤں گا''۔ اس گفتگو کے بعد احنف چھ ہزار افراد کو لے کر بصرے سے تین کوس کے فاصلے پر مقام جلجاء میں مقیم ہو گئے۔ پھر جب امیر المومنین علیؓ آئے، احنف آپ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے فرمایا تم کو اختیار ہے چاہو ہمارے ساتھ ہو کر لڑو اور چاہو سکوت اختیار کرو۔ احنف نے سکوت اختیار کیا۔ چنانچہ احنف قبیلہ تمیم اور بنو سعد کو لے کر دونوں فریقوں سے علیحدہ ہو گئے۔ پھر جب امیر المومنین علیؓ کامیاب ہوئے تو احنف حاضر خدمت ہوئے اور پوری پوری پیروی کی۔

حضرت زبیرؓ کی علیحدگی

جس وقت دونوں حریف مقابل ہوئے تو طلحہ اور زبیر صف لشکر سے نکلے۔ امیر المومنین علیؓ بھی اپنے لشکر سے باہر آئے۔ دونوں فریق اس قدر نزدیک آ گئے کہ ان لوگوں کی سواریوں کی گردنیں پھر گئیں (یعنی ایک دوسرے سے مل گئے) امیر المومنین نے کہا ''تم لوگوں نے آلات حرب، سواروں پیادوں کو جمع کر کے میرے ساتھ دشمنی کی کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عداوت کی کوئی وجہ ہے؟ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں؟ تم پر میرا خون اور تمہارا خون مجھ پر حرام نہیں ہے؟ کیا کوئی ایسا امر بتا سکو گے جس سے میرا خون تمہارے لئے مباح ہو''؟ طلحہ نے جواب دیا'' کیا تم نے عثمان کے قتل میں سازش نہیں کی؟'' بولے: اللہ تعالیٰ اپنے دین کو پورا کرے گا اور قاتلین عثمان پر لعنت بھیجے گا۔ اے طلحہ کیا تم نے میری بیعت نہیں؟ جواب دیا'' ہاں مگر میری گردن پر تلوار تھی''۔ (یعنی بہ مجبوری بیعت کی تھی) اس کے بعد امیر المومنین نے زبیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا'' کیا تم کو وہ دن یاد ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے فرمایا تھا کہ بے شک تم ایک ایسے شخص سے لڑو گے جس پر تم ہی ظلم کرنے والے ہو گے''؟ جواب دیا ہاں۔ مجھے یاد آ گیا۔ اگر تم میری روانگی سے قبل مجھے اس بات کو یاد دلا دیتے تو میں ہرگز خروج نہ کرتا اور اب واللہ میں تم سے ہرگز نہ لڑوں گا۔ اس قدر مکالمت کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو گیا۔ امیر المومنین علیؓ نے اپنے لشکر میں واپس ہو کر ساتھیوں سے فرمایا:'' زبیر تو اب ہم سے نہ لڑیں گے۔''

زبیرؓ ام المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی جب سے میں نے ہوش سنبھالا سوائے آج کے اس موقع کے ہمیشہ اپنا انجام کار جانتا تھا۔ ام المومنین نے کہا'' تمہارا کیا ارادہ ہے اور تم کیا چاہتے ہو؟'' جواب دیا'' میرا ارادہ یہ ہے کہ میں ان سب کو چھوڑ کر چلا جاؤں''۔ ام المومنین جواب نہ دینے پائی تھیں کہ عبداللہ بن زبیر بول اٹھے'' ہاں جب دونوں کو صف آرا کر لیا اور ایک کو دوسرے کی عداوت پر ابھار دیا تو اب چلے جانے کا قصد کرتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ آپ ابن ابی طالب کے پھریروں سے ڈر گئے اور آپ نے یہ جان لیا ہے کہ اس کے اٹھانے والے جوان مرد جنگجو ہیں اور اس کے نیچے چمکتی ہوئی تلواریں ہیں اس سے آپ میں بزدلی آ گئی ہے۔'' زبیر نے کہا'' میں نے قسم کھالی ہے''۔ جواب دیا'' اپنی قسم کا کفارہ دیں اپنے غلام مکحول کو آزاد کر دیں''۔ بعض کا کہنا ہے کہ زبیر نے اسی وقت واپسی کا ارادہ کیا تھا جب کہ عمار بن یاسر کو علی ابن ابی طالب کے ہمراہ دیکھا تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔'' عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا''۔

بصریوں کے تین گروہ

اہل بصرہ کے تین گروہ ہو گئے تھے۔ کچھ لوگ طلحہ وزبیر کے ہمراہ تھے اور کچھ لوگ امیر المومنین علیؓ کے ساتھ دینے پر تلے ہوئے تھے اور تیسرا گروہ وہ تھا جو سکوت میں تھا نہ ان کے ہمراہ تھا اور نہ ان کا ساتھ دیتا تھا۔ احنف بن قیس اور عمر بن حصین وغیرہ اسی گروہ میں تھے۔

فریقین میں مصالحت

ام المومنینؓ نے ازد میں قیام فرمایا ان دونوں کا سردار صبرۃ بن شیمان تھا۔ کعب بن سور نے سکوت کرنے کو کہا لیکن اس نے انکار کیا۔ اس کے ساتھ قبائل مضر، رباب بسر کردگی من جانب بن راشد، بنو عمرو بن تمیم بسرداری ابوالحرباء، بنو حنظلہ بسر کردگی ہلال بن وکیع، سلیم بسر کردگی مجاشع بن مسعود، بنو عامر، غطفان بسر کردگی زفر بن الحرث، ازد بسر کردگی صبرۃ بن شیمان، بکر بسر کردگی مالک بن مشمع اور بنو ناجیہ بسرداری حریث بن راشد تھے۔ ان سب کی کل تعداد تیس ہزار کے قریب تھی۔ امیر المومنین علیؓ کے ہمراہ بیس ہزار آدمی تھے اور یہ سب ایک دوسرے کے مقابل اترے ہوئے تھے۔ مضر، مضر کے مقابلہ پر ربیعہ، ربیعہ کے روبرو تھے۔ دونوں فریق کے آدمیوں میں میل جول تھا اور صلح کے سوا کوئی اور گفتگو نہ کرتے تھے۔ حکیم و مالک جو طلحہ وزبیر کے پاس گئے تھے یہ اطلاع لے کر واپس ہوئے کہ ہم لوگ اسی عہد واقرار پر ہیں جس پر قعقاع ہمیں چھوڑ کر گئے ہیں۔ پھر شام کے وقت ابن عباس، طلحہ وزبیر کے پاس اور محمد بن طلحہ امیر المومنین علی کی خدمت میں صلح کی گفتگو کرنے آئے۔ شرائط طے ہو گئیں اور صبح کے وقت صلح نامہ اور معاہدہ تحریر کئے جانے کی رائے قرار پائی۔

مخالفین صلح کا اچانک حملہ

اس سے ان لوگوں کی پریشانی بہت بڑھ گئی جنہوں نے امیر المومنین عثمانؓ کے خلاف بلوہ کیا تھا۔ تمام رات مشورہ کرتے رہے کہ صبح ہوتے ہی جس طرح بھی ممکن ہو لڑائی چھیڑ دی جائے جہاں تک ممکن ہو صلح نہ ہونے پائے۔ چنانچہ علی الصباح فریقین کی لاعلمی میں فتنہ پردازوں نے لڑائی کا رنگ جما دیا۔ بلوائیان مضر نے مضر پر، فتنہ پردازان ربیعہ نے ربیعہ پر، باغیان یمن نے یمن پر، اہل بصرہ نے اہل بصرہ پر غرضیکہ ہر قبیلہ اپنے اپنے قبیلے پر حملہ آور ہوا۔ ادھر طلحہ اور زبیر نے جنگ کا شور وغل سن کر عبدالرحمان بن حرث کو میمنہ پر، عبدالرحمٰن بن عتاب کو میسرہ پر متعین کیا۔ خود قلب لشکر میں رہے لوگوں نے لڑائی شروع ہونے اور شور وغوغا کی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ اہل کوفہ نے پو پھٹتے ہی تیراندازی شروع کر دی۔ طلحہ وزبیر نے کہا "افسوس علی خون ریزی کئے بغیر نہ مانیں گے"۔ یہ کہہ کر حملہ آور گروہ کی مدافعت کرنے لگے۔ ادھر امیر المومنین علیؓ شور وغل سن کر خیمے سے باہر تشریف لائے اور حال دریافت فرمایا۔ فرقہ سبیہ کے ایک شخص نے جس کو فتنہ پردازوں نے پہلے ہی سکھا رکھا تھا۔ جواب دیا "ہم کو سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہے کہ رات کو بے خوف ہو کر سوئے تھے صبح نہ ہونے پائی تھی کہ اہل بصرہ نے حملہ کر دیا۔ ٹڈی دل گروہ تیر برساتا ہوا امڈ آیا۔ لہٰذا ہمارے ہمراہی بھی سوار ہو گئے اور لوگوں نے لڑائی چھیڑ دی"۔ امیر المومنین علیؓ یہ سن کر سوار ہوئے افسران لشکر کو میمنہ ومیسرہ پر مامور کر کے افسوس کرتے ہوئے فرمایا "بے شک طلحہ وزبیر بغیر خون ریزی کئے ہوئے نہ مانیں گے"۔ قصہ مختصر دونوں فریق کو غلط فہمی ہوئی۔ ایک نے دوسرے کو مجرم سمجھا اور اصل حال کسی پر منکشف نہ ہوا۔

جنگ جمل

امیر المومنین علیؓ اور طلحہ وزبیر نے اپنے اپنے لشکروں میں اعلان کرا دیا کہ کوئی شخص اس معرکہ سے بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرے اور اس سے نہ لڑے۔ نہ کسی زخمی پر حملہ کرے اور نہ کسی کا مال واسباب چھینے۔ لڑائی شروع ہونے پر کعب بن سور، ام المومنین کے پاس آئے۔ عرض کی: "اے ام المومنینؓ لوگوں نے لڑائی شروع کر دی، آپ موقع جنگ پر تشریف لے چلئے شاید اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے صلح کرا دے۔" ام المومنین چلنے پر آمادہ

ہوئیں لوگوں نے آپ کو اونٹ پر سوار کرایا اور ہودج (عماری) کو زرہیں پہنائی اور اونٹ کو ایسے موقع پر لا کر کھڑا کیا، جہاں سے لڑائی کا منظر اچھی طرح نظر آتا تھا۔ تھوڑی دیر تک لڑائی جاری رہنے کے بعد اصحاب جمل کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی شہادت

طلحہ کے پاؤں میں ایک تیر لگا جس کے صدمہ زخم سے مجبور ہو کر بصرہ چلے گئے۔ خون کسی طرح نہ رکا اور اسی حالت میں وفات پا گئے۔ زبیر وادی السباع کی طرف چلے گئے کیونکہ امیر المومنین علیؓ نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی تھی۔ راستہ میں احنف کا لشکر مل گیا۔ عمر بن الجرموز نے لشکر سے نکل کر پیچھا کیا۔ قریب پہنچ کر مسئلہ پوچھنے لگا جب نماز کا وقت آیا اور زبیر نماز پڑھنے لگے تو عمرو بن الجرموز نے ان کو شہید کر ڈالا اور گھوڑا ہتھیار، انگوٹھی لے کر احنف کے پاس آیا۔ احنف نے کہا "واللہ میں نہیں جانتا کہ تو نے یہ فعل اچھا کیا یا برا"؟ ابن جرموز یہ سن کر امیر المومنین علیؓ کے خیمے کی طرف آیا دربان سے کہا: "امیر المومنین سے کہہ دو کہ قاتل زبیر حاضری کی اجازت طلب کرتا ہے۔" آپ نے فرمایا: "اجازت دے دو اور جہنم میں جانے کی بشارت دے دو۔"

حضرت کعبؓ کی شہادت

اس وقت لڑائی تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ شکست خوردہ گروہ بصرے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ چونکہ امیر المومنین کے لشکر کے سواروں نے ام المومنین کے ناقہ کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا لہٰذا اصحاب جمل ام المومنینؓ کے بچانے کو جوش میں آ کر پھر لوٹے اور لڑائی اسی زور شور سے دوبارہ شروع ہو گئی جیسا کہ اس سے پیشتر تیزی کے ساتھ ہو رہی تھی۔ ام المومنین نے لڑائی روکنے کی غرض سے کعب بن سور سے فرمایا: "تم ناقہ کو چھوڑ دو اور قرآن لے کر صف لشکر سے نکل کر میدان میں جاؤ اور اس کے محاکمہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ" چنانچہ کعب قرآن شریف لے کر لشکر سے نکلے۔ امیر المومنین علیؓ کا لشکر آگے بڑھا۔ فرقہ سبیہ نے جو سب سے آگے تھا کعب پر تیر برسائے اور کعب شہید ہو گئے۔

حضرت عائشہؓ کی عماری پر تیروں کی بوچھاڑ

ان لوگوں نے ام المومنینؓ کی عماری پر تیر برسانے شروع کئے۔ ام المومنینؓ نے بلند آواز سے اپنے ساتھیوں کو امداد کے لئے بلایا پھر قاتلین عثمان کے حق میں بددعا کرنے لگیں۔ اہل لشکر بھی آپ کے ساتھ ہی بددعا کر رہے تھے۔ ایک جانب لڑائی کا شور برپا تھا، نیزہ اور تلواروں کی آوازوں سے کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے دوسری طرف سے بددعا کی آواز آتی تھی جس سے میدان جنگ گونج رہا تھا۔ امیر المومنین علیؓ نے اس شور کو سن کر سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ ام المومنین عائشہ قاتلین عثمان کو دعائے بد دے رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: "اللھم العن قتلة عثمان" (اے خدا قاتلین عثمان پر لعنت بھیج)۔

ناقہ ام المومنینؓ پر یورش

جب اس تدبیر سے لڑائی نہ رکی تو ام المومنین نے سرداران میمنہ و میسرہ (عبدالرحمٰن بن عتاب اور عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام) کے پاس کہلا بھیجا: "تم لوگ نہایت استقامت سے لڑتے رہو میں تمہاری مدد کو آدمی بھیجتی ہوں"۔ پھر اپنے لشکریوں کو ایک پر جوش تقریر سے لڑائی کی ترغیب دی اور وہ لوگ بھی یہ دیکھ کر کہ فریق ثانی چاروں طرف سے سمٹ کر ناقہ ہی پر حملہ کر رہے ہیں ایک تازہ جوش سے حملہ کرنے لگے۔ کوفہ و بصرہ کے قبیلہ مضر نے ہلہ کر کے ناقہ کے آگے کا میدان حملہ آور دشمنوں سے خالی کر کے تیر اندازی شروع کر دی۔ فریقین ایک دوسرے کے حملے کا جواب تیروں سے دے رہے تھے۔ زید بن صوحان اور ان کے بھائی سیحان مارے گئے۔ لڑائی کا عنوان تھوڑی دیر کے لئے دوبارہ خطرناک ہو گیا۔ دونوں حریف جوش مردانگی میں آ کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ کوفہ، یمن اور ربیعہ کا گروہ لڑائی میں ابتداءً پیچھے تھا لیکن پھر مستعد ہو کر لڑنے لگا۔ ان کے پرچم کے

نیچے دس آدمی مارے گئے۔ پھر اس کو یزید بن قیس نے سنبھالا اور ربیعہ کے علم کے نیچے زید، عبداللہ بن رقیہ اور ابوعبیدہ بن راشد بن سلمی کام آئے۔ لڑائی لحظہ بہ لحظہ تیز ہوتی جاتی تھی۔ صف کی ترتیب جاتی رہی تھی۔ کوفیوں کا گروہ جو میمنہ میں تھا اپنے قلب سے اور اہل بصرہ کا میسرہ اپنے قلب سے مل جل گیا۔ اس فریق کے میمنہ نے اس فریق کے میسرہ کا اور اس کے میسرہ نے اس کے میمنہ کا راستہ روکا۔ دلاوران مضر جانبین سے رجز پڑھتے ہوئے حملہ کرنے لگے۔ زیادہ تر فریقین کے جنگ آزما اپنے مدمقابل کے ہاتھ پاؤں پر حملہ کرتے اور انہیں بیکار کر دیتے تھے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن عتاب کا ہاتھ شہید ہونے سے قبل کٹ گیا تھا۔ ام المومنین کے ناقہ کے پاس ازد پھر بنوضبہ پھر بنوعبد مناۃ نے اپنے اپنے دشمن کا مقابلہ کیا اور اس سے ہم نبرد ہوئے۔ کثرت سے لوگ مارے گئے اور ہزاروں کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ میمنہ و میسرہ کا امتیاز باقی نہ رہا۔ قلب لشکر سے آ کر مل گیا۔ گروہ کے گروہ حملہ کر کے ناقہ پر آتے تھے اور وہیں لڑ کر مارتے اور مر جاتے تھے یہاں تک کہ ناقہ کی مہار پر چالیس یا ستر آدمی کام آئے اور یہ سب قبیلہ قریش کے تھے۔ عبداللہ بن زبیر زخمی ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن عتاب، جندب زہیر عامری اور عبداللہ بن حکیم بن حرام قتل ہو گئے۔ ان کے ساتھ قریش کا علم تھا ان کو اشتر نے مارا اور اس عمل میں عدی بن حاتم نے مدد دی۔ اسود بن ابی البختری بھی قتل ہو گئے۔ یہ ناقہ کی مہار تھامے ہوئے تھے۔ ان کے بعد عمرو بن الاشرف ازدی اور ان کے تیرہ آدمی کام آئے۔ مروان بن الحکم اور عبداللہ بن زبیر کے بدن پر بہتر زخم تیر و نیزہ کے لگے۔

ناقہ پر حملہ اور جنگ کا اختتام

اس پر بھی ہمراہیان ام المومنین کا جوش فرو نہ ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر امیر المومنین علیؓ نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ ناقے پر حملہ کرو۔ یہ لوگ آپ ہی متفرق و منتشر ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایک شخص نے بڑھ کر ناقے کو مارا ناقہ چلا کر گر پڑا۔ کوفیان ازد کا علم مخنف بن سلیم کے ہاتھ میں تھا۔ ان کے مارے جانے پر ان کے بھائی صقعب نے لے لیا۔ جب یہ بھی مارے گئے تو ان کے بھائی عبداللہ نے سنبھالا۔ ان کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا تو علاء بن عروہ نے علم لیا۔ ابھی علم انہی کے ہاتھ میں تھا کہ فتح حاصل ہو گئی۔ کوفیان عبدالقیس کا پرچم، قاسم بن سلم لئے ہوئے تھے۔ جب یہ مع زید و سیحان پسران صوحان مارے گئے تو اور چند لوگوں نے علم کو سنبھالا۔ پس ان لوگوں میں سے عبداللہ بن رقیہ پھر منقذ بن نعمان نے علم لیا جب یہ بھی کام آئے تو ان کے لڑکے مرہ نے بھاگ کر علم سنبھالا۔ علم انہی کے ہاتھ میں تھا کہ فتح کا ڈنکا بجا۔ بکر بن وائل کا علم بنی ذہل میں حرف بن حسان کے ہاتھ میں تھا یہ پانچ آدمیوں کے ساتھ جو ان کے خاندان سے تھے اور تیس آدمی بنی مخدوج اور ذہل کے مارے گئے تھے کہ کامیابی کا غل ہوا۔

بعض نے ناقے کے مارے جانے کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ قعقاع نے اشتر سے واپسی کی وجہ پوچھی جب کہ وہ ناقے کے پاس سے لڑ کر آ رہا تھا، اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ قعقاع نے بڑھ کر حملہ کیا اس وقت ناقہ کا مہار زفر بن الحرث کے ہاتھ میں تھا۔ چند شیوخ بنی عامر کے مارے گئے۔ قعقاع نے بجیر بن دلجہ (بنی ضبہ) سے کہا (یہ امیر المومنین علیؓ کے ہمراہیوں سے تھا) ''تم اپنی قوم سے سازش کر کے ناقے کو مار کر گرا دو قبل اس کے کہ امیر المومنین علیؓ یا ام المومنین کو کوئی صدمہ پہنچے۔'' چنانچہ بجیر اپنی قوم سے امان طلب کر کے ناقے کے پاس گیا اور اس کے پاؤں پر ایک تلوار ماردی اور دوسرے پاؤں پر خود گر پڑا۔ قعقاع نے جو شخص ان کے نزدیک کھڑا تھا اسے امان دے کر زفر کے ساتھ عماری کی رسیاں کاٹ دیں اور عماری اتار لی۔ اصحاب جمل ناقے کے گرتے ہی فرار ہونے لگے اور آتش جنگ فرو ہو گئی۔ امیر المومنین علیؓ نے منادی کرا دی کہ کوئی شخص کسی مفرور کا پیچھا نہ کرے، کسی زخمی کا اسباب نہ چھینا جائے کسی کے گھر کوئی نہ گھسے۔ محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ مقتولوں کے درمیان سے عماری علیحدہ کر دو اور پردہ کی وجہ سے اس پر قبہ بنا دیا۔ بعد ازاں امیر المومنین علیؓ نے محمد بن ابی بکر کی وساطت سے ام المومنین عائشہؓ کی خیریت دریافت کرائی۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی ملاقات

بعض نے تحریر کیا ہے کہ جس وقت ناقہ گرا تھا محمد بن ابی بکر مع عمار بن یاسر ناقہ کے پاس گئے اور عماری کو اٹھا کر ایسے مقام پر لے جا کر رکھا جہاں کوئی شخص نہ تھا۔ امیر المومنین علیؓ عماری کے پاس گئے اور دریافت کیا ''کیف انت یا امہ'' (اے ماں تم کیسی ہو) جواب دیا: الحمد للہ خیریت سے ہوں۔ پھر امیر المومنین نے کہا: ''یغفر اللہ لک'' (اللہ تعالیٰ تم سے درگزر کرے) ارشاد کیا: ''ولک ایضاً'' (اور تم سے

بھی اللہ تعالیٰ درگزر کرے)۔اس کے بعد سرداران لشکر اور رؤساشہر ام المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے از انجملہ قعقاع تھے۔قعقاع نے سلام کیا ام المومنین نے جواب دینے کے بعد فرمایا:''مجھے یہ منظور و محبوب تھا کہ میں آج کے واقعہ سے بیس برس پہلے مر جاتی۔'' قعقاع نے لوٹ کر امیر المومنین علیؓ سے اس قول کو بیان کیا تو امیر المومنین علیؓ نے بھی ایسا ہی فرمایا۔

صحابہ کبارؓ کی شہادت

پس جب رات نے اپنے سیاہ دامن سے آفتاب کے رخ روشن کو چھپالیا تو ام المومنین کے بھائی محمد بن ابی بکر نے ام المومنینؓ کو بصرے میں جا کر عبداللہ بن خلف خزاعی کے گھر میں صفیہ بنت الحرث بن ابی طلحہ (عبدالداری) مادر طلحۃ الطلحات بن عبداللہ کے پاس ٹھہرایا اور فریقین کے زخمی لوگ مقتولوں سے الگ کر کے شہر میں لائے گئے۔ مقتولوں کے ملاحظہ کو خود امیر المومنین میدان جنگ میں تشریف لے گئے۔ کعبؓ بن سور، عبدالرحمٰن بن عتاب اور طلحہ بن عبیداللہ کی لاشوں کو دیکھ کر فرمایا:''افسوس! لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ہم پر فقط عوام الناس نے خروج کیا حالانکہ ان میں سے ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔'' پھر آپ نے دونوں طرف کے مقتولوں کو جمع کر کے نماز پڑھی۔ دفن کرایا اور ہاتھوں کو یکجا کر کے ایک دوسری بڑی قبر میں مدفون کئے جانے کا حکم دیا۔ لشکر گاہ میں جو کچھ مال واسباب تھا جمع کر کے جامع مسجد میں لائے اور منادی کرادی کہ جو شخص چاہے اپنے مال واسباب کی شناخت کر کے لے جائے البتہ وہ آلات حرب بیت المال میں رکھ لئے جائیں گے جن پر نشان حکومت بنا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس معرکے میں دونوں طرف کے دس ہزار آدمی کام آئے اور ان میں ایک ہزار صرف بنو ضبہ تھے۔

ابن قیس کی متابعت

اختتام جنگ کے بعد احنف بن قیس، بنی سعد کو لے کر حاضر ہوئے۔ امیر المومنین علیؓ نے فرمایا:''تم انتظار کر چکے؟'' عرض کی:''میں نے اسی میں بھلائی دیکھی تھی۔ آپ ہی کے حکم سے ہوا جو کچھ ہوا نرمی اختیار کیجئے۔ آپ نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ بعید اور دراز ہے اور آپ کو بہ نسبت کل کے آج ہماری زیادہ ضرورت ہے۔ آپ مجھ ایسے شخص سے ایسی باتیں نہ کریں کیونکہ میں آپؐ کا ہمیشہ ہمدرد اور ناصح رہوں گا۔'' دوشنبہ کے دن امیر المومنینؓ شہر بصرہ میں داخل ہوئے۔ لوگوں نے ان کے علموں کے نیچے بیعت کی یہاں تک کہ زخمی بھی شریک بیعت ہوئے۔ جس وقت بیعت کے لئے عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ پیش کئے گئے اور انہوں نے بھی بیعت کی۔ آپ نے ان سے دریافت کیا''تمہارے چچا زیاد کا کیا حال ہے اور اس کا زمانہ انتظار تمام ہوا یا نہیں؟'' عرض کی''واللہ وہ بیمار ہے ورنہ ضرور حاضر ہوتا''۔ امیر المومنین یہ سنتے ہی عبدالرحمٰن کو لے کر زیاد کے پاس گئے۔ بیمار پایا، ان کی معذرت قبول کی، اور ان سے حکومت بصرہ قبول کرنے کے لئے کہا۔ زیاد نے انکار کر کے کہا:''بہتر ہو گا کہ آپ اپنے خاندان میں سے کسی شخص کو مامور فرمایئے میں وقتاً فوقتاً نیک مشورہ دیتا رہوں گا''۔

چنانچہ امیر المومنین نے ابن عباس کو حاکم بصرہ اور زیاد کو خراج اور بیت المال پر مامور کیا اور ابن عباس کو زیاد سے ہر کام میں مشورہ لینے اور اس کے اتفاق رائے سے تمام امور کی انجام دہی کرنے کی ہدایت کی۔ پھر امیر المومنین علیؓ ام المومنین کے پاس ابن خلف کے گھر پر گئے۔ چونکہ اس واقعہ میں عبداللہ بن خلف کام آ گئے تھے ان کی ماں اور نیز بعض اور عورتوں نے امیر المومنین علیؓ کو سخت وسست کہا۔ آپ نے کچھ توجہ نہ کی۔ بعض ہمراہیوں نے آپ کو ابھارنا چاہا تو آپ نے فرمایا:''عورتیں ناقص العقل اور ضعیف البیان ہوتی ہیں لہٰذا قابل التفات نہیں ہیں۔ ہم تو مشرکہ عورتوں سے تعرض کرنے کو منع کرتے ہیں چہ جائیکہ مسلمانوں عورتوں سے معترض ہوں''۔ امیر المومنین حضرت علیؓ ام المومنینؓ کے پاس سے باہر آئے تو معلوم ہوا کہ بعض عوام اور بلوائی، ام المومنینؓ کو سخت و ناملائم الفاظ سے یاد کرتے ہیں آپ نے ان میں سے کچھ لوگوں کو گرفتار کرا کے درے لگوائے۔

حضرت عائشہؓ کی مکہ معظمہ کو روانگی

غرہ رجب 36ھ کو امیر المومنین علیؓ نے سامان سفر درست کر کے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کو رؤساء بصرہ کی چالیس عورتوں اور محمد بن ابی بکر

کے ساتھ بصرے سے روانہ کیا۔ مشایعت کی غرض سے چند میل خود آئے اور آپ کے بڑے لڑکے حسن ابن علی ایک دن کی مسافت تک پہنچانے کو گئے۔ ام المومنین عائشہ پہلے مکہ تشریف لے گئیں حج ادا کیا واپس ہو کر مدینہ منورہ گئیں۔ بنو امیہ کا وہ گروہ جو معرکہ جنگ سے بچ گیا تھا شام چلا گیا۔ عتبہ بن ابی سفیان، عبدالرحمٰن، یحییٰ برادران مروان نے عصمۃ بن زبیر تیمی کے پاس امان لی۔ جب زخم اچھا ہو گیا تو عصمۃ بن زبیر تیمی نے ان کو شام بھیج دیا۔ عبداللہ بن عامر، بنی حرقوص کی امان میں اور مروان بن الحکم، مالک بن مسمع کی امان میں شام روانہ ہوا۔ بعض نے تحریر کیا ہے کہ ابن عامر، ام المومنین عائشہؓ کی رکاب میں تھا پس جب آپ مکہ روانہ ہوئیں تو ابن عامر ان سے علیحدہ ہو کر شام چلا گیا۔ ابن زبیر ایک شخص ازدی کے مکان میں جا کر چھپا ہوا تھا۔ ام المومنین کو اطلاع دی آپ نے اپنے بھائی محمد کو بھیج کر بلوا لیا۔

ام المومنینؓ کی روانگی کے بعد امیر المومنین علیؓ نے بیت المال کو کھولا چھ ہزار سے زائد نقد موجود تھا۔ آپ نے شرکاء جنگ پر تقسیم کر دیا۔ ہر شخص کو پانچ پانچ سو ملے۔ تقسیم کے وقت آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا: اگر تم لوگ ملک شام پر فتح یاب ہو گئے تو وظائف مقررہ کے علاوہ اسی قدر اور دیا جائے گا۔ فرقہ سبیہ نے آپ پر بھی در پردہ طعن و تشنیع کی زبان کھولی اور اس سے قبل بھی جب آپ نے مال و اسباب کو لوٹنے سے منع فرمایا تھا، لوگوں نے زبان طعن دراز کی تھی۔ پھر فرقہ سبیہ نے عجلت کے ساتھ بصرہ سے کوچ کیا۔ امیر المومنین علیؓ بھی ان کے بعد فوراً ہی روانہ ہوئے۔ غرض یہ تھی کہ اگر وہ لوگ کسی امر کا قصد رکھتے ہوں تو اس کی روک تھام کی جائے۔

واقعۂ جمل کی ایک اور روایت

بعض نے واقعۂ جمل کو یوں بھی بیان کیا ہے کہ جس وقت امیر المومنین علیؓ نے محمد بن ابی بکر کو ابو موسیٰ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ کوفہ سے فوج جمع و مرتب کر کے لائیں اور محمد بن ابی بکر اس کام سے روکے گئے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص نے ربذہ میں امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعے سے مطلع کیا۔ آپ نے انہی کی معرفت ابو موسیٰ کو یہ پیام بھیجا کہ میں نے تم کو گورنری اس لئے دی ہے کہ تم حق باتوں میں میرے مددگار و معاون ہو۔ ابو موسیٰؓ نے اس پر بھی توجہ نہ کی۔ تب ہاشم نے محل بن خلیفہ طائی کو ایک مکتوب دے کر امیر المومنین کے پاس روانہ کیا۔ امیر المومنین نے اپنے لڑکے حسن اور عمار بن یاسر کو فوجیں فراہم کرنے کی غرض سے کوفہ روانہ کیا جیسا کہ اس سے پیشتر لکھا گیا اور قرظہ بن کعب انصاری کو امیر کوفہ مقرر کر کے بھیجا اور یہ تحریر کیا کہ میں نے حسن اور عمار بن یاسر کو لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرنے کو روانہ کیا ہے اور قرظہ بن کعب انصاری کو کوفہ کا امیر بنایا ہے لہٰذا تم کوفہ کو خواری و ذلت کے ساتھ چھوڑ دو اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو میں نے قرظہ بن کعب کو حکم دیا ہے کہ تم سے وہ نپٹ لے گا اور اگر تم زیر ہو گئے تو تم کو سخت تعزیر دی جائے گی۔ ادھر یہ خط کوفہ روانہ کیا گیا اور ادھر فریقین لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ امیر المومنینؓ نے کہا کہ قرآن مجید میدان جنگ میں لے جاؤ اور اس کے فیصلہ کی طرف بلاؤ۔ اگر اس سے انکار کریں گے تو صف آرائی کی جائے گی۔ چنانچہ ایک آدمی قرآن مجید لے کر گیا۔ ادھر میمنہ نے ان کے میسرہ پر دھاوا بول دیا لڑائی تیزی سے چھڑ گئی۔ ام المومنین عائشہؓ کے ناقے کو بچانے کے لئے لشکری دوڑ پڑے جو زیادہ تر ضبہ اور ازد تھے۔ تقریباً عصر کے وقت اصحابِ جمل یعنی ہمراہیان ام المومنین عائشہؓ کو شکست ہو گئی۔ ازد میں قتل کا بازار گرم ہو گیا۔ عمار، زبیر پر حملہ کر رہے تھے زبیر طرح دے رہے تھے یہاں تک کہ عمار نے حملے سے ہاتھ روک لیا۔ عبداللہ بن زبیر زخمی ہو کر گرے۔ ادھر ناقہ عائشہ کا پاؤں کٹ گیا اور ام المومنینؓ کی عماری گر پڑی۔ محمد بن ابی بکر نے دوڑ کر سنبھالا اور آپ پر ایک چادر تان دی۔ امیر المومنین علیؓ آئے حال دریافت کیا۔ ام المومنینؓ نے کہا: ''مجھ سے غلطی ہوئی معاف کیجئے''۔ امیر المومنین نے جواب دیا: ''ہاں تمہاری قوم نے تم کو آزمائش میں ڈال دیا جیسا کہ میرے ساتھ میری قوم نے کیا''۔ بعد ازاں چند عورتوں اور مردوں کے ساتھ سامان سفر مہیا کر کے ام المومنینؓ کو مدینہ کی جانب روانہ کیا'' هذا امر الجمل ملخص من كتاب ابى جعفر الطبرى اعتمل ناه للوثوق به والسلامة من الا هواء الموجودة فى كتب ابن قتيبه وغيره من المؤرخين'' (یہ واقعات جنگ جمل کے ہیں جس کو ہم نے کتاب ابو جعفر طبری سے خلاصہ کر کے لکھا ہے۔ ہم کو اس کتاب کے نہایت معتبر ہونے پر اعتماد ہے اور یہ کتاب ان افتراؤں سے پاک ہے جو اور موجودہ کتب تواریخ ابن قتیبہ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔)

واقعہ جمل میں مشاہیر ہمراہیان ام المومنینؓ سے عبدالرحمٰن برادر طلحہ (صحابی تھے)، محرز بن حارثہ العبشمی (ان کو فاروق اعظمؓ نے امیر مکہ مقرر کیا تھا)، مجاشع اور مجالد پسران مسعود اور امیر المومنین علیؓ کے مشہور ساتھیوں سے عبداللہ بن حکیم بن حزام، ہند بن ابی ہالہ (یہ ام المومنین خدیجہؓ کے لڑکے تھے) کام آئے۔

اس جنگ سے فرصت پائے زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ جبلہ بن عتاب حبطی اور عمران بن الفضل البرجمی نے عرب کے عوام الناس کا ایک گروہ جمع کر کے سجستان کا ارادہ کیا۔ امیر المومنین علیؓ نے عبدالرحمٰن بن حسر والطائی کو روک تھام کی غرض سے روانہ کیا۔ باغیوں نے ان کو قتل کر ڈالا۔ تب امیر المومنین علیؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کو لکھا کہ کسی کو سجستان کا والی مقرر کر کے روانہ کر دو چنانچہ ربعی بن کاس عنبری کو چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ بھیجا گیا۔ ان کے ہمراہ حصین بن ابی الحر بھی تھے۔ پس جبلہ عین معرکے میں ان کے ہاتھ سے مارا گیا اس کے ساتھی فرار ہو گئے۔ یوں ربعی نے سجستان پر قبضہ کر لیا۔

باب: ۲۱

جنگ صفین

جنگ یمامہ میں ابوحذیفہ کی شہادت کے بعد ان کالڑکا محمد امیر المومنین حضرت عثمان کی نگرانی میں پرورش پانے لگا حتیٰ کہ سن شعور کو پہنچا۔ اتفاقاً ایک دن اس نے شراب پی۔ امیر المومنین عثمان نے درے لگوائے، اس نے توبہ کی۔ ورع تقویٰ اور عبادت کی طرف مائل ہوا اور امیر المومنین عثمان سے کسی شہر کی حکومت کی درخواست کی۔ امیر المومنین عثمان نے نااہل سمجھ کر امارت نہ دی۔ پھر اس نے براہ دریا جہاد کرنے کی غرض سے مصر جانے کی اجازت طلب کی۔ امیر المومنین عثمانؓ نے سامان سفر درست کر کے روانہ کیا۔ عوام الناس اس کی عبادت وتقویٰ دیکھ کر بہ تعظیم پیش آنے لگے۔ پھر اس نے بہ ہمراہی ابن ابی سرح غزوہ صواری میں جہاد کیا جیسا کہ بیان کیا گیا۔

محمد بن ابی حذیفہ کی مخالفت

بوجوہات مذکورہ محمد بن ابی حذیفہ، ابن ابی سرح اور امیر المومنین عثمانؓ پر طعن وتشنیع کیا کرتا اور محمد بن ابی بکر اس معاملے میں اس کا ساتھ دیتے تھے۔ ابن ابی سرح نے امیر المومنین عثمان کو ان کی شکایت لکھی۔ امیر المومنینؓ نے لکھا کہ محمد بن ابی بکر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بھائی ہے اور محمد بن ابی حذیفہ کی میں نے پرورش کی ہے لہٰذا تم ان دونوں کی حرکات سے چشم پوشی کرو۔ امیر المومنین عثمانؓ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تالیف قلوب کے خیال سے تیس ہزار درہم اور ایک گراں بہا خلعت روانہ کیا۔ محمد بن ابوحذیفہ نے اس عطیہ کو مسجد میں رکھ کر کہا: ”اے گروہ مسلمانان تم لوگ دیکھتے ہو عثمان مجھے حیلہ وفریب میں پھنسایا چاہتے ہیں میں کیسے رشوت لوں“۔ اس سے مصریوں کا میلان خاطر اس کی طرف اور بڑھ گیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے ساتھ ہو کر حضرت عثمانؓ پر طعن وتشنیع کرنے لگے۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے محمد بن ابی حذیفہ کو خط لکھا جس میں اپنے حقوق واحسانات تحریر کیے۔

محمد بن ابی حذیفہ نے کچھ جواب نہ دیا اور برابر لوگوں کو امیر المومنین عثمانؓ کے خلاف ابھارتا رہا حتیٰ کہ مصریوں نے امیر المومنین عثمانؓ کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ علم بغاوت بلند کیا اور محاصرے کی غرض سے نکل کھڑے ہوئے (محمد بن ابی حذیفہ) مصر میں ٹھہرا رہا۔ جب مصریوں کی روانگی کے بعد ابن ابی سرح بھی امیر المومنین عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہونے کو مدینہ منورہ روانہ ہوئے تو ابن ابی حذیفہ نے مصر پر قبضہ کر لیا حتیٰ کہ امیر المومنین عثمان شہید ہو گئے اور امیر المومنین علیؓ کی بیعت لی گئی۔

محمد بن ابی حذیفہ کا قتل

عمرو بن العاص، معاویہؓ کی امارت کی بیعت لینے قیس بن سعد کے پہنچنے سے قبل مصر پہنچے۔ محمد بن ابی حذیفہ نے مزاحمت کی تو عمرو بن العاص نے محمد بن ابی حذیفہ کو بحکمت عملی مصر سے عریش بلایا۔ محمد بن ابی حذیفہ ایک ہزار آدمی کے ہمراہ عریش آیا۔ عمرو بن العاص نے گھیر لیا اور محمد کو حکمت عملی سے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ میرے نزدیک اس روایت میں صحت کا ذرہ بھر وجود نہیں ہے بلکہ درست یہ ہے کہ عمرو بن العاص نے مصر پر صفین کے واقعہ کے بعد قبضہ حاصل کیا تھا اور امیر المومنین علیؓ نے قیس کو بیعت خلافت لیتے ہی مصر کا والی مقرر کر کے واقعہ صفین سے پہلے مصر بھیجا تھا۔

بعض نے بیان کیا ہے کہ جس وقت امیر المومنین عثمان کا مدینہ منورہ میں مصریوں نے محاصرہ کیا تو ابن ابی حذیفہ نے ابن ابی سرح کو مصر سے بے دخل کر کے اس پر آسانی قبضہ کر لیا اور ابن ابی سرح فلسطین جا کر مقیم ہو گئے یہاں تک کہ امیر المومنین عثمان کی شہادت اور امیر المومنین علیؓ کی

بیعت اور قیس بن سعد کے والی مصر ہونے کی خبر آئی۔ پس ابن ابی سرح نے معاویہ کے پاس جا کر قیام کیا۔ کچھ نے روایت کی ہے کہ عمرو بن العاص نے صفین کے واقعہ کے بعد مصر پر چڑھائی کی تھی اور ابن ابی حذیفہ مقابلے پر لشکر آراء تھا۔ عمرو بن العاص نے کہلا بھیجا کہ میں امیر المومنین علیؓ کی بیعت کرنے پر آمادہ ہوں۔ میں معاویہ سے بعض وجوہ سے ناراض ہوں تم تن تنہا عریش میں فلاں روز آ جاؤ۔ محمد بن ابی حذیفہ اس فریب میں آ گیا اور اس کو قبول کر لیا۔ عمرو بن العاص وقت مقررہ پر عریش میں آئے۔ موقع سے لشکر چھپا دیا۔ ابن ابی حذیفہ کو عریش میں پہنچنے کے بعد اس کا پتہ چلا۔ مجبور ہو کر قصر عریش میں قلعہ بند ہو گیا۔ عمرو بن العاص نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ عمرو بن العاص کے کہنے سے محل سے نکلا عمرو بن العاص نے گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ معاویہ نے قید کر دیا۔ بعد چندے قید خانے سے بھاگ نکلا اور اثناء راہ میں مارا گیا۔ بعض مورخین نے یہ تحریر کیا ہے کہ عمرو بن العاص نے محمد بن ابی حذیفہ کو وقت قتل محمد بن ابی بکر گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیجا تھا حالانکہ اس سے پہلے عمرو بن العاص نے اس کو امن دیا تھا اور جب وہ امن حاصل کر کے آ گیا تو اس کو گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیج دیا چنانچہ معاویہ نے فلسطین میں قید کروا دیا تھا۔

ابن سعد کا مصر کی امارت پر تقرر

ماہ صفر 36ھ میں بیعت خلافت کے لیتے ہی امیر المومنین علیؓ نے قیس بن سعد کو امیر مصر بنا کر بھیجا تھا اور لشکر کو ہمراہ لے جانے کی اجازت دی تھی۔ فرمایا تم اپنی مدد کے لئے جس پر تم کو اعتماد ہو اس کو منتخب کر و اور مدینہ سے لشکر مرتب کر کے لے جاؤ۔ قیس نے گزارش کی کہ اگر بغیر اس لشکر کے جس کو میں مدینہ سے مرتب کر کے لے جاؤں گا میرا داخلہ ناممکن ہے تو یہ یاد رکھئے کہ مصر میں میرا داخلہ محال ہو گا لہٰذا میں اس لشکر کو آپ ہی کے لئے چھوڑتا ہوں اور صرف سات آدمیوں کو لے کر مصر جاتا ہوں۔ چنانچہ قیس سات آدمیوں کی ایک جماعت اپنے ساتھ لئے مصر میں داخل ہوئے اور مصریوں کو امیر المومنین علیؓ کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ ان کی بیعت امارت اور واجب الاطاعت ہونے کا اعلان کیا۔ پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا جس میں حمد کے بعد بیان کیا کہ ''اے لوگو! ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کی بیعت کی ہے جس کو ہم افضل جانتے تھے۔ لہٰذا اے لوگو! تم بھی اس کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر بیعت کرو'' حاضرین نے اس فقرے کے مکمل ہوتے ہی بیعت کر لی اور یوں پورے مصر پر قیس کا قبضہ ہو گیا۔

قیس نے بیعت لینے کے بعد مصر کے تمام نواح میں اپنے عمال روانہ کئے لیکن صرف ان مقامات کو چھوڑ دیا جہاں وہ گروہ مقیم تھا جو خون عثمان کا بدلہ طلب کر رہا تھا مثلاً یزید بن الحرث، مسلمہ بن مخلد وغیرہ۔ ان لوگوں سے ایک میعادی صلح کر لی گئی۔ کسی نے کسی سے کچھ تعرض نہ کیا۔ یہاں تک کہ جنگ جمل ختم ہو گئی اور وہ مصر ہی میں تھے۔

امیر معاویہؓ کی پیش کش

قیس کی گورنری مصر اور واقعہ جمل میں امیر المومنین علی کی کامیابی سے معاویہؓ کو یہ خطرہ و خیال دامن گیر ہوا کہ مبادا ایک طرف سے علیؓ اہل عراق کو لے کر اور دوسری طرف سے قیس اہل مصر کے ہمراہ شام پر حملہ کر دیں۔ معاویہ کا یہ خیال ایک حد تک صحیح بھی تھا۔ پس معاویہ نے بہ نظر حفظ ماتقدم قیس کو ایک خط لکھا جس میں امیر المومنین عثمانؓ کی شہادت کی اہمیت اور امیر المومنین حضرت علیؓ کی شرکت کا اظہار کر کے اپنی متابعت کی ترغیب دی تھی اور یہ لالچ دیا تھا کہ فتح یابی کی صورت میں تمہیں عراقین کی حکومت دی جائے گی اور تمہارے خاندان میں سے جس کو تم پسند کرو گے اس کو حجاز کی ولایت سپرد کی جائے گی۔ علاوہ اس کے جو مزید چاہو گے وہ بھی دیا جائے گا۔ قیس نے اپنے خاندان والوں سے معاویہ کی موافقت اور مخالفت کی بابت مشورہ کر کے جواب دیا۔ ''حمد و نعت کے بعد واضح ہو کہ جو تم نے عثمانؓ کی شہادت کے بارے میں لکھا ہے اس سے مجھے آگاہی ہوئی مگر یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس سے مجھ کو تعلق نہ تھا اور نہ مجھ کو اپنے دوست علیؓ کی شرکت اس میں محسوس ہوئی ہے۔ تمہاری متابعت اور موافقت کی بابت غور کرتا ہوں۔ یہ کام عجلت کا نہیں ہے حالانکہ میں تمہارے لئے کافی ہوں۔ تاہم میری جانب سے انشاء اللہ تعالیٰ بلا سمجھے ہوئے ایسا کوئی امر واقع نہ ہو گا جو تمہیں ناگوار و شاق گزرے۔''

ابن سعد کا انکار

معاویہ نے جواب میں لکھا کہ میں نے تمہارا خط پڑھا لیکن اس میں کوئی امر صاف اور واضح نہیں ہے۔ میں تم کو مصالحت کے لئے بلاتا ہوں۔ تم اس سے دور نہ بھاگو۔ میں لڑائی سے تمہیں بچاتا ہوں میرے جیسا شخص فریب و مکر میں نہیں آ سکتا اور نہ کسی حیلے میں گرفتار ہو سکتا ہے۔ اس وقت میرے پاس پیادوں اور سواروں کی ایک تعداد کثیر موجود ہے والسلام۔

قیس نے اس سے سمجھ لیا کہ اب حیلہ وحوالہ سے کام نہ چلے گا اور نہ ہی مدافعت کچھ کام دے گی لہٰذا جو ان کے دل میں تھا اس کو نہایت صفائی سے ظاہر کر دیا اور کمال سختی، طعن و تشنیع سے لبریز خط معاویہ کے خط کے جواب میں لکھا جس میں بالتصریح امیر المومنین علیؓ کی افضلیت پر اصرار کیا اور معاویہ کو لڑائی کی دھمکی دی تھی۔

جواب کا خلاصہ نفس ترجمہ میں آپ پڑھ آئے ہیں لیکن بہ نظر دلچسپی اس موقع پر ہم اصل جواب کو تاریخ کامل ابن اثیر سے نقل کرتے ہیں وہو ہذا۔

”اما بعد فابعجب من اغترا ربک بی وطمعک فی واستسفائک ایای تسومنی الخروج عن طاعة اولی الناس بالامارة و اقولهم بالحق واهداهم سبيلا و اقربهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم وسيلة و تامرني بالدخول فی طاعتک طاعة ابعد الناس من هذاالامر واقولهم بالمزور واضلهم سبيلا وابعدهم من رسول الله صلى الله عليه وسلم وسيلة ولد ضالين مضلين طاغوت من طواغيت ابليس واما قولک انی امالی علیک مصر و خلیلاً و رجالا فوالله ان لم اشغلک بنفسک حتى تكون اهم اليک لذوجد والسلام۔“

(مجھے تعجب ہے کہ تو مجھے فریب دینا چاہتا ہے اور تو مجھ سے یہ امید رکھتا ہے کہ میں تیرے دام تزویر میں آ جاؤں گا اور تو مجھے اپنی کوششوں سے شکست دے دیگا۔ کیا تو مجھ سے امید رکھتا ہے کہ میں اس شخص کی اطاعت سے نکل جاؤں گا جو امارت کے لئے بہترین آدمیوں سے ہے اور زیادہ سچ کہنے والا ہے اور راہ حق کا بہت بڑا ہادی ہے اور از روئے تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہے اور مجھ کو اپنی اطاعت میں داخل ہونے کا حکم دیتا ہے کس کی اطاعت؟ جو اس امر میں لوگوں سے بعید تر ہے اور بہت بڑا مکار اور بہت بڑا گمراہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے از روئے قرابت و تعلق کے بہت دور ہے۔ گمراہ اور گمراہ کرنے والے کا لڑکا ایک طاغوت طواغیت ابلیس سے ہے اور تیرا یہ کہنا کہ میں تیری امداد پر مصر کو پیادوں اور سواروں سے بھرنے والا ہوں پس واللہ اگر میں نے تجھے ایسا مصروف نہ کر دیا کہ تجھے جان کے لالے پڑ جائیں تو یہ سمجھنا کہ تو بڑا خوش نصیب ہے والسلام۔)

امیر معاویہؓ کی حکمت عملی

معاویہ کو اس خط سے ناامیدی ہوگئی اور انہوں نے قیس کو امیر المومنین علیؓ کا ہمدرد و مطیع سمجھ لیا مگر اس موقع پر اس امر کا اظہار نا مناسب خیال کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ قیس ہمارے خیر خواہ ہیں۔ ان کے خطوط اور قاصد ہمارے پاس آتے ہیں وقتاً فوقتاً اہم امور میں اپنی رائے لکھ بھیجتے ہیں تم لوگ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم تمہارے ان بھائیوں کے ساتھ جو خون عثمانؓ کے طالب ہیں کیا برتاؤ کرتے ہیں۔ ان کو وظائف اور ان کو تنخواہیں برابر دیئے جاتے ہیں اور عزت سے رکھتے ہیں۔

ابن سعد کی معزولی اور کوفہ کو روانگی

محمد بن ابی بکر، محمد بن جعفر اور ان لوگوں نے جو مخبری کی غرض سے شام میں تھے واپس ہو کر امیر المومنین علیؓ کو باخبر کیا۔ آپ نے اپنے دونوں

بیٹوں حسن اور حسین اور عبداللہ بن جعفر کو ان حالات سے مطلع کیا۔ عبداللہ بن جعفر نے کہا: ''اے امیر المومنین جو امر آپ کو پریشانی میں ڈالتا ہو اس کو چھوڑ دیجئے اور جس میں آپ کو اطمینان ہو اس پر عمل کیجئے۔ مصلحت یہ ہے کہ قیس بن سعد کو حکومت مصر سے معزول کر دیجئے''۔ امیر المومنین علی نے جواب دیا کہ مجھے قیس کی صداقت پر شبہ ہے۔ عبداللہ بن جعفر بولے: ''آپ اس کو معزول کر دیجئے اگر یہ واقعہ صحیح ہوگا تو وہ آپ ہی پشیمان ہو گا''۔ یہ مشورہ ہو ہی رہا تھا کہ قیس کی عرض داشت آ پہنچی جس میں غیر جانبدار اور آزاد رہنے والوں کے احوال تحریر تھے اور ان سے جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا''۔ ابن جعفر نے کہا ''آپ اس کو ان سے لڑنے کا حکم دیجئے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا یہ لوگ خطرناک ہو جائیں''۔ چنانچہ امیر المومنین علیؓ نے قیس کو غیر جانبدار اور آزاد رہنے والوں سے لڑائی کرنے کو لکھ بھیجا۔ قیس بن سعد نے اس سے مخالفت کی۔ جواب میں لکھا کہ فی الحال وہ غیر جانبدار ہیں لیکن اگر ہم ان سے اعلان جنگ کر دیں گے تو وہ آپ کے دشمنوں کے ساتھ ہو کر مقابلہ کریں گے مناسب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے حال پر چھوڑ دیئے جائیں۔ ابن جعفر نے خط پڑھ کر کہا آپ قیس کو معزول کرنے میں دیر نہ کیجئے محمد بن ابی بکر کو والی مصر مقرر کر کے فوراً روانہ فرمایئے (محمد بن ابی بکر، عبداللہ بن جعفر کے اخیافی بھائی تھے)۔ چنانچہ امیر المومنین علیؓ نے محمد بن ابی بکر کو والی مصر مقرر کر کے روانہ کیا جبکہ کچھ کہتے ہیں کہ ان کی روانگی کے پیشتر اشتر نخعی کو امیر مصر مقرر کر کے بھیجا تھا جب اثناء راہ میں اشتر نخعی مر گیا تو محمد بن ابی بکر کو روانہ کیا۔

محمد نے مصر پہنچ کر امیر المومنین علیؓ کا فرمان قیس بن سعد کو دکھلایا۔ قیس بن سعد ملول خاطر مصر سے مدینہ روانہ ہو گئے۔ مدینہ میں مروان بن الحکم تھا۔ اس نے قیس کو دھمکایا۔ پھر قیس اور سہیل بن حنیف مدینہ سے امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں کوفہ چلے آئے۔ مروان بن الحکم کو معاویہؓ نے عتاب آمیز خط لکھا جس کا ایک فقرہ یہ تھا لو امددت علیا بمائة الف مقاتل کان ایسر علی من قیس بن سعد (یعنی اگر تو علیؓ کی مدد ایک لاکھ جنگ آوروں سے کرتا تو مجھے گوارہ تھا اس سے کہ قیس بن سعد علی کے پاس چلے گئے) غرضیکہ قیس نے امیر المومنین علی کے پاس پہنچ کر کل واقعات بیان کئے۔ امیر المومنین علی نے ان کے عذرات اور دلائل غور سے سنے اور آئندہ ہر کام میں ان سے مشورہ لینے لگے۔

محمد بن ابی بکر نے امیر المومنین علیؓ کا خط مصریوں کو پڑھ کر سنایا۔ رؤسا شہر کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ بعد ازاں اس گروہ سے کہلا بھیجا (جو بیعت کی بابت سکوت اختیار کیے ہوئے تھا اور جن کو قیس نے مہلت دے رکھی تھی) کہ تم لوگ ہماری اطاعت قبول کرو اور امیر المومنین علی کی بیعت میں داخل ہو جاؤ یا ہمارا ملک چھوڑ دو۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ''ہمارے ساتھ جنگ کرنے میں عجلت نہ کرو بالفعل ہم کو چند دنوں کی مہلت دو ہم انجام کار پر غور کر لیں تو تمہاری اطاعت قبول کریں'' محمد بن بکر نے ان کو مہلت نہ دی مگر ان لوگوں نے بھی اپنی حفاظت کا انتظام معقول کر لیا۔ پس جب واقعہ صفین ختم ہو گیا اور فریقین کی طرف سے ثالث مقرر کئے گئے تو ان لوگوں نے بغاوت کی اور محمد بن ابی بکر کی طرف بڑھے۔ محمد بن ابی بکر نے ایک لشکر بسرداری حرث بن جمہان ان کے مقابلے پر روانہ کیا۔ یزید بن حرث کنانی نے (فریق ثانی کا سردار تھا) حرث کو شکست دی۔ اثنائے دار و گیر میں حرث مارا گیا تو محمد بن ابی بکر نے دوسرا لشکر بسر کردگی ابن مضاہم کلبی روانہ کیا۔ ان لوگوں نے ابن مضاہم کو بھی قتل کر ڈالا اور لشکر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ

چونکہ عمرو بن العاص کو مصر کے بلوائیوں کی کامیابی اور امیر المومنین عثمانؓ کی شہادت کا یقین ہو گیا تھا لہٰذا وہ مع اپنے دونوں لڑکوں عبداللہ اور محمد کے مدینہ سے فلسطین چلے گئے لیکن جب امیر المومنین عثمانؓ شہید ہو گئے بیحال و پریشان روتے عورتوں کی طرح بین کرتے دمشق پہنچے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ کی بیعت کا حال سنا اور زیادہ رنجیدہ ہوئے۔ تھوڑے دنوں تک اس انتظار میں رہے کہ عوام الناس کیا کرتے ہیں پھر ام المومنین عائشہ اور طلحہ و زبیر (رضی اللہ عنہم) کی روانگی سے باخبر ہوئے اور طبیعت میں شگفتگی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد ہی واقعہ جمل کی خبر سنائی دی۔ اس سے ان کے حالات میں تذبذب پیدا ہوا۔ اتنے میں یہ سنا گیا کہ معاویہ گورنر شام، امیر المومنین علیؓ کی بیعت کے مخالف ہیں اور ان کو امیر المومنین عثمانؓ کا شہید ہونا شاق گزر رہا ہے۔ عمرو بن العاصؓ یہ سن کر اچھل پڑے۔ لڑکوں سے معاویہؓ کے پاس جانے کا مشورہ کیا۔ عبداللہ بولا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اور ان کے بعد شیخین نے دنیا سے کوچ کیا اور یہ سب تم سے راضی و خوش گئے لہٰذا مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنا دامن بچائے ہوئے

گھر میں بیٹھے رہو یہاں تک کہ مسلمانوں کا کسی شخص پر اتفاق واجتماع ہو جائے۔ مگر محمد بولا: ''تم عرب کے ممتاز اور عمائدین سے ہو لہٰذا یہ امر کیسے متفق علیہ ہوسکتا ہے جب تک تم اس میں دخل نہ دو گے۔'' عمرو بن العاص نے اپنے دونوں لڑکوں کی تقریر سن کر کہا: ''اے عبداللہ تم نے مجھے ایسے امر کی ہدایت کی ہے کہ جس سے میرے دین کی بھلائی ہے اور اے محمد تم نے وہ رائے دی ہے جس سے دنیا کی بہتری اور آخرت کی برائی ہے۔'' یہ کہہ کر اپنے دونوں لڑکوں کے ساتھ معاویہؓ کے پاس چلے گئے۔ اہل شام اور معاویہ خون کا بدلہ لینے پر تلے ہوئے تھے۔ عمرو بن العاص دل ہی دل میں خوش ہوئے اور معاویہ کو مخاطب کر کے بولے: تم لوگ حق پر ہو خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے۔ معاویہؓ نے مصلحتاً چند دنوں تک عمرو بن العاص سے ربط ضبط نہ بڑھایا لیکن پھر غور وفکر کر کے مل جل گئے اور اپنی حکومت کا ایک رکن بنالیا۔

جریر کی سفارت اور واپسی

امیر المومنین حضرت علی جنگ جمل سے فارغ ہو کر بقصد شام کوفہ واپس آئے۔ جریر بن عبداللہ البجلی گورنر ہمدان اور اشعث بن قیس گورنر آذر بائیجان کو (یہ دونوں امیر المومنین حضرت عثمان کے مقرر کئے ہوئے تھے) تحریر کیا کہ تم مسلمانوں سے ہماری امارت کی بیعت لے کر ہمارے پاس چلے آؤ۔ پس جب جریر اور اشعث حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے جریر کو ایک مکتوب دے کر معاویہ کے پاس بھیجا جس میں اپنی خلافت اور طلحہ و زبیر کی عہد شکنی کا حال لکھا تھا اور معاویہ کو بیعت خلافت کرنے کا حکم دیا تھا۔ جریر یہ خط لے کر معاویہ کے پاس پہنچے۔ معاویہ نے جواب دینے میں تاخیر کی اور ایک مدت تک کچھ جواب نہ دیا۔ مقصود یہ تھا کہ جریر اپنی آنکھوں سے اہل شام کی مستعدی، خون عثمان کے معاوضہ لینے کا جوش دیکھیں اور اپنے کانوں سے خون عثمان کا اتہام علی پر اہل شام کی زبانوں سے سنیں۔

اہل شام کی یہ حالت تھی کہ جس وقت نعمان بن بشیر، امیر المومنین عثمان کا خون آلودہ قمیص اور ان کی بیوی نائلہ کی انگلیاں لے کر ملک شام پہنچے اور معاویہ نے لوگوں کو ابھارنے کی غرض سے قمیص کو منبر پر رکھا اور اس کے اوپر انگلیاں رکھیں تو مسلمانان شام یہ دیکھ کر رو پڑے اور انہوں نے متفق ہو کر قسمیں کھائیں کہ جب تک خون عثمان کا معاوضہ نہ لیں گے اس وقت تک ٹھنڈا پانی نہ پئیں گے۔ سوائے غسل جنابت کے پانی کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔ نرم بچھونے پر نہ سوئیں گے اور جو شخص اس معاوضہ لینے میں سدراہ ہوگا اس کو قتل کریں گے۔

جریر یہ ماجرا دیکھ کر واپس ہوئے۔ امیر المومنین علیؓ سے تمام حالات بیان کئے۔ اشتر نے امیر المومنین علی کو جریر کے بھیجنے پر نصیحت کی اور یہ کہا کہ جریر نے زیادہ دنوں تک شام میں اس لئے قیام کیا کہ اہل شام اپنا انتظام کرلیں جریر اس تقریر سے کشیدہ خاطر ہو کر قرقیسیا اور وہاں سے معاویہ کی طلبی پر شام کو چلے گئے۔ کچھ مورخوں نے لکھا ہے کہ شرجیل بن السمط الکندی کی تحریک سے معاویہ نے جریر کو طلب کیا تھا۔ عہد خلافت فاروق اعظمؓ سے ان دونوں میں اتحاد کا رشتہ تھا۔

امیر معاویہؓ کا قصاص عثمانؓ پر اصرار

عہد خلافت فاروقی میں شرجیل عراق میں سعد کے پاس بھیجے گئے۔ سعد نے ان کی خاطر و مدارات کی اور اپنا ہم نشین و مقرب بنالیا۔ اشعث بن قیس کو شرجیل کا رسوخ پسند نہ آیا اور کشیدگی پیدا ہوئی۔ جب جریر عراق سے مدینہ آنے لگے تو اشعث نے جریر سے شرجیل کی شکایت کرنے کی ہدایت کی لیکن انہوں نے بوجہ مراسم اتحاد شرجیل کی شکایت نہ کی۔ پس جب جریر، امیر المومنین علی کا خط لے کر معاویہ کے پاس آ گئے تو شرجیل کی رائے سے معاویہ نے جواب تحریر کرنے میں دیر کی اور خون عثمانؓ کے معاوضہ لینے کا انتظام کرنے لگے۔ بعد چندے جب پھر مدینہ سے جریر کے قرقیسیا آنے کی اطلاع ملی تو شرجیل کی تحریک سے معاویہ نے جریر کو اپنے پاس بلالیا۔

جنگ صفین کی تیاریاں

امیر المومنین علیؓ کوفہ میں ابو مسعود انصاری کو بجائے اپنے مقرر کر کے نخیلہ تشریف لے گئے اور ترتیب لشکر میں مصروف ہوئے۔ عبداللہ بن

عباس اہل بصرہ کو لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ معاویہ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ بھی آراستگی لشکر کی طرف متوجہ ہوئے۔ عمرو بن العاص نے معاویہ کو مکتوب لکھا کہ "اہل عراق میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے ان کی اجتماعی صورت باقی نہیں ہے۔ چونکہ واقعہ جمل میں اہل بصرہ کے نامی گرامی سردار مارے گئے ہیں اس وجہ سے حضرت علیؓ کی مخالفت پر اڑ گئے ہیں۔ علیؓ ایک قلیل گروہ لے کر نکلے ہیں" معاویہ نے ایک پرچم عمرو بن العاص کے لئے اور ایک ایک ان کے لڑکوں عبداللہ اور محمد اور ان کے غلام وردان کے لئے روانہ کیا اور سامان جنگ کے مہیا کرنے میں مصروف ہوئے۔

امیر المومنین حضرت علیؓ نے آٹھ ہزار کی جمعیت سے زیاد بن نصر حارثی کو بطور مقدمۃ الجیش معاویہ کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ اس کے بعد چار ہزار کی جمعیت سے شریح بن ہانی کو روانہ کیا اور خود نخیلہ سے کوچ کر کے مدائن آئے۔ یہاں سعد بن مسعود ثقفی (عم مختار) کو اپنا نائب مقرر کیا اور معقل بن قیس کو بسر کردگی تین ہزار لشکر آگے بڑھنے کا حکم دے کر یہ ہدایت کی کہ موصل ہوتے ہوئے رقہ میں میرے ساتھ شامل ہو جانا۔ ان لوگوں کی روانگی کے بعد امیر المومنین علیؓ مدائن سے روانہ ہو کر رقہ پہنچے۔ اہل رقہ نے پل بنا دیا آپ لشکر سمیت عبور فرما گئے۔ فرات پر پہنچے تو زیاد اور شریح ملے۔ ان کے پیچھے رہ جانے کا یہ سبب ہوا کہ انہوں نے معاویہ کی خبر سن کر اس خیال سے کہ معاویہ سے ایسی حالت میں مقابلہ نہ ہو جائے کہ معاویہ اور علیؓ میں دریا حائل ہو، ہیت کی طرف لوٹ گئے اور وہاں سے دریائے فرات عبور کر کے امیر المومنین علیؓ سے آن ملے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے ان کو پھر آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جب یہ لوگ حدود روم میں پہنچے ابوالاعور اسلمی امیر لشکر شام ملا اور شریح نے امیر المومنین علیؓ کو آگاہ کیا۔ آپ نے اشتر کو روانگی کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ جس وقت تم زیاد اور شریح کے پاس پہنچ جاؤ تو زیاد و شریح کو میمنہ و میسرہ پر مقرر کرنا اور تم خود پورے لشکر کی افسری کرنا لیکن خبردار جنگ کرنے میں تم پہل اور پیش دستی نہ کرنا جب تک فریق مقابل حملہ نہ کرے ہرگز نہ لڑنا"۔ اشتر کے پہنچنے پر زیاد و شریح اشتر کے حکم سے میمنہ و میسرہ کے افسر ہوئے۔

واقعات جنگ

دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل پڑے رہے دن بھر کسی نے چھیڑ چھاڑ نہ کی۔ شام کے وقت ابوالاعور نے حملہ کر دیا تھوڑی دیر تک لڑائی لڑ کر الگ ہو گئے۔ دوسرے دن صبح ہوتے اشتر کی جانب سے ہاشم بن عتبہ المرقال اور لشکر شام سے ابوالاعور میدان میں آئے۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ شام کے قریب فریقین واپس ہو رہے تھے کہ اشتر نے دوبارہ حملہ کیا۔ ابوالاعور نے بھی مراجعت کر کے جنگ کا بازار گرم کر دیا۔ اشتر نے سنان بن مالک نخعی کو ابوالاعور کے پاس بھیجا اگر تم کو دعوائے مردانگی ہو تو قلب لشکر سے نکل کر میدان میں ہمارے مقابلہ پر آؤ۔ ابوالاعور نے جواب نہ دیا۔ لڑائی جس صورت سے جاری ہوئی تھی اسی کیفیت سے جاری رہی اور رات ہو گئی۔ دونوں حریف کشت و خون سے رک گئے۔ اگلے روز امیر المومنین حضرت علیؓ بھی آ گئے اور اشتر کو معاویہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی دریائے فرات پر معاویہ پہنچ گئے تھے اور قبضہ کر لیا تھا۔

امیر المومنین حضرت علیؓ کے لشکریوں نے پانی کی شکایت کی۔ آپ نے صعصعہ بن صوحان کی معرفت معاویہ سے کہلا بھیجا کہ "ہم تم سے اس وقت تک نہ لڑتے جب تک تمہارے عذرات نہ سن لیتے لیکن تمہارے لشکریوں نے پہنچتے ہی جنگ چھیڑ دی۔ پھر بھی ہم مناسب یہی سمجھتے ہیں کہ ہم تم کو راہ حق کی دعوت دیں اور جب تک قطع حجت نہ کر لیں ہرگز لڑائی شروع نہ کریں۔ تم نے فرات پر قبضہ کر کے پانی روک دیا ہے لوگوں کا پیاس سے برا حال ہو رہا ہے۔ تم اپنے ساتھیوں کو حکم دیدو کہ جب تک امور متنازعہ کا فیصلہ نہ ہو اس وقت تک پانی لینے سے ہم کو نہ روکیں اور اگر تمہارا یہ مطلب ہو کہ جس غرض سے ہم آئے ہیں اس کو بھول کر پانی ہی پر لڑیں اور جو شخص غالب ہو وہ پانی اپنے استعمال میں لائے تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں"

معاویہ نے اپنے رفیقوں سے رائے طلب کی تو عمرو بن العاص نے پانی سے قبضہ اٹھا لینے کی رائے دی۔ ابن ابی سرح اور ولید بن عقبہ بولے "پانی سے قبضہ نہ اٹھایا جائے اور ان کو پانی نہ دیا جائے۔ جس طرح ان لوگوں نے امیر المومنین عثمانؓ کو پانی نہیں دیا اور حالت تشنگی میں شہید کیا ہے ویسا ہی ان لوگوں کو بھی پیاسا مارنا چاہئے"۔ صعصعہ اور ولید و ابن ابی سرح میں سختی کے ساتھ گفتگو ہونے لگی اور رفتہ رفتہ سب و شتم کی نوبت آ گئی۔ بالآخر صعصعہ نے واپس ہو کر اشتر سے کل ماجرا بیان کیا اور امیر المومنین علیؓ کو اس سے مطلع کیا۔ ادھر معاویہ نے ابوالاعور اسلمی کو حکم دیا کہ امیر المومنین حضرت علیؓ کی فوج پانی نہ لینے پائے۔

حضرت علیؓ کا فرات پر قبضہ

اشعث بن قیس چند سواروں کے ساتھ پانی لینے گئے۔ لڑائی ہونے لگی۔ معاویہ نے ابوالاعور کی مدد پر یزید بن اسد قسری (جد خالد بن عبداللہ) کو اور ان کے بعد عمرو بن العاص کو روانہ کیا۔ امیر المومنین علیؓ نے اشعث کی کمک پر شیث بن ربعی کو اور بعد ازاں اشتر کو بھیجا۔ فریقین میں لڑائی ہونے لگی۔ تھوڑی دیر تک دونوں طرف سے تیراندازی ہوتی رہی اور جب ترکش تیر سے خالی ہو چلے تو جنگ آوروں نے جھپٹ جھپٹ کر نیزے کے وار شروع کر دیئے۔ جب نیزوں نے بھی جواب دیدیا تو فریقین ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ تلواریں چلنے لگیں۔ ہمراہیان امیر المومنینؓ نے اس تیزی سے حملے شروع کیے کہ لشکر شام کے پاؤں اکھڑ گئے۔ دریائے فرات سے ان کا قبضہ اٹھ گیا۔ اشتر اور ان کے ساتھی پانی پر قابض ہو گئے۔ ان لوگوں کا بھی قصد ہوا کہ ہمراہیان معاویہ کو پانی نہ دیں لیکن امیر المومنین حضرت علیؓ نے اس فعل سے باز رکھا۔

امیر معاویہ کو بیعت کی دعوت

دو دن تک بلا جدال و قتال فریقین ایک دوسرے کے مقابلے پر پڑے رہے۔ تیسرے روز (یکم ذی الحجہ 36ھ کو) امیر المومنین حضرت علیؓ نے ابوعمر، بشیر بن عمرو بن محصن انصاری، سعید بن قیس ہمدانی اور شبث بن ربعی تمیمی کو معاویہ کے پاس بیعت واطاعت کا پیام دے کر روانہ کیا۔ بشیر بن عمر نے بعد حمد وثنا کے نصیحتیں کیں اور خدا کی قسم دلا کر کہا کہ تفریق جماعت نہ کرو اور خوں ریزی سے باز آؤ۔ معاویہ نے قطع کلام کر کے کہا:

کیا تم نے اپنے دوست (امیر المومنین علیؓ) کو بھی اس کی ہدایت کی ہے۔

بشیر: وہ تمہاری طرح نہیں ہے۔ وہ بوجہ سابق الاسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہونے کے امارت کا بجا طور پر مستحق ہے۔

معاویہ: پھر تم کیا کہتے ہو۔

بشیر: جس راہ حق کی طرف تم کو وہ بلاتے ہیں اس کو قبول کرو۔

معاویہ: اور کیا ہم خون عثمانؓ کا مطالبہ نہ کریں؟ واللہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

شبث: اے معاویہ! تم خون عثمانؓ کو چند کمینوں اور اوباش طبیعتوں کے ذریعے طلب کرتے ہو۔ ہم تمہارے مطلب کو خوب سمجھتے ہیں۔ ہمیں خبر ہے تم نے عثمانؓ کی امداد میں اسی امر کے حاصل کرنے کے خیال سے تاخیر کی تھی۔ اللہ کا خوف کرو۔ جس خیال سے تمہارا دل پابند ہے اس کو چھوڑ دو اور اس شخص سے جو امارت کا مستحق ہے، جھگڑا نہ کرو۔

معاویہ: ہم کو تیری شرافت کا حال معلوم ہے اے عرب کے کمینے۔ ہمارے پاس سے ابھی چلا جا ہمارے اور تیرے درمیان تلوار ہے۔

شبث: کیا تو ہم کو تلوار سے ڈراتا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم بہت جلد تمہارے بدبخت سروں پر چمکتی ہوئی تلواریں برسا دیں گے۔

دوبارہ آغاز جنگ

معاویہ اس کا کچھ جواب نہ دینے پائے تھے کہ شبث مع اپنے ہمراہیوں کے اٹھ کر چلے آئے اور امیر المومنین علیؓ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ فریقین میں پھر لڑائی چھڑ گئی۔ ذی الحجہ کا پورا مہینہ لڑائیوں میں صرف ہو گیا۔ ایک ایک دستہ فوج دونوں لشکروں سے نکل کر لڑتا تھا۔ جنگ مغلوبہ کسی طرف سے شروع نہیں ہوئی۔ خیال یہ تھا کہ اگر کل اہل عراق۔ اہل شام کے پورے لشکر سے لڑیں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں فوجوں کا تقریباً کل حصہ تلف ہو جائے گا۔ ماہ محرم 37ھ کے آ جانے سے بہ امید صلح لڑائی رک گئی مگر یہ زمانہ بھی منقضی ہو گیا اور صلح نہ ہو سکی۔

صلح کی کوشش

امیر المومنین علی نے دوبارہ عدی بن حاتم، زید بن قیس الارحبی، شبث بن ربعی، زیاد ابن حفصہ کو معاویہ کے پاس بھیجا۔ عدی نے بعد حمد وثنا

کے کہا: ''اے معاویہ امیر المومنین کی اطاعت قبول کرلو شاید اللہ تعالیٰ تمہاری بیعت کرنے سے مسلمانوں میں اتحاد پیدا کر دے اور واقعی تمہارے علاوہ کسی شخص نے بیعت سے انکار نہیں کیا۔ اے معاویہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے سامنے وہی واقعہ پیش آئے جو اصحاب جمل کے آگے آیا تھا''۔ معاویہ نے قطع کلام کر کے غصے کے لہجے میں کہا: ''اے عدی تو ایسی باتیں کرتا ہے کہ گویا تو لڑنے کو آیا ہے نہ کہ مصالحت کو۔ اے عدی تو نہیں جانتا کہ میں حرب کا بیٹا اور صخر کا پوتا ہوں۔ واللہ مجھے لڑائی سے مطلق ہراس نہیں ہے اور میں جانتا ہوں کہ تو عثمانؓ کے قاتلوں میں سے ہے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں تجھے بھی قتل کرائے گا''۔

یزید بن قیس: ''ہم لوگ سفیر ہو کر آئے ہیں سوائے اس کے ہم کو اور کچھ حق حاصل نہیں ہے کہ جو پیام ہم لے کر آئے ہیں تم سے کہہ دیں اور جو تم جواب دو اس کو امیر المومنین علیؓ تک پہنچا دیں۔ ہم تم سے بحث و مباحثہ کرنے نہیں آئے۔ مگر اس امر کی ضرور کوشش کریں گے کہ تفریق جماعت نہ ہونے پائے اور آپس میں ربط و اتحاد بڑھے (اس قدر کہہ کر) امیر المومنین علیؓ کی فضیلت، تقویٰ اور زہد کی وجہ سے خلافت کا مستحق ہونا بیان کیا۔

معاویہ: (حمد وثنا کے بعد) جماعت کی بابت تم کیا کہتے ہو اور تم ہم کو اس کی طرف کیوں بلاتے ہو۔ جماعت تو ہمارے ساتھ بھی ہے۔ باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ ہم تمہارے دوست کی اطاعت قبول کرلیں اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ان کو اس کا مستحق نہیں سمجھتے کیونکہ انہوں نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا اور اس کے قاتلوں کو پناہ دی باوجود اس کے تم ہم کو ان کی اطاعت اور جماعت کی طرف بلاتے ہو۔ مصالحت اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ وہ عثمانؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں''۔

شبث بن ربعی: معاویہ! اللہ تجھے ہدایت دے کیا تو عمار کو قتل کرے گا۔

معاویہ: مجھ کو کون سی چیز اس کے قتل سے منع کرے گی واللہ اگر مجھے موقع ملا تو میں عثمانؓ کے غلاموں کے بدلے اس کو مار ڈالوں گا۔

شبث: قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تو اس امر پر اس وقت تک قادر نہ ہو گا جب تک زمین تجھ پر تنگ نہ ہو گی۔

معاویہ: اگر ایسا موقع آیا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو اس میں ضرور مبتلا کرے گا۔ شبث اور اس کے ساتھی اس خشونت آمیز تقریر سے برانگیختہ ہو کر اٹھ کر چلے آئے۔

امیر معاویہؓ کی زیاد بن حفصہ کو پیش کش

اس کے بعد معاویہ نے زیاد بن حفصہ کو تنہائی میں لے جا کر امیر المومنین علیؓ کی شکایت کی اور ان کے قبیلے سے مدد مانگی اور یہ کہا کہ کوفہ اور بصرہ دونوں شہروں میں جس کو پسند کرو گے۔ اس کا تم کو والی مقرر کروں گا۔ زیاد نے کہا: ''میں موید من اللہ ہوں۔ میں گنہگاروں کا معین نہیں ہو سکتا اور نہ مجھے حکومت کی پرواہ ہے''۔ اور اٹھ کر چلے آئے معاویہؓ نے عمروؓ بن العاص سے کہا ''میں حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں جس سے کوئی بات کہتا ہوں وہ ایک ہی جواب دیتا ہے گویا ان سب کا دل ایک ہی ہے''۔

امیر معاویہؓ کی سفارت

پھر معاویہ نے حبیب بن مسلمہ، شرجیل ابن السمط اور معن بن یزید بن الاخنس کو امیر المومنین حضرت علیؓ کے پاس بھیجا۔ حبیب نے حمد وثنا کے بعد بیان کیا کہ عثمانؓ خلیفہ برحق تھے کتاب اللہ پر عمل کرتے تھے اور اس کے مطابق ہی حکم دیتے تھے۔ ان کی زندگی تم کو ناگوار گزری اور اس کی موت کو تم نے جلد بلا لیا لہٰذا تم نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم نے اس کو قتل نہیں کیا ہے تو اس کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو اور مسلمانوں کی امارت چھوڑ دو۔ وہ جس کو چاہیں گے متفق ہو کر امیر بنا لیں گے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے برہم ہو کر جواب دیا: ''تو کون ہے؟ اور تجھ کو امارت کی بابت ایسے کلام کرنے کا کیا حق ہے؟ خاموش ہو جا تو ایسی تقریر کرنے کا مستحق نہیں ہے''۔ جواب دیا: ''واللہ مجھے تم عنقریب ایسی حالت میں دیکھو گے جو تم کو ناگوار گزرے گا''۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے ارشاد کیا: ''اللہ اللہ تیرا یہ دماغ''۔ اللہ تجھے اس دن کے لئے زندہ نہ رکھے۔ جا اور جو تیرے امکان میں ہو کر گزر۔

حضرت علیؓ کا خطبہ

امیر المومنین حضرت علیؓ نے منبر پر چڑھ کر حمد وثنا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے اور خلافت شیخین اور ان کے خصائل پسندیدہ کو بیان کر کے فرمایا: چونکہ ہم نے ان دونوں (یعنی ابوبکر وعمرؓ) کو خلافت کے فرائض منصبی عمدگی سے ادا کرتے ہوئے دیکھا اگرچہ ہم ان کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر تھے مگر ہم نے ان کی امارت میں کچھ دست اندازی نہ کی۔ پھر لوگوں نے ان دونوں کے بعد عثمانؓ کو خلیفہ کیا۔ عوام الناس کو ان سے کشیدگی پیدا ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے بلوہ کر کے انہیں شہید کر ڈالا۔ اس کے بعد لوگوں نے بہ خیال تفرقہ میرے ہاتھ پر بیعت کی درخواست کی تو میں نے قبول کر لیا۔ بیعت کے بعد دو شخصوں (زبیر، طلحہ) نے عہد توڑا اور تمہارے رفیق (معاویہؓ) نے میری مخالفت کی حالانکہ اس کو میری طرح اسلام کی سبقت نصیب نہیں ہوئی۔ مجھے تعجب ہے کہ تم لوگ مجھے چھوڑ کر کیسے اس کے مطیع ہو گئے۔ تم کو یہ سزاوار نہ تھا۔ میں تم کو کتاب وسنت اور ارکان دین اور باطل کو دبانے اور حق کو زندہ کرنے کی طرف بلاتا ہوں''۔ معاویہؓ کے سفیروں نے کہا: ''کیا تم اس کی شہادت دیتے ہو کہ عثمانؓ مظلوم نہیں مارے گئے؟'' امیر المومنین حضرت علیؓ نے جواب دیا: ''میں نہ ان کو مظلوم کہتا ہوں اور نہ ظالم۔'' اس پر وہ لوگ یہ کہہ کر کہ جو شخص عثمانؓ کو مظلوم نہیں کہتا ہم اس سے بیزار ہیں''۔ اٹھے اور اپنی لشکرگاہ میں واپس آئے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے ان کے واپس ہونے پر یہ آیہ کریمہ ''انک لا تسمع الموتی فهم مسلمون'' تک پڑھ کر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: یہ لوگ گمراہی میں اسی قدر برابر کوشش کرتے رہیں گے۔ جس قدر تم لوگ طلب حق اور اطاعت رب میں سعی کرو گے۔

عدی بن حاتم قبیلہ طے کے ہمراہ اور عامر بن قیس حرمزی بنو حرمز کے ہمراہ امیر المومنین حضرت علیؓ کے ساتھ صفین میں تھے۔ عدی اور عامر میں سرداری کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ بنو حرمز نسبتاً قبیلہ طے سے زیادہ تھے عبداللہ بن خلیفہ نے کہا کہ ''حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگوں میں کوئی شخص نہ عدی سے افضل ہے اور نہ اس کے باپ حاتم سے۔ عدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد کے ساتھ گیا تھا۔ نخیلہ قادسیہ۔ مدائن۔ جلولا۔ نہاوند اور تشتر میں اہل طے کا سردار تھا''۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے یہ سن کر پوچھا تو لوگوں نے عبداللہ کے قول کی تصدیق کی لہٰذا جناب موصوف نے طے اور حرمز کی سرداری عدی بن حاتم کو مرحمت فرمائی۔

حضرت علیؓ کی ہدایات

ماہ محرم 37ھ کے ختم ہونے پر امیر المومنین حضرت علیؓ نے اعلان جنگ کیا۔ رسالوں کو تیاری کا حکم دیا۔ عام طور سے ہدایت کی کہ جب تک دشمن تم سے نہ لڑے تم لوگ ہرگز حملہ نہ کرنا اور جب ان کو شکست ہو تو بھاگنے والوں کا تعاقب اور قتل نہ کرنا۔ زخمیوں کا اسباب نہ چھیننا کسی کا ستر نہ کھولنا اور نہ مثلہ کرنا اور نہ کسی کے مال واسباب کو لوٹنا اور نہ کسی عورت پر دست درازی کرنا اگرچہ وہ تم کو گالیاں دیں کیونکہ وہ ضعیف النفس والقویٰ ہیں۔ اس کے بعد لشکریوں کو لڑائی کی ترغیب دی ان کے حق میں فتحیابی کی دعا کی۔ اشتر کو سواران کوفہ پر، سہیل بن حنیف کو سواران بصرہ پر، قیس بن سعد کو پیادہ فوج بصرہ پر، عمار بن یاسر کو پیادہ فوج کوفہ پر مقرر فرمایا۔ ہاشم بن عتبہ کو پورے لشکر کا علم دیا اور مسعر بن فدکی کو قاریوں پر مامور کیا۔ معاویہ نے بھی اپنے لشکر کو ترتیب دیا۔ میمنہ پر ذوالکلاع حمیری کو، میسرہ پر حبیب بن مسلمہ کو، مقدمہ پر ابوالاعور کو، سواران دمشق پر عمرو بن العاص کو، پیدل فوج پر مسلم بن عقبۃ المری کو مامور کیا اور پورے لشکر کی افسری ضحاک بن قیس کو دی۔ لشکر شام کے سپاہیوں نے مر جانے اور نہ بھاگنے پر بیعت کی اور اپنے کو عماموں سے باندھ کر جنگ کے لئے نکلے۔ ان کی پانچ صفیں تھیں۔

واقعات جنگ

یکم صفر 37ھ سے لڑائی شروع ہوئی۔ اس لڑائی میں لشکر کوفہ کی سرداری کا علم اشتر کے ہاتھ میں تھا اور اہل شام حبیب بن مسلمہ کے علم کے نیچے تھے۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی لیکن کوئی نتیجہ خیز فیصلہ نہ ہوا۔ دوسرے دن ہاشم بن عتبہ سواروں اور پیادوں کو لے کر نکلا۔ اہل شام کی طرف سے

ابوالاعور السلمی نے صف لشکر سے نکل کر مقابلہ کیا۔ تمام دن کشت وخون کا بازار گرم رہا۔ عصر کے قریب دونوں فریق میدان سے واپس ہوئے۔ تیسرے دن عمار بن یاسر کا اور عمرو بن العاص کا مقابلہ ہوا۔ یہ لڑائی بہ نسبت جنگ ہائے سابقہ، نہایت سخت وخوں ریز تھی۔ آخر میں عمار نے ایسا سخت حملہ کیا کہ عمرو بن العاص کو مجبوری کے عالم میں پیچھے ہٹنا پڑا۔ چوتھی لڑائی میں محمد بن الحنفیہ اور عبیداللہ بن فاروق اعظم کا سامنا ہوا۔ دونوں طرف کے جنگ آور جی توڑ توڑ کر لڑ رہے تھے۔ شام ہوتے ہوتے عبیداللہ بن عمر نے صف لشکر سے نکل کر محمد بن الحنفیہ کو للکارا ''مردانگی کا دعویٰ ہو تو مقابلہ میں آؤ''۔ محمد بن الحنفیہ جوش میں آ کر نکلے مگر امیر المومنین حضرت علیؓ نے گھوڑا دوڑا کر واپس بلا لیا۔ ان کے واپس ہوتے ہی عبیداللہ بن عمر بھی لشکر شام لے کر لوٹ گئے۔

علوی لشکر کی شب بیداری

پانچویں روز عبداللہ بن عباس اور ولید بن عقبہ سے لڑائی ٹھنی۔ تمام دن سختی سے لڑائی جاری رہی اور آفتاب غروب ہونے کے قریب فریقین اپنی اپنی لشکر گاہ کو واپس گئے۔ چھٹے روز اشتر اور حبیب اپنے اپنے رکاب کی فوج لے کر میدان جنگ میں آئے اور شام تک لڑتے رہے۔ آخر کار رات نے دونوں فریق کو جنگ سے روک کر ہر ایک کو ان کی لشکر گاہ کی طرف واپس کر دیا۔ اسی شب میں امیر المومنین حضرت علیؓ نے تمام لشکر کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ صبح ہوتے ہی مجموعی قوت سے حملہ کرنے اور تمام رات اللہ جل شانہ کی عبادت اور دعا کرنے اور قرآن شریف پڑھنے کی ہدایت کی۔ تمام رات لشکر میں تلاوت وعبادت ودعا ہوتی رہی۔ نماز فجر کی پڑھ کر لشکریوں نے آلات حرب سنبھالے۔ زرہ، خود جس کے پاس جو سامان تھا زیب بدن کیا۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے بعد ترتیب لشکر ہر قبیلہ کو حکم دیا کہ وہ اہل شام کے لشکر کے اسی دستہ فوج پر حملہ آور ہو جس میں اس کے قبیلے والے ہوں اور اگر اتفاقاً اس قبیلے والے لشکر شام میں نہ ہوں تو وہ عراقیوں پر (جو اس کے مقابل ہوں) حملہ آور ہو مثلاً نخیلہ کو لخم پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

امیر معاویہؓ کا حملہ

چہار شنبہ کو صبح ہوتے معاویہؓ نے لشکر شام لے کر حملہ کیا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ شام ہونے کے بعد فریقین اپنے اپنے کیمپ میں لوٹے۔ پنج شنبہ کو اول وقت نماز فجر پڑھ کر امیر المومنین علیؓ نے لشکر مرتب کر کے لشکر شام پر حملہ کیا۔ میمنہ پر عبداللہ بن بدیل ابن ورقاء خزاعی، میسرہ پر عبداللہ بن عباس مقرر تھے۔ قاریوں کا گروہ عمار، قیس بن سعد اور عبداللہ بن یزید کے ہمراہ تھا۔ ہر قبیلہ کا لشکر اپنے اپنے پرچموں اور مورچوں پر مستعدی کے ساتھ موجود تھا۔ امیر المومنین حضرت علیؓ قلب لشکر میں مع سرداران کوفہ وبصرہ اور مدینہ رونق افروز تھے۔ مدنی فوج میں اکثر انصار اور کچھ لوگ خزاعہ و کنانہ کے بھی تھے۔

معاویہؓ نے ایک نہایت پر تکلف خیمہ لگوایا تھا اور اس میں بیٹھ کر لوگوں سے مرجانے پر بیعت لے رہے تھے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ کی طرف سے عبداللہ بن بدیل نے اپنے رکاب کی فوج کو بڑھا کر حبیب بن مسلمہ پر جو لشکر شام کے میسرہ کے افسر تھے حملہ کیا۔ دو پہر تک نہایت سرگرمی سے لڑتے رہے۔ بعد ظہر عبداللہ بن بدیل نے اپنے ساتھیوں کو جنگ پر ابھار کر مجموعی قوت سے حملہ کیا۔ حبیب بن مسلمہ کے پاؤں اکھڑ گئے مجبور ہو کر وہ معاویہ کے خیمہ کی طرف پسپا ہو کر لوٹے۔ معاویہ نے ان لوگوں کو حبیب بن مسلمہ کی کمک پر بھیجا جنہوں نے موت پر بیعت کی تھی لہٰذا اس گروہ نے حبیب کے ساتھ ہو کر اس شدت کا حملہ کیا کہ میمنہ اہل عراق (ہمراہیان عبداللہ بن بدیل) کی ترتیب جاتی رہی۔ عبداللہ بن بدیل کے ہمراہ صرف دو سو یا تین سو سپاہی باقی رہ گئے۔ باقی شکست کھا کر امیر المومنین حضرت علیؓ کے پاس جا پہنچے۔ آپ نے سہیل بن حنیف کو اہل مدینہ کا سردار مقرر فرما کر عبداللہ بن بدیل کی امداد کے لئے بھیجا۔ اہل شام کے لشکر سے ایک جم غفیر نے صف لشکر سے نکل کر سہیل بن حنیف کا راستہ روکا اور ان کو عبداللہ تک نہ پہنچنے دیا۔ لڑائی کا عنوان فریقین کے لئے خطرناک نظر آ رہا تھا کچھ ہی دیر کے بعد مضر کو جو امیر المومنین کے لشکر کے میسرہ میں تھے شکست ہوئی۔

ربیعہ کمال استقلال سے لڑتے رہے۔ حسنؓ، حسینؓ اور محمد پسر امیر المومنین حضرت علیؓ اپنے بزرگ باپ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے میسرہ کی کمک کے خیال سے قدم بڑھایا۔ احمر (خادم ابوسفیان) آپ کو اکیلے بڑھتے ہوئے دیکھ کر تیزی سے جھپٹا مگر کیسان نے (امیر المومنین حضرت علیؓ کا خادم) بڑھ کر اس پر وار کیا۔ دونوں میں تلواریں چلنے لگیں احمر نے کیسان کا کام تمام کر دیا۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے لپک کر احمر کی زرہ پکڑ لی اور سر سے بلند کر کے زمین پر اس زور سے دے مارا کہ ہاتھ اور بازو بیکار ہو گئے۔ لشکر شام نے امیر المومنین حضرت علیؓ کو مصروف جنگ دیکھ کر تیزی سے حرکت کی مگر قبیلہ ربیعہ نے بڑھ کر روک لیا۔ اس دارو گیر میں میدان جنگ سے اس قدر غبار اٹھا کہ کسی کا علم پہچانا نہیں جاتا تھا۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے دریافت فرمایا کہ کون سا قبیلہ لڑ رہا ہے اور کس کا علم ہے؟ کسی نے جواب دیا: ربیعہ کا علم ہے! آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ ان کا علم ہے جن کا آج اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہے۔" پھر آپ نے لشکریوں کو مخاطب کر کے استقلال اور جوانمردی سے لڑنے کی ہدایت کی۔ سردار قبیلہ ربیعہ نے للکار کر کہا "دیکھنا دشمنوں کا زور زیادہ ہے اگر امیر المومنین علی کو کوئی صدمہ پہنچ گیا اور تم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہا تو تم سے زیادہ عرب میں کوئی بے عزت نہ ہوگا۔ لڑو۔ لڑو!! آگے بڑھو، تمہارے قدم پیچھے نہ پڑیں"۔ اتنے میں اشتر، اہل میمنہ کی شکست سے برداشتہ خاطر آہستہ آہستہ آتا دکھائی دیا۔

امیر المومنین حضرت علیؓ نے بلا کر کہا "جاؤ ہزیمت کھانے والے گروہ سے میرا یہ پیام کہو کہ تم لوگ اس صورت سے کہاں بھاگے جاتے ہو جس کو تم حیات کے ذریعہ سے مجبور و عاجز نہ کر سکو گے اور یہ حیات تمہاری ہمیشہ باقی نہیں رہے گی"۔ اشتر نے یہ پیام بہ آواز بلند ادا کیا اور جوش میں آ کر چلا اٹھا: "انا الاشتر انا الاشتر فاقبلوا الی" (میں اشتر ہوں میں اشتر ہوں میرے پاس آ جاؤ) چنانچہ بعض سپاہی اشتر کے پاس لوٹ آئے۔ بعد ازاں اشتر نے مذحج کو جنگ کے لئے پکارا۔ مذحج نے بڑھ کر لشکر شام کے سب سے بڑے گروہ پر دھاوا بولا۔ ہمدان کے نو سو جوان جو میمنہ میں تھے اور جس کے ایک سو آٹھ آدمی اور گیارہ نامی گرامی سردار معرکہ میں کام آ گئے تھے میمنہ کی شکست سے دل شکستہ ہو کر میدان جنگ سے یہ کہتے ہوئے واپس جا رہے تھے کہ "کاش! عرب میں ہمارا کوئی ایسا ساتھی ہوتا جو موت پر بیعت کرتا اور مر کر یا فتحیاب ہو کر میدان جنگ سے واپس ہونے کا حلف لیتا۔" اشتر نے جواب دیا "تم لوگ برداشتہ خاطر نہ ہو۔ ہم حلف اٹھاتے ہیں کہ جب تک فتح نہ حاصل کر لیں گے میدان جنگ سے نہیں لوٹیں گے"۔ اہل ہمدان اشتر کے ہمراہ ہو لئے۔ اشتر نے میمنہ اہل شام پر حملہ کیا۔ اشتر کے حملہ کرتے ہی اور لوگوں نے بھی حملے شروع کر دیئے۔ جنگ کا زور جو چند لمحے کے لئے سرد ہو گیا تھا از سر نو پہلے سے بھی زیادہ گرم ہو گیا۔ مابین عصر و مغرب لشکر شام غیر مرتب ہو کر میدان سے بھاگ نکلا۔ اشتر نے شکست یافتوں کو مار دھاڑ کرتے ہوئے معاویہ تک پہنچا دیا اور ابن بدیل کے پاس لڑتے بھڑتے جا پہنچے جو مع دو سو سپاہیوں کے اہل شام کے محاصرے میں تھے۔

شامیوں کی پسپائی

جس وقت لشکر شام سامنے سے ہٹ گیا اور ان لوگوں نے اپنے بھائیوں کو دیکھا تو فرط مسرت سے تکبیر کہہ اٹھے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ کو دریافت کیا۔ جواب دیا گیا کہ اس وقت میسرہ میں ہیں اور جنگ کر رہے ہیں۔ ابن بدیل نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا اشتر نے مخالفت کی لیکن ابن بدیل، اشتر کی مخالفت کا کچھ خیال نہ کر کے اپنے ساتھیوں کو لئے لڑتے بھڑتے معاویہ کی طرف بڑھے اور لشکر شام راستہ روکنے کو بڑھا۔ ابن بدیل..... ان کی صفوں کو پھاڑتے معاویہ کے قریب پہنچ گئے۔ شامیوں نے چاروں طرف سے گھیر کر ابن بدیل اور ان کے ساتھیوں میں سے اکثر آدمیوں کو مار ڈالا باقی زخمی ہو کر لوٹے۔ اہل شام نے تعاقب کیا اشتر نے ان کو بچانے اور بحفاظت امیر المومنین حضرت علیؓ کے لشکر میں لانے کی غرض سے حرث بن جمہان جعفی کو روانہ کیا۔ چنانچہ بقیۃ السیف، بحفاظت تمام امیر المومنین حضرت علیؓ کے لشکر میں آ گئے۔ اس کے بعد اشتر نے قبیلہ ہمدان اور دوسرے قبائل سے منتخب کردہ سپاہیوں کو لے کر اہل شام پر اتنا شدید حملہ کیا کہ اہل شام مجبور ہو کر پیچھے ہٹ گئے یہاں تک کہ ان کی اس جماعت سے مل گئے جنہوں نے موت پر بیعت کی تھی اور عماموں سے معاویہ کے ارد گرد اپنے کو باندھ رکھا تھا۔ اشتر نے دوبارہ حملہ کر کے ان میں کی چار صفیں کاٹ ڈالیں۔

معاویہ نے گھبرا کر اپنا گھوڑا منگوایا اور سوار ہوئے۔ عبداللہ بن ابی الحصین ازدی (جو عمار بن یاسر کے ہمراہیوں میں سے تھے) صف لشکر سے نکل کر رجز پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں آئے۔ عقبہ بن حدید نمیری نے اپنے بھائیوں کے ساتھ آگے بڑھ کر مقابلہ کیا۔ تھوڑی دیر تک لڑائی ہوتی رہی اور جب یہ سب مارے گئے تو شمر بن ذی الجوشن شیر کی طرح دھاڑتا ہوا میدان جنگ میں آیا۔ ادہم بن محرز باہلی نے تلوار چلائی۔ شمر بن ذی الجوشن نے وار خالی دے کر ادہم پر ایسا ہاتھ مارا کہ وہ اس سے جانبر نہ ہو سکا۔ قیس بن مکشوح کے ہاتھ میں بجیلہ کا علم تھا جب لڑتے لڑتے یہ بھی کام آ گئے تو عبداللہ بن قلع احمسی نے علم سنبھالا اور لڑتے لڑتے یہ بھی مارے گئے تب عفیف بن ایاس نے علم اپنے ہاتھ میں تھاما اور اختتام جنگ تک علم انہی کے ہاتھ میں رہا۔ امیر المومنین علیؓ نے یہ دیکھ کر کہ اہل میمنہ لڑتے بھڑتے پھر اپنے مورچہ پر آ گئے اور اپنے مقابلے سے دشمنوں کو پسپا کر دیا ان کی طرف تشریف لائے اور ان لوگوں کو مخاطب کر کے پہلے فرار ہونے والوں پر ملامت و نصیحت کی اور پھر لوٹ کر بکمال مردانگی سے مقابلہ کرنے پر تعریف و توصیف فرمائی اور دوبارہ کمر ہمت باندھ کر جنگ لڑتے رہنے کی ترغیب دی۔ لڑائی کا زور جو تھوڑی دیر کے لئے سرد ہو گیا تھا اور میدان کارزار میں چاروں طرف خموشی کا عالم چھایا ہوا تھا پھر گرم ہو گیا۔ تلواروں اور نیزوں کی آوازوں اور بار بار تکبیر کی دل ہلا دینے والی صداؤں سے میدان جنگ گونجنے لگا۔ فریقین سے دلاوران نبرد آزما شوق جنگ میں بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔

قبیلہ طے اور نخع امیر المومنین حضرت علیؓ کے لشکر سے نکل کر شامیوں کی جانب بڑھا۔ اہل شام کے میمنہ سے حمیر نے جن کا سردار ذوالکلاع تھا اور جس میں عبیداللہ بن عمر بن خطاب بھی تھے۔ ربیعہ پر جو میسرہ اہل عراق میں بسر گروہی ابن عباس تھے حملہ کیا۔ ربیعہ نے ایسی مردانگی سے مقابلہ کیا کہ لشکر شام کو مجبور ہو کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ عبیداللہ بن عمر نے للکارا ''اے اہل شام انہی لوگوں نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کو قتل کیا ہے۔ ذرا اللہ کا خیال کرو اس مردانگی پر امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے آئے ہیں۔'' لشکر شام کا دل ان پر جوش فقروں سے بھر آیا اور انہوں نے مجموعی قوت سے حملہ کیا۔ خالد بن معمر چند لوگوں کے ساتھ بھاگ نکلا لیکن ربیعہ کا علم بردار اور حفاظ نہایت استقلال سے لڑتے رہے پھر منہزموں کو ربیعہ کے کسی شخص نے للکارا اور جنگ کی ترغیب دے کر میدان کی طرف واپس کیا۔ اس عرصہ میں قبیلہ عبدالقیس نے پہنچ کر قبیلہ ربیعہ کی کھوئی ہوئی قوت کو سنبھال لیا۔ عنوان جنگ جو اس سے پیشتر ان کے حق میں نقصان رساں محسوس ہو رہا تھا موافق ہو گیا۔ قبیلہ حمیر کو جان کے لالے پڑ گئے۔ ذوالکلاع اور عبیداللہ بن عمر عین معرکہ میں محرز بن الصحیح کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ محرز نے ذوالکلاع کی تلوار ذوالوشاح لے لی تھی جو فاروق اعظمؓ کی دی ہوئی تھی پھر جب معاویہ کو عراق کی حکومت بھی مسلم ہو گئی تو اس تلوار کو محرز سے لے لیا۔

حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کی جاں نثاری

اس جنگ کے بعد عمارؓ بن یاسر لشکر سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ: ''اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تیری رضا اس میں ہے کہ میں اپنے کو دریا میں پھینک دوں تو میں بے شک ایسا ہی کرتا۔ اے اللہ! تجھے یہ معلوم ہے کہ اگر میں جانتا کہ تیری خوشنودی اس میں ہے کہ تلوار کی دھار اپنے پیٹ پر رکھ لوں اور اس کو اس زاویے سے دباؤں کہ پشت سے نکل آئے تو میں بلاشبہ ایسا ہی کرتا۔ اے اللہ! آج میں ایسا کام کرنا چاہتا ہوں کہ تو ان فاسقوں کی جنگ سے زیادہ اس سے خوش ہوگا''۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر آواز بلند سے کہا ''کوئی شخص ایسا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہو اور جو شخص اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے اس کو چاہئے کہ وہ مال و اولاد کی طرف واپس جانے کی توقع نہ رکھے''۔ عمار کی زبان سے یہ فقرے تمام ہونے ہی کو تھے کہ ایک گروہ نے سینہ سپر ہو کر کہا اقصد وبنا ہولاء الذین یطلبون بدم عثمان یخدعون بذلک عما فی نفوسھم من الباطل'' (ہمارے ساتھ ہو کر ان لوگوں پر حملہ کرو جو خون عثمانؓ کے طلب گار ہیں اور اس ذریعہ سے اپنی دلی خواہشات کے مکر کو پھیلاتے ہیں) چنانچہ عمار اس گروہ کو لے کر لشکر شام کی طرف چلے۔ صفین کی وادیوں میں سے جس وادی پر گزرتے تھے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ ہو جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ ہاشم بن عتبہ تک پہنچے (جن کے ہاتھ میں امیر المومنین علیؓ کے لشکر کا علم تھا) ان کو بھی ترغیب جنگ دی اور وہ مستعد ہو گئے اور عمار کے ہمراہ ہو کر لشکر شام پر حملہ کرتے ہوئے عمرو بن العاص تک پہنچ گئے۔

حضرت عمارؓ کی شہادت

عمار نے پکار کر کہا ''اے عمرو! تف ہو تجھ پر تو نے اپنے دین کو مصر کے عوض فروخت کر ڈالا'' عمرو بن العاص نے جواب دیا: ''نہیں! بلکہ میں خون عثمانؓ کا قصاص طلب کرتا ہوں''۔ عمار بولے ''میں اپنے علم و یقین سے شہادت دیتا ہوں کہ تو اپنے ان فعلوں سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نہیں چاہتا ہے۔ مرنے کے بعد تجھ کو اس کا حال ظاہر ہوگا۔ تو نے آج ہی اس لشکر کے علم بردار سے نبرد آزمائی نہیں کی تین بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس علم بردار سے لڑ چکا ہے اور آج یہ چوتھا واقعہ ہے۔ کیا تجھے یہ یاد نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''عمار کو گروہ باغی مارے گا''۔ عمرو بن العاص نے اس بار کوئی جواب نہ دیا۔ عمار لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ امیر المومنین علی اور ان کے ساتھ قبائل ربیعہ، مضر اور ہمدان نے متفق ہو کر حملہ کیا جس سے لشکر شام کی صف کی صف الٹ گئی۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے امیر المومنین حضرت علیؓ لشکر شام کو قتل کرتے اور ان کی جماعت کو منتشر کرتے، معاویہ کے قریب پہنچ گئے اور جوش میں آ کر للکار اٹھے: ''اے معاویہ! ناحق لوگوں کی خوں ریزی سے کوئی فائدہ نہیں ہے آؤ ہم تم نپٹ لیں جو اپنے مقابل کو مار لے وہی صاحب الامر (یعنی امیر) ہو''۔ عمرو بن العاص نے معاویہ سے خطاب کر کے کہا: یہ فیصلہ تو اچھا ہے۔ معاویہؓ نے جواب دیا ''تم کیوں اس فیصلہ کو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو۔ کیا تم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ علیؓ کے مقابلہ پر جو جاتا ہے وہ جانبر نہیں ہوتا۔'' دوران جنگ میں امیر المومنین علیؓ کے لشکر کا ایک گروہ گرفتار ہو گیا تو معاویہ نے ان کو رہا کر دیا۔ ایسا ہی امیر المومنین حضرت علیؓ نے معاویہؓ کے قیدیوں کے معاملے میں کیا۔

حضرت عبداللہ بن کعبؓ کی شہادت

امیر المومنین علیؓ لڑتے لڑتے اہل شام کے ایک رسالے کی طرف گزرے۔ دیکھا کہ وہ نہایت مردانگی اور ثابت قدمی سے لڑ رہا ہے۔ آپ نے بلند آواز سے ارشاد کیا ''کہاں ہیں مردان خدا جو آخرت کی خواہش میں اپنی جانوں کا خیال نہیں کرتے''۔ مسلمانوں کا ایک گروہ لبیک کہہ کر حاضر ہو گیا۔ آپ نے اپنے لڑکے محمد بن الحنفیہ کو ان پر افسر مقرر کر کے روانہ کیا۔ محمد بن الحنفیہ نے لڑ کر رسالہ کو پیچھے دھکیل دیا اور مورچے پر قابض ہو گئے۔ اس واقعہ میں بہت سے آدمی فریقین کے کام آ گئے از انجملہ عبداللہ بن کعبؓ مرادی تھے۔ اتفاق سے اسود بن قیس ان کی طرف سے گزرا تو دیکھا کہ عبداللہ بن کعب خاک و خون پر لوٹ رہے ہیں۔ گھوڑے سے اتر کر پاس آیا۔ عبداللہ نے آنکھیں کھولیں، صاحب سلامت ہوئی۔ دریافت کیا ''امیر المومنین علی کہاں ہیں؟'' اسود نے جواب دیا لڑ رہے ہیں! عبداللہ نے کہا ''میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور امیر المومنین کے ساتھ ہو کر لڑنے کی وصیت کرتا ہوں''۔ یہ کہہ کر بیہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو بولے ''امیر المومنین علیؓ کو میرا اسلام پہنچانا اور میری طرف سے کہہ دینا قاتل على المعركة حتى تجعلها خلف ظهرك فانه من اصبح غدا والمعركة خلف ظهره فانه العالى (یعنی میدان جنگ میں اس قدر لڑو کہ میدان جنگ پس پشت ہو جائے۔ پس بے شک جس شخص کی صبح اس حال سے ہوئی کہ میدان جنگ اس کے پس پشت رہا تو وہی فتح مند ہوگا) عبداللہ یہ کہہ کر انتقال کر گئے۔

اسود نے یہ پیام امیر المومنین علیؓ تک پہنچایا۔ آپ نے سن کر ارشاد کیا: اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے زندگی میں ہمارے مخالفین سے لڑتا رہا اور مرنے کے بعد وصیت کر گیا۔ غرض تمام رات لڑائی ہوتی رہی۔ یہ رات جمعہ کی تھی۔ اس کو لیلۃ الہریر کہتے ہیں۔ تمام شب امیر المومنین علیؓ لشکر کی صفوں میں چکر لگاتے اور سواروں پیادوں کو آگے بڑھنے کی ترغیب دیتے رہتے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور لڑائی جس عنوان سے جاری ہوئی تھی اسی ڈھنگ سے جاری رہی۔ اشتر بدستور میمنہ میں اور ابن عباس میسرہ میں تھے اور پورا لشکر چاروں طرف سے سمٹ کر مجموعی قوت سے جنگ کر رہا تھا اور یہ دن جمعہ کا تھا۔ دوپہر ڈھلے اشترؓ نے علم حیان بن ہوذہ نخعی کے حوالے کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر سواروں کی طرف گیا۔ اہل شام پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ ایک گروہ کثیر جان دینے اور لینے پر تیار ہو گیا۔ چنانچہ اشتر ان کو لئے ہوئے اپنے مورچے پر آیا اور نعرہ تکبیر مار کر ایک قوی حملہ کیا جس نے لشکر شام کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اشتر مع اپنی ہمراہی فوج کے لڑتا ہوا شامیوں کی لشکر گاہ تک پہنچ گیا۔ ان کے علم بردار کو مار ڈالا۔ امیر المومنین علیؓ نے اشتر کو

فتح یاب ہوتے ہوئے دیکھ کر مسلسل مدد بھیجنا شروع کر دی۔

عمرو بن العاصؓ کی حکمت عملی

عمرو بن العاصؓ کو اشتر کے حملے سے اضطراب پیدا ہوا اور وہ اپنے ساتھیوں کے کشت وخون سے ڈر کر معاویہ سے کہنے لگا: ''کیا دیکھتے ہو۔ تمہارے ہاتھ میدان نہ آئے گا۔ لوگوں کو حکم دو کہ قرآن شریف کو نیزوں پر اٹھائیں اور بلند آواز سے کہیں ھذا کتاب اللہ بیننا و بینکم (ہمارے تمہارے درمیان میں یہ قرآن شریف ہے) اگر اس کو وہ لوگ منظور کر لیں گے تو سردست لڑائی بند ہو جائے گی۔ کشت وخون سے نجات مل جائے گی۔ اور اگر اس سے اختلاف کیا تو ان کے اختلاف سے بھی ہم کو فائدہ پہنچے گا۔ چنانچہ مصاحف نیزوں پر اٹھائے گئے۔ امیر المومنینؓ کے ہمراہی بولے ہم کتاب اللہ کے فیصلہ کو منظور کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ کا جنگ جاری رکھنے پر اصرار

امیر المومنین حضرت علیؓ نے للکارا! ''اے اللہ کے بندو، اپنے حق کے حاصل کرنے کو بڑھو اور دشمنوں سے جنگ کرنے میں تامل نہ کرو کیونکہ معاویہؓ، ابن ابی معیط حبیب، ابن ابی سرح اور ضحاک، نہ دین دار ہیں اور نہ عامل بالقرآن اور نہ صاحب ایمان۔ ہم ان کی حالت سے اچھی طرح آگاہ ہیں۔ ہم اور یہ لڑکپن سے بڑے ہونے کے بعد تک ایک ہی صحبت میں رہے ہیں۔ لڑکپن میں یہ لوگ نہایت شریر لڑکوں سے تھے اور سن شعور پر پہنچ کر بھی بے حد شریر آدمیوں سے ہوئے۔ افسوس ہے کہ لوگ اس کو کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ لوگ قرآن شریف کو براہ مکر وفریب درمیان میں لاتے ہیں۔'' لوگوں نے کہا: ''یہ ناممکن ہے کہ ہم کتاب اللہ کی طرف بلائے جائیں اور اس کو منظور نہ کریں''۔ امیر المومنین علیؓ نے ارشاد کیا ''ہم ان لوگوں سے اسی لئے لڑتے ہیں کہ کتاب اللہ پر عمل کریں کیونکہ انہوں نے اس کو پس پشت ڈال دیا ہے۔''

علوی فوج میں پھوٹ

مسعر بن فدک تمیمی اور زید بن حصین الطائی مع ان لوگوں کے جو بعد کو فرقہ خارجی میں داخل ہو گیا تھا بولا ''اے علیؓ! کتاب اللہ کو قبول ومنظور کرو ورنہ ہم تم کو چھوڑ دیں گے اور تمہارے ساتھ وہی برتاؤ کریں گے جو ابن عفانؓ کے ساتھ ہم نے کیا تھا''۔ امیر المومنین علیؓ نے فرمایا ''اگر تم میرے مطیع اور وفادار ہو تو برابر لڑتے رہو اور اگر باغی ہوا چاہتے ہو تو جو تمہاری سمجھ میں آئے کرو''۔ مسعر وغیرہ نے جواب دیا ''آپ اشتر کو بلوایئے اور اس کو لڑائی سے منع کر دیجئے''۔ امیر المومنین علیؓ نے یزید بن ہانی کو اشتر کے بلانے کو بھیجا۔ اشتر نے کہلا بھیجا ''یہ وقت میری طلبی کا نہیں ہے اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں موقع جنگ سے ہٹایا جاؤں مجھے پوری امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے فتح ونصرت عنایت فرمائے گا''۔ یزید نے جوں ہی یہ پیام پہنچایا مسعر کے ہمراہیوں نے شور وغل مچانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ ''بے شک تم ہی نے اشتر کو جنگ کا حکم دیا ہے لہٰذا بہتر ہے کہ اس کو جلد واپس بلاؤ ورنہ ہم تم کو معزول کر دیں گے۔''

میدان جنگ سے واپسی

امیر المومنین حضرت علیؓ نے یزید کو جھڑک کر کہا ''جا اشتر سے کہہ دے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو میرے پاس آ جائے کیونکہ فساد کا دروازہ کھلا چاہتا ہے''۔ اشتر نے دریافت کیا ''کیا قرآن شریف کے اٹھانے سے''؟ یزید نے جواب دیا۔ ہاں۔ اشتر بولا: ''مجھے اس کا خیال پہلے ہی ہوا تھا کہ لوگوں میں اختلاف پڑ جائے گا اور اتفاق واتحاد کا خاتمہ ہو جائے گا۔ میں کس طرح جنگ چھوڑ کر واپس چلوں۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے فتح حاصل ہوا چاہتی ہے۔'' یزید نے کہا ''کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم تو فتح یاب ہو اور امیر المومنین دشمنوں کے حوالے ہو جائیں یا شہید کر ڈالے جائیں''۔ اشتر یہ سنتے ہی مسعر وغیرہ کے پاس چلے آئے اور ان سے مخاطب ہو کر کہا ''اے اہل عراق! بڑے افسوس کا مقام ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو ان

لوگوں پر غالب کیا اس وقت تم لوگ اہل شام کے دام مکروفریب میں آ گئے۔ تم لوگ مجھے دوچار گھنٹوں کی مہلت دو، مجھے اپنی کامیابی کا پورا یقین ہے''۔ ان لوگوں نے مہلت نہ دی، اشتر نے دوبارہ مہلت طلب کی۔ اس پر ان لوگوں نے جھلا کر کہا ''اے اشتر کیا تو ہم کو اپنے ساتھ جنگ کرنے کو بلاتا ہے؟'' اشتر نے جواب دیا ''افسوس تم کو ان لوگوں نے فریب دیا اور تم ان کے دام مکر میں آ گئے۔'' اس فقرے سے لوگوں میں ایک شورش پیدا ہو گئی۔ ایک دوسرے کو سخت وست کلمات کہنے لگا۔ رفتہ رفتہ سب وشتم کی نوبت آ گئی۔ کچھ بعید نہ تھا کہ باہم جنگ چھڑ جاتی مگر امیر المومنین کے ڈانٹنے سے شوروغل فرو ہو گیا۔

تحکیم کی تجویز

اب اس وقت لڑائی بند ہو گئی تھی۔ چاروں طرف سکوت کا عالم چھایا ہوا تھا۔ سوائے آہ وزاری کے نہ تو ہتھیاروں کے چلنے کی آواز آتی تھی اور نہ للکارنے اور رجز کی صدا کانوں تک پہنچتی تھی۔ اتنے میں اشعث بن قیس نے بڑھ کر عرض کی: ''امیر المومنین! لوگ اس امر پر راضی ہو گئے جس کی طرف بلائے گئے (یعنی قرآن کو انہوں نے حکم مان لیا) اگر آپ اجازت دیں تو میں معاویہ کے پاس جاؤں اور ان سے ان کے منشاء دلی کو دریافت کروں'' آپ نے اجازت دی۔ اشعث معاویہ کے پاس پہنچے۔ دریافت کیا: تم نے کس لئے قرآن شریف کو اٹھایا؟ معاویہؓ نے جواب دیا تاکہ ہم اور تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کریں۔ تم اپنی طرف سے ایک شخص کو منتخب کرو اور ہم اپنی طرف سے۔ اور ان دونوں سے حلف لیا جائے کہ کتاب اللہ کے موافق وہ فیصلہ کریں گے۔ بعدازاں جو وہ فیصلہ کریں اس پر ہم اور تم دونوں راضی ہو جائیں۔ اشعث معاویہ کے پاس سے اٹھے۔

خارجیوں کا اختلاف

امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں آئے اور معاویہ کا پیام پہنچایا۔ حاضرین نے کہا: ہم بھی اس امر پر راضی ہیں اور اس فیصلے کو قبول کرتے ہیں۔ اہل شام نے اپنی طرف سے عمرو بن العاص کو منتخب کیا۔ اشعث اور ان لوگوں نے جو بعد کو خارجی ہو گئے تھے ابوموسیٰ اشعری کو انتخاب کیا۔ امیر المومنین علیؓ نے ارشاد کیا ''میں اس انتخاب سے خوش نہیں ہوں۔ اشعث، یزید بن الحصین، مسعر بن فدک متفق الکلمہ ہو کر بولے ''ہم تو انہی کو انتخاب کرتے ہیں۔ دوسرے کو اپنی طرف سے ہم حکم نہ بنائیں گے۔'' امیر المومنین علی نے جواب دیا کہ میں اس کو ثقہ نہیں سمجھتا۔ اس نے میری رفاقت ترک کر دی۔ لوگوں کو میرے ساتھ واقعہ جمل میں جانے سے روکا اور مجھ سے متنفر ہو کر بھاگا۔ پھر بھی میں نے ایک ماہ کے بعد اسے امان دی۔ میں اس کو حکم ہرگز نہ بناؤں گا۔ البتہ ابن عباس کو میں اپنی طرف سے منتخب کر سکتا ہوں۔ اشعث اور اس کے ساتھی کہنے لگے۔ ابن عباس تمہارے عزیز ہیں ہم ان کو حکم نہ بنائیں گے۔ ہم ایسے شخص کو حکم بنانا چاہتے ہیں جس کا تعلق تمہارے اور معاویہ کے ساتھ ایک سا ہو۔ امیر المومنین بولے اچھا اشتر تو میرا عزیز نہیں ہے۔ اشعث نے کہا۔ کیا اشتر کے سوا روئے زمین پر اور کوئی شخص نہیں ملتا۔ امیر المومنین نے جواب دیا: پھر کیا سوائے ابوموسیٰ کے اور کسی کو حکم نہ بناؤ گے۔ اشعث اور ان کے ساتھی کہنے لگے: نہیں! اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور اشتر اس اعزاز سے محروم ہے۔

حکم کا انتخاب اور تحکیم کا عہد نامہ

امیر المومنین علیؓ ان مباحث سے تنگ آ گئے۔ مجبور ہو کر ارشاد کیا۔ اچھا جو چاہو اور جو تمہاری سمجھ میں آئے کرو۔ الغرض حاضرین نے ابوموسیٰ کو بلوایا۔ ابوموسیٰ نے اس وقت لڑائی موقوف کر دی تھی۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ فریقین میں مصالحت ہو گئی۔ ابوموسیٰ بولے الحمد للہ پھر کہا گیا کہ تم حکم مقرر کئے گئے۔ اس پر ابوموسیٰ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور لشکر کی طرف آئے۔ احنف بن قیس نے امیر المومنین پر اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ مجھ کو بھی ابوموسیٰ کے ساتھ حکم بنایئے۔ مگر لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالبؓ کے لشکر میں یہ قصہ پیش تھا کہ عمرو بن العاص امیر المومنین حضرت علیؓ کے پاس اقرار نامہ لکھنے کو حاضر ہوئے۔

کاتب نے بسم اللہ کے بعد لکھا ھذا ماتقضی علیہ امیر المومنین۔ عمرو بن العاص نے جھٹ قلم پکڑ لیا اور کہنے لگا: یہ ہمارے امیر نہیں ہیں تمہارے امیر ہوں تو ہوں۔

احنف: اس لفظ کو محو نہ کرو مجھے اس کے محو کرنے سے بدفالی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔

اشعث: امیر المومنین کا لفظ ضرور محو کر دو۔

امیر المومنین: اللہ اکبر صلح حدیبیہ میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے ساتھ رسول اللہ کو نہیں تحریر کرنے دیا تھا۔ کیوں عمرو بن العاص اس واقعہ میں تم بھی ایسا چاہتے ہو۔

عمرو بن العاص: سبحان اللہ آپ کفار سے ہماری تشبیہ دیتے ہیں حالانکہ ہم لوگ مومن ہیں۔

امیر المومنین: اے ابن النابغہ تو کب فاسقین کا ولی اور مومنین کا حریف نہ تھا۔

عمرو بن العاص: خدا کرے آج کے بعد پھر تمہاری صورت دیکھنے کی نوبت نہ آئے۔

امیر المومنین: میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری مجلس تجھ سے اور تیرے جیسے لوگوں سے ہمیشہ پاک رکھے۔ عمرو بن العاص یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کاتب نے لکھنا شروع کیا۔

ھذا ما تقاضی علی ابن ابی طالب و معاویۃ بن ابی سفیان۔ قاضی علی علی اھل الکوفۃ ومن معھم و معاویۃ علی اھل شام ومن معھم اننا تنزل عند حکم اللہ و کتابہ وان لا یجمع بیننا غیرہ وان کتاب اللہ بیننا من فاتحۃ الی خاتمۃ نحیی ما احیا و نمیت ما امات فما وجد الحکمان فی کتاب اللہ وھما ابو موسیٰ عبداللہ قیس و عمرو بن العاص عملا بہ ومالم یجداہ فی کتاب اللہ فالسنۃ العاولۃ الجامعۃ غیر المعرفۃ

یہ وہ تحریر ہے جس کو علی ابن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان نے باہم بطور اقرار نامہ تحریر کیا ہے۔ علی نے اہل کوفہ اور ان لوگوں کی جانب سے جو ان کے ساتھ تھے حکم مقرر کیا اور معاویہ نے اہل شام اور ان لوگوں کی جانب سے جو ان کے ساتھ ہیں حکم مقرر کیا۔ بے شک ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب کو منحصر علیہ قرار دیتے ہیں اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ سوائے اس کے دوسرے کو کوئی دخل نہ ہوگا اور قرآن مجید شروع سے اخیر تک ہمارے درمیان میں ہے۔ ہم زندہ کریں گے، اس کو جس کو اس نے زندہ کیا اور ماریں گے اس کو جس کو اس نے مارا ہے۔ لہٰذا جو کچھ حکمین کتاب اللہ میں پائیں اس پر عمل کریں اور وہ حکم ابو موسیٰ، عبداللہ بن قیس اور عمرو بن العاص ہیں اور جو کتاب اللہ میں نہ پائیں تو سنت عادلہ و جامعہ غیر مختلف فیہا پر عمل کریں۔

معاہدہ پر دستخط

حکمین نے بعد تحریر اقرار نامہ امیر المومنین علیؓ، امیر معاویہ بن ابی سفیان اور ان کے لشکریوں سے اس امر کا عہد و پیمان لیا کہ حکمین کو ان کی جانوں اور اہل و عیال کو امن دیا جائے اور امت مرحومہ پر یہ فرض ہے کہ جو فیصلہ کریں اس کے نفاذ کے معاملے میں اعانت و مدد کرے اور حکمین پر یہ واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر صحیح صحیح کتاب اللہ کے موجب فیصلہ کریں اور امت مرحومہ کو لڑائی و فساد اور اختلاف میں نہ ڈالیں اگرچہ میعاد فیصلہ کی رمضان تک ہے۔ لیکن حکمین کو اختیار ہے کہ اس کے بعد جب چاہیں فیصلہ کریں اور مقام فیصلہ ایسا ہو جو کہ مابین اہل کوفہ و اہل شام کے نصف پر واقع ہو۔

ان شرائط کے طے ہو جانے پر اہل عراق اور اہل شام کے سربرآوردہ لوگوں نے دستخط کیے۔ لیکن اشتر نے دستخط کرنے سے انکار کیا۔ اشعث مصر ہوئے۔ اشتر نے سختی سے جواب دینا شروع کیا تو دونوں آدمیوں میں سخت و سست گفتگو ہونے لگی۔ یہ وثیقہ تیرہ صفر 37ھ کو تحریر کیا گیا اور یہ رائے قرار پائی کہ امیر المومنین علیؓ مقام دومۃ الجندل یا اذرح میں حکمین کے پاس بوقت فیصلہ ماہ رمضان میں موجود رہیں۔

حضرت علیؓ کی مراجعت اور خارجیوں کی علیحدگی

اس وثیقہ کی تحریر کے بعد چند لوگ امیر المومنین علیؓ کے پاس آئے اور ان کو جنگ کرنے کی تجویز دی۔ آپ نے فرمایا: صلح کے بعد جنگ کرنا اور اقرار کرنے کے بعد پھر جانا مناسب نہیں ہے۔ لوگ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ فریقین صفین سے واپسی کی تیاریاں کرنے لگے۔ امیر المومنین علی صفین سے اپنے لشکر کے ہمراہ کوفہ کو روانہ ہوئے۔ حروریہ نے واپسی سے اختلاف کیا۔ تقرر حکمین سے بیزاری ظاہر کی اور امیر المومنین علیؓ سے علیحدہ ہو کر دوسری راہ کو اختیار کیا۔ اثناء راہ میں امیر المومنین علیؓ کی خباب بن الارت کی قبر پر نظر پڑی۔ آپ نے معلوم فرمایا: یہ کس کی قبر ہے؟ کسی نے جواب دیا: خباب بن الارت کی قبر ہے جن کا آپ کی روانگی کے بعد انتقال ہوا۔ امیر المومنین علیؓ یہ سن کر ٹھہر گئے اور ان کے حق میں دعا کی۔ بعد ازاں روانہ ہو کر کوفہ میں داخل ہوئے۔ ایک مکان سے رونے کی آواز سنی تو معلوم ہوا کہ مقتولین کے ورثاء رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم کرے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ جو لوگ میرے ساتھ کے صفین میں کام آئے شہید ہوئے ہیں۔ غرض لوگوں کو تسلی و تشفی دیتے ہوئے قصر خلافت میں داخل ہوئے۔

خوارج آپ سے علیحدہ ہو کر حروراء کی طرف آئے جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اور وہیں بارہ ہزار کی جمعیت سے مقیم رہے۔ امیر جنگ شبث بن عمر التمیمی اور عبداللہ بن الکوا الیشکری کو امام نماز مقرر کیا گیا۔ پھر منادی نے ندا کی کہ بیعت اللہ عزوجل کی ہے۔ نیک کاموں کا حکم کرنا اور برے کاموں سے بچانا ہمارا فرض ہے۔ فتح کے بعد شوریٰ سے ہر کام انجام دیا جائے گا۔ شیعان امیر المومنین علیؓ نے کہا کہ ہماری گردنوں میں امیر المومنین حضرت علیؓ کی بیعت ہے جس کے وہ دوست ہوں گے ہم بھی اس کے دوست ہیں جس کے وہ مخالف ہوں گے ہم بھی اس کی مخالفت کریں گے۔ خوارج بولے: ''کیا خوب! تم لوگوں نے علیؓ کی بیعت کی جس سے تم پر فرض یہ ہو گیا کہ جس کے وہ دوست ہوں تم بھی اس کے دوست ہو اور جس کے وہ دشمن ہوں تم بھی اس کی دشمنی کرو؟ اور اہل شام نے جس کو دوست رکھا اس کی بیعت کی اور علیؓ کی بیعت کو مکروہ جانا۔ لہٰذا ہمارے نزدیک تم دونوں حق سے منزلوں دور ہو''۔ زیاد بن النصر نے جواب دیا: ''واللہ ہم نے علیؓ کی بیعت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کی ہے۔ مگر جب تم لوگوں نے ان کی مخالفت کی تو شیعیان امیر المومنین علیؓ نے کہنا شروع کیا۔ جس کے وہ دوست ہیں ہم بھی اس کے دوست ہیں اور جس کے وہ مخالف ہیں ہم بھی اس کے مخالف ہیں اور درحقیقت ہمارا عقیدہ یہی ہے اور یہی حق و راست ہے اور جو اس کا مخالف ہے، وہ خود گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔

خارجیوں کو اتحاد کی دعوت

اس کے بعد امیر المومنین علیؓ نے عبداللہ بن عباس کو خوارج کے پاس بھیجا اور یہ ہدایت کی کہ جب تک میں نہ آؤں تب تک اعتراضات کے جوابات دینے میں عجلت نہ کرنا۔ لیکن عبداللہ بن عباس جس وقت خوارج کے پاس پہنچے اور خوارج نے اپنے خیالات ظاہر کرنا شروع کئے۔ عبداللہ بن عباس سے صبر نہ ہو سکا اور بول پڑے: تم لوگ تقرر حکم پر کیوں حرف گیری کرتے ہو۔ اللہ جل شانہ نے جب کہ تقرر حکم کا زوجین (میاں اور بیوی) میں بحالت منازعت حکم دیا ہے تو امت مرحومہ کے نزاعات میں حکم مقرر کرنا بہت زیادہ مناسب ہے۔ خوارج نے جواب دیا کہ جس چیز میں اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو اختیار دیا ہے، اس میں وہ مختار ہیں اور جس کا حکم اس نے خود صادر فرمایا ہے، اس میں بندوں کو چون و چرا کرنے کا مطلق اختیار نہیں ہے اور نہ اس میں قیاس و رائے کو کچھ دخل ہے۔ مسئلہ مبحوث عنہ میں رائے و قیاس کو کچھ دخل نہیں ہے کیونکہ اللہ جل شانہ نے حکم دے دیا ہے جیسا کہ زانی اور چور کی سزائیں مقرر کر دی ہیں اس میں کسی کو کمی بیشی کا اختیار نہیں ہے۔ ابن عباس بولے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یحکم بہ ذوا عدل منکم تم میں سے جو صاحب عدل ہوں وہ حکم بنائے جائیں۔ خوارج نے جواباً کہا: کیا خوب! یہ حکم تو صید و زوجین کا ہے۔ مسلمانوں کا خون اس میں داخل نہیں ہے۔ ابھی کل کا ذکر ہے کہ عمرو بن العاص سے ہم لوگ لڑ رہے تھے۔ پس اگر وہ عادل ہے تو اس سے لڑائی کیوں کی گئی اور اگر عادل نہیں ہے تو اس کا حکم بنانا کیا معنی اور اس کا فیصلہ کیسے حق پر مبنی ہو سکتا ہے۔ تم نے معاویہ اور ان کے ہمراہیوں کی بابت

آدمیوں کو حکم مقرر کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بابت حکم صادر فرمایا ہے کہ اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اپنی رائے سے رجوع کرے لیکن تم نے اس سے عہد و پیماں کر لیا اور لطف یہ ہے کہ لکھا پڑھی بھی ہو گئی اور اللہ جل شانہ، نے مسلمانوں اور اہل حرب سے بعد نزول سورۂ برأت اس سلسلے کو منقطع کر دیا ہے۔ یہ باتیں ابھی تمام نہ ہوئی تھیں کہ امیر المومنین علیؓ نے یہ معلوم کر کے کہ خوارج پر یزید بن قیس کا زیادہ اثر ہے اس کے خیمے میں آئے، دو رکعت نماز پڑھی۔ بعد ازاں یزید بن قیس کو اصفہان درے کی حکومت سپرد کر کے اس جلسہ کی طرف تشریف لائے۔ جہاں پر خوارج اور ابن عباس کے درمیان بحث و مناظرہ ہو رہا تھا۔

خوارج کی متابعت

آپ نے خوارج سے خطاب کر کے ارشاد کیا ''تمہارا مشیر اور سردار کون ہے''۔ خوارج نے جواب دیا۔ ابن الکواء! آپ نے فرمایا: بیعت کر کے پھر اس سے خروج کرنے کی کیا وجہ ہے۔ خوارج نے کہا: جنگ میں تمہارے بے جا تحکم کی وجہ سے۔ آپ نے کہا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلا کر کہتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ وہ میری رائے نہ تھی بلکہ تمہاری رائے تھی۔ بایں ہمہ میں نے حکمین سے یہ وعدہ لیا ہے کہ قرآن شریف کے مطابق فیصلہ کریں گے لہٰذا اگر ان لوگوں نے ایسا ہی کیا تو کوئی نقصان نہیں ہے اور اگر مخالفت کی تو ہم اس کے پابند نہ ہوں گے اور ہم ان کے فیصلے سے بری اور بیزار ہیں۔ خوارج بولے: کیوں صاحب مسلمانوں کی خونریزی میں حکم مقرر کرنے کے کیا معنی اور اس میں حکم مقرر کرنا عدل ہے؟ امیر المومنین نے جواب دیا: ہم نے آدمیوں کو حکم نہیں بنایا بلکہ قرآن شریف کو حکم بنایا ہے مگر یہ کہ وہ بولتا نہیں ہے۔ بولنے والے آدمی ہیں۔ اس پر خوارج نے مدت مقرر کرنے کا اعتراض پیش کیا۔ امیر المومنین نے ارشاد کیا: اس وجہ سے کہ شاید اللہ تعالیٰ زمانہ صلح میں امت مرحومہ کا اختلاف باہمی دفع کر دے۔ خوارج کے دل کو اس تقریر سے ایک گونہ تسکین ہو گئی اور انہوں نے امیر المومنین علیؓ کی رائے سردست پسند کر لی۔ آپ نے پھر ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: چلو شہر میں قیام کرو۔ چھ مہینہ تک ٹھہرے رہنا۔ جب مال و اسباب جمع ہو جائے گا تو پھر اپنے دشمنوں کی طرف خروج کریں گے۔ چنانچہ وہ سب کے سب امیر المومنین علیؓ کے ساتھ شہر میں داخل ہو گئے۔

حضرت علیؓ کا پیغام

جس وقت میعاد مقررہ قریب اختتام کو پہنچی اور حکمین کے جمع ہونے کا وقت آیا تو امیر المومنین علیؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو چار سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ شریح بن ہانی الحارثی کو ان کی سرداری پر اور عبداللہ بن عباس کو امامت پر مقرر فرمایا۔ روانگی کے وقت شریح بن ہانی سے ارشاد کیا کہ عمرو بن العاص سے میری طرف سے کہہ دینا کہ راستی اختیار کرو ایک دن تم کو مرنا ہے اور احکم الحاکمین کے روبرو جانا ہے۔ لہٰذا جب شریح نے عمرو بن العاص کو امیر المومنین کا پیام پہنچایا تو عمرو بن العاص غصہ سے سرخ ہو کر بولے: تم کو مجھے مشورہ دینے کا کیا حق ہے۔ شریح نے جواب دیا: ''تجھ کو کون سا امر سید المسلمین امیر المومنین کی نصیحت قبول کرنے سے روک رہا ہے۔'' عمرو بن العاص نے اس کا جواب درشتی سے دیا اور ان کی نصیحتوں پر مطلق توجہ نہ کی اور اپنی رائے پر عمل کیا۔ معاویہ نے چار سو شامیوں کی جمعیت سے عمرو بن العاص کو روانہ کیا تھا۔

حکمین کا اجتماع

حکمین نے مع اپنے ہمراہیوں کے مقام اذرج (مضافات دومتہ الجندل) میں قیام اختیار کیا۔ عمرو بن العاص کے ہمراہی ہمراہیان ابن عباس سے زیادہ مطیع اور فرمانبردار تھے۔ جب کبھی معاویہ کا کوئی خط آتا تھا تو عمرو بن العاص سے اس کے مضامین کو دریافت نہ کیا کرتے تھے۔ لیکن اہل عراق ابن عباس سے امیر المومنین علیؓ کے خطوط کے مضامین کے بارے میں پوچھتے اور بایں ہمہ ان کو اخفائے مضامین کے ساتھ متہم بھی کرتے تھے۔ حکمین کے ساتھ مجلس حکم میں عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمٰن بن الحرث بن ہشام عبدالرحمٰن بن عبد یغوث زہری، ابو جہم بن حذیفہ عدوی۔ مغیرہ بن شعبہ، سعد بن ابی وقاص موجود تھے۔

حکمین کی گفتگو

عمرو بن العاص نے کہا: اے ابوموسیٰ تم جانتے ہو کہ عثمان ظلماً شہید کئے گئے ہیں اور معاویہؓ ان کے یک جدی ولی اور وارث ہیں۔ ابوموسیٰ نے کہا: ہاں۔ پھر عمرو بن العاص بولے: پس کون امر تم کو ان کی خلافت سے روکتا ہے حالانکہ وہ قبیلہ قریش سے ہیں جیسا کہ تم جانتے ہو اگرچہ سابق الاسلام نہیں ہیں لیکن ان میں سیاست اور ملک داری کا ہنر بہت زیادہ ہے اور وہ ام المومنین، ام حبیبہؓ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی بھی ہیں۔ اس سے زیادہ قریب قرابت اور کیا ہو سکتی ہے اور مدتوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب رہے ہیں اور شرف صحبت سے بھی ممتاز ہوئے ہیں۔ سلسلہ گفتگو میں کہا: اگر تم میری رائے سے موافقت کرو گے اور معاویہؓ کو امارت کی کرسی پر متمکن کرو گے تو جس شہر کی حکومت تم پسند کرو گے، تمہیں فوراً دی جائے گی۔

ابوموسیٰ: اے عمرو! اللہ سے ڈرو اور یہ جان رکھو کہ امارت وخلافت، سیاست وملک داری کی وجہ سے نہیں دی جاتی۔ اگر ایسا ہوتا تو آل ابرہہ بن الصباح زیادہ اس کے مستحق تھے، بلکہ دین داری، تقویٰ وایمانداری کے لحاظ سے امیر وخلیفہ مقرر کیا جاتا ہے اور اگر شرافت قریش کا پاس کیا جائے تو بھی علیؓ ابن ابی طالب اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ چونکہ معاویہ خون عثمانؓ کے طالب ہیں اس وجہ سے ان کو امارت دی جائے تو میں اس کو بھی نہیں پسند کرتا کہ مہاجرین وسابقین اسلام کو چھوڑ کر امارت معاویہ کو دی جائے اور تمہارا یہ کہنا کہ اگر معاویہ کو امیر بناؤ گے تو تم کو حکومت دی جائے گی تو اس کی نسبت میں یہ کہتا ہوں کہ واللہ اگر معاویہ مجھ کو اپنی تمام حکومت وسلطنت دینے کو کہیں تو بھی میں ہرگز اس کو امیر وخلیفہ نہ بناؤں گا اور میں اللہ تعالیٰ کے کاموں میں رشوت نہیں لیتا۔ بہتر ہوگا کہ عبداللہ بن عمر کو حاکم بناؤ۔

عمرو بن العاص: تم کو میرے لڑکے کے والی مقرر کرنے میں کیا عذر ہے؟ تم اس کی حالت وصلاحیت وافضلیت سے بخوبی واقف ہو۔

ابوموسیٰ: تمہارا لڑکا ضرور نیک اور سچا تھا۔ مگر تم نے اس کو بھی تو اس فتنہ میں مبتلا کر رکھا ہے۔

عمرو بن العاص: یہ کام ایسے شخص کو سپرد کرنا چاہئے کہ جس کے دانت نہ ہوں جس سے وہ کھاتا پیتا ہو۔"

ابوموسیٰ اور عمرو بن العاص میں اسی قسم کی گفت وشنید ہو رہی تھی۔ عبداللہ بن عمر خاموش، سکوت کے عالم میں آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے۔ عبداللہ ابن الزبیر ان کے سامنے بیٹھے تھے۔ ابن الزبیر منشاء گفتگو سمجھ گئے۔ عبداللہ بن عمر کو ذرا چونکا دیا۔ ابن عمر چلا اٹھے: واللہ میں اس معاملے میں رشوت ہرگز نہ لوں گا۔ ابوموسیٰ نے کہا: "اے ابن العاص عرب نے بعد جدال وقتال اپنی قسمت کا فیصلہ تمہارے ہاتھ میں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو پھر فتنے میں نہ ڈالو۔

عمرو بن العاص: تم پہلے اپنی رائے ظاہر کرو تمہارا کیا مقصد ہے؟

فیصلہ کا اعلان

ابوموسیٰ: میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ ان دونوں شخصوں کو ہم لوگ معزول کر دیں اور اس کام کو عام مسلمانوں کے سپرد کر دیں جس کو وہ چاہیں مشورہ کر کے امیر مقرر کریں۔

حضرت عمرو بن العاصؓ

عمرو بن العاص یہ سن کر اچھل پڑے، بہت خوشی سے اس رائے کو پسند کیا۔ دونوں آدمی ایک ساتھ باہر آئے ایک جم غفیر فیصلہ سننے کی غرض سے موجود تھا۔ عمرو بن العاص نے ابوموسیٰ سے کہا: "چونکہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور مجھ سے آپ سن رسیدہ ہیں لہٰذا مناسب ہوگا کہ آپ پہلے کھڑے ہو کر اس امر کو بیان فرما دیجئے جس پر ہم نے اور آپ نے اتفاق کیا ہے۔" ابوموسیٰ بیچارے دنیا کے داؤ پیچ سے واقف نہ تھے۔ سادگی کے ساتھ اٹھے اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا "ہم لوگ ایسے امر پر متفق ہوئے ہیں کہ عجب نہیں کہ اللہ جل شانہ، اس کے ذریعہ

سے امت مرحومہ میں صلح کرا دے۔" ابوموسیٰ اس قدر ہی کہنے پائے تھے کہ ابن عباس نے قطع کلام کر کے کہا "واللہ مجھے شبہ ہوتا ہے کہ تمہیں دھوکا دیا جائے گا اگر فی الواقع تم لوگوں نے کسی امر پر اتفاق کر لیا ہے تو اسی کو (یعنی عمرو بن العاص کو) پہلے تقریر کرنے دو۔" ابوموسیٰ نے کچھ توجہ نہ کی تو ابن عباس خاموش ہو گئے۔ پھر ابوموسیٰ بولے "اے لوگو! ہم لوگوں نے بہت کچھ غور و خوض کیا لیکن سوائے اس کے جس پر ہم نے باہمی طور پر اتفاق کیا ہے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ ہم اور عمرو بن العاص دونوں علیؓ اور معاویہ کو معزول کر دیں اور مسلمانوں کو اختیار دے دیں کہ جس کو وہ چاہیں متفق ہو کر خلیفہ بنائیں۔ چنانچہ میں نے علیؓ اور معاویہ کو معزول کر دیا۔ پس تم جس کو لائق سمجھو اس کو خلیفہ بناؤ۔" اس تقریر کے ختم ہوتے ہی عمرو بن العاص نے کھڑے ہو کر کہا: "حاضرین جلسہ تم لوگ گواہ رہنا (ابوموسیٰ کی طرف اشارہ کر کے) کہ اس آدمی نے اپنے رفیق (علیؓ) کو معزول کر دیا ہے اور بے شک میں بھی ان کو معزول کرتا ہوں جیسا کہ اس نے معزول کیا ہے اور معاویہ کو معزول نہیں کرتا اور اسی کو امیر المسلمین تسلیم کرتا ہوں کیونکہ وہ عثمان ابن عفان مظلوم کا ولی ہے اور وہ اس کا قائم مقام ہونے کا حق دار ہے۔

حکمین میں تلخ کلامی

ابن عباس اور سعد، ابوموسیٰ کو ملامت کرنے لگے۔ ابوموسیٰ نے معذرت کی "میں کیا کروں مجھے عمرو بن العاص نے دھوکا دیا۔ اقرار کر کے مکر گیا۔" پھر عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا: "اللہ تجھے ہدایت دے تو نے مجھ سے اقرار کر کے بدعہدی کی۔ تیری مثال بعینہ اس کتے کی ہے جو ایک بار کسی چیز کو پکڑ لیتا ہے پھر دوبارہ اس کو چھوڑ دیتا ہے۔" عمرو بن العاص نے جواب دیا "تو مثل گدھے کے ہے جو بار برداری کرتا ہے۔" شریح بن ہانی نے عمرو بن العاص پر تلوار چلائی اور عمرو بن العاص نے جواب ترکی بہ ترکی دیا لیکن لوگ درمیان میں پڑ گئے۔ قصہ طول نہ کھینچنے پایا اور رفع دفع ہو گیا۔

سب و شتم کا آغاز

ابوموسیٰ مجلس حکم سے نکل کر مکہ چلے گئے اور عمرو بن العاص مع اہل شام، شام کی طرف واپس ہوئے۔ معاویہ سے کل ماجرا بیان کر کے خلافت سپرد کر دی۔ ابن عباس اور شریح امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں آئے اور کل واقعہ بیان کیا۔ امیر المومنین علیؓ نماز میں قنوت پڑھنے اور بددعا کرنے لگے۔ اللھم العن معاویۃ و عمروا و حبیبا و عبدالرحمن بن مخلد والضحاک بن قیس و الولید و ابا الاعور۔ بعد ازاں معاویہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو وہ بھی حضرت علیؓ و ابن عباس و حسن و حسین و اشتر پر لعن کرنے لگے۔ (نوٹ: ابن کثیر نے اس طعن وغیرہ کی تردید کی ہے اور بجا کی ہے کیونکہ یہ لوگوں کی حاشیہ آرائی معلوم ہوتی ہے)

باب:۲۲

خوارج کی فتنہ پروری اور جنگ نہروان

خارجیوں کا ناروا رویہ

امیر المومنین علیؓ جس وقت ابوموسیٰ کو حکم بنا کر روانہ کرنے لگے تو زرعہ ابن البرح الطائی اور حرقوص بن زہیر سعدی خوارج کی طرف سے آپ کی خدمت میں آئے اور کہا ''اے علیؓ! تم اپنے گناہ سے توبہ کرو اور اپنے قول و اقرار سے جو تم نے معاویہؓ کے ساتھ کیا ہے پھر جاؤ اور ہمارے ساتھ مل کر ہمارے دشمنوں کی طرف لڑنے کے لئے چلو، جب تک ہماری جان باقی ہے ہم ان سے جنگ کریں گے''۔

امیر المومنین: ''میرا یہی ارادہ تھا لیکن تم نے اس کی مخالفت کی اور اب تو ہم اقرار نامہ لکھ چکے ہیں لہٰذا اس کے خلاف نہیں کر سکتے''۔

حرقوص: ''یہی تو گناہ ہے جس کی بابت ہم توبہ کرنے کو کہتے ہیں''۔

امیر المومنین: ''یہ گناہ نہیں ہے۔ یہ رائے کی لغزش ہے''۔

زرعہ: ''اے علیؓ اگر تم آدمیوں کے حکم کو نہ چھوڑو گے اور توبہ نہ کرو گے تو ہم تم سے محض اللہ کی مرضی حاصل کرنے کو جنگ کریں گے''۔

امیر المومنین: ''تف ہے تجھ پر۔ کیا تو نے مجھے مردہ سمجھ لیا ہے کہ مجھ پر تو جتنا بھی چاہے گا دباؤ ڈالے گا۔ جا میں اپنے قول سے نہیں پھر سکتا اگرچہ ایسا ہی ہو۔'' حرقوص اور زرعہ اٹھے اور ''لا حکم الا اللہ لا حکم الا اللہ'' چلاتے ہوئے اپنی فرودگاہ پر چلے آئے۔

اس واقعہ کے بعد ایک روز امیر المومنین علیؓ مسجد میں خطبہ پڑھ رہے تھے کہ خوارج نے مسجد کے ایک گوشہ سے چلا کر کہا: ''لا حکم الا اللہ'' آپ نے فرمایا: اللہ اکبر کلمہ حق سے اظہار باطل کا کرتے ہیں۔ پھر دوبارہ خطبہ دینے لگے تو خارجیوں نے پھر ایسا ہی کہا۔ آپ نے فرمایا ''یہ تیسرا موقع ہے تم ہمارے ساتھ یہی برتاؤ کر رہے ہو۔ نہ ہم تم کو مساجد میں آنے سے منع کرتے ہیں کہ وہاں آ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرو اور نہ ہم نے تم کو مال غنیمت سے روکا۔ جب تک ہمارے ساتھ تھے برابر دیتے رہے اور نہ اب تم سے اس وقت تک ہم لڑیں گے جب تک تم ہم سے مخالفت نہ کرو گے اور تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو دیکھیں گے کہ کیا فیصلہ کرتا ہے''۔

خارجیوں کی سرکشی

امیر المومنین علیؓ یہ کہہ کر قصر امارت میں آ گئے اور خوارج مسجد سے نکل کر عبداللہ بن وہب راسبی کے خیمہ میں گئے۔ اس نے ان کو سمجھایا بجھایا اور پہاڑیوں کی طرف نکل جانے کی رائے دی اس سبب سے کہ امیر المومنین علیؓ ان شہروں کے حاکم تھے۔ حرقوص بن زہیر نے اس سے اتفاق کیا۔ حمزہ بن سنان اسدی نے کہا۔ تمہاری جو تجویز ہے وہ نہایت موزوں ہے۔ لیکن یہ ضروری امر ہے کہ کسی کو تم اپنا امیر بنا لو اور اس کے ہاتھ میں علم دو۔ خوارج نے زید بن حصین الطائی کو، پھر حرقوص زہیر اور شریح بن اوفی عبسی کو یکے بعد دیگرے سربراہی کے لئے نامزد کیا۔ لیکن ان لوگوں نے انکار کیا۔ تب عبداللہ بن وہب سے کہا گیا اس نے قبول کر لیا۔ چنانچہ 10- شوال 38ھ کو خوارج نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعد ازاں شریح کے پاس مشورے کی غرض سے اکٹھے ہوئے۔ عبداللہ بن وہب نے کہا تم لوگ ہمارے ساتھ ایسے شہر میں چلو جہاں پر ہم اللہ کے حکم کو جاری کر سکیں۔ کیونکہ ہم لوگ اہل حق ہیں۔ شریح بولا مدائن چلو ہم اس پر بآسانی قبضہ کر لیں گے اور وہاں کے باسیوں کو دم بھر میں نکال دیں گے اور وہاں سے اپنے بھائیوں کو خط و کتابت کر کے بلا لیں گے جو بصرے میں ہیں۔ زید بن حصین نے رائے دی کہ اگر تم لوگ جمع ہو کر نکلو گے تو بعید نہیں ہے کہ تمہارا پیچھا کیا جائے۔ مناسب ہے کہ متفرق طور پر نکلو اور مدائن نہ جاؤ بلکہ نہروان کے پل کی جانب چلو اور وہاں سے اپنے بھائیوں کو خط کے ذریعہ سے بلا لو۔

عبداللہ بن وہب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اسی پر عمل درآمد ہوا۔

خوارج کی روانگی

اس کارروائی کے بعد خوارج نے روانگی کا ارادہ کیا۔ شب جمعہ اور جمعہ کو پورے دن عبادت میں مصروف رہے۔ شنبہ کے روز ایک ایک، دو دو، پانچ پانچ، دس دس، بیس بیس روانہ ہوئے۔ انہی لوگوں کے ساتھ طرفہ بن عدی بن حاتم بھی روانہ ہوا۔ اس کا بیچارہ بڈھا باپ عدی بن حاتم مداین تک پیچھا کرتا گیا لیکن واپس نہ لاسکا۔ واپسی کے وقت عبداللہ بن وہب مقام ساباط میں بیس سواروں کی جمعیت سے ملا اور عدی غریب کے قتل کا ارادہ کیا۔ لیکن قبیلہ طے کے بعض آدمیوں نے جو اس کے ہمراہ تھے اس فعل سے باز رکھا۔

کرخ کی جھڑپ

خوارج کی روانگی کے بعد امیر المومنین علیؓ نے سعد بن مسعود گورنر مدائن کو ان کے روک تھام کو لکھا۔ چنانچہ سعد بن مسعود نے اپنے برادرزادہ کو اپنا نائب مقرر کر کے پانچ سو سواروں کے ساتھ خوارج کا راستہ روکا۔ خوارج نے اس راہ کو چھوڑ کر بغداد کا رخ کیا۔ سعد بن مسعود یہ سن کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے شام کے وقت مقام کرخ میں خوارج کو جالیا۔ اتنے میں عبداللہ بن وہب بیس سواروں کی جمعیت سے پہنچ گیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ سعد بن مسعود کے ہمراہیوں نے کہا کہ جب تک امیر المومنین علیؓ کا کوئی حکم جنگ کے حوالے سے نہ آئے جنگ نہ کرنا۔ سعد نے اس پر توجہ نہ کی اور برابر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی فریقین نے مجبور ہو کر لڑائی بند کر دی عبداللہ بن وہب دریائے دجلہ عبور کر کے اپنے رفیقوں سے جاملا اور ان کے ہمراہ نہروان کی طرف روانہ ہوا۔

خوارج کا بصرہ سے خروج

خوارج بصرہ نے پانچ سو کی جمعیت سے بسر گروہی مشعر بن فدکی تمیمی، بصرہ سے خروج کیا۔ ابن عباس کے حکم سے ابوالاسود الدولی نے پیچھا کیا۔ دجلہ کے بڑے پل پر مقابلہ ہوا۔ عصر کے بعد سے عشاء کے وقت تک جنگ ہوتی رہی۔ جب رات کی تاریکی نے حملہ آوروں کی نظر سے ایک دوسرے کو چھپا دیا تو لڑائی خود بخود بند ہو گئی اور مشعر بن فدکی مع اپنے ہمراہیوں کے دجلہ عبور کر کے نہروان میں عبداللہ بن وہب سے جاملا۔

حضرت علیؓ کا شام پر فوج کشی کا فیصلہ اور خارجیوں کو دعوت اتحاد

امیر المومنین حضرت علیؓ کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے لشکریوں سے خوارج کی جنگ پر دوبارہ بیعت لی۔ پھر حکمین کے فیصلے کا خیال آ گیا جو شاق و ناگوار گزر رہا تھا۔ آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں بعد حمد و درود اور نصائح و پند کے بیان فرمایا "اے لوگو! آگاہ ہو کہ حکمین نے قرآن کے حکم کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی اتباع کی اور دونوں نے فیصلہ کرنے میں اختلاف کیا اور دونوں راہ راست سے علیحدہ رہے۔ لہٰذا اس حکم و فیصلے سے اللہ اور اس کا رسولؐ اور صلحاء امت بری ہیں لہٰذا تم لوگ شام پر حملہ کرنے کی تیاری کرو۔"

خطبہ دینے کے بعد خوارج کے پاس نہروان میں ایک فرمان بھیجا جس میں اس خطبہ کا مضمون تھا اور ان کو اہل شام پر حملے کے لئے ابھارا تھا اور صاف الفاظ میں یہ لکھ دیا تھا نحن علی الامر الاول الذي كنا عليه (ہم اسی پہلی رائے پر ہیں۔ جس پر اس سے قبل تھے یعنی اہل شام سے جنگ کریں گے) خوارج نے جواب لکھا "تم نے بوقت تقرر حکمین اللہ تعالیٰ کا پاس نہ کیا اور اب اپنے نفس کی اتباع سے لڑنے کو کہتے ہیں لہٰذا اگر تم اپنے کافر ہونے کا اقرار کرو اور توبہ کرو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں ورنہ ہم تم سے لڑنے کو تیار ہیں۔

شام پر حملہ کی تیاریاں

امیر المومنین علیؓ کو اس خط کے پڑھنے سے ناامیدی ہوگئی، مگر ان کو زیادہ خطرناک تصور نہ کر کے شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لوگوں کو برابر

جنگ کی ترغیب دیتے رہے۔ ابن عباس کو لشکرگاہ بجیلہ سے فوج مرتب ومہیا کرنے کو لکھا۔ انہوں نے ایک ہزار پانچ سو جنگ آور بسر گروہی احنف بن قیس جمع ومرتب کیا۔ پھر دوبارہ ابن عباس نے لوگوں کو یکجا کر کے امیر المومنین علیؓ کا فرمان پڑھا اور یہ بیان کیا کہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ تم لوگ ساٹھ ہزار ہو جس میں سے صرف ایک ہزار پانچ سو نے لڑائی پر آمادگی ظاہر کی ہے اس قلیل تعداد کو میں کیا بھیجوں۔'' اس فقرے کے تمام ہوتے ہی ایک ہزار چھ سو آدمیوں نے سینہ سپر ہو کر کہا ہم جنگ پر جانے کو تیار ہیں۔ لہٰذا ابن عباس نے ان کو حارثہ بن قدامہ سعدی کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ احنف وحارثہ تین ہزار ایک سو کی جمعیت سے امیر المومنین علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امیر المومنین علیؓ نے اہل کوفہ کو جمع کر کے خطبہ دیا جس میں اہل بصرہ کی امداد کا حال بیان کیا بعد ازاں نہایت موزوں الفاظ میں پند ونصیحت کر کے ارشاد کیا ''تم لوگ میرے معاون ومددگار رہو بہتر ہے کہ ہر سردار اپنے گروہ اور قبیلہ کی ایک فہرست تیار کر کے پیش کرے کہ ان میں کس قدر جنگ آور ہیں''۔ سعد بن قیس ہمدانی، معقل بن قیس، عدی بن حاتم، زیاد بن حفصہ، حجر بن عدی، اور بڑے بڑے سرداروں، رئیسوں نے بسر وچشم اس حکم کی تعمیل کی اور کسی متنفس کو جو قابل جنگ تھا باقی نہ چھوڑا۔ فہرست تیار ہونے پر علم ہوا کہ چالیس ہزار نبرد آزما تجربہ کار، سترہ ہزار نوعمر، آٹھ ہزار غلام میدان جنگ میں جا سکتے ہیں۔ علاوہ ان کے تین ہزار ایک سو سپاہی بصرے کے تھے۔

حضرت عبداللہؓ بن خباب کی شہادت

اس کے بعد امیر المومنین علیؓ نے یہ اطلاع پا کر کہ لوگ جنگ خوارج کو مقدم سمجھتے ہیں ارشاد کیا ''اہل شام پر فوج کشی زیادہ ضروری ہے کیونکہ انہوں نے تم سے مقابلہ کیا۔ برابر لڑتے رہے اور ان کا مقصود یہ ہے کہ وہ بزور وجبر بادشاہ بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اپنا غلام بنائیں''۔ لوگوں نے اس تجویز کو پسند کیا اور متفق ہو کر بولے ''ہم آپ کے ہمراہ ہیں جہاں اور جس طرف مناسب سمجھئے رخ کیجئے''۔ ہنوز امیر المومنین علیؓ اہل شام کی طرف روانہ نہ ہوئے تھے کہ یہ اطلاع پہنچی کہ خوارج بصرہ اور عبداللہ بن خباب صحابی سے نہروان کے قریب اتفاقاً ملاقات ہوگئی۔ صاحب سلامت کے بعد جب خوارج کو پتہ چلا کہ یہ بزرگ عبداللہ بن خباب ہیں تو انہوں نے ابو بکر وعمر کی نسبت سوال کیا ''کیسے تھے؟ عبداللہ بن خباب نے کہا وہ دونوں بہت اچھے تھے۔ پھر اول اور آخر زمانہ خلافت عثمان بن عفان کی بابت پوچھا۔ جواب دیا از اول تا آخر حق جو حق پسند تھے۔ پھر علیؓ کی بابت حکم مقرر کرنے کے قبل اور بعد دریافت کیا۔ جواب دیا وہ تم لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو سمجھنے اور جاننے والے اور دین حق پر چلنے والے ہیں۔ خوارج جھلا کر بولے: ''تم شخصیت کی پرستش کرتے ہو اور ان کے کارناموں کی وجہ سے ان کو اچھا کہتے ہو۔'' یہ کہہ کر ان کو ذبح کر ڈالا۔ ان کی بیوی اور تین دیگر عورتوں کا جو قبیلہ طے کی تھیں، پیٹ پھاڑ ڈالا۔ امیر المومنین علیؓ کو اس سے بہت صدمہ ہوا۔ آپ نے اسی وقت بغرض تحقیق حال حرث بن مرۃ العبدی کو روانہ کیا۔ خوارج نے ان کو بھی مار ڈالا تب لشکریوں نے متفق ہو کر گزارش کی ''ہم کیسے ان خوارج کو چھوڑ کر اہل شام کی جانب بڑھیں اور ان کے مکر وفریب سے اپنے مال واسباب اور اہل وعیال سے کیسے بے خوف وبے فکر ہو جائیں۔ ان کی لڑائی ہم اہل شام کی لڑائی پر مقدم کرنا چاہتے ہیں''۔ اشعث بن قیس نے اس قول کی تائید کی۔

آخری موقع

پس امیر المومنین حضرت علیؓ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور جنگ شام ملتوی کر کے خوارج کی طرف بڑھے۔ خوارج کے لشکر کے قریب پہنچ کر کہلا بھیجا کہ ''ہمارے بھائیوں کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم قصاص لے کر اور تم کو چھوڑ کر اہل مغرب (شام) پر حملہ آور ہوں گے اور تم سے اس وقت تک جنگ نہ کریں گے جب تک ہم شام کی جنگ سے واپس نہ آئیں گے۔ شاید اللہ تعالیٰ اس اثناء میں تم کو راہ راست کی ہدایت کر دے'' خوارج نے جواب دیا ''ہم سب نے مل کر ان کو قتل کیا ہے۔ اور ہم سب تمہارے خون اور ان کے خون کو مباح سمجھتے ہیں۔'' اس کے بعد قیس بن سعد بن عبادۃ اور ابو ایوب انصاری نے یکے بعد دیگرے ان لوگوں کو وعظ وپند کیا۔ پھر خود امیر المومنین علیؓ نے خشونت آمیز الفاظ میں ان لوگوں کو سمجھایا ان کی رائے کی غلطی ظاہر کی اور حکمین کے بارے میں فرمایا کہ چونکہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حکم دیا

ہے لہٰذا اس وجہ سے ہم نے ان کے فیصلہ کو منظور نہیں کیا اور ہم اپنے اسی خیال پر ہیں جو اس سے قبل تھا۔ علاوہ بریں حکم کے مقرر کرنے پر تو تم ہی لوگوں نے زیادہ زور دیا تھا خیر جو کچھ ہوا سو ہوا اب تم لوگ ہمارے ساتھ چلو اور دشمنوں سے لڑو''۔ خوارج نے کہا بے شک ہم لوگوں نے حکم کے مقرر کرنے میں غلطی کی اور اللہ و رسول کے حکم کے خلاف کیا۔ کافر ہوئے لیکن توبہ کر کے پھر مسلمان ہو گئے۔ لہٰذا اگر تم بھی توبہ کرو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر اس سے انکار کرو گے تو ہم تمہاری مخالفت کریں گے۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے فرمایا: میں کیسے اپنے کو کافر کہوں، حالانکہ میں مومن ہوں، ہجرت کی، خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ خوارج نے جب اس کا کچھ جواب نہ دیا تو امیر المومنین حضرت علیؓ واپس آئے۔

جنگ نہروان

بعض کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین علیؓ نے خوارج کو خشونت آمیز لہجے میں سمجھایا۔ ان کو ان غریبوں کے قتل کرنے پر ملامت کی تو خارجیوں نے چلا کر اپنی جماعت سے کہا: اس سے (علی سے) باتیں نہ کرو اللہ سے ملنے کو دوڑو (یعنی جنگ کرو)۔ امیر المومنین علیؓ یہ سن کر واپس آئے۔ پھر خوارج نے پل عبور کرنے کا ارادہ کیا۔ امیر المومنین حضرت علیؓ آ پہنچے، میمنہ پر حجر بن عدی، میسرہ پر شبث بن ربعی، سواروں پر معقل بن قیس، پیادوں پر ابو ایوب، اور اہل مدینہ پر ابو قتادہ تھے جن کی تعداد سات سو یا آٹھ سو تھی۔ قیس بن سعد بن عبادۃ بھی اسی جماعت میں تھے جبکہ خارجیوں کے لشکر پر اس تفصیل سے سردار تھے۔ میمنہ پر زید بن حصین الطائی، میسرہ پر شریح بن اوفی العبسی، سواروں پر حمزہ بن سنان اسدی، پیادوں پر حرقوص بن زہیر۔ امیر المومنین علیؓ نے امان کا پرچم ابو ایوب کو مرحمت فرمایا۔ ابو ایوب نے آپ کے ارشاد کے مطابق پکار کر کہا جو کوئی بھی بلا جنگ کئے آئے گا اس کو امان دی جائے گی اور جو شخص معترض نہ ہو گا اس کو بھی امان دی جائے گی اور جو شخص کوفہ یا مدائن کی طرف لوٹ جائے گا وہ بھی امان پائے گا۔ فروہ بن نوفل اشجعی یہ سنتے ہی پانچ سو سواروں کو لے کر خوارج سے الگ ہو گیا۔ دسکرہ میں جا کر قیام پذیر ہوا اور کچھ لوگ کوفہ چلے گئے اور کچھ لوگ امیر المومنین علیؓ کے لشکر میں آ گئے۔ ان سب کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی۔ ان لوگوں کے الگ ہونے سے خوارج کے گروہ میں صرف ایک ہزار آٹھ سو آدمی باقی رہ گئے۔

خوارج کی شکست

امیر المومنین علیؓ نے ان پر حملہ کیا ان کی جماعت بکھر کر رہ گئی۔ میمنہ اور میسرہ کی ترتیب جاتی رہی۔ پریشان ہو کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ تیر اندازوں نے تیر بازی شروع کر دی۔ سواروں نے دونوں بازوؤں میمنہ و میسرہ سے محصور کر کے بھاگنے نہ دیا۔ پیادوں نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں اور ایک ساعت میں سب کو ڈھیر کر دیا اس طرح پر کہ گویا ان سے کہہ دیا کہ تم لوگ مر جاؤ اور وہ مر گئے۔ عبداللہ بن وہب، زید بن حصین، حرقوص بن زہیر، عبداللہ بن شجرہ، شریح بن اوفی نامی گرامی سردار قتل ہو گئے۔ مال اسباب سامان جنگ اور مویشیاں لوٹ لئے گئے اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔ البتہ خوارج کے غلاموں اور عورتوں کو واپس کر دیا۔ عدی بن حاتم نے اپنے لڑکے طرفہ اور چند آدمیوں کو دفن کرنے کا ارادہ کیا۔ امیر المومنین علیؓ نے منع فرمایا اور کامیابی کے بعد اس مقام سے کوچ کر گئے۔ آپؓ کے ہمراہیوں میں سے صرف سات آدمی کام آئے۔

حضرت علیؓ کی کوفہ کو واپسی

جنگ نہروان سے سرخرو ہونے کے بعد امیر المومنین علیؓ نے جنگ شام کی تیاری شروع کی۔ اشعث بن قیس نے حاضر ہو کر گزارش کی ''فوج تھک جانے اور زخموں کی وجہ سے کوفہ واپس چلنے کی درخواست کرتی ہے تاکہ تھوڑے دنوں آرام کر کے کمال مردانگی و مستعدی سے حریفوں پر حملہ کریں اور شاید اس اثناء میں ہماری تعداد بھی بڑھ جائے''۔ امیر المومنین علیؓ نے یہ درخواست منظور نہ کی لیکن شام کی طرف بھی نہ روانہ ہوئے بلکہ کوفہ کی جانب مراجعت کی۔ مقام نخیلہ میں پہنچ کر قیام کیا اور حکم صادر فرمایا کہ کوئی شخص اپنے مکان پر نہ جائے جب تک دشمنوں کی طرف خروج کر کے فتحیاب نہ ہو جائے۔ اس حکم کی تعمیل پورے طور سے نہ کی گئی۔ بہتیرے لشکر گاہ چھوڑ کر اپنے مکان چلے گئے۔ امیر المومنین علیؓ ان لوگوں کے پاس

کوفہ آئے دوبارہ لڑائی کی ترغیب دی۔ معدودے چند آدمیوں نے آمادگی ظاہر کی۔ پھر چند روز ٹھہر کر ان کے سرداروں اور رئیسوں کو طلب کر کے ان کی تجویز دریافت کی اور تاخیر کرنے کی وجہ استفسار کیا۔ ان لوگوں میں سے نہایت کم آدمیوں نے شام پر فوج کشی پر آمادگی ظاہر کی۔ امیر المومنین علیؓ کا چہرہ اس سے سرخ ہو گیا۔ ملول خاطر اٹھے خطبہ دیا پرزور تقریر کی۔ ان کے فرائض سے ان کو آگاہ کیا۔ نصیحت فصیحت بہت کچھ کی مگر کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ وہ سب بت کی طرح خاموش بیٹھے رہے۔

مصر پر عمرو بن العاصؓ کا قبضہ

اس سے پہلے ہم لکھ آئے ہیں کہ اطراف مصر میں ہوا خواہان امیر المومنین عثمانؓ بن عفان معاویہ بن خدیج سکونی کے پاس اکٹھے ہو گئے تھے۔ محمد بن ابی بکر گورنر مصر نے فسطاط سے ایک لشکر بسر کردگی ابن مضاہم مجمع منتشر کرنے کو روانہ کیا۔ معاویہ بن خدیج نے شکست دی اور اس کے سردار ابن مضاہم کو مار ڈالا۔ اس وجہ سے مصر میں شورش پیدا ہو گئی۔ لوگ چاروں طرف سے محمد بن ابی بکر پر ٹوٹ پڑے۔ امیر المومنین علیؓ کو یہ خبر معلوم ہوئی آپ نے صفین کے واقعہ کے بعد اشتر کو تحریر کیا کہ جزیرہ میں کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے مصر فوراً چلے جاؤ۔ تمہارے سوا کوئی شخص مصر کی اصلاح کی قابلیت نہیں رکھتا۔ معاویہ کو اس اطلاع سے مصر کے قبضے کی ناامیدی ہو گئی کیونکہ اشتر کی چالوں سے معاویہ کو واقفیت تھی۔ اتفاق پیش آیا کہ اشتر کوچ اور قیام کرتا، جونہی قلزم کے افسر مال کے پاس پہنچا اشتر کا انتقال ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ معاویہؓ کی سازش سے حاکم خراج قلزم نے اشتر کو زہر دیا تھا۔ طمع یہ دلائی گئی تھی کہ خراج معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن یہ دور از قیاس اور خلاف واقعہ روایت ہے۔

محمد بن بکر کی متابعت

محمد بن ابی بکر کو بھی اشتر کا حاکم مصر ہو کر آنا شاق تھا اور اس وجہ سے ذرا کشیدہ ہو گئے تھے۔ جب اشتر کے انتقال کی خبر امیر المومنین علیؓ کو پہنچی تو آپ نے اناللہ پڑھ کر اس کے حق میں دعاء مغفرت کی اور محمد بن ابی بکر کو معذرت کا خط لکھا کہ ''میں نے اشتر کو حاکم مصر اس لئے نہیں مقرر کیا تھا کہ تمہاری طرف سے مجھے کچھ بدظنی تھی بلکہ اس کی سیاست دانی اور کار آزمودہ ہونے کی وجہ سے میں نے مصر کی گورنری دی تھی۔ لیکن اتفاق سے اس نے سفر آخرت اختیار کیا۔ ہم اس سے بے حد خوش تھے اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو اور اس کو ثواب دو چند عطا کرے۔ تمہارے لئے لازم ہے کہ تم دشمنوں کے مقابلہ پر صبر و تحمل سے کام لو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف حکمت اور نصیحت نیک سے بلاؤ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو اور اس سے امداد کے خواہاں رہو۔ وہ تمہارے اہم امور میں مددگار اور جس کا ہم نے تم کو والی بنایا ہے اس کا معین ہو گا۔'' محمد بن ابی بکر نے جواب لکھا کہ میں آپ کے حکم کا تابع اور آپ کی رائے کا پابند ہوں اور جو شخص آپ کا مخالف ہو گا اس سے لڑنے کو تیار ہوں۔

مصر فتح کرنے کا ارادہ

قصہ مختصر جب حکمین نے فیصلہ کر دیا اہل عراق، امیر المومنین حضرت علیؓ کے مخالف ہو گئے اور اہل شام نے خلافت معاویہ کی بیعت کر لی تو معاویہ نے مصر کو اس کی زرخیزی اور سرسبزی کی وجہ سے اپنے ممالک محروسہ میں داخل کرنے کا ارادہ کیا۔ مشورہ کی غرض سے عمرو بن العاص ابوالاعور السلمی، حبیب بن سلمہ، بشر ابن ضحاک بن قیس، عبدالرحمٰن بن الولید اور شرحبیل بن السمط، کو بلایا۔ عمرو بن العاص نے کہا کہ کسی کار آزمودہ شخص کو مصر پر فوج کشی کا حکم دیدو۔ معاویہ بولے ''مناسب یہ ہے کہ فوج کشی سے قبل ہم ہوا خواہان عثمان بن عفان سے خط و کتابت کر کے انہیں اپنا ہم نوا بنائیں اور دشمنوں سے صلح کا نامہ و پیام کریں اور انہیں لڑائی سے ڈرائیں۔ بعد ازاں میدان کارزار میں برسر جنگ آئیں''۔ پھر عمرو بن العاص سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے ابن العاص! تمہاری عجلت میں اللہ تعالیٰ برکت دیتا ہے، بہتر ہو گا کہ تم مصر کا رخ کرو''۔ عمرو بن العاص نے جواب دیا: ''تمہارے نزدیک جو مناسب ہو، کرو لیکن میرا خیال یہ ہے کہ مصر پر بغیر جنگ کے قبضہ حاصل نہ ہو گا۔''

عمرو بن العاص ؓ کی روانگی

جلسہ برخاست ہونے کے بعد معاویہ نے معاویہ بن خدیج اور مسلمہ بن مخلد کو مکتوب لکھا۔ امیر المومنین علیؓ کی مخالفت کرنے پر شکر گزاری ظاہر کی۔ ان کو امیر المومنین کی مخالفت پر ابھارا اور امیر المومنین عثمان بن عفان کے خون کا قصاص طلب کرنے پر قائم رہنے کی تاکید کی۔ معاویہ اور مسلمہ خط پا کر بہت خوش ہوئے۔ معاویہ سے مدد طلب کی۔ معاویہ نے اپنے ارباب شوریٰ کو جمع کیا۔ لوگوں نے عمرو بن العاص کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ معاویہ نے عمرو بن العاص ؓ کو چھ ہزار کی جمعیت سے مصر بھیجا اور روانگی کے وقت ترک عجلت اور آسانی اختیار کرنے کی ہدایت کی۔

جنگ کا آغاز

عمرو بن العاص لشکر شام لئے مصر کے قریب پہنچ کر ایک میدان میں مقیم ہوئے۔ ہوا خواہان عثمانؓ آ کر جمع ہو گئے، عمرو بن العاص نے اپنا خط معاویہ کے مکتوب کے ساتھ محمد بن ابی بکر کے پاس بھیجا۔ اپنے آنے اور سخت جنگ کی دھمکی دی۔ محمد بن ابی بکر نے ایک عرض داشت کے ساتھ ان دونوں خطوں کو دربار خلافت میں بھیج دیا۔ امیر المومنین علیؓ نے لشکر و امداد بھیجنے کا عہد کیا اور نہایت استقلال و صبر سے لڑائی شروع کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ محمد بن ابی بکر نے میدان لیا۔ دو ہزار کی جمعیت سے کنانہ بن بشر کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ معاویہ بن خدیج نے عمرو بن خدیج کو بسر افسری سواران شام، کنانہ کے روک تھام کو بھیجا۔

کنانہ اور محمد بن ابی بکر کا انجام

سواران شام نے کنانہ کو ہر طرف سے گھیر لیا جنگ شروع ہو گئی۔ کنانہ گھبرا کر پیادہ پا ہو کر لڑنے لگا اور لڑتے لڑتے کام آ گیا۔ یہ خبر محمد بن ابی بکر تک پہنچی۔ ان کے ہمراہی لشکر شام کے خوف سے علیحدہ ہو گئے۔ محمد بن ابی بکر میدان جنگ سے بھاگ کر ایک ویران کھنڈر میں جا کر روپوش ہو گئے۔ ابن خدیج نے پہنچ کر گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر فسطاط لائے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے اپنے بھائی کی سفارش کی لیکن عمرو بن العاص نے سماعت نہ کی۔ محمد بن ابی بکر نے پانی طلب کیا۔ ابن خدیج نے اس بدلے میں کہ امیر المومنین عثمانؓ کو محمد اور ان کے ہمراہیوں نے پانی نہیں دیا تھا ان کو بھی پانی نہ دیا اور ایک مردہ گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیا۔ بعض کا بیان ہے کہ جس وقت محمد بن ابی بکر کو شکست ہوئی اور جبلہ بن مسروق کے مکان پر جا کر چھپے۔ معاویہ بن خدیج نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پہنچ کر محاصرہ کیا۔ محمد بن ابی بکر جوش مردانگی میں مکان سے نکل کر میدان میں آئے اور لڑ کر راہ آخرت اختیار کی۔

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ امیر المومنین علیؓ نے محمد بن ابی بکر کو جنگ کرنے کے لئے لکھا تھا اور امداد بھیجنے کا عہد کیا تھا۔ چنانچہ جناب موصوف نے لوگوں کو یکجا کر کے خطبہ دیا۔ لوگوں کو اہل شام سے جنگ پر ابھارا اور یہ ارشاد کیا کہ ہم کل صبح جرعہ کی طرف روانہ ہوں گے تم لوگ بھی وہیں آ جانا۔ چنانچہ آپ کوفہ سے صبح کو جرعہ روانہ ہوئے۔ دوپہر کے وقت پہنچے قیام کیا۔ شام تک منتظر رہے مگر ایک شخص بھی نہ آیا۔ بعد غروب آفتاب واپس آئے، شرفاء کو جمع کر کے نصیحت و فضیحت کی، معاویہ کی لڑائی پر دوبارہ ابھارا۔ مالک بن کعب الارحبی نے دو ہزار آدمیوں کو تیار کر کے کہا "ہم آپ کے دشمنوں سے جنگ کو تیار ہیں"۔ امیر المومنین علیؓ نے فرمایا اچھا جاؤ۔ مگر مجھے امید نہیں ہے کہ تم محمد بن ابی بکر کی مدد پر پہنچ سکو گے۔ مالک بن کعب نے تھوڑا ہی راستہ طے کیا ہوگا کہ حجاج بن عرفہ انصاری سے ملاقات ہوگئی (یہ مصر سے آ رہے تھے) انہوں نے محمد کے مارے جانے کا واقعہ بیان کیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن ابن شبث فزاری خباب امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے جو شام میں مخبری کی خدمت پر مامور تھے۔ انہوں نے محمد کے قتل اور عمرو بن العاص کے مصر پر قبضہ کرنے کے مفصل واقعات گوش گزار کئے۔ امیر المومنین علیؓ کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے اسی وقت مالک بن کعب کو مع لشکر جو مصر کو جا رہا تھا واپس بلا لیا۔ بعد ازاں لوگوں کو یکجا کر کے خطبہ دیا۔ مصر کی سرگزشت بیان کی اور ان کو سستی و غفلت پر سخت ملامت کرتے ہوئے ارشاد کیا کہ یہ تمہاری غفلت و کاہلی کا نتیجہ تھا کہ مصر ہاتھ سے جاتا رہا۔ (یہ واقعہ 38ھ کا ہے)۔

فتح مصر کے بعد معاویہ نے عبداللہ بن الحضرمی کو بصرہ روانہ کیا اور یہ کہا کہ ازد کی تالیف قلوب کرنا ربیعہ سے علیحدہ رہنا اس وجہ سے کہ وہ علی ابن ابی طالب کے حامی ہیں۔ اہل بصرہ بوجہ واقعہ جمل، امیر المومنین علیؓ سے کشیدہ خاطر تھے اور وہ بھی معاویہ کی طرح عثمان بن عفان کے خون کا معاوضہ طلب کر رہے تھے۔ ابن حضرمی معاویہ سے رخصت ہو کر بصرہ پہنچے۔ بنی تمیم میں فروکش ہوئے۔ ابن عباس بصرہ کی گورنری پر تھے۔ مگر زیاد کو اپنا نائب بنا کر کسی ضرورت سے امیر المومنین علیؓ کے پاس چلے گئے تھے۔ ابن حضرمی کے آنے کی خبر سن کر کل ہوا خواہان عثمان بن عفان آ کر جمع ہو گئے۔ ابن حضرمی بعد حمد و نعت کے لوگوں کو خون عثمان کے معاوضہ مانگنے کی ترغیب دینے لگے۔ ضحاک بن قیس ہلالی نے قطع کلام کر کے کہا: ''اللہ تجھ سے سمجھے! تو یہ کیا کہہ رہا ہے کیا تو ہم کو اتفاق کے بعد تفریق جماعت اور ہلاکت کی طرف بلاتا ہے تاکہ معاویہ امیر ہو''۔ عبداللہ بن حازم السلمی نے ترش رو ہو کر ضحاک سے کہا چپ ہو جا! تو اس کے کہنے کے لائق نہیں ہے۔ پھر ابن الحضرمی سے مخاطب ہو کر کہا: ''ہم تمہارے معین و مددگار ہیں تمہارا قول قابل قبول و عمل ہے تم بے خوف معاویہ کا خط پڑھو''۔ اس پر ابن الحضرمی نے معاویہ کا مکتوب نکال کر پڑھنا شروع کیا جس میں عثمان بن عفان کے فضائل اور ان کے انتظامات کی خوبیاں لکھی تھیں اور اہل بصرہ کو خون عثمان کے معاوضہ طلب کرنے پر ابھارا تھا اور انہیں وظائف بڑھانے کی لالچ دی تھی''۔ ابن الحضرمی جب خط پڑھ چکے تو احنف بن قیس نے کھڑے ہو کر کہا ''میں اس رائے سے اختلاف کرتا ہوں۔ عمر بن مرحوم چلا اٹھے۔'' اے لوگو! جماعت سے الگ نہ ہو اور امیر المومنین علیؓ کی بیعت نہ توڑو''۔ عباس بن حجر بولے میں ابن الحضرمی کا معین و مددگار ہوں۔ مثنیٰ بن مخرمہ نے ابن الحضرمی کو مخاطب کر کے کہا: تم ابن حجر کی پشت پناہی پر نازل نہ ہو، بہتر ہے کہ جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ۔ ابن الحضرمی نے صبرہ بن ازدی سے خطاب کر کے کہا، کیا تم میری امداد نہ کرو گے۔ جواب دیا اگر تم میرے یہاں آ جاؤ گے تو میں ضرور مدد کروں گا۔

ابن حضرمی کا انجام

زیاد نے (جو ابن عباس کی نیابت میں امیر بصرہ تھا) یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر فتنہ ہونے سے ڈرایا۔ حصین بن المنذر، مالک بن مسمع اور سرداران بکر بن وائل کو بلا کر ابن الحضرمی کی آمد اور جلسہ عام کرنے کا ماجرا بیان کیا اور ابن الحضرمی کو تاصدور حکم امیر المومنین علیؓ اس فعل سے باز رکھنے کو کہا۔ حصین نے اس تجویز کو منظور کر لیا لیکن مالک بن مسمع نے حیلہ وحوالہ سے ٹالنا چاہا۔ اس وجہ سے کہ اس کا میلان طبع بنی امیہ کی طرف تھا۔ زیاد نے گھبرا کر صبرہ بن شیمان کے پاس کہلا بھیجا کہ مجھ کو اور بیت المال کو اپنی پناہ میں لے لو۔ صبرہ نے کہا ''بہتر! بشرطیکہ تم اس کو میرے گھر اٹھا لاؤ'' زیاد نے بیت المال اور منبر، صبرہ کے گھر لے جا کر رکھا اور اسی کی قوم کی مسجد میں جمعہ پڑھنے لگے اور تالیف قلوب کر کے انہی لوگوں سے ایک لشکر جمع کر لیا اور اس کی اطلاع امیر المومنین علیؓ کو بھیج دی۔ آپ نے اعین بن ضبیعہ کو یہ ہدایت کر کے روانہ کیا کہ جس طرح ممکن ہو تمیم اور ابن الحضرمی میں نفاق ڈال دو اور جو شخص اس کی مخالفت کرے اس سے بے تامل جنگ کرو۔ غرض اعین بن ضبیعہ نے بصرہ پہنچ کر تمیم کو ابن الحضرمی سے الگ کرنے کی کوشش کی۔ ابن الحضرمی کے ہمراہی مخالف ہو گئے۔ ایک دن یا دو دن لڑائی ہوتی رہی ابن الحضرمی کو شکست ہوئی بعض لوگوں نے مکر و فریب سے بلا کر مار ڈالا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابن الحضرمی کو خوارج نے قتل کیا تھا۔

جس وقت ابن الحضرمی، بصرہ میں مارے گئے اور امیر المومنین کی بابت لوگوں میں اختلاف بدستور قائم رہا تو اہل عجم نے (39ھ میں) اپنے گورنر سہیل بن حنیف کو نکال دیا۔ امیر المومنین علیؓ نے لوگوں سے مشاورت کی تو جاریہ بن قدامہ نے گزارش کی ''زیاد کو فارس کا عامل بنا کر بھیجئے''۔ آپ نے اس سے اتفاق کر کے ابن عباس کو حکم دیا کہ بسر کردگی ایک لشکر عظیم زیاد کو فارس کی طرف روانہ کرو۔ چنانچہ زیاد ایک لشکر جرار لے کر فارس کی طرف بڑھا۔ ایرانیوں میں سے بعض نے مقابلہ کیا کچھ لوگ قتل کیے گئے کچھ بھاگ گئے۔ جو باقی رہے انہوں نے اطاعت قبول کر لی۔ بعد ازاں زیاد نے کرمان کا ارادہ کیا اور اس کو بھی بزور تیغ مطیع کیا اور ایرانیوں کے جوش کو جو دودھ کے ابال کی طرح اٹھا تھا اپنی آبدار تیغ سے بجھا کر اصطخر میں آ کر قلعہ موسومہ زیاد میں مقیم ہوا۔

حضرت علیؓ سے حضرت ابن عباسؓ کی علیحدگی

40ھ میں عبداللہ بن عباس، امیر المومنین علیؓ سے ناراض ہو گئے۔ علیحدہ ہو کر مکہ چلے گئے۔ یہ ناگوار واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ایک روز

عبداللہ بن عباس ابوالاسود کی جانب سے ہو کر گزرے اور کسی امر پر ناراض ہو کر جھڑک دیا۔ ابوالاسود نے امیر المومنین علیؓ کو شکایت لکھی کہ عبداللہ بن عباس نے جو مال ان کے قبضہ میں تھا بلا اطلاع و اجازت دربار خلافت استعمال کر ڈالا ہے۔ امیر المومنین علیؓ نے ابوالاسود کو شکریہ کا خط لکھا اور ابن عباس کو لکھا۔ ''مجھ سے شکایت کی گئی ہے کہ تم نے بیت المال کا روپیہ صرف کر ڈالا ہے۔ میں نے شکایت کنندہ کا نام بخوف فتنہ ابھی ظاہر نہیں کیا۔ تم یہ لکھو کہ یہ واقعہ کہاں تک سچا ہے۔'' ابن عباس نے جواب لکھا کہ ''جو خبر آپ کو پہنچی ہے وہ محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ میں نے جس مال کو استعمال کیا ہے اس کا میں مالک و محافظ ہوں۔'' امیر المومنین علیؓ نے دوبارہ لکھا کہ: ''اچھا تم یہ بتاؤ کہ تم نے کیا پایا اور کیسے پایا اور کہاں سے پایا ہے اور کہاں رکھا ہے۔'' ابن عباس نے جواب بھیجا: ''میں آپ کے مطلب کو سمجھ گیا میں ایسی گورنری نہیں کرنا چاہتا جس کو آپ مناسب سمجھئے بھیج دیجئے۔ اور یہ مال جو میں نے صرف کیا ہے وہ میرا ہے اور مجھے اس کے خرچ کرنے کا حق حاصل ہے۔'' ابن عباس یہ جواب تحریر کر کے مع مال و اسباب مکہ روانہ ہو گئے۔
اہل بصرہ نے مال چھیننے کے لئے پیچھا کیا۔ قیس نے للکار کر کہا ''ابن عباس تک کوئی نہ پہنچ سکے گا۔ جب تک ہم میں ایک آنکھ بھی دیکھنے والی باقی رہے گی''۔ صبرہ بن شیمان نے اپنی قوم سے کہا کہ قیس ہمارے بھائی ہیں اور ان کا پاس و لحاظ، مال کے لینے سے بہتر ہے۔ آؤ ہم لوگ بصرہ کو واپس چلیں۔ صبرہ بن شیمان کے واپس ہوتے ہی بکر اور عبدالقیس بھی واپس ہوئے۔ بنو تمیم کے کچھ لوگوں نے تعرض کیا دو دو چار ہاتھ چلے۔ مگر احنف نے درمیان میں پڑ کر لڑائی بند کرا دی اور ان کو ہمرہ بصرہ واپس لایا۔

حضرت علیؓ کی شہادت

40ھ میں 17- یا 11- رمضان المبارک یا ربیع الثانی میں امیر المومنین علیؓ شہید کیے گئے۔ روایت اول بہ نسبت پچھلی روایتوں کے صحیح ہے۔
امیر المومنین حضرت علیؓ کے شہید کیے جانے کا باعث یہ ہوا کہ جنگ نہروان کے بقیۃ السیف خوارج عبداللہ بن ملجم مرادی، برک بن عبداللہ تمیمی (اس کو حجاج بھی کہتے تھے) اور عمرو بن اکر تمیمی سعدی حجاز میں ایک مقام پر اکٹھا ہو کر عظماء اور امراء اسلام کے معایب بیان کرنے لگے۔ نہروان کے مقتولوں پر افسوس ظاہر کیا۔ بہت دیر تک خاموش اور مغموم بیٹھے رہے۔ پھر ان میں سے ایک نے مہر سکوت توڑ کر کہا: ''کاش ہم لوگ اپنی جانوں پر کھیل کر آئمۃ الضلال (سرداران گمراہی) کو ہلاک کر ڈالتے تو بہت اچھا ہوتا۔ مسلمان ان کے ظلم کے ہاتھوں نجات پا جاتے''۔ ابن ملجم (یہ مصر کا رہنے والا تھا) بولا ''میں علیؓ کے لئے کافی ہوں''۔ برک نے کہا: میں معاویہ کا کام تمام کر دوں گا۔ عمرو بن بکر تمیمی نے عمرو بن العاص کو قتل کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس کے بعد سب نے یہ عہد و پیمان کیا کہ جب تک ہر شخص آئمۃ الضلال کو نہ مارے واپس نہ آئے یا وہیں مر جائے اور یہ کام 17- تاریخ رمضان المبارک کو نماز فجر کے وقت انجام دیا جائے۔

ابن ملجم اور شبیب بن شجرہ

چنانچہ اس اقرار و عہد کے مطابق ابن ملجم کوفہ آیا اپنے دوستوں سے ملا۔ لیکن اپنے راز کو کسی پر ظاہر نہ کیا۔ پھر شبیب بن شجرہ اشجعی کے پاس گیا اپنے ارادے سے واقف کیا۔ اعانت کی استدعا کی۔ شبیب نے کہا ''تیری ماں مر جائے! تو کیسے ان کو شہید کرنے پر قادر ہوگا''۔ ابن ملجم نے جواب دیا ''نماز فجر کے قبل مسجد میں چھپ کر بیٹھ جاؤں گا۔ جس وقت وہ (امیر المومنین علیؓ) مسجد میں آئیں گے میں فوراً حملہ کر دوں گا۔ پس اگر میں نے ان کو قتل کر ڈالا اور بچ کر نکل گیا تو فبہا۔ بہ صورت دیگر شہادت نصیب ہوگی۔ لوگ ان کے ظلم سے چھٹکارا پا جائیں گے''۔ شبیب نے کہا: ''لعنت ہو تجھ پر! تو ایسے شخص کو مارنے آیا ہے جو سابق الاسلام اور سب لوگوں سے افضل ہے''۔ ابن ملجم نے جواب دیا ''کیا خوب! کیا انہوں نے جنگ مروان میں نیک بندوں کو قتل نہیں کیا''؟ شبیب نے کہا ''ہاں''۔ پھر ابن ملجم نے کہا: ''ہم اس کو انہی مقتولوں کے عوض قتل کیا چاہتے ہیں''۔ شبیب ان فقروں میں آ گیا اور اس کا ہم آہنگ بن گیا۔
اس کے بعد ابن ملجم کی نظر ایک حسین عورت پر پڑی جو قبیلہ تمیم رباب کی تھی جس کے باپ بھائی جنگ نہروان میں قتل کیے گئے تھے۔ ابن ملجم اس کو دیکھ کر سو جان سے فدا ہو گیا۔ نکاح کا پیام دیا۔ عورت نے اس شرط سے منظور کیا کہ ایک غلام اور ایک لونڈی مہر میں دو اور امیر المومنین علیؓ کو

شہید کر ڈالو۔ ابن ملجم نے کہا، علیؓ کا قتل کرنا تو کچھ مشکل نہیں ہے میں اسی غرض سے آیا ہوں۔ البتہ پہلی دو شرطوں میں مجھے کلام ہے اور وہ شاید مجھ سے ادا نہ ہو سکیں، عورت نے کہا بہتر! تم اسی پچھلی شرط کو پورا کر دو اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو بہت ہے اور میں تمہارے ساتھ ایسے شخص کو مقرر کرتی ہوں جو تمہاری اطاعت کرے گا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے قبیلہ سے ایک شخص وردان نامی کو ابن ملجم کے ہمراہ متعین کیا۔ جب وہ شب آئی جس میں ابن ملجم نے اپنے ہمراہیوں سے امیر المومنین علیؓ کے شہید کرنے کا اقرار کیا تھا اور یہ رات جمعے کی تھی تو ابن ملجم شبیب اور وردان کے ساتھ مسجد میں آیا۔ دروازے کے قریب چھپ کر بیٹھا جس طرف سے امیر المومنین علیؓ مسجد میں آتے تھے۔

حضرت علیؓ پر حملہ

تھوڑی دیر کے بعد امیر المومنین علیؓ تشریف لائے۔ بلند آواز سے فرمایا، ایہا الناس الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ شبیب نے لپک کر تلوار چلائی۔ آپ آگے بڑھ گئے تھے، دروازے پر پڑی۔ ابن ملجم نے بڑھ کر پیشانی پر تلوار کا وار کیا اور چلا کر کہا الحکم للہ لا لک یا علی ولا صحابک۔ وردان فرار ہو کر اپنے مکان آیا اور اپنے کچھ دوستوں سے اس واقعہ کو بیان کیا۔ انہوں نے اس کو مار ڈالا۔ شبیب اسی تاریکی میں بھاگا ہوا چلا جاتا تھا لوگوں نے دوڑو، پکڑو چلانا شروع کیا۔ ایک حضری شخص نے پہنچ کر شبیب کی تلوار چھین لی اور اس کو گرفتار کر لیا۔ پھر لوگوں کو آتے ہوئے دیکھ کر اس ڈر سے کہ مجھ ہی کو قاتل نہ سمجھ لیں، چھوڑ دیا۔ شبیب موقع پا کر بھاگ گیا اور لوگوں نے ابن ملجم کو حراست میں لے لیا۔

حضرت علیؓ کی وصیت

امیر المومنین علیؓ نے زخمی ہونے کے بعد جعدہ بن ہبیرہ (اپنی ہمشیرہ ام ہانی کے لڑکے) کو نماز پڑھانے پر مقرر کیا؛ جعد نے نماز پڑھائی۔ آپؓ کو گھر اٹھا لائے۔ اب اس وقت آفتاب نکل آیا تھا ابن ملجم مشکیں بندھی ہوئی پیش کیا گیا۔ آپ نے ارشاد کیا ''اے اللہ کے دشمن! تجھ کو کس چیز نے میرے قتل پر آمادہ کیا؟'' ابن ملجم نے عرض کی: میں نے اس تلوار کو چالیس دن تک تیز کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اس سے وہ شخص مارا جائے جو شر خلق ہے۔ آپ نے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ تو بھی اسی سے مارا جائے گا۔ پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا: اگر میں اس زخم سے مر جاؤں تو تم بھی اس کو قتل کر ڈالنا جیسا کہ اس نے مجھے مارا ہے اور اگر میں بچ گیا تو میں جیسا درست سمجھوں گا کروں گا۔ اے بنی عبدالمطلب! مسلمانوں کی خونریزی کی ترغیب لوگوں کو نہ دینا اور یہ حیلہ نہ اٹھانا کہ امیر المومنین قتل کیے گئے ہیں بلکہ سوائے میرے قاتل کے اور کسی کو نہ مارنا۔ اے حسنؓ! اگر میں اس زخم سے مر جاؤں تو تم بھی اسی کی تلوار سے ایسا ہی ایک وار مارنا، مثلہ ہرگز نہ کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ''ایاکم والمثلۃ''۔ ام کلثوم بنت امیر المومنین حضرت علیؓ نے ابن ملجم سے خطاب کر کے کہا: ''اے عدو اللہ! میرے باپ کو تو نے شہید کیا ہے ان کا کوئی نقصان نہیں ہے اللہ تعالیٰ تجھے قیامت میں رسوا کرے گا۔'' ابن ملجم نے جواب دیا ''پھر کیوں روتی ہو واللہ میں نے یہ تلوار ایک ہزار میں خرید کی تھی اور چالیس روز تک برابر سان رکھتا رہا ہوں اگر اہل شہر پر یہ وار پڑ جاتا تو ان میں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا''۔

حضرت امام حسنؓ کی خلافت کا مسئلہ

اس عرصہ میں جندب بن عبداللہ آ گئے اور انہوں نے امیر المومنین علیؓ سے دریافت کیا ''اگر آپ ہم سے جدا ہو جائیں تو ہم کیا حسنؓ کی بیعت کریں گے''؟ ارشاد کیا: نہ میں یہ حکم دیتا ہوں اور نہ اس کو منع کرتا ہوں تم خود سمجھ دار ہو۔ پھر حسنؓ و حسینؓ کو طلب کر کے فرمایا ''میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں تم لوگ دنیاداری میں مبتلا نہ ہونا، گو وہ تم کو مبتلا کرنا چاہے اور دنیا کی کسی چیز کے حاصل نہ ہونے پر افسوس نہ کرنا۔ ہمیشہ حق کہنا، یتیم پر رحم کرنا بیکسوں کی مدد کرنا، ظالم کے حریف رہنا اور مظلوم کے معین و مددگار۔ کتاب اللہ پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ کے حکموں میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈرنا''۔ پھر محمد بن الحنفیہ سے مخاطب ہوئے: ''میں تم کو بھی انہی باتوں کی وصیت کرتا ہوں اور ان دونوں بھائیوں کی تعظیم کرنے کی ہدایت کرتا ہوں ان کا حق تم پر زیادہ ہے کوئی امر ان کے خلاف مرضی نہ کرنا۔ اس کے بعد حسنؓ و حسینؓ کو ابن الحنفیہ کے ساتھ حسن سلوک

کی وصیت کی۔ پھر حسنؓ کو تھوڑی دیر سمجھاتے رہے۔ جب وقت وفات قریب آیا تو ایک عام وصیت لکھی اور پھر سوائے لا الہ الا اللہ کے دوسرا کلمہ زبان سے نہ نکالا یہاں تک کہ شہادت پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابن ملجم کا قتل

امیر المومنین حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ابن ملجم حسنؓ ابن علیؓ کے روبرو پیش کیا گیا۔ عرض کی آپ کا کوئی ہرج ہے۔ اگر مجھے تھوڑے دنوں تک زندہ رکھیں؟ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ معاویہ اور علیؓ کو مار ڈالوں گا۔ چنانچہ علیؓ کا میں نے کام تمام کر دیا۔ اب معاویہ باقی رہ گیا ہے، تم مجھے اتنی مہلت ضرور دو کہ میں اپنا وعدہ پورا کر لوں۔ لہٰذا اگر میں نے اس کو مار ڈالا اور زندہ بچ گیا تو میں اللہ تعالیٰ کو شاہد کر کے کہتا ہوں کہ تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ حسن نے کہا: نہیں! واللہ تو اب دوزخ کی سیر کرے گا، یہ کہہ کر آپ نے اس کو آگے بڑھایا اور ایک ہی وار سے کام تمام کر دیا۔

امیر معاویہؓ پر حملہ

ابن ملجم کا دوسرا ساتھی برک بن عبداللہ تھا جو معاویہ کے قتل کا بیڑا اٹھا کر شام کی طرف گیا تھا۔ اس نے اسی رات کو فجر کے وقت معاویہ پر حملہ کیا۔ لیکن اتفاقاً زخم کاری نہ پڑا۔ زیریں جسم پر معمولی سا زخم آیا پلٹ کر برگ کو گرفتار کر لیا۔ برک نے خوف زدہ ہو کر کہا: تم کو ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں اگر تم اس کے عوض مجھ کو کچھ فائدہ پہنچاؤ (مطلب یہ تھا کہ رہا کر دو) اور وہ یہ ہے کہ آج ہی شب کو میرے ایک بھائی نے علیؓ کو مار ڈالا''۔ معاویہؓ نے متعجب ہو کر کہا: شاید وہ اس امر پر قادر نہ ہوا ہوگا۔ برک نے جواب دیا: یہ غیر ممکن ہے، علیؓ کے ساتھ کوئی محافظ نہیں رہتا۔

برک بن عبداللہ کا عبرت ناک انجام

اس سلسلۂ کلام کے تمام ہوتے ہی معاویہ کے حکم سے برک قتل کر دیا گیا۔ بعض کا یہ بیان ہے کہ معاویہ نے برک کے ہاتھ پاؤں قطع کر ڈالے تھے اور یہ زیاد کے زمانے تک زندہ رہا تھا اور زیاد نے اس کو بصرے میں قتل کیا ہے۔ غرض معالجے کے لئے طبیب حاضر ہوا۔ اس نے زخم کی صورت دیکھ کر کہا ''اس کا علاج دو ہی صورت سے ہو سکتا ہے۔ یا تو داغ دیا جائے یا دوا پینا اختیار کیجئے لیکن آئندہ اس سے سلسلہ توالد وتناسل منقطع ہو جائے گا''۔ معاویہ نے کہا: ''میری آنکھیں یزید اور عبداللہ کو دیکھ کر ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ لیکن آگ کا داغ نہ برداشت ہوگا۔ تم مجھے دوا دو''۔ اس واقعہ کے بعد معاویہ نے دربان رکھے، باڈی گارڈ مقرر کیا، پولیس کا پہرہ نماز کی حالت میں رہنے لگا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک یمانی شخص نے کسی وجہ سے مروان بن الحکم کو نیزہ مارا تھا۔ اس وجہ سے سب سے پہلے مروان بن الحکم نے 44ھ میں دربان اور باڈی گارڈ مقرر کیا تھا۔

عمرو بن بکر کا قتل

تیسرا رفیق ابن ملجم کا عمرو بن بکر تھا۔ اسی رات یہ بھی عمرو بن العاص کے قتل کرنے کو چھپ کر بیٹھا، لیکن اتفاقاً اس رات کو علالت کی وجہ سے عمرو بن العاص نماز پڑھنے مسجد میں نہ آئے۔ اپنے ایک فوجی افسر خارجہ بن ابی حبیبہ بن عامر بن لوی کو نماز پڑھانے کے لئے بھیج دیا۔ عمرو بن بکر نے اس غریب پر عمرو بن العاص کے شبہہ میں تلوار چلائی اور ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا۔ لوگ اس کو عمرو بن العاص کے پاس گرفتار کر لائے۔ دریافت کیا: کون مارا گیا؟ لوگوں نے کہا ''خارجہ! اس پر عمرو بن بکر چونک کر بولا: ''افسوس میں نے تمہارے شبہہ میں اس کو مارا۔ عمرو بن العاص نے کہا ''تو نے عمرو کے مارنے کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے خارجہ کے قتل کا''۔ یہ کہہ کر اس کے قتل کا حکم دے دیا۔

امیر المومنین علیؓ کی شہادت کے وقت آپ کے عمال اس تفصیل سے تھے بصرے میں عبداللہ بن عباس (ان کی علیحدگی کے بعد دوسرے کی ماموری کی نوبت نہیں آئی تھی) اور یان کے عہدہ قضاء پر ابوالاسد الدولی، فارس میں زیاد بن سمیہ، یمن میں عبیداللہ بن عباس (جب تک بصر بن ارطاہ کا واقعہ نہیں پیش آیا) مکہ اور طائف میں قثم بن عباس، مدینہ میں ابوایوب انصاری یا سہیل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

تذکرہ حضرت علیؓ

حلیہ ونسب، گندمی رنگ، چھوٹا قد، آنکھیں بڑی، ہنس مکھ، خوبصورت تھے، سینہ پر بکثرت بال، گھنی داڑھی، بازو اور پنڈلیاں پُرگوشت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علی مرتضیٰ نسباً نہایت تھے اور ان سے زیادہ خلفاء راشدین میں سے کوئی شخص قریب نہیں تھا۔ دوسری ہی پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں۔ یہ بیٹے ہیں ابوطالب کے جن کا نام عبد مناف تھا اور عبد مناف، عبدالمطلب بن ہاشم کے فرزند تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔ جیسا کہ علی مرتضیٰ باپ کی جانب سے ہاشمی تھے ویسے ہی ماں کی طرف سے بھی۔ ان کا نام فاطمہ تھا اور یہ بیٹی تھیں اسد بن ہاشم کی۔ یہ پہلے خلیفہ ہیں کہ جن کے ماں اور باپ دونوں ہاشمی تھے۔ آپ سابق اسلام سے ہیں۔ جیسا بوڑھوں میں سب سے پہلے ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے، عورتوں میں ام المومنین خدیجہؓ، ویسا ہی کم سنوں میں آپ، شب۔ ہجرت میں آپ ہی خواب گاہ نبویؐ میں بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے تھے۔ مشرکین مکہ کو سورۂ برأت کے سنانے پر آپ ہی مقرر ہوئے تھے۔ زیور علم سے آراستہ تھے اور لباس تقویٰ سے پیراستہ، سخاوت شجاعت کا مادہ گھٹی میں پڑا ہوا تھا اگر اندرونی جھگڑے پیش نہ آجاتے تو آپ ایک عالم کو علیٰ منہاج النبوت چلاتے۔

عہد خلافت

مورخوں کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیؓ کا زمانہ خلافت تین ماہ کم پانچ برس رہا اور یہ کل زمانہ خانہ جنگیوں اور اندرونی نزاعات اور فسادات کے رفع وفرو کرنے میں ہی گزر گیا۔ تریسٹھ برس کی عمر پائی، بعض کا قول ہے کہ آپ نے انسٹھ مراحل عمر کے طے فرمائے۔ کوئی کہتا ہے کہ اٹھاون سال کی عمر میں آپؓ شہید کئے گئے۔ علاوہ اس کے لوگوں نے مختلف روایتیں کی ہیں، مگر روایت اول صحیح ہے۔ شہید ہونے کے بعد حسنؓ، حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر (علیہم السلام) نے نہلایا۔ تین کپڑوں میں کفنایا اور آپ کے خلف اکبر امام حسنؓ نے نماز پڑھائی۔ مسجد کے قریب دفن کئے گئے اور بعض کے بقول قصر میں مدفون کئے گئے۔

ازواج واولاد

سب سے پہلے جس سے آپ نے نکاح کیا وہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ ان کے بطن سے چار اولادیں ہوئیں، دولڑکے حسنؓ وحسینؓ اور دولڑکیاں زینب الکبریٰ اور ام کلثوم۔ فاطمہ زہرہؓ کی وفات کے بعد ام البنین بنت حرام کلابیہ سے عقد کیا جس سے چار لڑکے، عباس، جعفر، عبداللہ اور عثمان پیدا ہوئے جو معرکہ کربلا میں اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے۔ تیسری زوجہ آپ کی لیلیٰ بنت مسعود بن خالد نہشلیہ تمیمہ تھیں۔ دولڑکے عبیداللہ اور ابوبکر ان کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی معرکہ کربلا کے دوران اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ شربت شہادت نوش کیا۔ چوتھی شادی آپ نے اسماء بنت عمیس خثعمیہ سے کی جس سے محمد ان الاصغر اور یحییٰ وجود میں آئے اور معرکہ کربلا کے دوران شہید ہوئے۔ کچھ نے لکھا ہے کہ انہی کے بطن سے آپ کے لڑکے عون بھی پیدا ہوئے واللہ اعلم۔ پانچواں عقد امامہ بنت ابی العاص بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبد شمس سے کیا۔ ان کی ماں زینب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر تھیں ان سے محمد ان الاوسط پیدا ہوئے اور محمد ان الاکبر بن علی جن کو ابن الحنفیہ بھی کہتے ہیں ان کی ماں کا نام خولہ بنت جعفر یہ قبیلہ حنیفہ سے تھیں اور صہبا بنت ربیعہ تغلبیہ سے حضرت علیؓ کے فرزند عمر اور دختر رقیہ پیدا ہوئیں۔ آپ کی آٹھویں بیوی کا نام سعد بنت عروہ بن مسعود ثقفیہ ہے جس سے ام الحسن، رملۃ الکبریٰ اور ام کلثوم صغرا پیدا ہوئیں۔ نویں شادی آپ کی مخبۃ بنت امراء القیس بن عدی کلبیہ سے ہوئی ان کے بطن سے صرف ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا لڑکپن میں انتقال ہوگیا تھا۔ علاوہ ان لڑکیوں کے اور بھی لڑکیاں تھیں جن کا نام نہیں بیان کیا گیا۔ غرض آپ کے کل چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں پیدا ہوئیں مگر نسلی سلسلہ صرف حسن، حسین، محمد بن الحنفیہ عباس بن کلابیہ اور عمر بن التغلبیہ سے چلا۔ دیگر اعقاب باقی نہ رہے یعنی ان سے سلسلہ نسل آگے نہیں چلا۔

خلافت حسنؓ ابن علیؓ

امام حسنؓ کی بیعت

امیر المومنین علیؓ کی شہادت کے بعد آپ کے ہوا خواہوں نے بالاتفاق حضرت حسنؓ ابن علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ (40 ہجری۔ از ابن اثیر)۔ سب سے پہلے قیس ابن سعد نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا: ابسط یدک علی کتاب اللہ و سنۃ رسولہ و قتال الملحدین۔ حسنؓ ابن علیؓ نے جواب دیا: علی کتاب اللہ و سنۃ رسولہ و باتیان علی کل شرط اس کے بعد اور لوگ بیعت کرنے لگے۔ آپ فرماتے جاتے تھے کہ ''تم لوگ میرے کہنے کو سنتے رہنا میری اطاعت کرنا، جس سے میں صلح کروں اس سے تم بھی صلح کرو، اور جس سے میں لڑائی کروں تم بھی اس سے لڑنا۔'' ان فقروں سے لوگوں کو شبہ پیدا ہو گیا سرگوشیاں کرنے اور کہنے لگے: ''یہ تمہارا امیر نہیں ہے اور نہ یہ جنگ کا قصد رکھتا ہے۔''

امیر المومنین علیؓ کی شہادت کا حال امیر معاویہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی خلافت کی بیعت اہل شام سے لی اور اسی روز امیر المومنین کا خطاب اختیار کیا۔ مگر درست یہ ہے کہ معاویہؓ نے بعد فیصلہ حکمین اپنی خلافت کی بیعت لی تھی شہادت کے چالیسویں روز اشعث بن قیس کندی بھی جو امیر المومنین علیؓ کے رفیق تھے انتقال کر گئے اور ان کے بعد ہمراہیان معاویہؓ سے شرجیل بن السمط الکندی نے بھی وفات پائی۔

عراقی فوج کی بے وفائی

شہادت سے چند روز پیشتر امیر المومنین علیؓ نے بقصد شام ایک لشکر مسلمانوں کا جمع کیا تھا اور چالیس ہزار آدمیوں سے جنگ و موت کی بیعت لی تھی مگر اتفاقاً لشکر کشی کی نوبت نہ آئی تھی کہ شہید ہو گئے لہٰذا جب لوگوں نے حسن ابن علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تو امیر معاویہ اہل شام کو لے کر کوفے کی جانب بڑھے۔ امام حسنؓ بھی بقصد جلوگری کوفے سے نکلے۔ ان کے مقدمتہ الجیش پر بارہ ہزار کی جمعیت سے قیس بن سعد اور بقول بعض مورخین عبداللہ بن عباس تھے اور ساقہ پر قیس۔ مدائن پہنچے اور قیام کرنے کے ساتھ ہی یہ مشہور ہو گیا کہ قیس بن سعد مارے گئے۔ اس کے نتیجہ میں لشکر میں ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ایک دوسرے سے الجھ گیا۔ لوگ امام حسن کے خیمے کی طرف جھپٹے جو کچھ پایا لوٹ لیا اندر گھسے تو اس بساط (بچھونا) اور چادر کو بھی چھین لیا جس پر آپ بیٹھے اور جس کو اپ اوڑھے ہوئے تھے۔ بعض نے ناعاقبت اندیشی سے آپ کی ران میں نیزہ بھی دے مارا۔ ربیعہ اور ہمدان آپ کی حمایت پر اٹھے۔ اوباشوں کا مجمع منتشر ہو گیا آپ کو ایک تخت پر اٹھا کر مدائن لائے۔ قصر ابیض میں قیام کیا۔

خلافت سے امام حسنؓ کی دست برداری

شور و غل فرو ہونے کے بعد امام حسنؓ نے لوگوں کی خود رائی اور نفاق کے باعث امیر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ میں خلافت و حکومت سے دست کش ہونا چاہتا ہوں بشرطیکہ مجھ کو جو کچھ کوفے کے بیت المال میں ہے دیدو (اس وقت بیت المال میں پانچ لاکھ دینار موجود تھے) اور دارالجبرد (مضافات فارس) کا خراج مجھے دیا جائے اور میرے پدر بزرگ کو میرے سامنے سخت و ناملائم کلمات سے ہرگز نہ یاد کیا جائے۔ خط روانہ کرنے کے بعد اپنے بھائی حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر سے اس کا تذکرہ کیا ان لوگوں نے سمجھایا بجھایا، مگر حسنؓ اپنی رائے پر قائم رہے۔ اس خط کے پہنچنے سے چند دن قبل معاویہ ایک سادہ کاغذ پر دستخط و مہر کر کے عبداللہ بن عامر اور عبداللہ بن سمرہ کی معرفت امام حسنؓ کی خدمت میں بھیج چکے تھے اور الگ سے یہ تحریر کیا تھا کہ آپ کو جو شرط منظور ہو اس سادہ کاغذ پر لکھ دیجئے ہم اس کو منظور کر لیں گے۔ امام حسنؓ نے اس سادہ کاغذ پر جس کے نیچے امیر معاویہ کے دستخط اور مہر تھی پہلی شرطوں سے دو چند شرائط لکھے۔ لہٰذا جب امام حسن بعد تفویض امارت ان پچھلی شرائط کے ایفاء کے خواستگار ہوئے تو امیر معاویہ

نے مکتوب اول کی شرائط پر عمل کیا اور کہا کہ یہ وہی ہے جو تم طلب کرتے تھے۔

امیر معاویہؓ کی بیعت خلافت

بعد تفویض امارت، اہل بصرہ نے خراج دارالجبر د امام حسنؓ کو دینے سے انکار کر دیا اور یہ عذر پیش کیا کہ وہ تو ہمارا مال غنیمت ہے ہم اس کو نہیں دے سکتے۔ آپ نے اہل عراق کو یکجا کر کے خطبہ دیا۔ بعد حمد وثنا کے بیان فرمایا: یا اهل العراق سخي انفسي عنكم ثلاث قتل ابي وطعني و انتهاب بيتي پھر فرمایا: الا وقد اصبحتم بين قتيلين بصفين تبكون له و قتيل بالنهروان تطلبون بثاره واما الباقي فخاذل واما الباكي فثائروان معاوية دعانا الى امر ليس فيه عزولا نصفة فان اردتم الموت رددناه عليه و حاكمناه الى الله انطباعالسيوف وان اردتم الحيواة قبلنا واخذنا لكم الرضي۔ لوگوں نے ہر طرف سے چلا کر کہا: صلح قائم رکھئے صلح قائم رکھئے، چنانچہ امام حسنؓ نے اپنی خلافت کے چھٹے مہینے امیر معاویہ کی بیعت کی۔ اس کے بعد امیر معاویہ کوفہ آئے اور لوگ بھی شریک ہوئے۔ امام حسنؓ نے قیس بن سعد کو (جو مقدمتہ الجیش کے افسر تھے) امیر معاویہ کی اطاعت قبول کرنے اور ان کی بیعت کرنے کو تحریر کیا۔ قیس نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے اس خط کو پڑھا اور یہ طلب مشورہ ان کو مخاطب کر کے کہا۔ ہم لوگوں کا بغیر امام کے لڑنا موزوں ہے یا کہ امام گمراہ کی اطاعت کرنا۔ جواب ملا "امام گمراہ کی اطاعت"۔ قیس بن سعد یہ سن کر واپس آئے اور بیعت کے بعد عمرو بن العاص کے کہنے سے امیر معاویہ نے امام حسنؓ کو خطبہ ادا کرنے کے لئے کھڑا کیا تا کہ لوگوں پر وہی اپنی معذوری ظاہر کریں۔

امام حسنؓ کا خطبہ

امام حسنؓ نے کھڑے ہو کر حمد و درود کے کہا ايها الناس ان الله هل كم باولنا و حقن دماء كم باخرنا وان لهذا الامر مدة والدنيا دول والله عز و جل يتهول لنبيه وان ادري لعله فتنة لكم و متاع الى حسين. جب اس فقرے پر پہنچے تو فوراً امیر معاویہ نے آپ کو بٹھالیا کیونکہ انہوں نے ان کے خلاف ہی اظہار خیال فرمایا تھا۔

امام حسنؓ کی مدینہ کو روانگی

اس واقعہ کے بعد امام حسنؓ مع اپنے اہل بیت اور جملہ متعلقین کے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ اہل کوفہ تھوڑی دور تک روتے ہوئے پہنچانے آئے۔ جناب موصوف تا حیات مدینہ ہی میں ٹھہرے رہے حتیٰ کہ 49ھ میں اور بروایت ابوالفرج اصفہانی 51ھ میں انتقال فرما گئے۔ اور جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت الاشعث نے بہ سازش امیر معاویہ زہر دے دیا تھا۔ یہ شیعی روایت ہے جس کی کوئی اصلیت کہیں سے نہیں پائی جاتی۔ امیر معاویہ ان افتراؤں سے بالکل بری ہیں۔

ابن سعد کی مشروط بیعت

قیس بن سعد چند دنوں امیر معاویہ کی بیعت سے رکے رہے اور عبیداللہ بن عباس بھی اس رائے سے متفق تھے۔ لیکن جب امیر معاویہ نے عبداللہ بن عامر کو بسر کردگی لشکر جرار، عبیداللہ بن عباس کی جانب روانہ کیا تو عبیداللہ بن عباس نے خط و کتابت کر کے امان حاصل کر لی۔ شب کے وقت تن تنہا اپنے لشکر سے نکل کر عبداللہ بن عامر کے خیمہ میں آئے اور ان کے ساتھ امیر معاویہ کے پاس چلے گئے۔ عبداللہ بن عباسؓ کی روانگی کے بعد قیس بن سعد امیر لشکر ہوئے۔ قیس بن سعد نے کل لشکر کو جمع کر کے کہا کہ جب تک امیر معاویہ امیر المومنین علیؓ کے گروہ کو ان کے جان و مال کی امان نہ دیں اور جنگ ہائے گزشتہ میں جو کچھ ان سے سرزد ہوا ہے اس سے درگزر نہ کریں۔ اس وقت تک تم لوگ میرے ہمراہ ہو کر معاویہ کے مقابلہ میں صف آراء ہونا۔ لشکریوں نے بسر وچشم اس شرط کو مان لیا اور جنگ معاویہ پر بشرط مذکور بیعت کی۔ رفتہ رفتہ امیر معاویہ تک یہ اطلاع پہنچی۔ عمرو

بن العاص نے جنگ کرنے کی رائے دی۔ امیر معاویہ نے کہا اس میں بہتری نہیں ہے جنگ کرنے میں انہی لوگوں کے برابر اہل شام بھی کام آئیں گے پھر ایک قاصد کو بلا کر سادہ کاغذ پر مہر و دستخط کر کے قیس بن سعد کے پاس بھیجا کہ جو شرائط تم کو قبول ہو لکھ دو۔ قیس نے اپنے اور اپنے تمام ساتھیوں کے لئے امان طلب کی، مال وغیرہ کچھ نہیں مانگا۔ امیر معاویہ نے ان کو امان دی چنانچہ قیس نے اپنے تمام ہمراہیوں کے ساتھ بیعت کر لی۔

سنہ عام الجماعت

اس کے بعد سعد بن ابی وقاص آئے اور انہوں نے بھی بیعت کی۔ غرض اس صورت سے امیر معاویہ کی حکومت کامل و مستقل ہوگئی اور کافہ مسلمین نے ان کی خلافت پر بیعت کی۔ یہ واقعہ نصف 41ھ کا ہے اسی وجہ سے یہ سنہ عام الجماعت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد خارجیوں نے چاروں طرف سے خروج کیا۔ امیر معاویہ نے ان سے جنگ کی۔ زیروزبر کیا جس کو ہم آئندہ ان کے حالات کے سلسلہ میں بیان کریں گے۔ کیونکہ ہم نے اپنی کتاب میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ ہر گروہ اور خاندان حکومت کے حالات الگ الگ لکھیں گے۔

خلافت اسلامیہ کے عہد میں جو کچھ فتوحات اور لڑائیاں ہوئی تھیں اور پھر اتفاق اور اجتماع ہوا تھا اس کا یہ آخری کلام ہے۔ میں نے جو کلی و جزئی حالات لکھے ہیں وہ اکثر تاریخ کبیر تالیف محمد بن جریر طبری کا خلاصہ ہے کیونکہ فن تاریخ میں جس قدر کتابیں میں نے مطالعہ کی ہیں ان سے اسی کو قابل اعتماد پایا ہے اور کبار و اخبارات عدول صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے مطاعن سے اس کو دور دیکھتا ہوں۔ بہت سے مورخوں کے کلام میں ایسے واقعات دیکھے جاتے ہیں جس سے ہوا پرستوں کو ان بزرگوں کے حق میں شبہ و بدظنی پیدا ہوتی ہے۔ اس وجہ سے وہ اس قابل نہیں ہیں کہ کتابوں میں ان کی روایات نقل کی جاتیں۔ میں نے جزئی حالات کو طبری کے علاوہ اور لوگوں کی کتابوں سے بھی حتی الامکان صحیح کر کے اخذ کیا ہے اور جب میں نے کسی کا قول نقل کیا ہے تو اس کو اس کے قائل کی جانب منسوب کر دیا ہے۔

امیر معاویہؓ کی خلافت

موزوں تو یہ تھا کہ امیر معاویہؓ کے حالات بھی خلفاء سابقین کے حالات کے ساتھ ہی بیان کر دیئے جاتے کیونکہ فضیلت عدالت اور صحبت میں یہ ان کے تابع تھے اور حدیث الخلافتہ میں بعدی ثلاثون سنۃ کی طرف توجہ کرنا چاہئے کیونکہ اس کی صحت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی اور حق تو یہ ہے کہ معاویہ کا شمار خلفاء میں ہے اور مورخوں نے اپنی تالیفات میں دو وجہ سے الگ کر کے لکھا ہے۔ اول یہ کہ خلافت زمانہ معاویہ میں بوجہ غلبہ اور عصبیت قائم ہوئی تھی جو اتفاق سے اس زمانہ میں پیدا ہوگئی تھی اور اس کے پیشتر انتخاب و اجتماع سے خلافت قائم کی جاتی تھی لہٰذا مورخوں نے دونوں حالتوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا۔

معاویہ پہلے خلیفہ ہیں جو بہ زور غلبہ اور عصبیت مسند خلافت پر متمکن ہوئے، جن کو ہوا پرست ملوک سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض کو بعض سے تشبیہ دیتے ہیں۔ حاشاللہ معاویہ اپنے بعد کے خلفاء سے تشبیہ نہیں دیئے جا سکتے۔ یہ خلفاء راشدین سے ہیں ان کو ان خلفاء مروانیہ سے تشبیہ دینا جو ان کے بعد ہوئے ہیں اور ان سے مرتبہ اور دین میں کم ہیں سخت غلطی ہے اور ایسا ہی خلفاء بنی عباس جو ان کے بعد ہوئے ہیں ان سے تشبیہ دینا غیر مناسب ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بادشاہت رتبہ میں خلافت سے کم ہے لہٰذا کیسے خلیفہ بادشاہ ہو سکتا ہے۔ سمجھ رکھو کہ جو بادشاہت مخالف بلکہ منافی خلافت کی ہے وہ جبروتیت ہے جو کسرویہ سے تعبیر کی جاتی ہے جس سے عمر فاروقؓ نے معاویہ کا ظاہری حال دیکھ کر نفرت ظاہر کی تھی۔ باقی رہی وہ بادشاہت جو غلبہ عصبیت اور شوکت سے حاصل ہوتی ہے وہ خلافت اور نبوت کی منافی نہیں ہے۔ سلیمان اور داؤد علیہما السلام دونوں نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے اور دنیا کے کاموں میں نہایت درجہ چست اور اطاعت الٰہی کے پابند تھے۔ معاویہؓ نے طمع دنیا و دولت کی وجہ سے حکومت کی خواہش نہیں کی بلکہ ان کو اس امر پر ایک فطری اور طبعی خیال نے ابھارا تھا جبکہ مسلمانوں نے تمام سلطنتوں پر طمع حاصل کر لی تھی اور یہ ان کے خلیفہ تھے پس انہوں نے ان کو اپنی جانب مائل کر لیا جیسا کہ بادشاہ اپنی قوم کو طبعاً بوجہ عصبیت اپنی طرف مائل کر لیتا ہے اور ایسا ہی حال ان خلفاء دین کا ہے جو ان کے بعد ہوئے ہیں کہ جس وقت استقلال حکومت اور نفاذ احکام کی ضرورت داعی ہوئی تب انہوں نے گروہ بندی کے لحاظ سے بزور جبر حکومت قائم

کرلی اور قاعدہ کلیہ خلیفہ اور بادشاہ جبروتیہ کی پہچان کا یہ ہے کہ ان کے افعال کو صحیح طور سے دیکھو واہیات خرافات کے پیچھے نہ پڑو۔ پس جن کے افعال مطابق کتاب وسنت کے ہوں تو وہ خلیفہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور جن کے افعال اس مقیاس سے خارج ہوں وہ ملوک دنیا ہیں اور خلیفہ ان کو مجازاً کہا جائے گا۔

دوسری وجہ معاویہؓ کے خلفاء بنی امیہ کے ساتھ ذکر کرنے اور خلفاء اربعہ سے علیحدہ کرنے کا یہ ہے کہ خلفاء بنی امیہ ایک ہی نسب اور ایک ہی خاندان کے تھے۔ ان میں سے معاویہؓ عظیم الشان تھے لہٰذا یہ اپنے خاندان والوں کے ساتھ ذکر کیے گئے اور خلفاء سابقین مختلف خاندان کے تھے ان کو ایک ساتھ بیان کیا۔ عثمان بن عفانؓ باوجودیکہ اموی تھے ان کے ساتھ اس وجہ سے ملحق کیے گئے کہ آپ فضیلت و دین میں ان سے قریب تھے واللہ یحشر نا فی زمرتھم و یرحمنا باقتدانھم۔

الحمدللہ

کہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول الموسوم بہ

رسولؐ وخلفائے رسولؐ

ختم ہوا

حصہ دوم

خلافت معاویہ وآل مروان

باب: ا

امیر معاویہؓ بن ابی سفیان

41ھ تا 60ھ

قبیلہ قریش میں بنی عبد مناف کا ایک ایسا گروہ تھا کہ جس کا افرادی کثرت اور شرافت میں قریش کا کوئی خاندان مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ عبد مناف کے دو بڑے معروف خاندان بنو امیہ اور بنو ہاشم تھے جن کا نسبی سلسلہ عبد مناف تک پہنچتا تھا اور اسی کی طرف منسوب کئے جاتے تھے۔ قبیلہ قریش امیہ اور ہاشم کی امارت و ریاست کو مانتا تھا۔ مگر امیہ بہ نسبت بنو ہاشم کے بلحاظ کثرت نفوس زیادہ تھے اور عزت کثرت ہی سے ہوتی ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے: انما العزة للكاثر ۔ چنانچہ بنو امیہ کو قبل از اسلام ایک معروف اعزاز حاصل تھا جو حرب امیہ تک پہنچا اور یہ ان کا حرب الفجار میں سردار تھا۔

بنو امیہ اور بنو ہاشم

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ایک روز قریش گھ گئے اور حرب، کعبہ پر تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔ چند نو عمر لڑکے چلاتے ہوئے آئے یا عم ادرك قومك، یا عم ادرك قومك ۔ (اے چچا! اپنی قوم کی خبر لیجئے۔ اے چچا! اپنی قوم کی خبر لیجئے) ۔ حرب یہ سن کر اٹھا اور اپنے دامن سمیٹتا ہوا چلا۔ جب ان لوگوں کے پاس پہنچا تو ایک اونچے مقام پر کھڑے ہو کر رومال کے اشارہ سے بلایا۔ فریقین اس کے پاس آئے۔ اس سے پہلے گھمسان کی جنگ ہو چکی تھی۔ وہ لڑائی سے رک گئے۔ پھر جب اسلام کا زمانہ آیا اور دفعتہً بوجہ نبوت و وحی و نزول ملائکہ وصدور خوارق عادات لوگوں کا کایا پلٹ ہوا تو کیا مسلمان اور کیا کافر سب نے نفسانیت اور بے جاہٹ دھرمی کا خیال بھلا دیا۔ مسلمانوں نے تو اس وجہ سے کہ اسلام نے امور جاہلیت سے ان کو روک دیا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ان الله اذهب عنكم عيبة الجاهلية و فخرها لنا لا وانتم بنو ادم و ادم من تراب ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے جاہلیت کا افتخار آبائی اور اس کا فخر دور کر دیا ہے کیونکہ ہم اور تم آدم کے لڑکے ہیں اور آدم مٹی سے ہیں) ۔ باقی رہے مشرکین، ان کو اس امر عظیم نے نفسانیت اور بے جاحمیت قومی سے بے خبر کر دیا اور ایک زمانہ تک وہ اس کو بھولے رہے اور اسی وجہ سے جبکہ بنو امیہ اور بنو ہاشم میں اسلام کے سبب سے نفاق پیدا ہوا (اور یہ نفاق بنو ہاشم کے متعدد قبائل میں پھیل جانے کے سبب سے پیدا ہوا) تو کوئی فتنہ نہیں برپا ہوا کیونکہ اسلام نے عصبیت اور خودداری کو بالکل بھلا دیا تھا۔ یہاں تک کہ ہجرت ہوئی، جہاد شروع ہوا اور ان لوگوں میں سوائے فطری جوش و حمیت کے کہ جو کبھی انسان سے الگ نہیں ہو سکتا اور کچھ باقی نہ رہا اور یہ ایک جبلی امر ہے جو ہر انسان میں اپنے بھائی کی عزت اور اپنے ہمسایہ کے ناروا قتل اور اس پر ظلم ہونے سے پیدا ہو جاتا ہے اس کو کوئی چیز کسی طرح سے بھی دور نہیں کر سکتی اور یہ جذبہ خطرناک نہیں بلکہ یہی مطلوب ہے۔ جہاد میں اس سے نفع پہنچتا ہے اور دین کی طرف بلانے میں معین ہے۔ کیا آپ نے صفوان بن امیہ کا قول نہیں سنا؟ جب کہ جنگ حنین میں ابتداءً مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی۔ [صفوان اس وقت تک مشرک تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسلام لانے کی مہلت عطا فرمائی تھی، اس کے بھائی نے اس سے کہا تھا الا بطل السحر اليوم (آہا آج سحر باطل ہو گیا، مسلمانوں کی شکست سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا ہے)۔ اس نے جواب دیا اسكت فض الله فاك لان یربنی رجل من قریش احب الی عن ان یربنی رجل من هوازن (چپ رہ تیرے منہ میں خاک۔ یہ محبوب ہے کہ کوئی قریشی شخص میرا سردار ہو، اس سے کہ ہوازن کا کوئی شخص میرا مربی

ہو)]۔

ابوسفیان کون تھا؟

بنی عبد مناف کا شرف واعزاز ہمیشہ بنو عبد شمس اور بنو ہاشم تک ہی محدود رہا۔ لیکن ابو طالب کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہجرت کر آئے اور ایسا ہی حضرت حمزہؓ بعد ازاں حضرت عباسؓ اور اکثر بنو عبد المطلب اور تقریباً کل بنو ہاشم مکہ چھوڑ کر مدینہ میں آ گئے۔ اس وقت تنہا بنی امیہ مکہ میں ریاست واعزاز کی کرسی پر متمکن ہو گئے۔ مشائخین قریش نے بنو امیہ کو بدر میں اعزاز وافتخار کا تمغہ دیا۔ اس واقعہ میں عتبہ، ربیعہ، ولید، عقبہ بن ابی معیط وغیرہ سرداران بنی عبد شمس کے قتل ہو جانے سے ابوسفیان کو بنی امیہ کی سرداری مستقل طور پر مل گئی اور قریش میں ان کو سربرآوردہ ہونے کا اعزاز حاصل ہو گیا۔ چنانچہ جنگ احد میں بنو امیہ ہی قریش کے سردار تھے نیز غزوۂ احزاب اور اس کے بعد کی لڑائیوں میں بھی یہی سپہ سالار رہے۔ فتح مکہ کے وقت میں ابوسفیان کے اسلام لانے کے بعد عباسؓ بن عبد المطلب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا (جیسا کہ مشہور ہے ابوسفیان اور حضرت عباسؓ میں دوستی تھی) یارسول اللہ ان ابا سفیان رجل یحب الفخر فاجعل لہ ذکراً۔ (اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوسفیان ایسا شخص ہے جو فخر کو عزیز رکھتا ہے پس آپ اس کے لئے کوئی امتیاز مقرر فرمائیے)۔ آپ نے ارشاد فرمایا من دخل دار ابی سفیان فھو امن (جو شخص ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے گا اس کو امن ہے)۔ پھر فتح کے بعد آپ نے قریش سے فرمایا تم لوگ آزاد ہو جاؤ، مسلمان ہو جاؤ۔

خلافت راشدہ اور بنو امیہ

اس کے بعد دور خلافت اول میں رؤساء قریش نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اس امر کی شکایت کی کہ مہاجرین اولین کے برابر وہ نہیں سمجھے جاتے اور حضرت عمر بن خطابؓ کے ذریعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رؤساء قریش کو شریک شوریٰ نہ کرنے کی بھی شکایت ہے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عذر خواہی کر کے کہا: اپنے بھائیوں کی طرح جہاد کرو، اسلام کو مخالفین کی ایذا رسانی سے مستغنی بناؤ۔ مرتدین عرب کی سرکوبی کرو جس سے اسلام اور مسلمانوں کی طاقت میں اضافہ ہو۔ مرتدین وکفار عرب کا استیصال کرو تا کہ تمہاری بھی ویسی ہی عزت کی جائے۔ چنانچہ آپ نے جنگ مرتدین پر ان کا لشکر مرتب کر کے روانہ کیا۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ کا دور آیا تو انہوں نے ان کو روم کی جنگ پر بھیجا۔ قریش کو شام پر فوج کشی کی ترغیب دی اور یزید بن ابی سفیان کو مامور فرمایا اور حضرت عثمانؓ بن عفان نے بعد حضرت فاروق کے ان کو بحال رکھا اس وجہ سے بنو امیہ کی ریاست وسرداری قریش پر زمانہ اسلام میں اس رعایت سے مل گئی جو فتح مکہ سے کچھ دنوں پہلے ان کو حاصل تھی۔ جس کا رنگ زمانہ نے نہ بدلا تھا۔ جس کے عہد کو لوگوں نے اس وقت فراموش نہ کیا تھا جس وقت بنو ہاشم امر نبوت میں مصروف تھے اور دنیا کو چھوڑ کر بعوض اس کے شرف قبولیت الٰہی حاصل کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں لوگ مسلسل بنو امیہ کی سرداری کے معترف رہے۔ مثلاً حنظلہ بن زیاد کاتب نے محمد بن ابی بکر سے یہ کہا تھا کہ اگر یہ کام (خلافت وامارت) اس شور وغل سے انجام کو پہنچ گیا تو تم پر بنو عبد مناف غالب آ جائیں گے۔

امام حسنؓ کی خلافت سے دست برداری

حضرت عثمانؓ بن عفان کی شہادت کے بعد جب لوگوں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کی امارت سے مخالفت کی تو فوج کا زیادہ حصہ بوجہ فضیلت صحبت وسابق الاسلام ہونے کے ان ہی کے ساتھ رہا لیکن اکثر یہ لوگ قبائل ربیعہ ویمن وغیرہ کے تھے اور امیر معاویہؓ کا لشکر، جو در حقیقت شام کا لشکر تھا، اس میں قریش ومضر بھرے ہوئے تھے۔ جو زمانہ فتح سے حدود شام میں ٹھہرے ہوئے تھے لہٰذا ان کا قومی جوش اور حمیت وشوکت بڑھی ہوئی تھی۔ پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب کے ہوا خواہوں میں سے ایک جماعت الگ ہو گئی جو خوارج کے نام سے موسوم ہوئی اور آپ کو انہوں نے اپنی جنگ میں مصروف کر لیا۔ اس اثناء میں امیر معاویہؓ نے بہت سے شہروں کو دبا لیا اور حضرت علیؓ ابن ابی طالب شہادت پا گئے۔

حسنؓ بن علی تخت خلافت پر بیٹھتے ہی خلافت سے دست بردار ہو گئے اور تمام مسلمانوں نے 41ھ کے تقریباً نصف میں امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر اتفاق بیعت کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگ شان نبوت اور خوارق عادات کو فراموش کر کے قومی حمیت اور غلبہ پر آ رہے تھے اور غلبہ کل عرب اور مضر پر امیہ کو حاصل تھا اور ان میں سب سے زیادہ عظیم الشان امیر معاویہؓ تھے۔ نہ انہوں نے خود خلافت کو بانٹا اور نہ کوئی غیر شخص ان کا سہیم ہوا۔ جس سے کے قدم میدان حکومت میں اچھی طرح سے جم گئے۔ ان کی شان بڑھ گئی۔ ان کی ریاست سرزمین مصر و شام میں مضبوط ہو گئی۔ بیس برس تک رانی کی اور اس دریادلی سے لوگوں کو اپنے انعامات سے مستفید کیا کہ اس زمانہ میں کوئی شخص ان کی قوم کا ان سے زیادہ فیاض نہ تھا۔ رؤساء عرب سرداران مضر کے ساتھ کریمانہ برتاؤ رکھتے تھے۔ ان کی سخت و ناملائم باتوں کو برداشت کرتے۔ ان کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے۔ ان کے تحمل بردباری کی کوئی حد نہ تھی۔ یہی سبب تھا کہ ان کی حکومت و ریاست کو کسی قسم کی لغزش نہ ہوئی، بلکہ بتدریج استقلال ہوتا گیا۔

امیر معاویہؓ اور عدی بن حاتمؓ

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ ایک روز عدی بن حاتم، امیر معاویہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ امیر معاویہؓ نے از راہ مذاق امیر المومنین حضرت علیؓ کی مصاحبت پر طنز کیا۔ عدی نے ترشرو ہو کر کہا واللہ! وہ قلوب، جن سے ہم نے تم سے عداوت کی تھی، ہمارے سینوں میں ہیں اور بے شک وہ تلواریں، جن سے ہم تم سے لڑے تھے ہمارے قبضہ میں ہیں۔ اگر تم ایک بالشت بھر بھی بدعہدی سے ہماری طرف بڑھو گے تو ہم برائی سے تمہاری طرف پانچ ہاتھ بڑھیں گے اور بلاشبہ موت کا خوف اور حالت نزع کی تکلیف ہمارے لئے پسندیدہ ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم حضرت علیؓ بن ابی طالب کے حق میں کوئی کلمہ ناملائم سنیں۔ اے معاویہؓ! تلوار کی بو سے تلوار اٹھائی جاتی ہے۔ امیر معاویہؓ نے یہ سن کر حاضرین سے خطاب کر کے کہا: یہ باتیں نہایت درست ہیں، ان کو لکھ لو۔ پھر عدی کی طرف متوجہ ہوئے اور نہایت نرمی و ملاطفت سے بات چیت کرتے رہے۔ اس کے علاوہ امیر معاویہؓ کے حلم و تواضع کی بہت سی روایتیں مشہور ہیں۔

عمال کا تقرر

جس وقت عوام الناس میں امیر معاویہؓ مستقل طور پر خلیفہ مان لئے گئے تو انہوں نے مختلف شہروں کی طرف عمال روانہ کئے۔ کوفہ کی گورنری مغیرہ بن شعبہ کو دی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابتداء کوفہ کی گورنری پر عبداللہ بن عمرو بن العاص کو مقرر کیا تھا۔ مغیرہ یہ سن کر حاضر خدمت ہوئے۔ سمجھایا کہ مصر میں عمرو بن العاص ہے اور کوفہ میں ان کا لڑکا مقرر کیا گیا ہے۔ گویا آپ شیر کے دو دانتوں کے بیچ میں ہیں۔ امیر معاویہؓ نے عبداللہ کو معزول کر کے ان کی بجائے مغیرہ کو مقرر کیا۔ اس کی خبر عمرو بن العاص کو پہنچی تو انہوں نے امیر معاویہؓ سے کہا: تم نے ایسے شخص کو کوفہ کا حاکم بنایا ہے جو مال کو ہڑپ کر جائے گا اور تم اس سے کچھ حاصل نہ کر سکو گے۔ مناسب یہ ہے کہ ایسے شخص کو تم اس کے ساتھ مقرر کرو جس سے یہ خائف رہے۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے مغیرہ کو نماز پڑھانے پر مقرر کیا اور صیغہ مال کسی اور کے سپرد فرمایا اور قضا پر شریح مامور ہوئے۔ اسی زمانہ میں کثیر بن شہاب کو رے کی حکومت دی۔ بعد اس کے زیاد نے اس کو بحال رکھا اور دیلم پر فوج کشی کی اور اسی 41ھ میں تمام الجماعت میں بصرہ پر بشر ابن ارطاۃ کو مامور کیا۔ اور اس سے پیشتر زمانہ مصالحت امام حسنؓ و امیر معاویہؓ میں حمران بن ابان نے اس پر قبضہ حاصل کر لیا تھا۔ بشر بن ارطاۃ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اثناء خطبہ میں امیر المؤمنین حضرت علیؓ ابن ابی طالب کی شان میں کلمات ناملائم کہہ کر حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا ''میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم لوگ جو کچھ جانتے ہو بیان کرو۔ اگر سچا ہوں تو میری تصدیق کرو، ورنہ تکذیب''۔ ابوبکرہ نے اٹھ کر کہا ''اللہ شاہد ہے کہ ہم تجھ کو سوائے جھوٹے ہونے کے اور کچھ نہیں جانتے''۔ بشر بن ارطاۃ نے طیش میں آ کر ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے اٹھ کر ابوبکرہ کا گلا گھونٹا۔ ابو لولوۃ الضبی یہ ماجرا دیکھ کر درمیان میں جا پڑا اور بعد خرابی بسیار ابوبکرہ کو پنجۂ اجل سے چھڑایا۔

زیاد بن ابی سفیان

فارس پر (جو کہ مضافات و متعلقات بصرہ سے تھا) زیاد ابن پدر معاویہ (یعنی ابوسفیان) کو، جو زمانہ خلافت حضرت امیر المومنین علیؓ سے مقرر

چلا آتا تھا، امیر معاویہ ؓ نے لکھ بھیجا کہ جو کچھ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا مال ہو بھیج دو"۔ زیاد نے جواب لکھا "میرے پاس اب کچھ باقی نہیں ہے۔ کسی قدر میں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں استعمال کیا ہے اور کچھ حصہ اس کا آئندہ ضرورتوں کے لئے رکھ چھوڑا ہے اور جو کچھ اس سے زیادہ تھا اس کو میں نے امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے پاس بھیج دیا تھا"۔ اس پر امیر معاویہ ؓ نے زیاد کو حساب کتاب دیکھنے کے لئے طلب کیا مگر زیاد نے حاضری سے انکار کیا۔ بشر بن ارطاۃ کو یہ خبر لگی، انہوں نے اس کی اولاد کو گرفتار کر لیا۔ ازاں جملہ عبدالرحمٰن، عبداللہ، عباداللہ بڑے بڑے تھے اور یہ دھمکی دی کہ اگر تم امیر المؤمنین معاویہ ؓ کے پاس فوراً آ کر حاضر نہ ہوئے تو ہم تمہارے لڑکوں کو قتل کر ڈالیں گے"۔ زید نے اس پر بھی کچھ خیال نہ کیا تو بشر بن ارطاۃ اس کے لڑکوں کے قتل پر تل گیا۔ ابوبکرہ نے کہا: (یہ زیاد کے مادری بھائی تھے): تو نے ان کو بغیر کسی جرم کے حراست میں لے لیا ہے۔ حالانکہ امام حسنؓ ابن علیؓ نے امیر معاویہ ؓ سے مع ہمراہیان حضرت علیؓ کے جس حیثیت سے صلح کر لی ہے، تجھ کو انہیں نہ ان کے باپ کو حراست میں لینے کا کوئی حق حاصل ہے۔" بشر نے جواب دیا: اچھا میں امیر معاویہ ؓ کے خط آنے تک کی مہلت دیتا ہوں۔ ابوبکرہ یہ سنتے ہی سوار ہو کر امیر معاویہ ؓ کے پاس گئے (یہ ان دنوں کوفہ میں تھے)۔ کہا کہ "لوگوں نے تمہارے ہاتھ پر لڑکوں کے ہلاک کرنے کی بیعت نہیں کی؟" امیر معاویہ ؓ بولے: "معاملہ کیا ہے؟" عرض کیا: بشر زیاد کی اولاد کو بلا جرم قتل کیا چاہتا ہے۔"

امیر معاویہ ؓ نے فوراً ایک فرمان اولاد زیاد کے چھوڑ دینے کا لکھ کر ابوبکرہ کو دیا۔ جس کو یہ اس وقت لے کر بشر کے پاس پہنچے کہ میعاد مقررہ ختم ہونے کو صرف ایک گھنٹہ باقی رہ گیا تھا اور لوگ ابوبکرہ کی آمد اور اولاد زیاد اپنے قتل کی منتظر تھی۔ ابوبکرہ نے پہنچ کر فرمان دکھایا، بشر بن ارطاۃ نے ان کو آزاد کر دیا۔

ابن عامر کا واقعہ

کچھ عرصے بعد امیر معاویہ ؓ نے بشر بن ارطاۃ کو حکومت بصرہ سے معزول کر کے عتبہ بن ابی سفیان کو مامور کرنے کا ارادہ کیا۔ ابن عامر نے درخواست پیش کر دی کہ "مجھے بصرہ کی حکومت مرحمت فرمایئے، وہاں پر میرا بہت سامال ہے اور صدہا امانتیں ہیں، اگر مجھے آپ وہاں نہ مامور فرمائیں گے تو وہ سب تلف ہو جائے گا۔" امیر معاویہ ؓ نے درخواست منظور کر لی۔ ساتھ ہی اس کے خراسان و سجستان کو بھی امارت بصرہ کے ساتھ ملحق کر کے 41ھ میں ابن عامر کو بصرہ کی جانب روانہ کیا۔ ابن عامر نے اپنی طرف سے قیس بن الہیثم السلمی کو خراسان کا والی بنایا۔ انہی دنوں اہل بلخ، باذغیس، ہرات اور بوشلخ نے عہد شکنی کی۔ قیس نے فوج کشی کی بلخ کا محاصرہ کیا، اہل بلخ نے مجبور ہو کر صلح کی درخواست پیش کی۔ اطاعت قبول کرنے پر صلح ہوگئی۔ بعض کا یہ بیان ہے کہ ربیع ابن زیاد نے 51ھ میں ان لوگوں سے مصالحت کی تھی جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ الغرض قیس اہل بلخ سے صلح کر کے ابن عامر کے پاس چلے آئے۔ ابن عامر نے قیس کے کوڑے لگوائے، قید کر دیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن خازم کو والی مقرر کر کے خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اہل ہرات، باذغیس اور بوشلخ نے لڑائی سے تنگ ہو کر صلح کی درخواست کی، پناہ مانگی۔ عبداللہ بن حازم نے فوراً منظور کر لی اور صلح کے بعد بہت سامال واسباب اونٹوں پر لدوا کر ابن عامر کے پاس روانہ کر دیا۔

مروان بن الحکم کی بحالی

اس کے بعد 42ھ میں امیر معاویہ ؓ نے مدینہ کا مروان بن الحکم کو، مکہ کا خالد بن العاص بن ہشام کو والی مامور کیا۔ مروان نے عہدہ قضا عبداللہ ابن الحرث بن نوفل کے حوالے کیا۔ پھر (ماہ ربیع الاول) 49ھ میں اپنی حکومت کے آٹھویں برس مروان گورنری مدینہ سے معزول کیا گیا۔ بجائے اس کے (ربیع الثانی 49ھ میں) سعید بن العاص مقرر کئے گئے۔ انہوں نے اپنے عہد ولایت میں بجائے عبداللہ بن الحرث کے (ابوسلمہ) ابن عبدالرحمٰن کو مدینہ منورہ کا قاضی مقرر کیا۔ پھر 54ھ میں سعید گورنری مدینہ سے معزول کئے گئے اور مروان کو مدینہ کی گورنری پر بحال کر دیا گیا۔

زیاد کی اطاعت

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ زیاد شہادت کے بعد امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے فارس میں اقامت پذیر ہوا تھا اور امیر معاویہ ؓ کے طلب کرنے پر

نہیں آیا تھا۔ اس نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن ابوبکرہ کے پاس کچھ مال امانتاً رکھا تھا اور عبدالرحمٰن ابوبکرہ نے اس کو بصرہ کے قریب لا کر رکھا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کی اطلاع امیر معاویہؓ کو پہنچی۔ امیر کوفہ مغیرہ بن شعبہ کو لکھ بھیجا کہ اس کے مال پر قبضہ کر لو۔ چنانچہ عبدالرحمٰن طلب کئے گئے۔ مغیرہ نے عبدالرحمٰن سے کہا: اگرچہ تمہارے باپ نے میرے ساتھ برائی کی تھی لیکن تمہارے چچا نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے، جاؤ میں تم سے کچھ معترض نہیں ہوتا۔ یہ کہہ کر عبدالرحمٰن کو واپس کر دیا اور امیر معاویہؓ کے پاس ایک خط معذرت کا لکھ بھیجا۔ اس کے بعد خود آ کر سمجھانے اور معذرت کرنے لگے۔ امیر معاویہؓ نے کہا جب سے فارس میں زیاد نے قیام کیا ہے اور میری طلبی پر نہیں آیا ہے۔ اس وقت سے رات کو جب یہ خیال آ جاتا ہے تو مجھے نیند نہیں آتی۔ مغیرہ نے کہا: زیاد کی حقیقت کیا ہے؟ امیر معاویہؓ بولے یہ نہ کہو۔ وہ عرب کا ایک بڑا آدمی ہے۔ اس کے پاس فارس کا مال ہے۔ حیلہ سازی اور جالبازی میں وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اہل بیت میں سے کسی کی وہ بیعت کر لے اور لڑائی پھر از سر نو چھڑ جائے۔ مغیرہ نے زیاد کے حاضر کرنے کی اجازت چاہی۔ امیر معاویہؓ نے خوشی خوشی اس کو قبول کر لیا۔ مغیرہ نے زیاد کے پاس پہنچ کر قیام کیا اور یہ بیان کیا کہ ''امیر معاویہؓ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ امام حسنؓ بن علیؓ نے ان کی بیعت کر لی ہے حالانکہ یہی ایک آدمی ایسے تھے کہ جو امیر معاویہؓ کی مخالفت کر سکتے تھے۔ پس میرے نزدیک تم اپنی فکر کر لو، اس سے پیشتر کہ امیر معاویہؓ کو تمہاری پروا باقی نہ رہے'' زیاد بولا ''تم کچھ مجھے رائے دو کیونکہ المستشار موتمن ایک مشہور قول ہے۔'' مغیرہ نے جواب دیا ''میرے نزدیک تم امیر معاویہؓ کے پاس چلے جاؤ اور درست یہ ہے کہ تم اپنے کو ان کی ذات سے وابستہ کر کے واپس آ جاؤ۔'' زیاد نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔ مغیرہ لوٹ کر امیر معاویہؓ کے پاس آئے اور تمام حالات سے آگاہ کیا۔

امیر معاویہؓ نے امان نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ زیاد فارس سے امیر معاویہؓ کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ منجاب بن راشد الضبی، حارثہ بن بدر الغدانی بھی تھے۔ راستے میں عبداللہ بن حازم مع ایک گروہ کے ملے۔ جسے ابن عامر نے زیاد کی گرفتاری پر مامور کیا تھا، لیکن امیر معاویہؓ کا امان نامہ دیکھ کر خاموش ہو رہے۔ غرض زیاد امیر معاویہؓ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ فارس کے مال کی بابت پوچھا، جواب دیا کہ اس قدر خرچ ہوا اور اس قدر امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے پاس روانہ کیا گیا۔ باقی اس قدر رہا وہ بیت المال میں مسلمانوں کی آئندہ ضرورت کے لئے رکھا ہوا ہے۔ امیر معاویہؓ نے زیاد کے قول کو تسلیم کر کے موجودہ مال پر قبضہ کر لیا۔ بعض کا یہ بیان ہے کہ امیر معاویہؓ نے زیاد کا بیان سماعت کر کے کہا تھا کہ ''اندیشہ ہے کہ تو مجھے فریب دیتا ہے لہٰذا تو مجھ سے صلح کر لے''۔ چنانچہ زیاد نے ایک لاکھ درہم پر مصالحت کر لی تھی اور اجازت حاصل کر کے کوفہ میں مقیم ہوا۔ مغیرہ بن شعبہ زیاد کی کمال عزت و احترام کرتا تھا۔ پھر امیر معاویہؓ نے (بہ نظر دور اندیشی) مغیرہ کو لکھ بھیجا کہ زیاد، حجر بن عدی، سلیمان بن صرد، سیف بن ربعی، ابن الکوا اور ابن الحمق کو بالالتزام نماز جماعت میں شریک کیا کرو۔ پس یہ لوگ مغیرہ کے ساتھ نماز جماعت میں شامل ہونے لگے۔

تسخیر کابل

ابن عامر نے 43ھ میں اپنی طرف سے عبدالرحمٰن بن سمرہ کو سجستان کا والی مقرر کر کے روانہ کیا اور پولیس کی افسری عباد بن الحصین کو دی۔ اور عمر بن عبیداللہ بن معمر جیسے اشراف کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اس اطراف میں چونکہ بغاوت پھوٹ نکلی تھی، عبدالرحمٰن و عباد فتح کرتے ہوئے داخل ہوئے، اکثر شہروں کو فتح کر لیا۔ رفتہ رفتہ کابل تک پہنچے، مہینوں تک محاصرہ کئے رہے، منجنیقیں نصب کیں، سنگباری کرتے رہے۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ شہر پناہ کی فصیل کا ایک حصہ شکستہ ہو کر ٹوٹ گیا۔ مشرکین اس کو نہ بنا سکے۔ تمام رات عباد بن الحصین مع اپنی رکاب کی فوج کے پہرہ دیتے رہے۔ صبح ہوتے مشرکین نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا۔ مسلمانوں نے اولین حملہ میں پسپا کر کے شہر پر بزور تیغ قبضہ حاصل کر لیا۔ بعد ازاں نسف کی طرف پیش قدمی کی اور اس پر بھی لڑ کر قبضہ کرتے ہوئے خشک پر جا پہنچے۔ اہل خشک نے مصالحت کر لی۔ پھر مسلمانوں نے رخج پر جا کر لڑائی کا نیزہ گاڑا، لڑائی ہوئی، بالآخر اس کو بھی تسخیر کر لیا۔ اس سے فارغ ہو کر زابلستان کا رخ کیا (جس کو غزنی کہتے ہیں)۔ چنانچہ اس کو اور اس کے مضافات کو بھی فتح کر کے کابل کی جانب لوٹے۔ کابل میں اس وقت بغاوت ہو چکی تھی، چنانچہ عبدالرحمٰن نے ان کی پر جوش بغاوت کو فرو کر کے دوبارہ فتح حاصل کی تھی۔

قیقان پر حملہ

ہند کی سرحد پر ابن عامر نے عبدالرحمن بن سوار عبدی کو مامور کیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خود امیر معاویہؓ نے ان کو متعین کیا تھا۔ بہر کیف انہوں نے قیعان (قیقان) پر فوج کشی کی، بہت سامال غنیمت ہاتھ آیا اور خود ہی وفد ہو کر امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قیقانی گھوڑے نذر کے طور پر پیش کیے، پھر رخصت ہو کر قیقان کی جانب گئے۔ اہل قیقان نے ترکوں سے مدد حاصل کر کے اپنی قوت سنبھال لی تھی۔ بہت سخت لڑائی ہوئی، آخر الامر اسی لڑائی میں مارے گئے۔ یہ نہایت کریم اور بے حد سخی تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان سے زیادہ کوئی شخص اپنے لشکر میں آگ نہ روشن کرتا تھا۔ ایک روز رات کے وقت آگ روشن دیکھ کر استفسار کیا، بتلایا گیا کہ ایک عورت کے لئے خبیص (ایک طرح کا حلوہ ہوتا ہے) بنایا جاتا ہے۔ یہ سنتے ہی عبداللہ بن سوار نے حکم دیا کہ تین روز تک پورے لشکر کو خبیص پکا کر کھلایا جائے۔

ابن حازم

(اسی 43ھ میں) ابن عامر نے قیس بن الہیثم کو اپنے فرائض منصبی سے غفلت اور سالانہ خراج کی عدم ادائیگی کے الزام پر گورنری خراسان سے معزول کر کے عبداللہ بن حاتم کو مقرر کیا۔ لیکن یہ قیس سے ڈر کر واپس آ گئے۔ ابن عامر کو سرحد چھوڑ کر چلے آنے سے سخت برافروختگی ہوئی۔ اسی وقت ایک شخص کو قبیلہ لشکر سے اور بعض کے بقول اسلم بن زرعہ کلابی کو متعین کیا (انتہی)۔ بعد اس کے عبداللہ بن حازم کو گورنری دی اور بعض کا یہ بیان ہے کہ ابن حازم نے ابن عامر سے کہا تھا کہ قیس ایک کمزور طبیعت کا آدمی ہے، مجھے خوف اس بات کا ہے کہ کہیں خراسان میں بغاوت نہ ہو جائے اور قیس پسپا ہو کر نہ بھاگ آئے۔ موزوں یہ ہے وہاں کی گورنری مجھ کو عنایت کیجئے، اگر وہ کسی وقت دشمنوں کی مقاومت و مقابلہ سے عاجز و مجبور ہو گا تو میں اس کا قائم مقام ہو جاؤں گا۔ ابن عامر نے سند حکومت لکھ دی۔ چنانچہ ابن حازم خراسان پہنچے۔ اتفاق سے چند لوگ طخارستان کے جمع ہو کر مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ قیس نے ابن حازم سے تجویز طلب کی۔ ابن حازم نے تجویز دی کہ آپ لڑائی کو اس وقت تک ٹالتے رہئے کہ لشکر مرتب و مجتمع ہو جائے اور ذرا ادھر ادھر سے جا کر مسلمانوں کو یکجا کیجئے۔ قیس یہ سن کر نکلے۔ کچھ ہی فاصلے پر گئے ہوں گے کہ ابن حازم ابن عامر کا فرمان نکال کر لشکریوں کو دکھلا کے افسر بن بیٹھے اور دشمنوں کے مقابلے پر صف آرائی کی اور ان کو مار کر فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس کی خبر خراسان کے اور شہروں میں پہنچی۔ قیس کے ساتھی بہت برہم ہوئے، ابن حازم پر فریب کا الزام لگایا۔ امیر معاویہؓ سے اس کی شکایت کی۔ امیر معاویہؓ نے بلا بھیجا۔ ابن حازم حاضر ہوئے اور معذرت کی۔ امیر معاویہؓ نے اس کو قبول کیا اور یہ کہا کہ کل لوگوں کے روبرو اس معذرت کو پیش کرنا، چنانچہ ابن حازم نے ایسا ہی کیا۔

43ھ میں عمرو بن العاص کا مصر میں انتقال ہو گیا۔ بجائے ان کے امیر معاویہؓ نے ان کے لڑکے عبداللہ بن عمرو بن العاص کو مامور کیا۔

ابن عامر کی معزولی

44ھ میں امیر معاویہؓ نے ابن عامر کو معزول کر دیا چونکہ ان میں حلم کا مادہ زیادہ تھا، طبیعت نرم تھی، اس وجہ سے بصرے میں فتنہ و فساد شروع ہو گیا تھا۔ زیاد نے رائے دی کہ "نیام سے تلوار کھینچ لو"۔ ابن عامر نے کہا "میں اپنے نفس کو خراب کر کے لوگوں کی اصلاح نہ کروں گا"۔ یہ کہہ کر چند لوگوں کو بصرے سے بطور وفد کے امیر معاویہؓ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اتفاق سے انہی کے ساتھ کوفہ کا وفد بھی حاضر ہو گیا جن میں ابن الکواء (یعنی عبداللہ بن ابی اوفی یشکری) بھی تھا۔ امیر معاویہؓ نے ان لوگوں سے عراق اور علی الخصوص بصرے کا حال دریافت کیا۔ ابن الکواء نے کہا امیر المومنین! اہل بصرہ کو ان کے کمینوں نے کھا لیا اور ان کو دبانے سے ان کا گورنر مجبور ہے۔ اس میں یہ قوت ہی نہیں ہے کہ ان کی اصلاح کر سکے" امیر معاویہؓ بولے "تعجب ہے کہ تم یہ باتیں اہل بصرہ کے روبرو کہہ رہے ہو" ابن الکواء نے عرض کیا "بے شک میرا یہ بیان نہایت صحیح و درست ہے۔" جب اہل بصرہ کا وفد بصرے میں لوٹ کر آیا، انہوں نے یہ واقعہ ابن عامر سے بیان کیا۔ ابن عامر نے برافروختہ ہو کر ابن الکواء کے مخالفین

میں سے عبداللہ بن ابی شیخ یشکری یا طفیل بن عوف کو خراسان کا والی مقرر کیا۔ یہ خبر ابن الکواء تک پہنچی تو اس نے ازراہ تمسخر کہا: واللہ! یہ عداوت اچھی ہے کہ میری مخالفت کی وجہ سے ہمیشہ وہ یشکری ہی کو والی بنایا کرے۔

اس واقعہ کے بعد معاویہ نے ابن عامر کو بلا بھیجا، حاضر ہوئے۔ ایک مدت تک قیام پذیر رہے۔ رخصتی کے وقت امیر معاویہؓ نے کہا: ''میں تم سے تین چیزیں مانگتا ہوں۔ تم یہ کہہ دو کہ میں نے وہ تم کو دے دیں'' ابن عامر بولے ''اچھا میں نے دے دیں۔'' امیر معاویہؓ نے کہا (1) تم گورنری سے دست کش ہو جاؤ شرط یہ ہے کہ ناراض نہ ہو (2) تم اپنا مال جو عرفہ میں ہے اور اپنا مکان جو مکہ میں ہے مجھے ہبہ کر دو۔ (3) رشتہ داری اور محبت ترک نہ کرنا'' ابن عامر نے کہا'' یہ سب میں نے منظور کر لیا، لیکن اے امیر المؤمنین! آپ بھی تین چیزیں جو میں آپ سے طلب کروں مرحمت فرمایئے۔'' امیر معاویہؓ نے کہا'' میں بخوشی خاطر اس کو منظور کرتا ہوں''۔ ابن عامر نے عرض کیا (1) یہ کہ میرا مال جو آپ نے ضبط کر لیا ہے، اس کو واپس کیجئے (2) یہ کہ میرے کسی عامل سے کچھ حساب و کتاب نہ لیجئے اور نہ میری برائی کی جستجو کیجئے (3) یہ کہ آپ اپنی لڑکی ہند سے میرا نکاح کر دیجئے''۔ امیر معاویہؓ نے کہا'' میں نے یہ سب قبول کر لیا۔'' اور بعض کا یہ بیان ہے کہ امیر معاویہؓ نے ابن عامر سے کہا تھا کہ ان معاملات میں سے جو چاہو اختیار کر لو، ایک یہ کہ تم اپنے مفوضہ ملک پر جاؤ اور میں تم سے اس کا حساب و کتاب لوں۔ دوسرے یہ کہ تم اپنے عہدے سے دستبردار ہو جاؤ اور میں اس جگہ کا کوئی اور انتظام کر دوں۔ ابن عامر نے دوسری بات پسند کی۔ پس امیر معاویہؓ نے بجائے ان کے حرث بن عبداللہ ازدی کو بصرے کا والی مقرر کیا۔

زیاد کا نسب

سمیہ مادر زیاد، حرث بن کندہ طبیب کی لونڈی تھی۔ جس زمانہ میں سمیہ حرث کے پاس تھی، انہی دنوں اس کے بطن سے ابوبکرہ پیدا ہوئے تھے۔ اس کے بعد حرث نے سمیہ کا عقد اپنے ایک غلام سے کر دیا جس کے گھر میں زیاد پیدا ہوا۔ ابوسفیان زمانۂ جاہلیت میں طائف گئے تھے، واپسی کے وقت کسی طرح حسب رسم جاہلیت سمیہ کے ساتھ ہم بستر ہوئے، حمل رہ گیا اور اس سے یہ زیاد وجود میں آیا۔ اس وجہ سے نسباً یہ ابوسفیان کی طرف نسبت پا گیا۔ چنانچہ ابوسفیان نے ایک موقع پر ڈھکے چھپے الفاظ میں اس کا اقرار کیا تھا۔ جب زیاد جوان ہوا اور اس سے ہونہار ہونے کے آثار نمایاں ہوئے تو ابوموسیٰ اشعری نے اپنے زمانہ حکومت میں بصرے میں اس کو میر منشی کا عہدہ عطا کر دیا، پھر حضرت عمر فاروقؓ نے بھی ایک خدمت اس کے حوالے کی، جس کو زیاد نے نہایت کفایت شعاری اور امانت و دیانت سے انجام دیا۔ اور حاضر ہو کر نہایت فصاحت و بلاغت سے جو کچھ عرض و معروض کرنا تھا اس کو بیان کیا۔ عمرو بن العاصؓ بیٹھے ہوئے تھے، زیاد کی برجستہ گوئی دیکھ کر بولے: اللہ کی قسم! اس لڑکے کا باپ اگر قریشی ہوتا تو تمام عرب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکتا۔ ابوسفیان بولے: (اور حضرت علیؓ بن ابی طالب قریب بیٹھے ہوئے تھے) واللہ! میں اس کے باپ کو جانتا ہوں۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے کہا: چپ رہو۔ اگر حضرت عمرؓ بن الخطاب سن لیں گے تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔

حضرت علیؓ اور زیاد

جب حضرت علیؓ بن ابی طالب کا زمانہ خلافت آیا تو آپ نے فارس کی حکومت زیاد کے حوالے کی۔ زیاد نے نہایت مستعدی سے انتظام کیا۔ امیر معاویہؓ نے تہدید کا خط لکھا اور اس کو ابوسفیان کا لڑکا ہونے سے انکار کیا۔ زیاد نے خط پڑھ کر لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا جس میں امیر معاویہؓ کی دھمکی سے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ معاویہؓ مجھے ڈرانا چاہتا ہے حالانکہ میرے اور اس کے درمیان میں ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع مہاجرین و انصار کے ہیں۔ امیر المؤمنین حضرت علیؓ بن ابی طالب کو جب اس امر سے آگاہی ہوئی تو لکھ بھیجا: میں نے تم کو والی بنا کر مامور کیا ہے اور میرے نزدیک تم اس کے سزاوار ہو اور ابوسفیان میں خباثت نفس اور ایک جہالت تھی جس کی میراث تم کو نہ ملنا چاہئے اور نہ ہی تمہارا نسب اس سے ملحق ہونا مناسب ہے، اور معاویہؓ انسان کے آگے پیچھے، دائیں بائیں سے آتا ہے، پس اس سے احتراز کرو۔ پھر کہتا ہوں کہ احتراز کرو۔ والسلام

امیر معاویہؓ اور زیاد میں صلح

امیر المؤمنین حضرت علیؓ بن ابی طالب کے شہید ہونے کے بعد زیاد نے امیر معاویہؓ سے مصالحت کر لی۔ مصقلہ ابن ہبیرہ شیبانی نے امیر معاویہؓ سے سفارش کی کہ زیاد کو نسباً ابوسفیان کی جانب منسوب کر لو۔ چنانچہ امیر معاویہؓ تالیف قلوب کے خیال سے زیاد کو ابوسفیان کا بیٹا لکھنے لگے اور اس امر کے ثبوت کی غرض سے جو لوگ ابوسفیان وسمیہ کے جنسی تعلقات اور زیاد کی پیدائش سے واقف تھے، بلائے گئے اور ان سے شہادت لی گئی۔ لیکن شیعان علیؓ بن ابی طالب اس نسب سے انکار ہی کرتے رہے، حتیٰ کہ اس کے بھائی ابوبکرہ بھی منکر تھے۔ بعدازاں زیاد نے کسی وقت ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کو ایک خط لکھا جس کا عنوان یہ تھا "من زیاد بن ابی سفیان"۔ مقصود اس تحریر سے یہ تھا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ بھی ابوسفیان کا لڑکا کہیں تاکہ ثبوت نسب میں کافی شہادت حاصل ہو جائے۔ لیکن ام المؤمنین نے جواب میں یہ عنوان اختیار کیا "من عائشة ام المؤمنين الى ابنها زياد"

ابن عامر اور زیاد

عبداللہ بن عامر اور زیاد میں کسی وجہ سے عداوت پیدا ہو گئی۔ ایک روز عبداللہ ابن عامر نے اپنے کسی مصاحب سے کہا: عبدالقیس بن سمیہ کون ہے جو میرے درپے ہے اور میرے عمال سے معترض ہوتا ہے۔ میں نے اس کی کوشش کی ہے کہ قریش اس بات کو مان لیں کہ ابوسفیان نے سمیہ کو دیکھا تک نہیں۔ لوگوں نے اس کی خبر زیاد تک پہنچا دی اور زیاد نے امیر معاویہ تک۔ امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن عامر کو بلا بھیجا، یزید اپنے ساتھ لئے ہوئے آیا۔ امیر معاویہؓ ان کو دیکھ کر دربار سے اٹھے، مکان میں گئے، بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اثناء کلام میں کہا کہ میں زیاد سے بوجہ کمزوری نہیں ملتا، اور نہ اس کی عزت، میں اپنی ذلت کے سبب سے کرتا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ میں نے جو حق اللہ سمجھا، اس کو میں نے پورا کیا۔ ابن عامر یہ سن کر باہر آئے۔ زیاد کو راضی کیا، اس وجہ سے امیر معاویہ بھی ان سے راضی ہو گئے۔

امارت بصرہ پر زیاد کی تقرری

زیاد نے مصالحت کے بعد معاویہؓ اور استلحاق نسب، کوفہ میں قیام کیا تھا اور اس کی گورنری کا تمنائی تھا۔ لیکن مغیرہ کو یہ شاق گزر رہا تھا۔ انہوں نے گھبرا کر امیر معاویہؓ کی خدمت میں استعفاء پیش کیا، امیر معاویہؓ نے نامنظور کر دیا۔ بعدازاں حرث بن عبداللہ ازدی کو گورنری بصرے سے معزول کر کے 45ھ میں زیاد کو مقرر کیا اور ساتھ ہی اس کے خراسان وبحستان کا صوبہ بھی اس کی گورنری میں داخل کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد سندھ و بحرین وعمان کے صوبجات بھی ملحق کر دیئے گئے۔ زیاد نے بصرہ میں پہنچ کر خطبہ دیا جو خطبہ تبرا کے نام سے موسوم و معروف ہے (تبرا کے نام سے یہ خطبہ اس وجہ سے موسوم ہوا کہ زیاد نے حمد وثنا ترک کر دیا تھا)۔ حاضرین کو فسق و فجور اور ہوا و نفس پرستی، ذلت و گمراہی اور حرام کاری سے نہایت شدت کے ساتھ منع کیا اور بہت زور سے گناہوں کو ترک کرنے اور ائمہ کی اطاعت کی تاکید کی اور یہ کہا کہ میں تین امور کو نہایت پابندی سے ادا کروں گا۔ ایک یہ کہ میں کسی حاجت مند سے نہ چھپوں گا، گو وہ میرے پاس شب کو آئے۔ دوسرے یہ کہ الزام سے کسی کا وظیفہ اور تنخواہ نہ موقوف کروں گا۔ تیسرے یہ کہ میں تم لوگوں میں آتش جنگ نہ بھڑکاؤں گا۔ زیاد خطبہ سے فارغ ہوا، تو عبداللہ بن الاہم نے کہا اشهد انک اوتيت الحكمة و فصل الخطاب۔ زیاد نے استہزاء سمجھ کر جواب دیا كذبت ذاك نبی الله دائود۔

زیاد کا نظم ونسق

زیاد نے پولیس کی افسری عبداللہ بن حصین کو دی اور یہ ہدایت کی کہ لوگوں کو رات کے وقت عشاء کے بعد باہر نکلنے کی ممانعت کر دی جائے اور اس کی نسبت خطبہ میں بھی کہا تھا کہ جو شخص رات کو اپنے گھر سے نکلے گا اور وہ میرے سامنے پیش کیا جائے گا، میں اس کو قتل کر ڈالوں گا۔ لہٰذا اس

پابندی کی غرض سے بعد نماز عشاء سورۂ بقرہ پڑھواتا تھا اور اس وقت تک انتظار کرتا کہ لوگ گھروں تک پہنچ جائیں۔ بعد ازاں اس کے حکم سے پولیس کا افسر گشت کے لئے نکلتا تھا جس کو پاتا تھا قتل کر ڈالتا تھا۔ سب سے پہلے جس نے احکام شاہی کا اس سختی سے برتاؤ عمل درآمد کیا ہے۔ وہ زیاد ہی تھا۔ اس نے محض بدگمانی پر لوگوں کو ماخوذ کیا، شک وشبہ پر سزائیں دیں اور اس درجہ سختی کا انتظام کیا کہ چور، راہزن اور اٹھائی گیرے ڈر کر بیٹھ رہے۔ لوگ بےفکری اور بے پروائی سے کھلے دروازے سونے لگے اور امن وامان اس حد تک پہنچ گیا کہ جہاں کہیں کسی کی کوئی چیز گر جاتی تھی تو اس کو کوئی اٹھاتا نہ تھا، وہیں پڑی رہتی تھی۔ حتیٰ کہ اس کا مالک آتا اور اٹھا کر لے جاتا۔ داد ودہش میں اس نے فراخ حوصلگی دکھلائی۔ پولیس کی اس قدر زیادتی کی کہ ان کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔ لوگوں نے مسافروں اور شاہراہوں کی درستی کے لئے کہا تو اس نے جواب دیا کہ جب تک میں شہر کی اصلاح اور اس کا انتظام نہ کرلوں گا، کسی اور طرف متوجہ نہ ہوں گا۔ چنانچہ شہر کے انتظام درست کرنے کے بعد اطراف وجوانب اور راستوں کی بھی اصلاح شروع کی۔ انتظامی امور واصلاح وشوریٰ میں انس بن مالک، عبدالرحمٰن بن سمرہ، سمرہ بن جندب جیسے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد لیتا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے زیاد ہی نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ اس کے آگے آگے لوگ آلاب حرب لے کر چلتے تھے۔ اس نے حفاظتی دستہ (فوج جاں نثاراں) مامور کیا، پانچ سو آدمی کسی وقت بھی دروازہ مسجد سے نہ ہٹتے تھے۔

نافع کی معزولی

صوبہ خراسان کو چار حصوں پر تقسیم کیا۔ مرو پر امین بن احمر یشکری کو، نیشاپور پر خلید بن عبداللہ حنفی کو، مرور، رود، فاریاب، طالقات پر قیس بن الہیثم کو، ہرات اور باذغیس، بوشنج پر نافع بن خالد الطاحی کو مامور کیا۔ پھر نافع اس وجہ سے معزول کر دیئے گئے کہ نافع نے خوان بادزہر (جس کو انہوں نے کہیں سے بطور مال غنیمت حاصل کیا تھا)، جس کے پائے جواہرات کے تھے، زیاد کے پاس بھیجا۔ لیکن ایک پایہ اس کا نکال کر بجائے اس کے سونے کا لگا دیا، زیاد کو یہ علم ہوگیا۔ اس الزام سے اس نے نافع کو معزول کر کے قید کر دیا اور ایک لاکھ جرمانہ کیا۔ بعض کا بیان ہے کہ آٹھ لاکھ تاوان لیا۔ اس کے بعد ازدو میں سے کسی کی سفارش کرنے سے نافع قید سے رہا کر دیئے گئے۔ بجائے اس کے حکم بن عمرو الغفاری کو ہرات وغیرہ کی گورنری دی اور صیغہ مال اسلم بن زرعہ کلابی کے حوالے کیا۔ حکم نے طخارستان پر فوج کشی کی، بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ پھر 47ھ میں بغاوت کی وجہ سے جبال غور پر چڑھائی کی، بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔ سینکڑوں کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنالیا۔ پھر حکم نے اپنے مقبوضہ ملک میں ایک نہر کھدوائی اور جنگ جبال غور سے واپسی کے وقت مقام مرو میں انس بن ابی اناس بن ابین کو نائب مقرر کر کے انتقال کر گئے۔ زیاد نے انس کی قائم مقامی قبول نہ کی، معزول کر کے پہلے خلید بن عبداللہ الحنفی کو اس کے انتظام کرنے کے لئے لکھا۔ پھر ربیع بن زیاد محاربی کو پچاس ہزار کی جمعیت سے لشکر بصرہ و کوفہ سے روانہ کیا۔

ابتداءً مسلمانوں نے 42ھ میں عہد خلافت امیر معاویہؓ میں بلاد روم پر فوج کشی کی اور رومیوں کو شکست فاش دی اور ایک گروہ بطریقوں کا معرکہ کارزار میں کام آیا۔ اس کے بعد 43ھ میں بسر بن ارطاۃ نے بلاد روم پر جہاد کیا اور وہیں موسم سرما میں رہے۔ واقدی کا قول ہے کہ بسر بن ارطاۃ لڑتے ہوئے قسطنطنیہ تک پہنچ گئے تھے۔ بعد ازاں عبدالرحمٰن بن خالد (یہ حمص کے والی تھے) جہاد کرتے ہوئے بلاد روم میں داخل ہوئے۔ موسم سرما وہیں بسر کیا، اور بسر نے اسی سال میں براہ دریا رومیوں پر حملہ کیا۔ پھر 46ھ میں عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید دوبارہ بلاد روم پر حملہ آور ہوئے۔ موسم سرما کے دوران وہیں رہے اور ابوعبدالرحمٰن سبیعی انطاکیہ میں۔ پھر 46ھ میں اسلامی فوجیں بلاد روم میں داخل ہوئیں۔ عبدالرحمٰن بن خالد انطاکیہ پر، عبداللہ بن قیس فزاری صائفہ پر، مالک بن ہبیرہ یشکری اور عقبہ بن عامر الجہنی اہل مصر واہل مدینہ کے ساتھ آبی راستے سے رومیوں پر حملہ آور ہوئے۔ اس کے بعد 49ھ میں مالک بن ہبیرہ نے پھر بلاد روم پر جہاد کیا۔ موسم سرما وہیں گزارا اور عبداللہ بن کریز البجلی صائفہ کی طرف بڑھے اور یزید ابن شمرہ الرہادی نے اسی سنہ میں اہل شام کو لے کر براہ دریا روم پر حملہ کیا اور اہل مصر کو ساتھ لے کر عقبہ بن نافع نے بھی ایسا ہی کیا۔

قسطنطنیہ پر لشکر کشی

پھر امیر معاویہؓ نے 50ھ میں ایک بہت بڑا لشکر بسرافسری سفیان بن عوف بلاد روم کی طرف روانہ کیا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی ان کے ہمراہ

جانے کا حکم دیا۔ لیکن یزید نے جانا پسند نہ کیا اور معذرت کی۔ اس پر امیر معاویہؓ نے اس کی روانگی ملتوی کردی۔ اتفاقاً مجاہدین کو اس لڑائی میں اک مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ غلہ کی کمی، مرض کی زیادتی سے بہت لوگ مر گئے۔ یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بے ساختہ اشعار ذیل پڑھنے لگا:

ما ان ابالی بما لا قت ماجموعهم   بالفرقدونته من حمی ومن شوم

اذا تکات علی الا نماط مرتفعاً   بدیر مران عندی ام کلثوم

ترجمہ: مجھ کو اس کی مطلق پروا نہیں ہے کہ ان کے لشکر کو فرقدونہ میں سختی اور بدکلامی کا سامنا ہوا جب کہ میں نے بلند ہو کر رنگ برنگ قالینوں پر تکیہ لگایا، دیر مروان میں اور میرے پاس ام کلثوم ہے۔

امیر معاویہؓ کے کانوں تک ان اشعار کی آواز پہنچی۔ یزید کے بھیجنے کی قسم کھالی۔ چنانچہ یزید کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ جس میں ابن عباسؓ ابن عامر، ابن زبیر، ابوایوب انصاریؓ بھی تھے، روانہ کیا۔ ان لوگوں نے میدان جنگ میں پہنچ کر نہایت تیزی اور سختی سے جنگ شروع کی۔ لڑتے بھڑتے قسطنطنیہ تک پہنچے۔ رومیوں نے قسطنطنیہ کی دیوار کے نیچے معرکہ آرائی کی۔ انہی معرکوں میں حضرت ابوایوب انصاریؓ شہید ہو گئے۔ اور قسطنطنیہ کی فصیل کی دیوار کے نیچے دفن کر دیئے گئے۔ یزید اور شامی فوجیں شام کو لوٹ آئیں۔ پھر فضالہ بن عبید نے 51ھ ایام سرما میں بلاد روم پر حملہ کیا اور بشر بن ارطاۃ نے صائفہ پر۔

امارت کوفہ پر زیاد کا تقرر

مغیرہ بن شعبہ گورنر کوفہ کا 50ھ میں بعارضہ طاعون اور بعض روایت کرتے ہیں کہ 49ھ اور ایک روایت کے اعتبار سے 51ھ میں انتقال ہو گیا۔ امیر معاویہؓ نے اس صوبہ کو بھی زیاد کے حوالے کر دیا۔ پس زیاد بصرہ میں سمرہ بن جندب کو اپنا نائب مقرر کر کے کوفہ پہنچا اور جامع مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اثناء خطبہ میں حاضرین نے اس پر کنکریاں پھینکیں۔ زیاد نے منبر سے اتر کر کرسی منگوائی اور مسجد کے دروازے پر رکھ کر بیٹھا۔ اس کے ساتھیوں نے مسجد کے دروازوں کو گھیر لیا، اس کے بعد لوگ پیش کئے جانے لگے۔ جو شخص کنکریوں کے نہ پھینکنے کی قسم کھاتا تھا، چھوڑ دیا جاتا تھا ورنہ اسیر کر لیا جاتا تھا۔ تقریباً اسی آدمی قید کئے گئے۔ پھر اوفی بن حصین کی شکایت اس کے کان تک پہنچی۔ اس نے گرفتاری کا حکم دیا۔ اوفی بن حصین بھاگ کھڑے ہوئے، کچھ عرصہ بعد گرفتار ہو کر پیش کئے گئے۔ زیاد نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ ایک روز عمارہ بن عتبہ بن ابی معیط نے عمرو بن الحمق کی چغلی کی کہ اس کے پاس شیعان علیؓ کا مجمع ہوتا ہے۔ زیاد نے عمرو بن الحمق کو اس مجمع کرنے سے منع کیا اور اس سے مخاطب ہو کر کہا "میں تیرے خون کو مباح نہ کروں گا جب تک وہ مجھ سے مخالفت نہ کرے گا"۔ سمرہ بن جندب جس کو بصرہ میں اس نے اپنا نائب بنایا تھا، اس کی غیر حاضری میں خونریزی پر آمادہ ہو گیا، بے شمار عورتوں کو بیوہ اور لڑکوں کو یتیم کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آٹھ ہزار آدمی اس کے ظلم کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ زیاد کو سمرہ کا یہ ظلم و ستم ناگوار گزرا مگر کوئی سزا نہ دی۔

قیروان کی تعمیر

عمرو بن العاص عامل مصر نے اپنی وفات سے پیشتر عقبہ بن عامر بن عبد قیس کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ یہ ان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ چنانچہ عقبہ لواتہ و مراتہ تک فتح کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ اہل افریقہ نے اطاعت قبول کر لی۔ پھر کچھ عرصہ بعد انہوں نے عہد شکنی کی۔ عقبہ نے دوبارہ حملہ کیا۔ سینکڑوں کو قتل اور ہزاروں کو قید کر لیا۔ اس کے بعد 43ھ میں غدامس اور آئندہ سنہ میں ودان اور سودان کے ایک دو مقام کو بزور تیغ فتح کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جب یہ پھر باغی ہو گئے تو امیر معاویہؓ نے 50ھ میں دس ہزار کی جمعیت سے ان کو افریقہ کی جانب روانہ کیا اور پیچھے سے مسلمانان بربر کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیا جس سے عقبہ کی فوجی طاقت بڑھ گئی۔ افریقہ پہنچ کر عقبہ نے مارشل لاء جاری کر دیا۔ چاروں طرف کشت و خون کا بازار گرم کر دیا، اس وجہ سے کہ اہل افریقہ نے یہ وطیرہ اختیار کر لیا تھا کہ جب اسلامی لشکر ان کی بیخ کنی کے لئے آ جاتا تو فوراً مطیع ہو جاتے اور جہاں وہ کوچ کر جاتا باغی و خود مختار ہو جاتے تھے۔ اس کامیابی کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ اسلامی لشکر کے لئے کوئی کیمپ بنایا جائے

اہل افریقہ کی آئے دن کی بغاوت اور سرکشی سے چھٹکارا ملے اور عساکر اسلامی اہل افریقہ کے شر و فساد سے محفوظ و مامون رہیں۔ چنانچہ مقام قیروان کو منتخب کر کے خس و خاشاک سے صاف کیا، اونچی نیچی زمین کو ہموار بنایا، جامع مسجد بنوائی، لشکریوں کے رہنے کے لئے مکانات تیار کرائے، ہر ہر قبیلہ کی علیحدہ علیحدہ مسجدیں بنائی گئیں، جامع مسجد کا طول تین ہزار ذراع اور عرض چھ سو ذراع کا تھا۔ پانچ برس میں اس شہر کی تعمیر پوری ہوئی، تعمیر کے دوران میں برابر جہاد کرتے رہے اور متواتر سرایا روانہ کرتے رہے۔

انہی ایام میں اکثر بربر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے جس سے مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی۔ دین کو قوت حاصل ہوگئی، اسلامی لشکر کے بازو مضبوط ہوگئے جو قیروان میں مقیم تھا۔ ان واقعات کے بعد امیر معاویہؓ نے مصر و افریقہ کی حکومت مسلمہ بن مخلد انصاری کے قبضہ میں دی۔ انہوں نے اپنی طرف سے افریقہ پر اپنے ایک غلام ابوالمہاجر نامی کو مقرر کیا۔ اس نے افریقہ میں پہنچ کر بہت بری طرح سے عقبہ کی معزولی کو ظاہر کیا جس سے عقبہ کی بے حد سبکی ہوئی۔ عقبہ بیچارے افریقہ کو خیر باد کہہ کر شام میں امیر معاویہؓ کے پاس چلے آئے اور ابوالمہاجر کی شکایت کی۔ امیر معاویہؓ نے معذرت کی اور افریقہ کی حکومت دینے کا عہد کیا۔ لیکن اس کی نوبت نہ آئی، امروز فردا میں امیر معاویہؓ کا دور خلافت تمام ہوگیا۔ پھر یزید نے 62ھ میں اپنے زمانہ حکومت میں عقبہ کو افریقہ کی گورنری دی۔ واقدی نے تحریر کیا ہے کہ عقبہ 46ھ میں افریقہ کے والی ہوئے اور اسی زمانہ میں قیروان کو آباد کیا۔ پھر یزید نے 62ھ میں ابوالمہاجر کو بھیج کر عقبہ کو ولایت افریقہ سے معزول کیا۔ ابوالمہاجر نے عقبہ کے ساتھ اس درجہ سختی کا برتاؤ کیا کہ اس ناکردہ گناہ کو گرفتار کر کے اسیر کر دیا۔ یزید کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے ابوالمہاجر کو عقبہ کے رہا کر دینے اور شام بھیج دینے کو لکھ بھیجا۔ جب عقبہ افریقہ سے واپس ہو کر شام آئے تو یزید نے دوبارہ ان کو والی افریقہ مقرر کر کے بھیجا۔ پس انہوں نے بھی ابوالمہاجر کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ یہاں تک کہ اہل بربر سے کسلہ شاہ برانس نے فوج کشی کی۔ ان سب کو قتل کیا، جیسا کہ ہم آئندہ صفحات میں بیان کریں گے۔

حجر بن عدیؓ

مغیرہ بن شعبہ نے یہ عادت اختیار کر لی تھی کہ اپنے زمانہ گورنری میں اکثر مجالس اور خطبوں میں امیر المؤمنین حضرت علیؓ پر اعتراضات اور امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کی تعریف کیا کرتا تھا۔ حجر بن عدی کو یہ امر شاق گزرتا تھا۔ بسا اوقات کھڑے ہو کر یہ کہہ اٹھتے تھے: ''اللہ تعالیٰ تم سے سمجھے، تمہاری ہی ذات سے یہ سب کچھ ہوا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس کی تم مذمت کر رہے ہو وہ فضیلت کا مستحق ہے اور جس کی تم برائی بیان کرتے ہو وہ مذمت کا مستحق ہے''۔ مغیرہ یہ جواب دیتے تھے۔ ''اے حجر! سلطان کے غضب سے ڈر، کیونکہ تجھ ایسوں کو وہ ہلاک کر ڈالتا ہے۔'' حجر و مغیرہ میں اس قسم کی نوک جھونک کی باتیں اکثر ہو جاتی تھیں۔ اتفاقاً مغیرہ اپنے آخری زمانہ حکومت میں حسب عادت قدیم منبر پر کھڑے ہوئے وہی کلمات کہہ رہے تھے، حجر نے اس طرح ڈانٹ کر کہا کہ کل مسجد والوں نے سنا۔ ''اے شخص! ہمارے روزینے دے دے تو نے اس کو کیوں روک رکھا ہے، اس سے تجھ کو کچھ فائدہ نہ ہوگا، حیف، صد حیف، کہ تو نے امیر المؤمنین کی سختی سے مذمت کرتے ہوئے صبح کی''۔ لوگوں نے بھی چاروں طرف سے چلا کر کہا۔ ''یہ سچ کہتا ہے ہمارے روزینے دیدے، تو جس خیال میں ہے اس سے ہم کو کچھ نفع نہیں''۔ مغیرہ یہ رنگ دیکھ کر مسجد سے نکل کر دارالامارت میں آئے۔ مصاحبوں نے حجر کی سخت کلامی و بے باکی اور مغیرہ کے حلم و برداشت پر نفرین کر کے کہا ''اگر تم حجر سے درگزر کرو گے تو دلوں سے خوف ختم ہو جائے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امیر المؤمنین معاویہؓ کے عتاب میں تم گرفتار ہو جاؤ گے۔'' مغیرہ نے جواب دیا: میرا زمانہ وفات نزدیک آ گیا ہے میں کسی کو قتل نہ کروں گا، اگر حجر کی یہی عادت رہی تو جو شخص میرے بعد آئے گا وہ اس سے سمجھ لے گا۔

حجر بن عدیؓ اور زیاد

بہر حال مغیرہ کچھ عرصہ بعد مر گئے اور ان کی جگہ زیاد گورنر ہو کر کوفہ میں آیا۔ اثناء خطبہ میں امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کی تعریف کی اور ان کے قاتلین پر لعن کیا، حجر نے حسب عادت قدیم جو کہتے تھے کہا۔ زیاد خاموش ہوگیا اور بجائے اپنے عمرو بن حریث کو مامور کر کے بصرہ واپس آیا۔ کچھ عرصہ بعد یہ خبر پہنچی کہ حجر کے پاس شیعان علیؓ کا اجتماع ہوتا ہے اور وہ لوگ علانیہ امیر معاویہؓ پر لعن و طعن کرتے ہیں، نیز ان لوگوں نے عمرو بن حریث کو

کنکریاں ماری ہیں۔ زیاد یہ سنتے ہی کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ مسجد میں پہنچ کر خطبہ دیا، حجر بھی موجود تھے۔ زیاد نے انتہائی سختی سے ان کو مخاطب کر کے کہالست بشیء ان لم امنع الکوفة من حجر و اودعه نکالاً لمن بعده۔ اس کے بعد حجر کو بلایا، حجر نے انکار کیا۔ زیاد نے شداد بن الہیثم ہلالی افسر پولیس کو اشارہ کیا کہ حجر کو گرفتار کر لاؤ۔ حجر اور ان کے ہم نشینوں نے گالیاں دیں۔ زیاد اس وقت تو چپ ہو رہا لیکن اگلے دن اہل کوفہ کو جمع کر کے دھمکایا ڈرایا، لوگوں نے حجر سے علیحدگی و برأت ظاہر کی۔ زیاد نے کہا یوں نہیں، تم لوگوں کے جو اعزہ و اقارب حجر کے پاس ہوں ان کو تم لوگ بلا لو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، حجر کے پاس سوائے اس کی قوم کے اور کوئی نہ رہ گیا۔ اس وقت زیاد نے شداد بن الہیثم کو حکم دیا کہ حجر کے پاس جاؤ اور اس کو جس طرح ممکن ہو حاضر لاؤ۔ شداد گیا، حجر نے انکار کیا، بحث بڑھی، حجر نے تلوار چلائی۔ ابو العمرطہ کندی نے حجر سے کہا "تمہاری حمایت کو سوائے میری تلوار کے اور کوئی تلوار نہیں ہے اور میری تلوار تم کو ان لوگوں سے نہ بچا سکے گی، بہتر یہ ہے کہ تم کندہ میں جا کر پناہ گزین ہو جاؤ" مگر شداد کے ساتھیوں نے حجر کو کندہ کی طرف جانے نہ دیا۔ زیاد حجر کا انتظار کر رہا تھا اور حجر کو زیاد کے طرف دار گھیرے ہوئے لڑ رہے تھے۔

ابن عدیؓ کی گرفتاری

ان میں سے ایک شخص نے عمرو بن الحمق پر وار کیا۔ عمرو بن الحمق چوٹ کھا کر گرا اور پھر سنبھل کر ازد میں جا چھپا اور حجر ابواب کندہ سے نکل کر سوار ہوا۔ اس کے ساتھ ابو العمرطہ بھی تھا۔ بہزار خرابی جان بچا کر اپنی قوم کے محلہ میں جا چھپا، اکثر لوگ آ کر جمع ہو گئے لیکن قبیلہ کندہ سے جو اس مجمع میں شریک ہوئے وہ نہایت کم تھے۔ اس کے بعد زیاد نے مذحج و ہمدان کو حجر اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کرلانے کے لئے روانہ کیا۔ حجر کو یہ معلوم ہوا تو وہ اپنے مکان سے نکل کر نخع میں جا پہنچا اور برادر اشتر کے مکان میں پناہ گزین ہوا۔ پھر یہ خبر پا کر کہ پولیس نخع میں متلاشی ہے، نخع سے نکل کر ازد پہنچا اور ربیعہ بن ناجد کے مکان میں جا چھپا۔ لوگ تلاش کرتے کرتے تھک گئے۔ حجر نے گھبرا کر محمد بن اشعث کے پاس کہلا بھیجا کہ زیاد سے میرے لئے پناہ طلب کر لو میں امیر معاویہؓ کی خدمت میں بھیج دیا جاؤں۔ چنانچہ محمد بن اشعث مع جریر بن عبداللہ و حجر بن زید و عبداللہ بن الحرث برادر اشتر کے حاضر ہوئے اور حجر کے امان کی درخواست کی۔ زیاد نے منظور کر لیا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے حجر کو لا کر پیش کیا۔ زیاد نے بجائے امان دینے کے اس کو اسیر کر کے اس کے ساتھیوں کی جستجو شروع کر دی۔ عمر بن الحمق مع زواعہ بن شداد کے موصل کی طرف بھاگ گیا اور ایک پہاڑ میں جا کر چھپ رہا۔ ان دونوں کا مقدمہ عامل موصل (عبدالرحمن بن عثمان ثقفی ہمشیرزادہ امیر معاویہ معروف بہ ابن الحکم) کے پاس بھیج دیا گیا۔ عبدالرحمن ان کی تلاش میں نکلا، زواعہ تو ہاتھ نہ آیا مگر عمرو بن الحمق کو گرفتار کر کے امیر معاویہؓ کو اطلاع دی۔ امیر معاویہؓ نے لکھا کہ چونکہ اس نے امیر المؤمنین عثمانؓ کو سات نیزے مارے تھے، لہٰذا اسی قدر نیزے اس کو بھی مارے جائیں۔ غرض اول یا دوسرے نیزہ میں عمرو بن الحمق مر گیا۔ پھر زیاد نے نہایت سرگرمی سے حجر کے ساتھیوں کی تلاش شروع کر دی۔ چنانچہ قبیصہ بن ضبعہ عبسی امان حاصل کر کے حاضر ہوا۔ زیاد نے اس کو بھی قید کر دیا اور قیس بن عباد الشبلی اپنی قوم کے ایک شخص کے ہمراہ آیا۔ زیاد نے اس سے امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی بابت دریافت کیا۔ قیس نے تعریف و توصیف کی۔ زیاد نے اس کو مار پیٹ کر قید کر دیا۔ (قیس بن عباد اس وقت تک زندہ رہا ہے کہ ابن الاشعث کے ہمراہ ہو کر لڑا ہے۔ پھر کوفہ میں آیا، لوگوں نے اس کی خبر حجاج سے کر دی، حجاج نے گرفتار کر کے قتل کر دیا) اس کے بعد زیاد نے عبداللہ بن خلیفۃ الطائی کو بلا بھیجا (یہ بھی حجر کے ہمراہیوں میں سے تھا) عبداللہ روپوش ہو گیا۔ زیاد نے اس کی گرفتاری پر پولیس کو متعین کیا۔ عبداللہ کی بہن پولیس کو آتے دیکھ کر الفرار الفرار چلا اٹھی۔ عبداللہ روپوش ہو گیا۔

عدی بن حاتمؓ کی گرفتاری و رہائی

زیاد نے عدی بن حاتم کو جو مسجد میں تھے، گرفتار کر لیا، اور یہ دباؤ ڈالا کہ عبداللہ بن خلیفہ کو حاضر کرو، یا اس کا پتہ بتلاؤ۔ عدی بن حاتم نے جواب دیا کیا میں اپنے چچا کے بیٹے کو حاضر کروں کہ تو اس کو قتل کر ڈالے۔ واللہ! اگر وہ میرے قدموں کے نیچے ہوتا تو میں اپنے قدموں کو ہرگز نہ اٹھاتا۔ زیاد نے جھلا کر ان کو بھی قید کر دیا۔ لوگوں کو اس سے ناراضی پیدا ہوئی، آپس میں مشاورت کر کے زیاد کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ بڑے

عجیب بات ہے کہ تو یہ فعل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سردار طے کے ساتھ کرتا ہے؟ زیاد نے عوام کی ناراضی کے پیش نظر یہ کہہ کر چھوڑ دیا میں عدی کو چھوڑے دیتا ہوں مگر اس شرط پر کہ یہ اپنے چچازاد بھائی کو کوفہ سے نکال دے۔ چنانچہ عدی قید سے آزاد کردیئے گئے اور اپنے عبداللہ کو جبال طے کی طرف چلے جانے کی تجویز دی۔ لہٰذا عبداللہ تازمانہ انتقال وہیں مقیم رہے، پھر حجر کے ہمراہیوں میں سے کریم بن عفیف پیش کئے گئے۔

حجر بن عدی کا مقدمہ

قصہ مختصر جب زیاد نے رفتہ رفتہ حجر کے ساتھیوں میں سے بارہ آدمیوں کو قید کرلیا تو سرداران ارباع عمرو بن حریث (یہ ربع مدینہ پر تھے)، خالد بن عرفطہ (یہ ربع تمیم وہمدان پر تھے)، قیس بن الولید (یہ ربع ربیعہ وکندہ پر تھے) ابوبردہ بن ابی موسیٰ (یہ ربع مذحج واسد پر تھے) کو بلایا اور حجر اور ان کے ساتھیوں کا مقدمہ پیش کیا۔ ان لوگوں نے شہادت دی کہ حجر نے لشکر جمع کیا اور امیر المؤمنین معاویہؓ کو گالیاں دیں۔ لوگوں کو ان کے خلاف ابھارا اور یہ زعم کیا کہ خلافت آل ابی طالب میں ہونی چاہئے، نیز شہر میں بلوہ کر کے امیر المؤمنین کے گورنر کو نکال دیا اور حضرت علیؓ بن ابی طالب کی حمایت اور محبت ظاہر کرتے ہوئے ان کے مخالفین سے تبراء کیا، اور یہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں اس کے لشکر کے امیر اور مشیر ہیں۔ زیاد نے شہادتوں کے لینے کے بعد مزید گواہیاں طلب کیں، چنانچہ اسحٰق وموسیٰ پسران طلحہ بن عبیداللہ، منذر بن الزبیر، عمارہ بن عقبہ بن ابی معیط، عمر بن سعد بن ابی وقاص وغیرہ نے شہادتیں دیں۔ ان ہی شاہدوں میں شریح بن الحرث وشریح ابن ہانی کے نام بھی تھے۔ زیاد نے ایک عرضداشت میں شہادت دینے والوں کے نام لکھے اور وائل بن حجر الحضرمی وکثیر بن شہاب کو بلا کر حجر اور اس کے ہمراہیوں کو مع عرضداشت امیر معاویہؓ کی خدمت میں لے جانے کے لئے سپرد کیا۔ حجر بن عدی کے ہمراہیوں کے یہ نام تھے: ارقم بن عبداللہ کندی، شریک بن شداد حضرمی، صیفی بن فضیل شیبانی، قبیصہ بن ضبیعہ عبسی، کریم بن عفیف خثعمی، عاصم بن عوف البجلی، ورقا بن سمی البجلی، کرام بن حیان الغزی، عبدالرحمٰن بن حسان الغزی، محرز بن شہاب اور عبداللہ بن حوتیہ السعدی۔

شریح بن ہانی کی شہادت

پھر زیاد نے ان گیارہ آدمیوں کے بعد سعد بن بکر سے عتبہ بن الاخنس اور سعد بن غوات ہمدانی کو گرفتار کرا کے امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ ابھی مسافت طے کی ہوگی کہ شریح بن ہانی آپہنچے اور ایک بند لفافے میں امیر معاویہؓ کے نام کا خط وائل بن حجر کو دے کر واپس آئے۔ جس وقت یہ مرج عذرا (قریب دمشق) پہنچے، وائل وکثیر نے آگے بڑھ کر امیر معاویہؓ سے ملاقات کی، واقعات بتلائے اور شریح کا خط دیا۔ امیر معاویہؓ نے پڑھا اس میں تحریر تھا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ زیاد نے میری شہادت حجر کے مقدمہ میں لکھ دی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ حجر ان لوگوں میں سے ہے جو نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، عمرہ وحج ہمیشہ کرتے ہیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور خون حرام ومال حرام سے احتراز کرتے ہیں۔ پس اگر آپ چاہیں تو ان کو قتل کرڈالیں اور اگر موزوں سمجھیں تو رہا کردیں۔ امیر معاویہؓ نے خط پڑھ کر وائل سے خطاب کر کے فرمایا، میں یہ کیا دیکھتا ہوں۔ اس نے (یعنی شریح بن ہانی نے) اپنے آپ کو گواہی سے علیحدہ کیا ہے؟ وائل نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ امیر معاویہؓ نے ان لوگوں کو مرج عذراء میں قید کردیا۔ اس عرصہ میں عتبہ بن الاخنس وسعد بن غوات بھی پابہ زنجیر آپہنچے۔ عامر بن الاسود العجلی نے امیر معاویہؓ کو اس سے آگاہ کیا۔ یزید بن اسد بجلی نے عاصم وورقاء (اپنے عم زادوں) کی سفارش کی اور اس سے پیشتر جریر بن عبداللہ البجلی نے ان دونوں آدمیوں کی جرأت وبے جرمی کا خط بھیجا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے عاصم وورقاء کو رہا کردیا اور وائل بن حجر نے ارقم کو اور ابوالاعور السلمی نے عتبہ بن الاخنس کو اور حبیب بن مسلمہ نے عبداللہ بن حوبہ کو سفارش کر کے آزاد کرایا۔ ان کی دیکھا دیکھی مالک بن ہبیرہ سکونی نے اٹھ کر عرض کیا: میرے ابن عم حجر کو بھی میری سفارش سے رہا کر دیجئے۔ امیر معاویہؓ نے جواب دیا: وہ سردار ہے اگر میں اس کو رہا کردوں گا تو آئندہ خوف فساد کا ہے۔ مالک بن ہبیرہ یہ جواب سن کر جھلا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر جا کر بیٹھ رہا۔

حجر بن عدیؓ کا قتل

اس کے بعد امیر معاویہؓ نے ہدبہ بن فیاض قضاعی، حسین بن عبداللہ کلابی اور ابو شریف البدری کو حجر اور اس کے ساتھیوں کے قتل پر مامور کیا۔ پس یہ لوگ حجر کے پاس شام کے وقت آئے اور کہا تم لوگ اگر علیؓ سے بیزاری کا اظہار کرو اور ان کو طعن و تشنیع سے یاد کرو تو ہم تم کو رہا کر دیں گے بصورت دیگر قتل کر ڈالیں گے۔ حجر اور اس کے ہمراہیوں نے اس سے انکار کیا۔ تمام رات نمازیں پڑھتے، مغفرت کی دعا مانگتے رہے۔ صبح ہوتے ہی فیاض وغیرہ قتل کے لئے آگے بڑھے، حجر نے وضو کیا، نماز پڑھی۔ پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا، ''اللہ کی قسم! میں نے کبھی کوئی نماز اس سے چھوٹی نہیں پڑھی، اگر مجھے یہ شبہ نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو میں دیر تک نماز پڑھتا رہتا۔'' اللھم انا نستعدیک علیٰ امتنا فان اھل الکوفۃ یشھدوا علینا وان اھل الشام یقتلوننا'' حجر کی زبان سے اس قدر کلمات ہی نکلنے پائے تھے کہ فیاض تلوار کھینچ کر حجر کی طرف چلا، حجر سہم گئے۔ فیاض کے ساتھیوں نے کہا ''کیوں؟ تم تو یہ کہتے تھے کہ ہم موت سے نہیں ڈرتے، بہتر ہے کہ اپنے دوست حضرت علیؓ سے بیزاری ظاہر کرو ہم تمہیں رہا کر دیں گے۔'' حجر بولے کہ ''میں موت سے نہیں ڈرتا درانحالیکہ میں مابین قبر و کفن و تلوار کے ہوں اور بفرض اگر موت سے ڈروں بھی تو وہ کلمہ کبھی اپنی زبان سے نہ کہوں گا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔'' فیاض نے لپک کر حجر پر تلوار چلائی اور اس کے ساتھیوں نے اوروں پر وار کیا۔ حجر کے ساتھ جو اس واقعہ میں راہی ملک بقا ہوئے، ان کے نام یہ تھے:

ابن حسان کا انجام

شریک بن شداد، ضیفی بن فضیل، قبیصہ بن ضبیعہ، محرز بن شہاب، کرام بن حبان۔ ان لوگوں کو موت کے حوالے کرنے کے بعد فیاض نے انہیں دفن کرایا اور عبدالرحمٰن بن حسان غزی اور کریم بن عفیف خثعمی کو امیر معاویہؓ کے پاس لائے (اس وجہ سے کہ ان دونوں نے کہا تھا کہ ہمیں امیر معاویہؓ کے پاس لے چلو جو وہ کہیں گے ہم بھی وہی کہیں گے)۔ پہلے کریم پیش کئے گئے، ان سے کہا گیا کہ تم امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے علیحدگی ظاہر کرو۔ کریم نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ سمرہ بن عبداللہ خثعمی نے کھڑے ہو کر ان کی سفارش کی، امیر معاویہؓ نے اس کو مشروط طور پر منظور کر لیا کہ آئندہ یہ کوفہ نہ جائیں۔ غرض کریم رہا ہو کر موصل میں جا کر مقیم ہوئے۔ باقی رہے عبدالرحمٰن بن حسان، ان سے پوچھا گیا ''تم علیؓ کی بابت کیا کہتے ہو؟'' جواب دیا ''میں ان کو بہت اچھا اور نہایت افضل سمجھتا ہوں''۔ پھر استفسار کیا ''حضرت عثمانؓ کیسے تھے؟'' جواب دیا ''سب سے پہلے جس نے ظلم کا دروازہ کھولا اور حق کا دروازہ بند کیا وہ یہی تھے (عیاذاً باللہ)۔ امیر معاویہؓ نے اسے زیاد کے پاس لوٹا دیا اور یہ لکھ بھیجا کہ اسے نہایت اذیت سے قتل کرنا۔ پس زیاد نے اس کو زندہ دفن کرا دیا، یہ ساتواں شخص تھا جو اس واقعہ میں مارا گیا۔

ابن ہبیرہ سکونی

مالک بن ہبیرہ سکونی نے، جس کی سفارش حجر کے حق میں قبول نہیں کی گئی تھی، مکان پر پہنچ کر اپنی قوم کو یکجا کیا اور حجر کے چھڑانے کو چلا۔ اثناء راہ میں قاتلین (یعنی فیاض وغیرہ) سے ملاقات ہوگئی، حجر کا حال دریافت کیا۔ جواب دیا کہ وہ سب کے سب فرش خاک پر موت کی گہری نیند میں ہیں۔ مالک کو اس کا یقین نہ ہوا، عذراء میں داخل ہوا تو وہ علم درجہ یقین کو پہنچا۔ فوراً چند سواروں کو قاتلین کا پیچھا کرنے کے لئے روانہ کیا لیکن یہ ان کی گرد کو بھی نہ پہنچے۔ مجبور ہو کر مالک اپنے گھر چلا آیا۔ امیر معاویہؓ کے پاس نہ گیا۔ فیاض نے امیر معاویہؓ کو اس واقعہ سے آگاہ کیا۔ امیر معاویہؓ نے کہا یہ ایک جوش تھا جو اس کے دل میں بھرا ہوا تھا، مجھے امید ہے کہ اب وہ ٹھنڈا پڑ گیا ہوگا۔ رات ہوئی تو ایک ہزار درہم مالک کے پاس بھیجے۔ اور یہ کہلا بھیجا کہ میں نے تمہاری سفارش اس وقت اس وجہ سے نہیں منظور کی تھی کہ مجھے ڈر تھا کہ پھر از سر نو آتش جنگ نہ مشتعل ہو جائے، اور یہ امر مسلمانوں کے حق میں قتل حجر سے زیادہ اہم تھا۔ مالک یہ سن کر خوش ہو گیا، درہم لے کر گھر میں رکھ لئے۔

حضرت عائشہؓ کی سفارش

ام المومنین حضرت عائشہؓ کو جب یہ علم ہوا کہ حجر مع چند لوگوں کے گرفتار ہو کر شام بھیجے گئے ہیں تو جناب موصوفہ نے عبدالرحمن بن الحرث کو امیر معاویہؓ کے پاس سفارش کی غرض سے روانہ کیا لیکن یہ لوگ اس وقت دمشق میں پہنچے جب کہ حجر مع اپنے خیر خواہوں کے قتل ہو چکے تھے۔ عبدالرحمن نے امیر معاویہؓ سے کہا "کیوں معاویہ حجر کے قتل کے وقت ابوسفیان کا حلم کہاں غائب ہو گیا تھا؟" امیر معاویہؓ نے جواب دیا "جہاں تم جیسے قوم کے حلیم غائب ہو گئے تھے اور مجھ کو تو اس امر پر ابن سمیہ (زیاد) نے آمادہ کیا تھا۔ اس وجہ سے میں حجر کے قتل پر تل گیا۔" ام المومنین حضرت عائشہؓ کو حجر کے قتل کا مدتوں افسوس رہا۔

لوگوں نے حجر کے قتل کے اسباب بیان کرتے ہوئے یوں بھی بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ زیاد نے جمعہ کے دن بہت بڑا خطبہ پڑھا۔ جس سے نماز کا اول وقت جاتا رہا۔ حجر کو یہ امر ناگوار گزرا، چلا کر بولے الصلوٰۃ الصلوٰۃ۔ زیاد کچھ متوجہ نہ ہوا۔ تب انہوں نے نماز کے بے وقت ہونے کے خوف سے ایک مٹھی کنکریاں اٹھا کر زیاد کی طرف پھینکیں اور نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے، ساتھ ہی حاضرین بھی اٹھے۔ زیاد نے یہ دیکھ کر منبر سے اتر کر نماز پڑھی اور امیر معاویہؓ کو حجر کی نہایت سخت شکایت لکھ بھیجی۔ امیر معاویہؓ نے حکم بھیجا کہ حجر کو پابہ زنجیر گرفتار کر کے روانہ کر دو۔ پس زیاد نے سپاہیوں کو حجر کے گرفتار کرنے کو بھیجا۔ گرفتاری میں جو واقعات پیش آئے اس کو ہم اوپر پڑھ آئے ہو۔ بالآخر حجر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گرفتار کر کے امیر معاویہؓ کے پاس بھیج دیئے گئے۔ امیر معاویہؓ نے حجر کے قتل کا حکم دیا، حجر نے دو رکعت نماز پڑھی اور حاضرین کو یہ وصیت کی کہ میری بیڑیاں اور ہتھکڑی نہ اتارنا اور نہ میرے خون کو دھونا۔ میں کل قیامت میں معاویہؓ سے اسی حال میں ملوں گا۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ سے ام المومنین حضرت عائشہؓ نے بوقت ملاقات ارشاد کیا تھا "این حلمک عن حجر" معاویہؓ نے عرض کیا۔ "لم یحضرنی رشیداً"۔

ابن زیاد حارثی

51ھ میں حسن بن عمرو الغفاری کے بعد ولایت خراسان پر زیاد نے ربیع بن زیاد حارثی کو مقرر کیا اور لشکر کوفہ و بصرہ سے پچاس ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ جس میں حضرت بریدہ بن الحصیب، حضرت ابو برزۃ الاسلمی صحابی بھی تھے۔ ربیع نے خراسان میں پہنچ کر بلخ کا رخ کیا (کیونکہ اہل بلخ نے احنف بن قیس کی صلح کے بعد پھر عہد شکنی کی تھی) اور اس کو فتح کر کے قہستان (کوہستان) پر جا پہنچا اور اس کو بھی بزور تیغ کمال مردانگی سے فتح کیا۔ اس کے گرد و نواح میں جتنے بھی ترک تھے سب کو قتل کر ڈالا۔ ان میں سے سوائے قزل طرخان کے کوئی جانبر نہ ہوا جو قتیبہ بن مسلم کے زمانہ حکومت میں انہی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

ابن زیاد کی وفات

ربیع کو جس وقت خراسان میں حجر کے قتل ہو جانے کا حال معلوم ہوا انہیں سکتہ سا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹھنڈی سانس بھر کے بولے "عرب ہمیشہ حجر کے بعد سے یوں ہی قتل کئے جائیں گے، اگر وہ لوگ حجر کے قتل سے رک جاتے تو اپنے کو اس قتل عام سے بچا لیتے، لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا اور ذلیل و خوار ہو گئے۔" پھر اس کے بعد جب جمعہ کا دن آیا تو لوگوں کو مخاطب کر کے کہا "میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ میں کچھ دعا کروں گا، تم لوگ آمین کہنا" پس بعد نماز جمعہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی "اللھم ان کان لی عندك خیر فا قبضنی الیک عاجلاً (اے اللہ! اگر میری بھلائی تیرے پاس ہو تو مجھے بہت جلد اپنے پاس بلا لے)۔ لوگوں نے حسب ہدایت آمین کیا، دعا کر کے مسجد سے باہر نکلے، گھر تک بھی نہ پہنچنے پائے تھے کہ گر گئے۔ حاضرین اٹھا کر مکان پر لائے، ہوش آیا تو اپنے لڑکے عبداللہ کو اپنا نائب کیا اور اسی دن راہی ملک بقا ہوئے۔ پھر اس کے دو مہینے بعد عبداللہ بن ربیع بھی خلید بن عبداللہ الحنفی کو نائب مقرر کر کے انتقال کر گئے۔ زیاد نے اس تقرری کو قبول کر لیا۔

زیاد کی وفات

ماہ رمضان 53ھ میں زیاد کے دائیں ہاتھ کی انگلی میں ایک دانہ نکل آیا تھا جس کے صدمہ سے مر گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب کی بددعا سے یہ واقعہ یوں ہوا کہ زیاد نے امیر معاویہؓ کو لکھا تھا کہ "میں نے عراق کو دائیں بائیں معقول طور سے زیر کر لیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھے حجاز پر مقرر کر دیں۔" چنانچہ امیر معاویہؓ نے حجاز کی گورنری کا فرمان بنام زیاد لکھ بھیجا۔ حجازی اس کے ظلم و ستم سے ڈر کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آئے۔ عرض حال کیا، دعا کے درخواست گزار ہوئے۔ عبداللہ بن عمرؓ قبلہ رو ہو بیٹھے، دعا کرنے لگے، حاضرین بھی دعا کر رہے تھے۔ منجملہ ان کی دعاؤں کے ایک فقرہ یہ بھی تھا۔ اللھم اکفنا شر زیاد (اے اللہ! شر زیاد سے ہم کو بچا) اس کے بعد ہی اس کے دائیں ہاتھ کی انگلی میں ایک دانہ نکل آیا اور اس کا زہر پھیلنے لگا۔ درد کی شدت سے لوگوں نے ہاتھ کٹا ڈالنے کی رائے دی۔ زیاد نے شریح قاضی کو بلا کر ہاتھ کاٹنے کی بابت مشاورت کی۔ (شریح نے کہا "تیرا رزق معین ہے اور موت کا دن مقرر ہے، مجھے یہ پسند نہیں کیونکہ شاید تیری زندگی کا حصہ ابھی باقی ہو اور کٹے ہوئے ہاتھ سے زندگی کے ایام پورے کرے اور اگر تیرا زمانہ موت قریب آ گیا ہے تو کٹا ہوا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے روبرو جائے گا۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ تجھ سے سوال کرے گا کہ تو نے ہاتھ کیوں کٹوایا تو جواب دے دینا تیرے سامنے آنے سے کتراتا اور تیری مرضی سے بھاگتا تھا"۔ زیاد نے شریح کے کہنے کا کچھ خیال نہ کیا، ہاتھ کٹوانے کا پکا ارادہ کر لیا مگر جب آگ اور آلہ قطع پر نظر پڑی، ڈر کر ہاتھ کٹانے سے رک گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ شریح کے کہنے سے رک گیا تھا، شریح باہر آئے تو لوگ ملامت کرنے لگے۔ شریح نے کہا مجھ سے اس نے مشورہ مانگا تھا، میں کیسے اس کے ہاتھ کٹوانے کی رائے دیتا کیونکہ "المستشار موتمن" ایک مشہور قول ہے۔ جس وقت زیاد کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے لڑکے نے کہا: میں نے تیرے لئے ساٹھ جوڑے کپڑے نفیس بنوائے ہیں، جواب دیا اے صاحبزادے! تیرے باپ کے لئے ان کپڑوں سے عمدہ کپڑے پہننے کا وقت آ گیا۔ یہ کہہ کر کوفہ پر عبداللہ بن خالد بن اسید کو، عبداللہ بن عمر بن غیلان کو بصرے پر اپنا نائب مقرر کیا اور مر گیا۔ کوفہ کے قریب مقام ثویہ میں دفن کر دیا گیا۔ وہ زیادہ تر ایسی قمیص پہنتا تھا، جس میں پیوند لگے ہوتے تھے۔ اس کے بعد عبداللہ بن خالد معزول کر دیا گیا اور کوفہ کی گورنری ضحاک بن قیس کو دے دی گئی (نوٹ: اس مقام پر اصل کتاب میں خالی جگہ ہے لہٰذا مضمون مابین خطوط ہلالی مروج الذہب سے لیا گیا ہے)

عبیداللہ بن زیاد کی گورنری

زیاد کے مرنے پر اس کا بیٹا عبیداللہ امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت اس کی عمر پچیس سال کی تھی۔ دریافت کیا تیرا باپ دونوں شہروں (یعنی کوفہ و بصرہ) پر کس کو مقرر کر گیا؟ عبیداللہ نے جو معلوم تھا، عرض کیا، فرمایا "اگر تجھے تیرا باپ مامور مقرر کر جاتا تو میں بھی تجھے بحال رکھتا"۔ عرض کیا میں آپ کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں، مبادا آپ کے بعد کوئی یہ نہ کہے کہ اگر تیرا باپ اور تیرا چچا (یعنی امیر معاویہؓ) تجھے گورنری دے جاتے تو میں بھی تجھے بحال رکھتا"۔ امیر معاویہؓ یہ سن کر ہنس پڑے اور اس کو خراسان کا گورنر مقرر کر دیا۔ روانگی کے وقت چند وصیتیں کیں۔ "اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور اس کے خوف پر کسی چیز کو غالب نہ کرنا کیونکہ اس سے ڈرنے میں بہت منفعت ہے اور اپنی عزت بچائے رکھنا، کہیں اس کو خراب نہ کر ڈالنا، اگر کسی سے کوئی عہد و پیمان کرنا تو اسے پورا کرنا، تھوڑی چیز (یعنی دنیا) کے عوض میں بڑی چیز (یعنی آخرت) کو نہ بیچنا۔ جب تک کسی امر کا پکا ارادہ نہ کر لینا زبان سے اظہار نہ کرنا، کیونکہ جب تم کسی بات کو زبان سے نکال چکے تو اس کو واپس نہ لے سکو گے اور جب دشمنوں سے صف آرائی کی نوبت آئے تو جو لوگ تم سے بڑے ہوں ان کو ذمہ دار بنانا اور کتاب اللہ پر بیعت لینا۔ غیر مستحق اور نااہل کو کسی امر کی امید نہ دلانا، اور حقدار کو اس کے حق سے ناامید نہ کرنا"

ترکوں سے جنگ

عبیداللہ بن زیاد امیر معاویہؓ سے رخصت ہو کر اوائل 54ھ میں خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ نہر عبور کر کے جبال بخارا کی طرف لشکر لئے

ہوئے بڑھا۔ رامیں، لسف، بیکند کو بزور تیغ فتح کیا۔ ترکوں سے معرکہ آرائی ہوئی۔ متعدد لڑائیوں کے بعد ترک میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ترکوں کے بادشاہ کے ساتھ اس کی ملکہ خاتون بھی تھی۔ ایک پاؤں میں جوتی پہننے پائی تھی کہ مسلمانوں نے پہنچ کر گرفتار کرلیا اور دولا کھ درہم پر بیچ ڈالا۔ عبیداللہ اس لڑائی میں بذات خود شامل تھا، ایک ہاتھ میں نیزہ تھا اور دوسرے میں پھریرہ، لڑتے لڑتے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جاتا، پھر یکا یک اپنے پرچم کو بلند کرتا تھا جس سے لہو ٹپکتا تھا۔ یہ لڑائی خراسان کی مشہور لڑائیوں میں شمار کی جاتی ہے۔

عبداللہ بن عمر بن غیلان کا عزل

عبیداللہ بن زیاد کامیابی کے بعد دو برس تک خراسان کی گورنری پر رہا، بعدازاں 55ھ میں امیر معاویہؓ نے حکومت بصرہ بھی اسی کے حوالے کر دی، اس وجہ سے کہ ایک روز عبداللہ بن عمر بن غیلان امیر بصرہ منبر پر کھڑے ہوئے خطبہ پڑھ رہے تھے، بنوضبہ میں سے کسی نے کنکریاں ماریں، عبداللہ بن عمر بن غیلان نے اس کا ہاتھ قطع کروادیا۔ بنوضبہ جمع ہو کر عبداللہ کے پاس آئے اور یہ کہا کہ ہمارے بھائی سے جو غلطی ہونے والی تھی ہو گئی۔ اور تم نے اس کی سزا بھی دے دی، ایسا نہ ہو کہ اس کی اطلاع امیر معاویہؓ کو ہو جائے اور وہ برہم ہو کر کوئی عام سزا نہ تجویز کر دیں۔ اس لئے تم ایک خط لکھ دو کہ میں نے محض شبہ وظن پر ہاتھ کٹوا دیا ہے۔ ہم میں سے کوئی شخص یہ خط لے کر امیر المؤمنین معاویہؓ کے پاس چلا جائے گا تا کہ مستقبل کی شاہی عقوبت سے ہم لوگ محفوظ ہو جائیں'' ۔ عبداللہ اس فریب میں آ گئے اور ان لوگوں کو ایک خط بہ مضمون بالا لکھ کر دیدیا۔ جب یہ سال ختم ہو گیا تو شروع سال ہوتے عبداللہ بن عمر بن غیلان امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بنوضبہ بھی ان کے ہمراہ جا پہنچے اور عبداللہ بن عمر بن غیلان پر دعویٰ کر دیا کہ اس نے براہ ظلم ہمارے بھائی کے ہاتھ کٹا ڈالے ہیں۔ گواہی کے طور پر خود اس کا لکھا ہوا خط پیش کر دیا۔ امیر معاویہؓ نے پڑھ کر کہا'' یہ تو ہو نہیں سکتا کہ میرے عمال سے اس کا بدلہ لیا جائے لیکن تمہارے بھائی کی دیت بیت المال سے دے دی جائے گی۔'' اس واقعہ کے بعد حکومت بصرہ سے عبداللہ بن عمر بن غیلان معزول کر دیئے گئے اور اس کے بجائے عبیداللہ ابن زیاد مامور ہوا۔ اس نے اپنی طرف سے خراسان کا والی اسلم بن زرعہ کلابی کو بنایا اور خود راہی بصرہ ہوا۔ عبیداللہ کے بعد اسلم نے نہ کوئی جہاد کیا اور نہ کسی ملک کو فتح کیا۔

یزید کی ولی عہدی

طبری نے بہ سند تحریر کیا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ امیر معاویہؓ کی خدمت میں آئے، ضعف کی شکایت کی، معذوری کی وجہ سے استعفا داخل کیا، منظور ہو گیا۔ مغیرہ کی علیحدگی پر امیر معاویہؓ نے سعد بن العاص کو کوفہ کی حکومت پر مامور کرنے کا ارادہ کیا۔ مغیرہ کے شناسا کہنے لگے'' تم کو امیر معاویہؓ نے نکال دیا ہے'' مغیرہ بولے'' اس تذکرہ کو چھوڑو، میں نے خود علیحدگی اختیار کی ہے'' ۔ جواب دینے کو تو یہ جواب دیا مگر دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ اسی وقت سے بحالی کی فکر ہوگئی، اسی غور وفکر میں ایک روز یزید کے پاس جا پہنچے اور اس سے کہنے لگے'' تم امیر معاویہؓ سے اپنی ولی عہدی کی بیعت لینے کو کیوں نہیں کہتے؟ کیونکہ بزرگ صحابہ اور سرداران و بزرگان قریش وفات پا چکے ہیں، اب صرف ان کی اولادیں باقی ہیں۔ اور تم ان لوگوں سے رائے وسیاست میں افضل ہو۔ میرے نزدیک امیر المؤمنین کو تمہاری ولی عہدی کی بیعت لینے سے کوئی امر مانع نہ ہوگا'' یزید نے اس مضمون کا اپنے باپ سے جا کر اعادہ کیا۔ امیر معاویہؓ نے مغیرہ کو بلا بھیجا اور اس بارے میں تجویز طلب کی۔ مغیرہ نے عرض کیا'' امیر المؤمنین! آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کے بعد کس قدر خون ریزیاں اور اختلافات ہوئے ہیں اور یزید تو آپ کا بیٹا ہے، آپ اس کی ولی عہدی کی بیعت لوگوں سے لیجئے، آپ کے بعد مسلمانوں کا یہ ماوا و ملجا ہوگا اور اس میں نہ کوئی فتنہ ہوگا اور نہ فساد۔ میں اس کام کی انجام دہی کے لئے کوفہ میں کافی ہوں گا اور زیاد بصرے میں، اور ان دونوں شہروں کے بعد پھر کوئی ایسا شہر نہیں ہے جو آپ کے حکم کی مخالفت کرے۔'' امیر معاویہؓ نے اس تقریر کو غور سے سن کر مغیرہ کو بحالی کی سند عطا کی اور دوبارہ کوفہ کی طرف واپس کیا اور یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی کارروائی کرنے کا حکم دیا۔

مغیرہ نے کوفہ جا کر ہوا خواہان دولت بنی امیہ سے اس کا ذکر کیا، ان لوگوں نے بہ کمال خوشی منظور کر لیا۔ مغیرہ نے ان لوگوں میں سے ایک گروہ کو بطور وفد اپنے لڑکے موسیٰ کے ہمراہ دارالخلافت دمشق کو روانہ کیا۔ اہل وفد نے حاضر ہو کر ولیعہدی یزید کی بیعت کی درخواست پیش کی۔ امیر

معاویہؓ نے دریافت کیا کیا تم لوگ اس سے خوش ہو؟ عرض کیا ہم سب اور ہمارے علاوہ اور جتنے آدمی ہیں سب اس سے راضی ہیں، امیر معاویہؓ نے فرمایا اچھا جو تم نے درخواست پیش کی ہے اس پر ہم غور کریں گے، دیکھئے اللہ تعالیٰ کیا حکم دیتا ہے۔ سوچ کر کام کرنا بہتر ہے، عجلت کرنے سے۔'' اس کے بعد زیاد کو یہ کل حالات لکھ بھیجے اور اس سے مشورہ طلب کیا۔ (اصل کتاب میں یہ جگہ خالی ہے۔ زیر نظر مواد تاریخ کامل ابن اثیر جلد سوم سے ماخوذ ہے)

زیاد کی حکمت عملی

زیاد نے عبید بن کعب نمیری کو بلا کر کہا: ہر مشورہ طلب کرنے والے کا ایک معتمد ہوتا اور ہر راز کا ایک امانت دار، لوگوں میں دو خصلتیں رکھی گئی ہیں، ایک راز کا ظاہر کر دینا، دوسرے غیر اہل کو نصیحت کرنا، اور ہمراز ہونے کے دو ہی شخص اہل ہو سکتے ہیں، ایک وہ شخص جس کے مدنظر آخرت ہو، دوسرا جس کو فی نفسہ دنیاوی شرف، ظاہری وجاہت، عقل سلیم ہو، اور تم میں یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں، میں نے ایک راز سربستہ میں مشورہ لینے کو بلایا ہے، اور وہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین نے مجھے یہ خط لکھا ہے۔ یزید کی ولیعہدی کی بابت تجویز مانگی ہے کیونکہ لوگوں کے تنفر سے وہ خائف ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگ اس امر میں ان کی اطاعت کریں، لیکن مسلمانوں کا اس امر پر راضی ہونا ایک امر اہم ہے، یزید میں آوارگی، بیہودگی، بددیانتی اور نااہلی ہے، میرے نزدیک تم امیر المؤمنین سے جا کر ملو اور یزید کے افعال سے مطلع کرو اور واضح طور پر کہہ دو کہ یہ کام ہونا دشوار ہے اور اگر آپ اس کو انجام دینا ہی چاہتے ہیں تو عجلت نہ کیجئے، کسی کام میں تاخیر ہونا بہتر ہے، بہ نسبت اس کے کہ جلدی میں وہ فوت ہو جائے'' عبید بن کعب بولا۔'' کیا اس کے سوا تم اور کوئی تجویز نہیں دے سکتے؟'' زیاد نے کہا'' اور کیا کہوں'' عبید نے جواب دیا'' مناسب یہ ہے کہ امیر معاویہؓ کی رائے سے مخالفت نہ کرو اور نہ اس کے بیٹے کو اپنا بدخواہ بناؤ، میں جا کر یزید سے ملتا ہوں اور اس کو آگاہ کرتا ہوں کہ امیر المؤمنین نے زیاد کو اس مضمون کا خط لکھ کر تجویز مانگی ہے، لیکن زیاد لوگوں کی مخالفت سے ڈر رہا ہے کیونکہ عوام تمہارے افعال و کردار سے ناراض ہیں۔ اگر مناسب سمجھو تو تم ان افعال و حرکات کو ترک کر دو تاکہ لوگوں کو قایل معقول کرنے کا زیاد کو موقع مل جائے اور جو تم چاہتے ہو وہ امر حاصل ہو جائے''۔ زیاد نے یہ رائے سراہی۔ عبید رخصت ہو کر یزید کے پاس پہنچا اور اس کو سمجھایا، ادھر زیاد نے لکھ بھیجا کہ'' بالفعل جلد بازی نہ کیجئے ورنہ لوگ بھڑک اٹھیں گے اور یہ کام فوت ہو جائے گا'' امیر معاویہؓ خاموش ہو رہے۔

عبداللہ بن عمرؓ کا انکار

کچھ دنوں بعد جب زیاد مر گیا تو امیر معاویہؓ نے یزید کی ولیعہدی کی بیعت لینے کا پختہ ارادہ کر کے کارروائی شروع کر دی۔ پہلے عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک ہزار درہم بطور نذر کے بھیجے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کو قبول کر لیا، اس کے بعد ولی عہدی یزید کی بیعت کا تذکرہ کیا گیا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ارشاد کیا'' میں اپنے دین کو دنیا کے عوض فروخت نہیں کروں گا، کیا معاویہؓ نے ایک ہزار درہم پر میرے دین کے خریدنے کا قصد کیا ہے؟'' یہ کہہ کر درہم واپس کر دیئے اور ولیعہدی یزید کی بیعت سے صاف انکار کر دیا۔

مدینہ والوں کا ردعمل

پھر امیر معاویہؓ نے مروان بن الحکم کو لکھا'' میرا سن زیادہ ہو گیا ہے۔ میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں، مجھے خدشہ ہے کہ میرے بعد امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اختلاف پڑ جائے گا۔ اس وجہ سے میں چاہتا ہوں کہ کسی کو اپنا ولی عہد بنا لوں، مگر بغیر مشورہ تمہارے اور ان لوگوں کے، جو تمہارے پاس ہیں، اس کام کو نہیں کر سکتا، تم میری طرف سے اس امر کو اہل مدینہ کے سامنے پیش کرو۔ اور جو خیال اپنا وہ ظاہر کریں اس سے مجھے آگاہ کرو۔'' مروان نے لوگوں کو مطلع کر کے امیر معاویہؓ کے مضمون خط سے آگاہ کیا۔ لوگوں نے متفقہ طور پر کہا'' بہتر ہے امیر المؤمنین کسی کو ہمارے لئے منتخب کر جائیں۔'' مروان نے اس سے امیر معاویہؓ کو آگاہ کیا۔ امیر معاویہؓ نے جواب میں لکھا'' یزید کو میں اپنے بعد ولی عہد کرتا ہوں''۔ مروان نے اہل

مدینہ کو اکٹھا کر کے مکتوب کا مضمون سنا دیا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے اٹھ کر کہا "واللہ! اے مروان تو دروغ گو ہے اور معاویہ بھی جھوٹ بولتا ہے، تم دونوں نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا بھلائی تلاش کی ہے؟ بلکہ تم خلافت کو حکومت ہرقلیہ جیسا بنانا چاہتے ہو کہ ایک ہرقل جب مر جائے، تو اس کی جگہ پر دوسرا ہرقل قائم ہو۔ امام حسینؓ بن علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابن زبیرؓ نے اس کلام کی تائید کی اور جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ مروان نے کل واقعات امیر معاویہؓ کے پاس لکھ بھیجے۔

وفود کی طلبی

اس وقت امیر معاویہؓ نے اپنے عمال و گورنروں کو تحریر کیا کہ "تم لوگ یزید کی ثنا و صفت لوگوں میں بیان کرو اور اطراف و جوانب بلاد اسلامیہ سے ولید کی ولی عہدی کی درخواست پیش کرنے کے لئے وفود بھیجو۔" چنانچہ منجملہ ان وفود کے جو امیر معاویہؓ کے پاس حاضر ہوئے، محمد بن عمرو بن حزم مدینہ سے اور احنف بن قیس اہل بصرہ کا وفد لے کر گئے۔ وفود کے جمع ہونے پر امیر معاویہؓ نے ضحاک بن قیس فہری سے کہا کہ "میں تمہید کے طور پر کچھ بیان کروں گا، جب میں تقریر کر کے خاموش ہو جاؤں، اس وقت تم اٹھ کر ولیعہدی یزید کی بیعت کی تقریر کرنا اور لوگوں کو اس امر پر آمادہ کرنا۔" چنانچہ سب سے پہلے امیر معاویہؓ کھڑے ہو کر اسلام کے فضائل، خلافت کے فرائض و حقوق، مسلمانوں کے اتفاق و اطاعت خلیفہ کو مختصر طور پر بیان کر کے بیٹھ گئے۔ ضحاک اٹھا، حمد و ثنا کے بعد کہنے لگا "اے امیر المؤمنین! آپ کے بعد لوگوں کو ضرور ایک امیر کی ضرورت ہو گی اگر آپ کی موجودگی میں ہم کسی کو آپ کا ولی عہد نہیں بنائیں گے تو بڑے بڑے مصائب میں گرفتار ہو جائیں گے۔ خونریزیاں ہوں گی، امن کے راستے بند ہو جائیں گے، یوماً فیوماً ابتری کا زمانہ آتا جائے گا، اچھے آدمی کمیاب ہوتے جائیں گے۔ ہمارے خیال میں یزید نہایت راست گو، راست باز، خوش خو اور ملک داری کے آئین سے واقف ہے، جیسا کہ لوگ اور آپ بھی جانتے ہیں، وہ ہم سے علم و حلم و رائے میں افضل ہے، لہٰذا آپ اسی کو اپنا ولیعہد بنائیے اور اپنے بعد اس کو ہمارا پیشوا مقرر کیجئے، جس کے سایہ امن میں ہم پناہ گزین ہوں۔" عمرو بن سعید الاشدق نے اس کی تائید کی اور یزید بن المقنع عذری نے امیر معاویہؓ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ امیر المؤمنین ہیں اور جو شخص ان سے اختلاف کرے گا تو (تلوار کی طرف اشارہ کر کے) یہ ہے" امیر معاویہؓ نے یزید بن المقنع سے کہا: "بیٹھ جاؤ، تم خطیبوں کے سردار ہو۔" اس کے بعد وفود عرض و معروض کرنے لگے۔

احنف بن قیس کا مشورہ

احنف بن قیس چپ چاپ بیٹھے ہوئے تھے، امیر معاویہؓ نے کہا "تمہاری کیا تجویز ہے؟" عرض کیا "مجھے ڈر ہے کہ میں جو کہوں گا اس کی تم تصدیق کرو گے اور اللہ تعالیٰ کا خوف یہ ہے کہ وہ تکذیب کرے گا۔ اے امیر المؤمنینؓ! تم یزید کے روزمرہ کے حالات سے اچھی طرح واقف ہو، اس کے ظاہر و باطن، آمد و رفت سے بخوبی واقف ہو، اگر تم جانتے ہو کہ اس میں اللہ تعالیٰ، اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بہتری ہے تو کسی سے مشاورت نہ کرو اور اگر تم اس کے خلاف جانتے ہو تو دنیا کی زیادہ فکر نہ کرو، سفر آخرت قریب ہے۔ باقی رہے ہم، ہمارا فرض یہ ہے کہ آپ جو کہیں اس کو بسر و چشم منظور کر لیں۔" قیس کی اس تقریر کے ختم ہوتے ہی ایک شامی شخص نے کھڑے ہو کر کہا "ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ معدیہ عراقیہ کیا بک رہا ہے؟ ہم تو امیر المؤمنینؓ کے احکامات کی بسر و چشم تعمیل کریں گے اور یہ تلوار ہمارے پاس ہے جو اس کے خلاف کرے گا اسے ہم خود دیکھ لیں گے۔" اس شامی کے کھڑے ہوتے ہی جلسہ برخاست ہو گیا لوگ منتشر ہو گئے۔ احنف کی تقریر کا چرچا ہونے لگا اور بظاہر یہ معلوم ہوا کہ اب یہ کام نہ ہو گا مگر امیر معاویہؓ برابر اپنی کوشش میں لگے رہے اور ہر شخص سے مدارات و سلوک کرتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اہل عراق و شام کی اکثریت نے ولیعہدی یزید کی بیعت کر لی۔

امیر معاویہؓ کی مدینہ میں آمد

اہل عراق و شام سے ولیعہدی یزید کی بیعت لینے کے بعد امیر معاویہؓ ایک ہزار سواروں کی ہمراہی میں مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت حسین بن علیؓ،

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس خیال سے کہ امیر معاویہؓ ہمارے کہنے پر عمل نہ کریں گے، مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ امیر معاویہؓ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا، یزید کی تعریف کی اور یہ کہا کہ کوئی شخص اس سے زیادہ مستحق خلافت نہیں ہے۔ یہ سب سے عقل میں، فضل میں، سیاست میں افضل ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ کوئی اور شخص ان امور میں اس کو نہیں پہنچ سکتا" کسی نے اس تقریر کا کچھ جواب نہ دیا۔ امیر معاویہؓ منبر سے اتر کر ام المؤمنین عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اس سے پیشتر ان کو یہ معلوم ہو چکا تھا، کہ امام حسین بن علیؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ بخوف بیعت ولیعہدی یزید مکہ تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ارشاد فرمایا: "میں نے سنا ہے کہ تم نے ان لوگوں کو قتل کی دھمکی دی ہے؟" جواب دیا "اے ام المؤمنین! وہ لوگ مجھے یزید سے زیادہ عزیز ہیں مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس بیعت کو ناقص کر دوں جو ولی عہدی یزید پر میں نے لے لی ہے اور پوری ہو گئی ہے؟" یہ سن کر ام المؤمنین حضرت عائشہؓ خاموش ہو رہیں۔

امیر معاویہؓ کی مکہ کو روانگی

امیر معاویہؓ تھوڑے دن مدینہ میں ٹھہر کر مکہ کو روانہ ہوئے۔ امیر معاویہؓ کی آمد کی اطلاع پا کر اہل مکہ ملنے کو آئے۔ امام حسینؓ اور ابن عمرؓ وغیرہ بھی یہ خیال کر کے کہ شاید معاویہؓ اپنے فعل سے نادم ہو کر آئے ہیں ملاقات کے لئے گئے۔ بطن مر میں ملاقات ہوئی، امیر معاویہؓ نے بڑے تپاک سے استقبال کیا، سب کو سواریاں دیں اور ان کے ساتھ ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ روزانہ بلا کسی ذکر و مذکور بنظر تالیف قلوب انعام و صلہ دینے لگے، آپس میں ایک روز ان میں سے ایک شخص نے کہا امیر معاویہؓ جو کچھ ہم لوگوں کے ساتھ سلوک کر رہے ہیں اس کو یہ نہ سمجھنا کہ از راہ صلہ رحم کر رہے ہیں بلکہ وہ اس خیال سے یہ سلوک کرتے ہیں کہ ہم ان کے مقصود مطلوب میں رخنہ انداز نہ ہوں، لہٰذا مناسب ہوگا کہ کچھ جواب سوچ رکھو۔ سب نے اس تجویز پر صاد کیا اور باتفاق ابن زبیر کو جواب دینے کے لئے تیار کیا۔ اس کے بعد ہی امیر معاویہؓ نے ان سب بزرگوں کو جمع کر کے کہا: "تم لوگ میری عادت سے واقف ہو۔ میرے برتاؤ جو تمہارے ساتھ ہیں، اس کو بھی تم بخوبی جانتے ہو۔ میں تمہارے ساتھ عزیزانہ رسم و راہ رکھتا ہوں اور یزید تمہارا بھائی اور تمہارے چچا کا لڑکا ہے۔ میری یہ تمنا ہے کہ تم اس کو میرے بعد خلافت کے لئے نامزد کرو، چہ جائیکہ تم ہی لوگ اس کو معزول کرتے ہو، جو چاہتے ہو حکم کرتے ہو، مال دولت کو عزیز رکھتے ہو اور اس کو خود ہی تقسیم کرتے ہو اور یزید غریب تم سے کچھ معترض نہیں ہوتا" اس فقرہ کو امیر معاویہؓ نے دوبارہ کہہ کر عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف خطاب کیا۔ ھات لعمری انک خطیبھم (آؤ، اپنی قسم تم ان کے خطیب ہو)

ابن زبیرؓ کی شرائط

ابن زبیرؓ نے اٹھ کر کہا "ہم تم کو تین امور میں سے ایک کے اختیار کرنے کی اجازت دیتے ہیں، ایک امر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اور کسی کو آپ نے اپنا خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا لوگ حضرت ابوبکرؓ سے خوش ہو گئے اور ان کو اپنا امیر بنا لیا"۔ امیر معاویہؓ بولے "تم میں کوئی شخص ابوبکرؓ جیسا نہیں ہے اور مجھے اختلاف امت کا خطرہ ہے" جواب دیا "سچ کہتے ہو۔" "اچھا دوسرا امر یہ ہے کہ جیسا ابوبکرؓ نے کیا تھا ویسا ہی تم کرو کہ انہوں نے ایک شخص کو قریش سے جو ان سے نسباً بعید تھا اور ان کے خاندان سے نہ تھا اس کو اپنے بعد خلیفہ بنایا" اس پر امیر معاویہؓ خاموش رہے۔ "تیسرا امر یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی تقلید کرو انہوں نے اپنے بعد چھ آدمیوں کو اہل شوریٰ مقرر کر کے انہی کو انتخاب خلیفہ کا اختیار دے دیا۔ اور ان چھ میں نہ کوئی ان کا لڑکا تھا اور نہ کوئی ان کے خاندان سے" امیر معاویہؓ نے کہا "کیا اس کے سوا اور کچھ کہو گے؟" جواب دیا "کچھ نہیں" پھر امیر معاویہؓ نے کہا "تم لوگ جو بھی کہتے جاؤ مگر میں یزید کو ولیعہد ضرور بناؤں گا۔ اللہ کی قسم! اگر کسی نے میری بات تسلیم نہ کی تو خیر نہ ہو گی" یہ کہہ کر اپنے صاحب شرطہ (پولیس آفیسر) کو بلا کر حکم دیا کہ جو شخص میرے بیان کی تکذیب کرے اس کی گردن فوراً اڑا دینا۔ ابن علی، ابن عمر، ابن زبیر، اور ابن ابی بکر (رضی اللہ عنہم) اٹھ کر رخصت ہو گئے۔

اہل مکہ و مدینہ کی بیعت

امیر معاویہؓ منبر پر چڑھ گئے۔ حمد و ثنا کے بعد کہا "صاحبو ابن علی، ابن عمر، ابن ابو بکر اور ابن زبیر وغیرہ مسلمانوں کے روحانی پیشوا اور بہترین

امت ہیں، کوئی کام ان کی مشاورت کے بغیر انجام کو نہیں پہنچ سکتا۔ یہ لوگ ولیعہدی یزید پر خوش ہو گئے ہیں اور بیعت کر لی ہے آؤ تم لوگ بھی اللہ کا نام لے کر بیعت کر لو۔" اہل مکہ چونکہ ان ہی لوگوں کی بیعت کے منتظر تھے، یہ سنتے ہی بیعت پر تیار ہو گئے۔ اہل مکہ سے بیعت لے کر امیر معاویہؓ ان بزرگوں (حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ، عبداللہ بن عمرو غیرہ رضی اللہ عنہم) کے مدینہ پہنچے۔ اہل مدینہ ان لوگوں سے ملنے کو آئے اور برسبیل تذکرہ کہا "تم لوگ تو بیعت ہی کے خوف سے مکہ بھاگ گئے تھے، یہ کیا معاملہ پیش آیا کہ یزید کی بیعت پر راضی ہو گئے؟" ان لوگوں نے کہا "اللہ کی قسم ہم نے بیعت نہیں کی" پھر اہل مدینہ نے کہا "تم نے معاویہؓ کو اس سے کیوں نہ روکا؟" سب نے جواب دیا: "مسلمانوں کی خون ریزی کے خیال سے۔" اس کے بعد امیر معاویہؓ اہل مدینہ سے بھی بہ حکمت عملی بیعت لے کر شام کو روانہ ہو گئے۔

یہ واقعہ 56ھ کا ہے اور 50ھ میں اس کی بنا پڑی تھی۔ صاحب تاریخ الخلفاء نے لکھا (ص: 33) ہے کہ ولی عہدی یزید کی بیعت 51ھ میں لی گئی تھی، لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یزید کی ولی عہدی کی بیعت زیاد کے انتقال کے بعد لی گئی اور زیاد نے 53ھ میں انتقال کیا۔

ابن العاصؓ کی معزولی

54ھ میں سعید بن العاص مدینہ کی گورنری سے معزول کر دیئے گئے اور ان کی مروان کو مقرر کیا گیا۔ اس وجہ سے کہ امیر معاویہؓ نے سعید بن العاص کو مروان کے مکان منہدم کرا دینے اور اس کا مال ضبط کر لینے اور فدک چھین لینے کو لکھا تھا، مگر سعید بن العاص نے مروان کی سفارش لکھی اور اس حکم کی بجا آوری سے انکار کیا۔ پھر دوبارہ امیر معاویہؓ نے یہی حکم صادر کیا مگر سعید بجا آوری حکم پر آمادہ نہ ہوئے۔ دونوں خطوں کو گھر میں رکھ لیا۔ اس پر امیر معاویہؓ نے سعید کو معزول کر کے مروان کو مامور کیا اور سعید کے مکان منہدم کرا دینے اور اس کے مال و اسباب کی ضبطی کا حکم صادر کیا۔ مروان بیلداروں کو لے کر سعید کے مکان پر پہنچا۔ سعید نے کہا "کیوں ابو عبدالملک! تم میرا مکان منہدم کرا دو گے؟" جواب دیا "ہاں! اگر امیر المؤمنین میرے مکان منہدم کر دینے کا حکم دیتے تو میں ضرور ان پر عمل کرتا" سعید بولے "میں نے تو ایسا نہیں کیا" یہ کہہ کر اپنے غلام سے امیر معاویہؓ کے دونوں خط منگوا کر مروان کو دکھائے، مروان کو اس سے سکتہ سا ہو گیا، پھر سعید نے کہا "امیر المؤمنین کا مقصود یہ ہے کہ ہم لوگ آپس میں لڑیں اور خانہ جنگیاں کر کے تباہ و خراب ہوں۔" (انتہی ملخصاً من ابن اثیرؒ)

بہر حال مروان بھی سعید کے مکان کھدوانے سے رک گیا، اس کے بعد سعید نے ایک طویل خط میں اپنے اعزہ و اقارب میں نفاق و مخالفت پیدا کرنے پر نصیحتیں لکھیں اور یہ بھی لکھا کہ "اگر آپ اور ہم یک جدی نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہم کو خلیفہ مظلوم کے انتقام لینے کے لئے جمع نہ کرتا، امیر المؤمنین کو لازم ہے کہ آئندہ ان امور کا خیال رکھیں" امیر معاویہؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور عذر خواہی کی۔ کچھ عرصہ بعد سعید، امیر معاویہؓ کے پاس گئے، امیر معاویہؓ نے مروان کا حال دریافت کیا، سعید نے اس کی تعریف کی۔ پھر جب 57ھ یا بعض کی روایت کے مطابق 58ھ کا دور آیا تو مروان کو معزول کر کے ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو مدینہ کی گورنری پر مقرر کیا۔

ابن ام الحکم کی تقرری و معزولی

58ھ میں امیر معاویہؓ نے کوفہ کی گورنری سے ضحاک بن قیس کو معزول کر دیا عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عثمان ثقفی کا تقرر کیا۔ اسی کو ابن ام الحکم بھی کہا جاتا ہے، یہ امیر معاویہؓ کا بھانجا تھا، کوفہ کی گورنری کا ردوبدل ہونا اور مغیرہ کا مرنا تھا کہ خوارج جیل سے نکل پڑے۔ انہیں مغیرہ بن شعبہ نے بالزام بیعت مستورد بن علقمہ قید کر دیا تھا، پس یہ لوگ حیان بن ضبیان السلمی، معاذ بن جریر الطائی کے پاس جا کر اکٹھے ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے کوفہ سے ایک لشکر ان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا، جس نے ان سب کو قتل کر ڈالا جیسا کہ آئندہ خوارج کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔ اس کے بعد اہل کوفہ نے عبدالرحمٰن کی بد مزاجی سے تنگ ہو کر امیر معاویہؓ کو لکھا۔ امیر معاویہؓ نے اس کو معزول کر کے نعمان بن بشیر کو گورنری کی سند مرحمت فرمائی اور عبدالرحمٰن سے یہ کہہ کر کہ "میں تم کو کوفہ سے زیادہ اچھے شہر کا عامل مقرر کرتا ہوں" مصر کی گورنری پر متعین کر کے بھیجا۔ ان دنوں مصر کی گورنری پر معاویہ ابن خدیج تھا۔ جب دو منزل باقی رہ گیا تو معاویہ بن خدیج نے آ کر عبدالرحمٰن سے ملاقات کی اور ڈانٹ کر کہا: "اپنے ماموں کے پاس لوٹ

جاؤ، ہم تمہارے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف ہیں، ہم میں تمہاری وہ چالیں نہ چلیں گی جو کوفی سپاہیوں میں چلتی تھیں'' عبدالرحمٰن سے کچھ بن نہ پڑا، لوٹ آیا اور معاویہ بن خدیج بدستور اپنی گورنری پر قائم رہے۔

عبدالرحمٰن بن زیاد کی گورنری

59ھ میں عبدالرحمٰن بن زیاد، وفد ہو کر امیر معاویہؓ کی خدمت میں پیش ہوا، عرض کیا، کیا میرا آپ پر کوئی حق نہیں ہے؟ جواب دیا: ہاں ہے مگر تم کیا چاہتے ہو؟'' عرض کی ''سند گورنری مرحمت فرمایئے'' امیر معاویہؓ بولے: ''کوفہ میں نعمان بن بشیر ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، بصرہ و خراسان میں تمہارا بھائی عبیداللہ ہے اور بحستان میں تمہارا بھائی عباد، میرے خیال میں تو مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ میں تم کو خراسان کی گورنری میں عبیداللہ کا شریک کروں کیونکہ خراسان کا صوبہ وسیع و عریض ہے اور وہاں پر دو گورنروں کا رہنا مناسب ہے'' یہ کہہ کر عبدالرحمٰن کو سند گورنری دے کر رخصت کر دیا۔

عبدالرحمٰن نہایت کمزور طبیعت کا شخص تھا اس نے ایک جہاد بھی نہیں کیا، یزید کے پاس زمانہ شہادت حسین بن علی علیہما السلام میں آیا تھا۔ اس کے بعد قیس بن الہیثم کو خراسان کی گورنری دی گئی۔ یزید نے پوچھا: ''تیرے پاس خراسان کا کس قدر مال ہے؟'' عبدالرحمٰن نے جواب دیا ''بیس کروڑ درہم'' یزید نے کہا: ''اگر تو گورنری پر جانا منظور کرتا ہو تو میں تجھ سے حساب و کتاب لوں، بعد ازاں تجھے سند گورنری دے کر خراسان کی طرف واپس کر دوں، اور اگر تو معزولی پسند کرتا ہو تو تجھے میں خراسان کا مال جو تو ہمراہ لایا ہے دیتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ اس میں سے عبداللہ بن جعفر کو پانچ لاکھ دینا پڑے گا'' عبدالرحمٰن نے پچھلی صورت اختیار کی، پانچ لاکھ درہم عبداللہ بن جعفر کے پاس بھیج دیئے اور یہ کہلا بھیجا کہ اس میں سے آدھے یزید کی طرف سے ہیں اور نصف میری طرف سے۔

عبیداللہ بن زیاد کی معزولی اور بحالی

اسی 59ھ میں اہل بصرہ کا وفد عبیداللہ بن زیاد کے ہمراہ امیر معاویہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، امیر معاویہؓ نے عزت و احترام سے علی قدر مراتب ہر شخص کو بٹھایا آخر میں احنف داخل ہوئے، امیر معاویہؓ نے ان کو اپنے برابر تخت پر جگہ دی۔ پھر وفود سے مخاطب ہوئے۔ وفود عبیداللہ بن زیاد کی ثنا و صفت کرنے لگے۔ احنف چپ چاپ بیٹھے رہے۔ امیر معاویہؓ نے کہا ''اے ابو بحر! تم کیوں خاموش ہو تم بھی تو کچھ بولو'' احنف بولے: ''مجھے خوف اس امر کا ہے کہ کہیں یہ لوگ میرے بیان کی تکذیب نہ کریں'' اس پر امیر معاویہؓ نے وفود سے ارشاد کیا: ''جاؤ میں نے حکومت بصرہ سے عبیداللہ کو معزول کر دیا۔ تم لوگ اپنی خواہش کے مطابق ایک دوسرا عامل منتخب کرو'' اہل وفد دربار سے اٹھ کر الگ جا بیٹھے اور انتخاب کرنے لگے، اور احنف خاموش اپنی جگہ پر بیٹھے رہے، کبھی کوئی شخص کسی کو بنی امیہ سے اور کبھی کوئی شرفاء شام میں سے ایک کو منتخب کر رہا تھا، اتنے میں امیر معاویہؓ نے ان لوگوں کو دوبارہ طلب کیا اور پوچھا: ''تم لوگوں نے کس کو منتخب کیا؟'' ہر فریق نے ایک ایک شخص کو نامزد کیا مگر احنف کچھ نہ بولے۔ امیر معاویہؓ نے کہا ''تم بھی کچھ کہو'' احنف بولے ''اگر میں کسی شخص کو تمہارے خاندان (یعنی بنی امیہ) سے منتخب کروں تو کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے۔ اور عبیداللہ کے مقابلہ میں انصاف بھی نہ ہوگا اور اگر کسی شخص غیر کو میں نے انتخاب کیا تو اس کے بارے میں تمہاری رائے مقدم ہوگی'' امیر معاویہؓ نے اس تذبذب آمیز رائے سے مجبور ہو کر کہا ''اچھا میں نے پھر عبیداللہ کو بصرے کی گورنری پر بحال کیا'' اور احنف سے رائے لینے اور اس کے ساتھ سلوک کرنے کی عبیداللہ کو ہدایت کی۔ مگر اس بارے میں ان سے چوک ہو گئی۔ پھر جب آتش فتنہ مشتعل ہوئی تو کسی شخص نے سوائے احنف کے اس کو معزول نہ کیا، پھر اس کے بعد امیر معاویہؓ نے وفد کے اراکین سے ولی عہدی یزید کی بیعت لی اور ان کو رخصت کیا۔

بیرونی مہمات کا بیان

52ھ میں بسر بن ارطاۃ سرزمین روم میں بغرض اعلاء کلمۃ اللہ جہاد کرتے ہوئے داخل ہوئے، سرما وہیں گزرا۔ بعضوں کا کہنا ہے کہ واپس

آئے تھے۔ ان ہی دنوں وہاں پر سفیان بن عوف ازدی بھی اترے ہوئے تھے اور انہوں نے بھی ایام سرما اسی سرزمین پر گزارے اور یہیں انتقال بھی کیا اور بسر کردگی لشکر صائفہ (موسم گرما میں جنگ پر جانے والی فوج کو کہتے ہیں) محمد بن عبداللہ ثقفی نے بلاد روم پر فوج کشی کی۔ اس کے بعد 53ھ میں عبدالرحمٰن بن ام الحکم سرزمین روم میں جہاد کرتے ہوئے داخل ہوئے، اسی سنہ میں جنادہ بن ابی امیہ ازدی نے جزیرہ رودس کو بزور تیغ تسخیر کر کے وہیں ڈیرے ڈال دیئے، رومیوں کو اس کا سخت صدمہ ہوا۔ آئے دن یہ ان کی کشتیاں پکڑ کر لیتے تھے اور امیر معاویہؓ ان کو اس پر انعام واکرام دیتے تھے۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں سے رومی ڈرنے لگے۔ جب امیر معاویہؓ کا انتقال ہو گیا تو یزید نے ان کو جزیرہ رودس سے بلالیا۔ پھر 54ھ میں محمد بن مالک مملکت روم میں داخل ہوئے اور صائفہ پر (معن) ابن یزید سلمی مامور ہوئے، اسلامی لشکر نے بسر افسری جنادۃ بن ابی امیہ ازدی، جزیرہ ازدی (یا ارواد) متصل قسطنطنیہ فتح کیا۔ سات سال تک اس پر قابض رہے، اس کے بعد یزید نے اپنے زمانہ حکومت میں ان کو واپس بلالیا۔ 55ھ کے دور میں سفیان بن عوف ازدی اور بعض کہتے ہیں عمر بن محرز، کوئی کہتا ہے عبداللہ بن قیس اور 56ھ میں جنادۃ بن ابی امیہ، اور بروایت بعض مؤرخین عبدالرحمٰن بن مسعود، اور بعض کا یہ خیال ہے کہ براہ دریا یزید بن ابی سمرہ اور خشکی میں عیاض بن الحرث نے جہاد کیا اور 57ھ میں عبداللہ بن قیس، ارض روم پر مالک بن عبداللہ خثعمی نے خشکی پر، عمر بن یزید الجہنی نے براہ دریا رزم آرائیاں کیں، پھر 58ھ میں عمر بن مرۃ الجہنی سرزمین روم کی جانب بڑھے اور جنادۃ بن ابی امیہ نے براہ دریا رومیوں پر حملہ کیا، اسی سنہ میں اسلامی فوجوں نے بسر گروہی عمیر بن الحباب السلمی قلعہ کخ (بلاد روم) پر دھاوا بولا، عمیر بن الحباب تن تنہا اس کی فصیل پر چڑھ گئے۔ پہرے داروں سے لڑ کر دروازہ قلعہ کا کھول دیا۔ عساکر اسلامی نے پہنچ کر فوراً قبضہ کر لیا۔ 60ھ میں مالک بن عبداللہ نے سویہ پر چڑھائی کی اور جنادۃ بن ابی امیہ نے جزیرہ روس پر قبضہ کر کے اس کے شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔

امیر معاویہؓ کی وصیت

60ھ میں امیر معاویہؓ کا انتقال ہوا، اپنی رحلت سے تھوڑے دنوں پہلے ایک خطبہ دیا جس کے چند جملے یہ تھے:

میری مثال ایک پکے ہوئے کھیت کی طرح ہے اور تم پر میری امارت اتنی طویل ہوئی کہ میں نے تم کو ملال پہنچایا اور تم نے مجھ کو اور میں نے تمہاری جدائی کی تمنا کی اور تم نے میری جدائی کی اور جو میرے بعد تمہارا حکمران ہوگا اس سے میں بہتر ہوں جیسا کہ پہلے گزرنے والے حاکم مجھ سے بہتر تھے، کسی کا مقولہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسندیدہ رکھتا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! میں تیری حضوری چاہتا ہوں تو بھی مجھے اپنی حضوری میں طلب کر لے اور یہ مجھے مبارک کر۔

اس خطبہ کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بیمار ہو گئے اور مرض میں دن بہ دن زیادتی پیدا ہونے لگی۔ اپنے لڑکے یزید کو بلا کر فرمایا: ''میرے بیٹے! میں نے کل امور متنازعہ کو طے کر کے تمہارے لئے کافی سرمایہ مہیا کر دیا ہے، تمہارے دشمنوں کو ذلیل کر کے عرب کی گردنیں تمہارے سامنے خم کر دیں اور میں نے تمہارے لئے اسباب سطوت اس قدر فراہم کر دیئے ہیں کہ کسی نے آج تک نہیں جمع کیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس امر میں اگر نزاع و مخالفت کریں گے تو قریش کے یہی چار شخص، حسین بن علیؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر (رضی اللہ عنہم) ہیں مگر ابن عمرؓ ایک ایسے شخص ہیں جن کا سوائے عبادت کے کوئی کام نہیں ہے۔ جب کوئی شخص سوائے ان کے بیعت کرنے کو باقی نہ رہے گا تو وہ بھی تمہاری بیعت کر لیں گے اور حسین بن علیؓ ایک سیدھی سادی طبیعت کے آدمی ہیں مگر اہل عراق ان کو خروج کرنے پر لازماً مستعد کر لیں گے لہٰذا اگر یہ تم پر خروج کریں اور تم کو ان پر کامیابی حاصل ہو تو درگزر کرنا، ان کا بہت بڑا حق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نواسے ہیں اور ابن ابی بکرؓ کی کوئی ذاتی رائے نہیں ہے جو ان کے احباب و ہم نشین کریں گے وہی وہ بھی کریں گے اور ان میں کوئی ہمت ہے تو وہ عورتوں میں منحصر ہے۔ ہاں جو شخص تم پر شیر کی طرح حملہ کرے گا اور مثل لومڑی کے بحیلہ و مکر پیش آئے گا اور جب کبھی اس کو موقع ملے گا تو ضرور حملہ آور ہوگا، وہ ابن زبیرؓ ہے لہٰذا اگر وہ ایسا کرے اور تم کو اس پر غلبہ حاصل ہو جائے تو اس کو بے دست و پا کر دینا۔

امیر معاویہؓ کا انتقال

طبری نے بروایت ہاشم ایسا ہی تحریر کیا ہے اور طبری نے ہاشم ہی سے اس طرح بھی روایت کیا ہے کہ جب 60ھ میں امیر معاویہؓ کا زمانہ وفات قریب آ گیا اور اس وقت یزید موجود نہ تھا تو امیر معاویہؓ نے ضحاک بن قیس فہری (اپنے افسر پولیس) اور مسلم بن عتبہ المزنی کو طلب کر کے کہا ''میری یہ وصیت یزید تک پہنچا دینا۔ اہل حجاز کے ساتھ بہ شفقت والطاف پیش آنا، کیونکہ وہ تمہارے ماوا و ملجا ہیں، لہٰذا جو ان میں سے تمہارے پاس آئے اس کی عزت کرنا۔ اور جو غائب ہو اس سے ایفائے عہد کرنا اور اہل عراق کے ساتھ یہ برتاؤ کرنا کہ اگر وہ ہر روز عامل کی معزولی چاہیں تو روزانہ عامل کو معزول کرتے جانا کیونکہ یہ سہل ہے بہ نسبت اس کے کہ تم پر ایک لاکھ تلواریں نیام سے نکل آئیں اور اہل شام کو ہمیشہ اپنا معین و مددگار سمجھ کر حسن سلوک سے پیش آنا، اگر کوئی خدشہ تمہیں دشمنوں کی جانب سے پیدا ہو جائے تو ان سے اعانت لینا اور جب اس پر کامیاب ہو جانا تو اہل شام کو ان کے شہروں کی طرف واپس کر دینا، دوسرے شہروں میں قیام کرنے سے ان کے اخلاق خراب ہو جائیں گے، عادتیں بگڑ جائیں گی۔ مجھے قریش سے کوئی اندیشہ سوائے ان تین شخصوں کے لئے نہیں ہے'' (اس روایت میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا ذکر نہیں کیا ہے) ابن عمرؓ کی بابت کہا: ''ان کو عبادت نے اس قدر گھلا دیا ہے کہ وہ کسی مد کے نہیں رہے اور نہ تجھ سے کسی امر کے خواہاں ہوں گے'' اور حسین بن علیؓ کے بارے میں کہا ''اگر ان سے کسی کے راغب کرنے سے غلطی ہو تو درگزر کرنا، مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ان لوگوں کی وجہ سے کافی ہوگا، جنہوں نے ان کے باپ کو شہید کیا ہے اور ان کے بھائی کو نقصان پہنچایا ہے'' اور ابن زبیرؓ کے حق میں ارشاد فرمایا: ''اگر یہ کچھ اپنے ہاتھ پاؤں کو حرکت دیں تو جہاں تک امکان میں ہو جنگ کرنے سے باز نہ آنا اور اس قدر مستعدی سے لڑنا کہ مجبور ہو کر یہ خود مصالحت کے خواست گار ہوں اور جب صلح کی درخواست پیش کریں تو فوراً منظور کر لینا'' غرض اس طرح کی چند وصیتیں کر کے وسط رجب 60ھ میں انتقال کر گئے۔ اور بعض کے مطابق ماہ جمادی الثانی میں اپنی حکومت کے انیس برس چند مہینے بعد وفات پائی ہے۔

دیوان خاتم

امیر معاویہؓ کے خانہ کے محافظ منصرم عبداللہ بن محصن تھے اور انہی کی سپردگی میں ان کی مہر تھی۔ سب سے پہلے انہوں ہی نے اس محکمہ کو قائم کیا۔ اس کے قیام کا یہ سبب ہوا کہ ایک مرتبہ عمر بن الزبیر کو ایک لاکھ درہم دینے کا فرمان بنام زیاد عراق میں تحریر کیا، عمر بن الزبیر نے خط کھول کر لاکھ کا دو لاکھ بنا کر زیاد سے وصول کر لیا۔ جب عراق سے سالانہ حساب آیا تو امیر معاویہؓ نے عمر بن الزبیر کو گرفتار کرا کے اسیر کر دیا۔ عمر بن الزبیر کے بھائی عبداللہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے لاکھ درہم ادا کر کے عمر کو رہا کرایا۔ اس کے بعد ہی امیر معاویہؓ نے ایک نیا محکمہ قائم کیا اور اس کا نام دیوان خاتم رکھا۔ خطوط و فرامین کو ملفوف و مہر زدہ کرنے لگے اور اس سے پیشتر نہ تو لفافے میں خطوط بند کئے جاتے تھے اور نہ ان پر مہر ہوتی تھی۔ ان کا صاحب شرطہ (پولیس آفیسر) پہلے قیس بن ہمزہ ہمدانی تھا، بعد ازاں اس کو معزول کر کے زمل بن عمرو العدوی کو مقرر کیا۔ دستہ فوج جاں نثاراں (پرسنل سیکورٹی گارڈز) پر ان کا آزاد غلام مختار اور بعض نے کہا ہے کہ ابوالمحاری مالک (حمیر کا غلام آزاد) تھا۔ اولاً جس نے دستہ فوج جاں نثاران مقرر کیا وہ امیر معاویہؓ ہی تھے۔ اور حجاب (انگریزی میں یہ عہدہ لارڈ چیمبرلین کہلاتا ہے) کی افسری ان کے آزاد غلام سعد کے ہاتھ میں تھی، اور میر منشی و سیکرٹری سرحون بن منصور رومی تھا۔ عہدۂ قضا پر فضالہ بن عبداللہ انصاری اور ان کے انتقال کے بعد ابوادریس عایذ بن عبداللہ خولانی تھے۔

باب:۲

یزید اول بن معاویہ

60ھ تا 64ھ

بیعت

امیر معاویہ کی موت کے بعد بیعت یزید کے ہاتھ پر کی گئی۔ اس وقت مدینہ میں ولید بن عتبہ بن ابی سفیان، مکہ میں عمر بن سعید بن العاص، بصرے میں عبیداللہ بن زیاد، کوفہ میں نعمان بن بشیر گورنر تھا۔ اس کی پوری توجہ اس طرف تھی کہ ان لوگوں سے بیعت لینی چاہئے جنہوں نے اس کی ولی عہدی کی بیعت سے امیر معاویہؓ کے عہد میں انکار کیا تھا۔ چنانچہ اس نے ولید بن عتبہ کو امیر معاویہؓ کے انتقال کا کچھ حال لکھا اور یہ تحریر کیا کہ بلا تاخیر حسینؓ بن علیؓ، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن الزبیرؓ سے بیعت لے لو، مروان بن الحکم نے خط کو کھولا، امیر معاویہؓ کی موت کی اطلاع پڑھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ ولید نے ان لوگوں سے بیعت لینے کے بارے میں اس سے مشورہ لیا۔ مروان نے تجویز دی کہ اسی وقت وہ لوگ بلائے جائیں، اگر یزید کی بیعت کر لیں، تو بہتر ورنہ اس سے قبل کہ وہ امیر معاویہؓ کے انتقال سے واقف ہوں، قتل کر دیئے جائیں۔ کیونکہ انتقال امیر معاویہؓ سے واقف ہو جانے پر ان میں سے ہر شخص خلافت کا مدعی ہو جائے گا۔ ہاں ابن عمرؓ ایک ایسے شخص ہیں جو لڑائی جھگڑے سے دور بھاگتے ہیں اور خلافت کو پسند نہیں کرتے، اس کے علاوہ کہ کل مسلمان متفق ہو کر ان کو خلیفہ بنائیں۔

امام حسینؓ و ابن زبیرؓ کی طلبی

چنانچہ ولید نے فوراً عبداللہ بن عمرو بن عثمان ایک نوعمر لڑکے کو ان لوگوں کے بلانے کو بھیجا۔ وہ حسینؓ و ابن زبیرؓ کے پاس مسجد میں تب پہنچا جب ولید مسجد سے اٹھ کر اپنے مکان پر چلا گیا تھا اور ان دونوں بزرگوں سے کہا: ''چلئے آپ کو امیر طلب کر رہے ہیں۔'' حسینؓ و عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا ''تم جاؤ! ہم آتے ہیں'' عبداللہ بن عمرو کے چلے جانے کے بعد دونوں بزرگ بے وقت طلب کرنے پر باتیں کرنے لگے، لیکن کوئی عقدہ حل نہ ہوا۔ بالآخر امام حسینؓ نے اپنے خادموں اور خاندان کے تمام اراکین ممبروں کو جمع کیا اور ان کو اپنے ساتھ لے جا کر ولید کے دروازے پر بٹھایا اور یہ سمجھا دیا کہ اگر میں تم کو طلب کروں یا با آواز بلند گفتگو کروں تو فی الفور سب لوگ اندر چلے آنا، بعد ازاں اندر تشریف لے گئے۔ مروان بھی بیٹھا ہوا تھا، صاحب سلامت ہوئی۔ آپ نے ولید و مروان کا قطع مراسم کے بعد دوبارہ راہ و رسم اتحاد پیدا کرنے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے ارشاد کیا: ''صلح فساد سے بہتر ہے۔'' ولید نے یزید کا خط دیا، آپ نے پڑھا، امیر معاویہؓ کی موت کی خبر پڑھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر فرمایا: ''خدا مغفرت کرے، باقی رہی بیعت، اس کی بابت میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے کہ مجھ ایسا شخص خفیہ طور سے بیعت کر لے۔ اور یہ کچھ موزوں و کافی بھی نہ ہوگا بلکہ جب میں یہاں سے اٹھ کر لوگوں میں جاؤں اور تم ان سب کو بیعت کے لئے طلب کرو گے اور میں بھی ان لوگوں میں ہوں گا تو سب سے پہلے میں ہی جواب دینے والا ہوں گا۔'' ولید کے مزاج میں صلاحیت تھی لہٰذا اس نے اس کو پسند کر کے کہا: ''بہتر ہے، تشریف لے جایئے'' مروان بولا ''ان کو بغیر بیعت کئے ہوئے نہ جانے دو، ورنہ ان سے بیعت نہ لے سکو گے۔ جب تک تم میں اور ان میں خون کا دریا نہ بہے گا اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو میں لپک کر ان کی گردن اڑا دوں گا۔'' اس فقرے کے تمام ہوتے ہی امام حسینؓ بن علیؓ نے ڈانٹ کر کہا: ''تو یا وہ مجھے قتل کرے گا واللہ! تو جھوٹا ہے۔'' مروان یہ سن کر دب گیا، آپ لوٹ کر اپنے مکان پر تشریف لائے، مروان، ولید کو ملامت کرنے لگا۔ ولید نے کہا: ''اے

مروان، واللہ مجھے یہ گوارانہ تھا کہ میں حسینؓ کو بیعت نہ کرنے پر قتل کرتا، اگرچہ مجھے تمام عالم کا مال مل جاتا یا میں اس کا مالک بن بیٹھتا۔''

ابن زبیرؓ کا فرار

باقی رہے عبداللہ بن زبیرؓ، وہ اپنے اعزہ واقارب کو جمع کر کے اپنے مکان میں ہی روپوش ہو گئے۔ ولید آدمی پر آدمی بلانے کے لئے بھیجنے لگا، آخرکار اپنے غلاموں کو ابن زبیرؓ کے گرفتار کرلانے پر متعین کیا۔ غلاموں نے سخت سست کہا، چاروں طرف سے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ ابن زبیرؓ نے مجبور ہو کر اپنے بھائی جعفر کے ذریعے ولید کے پاس کہلا بھیجا ''تمہارے غلاموں نے میری بے عزتی کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ تم ذرا صبر کرو، میں کل آؤں گا اور اپنے غلاموں اور آدمیوں کو بلالو۔'' ولید نے اپنے غلاموں کو واپس بلالیا اور ابن زبیرؓ صرف اپنے بھائی کو لے کر رات کے وقت براہ فرع مکہ کی طرف نکل گئے۔ ولید کو اس کی خبر صبح کو ہوئی، فوراً چند آدمیوں کو ان کے پیچھے روانہ کیا۔ لیکن ان کو نہ پایا۔ مجبور ہو کر واپس آئے۔

امام حسینؓ کی روانگی

تمام دن یہ لوگ امام حسینؓ بن علیؓ کو تنگ کرتے رہے، ولید بار بار آپ کو بلا بھیجتا تھا اور آپ نہ جاتے تھے، پھر آپ نے آخر میں یہ کہلا بھیجا: ''رات کا وقت ہے اس وقت تم صبر کرو، صبح ہوگی تو دیکھا جائے گا۔'' ولید خاموش ہو گیا۔

جونہی رات ہوئی آپ بھی اپنے لڑکوں، بھائیوں، بھتیجوں کے ہمراہ ابن زبیرؓ کی روانگی کی دوسری رات میں مدینہ سے مکہ معظمہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ صرف محمد بن حنفیہ باقی رہ گئے۔ مکہ معظمہ جانے کی تجویز محمد بن حنفیہ ہی نے دی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ تم یزید کی بیعت سے اعراض کر کے کسی دوسرے شہر میں چلے جاؤ اور وہاں سے اپنے ایلچیوں کو اطراف وجوانب بلاد اسلامیہ میں روانہ کرو، اگر وہ لوگ تمہاری بیعت منظور کرلیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور اگر تمہارے سوا انہوں نے متفق ہو کر کسی دوسرے کو امیر بنالیا تو تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا، تمہارے دین یا تمہارے عقل کو مضرت نہیں، اور نہ ہی اس میں تمہاری آبروریزی ہوگی۔ مجھے خطرہ یہ ہے کہ کہیں تم ایسے شہر یا ایسی قوم میں نہ چلے جاؤ جس میں سے کچھ لوگ تمہارے ساتھ اور کچھ لوگ تمہارے مخالف ہوں اور جس سے بدی کی ابتدا تم ہی سے ہو'' امام حسینؓ بن علیؓ نے فرمایا ''اچھا ہم کہاں جائیں؟'' جواب دیا ''مکہ جاؤ، اگر تم کو وہاں اطمینان کے ساتھ یہ باتیں حاصل ہو جائیں تو بہتر ورنہ ریگستان اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چلے جانا، اور ایک سے دوسرے شہر کا رخ کرنا۔ یہاں تک کہ کوئی امر لوگوں کے اجتماع واتفاق سے طے ہو جائے۔'' امام حسینؓ بن علیؓ نے اس رائے کو پسند کیا اور بھائی سے رخصت ہو کر نہایت تیزی کے ساتھ مکہ آپہنچے۔

اب باقی رہ گئے عبداللہ بن عمرؓ۔ ولید نے ان کو بیعت کے لئے بلا بھیجا، آپ نے فرمایا: ''جلدی کیا ہے جس کے ہاتھ پر سب مسلمان بیعت کرلیں گے خواہ وہ حبشی ہی کیوں نہ ہو میں بھی بیعت کرلوں گا'' اور بعض کے بقول عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ، امیر معاویہؓ کی وفات کے وقت مکہ میں تھے۔ اور وہاں سے یہ دونوں بزرگ واپس آ رہے تھے۔ اثناء راہ میں امام حسینؓ وابن زبیرؓ سے ملاقات ہوگئی، ان دونوں صاحبوں نے امیر معاویہؓ کے مرنے کی خبر اور بیعت یزید کا حال بتلایا، ابن عمرؓ نے فرمایا لا تفرقا جماعة المسلمين (مسلمانوں کی جماعت کو متفرق نہ کرتے جاؤ) امام حسینؓ وابن زبیرؓ مکہ کو چلے گئے اور عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ مدینہ آپہنچے اور عام بیعت کے بعد ان دونوں بزرگوں نے بھی بیعت کرلی۔

غرض ابن زبیرؓ یہ کہتے ہوئے کہ میں بیت اللہ میں پناہ گزیں ہوتا ہوں، مکہ میں داخل ہوئے۔ ان دنوں مکہ کا عامل عمر بن سعید تھا۔ اس کے ساتھ نہ تو وہ نماز ادا کرتے تھے اور نہ اس کے ساتھ طواف کرتے تھے۔ یہ اور ان کے ساتھی الگ کھڑے رہتے تھے۔

ولید بن عتبہ کی معزولی

ان واقعات کی اطلاع یزید کو ہوئی تو اس نے ولید بن عتبہ کو مدینہ منورہ کی حکومت سے معزول کر کے عمر بن سعید الاشرق کو مقرر کیا۔ چنانچہ عمر

بن سعید ماہ رمضان المبارک 60ھ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ اس نے پولیس کی افسری عمر بن زبیر کو دی۔ اس وجہ سے کہ ان میں اور ان کے بھائی عبداللہ بن زبیر میں کسی وجہ سے کشید گی تھی۔ چنانچہ اس نے اسی وجہ سے مدینہ منورہ کے چند لوگوں کو جو عبداللہ بن زبیر کے ہوا خواہ تھے، گرفتار کرا کے چالیس سے لے کر ساٹھ دروں تک تشدد کیا۔ جن میں منذر بن زبیر اور ان کا لڑکا محمد اور عبدالرحمٰن بن الاسود ابن عبد یغوث، عثمان بن عبداللہ بن حکیم بن حزام، محمد بن عمار بن یاسر وغیرہ تھے۔ اس کے بعد عمر بن سعید نے سات سو یا اس سے زیادہ آدمیوں کو مکہ کی جانب روانہ کرنے کو مسلح و مرتب کیا، عمر بن زبیر سے ان کی افسری کے بارے میں مشورہ لیا۔ عمر بن زبیر نے جواب دیا: ''مجھ سے زیادہ کوئی شخص اس کام کے لئے موزوں نہ ہوگا۔''

مکہ معظمہ میں لشکر کشی

پس عمر بن سعید نے عمر بن زبیر کو بسر افسری سات سو جنگ آوروں کے جس میں ابن عمیر الاسلمی بھی تھا مکہ معظمہ کی طرف بھیجا، اتنے میں مروان ابن الحکم آ گیا۔ مکہ معظمہ پر فوج کشی کرنے پر ملامت کر کے کہنے لگا ''اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بیت اللہ کی حرمت کو حلال نہ کرو۔ عبداللہ بن زبیر کو نظر انداز کر دو، اس کی عمر ساٹھ برس ہوگئی، اب وہ اس کی کیا مخالفت کرے گا؟'' عمر بن زبیر بولا: ''واللہ! میں اس سے خانہ کعبہ میں لڑوں گا'' ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ابو شریح خزاعی آ گئے اور عمر بن سعید کو مخاطب کر کے کہا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے، مجھے ایک دن صرف ایک ساعت کے لئے مکہ معظمہ میں جنگ کرنے کی اجازت ہوئی اور بعد میں اس کی حرمت ویسی ہی ہوگئی جیسی کہ تھی۔'' عمر بن زبیر نے تلخ ہو کر کہا: ''اے بڈھے! ہم تجھ سے زیادہ مکہ کی حرمت کو جانتے ہیں۔'' بعض کا بیان یہ ہے کہ یزید نے عمر بن سعید کو لکھا تھا کہ عمر بن زبیر کو ایک لشکر جرار کے ساتھ اس کے بھائی کی طرف روانہ کرو، لہٰذا اس نے بسرداری دو ہزار جنگ آوروں کے روانہ کیا۔ مقدمۃ الجیش پر انیس تھا۔ مکہ معظمہ کے قریب پہنچ کر انیس نے ذی طویٰ میں، عمر بن زبیر نے ابطح میں ڈیرے ڈالے اور اپنے بھائی سے کہلا بھیجا کہ ''یزید نے قسم کھائی ہے کہ تمہاری بیعت قبول نہ کی جائے گی۔ جب تک کہ تم خود حاضر نہ ہو گے، آؤ میں تمہارے گلے میں ایک زریں طوق ڈال دوں جو کسی کو دکھائی نہ دے گا۔ تم ایک مقدس شہر میں ہو، خون ریزی سے کچھ حاصل نہیں۔''

عمر بن زبیر کا انجام

عبداللہ بن زبیر نے اس کے جواب میں عبداللہ بن صفوان کو بسر گروہی ان لوگوں کے جو اہل مکہ سے ان کے پاس یکجا ہو گئے تھے، مقابلہ کے لئے روانہ کیا، جنگ ہوئی۔ میدان جنگ عبداللہ بن صفوان کے ہاتھ رہا اور انیس شکست کھا کر بھاگا۔ اس بھگدڑ میں انیس مارا گیا۔ اس کے بعد عمر بن زبیر سے مڈبھیڑ ہوئی۔ اس کے ساتھیوں کے قدم استقامت میدان جنگ سے اکھڑ گئے، نہایت ابتری کے ساتھ بھاگے۔ عمر بن زبیر گھبرا کر ابن علقمہ کے گھر میں جا چھپا۔ عبیدہ ابن زبیر نے پناہ دی اور اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر سے سفارش کی کہ ''میں نے اس کو امان دے دی ہے۔'' لیکن عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کو منظور نہ کیا، بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ بن صفوان نے عبداللہ بن زبیرؓ سے کہا تھا ''تم اپنے بھائی کے حملہ سے مجھے بچانا میں انیس بن عمر سے نپٹ لوں گا'' لہٰذا اس نے انیس سے مڈبھیڑ کی اور اس کو شکست دے کر قتل کر ڈالا۔ مصعب بن عبدالرحمٰن ایک گروہ کے ساتھ عمر بن زبیر کے مقابلہ پر گئے ہوئے تھے۔ عمر بن زبیر کے ہمراہی میدان چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ تب اس کو اس کے بھائی عبیدہ بن زبیر نے پناہ دی لیکن عبداللہ بن زبیر نے اس امان دہی کو جائز نہ سمجھتے ہوئے عمر بن زبیر کو گرفتار کرا کے قید کر دیا۔ اس کے بعد ان لوگوں کے قصاص میں جن کو اس نے مدینہ منورہ میں پٹوایا تھا، درے لگوائے جس کی وجہ سے وہ مر گیا۔

امام حسینؓ کی مکہ میں آمد

جس وقت امام حسینؓ بن علیؓ مدینہ منورہ سے مکہ کو آ رہے تھے، اثناء راہ میں عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوگئی۔ عرض کیا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''فی الحال تو مکہ جاتا ہوں، بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی جہاں مرضی ہو''۔ عبداللہ بن مطیع نے نصیحت کی: ''آپ ہرگز ہرگز کوفہ کا قصد

نہ کیجئے گا، ان ہی لوگوں نے آپ کے والد کو شہید کیا ہے، آپ کے بھائی کو ذلیل کیا ہے۔ یہ لوگ بڑے بدعہد و پیمان شکن ہیں، آپ مکہ ہی میں قیام کیجئے۔ بیت اللہ سے باہر بھول کر بھی قدم نہ نکالئے گا۔ آپ عرب کے سردار ہیں جن کو آپ کی ہوا خواہی منظور ہوگی وہ یہیں آئیں گے، جب تک حجاز کے لوگ آپ سے استدعا نہ کریں تب تک بیت اللہ کو نہ چھوڑیئے گا۔" حسینؓ بن علیؓ اس کو دل نشین کر کے مکہ میں داخل ہوئے، لوگوں کی آمد و رفت آپ کے پاس شروع ہوئی، کوئی کچھ کہتا تھا، کسی کی کچھ رائے ہوتی تھی۔ عبداللہ بن زبیر خانہ کعبہ کے ایک گوشہ میں شب و روز نماز پڑھتے اور طواف کرتے تھے حسینؓ بن علیؓ اکثر لوگوں کے حالات بیان کر کے ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ ان کو یہ معلوم تھا کہ اہل حجاز حسینؓ بن علیؓ کے ہوتے ہوئے میرے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے۔

کوفیوں کی امام حسینؓ کو دعوت

جب کوفیوں کو بیعت خلافت یزید اور حسینؓ ابن علیؓ کے مکہ چلے جانے کا حال معلوم ہوا تو شیعان امیر المؤمنین علیؓ، سلیمان بن صرد کے مکان پر اکٹھے ہوئے اور چند لوگوں کی طرف سے جن میں سلیمان و مسیب بن محمد و رفاعہ بن شداد و حبیب بن مظاہر وغیرہ شامل تھے، امام حسینؓ بن علیؓ کو اس مضمون کا خط لکھا، کہ آپ یہاں تشریف لائیے، ہم لوگوں نے نعمان کے ہاتھ پر یزید کی بیعت نہیں کی، نہ جمعہ اور عید میں اس کے ساتھ شامل ہوتے ہیں، اگر آپ آ جائیں تو ہم اس کو نکال دیں گے" خط عبداللہ بن سبع ہمدانی و عبداللہ بن وال کی معرفت روانہ کیا گیا۔ پھر دو راتوں کے بعد دوسرا مکتوب تقریباً ڈیڑھ سو آدمیوں کی طرف سے اسی مضمون کا لکھا گیا، پھر تیسری مرتبہ بھی اسی مضمون کا خط روانہ کیا گیا جس کو شبث بن ربعی، حجاز بن الجبر، یزید بن الحرث، یزید بن رویم، عروہ بن قیس، عمر بن الحاج زبیدی، محمد بن عمر التمیمی وغیرہ نے بڑے شد و مد سے لکھا تھا۔ متواتر خطوط آنے سے امام حسینؓ بن علیؓ کے خیالات میں غیر معمولی تبدیلی آ گئی لہٰذا جواب میں لکھا: "جو تم لوگوں نے لکھا ہے میں اسے سمجھ گیا۔ فی الحال میں اپنے چچازاد بھائی اور اپنے معتمد ترین اہل بیت مسلم بن عقیل کو روانہ کرتا ہوں، یہ تمہارے حالات دیکھ کر مجھے اطلاع دیں گے۔ پس اگر تمہارے رؤساء ملت نے جیسا کہ اس سے پہلے تم نے لکھا ہے، اس پر اتفاق کیا اور اس پر جمع ہو گئے تو میں عنقریب آ جاؤں گا، اپنی قسم! امام وہی ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرتا ہے اور عدل پر قائم ہے اور دین حق پر چلتا ہے۔ والسلام۔"

مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

مسلم بن عقیل خط لے کر چلے، مدینہ پہنچے، مسجد نبوی میں نماز پڑھی، اہل مدینہ سے رخصت ہوئے۔ قیس سے دو راہبروں کو اجرت پر ساتھ لیا۔ اثناء راہ میں دونوں رہبر پانی کا راستہ بتا کر شدت پیاس کی وجہ سے اس جہانی فانی سے رخصت ہو گئے۔ اور مسلم بن عقیل نے تکلیف و مصائب اٹھا کر چشمہ آب پر پہنچ کر پانی پیا اور زندہ بچ گئے۔ مسلم بن عقیل نے اس واقعہ کو برا شگون سمجھا اور اسی مقام سے اپنے بھائی حسینؓ کو خط لکھا کہ مجھے کوفہ جانے سے معاف فرمایئے"۔ آپ نے جواب میں تحریر کیا: "میں خیال کرتا ہوں کہ تم نے بزدلی سے یہ لکھا ہے، تم کو ہی جانا ہوگا۔ والسلام"

مسلم بن عقیل بہ تعمیل ارشاد یکم ذی الحجہ 60ھ کو کوفہ میں داخل ہوئے تو شیعوں کے دلوں میں کھلبلی پڑ گئی اور پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے۔ جب ان میں سے چند لوگ اکٹھے ہو جاتے تو مسلم بن عقیل ان کو امام حسینؓ کا خط پڑھ کر سناتے تھے اور وہ لوگ دھاڑیں مار کر روتے اور امداد کا عہد کرتے تھے۔

گورنر کوفہ کی شکایت

رفتہ رفتہ اس کی خبر نعمان بن بشیر گورنر کوفہ تک پہنچی، چونکہ اس کی طبیعت میں صلح پسندی تھی، لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور فتنہ و فساد برپا ہونے سے ڈرایا اور صاف لفظوں میں یہ کہا کہ "مجھ سے جب تک کوئی نہ لڑے گا، میں اس سے نہ لڑوں گا اور نہ کسی کو محض شبہ و بدگمانی کی وجہ سے گرفتار کروں گا، ہاں اگر تم نے ابتدا کی اور نقض بیعت کی اور بادشاہ وقت کے مخالف ہوئے، تو واللہ! جب تک میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ رہے گا، تم کو برابر مارتا

رہوں گا، خواہ میرا کوئی معین و مددگار نہ ہو۔" تقریر ختم ہونے پر بعض بنی امیہ کے حلیفوں نے کہا: "تم کو اس مضمون کا خطبہ نہیں دینا چاہئے، جو تمہاری رائے ہے وہ کمزوروں کی رائے ہے۔ دشمنوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ ورنہ دشمنوں کو جرأت ہوگی۔" نعمان نے جواب دیا: "مجھے کمزور ہو کر اللہ کی اطاعت میں رہنا زیادہ محبوب ہے، بمقابلہ اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ کا گنہگار ہو کر عزت والا ہوں۔" یہ کہہ کر نعمان منبر سے اتر آئے، عبداللہ بن مسلم، عمارہ بن ولید بن عقبہ، عمرو بن سعد بن ابی وقاص نے مسلم بن عقیل کے آنے تک لوگوں کے بیعت کرنے اور نعمان بن بشیر کے خطبہ دینے کا حال یزید کو لکھ بھیجا اور یہ بھی لکھا کہ اگر تم کو کوفہ کی ضرورت ہو تو کسی طاقتور شخص کو مامور کرو جو تمہارے احکام کو استقلال و قوت کے ساتھ جاری اور تمہارے ملک کی حفاظت اور تمہارے دشمنوں کو دبا سکے۔ یزید نے سرجون رومی سے اس کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔

سرجون کی تجویز

سرجون نے کہا "میں آپ سے امیر معاویہؓ کی رائے ظاہر کروں، کیا آپ اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں؟" یزید نے کہا 'ہاں' سرجون نے کہا: "عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کی سند گورنری مرحمت کیجئے، امیر معاویہؓ کی یہی رائے تھی۔" اگرچہ یزید عبیداللہ بن زیاد سے ناخوش تھا لیکن سرجون کے کہنے سے عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کی گورنری دے دی اور سند گورنری مسلم بن عمرو الباہلی کی معرفت روانہ کی اور یہ بھی لکھا کہ مسلم بن عقیل کو حراست میں لے کر قتل کر ڈالنا یا شہر بدر کر ڈالنا۔"

اسی زمانہ میں امام حسین بن علیؓ نے رؤسا اہل بصرہ مالک بن سمع بکری، احنف بن قیس، منذر ابن جارود، مسعود بن عمرو، قیس بن الہیثم، عمر بن عبیداللہ بن معمر وغیرہ کے پاس ایک خط بھیجا تھا جس میں ان لوگوں کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دی تھی۔ سب نے اس خط کو چھپا لیا، مگر منذر بن جارود نے یہ سمجھ کر کہ شاید ابن زیاد کا یہ مکر نہ ہو، نامہ بر اور خط کو ابن زیاد کے روبرو پیش کر دیا۔ ابن زیاد نے نامہ بر کو بار حیات سے سبکدوش کر دیا اور لوگوں کو اکٹھا کر کے اس مضمون کا خطبہ دیا۔ "اے اہل بصرہ! مجھ کو نہ تو کسی امر کا اندیشہ ہے اور نہ میں کسی سے خائف ہوں، جو شخص مجھ سے لڑے گا میں بھی اس سے لڑوں گا اور جو شخص صلح رکھے گا میں بھی اس سے صلح کے ساتھ پیش آؤں گا، اے اہل بصرہ! مجھ کو امیر المؤمنین یزید نے کوفہ کی بھی حکومت عطا فرمائی ہے۔ میں غالباً کل روانہ ہو جاؤں گا زمانہ غیر حاضری میں اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو تم پر اپنا نائب مقرر کئے جاتا ہوں، تم لوگ اختلاف و سرکشی سے احتراز کرنا۔ اگر مجھے یہ علم ہو گیا کہ کسی شخص نے ذرہ بھر بھی اختلاف کیا ہے تو میں اسی کو صرف قتل نہ کروں گا بلکہ اس کے دوست و آشنا اور عزیز و اقارب کو بھی تہ تیغ کر دوں گا اور اس جرم میں قریب و بعید کے سب لوگ ماخوذ کئے جائیں گے تاکہ تم لوگ راستی و استقامت اختیار کرو اور تم میں مخالفت باقی نہ رہے۔ یہ یاد رکھو کہ میں زیاد کا بیٹا ہوں، مجرم ہونے کی حالت میں اپنے ماموں اور چچازاد بھائی کا بھی لحاظ نہ کروں گا۔"

ابن زیاد کی کوفہ کو روانگی

خطبہ سے فارغ ہو کر مسلم بن عمر الباہلی اور شریک بن الاعور حارثی اور اپنے خاندان والوں کے ہمراہ کوفے کی طرف روانہ ہوا۔ اثناء راہ سے شریک وغیرہ سے علیحدہ ہو گیا، تنہا عبیداللہ بن زیاد کوفے میں داخل ہوا۔ جن لوگوں کی طرف گزرتا تھا وہ لوگ امام حسینؓ سمجھ کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور جوش مسرت سے مرحبا بک یا ابن رسول اللہ کہتے تھے مگر ابن زیاد اس کا کچھ جواب نہ دیتا تھا، چپ چاپ چلا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ نعمان بن بشیر تک پہنچا، اس کے پیچھے پیچھے ایک انبوہ کثیر خوشی کے نعرے بلند کر رہا تھا۔ نعمان نے امام حسین بن علیؓ کے شبہ سے دروازہ بند کر لیا اور اندر سے چلا کر کہا "تم کو میں خدا کی قسم دیتا ہوں، تم میری طرف مائل نہ ہو، میں اپنی امانت، اپنا مال تمہاری کسی جنگی ضرورت کو نہ دوں گا۔" عبیداللہ بن زیاد نے دروازے کے پاس جا کر کہا "دروازہ کھول دو، ورنہ کھولا جائے گا" ایک شخص جو اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا آواز پہچان کر بولا، یہ تو ابن

مر جانا ہے! لوگ یہ سنتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔

خطبہ

ابن زیاد کا خطبہ

عبیداللہ بن زیاد دارالامارت میں داخل ہوا، صبح ہوئی، منبر پر گیا خطبہ دیا ''اے اہل کوفہ! امیر المؤمنین نے تمہارے شہر اور احکام شرعی اور مال غنیمت اور بیت المال کا والی مجھے مقرر کیا ہے اور مجھے تمہارے مظلوموں کی دادرسی، تمہارے محروموں کو دینے، تمہارے فرمانبرداروں کے ساتھ احسان کرنے، تمہارے نافرمانوں اور باغیوں کو مغلوب کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں بے شک تم پر اس کے احکام جاری کروں گا۔ میں تم پر تمہارے والد سے زیادہ مہربان رہوں گا اور تمہارے شفیق بھائی سے بڑھ کر تمہاری اطاعت کروں گا لیکن جو شخص میرے حکم کی مخالفت کرے گا اس کی گردن و پیٹھ پر میری تلوار اور میرا درہ ہو گا'' اتنا کہہ کر منبر سے اترا اور واقف کاروں اور شہر کے رؤساء کو مخاطب کر کے کہا ''لوگو! امیر المؤمنین کے خیر خواہوں اور ان لوگوں کی تعداد صحیح صحیح ظاہر کرو جن کے دلوں میں اختلاف و بغاوت کا مادہ بھرا ہو۔ پس جو شخص صاف صاف لکھ دے گا، وہ بری ہے اور جو شخص نہ لکھے گا تو وہ اس کا ذمہ دار تصور کیا جائے گا، اگر اتفاق سے اس کے دوستوں و آشناؤں میں سے کسی نے ہماری مخالفت کی یا ہم سے باغی ہوا تو ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔ اس کا خون و مال ہم کو مباح ہو گا اور جس کے علم میں کوئی شخص امیر المؤمنین کا باغی و مخالف ہو اور اس نے نہ ظاہر کیا تو ہم اس کو سولی چڑھا دیں گے اور اس کا وظیفہ وغیرہ ضبط کر لیں گے۔''

مسلم بن عقیل کو پناہ

مسلم بن عقیل کے کانوں تک عبیداللہ کے احکامات پہنچے تو مختار کے مکان سے نکل کر ہانی بن عروہ مرادی کے دروازے پر جا کر بلایا۔ ہانی نکلا، دیکھ کر ناک بھوں چڑھائی، مسلم بن عقیل نے کہا ''میں تمہارے پاس پناہ گزیں اور تمہارا مہمان بن کر آیا ہوں'' ہانی نے جواب دیا ''تم نے مجھے سخت تکلیف دی، اگر میرے مکان میں نہ آ جاتے تو میں یہ پسند کرتا کہ قبل اس کے کہ میں کسی جرم میں ماخوذ ہو جاؤں، تم میرے پاس سے واپس چلے جاؤ۔ خیر آؤ! حتی الامکان میں تمہیں پناہ دوں گا۔'' مسلم بن عقیل اس کو غنیمت جان کر ہانی کے مکان پر ٹھہر گئے۔

ابن زیاد کا مخبر

ابن زیاد نے اپنے ایک غلام کو بلا کر تین ہزار درہم دے کر مسلم بن عقیل کی سراغ رسانی پر متعین کیا اور یہ سمجھا دیا کہ ہوا خواہان مسلم ابن عقیل سے ملنا جلنا اور ان سے یہ ظاہر کرنا کہ میں بھی مسلم بن عقیل کا حامی ہوں۔ پس ابن زیاد کا غلام مسجد میں مسلم بن عوسجہ اسدی کے پاس گیا۔ یہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ آپس میں تذکرہ کر رہے تھے کہ یہی امام حسینؓ کی بیعت لیتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہوئے تو غلام نے سلام کر کے کہا ''میں شام کا باشندہ ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے حب اہلبیت رسالت سے سرفراز کیا ہے۔ یہ تین ہزار درہم حاضر ہیں، مجھے یہ خبر ملی ہے کہ ان میں سے کوئی بزرگ کوفے آئے ہوئے ہیں اور ابن بنت (نواسہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت لے رہے ہیں۔ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم کو ان کے قیام و تشریف آوری کا حال معلوم ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ مال لے لو اور مجھے ان کے پاس لے چلو اور اگر تمہیں کسی قسم کا خیال ہو تو قبل اس کے کہ مجھے ان کی زیارت نصیب ہو مجھ سے عہد و پیمان لے لو'' مسلم ابن عوسجہ بولے: مجھے تمہاری ملاقات سے مسرت ضرور ہوئی شاید تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ اہل بیت کی امداد کرے لیکن اس سے مجھے رنج پہنچا کہ لوگ اس کام کی تکمیل سے پہلے میرے راز سے واقف ہو گئے۔ یہ کہہ کر مسلم بن عوسجہ نے غلام سے اخفاء راز کا عہد و پیمان لیا اور غلام مسلم بن عقیل کا پتہ لگانے کے لئے ان کے پاس آنے جانے لگا۔ اتفاق سے ہانی بن عروہ بیمار ہوا۔ عبیداللہ بن زیاد عیادت کو آیا۔ عمارہ بن عبدالسلولی نے اس کے قتل کا قصد کیا لیکن ہانی نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ میں اپنے مکان پر ایسے واقعہ کا ہونا پسند نہیں کرتا۔

ابن زیاد کے قتل کا منصوبہ

اس کے چند ہی دنوں بعد شریک بن اعور بیمار ہو کر ہانی کے مکان پر آ کر ٹھہر گیا۔ ابن زیاد اور امراء کوفہ اس کی عزت کرتے تھے اور یہ عمار بن یاسر کے ساتھ شرکِ جنگ صفین ہوا تھا، ابن زیاد نے کہلا بھیجا کہ میں شام کے وقت تمہاری عیادت کو آؤں گا۔ شریک نے مسلم سے کہا ''یہ (ابن زیاد) فاجر شام کو میری عیادت کرنے آئے گا جونہی بیٹھے، فوراً اس کا سر قلم کر دینا۔ اس کے قتل کے بعد کوئی شخص قصر امارت پر قابض ہونے سے معترض نہ ہوگا، اگر مجھے افاقہ ہو گیا تو میں چل کر بصرہ پر بھی قبضہ کرا دوں گا۔ مگر ہانی نے پھر ممانعت کر دی۔ شام ہوئی عبیداللہ بن زیاد آیا۔ علالت کا حال دریافت کرتا رہا۔ دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ عبیداللہ بن زیاد کے چلے جانے پر شریک نے مسلم بن عقیل سے قتل نہ کرنے کی وجہ دریافت کی، جواب دیا میں نے دو وجوہات کی بنا پر قتل نہیں کیا، ایک یہ کہ ہانی کو ناگوار تھا کہ اس کے مکان پر وہ قتل کیا جائے، دوسرے یہ کہ امیر المؤمنین علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے ان الایمان قید الفتک فلا یفتک مؤمن بمؤمن (ایمان خونریزی سے مانع ہے اسی لئے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا خون نہیں بہاتا) اس کے تین دن کے بعد شریک کا اسی علالت میں انتقال ہو گیا۔ پھر ابن زیاد کا غلام، مسلم بن عوسجہ کے ذریعہ مسلم بن عقیل کی خدمت میں آنے جانے لگا، وہ جو گفتگو ہوتی تھی، روزانہ ابن زیاد سے جا کر کہہ آتا تھا، ایک مدت سے ہانی علالت کے حیلہ سے ابن زیاد کے پاس نہیں جاتا تھا۔

افشائے راز

ابن زیاد نے محمد بن اشعث واسماء بن خارجہ و عمرو بن الحجاج کو بلا کر ہانی کے نہ آنے کا سبب پوچھا۔ ان لوگوں نے کہا ''بیمار ہے'' ابن زیاد بولا ''کیا خوب! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ وہ اچھا ہو گیا ہے۔ اور روزانہ گھر سے نکل کر دروازے پر بیٹھا کرتا ہے جاؤ اس کو میرے پاس بلا لاؤ'' غرض یہ لوگ ہانی کو ابن زیاد کے پاس لے گئے۔

ابن زیاد: کیوں ہانی! تمہارے مکان پر یہ کیسا مجمع ہوتا ہے، تم نے امیر المؤمنین کے خلاف مسلم بن عقیل کو بلا کر اپنے مکان پر ٹھہرایا ہے اور آلات حرب اور لوگوں کو اکٹھا کرتے ہو، تم یہ سمجھتے تھے کہ یہ بات پوشیدہ رہے گی؟

ہانی: یہ بات بالکل غلط ہے۔

ابن زیاد: غلط نہیں ہے یاد کر کے کہو میں نے یہ باتیں اس سے سنی ہیں جو تمہارے جلسہ میں شامل ہوتا ہے۔

ہانی: جس نے تم سے یہ بیان کیا ہے وہ دروغ گو ہے۔

ابن زیاد: (اس غلام کی طرف اشارہ کر کے جو اس کا مخبر تھا) اس کو پہچانتے ہو؟ ہانی نے دبی زبان سے کہا ''ہاں میں جانتا ہوں'' ساتھ ہی اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، سکتہ سا ہو گیا تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا، پھر سر اٹھا کر بولا ''مجھ سے سنو، واللہ میں جھوٹ نہیں کہوں گا بخدائے لایزال میں نے مسلم کو نہیں بلایا اور نہ میں یہ جانتا ہوں کہ وہ کس مقصد کے لئے آیا ہے، میرے دروازے پر آ کر ٹھہرنے کی اجازت چاہی، مجھے انکار کرتے ہوئے شرم دامن گیر ہوئی میں نے ٹھہرا لیا، مہمانی کی، یہ قصور البتہ مجھ سے ہوا، اس کے بعد جو واقعات و حالات ہوئے ان کو تم جانتے ہو، اگر تم کہو تو میں ضمانت دے کر جاؤں اور اس کو اپنے گھر سے نکال کر پھر آ جاؤں'' ابن زیاد نے کہا ''میں تمہیں تب تک نہ چھوڑوں گا جب تک تم اس کو میرے سامنے لا کر پیش نہ کر دو گے'' ہانی نے جواب دیا ''میں اپنے مہمان کو تمہارے سپرد نہ کروں گا کہ تم اس کو قتل کرو'' ابن زیاد اس پر مصر تھا اور ہانی انکاری۔ جب بحث و تکرار بڑھتی نظر آئی تو مسلم بن عمرو الباہلی نے ابن زیاد سے کہا ''مجھے ہانی سے تخلیہ میں دو دو باتیں کرنے دیجئے'' ابن زیاد چپ ہو گیا۔

ابن عروہ کی گرفتاری

مسلم اور ہانی علیحدہ گوشہ مکان میں اٹھ کر گئے، ابن زیاد ان کو دیکھ رہا تھا۔ مسلم نے کہا ''اے ہانی! تم یہ کیا کہہ رہے ہو، ناحق خود کو اور اپنی قوم کو

ہلاکت میں مبتلا کرتے ہو، تم مسلم بن عقیل کو ابن زیاد کے حوالے کر دو، یہ ان کو مضرت نہ پہنچائے گا۔ علاوہ بریں تم ان کو سلطان وقت کے حوالے کرتے ہو اس میں تمہاری بے عزتی نہیں ہے۔'' ہانی نے جواب دیا واللہ! اس میں میری بے عزتی ہے۔ میں اپنے مہمان کو کسی طرح ابن زیاد کے حوالے نہیں کر سکتا، جب تک کہ میرے بازو صحیح وسلامت ہیں، میرے اعوان وانصار بھی زیادہ ہیں، بالفرض اگر میں تنہا بھی ہوتا تو میں اپنے مہمان کو اس کے حوالے نہ کرتا، جب تک میں زندہ رہتا، ابن زیاد یہ جواب سن کر بولا ''اس کو میرے پاس لاؤ'' ہانی قریب لایا گیا تو اس سے مخاطب ہو کر کہا ''اے ہانی! تم مسلم کو میرے سپرد کر دو ورنہ تمہاری گردن ماری جائے گی'' ہانی نے خشونت کے لہجے میں جواب دیا ''اگر ایسا ہو گا تو تیرے مکان کے اردگرد ہزاروں کا مجمع ہو گا اور تو دیکھ لے گا کہ میرے اعزہ واقارب تجھ کو اس حرکت سے باز رکھیں گے'' ابن زیاد نے اس سخت جواب پر جھلا کر ہانی کو قید کر دیا، بعض کے بقول ہانی کے اس جواب پر اس قدر قمچیاں ماریں کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی، چہرہ کا گوشت کٹ کر ڈاڑھی پر لٹک گیا۔ مگر جب مارتے مارتے قمچی ٹوٹ گئی تو اس کو ایک تنگ وتاریک مکان میں اسیر کر دیا۔ اسماء بن خارجہ نے اٹھ کر کہا ''اے بدعہد! تو نے ہمارے ذریعہ سے ہانی کو بلوایا جب ہم اس کو لے آئے تو تو نے اس کو اس قدر مارا کہ خون رواں ہو گیا، کیا تیرا یہ خیال ہے کہ تو اس کو قتل کر ڈالے گا؟'' ابن زیاد نے اپنے غلاموں کو اشارہ کیا، انہوں نے ان کی بھی تھوڑی سی مرمت کر دی۔ وہ ٹھنڈے ہو کر بیٹھ رہے۔ ہوتے ہوتے عمرو بن الحجاج تک یہ اطلاع پہنچی کہ ہانی مار ڈالا گیا۔ جوش میں آ کر مذحج کو لے کر دارالامارت کا محاصرہ کر لیا اور بلند آواز سے کہا ''ہم عمرو بن الحجاج ہیں اور یہ سواران مذحج اور ان کے سردار، ہم نے اطاعت امیر المؤمنین سے انحراف کیا ہے، اور نہ کوئی اپنی الگ جماعت بنائی ہے۔'' ابن زیاد نے گھبرا کر شریح قاضی سے کہا ''آپ ذرا ان کے دوست (ہانی) کے پاس تشریف لے جایئے اور اس کو دیکھ کر ان لوگوں کو بتایئے کہ وہ زندہ رہے'' چنانچہ شریح قاضی نے ایسا ہی کیا اور وہ لوگ یہ سن کر کہ ہانی زندہ ہے لوٹ گئے۔

قصر امارت کا گھیراؤ

مسلم بن عقیل نے یہ واقعات سن کر اپنے اصحاب میں ''یا منصور امتہ'' کی ندا کر دی، اس وقت تک ان کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار آدمی بیعت کر چکے تھے، جس میں سے چار ہزار مکان میں ہی موجود تھے، تھوڑی دیر میں ایک انبوہ کثیر یکجا ہو گیا، آپ نے عبداللہ بن عزیز کندی کو کندہ پر مامور فرما کر آگے بڑھنے کا حکم دیا اور مسلم بن عوسجہ اسدی کو مذحج واسد پر، ابی ثمامہ سائدی کو تمیم وہمدان پر، عباس بن جعدہ جدلی کو مدینہ پر متعین کر کے قصر امارت کا ارادہ کیا۔ لیکن ابن زیاد نے دروازے بند کر لئے قصر امارت میں تیس آدمی پولیس کے اور بیس آدمی اور تھے۔ جن میں چند شرفاء کوفہ اور کچھ اس کے خود خادم وخاندان والے تھے، شام تک یہی حال رہا، چاروں طرف ایک ہلڑ سا مچا ہوا تھا، کسی طرح کم نہ ہوتا تھا۔

ابن زیاد کی حکمت عملی

تب ابن زیاد نے ان کے منتشر کرنے کی یہ تدبیر نکالی، کہ کثیر بن شہاب حارثی کو مذحج کی جانب، محمد بن الاشعث کو کندہ وحضرموت کی جانب، قعقاع بن شور الذہلی وشیث بن ربعی تمیمی وحجاز بن الجبر عجلی وشمر بن ذی الجوشن ضبابی وغیرہ کو حکم دیا کہ قصر امارت کی کھڑکیوں اور بالاخانہ سے کھڑے ہو کر ہجوم کو سمجھا بجھا کر مسلم بن عقیل سے الگ ہونے کو کہو اور اعلان کر دو کہ جو آدمی اس وقت ان سے الگ ہو جائے گا اس کو امان دی جائے گی اور جو شخص اس کے حکم سے سرتابی کرے گا وہ عتاب شاہی میں گرفتار کیا جائے گا اور نہایت سخت سزا اس کو دی جائے گی۔ اہل کوفہ کے کان میں جونہی یہ آواز پڑی اور انہوں نے اپنے رؤساء وسرداروں کو یہ کہتے ہوئے دیکھا، ایک ایک، دو، دو، پانچ پانچ، دس دس الگ ہونے لگے۔

کوفیوں کی وعدہ خلافی

آخر یہ نوبت پہنچی کہ عورت ومرد سب کے سب گھروں سے نکل پڑے اور وہ اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو بلا لے گئے۔ یہاں تک کہ مسلم بن عقیل کے پاس مسجد میں صرف تیس آدمی باقی رہ گئے۔ اس وقت آپ مسجد سے نکل کر ابواب کندہ کی طرف روانہ ہوئے، کندہ کے دروازے تک

پہنچتے پہنچتے یہ تیس آدمی بھی علیحدہ ہو گئے، تن تنہا بھولتے بھٹکتے بنی کندہ کی ایک عورت کے مکان پر پہنچے (جس کا نام طوعہ تھا اس کا لڑکا بلال لوگوں کے ساتھ سپاہی بن کر گیا تھا) مسلم بن عقیل نے اس کو سلام کر کے پانی مانگا۔ طوعہ نے پانی پلایا، آپ اسی کے دروازے پر بیٹھ گئے، طوعہ نے کہا ''اے اللہ کے بندے، کیا تم نے پانی نہیں پیا؟'' جواب دیا، ہاں، پھر طوعہ نے کہا ''تم اپنے گھر جاؤ'' تین بار اس فقرے کو اس نے دہرایا، آپ نے کچھ جواب نہ دیا، تب طوعہ بولی ''سبحان اللہ میں تم کو گھر جانے کو کہتی ہوں اور تم خاموش بیٹھے ہو، اٹھو اپنے گھر جاؤ، مجھے تمہارا یہاں بیٹھے رہنا پسند نہیں ہے۔'' آپ نے ایک سرد آہ کھینچ کر ارشاد کیا ''اس شہر میں میرا نہ مکان ہے اور نہ کوئی عزیز و قریب ہے، کیا تم مجھ کو اپنے گھر میں امان دے سکتی ہو؟ اور میرے ساتھ کچھ بھلائی کر سکتی ہو، شاید اس کے بعد کبھی میں تم کو اس کا معاوضہ دے سکوں؟'' طوعہ بولی ''آپ ہیں کون؟'' فرمایا ''مسلم بن عقیل ہوں مجھے کوفہ والوں نے دھوکا دیا ہے'' طوعہ نے کہا ''اچھا آپ میرے مکان میں تشریف لایئے'' غرض مسلم بن عقیل کو طوعہ نے اپنے مکان کے دوسرے احاطے میں ٹھہرایا، کھانا لائی، مگر آپ نے تناول نہ کیا۔ اس عرصے میں اس کا لڑکا آ گیا اور طوعہ کو بار بار دوسرے احاطے میں آتے جاتے دیکھ کر وجہ پوچھی۔ طوعہ نے بڑے اصرار سے عہد و پیمان لے کر مسلم بن عقیل کے آنے اور ٹھہرانے کا ماجرا بتلا دیا، بلال سن کر خاموش ہو رہا۔ ابن زیاد مجمع بکھر جانے کے بعد اپنے احباب کے ساتھ مسجد میں آیا اور ہر محلہ میں یہ منادی کر دی۔ ''سب لوگوں کا قصور معاف کر دیا گیا، کسی پر کوئی الزام باقی نہیں ہے، عشاء کی نماز مسجد میں آ کر پڑھو'' تھوڑی دیر میں مسجد آدمیوں سے بھرپور ہو گئی۔

سفیر حسینؓ کی گرفتاری

ابن زیاد نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور منبر پر کھڑے ہو کر اس مضمون کا خطبہ دیا کہ ابن عقیل نے تم لوگوں میں فتنہ و نفاق پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس کے گھر میں ہم اس کو پائیں گے وہ بری الذمہ ہے اور جو شخص اس کو گرفتار کر لائے گا اس کو ہم انعام دیں گے، اس کے بعد حصین بن تمیم کو حکم دیا کہ اسی وقت کوفہ کی ناکہ بندی کر لو، صبح ہوتے تمام گھروں کی تلاشی لینا۔ صبح ہوئی ابن زیاد نے ایک جلسہ عام منعقد کیا، بلال (طوعہ کے لڑکے) نے حاضر ہو کر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث سے مسلم ابن عقیل کے آنے اور مکان میں چھپانے کا قصہ بیان کیا، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ محمد بن اشعث سے اس واقعے کو اسی وقت بیان کیا، جس وقت وہ ابن زیاد کے پاس دربار میں بیٹھا تھا۔ محمد بن اشعث نے ابن زیاد سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ ابن زیاد نے مسلم بن عقیل کی گرفتاری کی غرض سے محمد کو مع عمرو بن عبیداللہ بن عباس السلمی اور قیس کے ستر آدمیوں کے روانہ کیا۔ مسلم بن عقیل ان لوگوں کی آوازیں سن کر تلوار کھینچ کر نکل آئے اور نہایت مردانگی سے ان کو گھر کے باہر نکال دیا۔ بار بار وہ لوگ حملہ کرتے تھے اور مسلم بن عقیل دم بھر میں ان کو نکال دیتے تھے۔ بکیر بن حمران احمری نے مسلم پر تلوار چلائی جس سے آپ کا اوپر کا ہونٹ کٹ گیا، دو دانت ٹوٹ گئے۔ آپ نے بھی بڑھ کر اس کے سر پر تلوار کا وار کیا، دوسری تلوار کندھے پر پڑی۔ بکیر منہ کے بل گر پڑا۔ اس کے ساتھی چھت پر چڑھ گئے، پتھر آگ پھینکنے لگے، آپ بھی شمشیر بکف جست کر کے پہنچ گئے۔ قتل و خون کا بازار گرم کر دیا۔ محمد بن اشعث نے چلا کر کہا، تم نہ لڑو، تم کو پناہ دی جاتی ہے۔ آپ ذیل کے اشعار پڑھتے اور لڑتے ہوئے اس کے پاس آئے:

اقسمت لا اقتل الا حرا　　وان رایت الموت شیئا نکرا
او یخلط البارد سخنا مرا　　رد شعاع الشمس فاستقرا
کل امری یوما یلاق شرا　　اخاف ان اکذب او اعزا

ترجمہ: میں نے قسم کھائی ہے کہ میں شریف ہی کو موت کے حوالے کروں گا.... اگرچہ موت کو مکروہ چیز تصور کرتا ہوں۔ یا ٹھنڈی چیز میں گرم کڑوی چیز ملا دی جائے.... آفتاب کی شعاع لوٹا دی جائے اور وہ ٹھہر جائے۔ ہر انسان ایک روز موت کے پنجہ میں گرفتار ہوگا.... مجھے خوف ہے کہ میں جھٹلایا اور دھوکا دیا جاؤں گا۔

محمد بن اشعث بولا ''تم نہ جھٹلائے جاؤ گے اور نہ تم کو لوگ دھوکا دیں گے'' چونکہ پتھروں کی ضربوں سے جا بجا زخم پڑ گئے تھے اور اس وقت ان میں جنگ کرنے کی تاب باقی نہ رہی تھی، مسلم ابن عقیل ایک دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ ابن اشعث اور دیگر لوگوں نے باستثناء عمرو بن عبیداللہ السلمی

کے امان دی، تلوار واپس لے لی اور ایک خچر پر سوار کرا کے ابن زیاد کی طرف لے چلے کسمپرسی کا خیال آ گیا آنکھوں میں آنسو بھر آئے، ارشاد کیا ''یہ پہلی بے وفائی ہے۔''

محمد بن اشعث: ''تم مطلق خوف نہ کرو کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے۔''

مسلم بن عقیل: ''اندیشے کی کیا اور کوئی صورت بھی ہوتی ہے؟ تمہاری پناہ کہاں ہے؟ تم نے میری تلوار لے لی اب میں بے دست و پا ہوں'' اس قدر فقرے زبان سے نکلنے پائے تھے، کہ فرط الم سے رونے لگے، عمرو بن عبیداللہ بولا ''کیوں روتے ہو، تمہاری طرح کیا کسی اور نے بھی ایسی خواہش کی تھی کہ اس پر بھی یہ بلائیں نازل ہوتیں۔''

مسلم بن عقیل: ''میں اپنے لئے نہیں روتا بلکہ مجھے اپنے اہل و عیال اور حسینؓ اور آل حسینؓ پر رونا آتا ہے جو تمہاری جانب آنے والے ہیں'' (محمد بن اشعث سے مخاطب ہو کر) ''میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھے امان دینے سے مجبور ہو، خیر جو کچھ ہوا بہتر ہوا، کیا تم میں ایسی قدرت ہے کہ کسی شخص کے ذریعہ سے حسینؓ کے پاس میری اطلاع روانہ کر دو اور میری طرف سے یہ کہلا بھیجو کہ مع اپنے اہل بیت کے واپس چلے جاؤ، یہ اہل کوفہ ہیں جو تمہارے باپ علیؓ کے حامی اور ہوا خواہ تھے۔ اور حق دوستی کو ان کی جان لے کر ادا کرنا چاہتے تھے، اقرار کر لیا، چنانچہ بعد شہادت مسلم کے حسینؓ بن علیؓ کو مکتوب لکھا۔ قاصد سے بمقام زبالہ ملاقات ہوئی، آپ نے فرمایا، ''جو مقدر میں ہے وہ ہونے والا ضرور ہے'' مکہ سے آپ کی روانگی کا یہ باعث ہوا تھا کہ مسلم نے کوفہ سے لکھا تھا ''آپ ضرور تشریف لائیے، اٹھارہ ہزار آدمی بیعت کر چکے ہیں۔''

مسلم بن عقیل کی وصیت

محمد بن اشعث، مسلم بن عقیل کو ساتھ لئے ہوئے قصر امارت پر پہنچا۔ دروازے پر بٹھا کر اندر گیا۔ ابن زیاد کو تمام واقعات بتلائے اور کہا کہ میں نے ان کو پناہ دی ہے۔ ابن زیاد نے غصہ ہو کر کہا ''تو اور امان؟'' ''میں نے تجھے اس کے گرفتار کرانے کے لئے بھیجا تھا کہ امان دینے کے لئے؟'' محمد بن اشعث دم بخود ہو گیا اور مسلم بن عقیل پیش کئے گئے، آپ نے ابن زیاد کو سلام نہ کیا۔ حرسی (ازدی) نے کہا ''تم امیر کو سلام کیوں نہیں کرتے؟'' فرمایا ''اگر یہ میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو میرا اسلام ہی کیا ہے، اور اگر میرے قتل کا ارادہ نہیں ہے تو بہت سلام ہو جائیں گے۔'' ابن زیاد بولا: ''میں تم کو ضرور بالضرور قتل کروں گا'' مسلم نے کہا: ''میں بھی ایسا ہی خیال کرتا ہوں، اچھا تم مجھے اجازت دو کہ میں اپنی قوم میں سے کسی کو کچھ وصیت کر دوں'' ابن زیاد نے اجازت دی، آپ نے عمر بن سعد کی طرف متوجہ ہو کر کہا: ''میری اور تمہاری عزیز داری ہے، میں تم سے علیحدگی میں کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں'' عمر بن سعد نے ابن زیاد کی طرف دیکھا۔ ابن زیاد نے کہا جاؤ تخلیہ میں سن لو، میں تم کو تمہارے ابن عم کی بات سننے سے منع نہیں کرتا۔ عمر بن سعد اور مسلم بن عقیل اٹھ کر ایک گوشے میں گئے۔ مسلم نے کہا ''میں نے کوفے میں فلاں شخص سے سات سو درہم قرض لے کر اپنی ضرورتوں میں استعمال کیا ہے، تم اس کو میری طرف سے ادا کر دینا۔ اور میرے قتل ہونے کے بعد میری نعش کو اجازت لے کر دفن کر دینا اور حسینؓ کے پاس کسی کو بھیج دینا کہ وہ کوفے میں نہ آئیں۔ عمر بن سعد نے یہ تمام باتیں ابن زیاد سے بتلائیں، ابن زیاد نے کہا ''تم امین ہو اس میں خیانت نہ کرو۔ مال کے حوالے سے تم کو اختیار ہے جو چاہو کرو۔ حسینؓ کی نسبت میں یہ کہتا ہوں کہ اگر وہ میری طرف آنے کا ارادہ نہ کریں گے تو میں بھی ان کا ارادہ نہ کروں گا۔ باقی رہا ان کا لاشہ، میں اس بارے میں تمہاری سفارش نہیں سنوں گا۔''

مسلم بن عقیل اور ابن زیاد

اس کے بعد مسلم بن عقیل کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا ''کیوں مسلم بن عقیل! تم نے کوفہ میں آ کر گروہ بندی کی، لوگوں کو ہماری مخالفت پر جمع کیا اور ان میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی؟''

مسلم بن عقیل: ''یہ ہرگز نہیں ہوا۔ البتہ یہاں کے باشندوں نے یہ خیال کیا تھا کہ تمہارے باپ نے ان کے اچھوں کو مار ڈالا ہے، خونریزی کی ہے اور ان کے ساتھ قیصر و کسریٰ کا سا برتاؤ کیا ہے، ہم ان کے بلانے سے ان کے پاس اس غرض سے آئے تھے کہ ان میں عدل و انصاف کریں

اور کتاب وسنت پر عمل کرنے کی ہدایت کریں۔''

ابن زیاد: ''تو اور یہ کام، کیا ان میں عدل وانصاف نہیں کیا گیا، جو تو مدینہ میں شراب پیتا تھا اور اب انصاف کرنے کو آیا ہے؟''

مسلم بن عقیل: ''میں شراب پیتا تھا؟ واللہ! اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے کہ تو جھوٹا ہے میں ایسا نہیں ہوں جیسا تو کہتا ہے، میرے بجائے شراب پینے کا وہ شخص مستحق ہے جو مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگتا ہے اور اللہ کے بندوں کو غضب وعداوت سے ہلاک کرتا ہے، اس کو اس نے لہو ولعب خیال کر رکھا ہے۔''

ابن زیاد: ''مجھے اللہ مارے اگر میں تجھے اس طرح قتل نہ کروں کہ آج تک اسلام میں یوں کوئی نہ قتل کیا گیا ہو۔''

مسلم بن عقیل: ''بے شک یہ صلاحیت تجھ میں ہی ہے کہ اسلام میں بدعات وبد خلقی وخباثت کا موجد ہو'' ابن زیاد یہ سن کر جھلا اٹھا، ان کو اور حسینؓ وعلیؓ وعقیل (رضی اللہ عنہم) کو سخت وست کہنے لگا۔ مسلم بن عقیل نے کوئی جواب نہ دیا، خاموش رہے۔

ابن عقیل کی شہادت

اس کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ بالائے قصر لے جا کر مسلم بن عقیل قتل کیے جائیں اور سر کے ساتھ لاشہ بے گور وکفن پھینک دیا جائے۔ مسلم نے محمد بن اشعث سے کہا، واللہ! اگر تو نے پناہ نہ دی ہوتی تو میں ان کے ہاتھ نہ آتا، تلوار اٹھا تو بری الذمہ ہو گیا'' محمد بن اشعث نے کچھ جواب نہ دیا، لوگ آپ کو محل کی چھت پر لے گئے، آپ استغفار کرتے وتسبیح پڑھتے ہوئے گئے مقام حدائین کے مقابل شہید کیے گئے، شہید کرنے والا بکیر بن حمران ہے، جس پر آپ نے تلوار چلائی تھی، اور سر کے ساتھ لاش پھینک دی گئی۔

مسلم بن عقیل کے شہید ہونے کے بعد محمد بن اشعث نے ہانی کی سفارش کی، ابن زیاد نے نامنظور کر کے حکم دیا کہ سر بازار لے جا کر ہانی کو بھی شہید کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک ترکی غلام نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ابن عقیل کی روانگی کوفہ کی جانب آٹھویں اور بعض کہتے ہیں نویں شب کو ذی الحجہ 60ھ میں ہوئی تھی اور بعض کے بقول مسلم کے ساتھ مختار بن ابی عبید وعبداللہ ابن حرف بن نوفل بھی گئے تھے جن کو ابن زیاد نے گرفتار کر کے قید کر دیا تھا۔

حضرت امام حسینؓ کو ابن عباسؓ کا مشورہ

حسینؓ بن علیؓ کو مسلم بن عقیل کا مکتوب ملا اس میں لکھا تھا کہ اٹھارہ ہزار آدمی میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ اور دن بہ دن بیعت کرتے جاتے ہیں، تم بہت جلد کوفہ آ جاؤ، چنانچہ آپ نے مکہ سے کوفہ کا قصد کیا۔ عمرو بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام آئے اور کوفہ جانے سے منع کیا، آپ نے مکہ میں قیام سے انکار کیا، پھر عبداللہ بن عباس تشریف لائے۔ فرمایا'' میں تم کو کوفہ جانے سے روکتا ہوں تم وہاں اس وقت تک نہ جاؤ جب تک کہ اہل کوفہ اپنے امیر کو ہلاک نہ کر ڈالیں، اس کے مال کو نہ لوٹ لیں اور اگر صرف ان کے بلانے پر جاتے ہو اور ان کا امیر ان میں موجود ہے تو یہ سمجھ رکھو کہ تم کو جنگ کے لئے بلاتے ہیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ تم کو وہ لوگ دھوکا دیں گے، جھٹلائیں گے، تمہاری مخالفت کریں گے اور سب سے زیادہ تمہارے وہی حریف ہوں گے۔'' آپ نے جواب دیا، میں آج شب کو استخارہ کروں گا، دیکھئے، اللہ تعالیٰ کیا حکم دیتا ہے؟'' عبداللہ بن عباسؓ یہ سن کر اٹھے اور چلے گئے۔

عبداللہ بن زبیرؓ

ان کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ آئے، انہوں نے پہلے جانے کی تجویز دی پھر کچھ سوچ سمجھ کر کہا ''بہتر ہوتا کہ آپ حجاز میں قیام کرتے اور اس کام کو یہیں سے انجام دیتے۔ آپ نے جواب دیا'' میرے جد امجد نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک مینڈھے کی وجہ سے کعبہ کی بے حرمتی ہوگی، مجھے یہ منظور نہیں ہے کہ وہ مینڈھا میں ہی بنوں۔''

عبداللہ بن عمرؓ کی نصیحت

عبداللہ بن زبیرؓ کے چلے جانے پر عبداللہ بن عمرؓ تشریف فرما ہوئے اور ناصحانہ کہنے لگے" تم بیعت لینے اور امارت حاصل کرنے کے لئے مکہ معظمہ سے باہر نہ جاؤ، اللہ جل شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا و آخرت دونوں میں سے ایک کے اختیار کر لینے کا اختیار دیا تھا اور آپ نے آخرت منظور فرمائی تھی۔ چونکہ تم آپ کے ایک جزو ہو۔ لہٰذا دنیا کی طلب نہ کرو اور نہ اس کے گرد و غبار میں اپنے دامان مبارک کو آلودہ کرو" عبداللہ بن عمرؓ یہ کہہ کر رو پڑے۔ امام حسینؓ بن علیؓ کے بھی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، مگر اس پر بھی عمل نہ کیا۔ مجبوراً عبداللہ بن عمرؓ رخصت ہو کر چلے گئے۔

حضرت امام حسینؓ کا پختہ ارادہ

اگلے دن عبداللہ بن عباسؓ پھر آئے، سمجھانے لگے" برادر من! مجھے نصیحت کئے بغیر چین نہیں آتا، مجھے یہ خوف ہے کہ تم مارے جاؤ گے، تمہارا خاندان تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اہل عراق بڑے بے وفا، عہد شکن، مکار ہیں، تم ان کے قریب نہ جاؤ، اسی شہر میں مقیم رہو، تم ان کے سردار ہو، اور اگر اہل عراق اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ان کو لکھ بھیجو کہ تم اپنے گورنر کو نکال دو، اس کے بعد تم ان کے شہر میں جاؤ اور اگر تمہارا جی مکہ سے بغیر نکلے ہوئے نہیں مانتا ہے تو یمن کی جانب چلے جاؤ۔ وہ بہت وسیع سرزمین ہے، پہاڑی گھاٹیاں بکثرت ہیں۔ قدرتی محفوظ قلعے ہیں۔ وہاں سے تم اپنے دعاۃ کو اطراف و جوانب میں بھیجو اور لوگوں سے بیعت لو۔" آپ نے جواب دیا" میں تو پختہ ارادہ کر چکا اب کسی طرح نہیں رک سکتا۔" عبداللہ بن عباسؓ بولے" بہرحال اگر جاتے ہی ہو تو اپنے لڑکوں، عورتوں کو ساتھ نہ لے جاؤ، مجھے اندیشہ ہے کہ عثمانؓ کی طرح تم شہید نہ کئے جاؤ اور تمہارے لڑکے اور عورتیں پریشان و سرگرداں ہوں"۔ آپ نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا، ابن عباسؓ اٹھ کر چلے آئے اور امام حسین بن علیؓ دس ذی الحجہ 60ھ کو اپنے اہل بیت کے ساتھ جن میں بچے، عورتیں، مرد بھی تھے، مکہ سے کوفہ کو روانہ ہوئے۔

حضرت امام حسینؓ کا آغاز سفر

یزید کی طرف سے حجاز کا گورنر عمرو بن سعید بن العاص تھا۔ اس کے ساتھیوں نے امام حسینؓ ابن علیؓ اور ان کے ہمراہیوں کو روانگی کوفہ سے روکا۔ بحث و تکرار ہوئی، آپس میں خفیف سی مار پیٹ بھی ہوگئی مگر آپ اور آپ کے ہمراہی نہ رکے۔ رفتہ رفتہ تنعیم میں پہنچے، یہاں پر ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی جو یمن سے آرہا تھا اسے بحیرین ایسان والی یمن نے یزید کے لئے قیمتی اسباب پارچہ جات و زیورات دے کر روانہ کیا تھا۔ آپ نے اس کو روک کر اہل قافلہ سے ارشاد کیا جو شخص ہمارے ساتھ عراق چلنا چاہے، ہم اس کو بخوشی اپنے ساتھ رکھیں گے اور اس اسباب میں سے اس کو حصہ دیں گے اور جو شخص ہم سے علیحدہ ہونا پسند کرتا ہو وہ اپنا اس میں سے حصہ لے کر الگ ہو جائے۔ چنانچہ جن لوگوں نے علیحدگی پسند کی، ان کو حسب حیثیت حصہ دے کر رخصت کر دیا اور جنہوں نے ہمراہی منظور کی ان کو حصہ دے کر ساتھ لئے آگے بڑھے۔

فرزوق شاعر سے ملاقات

صفاح تک پہنچے ہوں گے کہ فرزوق شاعر سے ملاقات ہوئی آپ نے ان سے دریافت کیا، اہل کوفہ کی کیا کیفیت ہے؟ عرض کیا واللہ! آپ نے واقف کار ہی شخص سے استفسار فرمایا ہے، اچھا میں عرض کرتا ہوں سنئے! لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ۔ قضا آسمان سے اتر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اگر حکم الٰہی ہماری تمنا کے موافق صادر ہوا تو اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں گے حالانکہ وہ ادائے شکر سے مستغنی ہے اور اگر قضاء خداوندی خلاف توقع نازل ہوئی تو ہم صبر کریں گے۔

عبداللہ بن جعفر کا مکتوب

اسی مقام پر یا اس سے آگے بڑھ کر عبداللہ بن جعفر کا خط ملا۔ جس کو ان کے دونوں لڑکے عون و محمد لے کر آئے۔ جس میں تحریر تھا:" برادر من!

خدا کے واسطے خط کے دیکھتے ہی واپس آ جاؤ، میں تم کو اس وجہ سے نصیحت کرتا ہوں کہ اس میں تمہاری خونریزی ہوگی، تمہارے گھر والے نیست و نابود ہو جائیں گے۔ اور اگر خدانخواستہ تم شہید ہو گئے تو زمین کی روشنی جاتی رہے گی، تم مسلمانوں کی امید گاہ اور ہادیوں کے پیشوا ہو۔ جلد بازی نہ کرو۔ میں اس خط کے بعد ہی پہنچ رہا ہوں، والسلام" آپ نے اس خط کا مطلق خیال نہ کیا، عون و محمد کو بھی ہمراہ لے لیا اور آگے بڑھے۔

قیس بن مسہر کی شہادت

ابن زیاد کو آپ کی روانگی کا علم ہوا تو اس نے جلوہ گری کے خیال سے حسین بن نمیر تمیمی افسر اعلیٰ پولیس کو بھیجا۔ اس نے مقام قادسیہ میں پہنچ کر ڈیرے ڈالے اور سواروں کو قادسیہ سے خفان تک ایک جانب، اور دوسری جانب قادسیہ سے قطقطانہ اور کوہ لعلع تک پھیلا دیا۔ اس عرصہ میں امام حسینؓ ابن علیؓ نے مقام حاجر میں پہلے ایک مکتوب اہل کوفہ کو (جس میں اپنی تشریف آوری کا حال لکھا تھا اور ان لوگوں کو مستعد و تیار کیا تھا) قیس بن مسہر صیداوی کی معرفت بھیجا۔ قیس جونہی قادسیہ پہنچے، حصین نے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیج دیا۔ ابن زیاد نے قیس سے کہا کہ تم محل پر چڑھ کر (عیاذاً باللہ) کذاب ابن کذاب حسین ابن علیؓ کو گالیاں دو، لہٰذا قیس قصر پر گئے۔ حمد و ثنا کے بعد کہا، اے لوگو! حسین ابن علیؓ بہترین خلائق فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکے ہیں اور میں ان کا قاصد ہوں وہ اب حاجر سے شاید آگے بڑھ آئے ہوں گے تم ان کی متابعت کرو۔ یہ کہہ کر ابن زیاد پر لعن کیا اور زیاد کو سخت وست کہہ کر علیؓ بن ابی طالب کے لئے دعائے مغفرت کی۔ ابن زیاد نے جھلا کر حکم دیا کہ اس کو محل سے نیچے گرا دو۔ گرتے ہی قیس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے، دماغ پھٹ گیا اور آپ انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام حسینؓ بن علیؓ حاجر سے روانہ ہو کر کوفہ کی جانب تھوڑی دور چل کر عرب کے ایک چشمہ پر پہنچے۔ عبداللہ بن مطیع انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کہاں تشریف لئے جاتے ہیں؟" حسینؓ بن علیؓ نے کوفیوں کے خطوط اور اپنی روانگی کا مفصل حال بتلایا۔ عبداللہ بن مطیع نے عرض کیا: "خدا کے واسطے اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کوفہ کا ارادہ نہ فرمائیے۔ یہ لوگ بڑے پیمان شکن بدعہد ہیں، ان میں اسلام کی ہتک، قریش کی آبروریزی اور عرب کی عزت کا خیال باقی نہیں رہا، واللہ اگر آپ اس چیز کی خواہش کریں گے جو بنی امیہ کے ہاتھ میں ہے (یعنی حکومت و خلافت) تو یقیناً وہ لوگ آپ کو شہید کر ڈالیں گے اور پھر آپ کے شہید کرنے کے بعد کسی سے خوف نہ کھائیں گے"۔ امام حسینؓ ابن علیؓ نے ان کا بھی کہنا نہ مانا، آگے بڑھے، زہیر بن القین بجلی ہوا خواہان عثمانؓ سے حج کر کے آپ کے ساتھ ہی ساتھ واپس آ رہا تھا مگر ایک منزل اور ایک مقام پر قیام نہ کرتا تھا، ایک روز آپ نے اس کو طلب کیا، با کراہ تمام آیا کچھ باتیں ہوئیں، لیکن واپس ہو کر اپنی فرودگاہ پر گیا تو اپنے ہمراہیوں سے خطاب کر کے کہا "جس کو میرے ہمراہ چلنا ہو، چلے، میں حسین بن علیؓ کے ساتھ جاتا ہوں یہ میرا آخری عہد ہے۔ میں تم لوگوں سے رخصت ہوتا ہوں، یہ کہہ کر بیوی کو طلاق دے کر بولا تم اپنے میکے چلی جاؤ، میں نہیں چاہتا کہ تم قید و گرفتار کی جاؤ، اپنے ساتھیوں سے رخصت ہو کر حسین بن علیؓ کے پاس چلا آیا اور انہی کے ساتھ رہا، یہاں تک کہ کربلا میں یہ بھی شہید ہو گیا۔

شہادت مسلم کی خبر

جب امام حسین بن علیؓ مقام ثعلبیہ میں وارد ہوئے۔ مسلم بن عقیل کے شہید ہونے کی اطلاع آئی، بعض کی رائے ہوئی کہ آپ یہیں سے واپس چلئے، کوفے میں آپ کا کوئی یار و مددگار نہیں ہے لہٰذا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ بجائے آپ کی مدد کرنے کے آپ کے مخالف بن جائیں۔ بنو عقیل بولے: "واللہ! ہم سرزمین کوفہ کو اس وقت تک نہ چھوڑیں گے جب تک مسلم کے خون کا بدلہ نہ لیں گے یا جیسا کہ مسلم نے ذائقہ موت کا چکھا ہے ہم بھی نہ چکھ لیں گے۔" امام حسین بن علیؓ نے ارشاد کیا: "تم لوگوں کے بعد پھر زندگی کا کیا لطف ہوگا؟" ہمراہیوں میں سے چند لوگ کہنے لگے "واللہ آپ مسلم بن عقیل جیسے نہیں ہیں جونہی آپ کوفہ پہنچیں گے سب لوگ آپ کے تابع ہو جائیں گے" غرض امام حسینؓ ابن علیؓ بنو عقیل کے اصرار سے مجبور ہو کر ثعلبیہ سے روانہ ہو کر زبالہ میں جا اترے۔

ابن بقطر کی شہادت کی خبر

یہاں پر عبداللہ بن بقطر (آپ کے رضاعی بھائی) کے شہید ہونے کی اطلاع پہنچی، ان کو آپ نے اثناء راہ سے مسلم بن عقیل کے پاس بھیجا تھا جس کو حصین بن نمیر کے سواروں نے قادسیہ سے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا تھا۔ ابن زیاد نے ان سے بھی کہا تھا کہ قصر پر چڑھ کر (عیاذ اًباللہ) کذاب ابن کذاب پر لعن کر کے اترو تو میں تم کو بھی چھوڑ دوں گا مگر انہوں نے قیس کی سی کارروائی کی اور ابن زیاد نے وہی برتاؤ کیا جو قیس کے ساتھ کیا تھا۔

حضرت امام حسینؓ کے ساتھیوں کی علیحدگی

حسینؓ بن علیؓ کو جب یہ دو خبریں شہادت کی پہنچیں تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے ان کے مارے جانے کا حال بیان کیا اور یہ ارشاد کیا کہ جو شخص واپس جانا چاہتا ہو لوٹ جائے۔ ہم اس سے کچھ مواخذہ نہ کریں گے۔ اس فقرہ کو سنتے ہی لوگ دائیں بائیں چلے گئے، صرف وہی لوگ رہ گئے جو مکہ سے ساتھ آئے تھے۔ ان ہمراہیوں کے علیحدہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ یہ لوگ بقصد جنگ نہیں چلے تھے بلکہ یہ سمجھ کر آئے تھے کہ کوفہ پر آپ کا قبضہ ہو گیا ہے۔ بہر حال آپ اس مقام سے روانہ ہو کر بطن عقبہ پہنچے، ایک عرب سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بھی صراحتاً کوفہ جانے سے منع کیا۔ آپ نے اس کی بھی نہ سنی اور کوچ کر کے شراف پہنچے۔

واقعاتِ کربلا

حر کی آمد

دوپہر کا وقت تھا۔ دور سے گرد دیکھ کر ساتھیوں میں سے کوئی تکبیر کہہ اٹھا۔ کسی نے تکبیر کہنے کی وجہ پوچھی تو جواب دیا کہ گنجان درختوں کا باغ دکھائی دیتا ہے۔ بنی اسد کے دو شخصوں نے کہا: اس میدان میں کہیں درخت نہیں ہے۔ امام حسین بن علیؓ بولے: ''یہ تو سواروں کی گرد ہے''۔ پھر ان دونوں بنی اسد سے متوجہ ہو کر ارشاد کیا: ''اس مقام پر کوئی ایسا ملجاء و مامن ہے کہ جس میں ہم پناہ گزین ہوں اور ان لوگوں سے ایک رخ ہو کر لڑیں؟'' ان دونوں نے جواب دیا: ''سامنے یہ تمہارے پہلو پر ذوحسم ہے اپنی بائیں طرف سے مڑ کر اس جانب چلے جاؤ، اگر یہ لوگ تم سے پہلے اس طرف چلے جائیں گے تو تمہارا مقصود حاصل ہو جائے گا۔'' حسین بن علیؓ یہ سنتے ہی تیزی کے ساتھ ذوحسم کی طرف جھکے مگر ذوحسم پر پہنچنے سے پہلے سواروں کی فوج آ پہنچی اور آپ ٹھہر گئے۔ ان سواروں کی تعداد ایک ہزار تھی جن کو حصین بن نمیر نے قادسیہ سے حر بن یزید تمیمی یربوعی کی ماتحتی میں امام حسین بن علیؓ کے مقابلے روکنے کے لیے بھیجا تھا۔

حضرت امام حسینؓ اور حر بن یزید

ظہر کا وقت آیا۔ مؤذن نے اذان دی، آپ خیمے سے نکل کر سواروں کی طرف آئے۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا ''اے لوگو! میں تمہارے پاس از خود نہیں آیا۔ جب تک کہ تمہارے خطوط اور قاصد میری طلبی کے لیے میرے پاس نہیں گئے۔ اب اگر تم لوگ اپنا اقرار پورا کرو تو میں تمہارے شہر چلوں اور اگر تمہارے شہر میں میرے داخل ہونے سے تم کو نفرت ہے تو اجازت دو کہ میں جس شہر سے آیا ہوں وہیں لوٹ جاؤں۔'' کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ مؤذن نے تکبیر کہی۔ حر نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آپ کے ساتھ نماز پڑھی، آپ اپنے فرودگاہ پر واپس آئے اور حر اپنے لشکر گاہ میں چلے گئے، عصر کا وقت آیا تو پھر آپ نے حر اور ان کے ساتھیوں کو خطاب کر کے فرمایا ''اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حق کو پہچانو تو اللہ عزوجل کی خوشنودی کا باعث ہو گا۔ ان ظالموں، ناحق شناسوں سے جو مدعی امارت ہیں۔ ہم زیادہ مستحق خلافت ہیں اور اگر تم کو یہ ناگوار ہو اور تم

ہمارے حقوق کو تلف کردو اور تمہاری وہ رائے بدل جائے جس کو تم نے اپنے قاصدوں اور خطوط کے ذریعہ سے ظاہر کیا تھا تو ہم واپس جائیں'' حر بولے'' واللہ! ہم کو ان خطوں اور قاصدوں کی اطلاع نہیں ہے جن کا تم بار بار ذکر کر رہے ہو'' حسین بن علیؓ نے یہ سن کر مکتوبات سے بھری ہوئی دو تھیلیاں نکالیں اور کھول کر خطوط کو پھیلا دیا۔ حر نے کہا'' ہم ان خطوط کے کاتب نہیں ہیں، ہم کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم سے اگر ملاقات ہو جائے تو ہم تم کو اس وقت تک نہ چھوڑیں یہاں تک کہ تم کو کوفے میں عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے چلیں۔'' حسینؓ بن علیؓ نے جواب دیا'' اس سے تو موت اچھی ہے'' اور اپنے ساتھیوں کو واپس چلنے کا حکم دے کر سوار ہوئے، حر نے روکا اور عبید اللہ بن زیاد کے پاس کوفہ چلنے پر مجبور کیا اور کہا کہ آپ یزید کو تحریر کریں، میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں، شاید اللہ تعالیٰ کوئی ایسا امر پیدا کر دے جس سے ابتلاء میں مبتلا نہ ہوں۔

حضرت امام حسینؓ کا خطبہ

حسینؓ بن علیؓ نے پھر واپسی کا ارادہ کیا، حر نے دائیں بائیں سے روکنا شروع کیا، آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے حمد و ثنا کی۔ بعدہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے کسی ظالم بادشاہ کو دیکھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محرمات کو حلال کرتا ہے اس کے عہد کو توڑتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کرتا ہے۔ خلق اللہ میں ظلم و گناہ کے کام کرتا ہے، اور اس نے کسی قسم کی دست اندازی قولی یا عملی نہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اس کے ساتھ شمار کرے گا۔ آگاہ ہو جاؤ، ان لوگوں (یعنی یزید و امراء یزید) نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت چھوڑ کر ابلیس کی فرمانبرداری شروع کی ہے۔ فتنہ وفساد برپا کر دیا ہے۔ حدود شرعی سے دست کش ہو گئے ہیں۔ مال غنیمت کو اپنا مال سمجھ لیا ہے۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا ہے۔ میں ان لوگوں سے بڑھ کر صاحب الامر ہونے کا مستحق ہوں۔ تمہارے خطوط و قاصد میرے پاس آئے اور تم نے مجھ کو بیعت کرنے کے لئے بلایا، اب تم مجھے رسوا نہ کرو۔ اگر اپنے بیعت کے عہد پر قائم رہو گے تو راہ حق پر جاؤ گے۔ میں حسینؓ، علیؓ و فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ، اور میرے اہل وعیال تمہارے اہل وعیال کے ساتھ ہیں۔ تم کو میرے ساتھ نیکی کرنی چاہئے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور وعدہ خلافی کی تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے، تم نے میرے باپ، میرے حقیقی بھائی حسنؓ و چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کے ساتھ بے وفائی کی ہے۔ افسوس ہے کہ تم لوگ مجھ کو دھوکا دے کر اپنا حق و حصہ دین داری کا ضائع کر رہے ہو، لہٰذا جو شخص بدعہدی کرے گا وہ اپنے لئے کرے گا اور اللہ تعالیٰ مجھ کو تم سے بے پروا کرے گا۔ والسلام''

حر نے جواب دیا'' اللہ اللہ کرو میں قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تم نے معرکہ آرائی کی تو یقیناً مارے جاؤ گے'' حسین بن علیؓ نے جھلا کر کہا'' کیا تو ہم کو موت سے خوفزدہ کرتا ہے۔''

''میں تو اپنا قصد پورا ہی کروں گا اور مرنے میں جوانمرد کو عار نہیں ہے، جب اس نے نیکی کی نیت کر لی اور مسلمان ہو کر مجاہدہ کیا اور اچھے لوگوں سے بذاتہ محبت پیدا کی اور قابل گردن زدنیوں کی مخالفت کی اور باغیوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ پس اگر میں زندہ رہا تو مجھے کچھ ندامت نہ ہوگی اور اگر مر گیا تو مجھے کچھ صدمہ نہ ہوگا، تجھے اتنا ہی کافی ہے کہ تو ذلیل و رسوا ہو کر عمر بسر کرے گا۔''

حر سن کر خاموش ہو رہے مگر پیچھا نہ چھوڑا، ادھر ادھر سے بہ حکمت عملی روکتے جاتے تھے، رفتہ رفتہ عذیب پہنچے جہاں پر نعمان کی اونٹنیاں چرا کرتی تھیں۔

ابن بلال کی آمد

کوفے سے چار آدمی آتے ہوئے دکھائی دیئے جو تیز اونٹوں پر سوار نافع بن بلال کے گھوڑے کے پیچھے سرعت کے ساتھ آ رہے تھے اور ان کے ساتھ ان کا رہبر طرماح بن عدی بھی تھا۔ امام حسینؓ بن علیؓ کے قریب نہ پہنچنے پائے تھے کہ حر نے بڑھ کر کہا'' میں تم کو گرفتار کر لوں گا یا کوفہ کی طرف واپس بھیج دوں گا'' آپ بولے'' ایسا نہ ہونے پائے گا، یہ میرے معین و مددگار ہیں اور میرے قائم مقام ہیں، اگر تم نے ان سے کچھ بھی تعرض کیا تو ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ میں کوئی کسر باقی نہ رہے گی'' حر خاموش ہو رہے۔ امام حسینؓ ابن علیؓ نے ان لوگوں سے پوچھا'' تم ان لوگوں کا

(اہل کوفہ) کچھ حال بتلاؤ جن کو تم چھوڑ آئے ہو'' ان میں سے مجمع بن عبداللہ العایذی نے عرض کیا ''شرفاء کوفہ کی رشوت خوری بڑھ گئی ہے۔ دنیا کی حرص میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ ایک زبان ہو رہے ہیں۔ باقی رہے عوام الناس، ان کے قلوب تمہارے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں کل تم پر نیام سے باہر آئیں گی''۔ پھر اپنے قاصد قیس بن مسہر کا حال استفسار فرمایا، عرض کیا: ''مار ڈالے گئے''۔ یہ سن کر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے جن کو آپ نہ روک سکے۔

طرماح بن عدی کی تجویز

اس کے بعد طرماح بن عدی نے کہا ''آپ کے ہمراہ بہت کم آدمی ہیں اور یہ ٹڈی دل ہیں، صبح نہ ہونے پائے گی کہ کل کوفہ دریا کی طرح امنڈ آئے گا۔ اگر آپ یہ چاہتے ہوں کہ کسی محفوظ شہر میں قیام کریں تو آپ ہمارے ہمراہ چلئے ہم آپ کو کوہ آجا میں ٹھہرائیں گے جو ہم کو ملوک غسان حمیر و نعمان بن منذر اور کل سرخ دستوں کے حملوں سے بچاتا ہے۔ واللہ! وہاں پر کسی قسم کی شکست یا نقصان نہیں پہنچے گا۔ پھر وہاں سے ان لوگوں کی طرف دعاۃ روانہ کرنا جو آجا و سلمیٰ میں طے والے مقیم ہیں، خدا کی قسم! دس روز بھی نہ گزرنے پائیں گے کہ طے کے بعد سوار و پیادہ آ کر جمع ہو جائیں گے، اس وقت اگر کوئی آدمی آپ کے مقابلے پر آئے گا تو صرف طے کی بیس ہزار تلواریں نیام سے نکل پڑیں گی جو آپ کے روبرو دشمنوں سے لڑیں گی۔'' آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ تم کو بہتر جزا دے۔ ہم میں اور ان لوگوں میں کچھ ایسے امور حائل ہو گئے ہیں کہ جس سے ہم واپسی پر قادر نہیں ہیں اور ہم یہ نہیں جانتے کہ آئندہ ہم میں اور ان میں کیا واقعہ پیش آئے؟''

الغرض طرماح آپ سے رخصت ہو کر اپنے گھر کو روانہ ہوا اور امام حسینؓ پھرتے پھراتے قصر بنی مقاتل میں پہنچے۔ شام ہو گئی تھی، قیام کر دیا، نماز پڑھ کر صبح جھٹ پٹ سوار ہو کر چلنے کا ارادہ کیا۔ حر نے پہنچ کر روکنا شروع کیا، اسی رد و کد میں نینوا تک پہنچے جہاں پر آپ اتر پڑے۔

کرب و بلا کی زمین

ایک سانڈنی سوار نے آ کر ابن زیاد کا خط حر کر دیا، جس میں لکھا تھا: ''میرے اس خط و قاصد کے پہنچتے ہی حسینؓ کو روک کر ایک کھلے ہوئے میدان میں ٹھہرانا جہاں نہ پانی ہو اور نہ کوئی محفوظ مقام ہو، میں نے اس قاصد کو حکم دے دیا ہے کہ تاتعمیل وہ تم سے الگ نہ ہوگا۔'' حر نے خط پڑھ کر امام حسینؓ بن علیؓ سے مخاطب ہو کر کہا: ''یہ خط امیر کا آیا ہے۔ مجھے ہدایت ملی ہے کہ میں آپ کو ایک کھلے ہوئے میدان میں ٹھہراؤں اور تاتعمیل حکم یہ قاصد مجھ سے الگ نہ ہوگا، لہٰذا آپ نینوا سے اٹھ کر ایسے میدان میں فروکش ہوں جہاں نہ سایہ ہو اور نہ پانی۔'' آپ نے ارشاد کیا ''ہم کو تم اب زیادہ تکلیف نہ دو۔ نینویٰ ہی میں رہنے دو یا اجازت دو تو غاضریہ یا شفیہ میں جا کر ہم قیام کریں۔'' حر بولے: ''میں ایسا نہیں کر سکتا'' ابن زیاد نے مجھ پر ایک شخص کو اس امر کی نگرانی کے لئے مامور کیا ہے'' زہیر بن القین نے عرض کیا۔ واللہ! اس کے بعد جو آئے گا وہ اس سے زیادہ سخت ہوگا، اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس وقت اس سے لڑ جانا آسان ہے بہ نسبت اس کے جو آئندہ آنے والا ہے'' آپ بولے ''ہم جنگ کرنے میں سبقت نہیں کر سکتے'' زہیر نے رائے دی ''آپ اس قریہ میں ہمارے ساتھ تشریف لے چلئے وہ ایک محفوظ مقام لب دریائے فرات واقع ہے اگر وہ روکے گا تو ہم اس سے الجھ پڑیں گے اور اس سے جنگ کرنا آسان ہے اس سے جو بعد اس کے آئے گا، آپ نے مقام کا نام دریافت فرمایا۔ عرض کیا کربلا نام ہے فرمایا ''یہ زمین کرب و بلا کی ہے'' یہ دن پنجشنبہ کا تھا اور محرم 61ھ کی 2- تاریخ تھی۔

ابن سعد کی کربلا میں آمد

اگلے روز کوفے میں چار ہزار کی فوج بسر افسری عمر بن سعد بن ابی وقاص آ پہنچی۔ ابن زیاد نے عمر کو اس فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے دیلم کی سرکوبی کو دستبی کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا تھا اور رے کی گورنری کی سند عطا کی تھی۔ روانہ ہونے ہی کو تھا کہ امام حسینؓ کا واقعہ پیش آ گیا۔ ابن زیاد نے عمر بن سعد کو بلا کر امام حسینؓ کے مقابلے پر جانے کا حکم دیا۔ عمر بن سعد نے انکار کیا اور ابن زیاد نے کہا: ''اگر تم حسینؓ کے مقابلے پر نہیں جاتے

ہو تو رے کی سند گورنری واپس کر دو۔'' عمر بن سعد نے غور وفکر کرنے کے لئے ایک روز کی مہلت مانگی، اپنے دوستوں، مشیروں سے مشورہ کیا، سب نے امام حسینؓ بن علیؓ کے مقابلے پر جانے کو منع کیا۔ رات بھر پڑا سوچتا رہا، صبح کو ذیل کے اشعار پڑھتا ہوا ابن زیاد کے پاس گیا:

'' کیا میں ملک رے کو چھوڑ دوں اور ملک رے ہی کی مجھے خواہش ہے یا حسینؓ کو قتل کر کے مذموم واپس آؤں لیکن ان کے قتل کرنے سے دوزخ میں جاؤں گا جس کا کوئی مانع نہیں ہے اور ملک رے کی حکومت میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''

اور یہ عذر پیش کیا کہ مجھ میں امام حسینؓ کے مقابلے کی تاب نہیں ہے آپ شرفاء کوفہ میں سے فلاں فلاں اشخاص متعین فرمائیے، ابن زیاد نے جواب دیا'' میں تمہارا غلام نہیں ہوں اور نہ تم کو اس امر پر مجبور کرتا ہوں، اگر تم حسینؓ کے مقابلے پر نہ جانا چاہتے ہو تو میری سند گورنری واپس دو'' عمر بن سعد نے حکومت رے کی طمع میں پڑ کر حسینؓ کے مقابلے میں جانا قبول کر لیا۔ چنانچہ اسی روز چار ہزار فوج کو لئے ہوئے آپ کے مقابلے پر جا پہنچا اور ایک قاصد بھیج کر آپ سے کوفے کی طرف آنے کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا'' مجھے اس شہر کے شرفاء و رؤساء نے طلب کیا تھا، پس اگر تم کو یہ ناگوار ہو تو میں واپس جانے پر آمادہ ہوں'' عمر بن سعد نے یہی جواب ابن زیاد کو لکھ بھیجا۔

پانی کی بندش

ابن زیاد نے لکھا کہ'' حسین سے یزید کی بیعت لو اگر وہ بیعت کر لیں تو جو مناسب ہو گا کیا جائے گا۔ اور اگر بیعت سے انکار کریں تو بے تامل جنگ کرو اور ان پر اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دو۔'' پس عمر بن سعد نے عمرو بن الحجاج کو بسر گروہی پانچ سو سواروں کے نہر فرات پر متعین کیا چنانچہ یہ لوگ فرات اور امام حسینؓ کے درمیان حائل ہو گئے (یہ واقعہ آپ کی شہادت سے تین روز پہلے کا ہے)۔ جب آپ کے قافلے میں پانی ختم ہو گیا اور لوگ شدت تشنگی سے بے چین ہونے لگے تو آپ نے اپنے بھائی عباس بن علیؓ کو پانی لانے کے لئے بھیجا، ان کے ساتھ بیس آدمی مشکیزے لئے ہوئے اور بیس سوار حفاظت کی غرض سے تھے۔ جب عباس بن علی مشکیزے سے بھر کر لوٹے تو دشمنوں نے حملہ کر دیا، اس کے بعد امام حسینؓ نے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کی معرفت عمر بن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ آج رات کو دونوں لشکروں کے درمیان میں مجھ سے ملنا۔ عمر بن سعد حسب وعدہ آیا، دیر تک باتیں ہوتی رہیں پھر دونوں آدمی لوٹ کر اپنے اپنے لشکر میں آئے۔

مصالحت کی شرائط

دو چار بار ملاقات کرنے کے بعد عمر بن سعد نے عبیداللہ بن زیاد کو لکھا'' بعد حمد وثنا کے واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فتنہ کی آگ کو سرد کر دیا اور اختلاف رفع کر کے سب میں اتفاق پیدا کر دیا ہے۔ حسینؓ نے یہ تین درخواستیں پیش کی ہیں 1- جہاں سے وہ آئے ہیں وہیں واپس بھیجے جائیں۔ 2- جس سرحد کی طرف ہم چاہیں ان کو بھیج دیں۔ 3- ہم ان کو امیر المؤمنین یزید کے پاس لے جائیں تاکہ ان کی یہ بیعت کریں، اس میں تمہاری خوشنودی اور امت محمدیہ کی رضامندی ہے، ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا: میں اس کو منظور کرتا ہوں، یہ خط ایسے شخص کا ہے جو امیر و رعیت کا ناصح و مشفق ہے۔

شمر کا اختلاف

شمر بن ذی الجوشن نے اٹھ کر کہا:'' کیا تم اس درخواست کو قبول کر لو گے، وہ (امام حسینؓ) تمہارے اپنے علاقے میں آ گیا ہے، تمہارے قبضہ میں ہے۔ واللہ! اگر وہ یہاں سے چلا گیا اور اس نے تمہارے ہاتھ پر بیعت نہ کی تو وہ تم سے زیادہ قوت اور شوکت والا ہو جائے گا اور تم بمقابلہ اس کے ضعیف و ناتواں ہو گے، میرے خیال میں مناسب ہے کہ تم اس کو اپنے حکم کے ماننے پر مجبور کرو، پس اگر عدول حکمی کرنے پر تم ان کو سزا دو گے تو تم کو اس کا حق حاصل ہے اور اگر درگزر کرو گے تو اس کا الزام تم پر آئے گا۔ واللہ! مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ امام حسینؓ و عمر تمام رات دونوں لشکروں کے درمیان باتیں کرتے رہے ہیں۔

ابن زیاد کا تہدید آمیز خط

ابن زیاد اس دم پٹی میں آ گیا، فوراً ایک خط لکھ کر شمر کو عمر کے پاس روانہ کیا اور یہ کہلا بھیجا کہ امام حسینؓ اور اس کے ساتھیوں کو ہماری اطاعت پر مجبور کرو، وہ بیعت کر لیں تو صلح نامہ لکھ کر میرے پاس بھیج دو ورنہ بصورت انکار جنگ کرو۔ پھر شمر سے مخاطب ہو کر بولا، عمر بن سعد اگر ہمارے اس حکم کی تعمیل پر مستعد ہو تو بہتر تم اس کی اطاعت کرنا، ورنہ وہ معزول اور تم اس پر اور تمام لشکر پر امیر ہو، اس کے ساتھ ہی اس کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔ مضمون خط جو ابن زیاد نے عمر بن سعد کو لکھا تھا یہ تھا۔ ''امابعد! میں نے تم کو حسینؓ کی طرف اس غرض سے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس سے لیت و لعل میں وقت برباد کرو اور مجھ سے اس کی سفارش کرو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اگر حسینؓ اور ان کے ہمراہی میرے حکم کی اطاعت کریں تو صلح نامہ لکھ کر میرے پاس ان کو بھیج دو اور اگر انکار کریں تو حملہ کر دو یہاں تک کہ ان کو قتل کر کے مثلہ کر ڈالو کیونکہ وہ اسی کے مستحق ہیں اور بعد قتل حسینؓ کے جسم و سینہ کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کرانا، وہ بڑا ظالم، جفا کار، خودسر، نافرمان ہے لہٰذا اگر تم ہمارے حکم کی تعمیل کرو گے تو تم کو تابعداروں و فرمانبرداروں کی طرح صلہ دیا جائے گا اور اگر کچھ بھی خلاف ورزی کا ارادہ ہو تو ہم تم کو معزول کرتے ہیں اور بجائے تمہارے شمر کو لشکر کی سرداری دیتے ہیں۔'' والسلام۔

ابن زیاد کی امان قبول کرنے سے انکار

یہ خط لکھتے وقت اتفاقاً عبداللہ بن ابی المحل بن حزام بیٹھے ہوئے تھے ان کی پھوپھی ام البنین بنت حزام، امیر المؤمنین علیؓ کے عقد میں تھیں، جن سے عباس و عبداللہ و جعفر و عثمان پیدا ہوئے تھے۔ ابن زیاد سے کہا: ہمارے بھانجوں کے لئے امان نامہ لکھ دو، چنانچہ ابن زیاد نے تحریر کر دیا جس کو عبداللہ بن ابی المحل نے اپنے ایک غلام کے ہاتھ بھیج دیا۔ عباس و عبداللہ وغیرہ پسران ام المؤمنین علیؓ نے کہا: ہم کو تمہاری پناہ کی ضرورت نہیں ہے، ابن سمیہ کی امان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ بہتر ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد شمر پہنچا، ابن زیاد کا مکتوب دیکھ کر ابن سعد نے کہا ''افسوس! میں تو یہ سمجھا تھا کہ میری درخواست قبول کر لی گئی اور تو مصالحت کرنے کی اجازت لے کر آیا ہے'' شمر بولا ''یہ تمہاری سمجھ کی غلطی ہے اب بتلاؤ اور کیا کرو گے؟'' جواب دیا ''مجبوراً تعمیل کروں گا۔''

9- محرم یوم پنجشنبہ کو شمر اپنے لشکر سے نکل کر امام حسینؓ کے خیمہ کی طرف آیا، عباس اور اس کے بھائیوں کو بلا کر کہا ''اے میرے ہمشیر زادو! میں تم کو پناہ دیتا ہوں'' ان لوگوں نے جواب دیا ''اللہ کی مار تجھ پر اور تیری پناہ پر، تو ہم کو تو امان دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو امان نہیں دیتا۔'' شمر یہ جواب سن کر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

ایک رات کی مہلت

عصر کے وقت عمر بن سعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ سوار ہو کر امام حسینؓ کی طرف چلا، آپ اس وقت اپنے خیمے کے روبرو تلوار کی ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ عباس بن علیؓ نے عمر بن سعد کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا: ''بھائی اٹھو مخالفین آ پہنچے'' آپ نے فرمایا: ''چلو! ہم بھی سوار ہو کر چلتے ہیں'' عباس بن علیؓ نے کہا: ''نہیں میں ہی جاؤں گا'' امام حسینؓ نے اس رائے کو پسند فرما کر ارشاد کیا ''بہتر ہے تم ہی جاؤ اور پوچھو کہ کیوں آئے ہیں، غرض کیا ہے؟'' غرض عباس بیس آدمیوں کے ساتھ سوار ہو کر تشریف لے گئے، آنے کی وجہ دریافت کی، عمر بن سعد نے لفظ بہ لفظ ابن زیاد کے خط کا مضمون بتلا دیا۔ عباس نے کہا: ''ٹھہرو عجلت نہ کرو، ابو عبداللہ حسینؓ کو اس خبر کی اطلاع کرتا ہوں۔'' یہ کہہ کر عباس لوٹ کر امام حسینؓ کی خدمت میں آئے۔ اور ان کے ساتھی عمر بن سعد کے مقابلے پر کھڑے ہوئے اللہ جل شانہ کا ذکر کرتے رہے۔ امام حسینؓ نے عباس سے کہا ''ابن سعد سے جا کر کہہ دو کہ ہم کو رات بھر کی مہلت دے تا کہ ہم استغفار و دعا کر لیں۔ اپنے رب کی نمازیں پڑھ لیں، اور تلاوت کر لیں، صبح کو وہ ہو گا جو ہونے والا ہے۔'' عباس نے واپس ہو کر ابن سعد سے کہا ''اس وقت تو تم لوگ واپس چلے جاؤ، صبح تک کی ہم کو مہلت دو، انشاء اللہ تعالیٰ کل جو مناسب ہو گا کیا

جائے گا۔ اطاعت کریں گے یا جنگ کریں گے۔'' عمر بن سعد نے شمر سے مشورہ کیا، شمر بولا ''تم امیر ہو جو چاہو سو کرو'' عمر بن الحجاج زبیدی نے قطع کلام کر کے کہا: ''سبحان اللہ! اگر حسینؓ اہل دیلم سے ہوتے اور یہ درخواست پیش کرتے تو بھی تم کو قبول کرنا ضروری تھا'' قیس بن اشعث ابن قیس بولا ''منظور کر لو، مگر اپنی قسم وہ صبح کو تم سے ضرور لڑیں گے'' عمر بن سعد نے جھلا کر کہا ''اگر ہمیں یہ یقین ہو جاتا تو بھی ہم یہ وقت ٹال جاتے۔'' اس کے ساتھی یہ سن کر خاموش ہو رہے اور عمر بن سعد واپس ہو کر اپنے لشکر گاہ میں آ گیا۔

حضرت امام حسینؓ کا ہمراہیوں سے خطاب

اس کے بعد امام حسینؓ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ جس کا مضمون یہ تھا ''میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں اور اس کی تعریف ظاہر و پوشیدہ کرتا ہوں، اے اللہ! میں تیری تعریف کرتا ہوں کہ تو نے ہمارے جد کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور ہم کو گوش و چشم و قلوب عنایت کئے اور قرآن کی تعلیم اور دین کی تفہیم دی لہٰذا ہم تیرا شکر یہ ادا کرتے ہیں، اما بعد! میں اپنے ہمراہیوں سے زیادہ نہ کسی کو باوفا سمجھتا ہوں اور نہ ان سے کسی کو بہتر جانتا ہوں اور نہ میرے اہل بیت سے کوئی زیادہ نیک اور نہ ان سے زیادہ کوئی شخص رشتہ کا پاس و لحاظ رکھنے والا ہے۔ پس تم سب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، آگاہ ہو جاؤ، مجھے یقین ہو گیا ہے کہ کل یہ دشمن مجھ سے ضرور لڑیں گے۔ میں تم کو بخوشی اجازت دیتا ہوں جس کا جس طرف جی چاہے چلا جائے، میرا کچھ حق اس پر نہیں ہے مگر مناسب ہے کہ تم میں سے ہر شخص میرے اہل بیت میں سے ایک ایک کو اپنے ساتھ لے لے تم سب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے گا اور اپنے اپنے شہروں، اور ملکوں کی طرف متفرق و منتشر ہو کر چلے جاؤ، شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس تکلیف سے بچا لے کیونکہ شامی میرے خون کے پیاسے ہیں اگر مجھے پا جائیں گے تو دوسروں کی جستجو نہ کریں گے۔''

اس فقرہ کا تمام ہونا تھا کہ سب کے سب چلا اٹھے۔ آپ کے بھائی اور لڑکوں اور بھتیجوں اور عبداللہ بن جعفر کے لڑکوں نے رو کر کہا ''ہم ایسا نہیں کر سکتے کہ آپ کے بعد ہم باقی رہ جائیں، اللہ تعالیٰ کبھی ہم کو یہ دن نہ دکھائے'' امام حسینؓ نے فرمایا: ''اے بنی عقیل! بس بس! مسلم کی شہادت کافی ہے، تم لوگ جاؤ، میں نے تم کو خوشی سے اجازت دی'' بنی عقیل بولے ''آپ سے الگ ہو کر خلائق سے ہم کیا کہیں گے کہ ہم اپنے شیخ، اپنے سردار، اپنے بہترین چچا کے لڑکے کو دشمنوں کے قبضہ میں چھوڑ آئے اور ان کے ساتھ ایک تیر بھی نہ پھینکا اور نہ ان کے ساتھ ایک نیزہ مارا اور نہ ان کے ساتھ تلوار چلائی، اللہ کی قسم ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کریں گے، اللہ کی قسم! ہم ایسا نہ کریں گے اور نہ آپ کو تنہا چھوڑ کر جائیں گے بلکہ ہم اپنے کو اور اپنے مال کو اور اپنے اہل خانہ کو آپ پر فدا کر دیں گے اور آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں گے اور آپ جہاں جائیں گے ہم بھی وہیں جائیں گے، اللہ تعالیٰ اس عیش کو نہ دکھائے جو تمہارے بعد ہم کو ملے۔'' مسلم بن عوسجہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا ''کیا آپ کو اکیلا چھوڑ کر ہم چلے جائیں؟ حالانکہ ہم سے آپ کے حق ادا نہیں ہوئے، اللہ کی قسم! ہم آپ کو اس وقت تک نہیں چھوڑ سکتے جب تک آپ کے دشمنوں کے سینوں میں اپنے تیز نیزوں کی نوک نہ چبھو لیں گے۔ اپنی تلواروں سے جب تک وہ ہمارے قبضہ میں ہیں، ان کی گردنوں کو تن ناپاک سے نہ جدا کر لیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس کوئی جنگی آلہ نہ ہوتا تو ان کو میں آپ کی حمایت میں پتھروں سے مارتا یہاں تک کہ میں اپنے آپ کو آپ پر فدا کر دیتا'' مسلم بن عوسجہ کی اس پر جوش تقریر سے سب کے دل بھر آئے اور متفقہ یہی کہنے لگے۔ آپ نے ان لوگوں کو دعائیں دے کر رخصت کیا اور خیمہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت زینبؓ کو دلاسہ

شام کا وقت تھا، طبیعت بھری ہوئی تھی، دردناک اشعار پڑھنے لگے۔ آپ کی بہن زینب کے کان تک آواز پہنچی، صبر نہ ہو سکا۔ گھبرا کر یہ کہتی ہوئی دوڑ پڑیں: ''ہائے افسوس! کاش آج کی زندگی کو میری موت فنا کر دیتی۔ میری ماں فاطمہؓ مر گئیں، میرے باپ علیؓ مجھ سے جدا ہو گئے، میرا بھائی حسنؓ جاتا رہا، اے خلیفہ ماضی اے سرپرست باقی!'' آپ نے فرمایا: ''بہن کیا کہہ رہی ہو، تمہارے صبر و تحمل کو یہ کیا ہو گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کے حکم پر صابر و شاکر رہو اور یہ جان رکھو کہ زمین کے سبھی رہنے والے مر جائیں گے اور ساتھ ہی اس کے آسمان والے بھی باقی نہ رہیں گے اور بے شک سوائے اللہ تعالیٰ کے باقی ہر شے فنا ہونے والی ہے، میرا باپ مجھ سے بہتر تھا، میری ماں مجھ سے افضل تھیں، میرا بھائی مجھ سے زیادہ نیکوکار

تھا، مجھ کو اور ان کو اور کل مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی ہے، وہ بھی اس دنیا سے چلے گئے تو ہم کس شمار و حساب میں ہیں۔ اے میری بہن! میں تم کو قسم دلاتا ہوں کہ کل اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو جامہ دری نہ کرنا، رونا پیٹنا نہیں، بین نہ کرنا، نوحہ نہ پڑھنا۔ اے بہن! یہی دن سب کو پیش آنے والا ہے، صبر کرنا صبر، صبر کا اجر اللہ تعالیٰ دے گا"۔ زینب یہ سن کر خاموش ہو گئیں۔ آپ باہر تشریف لائے اور ہمراہیوں کو بلا کر فرمایا "خیموں کو ایک دوسرے کے قریب کر دو اور رسیاں ایک کی دوسرے سے ملا دو اور ان کے دائیں بائیں خندق کھود کر آگ جلا دو اور کل جب لوگ حملہ آور ہوں تو خیموں کے روبرو ہو کر لڑنا"۔ ہمراہیوں نے نہایت تیزی و مستعدی سے اس حکم کی تعمیل کی، اس اثناء میں شام گہری ہو گئی، تمام شب آپ اور آپ کے ہمراہی نماز و استغفار پڑھتے، دعائیں والحاح وزاری کرتے رہے، صبح ہوئی آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز صبح ادا کی اور ابن سعد اپنے فوجیوں کے ساتھ نماز پڑھ کر سوار ہوا، یہ دن شنبہ یا جمعہ کا تھا اور محرم 61ھ کی 10- تاریخ تھی۔

لشکر کی ترتیب

آپ کے ہمراہ بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے۔ زہیر بن القین کو میمنہ پر، حبیب بن مطہر کو میسرہ پر مامور فرمایا اور علم اپنے بھائی عباس کو دیا، خیموں کو پشت پر رکھا اور ان کے ارد گرد رات ہی سے خندق کھود کر آگ جلا رکھی تھی گویا یہ آپ کے لشکر کا ساقہ تھا۔ عمر بن سعد نے اپنے لشکر کے ہر ہر حصہ اور قبیلہ پر جدا جدا افسر مقرر کئے اور پھر ان پر ایک بڑا سردار بطور ذمہ دار کے مامور کیا۔ چنانچہ اس نے مدینہ پر عبداللہ بن زہیر ازدی کو، ربیعہ و کندہ پر قیس بن اشعث بن قیس کو، مذحج واسد پر عبدالرحمٰن بن سبرہ جعفی کو، تمیم و ہمدان پر حر بن یزید ریاحی کو مقرر کیا۔ لہٰذا ان سب نے قتل حسین پر کمر باندھ لی مگر حر بن یزید ریاحی وقت جنگ امام حسینؓ کی طرف مائل ہو گئے اور ان ہی کے ساتھ شہادت پائی۔ ان کے لشکر کا میمنہ عمرو بن حجاج زبیدی کی ماتحتی میں تھا اور میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن، سواروں پر عروہ بن قیس احمسی، پیادوں پر شبث بن ربعی یربوعی تمیمی اور علم اس کے غلام ورید کے ہاتھ میں تھا۔

تاریخی خطبہ

امام حسین نے عمر بن سعد اور اس کے ہمراہیوں کو مستعد جنگ دیکھ کر قطع حجت کرنے کی غرض سے اپنی اونٹنی منگوائی، سوار ہو کر دو چار آدمیوں کو اپنے ساتھ لے کر لشکر اعداء کی طرف تشریف لے گئے اور ایسی آواز بلند سے ان کو مخاطب کیا جس کو سب سن رہے تھے:

اے لوگو! تم میری بات سنو جلد بازی نہ کرو، تا آنکہ جہاں تک مجھ پر واجب ہے میں تم کو سمجھا نہ لوں اور میں اپنے آنے کی وجہ سے تم سے نہ بیان کر لوں۔ پس اگر تم میرے عذر کو قبول کر لو گے اور میری بات کی تصدیق کرو گے اور حق پسندی کرو گے تو تمہاری اس میں سعادت مندی ہے اور تمہارا اس میں کوئی نقصان نہ ہو گا اور اگر تم میرا عذر قبول کرنا نہیں چاہتے تو تم لوگ جمع ہو اور اپنے شرکاء کو یکجا کرو تا کہ تم پر کوئی امر مشتبہ نہ رہے، اس کے بعد میرے سامنے آؤ اور بے رو و رعایت دیکھو، بے شک میرا ولی اللہ تعالیٰ ہے، جس نے کتاب نازل کی ہے، اور صالحین کا ولی ہے۔

آپ کی بہن یہ آواز سن کر رو اٹھیں آپ نے اپنے بھائی عباس اور لڑکے علی کو ان کو خاموش کرانے کو بھیجا۔ جب وہ خاموش ہو گئیں تو آپ نے حمد و ثنا کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا بعد ازاں پھر ان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

امابعد فانسبونی فانظروا من انا ثم راجعوا انفسکم فعاتبوها و انظروا هل یصلح و یحل لکم قتلی و انتهاک حرمتی الست ابن بنت نبیکم و ابن وصیه و ابن عمه و اولی المؤمنین بالله والمصدق لرسوله او لیس حمزة سیدالشهداء عم ابی اولیس جعفر الشهید الطیار فی الجنة عمی او لم یبلغکم قول مستفیض ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال و اخی انتما سیدا شباب اهل الجنة و قرة عین اهل السنة فان صدقتمونی بما اقول وهوالحق والله ما تعمدت کذباً مذ علمت ان الله یمقت علیه وان کذبتمونی فان فیکم من ان سالتموه عن ذلک اخبرکم سلوا جابر بن عبدالله

او ابا سعید او سهل بن سعد او زید بن ارقم اوانساً یخبرو کم انهم سمعوه من رسول الله صلی الله علیه وسلم اما نی هذا حاجز یجحز کم عن سفک دمی فان کنتم فی شک مما اقول او تشکون فی انی ابن بنت نبیکم فوالله مابین المشرق والمغرب ابن بنت نبی غیری منکم ولا من غیرکم. اخبرونی اتطلبونی بقتیل منکم قتلته او بمال لکم استهلکته او بقصاص من جراحة.

ترجمہ: ''امابعد! تم میرے نسب پر غور کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں، پھر اپنی طبیعتوں کی طرف رجوع کرو اور اس کو جھڑ کو اور غور کرو، کیا میرا قتل کرنا اور میری آبروریزی تمہارے لئے روا اور جائز ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں اور اس کے وصی کا بیٹا اور اس کے چچازاد بھائی اور افضل ترین مؤمنین باللہ وتصدیق کنندہ رسول کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا حمزہ سید الشہداء میرے باپ کے چچا نہ تھے؟ کیا جعفر الشہید جو جنت میں اڑ رہے ہیں۔ میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا تم کو یہ اطلاع نہیں پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے حق میں فرمایا ہے کہ تم دونوں سردار جوانان جنت ہو اور اہل سنت کی آنکھ کی ٹھنڈک ہو؟ لہٰذا جو میں نے تم سے کہا ہے اس کی تصدیق کرو۔ اور یہی سچ ہے۔ اللہ کی قسم میں نے جھوٹ کبھی نہیں بولا۔ جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے اور اگر تم مجھے دروغ گو جانتے ہو تو تم میں سے ایسے لوگ موجود ہیں جن سے یہ دریافت کرو گے تو وہ تم کو اس سے آگاہ کریں گے، جابر ابن عبداللہ، ابوسعید، سہل بن سعد، زید بن ارقم اور انس سے پوچھو۔ وہ تم کو بتلائیں گے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے، کیا تم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو تم کو میری خون ریزی سے روکے، لہٰذا اگر تم لوگ میرے کہنے پر مشکوک ہو یا میرے نواسہ رسول ہونے پر شک کرتے ہو تو واللہ مابین مشرق ومغرب میرے سوائے تمہارے نبی کا تم میں اور نہ کسی غیر میں کوئی نواسہ نہیں ہے۔ اگر ہو تو بتلاؤ، کیا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کر ڈالا ہے جس کا عوض مجھ سے طلب کرتے ہو، یا کسی مال کو میں نے دبا لیا ہے جس کا معاوضہ مانگتے ہو یا کسی قسم کا قصاص طلب کرتے ہو۔

کوفیوں سے اتمام حجت

یزید کے لشکریوں میں سے کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا تو آپ نے شبث بن ربعی، حجاز بن الجبر، قیس بن الحرث کو نام بنام پکار کر فرمایا: ''الم تکتبوا الی فی القدوم علیکم'' (کیا تم لوگوں نے مجھے کوفہ آنے کا خط نہیں لکھا) ان لوگوں نے لکھنے اور بلانے سے انکار کیا، آپ نے ارشاد کیا: ''بلٰی فعلتم ایهاالناس اذکر هتمونی فدعونی انصرف الی مامنی من الارض'' (بے شک تم نے یہ کیا ہے، اے لوگو! تم کو مجھ سے نفرت ہے تو مجھے چھوڑ دو میں کسی محفوظ سرزمین کی طرف چلا جاؤں) قیس بن الاشعث بولا: تم اپنے چچا کے لڑکے (یعنی ابن زیاد) کے حکم کی متابعت کیوں نہیں کرتے وہ تمہاری برائی تو نہ چاہے گا، آپ نے جواب دیا'' کیا تیرا یہ مقصد ہے کہ بنی ہاشم تجھ سے مسلم بن عقیل کے سوا اوروں کا بھی خون بہا طلب کریں، اللہ کی قسم! میں ذلیل وخوار ہو کر تمہارا فرمانبردار نہ ہوں گا اور نہ میں غلاموں کی طرح مجبور ہو کر اس کی امارت کا اقرار کروں گا اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمہارے رب سے امان کا خواستگار ہوتا ہوں اور ہر متکبر اور اس شخص سے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے امان مانگتا ہوں'' اس قدر فرما کر آپ نے اونٹنی بٹھلا دی۔ اور اتر پڑے۔

زہیر اور شمر میں تلخی

زہیر بن القین میان صف میں کھڑے ہوئے تھے، گھوڑے کو مہمیز کیا، باہر آئے اور ان لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: ''اے اہل کوفہ! مسلمانوں پر مسلمانوں کا یہ حق ہے کہ ایک دوسرے کو نصیحت کریں، اس وقت تک ہم اور تم بھائی بھائی ہیں اور ایک ہی دین پر قائم ہیں جب تک ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ نہ ہو، لہٰذا جنگ ہم میں اور تم میں لڑائی چھڑ جائے گی تو عصمت اٹھ جائے گی، ابھی تک ہم اور تم ایک ہی گروہ میں ہیں، ہمیں اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں امتحان وآزمائش کی غرض سے مبتلا کیا ہے۔ ہم تم کو ان (حسینؓ) کی مدد اور گمراہ ابن گمراہ عبیداللہ بن زیاد کے ذلیل کرنے کو بلاتے ہیں بیشک تم اس سے سوائے برائی کے اور کچھ نہ دیکھو گے۔ وہ تمہارے ہاتھوں کو قطع کرے گا۔

تمہارا مثلہ کرے گا، تمہارے معزز اور ممتاز سرداروں حجر بن عدی اور اس کے ہمراہی اور ہانی بن عروہ جیسے کو قتل کر ڈالے گا۔'' کوفیوں نے زہیر کو گالیاں دیں اور ابن زیاد کی ثناوصفت کر کے کہا ''واللہ! جب تک ہم تجھ سے اور تیرے دوست (یعنی امام حسینؓ) اور اس کے ساتھیوں سے نہ لڑیں گے یا اس کو گرفتار کر کے اپنے امیر عبیداللہ بن زیاد کے پاس نہ لے جائیں گے اس وقت تک یہاں سے نہ ٹلیں گے'' زہیر نے کہا: ''اے اللہ کے بندو! ابن سمیہ کی نسبت ابن فاطمہؓ امداد و محبت کا زیادہ مستحق ہے، پس اگر تم اس کی مدد نہیں کر سکتے ہو تو اس کو اس کے ابن عم یزید بن معاویہؓ کے پاس بھیج دو، اللہ کی قسم! بغیر قتل حسینؓ کے بھی یزید تمہاری اطاعت سے راضی ہو جائے گا'' شمر بن ذی الجوشن نے تیر مار کر کہا: ''اللہ تیرا منہ بند کرے، تو نے بک بک کر کے دماغ پریشان کر دیا۔''

زہیر: ''اے کمینے بدخصال! تو وحشی جانور ہے میں تجھ سے خطاب نہیں کرتا اللہ کی قسم! تجھ کو کتاب اللہ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ میں تجھے قیامت کی رسوائی اور عذاب الٰہی کی بشارت دیتا ہوں۔''

شمر: ''اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے دوست کو جلد ہی شربت مرگ پلائے گا!''

زہیر: ''کیا تو ہم کو موت سے ڈراتا ہے، اللہ کی قسم! تیرے ساتھ کی حیات ابدی سے حسینؓ کے ساتھ مر جانا بہتر ہے'' یہ کہہ کر زہیر کچھ دیر تک خاموش رہے، پھر بلند آواز سے کہا ''اے اللہ کے بندو! تم اس کمینے بے دین کے دھوکے میں نہ آ جانا، قسم ہے اللہ تعالیٰ کی! اس گروہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو گی جو آپ کے اہل بیت کا خون بہائے گا اور ان کے اعوان و انصار کو قتل کرے گا'' زہیر کچھ اور بھی کہنے کو تھے کہ امام حسینؓ نے انہیں واپس طلب کر لیا۔

حر بن یزید کی علیحدگی

جب ابن سعد نے امام حسینؓ پر حملہ کرنے کا قصد کیا حر بن یزید اس کے پاس آئے، اس نے پوچھا: ''اللہ تیرا بھلا کرے کیا تو حسینؓ سے جنگ کے لئے جاتا ہے؟'' حر نے جواب دیا ''اے واللہ! اس کی لڑائی سے یہ سہل ہے کہ لوگوں کے سر کٹ کٹ کر گریں اور ہاتھ شل ہو جائیں، تم مجھے یہ تو بتاؤ کہ اس نے جو درخواستیں پیش کی تھیں ان میں سے کس کو منظور کیا اور اس کے منظور کرنے میں تمہیں کیا عذر ہے؟'' عمر بن سعد نے کہا ''اللہ کی قسم! اگر میرے اختیار میں کچھ ہوتا تو میں اس کو منظور کر لیتا مگر تمہارا امیر حسینؓ کی ہر درخواست کو قبول کرنے سے انکاری ہے۔'' حر یہ سن کر آہستہ آہستہ امام حسینؓ کی طرف چلے، ایک شخص نے ان ہی کے قبیلہ میں سے، جس کا نام مہاجر بن اوس تھا، چلا کر کہا: ''واللہ! مجھے تمہارا کام مشتبہ معلوم ہوتا ہے، تم کو میں نے کسی لڑائی میں اس طرح لرزاں چلتے ہوئے نہیں دیکھا، اگر کوئی شخص اہل کوفہ میں سے یہ فقرے تمہاری نسبت کہتا تو میں اس سے لڑ مرتا۔'' حر نے جواب دیا: ''میں اپنے کو جنت و دوزخ کے لئے تول رہا ہوں اور حق یہ ہے کہ میں جنت کے مقابلے میں کسی کو چیز نہیں سمجھتا۔ چاہے کوئی مجھے مار ڈالے یا جلا دے۔'' یہ کہہ کر گھوڑے کو ایک ایڑ لگائی اور چشم زدن میں امام حسینؓ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ عرض کیا ''اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے میں وہی ہوں جس نے تم کو واپس جانے سے روکا تھا اور جو تم کو ادھر پھیر کر اس راہ پر لایا تھا اور جس نے شامت اعمال سے تم کو اس مقام پر لا کر ٹھہرایا ہے، اللہ کی قسم! مجھے یہ امید نہ تھی کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ یہ سلوک کریں گے اور آپ کی ایک بات بھی نہ سنیں گے۔ میں نے یہ رنگ دیکھ کر اپنے جی میں کہا، چونکہ بعض باتوں میں ان کی میں اعانت کر چکا ہوں، وہ مجھے آپ کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر اپنا مخالف نہ سمجھیں گے، لہٰذا اگر اب بعض امر میں ان کے خلاف عمل کروں تو کوئی ہرج نہیں ہے، واللہ! اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ آپ سے وہ نہیں لڑیں گے تو میں ہرگز آپؑ کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا۔ جو لغزش مجھ سے ہو چکی ہے اس سے تائب ہو کر میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں تاکہ آپ کی مدد کروں، یہاں تک کہ آپ کے روبرو میں جان بحق تسلیم کروں، کیا آپ کے نزدیک میری یہ توبہ مقبول ہو گی؟ آپ نے فرمایا ''ہاں! اللہ تعالیٰ یہ توبہ قبول فرمائے گا اور تمہاری لغزشوں سے درگزر کرے گا۔''

حر کا شامی فوج سے خطاب

حر نے یہ سن کر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے لوگو! تم لوگ حسینؓ کی ان درخواستوں کو جن کو وہ پیش کرتے ہیں کیوں نہیں قبول

کرتے، اللہ تعالیٰ تم کو دارین میں فلاح عنایت کرے گا اور تم کو ان کی لڑائی اور قتل سے نجات دے گا۔'' عمر بن سعد بولا: ''میں خود اس امر کا خواہاں تھا مگر کیا کروں مجبور ہوں'' اس کے بعد حر نے لشکریوں کو مخاطب کیا اور کہا: ''اے اہل کوفہ! بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم نے خود ان کو بلایا جب وہ تمہارے پاس اس غرض سے آئے کہ تم ان کی اعانت کرو اور ان کے ساتھ ہو کر لڑو تو تم ان کے قتل پر کمربستہ ہو گئے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ تم نے اس غریب کو اس طرح پر روک رکھا ہے کہ کہیں وہ جا نہیں سکتے۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ تم نے ان کو قیدیوں کی طرح گھیر لیا ہے کسی ملجا و مامن کی طرف جانے نہیں دیتے، نہ وہ کوئی نفع حاصل کر سکتے ہیں اور نہ کسی مضرت کے دفع کرنے پر قادر ہیں۔ تم نے ان کو فرات کا پانی لینے سے بھی روک دیا ہے جس سے یہودی اور نصرانی اور مجوسی بھی سیراب ہوتے ہیں، کتے سور اور کل چرند و پرند اس کو پیتے ہیں، کیا وہ (حسینؓ) اس قابل بھی نہیں ہیں؟ وہ اور ان کے ہمراہی تشنگی کی شدت سے بیہوش ہو رہے ہیں۔ تم لوگوں نے کیا اچھا برتاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے اہل بیت کے ساتھ کیا، اگر تم لوگ اپنے اس فعل سے توبہ نہ کرو گے اور محافظین کو دریائے فرات سے نہ ہٹالو گے تو اس روز جبکہ شدت تشنگی سے لوگ بے چین ہوں گے اللہ تعالیٰ تم کو بھی سیراب نہ کرے گا'' لشکریوں نے جواب دینے کی بجائے حر پر تیر برسا دیئے وہ مجبور ہو کر لوٹے، امام حسینؓ کے روبرو آ کر کھڑے ہو گئے۔

آغاز جنگ

اس کے بعد عمر بن سعد بڑھا، کمان سے تیر جوڑ کر امام حسینؓ کی جانب مار کر بولا ''لوگو! گواہ رہنا سب سے پہلے میں ہی نے تیر چلایا ہے'' یہ سن کر لشکریوں نے بھی ایک باڑھ تیر کا چلایا، پھر لشکر شام سے یسار (زیاد کا غلام) اور سالم (عبیداللہ کا غلام) نکل کر میدان میں آئے۔ مقابلے کے لئے للکار کر لڑنے والے کو طلب کیا، امام حسینؓ کی طرف سے عبداللہ بن عمیر کلبی میدان جنگ میں آئے۔ (یہ کوفے سے اپنی بیوی کے ساتھ آپ کی خدمت میں آئے تھے) یسار و سالم نے نام و نسب دریافت کیا۔ عبداللہ نے بتلایا، یسار و سالم بولے ''ہم تم کو نہیں جانتے، ہمارے مقابلے پر زہیر بن القین یا حبیب بن مطہر اور بریر بن خضیر جیسے لوگوں کو آنا چاہیے۔'' عبداللہ نے تلخ نوا ہو کر یسار سے کہا: ''اے حرامی بچے! تیرے مقابلے پر وہ لوگ آئیں گے؟ تو اس قابل نہیں ہے کہ تو ان کی تیز تیغ سے ہلاک کیا جائے، تیری روح و تن کے فیصلہ کرنے کو میری تلوار ہی کافی ہے۔'' یسار یہ سن کر حملے کی نیت سے آگے بڑھا۔ عبداللہ نے وار خالی دے کر تلوار چلائی، تھوڑی دیر تک فریقین نے ایک دوسرے پر وار چلائے۔ سالم اپنے ساتھی کو کمزور دیکھ کر عبداللہ کی طرف جھپٹا لیکن عبداللہ نہایت تیزی سے یسار کا کام تمام کر کے سالم کی طرف مڑے، سالم نے وار پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ عبداللہ روکتے اور حملہ کا جواب بھی دیتے جاتے تھے، بالآخر عبداللہ کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں اور پھر انہوں نے لپک کر ایسا وار کیا کہ سالم بھی اسی جگہ پر ختم ہو گیا۔

ام وہب کا جذبہ جان نثاری

ان کی بیوی ام وہب ایک لکڑی لے کر کہتی ہوئی دوڑیں ''میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، رسول اللہ کے نواسوں کے لئے جنگ کرتے کرتے اپنے کو تصدق کر دو'' عبداللہ نے میدان جنگ میں آنے سے روکا، ام وہب نے واپس جانے سے انکار کر کے کہا: ''میں تمہارا ساتھ جب تک زندہ ہوں نہیں چھوڑوں گی'' امام حسینؓ نے آواز بلند سے کہا: ''تم لوگوں نے اہل بیت رسالت کے ساتھ بہت بڑی بھلائی کی اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے گا، اے ام وہب! تجھ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے لوٹ آ، عورتوں پر جہاد نہیں ہے۔'' ام وہب یہ سن کر واپس آئیں، عمرو بن الحجاج نے عمر بن سعد کے میمنہ کو للکار کر جنگ کی ترغیب دی، اہل میمنہ گھوڑوں پر سوار ہو کر نیزوں کو آڑے کر کے میدان کی طرف نکلے، امام حسینؓ کے ساتھیوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے، جس سے عمرو بن الحجاج اور اس کے ساتھی آگے نہ بڑھ سکے، اکثر ان میں سے لقمۂ نہنگ اجل ہو گئے۔ اور بہت سے زخمی ہو کر لوٹے۔

ابن حوزہ کا انجام

ایک شخص ابن حوزہ نامی اس جماعت سے نکل کر افیکم الحسین افیکم الحسین (کیا تم میں حسینؓ ہیں؟ کیا تم حسینؓ ہیں) کہتا ہوا، آیا۔ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ تیسری بار لوگوں نے کہا: ہاں آپ تشریف رکھتے ہیں! تو کیا کہنا چاہتا ہے؟ ابن حوزہ بولا: ''اے حسینؓ! میں تم کو آتش دوزخ کی بشارت دیتا ہوں'' (عیاذاً باللہ) آپ نے فرمایا: ''تو جھوٹا ہے۔ میں اپنے رب کریم ورحیم کے پاس جاتا ہوں، تو کون ہے؟'' جواب دیا، میرا نام ابن حوزہ ہے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر جناب باری میں عرض کیا: ''اللھم خزہ الی النار۔'' ابن حوزہ نے یہ سن کر طیش سے گھوڑے کو بڑھایا اتفاقاً گھوڑا بدک کر بھاگا۔ ابن حوزہ سنبھل نہ سکا، ایک پاؤں رکاب سے نکل گیا اور دوسرا رکاب میں اٹک رہ گیا۔ جوں جوں گھوڑا بھاگتا تھا اس کے سر کے ٹکڑے اڑتے جاتے تھے ایک ساعت میں لاش کا پتہ تک نہ چلا۔ مسروق بن وائل حضرمی جو اس کے ہمراہ میدان میں آیا تھا، یہ دیکھ کر کہتا ہوا لوٹا ''میں اس خاندان سے نہ لڑوں گا ان کی بددعا میں بہت بڑا اثر ہے۔''

ابن خضیر کی شہادت

یزید بن معقل حلیف عبدالقیس جوش مردانگی میں آکر للکارتا ہوا میدان میں آیا اور بریر بن خضیر کو طلب کر کے کہا ''دیکھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا؟'' بریر نے جواب دیا ''واللہ! اس نے میرے ساتھ بہت بڑی بھلائی کی ہے اور تیرے ساتھ برائی'' یزید بولا ''تو جھوٹ کہتا ہے۔ اس سے پہلے تو جھوٹ نہ بولتا تھا۔ اللہ کی قسم! ''تو گمراہی کا شکار ہو گیا'' ابن خضیر نے کہا اگر تجھے اپنی سچائی کا دعویٰ ہے تو آ، ہم اور تو مقابلہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ ہم میں سے جھوٹے اور گمراہ پر اللہ تعالیٰ اپنی پھٹکار بھیجے''۔ یزید سے اس کا کچھ جواب نہ بن پڑا، تلوار کھینچ کر دوڑا، فریقین میں کمال تیزی سے دو دو ہاتھ چل گئے، یزید بن معقل نے تلوار چھوڑ کر نیزے کا وار کیا۔ بریر نے وار بچا کر تلوار چلائی جو خود پھاڑ کر سر میں گھس گئی۔ بریر تلوار کے نکالنے میں مصروف تھے کہ رضی بن منقذ عبدی نے لپک کر وار کیا۔ ابن خضیر لپٹ پڑے، کچھ دیر تک زور آزمائی ہوتی رہی، آخر کار ابن خضیر نے رضی کو مار لیا، سینے پر چڑھ کر کمر سے خنجر نکالنے لگے، اس اثناء میں کعب بن جابر ازدیؓ نے پہنچ کر ابن خضیر کی پشت میں نیزہ دے مارا، ابن خضیر زخم کے صدمے سے بیتاب ہو کر اٹھے، کعب نے نیزہ چھوڑ کر تلوار کا وار کیا جس سے ابن خضیر شہادت پا گئے اور رضی اپنی قبا جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ واپسی کے بعد کعب کی بیوی نے ملامت کرتے ہوئے کہا: ''تف ہو تجھ پر! تو ابن فاطمہؓ کے خلاف لڑائی کو آیا، پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ بریر سید القراء کو تو نے شہید کیا، جا تیرا رو سیاہ ہو! میں تجھ سے ہرگز نہ ملوں گی۔''

ابن قرظہ کی شہادت

ابن خضیر کی شہادت کے بعد عمرو بن قرظہ انصاری میدان جنگ میں آئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کا بھائی عمر بن سعد کے ساتھ تھا، اس نے باآواز بلند کہا ''یا حسینؓ کذاب ابن کذاب (عیاذاً باللہ) تو نے میرے بھائی کو گمراہ کیا اور اس درجہ اس کو تو نے گرویدہ کر لیا تھا کہ وہ مارا گیا''۔ آپ نے جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ نے اس کو گمراہ نہیں کیا بلکہ راہ راست کی راہنمائی کی۔ ہاں البتہ تو گمراہ ہو گیا۔'' عمرو بن قرظہ کا بھائی یہ سن کر غصے میں آیا اور یہ کہتا ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجھے مارے جو میں تجھ کو نہ ماروں یا تیرے پاس نہ مر جاؤں۔ آگے بڑھا، نافع بن ہلال مرادی نے لپک کر نیزہ چلایا جس سے وہ زخمی ہو کر گرا۔ نافع نے نیزہ چھوڑ کر تلوار کھینچی مگر اس کے ہمراہی یورش کر کے اٹھا لے گئے اور وہ علاج معالجہ کے بعد اچھا ہو گیا۔

شامی لشکر کی بزدلی

حر بن یزید نے یہ حالت دیکھ کر امام حسینؓ سے اجازت طلب کی۔ میدان جنگ میں شیر غراں کی طرح ڈکارتے ہوئے پہنچے۔ ان کے مقابلے پر یزید بن سفیان آیا۔ حر نے پہلے ہی وار میں اس کا وارا نیارا کر دیا۔ پھر نافع کے مقابلے پر مزاحم بن حریث آیا۔ دو دو ہاتھ بھی نہ چلنے پائے تھے کہ

نافع نے مزاحم کو بھی ڈھیر کر دیا۔ شامی فوجیں اپنے جوانمردوں کے مسلسل مارے جانے سے سہم گئیں۔ ہر شخص ان دونوں دلیروں کے مقابلے پر جانے سے جی چرا رہا تھا۔ عمرو بن حجاج نے چلا کر کہا "اے لوگو! تمہارے مقابلے پر آدمی ہی ہیں۔ یہ کچھ شیر نہیں ہیں کہ تم کو میدان جنگ میں جاتے ہی پھاڑ ڈالیں گے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم لوگ باوجود اس کثرت کے ہمت سے ہاتھ دھوئے جاتے ہو۔ تمہارے مخالفین کی تعداد اس قدر کم ہے کہ اگر تم لوگ ان پر ایک ایک کنکریاں بھی پھینکو تو ان کے مر جانے کو کافی ہوں۔ اے اہل کوفہ! اپنے امیر کی اطاعت کرو، جماعت سے الگ نہ ہو۔ جو شخص دین سے باہر اور امام کے مخالف ہو گیا ہے، اس کے قتل کرنے میں کچھ شک وشبہ نہ کرو۔ دیکھو ایک ایک لڑنے کو میدان میں نہ جاؤ، بلکہ سب کے سب جھرمٹ باندھ کر اجتماعی قوت سے حملہ کرو۔" عمر بن سعد نے اس رائے کو پسند کیا اور فرداً فرداً نکل کر لڑنے سے منع کر دیا۔ امام حسینؓ بولے: "اے عمرو بن الحجاج کیا تو ہمارے خلاف لوگوں کو جنگ کی ترغیب دیتا ہے؟ ہم دین سے باہر ہو گئے ہیں یا تو؟ اللہ کی قسم! اگر تمہاری روحیں قبض کر لی جائیں اور اسی حالت میں تم لوگ مرتے جاؤ تو معلوم ہو جائے گا کہ کون شخص دین سے باہر تھا۔" عمرو بن الحجاج نے بجائے جواب دینے کے فرات کی طرف سے حملہ کر دیا۔

ابن عوسجہ کی شہادت

مسلم بن عوسجہ سے لڑائی ہوتی رہی۔ آخر الامر یہ زخمی ہو کر گرے اور عمرو بن الحجاج اپنے لشکر میں واپس آیا۔ امام حسینؓ مسلم کے پاس تشریف لائے۔ جس وقت وہ دم توڑ رہے تھے، فرمایا "اے مسلم! اللہ تجھ پر رحم کرے، جس کا وقت آ گیا ہے وہ تو جا رہا ہے اور جو باقی ہے وہ وقت کا انتظار کر رہا ہے۔ تم غم نہ کرو ہم بھی جلد ہی تم سے آ کر ملا چاہتے ہیں"۔ حبیب بن مطہر قریب گئے، ارشاد کیا: "میں اس زخمی کے جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہوں" مسلم نے یہ سن کر آنکھیں کھول دیں۔ حبیب بن مطہر بولے: "امام حسینؓ تمہارے جنتی ہونے کی بشارت دیتے ہیں۔"

مسلم نے مسکرا کر جواب دیا: "میں تم کو نیکی کی بشارت دیتا ہوں"۔ حبیب نے مسلم کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ کر کہا: "اے بھائی! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میں تمہارے بعد کچھ دنوں بھی زندہ رہوں گا تو تم سے وصیت کی خواہش کرتا۔ مگر میں یہ یقیناً جانتا ہوں کہ دو ہی چار ساعت کے بعد میں تم سے آ کر ملنے والا ہوں"۔ مسلم نے کہا: "تاہم میں تم کو ایسی وصیت کرتا ہوں جس کے تم سزاوار ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ تم امام حسینؓ کا ساتھ نہ چھوڑنا اور جب تک بقید حیات رہنا ان بدبختوں بے دینوں سے جنگ کرتے رہنا۔"

حسینی لشکر پر تیروں کی بارش

مسلم تو اس قدر وصیت کر کے راہی ملک بقا ہوئے اور شمر ذی الجوشن نے میسرہ کو لے کر دھاوا بولا۔ امام حسینؓ اور آپ کے ہمراہی نہایت استقلال سے جی توڑ کر جواب دینے لگے۔ آپ کے ساتھیوں میں اگرچہ صرف بتیس سوار تھے مگر جس طرف رخ کرتے تھے، صف کی صف الٹ جاتی تھی۔ لوگ تتر بتر ہو کر ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ سواران کوفہ مقابلے پر جانے سے جی چراتے تھے۔ عزرہ بن قیس نے (جو سواران کوفہ کا سردار تھا) لڑائی کا حال بگڑتا ہوا دیکھ کر عمر بن سعد کے پاس کہلا بھیجا کہ ان معدودے چند نے سواران کوفہ کے چھکے چھڑا دیئے، اگر جنگ کا یہی حال رہا تو عنقریب یہ بھاگ کھڑے ہوں گے۔ مناسب ہے کہ تیر اندازوں اور پیادوں کے بڑھنے کا حکم دیجئے۔ عمر بن سعد نے شبث بن ربعی کو امام حسینؓ پر تیر باری کا حکم دیا مگر شبث نے اس سے انکار کیا۔ تب حصین بن نمیر کو بہ ہمراہی پانچ سو تیر اندازوں کے لشکر امام پر تیر باری کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ حصین بن نمیر قریب پہنچ کر تیر برسانے لگا۔ تھوڑی دیر میں آپ کے سواروں کے تمام گھوڑے زخمی ہو کر نکمے ہو گئے۔ اس وقت سبھی ہمراہی پیادہ پا ہو کر لڑنے لگے۔ حر کا بھی گھوڑا اسی واقعے میں مر گیا، یہ بھی پیادہ لڑ رہے تھے۔

خیموں پر ناکام دھاوا

دوپہر تک لڑائی نہایت تیزی اور سختی سے جاری تھی اور لشکر شام کثرت کے باوجود ان لوگوں کے حملوں کا جواب نہ دے سکتا تھا اور نہ ان کے

قریب پہنچ کر حملہ آور ہو سکتا تھا۔ عمر بن سعد نے مجبوراً کچھ لوگوں کو آپ کے خیموں کی طرف سے حملہ کرنے کو بھیجا۔ آپ کے ساتھیوں میں سے صرف چار آدمی مخالفین کے روکنے پر مامور ہوئے جو دستہ فوج سواروں یا پیادوں کا لشکر شام سے نکل کر خیمے کی جانب بڑھتا دکھائی دیتا تھا، خیمہ تک پہنچنے کا تو کیا ذکر ہے، راستے ہی میں ڈھیر ہو جاتا تھا۔ تب ابن سعد نے خیموں پر دور سے آگ برسانے کا حکم دیا۔ امام حسینؓ نے فرمایا ''تم لوگ مجھ سے لڑتے ہو تو مجھ سے لڑو، خیموں میں عورتوں اور بچوں کے علاوہ کوئی مرد نہیں ہے۔ وہ غریب نکل کر نہ بھاگ سکیں گی اور نہ ہم خیموں میں آتش زدگی کے باعث تم سے لڑ سکیں گے۔'' عمر بن سعد یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد شمر ذی الجوشن حملہ کر کے امام حسینؓ کے خیمے تک پہنچ کر کہنے لگا: ''مجھے دوزخ ہی میں جلنا نصیب ہو، اگر میں اس خیمے کو نہ جلا دوں'' عورتیں چلا کر نکل آئیں۔ امام حسینؓ نے ڈانٹ کر کہا: ''اللہ تعالیٰ تجھے جلائے تو میرے خیمے کو جلائے گا۔ جس میں میرے اہل بیت ہیں۔'' شمر نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ حمید بن مسلم اور شبث بن ربعی نے بھی اس کو اس فعل شنیع سے منع کرنا چاہا مگر وہ بدبختی کی وجہ سے نہیں مانتا تھا۔ برابر خیمے کی طرف آگ لگانے کے لئے بڑھتا تھا۔ زہیر بن القین نے دس آدمیوں کو ہمراہیان امام سے علیحدہ کر کے شمر اور اس کی رکاب کی فوج پر حملہ کر دیا۔ ابو عزہ ضبابی (جو اس کے ساتھیوں میں سے تھا) اور بہت سے سپاہی مارے گئے۔ بالآخر مجبور ہو کر شمر ذی الجوشن کو واپس آنا پڑا۔

ابن مطہر کی شہادت

چونکہ لشکر کی تعداد زیادہ تھی۔ کثرت کی وجہ سے دو، چار، پانچ، دس، بیس کا مارا جانا محسوس نہ ہوتا تھا، اور امام حسینؓ کی طرف بوجہ قلت جماعت ایک دو آدمیوں کے بھی کام آ جانے کا احساس ہو جاتا تھا لیکن لڑائی کی وہی گرم بازاری تھی کہ نماز کا وقت آ گیا۔ ابو ثمامہ صائدی نے کہا: ''میں آپ پر فدا ہو جاؤں، میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ آپ سے زیادہ قریب ہو گئے ہیں، اللہ کی قسم آپ پر کوئی صدمہ نہ آنے پائے گا، جب تک میں آپ کے قریب نہ مارا جاؤں گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے رب سے ہم اس وقت ملیں جب کہ ہم نماز پڑھ لیں۔'' آپ نے دعا دے کر ارشاد کیا۔ ''ہاں یہ اول وقت نماز کا ہے۔ (شمر و عمر کی طرف اشارہ کر کے) ان لوگوں سے کہو کہ تھوڑی دیر کے لئے لڑائی کو ملتوی کر دیں تاکہ ہم نماز ادا کر لیں۔'' ابو ثمامہ یا کسی اور ہمراہی نے یہ درخواست پیش کی۔ حصین بن نمیر بولا: ''یہ نماز قبول نہ کی جائے گی'' حبیب بن مطہر نے جواب دیا: ''کیوں سگ دنیا! تیرا یہ خیال ہے کہ تیری نماز تو قبول ہو گی اور آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبول نہیں ہو گی؟'' حصین بن نمیر نے طیش میں آ کر حبیب کی طرف گھوڑا بڑھایا۔ حبیب نے لپک کر تلوار چلائی۔ حصین کے گھوڑے کے منہ پر پڑی، گھوڑا الٹ گیا۔ حصین منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ اس کے ساتھیوں نے دوڑ کر اٹھا لیا، حبیب نہایت مردانگی اور دلیری سے لڑائی میں لگ گئے۔ بنی تمیم کے ایک شخص بدیل بن صریم نامی جنگجو کو قتل کیا۔ ایک دوسرے شخص نے عقب سے نیزہ چلایا۔ حبیب جونہی اس کی طرف متوجہ ہوئے، حصین بن نمیر نے تلوار کا وار کیا جس سے حبیب تیورا کر گر پڑے۔ تمیمی نے اتر کر سر قطع کر لیا۔

حر بن یزید کی شہادت

حبیب کے قتل ہونے سے امام حسینؓ کو سخت صدمہ ہوا۔ بنفس نفیس میدان جنگ میں جانے پر تیار ہوئے۔ حر و زہیر نے بڑھ کر کہا: ''ہم آپ پر سینہ سپر ہو کر فدا ہونے کو موجود ہیں۔ ہمارے ہوتے ہوئے آپ میدان جنگ میں نہ جائیے''۔ امام حسینؓ یہ سن کر ٹھہر گئے اور حر و زہیر نے لشکر شام پر حملہ کر دیا۔ جب ایک شخص ان میں سے لڑتے لڑتے فریق مخالف میں چھپ جاتا تھا تو دوسرا اس قدر سختی اور تیزی سے حملہ کر دیتا کہ اس کو مخالفین کے نرغے سے نکال لاتا تھا۔ تھوڑی دیر تک لڑائی کا عنوان اسی طرح پر رہا۔ بہت سے آدمیوں کا چشم زدن میں وارا نیارا ہو گیا۔ عمر بن سعد نے للکارا۔ پیادوں نے چاروں طرف سے محصور کر کے حر بن یزید کو شہید کیا اور ابو ثمامہ نے اپنے چچا زاد بھائی کو، جو شامی لشکر میں تھا، قتل کر ڈالا۔

ابن ہلال کی شہادت

اس کے بعد امام حسینؓ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھ کر لڑنے لگے۔ مخالفین چاروں طرف سے تیر باری کر رہے تھے اور آپ

کے ساتھی اپنی اپنی جان بازی دکھا رہے تھے۔ زہیر بن القین لڑتے بھڑتے بلا خیال پس و پیش لشکر شام میں گھستے چلے گئے۔ کثیر بن عبداللہ شعبی اور مہاجر بن اوس آنکھیں بچا کر دفعتہً زہیر پر ٹوٹ پڑے اور ان کو شہید کر ڈالا۔ نافع بن ہلال جملی تیر کے پھلوں کو زہر سے بجھا کر لائے تھے اور ہر ایک پر اپنا نام تحریر کر رکھا تھا۔ مجروحین کے سوا بارہ آدمیوں کو مارا۔ آخر کار لڑتے لڑتے صدمہ زخم سے ان کا بازو ٹوٹ گیا۔ گرفتار کر لئے گئے۔ شمر ذی الجوشن پکڑ کر عمر بن سعد کے پاس لے گیا۔ چہرے سے خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ عمر بن سعد دیکھ کر مسکرایا۔ نافع بولے ''میں نے زخمیوں کے علاوہ تم میں سے بارہ آدمیوں کو قتل کیا ہے، اگر میرے بازو سلامت رہتے تو تم مجھ کو ہرگز حراست میں نہ لے سکتے''۔ شمر نے قتل کی غرض سے تلوار کھینچی۔ نافع نے کہا: ''اللہ کی قسم! اگر تو مسلمان ہوتا تو تجھ کو یہ شاق ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ہمارے خون کے ساتھ جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہماری موت بدترین خلائق کے ہاتھوں لکھی ہے۔'' یہ سن کر جھلا اٹھا اور ایک ہی وار سے نافع کا زمانۂ حیات فانی ختم کر دیا۔

پسران عزوہ غفاری کی شہادت

اس کے بعد شمر نے امام حسینؓ کے ساتھیوں پر حملہ کیا۔ جب ان لوگوں نے یہ دیکھا کہ بوجہ کثرت نہ تو ان کے شر سے امام حسینؓ کو محفوظ کر سکتے ہیں اور نہ اپنے کو، تو آپس میں یہ مشورہ کیا کہ امام حسینؓ کے روبرو لڑ کر مر جانا چاہئے۔ چنانچہ عبداللہ و عبدالرحمٰن پسران عزوہ غفاری آئے۔ اجازت لے کر میدان جنگ میں کودے، لڑے، اور داد مردانگی پا کر شہید کے مرتبہ پر فائز ہو گئے۔

سیف و مالک کی شہادت

بعد ازاں سیف بن الحرث بن سریع اور مالک بن عبد بن سریع (یہ دونوں چچازاد اور اخیافی بھائی تھے) روتے ہوئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ''تم کیوں روتے ہو؟ مجھے امید ہے کہ جلد ہی تم لوگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی''۔ (یعنی براہ راست جنت میں چلے جاؤ گے) سیف و مالک نے عرض کیا: ''ہم اپنے لئے نہیں روتے ہیں بلکہ ہم کو اس پر رونا آتا ہے کہ ہم اپنی جان دے کر بھی آپ کو نہیں بچا سکتے۔'' آپ نے دعائیں دیں اور یہ دونوں بھائی رخصت ہو کر شیر غراں کی طرح میدان جنگ میں ڈکارتے ہوئے جا پہنچے اور لشکر شام نے ہر طرف سے گھیر کر کچھ ہی دیر میں شہید کر ڈالا۔ اس کے بعد حنظلہ بن اسعد شیبانی میان صف سے نکل کر امام حسینؓ کے روبرو آ کر کھڑے ہوئے اور لشکر شام کو مخاطب کر کے بولے:

یاقوم انی اخاف علیکم یوم الاحزاب مثل داب قوم نوح و عاد و ثمود والذین من بعدھم وما اللہ یرید ظلماً للعباد۔ یاقوم انی اخاف علیکم یوم التناد یوم تولون مدبرین ما لکم من اللہ عاصم و من یضلل اللہ فمالہ من ھاد یاقوم لا تقتلوا الحسین فیسحتکم اللہ بعذاب و قد خاب من افتری۔

ترجمہ: اے لوگو! مجھے خوف ہے کہ تم پر یوم احزاب کی طرح عذاب نہ آئے جیسے قوم نوح و عاد و ثمود پر آیا اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے۔ اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اے لوگو! مجھے روز قیامت کا ڈر ہے جس دن کہ تم مقابلہ نہ کر سکو گے اللہ کا۔ تم کو اللہ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں ہے اور جس شخص کو اللہ گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں ہے۔ اے لوگو! تم حسینؓ کو قتل نہ کرو، اللہ تعالیٰ عذاب سے تمہاری بیخ کنی کر دے گا اور جو شخص اللہ پر افترا کرے گا وہ خائب ہی رہے گا۔

لشکر شام میں سے کسی نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ امام حسینؓ بولے: ''اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے۔ یہ لوگ عذاب کے حقدار اسی وقت ہو چکے تھے جبکہ میں نے ان کو حق کی جانب بلایا اور یہ لوگ اس کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوئے اور اب کیوں یہ کلمہ حق پر عمل کریں گے جبکہ تمہارے نیک بھائیوں کو قتل کر چکے ہیں۔'' حنظلہ یہ سن کر چپ ہو گئے اور آپ سے رخصت ہو کر درود پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں جا پہنچے۔ دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر کر تیر باری شروع کر دی۔ بالآخر وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

عابس و شوذب کی شہادت

عابس بن ابی شبیب شاکری مع اپنے خادم شوذب کے حاضر ہوئے، سلام کیا اور اجازت حاصل کر کے میدان میں گئے۔ شوذب تو جاتے ہی شہید ہو گئے۔ باقی رہے عابس، انہوں نے للکارا: "جسے دعوائے مردانگی ہو میرے مقابلے پر آئے"۔ لشکر شام میں سے کسی کی مقابلے پر جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ عمر بن سعد نے کہا "اے کم ہمتو! اگر اس کے مقابلے پر نہیں جا سکتے ہو تو اس کو چاروں طرف سے تیر اور پتھر مارو" عابس نے جنگ کا یہ نرالا رنگ دیکھ کر تلوار کھینچ لی اور کمال تیزی سے برق کی طرح آن واحد میں مخالفین پر جا پڑے اور ان کو مار مار کر پسپا کر دیا۔ پھر مخالفین نے چاروں طرف سے حملہ کر کے گھیر لیا اور تیر و نیزوں سے شہید کر ڈالا۔

اعوان و انصار کی شہادت

سب سے پہلے آپ کے ساتھیوں میں سے جو میدان جنگ میں لڑے اور شہید کیے گئے وہ ابوالشعثا کندی یعنی یزید بن ابی زیاد ہیں۔ یہ عمر بن سعد کے ساتھیوں میں سے تھے۔ جب ان لوگوں نے امام حسینؓ کی درخواست صلح نامنظور کی تو یہ ان سے علیحدہ ہو کر آپ سے ملے تھے اور اجازت حاصل کر کے جان نثاری کی۔ انہوں نے دشمنوں کو ایک سو تیر مارے جن میں سے پانچ بھی خطا نہ گئے۔ ہر بار امام حسینؓ فرماتے جاتے تھے: "اے اللہ اس کے بازوؤں میں قوت عطا فرما اور اس کے ثواب میں جنت عنایت کر" اور سب سے آخر میں جو آپ کے ساتھیوں میں سے باقی رہے وہ سوید بن ابی المطاع خثعمی تھے۔

علی اکبر کی شہادت

غرض جب کل اعوان و انصار شہید ہو گئے تو علی الاکبر بن حسینؓ اپنے بزرگ باپ سے اجازت لے کر میدان جنگ کی طرف آئے اور سب سے پہلے آل بنی ابی طالب میں اس معرکے میں یہی شہید کیے گئے۔ ان کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفیہ تھا۔ انہوں نے بھی شیروں کی طرح کمال مردانگی سے دو چار حملے پیہم کیے اور مخالفین کو اپنے شدید حملوں سے بار بار منتشر کر دیا۔ مگر ٹڈی دل کے مقابلے پر تن تنہا کا کیا ہو سکتا ہے؟ بالآخر مرہ بن منقذ عبدی نے پیچھے سے نیزہ مارا، وہ چکرا کر گرے۔ لوگوں نے دوڑ کر تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

عون و عبدالرحمٰن اور جعفر کی شہادت

امام حسینؓ اپنے لڑکوں کے ہمراہ تشریف لے گئے اور علی اکبر کی نعش کو اٹھا کر اس خیمے کے آگے رکھا جس کے سامنے جنگ ہو رہی تھی۔ اس کے بعد عمرو بن صبیح صیدانی نے عبداللہ بن مسلم کی طرف تیر چلایا۔ وہ پیشانی پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اٹھنے نہ پائے تھے کہ عمرو نے دوسرا تیر مار کر شہید کر دیا۔ پھر لوگوں نے چاروں طرف سے یلغار کر دی۔ عبداللہ بن قطبہ طائی نے عون بن عبداللہ بن جعفر کو، عثمان بن خالد بن اسیر جہنی اور بشر بن سوط ہمدانی نے عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالب کو اور عبداللہ بن عروہ خثعمی نے جعفر بن عقیل کو شہید کیا۔

قاسم بن الحسن کی شہادت

بعد ازاں قاسم بن الحسن بن علی تلوار لے کر نکل پڑے۔ عمرو بن سعد بن نفیل ازدی نے پیچھے سے تلوار تول کر ایسا وار کیا کہ قاسم یا عماہ (اے چچا) کہہ کر منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔ امام حسینؓ نے لپک کر عمرو پر تلوار چلائی اس نے ہاتھ پر وار روکا اور کہنی پر سے ہاتھ کٹ گیا۔ ایک چیخ مار کر زمین پر گر پڑا۔ سواران کوفہ اس کے بچانے کو دوڑ پڑے اور گرد و غبار میں کچھ جھائی نہ دیا۔ خود انہی کے گھوڑوں نے اس کو روند ڈالا۔ امام حسینؓ نے قاسم کے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا "کیا بری وہ قوم ہے جس نے تجھے قتل کیا ہے۔ کل روز قیامت تمہارا معاملہ احکم الحاکمین کے سامنے پیش کیا جائے گا"۔ پھر فرمایا "کیا برا وقت تمہارے چچا پر آیا ہے کہ تم اس کو مدد کے لئے بلاتے ہو تو وہ کچھ مدد نہیں پہنچا سکتا اور اگر مدد پہنچا سکتا ہے تو اس سے

کوئی نفع نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! یہ دن ایسا ہے کہ تمہارے چچا کے دشمن تعداد میں بہت بڑھ گئے ہیں اور معین و مددگار کم"۔ اس اثناء میں قاسم نے جان بحق تسلیم کیا۔ آپ ان کو اپنی پیٹھ پر اٹھالائے اور قاسم کی نعش کو علی اور ان لوگوں کی لاش کے پاس رکھ دیا جو آپ کے اہل بیت سے شہید ہو چکے تھے۔

عبداللہ بن حسینؓ کی شہادت

اس واقعے کے بعد کچھ ہی دیر سب کے سب سکوت کے عالم میں کھڑے رہے۔ امام حسینؓ بھی خاموشی کے ساتھ ٹہلتے رہے۔ کوئی آپ کی طرف بڑھنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ بنی کندہ کے مالک بن نسیر نامی ایک شخص نے بڑھ کر آپ کے سر پر تلوار چلائی۔ سر پر خفیف سا زخم پڑا، خود میں خون بھر گیا۔ آپ نے اتار کر پھینک دیا اور مالک نے لپک کر اٹھالیا۔ پھر آپ نے اپنے لڑکے عبداللہ کو بلا کر گود میں بٹھایا، پیار کرنے لگے۔ بنی اسد کے ایک آدمی نے تیر مارا جو عبداللہ کے گلے میں ترازو ہو گیا۔ آپ نے سر آسمان کی جانب اٹھا کر عرض کیا "اے رب! اگر تو نے ہم سے مدد کو روک لیا ہو تو جو مناسب ہو وہ کر اور ان ظالموں سے انتقام لے۔"

ابوبکر بن حسینؓ کی شہادت

یہ کلمے زبان سے ادا ہونے نہ پائے تھے کہ لڑائی پھر شروع ہو گئی۔ عبداللہ بن عقبہ غنوی نے ابوبکر بن حسینؓ بن علیؓ پر تیر چلایا جس کے نتیجے میں آپ شہید ہو گئے۔ عباس بن علیؓ نے اپنے بھائیوں عبداللہ و جعفر کو للکارا کہ میدان لو، اللہ اور رسولؐ کے مخالفین ہمارے قتل پر تل گئے ہیں۔ چنانچہ ان بزرگوں نے لبیک کہہ کر میدان جنگ کا راستہ لیا۔ داد مردانگی دی، جی کھول کھول کر دشمنوں سے لڑنے لگے۔ ہانی بن ثبت حضرمی نے عبداللہ بن علی پر، بعدازاں جعفر بن علی پر حملہ کر کے شہید کر ڈالا۔ خولی بن یزید اصبحی نے عثمان بن علی پر وار کیا۔ آپ وار خالی دے کر اس پر حملہ کرنا ہی چاہتے تھے کہ بنی ابان بن دارم سے ایک شخص نے عقب سے حملہ کر دیا۔ عثمان بن علی زمین پر گر پڑے۔ اس نے سینے پر چڑھ کر سر اتار لیا۔ پھر اسی قبیلے کے ایک دوسرے شخص نے محمد بن علی بن ابی طالب پر حملہ کر کے شہید کر ڈالا اور سر قطع کر لیا۔

حضرت امام حسینؓ پر یلغار

اس اثناء میں امام حسینؓ شدت تشنگی سے بے قرار ہو کر لڑتے بھڑتے فرات کی طرف بڑھے۔ قریب تھا کہ پہنچ کر آپ فرات سے اپنے خشک حلق کو تر کرتے، لیکن اسی دوران حصین بن نمیر نے ایک تیر مارا جو آپ کے منہ میں لگا۔ آپ نے تیر نکال کر پھینک دیا۔ ہاتھ سے خون پونچھتے جاتے تھے اور یہ ارشاد فرما رہے تھے: "اے اللہ! میں تجھ سے اس کی شکایت کرتا ہوں جو یہ لوگ تیرے نبی کے نواسے کے ساتھ کر رہے ہیں۔ اے اللہ! تو ان کی زیادتیوں کو دیکھ۔" پھر شمر ذی الجوشن تقریباً دس آدمیوں کو لے کر امام حسینؓ کے خیمے کی طرف بڑھا۔ آپ نے فرات کی طرف مڑ کر ان کو روکا اور یہ فرمایا: "تف ہو تجھ پر، اگر تجھ میں دینداری نہیں ہے اور نہ آخرت سے ڈرتا ہے تو شرافت کیوں چھوڑتا ہے۔ اپنے لشکریوں کو روک اور ہمارے اہل و عیال کو ان کی بیہودگیوں سے بچا"۔ جب کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا تو آپ تلوار کھینچ کر جھپٹے۔ دوسری طرف شمر نے اپنے پیادوں کو (جن میں عبدالرحمٰن جعفی، قسم بن نذیر جعفی، صالح بن وہب یزنی، سنان بن انس نخعی، خولی بن یزید اصبحی وغیرہ تھے) للکارا۔ سب نے آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا، مگر آپ جس طرف رخ کرتے تھے، جی چرا چرا کر لوگ ایک دوسرے پر منہ کے بل گرتے پڑتے بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور پھر جھرمٹ باندھ کر چاروں طرف سے گھیر کر دائیں بائیں آگے پیچھے سے مجموعی قوت سے حملہ آور ہوتے تھے۔ اس اثناء میں جنگ کا زور شور سن کر خیمہ سے زینب بنت علی نکل آئیں اور چلا کر بولیں: "کاش آسمان زمین پر ٹوٹ پڑتا۔" اتفاق سے عمر بن سعد کا سامنا ہو گیا، فرمایا: "کیوں ابن سعد! ابو عبداللہ حسینؓ اس بے کسی سے مارے جائیں اور تم دیکھتے رہو۔" عمر بن سعد کا دل اس فقرہ سے بھر آیا، آنکھیں پرنم ہو گئیں، آنسو نہ رک سکے، ڈاڑھی پر چند قطرے گرے اور مجبور ہو کر زینب کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

امام حسینؓ کا انتباہ

امام حسینؓ کمال سرگرمی سے لڑ رہے تھے۔ شیروں کی طرح سواروں پر جھپٹتے تھے اور پیادوں کی صفوں کو اپنے پرزور حملوں سے الٹ پلٹ کر کے دیتے تھے۔ اور بار بار یہ فرماتے جاتے تھے: ''کیا تم لوگ میرے ہی قتل کے لئے جمع ہوئے ہو؟ اللہ کی قسم! میرے قتل کرنے سے اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوگا، مجھے پوری امید ہے کہ میرے قتل سے تم کو سرخروئی حاصل نہ ہوگی، اور بیشک اللہ تعالیٰ تم سے میرے خون کا ایسا انتقام لے گا کہ تم کو اس کی اطلاع تک نہ ہوگی۔ واللہ! اگر تم لوگ مجھے قتل کر ڈالو گے تو تم میں خونریزی کا دروازہ کھل جائے گا اور تم پر اللہ تعالیٰ اپنا عذاب نازل کرے گا۔ تم لوگ ناحق اپنے ہاتھوں کو میرے خون سے نہ رنگو۔ دیکھو میں بے گناہ ہوں، میرا قتل کرنا تمہارے لئے روا نہیں ہے۔'' کوئی شخص اس کا کچھ جواب نہ دیتا تھا اور آپ ان کے حملوں سے اپنے کو بچاتے ہوئے میدان جنگ میں داد مردانگی دے رہے تھے۔ تقریباً تمام لشکری آپ کے قتل کرنے سے جی چراتے تھے۔ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص آپ کو شہید کرے۔

شہادت حسینؓ

شمر لشکر کا یہ رنگ دیکھ کر چلا کر بولا: ''تمہاری مائیں مر جائیں! تم لوگ ایک پیادے کو نہیں مار سکتے۔ لعنت ہے تمہاری مردانگی پر، اگر تم لوگ ایک ایک کنکری پھینکو تو حسینؓ دب کر مر جائیں۔ یہ بسملا نہ حرکت کر رہے ہیں، ان میں کچھ دم باقی نہیں ہے۔ بڑھو بڑھو، اپنے نام و خاندان کو رسوا نہ کرو۔'' لشکریوں کے دل میں اس پرجوش تقریر سے ناحق کوشی کا ایک ناجائز جوش بھر گیا۔ لہٰذا شمشیر بکف ہو کر پیادوں نے ہر طرف سے حملہ کر دیا اور سواروں نے تیر برسانے شروع کر دیئے، زرعہ بن شریک تمیمی نے لپک کر آپ کے بائیں بازو پر، پھر کندھے پر تلوار چلائی۔ صدمہ زخم سے سنبھلنے نہ پائے تھے کہ سنان بن انس نخعی نے پہنچ کر نیزہ مارا۔ آپ زمین پر گر پڑے۔ خولی بن زید اصبحی سر کاٹنے کے ارادے سے بڑھا۔ تمام بدن میں رعشہ پڑ گیا۔ سنان بن انس، خولی کو جھڑک کر اترا اور سر مبارک تن شریف سے جدا کر کے خولی کے سپرد کر دیا۔ آپ کی قمیص بحر بن کعب نے، پٹی قیس بن الاشعث نے، نعلین (جوتیاں) اسود ازدی نے لیں اور تلوار بنی دارم کے ایک شخص نے لی۔ (یہ واقعہ 10 محرم 61ھ یوم جمعہ کا ہے)

شہدائے کربلا کی تجہیز و تکفین

آپ کے شہید ہونے کے بعد کوفیوں کا لشکر مال و اسباب لوٹنے کی طرف متوجہ ہوا۔ اونٹ، اسباب، فرش فروش، یہاں تک کہ عورتوں کی چادریں تک لوٹ لیں۔ آپ کے بدن پر علاوہ تیروں کے زخم کے، تینتیس زخم نیزے کے اور تینتالیس زخم تلوار کے پڑے تھے۔ شمر ذی الجوشن نے علی بن الحسین (زین العابدین) کے قتل کا ارادہ کیا۔ حمید بن مسلم نے روک کر کہا ''سبحان اللہ! کیا تم لڑکوں کو قتل کرنا چاہتے ہو؟'' شمر یہ سن کر رک گیا۔ زین العابدین عورتوں کے ساتھ قید کر لئے گئے۔ اس کے بعد ابن سعد کے حکم سے دس سواروں نے آپ کی نعش کو گھوڑوں کے سموں سے پامال کیا۔ اس واقعہ میں صرف دو شخص عقبہ بن سمعان، آپ کی بیوی رباب بنت امراء القیس، کلبیہ کے آزاد غلام اور مرقع بن ثمامہ اسدی جانبر ہوئے۔ جبکہ باقی بہتر (72) آدمی آپ کے ہمراہیوں میں سے اور علاوہ مجروحین کے اٹھاسی (88) آدمی شامی لشکر کے کام آئے۔ عمر بن سعد نے اپنے مقتولوں کو جمع کرا کے نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر کے راہی کوفہ ہوا۔ دوسرے دن بنو اسد غاضریہ سے آئے اور انہوں نے امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو دفن کیا۔

حضرت امام حسینؓ کا سر مبارک

امام حسینؓ کا سر مبارک آپ کے ہمراہیوں کے ساتھ خولی بن یزید و حمید بن مسلم ازدی کے ہمراہ ابن زیاد کے پاس روانہ کیا گیا۔ رات ہو گئی تھی، قصر امارت کا دروازہ بند ہو گیا۔ مجبوراً خولی سر مبارک لئے ہوئے واپس آیا اور صبح ہوتے ہی ابن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بعضوں کا یہ

خیال ہے کہ شمر، قیس بن الاشعث، عمرو بن الحجاج اور عروہ بن قیس سر کر لے گئے تھے۔ بہر حال ابن زیاد نے دربار عام کیا۔ شہداء کربلا کے سر طشتوں میں رکھ کر سامنے کیے گئے۔ ابن زیاد کے ہاتھوں میں ایک بید کی چھڑی تھی۔ بار بار دندان امام پر مار رہا تھا۔ زید بن الارقم سے ضبط نہ ہو سکا، چلا کر بولے: ''اے ابن زیاد! اس چھڑی کو ان دانتوں پر نہ مار۔ اللہ کی قسم! میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک ان دانتوں اور لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے''۔ ابن زیاد نے کہا: ''اللہ تجھے ہمیشہ رلائے اگر تو فاتر العقل بڈھا نہ ہوتا تو ابھی تیری گردن اتارنے کا حکم دیتا''۔ زید ابن ارقم یہ کہتے ہوئے مجلس سے باہر آئے: ''اے گروہ عرب! تم لوگ سخت نالائق ہو کہ ابن فاطمہؓ کو شہید کر کے ابن مرجانہ کو اپنا حاکم بنایا۔ جو خیار و صلحاء امت کو قتل کر رہا ہے اور شریر فتنہ انگیزوں کو سرفرازی کا خلعت دے دیتا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ تم لوگ ذلت و رسوائی پر راضی ہو گئے۔ تف ہو ان پر جو اس ذلت و رسوائی پر خوش ہوئے ہوں۔''

کربلا کے قیدی

اس کے دوسرے دن عمر بن سعد اہل بیت امام کو، جس میں علی ابن حسینؓ بھی تھے، پابہ زنجیر لئے ہوئے آ پہنچا۔ ابن زیاد نے تین بار زینب (بنت علی) کی طرف اشارہ کر کے پوچھا: یہ کون ہے؟ چوتھی مرتبہ کسی نے کہا: یہ زینب بنت فاطمہؓ ہیں۔ ابن زیاد نے مخاطب ہو کر کہا: ''اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تم کو رسوا اور ذلیل کیا اور جھوٹے کو اس کے کذب کی سزا دی۔'' زینب نے جواب دیا: ''اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے سرفراز کیا اور ہمارے بزرگوں کی شان میں آیۂ تطہیر نازل فرمائی۔ یہ دنیا چند روزہ ہے یہاں کی ذلت و رسوائی کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ آخرت میں فاسق و فاجر کو اللہ تعالیٰ ذلیل و خوار کرے گا اور ہم کو سرفراز و ممتاز۔'' ابن زیاد بولا: ''کیا خوب! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ابھی کس کو ذلیل و رسوا کیا ہے؟ کیا تمہارے خاندان والے خوار نہیں ہوئے۔'' زینبؓ یہ سن کر رو پڑیں۔

حضرت زین العابدینؒ

ابن زیاد نے علی بن حسینؓ کی طرف متوجہ ہو کر نام پوچھا۔ جواب دیا ''علی بن حسینؓ''۔ ابن زیاد نے متوجہ ہو کر کہا: ''کیا اللہ تعالیٰ نے علی بن حسینؓ کو نہیں مارا ہے؟'' آپ یہ سن کر خاموش رہے۔ پھر ابن زیاد نے کہا: ''تم کیوں جواب نہیں دیتے؟'' ارشاد کیا: ''میرا ایک بھائی علی نامی تھا اس کو لوگوں نے شہید کر ڈالا ہے''۔ ابن زیاد ہنس کر بولا: ''ہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے مار ڈالا ہے۔'' آپ خاموش ہو رہے۔ پھر ابن زیاد نے کہا: ''تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم کچھ نہیں بولتے؟'' آپ نے فرمایا: ''اللہ یتوفی فی الا نفس حین موتها وما کان لنفس ان تموت الا باذن الله''۔ ابن زیاد نے کہا: ''واللہ! تو بھی ان ہی میں سے ہے۔'' پھر اس نے ایک مصاحب سے کہا: ''دیکھو شاید یہ بالغ ہو گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں ابھی اس سے سمجھ لیتا ہوں۔'' مری ابن معاذ نے دیکھ کر کہا: ''ہاں! یہ بالغ ہو گیا ہے''۔ ابن زیاد بولا: ''اس کی بھی گردن مار دو۔'' آپ نے فرمایا: ''میرے بعد کون ان عورتوں کی کفالت کرے گا؟'' زینب رو کر لپٹ گئیں اور ابن زیاد سے خطاب کر کے کہا: ''اے ابن زیاد! کیا تیرا جی ابھی ہماری خونریزی سے نہیں بھرا؟ کیا تو ہم میں ایک مرد کو بھی زندہ نہیں دیکھنا چاہتا؟ میں تجھ سے اگر تو مؤمن ہے یہ کہتی ہوں کہ اگر تو اس کو قتل کرنا چاہتا ہے تو مجھ کو بھی اس کے ساتھ قتل کر دے۔'' پھر آپ نے ارشاد کیا: ''اے ابن زیاد! اگر ان عورتوں میں اور تجھ میں کوئی قرابت ہو تو کسی متقی باخدا مرد کو ان کے ساتھ کر دینا کہ مسلمانوں کی طرح ان کے ساتھ رہے۔'' ابن زیاد کچھ دیر تک زینب کی طرف دیکھتا رہا، پھر کچھ سوچ سمجھ کر بولا: ''مجھے اپنے رحم پر تعجب آتا ہے، واللہ اگر میں اس کو (امام زین العابدین کی طرف اشارہ کر کے) قتل کرتا تو اس کو بھی (زینب کی طرف اشارہ کر کے) قتل کر ڈالتا۔ اس شخص کو عورتوں کے ساتھ رہنے کے لئے چھوڑ دو۔''

ابن عفیف کا قتل

اس کے بعد منادی نے ''الصلوٰة جامعة'' کی ندا دی۔ لوگ مسجد میں اکٹھے ہو گئے۔ ابن زیاد منبر پر چڑھ کر خطبہ دینے لگا۔ اثناء خطبہ

میں امیر المومنین حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کے بارے میں نازیبا کلمات کہے۔ عبداللہ بن عفیف ازدی والبی سے ضبط نہ ہو سکا، بول اٹھے: "اے ابن مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو اور تیرا باپ ہے اور جس نے تجھے امیر بنایا ہے۔ اللہ کی مار تجھ پر ہو۔ نبیؐ کے نواسوں کو قتل کر کے صدیقین اور صلحاء جیسی باتیں کرتا ہے۔" ابن زیاد نے کہا "علی بہ" (اس کو میرے پاس گرفتار کراؤ)۔ لوگوں نے عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔ عبداللہ "یا مبرور، یا مبرور" چلا اٹھے۔ ازد کے چند لوگوں نے پہنچ کر چھڑا دیا۔ پھر ابن زیاد نے ان کو بذریعہ پولیس گرفتار کرا کے مسجد میں سولی دے دی۔

اسیران کربلا کی شام روانگی

امام حسینؓ کا سر نیزہ پر رکھ کر کوفہ کی تمام گلیوں اور کوچوں میں تشہیر کرا کے اگلے روز مع ان کے ہمراہیوں کے سروں کے زحرؒ بن قیس کے ساتھ شام کی جانب روانہ کیا تھا۔ ان دونوں میں سے جو رہے ہوں ان کے ساتھ ایک دستہ فوج کا بھی تھا۔ عورتیں اونٹوں پر بغیر محمل کے سوار کرائی گئیں اور امام زین العابدین کے ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیر ڈال دی گئی۔ آپ نہ تو ہتھکڑی، بیڑی اور طوق پہناتے ہوئے کچھ بولے اور نہ راستے میں کچھ ان لوگوں سے ہم کلام ہوئے یہاں تک کہ شام پہنچ گئے۔

ابن قیس

زحر بن قیس یزید کے پاس گیا۔ دریافت کیا، حال کیا ہے؟ جواب دیا: "میں امیر المومنین کو فتح و نصرت کی بشارت دینے آیا ہوں۔ حسینؓ بن علی مع اٹھارہ افراد اہل بیت اور ساٹھ آدمی اپنے معاونین و انصار کے وارد کوفہ ہوئے۔ ہم لوگ یہ سن کر جلوگیری کے خیال سے ان کی طرف گئے اور یہ دو امر کہ امیر المومنین کی بیعت کریں یا جنگ، پیش کیے۔ انہوں نے دوسری شق اختیار کی اور ہم لوگ بھی جنگ پر مستعد ہو گئے۔ چنانچہ آفتاب کے بلند ہوتے ہی ہم لوگوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا، لہٰذا جب چمکتی ہوئی تلواروں اور نوکدار نیزوں نے ان کو اپنے محاصرے میں لے لیا تو جان بچا بچا کر گڑھوں اور ٹیلوں اور درختوں کی طرف بھاگنے لگے، جیسا کہ باز کے خوف سے کبوتر بھاگتا ہے۔ اللہ کی قسم! ان کے اس بھاگنے سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا، تیز تلواروں نے ان کو فرش زمین پر موت کی نیند سلا دیا۔ ان کی لاشیں بے گور و کفن اسی میدان میں پڑی ہوئی ہیں جن کے جسموں پر نہ تو کوئی کپڑا ہے اور نہ کوئی سایہ۔ اگر سایہ ہے تو آفتاب کا ہے اور کپڑا ہے تو ریگ کا۔ بیابان کی تیز و تند ہوائیں ان کو پلٹ پلٹ کر سکھا رہی ہیں۔ ان کی زیارت کرنے والے وحشی اور درندے جانور ہیں۔ ان پر رحم کرنے والے قریب و جوار کے کتے اور گدھ ہیں۔" اس خبر کے سننے سے یزید کی آنکھیں پر اشک ہو گئیں، بولا: "میں تم لوگوں سے بغیر قتل حسینؓ کے بھی راضی ہو جاتا، اللہ تعالیٰ کی لعنت ابن سمیہ پر ہو۔ اللہ کی قسم! اگر میں اس کی جگہ پر ہوتا تو حسینؓ سے درگزر کر جاتا، اللہ تعالیٰ حسینؓ پر اپنی رحمت نازل کرے۔" یزید یہ کہہ کر خاموش ہو گیا اور زحر کو کچھ صلہ نہ دیا۔

اہل بیت اور یزید

اگلے دن یزید کے روبرو شہدائے کربلا کے سر پیش کیے گئے۔ لوگوں کا ایک عام مجمع تھا۔ سروں کے ساتھ آپ کی عورتیں اور علی بن حسینؓ (زین العابدین) پابہ زنجیر حاضر لائے گئے۔ فاطمہ و سکینہ دختران امام کی نظریں جونہی مظلوم باپ کے سر پر پڑیں، چلا کر رو اٹھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد فاطمہ نے اپنے جی کو سنبھال کر کہا: "کیوں یزید! یہی مناسب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسیاں قیدی بنائی جائیں؟" یزید نے جواب دیا: "نہیں، بلکہ آزاد و بزرگ بیبیاں ہیں، اپنے چچا کی لڑکیوں کے پاس جاؤ، تم دیکھو گی کہ انہوں نے بھی یہی کیا ہے جو تم نے کیا ہے۔" لہٰذا یہ سب عورتیں یزید کے محل سرا میں گئیں۔ مکان میں کوئی عورت ایسی نہ تھی جس کی آنکھیں پرنم نہ رہی ہوں۔ اس کے بعد علی بن حسینؓ جو پابہ زنجیر کھڑے ہوئے تھے بولے: "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اس حالت میں دیکھتے تو ہم کو وہ زحمت قید سے آزاد کر دیتے۔" یزید نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا: "بیشک تم سچ کہتے ہو۔" پھر حاضرین دربار کی طرف متوجہ ہو کر بولا: "اسی وقت ان کی بیڑیاں کاٹ دو۔ گلے سے طوق، ہاتھوں سے ہتھکڑی کھول لو۔" پس یہ بھی قید کی زحمت سے بری کر دیئے گئے۔ مصنف عقد الفرید نے لکھا ہے کہ جس وقت قیدیان اہل بیت یزید کے روبرو لائے گئے

نعمان بن بشیر انصاریؓ نے کہا تھا: ''ذرا سوچو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے تھے، اگر وہ اس حالت میں ان کو دیکھتے تو کیا کرتے؟'' یزید نے کہا: ''تم سچ کہتے ہو''۔ ان لوگوں کو آزاد کر کے رہنے کے لئے خیمہ استادہ کر دیئے گئے، کھانا کپڑا حسب ضرورت فراہم کر دیا گیا۔''

اہلِ بیت کی مدینہ روانگی

پھر جس وقت اہل بیت امام، مدینہ کی طرف روانہ ہونے لگے تو نعمان بن بشیر نے یزید کے حکم سے ایک نہایت متدین، باایمان شخص کو چند سواروں کے ہمراہ ان کے ساتھ روانہ کر دیا اور بار برداری واسباب جس قدر لوٹ لیا گیا تھا اس سے دوگنا دے کر رخصت کیا۔ روانگی کے وقت یزید نے علی بن حسینؓ کو رخصت کرنے کی غرض سے بلا کر کہا: ''ابن مرجانہ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، واللہ اگر میں اس کی جگہ پر ہوتا تو جو درخواست حسینؓ پیش کرتے میں قبول کرتا اور ان کی مصیبت وتنگی کو جہاں تک مجھ سے ممکن ہوتا دفع کرتا، مگر اللہ تعالیٰ کو جو کچھ منظور تھا وہ ہوا۔ اے صاحبزادے! جو تم کو آئندہ ضرورتیں پیش آئیں، مجھے لکھنا۔'' پھر محافظین کی طرف متوجہ ہو کر بولا: ''دیکھو ان لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے۔'' غرض یزید سے امام زین العابدین رخصت ہو کر مع اپنے اہل بیت کے منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ محافظین اس وجہ سے نہیں کہ یزید کا حکم تھا بلکہ بخیال قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت عزت واحترام وآرام سے لائے۔ کسی طرح کی تکلیف راستے میں نہ ہونے پائی۔ جہاں پر قیام پذیر ہوتے تھے چوکیداروں کی طرح نگرانی اور نگہبانی کرتے تھے۔

رباب بنت امراء القیس زوجہ امام حسینؓ (مادر سکینہ) مکہ معظمہ سے آپ کے ساتھ کربلا گئیں اور وہاں سے قید کر کے شام بھیجی گئیں۔ پھر امام زین العابدین کے ساتھ مدینہ منورہ واپس آئیں اور واقعہ کربلا کے ایک برس بعد انتقال کیا۔

شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی

سلیمان کا قول ہے کہ جس وقت امام حسینؓ شہید کئے گئے اور آپ کے سر مبارک کے ساتھ اور شہداء کربلا کے سر ابن زیاد کی جانب روانہ کئے جانے لگے تو کندہ نے، جس کا سردار قیس بن الاشعث تھا، تیرہ سر، بنو اسد نے چھ سر اور مذحج نے سات سر اور باقی لشکر نے جس میں تمام قبیلے شریک تھے، سات سر اظہار مردانگی وکارکردگی کے لئے پیش کئے تھے۔ شہداء میں سے ترپین آدمی اعوان وانصار اور سترہ اہل بیت کے تھے، جن کے نام درج ذیل ہیں:

عباس وجعفر وعبداللہ وعثمان (یہ سب ام البنین بنت حزام کے بطن سے پیدا ہوئے تھے) محمد (یہ ام الولد کے بیٹے تھے) ابوبکر (ان کی ماں کا نام لیلیٰ بنت مسعود دارمیہ تھا) پسران علی ابن ابی طالب اور علی (ان کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ ثقفی تھا) وعبداللہ (رباب بنت امراء القیس کلبی ان کی والدہ کا نام تھا) پسران حسین ابن علی اور ابوبکر وقاسم پسران حسن بن علی اور عون ومحمد پسران عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب اور جعفر وعبدالرحمٰن وعبداللہ پسران عقیل بن ابی طالب اور عبداللہ بن مسلم بن عقیل ومحمد بن ابی سعید ابن عقیل علیہم السلام۔ سترہ آدمی اہل بیت کے اور دیگر ترپین آدمی اعوان وانصار کے تھے۔

عبداللہ بن حنظلہؓ

63ھ میں یزید کی جانب سے عثمان بن محمد بن ابی سفیان امیر مدینہ ہو کر آیا اور انہی ایام میں اہل مدینہ کا ایک وفد جس میں عبداللہ ابن حنظلہؓ و عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص بن مغیرہ مخزومی ومنذر بن الزبیر وغیرہ شرفاء مدینہ تھے شام کو روانہ کیا۔ یزید نے ان لوگوں کی بہت بڑی عزت کی۔ عبداللہ بن حنظلہ کو علاوہ خلعت کے ایک لاکھ درہم اور باقی لوگوں کو دس دس ہزار درہم دے کر رخصت کیا۔ جب عبداللہ بن حنظلہ واپس آئے تو مدینہ والے ملنے کو حاضر ہوئے اور حال دریافت کیا۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ ہم ایسے نااہل کے پاس سے آتے ہیں جس کا نہ کوئی دین ہے اور نہ کوئی

مذہب۔ شراب پیتا ہے۔ راگ باجا سنتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر کوئی مہدی من اللہ ہوتا تو اس پر جہاد کرتا۔ حاضرین نے کہا: ''ہم نے تو سنا ہے کہ یزید نے تو تمہاری بہت بڑی عزت کی، خلعت اور جائزہ دیا۔'' عبداللہ بولے: ''ہاں اس نے ایسا ہی کیا ہے لیکن ہم نے اس وجہ سے اس کو قبول کر لیا ہے کہ اس کے مقابلے کی ہم میں قوت آ جائے''۔ اہل مدینہ یہ سن کر یزید سے اور بھی متنفر ہو گئے۔ عبداللہ بن حنظلہ نے یزید کی معزولی کی درخواست پیش کی، لوگوں نے بہ کمال خوشی و رغبت منظور کیا۔

بنوامیہ کا مدینہ سے اخراج

عثمان بن محمد نے یہ تمام واقعات یزید کو لکھ بھیجے۔ یزید نے ایک تنبیہ آمیز فرمان اہل مدینہ کے نام جاری کیا، جس کو اہل مدینہ دیکھ کر سخت برہم ہوئے۔ انصار نے اپنی سرداری کے لئے عبداللہ بن حنظلہ کو اور قریش نے عبداللہ بن مطیع کو منتخب کیا اور متفقہ طور پر سب نے عثمان بن محمد و مروان بن الحکم اور کل بنی امیہ کو مدینہ منورہ سے نکال باہر کیا۔ جب یزید کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے پہلے عمرو بن سعید کو مدینہ منورہ پر لشکر کشی کا حکم دیا۔ اس نے انکار کیا۔ پھر عبداللہ بن زیاد کو لکھا اس نے بھی عذر پیش کیا۔ تب یہ خدمت مسلم بن عقبہ مری کے سپرد کی گئی۔ بارہ ہزار آدمیوں کو لے کر یہ روانہ ہوا۔ یزید مشایعت کی غرض سے تھوڑی دور تک ہمراہ آیا اور چند احکام کی پابندی کی ہدایت کر کے واپس آیا کہ ''اگر تم کو کوئی ضرورت پیش آئے تو حصین بن نمیر کو سردار مقرر کرنا۔ اہل مدینہ کو تین دن غور و فکر کرنے کی مہلت دینا۔ اگر اس اثناء میں وہ اطاعت قبول کر لیں تو درگزر کرنا۔ بہ صورت دیگر جنگ کرنے میں تامل نہ کرنا اور جب ان پر کامیابی حاصل ہو جائے تو تین روز تک قتل عام کا حکم جاری رکھنا۔ مال و اسباب جو کچھ لوٹا جائے وہ تمام لشکریوں کا ہے۔ علی بن حسین سے کچھ معترض نہ ہونا کیونکہ ہم کو یہ امر یقینی طور پر معلوم ہے کہ ان کو اس معاملہ میں کچھ دخل نہیں ہے۔''

مدینہ کی ناکہ بندی

جب اہل مدینہ کو اس سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے بنی امیہ کا مروان کے گھر میں نہایت سختی سے محاصرہ کر لیا اور آخر کار یہ عہد و پیمان لے کر آزاد کیا کہ ''آئندہ وہ جنگ سے کنارہ کریں گے۔ دوسرے کے ساتھ ہو کر اہل مدینہ کی مخالفت نہ کریں گے اور کسی راز کو جو اہل مدینہ کے خلاف ہو گا ظاہر نہ کریں گے۔'' مسلم بن عقبہ سے اور ان لوگوں سے وادی القریٰ میں ملاقات ہوئی۔ عمرو بن عثمان بن عفان سے اہل مدینہ کا حال پوچھا۔ انہوں نے بتلانے سے انکار کیا مگر ان کے اور ہمراہیوں نے بتلا دیا۔ مسلم بن عقبہ وادی القریٰ سے کوچ کر کے ذی نخلہ ہوتا ہوا مدینہ کے پاس پہنچ گیا اور اہل مدینہ سے کہلا بھیجا: ''امیر المؤمنین چونکہ تم لوگوں کو شریف سمجھتے ہیں اور میں بھی تمہاری خونریزی پسند نہیں کرتا، اس وجہ سے میں تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں۔ لہٰذا اگر اس اثناء میں تم لوگوں نے راہ راست اختیار کر لی تو بہتر، میں فوراً مکہ واپس چلا جاؤں گا اور اگر تم کو کچھ عذر ہو تو اس کو بیان کرو۔'' جب یہ میعاد گزر گئی تو مسلم نے کہلا بھیجا کہ تم جنگ کرو گے یا مصالحت؟ اہل مدینہ نے کہا: ''ہم جنگ کریں گے''۔ مسلم نے سمجھایا کہ جنگ نہ کرو بلکہ امیر کی اطاعت قبول کر لو، اس میں تمہاری بہتری ہے۔ اہل مدینہ اپنی رائے پر جمے رہے اور بالآخر صف آرائی کی نوبت آئی۔

لڑائی کا آغاز

عبدالرحمٰن بن زہیر بن عوف خندق پر متعین کئے گئے جس کو اہل مدینہ نے بطور شہر پناہ کے کھود کر بنایا تھا۔ عبداللہ بن مطیع قریش کی ایک جماعت لے کے ساتھ مدینہ کی ایک سمت پر، معقل بن سنان اشجعی مہاجرین کی ایک ٹکڑی لئے ہوئے دوسری جانب مامور ہوئے۔ ان سب کی افسری عبداللہ بن حنظلہ کو دی گئی۔ انہوں نے ایک بڑے لشکر کو لے کر کوفہ کے راستے کی ناکہ بندی کر لی۔ مسلم بن عقبہ اپنے ساتھیوں کو مرتب کر کے حرہ کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا۔ عبداللہ بن حنظلہ مقابلہ پر آئے اور اس مردانگی سے دست بدست لڑے کہ سواران شام کو مجبور ہو کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ مسلم نے للکار کر پیادوں کو آگے بڑھایا۔ فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب نے بہ اجازت عبداللہ بن حنظلہ بیس سواروں کو لے کر مسلم پر حملہ کیا۔ شامی پیادوں کے منہ پھر گئے۔ وہ منہ کے بل ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگے۔ اس کے بعد عبداللہ نے حسب درخواست

فضل بن عباس کل سواران مدینہ کو ان کی ماتحتی میں روانہ کر دیا۔ فضل بن عباس نے اس قدر تیزی سے حملہ کیا کہ لشکر شام کا نظام بگڑ گیا۔ سوار و پیادوں کی ترتیب درہم برہم ہو کر رہ گئی۔

اہل مدینہ کی پسپائی

مسلم کے ارد گرد صرف پانچ سو پیادوں کی جماعت باقی رہ گئی۔ باقی سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ فضل نے پہنچ کر مسلم کے علم بردار پر یہ سمجھ کر کہ یہ مسلم ہے اس زور کا وار کیا کہ اس کے خود کی کڑیاں ٹوٹ کر گلے میں گھس گئیں۔ ہاتھ سے علم گر گیا اور ساتھ ہی خود بھی ٹھنڈا ہو گیا۔ فضل جوش مسرت سے چلا اٹھے قتلت طاغية القوم و رب الكعبة (واللہ میں نے گمراہ قوم کے سردار کو قتل کر ڈالا)۔ مسلم بن عقبہ بولا: ''تم نے دھوکا کھایا وہ ایک رومی غلام تھا''۔ فضل نے جھپٹ کر علم ہاتھ میں اٹھالیا۔ مسلم نے لشکر شام کو للکارا۔ سب نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ بالآخر لڑتے لڑتے فضل شہید ہو گئے۔ تب اس نے اپنے ساتھیوں کو عبداللہ بن حنظلہ کی طرف بڑھایا۔ جس وقت عبداللہ بن حنظلہ اپنی رکاب کی فوج کو لشکر شام پر حملہ کرنے کے لئے ابھار رہے تھے، حصین بن نمیر و عبداللہ بن عضاۃ الاشعری اپنے اپنے کمان کی فوجیں لئے ہوئے عبداللہ بن حنظلہ اور ان کے ساتھیوں پر تیر باری کرتے ہوئے بڑھے، عبداللہ بن حنظلہ نے پکار کر کہا: ''جو شخص تیزی کے ساتھ جنت میں جانا چاہتا ہو وہ اس علم کو لے''۔ لوگ یہ سنتے ہی دوڑ پڑے اور نہایت دلیری سے یکے بعد دیگرے لڑ لڑ کر شہید ہونے لگے، یہاں تک کہ عبداللہ بن حنظلہ کے تمام لڑکے اور ان کے اخیافی بھائی محمد بن ثابت بن قیس بن شماس، عبداللہ بن زید بن عاصم اور محمد بن عمرو بن حزم انصاری، عبیداللہ بن عبداللہ بن موہب، وہب بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود، عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن حاطب، زبیر بن عبدالرحمٰن بن عوف، و عبداللہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب نے میدان جنگ میں جام شہادت نوش کیا اور ان لوگوں کے شہید ہوتے ہی لشکر مدینہ بھاگ کھڑا ہوا۔

مدینہ میں قتل عام

مسلم بن عقبہ قتل و غارت کرتا ہوا مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ تین روز تک قتل عام کا بازار گرم رکھا۔ شامی لشکر نے لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ اس کے بعد مسلم بن عقبہ نے معقل بن سنان اشجعی، محمد بن ابی حذیفہ، محمد بن الجہم وغیرہ کو گرفتار کرا کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس واقعہ میں تین سو چھ آدمی شرفاء قریش و انصار اور ان کے علاوہ قبائل و موالی اس تعداد کے دو چند کام آئے۔ چوتھے دن جب مسلم بن عقبہ قتل و غارت سے تھک گیا تو اس نے بیعت کے لئے اہل مدینہ کے پیش کئے جانے کا حکم دیا۔ لشکریان شام چاروں طرف پھیل گئے۔ جو جہاں ملتا تھا اس کو پکڑ لاتے تھے۔ اگر وہ بیعت کرنے سے انکار کرتا تھا تو فوراً قتل کر دیا جاتا تھا۔

حضرت زین العابدینؒ اور مسلم بن عقبہ

ایک دن علی بن حسینؒ (زین العابدین) بھی گرفتار ہو کر پیش کئے گئے۔ مروان بن الحکم نے ایک پیالہ شہد پیش کیا، آپ نے تھوڑا سا نوش فرما کر رکھ دیا۔ مسلم بن عقبہ بولا: ''تم کیوں نہیں پیتے؟'' علی بن حسینؒ یہ سن کر کانپ اٹھے۔ گھبرا کر پیالہ اٹھالیا۔ مسلم بن عقبہ نے کہا: ''تم خوفزدہ نہ ہو، اگر تمہارا کوئی تعلق اہل مدینہ کے ساتھ ہوتا تو میں بے شک تم کو قتل کر ڈالتا، مگر امیر المؤمنین نے مجھے ہدایت کی تھی اور یہ فرمایا تھا کہ تم نے ان کو لکھا ہے کہ ان معاملات سے ہم کو کوئی واسطہ نہیں ہے۔ لہٰذا اگر تمہارا جی چاہے تو تم شہد نوش کرو ورنہ خواہ مخواہ پینے کی ضرورت نہیں ہے۔'' مسلم نے یہ کہہ کر علی بن حسینؒ کو اپنے برابر بٹھالیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد کہا: ''شاید تمہارے متعلقین میرے پاس آنے سے پریشان ہوں گے لہٰذا بہتر ہے کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ''۔ آپ نے فرمایا: ''تم یہ سچ کہتے ہو''۔ مسلم بن عقبہ نے سواری منگوائی۔ آپ بلا بیعت کئے ہوئے اپنے گھر چلے آئے اور عبداللہ بن مطیع بھاگ کر مکہ معظمہ جا پہنچے۔ یہ واقعہ جب کہ دو راتیں ذی الحجہ 63ھ کی باقی رہ گئی تھیں، یزید ابن معاویہ کے عہد حکومت میں واقع ہوا۔

مکہ کا محاصرہ

اس واقعہ سے فارغ ہو کر مسلم بن عقبہ اپنے لشکر کو ترتیب دے کر عبداللہ بن زبیر کے ساتھ جنگ کے ارادے سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا اور مدینہ منورہ میں روح بن زنباع جذامی کو اپنا نائب مقرر کیا۔ جس وقت مقام ابواء میں پہنچا بیمار ہو گیا۔ جب اس کو اپنی زیست کی امید نہ رہی تو وہ حصین بن نمیر کو طلب کر کے لشکر شام پر اپنا قائم مقام بنا کر مر گیا۔ حصین بن نمیر لشکر شام کو لئے ہوئے 26- محرم 64ھ کو مکہ معظمہ کے قریب پہنچ گیا۔ اہل مکہ کو یزید کی بیعت کے لئے طلب کیا، ان لوگوں نے اس سے انکار کیا اور لڑائی کی طرفین سے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر اہل مکہ وحجاز نے بیعت کر لی تھی اور وہ لوگ بھی آ کر ان کے پاس اکٹھے ہو گئے تھے جو واقعہ حرہ سے بھاگ آئے تھے اور کچھ لوگ بغرض امداد خوارج کی طرف سے آ گئے تھے۔ عبداللہ بن زبیر شامی لشکر سے مقابلہ کی غرض سے مکہ معظمہ سے باہر آئے۔ سب سے پہلے ان کے بھائی منذر بن زبیر نے میدان میں نکل کر شامیوں کو للکارا۔ لشکر شام سے ایک آدمی نکل کر مقابلے پر آیا۔ دو دو ہاتھ چلے لیکن شامی مارا گیا۔ دوسرے نے جونہی قدم آگے بڑھائے منذر نے ایک تیر ایسا مارا کہ وہ بھی اپنی جگہ پر ٹھنڈا ہو گیا۔ لشکر شام نے یہ رنگ دیکھ کر فوراً حرکت کی اور گھمسان کی جنگ شروع کر دی۔ ایک طرف سے مسور بن مخرمہ ومصعب بن عبدالرحمن بن عوف بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ دوسری جانب سے عبداللہ بن زبیر شامیوں کو روک رہے تھے۔ صبح سے شام تک لڑائی کا یہی انداز رہا۔ شام ہوتے ہی فریقین ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ یہ واقعہ پہلے دن کے محاصرے کا ہے۔

یزید کی موت

بعد ازاں حصین بن نمیر نے کوہ ابوقبیس وقیقعان پر منجنیقیں نصب کرا دیں جو شب وروز خانہ کعبہ پر سنگباری کرتی تھیں، یہاں تک کہ کوئی شخص طواف نہ کر سکتا تھا۔ بقیہ ماہ محرم اور پورا مہینہ صفر کا اسی حالت سے گزر گیا، یہاں تک کہ ربیع الاول کی بھی تیسری تاریخ آ گئی۔ شامی فوج نے خانہ کعبہ پر آگ برسائی، چھت اور پردے جل کر راکھ ہو گئے۔ ہنوز لڑائی نہ ہوئی تھی کہ یزید مر گیا اور اس کی موت کی خبر عبداللہ بن زبیر کو قبل اس کے کہ حصین بن نمیر کو معلوم ہو پہنچ گئی۔ عبداللہ بن زبیر نے پکار کر کہا: ''ارے کم بختو اے عدواللہ! اب تم کیوں لڑ رہے ہو تمہارا گمراہ سردار تو مر گیا۔''

عبداللہ بن زبیرؓ اور حصین بن نمیر

حصین بن نمیر نے اس کو باور نہ کیا لیکن پھر جب اس کو یزید کی موت کی تصدیق ہو گئی تو عبداللہ بن زبیر کے پاس کہلا بھیجا کہ آج رات کو بطحاء میں ملنا۔ پس جب رات آئی تو ادھر سے عبداللہ بن زبیر اپنے چند ساتھیوں کو لے کر نکلے اور ادھر سے حصین بن نمیر۔ پھر دونوں اپنے ہمراہیوں کو چھوڑ کر ایک گوشہ کی طرف گئے۔

حصین بن نمیر: ''اے عبداللہ بن زبیر تم زیادہ مستحق خلافت ہو۔ آؤ ہم تمہاری بیعت کر لیں اور بعد ازاں ہم اور تم شام کی طرف چلیں۔ میں اہل شام کا سردار ہوں۔ یہ لشکر جو میرے ساتھ ہے اس میں شام کے بڑے بڑے سردار ہیں۔ اللہ کی قسم میری بیعت کر لینے سے ایک دو آدمی بھی اختلاف نہ کریں گے اور میرے اور تمہارے مل جانے سے خونریزی کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ لوگ امن وچین سے بسر کریں گے۔''

عبداللہ بن زبیر: ''(بلند آواز سے) میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔ مجھے اس شخص پر کیسے بھروسہ ہو سکتا ہے جس سے لوگ خائف ہوں اور جس نے بیت اللہ کو جلا دیا ہو اور جس نے اس کی حرمت کا بھی پاس ولحاظ نہ کیا ہو۔''

حصین بن نمیر: ''تم ضرور میرے کہنے پر عمل کرو کیونکہ تمہارا اس میں فائدہ ہے۔''

عبداللہ بن زبیر: ''واللہ میں تمہارے قول وفعل کا ہرگز اعتبار نہ کروں گا اور نہ اس فقرے میں آؤں گا۔''

حصین بن نمیر: ''اللہ تیرا برا کرے۔ میں ہولے سے راز کی بات کہتا ہوں اور تو چلاتا ہے۔ میں تجھے خلافت کی جانب بلاتا ہوں اور تو قتل د

غارت سے ہاتھ اٹھانا نہیں چاہتا۔ عبداللہ بن زبیر نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ حصین بن نمیر مجبور ہو کر اپنے لشکر میں آ گیا اور مدینہ کی طرف کوچ کا حکم جاری کر دیا۔

ابن نمیر کی مدینہ کو واپسی

اس کے بعد عبداللہ بن زبیر نے حصین بن نمیر کے پاس کہلا بھیجا کہ میں شام تو نہ جاؤں گا، لیکن تم لوگ یہیں آ کر میرے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ حصین بن نمیر نے یہ جواب دیا کہ بغیر تمہارے شام چلے ہوئے کام درست نہ ہو گا کیونکہ وہاں بنوامیہ موجود ہیں اور وہ خود خلافت کے دعویدار ہیں۔ عبداللہ بن زبیر اس امر پر راضی نہ ہوئے لہٰذا مکہ ہی میں رہ گئے اور حصین بن نمیر منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا مدینہ پہنچ گیا۔

بنوامیہ اور شامی لشکر کی روانگی

یزید کی موت سے اہل مدینہ میں جرأت آ گئی تھی۔ اکا دکا جس کو بھی لشکر شام سے پاتے تھے اس کی سواری چھین لیتے تھے۔ لہٰذا وہ لوگ اپنی جماعت سے باہر نہ جاتے تھے۔ بالآخر اہل مدینہ کے برتاؤ سے تنگ آ کر شام کی طرف کوچ کر دیا اور ان ہی کے ساتھ وہ بنی امیہ بھی نکل کھڑے ہوئے جو ان دنوں مدینہ میں موجود تھے۔

معاویہ ثانی بن یزید

بنوامیہ اور لشکر شام کا یہ گروہ تب دمشق پہنچا جبکہ معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر اراکین سلطنت بیعت کر چکے تھے مگر یہ صرف تین مہینے حکومت کر کے مر گیا اور بعض کے بقول چالیس دن حکومت کر کے اکیس برس اٹھارہ دن کی عمر میں انتقال کیا۔ بہرکیف اس نے اپنے آخری زمانہ حکومت میں لوگوں کو جمع کر کے حمد ونعت کے بعد خطبہ دیا جس کا یہ مضمون تھا: ''اے لوگو! میں تم پر حکومت کرنے سے معذور ہوں، لہٰذا میں حضرت عمر بن الخطاب کی پیروی کرتا ہوں جیسا کہ انہوں نے چھ آدمیوں کو ارباب شوریٰ خلیفہ منتخب کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ میں بھی تم لوگوں کو اختیار دیتا ہوں کہ جس کو مناسب سمجھو، خلافت کے لئے اس کو منتخب کرو۔'' یہ تقریر کرنے کے بعد معاویہ بن یزید محل سرا میں چلا گیا اور پھر زندہ باہر نہ آیا۔

باب:۳

عبداللہ بن زبیرؓ

64ھ تا 73ھ

ابن مروان اور بیعت خلافت

یزید بن معاویہ کے مرتے ہی بلا جدوجہد اہل حجاز، یمن، عراق اور خراسان نے عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کر لی۔ صرف شام و مصر والے ان کی بیعت سے الگ رہے کیونکہ ان لوگوں نے معاویہ ابن یزید کی بیعت کی تھی۔ مگر جب اس کا بھی انتقال ہو گیا تو لوگوں میں انتخاب خلیفہ کی بابت اختلاف پڑ گیا۔ سب سے پہلے جس نے امراء لشکر سے اختلاف کیا وہ نعمان بن بشیر انصاری تھے جن کی سپردگی میں حمص کا علاقہ تھا۔ انہوں نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرنے کی تحریک شروع کر دی۔ جب اس کی خبر ظفر بن الحرث کلابی کو پہنچی جو قنسرین کا گورنر تھا تو یہ بھی چپکے چپکے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی دعوت کرنے لگا۔ بنوامیہ و کلب جوان دنوں دمشق میں موجود تھے اس سے آگاہ نہیں تھے۔ رفتہ رفتہ حسان بن مالک بن بحدل کلبی کو یہ اطلاع ملی جو فلسطین کا عامل تھا۔ اس نے روح بن زنباع سے کہا: ''امراء لشکر ابن زبیر کی بیعت کر رہے ہیں اور بنوقیس جو میری قوم کے ہیں، اردن میں ہیں۔ تم یہاں میری قائم مقامی کرو کیونکہ یہاں پر تمہارے ہی قوم والے معتبر ہیں اور اگر ان میں سے کوئی تمہاری مخالفت کرے تو اسے بے تامل تہ تیغ کر دینا، میں اردن کی طرف جاتا ہوں۔''

اردن کے حالات

چنانچہ روح بن زنباع فلسطین میں رہ گیا اور حسان بن مالک اردن کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اس کے جاتے ہی نائل بن قیس جذامی نے عبداللہ بن زبیر کا طرفدار ہو کر روح بن زنباع کو نکال دیا۔ وہ بہ ہزار دقت حسان بن مالک کے پاس اردن میں جا پہنچا۔ حسان نے لوگوں کو جمع کر کے کہا: ''اے اہل اردن! تم جانتے ہو کہ عبداللہ بن زبیر فساد برپا کر رہے ہیں اور خلفاء اللہ کی بغاوت پر آمادہ ہیں اور مسلمانوں کی جماعت میں اختلاف پیدا کر رہے ہیں۔ تم لوگوں کو چاہئے کہ بنی حرب میں سے کسی کو خلافت کے لئے منتخب کرو اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا: ''تم ہی بنی حرب میں سے کسی کو امارت کے لئے انتخاب کرو۔ اگر عبداللہ بن زبیر ان دونوں لڑکوں (عبداللہ و خالد پسران یزید) کی اطاعت کریں گے تو ہم بھی ان کے تابع ہوں گے۔ ہم کو یہ گوارا نہیں ہے کہ لوگ کسی بوڑھے دقیانوسی شخص کو امیر بنائیں درانحالیکہ ہم ایک نوعمر کو پیش کر رہے ہیں''۔ حسان نے ایک مکتوب ضحاک ابن قیس کے نام لکھا جس میں یہ واقعہ بالتفصیل درج کر کے بنوامیہ کے حقوق خلافت و عبداللہ ابن زبیر کی برائیاں لکھیں اور نامہ بر کو یہ ہدایت کی کہ اس خط کو ضحاک بن قیس کو بنوامیہ و رؤساء شہر کی موجودگی میں جامع مسجد میں پڑھ کر سنانا۔

دمشقی امیروں میں اختلاف

جب یہ خط جمعہ کے دن رؤساء کی موجودگی میں دمشق و بنوامیہ کی مسجد میں پڑھا گیا تو دو دھڑے بن گئے۔ یمانیہ تو بنوامیہ کے طرفدار ہو گئے اور قیسیہ عبداللہ بن زبیر کے۔ آپس میں بحث و تکرار بڑھی۔ سب نے جھٹ پٹ زرہیں پہن لیں اور تلواریں کھینچ کر ایک دوسرے کی طرف دوڑ پڑے۔ خالد بن یزید نے بیچ بچاؤ کیا۔ ضحاک بن قیس دارالامارت میں چلا گیا۔ تین روز تک باہر نہ آیا۔ اس اثناء میں عبیداللہ بن زیاد آ گیا جس

سے بنوامیہ کو تقویت ہوگئی۔ ضحاک بن قیس اور کل بنی امیہ جابیہ کی طرف نکلے۔ اتفاق سے ثور بن معن السلمی آ پہنچا اور ضحاک سے خطاب کر کے بولا: ''کیوں ضحاک! تم نے ہم کو عبداللہ بن زبیر کی بیعت کی طرف بلایا۔ ہم نے ان کی امارت کی بیعت کی اور اب تم اس جنگلی (یعنی حسان بن مالک کلبی) کے کہنے سے اس کے بھانجے (خالد بن یزید) کی بیعت خلافت پر تل رہے ہو؟'' ضحاک بن قیس نے شرما کر کہا: ''اچھا تمہاری کیا تجویز ہے؟'' جواب دیا: ''جس کو پوشیدہ کرتے تھے اس کو اب علانیہ ظاہر کرو اور عبداللہ بن زبیر کی بیعت خلافت کی کھلم کھلا دعوت دو۔'' ضحاک یہ سنتے ہی مع اپنے ساتھیوں کے علیحدہ ہو کر مرج راہط میں جا اترے۔ اس وقت تک دمشق ان ہی کے زیر تسلط تھا۔

مروان کی بیعت

بنوامیہ مقام جابیہ میں اکٹھے ہو چکے تھے۔ کوئی امر طے نہ ہوا تھا۔ حسان بن مالک کلبی امامت کر رہا تھا اور مروان در پردہ اپنی بیعت کی ترغیب دے رہا تھا۔ بتدریج اس کی کاوش کا یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ ایک روز روح بن زنباع نے کھڑے ہو کر علانیہ کہہ دیا کہ بالفعل مروان کے ہاتھ پر بیعت کی جائے وہی اس کا مستحق ہے۔ پھر جب خالد ابن یزید سن شعور کو پہنچے گا تو امارت اس کے حوالے کی جائے گی۔ لوگوں نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ 3- ذیقعدہ 64ھ کو کل بنوامیہ، کلب، غسان، سکاسک اور طے نے مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

معرکۂ مرج راہط

بیعت لینے کے بعد مروان نے مرج راہط کا رخ کیا جہاں پر ایک ہزار سواروں کو لئے ہوئے ضحاک بن قیس مقیم تھا۔ مروان نے پانچ ہزار کی جمعیت سے شروع میں صف آرائی کی۔ بعد ازاں عباد بن یزید حوران سے دو ہزار غلاموں کو لے کر آ گیا۔ یزید بن ابی غمس غسانی نے میدان خالی پا کر ضحاک کے گورنر کو دمشق سے بدر کر کے بیت المال اور خزانہ پر قبضہ کر لیا۔ ضحاک نے امراء لشکر کو یہ واقعات لکھ بھیجے۔ چنانچہ زفر بن الحارث قنسرین سے امدادی فوج لے کر آ گیا۔ نعمان بن بشیر نے شرجیل بن ذی الکلاع کے ساتھ اہل حمص کو روانہ کیا۔ پس یہ لوگ ضحاک بن قیس سے مرج راہط میں ملے جس سے اس کی جمعیت کی تعداد ساٹھ ہزار تک پہنچ گئی۔ مروان کی فوج کی تعداد تیرہ ہزار تھی جن میں اکثر پیادہ تھے اور ضحاک کے سپاہیوں میں اکثر سوار۔ مروان کے میمنہ پر عمرو بن سعد، میسرہ پر عبیداللہ بن زیاد اور ضحاک بن قیس کے میمنہ پر زیاد بن ضحاک عقیلی اور میسرہ پر بکر بن ابی بشیر ہلالی تھے۔ بیس روز تک نہایت سخت لڑائی جاری رہی۔ فریقین اپنی ان تھک کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔

ضحاک کا انجام

عبیداللہ بن زیاد نے مروان سے کہا ''میں جانتا ہوں کہ تم حق پر ہو اور ابن زبیر اور جو اس کے ساتھی ہیں باطل پر ہیں اور تعداد میں بھی وہ زیادہ ہیں۔ قیس کے نامی گرامی سردار بھی اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ میرا خیال یہ ہے کہ تم اپنے مقصد دلی کو نہ پہنچو گے مگر یہ کہ حیلہ سازی کرو اور لڑائی تو حیلے ہی کا نام ہے۔ بظاہر ضحاک کو مصالحت کے بہانے سے لڑائی سے روک دو اور پھر رات کے وقت اچانک حملہ کر دو''۔ چنانچہ مروان نے ضحاک کو صلح کا پیام دیا۔ ضحاک نے بامید صلح لڑائی بند کر دی۔ رات ہوتے ہی جوں ہی ضحاک کے لشکری دن بھر کے تھکے ماندے اطمینان کے ساتھ سوئے، مروان کے سواروں نے ہر طرف سے حملہ کر دیا۔ شور وغل کی آواز سے ضحاک کے لشکریوں کی آنکھ کھلی تو وہ قتل و غارت کے طوفان میں مبتلا تھے۔ مگر پھر بھی انہوں نے نہایت استقلال سے لپک کر اپنا علم اٹھا لیا اور لڑنے لگے۔ قیس کے نامی گرامی سوار اس واقعہ میں کام آئے۔ علم بردار کے ہاتھ سے علم گر پڑا تو لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ ضحاک بھی اس سانحہ میں کام آیا۔ اسی (80) آدمی قیس کے اور چھ سو بنو سلیم کے ہلاک ہو گئے۔ مروان نے منادی کرا دی کہ کوئی شخص بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرے۔ جس کا جدھر منہ اٹھا، فرار ہو گیا۔ یہ واقعہ محرم 65ھ کا ہے۔

مروان کا شام و مصر پر قبضہ

کامیابی کے بعد مروان دمشق میں داخل ہوا۔ دار الامارت (یعنی معاویہ بن ابی سفیان کے مکان) میں قیام کیا اور بقیہ لشکر سے بیعت لینے

کے بعد خالد بن یزید کی ماں سے نکاح کر لیا۔ لہٰذا جب مصر کی جانب روانہ ہونے لگا تو خالد بن یزید سے آلات حرب مستعار لئے۔ مصر میں ان دنوں عبدالرحمن بن حجدم قرشی گورنر تھا جو ابن زبیر کے حامیوں میں سے تھا۔ مروان کی آمد کی اطلاع پا کر وہ مقابلے کے ارادے سے نکلا۔ لڑائی ہوئی بہت سے آدمی مارے گئے۔ ایک گروہ کثیر کو قید کر کے مروان شام کی طرف واپس ہوا۔ شام کے قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ ابن زبیر نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو شام پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ یہ سنتے ہی اس نے بقصد تعاقب عمرو بن سعید کو مصعب کے مقابلے پر روانہ کیا۔ مصعب و عمرو بن سعید میں لڑائی ہوئی۔ میدان عمرو بن سعید کے ہاتھ رہا اور مصعب کو شکست ہوئی۔ الغرض اس طرح دمشق و ملک شام اور مصر پر مروان کا قبضہ ہو گیا۔

خراسانیوں کی بیعت

خراسان کی گورنری پر یزید بن معاویہ کی طرف سے مسلم بن زیاد مامور تھا۔ جب اس کو یزید کی موت کی خبر پہنچی تو اس نے اہل خراسان سے بہ رضا و رغبت تا انتخاب خلیفہ بیعت لے لی مگر ان لوگوں نے دو چار روز کے بعد نقض بیعت کی۔ اس نے مجبور ہو کر مہلب بن ابی صفرہ کو اپنا نائب مقرر کر کے شام کا ارادہ کیا۔ جب سرخس پہنچا تو سلیمان بن مرثد (بنو قیس بن ثعلبہ بن ربیعہ) سے ملاقات ہوئی۔ اس سے دریافت کیا "کہاں جاتے ہو؟" جواب دیا "تمہارے پاس جا رہا تھا کہ کسی شہر کی امارت میرے حوالے کرو۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم نے اپنا نائب ایک یمنی ازدی آدمی کو بنایا ہے۔" مسلم بن زیاد نے کہا: "تم خراسان نہ جاؤ تو میں تم کو مرورود، فاریاب، طالقان اور جورجان کا والی بنا دوں"۔ سلیمان یہ سن کر مرورود کی جانب روانہ ہوا۔ مسلم بن زیاد آگے بڑھا تو اوس بن ثعلبہ ابن زفر مل گیا۔ اس کو اس نے ہرات پر مامور کیا اور نیشاپور پہنچا۔ وہاں عبداللہ بن خازم خراسان کی جانب سے آتا ہوا ملا۔ اس نے دریافت کیا، خراسان پر کس کو مامور کیا؟ مسلم نے کہا "سلیمان بن مرثد کو" عبداللہ بولا "کیا تم کو کوئی اور شخص نہ ملتا تھا جو تم نے خراسان ایسے شہر کو بکر بن وائل کے قبیلہ کے حوالے کر دیا، خیر اب تم خراسان کی گورنری کی سند مجھے عطا کرو"۔ چنانچہ مسلم بن زیاد نے سند گورنری لکھ دی اور ایک لاکھ درہم دے کر عبداللہ کو رخصت کیا۔

ابن خازم

مہلب بن ابی صفرہ کو یہ خبر لگی تو اس نے بنو جشم ابن سعد بن زید مناۃ ابن تمیم سے ایک شخص کو اپنا نائب بنایا۔ ابن خازم اور اس جشمی شخص سے لڑائی ہوئی۔ جشمی کی پیشانی پر ضرب آئی جس کے صدمہ سے دو دن بعد مر گیا اور ابن خازم مظفر و منصور شہر میں داخل ہوا۔ اس کے بعد عبداللہ بن خازم نے مرورود پر چڑھائی کی۔ سلیمان ابن مرثد سے مدتوں لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار سلیمان مارا گیا اور عبداللہ بن خازم اس کے مقبوضہ صوبوں پر قبضہ حاصل کر کے عمرو بن مرثد کی طرف بڑھا جو طالقان پر قابض تھا۔ فریقین میں لڑائیاں ہوئیں، بالآخر عمرو بن مرثد مارا گیا اور اس کے ساتھی بھاگ کر ہراۃ میں اوس بن ثعلبہ کے پاس پہنچے۔ عبداللہ بن خازم مرورود واپس گیا۔ مرورود اور اطراف خراسان میں جس قدر آدمی قبیلہ بکر بن وائل کے تھے وہ سب بھی ہراۃ بھاگ آئے جس سے ہراۃ میں ایک بڑی جمعیت ہو گئی۔ سب نے متفقہ طور پر اوس بن ثعلبہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کو سلیمان و عمرو پسران مرثد کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے امیر بنایا۔ عبداللہ بن خازم کو اس کی خبر ہوئی تو وہ پیام اجل کی طرح ان کے سروں پر آ پہنچا۔ ہراۃ کی ایک وادی میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ ایک برس تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ ایک روز عبداللہ بن خازم نے لڑائی کے طول کھینچنے سے گھبرا کر مجموعی قوت سے حملہ کر دیا۔ اس دن اوس بن ثعلبہ کا لشکر اپنے امیر کی مرضی کے خلاف شہر سے نکل کر لڑنے کو آیا تھا۔ عبداللہ بن خازم کی فوج نے مارتے مارتے اس کو خندق تک پہنچا دیا۔ بہت سے آدمی خندق میں گر گر کر مر گئے اور ہزاروں فرار ہونے لگے۔ اوس بن ثعلبہ بجستان کی طرف بھاگا اور وہیں یا اس کے قریب پہنچ کر مر گیا۔ عبداللہ بن خازم نے ہراۃ پر بھی قبضہ کر کے اپنے لڑکے محمد کو اس کی گورنری دیدی۔ اسی عہد میں ترکوں نے قصر اسغاد پر حملہ کیا۔

مختار بن ابوعبید

واقعہ کربلا کے بعد ہی 61ھ سے امیر المؤمنین علیؓ بن ابی طالب کے حامیوں میں پھر ایک جوش پیدا ہوا اور وہ لوگ اپنے کئے پر پشیمان ہو کر کوفہ میں سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے۔ اس جماعت میں مسیب بن نجبہ فزاری، عبداللہ ابن سعد بن نفیل ازدی، عبداللہ بن وال تیمی اور رفاعہ بن شداد بجلی وغیرہ رؤساء شیعہ بھی موجود تھے۔ بحث و تکرار کے بعد انہوں نے بغرض طلب معاوضہ خون حسین بن علیؓ، سلیمان بن صرد خزاعی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سلیمان بن صرد خفیہ طور پر امراء اسلام سے خط و کتابت کرنے لگا۔ سعد بن حذیفہ بن الیمان جو مدائن میں تھے اور مثنیٰ بن مخربہ عبدی جو بصرے میں تھے، اس کی رائے سے متفق ہوئے اور خون حسینؓ کا معاوضہ لینے پر تل گئے۔ رفتہ رفتہ اس کی جمعیت بڑھتی گئی، یہاں تک کہ 64ھ میں جب یزید بن معاویہ مر گیا تو اس کے متبعین نے خروج کرنے کے لئے کہا۔ سلیمان نے جواب دیا: ''ہنوز اس کا وقت نہیں آیا۔ اس وقت تک کوفے میں بہت سے آدمی ایسے ہیں جو تمہارے ہم نوا نہیں ہیں، تم ان کو اپنا ہم آہنگ بنانے کی سعی کرتے رہو۔'' پس سلیمان بن صرد کے متبعین نے رؤساء کوفہ سے ربط و ضبط پیدا کر کے اکثر لوگوں کو اپنی جماعت میں داخل کر لیا۔ کچھ مدت بعد اہل کوفہ نے عمرو بن حریث کو (جو ابن زیاد کی جانب سے کوفہ کا گورنر تھا) کوفے سے نکال دیا اور عبداللہ بن زبیر کی خلافت کی بیعت کر لی۔

مختار اور اہل کوفہ

یزید کے مرنے کے چھ مہینے بعد نصف رمضان میں مختار بن ابوعبید وارد کوفہ ہوا۔ 22۔ رمضان کو عبداللہ بن زبیر کی جانب سے عبداللہ بن یزید انصاری گورنری، اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ خراج کوفہ پر مامور ہو کر آئے۔ مختار بن ابوعبید لوگوں کو خون حسینؓ کا معاوضہ لینے پر ابھارنے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے صرف اسی کام کے انجام دینے کو سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ وہ فی الوقت اس کو خلاف مصلحت سمجھتا ہے۔ مختار نے کہا: ''سلیمان ایک کم ہمت آدمی ہے، وہ لڑائی جھگڑے سے جی چراتا ہے۔ مجھے مہدی محمد بن الحنفیہ نے اپنا وزیر وامین مقرر کر کے بھیجا ہے۔ تم لوگ میرے ہاتھ پر ان کی بیعت کرو اور خون حسینؓ مظلوم کا معاوضہ ان کے قاتلین سے لو۔'' ایک گروہ کثیر ہوا خواہان امیر المؤمنین علیؓ کا اس کی جانب مائل ہو گیا۔ عبداللہ بن یزید انصاری کو جب یہ اطلاع ملی کہ مختار خروج کرنے والا ہے تو اس نے اہل کوفہ کو جمع کر کے کہا: ''اگر وہ لوگ ہم سے جنگ کریں گے تو ہم بھی ان سے جنگ کریں گے ورنہ ہم ان سے تعرض نہ کریں گے کیونکہ وہ لوگ خون حسینؓ کا معاوضہ ان کے قاتلوں سے لینے والے ہیں۔ اگر ابن زیاد کی طرف رخ کرے گا تو ہم ان لوگوں کے مددگار ہوں گے۔ یہ کم بخت حسینؓ سے لڑا اور اس نے تمہارے اچھے اچھے لوگوں کو قتل کیا، دین کی تخریب میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، بہتر ہے تم لوگ مختار کی اعانت کرو۔'' عبداللہ بن یزید یہ کہہ کر چپ ہو گیا۔

ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے اٹھ کر کہا: ''اس شخص کی تقریر سے تم لوگ مغرور نہ ہو جانا۔ واللہ جو شخص ہماری مخالفت پر سر اٹھائے گا فوراً اس کا سر ہم قلم کر دیں گے۔'' بات پوری نہ ہونے پائی تھی کہ مسیب بن نجبہ نے لپک کر ان کی بات کاٹ دی اور چلا کر کہا: ''تو ہم کو اپنی تلوار سے ڈراتا ہے۔ واللہ ہم تجھ کو اپنی مخالفت پر ملامت نہیں کرتے۔ تو وہی ہے جس کے باپ دادا کو ہم نے قتل کیا ہے۔ ہاں اے امیر! تو نے البتہ ایک راست بات کہی ہے۔'' ابراہیم نے ڈانٹ کر کہا: ''بیشک۔ ہم اپنے مخالفین سے لڑیں گے (عبداللہ بن یزید کی طرف اشارہ کر کے) اور اس نے تو بالکل سست تقریر کی ہے۔'' عبداللہ بن وال بولا: ''تو کیوں دخل در معقولات کرتا ہے تو ہمارا افسر نہیں ہے۔ میرے سپرد جو کام کیا گیا ہے وہ کر (یعنی خراج وصول کر)۔'' ابراہیم کے ہمراہیوں نے سخت وسست کہا۔ لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دیں۔ ابراہیم یہ کہہ کر کہ میں اس کی شکایت عبداللہ ابن زبیر کو تحریر کروں گا، اپنے مکان چلا گیا۔ دوسرے دن عبداللہ بن یزید انصاری ابراہیم کے مکان پر آیا، معذرت کی، اس نے قبول کر لی۔ اس واقعہ کے بعد سلیمان بن صرد کے ساتھی کھلم کھلا آلات حرب خریدنے لگے۔ چند دنوں بعد جب سلیمان نے جزیرہ کی طرف خروج کیا، جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے، تو عمر بن سعد، شبث بن ربعی اور زید بن الحارث بن رویم کے کہنے سے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے مختار کو گرفتار کر کے اسیر کر دیا۔

ابن صرد خزاعی

ماہ ربیع الثانی 65ھ کی چاندرات کو سلیمان بن صرد خزاعی نے بہ قصد معاوضہ خون امام حسینؓ بن علیؓ کوفہ سے نکل کر نخیلہ میں قیام کیا۔ اپنے ساتھیوں کو شمار کیا تو ان کی تعداد ان کی نظر میں تعجب انگیز نہ معلوم ہوئی۔ صبح ہوتے ہی حکیم بن منقذ کندی اور ولید بن عصیر کنانی کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ ان لوگوں نے کوفہ پہنچ کر لوگوں کو معاوضہ خون حسینؓ پر ابھارنا شروع کیا۔ اگلے دن صبح نہ ہونے پائی تھی کہ جس قدر لوگ لشکر میں تھے اسی قدر اور آ پہنچے۔ مرتب کرنے سے علم ہوا کہ سولہ ہزار آدمیوں نے قاتلین حسینؓ سے جنگ کرنے پر بیعت کی ہے۔ سلیمان بن صرد خزاعی تین روز تک نخیلہ میں ٹھہرا رہا۔ اس دوران اس کے ساتھیوں میں سے ایک ہزار آدمی جو گھر بیٹھ رہے تھے آ ملے۔ روانگی کے وقت عبداللہ بن سعد بن نفیل نے کہا: ''چونکہ ہم قاتلین حسینؓ سے لڑنے کو نکلے ہیں اور تقریباً کل قاتلین حسینؓ کوفہ میں موجود ہیں، لہٰذا ان کو چھوڑ کر کہاں خاک چھاننے جا رہے ہو؟'' ساتھیوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا، مگر سلیمان نے اختلاف کر کے کہا: ''یہ لوگ تو لشکریوں میں تھے۔ اصل جو سردار تھا وہ زیادہ قابل گردن زدنی ہے۔ میرے نزدیک فاسق بن فاسق عبداللہ بن زیاد سے پہلے لڑنا چاہئے۔ وہی بانی فساد اور گمراہیوں کا سردار ہے۔ اس پر کامیابی حاصل ہو جانے کے بعد دوسروں کو زیر و زبر کرنا آسان ہو جائے گا۔'' اس تقریر سے لوگوں کو تشفی ہوگئی اور روانگی کا سامان ہونے لگا۔

سلیمان بن صرد کا خروج

عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو علم ہوا تو وہ منع کرنے کو آئے۔ سمجھایا، مدد دینے کا عہد کیا۔ مگر سلیمان نہ مانا اور جمعہ کی شب پانچویں ربیع الثانی 65ھ کو نخیلہ سے کوچ کر دیا۔ حسینؓ ابن علیؓ کے مدفن پر پہنچے، چلا کر رو پڑے۔ ایک شبانہ روز تک مقیم رہے۔ ساتھ چھوڑ دینے اور ان کے ساتھ مل کر نہ لڑنے پر روتے اور پچھتاتے رہے۔ اگلے دن انبار کی راہ روانہ ہوئے۔ کوچ و قیام کرتے ہوئے قرقیسیا پہنچے، جہاں زفر بن الحارث کلابی تھا۔ اس نے شہر پناہ کے دروازے بند کرا لئے۔ میتب بن نجبہ نے رسد و غلہ طلب کیا۔ جب زفر کو ان کے حالات کی خبر ہوئی تو اس نے لاعلمی کی معذرت کی اور رسد و غلہ کا پورا پورا انتظام کر دیا اور روانگی کے وقت ایک ہزار درہم اور ایک گھوڑا پیش کیا۔ مگر میتب نے درہم واپس کر دیئے اور گھوڑا لے لیا۔ زفر مشایعت کی غرض سے کچھ دور تک ساتھ آیا اور یہ سمجھا کر واپس گیا کہ تم لوگ قبل اس کے کہ شامی لشکر تمہارے مقابلے پر آئے، عین الوردہ پر پہنچ کر قبضہ کر لینا۔ کھلے میدان شامی لشکر سے کبھی بھی صف آرائی نہ کرنا کیونکہ ان کی تعداد زیادہ ہے اور تم لوگ کم ہو۔ غرض زفر بن حرث نے اسی قسم کی چند ہدایات دیں اور دعائیں دیتا ہوا واپس گیا اور سلیمان بن صرد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا عین الوردہ پہنچا اور اس کے غربی جانب ڈیرے ڈالے۔ پانچویں روز شام کے لشکر کی آمد کی خبر پھیل گئی۔ تقریباً ایک شب و روز کی مسافت باقی رہی ہوگی کہ سلیمان نے اپنے تمام لشکریوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور یہ کہا کہ اگر میں مارا جاؤں تو میتب بن نجبہ، کو اور اگر یہ بھی مارا جائے تو عبداللہ بن سعد بن نفیل کو، اور اگر یہ بھی مارا جائے تو عبداللہ بن وال کو اور اگر یہ بھی مارا جائے تو رفاعہ بن شداد کو امیر بنانا۔ تقریر ختم ہونے کے بعد بسر گروہی چار سو سواروں کے میتب بن نجبہ کو شامی لشکر کے تعاقب میں روانہ کیا۔ لشکر شام کے مقدمۃ الجیش سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ میدان جنگ میتب کے ہاتھ رہا۔ شامی لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ بہت سے آدمی ہلاک ہو گئے۔ مال و اسباب و آلات حرب جو کچھ لشکر گاہ میں تھا، میتب بن نجبہ نے قبضہ کر لیا اور واپس اپنی لشکر گاہ میں آ گیا۔

معرکہ عین الوردہ

اس واقعہ کی خبر عبداللہ بن زیاد کو ہوئی تو اس نے حصین بن نمیر کو بسر افسری بارہ ہزار لشکر کے روانہ کیا۔ 26- جمادی الاول 65ھ کو مقام عین الوردہ پر فریقین کا مقابلہ ہوا۔ سلیمان قلب میں تھا، میمنہ پر عبداللہ بن سعد اور میسرہ پر میتب بن نجبہ۔ شامیوں کے میمنہ پر حماد بن عبداللہ تھا اور میسرہ پر ربیعہ بن مخارق غنوی۔ صف آرائی ہو جانے کے بعد حصین بن نمیر نے سلیمان کو اور سلیمان نے حصین بن نمیر کو سمجھایا۔ کسی نے ایک دوسرے

کا کہنا نہ مانا، لڑائی شروع ہوگئی۔ شام ہوتے ہوتے شامی لشکر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ تاریکی نے فتح مند گروہ کو حملہ کرنے سے روک دیا۔ صبح ہوتے ہی آٹھ ہزار آدمی مزید لشکر شام میں آملے جس کو عبداللہ بن زیاد نے کمک کے طور پر بھیجا تھا۔ فریقین نے نماز فجر کے بعد ہی لڑائی چھیڑ دی، پورا دن نہایت سختی سے جنگ جاری رہی۔ سوائے اوقات نماز کے لڑنے والوں کے ہاتھ نہ رکے، یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ مجبوراً فریقین اپنی اپنی لشکر گاہ میں واپس آئے۔ دونوں کی رات امید و بیم میں گزری۔

لڑائی کا آغاز

سپیدۂ سحر کے نمودار ہوتے ہی ادہم بن محرز باہلی دس ہزار آدمیوں کو لے کر ابن زیاد کی طرف سے آ پہنچا۔ لڑائی پھر شروع ہوگئی۔ صبح سے آفتاب بلند ہونے تک نہایت شدت سے جنگ ہوتی رہی۔ اس کے بعد اہل شام نے ہر طرف سے گھیر لیا، سلیمان کے اپنے ہمراہیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور شیر کی طرح شامی لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ ایک گروہ کثیر اس واقعہ میں کام آیا۔ حصین بن نمیر نے لڑائی کا رنگ بدلتا ہوا دیکھ کر تیراندازوں کو تیر بازی کا اور سواروں کو محاصرے کا حکم دیا۔

ابن صرد کا انجام

یزید بن حصین نے سلیمان بن صرد پر تیر چلایا۔ وہ غش کھا کر گر پڑے۔ مسیب بن نجبہ نے فی الفور علم اٹھالیا۔ کچھ دیر تک لڑتے رہے اور جب یہ بھی تیر اجل کا نشانہ ہوئے تو عبداللہ بن سعد بن نفیل نے علم کو سنبھالا۔ اس اثناء میں تین سوار آئے جنہوں نے سعد بن حذیفہ اور مثنیٰ بن مخربہ عبدی کے آنے کی اطلاع دی۔ عبداللہ بن سعد اور اس کے ساتھی یہ خبر سن کر خوش ہوئے اور ایک تازہ جوش سے لڑنے لگے، یہاں تک کہ عبداللہ بن سعد بن نفیل بھی کام آگئے۔ خالد بن سعد بن نفیل نے اپنے بھائی کے قاتل پر نیزہ چلایا، ایک دوسرے شامی نے تلوار سے کاٹ دیا۔ خالد نے لپک کر قاتل کو پکڑ لیا، زور آزمائی ہونے لگی۔ شامیوں نے پہنچ کر اپنے ساتھیوں کو چھڑالیا اور خالد کو گرفتار کرلیا۔ اس وقت تک علم سرنگوں پڑا تھا۔ لوگوں نے عبداللہ بن وال کو پکارا لیکن یہ دوسری طرف لڑائی میں محو تھے، لہٰذا رفاعہ بن شداد نے علم کو اٹھالیا اور لڑنے لگے۔ ہنوز قسمت کا آخری فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ آفتاب غروب ہوگیا۔

ابن شداد کی پسپائی

لشکر شام اپنی لشکر گاہ میں واپس آیا اور رفاعہ نے اپنے ساتھیوں کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ زیادہ حصہ میدان جنگ میں موت کی نیند سو رہا ہے اور باقی معدودے چند جو ہیں ان میں سے اکثر زخمی ہیں اور جنہوں نے زخم نہیں کھائے وہ اتنے تھک گئے ہیں کہ زخمیوں سے زیادہ ابتر ہیں۔ چنانچہ وہ مجبور ہو کر شب ہی کو میدان جنگ چھوڑ کر کوفہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ فریق مخالف سے میدان جنگ خالی ہے۔ حصین بن نمیر نے اس کا پیچھا نہ کیا اور یہ لوگ چلتے چلتے قرقیسیا پہنچے۔ زفر بن الحرث نے تین دن تک ٹھہرائے رکھا، دعوت کی۔ چوتھے روز زاد سفر دے کر کوفہ کی طرف رخصت کیا۔ بعد ازاں سعد بن حذیفہ بن الیمان اہل مدائن کو لے کر ہیت تک آ پہنچے، لیکن یہ خبر سن کر لوٹے۔ مثنیٰ بن مخربہ عبدی سے ملاقات ہوئی جو اہل بصرہ کو لا رہے تھے۔ صاحب سلامت کے بعد جنگ کا حال بتلایا اور رفاعہ کے انتظار میں قیام کردیا۔ جب رفاعہ اپنی بقیہ سپاہ کے ساتھ آ گیا تو مثنیٰ و سعد اس کو گلے لگا کر تھوڑی دیر تک خوب پھوٹ پھوٹ کر روئے اور ایک شب و روز قیام کے بعد اپنے اپنے شہروں کی جانب واپس ہوئے۔

عبدالملک و عبدالعزیز کی ولی عہدی

65ھ میں مروان بن الحکم کے اشارے سے اس کے لڑکوں عبدالملک و عبدالعزیز کی ولی عہدی کی بیعت لی گئی۔ عمرو بن سعید بن العاص،

مصعب بن زبیر کو ہزیمت سے دوچار کر کے دمشق میں مروان کے پاس لوٹ آیا تھا۔ مروان کو یہ خبر ملی یا خود ہی اپنے لڑکوں کی بیعت لینے کا یہ حیلہ نکالا کہ عمرو بن سعید بن العاص یہ کہتا ہے کہ مروان کے بعد خلافت کا حقدار میں ہوں۔ اس وجہ سے حسان بن ثابت بن نجدا کو بلا کر عمرو بن سعید کے خیالات ظاہر کئے اور یہ کہا کہ میں اپنے لڑکوں عبدالملک وعبدالعزیز کی ولی عہدی کی بیعت لینا چاہتا ہوں، تم اس کے محرک ہو جاؤ۔ اگلے دن شام کے وقت امراء دمشق مروان کے پاس آئے تو حسان نے کھڑے ہو کر کہا" مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ لوگ امیر المؤمنین کے بعد خلافت کے دعوے دار ہونے والے ہیں۔ لہٰذا تم لوگ اٹھو اور عبدالملک وعبدالعزیز پسران امیر المؤمنین کی ولی عہدی کی بیعت کر لو۔" کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی، سب نے بیعت کر لی۔

بیعت عبدالملک

3-رمضان 65ھ کو دمشق میں مروان کے مرجانے پر لوگوں نے اس کے لڑکے عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ تخت نشین ہوا۔ اس کو لوگ ابوالملوک کہا کرتے تھے، اس وجہ سے کہ اس کے لڑکوں ولید، سلیمان، یزید اور ہشام نے حکومت وسلطنت کی تھی اور چونکہ اس کے مسوڑھوں سے اکثر خون جاری رہا کرتا تھا اور اس پر مکھیاں بیٹھا کرتی تھیں، اس وجہ سے یہ ابوالذباب کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس کی ماں کا نام عائشہ تھا، جو مغیرہ بن العاص بن امیہ کی لڑکی تھی۔

خوارج کی بغاوت

اسی سنہ میں کوفے سے خوارج نے بغاوت کی۔ ان کا سردار نافع بن ارزق تھا۔ اہل بصرہ کے اختلاف کے سبب ان کی قوت کو یک گونہ استحکام ملا تھا۔ عبداللہ بن حارث نے مسلم بن عبیس بن کریز بن ربیعہ کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا۔ انہوں نے میمنہ پر حجاج بن باب حمیری اور میسرہ پر حارثہ بن بدر غدانی کو مامور کیا۔ ابن ارزق کا میمنہ عبیدہ بن ہلال اور میسرہ ابن ماحوز تمیمی کی سالاری میں تھا۔ مقام دولاب (سرزمین اہواز) پر ماہ جمادی الثانی 65ھ میں صف آرائی ہوئی۔ بصریوں کا امیر مسلم اور خوارج کا امیر نافع بن ارزق ہلاک ہو گئے۔ اہل بصرہ نے حجاج بن باب حمیری کو اور خوارج نے عبداللہ بن ماحوز تمیمی کو امیر بنایا اور جنگ کرنے لگے۔ جب یہ دونوں سردار بھی مارے گئے تو اہل بصرہ نے ربیعہ بن احزم تمیمی کو اور خوارج نے عبیداللہ بن ماحوز تمیمی کو سردار بنا کر پھر لڑائی شروع کر دی۔ دونوں فریق جی توڑ توڑ کر لڑ رہے تھے۔ شام ہو رہی تھی، قسمت کا آخری فیصلہ ہنوز نہ ہوا تھا کہ خوارج کی مدد کو ایک تازہ دم فوج آ گئی جس نے اس وقت تک میدان جنگ میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔ اس فوج نے عبدالقیس کی جانب سے اہل بصرہ پر حملہ کر دیا۔ ربیعہ امیر اہل بصرہ مارا گیا۔ حارثہ بن زید علم کو سنبھال کر کچھ دیر تک لڑتا رہا، جب اس کے زیادہ تر ساتھیوں کے قدم اکھڑ گئے تو وہ ایک قلیل جماعت کو لئے ہوئے لڑتا بھڑتا اہواز کی طرف روانہ ہو گیا اور خوارج نے بصرے کا رخ کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ

اہل بصرہ کو اس واقعہ سے بہت صدمہ ہوا۔ عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن حارث کو امارت بصرہ سے معزول کر کے حارث بن ربیعہ کو مقرر کیا۔ خوارج کی بغاوت کا سیلاب جس وقت بصرہ کے پاس پہنچا اہل بصرہ نے احنف بن قیس کو موقع جنگ کا امیر بنانا چاہا۔ احنف بن قیس نے مہلب بن ابی صفرہ کی طرف اشارہ کیا جو عبداللہ بن زبیر کی جانب سے امیر خراسان ہو کر جا رہا تھا۔ مہلب بن ابی صفرہ نے اس شرط پر منظور کیا کہ بیت المال سے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو کافی خرچ دیا جائے اور جس سرزمین کو بزور تیغ وہ فتح کرلے اس کا وہ مالک سمجھا جائے۔

مہلب وخوارج کی لڑائی

چنانچہ اہل بصرہ سے بارہ ہزار جنگ آوروں کو مہلب نے منتخب کر کے خوارج کا پیچھا کیا۔ جسر اصغر پر تصادم ہوا۔ ایک شدید لڑائی کے بعد

مہلب نے خوارج کو پسپا کیا۔ خوارج جسر اصغر سے ہٹ کر جسر اکبر کی طرف چلے۔ مہلب نے اپنے سواروں اور پیادوں کو نہایت سرعت سے بڑھایا۔ خوارج جسر اکبر سے بھی خائب وخاسر ہو کر آگے بڑھے۔ نہر تیری پر پہنچے اور وہاں سے مڑ کر اہواز کی طرف جھکے۔ مہلب کو اس نقل وحرکت کی جاسوسوں کے ذریعے سے برابر اطلاع ہو رہی تھی۔ جب اس کو خوارج کے اہواز میں پہنچنے کی خبر ملی تو نہر تیری پر اپنے بھائی معارک بن ابی صفرہ کو متعین کر کے اہواز کا رخ کیا۔ خوارج کے مقدمتہ الجیش سے جھڑپ ہوئی۔ خوارج شکست کھا کر مناذر کی طرف فرار ہوئے۔ مہلب نے پیچھا کیا۔ خوارج نہایت تیزی سے نہر تیری کی طرف واپس آئے اور حالت غفلت میں معارک بن ابی صفرہ کو گرفتار کر کے پھانسی دے دی۔ مہلب کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے لڑکے مغیرہ بن مہلب کو معارک کی تجہیز وتکفین کو روانہ کیا اور خود خوارج کی راہ روک کر سولاف میں ڈیرے ڈال دیئے، یہاں تک کہ مغیرہ اور خوارج یکے بعد دیگرے سولاف میں آ پہنچے اور میدان جنگ گرم ہو گیا۔ خوارج نے مہلب پر مجموعی قوت سے زبردست حملہ کیا جس سے مہلب کے لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے۔ بہت سے جنگجو کام آ گئے اور اکثر بھاگ کھڑے ہوئے مگر مہلب اور اس کا لڑکا میدان جنگ میں ثابت قدم رہے۔ پھر مہلب نے اپنے ساتھیوں کو للکارا جس سے چار ہزار سوار لوٹ آئے۔ رات کی تاریکی نے فاتح گروہ کو اس قلیل جماعت کے منتشر کرنے اور مہلب کو سنبھل کر دوبارہ حملہ کرنے سے روک دیا۔ صبح ہوئی، مہلب نے لشکر کے مرتب کرنے اور لڑائی کا حکم دیا۔ ہمراہیوں نے اس سے اختلاف کیا۔ مہلب نے مصلحت وقت کے برعکس سمجھ کر سولاف سے کوچ کر دیا۔ عاقول میں آیا، تین دن تک ٹھہرا رہا۔ جب اس کی طبیعت کو یک گونہ قرار ہو گیا اور اپنے لشکر کو پھر از سر نو مرتب کر لیا تو بہ قصد جنگ مقام سلی وسلبری جہاں پر خوارج کا گروہ مقیم تھا جا پہنچا۔

خوارج کی ہزیمت

خوارج نے یہ سن کر اپنے لشکر کو مرتب کیا۔ ان کے میمنہ پر عبیدہ بن ہلال یشکری اور میسرہ پر زبیر بن ماحوز تھا اور مہلب کے میمنہ میں ازد وتمیم اور میسرہ میں بکر بن وائل وعبدالقیس اور اہل عالیہ قلب میں تھے۔ پورا دن لڑائی ہوتی رہی۔ شام کے وقت خوارج نے ایک ایسا حملہ کیا کہ مہلب کا لشکر بے قابو ہو کر نہایت ابتری سے فرار ہونا شروع ہو گیا۔ مہلب نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر "الی عباد اللہ الی عباد اللہ" (میرے پاس آؤ اے اللہ کے بندو۔ میرے پاس آؤ اے اللہ کے بندو) چلانا شروع کر دیا۔ تین ہزار آدمی جس میں اکثر اسی کی قوم کے (یعنی ازدی) تھے، آ کر جمع ہو گئے۔ مہلب نے جوشیلی تقریر کے بعد کہا "تم لوگ دس دس پتھر اٹھا لو اور ہمارے ساتھ سنگباری کرتے ہوئے اپنے دشمنوں کی فوج کی طرف چلو۔ وہ اس وقت دن بھر کے تھکے ماندے جنگ وجدل سے بے خوف ہو کر پڑے ہوئے ہیں اور ان کے سوار تمہارے شکست خوردہ سپاہیوں کے تعاقب میں گئے ہیں۔ واللہ مجھے امید ہے کہ وہ لوگ واپس نہ آنے پائیں گے کہ تم ان پر فتح یابی حاصل کر لو گے"۔ مہلب کی اس تقریر نے ان کے ٹوٹے ہوئے دلوں میں ایک تازہ روح پھونک دی۔ سب کے سب اپنے دامنوں اور جیبوں میں پتھر بھر کر خوارج کے سروں پر جا پہنچے۔ جب پتھر ختم ہو گئے تو نیزہ بازی کرنے لگے۔ نیزوں نے بھی جواب دے دیا تو تلواریں نیام سے نکال لیں۔ عبداللہ بن ماحوز اور اس کے زیادہ تر ساتھی مارے گئے۔ مہلب اور اس کے ہمراہیوں نے خوب جی کھول کر لوٹا۔ سواران خوارج تعاقب سے واپس آئے تو لشکرگاہ نہ آ سکے۔ مہلب کے سواروں اور پیادوں نے راستہ روک رکھا تھا اور مرنے مارنے اور لوٹنے پر تیار تھے۔ وہ مجبور ہو کر کرمان واصفہان کی جانب روانہ ہوئے اور عبیداللہ بن ماحوز کی جگہ پر زبیر بن ماحوز کو امیر بنایا۔ مہلب نے کامیابی کے بعد وہیں قیام کیا۔ یہاں تک کہ مصعب بن زبیر امیر بصرہ ہو کر آئے اور حارث ابن ربیعہ معزول کیا گیا۔

نجدہ بن عامر

نجدہ بن عامر بن عبداللہ بن ساد بن مفرح حنفی، نافع بن ارزق کے ساتھیوں میں سے تھا مگر اس سے الگ ہو کر یمامہ چلا گیا اور ابو طالوت نامی ایک شخص کو سردار بنا کر 65ھ میں حضارم کو حملہ کر کے لوٹ لیا، جس سے اس کی جمعیت زیادہ مضبوط ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے ایک قافلہ کو جو بحرین سے عبداللہ بن زبیر کے پاس جا رہا تھا لوٹ لیا اور آدمیوں کو چھوڑ دیا۔ 66ھ میں لوگوں نے ابو طالوت کو معزول کر کے نجدہ بن عامر کو امیر

بنایا، تب اس کی عمر تیس برس کی تھی۔ تھوڑے دنوں کے بعد اس نے ذوالمجاز میں بنوکعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ پر حملہ کیا اور ان کو شکست دے کر یمامہ واپس آیا۔ 67ھ میں بحرین کا رخ کیا۔ قطیف میں لڑائی ہوئی۔ عبدالقیس میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک گروہ کثیر مارا گیا، کچھ لوگ اسیر کر لئے گئے۔ نجدہ نے ان کے پیچھے اپنے لڑکے مطرح بن نجدہ کو روانہ کیا۔ مقام ثویر میں مڈبھیڑ ہوئی۔ مطرح اور اس کے ساتھی مارے گئے لیکن نجدہ نے بحرین نہ چھوڑا، یہاں تک مصعب بن زبیر 69ھ میں امیر بصرہ ہو کر آئے اور عبداللہ بن عمیر لیثی کو چودہ ہزار لشکر کے ہمراہ اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ مقام قطیف میں صف آرائی ہوئی۔ میدان نجدہ کے ہاتھ رہا۔ اس نے عبداللہ بن عمیر کی شکست کے بعد ایک لشکر عمان کو بسرافسری عطیہ بن اسود حنفی بھیجا۔ عطیہ ابن اسود نے ایک خون ریز لڑائی کے بعد عمان پر قبضہ حاصل کیا۔ کچھ دنوں بعد عطیہ نے نجدہ سے علیحدگی اختیار کر کے کرمان پر حملہ کیا۔ مہلب بن ابی صفرہ نے ایک عظیم الشان لشکر عطیہ کی گوشمالی کو روانہ کیا۔ عطیہ بھاگ کر بجستان اور بجستان سے سندھ کی طرف چلا گیا۔ مقام قندابیل میں مہلب کے سواروں سے آمنا سامنا ہو گیا اور اس لڑائی میں اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

نجدہ کا خاتمہ

عبداللہ بن عمیر کی شکست کے بعد نجدہ نے ایک دوسرا لشکر، بنوتمیم کی طرف بھیجا تھا۔ اہل طویلع نے بنوتمیم کی اعانت کی، جس کی وجہ سے نجدہ نے ایک دستہ فوج ان پر چھاپہ مارنے کے لئے بھیج دیا۔ بیس آدمی طویلع کے مارے گئے اور کچھ لوگ حراست میں لے لئے گئے۔ اس کے بعد اہل طویلع نے اطاعت قبول کر لی۔ پھر اس نے صنعاء کی طرف قدم بڑھایا۔ اہل صنعاء نے اس امید و خیال سے کہ اس کے بعد ایک عظیم الشان لشکر آئے گا، بیعت کر لی۔ لیکن جب لشکر کا وجود محسوس نہ ہوا تو وہ لوگ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور نجدہ سے بیعت واپس دینے کو کہا مگر اس نے منظور نہ کیا۔ بعد ازاں نجدہ نے ابوفدیک کو حضرموت کی جانب صدقات لینے کو روانہ کیا اور 68ھ میں آٹھ سو ساٹھ آدمیوں کی جمعیت سے حج کرنے کو گیا۔ عبداللہ بن زبیر نے اس امر پر مصالحت کر لی کہ فریقین اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نمازیں پڑھیں، کوئی کسی سے معترض نہ ہو اغرض نجدہ حج سے واپس لوٹ کر طائف کو چلا۔ عاصم بن عروہ بن مسعود ثقفی نے حاضر ہو کر اپنی قوم کی طرف سے بیعت کی اور نجدہ بحرین کی طرف واپس ہوا۔ چند دنوں کے بعد اس کے امیروں کے اس سے اختلافات ہونے لگے۔ یہ اختلافات رفتہ رفتہ اس حد تک پہنچ گئے کہ اس کے ہمراہی علانیہ اس کی مخالفت کرنے لگے۔ سب نے متفق ہو کر ابوفدیک کو سردار بنایا۔ نجدہ یہ رنگ دیکھ کر روپوش ہو گیا۔ ابوفدیک نے ایک گروہ کو نجدہ کی تلاش پر مامور کیا۔ اس نے ہجر کے کسی قریہ میں نجدہ کو گرفتار کر کے موت کے گھاٹ اتار ڈالا۔

تعمیر کعبہ

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس وقت اہل شام نے یزید کے زمانہء حکومت میں عبداللہ بن زبیر پر فوج کشی کی تھی تو اہل شام نے خانہ کعبہ پر آتش باری کی تھی جس سے یہ مقدس مکان جل گیا تھا۔ بعد ازاں جب یزید مر گیا اور عبداللہ بن زبیر کا اقتدار قدرے مستحکم ہو گیا تو انہوں نے اس کی تعمیر شروع کی اور حجر اسود کو خانہ کعبہ میں داخل کر لیا۔ ایک دروازہ اندر جانے کے لئے اور دوسرا نکلنے کے لئے بنوایا۔

مختار کی رہائی

سلیمان بن صرد کے قتل ہونے کے بعد اس کے دیگر ساتھی کوفہ آئے تو مختار کو محبوس پایا (اس کے قید ہونے کا واقعہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں)۔ مختار نے قید خانے سے ان لوگوں کی تعریفیں تحریر کیں اور یہ لکھا کہ میں وہی ہوں جس کو محمد ابن علی معروف بہ ابن حنفیہ نے بغرض معاوضہ خون حسینؓ مامور کیا تھا۔ رفاعہ بن شداد، مثنیٰ بن مخربہ عبدی، سعد بن حذیفہ بن الیمان، یزید بن انس، احمر بن شمیط احمسی، عبداللہ بن شداد بجلی عبداللہ کامل وغیرہ نے اس کا مکتوب پڑھ کر کہلا بھیجا کہ اگر تم کہو تو ہم لوگ چھپ کر قید خانے میں آئیں اور تم کو نکال لے جائیں۔ مختار نے یہ اطلاع پا کر کمال مسرت سے کہلا بھیجا کہ میں عنقریب خود ہی اس قید سے رہا ہونے والا ہوں، تم لوگوں کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس واقعہ سے پہلے مختار نے عبداللہ

بن عمرؓ کی خدمت میں پیام بھیجا تھا کہ میں ظلماً قید کر دیا گیا ہوں، آپ میری سفارش عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے کر دیجئے۔ چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ کی سفارش سے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد نے اس شرط پر مختار کو آزاد کیا کہ وہ آئندہ بغاوت نہ کرے گا اور نہ ان کے خلاف خروج کرے گا اور اگر ان شرائط کی پابندی نہ کرے، تو ایک ہزار قربانی خانہ کعبہ میں اس کو کرنی ہوگی اور کل خدام، مرد ہوں یا عورت، آزاد ہو جائیں گے۔

ابراہیم بن اشتر اور مختار

بہر حال مختار قید خانے سے نکل کر اپنے مکان آیا اور ہوا خواہان حسین بن علیؓ اس کے پاس آمد و رفت رکھنے لگے۔ اسی اثناء میں عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن یزید حطمی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو کوفے سے معزول کر کے عبداللہ بن مطیع کو سند گورنری عطا کی۔ 25۔رمضان 66ھ کو عبداللہ بن مطیع نے وارد کوفہ ہو کر ایاس بن ابی مضارب عجلی کو افسر پولیس مامور کیا اور لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ سائب بن مالک نے کھڑے ہو کر کہا: ''ہم کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ تم عثمانؓ بن عفان کی سیرت کے مطابق عمل کرو اور نہ ہم کو عمر فاروقؓ کی تقلید کی ضرورت ہے، گو یہ لوگوں کے ساتھ بھلائی کرتے تھے بلکہ تم کو چاہئے کہ ہمارے ساتھ وہ برتاؤ کرو جو علیؓ بن ابی طالب ہم لوگوں کے ساتھ کرتے تھے''۔ یزید بن انس بولا: ''سائب بہت صحیح کہتا ہے''۔ عبداللہ بن مطیع یہ کہہ کر کہ تم لوگ جس برتاؤ کو پسند کرو گے ہم وہی برتاؤ تمہارے ساتھ کریں گے، منبر سے اتر کر مکان میں آیا۔

ایاس بن مضارب نے حاضر ہو کر کہا: ''سائب بن مالک مختار کے ساتھیوں میں سے ہے اور مختار عنقریب آتش بغاوت مشتعل کیا چاہتا ہے۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ اس کو کسی حیلہ سے طلب کر کے قید کر دو تا کہ انتظام درہم برہم نہ ہونے پائے''۔ عبداللہ بن مطیع نے اس تجویز کو پسند کیا اور مختار کو بلا بھیجا۔ مختار نے کہلا بھیجا کہ مجھے اس وقت سردی محسوس ہو رہی ہے دوسرے وقت آؤں گا۔ عبداللہ بن مطیع یہ سن کر خاموش ہو گیا اور مختار اپنے مکان پر لوگوں کو جمع کر کے بحالت غفلت دھاوا بولنے کی ترغیب دینے لگا۔ پھر کچھ لوگ کوفہ سے محمد بن الحنفیہ کے پاس مختار کا حال پوچھنے گئے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں میں نے اس کو خون حسینؓ کا معاوضہ لینے پر مامور کیا ہے''۔ جب یہ لوگ واپس ہو کر کوفہ آئے اور لوگوں سے محمد بن الحنفیہ کا پیام کہا تو مختار کی طرف رجحان بڑھ گیا۔ پھر لوگوں نے کہہ سن کر ابراہیم بن اشتر کو مختار سے ملایا۔ مختار نے محمد بن الحنفیہ کا مکتوب دکھایا۔ ابراہیم نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور صبح و شام اس کے پاس آنے جانے لگا۔

14۔ربیع الاول 66ھ کو شب پنجشنبہ کو بعد نماز مغرب ابراہیم مع اپنے ساتھیوں کے مسلح ہو کر مختار کی طرف روانہ ہوا۔ چونکہ عبداللہ بن مطیع کو ایاس بن مضارب نے اس نقل و حرکت سے باخبر کر دیا تھا، اس نے بہ نظر حفظ ماتقدم کوفہ کی ناکہ بندی کر لی تھی۔ لہٰذا ابراہیم اپنے آپ کو عام شاہراہوں سے بچاتا تنگ و تاریک گلیوں میں سے ہوتا ہوا جا رہا تھا۔ اتفاقاً ایاس بن مضارب سے ملاقات ہو گئی۔ دریافت کیا، تم لوگ کون ہو؟ جواب دیا: ''ابراہیم بن اشتر''۔ پھر استفسار کیا ''یہ مجمع کیسا ہے؟ تمہارا ارادہ کیا ہے؟ میں تم کو امیر کے پاس لے چلوں گا''۔ ابراہیم نے جانے سے انکار کیا۔ تکرار بڑھی، ابراہیم نے موقع پا کر ایاس بن مضارب کو ایک برچھا مارا۔ ایاس گر پڑا۔ اس کے ساتھی بھاگ کر عبداللہ بن مطیع کے پاس آئے اور اس واقعہ سے مطلع کیا۔ عبداللہ بن مطیع نے اس کے لڑکے راشد بن ایاس کو پولیس کی افسری دی اور راشد کی جگہ کناسہ کی طرف سوید بن عبدالرحمٰن کو روانہ کیا۔ (اختتام اضافہ جات)

مختار کا خروج

ابراہیم سیدھا مختار کے پاس آیا اور اثناء راہ میں جو واقعہ پیش آیا تھا شروع سے آخر تک بیان کر دیا۔ مختار نے اسی وقت شیعوں کے پاس کہلا بھیجا، اور خون حسینؓ کے معاوضہ لینے کی منادی کرا دی۔ پھر ابراہیم لوٹ کر اپنی قوم نخع میں آیا اور ان کو مسلح و مرتب کر کے رات ہی کے وقت مختار کی طرف چلا۔ عبداللہ بن مطیع نے اپنے امراء لشکر کو تھوڑی تھوڑی فوج دے کر مختلف مقامات پر ناکہ بندی کے لئے متعین کر رکھا تھا۔ چنانچہ ابراہیم سے اور ان لوگوں سے یکے بعد دیگرے مڈبھیڑ ہوتی گئی۔ ابراہیم نے بہتوں کو شکست دی اور لڑتا بھڑتا مختار کے مکان کے قریب پہنچا۔ دیکھا کہ شبث بن

ربعی وحجار بن ابجر عجلی مختار کے مکان کے پاس لڑ رہے ہیں، اس نے شبث پر عقب سے حملہ کر دیا۔ شبث شکست کھا کر عبداللہ بن مطیع کے پاس لوٹا۔ اس وقت تک مختار کے پاس چار ہزار آدمی جمع ہو گئے تھے اور اس کا دل ان پیہم کامیابیوں سے بڑھ رہا تھا۔ عبداللہ بن مطیع نے شبث بن ربیع کو تین ہزار اور ربع بن ایاس کو چار ہزار کی جمعیت سے بھیجا۔ مختار نے ابراہیم بن اشتر کو بارہ سو سوار اور پیادوں کے ہمراہ راشد کی طرف اور نعیم بن ہبیرہ کو چھ سو پیادوں اور تین سو سواروں کی جمعیت سے شبث بن ربعی کی جانب روانہ کیا۔ نماز فجر کے بعد لڑائی کا آغاز ہوا۔ ادھر نعیم معرکہ جنگ میں مارا گیا اور شبث بن ربعی کے ہاتھ میدان جنگ رہا۔ ادھر ابراہیم بن الاشتر نے راشد کو مار کر اس کے ساتھیوں کو بھگا دیا۔ عبداللہ بن مطیع نے ایک بڑا لشکر روانہ کیا۔ اس نے اس کو بھی شکست دے کر شبث بن ربعی پر حملہ کر دیا جو مختار کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ شبث بن ربعی کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ فرار ہو کر عبیداللہ بن مطیع کے پاس آیا۔ مختار نے کوفہ و دارالامارت کا ارادہ کیا لیکن تیراندازوں نے اس کو آگے نہ بڑھنے دیا۔

کوفہ پر مختار کا قبضہ

اس واقعہ سے عبداللہ بن مطیع ہمت ہار گیا تھا اور اس کا دل خوف وبیم کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ عمر بن حجاج زبیدی نے کہا: ''تم خود موقع جنگ پر چلو اور لوگوں کو جنگ کی ترغیب دو۔ حکومت اور بغاوت کی قوتوں میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے، ہمت نہ ہارو۔'' عبداللہ بن مطیع نے یہ سن کر دوبارہ کمر ہمت باندھی اور عمر بن حجاج کو دو ہزار، شمر بن ذی الجوشن کو دو ہزار اور نوفل بن مساحق کو پانچ ہزار کی جمعیت سے بھیجا۔ محل میں شبث بن ربعی کو اپنا نائب بنا کر خود سواروں کو لے کر میدان جنگ میں آیا۔ ابراہیم بن الاشتر نے نوفل بن مساحق پر حملہ کیا۔ ابن مساحق پہلی ہی جھڑپ میں بھاگ کھڑا ہوا۔ ابراہیم بن الاشتر نے لپک کر گرفتار کر لیا، پھر از راہ احسان رہا کر دیا۔ عبداللہ بن مطیع کے ہمراہی بے قابو ہو کر میدان جنگ سے فرار ہوئے اور جان بچانے کے لئے کوفہ کے مکانوں میں چھپنے لگے۔ عبداللہ بن مطیع بھی قصر امارت میں جا چھپا۔ ابراہیم بن الاشتر نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ اس کے ہمراہ یزید بن انس اور احمد بن شمیط بھی تھے۔ جب تین روز محاصرہ کئے ہوئے گزر گئے تو شبث بن ربعی نے عبداللہ بن مطیع کو یہ رائے دی کہ تم مختار سے پناہ طلب کر کے ابن زبیر کے پاس چلے جاؤ۔ عبداللہ بن مطیع نے اس رائے کو ناپسند کیا۔ پھر شبث بن ربعی نے یہ مشورہ دیا کہ تم بحالت غفلت قصر امارت کی کسی کھڑکی سے نکل کر چلے جاؤ، ہم لوگ جو باقی رہ جائیں گے، مختار سے امان حاصل کر لیں گے۔ عبداللہ بن مطیع اس تجویز کے مطابق قصر امارت سے نکل کر ابوموسیٰ کے گھر میں جا چھپا۔ دیگر لوگوں نے امان حاصل کر کے قصر امارت کا دروازہ کھول دیا۔ مختار نے محل پر قبضہ کر لیا، صبح ہوئی۔ لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ مختار نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور لوگوں کو محمد بن الحنفیہ کی بیعت کی ترغیب دی۔ شرفاء کوفہ نے کتاب وسنت اور اہل بیت کی ہمدردی پر بیعت کی اور اس نے بھی ان لوگوں سے حسن سلوک کا عہد کیا۔

قصر امارت پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد مختار نے یہ سن کر کہ عبداللہ بن مطیع ابوموسیٰ کے مکان میں روپوش ہے، ایک لاکھ درہم بھیج دیئے اور یہ کہلا بھیجا کہ یہ رقم تم لے کر اپنا راستہ لو۔ مجھے تمہارے قیام کا حال معلوم ہے تم زادراہ نہ ہونے کے باعث ٹھہرے ہوئے ہو۔ عبداللہ بن مطیع اس رقم کو لے کر کوفہ سے رخصت ہوا اور مختار نے فتحیابی حاصل کر کے پولیس کی افسری عبداللہ بن کامل کو دی اور کیسان ابو عمرہ کو باڈی گارڈ کا افسر مقرر کیا اور شرفاء کوفہ کو اپنا ہم نشین بنایا۔ بعدازاں مختار نے دوسرے بلاد اسلامیہ پر لشکر کشی کی غرض سے چند جھنڈے بنائے۔ ایک جھنڈا عبداللہ بن الحرث بن اشتر کو دے کر آرمینیہ کی طرف بڑھنے کو کہا۔ دوسرا جھنڈا محمد بن عمیر بن عطارد کو دے کر آذربائیجان پر لشکر کشی کو کہا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس کو موصل کا لواء، اسحاق بن مسعود کو مدائن کا لواء، اور حلوان کا لواء سعد بن حذیفہ بن الیمان کو مرحمت کر کے اکراد سے لڑنے اور امن قائم کرنے کا حکم دیا۔

قاضی کوفہ شریح کی معزولی

شریح کو قاضی کوفہ مقرر کیا لیکن کچھ دیر بعد شیعان علیؓ نے یہ کہنا شروع کیا کہ اس نے حجر بن عدی کے خلاف گواہی ہے۔ اس نے ہانی بن عروہ کا پیغام اس کی قوم تک نہیں پہنچایا۔ اس کو علیؓ بن ابی طالب نے قضاء کوفہ سے معزول کر دیا تھا، اور یہ عثمانؓ بن عفان کے حامیوں میں سے ہے۔

شریح کے کان تک یہ خبر پہنچی تو جان بچانے کے لئے بیمار بن گئے اور مختار نے بجائے ان کے عبداللہ بن مالک طائی کو قاضی کوفہ بنایا۔

مختار اور ابن زیاد

جس زمانے میں مروان بن الحکم کی حکومت کو شام میں استقلال واستحکام ہو گیا تھا، انہی ایام میں اس نے دو فوجیں، ایک حجاز کی طرف بسر افسری جیش بن دلجہ قینی، اور دوسری بسرداری عبیداللہ بن زیاد عراق کی طرف بھیجی تھیں۔ پس عبیداللہ بن زیاد نے شیعان علی کی شکست کے بعد زفر بن حارث کا قرقیسیا میں محاصرہ کیا جس نے اپنے قبیلہ سمیت عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ ایک سال یا اس سے زیادہ دنوں تک عبیداللہ بن زیاد کو قرقیسیا سے فرصت حاصل نہ ہوئی۔ اس اثناء میں مروان کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ عبدالملک تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس نے اس کو عہدہ پر بحال رکھ کر لڑائی جاری رکھنے کی تاکید کی مگر یہ زفر بن حارث پر قابو پانے سے ناامید ہو کر موصل کی طرف چلا گیا۔ عبدالرحمٰن بن سعید (مختار کا گورنر) موصل سے تکریت میں آیا اور مختار کو اس حال سے باخبر کیا۔ یزید بن انس اسدی حسب حکم مختار تین ہزار کی جمعیت سے موصل کی طرف براہ مدائن روانہ ہوا۔ عبیداللہ بن زیاد نے اس کے مقابلے پر ربیعہ بن مختار غنوی کو مامور کیا۔ مقام بابل میں صف آرائی ہوئی۔ یزید بن انس ایک گدھے پر سوار لوگوں کو لڑائی کی ترغیب دیتا ہوا آیا اور میان صف میں کھڑے ہو کر کہا: ''اگر میں مارا جاؤں تو ورقا بن عازب اسدی، اور اگر یہ بھی مارا جائے تو عبداللہ بن ضمرہ فرازی، اور اگر یہ بھی مارا جائے تو سعد خثعمی تمہارا امیر ہوگا۔'' عرفہ کے دن سے لڑائی چھڑ گئی۔ شام ہوتے ہوتے لشکر شام میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ ربیعہ بن مختار غنوی مارا گیا۔ منہزمین نے تھوڑا ہی راستہ طے کیا ہوگا کہ عبداللہ بن حملہ خثعمی تین ہزار کی جمعیت سے ساتھ شامل ہو گیا جس کو عبیداللہ بن زیاد نے ربیعہ کی کمک پر روانہ کیا تھا۔ اس نے منہزمین کو لوٹا دیا اور میدان میں پہنچ کر لڑائی شروع کر دی۔ یہ دن عیدالاضحیٰ کا تھا۔ شامیوں کو پھر شکست ہوئی۔ کوفیوں نے دل کھول کر قتل وغارت کیا اور تین سو آدمی گرفتار کر کے خاتمہ جنگ کے بعد قتل کر دیئے۔ یزید بن انس نے اسی دن وفات پائی اور ورقاء بن عازب بقائم مقامی اس کے امیر لشکر ہوا۔ لیکن یزید بن انس کے بعد عبیداللہ بن زیاد سے یہ ایسا خوفزدہ ہوا کہ باوجود کامیابی کے لوٹ کھڑا ہوا۔ کوفیوں کو اس سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے مختار کو نصیحت وملامت کی۔ مختار نے ابراہیم بن الاشتر کو بسرافسری سات ہزار لشکر کے روانہ کیا اور یہ حکم بھی دیا کہ یزید بن انس کے لشکر کو بھی تم ہی اپنے ماتحت کر لینا۔

ابراہیم بن الاشتر کی روانگی کے بعد شرفاء کوفہ شبث بن ربعی کے پاس آئے جو ان کا جاہلیت اور اسلام کا سردار تھا، اور مختار کی شکایت کی۔ شبث بن ربعی نے کہا مجھے مختار سے مل لینے دو، میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ ان شکایات کا کیا جواب دیتا ہے۔ شرفاء کوفہ اس تجویز پر راضی ہو گئے۔ شبث بن ربعی، مختار کے پاس آیا اور ان کی شکایتیں پیش کیں۔ مختار نے کہا: ''میں ان کی خواہش کے مطابق ہی تمام کام کروں گا اور ان کو مال غنیمت میں حصہ دوں گا۔ ان کے اہل خدمت کو چھوڑ دوں گا، بشرطیکہ تم اقرار کرو کہ شرفاء کوفہ میرے ساتھ ہو کر بنوامیہ اور عبداللہ بن زبیر سے لڑیں گے۔'' شبث بن ربعی نے جواب دیا: ''میں اہل کوفہ سے جا کر یہ پیام کہتا ہوں اور جواب لے کر واپس آتا ہوں''۔ اس کے بعد شبث چلا گیا لیکن پھر واپس نہ ہوا اور وہ سب مختار کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ شبث بن ربعی، محمد بن الاشعث، عبدالرحمٰن بن سعد بن قیس، شمر بن ذی الجوشن، کعب بن ابی کعب نخعی، عبدالرحمٰن بن مخنف ازدی وغیرہ ان کے سرگروہ تھے۔ عبدالرحمٰن ابن مخنف نے کہا: ''میری رائے یہ ہے کہ اہل شام و بصرہ کے واپس آنے تک مختار پر خروج نہ کرو کیونکہ ان کے ساتھ ہمارے نامی گرامی سردار ہیں اور ان سے لڑائی بہ نسبت اوروں کے زیادہ خطرناک ہے''۔ لوگوں نے اس سے اختلاف کر کے کہا ''لہٰذا تفریق جماعت نہ کرو اور جس امر پر ہم لوگوں نے اتفاق کر لیا ہے اس سے اختلاف نہ کرو''۔ عبدالرحمٰن بن مخنف نے جواب دیا: ''میں تمہارے ساتھ ہوں جب چاہو خروج کرو''۔ لہٰذا سب کے سب مسلح ہو کر مختار کے پاس گئے اور کہا ''ہم نے تجھ کو معزول کیا کیونکہ محمد بن الحنفیہ نے تجھے مامور نہیں کیا''۔ مختار نے کہا ''چند لوگوں کو اپنی اور ہماری طرف سے محمد بن الحنفیہ کے پاس روانہ کرو۔ دیکھو وہ کیا جواب دیتے ہیں''۔ اہل کوفہ اس پر رضامند ہو گئے۔

اہل یمن کی پسپائی

مختار نے درپردہ ابراہیم کو بلا بھیجا۔ اگلے دن ابراہیم آ پہنچا۔ دیکھا ایک انبوہ کثیر جمع ہو رہا ہے اور رفاعہ بن شداد بجلی امامت کر رہا تھا۔ مختار نے

اپنے ساتھیوں کو مرتب کیا۔ احمد بن شمیط بجلی و عبداللہ بن کامل شاذی کو آگے بڑھایا۔ پہلے ہی حملہ میں ان کو شکست ہوئی۔ مختار سوار و پیادوں کی کمک پے در پے بھیجنے لگا۔ ابراہیم بن اشتر نے مضر پر حملہ کیا جس میں شبث بن ربعی تھا۔ ایک خون ریز لڑائی کے بعد ابراہیم کو کامیابی ہوئی۔ پھر عبداللہ بن کامل نے بہت سختی سے قبائل یمن پر حملہ کیا۔ رفاعہ بن شداد نے بڑھ کر مختار کے ساتھیوں پر دھاوا کیا۔ چاروں طرف قتل و خون ریزی کا بازار گرم ہو رہا تھا۔ رفاعہ ابن شداد مع اپنے ہمراہیوں عبداللہ بن سعید بن قیس، فرات بن زحر بن قیس، عمر بن مخنف وغیرہ کے کام آیا۔ عبدالرحمٰن ابن مخنف علم لے کر لڑتے ہوئے آگے بڑھا۔ جب یہ بھی تیغ اجل کے نذر ہو گیا تو اہل یمن نہایت ابتری سے فرار ہو گئے۔

قاتلان حسینؓ کا انجام

وادی سبیع سے پانچ سو آدمی حراست میں لئے گئے۔ مختار نے ان میں سے نصف آدمیوں کو جو شہادت امام حسینؓ بن علیؓ میں شریک تھے قتل کر ڈالا اور دیگر کو رہا کر دیا۔ خاتمہ جنگ پر مختار نے اعلان کرایا کہ ہر شخص کے لئے جو لڑائی سے اپنے کو روک لے گا، امان ہے، سوائے اس کے جو شریک خون ریزی اہل بیت ہوا ہے۔ عمر بن حجاج زبیدی یہ سن کر بھاگ نکلا، پھر اس کا حال کچھ نہ معلوم ہوا۔ بعض کے بقول مختار کے ہمراہیوں میں سے کسی نے اس کو گرفتار کر کے سر کاٹ لیا تھا۔ شمر بن ذی الجوشن کے تعاقب میں مختار کا ایک غلام گیا ہوا تھا، جب یہ قریب پہنچا تو شمر بن ذی الجوشن اس کو قتل کر کے قریہ کلبانیہ میں چلا گیا اور یہ سمجھ کر کہ اب وہ بچ گیا ہے وہیں مقیم ہوا۔ اس کے مقابلے پر ایک دوسرے قریہ میں ابو عمرہ (مختار کا ایک ہم نشین) ٹھہرا ہوا تھا جس کو مختار نے اہل بصرہ کی روک تھام کی غرض سے متعین کیا تھا۔ اتفاقاً اس کو شمر کی ٹوہ لگ گئی۔ فوراً سوار ہو کر آیا، لڑائی ہوئی، سات سو آسی آدمی مارے گئے جس میں اکثر یمن کے تھے اور شمر کو قتل کر کے اس کی لاش کتوں اور مردار خوار جانوروں کے آگے ڈال دی گئی۔ یہ واقعہ آخری 66ھ کا ہے۔

اس واقعہ کے بعد شرفائے کوفہ خوفزدہ ہو کر بصرے کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور مختار قاتلین حسینؓ بن علیؓ کو چن چن کر قتل کرنے لگا۔ عبیداللہ بن اسد جہنی، مالک بن نسیر کندی، حمل بن مالک محاربی کو قادسیہ سے گرفتار کرا کے ہلاک کیا۔ بعد ازاں زیاد بن مالک ضبعی، عمران بن خالد عنزی، عبدالرحمٰن بن ابی خشکارہ بجلی اور عبداللہ بن قیس خولانی جنہوں نے واقعہ کربلا میں حسینؓ بن علیؓ کا اسباب لوٹا تھا، پابہ زنجیر پیش کئے گئے۔ مختار نے ان سب کے قتل کا حکم دیا۔ پھر عبداللہ یا عبدالرحمٰن بن طلحہ، عبداللہ بن وہب ہمدانی (اعشیٰ کا چچازاد بھائی) پیش کیا گیا اور اسی وقت ہلاک کر ڈالا گیا اور عثمان بن خالد جہنی، ابو اسماء بشر بن سمیط قابسی (جنہوں نے عبدالرحمٰن بن عقیل کو شہید کیا اور ان کا اسباب لوٹ لیا تھا) قتل کر کے آگ میں جلایا گیا۔ حولی بن یزید اصبحی جس نے امام علیہ السلام کا سر اتارا تھا، جان کے خوف سے روپوش ہو گیا۔ لیکن لوگوں نے اسے تلاش کر لیا اور اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس لائے، مختار نے اس کو جلوا دیا۔

ابن سعد کا قتل

ان لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد عمر بن سعد بن ابی وقاص کے قتل کا حکم صادر ہوا۔ اگرچہ اس نے عبداللہ بن ابی جعدہ کی معرفت مختار سے پناہ حاصل کر لی تھی لیکن ابو عمرہ حسب حکم مختار اس کا سر کاٹ کر لایا۔ اتفاق یہ کہ مختار کے پاس اس وقت اس کا لڑکا حفص بیٹھا ہوا تھا۔ دریافت کیا: تم اس کو پہچانتے ہو؟ حفص نے جواب دیا: ''ہاں! لیکن اس کے بعد زندگی کا مزہ نہیں ہے''۔ مختار نے اس کے بھی قتل کا حکم دے کر کہا: ''وہ (یعنی عمر بن سعد) بعوض خون حسینؓ تھا اور یہ (یعنی حفص بن عمر) علی بن حسینؓ کے خون کا بدلہ ہے اور ان دونوں کے سروں کو محمد بن الحنفیہ کے پاس روانہ کر دیا اور یہ تحریر کیا کہ ''قاتلین حسینؓ بن علیؓ میں سے جن پر میرا قابو چل گیا تھا ان کو تو میں نے ہلاک کر ڈالا ہے اور باقی لوگوں کی گرفتاری اور قتل کی فکر میں ہوں۔''

حکیم بن طفیل طائی کا قتل

ابن سعد کے بعد حکیم بن طفیل طائی بھی پیش کیا گیا جس نے حسینؓ بن علیؓ پر تیر چلایا تھا اور عباس کا اسباب لوٹا تھا۔ عدی بن حاتم نے حاضر ہو

کر سفارش کی۔ مگر اس سے پیشتر بخیال سفارش عدی بن حاتم اس کو ابن کامل نے قتل کر ڈالا تھا۔ پھر مرہ بن منقذ ابن عبدالقیس قاتل علیؓ بن حسینؓ کی گرفتاری کا حکم صادر ہوا۔ لوگوں نے پہنچ کر اس کے گھر کا محاصرہ کیا۔ وہ گھر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور نیزہ بازی کے جوہر دکھاتا ہوا مصعب بن زبیر کے ہاں بھاگ کر چلا گیا، لیکن اس خلفشار میں ایک ہاتھ اس کا بیکار ہو گیا۔ پھر زید بن فاد حبانی کی گرفتاری کے لئے اسے چاروں طرف سے سپاہیوں نے گھیر لیا۔ چونکہ اس نے عبداللہ بن مسلم بن عقیل کو تیر سے شہید کیا تھا، ابن کامل نے کہا: اس پر پتھر برساؤ۔ سب نے پتھر مار مار کر گرا دیا اور زندہ گرفتار کر کے جلا دیا، سنان بن انس جس نے حسینؓ بن علیؓ کو شہید کیا تھا، بصرہ بھاگ گیا۔ مختار نے اس کا گھر منہدم کرا دیا۔ اس کے بعد عمر بن صبح صدائی جس کی گرفتاری پر پولیس متعین تھی، مشکیں بندھی ہوئی پیش کیا گیا۔ مختار نے حکم دیا: ''اس کو برچھی سے مار ڈالو، اور محمد بن اشعث کو قادسیہ کے قریب ایک قریہ میں ہے گرفتار کر لاؤ۔'' محمد بن اشعث یہ سن کر مصعب بن زبیر کے پاس بھاگ گیا۔ مختار نے اس کے مکان کو مسمار کرا دیا اور بقیہ لوگوں کی گرفتاری کا حکم دیا، جو شریک واقعہ کربلا اور قتل حسینؓ بن علیؓ سے متہم تھے۔ یہ لوگ اس خبر سے آگاہ ہو کر مصعب بن زبیر کے پاس چلے گئے اور مختار نے ان کے مکانات منہدم کرا دیئے۔

بعض مؤرخین کے مطابق مختار کو قاتلین حسینؓ سے قصاص لینے کا خیال اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ یزید بن شراجیل انصاری ایک مرتبہ محمد بن الحنفیہ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ محمد بن الحنفیہ نے بر سبیل تذکرہ فرمایا: ''مختار کا یہ خیال ہے اور وہ اس امر کا مدعی ہے کہ وہ ہمارا ہوا خواہ ہے حالانکہ اس کے پاس قاتلین حسین کرسیوں پر بیٹھے ہوئے گپ مارا کرتے ہیں۔'' مختار کے کان تک یہ اطلاع پہنچی تو اس نے قاتلین حسینؓ کے قتل کی قسم کھا لی اور اسی وقت سے ان لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرنے لگا۔

مختار اور عبداللہ بن زبیرؓ

عبداللہ بن زبیر کی جانب سے گورنری بصرہ پر حرث بن ابی ربیعہ (یعنی قباع) مامور تھا۔ پولیس کی افسری عباد بن حسین کے قبضہ میں تھی اور صیغہ جنگ کا افسر اعلیٰ قیس بن ہیثم تھا۔ مثنیٰ بن مخرمہ عبدی، واقعہ عین الوردہ میں سلیمان بن صرد کے ساتھ تھا جو سلیمان بن صرد کے قتل کے بعد کوفہ میں مختار کے پاس چلا آیا تھا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ مختار نے اس کو بصرے کی طرف اہل بیت کے قصاص لینے کی تحریک کرنے کے لئے روانہ کیا۔ تھوڑے دنوں میں اس نے ایک بڑی جماعت کو جمع کر لیا اور ان کو مرتب کر کے قباع سے جنگ پر خروج کر دیا۔ عباد بن حسین اور قیس بن ہیثم نے اس کے مقابلے پر صف آرائی کی۔ مثنیٰ بن مخرمہ شکست کھا کر اپنی قوم عبدالقیس میں جا چھپا۔ قباع نے اس کی گرفتاری پر فوج کا ایک دستہ متعین کیا۔ زیاد بن عمر عتکی یہ سن کر قباح کے پاس آیا اور کہا ''تم اپنے سواروں کو ہمارے بھائیوں کے محاصرے سے واپس بلا لو ورنہ ہم ان سے جنگ کرنے کو تیار ہیں۔'' قباع نے بہ نظر مصلحت وقت احنف بن قیس کو بھیج دیا۔ اس نے جنگ چھڑنے سے پیشتر پہنچ کر اس امر پر صلح کر لی کہ عبدالقیس، مثنیٰ کو نکال دیں۔ چنانچہ مثنیٰ بصرہ سے کوفہ کو روانہ ہو گیا۔

عبداللہ بن زبیرؓ اور مختار

مختار نے کوفہ سے ابن مطیع عامل (ابن زبیر) کے نکالنے کے بعد عبداللہ بن زبیر کو اس مضمون کا خط لکھا کہ میں تمہارا تابعدار ہوں، تم حسب وعدہ مجھے سند حکومت بھیج دو۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ عبداللہ بن زبیر کو بہ حیلہ و فریب مخالفت سے باز رکھے اور خود اہل بیت کی محبت کے پیرائے میں حکومت و سلطنت پر قبضہ کر لے۔ عبداللہ بن زبیر اس کو تاڑ گئے۔ اپنے اس خیال کی تصدیق کی غرض سے عمر بن عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام مخزومی کو پینتیس ہزار درہم زاد راہ دیئے اور گورنری کوفہ کی سند دے کر رخصت کیا۔ مختار کو یہ اطلاع ملی تو زائدہ بن قدامہ کو بسرافسری پانچ سو سواروں کے ستر ہزار درہم دے کر روانہ کیا اور یہ ہدایت کی کہ ''یہ رقم عمر بن عبدالرحمٰن کو دے کر واپس کر دینا اور اگر اس پر وہ خوش نہ ہو تو پانچ سو سواروں کی چمکتی ہوئی تلواروں کے سائے میں اس کو لے لینا۔'' عمر بن عبدالرحمٰن نے پہلے درہم لینے سے انکار کیا لیکن جب چاروں طرف سے سواروں نے محاصرہ کر لیا تو ملتا ہوا مال لے کر بصرہ روانہ ہوا۔ اس وقت بصرے میں قباع حکومت کر رہا تھا۔ ابن مطیع بصرہ میں موجود ہی تھا۔ عمر بن عبدالرحمٰن بھی پہنچ گیا۔

یہ زمانہ مثنیٰ بن مخرمہ کے خروج سے قبل کا ہے۔

بعض مؤرخین کے مطابق مختار نے ابن زبیر کو اس مضمون کا خط لکھا تھا کہ ''میں نے کوفہ کو اپنا قصر حکومت بنالیا ہے، اگر آپ مجھے ایک لاکھ درہم عنایت کریں تو میں شام کی جانب چلا جاؤں اور ابن مروان کو آپ کی طرف سے زک دوں''۔ مگر عبداللہ بن زبیر اس فریب کو تاڑ گئے تھے، اس وجہ سے مختار ہمیشہ ان پر طعن و تشنیع کیا کرتا تھا۔

کچھ عرصے بعد عبدالملک بن مروان نے عبدالملک بن حرث بن ابی الحکم بن ابی العاص کو بسر گروہی ایک لشکر کے وادی القریٰ کی طرف بھیجا۔ مختار نے یہ سن کر ابن زبیر کو تحریر کیا کہ اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری امداد پر ایک فوج بھیج دوں۔ ابن زبیر نے جواب دیا کہ اگر تم میرے مطیع ہو کر امداد کیا چاہتے ہو تو نور علیٰ نور۔ نہایت تیزی سے ایک لشکر عبدالملک کے مقابلے پر وادی القریٰ میں بھیج دو۔ مختار نے فوراً شرجیل بن دوس ہمدانی کو تین ہزار کی جمعیت سے روانہ کیا، جس میں زیادہ تر آزاد غلام تھے اور یہ حکم دیا کہ مدینہ میں پہنچ کر خبر دینا، پھر جیسا میں حکم دوں گا تعمیل کرنا۔

شرجیل کا انجام

یہ جواب روانہ کرنے کے بعد ابن زبیر کے خیالات مختار کی طرف سے بدل گئے۔ مکہ سے عباس بن سہل بن سعد کو دو ہزار سواروں کے ساتھ یہ سمجھا کر بھیجا کہ مختار کا لشکر اگر ہمارا مطیع ہو کر آیا ہو تو فبہا ورنہ بہ حیلہ و مکر واپس کر دینا یا جنگ و جدال سے ہلاک کر دینا۔ عباس اور شرجیل کی مقام رقیم میں ملاقات ہوئی۔ عباس نے کہا ''تم ہمارے ساتھ دشمن کے مقابلے پر وادی القریٰ کی طرف چلو''۔ شرجیل نے جواب دیا ''مجھے مختار نے سیدھے مدینہ جانے کا حکم دیا ہے۔ میں تمہارے ساتھ وادی القریٰ نہیں جاؤں گا''۔ عباس کو اس جواب سے مخالفت کا پورا یقین ہو گیا، مگر تالیف قلوب کے لئے گوشت گھی اور پکا ہوا کھانا بھیج دیا۔ شرجیل ابن دوس اور اس کے ہمراہی بھوکے پیاسے تھے، ایک چشمہ پر کھانے پینے میں مصروف ہو گئے۔ عباس نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک ہزار جنگ آزمودہ سپاہیوں کو لے کر حملہ کر دیا، شرجیل بن دوس اور اس کے ساتھ ستر آدمی اس کی قوم کے مارے گئے۔ باقی جو رہے ان کو امان دی گئی اور وہ لوگ بحالت پریشانی کوفہ واپس ہوئے، جس میں سے اکثر اثناء راہ میں مر گئے۔ اس واقعہ سے مختار کو ابن حنفیہ و ابن زبیر کو آپس میں لڑ دینے کا موقع مل گیا۔ فوراً ایک شکایت آمیز خط لکھ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا ''میں نے ایک لشکر آپ کی فرمانبرداری اور دشمنان اہل بیت کے ذلیل کرنے کو روانہ کیا تھا، لیکن ابن زبیر نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک لشکر مدینہ کی طرف روانہ کروں، بشرطیکہ آپ بھی اپنی طرف سے ایک آدمی بھیج دیجئے تا کہ لوگوں کو یہ علم ہو جائے کہ میں آپ کا مطیع ہوں''۔ محمد بن حنفیہ نے جواباً لکھا ''میں تمہارا قصد، تمہاری حق شناسی کو جانتا ہوں۔ میرے نزدیک محبوب ترین امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر قدم نہ رکھا جائے، لہٰذا تم حتی الامکان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو، اور مسلمانوں کی خونریزی سے پرہیز کرو۔ اگر میرا مقصد لڑائی کا ہوتا تو میرے پاس لوگ بہت جلد جمع ہو جاتے۔ میرے معین و مددگار بے شمار ہیں لیکن میں نے ان کو معزول کر رکھا ہے اور میں صبر و شکر کر رہا ہوں، یہاں تک کہ اللہ جل شانہ کوئی حاکم صادر فرمائے اور وہی خیر الحاکمین ہے۔''

ابن زبیرؓ اور محمد بن حنفیہ

اس کے بعد عبداللہ بن زبیر نے محمد بن حنفیہ اور ان کے اہل بیت اور خیر خواہوں سے بیعت کرنے کو کہا آپ نے اس سے انکار کیا۔ عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن ہانی کندی کو بھیجا اس نے سختی کی اور درشتی سے پیش آیا۔ مگر آپ برابر صبر و تحمل سے کام لیتے رہے، مجبور ہو کر چھوڑ دیا۔ مگر جب ہوا خواہان علیؓ بن ابی طالب نے کھلم کھلا محمد بن حنفیہ کی دعوت دینی شروع کر دی تو عبداللہ بن زبیر نے اس خوف سے کہ مبادا محمد بن حنفیہ کی بیعت نہ کرنے سے لوگ برہم نہ ہو جائیں، بجبر بیعت لینے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کے لئے محمد بن حنفیہ کو مقام زمزم میں قید کر دیا اور ایک مدت مقرر کر دی کہ اس اثناء میں اگر بیعت نہیں کرو گے تو ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔

محمد بن حنفیہ کی رہائی

محمد بن حنفیہؒ نے یہ واقعات مختار کو تحریر کیے۔ مختار نے اس خط کو لوگوں کے روبرو پڑھا۔ سب کے دل بھر آئے۔ ان میں سے چند امراء کو تین سو سواروں کے ساتھ بسرافسری ابوعبداللہ جدلی مکہ معظمہ کی جانب بھیجا اور چار لاکھ درہم محمد بن حنفیہ کو بھیجے۔ یہ لوگ منزل بمنزل کوچ کرتے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ سب کے ہاتھ میں ایک ایک لکڑی تھی اس باعث کہ حرم میں تلوار اٹھانا مکروہ سمجھتے تھے اور "یاالثادات الحسین یاالثادات الحسین" کہتے جاتے تھے، یہاں تک کہ زمزم پر پہنچے اور دروازہ توڑ کر محمد بن حنفیہ کو قید سے رہا کیا۔ اس وقت صرف دو دن مدت مقررہ کے باقی رہ گئے تھے۔ عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کی اجازت طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا "میں حرم میں جنگ کرنا روا نہیں سمجھتا۔"

اس کے بعد بقیہ لشکر بھی آ گیا۔ ابن زبیر اس سے خائف ہوئے اور محمد بن حنفیہ زمزم سے نکل کر شعب علی میں چلے گئے۔ بتدریج آپ کے پاس چار ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ آپ نے مختار کی بھیجی ہوئی رقم لوگوں میں تقسیم کر دی۔ پھر جب مختار مارا گیا اور عبداللہ بن زبیر کے قدم حکومت کے زینے پر جم گئے تو محمد بن حنفیہ سے دوبارہ بیعت کرنے کو کہا۔ آپ نے خائف ہو کر اس واقعہ سے عبدالملک بن مروان کو آگاہ کیا۔ اس نے لکھ بھیجا کہ "آپ شام چلے آیئے جب تک لوگوں کا کسی پر اجتماع نہ ہو۔ اس وقت تک نہایت عزت واحترام سے میرے پاس رہئے۔ میں آپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں گا"۔ چنانچہ آپ اپنے ہمراہیوں سمیت شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ مدین میں پہنچے تو عمر بن سعید کے مارے جانے کی خبر ملی۔ آپ کو اس نقل وحرکت پر ندامت ہوئی اور عبدالملک کی عہد شکنی سے ڈر کر ایلہ میں قیام کر دیا۔ تھوڑے دنوں میں جب آپ کے معتقدین کا دائرہ وسیع ہو گیا تو عبدالملک نے بیعت کرنے کو لکھ بھیجا۔ آپ ایلہ سے مکہ کی طرف لوٹے اور شعب ابی طالب میں پہنچ کر ٹھہر گئے۔ پھر عبداللہ بن زبیر نے یہاں سے نکالا تو طائف کی طرف چلے گئے۔ عبداللہ بن عباس کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ عبداللہ بن زبیر کو بہت سخت وسست کہا، نصیحت و ملامت کی اور مکہ سے نکل کر طائف چلے آئے اور یہیں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ محمد بن حنفیہ نے پڑھائی۔

محمد بن حنفیہ اس دور تک زندہ رہے جبکہ حجاج نے ابن زبیر کا محاصرہ کیا۔ اس وقت آپ طائف سے پھر شعب ابی طالب چلے آئے اور عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ عبدالملک نے حجاج کو ان کی تعظیم وحق شناسی کی تاکید کی۔ پھر آپ عبدالملک کے پاس ملک شام گئے اور یہ درخواست کی کہ حجاج کی ماتحتی سے میں مستثنیٰ کر دیا جاؤں۔ عبدالملک نے اس کو منظور کر لیا۔

بعض کا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے عبداللہ بن عباس اور محمد بن حنفیہ سے بیعت کرنے کو کہلا بھیجا تھا۔ انہوں نے جواب دیا "جب تک لوگ ایک امام پر متفق نہ ہوں گے اس وقت تک ہم کسی کی بیعت نہ کریں گے۔ کیونکہ یہ سب فتنہ ہے"۔ عبداللہ بن زبیر کو اس سے برہمی پیدا ہوئی، محمد بن حنفیہ کو زمزم میں قید کر دیا اور عبداللہ ابن عباس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے لگے اور جب وہ لوگ اس پر بھی بیعت پر آمادہ نہ ہوئے تو ان کے گھروں کو جلا دینے کا قصد کیا۔ اس اثناء میں مختار نے ایک لشکر بھیج دیا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس ذریعہ سے ان کی جانیں بچا دیں۔ پھر جب مختار ہلاک ہو گیا اور عبداللہ بن زبیر کی حکومت مستقل ہو گئی تو یہ دونوں بزرگ طائف چلے آئے۔

ابن اشتر

جس وقت مختار کو اواخر 66ھ میں مہم کوفہ سے فراغت حاصل ہو گئی تو اس نے بتاریخ 22-ذی الحجہ سنہ مذکور ابراہیم بن اشتر کو جنگ ابن زیاد پر روانہ کیا اور اپنے نامی گرامی مصاحبوں شہسواروں اور جنگ آوروں کو اسی کرسی سمیت اس کے ساتھ کر دیا جس سے بوقت ضرورت وہ مدد طلب کیا کرتا تھا۔ یہ کرسی سونے سے منڈھی ہوئی تھی۔ مختار نے اپنے متبعین کو یہ سمجھا رکھا تھا کہ جیسا بنی اسرائیل میں تابوت سکینہ تھا ویسی ہی تم میں یہ کرسی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ کرسی حضرت علیؓ بن ابی طالب کی تھی جس کو مختار نے جعدہ بن ہبیرہ سے لیا تھا جو ام ہانی بنت ابی طالب (ہمشیرہ علی بن ابی طالب) کا لڑکا تھا۔

ابن زیاد کا خاتمہ

ابراہیم بن اشتر کوفہ سے روانہ ہو کر عراق کو چھوڑتا ہوا سرزمین موصل میں پہنچا جس پر ابن زیاد نے اس سے قبل قبضہ کر لیا تھا اور نہر خازم (خارز) پر قیام کر کے طفیل بن لقیط نخعی کو بطور مقدمتہ الجیش کے آگے بڑھایا۔ ابن زیاد بھی یہ خبر پا کر نہر کے قریب جا اترا۔ عمیر بن حباب سلمی (جو ابن زیاد کے ساتھیوں میں سے تھا) ابن اشتر سے ملنے آیا اور یہ وعدہ کیا کہ بوقت جنگ میں میسرہ کو لے کر میدان کارزار سے بھاگ کھڑا ہوں گا، تم لڑائی میں تاخیر نہ کرو کیونکہ تمہارے تاخیر کرنے سے ان کی قوت بڑھ جائے گی۔ اس قرارداد کے مطابق ہنوز صبح نہ ہونے پائی تھی کہ ابراہیم خیمہ سے نکل کر لوگوں کو جنگ پر ابھارنے لگا۔ جونہی سپیدۂ صبح نمایاں ہوا جماعت کے ساتھ نماز ادا کی اور صفوں کو مرتب کر کے ہر ایک امیر کے لئے مقامات مقرر کئے۔ ابن زیاد نے بھی اپنے لشکر کو میمنہ ومیسرہ سے مرتب کیا۔ آفتاب نکلتے نکلتے لڑائی چھڑ گئی۔ حصین بن نمیر نے (جو میمنہ اہل شام کا افسر تھا) ابراہیم کے میسرہ پر حملہ کیا۔ علی بن مالک خثعمی کام آیا۔ فرد بن علی نے لپک کر علم اٹھالیا اور لڑنے لگا۔ جب یہ بھی میدان جنگ میں کام آیا تو میسرہ کو شکست ہوگئی۔ عبداللہ بن ورقاء بن جنادہ سلولی نے علم کو سنبھال کر منہزمین کو للکارا۔ وہ ایک تازہ جوش سے پلٹے اور ابراہیم کے میمنہ نے میسرہ ابن زیاد پر حملہ کیا۔ اس پر کہ عمیر بن حباب حسب وعدہ میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوگا۔ لیکن عمیر نے نہایت استقلال سے مقابلہ کیا۔ ابراہیم نے یہ دیکھ کر لشکر کے قلب پر دھاوا بولا۔ میدان کارزار گرم ہوگیا۔ ہر شخص سر بکف جاں فروشی پر آمادہ تھا۔ ایک طرف آہ وزاری کے نعرے، زخمیوں کے خون کے فوارے بلند تھے۔ دوسری طرف نیزوں اور تلواروں کی آوازوں سے کان کے پردے پھٹے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اگر کوئی آواز سنائی دیتی تھی تو ابراہیم کی یہ آواز تھی جو بار بار اپنے علم بردار سے کہتا تھا "انغمس برایتک فیھم، انغمس برایتک فیھم" فریقین کے ہزارہا آدمی کام آگئے۔ میدان ابراہیم کے ہاتھ رہا اور ابن زیاد کے لشکر کو شکست ہوئی۔

جنگ ختم ہونے کے بعد ابراہیم نے کہا "میں نے ایک علم کے نیچے ایک شخص کو لب نہر قتل کیا ہے جس سے مشک کی بو آتی تھی اور میں نے اس کے اپنی تلوار سے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں دیکھو وہ کون شخص تھا۔" لوگوں نے تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ وہ ابن زیاد تھا، سر کاٹ کر لاش جلا دی گئی۔ شریک بن جدیر تغلبی نے حصین بن نمیر سکونی پر یہ سمجھ کر کہ ابن زیاد ہے، حملہ کیا۔ لڑتے لڑتے دونوں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوگئے۔ شریک کے ہمراہیوں نے پہنچ کر حصین کا کام تمام کر دیا۔ بعض کے بقول ابن زیاد کو شریک نے قتل کیا تھا۔ اسی واقعہ میں شرجیل بن ذی الکلاع حمیری بھی مارا گیا (جو سواران شام کا سپہ سالار تھا)۔ سفیان بن یزید ازدی، ورقاء بن عازب ازدی اور عبداللہ بن زہیر سلمی کو دعویٰ تھا کہ میں نے ابن زیاد کو ہلاک کیا ہے۔

ابن اشتر کی کامیابیاں

فتح مند گروہ نے کامیابی کے بعد شکست خوردہ گروہ کا تعاقب کیا۔ ابن زیاد کے ساتھی جس قدر معرکہ جنگ میں کام آئے تھے اس سے زیادہ بہ خوف جان نہر میں ڈوب کر مر گئے۔ لشکر گاہ میں جو کچھ مال واسباب تھا لوٹ لیا گیا۔ عبداللہ بن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر بشارت فتح کے ساتھ مختار کے پاس مدائن بھیج دیئے گئے۔ بعد ازاں ابن اشتر نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو نصیبین پر مقرر کیا جو سنجار، دارا اور سرزمین جزیرہ پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد زفر بن حرث کو قرقیس کا، حاتم بن نعمان باہلی کو حران اور الرہا اور شمشاط کا، عمیر بن حباب سلمی کو کفر توبی وطور عیدین کا والی بنایا اور خود موصل میں ٹھہرا رہا۔

مصعب بن زبیرؓ

اوائل 67ھ یا اواخر 66ھ میں عبداللہ بن زبیر نے حرث بن ربیعہ (قباع) کو حکومت بصرہ سے معزول کر کے اپنے بھائی مصعب کو سند گورنری عطا کی۔ مصعب بصرہ پہنچ کر سیدھے جامع مسجد میں گئے۔ منبر پر خطبہ دینے کو چڑھے۔ اس اثناء میں حرث بن ربیعہ آ گیا۔ مصعب نے

اس کو ایک درجہ نیچے بٹھایا۔ خطبہ دینے لگے، سورۂ قصص کے شروع کی آیتیں پڑھیں اور اتر آئے۔

مصعبؓ و مختار کی جنگ

شرفاء کوفہ جنہوں نے مختار کے ڈر سے جلاوطنی اختیار کر لی تھی، رفتہ رفتہ مصعب سے آملے۔ شبث بن ربعی واغوثاہ واغوثاہ چلاتا ہوا آیا۔ اس کے بعد محمد بن الاشعث بھی آ گیا۔ مختار پر خروج کرنے کی تحریک کی۔ مصعب بن زبیر نے مہلب بن ابی صفرہ کو، جو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے فارس کا گورنر تھا، بلا بھیجا۔ اس نے آنے میں دیر کی۔ مصعب نے محمد بن الاشعث کو خط دے کر روانہ کیا۔ مہلب نے مکتوب پڑھ کر کہا ''کیا مصعب کو تمہارے سوا کوئی دوسرا قاصد نہیں ملا تھا؟'' محمد بن الاشعث نے جواب دیا: ''ہم قاصد نہیں ہیں! ہمارے غلام زادے ہمارے مکانات، مال و اسباب پر متصرف ہو گئے ہیں''۔ غرض مہلب ایک عظیم الشان لشکر اور ضرورت سے زیادہ مال و اسباب ساتھ لے کر بصرے میں داخل ہوا۔ مصعب بن زبیر نے مہلب کو جسر اکبر پر لشکر ترتیب دینے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ عبدالرحمٰن بن مخنف کو کوفہ کی طرف مختار کے خلاف ریشہ دوانی اور عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرنے کی ترغیب دینے کے لئے روانہ کیا۔ مصعب نے مقدمۃ الجیش پر عباد بن حصین حبطی تمیمی کو، میمنہ پر عمر بن عبداللہ بن معمر کو، میسرہ پر مہلب بن ابی صفرہ کو مامور کیا اور خود بصرہ واپس آیا۔ مختار کو اس کی خبر لگی تو اس نے اپنے ساتھیوں کو لڑائی کی ترغیب دی۔ ایک چھوٹا سا لشکر مع ان سرداروں کے جو ابن اشتر کے ہمراہ تھے، احمر بن شمیط کے ساتھ روانہ کیا۔ مقام مذار میں فریقین نے صف آرائی کی۔ مہلب نے اپنے رکاب کی فوج لے کر ابن کامل پر حملہ کیا۔ ابن کامل انتہائی استقلال و ثابت قدمی سے مقابلہ پر اڑا رہا۔ پھر مہلب نے ایک دوسرا زبردست حملہ ابن کامل پر کیا جس کا وہ متحمل نہ ہو سکا۔ اس کے رکاب کی فوج ابتری کے ساتھ میدان جنگ سے فرار ہونے لگی۔ دوسرے لوگوں نے ابن شمیط پر دھاوا کیا۔ اس کی فوج بھی پسپا ہو گئی پیادوں میں قتل کا بازار گرم ہو گیا۔ مصعب بن عباد کو حکم دے دیا کہ جس قدر لوگ قید کئے جائیں، قتل کر ڈالے جائیں۔ محمد بن اشعث نے سواران کوفہ کو لے کر منہزم گروہ کا پیچھا کیا اور جس کو پایا قتل کر ڈالا۔

مصعبؓ کی روانگی کوفہ

مصعب نے فتح یابی کے بعد کوفہ کا رخ کیا۔ کمزور، ناتوانوں اور ان کے اسباب کو کشتیوں پر بار کر کے براہ فرات بھیجا اور خود نہر فرات کو مقام واسط سے عبور کر کے براہ خشکی بڑھا۔ مختار کو اس کی خبر ہوئی کہ ابن شمیط کو شکست فاش ہوئی، اس کے تقریباً کل ساتھی معرکہ جنگ میں کام آ گئے اور مصعب براہ دریا و خشکی بڑھتا چلا آ تا ہے۔ مختار با دل ناخواستہ بہ قصد مقابلہ کوفہ سے نکل کر مجمع الانہار کی طرف چلا، جہاں پر جزیرہ، سیلحین، قادسیہ اور سفر کی انہار ملتی ہیں۔ چونکہ نہر فرات کا پانی ان نہروں میں آ گیا تھا اور وہ پایاب ہو رہی تھیں، اس وجہ سے اہل بصرہ کی کشتیاں خشکی میں پڑ گئیں۔ اہل بصرہ نے کوفیوں کا لشکر دیکھ کر کشتیاں چھوڑ دیں۔ لشکر ترتیب دے کر کوفہ کا قصد کیا۔ مختار نے مجمع الانہار سے مڑ کر دار الامارت و مسجد کی قلعہ بندی کرنے کے بعد حروراء میں قیام کیا۔

مختار کا انجام

اس اثناء میں مصعب بھی آ پہنچا۔ اس کے میمنہ پر مہلب بن ابی صفرہ، میسرہ پر عمر بن عبیداللہ، سواروں پر عباد بن حصین تھا۔ مختار کا میمنہ سلیم بن یزید کندی کے اور میسرہ سعید بن منقذ ہمدانی کی ماتحتی میں تھا اور سواروں کی فوج پر عمر بن عبیداللہ نہدی افسری کر رہا تھا۔ محمد بن الاشعث اہل کوفہ کے اس گروہ کو لئے ہوئے جو میدان سے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ دونوں افواج کے درمیان میں مقیم تھا۔ فریقین نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ ہر شخص جانفروشی پر آمادہ ہو گیا۔ عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ مخزومی نے اپنے مقابل فوج پر دھاوا کیا۔ مصعب کے ساتھیوں کو مجبوراً اس قدر پیچھے ہٹنا پڑا کہ مصعب سے جا ملے۔ مصعب نے ایک پر جوش تقریر سے اپنے ساتھیوں کو للکار کر آگے بڑھایا۔ مختار کی فوج پسپا ہو کر اپنے مورچہ کو بھی چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ شام ہوتے ہوتے مالک بن عبداللہ نہدی نے پیادوں کو لے کر ابن اشعث پر حملہ کیا۔ ابن اشعث اور اس کے ہمراہی کام آ گئے۔

عبداللہ بن ابی طالب شہید ہو گئے۔ تمام رات لڑائی ہوتی رہی۔ چاروں طرف ایک شور قیامت برپا تھا۔ صبح ہونے سے کچھ پہلے مختار کے ساتھی آنکھیں بچا بچا کر علیحدہ ہونے لگے۔ مختار یہ رنگ دیکھ کر قصر امارت میں جا چھپا۔ مصعب نے میدان جنگ سے سنجہ پہنچ کر ڈیرے ڈالے۔ قصر امارت کا محاصرہ کر کے رسد وغلہ بند کر دیا لیکن خفیہ طور سے غلہ کی رسد جاری رہی۔ مصعب کو اس کی اطلاع ہوئی۔ اس نے رسد وغلہ کو قطعاً روک دیا۔ مختار اور اس کے ساتھیوں کا شدت گرسنگی و تشنگی سے حال ابتر ہو گیا۔ پانی میں شہد ملا کر پینے لگے لیکن اس سے بھی سیری نہ ہوئی۔

مختار نے اپنے ساتھیوں سے امان حاصل کرنے کو کہا کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ مختار نے بالوں میں تیل ڈالا عطر لگایا اور تقریباً بیس آدمیوں کو جس میں سائب بن سلک اشعری بھی تھا، لے کر قصر امارت سے نکل کھڑا ہوا۔ سائب ملامت کرنے لگا۔ مختار نے کہا ''لعنت ہو تجھ پر اے احمق! میں نے دیکھا کہ ابن زبیر نے حجاز پر قبضہ کر لیا، بجدہ نے یمامہ پر اور ابن مروان نے شام پر۔ میں بھی انہی لوگوں کی طرح تھا، مگر میں بھی جبکہ عرب اس سے غافل ہو گیا تھا، اہل بیت کے خون کا بدلہ لینے کا طالب ہو گیا، اگر تیری یہ نیت نہ ہو تو اپنے زور بازو پر لڑ''۔ سائب یہ سن کر چپ ہو گیا اور مختار آگے بڑھا۔ لڑائی ہونے لگی، بالآخر طرفہ وطراف پسران عبداللہ بن دجاجہ حنفی کے ہاتھ سے اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ اسی وقت جبکہ مختار نے پناہ حاصل کرنے کی رائے دی تھی، قصر امارت سے بذریعہ کمند اتر آیا تھا اور اپنے بھائی کے مکان میں روپوش ہو گیا تھا۔

مصعبؓ کا کوفہ پر قبضہ

مختار کے مارے جانے کے بعد اہل قصر نے مصعب کے پاس مصالحت کا پیام بھیجا۔ مصعب کے کہنے سے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ مہلب نے ان کے قتل کرنے سے منع کیا۔ مگر سرداران کوفہ نے اس سے اختلاف کیا۔ لہٰذا مصعب نے باتفاق رائے ان لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد مصعب کے حکم سے مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے ہاتھ قطع کر کے مسجد کے دروازے پر لٹکا دیئے گئے جس کو حجاج نے اپنے زمانہ حکومت میں اتروایا۔

ابن اشتر کی اطاعت

کوفے پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد مصعب نے ابراہیم بن الاشتر کے پاس ایک خط روانہ کیا جس میں بشرط اطاعت ملک شام کی امارت اور ملک مغرب (جس قدر ملک وہ فتح کر سکے) اس کو دے دینے کے لئے لکھا تھا۔ اسی زمانے میں عبدالملک نے بھی اس سے خط و کتابت کی تھی اور عراق کی حکومت دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ابراہیم نے اپنے مشیروں سے اس کی بابت صلاح کی۔ بعض نے مصعب سے ملنے کو کہا اور بعض نے عبدالملک سے سازش کرنے کی رائے دی۔ مگر ابراہیم نے اس خوف سے کہ ابن زیاد اہل شام کو اس نے زیر وزبر کیا ہے، مصعب کی شرائط قبول کر لیں اور اس کی طرف روانہ ہو گیا۔ مصعب نے یہ خبر پا کر مہلب بن ابی صفرہ کو اس کے مقبوضہ صوبجات موصل وجزیرہ وآرمینیہ وآذربائیجان کی جانب بھیج دیا۔

بعض کا یہ بیان ہے کہ مختار نے ابن زبیر کی مخالفت اسی زمانے میں ظاہر کی تھی جب کہ مصعب بصرہ میں آیا تھا۔ مختار نے احمد بن شمیط کو مقدمۃ الجیش کا افسر مقرر کر کے بھیجا تھا اور مصعب نے عباد حطمی کو۔ مختار کے ہمراہ عبیداللہ ابن علی بن ابی طالب بھی تھے۔ رات ہی سے جنگ شروع ہو گئی۔ نصف شب سے زیادہ گزر چکی ہو گی کہ مصعب کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ کر اپنے مورچہ میں آ چھپا۔ ایک گروہ اس کے ہمراہیوں کا کام آ گیا۔ صبح ہوئی تو مختار یہ دیکھ کر کہ اس کے ساتھی مصعب کے لشکر میں لڑائی میں لگے ہوئے ہیں اور اس کے پاس کوئی نہیں ہے کوفے کی طرف لوٹا اور سیدھا دارالامارت میں چلا گیا۔ جب اس کے ہمراہی میدان جنگ سے لوٹے تو انہوں نے مختار کو نہ پایا اور یہ سمجھ کر کہ مختار مارا گیا، میدان کارزار سے باوجود کامیابی حاصل کر چکنے کے فرار ہو کر قصر امارت میں جا چھپے۔ ان کی تعداد تقریباً آٹھ ہزار تھی۔ مصعب نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ چار مہینے تک روزانہ لڑائی ہوتی رہی۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ آخر کار مصعب سے اہل قصر امارت پناہ کے خواستگار ہوئے اور اس کے حکم کے مطابق دروازہ کھول کر نکل آئے۔ اس نے ان سب کو قتل کا حکم دے دیا۔ ان مقتولین کی تعداد چھ ہزار تھی جس میں سے سات سو عرب تھے اور باقی عجمی۔

حمزہ کی معزولی

کوفہ پر مصعب کے قبضہ کر لینے کے بعد عبداللہ بن زبیر نے اپنے لڑکے حمزہ کو بصرہ میں بجائے مصعب کے مقرر کیا۔ اس کی کج خلقی وتنگ

ظرفی سے شرفاء بصرہ نے مجبوراً مالک بن مسمع سے شکایت کی۔ مالک بن مسمع نے تھوڑے سے آدمیوں کو ہمراہ لے کر جسر کی طرف خروج کیا اور حمزہ سے کہلا بھیجا کہ تم حکومت بصرہ چھوڑ کر اپنے باپ کے پاس چلے جاؤ۔ احنف نے عبداللہ بن زبیر کو تحریر کیا کہ اپنے لڑکے کو معزول کر کے مصعب کو پھر حکومت بصرہ پر بھیجو، اس سے عوام نالاں ہیں۔ عبداللہ بن زبیر نے ایسا ہی کیا۔ حمزہ بہت سا مال واسباب لے کر بصرے سے چلا۔ مالک بن مسمع نے پہنچ کر راستہ روک دیا لیکن عمر بن عبیداللہ کے کہنے سے باز رہا۔

مہلب کی معزولی

بعض کا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے مختار کے ہلاک ہونے کے ایک برس بعد مصعب کو بصرے کی گورنری پر مامور کیا تھا۔ مصعب نے بصرے میں پہنچ کر عمر بن عبیداللہ بن معمر کو فارس کی سند گورنری دی اور جنگ ازارقہ پر مقرر کیا۔ اس وقت مہلب فارس کا گورنر اور محکمہ جنگ کا افسر اعلیٰ تھا۔ مصعب نے اس کو موصل و جزیرہ و آرمینیہ کا والی مقرر کرنے کے لئے بلا بھیجا۔ مہلب اپنی جگہ اپنے لڑکے مغیرہ کو مقرر کر کے بصرے میں آیا۔ مصعب نے اس کو حکومت فارس و جنگ خوارج سے معزول کر کے عمر بن عبیداللہ بن معمر کو مامور کیا۔ اس نے جنگ خوارج میں بڑے بڑے نمایاں کام کئے جس کو ہم خوارج کے حالات میں بیان کریں گے۔

ابن سعید کی مخالفت اور انجام

عبدالملک بن مروان قنسرین سے واپسی کے بعد ایک مدت تک دمشق میں ٹھہرا رہا۔ بعد ازاں اپنے بھانجے عبدالرحمٰن ابن ام حکم کو اپنا نائب مقرر کر کے بقصد جنگ زفر بن حرث کلابی قرقیسیا کی طرف روانہ ہوا۔ عمر بن سعید اس کی رکاب میں تھا۔ جب یہ لوگ بطنان پہنچے تو عمر بن سعید کے خیالات تبدیل ہو گئے۔ رات کے وقت چھپ کر اس نے دمشق کی راہ لی۔ ابن ام حکم اس کی آمد سن کر نکل بھاگا۔ عمر بن سعید نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور ابن حکم کے مکان کو گروا دیا۔ لوگ جمع ہوئے تو خطبہ دیا اور لوگوں سے حسن سلوک اور وظائف مقرر کرنے کا وعدہ کیا۔ عبدالملک کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی عمر بن سعید کے پیچھے ہی پیچھے آیا اور دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ مدتوں دونوں میں جنگ ہوتی رہی۔ آخر کار مصالحت ہو گئی۔ صلح نامہ لکھا گیا.... عبدالملک نے اس کو پناہ دی۔ عمر بن سعید دمشق سے نکل کر عبدالملک کے خیمہ میں آیا اور اس کو اپنے ہمراہ دمشق میں لے گیا۔ چار روز کے بعد عبدالملک نے عمر بن سعید کو بلا بھیجا۔ اتفاق سے اس وقت عبداللہ بن یزید بن معاویہ (اس کا داماد) اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے عبدالملک کے پاس جانے سے روکا۔ عمر بن سعید نے کہا ''واللہ مجھے کسی بات کا اندیشہ نہیں ہے، اگر میں سوتا ہوتا تو عبدالملک میرے جگانے کی جرأت نہ کر سکتا'' اس کے بعد پیامبر سے کہا ''تم جاؤ میں شام کو آؤں گا۔''

شام کا وقت آیا تو اس نے زرہ پہنی، اوپر سے قبا کو زیب بدن کیا۔ تلوار کمر سے لٹکائی اور ایک سو خدام کو ہمراہ لے کر عبدالملک کی طرف چلا۔ عبدالملک نے اپنے پاس کل بنو مروان اور حسان بن نجد کلبی وقبیصہ بن ذوئب خزاعی کو جمع کر رکھا تھا۔ عمر بن سعید پہنچا تو اس کو حاضری کی اجازت دی گئی۔ جوں جوں وہ اندر جاتا تھا عبدالملک کے حامی دروازے بند کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ شہ نشین کے دروازے پر پہنچا۔ اب اس کے ساتھ محض ایک غلام باقی رہ گیا تھا۔ عبدالملک کے پاس بنو امیہ کو جمع دیکھ کر عمر بن سعید کو خدشہ پیدا ہوا۔ غلام سے مخاطب ہو کر کہا ''میرے بھائی یحییٰ کے پاس جا اور اس کو بلا لا''۔ غلام کچھ نہ سمجھا۔ عمر بن سعید نے اس بات کو پھر دہرایا۔ غلام نے لبیک کہہ کر جواب دیا لیکن مطلق نہ سمجھا۔ عمر بن سعید نے جھلا کر کہا: ''جا دور ہو جا''۔ غلام چلا گیا۔ عبدالملک نے حسان اور قبیصہ کو عمر بن سعید کے استقبال کرنے کا حکم دیا۔ یہ دونوں آگے بڑھے اور عمر بن سعید کو عبدالملک کے پاس لا کر تخت پر بٹھا دیا۔ باتیں ہونے لگیں۔ کچھ ہی دیر کے بعد عبدالملک نے عمر بن سعید کی تلوار لے لینے کا حکم دیا۔ عمر بن سعید کو ناگوار گزرا۔ کہا ''اتق اللہ یا امیر المؤمنین''۔ عبدالملک بولا ''کیا تم اس کی امید رکھتے ہو کہ میرے ساتھ تم تخت پر تلوار لے کر بیٹھو گے؟'' عمر بن سعید خاموش ہو گیا۔ غلاموں نے پہنچ کر تلوار لے لی۔ پھر کچھ دیر کے بعد کہا ''اے ابوامیہ! جس وقت تم نے مجھ سے مخالفت کی تھی میں نے اسی زمانے میں یہ قسم کھائی تھی کہ جب میں تمہیں اپنے قبضہ اقتدار میں پاؤں گا تو میں تمہیں ہتھکڑی پہناؤں گا''۔ بنو مروان نے عرض کیا: ''کیا

پھر امیر المؤمنین رہا کر دیں گے؟" عبدالملک نے کہا ہاں! میں ابوامیہ کے ساتھ برائی نہ کروں گا۔"

بنو مروان نے عمر بن سعید سے کہا "ابوامیہ امیر المؤمنین کی قسم پوری کرو"۔ عمر بن سعید دبی زبان سے بولا "بیشک اللہ تعالیٰ نے امیر المؤمنین کی قسم سچائی کے ساتھ پوری کر دی"۔ عبدالملک نے فی الفور فرش کے نیچے سے ایک زنجیر نکالی اور غلام کو دے کر کہا "ابوامیہ کے ہاتھ، پاؤں، گردن میں ڈال دو"۔ عمر بن سعید بولا "میں امیر المؤمنین کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتا ہوں کہ مجھے لوگوں کے روبرو یونہی لے چلنا"۔ عبدالملک نے کہا "مجھ سے یہ نہ ہوگا۔ کیا تم مرتے وقت دھوکا دینا چاہتے ہو"۔ عمر بن سعید یہ سن کر چپ ہو گیا اور عبدالملک نے اس زور سے زنجیر کو کھینچا کہ اس کا منہ تخت سے لگ گیا اور اگلے دو دانت ٹوٹ گئے۔ عمر بن سعید نے چلا کر کہا: "امیر المؤمنین! تمہیں اللہ کی قسم مجھے چھوڑ دو میرے دانت ٹوٹ گئے"۔ "عبدالملک نے کہا" واللہ اگر یہ مجھے معلوم ہوتا کہ تیرے زندہ رہنے سے میری بھلائی ہے اور قریش کی صلاحیت ہے تو میں بے شک تجھے زندہ رکھتا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ایک شہر میں ہمارے اور تیرے جیسے دو آدمی نہیں رہ سکتے۔" عمر بن سعید سخت وسست کہنے لگا عبدالملک اپنے بھائی عبدالعزیز کو اس کے قتل کا حکم دے کر نماز پڑھنے چلا گیا۔ عبدالعزیز اس کے قتل سے باز رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد عبدالملک نماز ادا کر کے واپس ہوا۔ دروازہ بند کرتا ہوا شہ نشین میں آیا۔ عمر بن سعید کو زندہ دیکھ کر عبدالعزیز پر سخت ناراض ہوا اور ایک ہتھیار لے کر اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح کر ڈالا۔ بعض کا بیان ہے کہ عبدالملک نے اس کے قتل پر اپنے غلام ابن الزغیر کو مقرر کیا تھا اور اس نے اسے قتل کیا تھا۔

قصر خلافت کا محاصرہ

حاضرین جلسہ میں سے کسی نے عمر بن سعید کا یہ حال اس کے بھائی یحییٰ ابن سعید سے جا کر کہہ دیا۔ وہ ایک ہزار غلاموں اور خیر خواہوں کو لے کر قصر خلافت پر چڑھ آیا۔ حمید بن حرث، حریث، زہیر بن الابرد وغیرہ جو اس کے ساتھ تھے، عمر بن سعید کا نام لے کر پکارنے لگے۔ جب اس کی آواز نہ سنائی دی تو دروازہ توڑ ڈالا اور لوگوں پر دیوانہ وار حملہ کرنے لگے۔ ولید بن عبدالملک نے نکل کر مقابلہ کیا، کچھ دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ اس اثنا میں عبدالرحمٰن بن ام حکم ثقفی نے عمر بن سعید کا سر لے کر لوگوں کے سامنے پھینک دیا اور عبدالعزیز بن مروان روپیہ پھینکنے لگا۔ لوگوں نے اس کو لوٹ لیا اور بکھر گئے۔ اس کے بعد عبدالملک مسجد کی طرف آیا۔ لوگوں سے اپنے بیٹے ولید کے بارے میں دریافت کیا، معلوم ہوا کہ زخمی ہے۔

یحییٰ بن سعید کی گرفتاری

پھر یحییٰ ابن سعید اور اس کا بھائی عنبسہ پیش کیے گئے۔ یہ دونوں اور کل پسران عمر بن سعید قید کر دیئے گئے۔ کچھ عرصے بعد قید سے رہا کر کے مصعب بن زبیر کے پاس بھیج دیا حتیٰ کہ مصعب کے قتل کے بعد عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس نے ان کی جان بخشی کی اور کہنے لگا: "تم لوگ ایک ایسے خاندان سے ہو جس کو تمہاری کل قوم پر فضیلت حاصل ہے مگر اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے محروم رکھا ہے۔ میرے اور تمہارے باپ کے درمیان میں جو باتیں پیش آئیں وہ نئی نہ تھیں بلکہ قدیمی ہیں اور تمہارے اور ہمارے بزرگوں میں زمانہ جاہلیت سے چلی آ رہی ہیں"۔ سعید نے جواب دیا: "امیر المؤمنین! تم جاہلیت کی باتوں کا کیا ذکر کر رہے ہو، حالانکہ اسلام نے ان تمام باتوں کو نیست و نابود کر کے جنت کا وعدہ کیا اور آتش دوزخ سے ڈرایا ہے۔ باقی رہا عمر بن سعید، وہ تمہارا چچا زاد بھائی تھا۔ اس کے ساتھ جو تم نے برتاؤ کیا ہے، اس کو تم خوب جانتے ہو اور اگر وہی امور جو تم میں اور ان میں تھے، ہمارے ساتھ کرنا چاہتے ہو تو ہمارے لئے زمین کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے۔" یہ سن کر عبدالملک کا دل بھر آیا۔ بولا "تمہارے باپ سے اور مجھ سے یہ طے ہو گیا تھا کہ جب بھی موقع ملے گا تو میں اس کو یا وہ مجھے قتل کر ڈالے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے موقع دیدیا۔ میں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ باقی رہے تم، تمہارے قتل کرنے کی مجھے تمنا نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ صلہ رحم کروں گا اور عزیز داری کا پاس رکھوں گا"۔ بعض کا بیان ہے کہ جس وقت عبدالملک عراق کی طرف مصعب کے ساتھ جنگ کرنے کی غرض سے جا رہا تھا، عمر بن سعید نے کہا: "مجھے تم اپنا ولیعہد بنا لو اور ایک عہد نامہ لکھ دو کہ تمہارے بعد میں خلیفہ و امیر بنایا جاؤں"۔ عبدالملک نے اس کو قبول نہ کیا۔ عمر بن سعید بگڑ کر دمشق چلا آیا۔ اس پر قبضہ کر کے باغی ہو گیا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں اور 69ھ میں مارا گیا۔

جس وقت ملک شام پر عبدالملک کا تسلط ہوگیا اور اس کا کوئی مخالف باقی نہ رہا تو اس نے جنگ عراق کی تیاری کی۔ اسی زمانے میں بعض شرفاء عراق کے مکتوب بھی آئے جس میں انہوں نے عبدالملک کو عراق پر قبضہ کر لینے کو لکھا تھا۔ عبدالملک کے مشیروں نے عراق کی طرف بڑھنے کی مانعت ومخالفت کی مگر وہ ان کے مشوروں کو نظر انداز کرتے ہوئے عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ مصعب کو اس کی روانگی کی اطلاع ہوئی۔ مہلب بن صفرہ کو یہ واقعہ تحریر کر کے بھیجا اور اس معاملہ میں مشورہ طلب کیا۔ مہلب ان دنوں سرزمین فارس پر خوارج سے لڑ رہا تھا۔ عمر بن عبیداللہ بن معمر فارس کو ملکی خدمات سے معزول کر دیا گیا تھا اور جنگ خوارج پر اس کی بجائے مہلب مقرر کیا گیا تھا۔ یہ ردوبدل اس زمانے میں ہوا تھا جبکہ مصعب کو کوفہ کی گورنری دی گئی تھی۔

خالد بن عبیداللہ کا اخراج

خالد بن عبیداللہ بن خالد بن اسید (عبدالملک بن مروان کی جانب سے) در پردہ بصرے میں آیا۔ بنی بکر بن وائل واز دمیں مالک بن مسمع کے پاس مقیم ہوا۔ عبدالملک نے عبیداللہ بن زیاد بن ضبیا کو اس کی کمک پر روانہ کیا۔ اس سے اور عمر بن عبیداللہ بن معمر سے معرکہ آرائی ہوئی بالآخر اس امر پر صلح ہوئی کہ بکر بن وائل خالد کو نکال دیں۔

عمر بن عبداللہ کی معزولی

خالد کے نکال دینے کے بعد مصعب بصرے میں خالد کو گرفتار کرنے کی غرض سے آیا مگر وہ اس کے آنے سے پیشتر چلا گیا۔ مصعب، عمر بن عبیداللہ بن معمر پر بہت ناراض ہوا۔ خالد کے ہمراہیوں کو گالیاں دیں، مارا، ان کے مکانات منہدم کرا دیئے، سر اور ڈاڑھیاں منڈوا دیں۔ مالک بن مسمع کا مکان گرا دیا، مال واسباب کو لوٹ لیا اور عمر بن عبیداللہ بن معمر کو حکومت فارس سے معزول کر کے مہلب بن ابی صفرہ کو مامور کر کے کوفہ چلا آیا۔ اس کے ساتھ احنف بھی تھا۔ اس نے کوفہ میں انتقال کیا اور یہ وہیں مقیم رہا، یہاں تک کہ عبدالملک کے مقابلہ پر نکلا اور مہلب کو اہل بصرہ کے ساتھ روانہ کرنے لگا۔ اہل بصرہ نے اس سے انکار کیا۔ مجبور ہو کر مہلب کو جنگ خوارج پر واپس کر دیا۔ مہلب نے روانگی کے وقت کہا کہ اہل عراق نے عبدالملک سے خط وکتابت کر کے سازش کر لی ہے تم مجھے ان ممالک سے الگ نہ کرو۔ مگر مصعب نے اس پر توجہ نہ کی۔ ابراہیم بن اشتر کو (جو کہ موصل وجزیرہ پر مامور تھا) بلا کر مقدمۃ الجیش کا افسر بنایا اور پیش قدمی کا حکم دیا۔ عبدالملک کے مقدمۃ الجیش پر اس کا بھائی محمد بن مروان، خالد بن عبیداللہ بن خالد بن اسید تھا۔ قرقیسا کے قریب پہنچ کر ڈیرے ڈال دیئے۔ زفر بن حرث کلابی نے حاضر ہو کر مصالحت کر لی اور اپنے لڑکے ہذیل کو ایک لشکر کے ساتھ اس کے ساتھ کر دیا۔ پھر عبدالملک یہاں سے کوچ کر کے مصعب بن زبیر کی لشکر گاہ کے قریب پہنچا۔ ہذیل بن زفر بھاگ کر مصعب سے آملا اور عبدالملک اہل عراق سے بغرض سفارش خط وکتابت کرنے لگا۔ اصفہان کے دینے کا عہد کیا۔

ابن زبیرؓ کے غلط اقدام

انہی دنوں ابن اشتر نے مصعب کے روبرو ایک مکتوب سر بمہر پیش کیا۔ مصعب بن زبیر نے کھول کر پڑھا جس میں عبدالملک نے ابن اشتر کو لکھا تھا: ''تم میرے پاس چلے آؤ، میں تم کو عراق کا گورنر بنا دوں گا''۔ مصعب نے ابن اشتر سے کہا ''کیا تم جیسا شخص فقرے میں آ جائے گا''۔ ابراہیم ابن اشتر نے جواب دیا ''میں غدر وخیانت کا منبع نہ ہوں گا، واللہ عبدالملک نے تمہارے ساتھیوں اور سرداروں کو ایسا ہی لکھا ہے۔ اگر تم میرا کہنا مانو تو ان سب کو قتل کر ڈالو، نہایت تنگ وتاریک مکان میں قید کر دو''۔ مصعب نے اس سے اختلاف کیا اور اہل عراق عبدالملک سے سازش کر کے مصعب سے بدعہدی وبے وفائی کرنے پر تل گئے۔ قیس بن ہیثم نے اہل عراق کو اہل شام سے سازش کرنے پر ابھارا، لیکن ان لوگوں نے اس کی بھی نہ سنی۔ جس وقت دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا تو عبدالملک نے مصعب کے پاس کہلا بھیجا: ''خونریزی سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آؤ، ہم اور تم اس کام کو اہل شوریٰ کے حوالے کر دیں''۔ مصعب نے جواب دیا: ''ہمارے اور تمہارے درمیان میں تلوار ہی فیصلہ کر سکتی ہے''۔ لڑائی شروع ہوگئی۔

عبدالملک نے اپنے بھائی محمد کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور مصعب نے ابراہیم بن اشتر کو آگے بڑھایا۔ مصعب نے ایک تازہ دم فوج سے ابراہیم کی مدد کی، جس نے محمد کو مورچہ سے ہٹا دیا۔

عتاب بن ورقا کی عہد شکنی

عبدالملک نے عبیداللہ بن یزید کو اس کی کمک پر مامور کیا۔ میدان کارزار نہایت تیزی سے گرم ہو گیا۔ مصعب کے ساتھیوں میں سے مسلم بن عمرالباہلی (قتیبہ کے والد) اس معرکے میں کام آ گئے۔ مصعب نے فوراً عتاب بن ورقا کو ابراہیم بن اشتر کی امداد پر متعین کیا۔ ابراہیم بن اشتر کو عتاب کا آنا ناگوار گزرا۔ کہلا بھیجا: ''میں نے تم کو سمجھا دیا تھا کہ عتاب جیسے آدمیوں کو میری مدد پر نہ بھیجنا، لیکن افسوس کہ تم نے میرے کہنے پر خیال نہ کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون''۔

ابن اشتر کا خاتمہ

عتاب بن ورقاء نے عبدالملک کی بیعت کر لی تھی اور یہ وعدہ کر لیا تھا کہ میدان جنگ سے میں بھاگ کھڑا ہوں گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ مگر ابراہیم بن اشتر نہایت استقلال سے لڑتا رہا یہاں تک کہ میدان جنگ میں کام آیا۔ قتل کے بعد اس کا سر عبدالملک کے پاس بھیج دیا گیا۔ اہل شام کا دل ابراہیم کے مارے جانے سے ہاتھوں بڑھ گیا۔ بڑھ چڑھ کر حملے کرنے لگے، مصعب نے سرداران عراق کو جنگ کرنے کا حکم دیا۔ سب نے حیلہ کر کے ٹال دیا۔ اب اس وقت تن تنہا مصعب اور اس کے گنتی کے چند ہمراہی لڑ رہے تھے۔ باقی کل اہل عراق سے دور سے کھڑے ہوئے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ محمد بن مروان نے مصعب کے قریب پہنچ کر آواز بلند سے کہا ''میں تمہارا چچازاد بھائی محمد بن مروان ہوں۔ تم امیرالمؤمنین کی پناہ قبول کر لو'' مصعب نے انکاری جواب دیا۔

عیسیٰ بن مصعب کی ہلاکت

محمد بن مروان نے اہل عراق کی سازش کا حال بتلایا لیکن مصعب نے کچھ توجہ نہ کی۔ پھر محمد بن مروان نے اس کے بیٹے عیسیٰ بن مصعب کو پکار کر کہا: ''تم کو اور تمہارے باپ کو امان دی جاتی ہے''۔ عیسیٰ نے اپنے باپ مصعب کو اس سے آگاہ کیا۔ مصعب نے جواب دیا ''میرا خیال یہ ہے کہ اہل شام تمہارے ساتھ ایفاء وعدہ کریں گے، اگر تم کو ان کی پناہ لینی منظور ہو تو بسم اللہ، حاصل کر لو''۔ عیسیٰ بولا ''مجھے یہ گوارا نہیں ہے، کل قریش کی عورتیں کہیں گی کہ میں اپنے کو بچانے کے لئے تم سے علیحدہ ہو گیا''۔ مصعب نے کہا: ''اچھا تم اپنے چچا کے پاس مکہ چلے جاؤ اور ان کو اہل عراق کی سازش کی خبر دے دینا۔ باقی رہا میں مجھے اس حالت میں چھوڑ جاؤ، میں نے خود کو مقتول سمجھ لیا ہے۔'' عیسیٰ نے عرض کیا ''میں قریش کو ہرگز یہ اطلاع نہ پہنچاؤں گا۔ بہتر ہوگا کہ تم بصرہ چلو۔ وہ لوگ تمہارے مطیع ہیں یا مکہ میں امیرالمؤمنین سے جا ملو''۔ مصعب نے آہ سرد کھینچ کر کہا ''یہ مجھ سے نہ ہوگا کیونکہ کل قریش میں میرے بھاگنے کا ذکر ہوگا۔ اے صاحبزادے! تم آگے بڑھو میں تمہاری مدد پر ہوں''۔ عیسیٰ بن مصعب یہ حکم پاتے ہی آدمیوں کو لے کر آگے بڑھا۔ شامیوں نے ہر طرف سے گھیر لیا مگر عیسیٰ کی چمکتی ہوئی تلوار ان کی گردنوں پر تیر رہی تھی۔ بالآخر بہت سے آدمیوں کو مار کر خود بھی میدان جنگ میں کام آیا۔

مصعب بن زبیرؓ کا انجام

عبدالملک نے مصعب سے امان قبول کرنے پر بیحد اصرار کیا، دیر تک گڑگڑاتا رہا لیکن مصعب کی زبان سے نہیں کے سوا کچھ نہ نکلا۔ اس کے بعد مصعب اپنے خیمے میں گیا، بالوں میں تیل ڈالا، عطر لگایا۔ پھر پردوں کو گرا کر باہر آیا اور لڑنے لگا۔ اس کے ساتھ اس وقت صرف سات آدمی باقی رہ گئے تھے۔ عبیداللہ بن زیاد بن ضبیان نے صف لشکر سے نکل کر للکارا۔ مصعب نے لپک کر تلوار چلائی خود کی کڑیاں ٹوٹ گئیں، سرزخمی ہو گیا۔ شامی

دور سے تیر برسانے لگے۔ مصعب زخمی شیر کی طرح جھپٹ جھپٹ کر حملہ کر رہا تھا۔ جب زخموں سے چور ہو گیا اور بیہوش ہو کر گر پڑا تو عبید اللہ بن زیاد بن ضبیان نے پہنچ کر اس کی دلیرانہ زندگی کا خاتمہ کر دیا اور سر کاٹ کر عبدالملک نے سامنے رکھ دیا۔ عبدالملک نے ایک ہزار دینار کے انعام کا حکم دیا مگر اس نے یہ کہہ کر قبول نہ کیا کہ میں نے اس کو اپنے بھائی کے بدلے قتل کیا ہے۔ اس کا بھائی رہزنی کرتا تھا جس کو مصعب کے کوتوال نے حراست میں لے کر قتل کیا تھا۔ بعض کا یہ کہنا ہے کہ مصعب کو مختار کے ہمراہیوں میں سے زائدہ بن قدامہ ثقفی نے قتل کیا اور عبید اللہ بن زیاد نے سر اتارا ہے۔ لڑائی ختم ہونے پر عبدالملک کے حکم سے مصعب اور اس کے لڑکے دار جاثلیق میں نہر دجیل کے قریب دفن کر دیا گیا۔ یہ واقعہ 71ھ میں پیش آیا تھا۔

اس کے بعد عبدالملک لشکر عراق سے بیعت لے کر کوفے کی جانب روانہ ہوا اور مقام نخیلہ میں پہنچ کر قیام کر کے چالیس روز تک مقیم رہا۔ اس کے بعد کوفے میں داخل ہوا۔ لوگوں سے حسن سلوک اور انعام و وظائف مقرر کرنے کا وعدہ کیا۔ یحییٰ بن سعید کو جعفر سے طلب کر کے امان دیدی۔ یہ لوگ اس کے ماموں ہوتے تھے اور اپنے بھائی بشر بن مروان کو کوفہ کی، محمد بن نمیر کو ہمدان کی، یزید بن ورقا بن رویم کورے کی گورنری پر مقرر کیا اور جیسا کہ اقرار کیا تھا اصفہان کی حکومت ان کو نہ دی۔ عبداللہ بن یزید بن اسد (بدر خالد قسری) یحییٰ بن معتوق ہمدانی، علی بن عبید اللہ بن عباس کے پاس اور ہذیل بن زفر بن حرث، عمر بن یزید حکمی وغیرہ خالد بن یزید کے پاس پناہ گزین ہوئے تھے ان کو بھی عبدالملک نے امان نامہ لکھ دیا۔ عمر بن حریث نے عبدالملک کی خورنق میں پر تکلف دعوت کی۔ عبدالملک اپنے لشکر و خدم وحشم کے ساتھ خورنق میں داخل ہوا۔ عمر بن حریث کو اپنے برابر تخت پر بٹھایا۔ کھانا کھانے کے بعد عبدالملک قصر کے دیکھنے کو اٹھا۔ عمر بن حریث اس کے ہمراہ تھا۔ ہر ایک مکان و معاملہ کو دریافت کرتا جاتا تھا اور عمر بن حریث بتلاتا جاتا تھا۔

عبداللہ بن حازم کو مصعب کی روانگی اور جنگ عبدالملک کا حال معلوم ہوا تو اس نے پوچھا: ''کیا اس کے ہمراہ عمر بن معمر ہے؟'' جواب دیا گیا ''وہ فارس میں ہے''۔ پھر پوچھا ''تو مہلب ہے؟'' حاضرین نے کہا: ''وہ جنگ خوارج پر مامور ہے''۔ پھر پوچھا: ''عباد بن حصین اس کے ہمراہ ہے؟'' کہا گیا: ''وہ بصرے میں ہے''۔ عبداللہ بن حازم نے ایک آہ کھینچ کر کہا: ''اور میں خراسان میں ہوں''۔

خزيني فجريني جهاراً و انشدى   بلحم امري لم يشهد اليوم ناصر

ترجمہ: مجھ کو پکڑلو اور اعلان کے ساتھ سختی کرو کیونکہ میرا نہ کوئی حامی ہے اور نہ میرے قتل کی شہادت دینے والا۔

عبدالملک نے کوفہ پہنچ کر مصعب کا سر شام کو روانہ کیا۔ جب دمشق پہنچا تو لوگوں نے اس کی تشہیر کا ارادہ کیا مگر عبدالملک کی بیوی عاتکہ بنت یزید بن معاویہ نے اس سے روکا اور اس کو غسل دے کر دفن کر دیا۔ مہلب کو جو خوارج سے جنگ کر رہا تھا اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے عبدالملک بن مروان کی بیعت لوگوں سے لے لی۔ عبداللہ ابن زبیر کو یہ اطلاع ملی تو انہوں نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ میں کہا:

عبداللہ بن زبیرؓ کا خطبہ

''جمیع ستائش اللہ کے لئے ہے جو دنیا اور ہر چیز کا مالک ہے۔ جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اس کو ذلیل نہیں کرتا جو حق پر قائم ہوتا ہے اگرچہ وہ تنہا ہو اور جس کا دوست شیطان ہوتا ہے اس کو عزت نہیں دیتا اگرچہ اس کے ساتھ ایک عالم ہو۔ آگاہ ہو، ہمارے پاس عراق سے ایسی خبر آئی ہے جس سے ہم کو رنج ہوا ہے اور ہم اس سے خوش بھی ہوئے ہیں۔ ہمارے پاس مصعب کے قتل کی خبر آئی ہے۔ لہٰذا ہم خوش ہوئے ہیں، کیونکہ اس کا مارا جانا شہادت ہے اور جس سے ہم کو صدمہ ہوا ہے یہ ہے کہ دوست کی جدائی سے ایک رنج کی سوزش ہوتی ہے جس کا احساس مصیبت کے وقت دوست کو ہوتا ہے۔ اس کے بعد صاحب رائے صبر وشکر کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مصعب کیا تھا؟ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ اور میرے مددگاروں میں سے ایک مددگار۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اہل عراق بے وفا و منافق ہیں۔ انہوں نے اس کو نہایت کم قیمت پر جو اس سے لیتے تھے سپرد اور بیچ کر دیا۔ اگر وہ مارا گیا ہے تو اس کے بھائی و باپ، برادر چچازاد بھی قتل ہوئے ہیں جو نیک اور صالح تھے۔ اللہ کی قسم! ہم اپنے بستروں پر نہ مریں گے جیسا کہ ابو العاص کی اولاد

مری ہے۔ واللہ اس میں کا کوئی شخص جاہلیت میں اور اسلام میں نہیں مارا گیا اور ہم مرتے ہیں تو نیزوں کی نوک پر اور تلواروں کے سائے کے نیچے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ دنیا مستعار لی گئی ہے اس بادشاہ برتر سے جس کی حکومت ہمیشہ رہے گی اور اس کا ملک زائل نہ ہوگا۔ لہٰذا اگر وہ ہمارے پاس آئے گی تو اس کو رذیل و گمراہ کی طرح نہ لیں گے اور اگر وہ ہم سے روگردانی کرے گی تو ہم اس کے لئے کسی کمزور و ناتواں کی طرح نہ روئیں گے۔ میں یہی کہتا ہوں اور اپنے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔"

خالد بن اسید بحیثیت گورنر کوفہ

اس واقعہ سے اہل بصرہ آگاہ ہوئے تو وہاں حمران بن ابان و عبداللہ ابن ابی بکرہ میں حکومت کی نزاع پیدا ہوگئی۔ حمران نے عبداللہ بن الاہتم سے مدد طلب کی۔ بنو امیہ اس کی بہت عزت کرتے تھے، چنانچہ جس وقت مصعب کے قتل کے بعد عراق پر عبدالملک کا پورا پورا قبضہ ہو گیا تو اس نے بصرے کی سند گورنری خالد بن عبداللہ بن اسید کو دی۔ اس نے اپنی طرف سے بصرے میں پہنچ کر حمران کو معزول کر کے عبداللہ بن ابی بکرہ کو مقرر کیا۔ بعد ازاں 73ھ میں خالد بن عبداللہ حکومت بصرہ سے معزول کر دیا گیا۔ اس کی بجائے بشر بن مروان مامور ہوا اور دونوں شہروں کی گورنری دی گئی۔ بشر بن مروان نے کوفہ میں عمر بن حریث کو اپنا نائب مقرر کر کے بصرے میں قیام کیا اور 73ھ میں عبدالملک نے جزیرہ و ارمینیہ کی گورنری اپنے دوسرے بھائی محمد بن مروان کو عطا کی۔ اس نے روم پر حملہ کیا اور ان کی قوت کو سخت نقصان پہنچایا جس کے بعد شاہ روم نے زمانہ فتنہ میں ایک ہزار دینار یومیہ بطور تاوان دینے کا عہد کر لیا تھا۔

زفر بن حرث

ہم اوپر واقعہ راہطہ میں بیان کر آئے ہیں کہ زفر بن حرث قرقیسیا کی طرف چلا گیا تھا۔ قیس کا ایک خاصا مجمع اس کے پاس جمع ہو گیا تھا اور یہ وہاں مقیم ہو کر عبداللہ بن زبیر کی خلافت کی ترغیب لوگوں کو دے رہا تھا۔ عبدالملک نے حکومت کے زینہ پر قدم رکھنے کے بعد ابان بن عقبہ بن ابی معیط کو، جو حمص کا گورنر تھا زفر پر حملہ کرنے کو لکھ بھیجا۔ ابان بن عقبہ نے حکم پاتے ہی قرقیسیا کا رُخ کیا اور مقدمۃ الجیش پر عبداللہ ابن رمیت علائی کو مقرر کر کے آگے بڑھنے کو کہا۔ عبداللہ بن رمیت نے ابان کے پہنچنے سے پہلے لڑائی چھیڑ دی۔ اس کے ہمراہیوں میں سے تقریباً تین سو آدمی مارے گئے۔ بعد ازاں ابان آیا اور لڑائی کا انداز بدل گیا۔ عبداللہ بن رمیت کی گئی ہوئی قوت عود کر آئی۔ وکیع بن زفر معرکہ کارزار میں کام آ گیا۔ جس سے زفر کی قوت کم ہوگئی۔ اس اثناء میں عبدالملک قبل جنگ مصعب قرقیسیا میں آ پہنچا۔ ہر طرف سے محاصرہ کر کے منجنیقیں نصب کرا دیں۔ بنو کلب نے عبدالملک سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ قیس والوں کو نہ ملاؤ کیونکہ انہوں نے زفر بن حرث سے سازش کر لی ہے۔ جنگ کے وقت یہ بھاگ کھڑے ہوں گے"۔ عبدالملک اس کو قبول کر کے نہایت سختی سے محاصرہ کئے ہوئے حملہ کر رہا تھا اور زفر روزانہ شہر سے نکل کر مقابلہ کرتا تھا۔ ایک دن زفر نے اپنے لڑکے ہذیل کو لشکر شام پر حملہ کرنے کو کہا اور یہ حکم دیا کہ جب تک عبدالملک کے خیمہ پر پہنچ کر اس کو گرا نہ لینا واپس نہ آنا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

عبدالملک اور زفر میں صلح

اس واقعہ کے بعد عبدالملک نے اپنے بھائی (محمد بن مروان) کو زفر کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ تم کو اور تمہارے لڑکے اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ہیں پناہ دی جاتی ہے اور جو تم پسند کرو وہ لے لو۔ محمد بن مروان نے یہ پیام ہذیل بن زفر سے کہا۔ ہذیل اپنے باپ کے پاس گیا اور عرض کیا: "ابن زبیر سے ہمارے حق میں عبدالملک زیادہ بہتر ہے۔ وہ پناہ دینے کو کہتا ہے، منظور کر لیجئے"۔ زفر نے اس شرط پر قبول کیا کہ ایک برس تک بیعت کرنے کا اس کو اختیار دیا جائے اور کسی خاص مقام میں رہنے پر مجبور نہ کیا جائے اور ابن زبیر کے مقابلے پر کسی طرح کی اعانت نہ طلب کی جائے"۔ ہنوز فریقین میں نامہ و پیام ہو رہا تھا کہ کسی نے عبدالملک کو یہ خبر دیدی کہ شہر پناہ کے چار برج منہدم ہو گئے ہیں۔ عبدالملک نے صلح سے

انکار کر کے حملہ کرنے کا حکم دے دیا مگر میدان جنگ زفر کے ہاتھ رہا۔ عبدالملک کی فوج مورچے سے ہٹ کر اپنے خیموں میں آ گئی۔ عبدالملک نے گھبرا کر کہلا بھیجا: ''جو شرائط تم پیش کرتے ہو مجھے قبول ہیں''۔ زفر نے کہا: ''میں تاحیات عبداللہ بن زبیر تمہاری بیعت نہ کروں گا اور اس معرکے میں جو خون ریزی ہوئی ہے۔ اس کا تم مجھ سے مواخذہ نہ کرنا اور مجھ کو مع میرے کل ساتھیوں کے پناہ دینا''۔ عبدالملک نے اس کو منظور کر لیا اور امان نامہ لکھ کر دے دیا۔ لیکن زفر تھوڑے دنوں تک عبدالملک سے نہ ملا اس خوف سے کہ اس کے ساتھ بھی عمر بن سعید کا جیسا برتاؤ نہ کیا جائے۔ عبدالملک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا مبارک بھیج دیا۔ زفر حاضر ہوا۔ عبدالملک نے اپنے برابر تخت پر بٹھا لیا اور اپنے لڑکے سے زفر کی لڑکی مسلمہ الرباب کی شادی کر دی۔ بعدازاں عبدالملک جنگ مصعب کو روانہ ہوا۔ زفر نے اپنے لڑکے ہذیل کو مع ایک لشکر کے ہمراہ کر دیا مگر جس وقت فریقین کا مقابلہ ہوا، ہذیل بھاگ کر مصعب کے پاس چلا گیا اور ابن اشتر کے ساتھ ہو کر لڑتا رہا یہاں تک کہ ابن اشتر مارا گیا اور ہذیل کوفہ میں چھپ گیا۔ عبدالملک نے کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو پناہ دے دی۔

عبداللہ بن حازم کی ہلاکت

اس سے پیشتر ہم لکھ آئے ہیں کہ خراسان میں عبداللہ بن حازم سے بنو تمیم نے مخالفت کر لی تھی اور یہ لوگ تین گروہ بن گئے تھے۔ دو فریق تو جنگ سے رک رہے۔ باقی رہا تیسرا گروہ، جس کا سردار بحیر بن ورقاء صریمی تھا اور جس سے نیشاپور میں ابن حازم لڑ رہا تھا۔

عبدالملک نے مصعب کے مارے جانے کے بعد عبداللہ بن حازم کو اس مضمون کا مکتوب لکھا: ''تم میری بیعت کر لو میں تم کو سات برس کا خراج خراسان معاف کرتا ہوں''۔ یہ خط ایک شخص جو بنو عامر بن صعصعہ سے تھا، لے کر روانہ ہوا۔ عبداللہ بن حازم نے پڑھ کر کہا ''اگر سلیم و عامر میں فساد کا خدشہ نہ ہوتا تو میں تم کو مار ڈالتا، مگر اب تم اپنا یہ خط کھا لو''۔ چنانچہ اس نے کھا لیا۔

عبداللہ بن حازم کی جانب سے مرو کا عامل بکیر بن وشاح تمیمی تھا۔ عبدالملک نے اسی زمانے میں اس کو بھی خط لکھا تھا اور خراسان کی حکومت دینے کا عہد کیا تھا چنانچہ اس نے اور کل اہل مرو نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت توڑ کر عبدالملک کی بیعت کر لی۔ عبداللہ بن حازم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس خوف سے کہ بکیر مع اہل مرو کے نہ آ جائے اور اہل نیشاپور اس کے ہم آہنگ نہ ہو جائیں، بحیر کو چھوڑ کر مرو کی جانب روانہ ہوا۔ بحیر نے تعاقب کیا۔ مرو کے قریب ایک قریہ میں مقابلہ ہو گیا۔ ایک سخت لڑائی کے بعد بحیر کے ہاتھ سے ابن حازم مارا گیا۔ بحیر نے اسی وقت فتح کی بشارت عبدالملک کے پاس بھیجی۔ اتفاقاً بکیر بن وشاح اہل مرو کو لئے ہوئے آ پہنچا۔ عبداللہ بن حازم کا سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس روانہ کرنے کا ارادہ کیا۔ بحیر نے روکا تو بکیر نے ایک لکڑی کھینچ ماری جس سے اس کا سر ٹوٹ گیا اور گرفتار کرا کے قید کر دیا۔ اس کے بعد حازم کے سر کو عبدالملک کے پاس یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اس نے عبداللہ ابن حازم کو مارا ہے بھیج دیا اور خود حکومت خراسان پر قابض ہو گیا۔

بعض کے بقول عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد عبداللہ بن حازم مارا گیا ہے اور عبدالملک نے ان کا سر اس کے پاس بھیج دیا تھا اور اپنی بیعت کرنے کو تحریر کیا تھا۔ عبداللہ بن حازم نے اس کو غسل دے کر کفن پہنایا اور عبداللہ بن زبیر کے لڑکوں کے پاس مدینہ بھیج دیا۔ اس کے بعد عبدالملک کے قاصد کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جس کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

سلیمان بن خالد کی ہلاکت

عبدالملک نے شام و عراق پر قبضہ حاصل کر لینے کے بعد عروہ بن انیف کو بسر گروہی چھ ہزار آدمیوں کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ مدینہ منورہ میں جب تک دوسرا حکم نہ ملے داخل نہ ہونا۔ شہر کے باہر پڑاؤ کرنا۔ ان دنوں عبداللہ بن زبیر کی طرف سے حرث بن حاطب ابن حرث بن معمر جمحی مدینہ کے گورنر تھے۔ عروہ کے آتے ہی وہ فرار ہو گئے۔ ایک مہینہ تک عروہ لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں نماز جمعہ پڑھتا اور اپنی لشکر گاہ میں واپس چلا آتا تھا۔ جب عبداللہ بن زبیر کی طرف سے کچھ چھیڑ چھاڑ نہ ہوئی تو وہ (عروہ) حسب الحکم عبدالملک شام کو چلا گیا اور حرث بن حاطب مدینہ منورہ میں آ گئے۔ پھر عبداللہ بن زبیر نے سلیمان بن خالد دورقی کو خیبر و فدک پر مامور کر کے روانہ کیا اور عبدالملک نے عبدالملک بن

حرث بن حکم کو بسر افسری چار ہزار فوج کے حجاز پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عبدالملک نے وادی القریٰ میں پہنچ کر ڈیرے ڈالے اور ابن قمقام کو ایک دستہ فوج کو ساتھ لے کر سلیمان پر شبخون مارنے کی غرض سے خیبر بھیج دیا۔ سلیمان یہ خبر سن کر خیبر سے بھاگا مگر کچھ فائدہ نہ پہنچا۔ ابن قمقام نے اس کے ہمراہیوں سمیت گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور خود خیبر میں ٹھہر گیا۔

ابوبکر بن قیس کا خاتمہ

عبدالملک کو اس واقعہ کے سننے سے بے حد صدمہ ہوا۔ حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا: ''افسوس! ابن قمقام نے ایک شخص کو بغیر کسی گناہ کے قتل کر ڈالا'' اس کے بعد عبداللہ بن زبیر نے حرث بن حاطب کو مدینہ منورہ سے معزول کر کے جابر بن اسود بن عوف زہری کو مامور کیا۔ لہٰذا جابر نے ابوبکر بن ابوقیس کو چھ سو آدمیوں کی جمعیت سے خیبر کی طرف روانہ کیا۔ ابن قمقام سے لڑائی ہوئی۔ میدان جنگ ابوبکر کے ہاتھ رہا۔ ابن قمقام پسپا ہو کر بھاگا۔ اس کے ہمراہی کچھ معرکہ کارزار میں کام آئے، کچھ گرفتار ہو کر قتل کر دیئے گئے۔ عبدالملک نے یہ خبر پا کر طارق بن عمر (عثمان کے آزاد غلام) کو حجاز کی طرف روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ مابین وادی القریٰ اور ایلہ کے قیام کرنا اور نہایت ہوشیاری سے جہاں تک ممکن ہو، ابن زبیر کے عمال کو تصرف سے روکنا اور حجاز میں جو مخالفت پیدا ہو اس کا انسداد کرتے رہنا۔ طارق نے سرزمین حجاز میں پہنچ کر ایک رسالہ خیبر کو روانہ کیا۔ ابوبکر بن قیس مع دو سو آدمیوں کے معرکہ جنگ میں کام آ گیا۔

عبداللہ بن زبیر نے قباع عامل بصرہ کو اہل مدینہ کی امداد پر دو ہزار سواروں کے بھیجنے کو لکھا۔ قباع نے اس حکم کی تعمیل کی اور جابر بن اسود نے بحکم عبداللہ بن زبیر ان لوگوں کو طارق سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ طارق نے نہایت مردانگی سے ان کو پسپا کر کے ان کے سردار اور بہت سے آدمیوں اور زخمی قیدیوں کو بھی قتل کر ڈالا اور خیبر سے لوٹ کر وادی القریٰ میں لوٹ آیا۔

عبداللہ بن زبیر نے جابر بن اسود کو حکومت مدینہ منورہ سے معزول کر کے 70ھ میں طلحہ بن عبداللہ بن عوف معروف بہ طلحۃ الندا کو مقرر کیا۔ پس یہ مدینہ منورہ کی گورنری کرتا رہا، یہاں تک کہ طارق نے اس کو نکال باہر کیا۔

حجاج بن یوسف ثقفی

مصعب بن زبیر کے قتل کے بعد عبدالملک نے کوفہ پہنچ کر حجاج بن یوسف ثقفی کو تین ہزار لشکر شام کے ہمراہ عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کو روانہ کیا اور ایک امان نامہ لکھ کر دیا اور یہ ہدایت کی کہ اگر عبداللہ بن زبیر اور اس کے ہمراہی بیعت خلافت کر لیں تو یہ امان نامہ دے دینا۔ حجاج بن یوسف ثقفی جمادی الاول 72ھ میں کوفے سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ کو چھوڑتا ہوا طائف میں جا اترا اور ایک مدت تک عرفہ کی جانب اپنے سواروں کو روزانہ بھیجتا تھا جہاں پر عبداللہ بن زبیر کے سواروں سے مقابلہ ہوتا اور ان کو وہ پسپا کر کے واپس چلے آتے تھے۔ کچھ مدت کے بعد حجاج نے عبدالملک کی خدمت میں اس مضمون کی عرضداشت روانہ کی کہ ''عبداللہ بن زبیر کی طاقت بالکل گھٹ گئی ہے۔ اس کے ہمراہی اس سے جدا ہو گئے ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو مکہ معظمہ میں داخل ہو کر اس کا محاصرہ کر لیا جائے لیکن فوج میری امداد پر بھیج دیجئے۔'' عبدالملک نے اس درخواست کو قبول کیا اور طارق کو حجاج کی اعانت پر مامور کیا۔ طارق ذیقعدہ 72ھ میں وارد مدینہ منورہ ہوا۔ طلحۃ الندا (عبداللہ بن زبیر کے گورنر) کو نکال کر ایک شامی شخص کو اس کی جگہ مقرر کیا اور پھر وہاں سے پانچ ہزار آدمیوں کی جمعیت سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوا۔

خانہ کعبہ پر سنگباری اور مکہ کا محاصرہ

اس سے پیشتر حجاج بن یوسف احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو گیا تھا اور بئر میمون پر قیام پذیر تھا۔ لوگوں کے ساتھ وہ حج میں شامل ہوا۔ نہ تو طواف کیا اور نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور عبداللہ بن زبیر کو عرفات میں داخل ہونے سے روک دیا۔ مجبور ہو کر انہوں نے مکہ ہی میں قربانی کی حالانکہ انہوں نے حجاج کو طواف اور سعی سے منع نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد حجاج نے کوہ ابوقبیس پر منجنیقیں نصب کرائیں اور کعبہ محترم پر پتھروں کا مینہ

برسانے لگا۔ اتفاق یہ کہ عبداللہ بن عمر بھی حج کو آئے تھے۔ حجاج بن یوسف سے کہلا بھیجا، سنگباری موقوف کرادو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اس کے محترم مکان کی زیارت کو آئے ہوئے ہیں۔ سنگباری کی وجہ سے نہ طواف کر سکتے ہیں اور نہ مابین صفا و مروہ سعی کر سکتے ہیں۔ حجاج نے زمانہ ٔ حج کے خاتمہ تک سنگباری موقوف کر دی۔ جونہی ایام حج ختم ہوئے، حجاج کے منادی نے چاروں طرف یہ منادی کرا دی کہ ''تم لوگ اپنے اپنے شہروں کو واپس جاؤ، ہم ابن زبیر پر پھر سنگ باری کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر حاجیوں کے قافلے اپنے اپنے شہروں کو روانہ ہو گئے اور حجاج بن یوسف کے لشکریوں نے منجنیق سے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ خانہ کعبہ پر پتھر کا پہنچنا تھا کہ آسمان سے ایک کڑک کی آواز سنائی دی اور بجلی کوندی۔ دو دن تک یہی حالت قائم رہی۔ کچھ لوگ لشکر شام کے اس خوفناک آواز سے ڈر کر ہلاک ہو گئے۔ حجاج نے کہا: ''تم لوگ خوفزدہ نہ ہو، میں ابن تہامہ ہوں اور یہ اس کی بجلیاں ہیں، تم لوگ خوش ہو کہ میری فتحیابی کا نشان آ پہنچا''۔ دوسرے دن اتفاق سے ابن زبیر کے ہمراہیوں میں سے ایک یا دو شخصوں پر بجلی گری اور اس صدمہ سے وہ لوگ مر گئے۔ اہل شام کو اس سے بہت بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ حجاج بن یوسف نے جوش میں آ کر خود منجنیق سے پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ بڑے بڑے پتھر عبداللہ بن زبیر کے روبرو آ کر گرتے تھے اور یہ کھڑے ہوئے نماز پڑھا کرتے تھے۔

لمبے عرصے تک یہ لڑائی اسی انداز سے جاری رہی یہاں تک کہ طویل حصار سے اہل مکہ کا غلہ ختم ہو گیا۔ باہر سے کوئی راستہ رسد کے آنے کا نہ تھا۔ لوگ شدت بھوک سے پریشان ہونے لگے۔ عبداللہ بن زبیر نے اپنے گھوڑے کو ذبح کر کے گوشت بانٹ دیا۔ گرانی کا یہ عالم ہو گیا کہ ایک مرغی دس درہم کو ڈھونڈھے سے نہ ملتی تھی۔ عبداللہ بن زبیر کے مکانات، غلہ اور کھجوروں اور جو سے بھرے ہوئے تھے۔ بہ نظر انجام بینی ذخیرے میں سے صرف اس قدر خرچ کرتے تھے جتنا کہ لوگوں کے بقاء حیات کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ حجاج بن یوسف یہ رنگ دیکھ کر محاصرہ میں سختی کرنے لگا اور عبداللہ بن زبیر کے ہمراہیوں کو امان نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ تقریباً دس ہزار آدمی ان سے الگ ہو کر حجاج سے آ ملے۔ منجملہ ان لوگوں کے جنہوں نے پناہ حاصل کر کے اپنے لائق سردار سے علیحدگی اختیار کی تھی، عبداللہ بن زبیر کے دولڑکے حمزہ و حبیب بھی تھے۔ مگر ان کا تیسرا لڑکا ان کے ساتھ ہو کر برابر لڑتا رہا یہاں تک کہ داد مردانگی پا کر عین معرکہ میں کام آ گیا۔ عبداللہ بن زبیر کے ساتھیوں کی علیحدگی کے بعد حجاج بن یوسف نے اپنے لشکریوں کو جمع کر کے خطبہ دیا: ''تم لوگ عبداللہ بن زبیر کی قوت کا اندازہ کر چکے ہو، ان کے ہمراہیوں کو دیکھ لیا ہے۔ وہ اس قدر کم ہیں کہ اگر تم ان پر ایک ایک مٹھی کنکریاں پھینکو تو وہ دب کر ہلاک ہو جائیں گے۔ بایں ہمہ وہ بھوکے پیاسے تم سے لڑ رہے ہیں۔ اے شام کے دلاورو! بڑھو اور حجون وابواء کے میدان میں پھیل جاؤ، عبداللہ بن زبیر اب چند ساعت کا مہمان ہے۔''

عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت اسماءؓ

عبداللہ بن زبیر کو اس کی خبر ہوئی تو وہ اپنی ماں اسماءؓ کے پاس آئے اور کہا: ''اے ماں! مجھے لوگوں نے دھوکا دیا، ذلیل کیا، یہاں تک کہ میرے لڑکوں نے بھی مجھے رسوا کیا۔ اگر میں دنیا کو چاہوں تو مخالفین مجھے دے سکتے ہیں۔ آپ کی اس حوالے سے کیا رائے ہے؟'' اسماءؓ نے جواب دیا: ''تم اپنے معاملے کو مجھ سے زیادہ اچھا سمجھتے ہو لیکن اگر تم حق پر ہو اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے ہو تو جو کر رہے ہو کئے جاؤ۔ تمہارے ساتھی اس راہ میں مارے گئے ہیں۔ تم اپنی گردن ایسی رسی میں نہ پھنساؤ کہ بنو امیہ کے نوعمر لڑکے اس سے کھیلیں اور اگر تم نے دنیا کے حاصل کرنے کا ارادہ کیا تھا تو تم بہت ہی نااہل انسان ہو۔ تم نے اپنے کو بھی ہلاک کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تمہارے ہمراہ تھے۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ میں حق پر تھا لیکن میرے ہمراہیوں نے مجھے دھوکا دیا، اس سے میں کمزور ہو گیا تو یہ فعل نیکوں اور دینداروں کا نہیں ہے''۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا: ''مجھے خوف اس بات کا ہے کہ قتل کے بعد مجھے وہ لوگ مثلہ کریں گے اور صلیب پر چڑھائیں گے''۔ اسماءؓ نے جواب دیا ''میرے بیٹے! بکری جب ذبح کر ڈالی گئی تو کھال کھینچنے کی اسے مطلق پروا نہ ہوگی۔ تم جو کچھ کر رہے ہو بصیرت کے ساتھ کئے جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے مدد کے طلب گار رہو۔''

عبداللہ بن زبیر نے اپنی ماں کے سر کا بوسہ لے کر کہا: ''میری بھی یہی رائے تھی، اس وقت تک نہ مجھے دنیا کی خواہش ہے اور نہ حکومت کی تمنا۔ مجھ کو اس کام کے اختیار کرنے پر صرف اس امر نے مجبور کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی نہیں کی جاتی تھی اور نہ ممنوعات سے لوگ پرہیز کرتے تھے اور میں جب تک میرے دم میں دم رہتا، برابر حق کے لئے جنگ کرتا رہتا لیکن میں نے یہ مناسب سمجھا کہ آپ سے بھی اس امر میں تجویز لے

لوں۔ پس آپ نے میری بصیرت اور زیادہ کردی اور اے میری ماں! میں آج ضرور مارا جاؤں گا تم زیادہ مغموم نہ ہونا اور تم مجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو۔ تمہارے لڑکے نے کسی فعل ناجائز کے ارتکاب کا ارادہ تک نہیں کیا اور نہ کسی امر مذموم و بدکاری کی طرف توجہ کی ہے۔ نہ تو اس نے بدعہدی کی ہے نہ کسی پر ظلم کیا ہے اور نہ کسی ظالم کا مددگار ہوا ہے، اور نہ اس نے حتی الامکان اللہ تعالیٰ کے خلاف مرضی کوئی کام کیا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! میں اس امر کو اپنے نفس کی برأت کی غرض سے نہیں ظاہر کرتا ہوں بلکہ اپنی ماں کی تسلی کے لئے کہتا ہوں"۔ اسماءؓ بولیں "مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر جمیل عطا فرمائے گا۔ تم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دشمنوں پر حملہ آور ہو۔ گر فتح پا گئے تو مجھے تمہاری فتح مندی سے خوشی ہوگی"۔ پھر سوچ کر کہا: "اچھا میں بھی تمہارا انجام کار دیکھنے کو چلتی ہوں"۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا "آپ تکلیف نہ کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ البتہ دعائے خیر سے مجھے فراموش نہ کیجئے گا"۔ اسماءؓ کی آنکھوں سے ان کلمات سے آنسو آ گئے۔ رخصتی کے وقت اسماء کے بیٹے کو گلے لگایا۔ اتفاقاً ہاتھ زرہ پر پڑ گیا۔ دریافت کیا "یہ کیا ہے؟ تم نے اس کو کس ارادہ سے پہنا ہے؟" جواب دیا: "محض اطمینان و مضبوطی کی غرض سے"۔ اسماءؓ نے یہ کہہ کر کہ اس سے کچھ اطمینان و مضبوطی نہیں ہوتی، زرہ اتار لی اور معمولی کپڑے پہننے کو کہا۔

آخری معرکہ اور عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت

عبداللہ بن زبیرؓ نے آستینیں سمیٹ لیں اور قمیص کے دامن اوپر اٹھا کر کمر سے باندھ لئے اور بسم اللہ کہہ کر گھر سے نکل پڑے۔ شامیوں نے ایک بڑا حملہ کیا جس سے بہت آدمی کام آ گئے لیکن یہ تکبیریں کہتے ہوئے ان کے نرغے سے نکل آئے۔ بعض ساتھیوں نے بھاگنے کی رائے دی، آپ نے جواب دیا "کیا برا وہ شخص ہے جو ایسی حالت میں بھاگ جائے۔ میں تو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اسلام میں ہوں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کر ڈالیں گے، اس خوف سے میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنا محض حماقت ہے"۔ اس وقت مسجد حرام کے تمام دروازے شامیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ چاروں طرف سے مکہ معظمہ کی ناکہ بندی کر لی گئی تھی۔ حجاج و طارق نے ابطح کی جانب مروہ تک گھیر لیا تھا اور ابن زبیر چاروں جانب حملے کر رہے تھے۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ابو صفوان، عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف کو پکار اٹھتا تھا اور یہ معترک کی طرف سے جواب دیتا تھا۔ حجاج نے یہ دیکھ کر کہ لوگ ابن زبیر پر حملہ کرنے سے جی چراتے ہیں، اپنے لشکر پر ناراض ہوا اور طیش میں آ کر پیادہ لشکر لئے ہوئے عبداللہ بن زبیر کے علم بردار کو محصور کر لیا۔ عبداللہ بن زبیر نے کھینچ کر اپنے علم بردار کو محاصرے سے نکال لیا اور ایک پر زور حملہ سے حجاج کو پسپا کر کے لوٹے۔ مقام ابراہیم پر دو رکعتیں نفل کی پڑھیں۔ اس اثناء میں حجاج نے پھر ان کے علم بردار پر حملہ کیا۔ باب بنوشیبہ پر جھڑپ ہوئی اور ان کا علم بردار مارا گیا۔ علم حجاج کے آدمیوں نے لے لیا۔ عبداللہ بن زبیر نماز سے فارغ ہو کر بلا علم کے پھر لڑنے لگے۔ ابن مطیع بھی ان کے ہمراہ تھا جو لڑتے لڑتے اس واقعہ میں کام آ گیا۔ بعض کا بیان ہے کہ یہ زخمی ہو گیا تھا اور لڑائی کے چند دنوں بعد وفات پائی۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر نے بروز شہادت اپنے ہمراہیوں سے کہا تھا: "اے آل زبیر! اگر تم مجھ سے اپنے نفس سے زیادہ خوش ہو تو یہ سمجھ لو کہ تم لوگ عرب کے ایک خاندان سے تھے، جس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے سرفروشی کی ہے۔ لہٰذا تم تلوار کی جھنکار سے خوفزدہ نہ ہونا کیونکہ زخم پر دوا لگانے کا صدمہ زیادہ ہوتا ہے اس کے واقع ہونے سے۔ تم لوگ اپنی اپنی تلواریں تول لو اور جس طرح اپنے چہروں کو بچاتے ہو، ان کو بھی خون ناحق سے بچاؤ اور اپنی اپنی آنکھیں نیچی کر لو تاکہ اس کی چمک تمہاری نگاہوں کو خیرہ نہ کر سکے اور ہر شخص اپنے مقابل پر حملہ آور ہو اور مجھے ڈھونڈتے نہ پھرنا، اگر میری تلاش تم کو ہو تو میں اگلی صف میں رہوں گا"۔ بہر حال اس قسم کے چند کلمات سمجھا کر لشکر شام پر حملہ کیا اور لڑتے لڑتے حجون تک بڑھ گئے۔ ایک شامی نے دور سے تیر مارا، جس سے پیشانی زخمی ہو گئی اور چہرے سے خون بہنے لگا۔ مگر اس کے باوجود نہایت مردانگی سے لڑتے رہے۔ شامی لشکر دور سے پتھر و تیر برسانے لگا۔ آخر کار (یوم سہ شنبہ) ماہ جمادی الثانی 73ھ کو شہید ہو گئے۔ حجاج کے روبرو ان کا سر پیش کیا گیا تو اس نے سجدہ کیا اور اہل شام تکبیر کہہ اٹھے۔ اس کے بعد حجاج و طارق اٹھ کر ان کی لاش پر آئے اور اس کو مقام حجون میں صلیب پر چڑھوا کر سر، مع عبداللہ بن صفوان و عمارہ بن عمرو بن حزم کے سروں کے عبدالملک کے پاس روانہ کر دیا۔ اسماءؓ نے شہادت کے بعد لاش کے دفن کی اجازت چاہی مگر حجاج نے انکار کیا اور عبدالملک کو یہ واقعات تحریر کر کے بھیجے۔ عبدالملک نے اس کو اس مذموم فعل پر ملامت کی اور لاش دفن کرنے کی

اجازت دے دی۔

عبداللہ بن زبیرؓ کی تجہیز و تکفین

عبداللہ بن زبیر کی شہادت کے بعد ان کا بھائی عروہ حجاج کے پہنچنے سے قبل ہی عبدالملک کے پاس جا پہنچا۔ عبدالملک نے اس کو کمال عزت سے تخت پر اپنے برابر جگہ دی۔ باتوں باتوں میں عبداللہ بن زبیر کا ذکر آیا تو عروہ نے بے پروائی سے کہا: ''وہ ایک شخص تھا''۔ عبدالملک بولا ''اس نے کیا کیا؟'' جواب دیا ''مارا گیا''۔ عبدالملک یہ سنتے ہی سجدے میں چلا گیا۔ جب سر اٹھایا تو عروہ نے کہا: ''حجاج نے اس کی لاش صلیب پر چڑھا دی ہے، دفن نہیں کرنے دیا۔ اگر آپ اجازت دیجئے تو اس کی لاش اس کی ماں کو دے دی جائے۔'' عبدالملک نے یہ درخواست منظور کر لی اور حجاج کو لاش کے صلیب دینے پر ملامت آمیز خط تحریر کیا۔ حجاج نے لاش کو صلیب سے اتروا کر اسماءؓ کے پاس بھیج دیا۔ عروہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کیا۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد اسماءؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔

باب:۴

عبدالملک بن مروان

73ھ تا 86ھ

کامیابی کے بعد حجاج مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ مسجد حرام کو خون اور پتھروں سے صاف کرایا۔ اہل مکہ سے عبدالملک کی بیعت لے کر مدینہ منورہ چلا گیا اور دو مہینہ تک وہیں ٹھہرا رہا۔ اہل مدینہ کو امیر المومنین عثمانؓ کا قاتل سمجھ کر ستانے لگا۔ ان کی ذلت و رسوائی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ صحابہ کی ایک جماعت کے ہاتھوں پر سیسہ گرم کرا کے مہریں کرائیں جیسا کہ ذمیوں کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ منجملہ ان لوگوں کے جابر بن عبداللہؓ بن عبداللہؓ وانس بن مالکؓ وسہل بن سعدؓ تھے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ سے پھر مکہ معظمہ کی طرف واپس آیا۔ مدینہ اور اہل مدینہ کی برائیوں میں اس کے بہت سے اقوال قبیحہ نقل کئے جاتے ہیں جس کے ذکر سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ منتقم حقیقی ہے۔

خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر

بیان کیا جاتا ہے کہ 74ھ میں عبدالملک نے طارق کو مدینہ منورہ سے معزول کر کے حجاج کے وہاں کا حاکم مامور کیا تھا۔ اسی سنہ میں عبداللہ بن زبیر کے بنائے ہوئے کعبہ کو منہدم کر کے حجر اسود کو خانہ کعبہ سے باہر کر دیا اور اس بنیاد پر اس کی تعمیر کرائی جس بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تعمیر کیا تھا۔ عبدالملک اکثر کہا کرتا تھا کہ عبداللہ بن زبیر اس روایت میں جس کو اس نے ام المومنین عائشہؓ سے روایت کی ہے سچا نہیں تھا۔ لہٰذا جب عبدالملک کو اس روایت کی صحت کی تصدیق ہوگئی تو یہ کہنے لگا کہ مجھے یہی پسند آیا کہ میں ابن زبیر کی بنیاد کعبہ کو ترک کر دوں۔

جنگ ازارقہ اور مہلب

جب عبدالملک نے خالد بن عبداللہ کو بصرہ کی حکومت سے معزول کر کے اس کی بجائے اپنے بھائی بشر بن مروان کو مقرر کیا اور دونوں شہروں کی حکومت اس کو دے دی تو یہ حکم صادر کیا کہ مہلب کو جنگ ازارقہ پر مامور کیا جائے۔ اہل بصرہ میں سے جس جس کو چاہے وہ اپنے ساتھ لے لے اور اس کی روانگی کے بعد اہل کوفہ میں سے کسی تجربہ کار، ہوشیار اور جنگ آزمودہ شخص کو ایک عظیم الشان لشکر کے ہمراہ مہلب کی کمک پر بھیجا جائے تا کہ خوارج چن چن کر ہلاک کر دیئے جائیں۔ چنانچہ مہلب نے جدیع بن سعید بن قبیصہ کے ذریعے لوگوں کو منتخب کیا اور بقصد جنگ خوارج روانہ ہوا۔ بشر کو یہ ناگوار گزرا۔ اس نے عبدالرحمٰن بن مخنف کو بلا کر کہا ''تم کو یہ معلوم ہی ہے کہ میں تمہاری کتنی عزت کرتا ہوں۔ میں نے تمہیں اس غرض سے بلایا ہے کہ لشکر کوفہ کو تمہاری سرداری میں جنگ ازارقہ پر روانہ کر دوں۔ تم میرے حسن ظن کے مطابق اس کام کے لئے مناسب ہو۔ دیکھنا خبردار مہلب کے فقروں میں نہ آ جانا اور نہ اس کی رائے ومشورہ سے کوئی کام کرنا''۔ عبدالرحمٰن بن مخنف نے اس رائے سے اتفاق کیا اور لشکر کوفہ کو لے کر روانہ ہوا۔ رام ہرمز میں پہنچ کر مہلب کی لشکر گاہ سے ایک میل کے فاصلہ پر اس طرح ڈیرہ ڈالے کہ دونوں فوجوں کے سپاہی ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے اور خوارج سے خندق کھود کر لڑائی چھیڑ دی۔

رام ہرمز میں عبدالرحمٰن بن مخنف کو آئے دس راتیں گزر چکی تھیں کہ بشر بن مروان کے مرنے کی خبر پہنچی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بوقت وفات اس نے خالد بن عبداللہ کو بصرہ کی گورنری پر مقرر کیا ہے۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ کوفہ و بصرہ کی فوجیں متفرق و منتشر ہو کر اپنے شہروں کی طرف لوٹ

کھڑی ہوئیں اور اہواز میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ خالد بن عبداللہ بن خالد نے ان کو بہت دھمکایا اور عبدالملک کی عقوبت سے ڈرایا لیکن وہ لوگ مہلب کی طرف نہ لوٹے۔ عمر بن حریث سے شہر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ اس نے بھی اجازت نہ دی تو رات کے وقت چھپ چھپا کر بلا اجازت شہر میں داخل ہو گئے۔

امیہ بن عبداللہ بحیثیت گورنر خراسان

جس وقت بکیر بن وشاح کو خراسان کی گورنری دی گئی تھی اسی دور میں تمیم اس کے مخالف بن بیٹھے تھے اور برابر اسی مخالفت وعصبیت پر دو برس تک اڑے رہے یہاں تک کہ اہل خراسان نے اس خیال سے کہ مبادا ملک میں بغاوت پھر نہ پھوٹ نکلے اور مخالفین کی یورش نہ ہو جائے عبدالملک کی خدمت میں مذکورہ بالا حالات کی مفصل عرضداشت لکھ بھیجی اور یہ بھی تحریر کیا کہ خراسان کا انتظام بغیر کسی قریشی شخص کے قائم نہیں ہوگا۔ عبدالملک نے اپنے مصاحبین سے اس کے متعلق مشورہ کیا۔ امیہ بن عبداللہ ابن خالد بن اسید نے عرض کیا: "آپ اپنے خاندان میں سے کسی کو خراسان بھیج کر انتظام کیجئے۔" عبدالملک نے جواب دیا: "اگر تو ابوفدیک سے شکست کھا کر نہ بھاگتا تو البتہ تو اس کام کے لئے موزوں تھا۔" امیہ بن عبداللہ نے اپنی شکست اٹھانے کی معذرت کی اور حلفاً کہا: "لشکریوں نے مجھے رسوا کیا تھا۔ جب کوئی جنگجو میرے پاس باقی نہ رہا تو میں مجبوراً چند لوگوں کو ہمراہ لے کر بہ خوف ہلاکت بھاگ کھڑا ہوا۔ اگر ایسا نہ کرتا تو وہ سب کے سب قتل ہو جاتے۔ اس سے پیشتر خالد بن عبداللہ نے بھی میری معذرت آپ کو تحریر کر کے بھیجی ہے اور اس واقعہ سے سب آگاہ ہیں۔" عبدالملک نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور خراسان کی سند گورنری لکھ کر دے دی۔

بکیر بن وشاح کو امیہ کی روانگی کی خبر لگی تو بحیر بن ورقاء کے پاس پیام صلح بھیجا اور یہ اس وقت تک اس کی قید ونگرانی میں تھا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ بحیر نے پہلے مصالحت کرنے سے انکار کیا لیکن بعض دوستوں کے کہنے اور قتل کے خوف سے مصالحت کر لی۔ بکیر نے یہ اقرار لے کر کہ وہ اس سے نہ لڑے گا چالیس ہزار درہم مرحمت کئے۔ مگر جس وقت امیہ نیشاپور کے قریب پہنچا تو بحیر اس سے ملنے کو آیا۔ خراسان کے انتظامات اور اہل خراسان کو تسخیر کرنے کے طریقے بتلائے۔ بکیر کی عہد شکنی سے ڈرایا اور اس کے ساتھ ساتھ مرو تک آیا۔ چونکہ امیہ نیک طینت تھا اس نے نہ بکیر سے کوئی تعرض کیا اور نہ اس کے عمال سے۔ بکیر کو محکمہ پولیس کی افسری دینا چاہی۔ بکیر نے کہا: "کل تک تو لوگ مجھے امیر تصور کرتے تھے اور میرے پاس آلات حرب لا کر جمع کرتے تھے اور آج میں مقرر ہو کر آلات حرب جمع کرتا پھروں۔" پھر امیہ نے اس کو خراسان کے کسی صوبے کی گورنری دینے کا ارادہ کیا۔ بحیر سد راہ ہو گیا اور اس کی بدعہدی وغداری سے ایسا ڈرایا کہ امیہ نے اس کو خراسان کے کسی صوبے کی حکومت نہ دی۔

رتبیل پر لشکر کشی

اس کے بعد امیہ نے اپنے لڑکے عبداللہ کو بحستان کا والی بنایا۔ بستا میں جا کر اس نے قیام کیا اور رتبیل پر فوج کشی کی جو رتکوں پر بعد مقتول اول کے حکومت کر رہا تھا۔ اس کے دل پر مسلمانوں کا ڈر غالب تھا اس لئے نذرانے وتحائف ایک لاکھ درہم سالانہ خراج پر صلح کا پیام دیا۔ عبداللہ بن امیہ نے منظور نہ کیا اور اس کے ملک میں گھس کر ہر طرف سے ناکہ بندی کر لی۔ رتبیل نے مجبور ہو کر پھر مصالحت کی درخواست کی۔ عبداللہ بن امیہ نے یہ شرط پیش کی کہ کل مال واسباب وملک چھوڑ کر جلاوطن ہو جاؤ۔ رتبیل نے اس کو تو نامنظور کیا مگر تین لاکھ درہم دے کر اس شرط سے صلح کر لی کہ آئندہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہوگا۔ جب عبدالملک کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اس کو معزول کر دیا۔

امارت عراق پر حجاج کا تقرر

75ھ میں عبدالملک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو بصرہ وکوفہ کی سند گورنری عطا کی۔ یہ ان دنوں مدینہ منورہ میں تھا۔ لہٰذا اس نے بارہ شتر سواروں کے ساتھ مدینہ منورہ سے عراق کا قصد کیا۔ ماہ رمضان المبارک میں وارد کوفہ ہوا۔ یہ وہ دور تھا کہ بشر نے مہلب کو جنگ خوارج پر بھیج دیا تھا۔ مسجد میں گیا، منبر پر چڑھ کر بیٹھا اور لوگوں کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے اس کو خارجی تصور کر کے اس کے تکلیف وایذا رسانی کی فکر کی۔ چنانچہ

عمیر بن ضابی برجمی سنگ ریزہ مٹھیوں میں لے کر بیٹھا۔ لہٰذا جب حجاج بولنے لگا تو عمیر دل ہی دل میں ایسا ڈرا کہ سنگ ریزے اس کے ہاتھ سے گرتے جاتے تھے اور اس کو اس کی اطلاع نہ تھی۔ جس وقت سب لوگ جمع ہو گئے۔ حجاج بن یوسف نے چہرے پر سے نقاب اٹھائی اور خطبہ دینے لگا جس میں اہل کوفہ کو مہلب سے مخالفت کرنے پر دھمکایا تھا۔ مؤرخین نے اس کو اپنی تصانیف میں اور ابن اثیر نے کامل میں نقل کیا ہے۔ خطبہ دینے کے بعد دارالامارت میں آیا۔ لوگ اپنے وظائف لینے اور مہلب کے پاس جانے کے لئے حاضر ہوئے۔

عمیر بن ضابی کا انجام

عمیر بن ضابی نے کھڑے ہو کر کہا: ''میں بوڑھا ضعیف و ناتواں ہوں اور میرا یہ لڑکا مجھ سے زیادہ مضبوط و توانا ہے۔'' (مقصود یہ تھا کہ جنگ ازارقہ پر میرے لڑکے کو بھیج دیا جائے)۔ حجاج بن یوسف بولا ''تو کون ہے؟'' اس نے جواب دیا ''عمیر بن ضابی''۔ پوچھا! ''وہی عمیر بن ضابی جس نے امیر المومنین عثمانؓ کے مکان پر حملہ کیا تھا۔''؟ جواب دیا ''ہاں''۔ اس پر حجاج نے کہا ''اے اللہ کے دشمن کیا خون عثمانؓ کا بدلہ تجھ سے نہ لوں؟ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی لئے بھیجا ہے۔ تو یہ بتا کہ تجھے کس نے اس امر پر تیار کیا تھا؟'' جواب دیا ''عثمانؓ نے میرے بوڑھے باپ کو قید کر دیا تھا''۔ حجاج نے کہا ''میں تیرا زندہ رہنا پسند نہیں کرتا۔ تیرے قتل کرنے میں دونوں شہروں کی بہتری ہے۔'' عمیر جواب دینے کو تھا کہ حجاج نے اس کے قتل اور اس کے مال و اسباب لوٹ لینے کا حکم دے دیا۔ بعض کے بقول ضبہ بن سعید بن ابی العاص کے برانگیختہ کرنے سے عمیر بن ضابی کے قتل پر حجاج آمادہ ہوا تھا اور اس کے منادی نے یہ صدا دی تھی کہ آگاہ ہو جاؤ بے شک ابن ضابی نے تین نداؤں کے بعد مخالفت کی ہے۔ اس وجہ سے اس کے قتل کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے بری ہے جو شخص مہلب کے لشکر کے علاوہ اس رات کو اپنے گھر میں قیام کرے گا۔'' لوگ یہ سنتے ہی مہلب کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے جو ان دنوں رام ہرمز میں تھا۔ واقف کاروں نے لوگوں کو جانچ کر لشکر کے مرتب ہو جانے کی خبر دی۔

اس کے بعد حجاج نے حکم بن ایوب ثقفی کو اپنی طرف سے امیر بصرہ مقرر کر کے روانہ کیا اور خالد بن عبداللہ پر سختی کرنے کا حکم دیا۔ خالد کو اس کی خبر ہو گئی۔ اس نے اہل بصرہ کو ایک ایک ہزار درہم مرحمت کئے اور خود بصرے کو خیر باد کہہ کر نکل کھڑا ہوا۔

جہاد سے تخلف کا خمیازہ

بیان کیا جاتا ہے کہ حجاج ہی نے سب سے پہلے جنگ پر نہ جانے والوں کو قتل کرنے کی سزا دی ہے۔ شعبی کہتا ہے کہ عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کے عہد خلافت میں جہاد سے تخلف کرنے والے کی یہ سزا مقرر تھی کہ اس کا عمامہ مجمع عام میں اتار لیا جاتا تھا اور اس کی اسی صورت سے تشہیر کی جاتی تھی۔ جب مصعب حکمران ہوا تو اس نے اس پر اتنا اضافہ اور کیا کہ اس کے سر اور ڈاڑھی کو منڈوا دیتا تھا۔ بشر بن مروان نے اس قدر سزا اور زیادہ کی کہ دو قد آدم بلندی پر ہتھیلیوں کو کیلوں سے دیوار میں ٹھکوا دیتا تھا۔ جس سے کبھی تو ایسا ہوتا تھا کہ ہتھیلیاں پھٹ جاتی تھیں اور اکثر اوقات وہ شخص مر بھی جاتا تھا۔ جب حجاج کا دور حکومت آیا تو اس نے یہ سب سزائیں بند کر دیں اور گردن زنی کا حکم جاری کیا۔

سندھ پر قبضہ

اسی زمانے میں حجاج نے سندھ پر سعید بن اسلم بن زرعہ کو متعین کیا۔ معاویہ بن حرث کلابی اور اس کا بھائی محمد بھی جہاد کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ اکثر شہروں پر قبضہ کر لیا۔ جنگ آوروں کو قتل و قید کیا اور اس سے فارغ ہو کر سعید پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ حجاج نے یہ دیکھ کر بجائے سعید کے مجاعہ بن سعید تمیمی کو مقرر کیا جس نے سرحد پر بہ زور و قوت قبضہ حاصل کر کے اپنی حکومت کے ایک سال کے بعد مکران و قندابیل کے اکثر شہروں کو فتح کیا۔

بشر بن مروان کا خاتمہ

حجاج نے کوفہ میں عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور اس کے انتظام سے فارغ ہو کر بصرے کا قصد کیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے ویسا

ہی خطبہ دیا جیسا کہ کوفے میں دیا تھا اور مہلب کے ساتھ چھوڑ دینے والوں کو بہت دھمکایا۔ اس اثناء میں شریک ابن عمرو سکری آیا۔ اس کو فتق کا عارضہ تھا، اس نے جہاد میں شریک نہ ہونے کا عذر کیا اور یہ بھی کہا کہ بشر بن مروان نے میری یہ معذرت قبول کر لی تھی اور یہ سرکاری عطیہ حاضر ہے، بیت المال میں داخل کر لیا جائے۔ حجاج نے اس پر توجہ نہ کی اور اس کے قتل کا حکم جاری کیا۔ اہل بصرہ اس سختی سے ڈر گئے اور جوق در جوق بصرے سے نکل کر مہلب کے لشکر میں جا پہنچے۔

عطیات میں کمی

حجاج بھی بصرے سے مہلب کی طرف امداد کے لئے روانہ ہوا۔ جب اٹھارہ فرسخ کا فاصلہ باقی رہ گیا تو ڈیرے ڈال دیئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے اہل بصرہ و کوفہ! واللہ تمہارا مقام یہی ہے اور یہیں تم لوگ ٹھہرے رہو گے جب تک کہ خوارج کو اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کر دے گا۔'' پھر کچھ سوچ سمجھ کر لشکریوں کے عطیات سے وہ سو سو درہم کم کر دیئے جو مصعب کے عہد میں اضافہ کئے گئے تھے۔ عبداللہ بن جارود بولا ''امیر المومنین عبدالملک نے یہ اضافہ کیا ہے اور ان کے بھائی بشر نے اس کو ان کے حکم سے جاری و جائز رکھا ہے''۔ حجاج نے چیں بہ جبیں ہو کر ڈانٹ دیا۔ پھر عبداللہ بن جارود نے کہا ''میں تم کو نصیحتاً کہتا ہوں میرے سوا اور لوگوں کا بھی یہی بیان ہے''۔ حجاج یہ سن کر کئی مہینے تک چپ رہا اس اضافے کا کوئی تذکرہ تک نہ کیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اپنے قول سابق کو دہرایا اور عبداللہ بن جارود نے پھر اس پر اعتراض جڑ دیا۔ مصقلہ بن کرب عبدی نے عبداللہ سے کہا: ''خاموش ہو جاؤ۔ ہم لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ امیر کے حکم پر اعتراض کیا کریں بلکہ جو کچھ وہ کہے خواہ پسند ہو یا ناگوار بہ سرو چشم اس کو منظور کر لیں۔''

عبداللہ بن جارود کی مخالفت

عبداللہ بن جارود نے اس کو ڈانٹا، گالیاں دیں اور اٹھ کر روؤساء لشکر کو لئے ہوئے عبداللہ بن حکیم بن زیاد مجاشعی کے پاس گیا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا: ''اس شخص (حجاج) نے عطیات کی ترقی کے ضبط کرنے کا قصد کر لیا ہے۔ ہم تمہارے ہاتھ پر عراق سے اس کے نکالنے کی بیعت کرتے ہیں۔ تم عبدالملک کو لکھو کہ ہم پر وہ کسی دوسرے کو مقرر کرے بصورت دیگر ہم اس کو تخت خلافت سے اتار دیں گے اور وہ ہم لوگوں کا لحاظ و پاس اس وقت تک کرتا رہے گا جب تک خوارج کا وجود عراق میں باقی رہے گا۔'' عبداللہ بن حکیم اس پر راضی ہو گیا۔ کل اہل عراق نے درپردہ بیعت کر لی اور باہم عہد و پیان کر لیا۔

حجاج کے خلاف بغاوت

رفتہ رفتہ حجاج تک یہ اطلاع پہنچی تو وہ بیت المال کی حفاظت اور احتیاط کرنے لگا مگر جس وقت اہل عراق نے بہمہ وجوہ اپنا انتظام درست کر لیا تو ربیع الثانی 76ھ میں انہوں نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ عبداللہ بن جارود سوار ہوا۔ بنو قیس اپنی رایات لے کر آگے بڑھے۔ حجاج کے پاس سوائے اس کے خصوصی مصاحبوں اور اس کے خاندان والوں کے اور کوئی نہ رہ گیا۔ حجاج نے نرمی سے عبداللہ بن جارود کو واپس طلب کر لیا مگر اس نے قاصد کو سخت سست کہنا شروع کیا اور صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ میں حجاج کو امارت سے الگ کر دوں گا۔ قاصد بولا: ''تمہاری شاید شامت آ گئی ہے۔ امیر تمہاری قوم اور تمہارے خاندان کو برباد کر دے گا۔ اللہ کی قسم! اگر تم امیر کے پاس نہ چلو گے تو تمہارے حق میں بہت خوفناک ہو گا۔'' عبداللہ بن جارود نے ترش رو ہو کر جواب دیا: ''واللہ اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تجھے ابھی اسی مقام پر ڈھیر کر دیتا۔'' قاصد اس سخت جواب سے ڈر کر واپس آیا اور عبداللہ بن جارود نے حملے کا حکم دے دیا۔ لوگ نرغہ کر کے حجاج کے خیمہ تک پہنچ گئے جو کچھ مال و اسباب پایا لوٹ کر واپس پلٹے۔ لوگوں کی یہ رائے تھی کہ حجاج کو نکال دیں قتل نہ کریں۔ غضبان بن قبعثری شیبانی نے ابن جارود سے کہا ''دیکھو بغیر قتل کئے حجاج کے واپس نہ چلو ورنہ صبح کو تمہاری خیریت نہیں ہے''۔ عبداللہ بن جارود نے جواب دیا ''کل اس کا علاج کر دیا جائے گا، شام ہو گئی ہے اس وقت کیا ہو سکتا ہے۔''

زیاد بن عمر کی تجویز

حجاج کے ساتھ عثمان بن قطن اور زیاد بن عمر عتکی (پولیس بصرے کا افسر) بھی تھا۔ حجاج نے ان سے مشورہ مانگا۔ زیاد نے رائے دی کہ ان لوگوں سے بہ حیلہ وفریب امان حاصل کر کے امیر المومنین کے پاس چلا جانا مناسب ہے کیونکہ ادنیٰ اور اعلیٰ سب کے سب برسر پرخاش ہیں۔ عثمان بن قطن نے کہا: ''میری یہ تجویز ہے کہ نہایت سرگرمی و ثابت قدمی سے ان کی بغاوت ختم کرنا چاہئے گو اس میں موت ہی کیوں نہ آ جائے۔ تم ہرگز عراق سے امیر المومنین کے پاس نہ جاؤ۔ تم کو امیر المومنین نے کیسا رتبہ عالی مرحمت کیا اور تم کو ابن زبیر سے جنگ پر مامور کیا۔'' حجاج کو یہ رائے اچھی لگی اور زیاد سے کشیدہ خاطر ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد عامر بن مسمع کہتا ہوا آیا۔ ''میں نے لوگوں سے تمہارے لئے پناہ لے لی ہے۔'' حجاج لوگوں کو سنا کر بلند آواز سے کہنے لگا: ''واللہ میں ان لوگوں کو پناہ نہ دوں گا جب تک وہ لوگ ہذیل بن عمران اور عبداللہ بن حکیم کو میرے حوالے نہ کر دیں گے'' اور خفیہ طور سے عبید بن کعب فہری کو بلا بھیجا۔

ابن جارود کے ساتھیوں کی عہد شکنی

عبید بن کعب نے کہلا بھیجا کہ اگر میں آؤں گا تو تم شاید مجھے واپس نہ آنے دو گے۔ حجاج نے کہا: ''ایسا نہیں ہوگا۔'' پھر محمد بن عمر بن عطارد و عبداللہ بن حکیم کے پاس یہی پیام بھیجا۔ ان لوگوں نے بھی یہی جواب دیا۔ اس کے بعد عباد بن حصین حنظلی بن جارود، ہذیل اور عبداللہ بن حکیم کی طرف ہو کر گزرا۔ یہ لوگ بیٹھے ہوئے کچھ مشورہ کر رہے تھے۔ عباد نے شریک مشورہ ہونے کی اجازت طلب کی۔ ابن جارود وغیرہ نے انکار کیا۔ عباد بن حصین اس انکار سے بگڑ گیا۔ سیدھا حجاج کے پاس چلا آیا۔ اس کی دیکھا دیکھی قتیبہ بن مسلم بنو اعصر کو لے کر آ ملا۔ سبرۃ بن علی کلابی، سعید بن اسلم کلابی، جعفر بن عبدالرحمٰن بن مخنف ازدی بھی آ کر مل گئے۔ حجاج کو ان لوگوں کے مل جانے سے بڑی تقویت ہو گئی۔ پھر مسمع بن مالک بن مسمع نے کہلا بھیجا کہ اگر تم اجازت دو تو میں بھی آ جاؤں، حجاج نے کہا: ''تم وہیں رہو مگر اپنی قوم کو میرا مقابلہ کرنے سے روک دو۔'' تمام رات اسی قسم کی سازشیں ہوتی رہیں اور عراق کے نامی گرامی سرداروں کے پیام آتے جاتے رہے۔

ابن جارود کا انجام

صبح ہوئی تو حجاج کے پاس چھ ہزار کی جمعیت موجود تھی۔ عبداللہ بن جارود نے اہل عراق کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر عبداللہ بن زیاد بن ضبیان سے کہا: ''کیا رائے ہے؟'' اس نے جواب دیا ''کل تم نے اسے (حجاج) کو چھوڑ دیا لہٰذا آج سوائے صبر کے اس کا علاج کچھ نہیں ہے۔'' ابن جارود نے کچھ سوچ سمجھ کر اپنے ہمراہیوں کو تیاری کا حکم دیا۔ اس کے میمنہ پر ہذیل بن عمران، میسرہ پر عبداللہ بن زیاد بن ضبیان تھا۔ حجاج کا میمنہ قتیبہ بن مسلم اور میسرہ سعید بن اسلم کی ماتحتی میں تھا۔ ابن جارود نے آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ حجاج کے ہمراہیوں کا منہ پھر گیا۔ قریب تھا کہ ابن جارود کو فتح ہو جاتی لیکن اتفاق سے ایک تیر ابن جارود کے گلے میں آ کر ترازو ہو گیا جس کے باعث وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ حجاج کے منادی نے پکار کر کہا ''کل لوگوں کو باستثناء ہذیل و ابن حکیم کے امان دی جاتی ہے۔ امیر کا حکم ہے کہ کوئی شخص بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کرے۔'' عبداللہ بن زیاد بن ضبیان بھاگ کر عمان پہنچا اور وہیں مر گیا۔ حجاج نے ابن جارود اور اس کے اٹھارہ ہمراہیوں کے سر مہلب کے پاس بھیج دیئے۔ مہلب نے ان کو نیزوں پر نصب کرا دیا تاکہ خوارج ان کو دیکھ کر مخالفت کرنے پر شرمندہ ہوں۔ چونکہ عبیداللہ بن کعب اور محمد بن عمیر نے آنے سے انکار کیا تھا اور ابن قبعثری نے لوگوں کو مخالفت پر ابھارا تھا اس وجہ سے ان کو اسیر کر دیا گیا۔ لیکن ابن قبعثری کو کچھ عرصے بعد عبدالملک نے رہا کر دیا۔

عبداللہ بن انسؓ بن مالک

منجملہ ان لوگوں کے جو ابن جارود کے ساتھ اس جھڑپ میں کام آئے عبداللہ بن انسؓ بن مالک انصاری بھی تھے۔ حجاج نے ان کو دیکھ کر کہا

''میں انس کو اپنا مخالف نہیں سمجھتا تھا۔'' لہٰذا جب بصرے میں داخل ہوا تو اس نے انسؓ بن مالک کا مال و اسباب ضبط کر لیا۔ یہ اس کے پاس گئے تو سخت و سست کہا، گالیاں دیں۔ انس بن مالک نے عبدالملک کو اس کی شکایت لکھی۔ عبدالملک نے حجاج کو انس بن مالک کے ساتھ اس ناز یبا برتاؤ کرنے پر بہت سخت و سست لکھا اور یہ بھی کہا کہ انس بن مالک کو جس قدر و منزلت کے زینے پر ہوں اسی پر رکھو اور ان کا مال و اسباب واپس دو بصورت دیگر ایسے شخص کو بھیج دوں گا جو تمہاری کجی کو سیدھا کر دے گا اور تمہاری آبرو کو ایک آن میں خاک میں ملا دے گا۔ حاضرین کا بیان ہے کہ حجاج کا چہرہ اس پر عتاب خط کے پڑھنے سے کبھی تو زرد ہو جاتا تھا اور کسی وقت بھر بھرا اٹھتا تھا اور پیشانی سے پسینہ کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ خط پڑھنے کے بعد طوعاً و کرہاً انس بن مالک کی خدمت میں معذرت کے لئے حاضر ہوا۔

بغاوت زنج

ان واقعات کے بعد ہی زنج (سودان کے ایک قبیلے) نے فرات بصرہ میں خروج کیا۔ گو اس سے پہلے زمانہ مصعب میں ان کا ظہور ہوا تھا اور ان کی تعداد کثیر نہ تھی مگر باغات اور کھیتوں کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ خالد بن عبداللہ نے ان پر فوج کشی کی تھی اور ان کے چند سرداروں کو ہلاک کر ڈالا تھا اور بعض کو صلیب دے دی تھی۔ باقی جو رہے تھے متفرق و منتشر ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ پس جب ابن جارود کا واقعہ پیش آیا تو زنجیوں نے ریاح ملقب بہ شیر زنجی کو اپنا افسر بنایا اور اس کے ساتھ مل کر فرات بصرہ کو برباد کرنے لگے۔ حجاج نے جنگ عبداللہ ابن جارود سے فارغ ہو کر زیاد بن عمرو (پولیس بصرہ کے افسر اعلیٰ) کو ان کے سرکوبی کی غرض سے لشکر بھیجنے کو لکھا۔ نیز اپنے لڑکے حفص کو بسرافسری ایک فوج کے بھیجا۔ پہلے معرکے میں تو زنجیوں نے اس کو شکست دی مگر جب دوسری فوج اس کی کمک پر آ گئی تو ریاح میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ہزاروں زنجی میدان جنگ میں قتل ہو گئے۔

جنگ خوارج

آپ کو یاد ہو گا کہ مہلب و عبدالرحمٰن بن مخنف مقام رام ہرمز میں خوارج سے لڑ رہے تھے جس وقت حجاج کوفہ و بصرہ سے ان کی کمک پر فوجیں روانہ کرنے لگا اور جب ایک کثیر التعداد فوج اکٹھی ہو گئی تو انہوں نے خوارج پر حملے شروع کر دیئے جس سے وہ پسپا ہو کر کازرون کی طرف بھاگے۔ مہلب و عبدالرحمٰن کی فوجوں نے ان کا تعاقب کیا۔ کازروں کے قریب پہنچ کر خوارج ٹھہر گئے۔ مہلب و عبدالرحمٰن کے لشکر نے بھی اپنے مورچے قائم کر دیئے۔ مہلب نے حفاظت کے لئے اپنی لشکر گاہ کے اردگرد خندق کھدوا کر دمس بند ہوا دیئے اور عبدالرحمٰن سے بھی خندق کھدوانے کو کہا۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا ہماری تلواریں خندق کا کام دیں گی۔ رات کے وقت خوارج نے مہلب پر حملہ کیا مگر خندق کی وجہ سے آگے بڑھ نہ سکے۔ مجبوراً عبدالرحمٰن بن مخنف کی طرف لوٹے، میدان صاف پا کر بڑھتے چلے گئے۔ عبدالرحمٰن کی رکاب کی فوج اس اچانک حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ چند آدمیوں کو لے کر عبدالرحمٰن میدان میں آیا۔ لڑائی ہوئی، سب کے سب مارے گئے۔ یہ روایت اہل بصرہ کی ہے۔

عبدالرحمٰن بن مخنف کا انجام

اہل کوفہ کا بیان یہ ہے کہ جس وقت مہلب و عبدالرحمٰن نے خوارج سے چھیڑ چھاڑ شروع کی تو خوارج انتہائی مردانگی سے جواب دینے لگے اور اس شدت سے ان کے حملوں کا جواب دیتے ہوئے آگے بڑھے کہ مہلب مجبور ہو کر اپنی لشکر گاہ کو لوٹا۔ عبدالرحمٰن نے عنوان جنگ بدلتا دیکھ کر سواروں اور پیادوں کو مہلب کی مدد پر بھیجا۔ خوارج نے فوراً اپنی فوج کے دو حصے کر دیئے۔ چھوٹے حصے کو مہلب کے مقابلے پر رکھا اور بڑے حصے کو عبدالرحمٰن کی طرف بڑھایا۔ عبدالرحمٰن نے نہایت مردانگی سے مقابلہ کیا۔ بہت دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر اپنی قوم کے ستر آدمیوں سمیت معرکہ کارزار میں کام آ گیا۔ حجاج نے اس کے لشکر کی سالاری عتاب بن ورقاء کو دی اور عتاب کو مہلب کا ماتحت بنایا۔ گو عتاب کو یہ ناگوار گزرا لیکن اطاعت کے سوا چارہ کار ہی نہ تھا۔ مگر پھر بھی مہلب اور عتاب میں ان بن ہو گئی۔ مہلب نے سخت و سست کہا۔ عتاب نے حجاج کے پاس اپنی واپسی کی

درخواست بھیجی۔ حجاج نے کسی ضرورت سے اس کو قبول کر لیا۔ پس یہ لشکر بھی مہلب کی سپردگی میں دے دیا گیا۔ مہلب نے اپنی طرف سے اپنے لڑکے حبیب کو اس پر مامور کیا اور تقریباً ایک برس تک نیشاپور میں ٹھہرا ہوا خوارج سے لڑتا رہا۔

شبیب کا قتل

پھر خوارج نے 76ھ میں حجاج پر چڑھائی کی اور 80ھ تک اس کو اپنی لڑائیوں میں لگائے رکھا۔ سب سے پہلے جس نے خوارج میں سے خروج کیا وہ صالح بن شرح تمیمی تھا۔ جب یہ مارا گیا تو خوارج نے شبیب کو اپنا سردار بنایا۔ اکثر بنو شیبان اس کے مطیع ہو گئے۔ حجاج نے بسرافسری حرث بن عمیرہ ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر بھیجا۔ بعدہ، سفیان خثعمی کو بسر گروہی ایک دستہ فوج کے حرث کی امداد پر مقرر کیا۔ پھر ابن سعید اس کے مقابلے پر آیا لیکن اس کو شکست ہوئی۔ شبیب نے کوفہ کی طرف قدم بڑھائے۔ حجاج نے معرکہ آرائی کی اور کوفہ کو اس کے دست برد سے بچا لیا۔ بعدازاں حجاج نے متعدد فوجیں شبیب کے مقابلے پر روانہ کیں اور ان کے بعد عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو مامور کیا۔ انہوں نے خوارج کو شکست دی۔ پھر عتاب بن ورقاء و زہرہ بن حوبہ ان کی کمک پر روانہ کئے گئے۔ اس معرکے میں میدان خوارج کے ہاتھ رہا۔ عتاب و زہرہ قتل ہو گئے۔ اس کے بعد شبیب بھی مارا گیا۔ خوارج میں پھوٹ پڑ گئی اور ایک گروہ کثیر مارا گیا۔ یہ واقعات ان کے حالات میں بیان کئے جائیں گے۔

اسلامی سکہ

عبدالملک نے عنوان خط پر جو بادشاہ روم کے پاس بھیجا تھا قل هو الله احد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک مع تاریخ کے لکھا تھا۔ بادشاہ روم کو یہ شاق گزرا۔ لکھ بھیجا کہ "عنوان خط پر ایسے مضامین نہ لکھو ورنہ ہم اپنے درہموں اور دیناروں پر تمہارے نبی کا ذکر ایسے انداز سے لکھیں گے کہ تم کو ناگوار ہوگا" عبدالملک کو اس سے تردد پیدا ہوا۔ لوگوں سے اس کے متعلق مشورہ مانگا۔ خالد بن یزید نے رومیوں کے درہم و دینار کے ترک کر دینے اور ضرب اسلامیہ کی تجویز دی۔ عبدالملک نے ایسا ہی کیا۔ بعدازاں حجاج نے درہم و دنانیر پر قل هو الله احد منقش کرایا۔ لوگوں نے اس کو ناپسند کیا اس وجہ سے کہ غیر پاکیزہ لوگ بھی اس کو چھوتے تھے۔ پھر اسلامی سکہ کے خالص اور کھرا بنانے کی بہت زیادہ کوشش کی گئی۔ چنانچہ ابن ہبیرہ نے یزید کے زمانہ حکومت میں، یزید بن عبدالملک اور خالد قسری نے ہشام کے عہد حکومت میں سکے کے خالص ہونے کا سخت اہتمام کیا۔

اس کے بعد یوسف بن عمر نے سب سے زیادہ مبالغہ کیا اور کھرے و کھوٹے کا امتحان مقرر کیا۔ اس اعتبار سے ہبیریہ، خالدیہ، یوسفیہ، خالص اور عمدہ ترین نقود بنو امیہ سے شمار کئے جاتے تھے۔ منصور نے اپنے عہد حکومت یہ فرمان جاری کیا کہ خراج میں سوائے ان سکوں کے دیگر سکے قبول نہ کئے جائیں اور پہلا سکہ مکروہیہ کے نام سے معروف ہوا اس وجہ سے کہ وہ خالص نہ تھا یا اس وجہ سے کہ اس پر قل ہو اللہ منقش تھا۔ لوگ اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ عجمیوں کے درہم مختلف اقسام کے تھے۔ بعض چھوٹے اور بعض بڑے تھے۔ مثقال کا کوئی وزن مقرر نہ تھا۔ بعض بیس قیراط کے تھے اور بعض بارہ قیراط کے اور بعض دس قیراط کے۔ ان سب کو جمع کیا تو بیالیس قیراط ہوئے۔ لہٰذا اس کے ثلث یعنی چودہ قیراط پر درہم عربی مضروب ہوا۔ اس حساب سے ہر دس درہم سات مثقال کے برابر ہوئے۔ بعض کے بقول مصعب ابن زبیر نے اپنے بھائی کے عہد خلافت میں تھوڑے سے درہم مضروب کرائے تھے مگر درست یہی ہے کہ عبدالملک ہی نے اسلام میں سب سے پہلے اسلامی سکہ جاری کیا۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ بکیر حکومت خراسان سے معزول کر دیا گیا تھا اور اس کی جگہ 74ھ میں امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید مقرر ہوا اور وہ ابھی خراسان ہی میں مقیم تھا۔ نیا گورنر (امیہ) اس کی عزت و توقیر کرتا تھا اور صوبجات خراسان میں سے جس صوبے کو وہ پسند کرے اس کی حکومت دینے کو آمادہ تھا مگر بکیر قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ کمال اصرار سے امیہ نے بکیر کو طخارستان کا والی مقرر کیا۔ بکیر سامان سفر کی درستی میں مصروف تھا کہ بحیر بن ورقاء آ کر سدراہ ہو گیا اور امیہ کو بکیر کے مامور کرنے سے منع کر دیا۔ اس کے بعد امیہ نے بکیر کو جنگ ماوراء النہر پر روانہ کیا اور پھر بحیر کے کہنے سے واپس طلب کر لیا۔ تھوڑے عرصے بعد امیہ اپنے لڑکے کو خراسان پر مقرر کر کے، بخارا پر اور بوقت واپسی ترمذ میں موسیٰ بن عبداللہ بن

حازم پر حملہ کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ نہر پر پہنچا تو بکیر سے کہا ''تم مرو کو لوٹ جاؤ۔ میں نے تم کو اس کا والی مقرر کیا۔ دیکھو ابن حازم کی روک تھام معقول طور سے کرنا مجھے اس کے حملے کا سخت خطرہ ہے۔'' بکیر اپنے معتمد علیہ ہمراہیوں کے ساتھ بہ قصد واپسی مرو کنارے پر ٹھہر گیا اور امیہ نے نہر عبور کر کے بخارا کی راہ لی۔ بکیر کی واپسی کے وقت اس کے ایک دوست (عتاب) نے تجویز دی کہ ان کشتیوں کو جلا دو اور مرو میں چل کر امیہ کی معزولی کا اعلان کر دو۔

احنف بن عبداللہ عنبری: میں اس تجویز کو پسند کرتا ہوں۔

بکیر: مجھے اپنے ساتھیوں کا اندیشہ ہے کہ ان کی جانیں مفت ضائع ہو جائیں گی۔

کل ہمراہی: تم جس قدر کہو گے مرو سے ہم فوجیں اکٹھی کر دیں گے۔

بکیر: ہزاروں مسلمانوں کا ناحق خون ہوگا۔ مجھے یہ باتیں پسند نہیں ہیں۔

عتاب: اس کی تدبیر نہایت سہل ہے۔ تم منادی سے یہ ندا کرا دینا کہ جو شخص ہمارا ساتھ دے گا اس کا خراج ہم معاف کر دیں گے اور دیکھ لینا ایک ہی دن میں ہزاروں آدمی مطیع و فرماں بردار ہو جائیں گے۔

بکیر: تو کیا امیہ اور اس کے ساتھی قتل کر دیئے جائیں گے۔

احنف: وہ کیوں ہلاک ہوگا۔ اس کے پاس بھی فوج ہے اور ہمارے پاس بھی۔ لڑتے بھڑتے، چین تک پہنچ جائیں گے۔ بکیر ان فقروں میں آ گیا۔ کشتیاں جلوا دیں اور مرو آ کر امیہ کی حکومت کا شیرازہ درہم برہم کر کے اس کے بیٹے کو اسیر کر دیا۔

امیہ اور ابن وشاح میں صلح

امیہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو اہل بخارا سے ایک قلیل جزیہ پر مصالحت کر کے مرو کی طرف واپس ہوا۔ نہر پر پہنچا تو کشتیاں ندارد تھیں۔ بہ وقت تمام کشتیاں بہم پہنچائی گئیں، نہر کو عبور کیا۔ اتنے میں موسیٰ بن عبداللہ بن حازم آ پہنچا۔ بہ حکمت عملی امیہ نے اس سے اپنا پیچھا چھڑایا۔ مرو کے قریب پہنچ کر شماس بن ورقاء کو آٹھ سو سواروں کے ہمراہ پیش قدمی کا حکم دیا۔ بکیر نے مرو سے نکل کر صف آرائی کی۔ شماس کو پہلے ہی حملے میں شکست ہوئی۔ امیہ نے بجائے اس کے ثابت بن عطیہ کو مقرر کیا۔ جب یہ بھی میدان جنگ میں ثابت قدم نہ رہا تو خود بہ قصد مقابلہ آگے بڑھا۔ مدتوں دونوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ بالآخر بکیر پسپا ہو کر مرو میں جارو پوش ہوا اور امیہ نے اس کا محاصرہ کر لیا۔ ایک مدت کے بعد دونوں میں شرائط پر مصالحت ہو گئی کہ بکیر کو خراسان کے جس صوبے کی وہ حکومت چاہے سونپی جائے اور امیہ اس کا چار لاکھ درہم کا قرض ادا کرے۔ بکیر کے ساتھی جو بوقت جنگ قید کر لئے گئے ہیں، اس کے پاس بھیج دیئے جائیں اور آئندہ اس کے متعلق بحیر کی شکایت کا خیال نہ کیا جائے۔

صلح نامہ تحریر کئے جانے کے بعد امیہ مرو میں داخل ہوا۔ بکیر کو جس عزت و احترام سے پہلے تھا اسی عزت و احترام پر رکھا۔ عتاب کو بیس ہزار درہم دیئے اور بحیر کو موقوف کر کے عطاء بن ابی صائب کو پولیس کی افسری مرحمت کی۔

بعض کا بیان ہے کہ بکیر امیہ کے ساتھ نہر تک نہیں گیا تھا بلکہ امیہ اس کو مرو میں اپنا نائب بنا گیا تھا۔ پس جب امیہ نہر عبور کر گیا تو بکیر اس کی معزولی حکومت کا اعلان کر کے خود حاکم بن بیٹھا اور جن افعال کا وہ مرتکب ہوا ان کو آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

بکیر بن وشاح کا خاتمہ

کچھ عرصے بعد بحیر نے امیہ سے بکیر کی پھر شکایت کی کہ اس نے مجھے تمہاری مخالفت پر ابھارا تھا اور وہ تمہارے قتل کی فکر میں ہے۔ اس معاملہ میں اس کے بھتیجے بھی شریک ہیں۔ ایک گروہ نے اس کے ہواخواہوں میں سے اس امر کی شہادت دی۔ امیہ نے اس کو اور اس کے بھتیجوں کو گرفتار کرا کے قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ 77ھ کا ہے۔ اس کے بعد نہر کو عبور کر کے بلخ پر لشکر کشی کی۔ ترکوں نے اس کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ قریب تھا کہ وہ اور اس کا لشکر فنا ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے بچا لیا اور وہ بہ ہزار خرابی بسیار مرو لوٹ آیا۔

بجیر بن زیاد کا انجام

جس وقت بکیر بسعی وشکایت بجیر بن ورقاء قتل کر ڈالا گیا تو قبیلہ تمیم سے بنو سعد بن عوف نے، جو بکیر کے اعزہ و اقارب تھے، معاوضہ خون کے لینے پر باہم عہد و پیمان کر لیا اور ان میں سے شمر دل نامی ایک شخص بادیہ سے نکل کر خراسان آیا اور چند دنوں تک بجیر کے پاس قیام پذیر رہا۔ ایک دن حالت غفلت میں شمر دل نے بجیر پر برچھی سے وار کیا۔ بجیر گر گیا۔ زخم کاری نہ تھا۔ یہ تو بچ گیا اور شمر دل قتل کر ڈالا گیا۔ بعد ازاں اس کے بعد صعصعہ بن حرب عوفی، بکیر کے معاوضہ خون کے لینے کا بیڑا اٹھا کر بجستان آیا۔ مدتوں ٹھہرا ہوا کامیابی کی تدبیریں سوچتا رہا۔ بالآخر بنو حنفیہ سے مراسم اتحاد پیدا کئے اور ان سے یہ کہا کہ خراسان میں میری میراث ہے تم میری سفارش بجیر کو تحریر کر دو۔ بنو حنفیہ نے صعصعہ کے کہنے کے مطابق ایک سفارشی خط تحریر کر دیا۔ صعصعہ وہ خط لئے ہوئے خراسان پہنچا اور بجیر کے پاس جا کر اترا۔ اپنے نام و نسب اور میراث سے اس کو آگاہ کیا اور مہینوں اس کے پاس مقیم رہا۔ اکثر بجیر کے ساتھ مہلب کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتا تھا۔ ہوتے ہوتے بجیر کو اس سے انس پیدا ہو گیا اور اس کے مکر و دغا سے بے خوف ہو گیا۔ بجیر ایک دن مہلب کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتفاقاً صعصعہ آ پہنچا اور بجیر کے پیچھے بظاہر کچھ پوشیدہ باتیں کرنے کو کھڑا ہو گیا۔ بجیر اس کی طرف مائل ہوا۔ اس نے ایک ایسا بھالا مارا کہ اگلے روز بجیر مر گیا۔ مقاعس اور بطون تمیم میں صعصعہ کی گرفتاری پر جھگڑا ہونے لگا۔ مہلب نے اس قصہ کو رفع دفع کر دیا اور خون بجیر کو خون بکیر کا معاوضہ قرار دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مہلب نے صعصعہ کو بجیر کے پاس گرفتار کر کے بھیج دیا تھا اور اس نے اس کو ہلاک کیا تھا۔ واللہ اعلم۔ یہ واقعہ 81ھ کا ہے۔

امارت خراسان و بجستان پر حجاج کی تقرری

78ھ میں عبدالملک نے گورنری خراسان و بجستان سے امیہ بن عبداللہ کو معزول کر کے ان صوبجات کو بھی حجاج کے حوالے کر دیا۔ حجاج نے مہلب بن ابی صفرہ کو خراسان پر اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو بجستان پر اپنی طرف سے مامور کیا۔ (یہ وہ زمانہ تھا کہ مہلب جنگ ازارقہ سے فارغ ہو چکا تھا۔ حجاج نے اس کو بلا کر اپنے برابر تخت پر بٹھایا اور اس کے ساتھیوں کے وظائف بڑھائے) پس مہلب نے اپنے لڑکے حبیب کو خراسان کی جانب بھیج دیا۔ اس نے نہ تو امیہ سے کچھ تعرض کیا اور نہ اس کے عمال سے۔ یہاں تک کہ اپنی حکومت کے ایک برس بعد مہلب بھی آ پہنچا اور پانچ ہزار کی جمعیت سے نہر غربی کو پار کر کے ماوراء النہر کی طرف بڑھا۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر ابوالادہم رمانی تین ہزار کی جمعیت سے تھا۔ مہلب نے کش پر پہنچ کر قیام کیا۔

اس زمانے میں بادشاہ ختن کے چچا زاد بھائی نے حاضر ہو کر امداد کی درخواست کی۔ اس نے اپنے لڑکے یزید کو اس کے ساتھ کر دیا۔ رات بھر بادشاہ ختن کے چچا زاد بھائی نے عساکر اسلامیہ کو چھپائے رکھا۔ صبح ہوتے ہی بادشاہ ختن کو گرفتار کر کے یزید کے حوالے کر دیا۔ یزید نے اس کو قتل کر ڈالا اور اس کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ بالآخر اہل قلعہ سے اپنی خواہش کے مطابق مصالحت کر کے واپس آیا۔ انہی دنوں مہلب نے اپنے بیٹے حبیب کو بسرافسری چار ہزار فوج کے بخارا پر حملہ کرنے کو بھیجا تھا۔ والیٔ بخارا نے چالیس ہزار لشکر سے اس کا مقابلہ کیا۔ مخالف فریق کے لشکر کا ایک حصہ ایک گاؤں میں پڑاؤ ڈالے تھا۔ حبیب نے ان سب کو قتل کر کے گاؤں کو جلا کر خاک کر دیا اور مال و اسباب کو لوٹ کر اپنے باپ کے پاس چلا آیا۔ دو سال تک مہلب کش کا محاصرہ کئے رہا۔ اہل کش نے طویل محاصرہ سے گھبرا کر جزیہ دینا قبول کیا، جس پر مہلب نے ان سے مصالحت کر لی۔

رتبیل کی بغاوت

عبیداللہ بن ابی بکرہ جو بجستان کا حجاج کی طرف سے گورنر ہو کر گیا تھا اس سے رتبیل نے تھوڑے دنوں تک تو دوستانہ مراسم رکھے۔ معینہ خراج دیتا رہا۔ لیکن کچھ عرصے بعد خراج روک لیا۔ حجاج نے عبیداللہ بن ابی بکرہ کو اس کی گوشمالی کرنے اور اس کے شہروں کو پامال کرنے کا حکم دیا۔ لہٰذا عبیداللہ بن ابی بکرہ فوج کوفہ و بصرہ کو لے کر رتبیل کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ اہل کوفہ کا افسر شریح بن ہانی (حضرت علیؓ کا ہوا خواہ) تھا۔ عبیداللہ بن

ابی بکرہ نے رتبیل کے ملک میں داخل ہو کر جنگ چھیڑ دی۔ رتبیل مقابلے پر آیا مگر مقابلے کی تاب نہ لا سکا۔ یکے بعد دیگرے قلعات و شہروں کو چھوڑتا جاتا تھا اور اسلامی فوجیں اس پر قابض ہوتی جاتی اور ان میں سے اکثر کو ویران و خراب کرتی جاتی تھیں۔ رفتہ رفتہ اس کے دارالسلطنت کے صرف اٹھارہ فرسخ باقی رہ گئے تھے کہ ترکوں نے ہر طرف سے مسلمانوں کے راستے مسدود کر دیئے۔ عبیداللہ بن ابی بکرہ نے چپقلش میں پڑ کر سات لاکھ درہم دے کر محض راستہ لینے کے لئے مصالحت کر لی لیکن شریح بن ہانی نے اس سے اختلاف کر کے لوگوں کو جنگ کی ترغیب دی۔ چند لوگ اس کے کہنے میں آ گئے تو شریح نے از سر نو جنگ کا اعلان کر دیا۔ بہت سے آدمی کام آ گئے ان میں خود شریح بھی تھے۔ جو باقی رہے وہ کسی طرح اپنی جان بچا کر رتبیل کے ملک سے فرار ہو کر نکل آئے اور لوگوں سے ملاقات کی۔ شدت گرسنگی کا یہ حال تھا کہ جوں ہی انہیں کھانا دیا جاتا وہ مر جاتے تھے۔ اس وجہ سے قدرے قدرے ان کو گھی دیا جانے لگا۔ جب اس سے ان میں توانائی آ گئی تو دوسری غذائیں دی جانے لگیں۔

عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث

حجاج نے اس واقعہ سے عبدالملک کو آگاہ کیا اور ملک رتبیل پر فوج کشی کرنے کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ اجازت پانے کے بعد بیس ہزار سوار کوفہ سے اور بیس ہزار فوج پیادہ بصرے سے مرتب کر کے بڑے بڑے شجاع و تجربہ کار اشخاص کو ان کا افسر بنایا اور ان کے وظائف مقررہ کے علاوہ دس لاکھ درہم اور عطا کئے۔ گھوڑے اور آلات حرب ضرورت سے زیادہ دے کر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو ان کا افسر اعلیٰ بنایا۔

حجاج بن یوسف کسی وجہ سے عبدالرحمٰن بن محمد سے عداوت رکھتا تھا۔ ایک روز اتفاقاً جوش میں آ کر کہہ اٹھا "ارید قتلہ" (میں اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں) شعبی نے عبدالرحمٰن بن محمد کو اس سے مطلع کیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد نے کہا کہ "میں اس کی حکومت خاک میں ملا دوں گا۔" جب اس کو حجاج بسرافسری لشکر مذکور الصدر بھیجنے لگا تو اس کے بھائی اسمٰعیل بن محمد نے حاضر ہو کر حجاج سے کہا: "تم اس کو لشکر کا سردار مقرر کر کے نہ بھیجو مجھے اس کی مخالفت کا اندیشہ ہے۔" حجاج نے جواب دیا۔ "وہ مجھ سے اس درجہ خوفزدہ ہے کہ میری مخالفت نہ کرے گا۔"

الغرض عبدالرحمٰن بن محمد عساکر اسلامیہ لئے ہوئے بجستان پہنچا اور لوگوں کو یکجا کر کے خطبہ دیا۔ جہاد سے تخلف کرنے والوں کو سزا سے ڈرایا۔ چھوٹے بڑے سب اس کے ساتھ ہو لئے۔ رتبیل کو یہ اطلاع ملی تو اس نے معذرت کی۔ خراج روانہ کرنے کا عہد کیا لیکن عبدالرحمٰن نے قبول نہ کیا۔ اپنا لشکر ظفر پیکر لئے ہوئے اس کے ملک میں داخل ہوا۔ جن جن شہروں کو وہ تسخیر کرتا تھا ان پر اپنا عامل مقرر کرتا اور ان کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کرتا اور ہر پرخطر مقام اور پہاڑی دروں اور ناکوں پر محافظین اور جاسوسوں کو مقرر کرتا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ رتبیل کے ملک کا زیادہ حصہ عبدالرحمٰن کے قبضہ میں آ گیا۔ عبدالرحمٰن نے مصلحت کے باعث آگے بڑھنے سے اپنے قدم کو روک لیا اور ایک اطلاعی عرض داشت مشعر فتح حجاج کے پاس بھیج دی۔

بعض نے عبدالرحمٰن کے مامور کئے جانے کا قصہ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ حجاج نے ہمیان بن عدی سدی کو کرمان میں ایک دستہ مسلح فوج کے ساتھ ٹھہرا دیا تھا۔ اس لئے کہ اگر عامل سندھ و بجستان کو ضرورت ہو تو ان کی اعانت کرنا، لیکن بجائے امداد کے یہ خود باغی ہو گیا۔ حجاج نے اس کی گوشمالی کرنے پر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو مقرر کیا۔ عبدالرحمٰن نے ہمیان کو شکست دے دی اور اس کی جگہ قیام کیا۔ کچھ عرصے بعد عبیداللہ بن ابی بکرہ والی بجستان کا انتقال ہو گیا۔ حجاج نے عبدالرحمٰن کو بجستان کی سند گورنری دی۔ چونکہ عبدالرحمٰن اپنے لشکر کو آراستہ و پیراستہ رکھتا تھا۔ اس سبب سے اس کا لشکر اس زمانے میں جیش الطواویس کے نام سے مشہور تھا۔

حجاج اور ابن اشعث میں باہمی عداوت

جس وقت حجاج کے پاس عبدالرحمٰن کا خط اس مضمون کا پہنچا کہ فی الحال جس قدر رتبیل کے شہر ہم نے تسخیر کر لئے ہیں اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور آئندہ سال تک جنگ ملتوی کرنا چاہتے ہیں تو حجاج نے جنگ جاری رکھنے، ان کے قلعات کا انہدام، ان کے لشکریوں کو تہ تیغ کرنے اور قیدیوں کے گرفتار کرنے کو لکھا۔ یہ خط پہنچنے نہ پایا تھا کہ دوسرا خط اسی مضمون کا روانہ کیا۔ تیسرے مکتوب میں اس قدر مضمون اور زیادہ تھا کہ اگر تو نے ہمارے

اس حکم کی اطاعت کی تو بہتر بصورت دیگر تو معزول ہے اور امیر لشکر تیرا بھائی اسحاق ہے۔ عبدالرحمٰن نے یہ خط پڑھ کر لوگوں کو جمع کیا۔ حجاج کی اس رائے کی تردید کی غرض سے کہنے لگا ''اے لوگو! ہم نے تو باتفاق رائے فی الحال ترکوں سے لڑائی بند کر دی تھی اور ترکوں کے بقیہ ملک پر قبضہ کرنے کو آئندہ سال کے لئے ملتوی کر دیا تھا اور اپنی یہ رائے حجاج کو لکھ بھیجی تھی لیکن حجاج کا یہ مکتوب آیا ہے۔ وہ ہم کو ترکوں سے لڑنے کو لکھتا ہے اور ترکوں کے ملک پر قبضہ کرنے کا حکم دیتا ہے حالانکہ روزانہ جنگ سے تم لوگ تھک گئے ہو۔ مفتوحہ علاقوں کا انتظام بھی کرنا ہے اور تم لوگ یہ بھی جانتے ہو کہ یہ وہی ملک ہے جہاں کل تمہارے بھائی قتل کئے جا چکے ہیں۔ میں تمہارا ہی جیسا ایک شخص ہوں اگر تم لوگ جنگ پر چلو گے تو میں بھی ضرور جاؤں گا''۔

ابن اشعث کی حکمرانی کی بیعت

عراقی فوجی یہ سنتے ہی بھنا اٹھے اور بیک زبان ہو کر کہنے لگے: ''لا نسمع ولا نطیع للحجاج''۔ (حجاج کی ہم نہ اطاعت کریں گے اور نہ ہی اس کا کہنا سنیں گے) ابوالطفیل عامل بن واثلہ کنانی کہنے لگا: ''حجاج اللہ کا دشمن ہے۔ اس کو امارت سے معزول کر کے عبدالرحمٰن کی سرداری کی بیعت کر لو۔'' ہر طرف سے لوگ بول اٹھے (فعلنا فعلنا) (ہم نے یہ کیا یہ کیا)۔ عبدالرحمٰن بن شبث بن ربعی نے اٹھ کر کہا ''چلو دشمن خدا حجاج کی طرف چلو اور اس کو اپنے شہر سے نکال باہر کرو۔'' اس فقرے کے تمام ہوتے ہی تمام لشکریوں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر حجاج کی خلع حکومت اور اس کو عراق سے نکال دینے اور نکالنے والوں کی امداد کرنے کی بیعت کر لی۔ اس بیعت میں عبدالملک کا کچھ ذکر و تذکرہ نہیں آیا۔

ابن اشعث کی رتبیل سے صلح

عبدالرحمٰن نے رتبیل سے صلح کر لی۔ شرط یہ قرار پائی کہ ''اگر حجاج کے مقابلے میں کامیابی حاصل ہوئی تو رتبیل کا خراج معاف کر دیا جائے گا اور بصورت شکست وہ حجاج کی بڑھتی ہوئی قوت کا مقابل و سدراہ ہوگا۔'' تکمیل صلح کے بعد عبدالرحمٰن بست پر عیاض بن ہمیان شیبانی کو، روج پر عبداللہ بن عامر تمیمی کو اور کرمان پر حرثہ بن عمر تمیمی کو مقرر کر کے عراقی فوجیں لئے ہوئے عراق کی جانب چلا۔ لشکر کے آگے آگے اعشیٰ ہمدان شاعر اس کی مدح اور حجاج کی مذمت کرتا جاتا تھا۔ مقدمۃ الجیش پر عطیہ بن عمیر عیرنی تھا۔ فارس پہنچا تو بعض لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر ہم نے حجاج کو امارت سے معزول کر دیا تو گویا عبدالملک کی بھی ہم نے خلع خلافت کی۔ لہٰذا سب نے عبدالملک اور اس کے حکام کی معزولی، کتاب وسنت، جہاد اہل ضلالت اور جنگ خوارج کی بیعت عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر کر لی۔

حجاج کی پسپائی

حجاج نے اس واقعہ سے عبدالملک کو مطلع کیا اور امداد مانگی۔ مہلب نے یہ خبر پا کر حجاج کو لکھا کہ تم اہل عراق سے سردست معترض نہ ہو اور جب تک وہ لوگ اپنے اہل وعیال میں نہ پہنچ جائیں جنگ نہ کرو۔ حجاج نے نہ صرف اس تجویز کو نظر انداز کر دیا بلکہ وہ مہلب سے بھی مشکوک ہوگیا۔ جس وقت عبدالملک کی روانہ کی ہوئی فوجیں آ گئیں تو حجاج بصرہ سے کوچ کر کے تشتر پہنچا اور دستہ فوج حواران کو بطور مقدمہ آگے بڑھایا۔ عبدالرحمٰن کے سواروں سے مقابلہ ہوگیا۔ حجاج کے سواروں کو شکست ہوئی اور وہ کثیر تعداد میں اس معرکے میں راہی ملک عدم ہوئے۔ حجاج مجبوراً بصرے کی طرف لوٹا۔ یہ واقعہ عیدالاضحیٰ 81ھ کا ہے۔

بصرے کے قریب پہنچ کر حجاج غادیہ (زادیہ) کی طرف مڑ گیا اور اس ٹھوکر کھانے پر اس کو مہلب کی رائے کی قدر ہوئی۔ عبدالرحمٰن اور اس کے ساتھی بصرے میں داخل ہوئے۔ اہل بصرہ اور مقامات بصرہ کے کل باشندگان نے عبدالرحمٰن کی بیعت کر لی۔ چونکہ حجاج لوگوں سے خراج لینے میں سختی کرتا تھا اور ذمیوں کو جو شہر میں آ گئے تھے جزیہ لینے کی غرض سے پھر قصبات و دیہات کو واپس کر دیا تھا۔ اس سے ان کو نیز اہل بصرہ کو سخت ناراضگی پیدا ہو گئی تھی پس جب عبدالرحمٰن وارد بصرہ ہوا تو سب نے متفقہ طور پر جنگ حجاج و خلع خلافت عبدالملک پر بیعت کر لی۔ (یہ واقعہ آخری ذی

الحجہ 81ھ ہے)۔

معرکہ زادیہ

شروع محرم 82ھ سے حجاج اور عبدالرحمٰن میں پھر لڑائی چھڑ گئی۔ فریقین نے ایک دوسرے پر سختی کے ساتھ کئی حملے کیے۔ کبھی عبدالرحمٰن غالب آ جاتا تھا اور کبھی حجاج۔ لیکن آخری جنگ میں (جو 29- محرم کو ہوئی) اہل عراق بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنے سردار عبدالرحمٰن کے ساتھ کوفے کا قصد کیا۔ اثناء شکست میں ہزار آدمی کام آئے۔ جملہ قصبات، ودیہات میں قتل عام کا بازار گرم ہو گیا۔ عقبہ بن عبدالغافر ازدی مع ایک گروہ کے اسی واقعہ میں کام آ گئے، حجاج نے شکست کے بعد ان میں سے دس ہزار آدمیوں کو تہہ تیغ کرا دیا۔ اس جنگ کا نام جنگ زادیہ ہے۔

ابن اشعث کا کوفہ پر قبضہ

عبدالرحمٰن کی ہزیمت کے بعد بقیہ اہل بصرہ نے جمع ہو کر عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حجاج پانچ شب تک برابر لڑتا رہا۔ عبدالرحمٰن اپنی کامیابی سے مایوس ہو کر عبدالرحمٰن ابن محمد ابن اشعث سے کوفہ میں جا کر ملا۔ بصریوں کا ایک گروہ بھی اس کے ہمراہ کوفہ چلا گیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد کے کوفہ پہنچنے سے پیشتر عبدالرحمٰن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عامر حضرمی کو، جو حجاج کی طرف سے کوفہ کا عامل تھا، مطر بن ناجیہ تمیمی نے نکال کر قصر امارت پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب اہل کوفہ کو عبدالرحمٰن بن محمد کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ لوگ اس کے استقبال کو آئے۔ کوفے میں نہایت احترام کے ساتھ لے گئے۔ چونکہ ہمدان نے مطر سے سازش کر لی تھی اور قصر امارت پر پورے طور پر وہی قابض تھے۔ مطر نے ان کے کہنے سے عبدالرحمٰن کو قصر امارت میں داخل ہونے سے روک دیا۔ عبدالرحمٰن نے کمند کے ذریعہ سے اپنے ساتھیوں کو قصر امارت پر چڑھا دیا جو اس کو گرفتار کر کے عبدالرحمٰن کے پاس لائے۔ عبدالرحمٰن نے اس کو اسیر کر دیا اور خود قصر امارت و کوفہ پر قابض ہو گیا۔

عبدالملک کی مصالحانہ پیش کش

خاتمہ جنگ کے بعد حجاج بصرے میں داخل ہوا۔ حکیم بن ایوب ثقفی کو بصرہ کا حاکم مقرر کر کے کوفے کو لوٹا۔ مقام دیر منیر میں ڈیرے ڈال دیئے اور عبدالرحمٰن نے کوفہ سے نکل کر دیر جماجم میں مورچہ مستحکم کیا۔ فریقین کی امدادی فوجیں آ گئیں۔ خندقیں کھود کر دھس اور دمدمے باندھ دیئے گئے۔ جنگ شروع ہو گئی۔ روزانہ ہر ایک دوسرے کی خندق تک لڑتا ہوا چلا جاتا تھا اور پھر وہاں سے مایوس ہو کر واپس چلا آتا۔ اس اثناء میں عبدالملک نے اپنے لڑکے عبداللہ اور اپنے بھائی محمد بن مروان کو ایک عظیم الشان لشکر کے ہمراہ کوفے کی طرف روانہ کیا اور عراقیوں سے یہ کہلا بھیجا کہ ہم حجاج کو معزول کیے دیتے ہیں۔ اہل شام کی طرح تمہارے بھی وظائف مقرر و جاری کر دیں گے اور عبدالرحمٰن جس صوبہ کو پسند کرے گا اس کی گورنری ہم دے دیں گے۔ حجاج کو اس پیام سے سخت صدمہ ہوا۔ شاہی فرمان کو چھپا کے ایک عریضہ دربار خلافت میں روانہ کیا۔ مضمون یہ تھا: ''ان امور سے اہل عراق کی جرأت بڑھ جائے گی اور وہ کبھی آپ کے تابع فرمان نہ ہوں گے۔ کیا آپ کو عثمانؓ بن عفان اور سعید بن العاص کا قصہ یاد نہیں ہے؟'' عبدالملک نے اس تجویز کو پسند نہ کیا۔ عبداللہ و محمد بن مروان نے عبدالملک کا پیام اہل عراق سے کہا۔ اہل عراق آپس میں اس بابت مشورہ کرنے لگے۔ عبدالرحمٰن بن محمد نے کہا کہ اس میں تم لوگوں کی عزت و بہتری ہے۔ لوگوں نے ہر طرف سے مخالفت کی صدائیں بلند کیں اور عبدالملک کے خلع خلافت کی تجدید بیعت پر تیار ہو گئے۔ اس امر کے محرک عبداللہ بن دواب السلمی و عمیر بن تیجان تھے۔

معرکہ جماجم

عراقی اور شامی فوجیں پھر جنگ کرنے پر تل گئیں۔ حجاج نے میمنہ پر عبدالرحمٰن بن سلیم کلبی کو، میسرہ پر عمارہ بن تمیم لخمی کو، سواروں پر سفیان بن ابرو کلبی کو اور پیادوں پر عبداللہ بن حبیب حکمی کو مقرر کیا۔ عبدالرحمٰن کے میمنہ پر حجاج بن حارثہ خثعمی، میسرہ پر ابرد بن قرہ تمیمی، سواروں پر عبدالرحمٰن بن

عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب، پیادوں پر محمد بن سعد بن ابی وقاص، قلب لشکر پر عبداللہ بن رزم حرشی، قراء پر جبلہ زحر بن قیس جعفی تھا۔ انہی قراء میں سعید بن جبیر، عامر شعبی، ابوالبختری طائی، عبدالرحمن بن ابی لیلےٰ وغیرہ بھی شامل تھے۔

جبلہ بن زحر کا خاتمہ

لشکر مرتب ہونے کے بعد جنگ شروع ہوگئی۔ فریقین اپنے اپنے مورچوں سے نکل کر ایک دوسرے پر صبح کو حملہ کرتے اور شام کو واپس لوٹ جاتے تھے۔ بقیہ سال ان ہی لڑائیوں میں تمام ہوگیا۔ عبدالرحمن کے سواروں نے نہایت مردانگی واستقلال سے جنگ کو جاری رکھا۔ حجاج کا رسالہ ان کو ہزیمت سے دوچار کرنے کی کوشش کرتا تھا مگر خود پسپا ہو کر لوٹ آتا تھا۔ حجاج نے مجبور ہو کر اپنے رسالے کو تین حصوں پر تقسیم کر کے بسرافسری جراح بن عبداللہ حکمی عبدالرحمن کے سواروں پر حملہ کرنے کو بھیجا۔ چنانچہ جراح نے عبدالرحمن کے سواروں پر مسلسل تین حملے کئے۔ جبلہ بن زحر بن قیس جعفی، عامر شعبی، سعید بن جبیر آیات قرآنی، احادیث اور اقوال صحابہ کرام پڑھ پڑھ کر سواروں کو جنگ و مقابلے پر آمادہ کر رہے تھے۔ عراقی سواروں نے شامیوں پر اس قدر شدید حملہ کیا کہ ان کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ عراقیوں نے شامی رسالہ کا پیچھا کیا اور جبلہ بن زحر ایک مقام پر اپنے ہمراہیوں کے انتظار میں ٹھہر گیا۔ ولید بن نجیب کلبی نے جبلہ کو تنہا دیکھ کر چند شامیوں کے ساتھ دوسری طرف سے لوٹ کر حملہ کیا اور سر اتار کر حجاج کے پاس لایا۔

ابن اشعث کی پسپائی

جبلہ بن زحر کے مارے جانے کے بعد تقریباً ساڑھے تین ماہ تک لڑائی جاری رہی۔ ہزاروں جانیں تلف ہوگئیں۔ نہ مقتولین پر کوئی رونے والا تھا اور نہ زخمیوں کی تیمارداری کا کسی کو کچھ خیال تھا۔ پھر 15 جمادی الثانی 82ھ کو زبردست لڑائی ہوئی۔ سفیان بن الابرد نے، جو حجاج کے میمنہ کا افسر تھا، عبدالرحمن کے میسرہ پر جو ابرد بن قرہ کی ماتحتی میں تھا حملہ کیا۔ ابرد بن قرہ بلاجنگ بھاگ کھڑا ہوا۔ میمنہ والے اس کے فرار ہو جانے سے منتشر ہو کر اس کی طرف سے لوٹے۔ حجاج نے ان کو جمع و مرتب کر کے دوبارہ حملہ کر دیا۔ عبدالرحمن اور اس کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی۔ حجاج نے کوفے کا رخ کیا۔ محمد بن مروان موصل کی جانب اور عبداللہ بن عبدالملک شام کو روانہ ہوگیا۔

حجاج کے کوفیوں پر مظالم

حجاج نے کوفے میں پہنچ کر بیعت لینی شروع کر دی اور ہر شخص سے کفر کا اقرار کراتا تھا۔ جو انکار کرتا تھا اسے قتل کر ڈالتا تھا۔ رفتہ رفتہ کمیل بن زیاد کی پیشی کی نوبت آئی۔ یہ امیر المومنین علیؓ کے حامیوں میں تھا اور امیر المومنین عثمانؓ کی مخالفت کی تھی۔ حجاج نے اس کے قتل کا حکم دیا اور تقریباً ایک مہینے تک ٹھہرا رہا۔ اہل شام کو اہل کوفہ کے مکانات میں قیام کرنے کی اجازت دی۔ عبدالرحمن بن اشعث بصرے میں پہنچا۔ منہزمین اس کے پاس پھر آ کر جمع ہوگئے۔ ان ہی منہزمین کے ہمراہ عبیداللہ بن عبدالرحمن بن سمرہ بھی تھا۔ محمد بن سعد بن ابی وقاص مدائن سے آ کر عبدالرحمن کے ساتھ مل گیا۔

ابن اشعث کی شکست اور فرار

عبدالرحمن نے اپنا لشکر مرتب کر کے حجاج پر پھر لشکر کشی کی۔ اس مرتبہ اس کے ساتھ بسطام بن مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی بھی تھا جو شکست سے پہلے اس کے پاس سے چلا آیا تھا۔ اہل رے نے اس سے بغاوت کی تھی۔ ان نے ان کو زیر کر کے عبدالرحمن سے سازش کر لی تھی۔ غرض عبدالرحمن کے ساتھ ایک بہت بڑی فوج تھی جنہوں نے مارنے اور مر جانے پر بیعت کی تھی۔ عبدالرحمن نے اپنے لشکر کی ہر طرف سے حفاظت کے لئے خندق کھدوالی تھی۔ حجاج اور اس کے رکاب کی فوج حملہ کر کر کے عبدالرحمن تک پہنچنے کی کوشش کرتی تھی مگر ناکام ہو کر لوٹ آتی تھی۔ ماہ شعبان کے پندرہ

دن تک اسی انداز سے جنگ جاری رہی۔ زیاد بن علیم قینی جو حجاج کے محکمۂ رسد رسانی کا افسر تھا ان ہی جھڑپوں میں مارا گیا۔ جس سے حجاج اور اس کے ساتھیوں کا دل ٹوٹ گیا مگر تمام راستہ اپنے لشکریوں کو جنگ کی ترغیب دیتا رہا۔ صبح ہوتے ہی پھر لڑائی چھڑ گئی۔ بسطام بن مصقلہ بن ہبیرہ نے چار ہزار سواران کوفہ و بصرہ کو لے کر حجاج کے لشکر پر حملہ کیا اور کئی بار اہل شام کو میدان جنگ سے پیچھے ہٹایا۔ تیراندازوں نے ہر طرف سے گھیر کر تیر اندازی شروع کر دی جس سے اہل شام پیچھے نہیں ہٹ سکتے تھے اور اگر بڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواروں کے نوکدار نیزوں کی نذر ہو جاتے تھے۔

عبدالملک بن مہلب نے یہ تیور دیکھ کر تھوڑے سے آدمیوں کو لے کر عبدالرحمٰن کے ہمراہیوں پر دفعتہً حملہ کر دیا۔ عبدالرحمٰن کے ہمراہی اس اچانک حملہ سے گھبرا کر پیچھے ہٹے۔ اس کے بعد حجاج کے ساتھی سنبھل سنبھل کر ہر طرف سے عبدالرحمٰن پر ٹوٹ پڑے۔ عبدالرحمٰن اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلےٰ فقیہہ، ابوالبختری طارئی مارے گئے اور ابن اشعث نے بجستان کی طرف راہ فرار اختیار کی۔

بعض نے اس شکست کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ کسی بدوی نے حجاج کے پاس آ کر عبدالرحمٰن بن اشعث کے لشکر کا ایک خفیہ راستہ بتلایا جس کے ہمراہ حجاج نے چار ہزار فوج روانہ کر دی۔ صبح ہوئی تو حجاج نے لڑائی شروع کر دی اتفاقاً اس کو خود شکست ہوئی۔ عبدالرحمٰن اس کی لشکر گاہ کو لوٹ کر اپنے کیمپ میں واپس آیا۔ شام ہوتے ہوتے وہ چار ہزار فوج آ پہنچی (جن کو حجاج نے بدوی کے ساتھ روانہ کیا تھا)۔ عبدالرحمٰن اور اس کے ہمراہی نہایت تیزی سے مقابلے پر آئے مگر اس جان کاہ کوشش سے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا۔ کمال سراسیمگی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہزارہا آدمی خندق میں گر کر مر گئے جن کی تعداد مقتولین سے زیادہ تھی۔ حجاج مظفر و منصور، عبدالرحمٰن کی لشکر گاہ میں آیا، جن کو پایا قتل کر ڈالا۔ مقتولین کی تعداد جیسا کہ مؤرخین بیان کرتے ہیں چار ہزار تھی۔ از انجملہ عبداللہ بن شداد بن ہادی، بسطام بن مصقلہ، عمر بن ربیعہ رقاشی، بشر بن منذر ابن جارود وغیرہ تھے۔

ابن اشعث کی اسیری و رہائی

حجاج نے یہ اطلاع پا کر کہ ابن اشعث بجستان کی طرف جا رہا ہے، عمارہ بن تمیم لخمی اور اپنے بیٹے محمد کو بسرافسری ایک دستہ فوج اس کا پیچھا کرنے پر مامور کیا۔ مقام سوس میں پہنچ کر مقابلہ ہو گیا۔ عبدالرحمٰن مع ہمراہیوں کے تھوڑی دیر تک لڑ کر سوس سے سابور کو پسپا ہو کر بھاگا اور کردوں کو جمع کر کے پھر مقابلہ پر آیا۔ ایک سخت و خونریز جنگ کے بعد عمارہ بن تمیم کو شکست ہوئی۔ ساتھ ہی عبدالرحمٰن نے سابور کو خیر باد کہہ کر کرمان کا رخ کیا۔ عامل کرمان نے نہایت خوشی و مسرت سے اس کا خیر مقدم کیا۔ دارالامارت میں کمال عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ چند دنوں کے بعد عبدالرحمٰن نے زرنج کی طرف کوچ کر دیا۔ عامل زرنج نے شہر پناہ کے دروازے بند کرا لئے۔ عبدالرحمٰن نے جھلا کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن جب حصار سے کام نکلتا تو نظر نہ آیا تو زرنج کو چھوڑ کر بست کی طرف چلا جہاں پر اس کی طرف سے عیاض بن ہمیان ابن ہشام سلوئی شیبانی مامور تھا۔ عیاض نے نہایت خوشی سے اس کا استقبال کیا۔ دارالامارت میں لے جا کر ٹھہرایا اور دعوت کی۔ مگر جس وقت اس کے ہمراہی غافل ہو گئے قید کر لیا اور اس احسان فراموشی کے ذریعہ سے حجاج سے ملنے کا ارادہ کیا۔

رتبیل بادشاہ ترک، عبدالرحمٰن کی آمد کر بست کے قریب آ کر مقیم ہوا تھا۔ جب اس کو اس کی گرفتاری کا حال معلوم ہوا تو اس نے عیاض کو زبردست دھمکی دی، جس سے عیاض نے ڈر کر عبدالرحمٰن کو رہا کر دیا۔ رتبیل اس کو اپنے ساتھ لئے ہوئے اپنے ملک چلا گیا۔

ابن اشعث کی ہرات کو روانگی

اس کے بعد عبدالرحمٰن کے شکست خوردہ ساتھی بجستان کے قریب اکٹھے ہوئے اور وہ سب بالاتفاق خراسان کے لینے پر تل گئے تاکہ اپنے قبائل اور اعزہ و اقارب کی مدد سے آئندہ کامیابی حاصل کر سکیں۔ عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب ان لوگوں کی امامت کرتے تھے۔ سب نے اپنی یہ رائے عبدالرحمٰن بن اشعث کو لکھ بھیجی اور اس کو طلب کیا۔ عبدالرحمٰن بن اشعث نے اس تجویز کی مخالفت کی کیونکہ یزید بن مہلب وہاں موجود تھا۔ ساتھ ہی یہ خیال بھی دامن گیر تھا کہ اہل شام و اہل خراسان یک جا ہو کر مقابلہ نہ کر بیٹھیں۔ لیکن ان لوگوں نے اس پر مطلق توجہ نہ دی۔ مجبوراً عبدالرحمٰن ان کے ساتھ ہرات کی طرف روانہ ہوا۔ اثناء راہ سے عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن سمرہ قرشی (دو ہزار آدمیوں کو لے کر)

چپکے سے بھاگ نکلا۔ عبدالرحمٰن بن اشعث نے ان لوگوں سے کہا: ''تم لوگوں نے مجھے لکھا تھا کہ ہم لوگوں میں ہر طرح سے اتفاق ہے، لیکن عبیداللہ کیوں ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ میں اب اپنے رفیق رتبیل کے پاس واپس جا رہا ہوں، تمہارا جو جی چاہے کرو۔'' کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ چنانچہ تھوڑے سے آدمیوں کو لے کر عبدالرحمٰن بن اشعث لوٹ کھڑا ہوا اور دیگر حصہ لشکر کا جو کہ زیادہ تھا، وہ عبدالرحمٰن بن عباس کے ساتھ بجستان میں ہی رہ گیا۔

بعض کے بقول شکست کے بعد عبدالرحمٰن بن اشعث کے پاس جب ہزیمت خوردہ سپاہی جمع ہو گئے تو اس نے بیس ہزار کی جمعیت سے خراسان کی طرف خروج کیا۔ ہرات کے قریب پہنچ کر ڈیرے ڈالے۔ مخالفین سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ میدان عبدالرحمٰن کے ہاتھ رہا۔ اس کے بعد یزید بن مہلب نے کہلا بھیجا کہ ہمارا ملک چھوڑ کر تم چلے جاؤ۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا: ''ہم نے دم لینے اور آرام کرنے کے لئے یہاں قیام کیا ہے کچھ عرصے بعد چلے جائیں گے۔'' یزید بن مہلب یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

ابن اشعث اور یزید بن مہلب

عبدالرحمٰن (جو بجستان میں تھا) خراج وعشر وصول کرنے لگا۔ یزید بن مہلب کو اس کی خبر ہوئی۔ صبر نہ ہو سکا، لشکر لے کر مقابلے کے قصد سے عبدالرحمٰن کی طرف روانہ ہوا۔ ہرات کے باہر ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوا۔ ہنوز بازار جنگ گرم نہ ہوا تھا کہ عبدالرحمٰن کے ہمراہی منتشر ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک گروہ ثابت قدمی سے اس کے ساتھ لڑتا رہا پھر یہ بھی پسپا ہو گیا۔ یزید نے اپنی فوج کو پیچھا کرنے سے منع کر دیا۔ لشکر گاہ میں جو کچھ تھا لوٹ لیا اور ان میں سے ایک گروہ کو قید کر لیا جس میں محمد بن سعد بن ابی وقاص، عمر بن موسیٰ بن عبداللہ بن معمر، عباس بن اسود بن عوف، بلقام بن نعیم بن قعقاع بن معبد بن زرارہ، فیروز بن حصین ابوالعلیج (عبداللہ بن معمر کا آزاد غلام) سوار ابن مروان، عبدالرحمٰن بن طلحہ الطلحات، عبداللہ بن فضالہ زہرانی ازدی وغیرہ تھے۔

حجاج کے مخالفین کا انجام

عبدالرحمٰن فرار ہو کر سندھ پہنچا اور ابن سمرہ مرو کی جانب بھاگا۔ یزید بن مہلب بھی مرو کی جانب لوٹا اور قیدیوں کو سبرہ بن نجدہ کے ہمراہ حجاج کے پاس روانہ کر دیا۔ روانگی کے وقت اس کے بھائی حبیب نے عبدالرحمٰن بن طلحہ الطلحات کے بھیجنے سے منع کیا کیونکہ اس کے باپ طلحہ نے مہلب کا مطالبہ جس کی تعداد ایک لاکھ درہم تھی ادا کیا تھا۔ یزید بن مہلب نے عبدالرحمٰن بن طلحہ نیز عبداللہ بن فضالہ کو ازدی ہونے کے باعث رہا کر دیا۔ باقی قیدیوں کو پابہ زنجیر حجاج کے پاس روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ حجاج کے پاس مقام واسطہ میں (قبل آبادی واسطہ) پہنچے تو اس نے فیروز کو بلا کر پوچھا: ''تجھ کو ان لوگوں کے ساتھ خروج کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تجھ میں اور ان میں کوئی رشتہ داری نہ تھی''۔ اس نے جواب دیا: ''ایک عام فتنہ تھا جس میں میں بھی مبتلا ہو گیا۔'' حجاج بولا تو اپنے مال واسباب کی فہرست تحریر کر کے مجھے دے''۔ فیروز نے بیس لاکھ درہم یا اس سے زیادہ کا حساب لکھ کر دیا اور حجاج کو مخاطب کر کے کہا'' اب تو میری جان بخشی کی گئی؟'' حجاج نے جواب دیا ''نہیں! واللہ تو پہلے مجھے یہ مال دے دے۔ اس کے بعد تجھے میں قتل کروں گا۔'' فیروز نے کہا: ''تم میرے مال اور خون کو جمع نہ کرو (یعنی مال لے کر مجھے قتل نہ کرو)''۔ حجاج نے یہ سن کر فیروز کو لوٹا دیا۔ بعدازاں محمد بن سعد بن ابی وقاص کو پیش کیا گیا۔ سخت وسست کہہ کے قتل کا حکم دے دیا۔ عمر بن موسیٰ پیش ہوا۔ اس کو بھی ملامت کر کے معذرت کرنے کو کہا۔ عمر بن موسیٰ نے انکار کیا۔ لہٰذا حجاج نے قتل کا حکم دے دیا۔ پھر بلقام بن نعیم کی پیشی ہوئی۔ سخت وسست کہنے کے بعد دریافت کیا: ''ابن اشعث نے تو ملک و جاہ کے لالچ میں یہ سب پاپڑ بیلے، تجھے کس چیز کی خواہش تھی؟'' جواب دیا ''بجائے تیرے عراق کا حاکم ہونے کی''۔ حجاج نے یہ سنتے ہی قتل کا حکم دے دیا۔ بلقام بن نعیم بھی قتل کر ڈالے گئے۔ اس کے بعد عبداللہ بن عامر کو حاضر کیا گیا۔ حجاج نے اس کو بھی ملامتانہ نصیحت کی۔ عبداللہ بن عامر نے کہا'' ابن مہلب کا اللہ تعالیٰ بھلا کرے اس نے جو کچھ میرے ساتھ کیا اچھا کیا''۔ حجاج یہ سن کر کچھ دیر تک خاموش سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر مہر سکوت توڑ کر قتل کا حکم دیا اور اسی وقت سے اس کے دل میں یزید بن مہلب کی طرف سے کشیدگی پیدا ہوئی یہاں تک کہ اس کو معزول کر دیا۔

ان لوگوں کے قتل کے بعد پھر فیروز کی پیشی ہوئی۔ قید سخت میں رکھنے اور طرح طرح کی ایذائیں دینے کا حکم صادر کیا۔ جب فیروز کو اپنی موت کا اچھی طرح یقین کامل ہو گیا تو اس نے داروغہ جیل سے کہا ''مجھے باہر نکالو تا کہ میں اپنی امانتیں لوگوں سے واپس لے لوں دوسری صورت میں میرے بعد کوئی کچھ نہ دے گا''۔ داروغہ جیل نے باہر نکالا تو فیروز نے چلا کر کہا: ''جس کے پاس میری جو کچھ امانت ہو یا اس پر میرا قرض ہو اس کو میں اسے ہبہ کیے دیتا ہوں''۔ حجاج نے فیروز کے قتل کا حکم صادر کر دیا۔ اس کے بعد عمر بن فہر کندی کے قتل کا حکم دیا۔ یہ نہایت شریف و کریم آدمی تھا۔ پھر اعشیٰ ہمدانی بلایا گیا اور اس سے اس قصیدے کو پڑھنے کو کہا جو اس نے مابین اثلج وقیس پڑھا تھا جس میں عبدالرحمٰن اور اس کے ساتھیوں کو حجاج سے لڑنے کی ترغیب دی تھی۔ اعشیٰ ہمدانی نے کہا: ''مابین اثلج وقیس میں نے وہ قصیدہ نہیں پڑھا تھا جو یہ روایت مشہور ہے''۔ حجاج اس کا کچھ جواب نہ دینے پایا تھا کہ اعشیٰ قافیہ تبدیل کر کے قصیدہ پڑھنے لگا۔ جس وقت بخ بخ للوالدة و للمولود (آفریں ماں بیٹے پر) کہا حجاج بولا: ''واللہ آج کے بعد تو کسی کو ملامت نہ کر سکے گا، میں تیرے قتل کا حکم دیتا ہوں۔''

شعبی کی جان بخشی

جب ان لوگوں کے قتل سے فارغ ہوا تو شعبی کے بارے میں دریافت کیا۔ یزید بن مسلم نے جواب دیا کہ وہ رے چلا گیا۔ حجاج نے اپنے عامل رے قتیبہ بن مسلم کو شعبی کی گرفتاری کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ شعبی 83ھ میں حجاج کے پاس بھیج دیا گیا۔ چونکہ ابن مسلم اس کا خیر خواہ تھا اس نے شعبی کو معذرت کرنے کی ہدایت کر دی تھی۔ لہٰذا جب شعبی دربار حجاج میں داخل ہوا تو اس نے امراء اور حجاج کو سلام کیا اور بطور معذرت عرض کیا: ''واللہ ہم حق کے سوا کچھ نہ کہیں گے، ہم نے ضرور کوشش کی لڑے۔ نہ تو ہم طاقتور فاجر تھے اور نہ متقی و نیک۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم پر فتح دی۔ اگر تم ہم کو سزا دو گے تو ہماری غلطی کی وجہ سے اور اگر معاف کرو گے تو اپنے علم و کرم سے اور تم حق بجانب ہو''۔ حجاج نے کہا: ''واللہ یہ شخص مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے جو کہتا ہے میں اس معرکے میں نہ تھا اور نہ میں نے یہ فعل کیا ہے، حالانکہ اس کی تلوار سے ہمارا خون ٹپکتا ہے۔'' اس کے بعد حجاج نے اس کو معاف کر دیا اور وہ لوٹ آیا۔

عمر بن ابی الصلت کا خاتمہ

بعد فتح یابی حجاج و ہزیمت عبدالرحمٰن بن اشعث اکثر شکست خوردہ سپاہی عمر بن ابی الصلت کے پاس چلے گئے جو اس فتنہ میں رے پر قابض ہو گیا تھا۔ جب یہ لوگ رے میں جمع ہوئے تو ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ حجاج کے ساتھ کوئی امر کیا جائے جس سے جنگ جماجم کی لغزش کا ازالہ ہو سکے۔ لہٰذا سب نے عمر بن ابی الصلت کو حجاج کے خلع حکومت پر ابھارا۔ اس نے اس سے انکار کیا تو وہ لوگ اس کے باپ کے پاس گئے۔ اس نے اس کو قبول کر لیا۔ چنانچہ جب قتیبہ رے کی طرف آیا تو سب کے سب عمر کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے آئے لیکن پھر ان لوگوں کی عہد شکنی کی وجہ سے عمر کو شکست ہوئی اور عمر فرار ہو کر طبرستان پہنچا۔ اصبہذ نے اس کو عزت و توقیر سے ٹھہرایا اور حالت غفلت میں اس پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ لیکن اس کے باپ نے اس عمل سے منع کیا۔ قتیبہ نے رے میں داخل ہو کر حجاج کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ حجاج نے اصبہذ کو لکھ بھیجا کہ ہمارے باغیوں کو تم گرفتار کر کے بھیج دو یا ان لوگوں کا سر اتار کر روانہ کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

علقمہ کی ابن اشعث سے لاتعلقی

جب عبدالرحمٰن بن اشعث نے ہرات سے رتبیل کو مراجعت کی تو علقمہ بن عمرو اودی نے کہا: ''میں تمہارے ساتھ دارالحرب میں نہ جاؤں گا کیونکہ رتبیل کو حجاج نے خوفزدہ کیا ہے، دھمکی دی ہے۔ اگر وہ آ گیا تو تم کو اور تمہارے ہمراہیوں کو قتل کر ڈالے گا اور ہم لوگ پانچ سو آدمی ہیں۔ ہم لوگوں نے آپس میں عہد کر لیا ہے کہ کسی شہر میں جا کر پناہ گزیں و قلعہ بند ہو جائیں تا کہ شر و فساد سے مامون اور محفوظ ہو جائیں یا عزت و احترام کے ساتھ جان بحق سپرد کر دیں۔'' عبدالرحمٰن یہ سن کر چپ ہو گیا۔ چنانچہ یہ لوگ رتبیل کے ملک میں عبدالرحمٰن کے ساتھ نہ گئے اور مودود بصری کو اپنا امیر

بنالیا۔ عمارہ بن تمیم لخمی نے پہنچ کران لوگوں کا محاصرہ کر کے جنگ کا بازار گرم کر دیا یہاں تک کہ یہ لوگ مجبوراً پناہ کے خواستگار ہوئے اور عمارہ بن تمیم کے امان دینے پر اس سے آملے۔

ابن اشعث کا انجام

حجاج کو جب یہ علم ہوا کہ عبدالرحمٰن بھاگ کر رتبیل کے پاس چلا گیا ہے تو اس نے رتبیل سے خط وکتابت شروع کی۔ عبدالرحمٰن کے سپرد نہ کرنے پر طمع اور دھمکی دینے لگا۔ عبید بن سمیع تمیمی نے جو عبدالرحمٰن کے ساتھیوں میں سے تھا اور ابتداءً رتبیل کے پاس اس کا نامہ و پیام لاتا تھا، رتبیل کو حجاج کی سطوت سے ڈرایا اور عبدالرحمٰن کو گرفتار کر کے یا اس کا سراتار کر حجاج کے پاس بھیج دینے کا مشورہ دیا۔ قاسم بن اشعث نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن سے یہ تمام واقعات بیان کر کے عبید بن سمیع تمیمی کے قتل کر ڈالنے کو کہا۔ اتفاق یہ کہ عبید کو اس کی اطلاع مل گئی۔ رتبیل کو یہ مشورہ دیا کہ تم عبدالرحمٰن کا سر کاٹ کر حجاج کے پاس بھیج دو، میں سات برس کا جزیہ معاف کرادوں گا۔ رتبیل نے اس کو منظور کر لیا۔ عبید بن سمیع رتبیل سے رخصت ہو کر عمارہ کے پاس آیا اور تمام واقعات بتلائے۔ عمارہ نے حجاج کو اس سے مطلع کیا۔ حجاج نے یہ شرط منظور کر لی اور سات برس کے بجائے دس برس کا جزیہ معاف کر دینے کو لکھا۔ لہٰذا رتبیل نے عبدالرحمٰن کا سر کاٹ کر حجاج کے پاس روانہ کر دیا۔

بعض کے بقول عبدالرحمٰن کا انتقال عارضہ سل میں ہوا تھا اور وفات کے بعد رتبیل نے سر کاٹ کر حجاج کے پاس بھیجا تھا۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رتبیل نے عبدالرحمٰن کو اس کے خاندان والوں کے ہمراہ جو تعداد میں تیس آدمی تھے گرفتار کر کے عمارہ کے پاس بھیج دیا۔ عبدالرحمٰن نے اپنے کو قصر امارت سے گرادیا اور مرگیا۔ عمارہ نے سراتار کر حجاج کے پاس بھیج دیا۔ یہ واقعہ 84ھ یا 85ھ کا ہے۔

ہم اس سے پہلے لکھ آئے ہیں کہ مہلب نے شہر کش (مضافات ماوراء النہر) کا محاصرہ کر لیا تھا۔ چنانچہ دو برس تک اس کا حصار کئے رہا۔ اس زمانے میں خراسان میں اس کا لڑکا مغیرہ حکمرانی کر رہا تھا، اس نے (ماہ رجب) 82ھ میں وفات پائی۔ مہلب نے یہ سن کر افسوس ظاہر کیا اور اسی وقت اپنے دوسرے لڑکے یزید کو ستر (70) سواروں کے ساتھ مرو کی جانب روانہ کیا۔ بست کے ایک درہ میں پانچ سو ترکوں سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ ان لوگوں نے یزید سے جو کچھ اس کے پاس مال واسباب تھا طلب کیا۔ یزید نے انکار کیا۔ مگر اس کے کسی ہمراہی نے کچھ آلات حرب اور کسی قدر مال دے دیا۔ ترک اس کو لے کر لوٹے اور پھر کچھ سوچ سمجھ کر عہد شکنی کر بیٹھے۔ یزید نے لڑ کر ان کو نیچا دکھایا اور ان کے سردار کو ہلاک کر ڈالا۔ تب وہ منتشر ہو کر بھاگے اور یزید بن مہلب مرو جا پہنچا۔

اس کے بعد اہل کش نے صلح کی درخواست کی۔ مہلب نے زرفدیہ پر مصالحت کر لی۔ اطمینان کے لئے ان کے لڑکوں کو زرفدیہ ادا ہونے تک نظر بند رکھا۔ حریث بن قطنہ (خزاعہ کے آزاد غلام) کو زرفدیہ وصول کرنے اور ان کے لڑکوں کو واپس دینے کے لئے چھوڑ کر کش سے بلخ کو روانہ ہوا۔ بلخ میں پہنچ کر حریث کو اس مضمون کا خط لکھا ''تم باوجود زرفدیہ وصول کرنے کے اہل کش کے لڑکوں کو رہا نہ کرنا۔ جب تک تم سرزمین بلخ میں نہ پہنچ لینا کیونکہ مجھے ان کی عہد شکنی کا خطرہ ہے۔'' حریث نے والی کش کو یہ خط دکھا کر کہا ''اگر تم لوگ زرفدیہ جلد دے دو تو میں تمہارے لڑکوں کو رہا کر دوں گا اور مہلب سے جا کر کہہ دوں گا کہ تمہارا مکتوب زرفدیہ وصول کرنے اور اہل کش کے لڑکوں کے واپس دینے کے بعد پہنچا تھا''۔ والی کش نے جھٹ پٹ زرفدیہ دے کر اپنے لڑکوں کو واپس لے لیا اور یہ بلخ کو روانہ ہو گیا۔

حریث بن قطنہ کا فرار

اثناء راہ میں جیسا کہ ترکوں نے یزید کے ساتھ کیا تھا اس کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا۔ لڑائی ہوئی۔ حریث نے ان کے بہت سے آدمیوں کو حراست میں لے لیا اور ایک ایک سے فدیہ لے کر رہا کر دیا۔ جب وہ مہلب کے پاس پہنچا تو اس نے عدول حکمی کے باعث بیس درے لگوائے۔ اس پر حریث بن قطنہ نے مہلب کے مار ڈالنے کی قسم کھالی۔ مہلب کو اس کی اطلاع ہوگئی تو اس نے اس کے بھائی ثابت بن قطنہ کے ذریعے حریث کو نرمی و ملاطفت سے بلوایا۔ چونکہ حریث غصہ میں بھرا ہوا تھا جانے سے انکار کر دیا اور اس کے سامنے بھی مہلب کے مار ڈالنے کی قسم کھائی۔ ثابت

بولا: ''اگر تمہاری یہی تجویز ہے تو ہم سب لوگ مار ڈالے جائیں گے۔ بہتر ہوگا کہ ہم سب موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کے پاس بھاگ چلیں''۔ حریث نے اس کو قبول کرلیا اور اپنے تین سو ہمراہیوں سمیت موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کے پاس چلا گیا۔

مہلب کی رحلت

ان واقعات کے بعد مہلب مر گیا۔ بہ وقت وفات اپنے لڑکے یزید کو حکومت پر اپنی جگہ اور دوسرے لڑکے حبیب کو نماز پر مقرر کیا۔ بقیہ تمام لڑکوں کو جمع کر کے اتفاق و محبت و حسن معاشرت کی وصیت کی اور کہا: ''میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور صلہ رحم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اس سے عمر کی درازی اور مال کی زیادتی اور نفوس کی کثرت ہوتی ہے اور اس کے ترک کرنے سے میں تم کو منع کرتا ہوں اس وجہ سے کہ یہ دوزخ میں جانے کا سبب اور ذلت اور کمی نفوس کا سبب ہے۔ تم پر امیر کی اطاعت اور جماعت مسلمین سے اتفاق کرنا فرض ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تمہارے افعال تمہارے اقوال سے بہتر ہوں۔ جواب جلد دینے اور زبان کی لغزش سے احتراز کرو۔ کیونکہ آدمی پاؤں کی لغزش سے سنبھل جاتا ہے مگر زبان کی لغزش سے مارا جاتا ہے۔ صبح و شام بیکار بیٹھے رہنے سے یہ بہتر ہے کہ جن کے حقوق تم پر ہوں ان کی حق شناسی کرو۔ خوشامدیوں کی خوشامد میں نہ آنا، بخشش و سخاوت کو بخل پر فضیلت دینا۔ نیکی کو زندہ رکھنا اور ہمیشہ نیک عمل کرنے کی کوشش کرنا۔ لڑائی میں ہوشیاری اور مکر کا زیادہ خیال رکھنا۔ یہ شجاعت سے زیادہ بہتر ہے۔ جس وقت مقابلہ ہوتا ہے، تب آسمان سے قضا نازل ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر آدمی نے ہمت باندھ لی اور ہوشیاری سے کام لیا تو فتح یاب ہو گیا اور اگر بدحواسی چھا گئی تو ناکام رہا۔ مگر سب پر حکم الٰہی غالب ہے۔ قرأت قرآن و تعلیم سنن و آداب صالحین اپنے پر فرض کر لینا۔ اپنی مجلسوں میں زیادہ گفتگو کرنے سے احتراز کرتے رہنا''۔ غرض مہلب اسی قسم کی چند وصیتیں کر کے راہی ملک عدم ہو گیا۔ یہ واقعہ 82ھ کا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جس وقت مہلب نے اتفاق و اجتماع کی وصیت کی تھی اس وقت ایک ترکش تیروں سے بھرا ہوا منگوایا اور لڑکوں سے کہا: ''کیا تم سب ان تیروں کو توڑ سکتے ہو؟'' لڑکوں نے جواب دیا: ''نہیں!''۔ پھر اس میں سے ایک تیر نکال کر کہا: ''اب اس کو توڑ سکتے ہو؟'' لڑکے بولے ''ہاں''۔ مہلب نے کہا: ''یہی حالت جماعت کی ہے۔''

مہلب کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا یزید خراسان پر متصرف ہوا۔ حجاج نے سند گورنری لکھ کر بھیج دی۔ کچھ عرصے بعد قلعہ بیزک پر جاسوس مقرر کئے۔ جس وقت اس کو اہل قلعہ کے نکلنے کی خبر معلوم ہوئی تو اپنا لشکر ظفر پیکر لئے ہوئے جا پہنچا اور محاصرہ کر کے اس کو تسخیر کر لیا۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم تھا۔ فتح یابی کے بعد حجاج کے پاس فتح کی خوش خبری بھیجی۔ اس کا کاتب یعمر عدوانی حلیف ہذیل تھا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

''ہم نے دشمنوں سے مقابلہ کیا پس اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان پر فتح یابی دی۔ ایک گروہ کو ہم نے قتل کر ڈالا اور ایک گروہ فرار ہو کر پہاڑ کی چوٹیوں و رسنسان بیابان کی طرف چلا گیا''۔ حجاج نے دریافت کیا: ''یزید کا کون کاتب ہے''؟ جواب دیا گیا ''یحییٰ بن یعمر''۔ حجاج نے اس کو بلا لیا۔ جب وہ آیا تو استفسار کیا ''تیری پیدائش کہاں کی ہے؟'' عرض کیا ''میں نے اپنے باپ کے کلام سے اس کی تعلیم پائی ہے اور وہ فصیح تھا''۔ پھر پوچھا 'عنبسہ بن سعید گاتا تھا؟'' عرض کیا ''ہاں اکثر''۔ پھر کہا ''فلاں شخص'' جواب دیا ''ہاں''۔ اسی سلسلہ میں کہا ''پھر میں''۔ حجاج نے کہا اچھا تم گاؤ اور یسا گاؤ کہ (ایک حرف کو بڑھاؤ اور ایک کو گھٹاؤ) اور بجائے ان کے ان اور ان کے بجائے ان کہو۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ تجھے تین دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر سرزمین عراق میں تجھے پاؤں گا تو ہلاک کر ڈالوں گا۔''

حجاج نے اپنے زمانہ حکومت میں لشکر شام کو اہل کوفہ کے مکانات میں ٹھہرایا تھا۔ 83ھ میں اہل کوفہ کو خراسان پر حملہ کرنے کی تیاری کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ اہل کوفہ نے شہر کے باہر ایک میدان میں لشکر ترتیب دیا۔ ان ہی لشکریوں میں ایک نوجوان آدمی تھا جس کی نئی نئی شادی اس کے چچا کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ وہ لشکر سے ایک روز شب کے وقت اپنی بیوی کے پاس چلا آیا۔ اتفاق سے تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی دروازے کی زنجیر کھڑ کھڑانے اور زور زور سے دروازوں کو پیٹنے لگا۔ بہت شور وغل کے بعد دروازہ کھولا تو دیکھا کہ شامی لشکر کا ایک سپاہی نشہ شراب سے چور کھڑا ہوا ہے اس عورت نے اپنے خاوند سے شکایت کی کہ ''روزانہ یوں ہی یہ آ کر پریشان کیا کرتا ہے۔ میں نے اس کی شکایت بارہا اس کے سردار سے کی

ہے۔''نوجوان نے کہا:''تم مجھے اس کے قتل کی اجازت دے سکتی ہو۔''عورت بولی''ہاں میں نے اجازت دی''۔نوجوان نے اٹھ کر اس کو قتل کر ڈالا اور صبح ہونے سے قبل یہ کہہ کر لشکر میں چلا آیا کہ صبح ہوتے ہی اس کو شامیوں کے پاس بھیج دینا تا کہ وہ لوگ اپنے دوست کو لے جا کر دفن کر دیں۔

چنانچہ اس عورت نے ایسا ہی کیا۔لوگ اس عورت کو حجاج کے پاس لے گئے۔اس نے سارا قصہ بیان کیا۔حجاج نے کہا''تو بجا کہتی ہے''۔پھر شامیوں سے مخاطب ہو کر بولا:''تم اپنے دوست کو دیکھو اس کمبخت کو نہ عقل تھی اور نہ دانائی اور نہ اس کی کچھ دیت (خوں بہا) ہے کیونکہ اس مقتول کا ٹھکانا دوزخ ہے۔''اس کے بعد منادی کرادی کہ کوئی شخص کسی کے یہاں مقیم نہ ہو اور اسی وقت چند آدمیوں کو مقرر کیا جنہوں نے مقام واسطہ کو کیمپ بنانے کے لئے منتخب کیا۔ان لوگوں نے اس مقام پر ایک راہب کو دیکھا تھا کہ وہ اس مقام کو گندگی سے پاک کر رہا ہے۔صاف کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے جواب دیا:''چونکہ ہم اپنی کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ اس مقام پر ایک مسجد عبادت کے لئے بنائی جائے گی اس وجہ سے ہم اس کو پاک و صاف کر دیتے ہیں۔لہٰذا حجاج نے اسی مقام پر شہر واسطہ کی بنا ڈالی اور مسجد بھی بنوادی۔

یزید بن مہلب کی معزولی

بیان کیا جاتا ہے کہ حجاج بطور وفد عبدالملک کے پاس جا رہا تھا۔راستے میں ایک راہب ملا۔لوگوں نے کہا: یہ ہونے والی باتوں کو بتلا دیتا ہے۔حجاج نے پوچھا کہ تم لوگ اپنی کتاب میں ہم کو اور اپنے کو پاتے ہو(یعنی اپنا اور ہمارا حال بتا سکتے ہو)۔راہب نے کہا''ہاں''حجاج بولا:''نام بتلاؤ گے یا اس کی صفت؟''راہب نے کہا''صفت''۔حجاج نے کہا''ہمارے بادشاہ کی صفت بتلاؤ''۔راہب نے کہا''اس کی صفت یہ ہے۔''پھر حجاج نے پوچھا''اس کے بعد کون ہوگا۔''جواب دیا''جس کے نام کا آخری حصہ ولید ہے۔''حجاج نے کہا''پھر اس کے بعد۔''جواب دیا''جس کے نام کے آخر میں ثقفی ہے۔''پھر حجاج نے استفسار کیا:''میرے بعد تم کس کو پاتے ہو''جواب دیا''ایک شخص کو جس کا نام یزید ہے۔''دریافت کیا''اس کی صفت بتلا سکتے ہو؟''جواب دیا:''میں اس کی اور صفت تو نہیں بتلا سکتا لیکن اس قدر جانتا ہوں کہ وہ عہد شکنی کیا کرتا ہے۔''

اس کلام سے حجاج کا ذہن یزید بن مہلب کی جانب منتقل ہو گیا اور راہب کی باتوں کا اس نے یقین کر لیا۔عبدالملک کے پاس گیا اور وہاں سے لوٹ کر خراسان آیا اور عبدالملک کو یزید و آل مہلب کی شکایتیں تحریر کرنے لگا کہ یہ لوگ ہوا خواہ آل زبیرؓ ہیں۔عبدالملک نے جواباً تحریر کیا کہ اہل مہلب کی وفاداری آل زبیر کے ساتھ ہماری حق شناسی اور وفاداری کو ثابت کرتی ہے،میں اس میں کوئی نقصان نہیں دیکھتا۔حجاج نے ان کی بدعہدیوں سے اس کو ڈرایا اور راہب نے جو بھی کہا تھا لکھ بھیجا۔تب عبدالملک نے مجبور ہو کر لکھا''چونکہ تم نے یزید کی بکثرت شکایتیں لکھی ہیں۔لہٰذا جس کو چاہو اس کی جگہ پر مامور کرو۔''حجاج نے قتیبہ بن مسلم کو نامزد کیا۔عبدالملک نے سند گورنری لکھ دینے کی اجازت دے دی۔حجاج نے یزید کو معزولی کا فرمان لکھنا مناسب تصور کر کے اس کو طلب کر لیا اور یہ لکھا کہ تم اپنے بھائی مفضل کو اپنی جگہ پر مقرر کر کے ہمارے پاس چلے آؤ۔

یزید بن مہلب کو حجاج کا یہ حکم نامہ ملا تو اس نے حصین بن منذر رقاشی سے مشورہ کیا۔حصین بن منذر نے کہا:''میرے نزدیک تم یہیں قیام کرو اور فی الحال کوئی حیلہ لکھ بھیجو۔اس کے ساتھ ہی عبدالملک سے اس کے متعلق خط و کتابت کرو،وہ تم کو بہت اچھا جانتا ہے''۔یزید بن مہلب نے اس تجویز سے اختلاف کر کے کہا:''ہم لوگ ایسے خاندان سے ہیں جن کی اطاعت سے سرفرازی ہوئی ہے۔اس وجہ سے ہم اختلاف کرنا نہیں پسند کرتے۔''رقاشی یہ سن کر خاموش ہو گیا۔یزید سامان سفر درست کرنے لگا۔روانگی میں تاخیر ہوئی تو حجاج نے مفضل کے نام خراسان کی گورنری جاری کر دی اور یزید کو جلد روانہ کرنے کو لکھا۔یزید نے مفضل سے کہا''تم اس پر نازاں نہ ہو کہ حجاج تم کو میرے بعد اس عہدے پر مامور رکھے گا بلکہ اس نے فی الحال تم کو اس خوف سے خراسان کا والی بنایا ہے کہ میں اس کو خراسان پر تصرف کرنے سے مانع نہ ہوں''۔مفضل کو اس بات پر یقین نہ آیا۔

یزید ربیع الثانی 85ھ کو خراسان سے رخصت ہو کر چل کھڑا ہوا۔

اس کے بعد مفضل اپنی حکومت کے نویں مہینے میں معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ قتیبہ بن مسلم مامور کیا گیا۔

بعض نے یزید کی معزولی کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ حجاج کی مہم عبدالرحمٰن بن اشعث سے فارغ ہو کر اہل عراق کو پامال کیا مگر آل مہلب کو اسی عزت و توقیر سے رکھا۔بار ہا یزید کو خراسان سے بلایا اور یہ جنگ کی مصروفیت کا حیلہ کر کے نہ آیا۔بعض کے بقول پہلے حجاج نے اس کو خوارزم پر حملہ

کرنے کو لکھا تھا۔ اس نے نفع کی کمی اور نقصان کی زیادتی کا عذر کر کے حملہ کرنے سے انکار کیا۔ اس کے بعد جب حجاج نے اس کو بلایا تو اس نے لکھا کہ میں خوارزم پر لشکر کشی کروں گا۔ حجاج نے منع کیا مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا اور خوارزم سے لڑا۔ تھوڑے سے قیدی ہاتھ آئے۔ اہل خوارزم نے مصالحت کر لی۔ چونکہ اس نے ایام سرما میں فوج کشی کی تھی، لشکریوں کو سردی سے سخت تکلیف ہوئی۔ قیدیوں کے کپڑے چھین چھین کر پہن لئے۔ قیدی برہنہ ہو گئے اور سردی کی شدت سے مر گئے (حجاج کو یہ مخالفتیں ناگوار گزریں۔ عبدالملک کو اس کی معزولی کی بابت لکھ بھیجا۔ عبدالملک نے وہی جواب لکھا جس کو آپ قبل ازیں پڑھ چکے ہیں)۔

مفضل خراسان کا گورنر ہوا تو اس نے باذغیس پر چڑھائی کی، فتح یاب ہوا۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا جس کو اس نے لشکریوں پر تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد شومان پر حملہ کیا اور جو کچھ پایا تقسیم کر دیا۔

موسیٰ بن عبداللہ بن حازم

جن دنوں عبداللہ بن حازم بنو تمیم کے ہمراہ خراسان میں لڑ رہا تھا اسی زمانہ میں ان لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے اس نے نیشاپور کا ارادہ کیا اور پھر اس خیال سے کہ بنو تمیم اہل مرو سے سازش نہ کر لیں اپنے لڑکے موسیٰ کو حکم دیا کہ مال و اسباب لے کر نہر بلخ عبور کر جاؤ تا کہ کسی بادشاہ کے یہاں جا کر ہم پناہ گزیں ہو سکیں یا کسی محفوظ قلعہ میں قیام کر سکیں۔ لہٰذا موسیٰ مرو سے دو سو بیس سواروں کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ میں اس کے ساتھیوں کی تعداد چار سو ہو گئی۔ ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بنو سلیم کے بھی آ ملے۔ قم پر پہنچا تو لڑائی ہوئی۔ موسیٰ نے کامیابی کے ساتھ اہل قم کے مال و اسباب کو لوٹ کر نہر بلخ عبور کیا اور بخارا میں پہنچ کر والیٔ بخارا سے پناہ کا طلب گار ہوا۔ والیٔ بخارا نے عبدالملک کے خوف سے انکار کر دیا۔ تب وہ ملوک ترک کے پاس گیا۔ انہوں نے بھی ڈر کر پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ پھر سمرقند پہنچا۔ طرخون والی نے ٹھہرنے کی اجازت دی۔ ایک مدت تک مقیم رہا۔ اسی زمانہ قیام میں اس کو عبداللہ بن حازم (اس کے باپ) کے قتل ہو جانے کی خبر ملی، مگر اس نے اپنے مقام سے حرکت نہ کی۔

اتفاقاً کسی شخص نے اس کے ہمراہیوں میں ایک صغدی کا مقابلہ کیا۔ اتفاق یہ کہ صغدی اس کے ہاتھ سے مارا گیا جس کی وجہ سے طرخون والی صغد نے موسیٰ کو اس کے ہمراہیوں کے ساتھ اپنے شہر سے نکال دیا۔ وہ کش پہنچا مگر والی کش اس کی مدافعت نہ کر سکا اور طرخون سے امداد چاہی۔ موسیٰ اس کے مقابلہ پر نکلا اس وقت اس کے ہمراہ سات سو سوار تھے لڑائی ہوئی۔ صبح سے شام تک جنگ کا بازار گرم رہا (موسیٰ کے اکثر آدمی زخمی ہوئے)۔ اس کے کسی ساتھی نے طرخون سے مل کر بہ فریب و مکر انجام کار کی دھمکی دی (کہ موسیٰ عربی نژاد ہے اس کو اگر تم نے مار لیا تو نتیجہ اس کا یہ ہو گا) کہ جو شخص خراسان میں آئے گا وہ اس کے خون کا بدلہ تم سے طلب کرے گا۔ طرخون نے کہا ''یہ سب سہی لیکن میں کش اس کے قبضہ میں نہیں چھوڑنا چاہتا''۔ اس شخص نے جواب دیا۔ ''اگر موسیٰ کش سے چلا جائے؟'' طرخون نے کہا ''ہاں یہ ممکن ہے''۔ طرخون نے لڑائی موقوف کر دی اور موسیٰ کش سے روانہ ہو کر ترمذ آ پہنچا اور قلعہ کے باہر قیام کیا۔

موسیٰ کا قلعہ ترمذ پر قبضہ

قلعہ نہر کے کنارے پر بنا ہوا تھا۔ والی ترمذ نے اس کو قلعہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ موسیٰ نے تحفے تحائف دے کر اس سے راہ و رسم بڑھائی۔ اکثر سیر و شکار میں اس کے ہمراہ رہنے لگا۔ ایک روز والی ترمذ نے موسیٰ کی دعوت کی۔ موسیٰ مع اپنے ایک سو ہمراہیوں کے شریک دعوت ہوا۔ کھانا کھانے کے بعد والی قلعہ نے موسیٰ سے واپس جانے کو کہا۔ اس نے نکلنے سے انکار کر کے کہا: ''اس قلعہ میں یا تو میں رہوں گا یا میری قبر بنے گی'' والی قلعہ نے سختی کی۔ لڑائی ہوئی۔ موسیٰ نے اہل قلعہ کے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا اور بادشاہ ترمذ کو نکال کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد بادشاہ ترک کے پاس گیا، امداد چاہی مگر اس نے انکار کیا۔ رفتہ رفتہ اس کے باپ (عبداللہ بن حازم) کے ساتھی اس سے آ ملے جس سے اس کی قوت بڑھ گئی۔ اکثر اوقات قلعے سے نکل کر گرد و نواح پر متصرف ہو جاتا تھا۔

امیہ اور موسیٰ بن عبداللہ

جب امیہ گورنر ہو کر خراسان گیا اور موسیٰ بن عبداللہ بن حازم پر فوج کشی کے ارادے سے روانہ ہوا اور بکیر نے مخالفت پر کمر باندھی تو وہ بکیر کی بغاوت فرو کرنے کے لئے لوٹ آیا جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ پھر بکیر سے مصالحت کرنے کے بعد ایک خزاعی سپہ سالار کے ساتھ موسیٰ کی گوشمالی کرنے کو فوجیں روانہ کیں۔ جنہوں نے موسیٰ کا ترمذ میں محاصرہ کیا۔ والی ترمذ دوبارہ بادشاہ ترک کے پاس امداد طلبی کے لئے گیا۔ وہاں سے ایک عظیم الشان لشکر لے کر واپس ہوا اور قلعہ کے ایک طرف مورچہ قائم کیا۔ موسیٰ اول وقت تو عربوں سے لڑتا تھا اور دوسرے وقت ترکوں سے۔ تین مہینے تک اسی طرح لڑائی جاری رہی۔ ایک روز شب کے وقت موسیٰ نے ترکوں پر حملہ کر دیا اور بہت سے سپاہیوں کو مار ڈالا۔ لشکر گاہ میں مال واسباب وآلات حرب، جو کچھ تھا لوٹ لیا۔ موسیٰ کے ساتھیوں میں سے صرف سولہ آدمی کام آئے۔ صبح ہوئی تو خزاعی اور عرب کے لشکر نے ترکوں کو شکست خوردہ و پامال دیکھ کر افسوس کا اظہار کیا اور خود بھی موسیٰ کی ان چالوں سے ڈرے۔

خزاعی کی ہلاکت

اگلے دن عمر بن خالد بن حصین کلابی نے، جو موسیٰ کے دوستوں میں تھا، حاضر ہو کر کہا۔ ''چونکہ ہم لوگ مکر ہی کے ذریعہ سے فتح یاب ہوتے ہیں لہٰذا مناسب ہے کہ تم ہم کو کوڑے مار کر چھوڑ دو'' موسیٰ نے اس کو پچاس کوڑے لگوائے۔ عمر بن خالد اٹھ کر خزاعی کے پاس آیا اور یہ ظاہر کیا ''مجھے ابن حازم نے تمہاری دوستی و حمیت و جاسوسی سے متہم کیا ہے اور کوڑے لگوائے ہیں۔'' خزاعی نے عمر بن خالد کو امان دی۔ چند دنوں یہ اس کے پاس مقیم رہا۔ ایک روز عمر بن خالد خزاعی کے پاس گیا۔ اتفاق سے اس وقت وہ تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ عمر بن خالد نصیحتاً کہنے لگا: ''تم کو ایسے نازک وقت میں بغیر ہتھیار کے خالی ہاتھ نہ رہنا چاہئے۔'' خزاعی نے فرش کا کنارا اٹھایا تو اس کے نیچے ننگی تلوار رکھی ہوئی تھی۔ عمر نے اٹھا کر وار کر دیا۔ خزاعی نے دم تک نہ لیا فوراً ہی ٹھنڈا ہو گیا۔ عمر بن خالد بھاگ کر موسیٰ کے پاس آیا۔ خزاعی کا لشکر متفرق و منتشر ہو گیا۔ زیادہ تر سپاہی امان حاصل کر کے موسیٰ کے لشکر میں مل گئے۔ اس کے بعد امیہ نے پھر کوئی لشکر موسیٰ کے زیر کرنے کو نہ بھیجا۔ یہاں تک کہ وہ معزول کر دیا گیا اور مہلب امیر خراسان ہو کر آیا اور اس نے موسیٰ سے کچھ بھی تعرض نہ کیا۔ بلکہ اپنے لڑکوں سے کہا کہ تم لوگ موسیٰ سے احتراز کرتے رہنا کیونکہ اگر یہ مر گیا تو خراسان کی امارت پر کوئی شخص بنو قیس کا آئے گا۔

اس کے زمانہ امارت میں حریث و ثابت پسران قطنہ خزاعی جو اس کے ہمراہ تھے موسیٰ کے پاس چلے آئے۔ مہلب کی رحلت کے بعد یزید بن مہلب امیر خراسان ہوا تو اس نے حریث و ثابت کے مال واسباب کو ضبط کر لیا۔ ان کی لونڈیوں کو گھر میں ڈال لیا اور ان کے برادر اخیافی حریث بن معقد کو ہلاک کر ڈالا۔ ثابت فریادی صورت بنائے ہوئے طرخون کے پاس گیا اور یزید بن مہلب کے ظلم کی شکایت کی۔ چونکہ ترکوں کو ثابت سے ایک طرح کی محبت تھی اس لئے طرخون کو یزید بن مہلب کی زیادتیوں پر طیش آیا۔ نیزک، اہل صغد، اہل بخارا اور صاغان کو ثابت کی امداد پر جمع کر دیا۔ ثابت ان سب کو لئے ہوئے موسیٰ کے پاس آیا۔ جبکہ عبدالرحمٰن بن عباس کا گروہ ہرات سے اور ابن اشعث کی جماعت عراق سے اور کابل سے آ کر اس کے پاس اکٹھی ہو گئی تھی۔ ان سب لوگوں کے جمع ہو جانے سے آٹھ ہزار کی تعداد تو پوری ہو گئی۔ ثابت و حریث نے موسیٰ سے کہا: ''آؤ ہم اور تم اس لشکر کو مرتب کر کے اٹھ کھڑے ہوں اور یزید کو خراسان سے نکال کر تم کو اس کا امیر بنائیں۔''

حریث بن قطنہ کا قتل

موسیٰ نے یہ سوچ کر کہ یہ دونوں خود خراسان پر متصرف ہو کر مجھ کو مغلوب کر دیں گے اور نیز کچھ احباب کے سمجھانے سے ثابت و حریث سے کہا ''بفرض محال اگر تم نے یزید کو خراسان سے نکال باہر کیا تو عبدالملک کا دوسرا گورنر آ پہنچے گا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ یزید کے عمال کو ماوراء النہر سے نکال کر اس پر قبضہ کر لو۔'' چنانچہ ان لوگوں نے ان کو نکال دیا۔ طرخون اور ترک اپنے اپنے ملک کو چلے آئے اور اہل عرب کی حکومت کو ترمذ میں گونہ

استقلال ہوگیا۔ کچھ مال واسباب بھی جمع ہوگیا۔ حریث وثابت ملکی ومالی انتظام کرتے تھے اور موسیٰ برائے نام ان کا امیر تھا۔ اس باعث موسیٰ کے مشیروں نے کہہ سن کر حریث وثابت کے قتل پر اس کو آمادہ کیا۔ اس اثناء میں عجمیوں کا ایک گروہ جس میں ہیاطلہ واہل تبت وترک تھے حملہ آور ہوا۔ موسیٰ اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کے مقابلے پر آیا۔ بادشاہ ترک دس ہزار فوج لئے ہوئے ایک ٹیلے پر صف آرا تھا۔ حریث بن قطنہ نے اس پر حملہ کیا اور بادشاہ ترک کو ایک زبردست حملہ کر کے پسپا کر دیا۔ اسی جنگ میں ایک تیر حریث کے چہرے پر آ لگا۔ زخم کاری پڑا تھا دو دن کے بعد حریث مر گیا۔ شام ہوگئی تھی لڑائی موقوف ہوگئی۔

ابن قطنہ کا فرار

رات کے وقت موسیٰ نے ترکوں پر شب خون مارا۔ ایک گروہ کثیر ترکوں کا کام آ گیا۔ موسیٰ کے بہت کم سپاہی مقتول ہوئے اور وہ مظفر ومنصور مال غنیمت لئے ہوئے میدان جنگ سے شہر کو واپس ہوا۔ اس کے مشیروں نے کہا: ''حریث کا کام تو تمام ہوگیا اب تم ثابت کا بھی کام تمام کر دو۔'' موسیٰ نے انکار کیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر ثابت تک پہنچ گئی۔ اس نے محمد بن عبداللہ خزاعی کو مخبری کے لئے موسیٰ کی خدمت میں بھیجا اور یہ سمجھایا کہ ''عربی میں گفتگو نہ کرنا۔ کوئی دریافت کرے تو یہ کہہ دینا کہ میں بامیان کے اسیروں میں سے ہوں اور روزانہ جو خبریں ہوا کریں مجھ سے آ کر کہہ جایا کرنا۔'' چنانچہ محمد بن عبداللہ عرصہ دراز تک اس خدمت کو انجام دیتا رہا۔ ایک روز شب کے وقت دوران گفتگو موسیٰ سے کہنے لگا ''تم لوگ بہت اصرار کر رہے ہو۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ اس کو یعنی ثابت کو کس وجہ سے اور کیوں مارنا چاہتے ہو حالانکہ اس سے کوئی بدعہدی اس وقت تک نہیں ہوئی۔'' کسی نے کچھ جواب نہیں دیا۔ اس کا بھائی نوح بولا ''جس وقت وہ کل تمہارے پاس آئے گا اس سے پہلے کہ تم تک پہنچے ہم اس کو اپنے ساتھ لے کر کسی نشست گاہ میں چلے جائیں گے اور وہیں قتل کر ڈالیں گے۔'' موسیٰ نے جواب دیا ''واللہ اس میں تم لوگوں کی ہلاکت ہے۔'' محمد بن عبداللہ یہ سب باتیں سن رہا تھا۔ مجلس برخاست ہوتے ہی اس نے ثابت سے جا کر ہو بہو کہہ دیا۔ غریب ثابت اسی رات کو بیس سواروں کو لے کر نکل کھڑا ہوا۔ صبح ہوئی تو ان لوگوں نے نہ ثابت کو پایا اور نہ اس لڑکے (یعنی محمد بن عبداللہ خزاعی) کو۔ اس سے ان پر یہ امر ثابت ہوگیا کہ وہ محمد بن عبداللہ ثابت کا جاسوس تھا۔

ثابت بن قطنہ کا قتل

ثابت ترمذ سے نکل کر حشوا میں جا مقیم ہوا اور عرب وعجم کا ایک کثیر گروہ اس کے پاس یکجا ہوگیا۔ موسیٰ یہ خبر پا کر ثابت سے جنگ کرنے چلا۔ ثابت نے قلعہ بندی کر لی۔ لڑائی چھڑ گئی۔ اس اثناء میں طرخون اس کی کمک پر آ گیا۔ مجبوراً موسیٰ محاصرہ اٹھا کر ترمذ لوٹ گیا۔ اس کے بعد ثابت، طرخون، اہل بخارا، نسف اور کش نے متفق ہو کر اسی (80) ہزار فوج کے ساتھ ترمذ میں موسیٰ کا محاصرہ کیا۔ موسیٰ اور اس کے ہمراہی بے جگری سے لڑے (لیکن اس سے کچھ فائدہ نہ تھا)۔ یزید بن ہذیل نے قسم کھالی کہ میں یا تو ثابت کو مار ڈالوں گا یا خود ہی مر جاؤں گا۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ثابت کے پاس آیا اور اس سے امن کا خواستگار ہوا۔ ثابت کے بعض دوستوں نے یزید بن ہذیل کی بدعہدی وبے وفائی سے ڈرایا جس کی وجہ سے اس نے یزید کے دونوں بیٹوں قدامہ وضحاک کو بطور رہن کے رکھ لیا۔ مگر بایں ہمہ یزید بن ہذیل ثابت کی فکر میں لگا رہا۔ اتفاقاً زیاد قصیر خزاعی کا لڑکا مر گیا۔ ثابت معمولی کپڑے پہنے ہوئے بلا ہتھیار اس کی ماتم پرسی کو جا رہا تھا۔ یزید بن ہذیل نے پہنچ کر سر پر تلوار چلائی۔ زخم پورا پڑا۔ ثابت تو زمین پر بیہوش ہو کر گر پڑا اور یزید بن ہذیل فرار ہوگیا۔ طرخون نے قدامہ وضحاک پسران یزید کو قتل کر ڈالا اور ثابت نے زخم کھانے کے ساتویں روز وفات پائی۔ اس کی جگہ ظہیر امارت کرنے لگا۔

موسیٰ بن عبداللہ کی محصوری

ثابت کے مرنے کے بعد اس کے ہمراہیوں کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ چستی وچالاکی باقی نہ رہ گئی۔ آپس میں کچھ ان بن بھی ہوگئی۔ موسیٰ نے تین سو آدمیوں کے ساتھ ان پر شب خون مارا۔ طرخون نے کہلا بھیجا کہ تم اپنے ساتھیوں کو قتل وغارت سے روک لو ہم صبح ہوتے ہی چلے جائیں

گے۔ چنانچہ موسیٰ اس وقت لوٹ آیا اور طرخون اور کل عجمی کوچ کر گئے۔ پس جس وقت مفضل امیر خراسان ہوا تو اس نے عثمان بن مسعود کو بسر افسری ایک لشکر موسیٰ بن عبداللہ بن حازم پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا اور مدرک بن مہلب کو بھی جو بلخ میں تھا روانگی کو لکھ بھیجا۔ پس اس نے پندرہ ہزار کی جمعیت سے نہر پار کی۔ دوسری طرف سے رتبیل و طرخون بھی مفضل کے لکھنے کے مطابق عثمان کی کمک پر آ پہنچے۔ سب نے چاروں طرف سے موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کا محاصرہ کر لیا۔ دو مہینے تک نہایت سختی سے محاصرہ کئے رہے۔ عثمان نے شب خون مارنے کے خوف سے اپنے لشکر گاہ کے اردگرد خندق کھدوائی تھی۔ موسیٰ نے حصار سے تنگ ہو کر اپنے ہمراہیوں سے کہا "ہم سے اب صبر نہیں ہو سکتا۔ آؤ ہمارے ساتھ خروج کرو اور دفعتہ ترکوں پر جا پڑو۔ کل ہمراہیوں نے اس رائے سے اتفاق کیا اور اس کے ساتھ حملے کے لئے نکلے۔ خروج کے وقت نضر بن سلیمان (اپنے بھتیجے) کو شہر میں چھوڑ گیا اور یہ سمجھا دیا کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں تو دیکھنا شہر عثمان کے سپرد نہ کرنا بلکہ مدرک بن مہلب کے سپرد کرنا"۔

ابن عبداللہ کا قتل

موسیٰ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک تہائی آدمیوں کو عثمان کے مقابلے پر رکھا اور یہ حکم دیا کہ جب تک وہ تم سے نہ لڑیں تم پہل نہ کرنا اور بقیہ آدمیوں کو لے کر طرخون اور اس کے رکاب کی فوج پر حملہ کر دیا۔ موسیٰ اور اس کے ہمراہیوں نے ایسا پرزور اور قوی حملہ کیا کہ طرخون کو سوائے بھاگنے کے کچھ نہ بن پڑا۔ ترک و صغد یورش کر کے قلعہ اور موسیٰ کے مابین آ کر حائل ہو گئے۔ شدت سے ساتھ لڑائی ہونے لگی۔ ترکوں نے موسیٰ کے گھوڑے کو زخمی کر دیا۔ اس کے مولیٰ (آزاد غلام) نے گھوڑے پر اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ جس وقت موسیٰ کا گھوڑا گرا تھا اور لوگ اس پر حملہ کر رہے تھے اسی وقت عثمان نے اس کو پہچان لیا تھا اور اس پر حملے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے ترکوں نے گھوڑے کو زخمی کر کے موسیٰ کو قتل کر ڈالا تھا۔ عرب کا ایک گروہ کثیر اس معرکے میں کام آیا۔ جس نے موسیٰ کی مردانہ زندگی کا خاتمہ کیا وہ اصل عنبری تھا۔ عثمان کے منادی نے قتل و غارت سے رکنے اور لوگوں کو قید کر لینے کی منادی کی۔ نضر بن سلیمان نے ترمذ کو مدرک بن مہلب کے سپرد کر دیا اور مدرک نے عثمان کے حوالے کر دیا۔ مفضل نے فتح و قتل موسیٰ کی بشارت حجاج کو تحریر کر کے بھیجی مگر وہ اس سے خوش نہ ہوا کیونکہ موسیٰ قبیلہ قیس سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ واقعہ 85ھ کا ہے جب کہ پندرہ برس ترمذ پر موسیٰ کو تصرف کرتے ہوئے گزر چکے تھے۔

ولید کی ولیعہدی

عبدالملک بن مروان ایک مدت سے اپنے بھائی عبدالعزیز بن مروان کو اپنی ولیعہدی سے معزول کر کے ولید بن عبدالملک (اپنے لڑکے) کو ولیعہد بنانا چاہتا تھا۔ قبیصہ بن ذویب اس تجویز کے خلاف تھا اور اکثر یہ کہہ اٹھتا تھا "لعل الموت یاتیه و تدفع العاد عن نفسک"۔ اتفاق سے ایک روز رات کو عبدالملک کے پاس روح بن زنباع آ گیا۔ (عبدالملک کے دربار میں اس کی بڑی توقیر ہوتی تھی) عبدالملک اس وقت اسی ادھیڑ بن میں پڑا ہوا تھا۔ روح بن زنباع نے عرض کیا "اگر آپ ولید کو اپنا ولی عہد بنانا چاہیں گے تو کوئی شخص بھی اس سے اختلاف نہ کرے گا"۔ عبدالملک بولا "انشاء اللہ تعالیٰ صبح ہوتے ہی ہم اس کام کو شروع کر دیں گے"۔ باتوں باتوں میں رات زیادہ گزر گئی۔ روح بن زنباع اس روز وہیں سو رہا۔ تقریباً رات کا نصف حصہ گزر گیا ہو گا کہ قبیصہ بن ذویب آ پہنچا۔ اس وقت یہ دونوں سو رہے تھے۔ چونکہ اس کے پاس عبدالملک کی مہر اور انگوٹھی رہتی تھی اس وجہ سے اطلاع کئے بغیر چلے آنے کی اس کو اجازت تھی۔ قبیصہ نے ان دونوں کو جگا کر عبدالعزیز برادر عبدالملک کے مرنے کی اطلاع سنائی۔ روح بن زنباع فرط مسرت سے بول اٹھا "کفانا الله مانرید"۔ عبدالملک نے اسی وقت مصر کو اپنے لڑکے عبداللہ بن عبدالملک کی گورنری میں شامل کر دیا۔

عبدالعزیز بن مروان

روایت ہے کہ ابتداءً حجاج نے عبداللہ بن عبدالملک کو ولیعہدی ولید کی بیعت لینے کی بابت لکھا تھا۔ اس پر عبدالملک نے عبدالعزیز کو اس مضمون کا

مکتوب لکھا کہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آئندہ حکومت تمہارے بھتیجے کے سپرد کی جائے۔ عبدالعزیز نے جواباً تحریر کیا: ''میں بھی ابوبکر کی بابت وہی مناسب سمجھتا ہوں جو تم ولید کے حق میں تصور کرتے ہو'' (یعنی میں ابوبکر کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہوں)۔ عبدالملک نے جھلا کر مصر کا خراج مانگا۔ عبدالعزیز نے لکھا: ''اے امیر المومنین ہم اور تم ایسے بوڑھے ہو گئے ہیں کہ ہمارے خاندان میں کوئی شخص اس سن کا نہیں ہے۔ معلوم نہیں کس کی موت پہلے آئے اس لئے مناسب یہ ہے کہ میری بقیہ میں بگاڑ نہ پیدا کرو۔'' عبدالملک کا دل اس مضمون کے پڑھنے سے بھر آیا اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

ولیعہدی کی بیعت

عبدالملک بن مروان کو جب عبدالعزیز کی وفات کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے لوگوں کو اپنے لڑکوں ولید و سلیمان کی ولی عہدی کی بیعت کرنے کا حکم دیا اور اپنے تمام ممالک محروسہ میں ان دونوں کی بیعت لینے کا گشتی حکم نامہ بھیج دیا۔ مدینہ منورہ میں ہشام بن اسمٰعیل مخزومی تھا۔ اس نے اہل مدینہ سے ولید بن سلیمان کی بیعت کرنے کو کہا۔ سب نے قبول کر لیا لیکن سعید بن مسیب نے انکار کیا۔ ہشام نے اس کو حراست میں لے کر دروں سے پٹوایا اور تشہیر کرا کے قید کر دیا۔ عبدالملک کے کان تک یہ خبر پہنچی تو اس نے ہشام کو ملامتانہ مکتوب تحریر کیا۔ جس میں یہ بھی لکھا ہوا تھا: ''سعید میں نہ عداوت ہے نہ نفاق اور نہ مخالفت ہے''۔ اس سے پیشتر ابن مسیب (یعنی سعید) نے ابن زبیر کی بیعت سے انکار کیا تھا جس کی پاداش میں جابر بن اسود نے جو ابن زبیر کی طرف سے عامل مدینہ تھا، ساٹھ درے لگوائے تھے۔ ابن زبیر نے جابر کو سخت ملامت کی تھی۔

عبدالملک کی وفات

بعض کا بیان ہے کہ ولید و سلیمان (پسران عبدالملک) کی بیعت ولیعہدی 84ھ میں لی گئی تھی مگر اول روایت صحیح تر ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ عبدالعزیز اپنے بھائی عبدالملک کے پاس مصر سے آیا تھا۔ روانگی کے وقت عبدالملک نے نصیحتاً کہا: ''کشادہ پیشانی سے رہو، خلیق و نرم دل رہو۔ چلتا ہوا کام کرو یہ تم کو فائز المرام کرے گا اور حاجب کو دیکھ بھال کر مقرر کرنا۔ مناسب تو یہ ہے کہ وہ تمہارے بہترین خاندان سے ہو کیونکہ وہ تمہارا منہ اور تمہاری زبان ہے۔ کوئی شخص تمہارے دروازے پر نہ آئے گا مگر یہ کہ وہ تم کو اس کا پتہ بتلائے گا تا کہ تم اس کو اجازت دو یا لوٹا دو۔ جب تم مجلس میں آؤ تو رفیقوں سے ایسی باتیں کرو جس سے وہ تم سے مانوس ہو جائیں اور تمہاری محبت ان کے دلوں میں جانشین ہو۔ جب کبھی کوئی مشکل پیش آئے تو اس کو مشورے سے آسان کرو کیونکہ اس سے مغلق اور مبہم امور ظاہر ہو جاتے ہیں۔ جان رکھو کہ نصف عقل تم کو دی گئی ہے اور نصف تمہارے بھائی کو اور کوئی شخص مشاورت کرنے سے ہلاکت میں نہیں پڑتا اور جس وقت تم کو کسی پر غصہ آئے تو اس کی سزا دہی میں دیر کرنا۔ کیونکہ سزا دہی پر توقف کے بعد بھی قدرت حاصل ہوتی ہے لیکن تم سزا دہی کے بعد اس کی تلافی پر قادر نہ ہو سکو گے۔''

عبدالملک کی وصیت

بیعت لینے کے تھوڑے دنوں بعد عبدالملک بن مروان نصف شوال 86ھ میں مر گیا۔ وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی ''میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ بہترین لباس ہے اور نہایت مضبوط پناہ کا مقام ہے۔ تمہیں چاہئے کہ تمہارے بڑے، چھوٹوں پر رحم و الطاف سے پیش آئیں (اور تمہارے چھوٹے بڑوں کی حق شناسی کریں)۔ مسلمانوں کی تجویز سے ہمیشہ موافقت کرنا کیونکہ یہ وہی دانت ہیں جس سے تم توڑتے ہو اور یہ وہی جبڑے ہیں جس سے تم چباتے ہو۔ حجاج کی عزت کرنا کیونکہ اس نے تمہاری خاطر منابر مقابر کو روندا اور شہروں کو پامال کیا ہے اور تمہارے دشمنوں کو ذلیل و خوار کیا ہے۔ تم لوگ بنی ام بررہ ہو جاؤ تا کہ تم کو بچھو ڈنگ نہ مار سکے اور جنگ میں احرار ہونا کیونکہ لڑائی موت کو قریب نہیں کرتی۔ نیکی کے پہاڑ ہو جانا کیونکہ نیکی کا اجر نیکی کا خزانہ، نیکی کا ذکر باقی رہ جاتا ہے اور اپنے احسانات کو عقلمندوں پر پھیلانا کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں اور اس کے شکر گزار ہوتے ہیں جو ان کی طرف محسن سے پہنچتا ہے۔ مجرموں سے جرم نہ کرنے کا عہد و پیمان لینا۔ پھر اگر وہ اس پر استقامت کریں تو کچھ تعرض نہ کرنا اور اگر پھر جرم کریں تو لازماً انتقام لینا۔''

باب:۵

ولید بن عبدالملک

86ھ تا 96ھ

عبدالملک

86ھ تا 96ھ

ولید کی بیعت خلافت

عبدالملک کے دفن کئے جانے کے بعد ولید نے کہا: "انا لله وانا اليه راجعون والله المستعان علىٰ مصيبتنا بموت امير المومنين والحمد لله علىٰ ما انعم من الخلافة"۔ سب سے پہلے جس نے خود آپ تعزیت و تہنیت کی وہ ولید بن عبدالملک ہے اس کے بعد عبداللہ بن ہمام سامولی نے کھڑے ہو کر کہا:

الله اعطاك التی مافوقها
وقد اراد الملحدون عوقها
عنک ويابى الله الا سوقها
اليک حتى تلدوك طوقها

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم کو وہ مقام دیا ہے جس سے کوئی چیز بڑھ کر نہیں ہے۔ حالانکہ بے دین لوگ اس کے سدراہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو تم تک پہنچا ہی دیا۔ یہاں تک کہ ان ہی لوگوں نے اس کو تمہارے گلے منڈھ دیا۔ پھر بیعت کی۔ بعد ازاں اور لوگوں نے بیعت کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ بعض کے بقول ولید نے منبر پر چڑھ کر بعد حمد و ثنا کے یہ خطبہ دیا۔

ايها الناس لا مقدم لما اخره الله ولا موخر لما قدمه الله. وقد كان من قضاء الله و سابق علمه وما كتب على بنيانه و حملة عرشه الموت. وقد صار الىٰ منازل الابرار وو لى هذه الامة بالذى لله عليه فى الشدة على المذنب و اللين لاهل الحق والفضل و اقامة ماقام الله من منازل الاسلام و اعلامه من حج البيت و غزو الثغوز وشن البغارات علىٰ اعداء الله. فلم يكن عاجزاً ولا مقرطا. ايها الناس عليكم بالطاعة ولزوم الجماعة فان الشيطان مع المنفرد. ايها الناس من ايد لنا ذات نفسه ضربنا الذى فيه عيناه ومن سكت مات بدائه.

ترجمہ: اے لوگو! جس کو اللہ تعالیٰ نے مؤخر کر دیا اس کا کوئی مقدم نہیں ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے مقدم کر دیا اس کا کوئی مؤخر نہیں ہے اور بلاشبہ موت اللہ کے حکم اور اس کے سابق علم میں تھی اور اس کو اس نے اپنے انبیاء اور حاملین عرش کے لئے تحریر کر دیا ہے۔ عبدالملک ابرار کے مرتبہ پر پہنچ گیا اور اس نے اس امت کا ولی ایسے آدمی کو کیا جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق یہ ہے کہ وہ مجرموں پر سختی اور اہل حق و فضل پر نرمی کرے اور جو منازل اسلام اللہ تعالیٰ نے قائم کر دیئے ہیں ان کو قائم رکھے اور حج خانہ کعبہ اور سرحدوں پر جہاد اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر حملے کرتے رہنے سے ان کو ظاہر کرے۔ لہٰذا وہ اس میں نہ عاجز ہے اور نہ مفرط ہے۔ اے لوگو! تم پر خلیفہ وقت کی اطاعت اور جماعت مسلمین سے اتفاق کرنا فرض ہے کیونکہ منفرد کا ہمراہ شیطان ہے۔ اے لوگو! جو ہم سے سرکشی و خود رائی کرے گا، اس کا ہم سر توڑ دیں گے اور جو سکوت اختیار کرے گا وہ اپنے مرض میں آپ مر جائے گا۔

قتیبہ بن مسلم کی فتوحات

86ھ میں حجاج کی طرف سے قتیبہ بن مسلم امیر ہو کر وارد خراسان ہوا۔ لشکریوں کا جائزہ لیا اور ان کو جہاد کی ترغیب دی اور بہ عجلت ایک لشکر ترتیب دے کر بہ قصد جہاد نکل کھڑا ہوا۔ مرو میں صیغہ جنگ پر ایاس بن عبداللہ بن عمرو کو محکمہ مال پر عثمان بن سعدی کو مامور کر گیا۔ طالقان میں پہنچا تو دہقانان بلخ ملاقات کے لئے آئے اور اس کے ساتھ ہو لئے۔ نہر کو عبور کیا تو بادشاہ صغانیاں تحائف و نذرانے لے کر حاضر ہوئے۔ چونکہ ملوک آخرون و سومان جو کہ اس کے قرب و جوار میں رہتے اور بادشاہ صغانیاں کو تکلیفیں پہنچاتے تھے اس وجہ سے اس نے بہ کمال رضا و رغبت اپنے ملک کو قتیبہ کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد قتیبہ نے آخرون و سومان (بلاد طغارستان) کا قصد کیا۔ ملوک آخرون و سومان نے جزیہ دے کر صلح کر لی۔ چنانچہ عساکر اسلامیہ پر اپنی جگہ اپنے بھائی صالح کو نائب بنا کے مرو کی طرف لوٹا۔ صالح بن مسلم نے قتیبہ کی واپسی کے بعد کاشان اورشت (مضافات فرغانہ) اور اخسکیت (فرغانہ کا قدیم شہر) بہ زور تیغ فتح کر لیا۔ ان معرکوں میں اس کے ساتھ نصر بن یسار بھی شریک تھا اور نہایت بے جگری سے جنگ کرتا تھا۔

عبداللہ بن مسلم اور برمکی خاتون

بعض کہتے ہیں کہ قتیبہ 85ھ میں امیر خراسان ہو کر آیا تھا اور جہاد کے جوش میں بلخ تک فتح کرتا ہوا بڑھ گیا تھا۔ لڑائی میں منجملہ ان عورتوں کے جو قید ہو کر آئی تھیں برمک (اصل لفظ برمغ بہ معنی آتش پرست ہے) کی عورت تھی جو آتش کدہ نوبہار کا متولی تھا۔ یہ عورت عبداللہ بن مسلم برادر قتیبہ کے حصے میں آئی۔ اتفاقاً اس عورت کو عبداللہ بن مسلم سے حمل رہ گیا۔ چند روز بعد اہل بلخ سے صلح ہو گئی۔ قتیبہ نے لونڈیوں کے واپس کر دینے کا حکم دیا (عبداللہ بھی بموجب اس حکم کے اس کے واپس کرنے پر آمادہ ہوئے)۔ اس وقت عورت نے کہا: "مجھے تیرا حمل رہ گیا ہے۔" لیکن مطابق صلح نامہ کے یہ عورت برمک کو واپس کر دی گئی، مگر یہ شرط قرار پائی کہ بعد وضع حمل جو پیدا ہو عبداللہ بن مسلم کو دے دیا جائے۔ چنانچہ بعد انقضائے مدت حمل لڑکا پیدا ہوا اور خالد نام رکھا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبداللہ بن مسلم کے لڑکوں نے، جس زمانے میں مہدی رے میں آیا تھا، خالد کو طلب کیا اور مہدی کے دربار میں پیش کیا تھا۔ اس پر ان کے بعض اعزہ و اقارب نے کہا کہ اگر اس کو اپنے باپ کی نسل سے تسلیم کرتے ہو اور نسباً اس کو اپنے ساتھ ملاتے تو اس کا عقد بھی کر دو۔ عبداللہ بن مسلم کے لڑکے یہ سن کر اپنے دعووں سے دست کش ہو گئے۔

والی باذغیس کی متابعت

بادشاہ شومان سے صلح کرنے کے بعد قتیبہ نے نیزک طرخان والی باذغیس کو مسلمان قیدیوں کے رہا کر دینے کو لکھ بھیجا اور اس کے خلاف کرنے پر سخت دھمکی دی۔ والی باذغیس نے ڈر کر مسلمان قیدیوں کو قتیبہ کے پاس بھیج دیا۔ پھر قتیبہ نے والی باذغیس کو دعوت دی۔ والی باذغیس نے آنے سے انکار کیا۔ اس پر قتیبہ نے جھلا کر کہا "میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میرے پاس نہ آؤ گے تو میں تم پر جہاد کروں گا اور جہاں پر پاؤں گا تم کو حراست میں لے لوں گا۔ اس میں خواہ فتح یاب ہوں یا اسی جستجو میں مر جاؤں" والی باذغیس یہ خط پڑھ کر کانپ اٹھا۔ سلیم سے، جو یہ خط لے کر گیا تھا، قتیبہ سے ملنے کے بارے میں مشورہ کیا۔ سلیم نے جواب دیا۔ "قتیبہ بہت بڑا باسطوت شخص ہے اس کے ساتھ نرمی کی جائے گی تو وہ نرم ہو جائے گا اور اگر سختی کی جائے گی تو وہ سخت مزاج ہو جائے گا۔ تم اس خط عتاب آموز سے نہ ڈرو، تمہارے ساتھ وہ سختی کا برتاؤ نہ کرے گا۔" اس کے بعد والی باذغیس نے حاضر ہو کر اس شرط پر کہ "قتیبہ باذغیس میں نہ داخل ہو" صلح کر لی۔

بیکن داد کی بربادی

والی باذغیس سے صلح کر کے قتیبہ نے بیکن داد (بیکند) بلاد بخارا پر براہ نہر 87ھ میں حملہ کیا۔ اہل بیکن داد نے اہل صغد اور ان کے گرد و نواح

کے ترکوں سے امداد طلب کی۔ اہل صغد ایک جم غفیر لے کر پہنچ گئے اور ہر طرف سے راستہ گھیر لیا۔ دو مہینے تک قتیبہ اور مسلمانوں سے خط وکتابت بند رہی۔ بالآخر قتیبہ نے ان لوگوں کو شکست دی اور قتل وغارت وقید کرتا ہوا منہدم کرنے کے لئے شہر پناہ تک پہنچ گیا۔ محصورین نے ڈر کر صلح کی درخواست پیش کی جو قتیبہ نے منظور کر لی اور عامل مقرر کر کے واپس ہوا۔ تھوڑا ہی راستہ (تقریباً پانچ فرسخ) طے کیا ہوگا کہ اہل شہر نے بدعہدی سے قتیبہ کے عامل کو اس کے ہمراہیوں سمیت قتل کر ڈالا۔ قتیبہ یہ خبر پا کر آگ بگولا ہو کر لوٹا۔ شہر پناہ کو منہدم کر کے زمین بوس کر دیا۔ جنگ آوروں کو چن چن کر قتل کر ڈالا۔ عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ آلات حرب، ظروف طلائی ونقرئی بے حد وبے شمار ہاتھ آئے۔ اس سے پہلے اس قدر کبھی مال غنیمت نہ ملا تھا۔

ترکوں کو ہزیمت

پھر 88ھ میں نومکشت (نومشکت) ورامسہ (رامثنہ) پر لشکر کشی کی۔ اہل نومکشت ورامسہ نے جزیہ دے کر صلح کر لی۔ واپسی کے وقت ترک، صغد اور اہل فرغانہ نے دو لاکھ کی جمعیت سے بسرافسری کور بعابور ہمشیرزادہ بادشاہ چین قتیبہ کے مقدمتہ الجیش پر، جو عبدالرحمٰن بن مسلم کے کمان میں تھا، اچانک حملہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن مسلم نہایت مردانگی سے مقابلہ پر آیا۔ قتیبہ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بھی موت کی طرح ان کے سروں پر آ پہنچا۔ فوراً لڑائی کا انداز بدل گیا۔ گو ابتداءً عساکر اسلامی سخت خطرناک حالت میں مبتلا ہو گئے تھے لیکن قتیبہ کے آتے ہی سب نے اللہ اکبر کہہ کر ایک پرجوش حملہ کیا جس سے ترک کے قدم استقامت اکھڑ گئے۔ ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگ کھڑے ہوئے۔ قتیبہ بھی اپنا فتح مند لشکر لئے ہوئے (نہر ترمذ کے قریب عبور کر کے) مرو آ پہنچا۔

حجاج نے 89ھ میں وردان خذاہ بادشاہ بخارا پر جہاد کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ قتیبہ نے نہر کو مقام زم سے پار کیا۔ اہل صغد، اہل کش اور نسف سے مفاورہ پر مڈبھیڑ ہوگئی ایک سخت لڑائی کے بعد قتیبہ نے ان کو شکست دے کر بخارا کا رخ کیا اور (خرقانہ سفلیٰ) دائیں بائیں جانب مورچہ قائم کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں لیکن جب کامیابی ہوتی نظر نہ آئی تو مرو کو لوٹا۔

تعمیر مسجد نبویؐ

ولید بن عبدالملک نے ہشام بن اسمٰعیل مخزومی کو امارت مدینہ منورہ سے (آٹھویں ربیع الاول) 87ھ میں، اس کی امارت کے چوتھے برس، معزول کیا تھا اور اس کی جگہ عمر بن عبدالعزیز کو مقرر کیا تھا لہٰذا اس نے مدینہ منورہ میں وارد ہو کر مروان کے مکان میں قیام کیا۔ فقہاء مدینہ منورہ سے دس فقیہوں کو بلا کر جن میں فقہا سبعہ مشہورہ (سات فقیہہ) بھی تھے ارباب شوریٰ مقرر کیا۔ بغیر ان کے مشورے کے کوئی اپنی تجویز سے کچھ نہیں کرتا تھا اور ان لوگوں کا یہ کام تھا کہ اہل غرض کی حاجتیں، مظلوموں کی فریادیں اور عمال کے ظلم وجور کی شکایتیں عمر بن عبدالعزیز کے گوش حق نیوش تک پہنچایا کرتے تھے۔ اہل مدینہ منورہ نے اس حسن انتظام کا شکریہ ادا کیا اور ہر کس وناکس اس کے حق میں دعائیں دینے لگا۔

پھر 88ھ میں ولید بن عبدالعزیز نے لکھا کہ "امہات المومنین کے حجروں کو اور نیز ان مکانات کو جو قرب میں ہیں بڑھا کر مسجد نبوی میں شامل کر دو تا کہ دوسو ذراع کا مربع ہو جائے اور جو آدمی اپنا مکان دینے سے انکار کرے تو از روئے انصاف جو اس کی قیمت تجویز کی جائے دے کر منہدم کرا دو۔ تم کو اس معاملہ میں عمرو عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی تقلید کرنی چاہئے۔" عمر بن عبدالعزیز نے اہل مدینہ کو جمع کر کے اس مکتوب کو پڑھا۔ لوگوں نے بطیب خاطر بلا جبر واکراہ مناسب قیمتیں لے کے اپنے اپنے مکانات دے دیئے۔ ولید نے اسی زمانے میں بادشاہ روم کو لکھا تھا کہ میرا ارادہ مسجد نبوی کے تعمیر کرنے کا ہے پس اس نے ایک لاکھ مثقال سونا اور ایک سونا مور کاریگر اور چالیس اونٹ فسیفسا (رنگین پتھر کو کہتے ہیں) روانہ کیا۔ ولید بن عبدالملک نے یہ سب کا سب عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیج دیا۔ مکانات وامہات المومنین کے حجرے منہدم کرا کے تعمیر شروع کر دی۔ ان کاریگروں کے علاوہ شام کے بھی بہت سے مشہور صناع شریک تعمیر تھے۔ 89ھ میں ولید نے مکہ معظمہ پر خالد بن عبداللہ قسری کو مقرر کیا۔

دیبل کی تسخیر

حجاج نے سرحد سندھ پر اپنے چچازاد بھائی محمد بن قاسم بن محمد بن الحکم بن ابی عقیل کو کو بسر افسری چھ ہزار جنگ آوروں کے مامور کیا تھا۔ محمد بن قاسم اپنے بھائی سے رخصت ہو کر مکران پہنچا اور چند دن قیام کر کے فیروز پور کا رخ کیا۔ اہل فیروز پور برسر مقابلہ آئے۔ لڑائی ہوئی۔ محمد بن قاسم نے بہ زور تیغ فتح کر کے ارمایل کے دروازے پر پہنچ کر جنگ کا نیزہ گاڑ دیا۔ والی ارمایل نے ہر چند کوشش کی مگر ایک بھی پیش نہ گئی۔ محمد بن قاسم نے قبضہ حاصل کر کے دیبل (ٹھٹھہ) پر چڑھائی کی (اور جمعہ کے دن پہنچ کر محاصرہ کر لیا)۔

شہر دیبل کے وسط میں ایک بہت بڑا رفیع الشان بت خانہ تھا، جس میں ایک بت رکھا ہوا تھا اور بت خانہ کے گنبد پر ایک نہایت طویل منارہ تھا۔ منارے پر ایک نیزہ گڑا ہوا تھا جس میں سرخ حریر کا پھریرہ اڑ رہا تھا جو تمام شہر پر اپنا سایہ کیے ہوئے تھا۔ محمد بن قاسم نے شہر پر سنگ باری شروع کر دی۔ اتفاقاً پہلے نیزہ ٹوٹ کر گرا جس سے اہل دیبل کو اپنی شکست کا یقین ہو گیا۔ شہر سے نکل کر صف آرا ہوئے۔ عساکر اسلامیہ نے ان کو شکست دی۔ اہل دیبل فرار ہو کر شہر میں آ رہے اور شہر پناہ کا دروازہ بند کر لیا۔ بالآخر بزور تیغ کھولا گیا۔ محمد بن قاسم نے دیکھتے ہی دیکھتے چار ہزار لشکر شہر میں اتار دیا۔ تین روز تک لڑائی ہوتی رہی۔ والی دیبل شہر چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔

راجہ داہر کا خاتمہ

کامیابی حاصل کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے ایک جامع مسجد تعمیر کی۔ دو چار روز قیام کر کے نیروز کی طرف کوچ کیا۔ چونکہ اہل نیروز نے پہلے سے بذریعہ خط و کتابت حجاج سے صلح کر لی تھی اس وجہ سے وہ رسد و غلہ لئے ہوئے محمد بن قاسم سے ملاقات کو آ رہے تھے۔ اثناء راہ میں ملاقات ہوئی۔ نہایت احترام و عزت سے اپنے شہر میں لے گئے اور دعوت کی۔ بعد ازاں محمد بن قاسم نے ملک سندھ کے اور شہروں پر دھاوا بولا جو آسانی سے فتح ہوتے گئے یہاں تک کہ ہران پر پہنچے۔ بادشاہ سندھ (داہر بن صصعہ) لوگوں کو جمع کر کے پھر مقابلے پر آیا۔ عساکر اسلامیہ نے نہر پر پل باندھا اور نہایت اطمینان و استقلال سے پار کر کے داہر کی فوج پر جا پڑے۔ داہر ایک ہاتھی پر سوار تھا اور اس کے اردگرد سینکڑوں ہاتھی کالے کالے پہاڑوں کی طرح کھڑے ہوئے تھے جن کی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایک خفیف سی جنبش ہو جاتی تھی اور جس طرف وہ رخ کرتے تھے صف کی صف درہم برہم ہو جاتی تھی۔ اسلامی تیر اندازوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ سواران فیل تیر اجل کا نشانہ ہو ہو کر گرنے لگے اور ہاتھیوں کا جھنڈ بھاگ کھڑا ہوا۔ داہر مجبوراً پیادہ پا لڑتا ہوا عساکر اسلامیہ کی طرف بڑھا۔ ایک مسلمان سپاہی نے لپک کر ایک ہی وار سے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا اور بقیہ کفار میدان جنگ سے گرتے پڑتے بھاگ کھڑے ہوئے۔

ملتان پر قبضہ

مسلمانوں نے ان کی لشکر گاہ کو لوٹ لیا اور بڑے بڑے پہلواؤں اور جنگ آوروں کو پامال کر ڈالا۔ داہر کی بیوی بھاگ کر شہر رار میں جا چھپی اور پھر جب مسلمانوں نے رار کا عزم کیا تو اس نے بہ خوف گرفتاری اپنے آپ کو اپنی خواصوں کے ساتھ جلا کر خاک کر ڈالا۔ عساکر اسلامیہ نے پہنچ کر رار پر بھی قبضہ کر لیا۔ لشکر کفار کے شکست خوردہ گروہ نے شہر بدہمتا باد قدیم میں جا کر پناہ لی جو منصورہ سے دو فرسنگ کے فاصلے پر ہے۔ منصورہ میں ان دنوں ایک گنجان باغ کیلئے کا تھا عساکر اسلامیہ نے اس کو بھی بزور تیغ فتح کر لیا۔ جس کو پایا قتل کر ڈالا اور شہر کو ویران کر دیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے سندھ کے دیگر شہروں پر بھی قبضہ کر کے نہر ساسل کو، جس سے اہل ملقاد (ملتان) سیراب ہوتے تھے، کاٹ کر دوسری طرف بہا دیا اور ملتان کا محاصرہ کر لیا۔ لڑائی ہوئی اور عساکر اسلامیہ نے نہایت مردانگی سے اس کو بھی فتح کر لیا اور وہاں لڑنے والوں اور مجاوروں اور محافظین بت کو جن کی تعداد چھ ہزار تھی قتل کر ڈالا۔ بت خانے میں ایک کمرہ جو طولاً دس ذراع اور عرضاً آٹھ ذراع تھا سونے سے بھرا ہوا پایا۔

ملتان کا بت خانہ بھی بہت بڑا اور عظیم الشان تھا۔ گرد و نواح کے سبھی شہروں سے بڑے بڑے چڑھاوے آتے تھے۔ سال میں ایک مرتبہ لوگ

اس کی زیارت کو آتے۔ سر اور داڑھی منڈواتے تھے۔ ان لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ ایوب نبی (علیہ السلام) ہیں۔

ملتان کے تسخیر ہوتے ہی سندھ کا تمام علاقہ محمد بن قاسم کے قبضہ و تصرف میں آ گیا۔ مال غنیمت سے جو خمس (پانچواں حصہ) روانہ کیا گیا تھا، وہ ایک کروڑ بیس لاکھ تھا اور فوج کشی میں جو مال خرچ ہوا تھا اس کا نصف تھا۔

بخارا پر لشکر کشی

اس سے پہلے ہم لکھ آئے ہیں کہ 89ھ میں قتیبہ نے بخارا پر فوج کشی کی تھی اور بے نیل و مرام واپس آیا تھا۔ 90ھ میں حجاج نے ناکامی کے ساتھ لوٹ آنے پر ملامت کی اور دوبارہ جہاد کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ قتیبہ مع نیزک طرخان والی باذغیس کے بخارا کی جانب روانہ ہوا۔ بادشاہ بخارا (وردان اخذاہ) اپنے گرد و نواح کے سلاطین صغد و ترک سے امداد کا خواستگار ہوا۔ جب وہ لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں سے اسے بچانے کے لئے آ گئے تو یہ مسلمانوں کے مقابلے پر آیا۔ لڑائی چھڑی۔ عساکر اسلامیہ کے مقدمۃ الجیش پر ازد تھا۔ اتفاق سے اس کو شکست ہوئی اور ایسا بدحواس ہو کر بھاگا کہ اسلامی لشکرگاہ سے بھی آگے بڑھ گیا لیکن پھر سبھی سنبھل کر حملہ کرنے کے لئے لوٹے۔ اس حملے میں اسلامی میمنہ و میسرہ نے ان کا ساتھ دیا۔ ترک مجبور ہو کر اپنے مورچے کی طرف لوٹے۔

خاقان کی شکست

بعد ازاں بنو تمیم نے ایسی بے جگری سے حملہ کیا کہ ان میں اور ترکوں میں امتیاز باقی نہ رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد گرد پھٹی تو معلوم ہوا کہ بنو تمیم نے ترکوں کے مورچوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ عساکر اسلامی اور ترکوں کے مابین ایک نہر حائل تھی جس کے پار کرنے کی سوائے بنو تمیم کے اور کسی نے جرأت نہ کی۔ پس جب بنو تمیم نے ترکوں کو ان کے مورچوں سے ہٹا دیا اور نہر کو بھی عبور کر گئے تو ان کی دیکھا دیکھی کچھ اور لوگوں نے بھی نہر عبور کر کے ترکوں پر نہایت تیزی سے خون ریزی کا بازار گرم کر دیا۔ خاقان اور اس کا بیٹا زخمی ہوا۔ ہزاروں ترک میدان جنگ میں کام آئے۔ اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی اور قتیبہ نے بشارت فتح حجاج کو لکھ بھیجی۔

نیزک کی متابعت اور سرکشی

شکست کے بعد طرخون والی صغد مع دو سواروں کے اسلامی کیمپ کے قریب آیا اور اس شرط پر صلح کی درخواست کی کہ زر جزیہ سالانہ ادا کرتا رہے گا۔ قتیبہ نے اس کو قبول کر لیا اور عہد نامہ لکھ دیا۔ بعد ازاں مع نیزک کے واپس ہوا۔ نیزک کو چونکہ اس کی کثرت فتوحات سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا اثناء راہ سے جس وقت کہ وہ آمد میں پہنچ چکا تھا اجازت حاصل کر کے طخارستان کی طرف روانہ ہوا اور نہایت تیزی سے مسافت طے کرنے لگا۔ اس کے بعد ہی مغیرہ بن عبداللہ حسب حکم قتیبہ اس کو گرفتار اور قید کرلانے کو روانہ ہوا۔ ہر چند کوشش کی مگر ناکام رہا۔ نیزک طخارستان پہنچ کر باغی ہو گیا۔ اصبہبذ بادشاہ بلخ و باذان بادشاہ مرورود و بادشاہ طالقان فاریاب و جوزجان کو قتیبہ سے لڑنے کے لئے بلایا۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپس میں قتیبہ سے جنگ کرنے کا عہد و پیمان کیا اور بادشاہ کابل کو بھی خط و کتابت اور مال و اسباب ارسال کر کے اپنا ہمدرد بنا لیا اور بہ وقت ضرورت و اضطرار مدد دینے کا وعدہ لے لیا۔

فتح طالقان

نیزک جیفونہ والی طخارستان کے پاس مقیم ہوا اور بہ حکمت عملی اس کو حراست میں لے کر قتیبہ کے گورنر کو شہر سے نکال دیا۔ قتیبہ کو یہ خبر موسم سرما سے پہلے پہنچی جب کہ اسلامی فوجیں متفرق ہو کر اپنے اپنے شہروں کو چلی گئی تھیں۔ مگر پھر بھی اس کے پر جوش دل کو اس خبر کے سننے کے بعد چین نہ آیا۔ اس نے اسی وقت اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن مسلم کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ بروقان کو روانہ کیا اور کسی پر اپنے خیال کو ظاہر کئے بغیر وہیں قیام پذیر

رہنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا کہ جب موسم سرما تمام ہو جائے تو فوراً طخارستان پر حملہ کر دینا، میں بھی تمہارے پاس ہی رہوں گا۔ چنانچہ موسم سرما کے ختم ہوتے ہی قتیبہ نے اسلامی فوجیں نیشاپور وغیرہ روانہ کیں جنہوں نے طالقان پر پہنچ کر بہت بڑی خون ریزی کے بعد بزور تیغ تسخیر کر لیا اور تسلط کے بعد بلوائیوں اور رہزنوں کو گرفتار کر کے چار فرسنگ تک ایک سلسلہ میں سولی دے دی اور اپنے بھائی محمد بن مسلم کو والی مقرر کر کے فاریاب کا ارادہ کیا۔ بادشاہ فاریاب یہ خبر پا کر مطیع ہو کر حاضر خدمت ہوا۔ قتیبہ نے بہ عزت واحترام اس سے ملاقات کی اور اس کو بحال رکھ کے جورجان کو بڑھا۔ اہل جورجان نے اطاعت قبول کر لی اور وہاں کا بادشاہ پہاڑوں کی طرف فرار ہو گیا۔ قتیبہ نے عامر بن مالک حمانی کو اپنا نائب بنا کے بلخ پر حملہ کیا۔ اہل بلخ نے بھی مطیع وفرماں بردار ہو کر ملاقات کی۔

نیزک کا خاتمہ

قتیبہ کا بھائی عبدالرحمن بن مسلم نیزک کے تعاقب میں چلا جا رہا تھا۔ نیزک پہاڑیوں سے اتر کر بغلان آ گیا اور اپنے سپاہیوں کو ایک تنگ و تاریک پہاڑی گھاٹی میں چھپا دیا جس کا راستہ اسلامی لشکر میں کسی کو معلوم نہ تھا اور باقی اپنا مال واسباب گھاٹی کی دوسری طرف جو قلعہ تھا اس میں رکھ دیا۔ ایک مدت تک قتیبہ اس گھاٹی پر ٹھہرا ہوا اڑا رہا۔ کوئی رہبر نہ ملتا تھا جو اس راستہ کا خضر ہو جاتا، یہاں تک کہ ایک عجمی مرد نے قلعہ کا راستہ بتلا دیا، جہاں سے اسلامی لشکر سرنگ کھود کر قلعہ میں گھس گیا۔ اکثر قلعہ والے مارے گئے اور جو باقی رہے وہ بھاگ گئے۔ اس کے بعد عساکر اسلامیہ نے سنجان پر چڑھائی کی۔ بعد ازاں نیزک کی طرف بڑھے۔ اس عرصے میں عبدالرحمن بن مسلم بھی آ پہنچا۔ نیزک وادی فرغانہ کی طرف بھاگ گیا اور اپنا مال واسباب بادشاہ کابل کے پاس بھیج دیا۔ قتیبہ نے یہ اطلاع پا کر نیزک کا پیچھا کیا۔ نیزک نے نہایت تیزی سے وادی فرغانہ طے کر کے گرز میں قلعہ بندی کر لی۔ گرز کا راستہ ایک ہی تھا اور وہ بھی بے حد دشوار گزار۔ جس کو گھوڑے وخچر بھی بہ وقت تمام طے کر سکتے تھے۔ قتیبہ دو ماہ تک محاصرہ کیے رہا یہاں تک کہ نیزک کے پاس جو کچھ سامان کھانے پینے کا تھا، ختم ہو گیا اور اس کے لشکری چیچک میں مبتلا ہو گئے۔

موسم سرما بھی قریب آ گیا۔ قتیبہ نے اپنے ایک خاص مصاحب کو جس پر نیزک کو بھی اعتماد تھا طلب کر کے کہا: ''تم نیزک کے پاس جاؤ اور اس کو بلا امان جس حیلہ سے ممکن ہو اپنے ساتھ لاؤ اور اگر اس میں تم کو کامیابی نہ ہو تو پناہ دے دینا۔ غرض جس صورت سے ہو اس کو اپنے ہمراہ لاؤ ورنہ میں تم کو سخت سزا دوں گا''۔ یہ شخص قتیبہ سے رخصت ہو کر نیزک کے پاس گیا۔ نیزک کو قتیبہ سے ملنے کی تجویز دی اور یہ ظاہر کیا کہ اس کا قصد کلبہ پر حملہ کرنے کا ہے اور اس نے اپنی فوج کو یہ حکم دیا ہے کہ جس طرح ممکن ہو گرز پر قبضہ کر لو۔ نیزک نے گھبرا کر کہا ''مجھے قتیبہ سے ملنے میں اپنی جان کا خوف ہے''۔ اس شخص نے جواب دیا ''تم کو اس کے پاس چلنا ہی چاہئے اور اس سے بغیر ملے، تمہاری گلوخلاصی نہ ہو گی''۔ نیزک نے اس پر کچھ توجہ نہ کی۔ وہ شخص برابر اس کو سمجھاتا جاتا تھا اور نیزک، قتیبہ اور اس کے ساتھیوں سے ملنے میں گریز کرتا جاتا تھا یہاں تک کہ اس شخص نے مجبور ہو کر کہہ دیا ''میں تم کو پناہ دیتا ہوں''۔ نیزک کے مشیروں نے جو کہ اس شخص کو سچا باور کرتے تھے اس کے کہنے پر عمل کرنے کی رائے دے دی۔ چنانچہ نیزک مع جیفونہ بادشاہ طخارستان کے، جس کو اس نے قید کر لیا تھا، اس شخص کے ساتھ ہو لیا۔ یہ لوگ جس وقت گھاٹی سے نکل کر ایک کھلے میدان میں پہنچے تو اسلامی سواروں نے چاروں طرف سے گھیر لیا جن کو قتیبہ نے پہلے سے چھپا رکھا تھا۔ قتیبہ نے حجاج کو اس سے مطلع کیا اور نیزک کے قتل کی جازت طلب کی۔ چالیس دن کے بعد نیزک کے قتل کا حکم پہنچا۔ قتیبہ نے اس کو اور اس کے ساتھ صول طرخون نائب جیفونہ و برادر زادہ ترک کے قتل کا حکم دے دیا۔ علاوہ ان کے اسی روز سات سو آدمیوں کو اس کے ساتھیوں میں سے صلیب دے دی۔ نیزک کا سر قطع کر کے حجاج کے پاس اور حجاج نے ولید بن عبدالملک کی خدمت میں بھیج دیا اور جیفونہ کو رہا کر دیا۔

والی جورجان کی اطاعت

اس واقعہ کے بعد قتیبہ مرو میں واپس آیا۔ بادشاہ جورجان نے پناہ کی درخواست کی۔ قتیبہ نے بشرط حاضری قبول کر لی۔ جانبین سے چند لوگ بہ طور ضمانت ایک دوسرے کے سپرد کر دیئے گئے اور بادشاہ جورجان بے خوف وخطر حاضر ہوا۔ پھر رخصت ہو کر اپنے ملک کو واپس ہوا۔ اثناء راہ میں

مقام طالقان پر پہنچ کر 91ھ میں مر گیا۔

شومان کا محاصرہ

چونکہ والی شومان نے قتیبہ کے عامل کو اپنے ملک سے نکال دیا تھا اور اس کے ایلچی کو، جو مقررہ خراج وصول کرنے کو گیا تھا، قتل کر ڈالا تھا اس وجہ سے قتیبہ نے بادشاہ جورجان سے صلح کرنے کے بعد شومان پر لشکر کشی کی اور شومان کے پاس پہنچ کر اپنے بھائی صالح کو والی شومان کے پاس بھیجا۔ صالح اور والی شومان میں بہت دوستی تھی۔ صالح نے اس کو بہت کچھ سمجھایا مگر وہ انکار کے سوا لفظ اقرار اپنے زبان پر نہ لایا۔ قتیبہ نے صلح سے ناامید ہو کر شومان کا محاصرہ کر لیا اور منجنیقیں نصب کرا کے سنگ باری کا حکم دے دیا۔

فتح شومان

والی شومان نے یہ سمجھ کر کہ میں اس قلعے کو حریف کے حملہ سے نہ بچا سکوں گا قلعہ میں جو مال و اسباب و جواہرات تھے سب کو جمع کر کے ایک کنویں میں ڈال دیا جس کی گہرائی لامعلوم تھی۔ بعد ازاں قلعہ کا دروازہ کھول کر لڑتا ہوا قتیبہ کی طرف چلا۔ عساکر اسلامی نے چاروں طرف سے گھیر کر چند لمحوں میں اس کو قتل کر ڈالا اور قتیبہ نے قلعے میں داخل ہو کر اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ جس قدر جنگ آور ہاتھ آئے قتل کر دیئے گئے۔ عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ پھر اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو طرخون بادشاہ صغد کے پاس خراج لینے کو روانہ کیا۔ اس نے وہ مقررہ خراج جس پر اس سے مصالحت ہوئی تھی ادا کر دیا۔ اس کے بعد قتیبہ کش ونسف کی طرف بڑھا۔ اہل کش ونسف نے مصالحت کر لی۔ بہ وقت مراجعت قتیبہ اور اس کے بھائی سے بخارا میں ملاقات ہوئی اور یہ سب کے سب مرو کی جانب واپس ہوئے۔

اہل صغد نے عبدالرحمٰن کی واپسی کے بعد اپنے بادشاہ طرخون کو خراج ادا کرنے کی وجہ سے معزول کر کے قید کر دیا اور بجائے اس کے غورک کو تخت نشین کیا۔ اس وجہ سے طرخون نے خودکشی کر لی۔

خوارزم شاہ سے مصالحت

قتیبہ 92ھ میں سجستان کی طرف بہ قصد رتبیل روانہ ہوا۔ رتبیل نے فوراً صلح کر لی۔ قتیبہ اس مہم سے واپس ہوا۔ بادشاہ خوارزم پر اس کا بھائی خرزاد جو اس سے چھوٹا تھا اس قدر غالب ہو چکا تھا کہ بادشاہ خوارزم شاہ شطرنج کی طرح نام ہی کا بادشاہ رہ گیا تھا۔ خرزاد جو چاہتا تھا کرتا تھا۔ رعیت کے مال و عزت پر دست درازی کرتا اور ان کو طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا۔ بادشاہ خوارزم چونکہ اس کی مدافعت نہیں کر سکتا تھا اس نے قتیبہ کو اپنے ملک کے حالات لکھ بھیجے اور یہ لکھا "اگر تم میں قوت ہو تو میرے ملک پر آ کر میرے بھائی اور مخالفین سے لڑ کر قبضہ لے لو"۔ قتیبہ نے اس کو قبول کر لیا اور بادشاہ خوارزم نے اس راز سے اپنے ملک کے کسی فرد کو آگاہ نہ کیا۔

93ھ میں قتیبہ نے فوجیں مرتب کیں اور جنگ کرنے کے لئے صغد (مرو سے) خروج کیا۔ اہل خوارزم نے نہ تو جنگ کی تیاری کی اور نہ ہی مورچے قائم کئے اور نہ دھس و دمدمے باندھے۔ قتیبہ نے خوارزم کے قریب پہنچ کر ہزار اسب میں قیام کیا۔ اس وقت بادشاہ خوارزم کے مشیروں اور اراکین سلطنت کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے بادشاہ خوارزم کو قتیبہ سے لڑنے کے لئے کہا۔ بادشاہ خوارزم نے جواب دیا "ہم میں اس سے لڑنے کی قوت نہیں ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ دے کر ہم صلح کر لیں جیسا کہ اور والیان ملک نے کیا ہے"۔ اراکین دولت نے اس سے اتفاق کیا۔ بادشاہ خوارزم صلح کرنے کی غرض سے شہر فیل میں آیا جو ایک نہر کے کنارے آباد اور اس کے مضبوط بلاد سے تھا۔ نہر کے دوسرے کنارے پر قتیبہ اپنا لشکر لئے ہوئے پڑا تھا۔ باہم بذریعہ خط و کتابت مصالحت کی گفتگو ہونے لگی۔ بالآخر دس ہزار غلام اور اسی قدر قیمتی کپڑے و اسباب پر مصالحت ہو گئی۔ اس عہد نامہ میں ایک شرط یہ اور بھی تھی کہ مہم خام جرد میں بادشاہ خوارزم، عساکر اسلامیہ کو کمک دے گا۔ بعض کا بیان ہے کہ ایک کروڑ غلاموں پر مصالحت ہوئی تھی۔ واللہ اعلم۔

خام جرد کا قتل

بادشاہ خوارزم سے صلح کرنے کے بعد قتیبہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو خام جرد کی جانب روانہ کیا جو بادشاہ خوارزم کا جانی دشمن تھا۔ خام جرد نے مقابلہ کیا۔ لڑائی ہوئی۔ اثناء جنگ میں خام جرد عبدالرحمٰن کے ہاتھوں مارا گیا۔ عبدالرحمٰن اس کے ملک پر قابض ہو گیا اور اس کے چار ہزار سپاہیوں کو قید کر کے قتل کر ڈالا۔ قتیبہ نے بادشاہ خوارزم کو اس کے بھائی اور اس کے مخالفین کو حراست میں لے کر دے دیا اور بادشاہ خوارزم نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کے مال و اسباب کو جمع کر کے قتیبہ کے حوالے کر دیا۔

صغد پر فوج کشی

اس کے بعد محشر بن مخازم سلمی نے صغد پر حملہ کرنے کی تجویز دی اور یہ کہا: ''اگر صغد پر تمہارا قصد حملہ کرنے کا ہے تو یہ موقع بہت مناسب ہے کیونکہ ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان میں بہت بڑی مسافت ہے۔'' قتیبہ نے یہ تجویز سراہی اور اخفائے راز کرنے کو کہا۔ دوسرے دن اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو بسرافسری نامور اور تجربہ کار سواروں اور تیر اندازوں کے آگے بڑھنے کا حکم دیا اور مال و اسباب کو مرو کی طرف روانہ کر دیا۔

سمرقند کا محاصرہ

عبدالرحمٰن کی روانگی کے بعد قتیبہ نے اپنے لشکریوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور صغد کی زرخیزی اور سرسبزی کا ذکر کر کے اللہ کے دشمنوں سے اس کے چھین لینے پر ابھارا۔ سب کے سب لبیک پکار اٹھے۔ قتیبہ نے سامان سفر درست کر کے کوچ کا حکم دیا اور عبدالرحمٰن کے پہنچنے کے تیسرے روز پہنچ کر سمرقند پر محاصرہ کر دیا۔ اہل شہر نے حصار سے گھبرا کر بادشاہ شاش، خاقان اور اخشاد فرغانہ سے امداد طلب کی۔ ان لوگوں نے نامور اور مشہور شہزادوں، مرزبانوں اور شہسواروں کو منتخب کر کے بسرافسری پسر خاقان عساکر اسلامیہ پر شب خون مارنے کے لئے بھیجا۔ قتیبہ کو اس کی خبر مل گئی۔ اس نے بھی اپنے لشکر سے چھ سو سواروں کو منتخب کیا اور اپنے بھائی صالح کو امیر مقرر کر کے اس طوفان بے تمیزی کی روک تھام پر مامور کیا۔ شب کے وقت مڈبھیڑ ہوئی۔ فریقین جی توڑ کر لڑے۔ چار گھنٹہ کامل لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر سخت خون ریزی کے بعد خاقان کا لڑکا مارا گیا۔ اس کے ہمراہیوں میں سے جو اس واقعہ سے جاں بر ہوئے وہ نہایت قلیل تھے۔ مال و اسباب جو کچھ تھا مسلمانوں نے لوٹ لیا۔ (طلوع آفتاب کے قریب اپنی لشکر گاہ میں واپس آئے۔)

قلعہ پر قبضہ

قتیبہ کی قلعہ شکن منجنیقیں جو قلعہ کے اطراف و جوانب میں نصب کی گئی تھیں سنگ باری کرنے لگیں۔ میدان کارزار اسلامی جنگ آوروں سے بھرا ہوا تھا۔ قلعہ کی دیواروں پر دھڑا دھڑ پتھر پڑ رہے تھے اور اہل قلعہ عساکر اسلامیہ پر تیروں کا مینہ برسا رہے تھے مگر ان کو اس کی کچھ بھی پروا نہ تھی۔ سینہ سپر قلعہ کی سمت دوڑے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد سنگ باری کی شدت سے قلعہ کی دیوار میں ایک بہت بڑا شگاف ہو گیا جس پر کمال تیزی سے مسلمانوں نے پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ اس وقت اہل قلعہ نے مجبوراً صلح کی درخواست پیش کی۔ بائیس لاکھ مثقال سالانہ پر مصالحت ہو گئی۔

مسجد کی تعمیر

سال رواں میں علاوہ اس کے تیس ہزار غلام دینے کی شرط اور اضافہ کی گئی اور یہ بھی اقرار لے لیا گیا کہ شہر لشکریوں سے قتیبہ کے لئے خالی کر دیا جائے تاکہ یکسوئی کے ساتھ مسجد بنا کر نماز ادا کی جائے۔ لہٰذا جب حسب شرائط شہر خالی کر دیا گیا تو قتیبہ مع اپنے لشکریوں کے شہر میں وارد ہوا۔ مسجد بنائی، نماز ادا کی۔ بعض کا بیان ہے کہ اہل قلعہ سے یہ بھی عہد لے لیا گیا تھا کہ بت اور آتش کدوں کے اسباب بھی مسلمانوں کو دے دیئے جائیں گے۔

چنانچہ مسلمانوں نے پچاسی ہزار مثقال زیورات طلائی اور اسباب کو لے لیا اور بتوں کو جلا کر خاک کر ڈالا۔ بشارت فتح کے ساتھ ایک عورت کو بھی، جو یزدجرد کی نسل سے تھی، حجاج کے پاس بھیج دیا اور حجاج نے ولید بن عبدالملک کی خدمت میں روانہ کر دیا جس سے یزید بن مہلب پیدا ہوا۔

اہل خوارزم کی بغاوت

ان واقعات کے بعد فورک کے کہنے سے قتیبہ نے سمرقند سے مرو کی جانب مراجعت کی۔ ایاس بن عبداللہ کو جنگ پر، عبیداللہ بن ابی عبیداللہ (مسلم کے غلام آزاد) کو صیغہ مال پر مقرر کر گیا۔ اہل خوارزم نے ایاس سے سرکشی شروع کی اور اس کی مخالفت پر مجمع کرنے لگے۔ قتیبہ کو اس کی خبر لگی تو اس نے عبداللہ بن مسلم کو سند گورنری دے کے بھیجا اور یہ حکم دیا کہ ایاس و حبان نبطی کو سو سو درے پٹوانا اور ان کے سروں کو منڈوا دینا۔ لہٰذا جب عبداللہ مع مغیرہ بن عبداللہ کے خوارزم کے قریب پہنچا اور ان کو اس کے آنے کی اطلاع ہوئی تو ان کا بادشاہ بخوف جان بلاد ترک کی طرف فرار ہو گیا۔ مغیرہ ایک معمولی جنگ کے بعد شہر میں داخل ہوا۔ جو لوگ لڑے انہیں قید کر لیا اور باقی جو رہے انہوں نے جزیہ ادا کر کے صلح کر لی۔ قتیبہ نے اپنی واپسی کے بعد مغیرہ کو نیشاپور کا والی مقرر کیا۔

شاش کی تسخیر

94ھ میں قتیبہ نے ماوراء النہر پر حملہ کیا اور اہل بخارا و کش و نسف و خوارزم سے امدادی فوجیں طلب کیں۔ بیس ہزار لشکر فوراً آ کے جمع ہو گیا۔ قتیبہ نے ان سب کو شاش پر بھیج دیا اور خود خجندہ پر جا اترا۔ لشکر کفار پر بار بار حملہ کر کے آئے اور متعدد لڑائیاں ہوئیں، مگر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ وہ لشکر جو شاش کی طرف گیا ہوا تھا اس نے بھی شاش کو بزور تیغ فتح کیا اور قتیبہ کے پاس لوٹ آیا۔ اس وقت کشان شہر فرغانہ میں اترا ہوا تھا۔ اس کے بعد مرو واپس آیا۔ بعض کے بقول حجاج نے ایک لشکر عراق سے قتیبہ کے پاس بھیجا تھا اور شاش پر جہاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق قتیبہ شاش کی طرف گیا اور جب اس کو حجاج کے مرنے کی اطلاع ملی تو مرو واپس آیا۔

یزید بن مہلب

8ھ میں حجاج نے یزید اور اس کے بھائیوں کو قید اور حبیب بن مہلب کو کرمان سے معزول کر دیا تھا۔ یہ لوگ 90ھ تک قید میں رہے۔ اس کے بعد حجاج تک یہ خبر پہنچی کہ اکراد نے فارس پر قبضہ کر لیا ہے۔ حجاج ان کی گوشمالی کے لئے بصرے کے قریب لشکر ترتیب دینے لگا اور بنو مہلب کو قید خانے سے نکال کر لشکر گاہ کے قریب ایک خیمے میں اہل شام کی حراست میں ٹھہرایا۔ پھر ان لوگوں سے ساٹھ لاکھ زر جرمانہ طلب کیا اور ادا نہ کرنے کی صورت میں ایذائیں اور تکالیف دینے کا حکم دیا۔ یزید کی بہن ہند بنت مہلب زوجہ حجاج اپنے بھائیوں کی تکلیفیں دیکھ کر رو پڑی۔ حجاج نے طلاق دے دی۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر بنو مہلب کی ایذا ہی سے رک گیا۔ لیکن بدستور سابق قید ہی میں رکھا اور زر جرمانہ کا تقاضا کرتا رہا۔

بنو مہلب کا فرار

بنو مہلب نے موقع پا کر اپنے بھائی مروان کے پاس، جو بصرے میں تھا، در پردہ سے کہلا بھیجا کہ ہمارے لئے فلاں وقت فلاں روز گھوڑے تیار رکھنا۔ چنانچہ ایک روز رات کے وقت یزید بن مہلب نے محافظین قید خانے کے لئے اچھے اچھے کھانے پکوائے اور عمدہ و نفیس شراب منگوائی۔ جب محافظین جیل کھانے پینے میں مصروف ہوئے اور شراب پی پی کے بدمست ہو گئے تو یزید و مفضل و عبدالملک قید خانے سے لباس تبدیل کر کے نکل کھڑے ہوئے۔ حبیب بن مہلب جو بصرے کی جیل میں تھا وہ بدستور اپنے مصائب کے دن کاٹتا رہا۔

بنو مہلب کی شام کو روانگی

صبح ہوئی تو نگہبانوں نے اس کی خبر حجاج کو دی۔ حجاج نے اس خیال سے کہ مبادا بنو مہلب خراسان پر قبضہ نہ کر لیں ایک برق رفتار ایلچی کو قتیبہ

کے پاس بھیج دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ بنو مہلب کی چالبازیوں سے ہوشیار رہنا۔ وہ لوگ بڑے فتنہ پرداز اور فسادی ہیں۔ یزید مع اپنے بھائیوں کے قید خانے سے نکل کر کشتی میں سوار ہوا جو پہلے سے اس کے لئے مہیا کی گئی تھی۔ جس وقت بطائح کے قریب پہنچا مروان کے بھیجے ہوئے گھوڑے ملے۔ سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہو کر بہ ہمراہی ایک رہبر جو بنو کلب سے تھا براہ سادہ شام کو روانہ ہوئے۔ حجاج کو یہ اطلاع ملی تو اس نے ایک قاصد ولید بن عبدالملک کے پاس دوڑا دیا۔

بنو مہلب اور سلیمان بن عبدالملک

بنو مہلب مسافت طے کرنے کے بعد فلسطین پہنچے۔ وہب بن عبدالرحمٰن ازدی کے مکان پر اترے۔ سلیمان بن عبدالملک کی نظروں میں وہب کی بہت توقیر تھی۔ اس نے سلیمان کے پاس جا کر بنو مہلب کی مظلومیت اور حجاج کے ظلم اور جور کو بیان کیا اور کہا'' وہ لوگ حجاج کے ظلم سے تنگ ہو کر تمہارے ظل عاطفت میں پناہ گزیں ہونے کو آئے ہیں۔'' سلیمان بن عبدالملک نے نہایت تشفی آمیز الفاظ میں جواب دیا: ''تم ان لوگوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں نے ان کو پناہ دی''۔ حجاج کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ولید کو لکھ بھیجا کہ بنو مہلب نے اللہ تعالیٰ کے مال میں خیانت کی ہے اور میری حراست سے بھاگ کر سلیمان سے جا ملے ہیں۔ ولید کے دل میں جو کچھ رنج و غبار بنو مہلب کی طرف سے تھا وہ جاتا رہا کیونکہ وہ بھی حجاج کی طرح بنو مہلب سے خراسان کے معاملے میں ڈر رہا تھا۔ اب غصہ اس کو صرف مال کی خیانت کرنے کا رہ گیا۔ اس کے بعد سلیمان نے اپنے بھائی ولید بن عبدالملک کو اس مضمون کا خط لکھا: ''یزید میرے پاس موجود ہے اور میں نے اس کو پناہ دی ہے۔ چونکہ حجاج نے اس پر ساٹھ لاکھ جرمانہ کیا ہے لہٰذا نصف میں دوں گا اور نصف تم ادا کر دو۔'' ولید نے جواباً تحریر کیا: ''جب تک اس کو تم میرے پاس نہ بھیج دو گے میں اس کو پناہ نہ دوں گا۔'' سلیمان نے لکھا۔ ''میں خود اس کو لے کر حاضر ہوں گا۔'' ولید نے جواب میں لکھا ''اب میں اس کو پناہ نہ دوں گا''۔ اس پر یزید نے سلیمان سے کہا ''اب تم مجھے ولید کے پاس بھیج دو میں یہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم دونوں بھائیوں میں نا اتفاقی پیدا ہو۔ البتہ تم ایک خط اس مضمون کا لکھ کر میرے ساتھ کر دو کہ جہاں تک ممکن ہو امیر المومنین اس کے ساتھ نرمی و ملاطفت کا برتاؤ کریں۔''

بنو مہلب کو پناہ

سلیمان نے یزید کی تجویز سے اتفاق کیا اور اپنے لڑکے ایوب کو یزید کے ساتھ روانہ کیا۔ چونکہ ولید نے لکھا تھا کہ یزید کو مقید روانہ کرنا۔ اس وجہ سے سلیمان نے اپنے لڑکے ایوب کو فہمائش کر دی تھی کہ تم بھی یزید کے ساتھ قیدیوں کی طرح پابہ زنجیر ولید کے ساتھ جانا۔ ولید اپنے بھتیجے کو یزید کے ساتھ پابہ زنجیر دیکھ کر بولا: ''ہمارے کان تک سلیمان کی یہ باتیں پہنچی ہیں۔'' ایوب نے اپنے باپ کا مکتوب ولید کو دیا جس میں یزید کی سفارش اور مال کی ضمانت تھی۔ ولید اس کو بغور پڑھنے لگا۔ ایوب اپنے باپ کی طرف سے یزید کی سفارش کر رہا تھا اور یزید بھی معذرت کرتا جاتا تھا۔ بالآخر ولید نے یزید کا قصور معاف کر کے پناہ دے دی اور حجاج کو بنو مہلب سے تعرض نہ کرنے کو لکھ بھیجا۔ چنانچہ حبیب وابی عسہ جو اس کی نگرانی میں تھا رہا کر دیا گیا اور یزید سلیمان کے پاس واپس آیا۔ اکثر تحائف و نذرانے اس کے پاس بھیجتا تھا اور دعوتیں بھی کرتا تھا۔

عمر بن عبدالعزیز کی معزولی

93ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے حجاج کے ظلم و جور و بد کرداری کی شکایت ولید کو تحریر کی۔ حجاج کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے بھی ایک عرض داشت بھیجی جس میں لکھا ہوا تھا کہ ''اکثر فتنہ پرداز، شورہ پشت، منافق عراق سے جلاوطن ہو کر مدینہ منورہ مکہ معظمہ میں جا کر مقیم ہوئے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز ان کے گرفتار کرنے سے مانع ہیں۔ اس امر سے حکومت و سلطنت میں اضمحلال پیدا ہوگا۔ لہٰذا مناسب ہے کہ یہ حجاز سے معزول کر دیئے جائیں۔'' چنانچہ ولید نے شعبان 93ھ میں عمر بن عبدالعزیز کو حجاز کی حکومت سے معزول کر کے خالد بن عبداللہ القسری کو مکہ معظمہ اور عثمان بن حبان کو مدینہ منورہ پر مامور کیا۔ خالد نے مکہ معظمہ میں پہنچ کر کل اہل عراق کو بجبر نکال باہر کیا اور ان لوگوں کو جو عراقیوں کو اپنے گھروں میں مقیم کرتے یا ان

کو کرائے پر مکان دیتے تھے تحکمانہ ڈرایا دھمکایا۔

ابن جبیر کی گرفتاری

عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ حکومت میں اکثر اہل عراق، حجاج کے ظلم و جور سے تنگ آ کر مکہ معظمہ میں چلے جاتے تھے اور وہ یہاں پہنچ کر اس کے شر سے بچ جاتے تھے۔ انہی لوگوں میں سے ایک سعید بن جبیر بھی تھے جو حجاج کے خوف سے بھاگ آئے تھے۔ ان کو حجاج نے اس فوج کے وظائف و رسد دینے پر مامور کیا تھا جس کو بسرافسری عبدالرحمٰن بن اشعث جنگ رتبیل پر بھیجا تھا۔ پس جب عبدالرحمٰن نے حجاج کی مخالفت پر کمر باندھی تو سعید بھی اس کے ہم نوا ہو گئے۔ عبدالرحمٰن شکست اٹھا کر رتبیل کے ملک میں فرار ہو گیا اور سعید اصفہان چلے آئے۔ حجاج نے گورنر اصفہان کو ان کے گرفتار کرنے کو لکھا۔ گورنر اصفہان نے سعید بن جبیر کو در پردہ حجاج کے حکم سے باخبر کر دیا۔ سعید اصفہان سے آذربائیجان چلے آئے۔ ایک مدت تک مقیم رہے۔ پھر یہاں سے گھبرا کر مکہ آ گئے۔ مکہ معظمہ میں ان کے جیسے بہت سے آدمی حجاج کے خوف سے بھاگ آئے تھے جن کا نام و نشان بھی حجاج کے آدمیوں کو کوئی نہ بتلاتا تھا۔ خالد وارد مکہ معظمہ ہوا تو ولید کا یہ حکم صادر ہوا کہ اہل عراق کے مفروروں کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیج دو۔ اس نے سعید بن جبیر، مجاہد اور طلق بن حبیب کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیجا۔ طلق نے تو اثناء راہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ باقی رہے سعید و مجاہد، وہ کوفہ پہنچے اور حجاج کے سامنے پیش کیے گئے۔

سعید بن جبیر کی شہادت

حجاج نے سعید کو گالیاں دیں اور سخت دست کہہ کے بولا ''میں جانتا تھا کہ تو مکہ میں ہے اور فلاں مکان میں ہے۔ کیا میں نے تجھے اپنے کام میں شریک نہیں کیا تھا؟ اور کیا میں نے تجھے توقیر نہیں بخشی تھی؟'' سعید نے ان سب باتوں کو تسلیم کیا۔ پھر بولا ''اچھا پھر کس چیز نے تجھے میری مخالفت پر ابھارا؟'' جواب دیا ''میں بھی ایک انسان ہوں اور انسان سے کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے۔'' حجاج یہ سن کر خوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ اتفاقاً سعید کی زبان سے اثنائے کلام میں یہ نکل آیا کہ میری گردن میں اس کی (عبدالرحمٰن) بیعت تھی۔ حجاج کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ غضبناک ہو کر بولا: ''کیا میں نے تجھ سے مکے میں ابن زبیر کے قتل کے بعد عبدالملک کی بیعت نہیں لی تھی؟ اور پھر کوفے میں اس کی تجدید میں نے نہیں کی تھی؟ غرض میں نے تجھ سے دوبار بیعت لی۔'' سعید نے اقراری جواب دیا۔ حجاج نے کہا: ''تو نے امیر المومنین کی دو بیعتیں توڑیں اور رزیل ابن رزیل (عبدالرحمٰن) کی ایک بیعت کا حق ادا کیا۔ اللہ کی قسم میں تجھے مار ڈالوں گا۔'' سعید بولے: ''بے شک اب میں سعید ہوں جیسا کہ میری ماں نے میرا نام رکھا ہے'' (یعنی میں اسم بامسمیٰ ہوں)۔ حجاج نے لپک کر گردن اڑا دی اور جوش مسرت سے تین بار تہلیل کی۔ پہلی بار نہایت فصاحت سے اور دوبار جلد جلد۔

روایت ہے کہ حجاج اس دن بالکل مخبوط ہو گیا تھا بار بار قیودنا قیودنا کہتا تھا۔ لوگوں نے یہ سمجھ کے کہ اس کا مقصود سعید بن جبیر کی قیود ہے سعید بن جبیر کا پاؤں پکڑ کر نصف ساق سے کاٹ ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد حجاج جب بھی سوتا تھا تو سعید بن جبیر کو خواب میں دیکھتا کہ اس کا وہ دامن پکڑ کر کہتا ہے یاعدو اللہ فیما قتلتنی۔ (اے اللہ کے دشمن تو نے مجھے کس خطا کے عوض میں قتل کیا ہے) اور حجاج خوف زدہ ہو کر جاگ اٹھتا تھا اور کہتا تھا۔ مالی ولسعید بن جبیر۔

حجاج کا انتقال

ماہ شوال 95ھ میں گورنری عراق کے بیسویں برس حجاج کا پیام اجل آ پہنچا۔ اس نے اپنے لڑکے عبداللہ بن حجاج کو اپنا قائم مقام اور یزید بن ابی کبشہ کو افواج کوفہ و بصرے پر اور یزید بن ابی مسلم کو صیغہ مال پر مامور کیا۔ اس کے مرنے کے بعد ولید بن عبدالملک نے اس تقرری کو نیز تمام عمال حجاج کو بحال و برقرار رکھا اور قتیبہ بن مسلم گورنر خراسان کو اس مضمون کا مکتوب تحریر کر کے بھیجا۔

قد عرف امیر المومنین بلاءك و جهدك و جهادك اعداء المسلمین و امیر المؤمنین رافعک صانع بک الذی تحب. فاتمم مغاریک و انتظر ثواب ربک ولا تغیب عن امیر المومنین کتبک حتی کانی انظر الی بلادك والثغر الذی انت فیه۔

ترجمہ: بیشک امیر المؤمنین مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف تمہاری جدوجہد سے آگاہ ہیں۔ امیر المومنین تمہارے اعزاز اور مرتبہ کو بلند کرنے والے ہیں جس کی تمہیں آرزو ہے۔ اپنے مغازی کو تمام کرو اور اجر باری تعالیٰ کے منتظر رہو۔ تم اپنی تحریرات اور مکاتیب کو امیر المومنین سے خفیہ نہ رکھو حتیٰ کہ میں تمہارے مستقر اور شہر کو دیکھ نہ لوں۔

محمد بن قاسم کی معزولی اور اسیری

جن دنوں محمد بن قاسم ملتان آیا، اسی دور میں وہیں حجاج کے مرنے کی خبر پہنچی۔ رورو بغرور کی طرف، جس کو یہ فتح کر چکا تھا، لوٹا۔ پھر یہاں سے لشکر مرتب کر کے بسر افسری حبیب سلماس پر چڑھائی کی۔ اہل سلماس نے اور اس کے ساتھ ہی اہل سرشت نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد محمد نے کیرج پر فوج کشی کی اور داہر کے مقابلے پر آیا۔ لڑائی ہوئی۔ محمد نے اس کو شکست دے کر قتل کر ڈالا اور بزور تیغ شہر پر قبضہ کر کے جنگ آوروں کو تہ تیغ کیا اور کچھ لوگوں کو قید کر لیا۔ اس زمانے میں محمد بن قاسم ہی سندھ کا گورنر رہا۔ یہاں تک کہ سلیمان بن عبدالملک تخت حکومت پر متمکن ہوا اور اس نے محمد بن قاسم کو معزول کر کے یزید بن ابی کبشہ سکسکی کو مقرر کیا۔

محمد بن قاسم کی اسیری

یزید بن ابی کبشہ نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے عراق بھیج دیا۔ صالح بن عبدالرحمٰن نے واسط کی جیل میں ڈال دیا اور حجاج کے اعزہ و اقارب کے ساتھ اس کو بھی تکلیفیں دینے لگا۔ اس وجہ سے کہ حجاج نے صالح کے بھائی آدم کو خوارزم کی تحریر سے قتل کر ڈالا تھا۔ جب یزید بن ابی کبشہ سندھ میں آنے کے اٹھارہویں روز مر گیا تو سلیمان بن عبدالملک نے حبیب بن مہلب کو سند گورنری سندھ عطا کی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ امیران سندھ اپنے ممالک پر پھر قابض و متصرف ہو گئے تھے اور جیشہ داہر برہمنا باد واپس آیا تھا۔ حبیب نے کنارہ مہران پر قیام کیا۔ اہل رور نے حاضر ہو کر اطاعت قبول کر لی اور جو لوگ لڑے، ان کو حبیب نے پامال کیا۔ اس اثناء میں سلیمان بن عبدالملک مر گیا اور عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ عمر بن عبدالعزیز نے ملوک سندھ کو خط لکھا۔ اسلام کی دعوت دی اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے پر ان کا ملک اور ان کی جائداد دینے اور عفو تقصیر اور مسلمانوں جیسا مساویانہ برتاؤ کرنے کا عہد کیا۔ چنانچہ اس تحریر کے مطابق جیشہ بن داہر اور کل ملوک سندھ مسلمان ہو گئے اور اپنے غیر اسلامی نام تبدیل کر کے اسلامی عربی نام رکھے۔

جنید بن عبدالرحمٰن

اس سرحد پر عمر بن عبدالعزیز کی جانب سے عمر بن مسلم باہلی مامور تھا۔ اس نے ہند کے بعض شہروں پر جہاد کیا اور کامیابی حاصل کی۔ بعد ازاں عہد خلافت ہشام بن عبدالملک میں جنید بن عبدالرحمٰن سندھ کا گورنر ہوا۔ دریائے مہران پر پہنچا تو جیشہ بن داہر نے عبور کرنے سے روکا اور یہ کہلا بھیجا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور مجھے ایک مرد صالح نے اس بلاد پر حکمران بنایا ہے۔ میں تم سے مطمئن نہیں ہوں اس لئے تم مجھے ضمانت دو'' جنید نے ضمانت نہ دی اور جیشہ باغی ہو گیا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ جیشہ نے ہر چند روک تھام کی مگر جنید نے لڑ بھڑ کر اپنی فوج خشکی پر اتار دی اور اس کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالا۔ صصہ بن داہر نے جنید کی عہد شکنی کی شکایت کرنے کو دار الخلافت کا قصد کیا۔ جنید نے اس کو نرمی و ملاطفت سے بلایا۔ جب وہ آ گیا تو اس کو بھی قتل کر ڈالا۔

کیرج اور کباش پر لشکر کشی

ان واقعات کے بعد جنید نے کیرج (ہندوستان کے آخری حصے) پر عہد شکنی کی وجہ سے فوج کشی کی اور کباش (ایک جنگی آلہ) کے ذریعہ

شہر پناہ کی دیوار توڑ کر شہر میں گھس گیا۔ جس قدر سپاہی ملے سب کو ہلاک کر ڈالا۔ عورتوں اور مردوں کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بنا لیا۔ مال و اسباب جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ قبضہ حاصل کرنے کے بعد عمال کو مرمد، مندل، دہنج اور بیردنج کی طرف روانہ کیا اور ایک لشکر ارین پر شب خون مارنے کے لئے بھیجا جس نے ارین کے شہروں کو لوٹ لیا اور جلا کر خاک وسیاہ کر دیا۔ ان جنگوں میں جو مال غنیمت جنید کو حاصل ہوا، اس کی تعداد چالیس کروڑ بیان کی جاتی ہے۔

جنید کی رحلت

چونکہ جنید روزانہ لڑائیوں سے تھک گیا تھا آرام کرنے کی غرض سے اس نے تمیم بن زید قینی کو عارضی طور پر اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ دیبل کے پاس تھوڑے دنوں بعد مر گیا۔ تمیم نہایت سست و کاہل تھا۔ اس کے زمانے میں امراء اسلام عساکر اسلامیہ بلاد ہند کو چھوڑ چھوڑ کر چلے آئے تھے۔ اس کے بعد حکم بن عوام کلبی ان ممالک کا حاکم ہوا۔

المنصورہ کی تعمیر

ان دنوں اہل ہند میں بغاوت پھوٹ نکلی تھی۔ اہل قصہ کے علاوہ سب باغی ہو گئے تھے۔ حکم نے ایک شہر بنام نہاد محفوظ آباد کیا جو فوجی ضروریات کے لحاظ سے چھاؤنی کا کام دیتا تھا۔ عمر بن محمد بن قاسم فاتح سندھ بھی اس کے ساتھ تھا۔ بڑے بڑے ذمہ داری کے کام اس کے سپرد تھے۔ محفوظ سے اس نے کئی مرتبہ جہاد کیا اور مظفر و منصور ہو کر واپس آیا۔ رفتہ رفتہ اس کی حکومت کا سکہ والیان ملک کے دلوں پر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک دوسرا شہر آباد کیا جس کا نام المنصورہ رکھا۔ یہ وہی المنصورہ ہے جو امراء سندھ کا دارالحکومت رہا ہے۔ کچھ ہی عرصہ میں دشمنان دین کے قبضہ سے سندھ کے تمام علاقے پھر چھین لئے اور اپنے عدل وانصاف سے تمام اہل ملک کو خوش کر دیا۔ کچھ عرصے کے بعد حکم مار ڈالا گیا اور دولت امویہ انتظام مملکت ہند سے مجبور و معذور ہو گئی۔ بقیہ حالات سندھ کے مامون الرشید کے حالات میں بیان کئے جائیں گے۔

تسخیر کاشغر

96ھ میں قتیبہ نے چین کے قصد سے لشکر آرائی کی اور لشکریوں کو مع ان کے اہل وعیال کے لے کر نکلا اور سمرقند پہنچ کر ان لوگوں کے قیام کا انتظام کر کے فارغ البالی کے ساتھ چین پر دھاوا بولا۔ نہر عبور کر کے مسلحہ کو گھاٹ پر ٹھہرایا کہ لشکریوں کو بلا اجازت واپس نہ آنے دے۔ فوج کے مقدمتہ الجیش کو کاشغر کی طرف بڑھنے کا حکم دیا جس نے کاشغر کو بہ زور تیغ فتح کیا اور بے حد مال غنیمت ہاتھ آیا۔ قیدیوں کی گردنوں پر غلامی کی مہریں کر دیں۔

قتیبہ اور شاہ چین

قتیبہ فتح یابی اور جہاد کے جوش میں چین تک بڑھتا چلا گیا۔ بادشاہ چین نے لکھ بھیجا "چند آدمیوں کو شرفاء عرب میں سے ہمارے پاس بھیج دو جو تمہارے حالات اور مذہب سے ہم کو باخبر کریں"۔ قتیبہ نے عرب کے دس مشہور آدمیوں کو جس میں ہبیرہ بن شمرج کنانی بھی تھا نفیس پوشاکیں پہنا کر بہترین گھوڑوں پر مختلف ساز وسامان کے ساتھ بادشاہ چین کے پاس روانہ کیا اور یہ سمجھا دیا کہ بادشاہ چین سے کہہ دینا کہ اگر وہ مسلمان نہ ہوا تو قتیبہ جب تک اس کے ملک کو پامال نہ کر لے گا اور اس سے خراج نہ وصول کر لے گا ہرگز واپس نہ جائے گا۔ پہلے دن بادشاہ چین کے دربار میں یہ لوگ اس حلیے میں گئے کہ عمدہ وقیمتی زنجیریں گلے میں پڑی ہوئی تھیں۔ نفیس نفیس چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔ بالوں میں خوشبودار تیل پڑا ہوا تھا۔ موزے پہنے، عطر لگائے ہوئے تھے۔ بادشاہ چین ایک سکوت کے عالم میں بیٹھا ان لوگوں کو دیکھتا رہا اور درباری بھی ان سے ہم کلام نہ ہوئے۔ واپسی کے بعد کہنے لگے: "یہ لوگ مرد نہیں ہیں بلکہ عورتیں ہیں۔ یہ کیا لڑیں گے"۔ دوسرے روز پھر یہ لوگ گئے لیکن آج دوسرے لباس اور ہیئت میں تھے۔ مخطط

رنگین چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔ سروں پر ریشمی عمامے تھے۔ لمبی لمبی عبائیں زیب بدن تھیں۔ بادشاہ چین نے کچھ گفتگو نہ کی۔ تھوڑی دیر بیٹھ کے واپس آئے۔ مراجعت کے بعد یہ رائے قائم کی کہ آج ان کی صورتیں مردوں سے ملتی ہیں۔ پھر تیسرے روز بلائے گئے تو اس طرح سے کہ سروں پر بجائے عمامہ کے خود تھا، زرہ بکتر، چار آئینہ پہنے ہوئے کمر سے تلوار لگی ہوئی، نیزے آڑے کئے ہوئے، ترکش اور کمانوں کو پشت پر لگائے ہوئے، عربی گھوڑوں پر سوار گئے اور کھڑے ہی کھڑے واپس لوٹے۔ آج کا منظر ایسا تھا کہ بادشاہ چین کے دل میں ان کی ہیبت سما گئی درباری دیکھ کر سہم گئے۔

بادشاہ چین نے ان کے سربراہ ہبیرہ بن شمرج کو بلا کر مختلف لباس میں آنے کا سبب دریافت کیا۔ ہبیرہ نے جواب دیا ''پہلے روز ہم جس لباس میں آئے تھے وہ لباس گھروں میں پہننے کا ہے۔ دوسرا لباس وہ ہے جس کو ہم اپنے امراء کی خدمت میں جانے کے وقت زیب تن کرتے ہیں اور تیسرا وہ ہے جس کو ہم حریف کے مقابلے میں پہن کر جاتے ہیں۔'' بادشاہ چین یہ سن کر ہنس پڑا اور پھر کچھ سوچ کر کہنے لگا ''تم نے میرے ملک کی وسعت دیکھ لی ہے اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ مجھے کوئی شخص تم سے نہیں روک سکتا اور مجھے تمہاری کمی کا حال معلوم ہے۔ لہٰذا تم اپنے امیر سے جا کر کہہ دو کہ وہ یہاں سے الٹے پاؤں لوٹ جائے بصورت دیگر میں ایسے لوگوں کو مامور کر دوں گا جو تم سب کو ہلاک کر ڈالیں گے۔''

شاہ چین سے صلح

ہبیرہ نے ترش رو ہو کر کہا ''ہم تم سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ ہمارے سواروں کا پہلا حصہ تمہارے ملک میں ہوگا اور اس کا آخری حصہ زیتون کے باغوں میں۔ باقی رہی قتل کی دھمکی تو اس سے ہم کو کچھ خوف نہیں ہے اور نہ اس سے ہم ڈرتے ہیں۔ ہماری موت کا دن معین ہے جب وہ آ جائے گا تو اس سے ہم متجاوز نہ ہوں گے اور بات تو یہ ہے کہ ہمارے امیر نے قسم کھالی ہے کہ جب تک تمہاری زمین کو پامال نہ کر لے گا اور تمہارے ملوک کی گردنوں پر مہریں نہ لگا لے گا اور تم سے خراج نہ وصول کر لے گا ہرگز واپس نہ ہوگا۔'' بادشاہ چین بولا: ''ہم تمہارے امیر کی قسم پوری کر دیں گے۔ تھوڑی مٹی بھیجے دیتے ہیں اس کو وہ پامال کر دیں اور ہمارے لڑکوں کی گردنوں پر مہریں لگا دیں اور ہم ایسا ہدیہ بھیجیں گے، جس سے وہ خوش ہو جائے گا۔'' ہبیرہ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ بادشاہ چین نے ایک ٹوکری مٹی منگوا کے ساتھ کر دی اور تحائف و ہدیے دے کر رخصت کیا۔ قتیبہ کے پاس پہنچے تو اس نے مٹی کو اپنے پاؤں سے روندا۔ لڑکوں پر غلامی کا نشان بنا کر انہیں واپس کر دیا اور جزیہ (خراج)، جو اس نے بھیجا تھا، قبول کر لیا۔

ولید بن عبدالملک کی وفات

اس کے اگلے دن اپنے ملک کو واپس ہوا اور ہبیرہ کو وفد بنا کے ولید کی طرف روانہ کیا۔ جب یہ فرات پر پہنچا تو ولید کے مرنے کی اطلاع ملی۔ 15 جمادی الثانی 96ھ کو (دمشق میں) ولید بن عبدالملک نے وفات پائی۔ عمر بن عبدالعزیز نے نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ بہترین خلفاء بنی امیہ تھا۔ اس نے تین مسجدیں بنوائیں۔ مسجد مدینہ منورہ، مسجد قدس (بیت المقدس) اور مسجد دمشق۔ مسجد دمشق کی جگہ پر کلیسا تھا جس کو ولید نے تڑوا کر مسجد بنوائی تھی۔ عمر بن عبدالعزیز سے اس کی شکایت کی گئی تو یہ جواب دیا کہ ''ہم تمہارا یہ کلیسا تم کو دے دیں گے البتہ کلیسا توما منہدم کرا دیں گے کیونکہ شہر کے باہر ہے اور بزور تیغ فتح کیا گیا ہے اور وہاں پر مسجد بنوائیں گے۔'' عیسائی یہ سن کر خاموش رہے اور اپنے دعوے سے دست کش ہو گئے۔

ولید کے زمانہ خلافت میں اندلس، کاشغر، ہندو غیرہ مفتوح ہوئے۔ نفیس مزاج اور ضیاع کو پسند کرتا تھا۔ سبزی فروش کی طرف گزر ہوتا تو اس سے پوچھتا تھا ''یہ ڈھیر ترکاریوں کی کتنی قیمت کا ہے؟'' جو کچھ وہ بتلاتا اس سے دو چند کر کے کہتا: اس کو اتنی قیمت پر فروخت کرنا۔ قرآن شریف کی تلاوت تین دن میں اور رمضان میں دو روز میں ختم کرتا تھا۔ اس نے اپنے بھائی سلیمان کو ولیعہدی سے معزول کرنے کا اور اپنے بیٹے عبدالعزیز کے بیعت لینے کا قصد کیا تھا لیکن سلیمان نے اس سے انکار کیا۔ ولید نے اپنے گورنروں سے اس کی بابت خط و کتابت کی۔ کسی نے سوائے حجاج و قتیبہ اور بعض خاص خاص امراء کے قبول نہ کیا۔ پھر ولید نے سلیمان کو معزول کرنے کے لئے طلب کیا۔ اس نے آنے میں دیر کی تب خود ولید اس کے پاس جانے پر تیار ہو گیا۔ وہ تیاری ہی کر رہا تھا کہ پیام اجل آ پہنچا۔

باب:٦

سلیمان بن عبدالملک

96ھ تا 99ھ

بیعت خلافت

ولید بن عبدالملک کے مرنے کے بعد اسی روز سلیمان بن عبدالملک کے ہاتھ پر لوگوں نے مقام ایلہ میں بیعت کی۔ تخت خلافت پر بیٹھتے ہی انتظام میں مصروف ہوا۔ عثمان بن حبان کو آخری رمضان 96ھ میں مدینہ منورہ سے معزول کر کے ابو بکر بن محمد بن عمر بن حزم کو مامور کیا۔ حجاج کے مقرر کردہ گورنروں کو ولایت عراق سے معزول کر کے یزید بن مہلب کو مصرین (کوفہ و بصرہ) کی حکومت بجائے یزید بن ابی مسلم کے عطا کی۔ پس یزید نے اپنے بھائی زیاد کو عمان کا والی بنا کر بھیج دیا۔

چونکہ سلیمان بن عبدالملک کو حجاج اور اس کے گورنروں سے ایک طرح کا ملال تھا اور اس کے ظلم و جور کی شکایتیں اکثر پہنچا کرتی تھیں اس وجہ سے اس نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی یزید بن مہلب کو آل ابی عقیل (یعنی حجاج کی قوم) کے ذلیل و خوار کرنے کا حکم دیا اور طرح طرح کی سزائیں ان کے لئے مقرر کر دیں۔ یزید نے اپنی طرف سے عبدالملک بن مہلب کو اس کام پر مامور کیا۔

قتیبہ کی مخالفت

جوں ہی سلیمان بن عبدالملک تخت خلافت پر جلوہ گر ہوا قتیبہ کے ہوش و حواس جاتے رہے کیونکہ اس نے سلیمان کے معزول کرنے میں ولید کی حمایت کی تھی۔ اس لئے اس خیال سے کہ مبادا سلیمان خراسان کی گورنری مجھ سے چھین کر یزید بن مہلب کو نہ دے دے، لوگوں کو اس کی مخالفت اور خلع خلافت کی ترغیب دینے لگا۔ اس پر بھی صبر نہ آیا تو ایک خط اس مضمون کا کہ ''اگر تم مجھے میں جس عہدے پر ہوں بحال نہ رکھو گے اور امان نہ دو گے تو میں بے شک تم کو خلافت سے معزول کر دوں گا اور اتنے سوار اور پیادوں کو اکٹھا کر دوں گا کہ تمہارا قافیہ تنگ ہو جائے گا۔'' لکھ کر قاصد کی معرفت سلیمان کے پاس روانہ کیا۔ سلیمان نے اس کو امان دی، اور سند گورنری خراسان لکھ کر اپنے قاصد کے حوالے کر دی اور مزید احتیاط کے خیال سے اپنا ایک خاص قاصد ہمراہ کر دیا۔ حلوان میں یہ دونوں ایلچی پہنچے تو معلوم ہوا کہ قتیبہ نے سلیمان بن عبدالملک کی مخالفت پر کمر باندھ لی (اس وجہ سے سلیمان کا قاصد لوٹ آیا)۔ قتیبہ نے ایلچی روانہ کرنے کے بعد سلیمان کی معزولیت کی بابت اپنے بھائیوں سے مشورہ کیا۔ عبدالرحمن بن مسلم (اس کے بھائی) نے کہا ''خط کے جواب کا تو انتظار کر لو اور اگر خلع خلافت ہی تمہارے مدنظر ہے تو سمرقند چل کر قیام کرو اور وہاں پر اس کام کو چھیڑو۔'' عبداللہ بن مسلم (اس کے دوسرے بھائی) نے رائے دی کہ جہاں تک ممکن ہو اس کام کو تیزی کے ساتھ انجام دو۔ قتیبہ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور لوگوں سے سلیمان اور اس کے عمال کی برائیاں بیان کر کے خلع خلافت کرنے کو کہا مگر کسی نے قبول نہ کیا۔ قتیبہ کو غصہ آ گیا۔ ایک ایک قبیلہ کو گالیاں دے کر ان کی برائیاں اور مذمتیں بیان کیں۔ اپنی اور اپنے باپ و قبیلہ و شہر کی تعریف کی۔ اس سے لوگوں کے رنگ ڈھنگ بدل گئے۔ غصہ سے آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ سب کے سب سلیمان کے خلع خلافت کی بجائے قتیبہ کے خلع امارت و مخالفت پر تل گئے۔ قتیبہ کے بہی خواہ اور مشیر ملامت کرنے لگے۔ قتیبہ نے جواب دیا۔ ''جب تم لوگوں نے میری بات منظور نہ کی تو مجھے غصہ آ گیا اور اس غصے کی حالت میں میں نہیں جانتا کہ میں کیا کیا کہہ گیا۔''

قتیبہ اور حبان نبطی

سب سے پہلے ازد نے سرگوشیاں شروع کیں۔ حصین بن منذر کے پاس گیا اور یک زبان ہو کر کہنے لگا "تمہاری کیا تجویز ہے؟ قتیبہ تو ہم کو فتنہ وفساد فی الدین کی طرف بلاتا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔" حصین نے ان کی کارگزاریوں اور جنگوں کی تعریف کر کے کہا "خراسان میں مضر زیادہ ہیں اور اکثر تمیم بھی وہیں موجود ہیں اور یہ لوگ علاوہ اپنے اور کسی کی سرداری پر راضی نہ ہوں گے۔ اگر تم ان سے مخالفت کرو گے تو یہ لوگ قتیبہ کے معاون و مددگار ہو جائیں گے، اور میں اس کام کے لئے وکیع کو زیادہ موزوں سمجھتا ہوں"۔ چونکہ قتیبہ نے وکیع کو معزول کر کے ضرار بن حصین ضبی کو بجائے اس کے مقرر کیا تھا اس وجہ سے وکیع قتیبہ سے کشیدہ خاطر تھا۔ حبان نبطی (مولی بنی شیبان) نے بھی حصین بن منذر کی تائید کی۔ لوگ در پردہ ایک دوسرے سے ملنے جلنے اور اس کی بابت سرگوشیاں کرنے لگے۔ حبان نبطی نے وکیع کو خوش کرنے کا بیڑہ اٹھالیا۔ قتیبہ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس نے اپنے ایک خادم کو یہ حکم دیا کہ جس وقت حبان میرے پاس آئے قتل کر ڈالنا۔ اتفاق سے دوسرے خادم نے اس کو سن لیا اور اس نے حبان کو اس سے باخبر کر دیا۔ جب قتیبہ نے اس کو بلایا تو بیماری کا بہانہ کر کے حاضر نہ ہوا۔

قتیبہ کے خلاف سازش

اس اثناء میں لوگ یکجا ہو کر وکیع کے پاس گئے اور قتیبہ کی معزولیت اور مخالفت کرنے کی غرض سے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ مبایعین میں اہل بصرہ وعالیہ کے نو ہزار جنگجو، بکر کے سات ہزار، جن کا سردار حصین بن منذر تھا، تمیم کے دس ہزار، جن پر ابن زخر امیر تھا موالی (آزاد غلام) سات ہزار جو حبان نبطی کے ماتحت تھے شامل تھے۔ بعض کے بقول یہ دیلم سے تھا اور نبطی لکنت کی وجہ سے کہتے تھے۔ اس نے وکیع سے یہ شرط کر لی تھی کہ شرقی جانب نہر بلخ کا خراج جب تک میں زندہ ہوں مجھے معاف کر دیا جائے۔ وکیع نے اس کو قبول کر لیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر قتیبہ کے کان تک پہنچ گئی۔ ضرار بن سنان ضبی نے بھی در پردہ جب وکیع کے ہاتھ پر بیعت کی تو بھی قتیبہ تک یہ اطلاع پہنچائی گئی۔ قتیبہ نے وکیع کو بلا بھیجا۔ وکیع نے بیماری کا حیلہ کیا۔ قتیبہ نے صاحب شرطہ (سپرنٹنڈنٹ پولیس) کو وکیع کے گرفتار کر لانے کو بھیجا اور یہ حکم دیا کہ اگر وہ آنے سے پہلوتہی کرے تو سر اتار لانا۔ وکیع یہ پیام سن کر گھوڑے پر سوار ہوا اور لوگوں میں منادی کرادی۔ ہر چہار طرف سے لوگ جمع ہو کر آ پہنچے۔ قتیبہ کے پاس بھی اس کے گھر والے اور خواص واحباب و بنو اعمام آ کر اکٹھے ہو گئے۔ منادی ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر پکارنے لگا۔ سب کے سب الٹا پلٹا جواب دینے لگے۔ پھر جب وہ کہتا "اے بنو فلاں" تو وہ لوگ بول اٹھتے تھے: "کیسے تم نے ذلیل کیا۔" پھر منادی نے قتیبہ کے کہنے سے پکار کر کہا۔ "اللہ کو یاد کرو رحمی تعلقات کا خیال کرو۔" بلوائیوں نے جواب دیا: "تم نے صلہ رحمی کو منقطع کیا۔" پھر منادی نے ندا دی: "تم پر میرا عتاب ہے۔" بلوائی بولے: "نہیں اللہ ہمارے لئے ہے۔"

قتیبہ کا قتل

قتیبہ نے ان لوگوں کی امداد سے مایوس ہو کر سواری کے لئے اپنا گھوڑا طلب کیا۔ بلوائیوں نے روک دیا۔ مجبور ہو کر قتیبہ اپنے شہ نشین میں چلا آیا۔ اس عرصے میں حبان نبطی عجمیوں کو لئے ہوئے آ پہنچا۔ عبداللہ برادر قتیبہ نے بلوائیوں پر حملہ کرنے کو کہا۔ حبان نے حیلہ حوالہ کر دیا اور اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا: "دیکھنا جب میں اپنی ٹوپی الٹ دوں اور میں لشکر وکیع کی طرف مائل ہوں تو تم عجمی لشکر لے کر فوراً آ جانا"۔ لہٰذا جب حبان نے اپنی ٹوپی الٹ دی تو عجمی لشکر صف باندھ کر وکیع کے پاس جا پہنچا۔ صالح برادر قتیبہ کو تیر مارا۔ زخمی ہو کر گرا تو قتیبہ کے پاس اٹھا لے گئے۔ بعد ازاں بلوائیوں نے ہلڑ مچا دیا۔ شور وغل مچاتے ہوئے عبدالرحمٰن تک پہنچ گئے۔ جس جگہ قتیبہ کے اونٹ اور سواری کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ وہاں آگ لگا دی اور لوٹتے ہوئے خیمہ تک جا پہنچے اور رسیاں کاٹ دیں۔ خیمہ گر گیا۔ قتیبہ کا بدن زخموں سے پاش پاش ہو گیا۔ بیہوش ہو کر زمین پر گرا اور بلوائیوں نے فوراً سر اتار لیا۔ اس واقعہ میں اس کے ساتھ اس کے بھائی عبدالرحمٰن، عبداللہ، صالح، حصین، عبدالکریم، مسلم اور اس کے بہت سے بیٹے

بھی مارے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبدالکریم قزوین میں مارا گیا۔

غرض وہ لوگ جو قتیبہ کے خاندان سے تھے اور اس واقعہ میں کام آئے لگ بھگ گیارہ مرد تھے۔ عمر بن مسلم برادر قتیبہ اپنے ماموں بنوتمیم کی وجہ سے محفوظ رہا۔

قتیبہ کے قتل کے بعد وکیع منبر پر چڑھا اور اپنی اور اپنے کاموں کی تعریف میں اشعار پڑھے۔ قتیبہ کی مذمت بیان کی اور ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کا وعدہ کیا۔ بعدازاں قتیبہ کا سر اور انگوٹھی ازد سے طلب کی اور نہ دینے پر دھمکایا۔ پس بنوازد نے سر اور انگوٹھی کو پیش کر دیا۔ وکیع نے سلیمان بن عبدالملک کی خدمت میں بھیج دیا اور حیان نبطی سے جو وعدہ کیا تھا اس کو پورا کیا۔

ابن مہلب کا امارت عراق پر تقرر

جب سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن مہلب کو صوبہ عراق کی گورنری عطا کی اور صیغہ جنگ و امامت وخراج پر بھی اسی کو مامور کرنا چاہا تو اس نے اس خیال سے کہ اگر میں خراج کے وصول کرنے میں لوگوں پر سختی کروں گا تو حجاج کی طرح میری برائیاں بھی عالمگیر ہو جائیں گی اور اگر کوتاہی و نرمی کا برتاؤ کروں گا تو سلیمان کو ناگوار معلوم ہوگا اس خدمت کے قبول کرنے سے معذرت کی اور سلیمان بن عبدالملک نے یزید کی ترغیب سے صالح بن عبدالرحمٰن (خادم تمیم) کو صیغہ مال (خراج) پر مامور کر کے یزید سے پہلے روانہ کر دیا۔ لہٰذا جب یزید وارد عراق ہوا تو صالح نے اسے تنگ کرنا شروع کیا۔ تو کچھ بن نہ پڑا یزید کی فضول خرچی پر معترض ہوا۔ (اس کے دستر خوان پر ہزار خوان آتے تھے، ان کی قیمت مجرا کرنے کو کہا)۔ یزید اس کی تنگ ظرفی سے تنگ ہی ہو رہا تھا کہ خراسان سے قتیبہ کے مارے جانے کی خبر آئی اور اس کے دل میں خراسان کی گورنری کا شوق اٹھ کھڑا ہوا۔ فوراً عبداللہ بن الاہتم کو سمجھا بجھا کر سلیمان کے پاس ایک قاصد کے ہمراہ روانہ کیا اور یہ تاکید کر دی کہ سلیمان پر میری خواہش ظاہر نہ ہونے پائے۔

یزید بن مہلب بحیثیت گورنر خراسان

سلیمان بہ وقت ملاقات علی سبیل تذکرہ کہنے لگا۔ "یزید نے مجھے لکھا ہے کہ "تم عراق (و خراسان) کا حال خوب جانتے ہو۔" عبداللہ بن الاہتم نے جواب دیا "ہاں! اے امیر المومنین میں وہیں پیدا ہوا اور وہیں نشوونما پائی"۔ سلیمان یہ سن کر خراسان کی گورنری کی بابت مشورہ کرنے لگا۔ جس جس کو نامزد کرتا تھا عبداللہ بن الاہتم ان پر ایک نہ ایک عیب لگا دیتا تھا۔ موقع پا کر وکیع کی بدعہدی و بے وفائی کا بھی ذکر کر دیا۔ سلیمان نے مجبوراً کہا "اچھا تم ہی کسی کو نامزد کر دو۔" عبداللہ بن الاہتم نے عرض کیا "اگر امیر المومنین اخفاء راز کا عہد فرمائیں اور یہ بھی اقرار کریں کہ میں جس کو نامزد کروں اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے تو مجھ کو اس کے شر سے آپ بچائیں گے کیونکہ وہ اس کو پسند نہ کرے گا۔" سلیمان بن عبدالملک نے کہا "میں یہ سب شرائط منظور کرتا ہوں"۔ عبداللہ بن الاہتم نے عرض کیا "وہ یزید بن مہلب ہے"۔ سلیمان بن عبدالملک کو اس سے تعجب ہوا۔ متحیر ہو کر بولا "اس کو تو عراق زیادہ پسند ہے۔" عبداللہ بن الاہتم نے کہا "میں یہ جانتا ہوں کہ اس کو یہ ناپسند ہوگا لیکن جب آپ کا حکم صادر ہوگا تو چار ناچار عراق پر کسی کو اپنا نائب بنا کر خراسان کی گورنری پر چلا جائے گا۔" چنانچہ سلیمان بن عبدالملک نے اس مشورے کے مطابق یزید بن مہلب کے نام سند گورنری خراسان تحریر کر دی اور ایک قاصد کی معرفت بہ ہمراہی عبداللہ بن الاہتم روانہ کیا۔

یزید بن مہلب نے سند گورنری خراسان پاتے ہی پہلے اپنے لڑکے معاذ کو خراسان کی جانب روانہ کیا اور بعدازاں واسطہ پر جراح بن عبداللہ حکمی کو اپنا نائب بنایا۔ بصرہ پر عبداللہ بن بلال کلابی کو اور کوفہ پر حرملہ بن عمیر لخمی کو مامور کر کے خراسان کی طرف کوچ کیا۔ مگر اس کو چند ماہ کے بعد معزول کر کے بشیر بن حیان نہدی کو مقرر کیا۔ چونکہ قیس کا یہ خیال تھا کہ قتیبہ نے سلیمان بن عبدالملک کی خلافت سے انکار نہیں کیا اس وجہ سے وہ لوگ خون قتیبہ کا معاوضہ مانگ رہے تھے۔ سلیمان بن عبدالملک نے یزید کو ایک ہدایتی خط لکھ بھیجا: "اگر بنوقیس قتیبہ کے خلع خلافت نہ کرنے پر شہادت پیش کر کے ثابت کر دیں تو وکیع کو اسیری کی سزا دینا"۔

بیرونی معرکے

زمانہ وفات امیر معاویہؓ سے بوجہ حادثات، فتنہ وفساد، خانہ جنگیوں کے صوائف شام بالکل بیکار و معطل ہو گئے تھے۔ عہد حکومت عبدالملک میں جس وقت باہمی نااتفاقی حد سے متجاوز ہو گئی تھی رومیوں نے موقع پا کر مسلمانان شام پر لشکر کشی کر دی تھی۔ عبدالملک نے والی قسطنطنیہ سے دب کر اس شرط سے مصالحت کر لی تھی کہ ہر جمعہ کو ایک ہزار دینار ادا کیا کرے گا یہ واقعہ 70ھ کا ہے جب کہ امیر معاویہؓ کو وفات کئے ہوئے دس سال بیت چکے تھے۔ پھر جب مصعب شہید کئے گئے اور خانہ جنگیوں کا استیصال ہو گیا تو موسم گرما 71ھ میں لشکر روانہ کیا گیا جس نے قیساریہ کو فتح کیا۔ اس کے بعد عبدالملک نے 73ھ میں جزیرہ وآرمینیہ پر اپنے بھائی محمد بن مروان کو مقرر کیا۔

رومیوں پر غلبہ

موسم گرما کے آتے ہی محمد بلاد روم میں گھس پڑا اور بہت بری طرح سے رومیوں کو شکست فاش دی۔ آرمینیہ کی دوسری جانب سے عثمان بن ولید بسرافسری چار ہزار فوج کے داخل ہو رہا تھا۔ رومیوں نے ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کیا لیکن میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ عثمان بن ولید نے نہایت مردانگی سے ان کو پسپا کر کے ہزاروں کو قتل و قید کر لیا۔ اس کے بعد 74ھ میں محمد بن مروان نے بلاد روم پر دوبارہ لشکر کشی کی اور جہاد کے جوش میں انبولیہ تک بڑھتا چلا گیا۔

ملطیہ پر لشکر کشی

دوسرے سال لشکر صائفہ کے ساتھ براہ مرعش بلاد روم کی طرف بڑھا۔ ان کے اکثر شہروں کو پامال کیا۔ پھر رومیوں نے اگلے برس عتیق کی طرف خروج کیا۔ محمد بن مروان نے دوبارہ مرعش کی جانب سے ان کی روک تھام کی۔ پھر 76ھ میں براہ ملطیہ جہاد کیا اور 77ھ میں صائفہ کے ساتھ ولید بن عبدالملک بھی بلاد روم میں داخل ہوا اور نہایت سخت خون ریزی کے بعد واپس آیا۔ 79ھ میں رومی بادشاہ اہل انطاکیہ پر شب خون مار کر کامیابی کے ساتھ اپنے ملک کو لوٹ آیا۔ پس عبدالملک نے 81ھ میں اپنے بیٹے عبیداللہ کو بلاد روم پر لشکر کشی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عبداللہ نے فالیقلا کو فتح کیا۔

آرمینیہ کی سفارش

82ھ میں آرمینیہ والوں میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ محمد بن مروان اس کو فرو کرنے کے لئے گیا۔ لڑائی ہوئی۔ بالآخر حسب درخواست اہل آرمینیہ سے صلح ہو گئی اور ابوشیخ بن عبداللہ اس کا والی بنایا گیا جس کو اہل آرمینیہ نے بدعہدی کر کے مار ڈالا۔ تب محمد بن مروان نے 85ھ میں ان پر جہاد کیا۔ موسم گرما و سرما میں مسلسل لڑتا رہا۔ بعد ازاں مسلمہ بن عبدالملک نے بلاد روم پر چڑھائی کی اور دو چار شہروں کو فتح کر کے واپس آیا۔ 87ھ میں براہ مصیصہ پھر بلاد روم کو واپس گیا۔ متعدد قلعات کو کامیابی کے ساتھ فتح کیا۔ از انجملہ قلعہ لولق، احزم، بولس اور قمقیم تھا اور ایک ہزار عرب مستعربہ کے لڑنے والوں کو تہ تیغ کر کے ان کی خواتین اور لڑکوں کو لونڈی غلام بنا لیا۔ پھر 89ھ میں اس نے اور عباس بن ولید نے بلاد روم پر حملہ کیا۔

مسلمہ اور عباس کی فتوحات

مسلمہ نے قلعہ سوریہ اور عباس نے قلعہ اردولیہ کو فتح کیا۔ رومیوں کے ایک ٹڈی دل لشکر سے اس قلعہ پر مڈبھیڑ ہوئی۔ عباس نے نہایت مردانگی و شجاعت سے ان کو پسپا کیا۔ بعض کا بیان ہے کہ مسلمہ نے عموریہ پر دھاوا کیا۔ رومیوں کا ایک بہت بڑا لشکر اس کی امداد کے لئے آیا لیکن مسلمہ نے ان کو شکست دے کر ہرقلعہ وقمولیہ پر اپنی فتحیابی کا جھنڈا گاڑ دیا۔ اسی زمانے میں دوسری جانب سے صائفہ کے ساتھ عباس نے جہاد کیا تھا۔ پھر 89ھ میں مسلمہ بن عبدالملک نے آذربائیجان کی طرف سے ترکوں پر دھاوا بولا۔ چند قلعے اور شہر فتح ہوئے۔ 90ھ میں سوریہ کے پانچوں

قلعوں کو بہ زور تیغ لڑ کر فتح کیا اور عباس جہاد کرتا ہوا اردن و سوریہ تک چلا گیا۔

عبدالعزیز بن ولید کی فتوحات

91ھ میں عبدالعزیز بن ولید صائفہ پر بہ ہمراہی مسلمہ بن عبدالملک حملہ آور ہوا اور چونکہ ولید نے اپنے چچا محمد بن مروان کو معزول کر کے جزیرہ و آرمینیہ پر مسلمہ کو مقرر کیا تھا لہٰذا اس نے ترکوں پر براہ آذر بائیجان جہاد کیا اور فتح کرتا ہوا باب تک پہنچ گیا۔ پھر 92ھ میں جہاد کیا اور تین قلعے فتح کر کے اہل سرسنہ کو بلاد روم کی طرف جلاوطن کر دیا۔ بعدہ 92ھ میں عباس و مروان بن ولید و مسلمہ نے بلاد روم کا قصد کیا۔ عباس نے سبیطلہ کو، مروان نے خنجر تک، مسلمہ نے ماشیر و حصین الحدید و غزالہ کو ملطیہ کی جانب فتح کر لیا۔ 94ھ میں عباس کے ہاتھ سے انطاکیہ اور عبدالعزیز بن الولید کے ہاتھ سے دوبارہ غزالہ تسخیر ہوا۔

اہل ہر قلعہ کی شورش

اسی زمانے میں ولید بن ہشام معیطی مروج الحمام تک اور یزید بن ابی کبشہ زمین سوریہ تک فتح کرتا ہوا پہنچ گیا تھا۔ 95ھ میں ہر قلعہ والوں نے عساکر اسلامیہ کو دوسری طرف متوجہ دیکھ کر سرتابی کی۔ عباس نے ان کے جوش کو فرو کر کے پھر سے فتح کیا۔ آغاز 97ھ میں مسلمہ نے سرزمین رضاحیہ پر جہاد کر کے جس کو رضاع نے اس سے پیشتر فتح کیا تھا، مفتوح کیا۔ عمر بن ہبیرہ نے براہ دریا سرزمین روم پر فوج کشی کی اور ایام سرما وہیں بسر کیے۔

قلعہ مراۃ پر قبضہ

ایام گرما کے آتے ہی سلیمان بن عبدالملک نے بسرافسری اپنے لڑکے داؤد کے ایک لشکر ان کی امداد پر روانہ کیا۔ جس نے قلعہ مراۃ کو لڑ کر تسخیر کیا۔ 98ھ میں بادشاہ روم کا انتقال ہو گیا۔ القون (یا الیہون) نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر اس کی اطلاع دی اور روم کے فتح کرانے کا بیڑا اٹھایا۔

قسطنطنیہ کا محاصرہ

سلیمان بن عبدالملک یہ سن کر وابق چلا آیا اور یہاں سے ایک عظیم الشان لشکر اپنے بھائی مسلمہ کے ساتھ قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا۔ قسطنطنیہ کے قریب پہنچ کر مسلمہ نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ ہر شخص دو دو مد غلہ اپنے ہمراہ لیتا چلے اور لشکر گاہ میں لے جا کر جمع کرے۔ لہٰذا بات کی بات میں پہاڑوں کی طرح غلہ کا انبار ہو گیا۔ پھر مسلمہ نے لکڑی اور پتھر سے لشکریوں کے رہنے کے لئے مکانات بنوا دیئے اور کاشت کاری کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی اس کے محاصرہ بھی ڈال دیا۔ عساکر اسلامیہ نے گرمی جاڑا وہیں تمام کیا۔ کھیتی اور لوٹ مار کا غلہ صرف میں لاتے تھے اور پہلے سے جو جمع کیا گیا تھا وہ انبار رکھا ہوا تھا۔ اہل قسطنطنیہ نے محاصرہ اٹھا دینے کی ہر چند کوشش کی مگر ناکام رہے۔ مجبور ہو کر فی نفر ایک دینار جزیہ دینے پر مصالحت کی درخواست کی۔ مسلمہ نے اس کو منظور نہ کیا۔

مسلمہ کے خلاف سازش

تب والی قسطنطنیہ نے القون سے سازش کی اور یہ کہلا بھیجا کہ ''اگر تم مسلمانوں کو کسی طرح سے ٹال دو تو ہم تم کو نصف حصے پر قبضہ دے دیں۔'' القون مسلمہ کے پاس آیا اور پٹی دی کہ ''اگر تم اپنے کھیتوں اور غلہ کو جلا دو گے تو رومی یہ یقین کر کے کہ تم ان سے لازماً جنگ کرو گے شہر سے باہر آ جائیں گے۔ اس وقت تم نہایت آسانی سے ان کو گرفتار کر لو گے۔ موجودہ حالت میں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک تمہارے پاس غلہ رہے گا اور تم لوگ کاشتکاری کرتے رہو گے، صف آرائی نہ کرو گے۔'' سادہ لوح مسلمہ نے ان باتوں میں آ کے کھیتوں اور غلے کے انباروں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

رومیوں کو اس سے بہت بڑی قوت پہنچ گئی اور القون عساکر اسلامیہ سے علیحدہ ہو کر رومیوں میں جا ملا۔ صبح ہوئی تو لڑائی کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ عساکر اسلامیہ شدت گرسنگی سے مرنے لگے۔ گھوڑوں اور کھالوں اور درخت کی جڑوں پتوں کو کھانا شروع کیا۔

صقالبہ پر قبضہ

سلیمان بن عبدالملک ان دنوں وابق میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس اثناء میں موسم سرما بھی آ گیا۔ اس وجہ سے سلیمان ان غریب الوطن عساکر اسلامیہ کو کمک نہ بھیج سکا یہاں تک کہ مر گیا۔ برجان نے مسلمہ کو گرفتار مصیبت دیکھ کر حملہ کر دیا۔ اگرچہ مسلمہ کی جماعت قلیل اور کمزور تھی۔ لیکن کمال مردانگی سے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا اور صرف مقابلہ ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کو شکست دے کر اس کے شہر (صقالبہ) پر قبضہ کر لیا۔ اسی سنہ میں ولید بن ہشام اور داؤد بن سلیمان نے روم پر حملہ کیا۔ چنانچہ داؤد نے قلعہ مراۃ کو جو ملطیہ کے قریب تھا ایک بار پھر فتح کیا۔

ملطیہ کا تاراج

99ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے مسلمہ کو، جن دنوں وہ سرزمین روم میں تھا، جہاد کرنے کا فرمان بھیجا۔ ساتھ ہی اس کے کثیر التعداد مسلمانوں کو تمام مال غنیمت دے دینے کا عہد کر کے ساز و سامان اور گھوڑے اور بار برداری کے جانوروں کے ساتھ روانہ کیا اور عام مسلمانوں کو ان کی امداد و کمک کی فہمائش کر دی۔ بعد ازاں اہل طرندہ کو ملطیہ کی طرف جانے اور اس کے ویران کر دینے کا حکم صادر کیا۔ اس سے پیشتر عبداللہ بن عبدالملک نے مسلمانوں کو طرندہ میں ٹھہرایا تھا اور اہل جزیرے سے یہ وعدہ لے لیا تھا کہ موسم سرما میں ان کے پاس آ کے قیام کیا کریں گے۔ چونکہ یہ شہر بلاد روم سے بہت زیادہ ملحق و متصل تھا اس وجہ سے عمر بن عبدالعزیز نے ویران کرا دیا اور ملطیہ پر جعونہ بن حرث کو (بنو عامر صعصعہ سے) مقرر کیا۔
100ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے ولید بن ہشام معیطی و عمر بن قیس کندی کو صائفہ کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا۔

قہستان کی تسخیر

یزید بن مہلب کے دل میں جرجان و طبرستان کی فتح کا غیر معمولی جوش بھرا ہوا تھا کیونکہ یہ دونوں شہر اس وقت تک کفار کے قبضہ میں تھے اور فارس و خراسان کے وسط میں واقع تھے۔ اسی وجہ سے ان کی دیواروں تک اسلامی فتوحات کی موجیں نہیں پہنچی تھیں۔ جن دنوں یزید شام میں سلیمان بن عبدالملک کی خدمت میں تھا جب کبھی قتیبہ کی فتوحات خراسان و ماوراء النہر کا تذکرہ آتا تو بے ساختہ کہہ اٹھتا: ''اس نے کچھ بھی نہیں کیا جب تک جرجان کفار کے قبضہ میں ہے، جس نے قومس و نیشاپور کا راستہ بند کر رکھا ہے یہ فتوحات کسی شمار میں نہیں ہیں۔ جرجان کا فتح کرنا بہت ضروری امر ہے۔'' لہٰذا جب سلیمان نے یزید کو خراسان کا والی بنایا تو اس نے باستثناء موالی و منظوعہ (رضا کار لشکر) ایک لاکھ فوج عراق و شام و خراسان سے جمع کر کے جرجان پر چڑھائی کی۔ جرجان ان دنوں معمور شہر نہ تھا بلکہ پہاڑ اور درے تھے۔ دروں کے دروازے پر ایک شخص کھڑا ہو کر بڑی فوج کو داخل نہ ہونے دیتا تھا۔ یزید بن مہلب نے جرجان کی فتح قہستان سے شروع کیا اور سب سے پہلے اسی کا محاصرہ کیا۔ ترکوں کا ایک گروہ جو اس قلعہ میں مقیم تھا روزانہ لڑنے کو آتا اور شکست اٹھا کر واپس جاتا۔ ایک مدت تک اسی طور سے لڑائی جاری رہی۔ چودہ ہزار ترک اس معرکے میں مارے گئے۔ بالآخر دہقان قہستان نے یزید بن مہلب سے صلح کر لی۔ شہر اور جو کچھ اس میں مال و اسباب و خزانہ و قیدی تھے سب کو یزید بن مہلب کے حوالے کر دیا۔ اس لئے نامہ بشارت فتح سلیمان عبدالملک کی خدمت میں بھیجا۔ اس کے بعد جرجان کو قدم بڑھائے۔

جرجان کی تسخیر

اس سے پیشتر سعید بن العاص نے اہل جرجان سے ایک لاکھ سالانہ جزیہ پر مصالحت کر لی تھی۔ لیکن اہل جرجان کبھی تو سو دیتے تھے اور کبھی دو سو اور کبھی تین سو۔ گاہے اس رقم کو بھی نہ دیتے تھے۔ کچھ عرصے بعد سرکش ہو گئے اور خراج کے نام سے ایک حبہ نہ دینے لگے۔ چونکہ سعید بن العاص

کے بعد کسی نے جرجان کا رخ نہ کیا اس وجہ سے انہوں نے خراسان کا راستہ بند کر دیا۔ کوئی شخص اس راستے سے خراسان نہیں جا سکتا تھا سوائے اس کے کہ وہ فارس و سلماس ہو کر جاتا۔ بعد ازاں قتیبہ خراسان کا گورنر ہو کر آیا۔ اس نے قومس تو فتح کر لیا لیکن جرجان باقی رہ گیا یہاں تک کہ یزید بن مہلب کو خراسان کی امارت عطا کی گئی تب اہل جرجان نے فتح قہستان کے بعد صلح کر لی۔

طبرستان کی مہم

مہم جرجان و قہستان سے فارغ ہو کر یزید نے سامان و قہستان میں عبداللہ بن معمر یشکری کو بسر افسری چار ہزار سواروں کے مقرر کیا اور خود بہ قصد طبرستان۔ جرجان کے راستے سے روانہ ہوا۔ آمد میں پہنچا۔ راشد بن عمر کو ایز دسپار مع چار ہزار فوج کے متعین کر کے بلاد طبرستان میں داخل ہوا۔ اصبہند والی طبرستان نے مصالحت کا پیغام بھیجا جس کو یزید نے بہ امید کامیابی نامنظور کر کے اپنے لشکر کو چاروں طرف اس طرح سے پھیلا دیا کہ ایک طرف تو اپنے بھائی ابو عیینہ کو، دوسری طرف اپنے لڑکے خالد کو اور تیسری طرف ابو جہیم کلبی کو بھیجا اور بہ وقت اجتماع ابو عیینہ کو امیر لشکر بنانے کا حکم دیا اور خود باقی لشکر لئے ہوئے مقابلے پر رہا۔ اصبہند نے اہل جیلان و دیلم سے امدادی لشکر طلب کیا۔ جب وہ لوگ اس کی کمک پر آ گئے تو اصبہند نے نکل کر مقابلہ کیا۔ پہلے ہی حملے میں مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے۔ عساکر اسلامیہ نے پہاڑ کی گھاٹی تک تعاقب کیا۔ مشرکین پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ عساکر اسلامیہ نے بھی چڑھنے کا ارادہ کیا لیکن نہ چڑھ سکے۔ البتہ ابو عیینہ مع اس فوج کے جو اس کی رکاب میں تھی چڑھ گیا۔ مگر راستہ نہ جاننے کی وجہ سے نقصان کے ساتھ شکست اٹھا کر لوٹا اور مشرکین نے کسی مصلحت سے تعاقب نہ کیا۔

مرزبان کی شورش

اس کے بعد اصبہند نے اہل جرجان اور اس کے سردار مرزبان سے خط و کتابت کر کے سازش کر لی اور ان کو عمدہ و کافی معاوضہ دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ اہل جرجان اور اس کے مرزبان نے اصبہند کے اشارہ و تحریک سے ان تمام مسلمانوں کو مع عبداللہ بن معمر کے رات کے وقت بحالت غفلت کاٹ ڈالا جو اس کے پاس جرجان میں مقیم تھے اور اصبہند کو لکھ بھیجا کہ ''تم بھی مسلمانوں کو چاروں طرف سے اپنے محاصرے میں لے لو۔'' اس اطلاع نے یزید اور اس کے ہمراہیوں کو پریشان کر دیا۔ ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔'' کا مضمون ہو گیا۔

حیان نبطی کی منصوبہ سازی

یزید نے مجبور ہو کر حیان نبطی کو (جس سے یزید نے دو لاکھ درہم جرمانہ وصول کیا تھا۔ اس جرم میں کہ اس نے اس کے لڑکے مخلد کو جو خط لکھا تھا اس میں اس نے اپنا نام پہلے لکھ دیا تھا) بلا کے کہا ''برادر من اغالبا تم کو کسی قومی کام کرنے کو وہ امر نہ روک سکے گا جو مجھ سے تمہاری خدمت میں بہ نظر تنبیہ عامہ مسلمین سرزد ہوا ہے۔ تم نے وہ خبر جو جرجان سے آئی ہے سن لی ہوگی اور اب ہم جس حالت میں ہیں اس کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ لہٰذا ایسی چال چلو کہ مصالحت ہو جائے''۔ حیان نبطی یہ سن کر سیدھا اصبہند کے پاس آیا اور اپنا نام و عجمی نسب ظاہر کر کے ایسا فقرہ دیا کہ اصبہند نے ساٹھ لاکھ درہم، چار سو غلام جن کے ہاتھوں میں ایک ایک ڈھال اور طیلسان اور چاندی کا ایک ایک جام اور خرقہ حریر ولباس ہو، اور چار سو وقر زعفران یا اس کی قیمت پر صلح کر لی۔ یزید نے حیان نبطی کا شکریہ ادا کیا اور مال و اسباب لے کر واپس لوٹا۔

صول ترکی کا جرجان پر قبضہ

بعض نے جرجان کی طرف جانے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ صول ترکی قہستان و بحیرہ میں رہتا تھا۔ بحیرہ ایک جزیرہ تھا جو قہستان سے سات کوس کی دوری پر تھا۔ درحقیقت یہ دونوں مقامات جرجان کے مضافات میں تھے جن کی سرحد خوارزم سے ملتی تھی۔ صول ترکی آئے دن فیروز بن قولقول مرزبان جرجان سے برسر جنگ رہتا تھا اور اس کے ملک کو لوٹ لیتا تھا۔ بالآخر فیروز تنگ ہو کر خراسان میں فرار ہو کر یزید کے پاس آیا۔ صول نے خالی میدان پا کر جرجان پر بھی قبضہ جما لیا۔ بعد ازاں یزید نے فیروز کے کہنے سے اصبہند کو تحریر کیا کہ اگر تم صول کو جرجان میں روک رکھو یہاں تک

کہ اس کا محاصرہ کرلیا جائے تو تم کو بے شمار مال و دولت عطا کروں گا جس سے تم مالا مال ہو جاؤ گے۔ اصبہند نے یہ خط صول کے پاس بھیج دیا۔ صول اسی وقت جرجان چھوڑ کر بحیرہ چلا آیا۔

بحیرہ پر یزید کا قبضہ

یزید بن مہلب کو اس کی خبر لگی تو اس نے خراسان پر اپنے لڑکے مخلد کو، سمرقند، کش، نسف اور بخارا پر اپنے دوسرے لڑکے معاویہ کو، طخارستان پر حاتم ابن قبیصہ بن مہلب کو مقرر کیا اور خود مع فیروز کے جرجان پر آ اترا۔ کسی متنفس نے قبضہ حاصل کرنے سے نہ روکا۔ ہمدان نے بحیرہ کا رخ کیا جہاں پر صول ٹھہرا ہوا تھا۔ مہینوں محاصرہ کئے رہا۔ حتیٰ کہ صول نے باستثناء اپنی جان و مال اور اپنے ہی خاندان کے تین سوار اکین کے بحیرہ دے کر صلح کر لی۔ یزید نے اس معرکے میں چودہ ہزار ترکوں کو تہ تیغ کیا۔ قبضہ حاصل کرنے کے بعد ادریس بن حنظلہ عمی کو بحیرہ کے مال و اسباب وغلہ کے شمار کرنے پر متعین کیا مگر یہ اس کے شمار اور فہرست سازی پر قادر نہ ہوا کیونکہ بحیرہ میں گیہوں، جو، چاول، شہد، تل بے حد و بے شمار بھرا ہوا تھا اور اسی قدر چاندی اور سونا تھا۔

جرجانیوں کی سرکوبی

صول سے مصالحت کرنے کے بعد یزید نے پھر جرجان پر بغاوت کرنے کی وجہ سے چڑھائی کی اور قسم شرعی کھائی کہ اگر اہل جرجان پر کامیابی حاصل ہو جائے گی تو ان کے خون کے سیلاب پر پن چکی بنا کر آٹا پسوا کے کھاؤں گا۔ سات مہینے تک محاصرہ کئے رہا۔ اہل جرجان ہر روز لڑنے کو آتے۔ دو دو ہاتھ لڑ کے واپس چلے جاتے تھے۔ چونکہ ان لوگوں نے پہاڑوں کو اپنا ماوا اور دامن بنا رکھا تھا جس کا راستہ کسی کو معلوم نہ تھا اس وجہ سے عساکر اسلامیہ ان کی سرکوبی اور جوش بغاوت کے فرو کرنے پر قادر نہ تھے۔ اتفاقاً ایک عجمی خراسانی شکار کھیلتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا۔ رفتہ رفتہ اہل جرجان کی لشکر گاہ تک پہنچ گیا۔ واپسی کے وقت پہچاننے کی غرض سے درختوں پر کپڑا لپیٹتا اور نشانات بناتا چلا آیا اور یزید بن مہلب کو اس سے باخبر کر دیا۔ یزید بن مہلب نے اسی وقت تین سو آدمیوں کو منتخب کر کے بسر گروہی اپنے لڑکے خالد و جہم بن زحر عجمی مخبر کے ہمراہ روانہ کر دیا اور یہ سمجھا دیا کہ "کل عصر کے وقت ہم لڑائی کے میدان میں آئیں گے۔ تم بھی عقب سے حملہ کرنا۔"

اگلے دن ظہر کے وقت یزید نے لشکر گاہ میں جس قدر لکڑی تھی سب کو جمع کرا کے جلا دیا۔ اہل جرجان نے یہ دیکھ کر صف آرائی کی۔ یزید نے قدر اندازوں کو تیر اندازی کا حکم دیا۔ تقریباً عصر کے وقت تک لڑائی برابر کی ہوتی رہی۔ اس اثناء میں خالد اپنا چھوٹا سا لشکر لئے ہوئے اہل جرجان کے پیچھے سے تکبیر کہتا ہوا آ پڑا۔ اب اہل جرجان کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ لہٰذا وہ بدحواسی کے عالم میں ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگے۔ سواران اسلام نے ہر طرف سے گھیر کر مارنا شروع کر دیا۔ آخر کار مجبوراً ان لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ یزید نے ان کی لڑنے والی فوج کو نیست و نابود کر کے عورتوں اور لڑکوں کو قید کر لیا اور بارہ ہزار آدمیوں کو وادی جرجان کی طرف جلا وطن کر دیا۔ عین معرکے کے وقت جس وقت مسلمانوں کی چمکتی ہوئی تلواریں کفار کی گردنوں پر چل رہی تھیں، مینہ آ گیا۔ میدان کارزار میں خون و پانی مل کر اس طغیانی سے رواں ہوا کہ پن چکی بنائی گئی، آٹا پیسا گیا، روٹی پکی اور یزید نے کھایا۔ مقتولین کی تعداد جو اس واقعہ میں مارے گئے، چالیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔

فتح یابی حاصل کر کے یزید نے شہر جرجان کا بنیادی پتھر اپنے ہاتھ سے رکھا۔ گو اس سے قبل اس شہر کا کوئی وجود نہ تھا اور جہم بن زحر کو جرجان پر اپنی طرف سے مقرر کر کے خراسان کو واپس آیا۔ مؤرخین کا لکھنا ہے کہ یزید نے جرجان کے جنگ آوروں کو قتل کرنے کے بعد دائیں اور بائیں دو رویہ دو فرسنگ تک صلیب پر چڑھایا تھا۔

سلیمان بن عبدالملک کا انتقال

ان واقعات کے بعد سلیمان بن عبدالملک نے مقام دابق سرزمین قنسرین ماہ صفر 99ھ میں انتقال کیا۔

باب: ۷

عمر بن عبدالعزیز

99ھ تا 111ھ

سلیمان کا اقرار نامہ

مرض الموت میں اس نے اپنے لڑکے داؤد کو ولیعہد بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ رجاء بن حیواۃ نے عرض کیا۔ ''امیر المومنین آپ کا لڑکا اس وقت موجود نہیں ہے بلکہ قسطنطنیہ میں ہے جس کی حیات و موت کی کچھ اطلاع نہیں ہے۔'' سلیمان یہ سنتے ہی عمر بن عبدالعزیز کی طرف متوجہ ہو گیا اور رجاء سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ''واللہ میں یہ جانتا ہوں کہ داؤد کی ولیعہدی میں بڑا فتنہ و فساد برپا ہو گا اور لوگ اس کو (عمرؓ بن عبدالعزیز کو) اپنا امیر ضرور بنائیں گے مگر یہ کہ میں خود کسی کو اپنے لڑکوں میں سے اس کے بعد ولی عہد بنا جاؤں اور عبدالملک تو اس کو ولیعہد بنا ہی گئے تھے۔'' رجاء یہ سن کر چپ ہو گیا۔ سلیمان نے کاغذ منگوا کر بسم اللہ کے بعد مضمون ذیل لکھا۔

ھذا کتاب من عبداللہ سلیمان امیرالمومنین لعمر بن عبدالعزیز انی قدولیتک الخلافۃ من بعدی و من بعدک یزید بن عبدالملک فاسمعوالہ واطیعوا واتقوا اللہ ولا تختلفوا فیطمع فیکم۔

ترجمہ: یہ اللہ کے بندے سلیمان امیر المومنین کا فرمان ہے بنام عمر بن عبدالعزیز کے، میں نے بیشک اپنے بعد تم کو اور تمہارے بعد یزید بن عبدالملک کو خلافت کا ولیعہد مقرر کیا۔ لہٰذا تم لوگ اس کو سنو اور اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور باہم اختلاف نہ کرو کہ اور لوگ اس سے متمتع ہونے کی امید کریں۔

اور سر بہ مہر کر دیا۔ کعب بن جابر عبسی صاحب شرطہ (افسر پولیس) کو اپنے خاندان والوں کو جمع کرنے کا حکم دیا اور رجاء بن حیوۃ سے کہا: ''اس خط کو اسی طرح لوگوں کے سامنے پیش کر کے کہو کہ امیر المومنین نے اس میں جس کو اپنا ولیعہد بنایا ہے اس کی بیعت کرو''۔ چنانچہ تمام بنو امیہ یکے بعد دیگرے بیعت کر کے منتشر ہو گئے۔ بعد از اں عمر بن عبدالعزیز رجاء کے پاس پہنچے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی قسم دلا کر کہنے لگے: ''اگر ولیعہدی کے لئے میں نامزد کیا گیا ہوں تو تم مجھے بہ نظر رسم سابقہ بتلا دو کہ میں ابھی اس سے مستعفی ہو جاؤں''۔ رجاء نے بتلانے سے انکار کیا۔ عمر بن عبدالعزیز اٹھ کر چلے گئے۔ ہشام بن عبدالملک آ پہنچا اور اپنے حقوق و محبت دیرینہ کا اظہار کر کے خط کا مضمون پوچھا مگر رجاء نے نہ بتلایا۔ ہشام اس خیال سے کہ بنو عبدالملک سے شاید خلافت نکل جائے گی کف افسوس ملتا ہوا واپس آیا۔

بیعت خلافت

اس کے بعد سلیمان کا انتقال ہو گیا۔ رجاء نے خاندان سلطنت کو جمع کیا اور سلیمان بن عبدالملک کا خط کھول کر پڑھا تو اس میں عمر بن عبدالعزیز کا تذکرہ تھا۔ ہشام بن عبدالملک نے جھلا کر کہا: ''ہم اس کی بیعت نہ کریں گے۔'' رجاء نے ڈانٹ کر کہا۔ ''واللہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا''۔ ہشام بن عبدالملک بجبر و اکراہ کف افسوس ملتا ہوا عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا جس وقت کہ رجاء نے ان کو منبر پر بٹھا دیا تھا اور وہ اپنی غلطی پر شرمندہ تھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ رہا تھا۔ ہشام بن عبدالملک کی بیعت کرنے کے بعد اور لوگوں نے بھی بیعت کی اور عمر بن عبدالعزیز نے نماز جنازہ پڑھ کر سلیمان کو دفن کرا دیا۔

عبدالعزیز بن ولید کی اطاعت

چونکہ عبدالعزیز بن ولید، انتقال سلیمان کے وقت موجود نہ تھا اور نہ اس کو عمر بن عبدالعزیز کی بیعت کا حال معلوم ہوا تھا۔ اس وجہ سے اس نے ایک علم نصب کیا اور مدعی خلافت ہو کر دمشق کو آیا۔ پھر جب سلیمان کے عہد نامہ لکھنے کا حال معلوم ہوا تو عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی کہ ''مجھے سلیمان کے عہد نامہ لکھنے کی اطلاع نہیں پہنچی تھی۔ مجھے مال واسباب کے تلف ہو جانے کا خیال دامن گیر تھا۔'' عمر بن عبدالعزیز بولے: ''اگر تم زمام حکومت کے لینے پر مستعد ہوتے تو میں لڑائی کے قریب نہ جاتا۔ اور اپنے گھر بیٹھ رہتا۔'' عبدالعزیز بن ولید نے عرض کیا: ''واللہ میں آپ کے سوا اس کام کے لئے دوسرے شخص کو نہیں پسند کرتا''۔ عمر بن عبدالعزیز یہ سن کر چپ ہو گئے اور عبدالعزیز بن ولید نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کر لی۔

عمر بن عبدالعزیز کا کردار

تکمیل بیعت کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے فرمایا کہ ''اسباب و مال، زیور، جواہر اور قیمتی کپڑے جو تمہارے ہوں وہ سب بیت المال بھیج دو۔ میں اور یہ (یعنی مسلمانوں کا مال) ایک مکان میں نہیں رہ سکتا''۔ فاطمہ بنت عبدالملک نے نہایت خوشی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ لہٰذا جب ان کا بھائی یزید مسند خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے بیت المال سے اپنی بہن کا مال واسباب، جس کو عمر بن عبدالعزیز نے جمع کرا دیا تھا، واپس کیا مگر انہوں نے لینے سے انکار کر کے کہا: ''جب کہ میں ان کی اطاعت حالت حیات میں کرتی تھی تو ان کے مرنے پر بھی اطاعت کروں گی''۔ یزید نے اس کو اپنے اہل وعیال کو دے دیا۔

بنو امیہ ایک مدت مدید سے امیر المومنین علی (کرم اللہ وجہہ) کی شان میں علانیہ نا ملائم کلمات کہا کرتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے زینۂ خلافت پر قدم رکھتے ہی ممانعت کر دی اور مسلمہ کو، جو کہ سرزمین روم میں تھا، جہاد کرنے کو لکھ بھیجا۔

یزید بن مہلب کی گرفتاری

مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے 100ھ میں یزید بن مہلب کو لکھا: ''تم کسی کو اپنی گورنری پر مامور کر کے چلے آؤ''۔ یزید بن مہلب اس حکم کے مطابق اپنے بیٹے مخلد کو اپنا نائب بنا کر خراسان سے واسط آیا اور واسط سے کشتی پر سوار ہو کر بصرے کی طرف روانہ ہوا۔ بصرے پر عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ فرازی کو، کوفے پر عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب وابوالزناد کو مقرر کر رکھا تھا۔ جب عمر بن عبدالعزیز کو یزید بن مہلب کی روانگی کی اطلاع پہنچی تو اس کی گرفتار کر کے دارالخلافت بھیجنے کا ایک فرمان بنام عدی بن ارطاۃ بھیج دیا۔ عدی بن ارطاۃ نے اس حکم کی تعمیل پر موسیٰ بن وجیہہ حمیری کو مامور کیا۔ نہر معقل پر پل کے قریب یزید سے ملاقات ہوئی۔ موسیٰ بن وجیہہ نے گرفتار کر کے پابہ زنجیر عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں بھیج دیا۔

یزید بن مہلب سے جواب طلبی

عمر بن عبدالعزیز کو اس سے کوئی ذاتی کاوش نہ تھی مگر اس کے ظلم و تعدی سے بیزار تھے اور اس کو اور اس کے خاندان والوں کو ظالم و جابر فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا جب آپ نے جرجان کے مال غنیمت کا خمس طلب فرمایا جس کی اطلاع یزید نے سلیمان بن عبدالملک کو دی تھی تو یزید نے بے تامل کہہ دیا: ''میں نے تو لوگوں کے سنانے کی غرض سے لکھا تھا اور میں یہ جانتا تھا کہ اس مال کو سلیمان مجھ سے نہ لے گا''۔ عمر بن عبدالعزیز نے چیں بہ جبیں ہو کر ارشاد کیا: ''اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ یہ مسلمانوں کے حقوق ہیں۔ میری یہ مجال نہیں ہے کہ میں اس سے درگزر کر جاؤں''۔ پھر جب وہ مال مطلوبہ ادا نہ کر سکا تو قلعہ حلب میں قید کر دیا اور جراح بن عبداللہ حکمی کو اس کی بجائے خراسان کی گورنری پر بھیج دیا۔

مخلد بن یزید کی سفارش

مخلد بن یزید خراسان سے چلا اور دربار خلافت میں آ کر حاضر ہوا اور اپنے باپ کی رہائی کی سفارش کی اور یہ گزارش کی کہ ''اگر وہ (یعنی یزید بن مہلب) کوئی حجت و دلیل پیش کرے تو اس کو قبول فرمایئے یا اس کو قسم دیجئے اور اگر یہ دونوں باتیں قبول نہ ہوں تو اس سے یا مجھ سے جس بات پر آپ چاہیں صلح کر لیں''۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کو منظور نہ کیا لیکن مخلد کے شکر گزار ہوئے۔ پھر جب یزید نے خمس جرجان ادا نہ کیا تو اونی جبہ پہنا کر اونٹ پر دہلک کی طرف بھیجا گیا۔ لوگوں کی طرف سے ہو کر گزرا تو چلانے لگا۔ ''کیا میرا کوئی عزیز و قریب نہیں ہے جو دہلک کی طرف جانے سے مجھے بچالے؟'' سلامہ بن نعیم خولانی نے حاضر ہو کر عرض کیا ''آپ یزید کو قید خانے میں دوبارہ واپس بھیجئے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی قوم اس کو چھین لے گی کیونکہ وہ سخت غصے میں بھری ہوئی ہے''۔ عمر بن عبدالعزیز نے فوراً اس کو قید خانے بھیج دیا، حتیٰ کہ وہ قید خانے سے فرار ہو گیا۔ جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

جراح بن عبداللہ کی معزولی

جس وقت یزید گورنری خراسان سے معزول کیا گیا تھا اس زمانے میں جہم بن ذحر جعفی جرجان کا والی تھا۔ عراق کے گورنر نے یزید کی معزولی کے بعد ایک شخص کو جرجان کا والی بنا کر بھیجا۔ جہم بن ذحر نے اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ پس جب جراح بن عبداللہ حکمی گورنر خراسان ہو کر آیا تو اس نے عامل جرجان کو رہا کر دیا اور جہم کی اس حرکت سے ناراض ہو کر کہنے لگا: ''اگر تمہاری قرابت مجھ سے نہ ہوتی تو میں بھی تمہارے ساتھ یہی سلوک کرتا''۔ بعد ازاں جہم کو لڑائی پر بھیج دیا اور ایک وفد عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں روانہ کیا۔ کسی نے اہل وفد میں سے یہ جڑ دیا کہ ''جراح'' موالی کو بلا وظیفہ و رسد کے جہاد پر بھیج دیتا ہے اور ذمیوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں ان سے بھی خراج لیتا ہے اور در حقیقت وہ ظلم و تعدی میں حجاج کا مقلد ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے لکھ بھیجا کہ ''جو شخص نماز ادا کرتا ہو اس کا جزیہ معاف کر دو''۔ لوگ یہ سنتے ہی جزیہ کے خوف سے جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ جراح نے ان لوگوں کا ختنہ سے امتحان لیا اور عمر بن عبدالعزیز کو اس سے باخبر کیا۔ آپ نے تحریر فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو داعی مبعوث کیا ہے نہ کہ خاتن (ختنہ کرنے والا)۔

اس واقعہ کے بعد امیر المومنین عمرؒ بن عبدالعزیز نے جراح کو بلا بھیجا اور یہ بھی حکم صادر کیا کہ اپنے ابو مخلد کو لیتے آنا۔

عبدالرحمٰن بن نعیم بحیثیت گورنر خراسان

پس جراح عبدالرحمٰن بن نعیم قشیری کو حرب خراسان پر اپنا نائب بنا کر دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ حضوری کے وقت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا: ''کس وقت تم خراسان سے چلے تھے؟ عرض کیا ماہ رمضان میں''۔ ارشاد کیا ''جس نے تجھے ظالم بتایا ہے، وہ سچا ہے۔ تو نے قیام کیوں نہ کیا تا کہ ماہ صیام کے بعد سفر کرتا۔'' پھر ابو مخلد سے مخاطب ہو کر عبدالرحمٰن بن عبداللہ کا حال دریافت فرمایا۔ ابو مخلد نے عرض کیا ''اپنے ہم جنسوں کی رعایت کرتا ہے اور دشمنوں کے ساتھ عداوت اور جو شخص اس کا موافق ہوتا ہے اس کو دوسروں پر مقدم رکھتا ہے۔'' پھر عبدالرحمٰن بن نعیم کا حال دریافت فرمایا۔ عرض کیا ''وہ عافیت کو دوست رکھتا ہے اور عافیت اس کو مل بھی جاتی ہے'' فرمایا ''وہ مجھے زیادہ محبوب ہے''۔ اس قدر ارشاد کر کے عبدالرحمٰن بن نعیم کو نماز و حرب پر اور عبدالرحمٰن قشیری کو خراج پر مقرر فرمایا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن نعیم ایک مدت تک خراسان کی گورنری پر رہا یہاں تک کہ یزید بن مہلب مارا گیا اور مسلمہ کو اس کی حکومت دی گئی۔ لہٰذا یہ تقریباً ڈیڑھ برس یا اس سے زیادہ خراسان کا والی رہا۔

جراح ہی کے عہد گورنری میں دعاۃ (ایلچیوں) بنو عباس کا خراسان میں ظہور ہوا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو محمد بن عبداللہ بن عباسؓ نے اطراف و جوانب مملکت اسلامیہ کی جانب روانہ کیا تھا۔ جیسا کہ ہم دولت عباسیہ میں بیان کریں گے۔

عمر بن عبدالعزیز کی وفات

دوسری صدی ہجری کے پہلے سال رجب کے مہینہ میں عمر بن عبدالعزیز نے دو برس پانچ مہینے خلافت کر کے مقام دیر سمعان میں وفات پائی جب کہ اپنی عمر کے چالیس برس پورے فرما چکے تھے۔ یہ اشج بنو امیہ کہلاتے تھے۔ ان کے چہرے پر چوٹ کا داغ تھا۔ زمانہ طفولیت میں جانور نے مار دیا تھا جس سے چہرے پر داغ آ گیا تھا۔ لہٰذا جب انتقال ہو گیا تو یزید بن عبدالملک (نواں تاجدار بنو امیہ) سلیمان کے عہد نامے کے مطابق مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

حالت احتضار میں لوگوں نے عمر بن عبدالعزیز سے گزارش کیا کہ یزید بن عبدالملک کو کچھ بطور وصیت لکھ جایئے آپ نے فرمایا: ''میں کیا وصیت کروں۔ وہ تو عبدالملک کے خاندان سے ہے۔'' بعد ازاں کچھ سوچ کر یہ تحریر فرمایا:

اما بعد! فاتق یایزید الصرعة بعد الغفلة حین لا تقال العثرة ولا تقدر علی الرجعة انک قترک ما اترک لمن لا یحمدك و تصیر لولیٰ من لا یعذرك والسلام۔

ترجمہ: اے یزید! غفلت میں ٹھوکر کھانے سے ہوشیار رہنا نہ تو وہ قابل معافی ہوگی اور نہ تم ان کی پاداش پر قوت رکھو گے۔ میری طرح تمہیں بھی خلافت سے الگ ہونا پڑے گا اور وہ بھی کسی ایسے شخص کے حق میں جو نہ تمہاری ستائش کرے گا اور نہ تمہارے حق میں کوئی معذرت ہی پیش کرے گا۔

باب:۸

یزید بن عبدالملک

101ھ تا 105ھ

نظم ونسق میں تبدیلی

یزید بن عبدالملک نے مسند خلافت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی ابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم کو مدینہ منورہ سے معزول کر کے عبدالرحمٰن بن ضحاک بن قیس فہری کو مقرر کیا اور عمر بن عبدالعزیز کے تمام انتظامات کو الٹ پلٹ دیا۔ از انجملہ یمن کا خراج تھا۔ محمد برادر حجاج بن یوسف نے اہل یمن پر ایک نیا ٹیکس لگا دیا تھا جس کو عمر بن عبدالعزیز نے اپنے زمانہ خلافت میں معاف کر کے عشر (دسواں حصہ) یا نصف عشر (بیسواں حصہ) قائم کیا اور یہ ارشاد کیا کہ "مجھے اس نئے خراج کو قائم کرنے کی نسبت یہ پسند ہے کہ یمن سے ایک ذرہ برابر خراج آئے"۔ لہٰذا جب یزید بن عبدالملک نے زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لی تو اس ٹیکس کو پھر جاری کر دیا اور اپنے گورنر کو لکھ بھیجا کہ اہل یمن سے اس کو ضرور وصول کرو گو اس کو یہ ناپسند ہو۔ انہی دنوں اس کے چچا محمد بن مروان کی بھی موت آ گئی۔ اس نے اس کی جگہ اپنے دوسرے چچا مسلمہ بن عبدالملک کو جزیرہ آذربائیجان اور آرمینیہ پر مامور کیا۔

یزید بن مہلب اور یزید بن عبدالملک

یاد ہو گا کہ عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن مہلب کو خمس جرجان کے نہ دینے کے باعث سے قید کر دیا تھا پس اس وقت سے یہ برابر قید رہا حتیٰ کہ عمر بن عبدالعزیز کا زمانہ وفات قریب آ گیا۔ یزید بن مہلب نے بخوف یزید بن عبدالملک جیل سے فرار ہونے کی فکر کی۔ یزید بن عبدالملک کی بیوی حجاج کے بھائی کی لڑکی تھی۔ سلیمان بن عبدالملک نے حجاج کے اعزہ واقارب کو سزا دہی کی غرض سے یزید بن مہلب کے سپرد کیا تھا اور یہ ان کو بلقاء سے قید کر کے دمشق کو لایا تھا جس میں یزید بن عبدالملک کی بیوی بھی تھی اور اس کو بھی سزا دی جاتی تھی۔ یزید بن عبدالملک اپنی زوجہ کی سفارش کرنے کو یزید بن مہلب کے مکان پر گیا، مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا تو یزید بن عبدالملک نے کہا: "اچھا میں وہ تاوان جو تم نے اس پر مقرر کیا ہے ادا کر دوں گا، تم اس کو سزا نہ دو"۔ یزید بن مہلب نے اس کو بھی قبول نہ کیا۔ تب یزید بن عبدالملک نے کہا "اچھا اس وقت تم میرا کہنا نہیں مانتے ہو میں جب خلیفہ ہوں گا تو سمجھ لوں گا"۔ یزید بن مہلب نے جواب دیا "اگر تو خلیفہ ہو گا تو ایک لاکھ تلواریں تیرے لئے میں نیام سے باہر کر دوں گا"۔ گویا آپس میں باتیں نوک جھونک کی ہو گئیں لیکن آخر کار یزید بن مہلب نے ایک لاکھ دینار تاوان لے کر یزید بن عبدالملک کی بیوی کو رہا کر دیا۔

یزید بن مہلب کا فرار

پس جب عمر بن عبدالعزیز کے مرض میں شدت پیدا ہو گئی تو یزید بن مہلب نے اس مناقشہ کے خیال سے اپنے آزاد غلاموں کو کہلا بھیجا کہ کل صبح فلاں مقام پر اونٹ گھوڑے موجود رکھے جائیں اور عامل حلب اور محافظین قید خانہ کے پاس بہت سا مال بھیج دیا جس کے باعث ان لوگوں نے یزید بن مہلب سے تعرض نہ کیا اور یہ اپنی سواری کے پاس آیا۔ سوار ہوا۔ بصرہ پہنچ کر عمر بن عبدالعزیز کو ایک عرضداشت لکھی جس کا مضمون یہ تھا: "اگر مجھے آپ کی زندگی کا یقین ہو جاتا تو میں ہرگز آپ کے قید خانہ سے فرار نہ ہوتا۔ مگر یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ آپ کے بعد یزید مجھے نہایت بری طرح قتل کر ڈالے گا"۔ یہ عرضی اس وقت پہنچی جب کہ عمر بن عبدالعزیز دم توڑ رہے تھے۔ خط پڑھ کر فرمایا "اے اللہ تعالیٰ اگر یزید بن مہلب مسلمانوں

کے ساتھ برائی کرنے کو فرار ہوا ہے تو اس کو اس کی سزا دے کیونکہ اس نے مجھے دھوکا دیا ہے۔"

یزید بن مہلب کی بصرے میں آمد

یزید بن عبدالملک نے بیعت لینے کے بعد عبدالحمید بن عبدالرحمٰن والی کوفہ اور عدی بن ارطاۃ والی بصرہ کو یزید بن مہلب کے بھاگ جانے کا حال اور اس کے اہل و عیال کے دوبارہ گرفتار کرنے کا حکم تحریر کیا۔ چنانچہ عدی بن ارطاۃ نے مفضل و مروان پسران مہلب کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس اثناء میں یزید بن مہلب بھی قریب بصرہ آ پہنچا اور عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے کوفہ سے ایک لشکر بسرافسری ہشام بن مساحق بن عامر یزید کے گرفتار کرلانے کے لئے روانہ کیا۔ جب لشکر حذیب پہنچا تو یزید بن مہلب جاتا ہوا دکھائی دیا لیکن لشکریوں نے اس سے کچھ تعرض نہ کیا۔ وہ سیدھا بصرے کی جانب چلا گیا۔ عدی بن ارطاۃ نے بھی اہل بصرہ کو جمع کر رکھا تھا۔ اردگرد شہر کے خندق کھدوا دی تھی۔ سواران بصرہ پر مغیرہ بن عبداللہ بن ابی عقیل کو مقرر کر دیا تھا۔ یزید بن مہلب مع اپنے ہمراہیوں کے بصرے کے پاس پہنچا اور محمد بن مہلب مع اپنی قوم کے استقبال کو آیا۔ عدی بن ارطاۃ یہ سن کر اپنی فوج پھر سے مرتب کرنے لگا۔ بصرے کے ہر دستہ فوج پر جدا جدا ایک ایک شخص کو مقرر کیا۔ ازد پر مغیرہ بن زیاد بن عمر عتکی کو، تمیم پر محرز بن حمران سعدی کو، بکرہ پر نوح بن شیبان بن مالک بن مسمع کو، عبدالقیس پر مالک بن منذر بن جارود کو، اہل عالیہ پر عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر کو۔ مگر ان لوگوں میں سے ایک آدمی بھی یزید بن مہلب سے معترض نہ ہوا اور وہ اپنے مکان میں جا اترا۔ لوگ اس سے ملنے کو آنے لگے۔ یزید نے عدی بن ارطاۃ سے کہلا بھیجا کہ: "تم میرے بھائیوں کو قید سے رہا کر دو تاکہ میں ان کے ساتھ چندے بصرے میں قیام کر کے کسی طرف چلا جاؤں اور پھر خروج کر کے یزید بن عبدالملک سے خاطر خواہ اپنا مقصد حاصل کروں۔" عدی بن ارطاۃ نے قبول نہ کیا۔ تب اس نے حمید بن عبدالملک بن مہلب (اپنے بھتیجے کو) امان حاصل کرنے کی غرض سے یزید بن عبدالملک کی خدمت میں روانہ کیا۔

بنو مہلب کو امان نامہ

یزید بن عبدالملک نے بہ نظر ترحم خسروانہ بنو مہلب کو امان نامہ لکھ دیا اور بوقت واپسی حمید، خالد قسری و عمر بن یزید حکمی کو ہمراہ کر دیا۔ ہنوز حمید واپس نہیں آنے پایا تھا کہ سونے و چاندی کے ٹکڑوں (یعنی یزید بن مہلب کی داد و دہش) نے لوگوں کو اس کی طرف مائل کر دیا کیونکہ عدی بن ارطاۃ سخت بخیل تھا کسی کو دو درہم سے زیادہ نہ دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ یزید اور عدی میں کشیدگی بڑھتی گئی۔ یزید کے ہمراہیوں نے عدی کے ہوا خواہوں پر حملہ کر دیا۔ اتفاق سے عدی کی فوج میدان جنگ سے پسپا ہو گئی۔ یزید بن مہلب کے بھائیوں نے یہ سن کر قید خانے کا دروازہ بند کر لیا۔ اس خوف سے کہ مبادا یزید کے آنے سے قبل عدی ان لوگوں کو قتل نہ کر ڈالے۔ دروازہ بند کرنے کے بعد ہی (عبداللہ بن دینار) عدی کے دارو غہ جیل نے آ کر اس کے کھولنے کی کوشش کی مگر نا کام رہا۔ اس عرصے میں یزید کے ساتھی آ پہنچے۔ عبداللہ بن دینار بھاگ گیا۔ یزید کے بھائی قید خانہ کھول کر نکل آئے۔

عدی بن ارطاۃ کی گرفتاری

یزید بن مہلب دارالامارت کے قریب مسلم بن زیاد کے مکان میں قیام پذیر ہوا۔ اس کے ہمراہی قصر امارت پر سیڑھیاں لگا کر چڑھ گئے اور عدی بن ارطاۃ کو گرفتار کر لائے۔ یزید بن مہلب نے اس کو اسیر کر دیا۔ روساء بصرہ قبیلہ ہائے تمیم قیس، اور مالک بن منذر کوفہ و شام کی جانب چلے گئے۔ مغیرہ بن زیاد بن عمر عتکی شام کی جانب بھاگا۔ اثناء راہ میں خالد قسری اور عمر بن یزید سے ملاقات ہوئی جو یزید بن مہلب کے لئے حمید بن عبدالملک کے ساتھ پناہ لئے آ رہے تھے۔ مغیرہ بن زیاد نے خالد و عمر کو یزید بن مہلب کے غلبہ و تصرف بصرہ، اور عدی کے قید کرنے سے مطلع کیا۔ پس خالد و عمر لوٹ کھڑے ہوئے۔ ہر چند حمید نے قسم دلائی مگر ان دونوں نے ایک بھی نہ سنی۔ خالد بن یزید بن مہلب و حماد بن زخر کو عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے کوفہ سے حراست میں لے کر شام بھیج دیا۔ جس کو یزید بن عبدالملک نے اسیر کر دیا یہاں تک کہ قید ہی کی حالت میں ان دونوں نے جان بحق تسلیم کیا۔

شامی لشکر کی کوفہ کو روانگی

ان واقعات کے بعد یزید بن عبدالملک نے اہل کوفہ کے لئے جائزہ انعامات روانہ کئے۔ ان کی خیر خواہی کی مدح لکھی۔ ان کے وظائف بڑھانے کا وعدہ کیا۔ اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک اور برادر زادہ عباس بن ولید بن عبدالملک کو ستر ہزار یا اسی ہزار جنگجو شام و جزیرے کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کیا۔ ان لوگوں نے کوفے میں پہنچ کر نخیلہ میں قیام کیا۔ ایک روز عباس بن ولید اور حیان نبطی باتوں باتوں آپس میں لڑ پڑے۔

یزید بن مہلب کی ناکامی

یزید بن مہلب کو مسلمہ اور اہل شام کے آنے کی خبر پہنچی تو اس نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اہل شام کو جنگ پر ابھارا۔ بزدلی و نامردانگی کے نتائج و عواقب سے ڈرایا اور اس امر کا ان کو یقین دلایا کہ ان میں اکثر میرے ساتھی ہیں۔ یہ خیال اہل بصرہ نے اس کے دل میں پیدا کیا تھا۔ اس کے بعد یزید بن مہلب نے اپنے عمال کو اہواز، فارس اور کرمان کی طرف روانہ کیا۔ خراسان کی جانب مدرک بن مہلب کو بھیجا۔ خراسان کی گورنری پر عبدالرحمٰن بن نعیم تھا۔ اس نے بنو تمیم کو خراسانیوں کے روکنے پر مامور کیا۔ ازد نے مدرک کی آمد سن کر راس الفازہ پر ملاقات کی اور اس سے واپس جانے کو کہا اور اپنے انجام پر نظر رکھتے ہوئے ساتھ دینے کا عہد کیا۔ چنانچہ مدرک بے نیل و مرام خراسان سے لوٹ آیا۔ بعدازاں یزید بن مہلب نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا جس میں اس نے ان کو کتاب و سنت پر عمل کی دعوت دی اور جہاد پر ابھارا اور کہا کہ اہل شام پر جہاد کرنا ترک و دیلم پر جہاد کرنے سے افضل ہے۔ حسن بصری اور نضر بن انس بن مالک نے اس سے مخالفت کی اور عوام الناس نے صرف اس رائے سے اتفاق ہی نہیں کیا بلکہ یزید کا منہ پکڑ کر بٹھا دیا اور مسجد سے نکل آئے۔

عبدالملک بن مہلب کی پسپائی

یزید بن مہلب اپنے بھائی مروان بن مہلب کو بصرے پر اپنی جانب سے مامور کر کے واسط چلا آیا۔ کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد 102ھ میں اپنے بیٹے معاویہ کو وہاں کا امیر بنا کر پھر خروج کیا۔ اس کا بھائی عبدالملک بن مہلب کوفے کی طرف بڑھا۔ عباس بن ولید نے نوک دار نیزوں اور چمکتی ہوئی تلواروں سے خیر مقدم کیا۔ عبدالملک بن مہلب مقابلے پر آیا، لڑائی ہوئی۔ بالآخر عبدالملک شکست کھا کر یزید بن مہلب کے پاس لوٹ آیا۔ اس اثناء میں مسلمہ کنارہ فرات پر پہنچ گیا اور پل باندھ کر دریائے فرات عبور کر کے یزید بن مہلب پر آ پڑا۔ یزید بن مہلب کے پاس اس وقت ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا تھا جس میں اکثر اہل کوفہ اور کچھ لوگ مختلف سرحدوں کے تھے جن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن اپنا لشکر آراستہ کئے ہوئے نخیلہ میں پڑا ہوا تھا۔ جاسوسوں اور محافظوں کو اہل کوفہ پر مامور کر دیا تھا کہ وہ لوگ ابن مہلب کے پاس نہ جانے پائیں اور چھوٹا سا لشکر بسر افسری صبرہ بن عبدالرحمٰن بن مخنف مسلمہ کی کمک کے لئے بھیجا۔ مسلمہ نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو امارت کوفہ سے معزول کر کے محمد بن عمرو بن ولید بن عقبہ کو مامور کیا۔ یزید بن مہلب نے ایک لشکر اپنے بھائی محمد کے ساتھ مسلمہ کی فوج پر شب خون مارنے کی غرض سے روانہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ہمراہیوں نے اختلاف کر کے کہا ''ہم نے تو لوگوں کو کتاب و سنت پر عمل کرنے کی غرض سے جمع کیا ہے اور ان لوگوں نے بھی اسی کا وعدہ کیا ہے۔ اب تم سب خون مارنے کو کہتے ہو۔ ہماری یہ ہمت نہیں ہے کہ ہم ان سے عہد شکنی کریں''۔ یزید بن مہلب نے جواب دیا ''تف ہو تم پر۔ تم لوگ ان کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ کتاب و سنت پر عامل ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ تم کو دھوکا دیتے ہیں اور تمہارے ساتھ دغا کرتے ہیں پس تم کو چاہئے کہ فریب دہی میں تم ان سے بڑھ جاؤ۔ واللہ مروان کے خاندان میں اس زردٹڈی (مسلمہ) سے زیادہ مکار اور بدعہد کوئی نہیں ہے۔'' حاضرین نے اس کے کہنے پر مطلق خیال نہ کیا۔

حسن بصری کی مخالفت

مروان بن مہلب بصرے میں لوگوں کو یزید بن مہلب کے ساتھ دینے پر ابھار رہا تھا اور حسن بصری مخالفت کر رہے تھے۔ حکومت وقت کی

مخالفت سے ڈرا رہے تھے۔ مروان کو یہ اطلاع ملی تو ان لوگوں کو سختی کے ساتھ بلوا بھیجا۔ جو لوگ حسن بصریؒ کے پاس آیا جایا کرتے تھے یہ خبر سن کر منتشر و متفرق ہو گئے اور مروان بھی ان کی تکلیف دہی سے رک گیا۔

یزید بن مہلب کا انجام

آٹھ روز تک مسلمہ بن عبدالملک اور یزید بن مہلب ایک دوسرے کے مقابلے پر بلا جدال وقتال پڑے رہے۔ نویں روز جمعہ کے دن نصف صفر 102ھ کو یزید بن مہلب نے صف آرائی کی اور عباس بن ولید نے بھی یوں ہی کیا۔ جنگ چھڑتے ہی حد سے زیادہ سخت ہو گئی۔ مسلمہ نے پل کر جلوا دیا۔ میدان جنگ دھوئیں سے بھر گیا۔ یزید بن مہلب کی فوج یہ تو رد یکھ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ یزید اور اس کے ہمراہی شکست خوردوں کو مارنے لگے۔ لیکن ہمت ہارے ہوئے سپاہی نہ لوٹے۔ یزید ان کی مراجعت سے ناامید ہو کر پلٹا اور پیادہ پا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ میدان جنگ کا راستہ لیا۔ لوگوں نے کہا ''تمہارا بھائی حبیب مارا گیا''۔ یزید بن مہلب نے آہ سرد کھینچ کر کہا ''لطف زندگی نہ اس کے بعد ہے اور نہ شکست کے بعد'' اور شمشیر بکف لشکر شام کو مارتا اور ان کی صفوں کو روندتا ہوا مسلمہ کی طرف بڑھا۔ لشکر شام نے ہر طرف سے گھیر کر اس کو اور اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا جس میں اس کا بھائی محمد بھی تھا۔ خاتمہ جنگ کے بعد مسلمہ نے یزید کا سر خالد بن ولید بن عقبہ کے ہمراہ یزید بن عبدالملک کی خدمت میں روانہ کیا۔ بعض کے بقول یزید کو ہذیل بن زفر بن حرث کلابی نے ہلاک کیا تھا لیکن بہ وجہ تکبر گھوڑے سے سر کاٹنے کو نہ اترا۔ اسی وجہ سے کسی غیر شخص نے یزید کا سر اتارا تھا۔

مفضل بن مہلب کی واپسی

مفضل بن مہلب دوسری جانب لڑ رہا تھا۔ اس کو نہ یزید کے قتل کا حال معلوم تھا اور نہ اس کے ساتھیوں کے بھاگنے کا۔ تھوڑی دیر تک جنگ کرتا رہا۔ کسی وقت اس کے ہمراہی پسپا ہو کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور کسی وقت سینہ سپر ہو کر حملہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مفضل کو ان لوگوں کے مارے جانے کی خبر ہوئی۔ لوگ یہ سنتے ہی متفرق و منتشر ہو گئے اور مفضل واسط کی جانب چلا گیا۔

اسیران جنگ کا انجام

مفضل جونہی میدان جنگ سے ہٹا اہل شام یزید بن مہلب کی لشکر گاہ میں گھس پڑے۔ تھوڑی دیر تک ابورو بہ سردار مرجیہ اپنے ہمراہیوں کو لئے ہوئے لڑتا رہا۔ آخر الامر لشکر شام کا مقابلہ نہ کر سکا میدان جنگ خالی چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ مسلمہ نے تین سو آدمیوں کو گرفتار کر کے کوفے کی طرف بھیجا۔ اس کے بعد یزید بن عبدالملک کا ایک فرمان بنام محمد بن عمر بن ولید قیدیوں کے قتل کی بابت آپہنچا۔ محمد بن عمر بن ولید نے عریان بن ہیثم (افسر پولیس) کو ان کے قتل پر مامور کیا۔ اسی (80) آدمی بنو تمیم کے مارے جا چکے تھے کہ یزید بن عبدالملک کا دوسرا فرمان قیدیوں کی خطائیں معاف کرنے آ گیا اور باقی ماندہ قیدی چھوڑ دیئے گئے۔

کامیابی حاصل کرنے کے بعد مسلمہ حیرہ میں آ کر مقیم ہوا۔ واسط میں یزید کے مارے جانے کی خبر آئی تو اس کے لڑکے معاویہ نے عدی بن ارطاۃ، محمد بن عدی ارطاۃ، مالک وعبدالملک پسران مسمع کو مع تیس آدمیوں کے ہلاک کر ڈالا اور مال وخزانہ لے کر بصرہ کا رخ کیا۔ اس کا چچا مفضل بھی یہ خبر پا کر اس سے آملا اور کل بنو مہلب کو کشتیوں پر سوار کرا کے قندابیل کو روانہ ہو گیا۔ قندابیل میں وداع میں حمید ازدی والی تھا جس کو یزید بن مہلب نے مامور کیا تھا اس شرط پر کہ اگر اس کو بمقابلہ مسلمہ کے شکست ہوگی تو وداع بن حمید اس کے اہل وعیال کو امان دے گا۔ غرض رفتہ رفتہ مفضل و معاویہ مع اپنے اہل وعیال کے جبال کرمان میں جا اترے اور شکست خوردہ چاروں طرف سے آ کر اکٹھے ہونے لگے۔ مسلمہ نے مدرک بن حبیب کلبی کو مفضل کے گرفتار کر لانے پر مامور کیا۔ مفضل اور اس کے ساتھی لڑائی پر آمادہ ہوئے۔ مدرک بھی لشکر کی صفیں مرتب کر کے بھڑ گیا۔ مفضل کے ساتھیوں میں سے نعمان بن ابراہیم بن اشتر، محمد بن اسحاق بن محمد بن اشعث مارے گئے اور ابن صول والی قہستان گرفتار کر لیا گیا۔ عثمان بن اسحاق

بن محمد بن اشعث فرار ہو کر حلوان پہنچا، لیکن اس اجل رسیدہ کو حلوان بھی پناہ نہ دے سکا۔ مسلمہ کے آدمیوں نے سر اتار کر حیرہ میں مسلمہ کے پاس بھیج دیا۔ چند لوگ ابن مہلب کے ساتھیوں میں سے اپنے کئے پر پشیمان ہو کر واپس آئے، امان چاہی۔ مسلمہ نے ان کو امان دی۔ منجملہ امان چاہنے والوں کے، مالک بن ابراہیم بن اشتر اور ورد بن عبداللہ بن حبیب سعدی تمیمی تھا۔ بقیہ آل مہلب مع اپنے ساتھیوں کے قندابیل روانہ ہو گئے۔ قندابیل کے قریب پہنچے تو وداع بن حمید نے قندابیل میں داخل ہونے سے روکا مگر اس قدر ضرور سلوک کیا کہ آل مہلب کے ساتھ ہو کر ان کے دشمنوں سے لڑائی کرنے کے لئے نکلا۔

معرکہ قندابیل

مسلمہ نے شکست کے بعد آل مہلب مدرک بن حبیب کلبی کو جبال کرمان کی طرف لوٹا دیا تھا۔ اور آل مہلب کے تعاقب میں ہلال بن احور تمیمی کو روانہ کیا تھا۔ مقام قندابیل میں آل مہلب سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ جنگ کا بازار ہنوز گرم نہ ہونے پایا تھا کہ ہلال بن احور تمیمی نے ان کا جھنڈا اڑا دیا۔ وداع بن حمید وعبدالملک بن ہلال (جو آل مہلب کے میمنہ ومیسرہ پر تھے) امان کی طرف جھک پڑے۔ لوگ یہ دیکھ کر فرار ہو گئے۔ مگر آل مہلب کی غیرت نے یہ تقاضانہ کیا کہ میدان جنگ کو خالی چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ سب کے سب تلواریں نیام سے کھینچ کر کود پڑے اور تھوڑی دیر لڑ لڑ کر فرش زمین پر موت کی نیند سو رہے۔ مفضل، عبدالملک، زیاد، مروان، پسران مہلب، معاویہ بن یزید بن مہلب منہال بن ابی عینیہ بن مہلب عمرو مغیرہ پسران قبیصہ بن مہلب اس معرکے میں کام آئے اور ابو عینیہ بن مہلب، عمر بن یزید بن مہلب اور عثمان بن مفضل فرار ہو کر رتبیل بادشاہ کے پاس چلے گئے۔

بنومہلب کا انجام

خاتمہ جنگ کے بعد ہلال بن احور نے مقتولین کے سر مع عورتوں اور قیدیوں کے مسلمہ کے پاس حیرہ میں بھیج دیا۔ مسلمہ نے یزید بن عبدالملک کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ یزید نے ان سب کو عباس بن ولید کے ساتھ حلب میں بھیج دیا۔ عباس نے مقتولین کے سروں کو شارع عام پر نصب کر دیا۔ مسلمہ نے آل مہلب کی عورتوں کو فروخت کرنے کا قصد کیا۔ چنانچہ جراح بن عبداللہ حکمی نے ایک لاکھ درہم پر خرید کر کے رہا کر دیا۔ لیکن مسلمہ نے جراح سے یہ رقم نہ لی۔ باقی رہے بنومہلب کے قیدی، تو وہ جس وقت یزید بن عبدالملک کے پاس پہنچے، اور یہ تعداد میں تیرہ آدمی تھے، یزید بن عبدالملک نے قتل کا حکم دیا۔ یہ سب مہلب کی نسل سے تھے۔ عینیہ بن مہلب کو اس کی بہن ہند بنت مہلب نے پناہ حاصل کر کے بچالیا اور عمرو عثمان ایک زمانہ دراز تک رتبیل کے پاس ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ان کو اسد بن عبداللہ قسری نے امان دی اور وہ اس کے پاس خراسان میں آ گئے۔

امارت عراق وخراسان پر مسلمہ کا تقرر

جس وقت مسلمہ بن عبدالملک جنگ بنومہلب سے فارغ ہوا یزید بن عبدالملک نے اس کو عراق وخراسان کی گورنری مرحمت کی۔ بصرہ وکوفہ کی حکومت بھی اس کے سپرد کر دی۔ لہٰذا اس نے اپنی طرف سے کوفے پر محمد بن عمر بن ولید کو مامور کیا۔ اس سے پیشتر بعد بنومہلب کے امارت بصرہ پر شبیب بن حرث تمیمی متعین تھا۔ بجائے اس کے مسلمہ نے عبدالرحمٰن بن سلیم کلبی کو بھیجا۔ پولیس کی افسری عمر بن یزید تمیمی کو دی۔ عبدالرحمٰن بن سلیم نے بصرہ میں پہنچ کر بنومہلب کے ساتھیوں اور حامیوں سے میل جول بڑھایا۔ مسلمہ نے اس کو معزول کر کے عبدالملک بن بشر بن مروان کو بصرے کی امارت پر مامور کیا اور عمر بن یزید کو محکمہ پولیس کا افسر اعلیٰ بنایا اور خراسان پر اپنے داماد سعید بن عبدالعزیز بن حرث بن حکم بن ابی العاص ملقب بہ خذینہ کو مامور کیا۔

سعید بن عبدالعزیز

سعید بن عبدالعزیز نے خراسان پہنچ کر شعبہ بن ظہیر ہنشلی کو سمرقند کی ولایت پر بھیج دیا۔ شعبہ بن ظہیر نے سمرقند پہنچ کر صغد پر چڑھائی کی۔ اہل

صغد زمانہ حکومت عبدالرحمٰن بن نعیم میں باغی ہو گئے تھے شعبہ کے پہنچتے ہی پھر صلح کر لی۔ شعبہ نے عرب کو جو وہاں مقیم تھے سخت وست کہا اور بزدلی کا الزام لگایا۔ ان لوگوں نے معذرت کی کہ یہ بزدلی ان کے امیر علی بن حبیب عبدی کی وجہ سے سرزد ہوئی۔ بعدازاں سعید بن عبدالعزیز نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ کے عمال کو قید کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد ان کو رہا کر کے یزید بن مہلب کے مقرر کئے ہوئے عمال کو جیل میں بھیج دیا۔ اس الزام میں کہ ان لوگوں نے مال میں خیانت کی ہے۔ کچھ ان میں سے حالت قید ہی میں مر گئے اور بعض قید خانے میں مصائب کے دن جھیلتے رہے یہاں تک کہ ترک وصغد نے سعید سے جنگ کی چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ اس وقت سعید نے انہیں بھی رہا کر دیا۔

ہشام اور ولید کی ولیعہدی

جن دنوں یزید بن عبدالملک نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک اور برادر زادہ عباس بن ولید بن عبدالملک کے ہمراہ ایک لشکر یزید بن مہلب کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا تھا عباس نے کہا کہ اہل عراق بڑے غدار ہیں۔ ہم کو اندیشہ ہے کہ آپ کے بعد یہ لوگ ہاتھ پاؤں پھیلائیں گے اور اس وجہ سے ہمارے قویٰ مضمحل ہو جائیں گے۔ لہٰذا آپ عبدالعزیز بن ولید کو ولی عہد بنا جایئے۔ مسلمہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے حاضر ہو کر عرض کیا، ''امیر المومنین! آپ کا بھائی ولیعہدی کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ آپ کا لڑکا ابھی سن شعور کو نہیں پہنچا۔ مناسب یہ ہے کہ آپ ہشام اور اس کے بعد اپنے بیٹے ولید کو ولیعہد مقرر فرمایئے۔'' ولید کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی۔ چنانچہ یزید بن عبدالملک نے ہشام بن عبدالملک اور ہشام کے بعد ولید بن یزید کی ولیعہدی کی بیعت لی۔ اتفاقاً یزید بن عبدالملک کی حیات ہی میں ولید بالغ ہو گیا۔ جب وہ اس کو دیکھتا تھا تو کہہ اٹھتا تھا: بيني و بين من جعل هشاماً بيني و بينك۔

ترکوں کی بغاوت

سعید بن عبدالعزیز گورنر خراسان ہو کر آیا تو اہل خراسان نے اس کی عشرت پسندی کی وجہ سے اس کو کمزور خیال کر کے خزینہ کے لقب سے ملقب کیا۔ اس نے سمرقند پر شعبہ کو ابتداءً مامور کیا تھا جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ پھر اس کو معزول کر کے عثمان بن عبداللہ بن مطرف بن شخیر کو مقرر کیا۔ ترکوں نے اس کی کمزوری سے فائدہ حاصل کرنا چاہا۔ چنانچہ خاقان نے ان سب کو جمع کر کے صغد کی طرف بسرافسری کو صول روانہ کیا۔ بتدریج قصر باہلی پہنچے۔ وہاں ایک سو خاندان تھے جن میں ان کی خواتین بھی تھیں۔ ان لوگوں نے عثمان بن عبداللہ والی سمرقند کو اس سے مطلع کیا اور پھر اس خوف سے کہ کمک کے آنے میں شاید دیر ہو گی چالیس ہزار پر ترکوں سے مصالحت کر لی اور سترہ آدمیوں کو بطور ضمانت کے ان کے حوالے کر دیا۔

مسیب بن بشر

عثمان بن عبداللہ نے ترکوں کی شورش کی خبر سن کر لشکر کو مرتب کیا اور چار ہزار آدمیوں کے ساتھ (جس میں ہر قبیلہ کے آدمی تھے) مسیب بن بشر ریاحی کو بھیجا۔ مسیب نے تھوڑی دور چل کر اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''جو شخص جنگ کا ارادہ رکھتا ہو اور موت پر صبر کر سکتا ہو اس کو لازم ہے کہ آگے بڑھے۔'' ساتھیوں میں ایک ہزار آدمی لوٹ کھڑے ہوئے۔ کوس ڈیڑھ کوس چل کر مہلب نے پھر اسی فقرے کو دوہرایا۔ ایک ہزار اور لوٹ پڑے۔ پھر ایک کوس ڈیڑھ کوس راہ طے کرنے کے بعد اسی فقرے کو کہا تو مزید ایک ہزار آدمیوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ الغرض مسیب نے باقی ماندہ فوج کو ساتھ لئے ہوئے ترکوں سے دو کوس کے فاصلے پر پڑاؤ کیا۔ ایک دہقان نے حاضر ہو کر عرض کیا ''جن کو اہل قصر باہلی نے بطور ضمانت ترکوں کے سپرد کر دیا تھا۔ ترکوں نے تمہاری آمد کی خبر سن کر ان کو قتل کر ڈالا ہے اور کل بالضرور وہ جنگ کریں گے۔ میرے ہمراہ تین سو جنگی سپاہی ہیں اور وہ تمہاری کمک کو حاضر ہیں۔''

عبدالملک بن وثار سے مکالمہ

مسیب نے قصر باہلی کی طرف دو شخص (ایک عجمی اور ایک عربی) کو خبر لانے کی غرض سے روانہ کیا۔ رات اس قدر تاریک تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ

پہچان سکتا تھا۔ قصر کے قریب پہنچ کر ان دونوں شخصوں نے پکارا۔ اہل قصر میں سے کسی نے ڈانٹ کر کہا ''چپ ہو جاؤ کیوں شور مچاتے ہو۔'' مخبروں نے جواب دیا ''تم فلاں شخص (عبدالملک بن وثار) کو بلاؤ۔ ہم ان سے کچھ کہنے کو آئے ہیں'' عبدالملک بن وثار آ گیا۔ ان لوگوں نے میتب کے لشکر کے آنے کا حال بتلایا اور پوچھا کہ ''کیا تم میں اتنی طاقت ہے کہ کل ترکوں کا مقابلہ کر سکو گے؟'' عبدالملک بن وثار نے کہا ''مقابلہ کا کیا ذکر ہے ہم نے تو اپنے کو مردہ سمجھ لیا ہے''۔ مخبروں نے واپس ہو کر میتب کو اس سے باخبر کیا۔ میتب نے ترکوں پر شب خون مارنے کا قصد کیا۔ ہمراہیوں نے کہا ''ہم لوگ مر کر میدان جنگ سے اٹھنے پر بیعت کرتے ہیں'' میتب نے کوچ کا حکم دیا۔ پورا دن چلنے ہی میں گزارا۔ رات آتے ہی ٹھہر گیا۔ اپنے لشکریوں کو جنگ کی ترغیب دینے لگا۔ قریب صبح پھر ان کو ایک پر جوش تقریر سے ابھار کر بولا کہ دیکھو تمہارا اشعار ''یا محمدؐ'' ہو گا۔ تم لوگ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرنا۔ سینہ سپر ہو کر میدان جنگ میں جانا اور اپنے جانوروں کو ذبح کر ڈالو۔ تا کہ میدان جنگ سے فرار کا خیال بھی رفع ہو جائے اور جی توڑ کر لڑو۔ تم میں کچھ کمی نہیں ہے۔ سات سو اسلامی تلواریں ایک لشکر کے تباہ کرنے کو کافی ہیں گو وہ کیسا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

ترکوں کی ہزیمت

لشکریوں نے نہایت خوشی سے اس حکم کی تعمیل کی اور سپیدۂ سحر کے نمودار ہونے سے تھوڑا پہلے لشکر ترک پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے۔ میتب اپنے لشکر کے آگے آگے رجز کے اشعار پڑھتا جاتا تھا اور اس کے ساتھی حملے پر حملے کرتے جاتے تھے۔ ترکوں کو جواب دینا دشوار ہو گیا۔ بڑے بڑے نامور ترک اس معرکے میں کام آ گئے۔ باقی ماندہ میدان جنگ سے جی چرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ میتب کے منادی نے پکار کر کہا: ''بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرو۔ محل کی طرف بڑھو اور ان میں جس کو اپنا مخالف پاؤ قتل کر ڈالو۔ جس طرح ممکن ہو نہر کا پانی نکال ڈالو۔ جو شخص کسی عورت یا ضعیف یا لڑکے کو اپنے ساتھ لے جائے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ دے گا اور اگر اس کو اس پر قناعت نہ ہو گی تو چالیس درہم دیئے جائیں گے۔'' لہٰذا میتب کے سپاہی نے دیکھتے ہی دیکھتے اہل قصر کو سرقند اٹھا لائے اور ترکی فوج اگلے دن اپنا سا منہ لے کر لوٹ گئی۔ ایک ترک بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ عساکر اسلامیہ ان کے مقتولین کی کثرت دیکھ دیکھ کر کہتے تھے۔ کم من الذین جاؤنا بالامس۔

معرکہ صغد

صغد کی عہد شکنی اور ترکوں کے ساتھ مسلمانوں پر چڑھ آنے کے بعد سعید نے ان پر حملہ کرنے کے ارادے سے عساکر اسلامیہ کا جائزہ لیا اور سامان ضروری مہیا کر کے نہر عبور کی۔ ترکوں اور صغد کے ایک گروہ سے مقابلہ ہو گیا۔ عساکر اسلام نے ان کو پہلے ہی حملے میں شکست دی۔ سعید نے لشکریوں کو ان کے تعاقب سے یہ کہہ کر کہ ''یہ لوگ جابیہ امیر المومنین ہیں'' روکا۔ ابتداءً لشکری رک تو گئے مگر پھر اس وادی کی طرف بڑھ گئے جو ان کے اور مرج کے درمیان میں واقع تھی اور طرہ اس پر یہ ہوا کہ لشکر کا بعض حصہ اس وادی کو بھی طے کرنے لگا۔ ترک پہلے ہی سے کمین گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عساکر اسلام کو وادی سے گزرتا ہوا دیکھ کر نکل پڑے۔ لہٰذا مسلمانوں کو شکست ہوئی اور بھاگ کر وادی کے کنارے پر پہنچے۔

بعض کے بقول جن کو شکست ہوئی تھی وہ مسلمانوں کے مسلحہ تھے اور منجملہ ان لوگوں کے جو اس اتفاقی واقعہ میں کام آئے شعبہ بن ظہیر مع پچاس آدمیوں کے تھا۔ ہنوز ترکوں کے ہاتھ مسلمانوں کے قتل و غارت سے نہ رکنے پائے تھے اور وہ بیچارے اس ناگہانی زبردست حملہ سے پریشان ہو کر بھاگے جا رہے تھے کہ امیر لشکر بقیہ فوج کے ساتھ آ گیا۔ ترکوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ منہ کے بل ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگ کھڑے ہوئے۔

سعید کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کوئی لشکر شب خون مارنے کو بھیجتا اور وہ کامیاب ہو کر مال غنیمت اور قیدیوں کو لئے ہوئے واپس آتا تو قیدیوں کو رہا کر دیتا اور لشکریوں پر بھی ناراض ہوتا تھا۔ سعید کی انہی حرکات نے لوگوں میں بددلی پیدا کر رکھی تھی اور اسی وجہ سے وہ لوگ اسے کمزور کرنے کی کوشش میں تھے۔

حیان نبطی کا انجام

اسی جنگ میں سورہ بن الجبر اور حیان نبطی میں ناچاقی ہوگئی تھی (اور یہی سبب اس کی موت کا ہوا) اس وجہ سے کہ سعید نے جس وقت عساکر اسلام کو صغد کے تعاقب سے روکنے کا حکم دیا تھا منادی نے پکار کر کہا تھا ''اے حیان ان لوگوں کے تعاقب سے واپس آ''۔ حیان بولا: ''اللہ تجھے غارت کرے میں ان کو نہ چھوڑوں گا''۔ سورہ نے پھر چلا کر کہا: ''اے نبطی لوٹ آ''۔ حیان نے چلا کر جواب دیا: ''اللہ تجھے روسیاہ کرے کیوں چلاتا ہے''۔ سورہ کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ واپسی کے بعد سعید کو یہ فقرہ دیا کہ ''اسی (حیان) نے خراسان کو قتیبہ کا مخالف بنایا تھا اور عجب نہیں، کہ تم پر بھی یہ کوئی وار کرے اور کسی قلعہ مستحکم میں جا کے پناہ گزین ہو جائے''۔ سعید اس دم پٹی میں آ کر سورہ سے کہنے لگا: ''دیکھو ان باتوں کو کوئی سننے نہ پائے''۔ بعد ازاں حیان کو اپنی مجلس میں بلا کر دودھ پینے کو دیا جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ پیتے ہی پاؤں لڑکھڑا گئے۔ سعید نے ایک لات مار کر گرا دیا اور چند راتیں زندہ رہ کر مر گیا۔

مسلمہ کی معزولی

مسلمہ بن عبدالملک شروع زمانہ گورنری سے عراق و خراسان کے خراج کا کوئی حصہ دارالخلافہ دمشق کو نہیں بھیجتا تھا اور یزید بن عبدالملک اس کے معزول کرنے سے ہچکچاتا تھا۔ لیکن ایک مدت کے غور و فکر کے بعد لکھ بھیجا کہ کسی کو اپنے صوبے پر مامور کر کے چند روز کے لئے چلے آؤ۔ چنانچہ مسلمہ 103ھ یا 104ھ میں دمشق کی جانب روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں عمر بن ہبیرہ سے ملاقات ہوئی۔ عندالاستفسار عمر بن ہبیرہ نے کہا ''مجھے امیر المومنین نے بنو مہلب کے مال و اسباب کے ضبط کرنے کو بھیجا ہے''۔ مسلمہ اس فقرے میں آ گیا مگر ایک ہمراہی اس کو بھانپ گیا۔ تخلیہ میں مسلمہ سے کہنے لگا۔ ''امیر المومنین کا ابن ہبیرہ کو جزیرے سے طلب فرما کر ایسے مبتذل کام کے لئے عراق روانہ کرنا نہایت تعجب خیز امر ہے''۔ مسلمہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ تھوڑے دنوں بعد یہ خبر آئی کہ ابن ہبیرہ نے مسلمہ کے مقرر کئے ہوئے عمال کو معزول کر دیا۔

ابن ہبیرہ

عمر بن ہبیرہ بہت چالاک اور ہوشیار آدمی تھا۔ حجاج اس کو لشکر کے ساتھ اکثر روانہ کرتا تھا۔ جن دنوں مطرف بن مغیرہ نے حجاج سے سرکشی کی تھی حجاج نے جو لشکر مطرف کی سرکوبی کو بھیجا تھا اس میں عمر بن ہبیرہ بھی تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہی مطرف کو قتل کر کے سر اتار لایا تھا اور حجاج نے اس کو سر لے کر عبدالملک کے پاس بھیجا تھا۔ عبدالملک نے اس صلے میں دمشق کے قریب ایک مسلم قریہ (گاؤں) جاگیر میں دے دیا تھا۔ اس کے بعد حجاج نے عمر بن ہبیرہ کو کردم ابن مرثد فراری کے پاس مال لینے کو بھیجا۔ عمر بن ہبیرہ اس سے مال وصول کر کے حجاج کے پاس نہ گیا بلکہ عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہو کر پناہ گزیں ہو گیا اور یہ بہانہ کیا کہ میں نے حجاج کے چچا زاد بھائی کو قتل کر ڈالا ہے اس وجہ سے مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے۔ عبدالملک نے اس جال میں آ کر امان دے دی۔ حجاج کو یہ خبر لگی تو اس نے ابن ہبیرہ کا کردم سے مال وصول کرنے اور بھاگنے کا حال لکھ بھیجا اور اس کے گرفتار کرنے کی درخواست کی۔ مگر عبدالملک نے اس پر توجہ نہ کی اور یہ اور اس کے بیٹے برابر ابن ہبیرہ کی عزت افزائی کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر فائز ہوئے اور انہوں نے اپنی طرف سے ابن ہبیرہ کو روم پر آرمینہ کی طرف سے حملہ کرنے کو روانہ کیا۔ چنانچہ ابن ہبیرہ نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔ رومیوں کے سات سو آدمیوں کو ایک خون ریز لڑائی کے بعد گرفتار کر لایا۔ پھر یزید بن عبدالملک کے دور خلافت میں ابن ہبیرہ نے اس کی محبوبہ ''حبابہ'' سے گورنری عراق کی سفارش کرائی۔ چنانچہ مسلم بن عبدالملک کی جگہ پر اسے مامور کر دیا گیا۔

سعید خذینہ کی معزولی

ابن ہبیرہ جوں ہی خراسان و عراق کے گورنری سے ممتاز کیا گیا مجشر بن مزاحم سلمی اور عبداللہ بن عمر لیثی ایک وفد کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ سعید

خذینہ کی شکایت پیش کی جو خراسان و عراق کا مسلمہ کی طرف سے والی اور اس کا داماد تھا۔ ابن ہبیرہ نے اس کو معزول کر کے سعید بن عمر حریشی کو مقرر کیا۔ سعید کے پہنچتے ہی سعید خذینہ چارج دے کر بلا کسی تعرض کے خراسان سے روانہ ہو گیا۔ یہ وہ دور تھا کہ اسلامی عساکر اور دشمنان دین میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور مسلمانوں کے پاؤں ڈگمگا چلے تھے۔ سعید حریشی نے سب کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ جہاد کی فضیلت بیان کی اور ان کو سینہ سپر ہو کر لڑنے پر ابھارا۔ صغد یہ سن کر خوفزدہ ہو گئے کیونکہ انہوں نے خذینہ کے عہد حکومت میں ترکوں کا ساتھ دیا تھا۔ بادشاہ صغد نے کہا ''ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ بقایا خراج ادا کر دو اور آئندہ خراج دینے اور آباد ہونے اور اس کے ساتھ ہو کر لڑنے کا عہد کرو۔ مزید اطمینان کے لئے چند لوگوں کو اس کے سپرد کر دو۔'' اہل صغد نے اس کو منظور نہ کیا اور اس بات پر راضی اور متفق ہوئے کہ بادشاہ فرغانہ سے پناہ طلب کی جائے اور اسی کے جوار میں چل کر قیام کیا جائے۔ مجبور ہو کر بادشاہ صغد بھی اہل صغد کے ساتھ اپنا ملک چھوڑ کے خجندہ پہنچا اور بادشاہ فرغانہ سے شعب عصام میں ٹھہرنے کی اجازت طلب کی۔ بادشاہ فرغانہ نے کہلا بھیجا کہ تمیں یا چالیس دن تک صبر کرو کہ شعب عصام تمہارے لئے خالی کیا جائے۔ فی الحال ہمارے پاس تمہارے ٹھہرنے کے لائق کوئی مقام نہیں ہے۔

صغد پر لشکر کشی

ہنوز میعاد تمام نہ ہونے پائی تھی کہ 104ھ کا دور آ گیا اور سعید حریشی نے اہل صغد پر چڑھائی کر دی۔ نہر کو پار کر کے قصر ریح پر جا ٹھہرا جو دبوسیہ سے دو کوس کے فاصلے پر تھا۔ بادشاہ فرغانہ کے چچازاد بھائی نے حاضر ہو کر اہل صغد کے حال سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتلا دیا کہ وہ لوگ ابھی خجندہ میں ہیں اور اس وقت تک بادشاہ فرغانہ کی پناہ میں داخل نہیں ہوئے۔ سعید حریشی نے اس کے ساتھ عبدالرحمٰن قشیری کو بسرافسری ایک لشکر کے روانہ کیا اور اس کی روانگی کے فوراً بعد خود بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے چل کھڑا ہوا۔ جب اسلامی لشکر خجندہ پر پہنچا اہل صغد مقابلے پر آئے اور جنگ ہوئی۔ بالآخر اہل صغد شکست کھا کر بھاگے اور بمصداق چاہ کندرا چاہ در پیش، غلطی سے اسی راستہ کو اختیار کیا جس میں خندق کھود کر مٹی اور نے سے مسلمانوں کے گرنے کے لئے پاٹ دیا تھا۔ اللہ جل شانہ نے ان ہی لوگوں کو خندق میں گرا دیا۔ باقی جو بچ رہے ان کو حریشی نے اپنے حصار میں لے لیا۔ اہل صغد نے گھبرا کر بادشاہ فرغانہ سے امان طلب کی۔ بادشاہ فرغانہ نے صاف جواب دے دیا کہ تمہاری اور ہماری یہ شرط طے پائی تھی کہ قبل میعاد مقررہ ہم تم کو امان نہ دیں گے اور ہنوز وہ میعاد تمام نہیں ہوئی۔ انہوں نے مجبور ہو کر سعید حریشی سے ان شرائط کے ساتھ مصالحت کی درخواست کی۔ ایک یہ کہ جتنے بھی عرب ان کے قید میں ہیں حریشی کو واپس دے دیں گے۔ دوسرے یہ کہ بقایا خراج ادا کر دیں گے۔ تیسرے یہ کہ کوئی شخص خجندہ میں قیام پذیر نہ ہوگا۔ چوتھے یہ کہ اگر کوئی امر خلاف معاہدہ کریں یا کسی قسم کی پیش قدمی کریں تو ان کا خون مباح ہو جائے گا۔ حریشی نے ان شرائط کو قبول کر لیا۔

اہل صغد کا انجام

اہل صغد خجند ہ سے نکل کر لشکر گاہ اسلام میں آئے اور ان کے امن کے جھنڈے کے نیچے فروکش ہوئے۔ اس کے بعد ہی حریشی کو یہ اطلاع ملی کہ اہل صغد میں سے ایک شخص نے ایک قیدی عورت کو قتل کر ڈالا ہے۔ حریشی نے تفتیش کے بعد قاتل کو سزائے قتل دی۔ اس بناء پر رؤساء صغد میں سے ایک شخص نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ چند سپاہیوں نے اس کے فرو کرنے کی کوشش کی مگر نقصان کے ساتھ پسپا ہوئے۔ اہل صغد نے مسلمان قیدیوں کو جو ان کے پاس تھے اور تعداد میں تقریباً ڈیڑھ سو تھے ہلاک کر ڈالا۔ عساکر اسلامیہ کو اس سے اشتعال پیدا ہوا۔ نہایت سختی سے ان کا محاصرہ کر کے لڑنے لگے۔ اہل صغد کے پاس آلات حرب نہ تھے وہ لکڑیوں اور پتھروں سے مقابلہ کر رہے تھے۔ تین ہزار یا سات ہزار اس کے متعلق مختلف روایات ہیں لڑ کر میدان جنگ میں تلوار اور نیزے کے سایے میں موت کی نیند سو رہے۔ حریشی نے ایک اطلاعی عرضی یزید بن عبدالملک کی خدمت میں بھیجی اور عمر بن ہبیرہ کو اس سے آگاہ نہ کیا۔ یہی امر ایسا واقع ہوا کہ جس سے عمر بن ہبیرہ کو حریشی سے کشیدگی پیدا ہو گئی۔

اہل کش سے مصالحت

اس کامیابی کے بعد سعید حریشی نے ایک چھوٹا سا لشکر بسرافسری سلیمان بن ابی السری قلعہ صغد کی جانب روانہ کیا جس میں خوارزم شاہ و بادشاہ آجرون وسومان وغیرہ بھی تھے۔ اس کے مقدمتہ الجیش پر میتب ابن بشر ریاحی تھا۔ اہل قلعہ ان کی آمد سن کر جنگ کرنے کے لئے آئے اور پہلے ہی حملے میں شکست کھا کر قلعہ میں جا چھپے۔ سلیمان نے محاصرہ کرلیا۔ اہل قلعہ نے مجبوراً صلح کی درخواست کی۔ شرط یہ قرار پائی کہ اہل قلعہ سے تعرض نہ کیا جائے۔ جو مال واسباب ہے اس کو لے لیں۔ سلیمان نے اس شرط سے مصالحت کرلی اور حریشی کو اس سے آگاہ کیا۔ حریشی نے ایک شخص کو اس کام کی انجام دہی پر مامور کیا۔ پس اہل قلعہ حسب قرارداد شرط قلعہ چھوڑ کر نکل گئے اور مسلمانوں نے ان کے مال واسباب پر قبضہ کرلیا۔
اس کے بعد حریشی نے کش پر پہنچ کر جنگ کا نیزہ گاڑا۔ اہل کش نے دس ہزار آدمیوں پر صلح کرلی۔ حریشی نے اس کے وصول کرنے پر نصر بن سیار کو متعین کیا اور کش ونسف کے جنگ ومال کی سلیمان بن السری کو افسری دی۔ اس کے بادشاہ قشقری کو پناہ دے کر قلعہ سے بلایا اور اپنے ساتھ لئے ہوئے مرو کو روانہ ہوا۔ اثناء راہ میں اس سے بدظن ہو کر قتل کر ڈالا۔

معرکہ مرج حجارہ

جزیرہ وآرمینیہ سے ابن ہبیرہ کے چلے جانے کے بعد ثبیت بہرانی عساکر اسلامیہ کا امیر بنایا گیا۔ خزر (یعنی ترکمان) نے اس کے مقابلے کے لئے بہت بڑا لشکر مرتب کیا۔ ترک کے مختلف اقوام مثل قپچاق وغیرہ نے اپنے بھائیوں کی کمک پر کارآزمودہ جنگ آوروں کو روانہ کیا۔ مقام مرج حجارہ میں صف آرائی کی نوبت آئی۔ اتفاقاً پہلے ہی حملہ میں عساکر اسلامیہ کو شکست ہوگئی۔ ترکوں نے مسلمانوں کی لشکرگاہ میں گھس کر جو پایا لوٹ لیا۔

جراح بحیثیت گورنر آرمینیہ وجزیرہ

مسلمانوں کا لشکر شکست پا کر دمشق میں یزید بن عبدالملک کے پاس پہنچا۔ یزید بن عبدالملک نے آرمینیہ وجزیرہ کی سند گورنری جراح بن عبداللہ الحکمی کو دی اور ایک بہت بڑے لشکر کو اس کی اعانت پر متعین کیا۔ چنانچہ جراح حسب حکم یزید بن عبدالملک خزر سے لڑنے کو چلا۔ خزر یہ سن کر باب والابواب کی طرف لوٹ گیا اور جراح نے بردعہ میں پہنچ کر قیام کیا۔ کچھ دن آرام کرنے کے بعد پھران کی طرف کوچ کیا۔ نہر کو عبور کر کے پڑاؤ کردینے کی خبر مشہور کردی تاکہ ترکوں کے جاسوس واپس لوٹ جائیں۔ جوں ہی رات ہوئی جراح نے ''الرحیل'' ''الرحیل'' کی ندا کرادی اور نہایت تیزی سے صبح ہوتے ہوتے شہر باب پر پہنچ کر جنگ کا نیزہ گاڑ دیا۔ ترک بھی نہایت مردانگی سے ان کے مقابلے پر آئے۔ اس لشکر کا سرداران کا شاہزادہ تھا۔ نہر زمان پر لڑائی ہوئی۔ ایک بڑی خون ریز لڑائی کے بعد ترکمان کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ عساکر اسلامیہ نے ان کی لشکرگاہ کو لوٹنے کے بعد قلعہ حصین پر دھاوا کردیا۔ اہل قلعہ نے جزیہ دے کر اپنی جان بچائی۔ جراح نے ان لوگوں کو قلعہ سے نکال کر دوسرے شہر روانہ کردیا۔

بلنجر کی فتح

اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد جراح نے شہر برغوا پر فوج کشی کی۔ چھ دن تک محاصرہ کئے ہوئے شہر کے اردگرد چکر لگاتا رہا۔ ساتویں روز اہل شہر نے امان حاصل کر کے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ جراح نے انتظاماً ان سے بھی شہر خالی کرا کے دوسرے مقام پر بھیج دیا اور لشکر کو از سر نو مرتب کر کے بلنجر پر جا پہنچا۔ ترکوں نے بڑی بے جگری سے مقابلہ کیا مگر عساکر اسلامیہ کی خاراشگاف تلواروں اور نوک دار نیزوں نے بلنجر کے قلعہ کو ہزاروں ترکوں کا خون بہا کر فتح کرلیا۔ فتح مند لشکر نے جو کچھ قلعہ میں تھا لوٹ لیا۔ تقسیم کے وقت تین تین سو دینار سواروں کے حصے میں آئے۔ جو

قیمت میں تقریباً تین ہزار تھے۔ اس کے بعد جراح نے والی قلعہ بلنجر کو اپنی جانب سے قلعہ سپرد کر دیا اور اس کے اہل وعیال اور مال واسباب کو واپس دے دیا۔ اس خدمت کے صلے میں کہ وہ کفار کی حرکات وسکنات سے مسلمانوں کو خبردار کرتا رہے گا۔ والی قلعہ بلنجر نے کمال تشکر کے ساتھ اس خدمت کو قبول کیا اور جراح بلنجر سے کوچ کر کے قلعہ وبید پر جا اترا جہاں کہ ترکوں کے ایک ہزار خاندان آباد تھے۔ اہل قلعہ نے فوراً تاوان جنگ اور جزیہ دے کر صلح کر لی۔ پھر کچھ عرصے کے بعد ترکمانوں نے جمع ہو کر عساکر اسلامیہ کے راستے روک لئے۔ والی قلعہ بلنجر نے جراح کو اس سے مطلع کیا جراح نے رستاق ہی میں قیام کیا اور یزید بن عبدالملک میں خدمت میں ایک اطلاعی عرض داشت بھیج دی جس میں اپنی فتوحات کو بالتفصیل لکھا تھا اور ترکوں کی بدعہدی کا تذکرہ کر کے امداد مانگی تھی۔ یزید بن عبدالملک کی عمر کا یہ آخری مرحلہ تھا اس وجہ سے اس کے انتقال کے بعد ہشام بن عبدالملک نے کمک بھیجی اور اس کو اس کے عہدے پر بحال رکھا۔

عبدالرحمٰن بن ضحاک کی معزولی

عبدالرحمٰن بن ضحاک، زمانہ عمر بن عبدالعزیز سے حجاز کی گورنری پر تھا۔ تین سال تک اس عہدے پر رہا۔ بعدازاں فاطمہ بنت الحسین کی لڑکی سے عقد کرنے کا شوق اس کے دل میں پیدا ہوا۔ بے دھڑک خطبہ کرنے کی غرض سے خدمت علیا میں جا پہنچا۔ آپ نے اس سے انکار کیا۔ اس پر عبدالرحمٰن بن ضحاک نے یہ دھمکی دی کہ ''میں تمہارے بیٹے عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو شراب خوری کے الزام میں درے سے پٹواؤں گا۔'' فاطمہ بنت الحسین اس وقت یہ سن کر خاموش ہو گئیں۔

مدینہ منورہ کی دیوان پر ایک شخص ابن ہرمز نامی شام کا رہنے والا تھا جو اسی زمانہ یزید بن عبدالملک کی خدمت میں حساب سمجھانے کے لئے جا رہا تھا۔ فاطمہ بنت الحسین کی صاحبزادی نے اس سے رخصت ہونے کے وقت تک بر سبیل تذکرہ فرما دیا تھا کہ جو تکالیف مجھے ابن ضحاک سے پہنچ رہی ہیں اور جس قسم کی وہ مجھے دھمکی دے رہا ہے امیر المؤمنین کو اس سے مطلع کر دینا۔ ابن ہرمز کے چلے جانے کے بعد آپ نے ایک ایلچی بھی مع اپنے نامہ کے یزید کے پاس بھیجا۔ اتفاقاً یہ قاصد یزید بن عبدالملک کے پاس اس وقت پہنچا جب کہ ابن ہرمز بیٹھا ہوا مدینہ کے حالات بیان کر رہا تھا۔ حاجب نے حاضر ہو کر عرض کیا: ''فاطمہ بنت الحسین کا قاصد حاضری کی اجازت چاہتا ہے''۔ یہ سنتے ہی ابن ہرمز نے فاطمہ بنت الحسین کا پیام جس کو وہ بھول گیا تھا، عرض کر دیا۔ یزید بن عبدالملک نے چیں بہ جبیں ہو کر کہا ''بڑے افسوس کی بات ہے کہ تو اس قسم کا پیام لے کر آیا ہے اور اس سے مجھے آگاہ نہیں کرتا''۔ ابن ہرمز نے معذرت کی۔ اس اثناء میں فاطمہؓ بنت الحسین کے قاصد نے حاضر ہو کر خط دیا۔ یزید بن عبدالملک کا چہرہ خط پڑھتے ہی غصہ سے سرخ ہو گیا۔ ہاتھ میں خیزران کی ایک چھڑی تھی اس سے زمین کو کھودنے لگا۔ پھر غضب آلود ہو کر بولا: ''ابن ضحاک نے ایسی بڑی دلیری کی۔ کیا کوئی ایسا شخص ہے کہ جو ابن ضحاک کو اس قدر تکلیف دے کہ اس کی آواز میرے کان تک آئے۔'' حاضرین نے عرض کیا ''عبدالواحد بن عبداللہ قسری''۔ یزید بن عبدالملک نے اپنے دست خاص سے عبدالواحد لکھا: ''میں نے تجھے مدینہ کی گورنری دی۔ اس خط کے دیکھتے ہی ابن ضحاک کے پاس جا اور اس کو معزول کر دے اور اس سے چالیس ہزار دینار جرمانہ وصول کر اور اس کو اتنی اذیت دے کہ اس کی آواز مجھے سنائی دے درآنحالیکہ میں اپنے بستر استراحت پر ہوں۔''

امارت حجاز پر عبدالواحد کا تقرر

قاصد یہ فرمان لئے ہوئے سیدھا عبدالواحد کے پاس گیا۔ ابن ضحاک یہ سن کر گھبرا اٹھا۔ قاصد کو بلا کر ایک ہزار دینار دیئے۔ قاصد نے کل واقعہ بیان کر دیا۔ ابن ضحاک اسی وقت مدینہ منورہ چھوڑ کر مسلمہ بن عبدالملک کے دامن عاطفت میں جا چھپا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے یزید بن عبدالملک سے ابن ضحاک کی سفارش کی۔ یزید بن عبدالملک نے معافی سے انکار کیا۔ تب مسلمہ بن عبدالملک نے اس کو عبدالواحد کے پاس مدینہ منورہ واپس کر دیا۔

ابن ضحاک کا انجام

عبدالواحد اس کو حسب ہدایت یزید بن عبدالملک طرح طرح کی اذیتیں دینے لگا۔ دانے دانے کو محتاج ہو گیا۔ بالوں کا جبہ پہنے لوگوں سے سوال کرتا پھرتا تھا۔ چونکہ اس نے انصار کو اپنے زمانہ حکومت میں بے حد ستایا تھا اس وجہ سے ان لوگوں نے اس کی ہجو میں قصائد لکھے۔ عبدالواحد قسری اہل مدینہ سے بحسن سلوک پیش آتا تھا۔ چھوٹے بڑے سبھی اس سے خوش تھے۔ قاسم و سالم پسران عبداللہ بن عمرؓ اس کے ہر کام میں مشیر تھے۔ اس کی تقرری اور ابن ضحاک کی معزولی شوال 104 ھ میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔

سعید حریشی کی معزولی

سعید حریشی جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں ابن ہبیرہ کی جانب سے خراسان کا عامل تھا لیکن اس سے کچھ تعلق نہ رکھتا تھا۔ جب کبھی عرض و معروض کی ضرورت ہوتی براہ راست خلیفہ کی خدمت میں اپنے مراسلات روانہ کر دیتا تھا اور براہ طنز ابن ہبیرہ کی کنیت ابوالمثنیٰ رکھ لی تھی۔ ابن ہبیرہ کو ان واقعات سے آگاہی ہوئی۔ حریشی پر ایک جاسوس مقرر کر دیا۔ حریشی کے حالات اس سے فزوں تر دیکھے اور پائے گئے جو ابن ہبیرہ کو پہلے معلوم ہو چکے تھے۔ اس سبب سے ابن ہبیرہ نے اس کو معزول کر دیا اور اس قدر تکلیف دی کہ اس نے زر جرمانہ ادا کر دیا۔ بایں ہمہ اس کے قتل کا بھی قصد کر لیا تھا مگر پھر کچھ سوچ سمجھ کر رک گیا۔

مسلم بن سعید کی تقرری

حریشی کی معزولی کے بعد مسلم بن سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو خراسان کی ولایت سپرد کی گئی۔ اس نے خراسان میں پہنچ کر حریشی کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور تکلیف دینے لگا۔ پھر جب اس واقعہ کے بعد ابن ہبیرہ عراق سے فرار ہوا تو خالد قسری نے ابن ہبیرہ کو گرفتار کرلانے پر حریشی کو مامور کیا۔ حریشی نے فرات پر ابن ہبیرہ کو جا گھیرا اور اس سے ہنس کر کہنے لگا: ''کیوں بھائی تمہارا میری نسبت کیا خیال ہے؟'' جواب دیا: ''مجھے یقین ہے کہ تم اپنی قوم کے ایک شخص کو اس کے حوالے نہ کرو گے جو قسر کے خاندان کا ہے'' حریشی نے یہ کہہ کر کہ ''ہاں ایسا ہی معاملہ ہے۔'' چھوڑ دیا اور واپس آ گیا۔

یزید بن عبدالملک کی وفات

یزید بن عبدالملک اپنی خلافت کے چوتھے سال شعبان 105 ھ میں حاں بحق ہوا۔ اس کا بھائی ہشام بن عبدالملک اسی کی ولیعہدی کے مطابق مسند خلافت پر فائز ہوا جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے۔

باب: ۹

ہشام بن عبدالملک

105ھ تا 125ھ

ہشام یزید بن عبدالملک کی وفات کے وقت حمص میں تھا۔ موت کی خبر ملی تو دمشق میں آیا۔ تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی ابن ہبیرہ کو حکومت عراق سے معزول کر کے خالد بن عبداللہ قسری کو سند گورنری عطا کی۔ خالد سند گورنری حاصل کر کے اسی روز عراق کی جانب روانہ ہو گیا۔

مسلم وافشین کی جنگ

105ھ میں مسلم بن سعید والی خراسان بقصد جنگ ترک نہر عبور کر کے ان کے بلاد پر جا پہنچا۔ دو ایک لڑائیاں لڑیں لیکن کوئی شہر فتح نہ ہوا اور وہ بے نیل ومرام واپس ہوا۔ ترکوں نے پیچھا کیا اور نہر کے قریب مسلم سے جا بھڑے۔ مسلم نہایت سرعت سے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نہر عبور کر گیا اور ترک خاک چاٹ کر اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ پھر اسی سنہ کے آخری مہینے میں اس نے ترکوں پر چڑھائی کی اور افشین پر چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ مجبور ہو کر افشین نے چھ ہزار آدمیوں پر مصالحت کر لی اور صلح کے بعد قلعہ بھی حوالے کر دیا۔

ابن درہم

پھر مسلم 106ھ میں بقصد جہاد لشکر مرتب کرنے لگا۔ مگر لوگوں نے خروج میں تاخیر کی۔ منجملہ ان لوگوں کے جنہوں نے جہاد پر جانے میں تاخیر کی تھی بختری بن درہم تھا۔ مسلم نے نصر بن سیار کو لوگوں کے اکٹھا کرنے اور جہاد پر بھیجنے کی غرض سے بلخ کو روانہ کیا۔ (بلخ کا عامل ان دنوں عمر بن قتیبہ مسلم کا بھائی تھا)۔ نصر نے بختری اور زیاد بن طریف باہلی کے دروازے جلا دیئے۔ بعد ازاں عمر بن قتیبہ نے ان لوگوں کو بلخ میں داخل ہونے سے روکا اور سعید اس وقت نہر عبور کر چکا تھا۔ نصر بن سیار بروقان میں ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ ربیعہ اور ازد بروقان میں نصر سے نصف فرسنگ کے فاصلے پر آ کر اکٹھے ہوئے۔ مضر نے نصر کی طرف اور عمر بن مسلم نے ربیعہ وازد کی جانب خروج کیا۔ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر مصالحت کرانے کی کوشش کی۔ نصر نے مراجعت کا قصد کیا۔ لیکن بختری وعمر بن مسلم نے نصر پر حملہ کر دیا۔ پھر کیا تھا نصر بھی ٹوٹ پڑا۔ اٹھارہ آدمیوں کو ان میں سے ہلاک کر ڈالا۔ بختری وعمر بن مسلم کے ساتھی میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ عمر بن مسلم، بختری، زیاد بن طریف گرفتار ہو کر حاضر لائے گئے۔ نصر نے ان کو سو سو درے لگوائے۔ ان کے سروں اور ڈاڑھیوں کو منڈوا کر مردہ جانوروں کی کھالیں پہنائیں۔

بعض کے بقول عمر بن مسلم کو تمیم کی شکست کے باعث سزا دی گئی تھی جبکہ بعض کہتے ہیں ربیعہ وازد کی شکست کے باعث سے۔ بہر کیف اس واقعہ کے بعد نصر نے ان لوگوں کو پناہ دے کر مسلم بن سعید کے پاس چلے جانے کا حکم دے دیا۔

مسلم کی فرغانہ کی جانب پیش قدمی

نہر عبور کرنے کے بعد مسلم کے پاس اس کے بقیہ ہمراہی جب آ ملے تو اس نے بخارا کی جانب کوچ کیا۔ بخارا میں خالد بن عبداللہ کا مکتوب پہنچا۔ جس میں اس نے مسلم کو عراق کا والی بنایا تھا اور جہاد کی عزیمت تمام کرنے کی تاکید کی تھی۔ چنانچہ مسلم نے اسی وقت فرغانہ کی طرف قدم

بڑھائے۔ وہیں یہ خبر معلوم ہوئی کہ خاقان بھی بقصد جنگ قدم بڑھا رہا ہے۔ مسلم نے فوراً کوچ کا حکم جاری کر دیا۔ تین منزل مسافت طے کرنے کے بعد خاقان اور عساکر اسلامیہ کی ایک جماعت سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ مسلمانوں کی جماعت قلیل تھی اور خاقان کا لشکر بڑا۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ ترکی سپاہی اسلامی لشکرگاہ میں گھس پڑے، اور خاقان نے عساکر اسلامیہ کے اردگرد چکر لگانا شروع کیا۔ مسلمانوں میں سے اس ناگہانی واقعہ میں مسیب ابن بشر ریاحی اور براء (سواران مہلب سے) کام آئے۔ غورک کا بھائی قتل ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس سے انتقام لینے کا جوش پیدا ہو گیا۔ تلواریں نیام سے کھینچ کر بھڑ گئے اور ترکوں کو چند لمحوں میں اپنی لشکرگاہ سے نکال دیا۔ اس کے بعد مسلم نے کوچ کر دیا۔ آٹھ دن تک برابر سفر کرتا رہا اور ترک اس کو گھیرے ہوئے تھے۔ نویں رات کو قیام کا ارادہ کیا۔ ترک مزاحم ہوئے۔ لشکریوں نے مسلم کے حکم سے اپنے کل مال و اسباب کو، جس کی قیمت تقریباً دس لاکھ تھی، جلا دیا۔

ترکوں کی شکست

صبح ہوتے ہوتے نہر پر پہنچے۔ وہاں پر اہل فرغانہ وشاش کو یکجا پایا۔ مسلم نے حملے کا حکم دے دیا۔ اہل فرغانہ وشاش کی آنکھیں مسلمانوں کی چمکتی ہوئی تلواریں دیکھ کر جھک گئیں۔ لہٰذا بلا جدال وقتال نہر چھوڑ کر ہٹ گئے۔ مسلم نے لب نہر پڑاؤ ڈالا۔ رات بھر آرام سے رہے۔ اگلے روز صبح ہوتے ہی نہر پار کر گئے۔ خاقان کا لڑکا جو عساکر اسلامیہ کے تعاقب میں آ رہا تھا اس سے حمید بن عبداللہ سے جو ساقہ پر تھا اور نہر کے کنارے پہنچ چکا تھا لڑائی ہوگئی۔ حمید نے مسلم کو انتظار کرنے کو کہلا بھیجا اور خود جنگ میں مصروف ہو گیا اگرچہ وہ آپ زخمی تھا اور روزانہ سفر کے مصائب سے چور چور ہو رہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود کمال مردانگی سے ترکوں کے مقابلے پر آیا اور ان کو نیچا دکھایا۔ ترکوں اور صغد کے مشہور و معروف سپہ سالار قید کر لئے گئے۔ اس واقعہ کے بعد حمید کو ایک تیر آ لگا جس کے صدمے سے وہ موت کے گھاٹ اتر گیا اور اسلامی فوجیں خجند جا پہنچیں۔ یہاں پر ان کو ایک بہت بڑے دشمن سے مقابلہ کرنا پڑا جس کی مقاومت کی ان کو طاقت نہ تھی اور وہ قحط تھا۔ لیکن مسلمانوں نے نہایت استقلال و ثابت قدمی سے اس کا بھی مقابلہ کیا۔

امارت خراسان پر اسد قسری کا تقرر

اس اثناء میں دارالخلافہ دمشق سے ایک فرمان آ پہنچا جس میں اسد بن عبداللہ قسری برادر خالد کو خراسان کی گورنری اور عبدالرحمٰن بن نعیم کو اس کی نیابت دی گئی تھی۔ مسلم بن سعید نے فرمان کو آنکھوں سے لگا کر پڑھا اور بسروچشم اس کی تعمیل کی۔ جس وقت خالد بن عبداللہ نے اپنے بھائی اسد بن عبداللہ کو خراسان کی گورنری دی اور یہ وارد خراسان ہوا، ان دنوں مسلم ابن سعید فرغانہ میں تھا۔ نہر پر پہنچ کر اسد نے عبور کرنے کا ارادہ کیا۔ اشہب بن عبداللہ تمیمی جو آمد کا امیر البحر تھا، عبور کرنے سے مانع ہوا۔ اسد بن عبداللہ نے جب اپنی سند امارت دکھلائی تو اشہب بن عبداللہ نے عبور کی اجازت دی۔ چنانچہ اسد نہر عبور کر کے مرج میں آ ٹھہرا۔ ہانی بن ہانی جو والی سمرقند تھا اس کی آمد کی اطلاع پا کر مع رؤساء شہر کے آیا اور اسد کو کمال احترام وعزت سے سمرقند لے گیا۔ اسد نے سمرقند سے امارت لشکری کی سند عبدالرحمٰن بن نعیم کے نام ایک شخص کی معرفت بھیجی۔ لہٰذا یہ عساکر اسلامی کو لئے ہوئے سمرقند آیا۔ اس کے بعد اسد ہانی بن ہانی کو حکومت خراسان سے معزول کر کے حسن بن ابی عمرطہ کندی کو مامور کیا۔ کچھ مدت بعد مسلم بن سعید بن عبداللہ خراسان وارد ہوا۔ اسد اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ پھر ابن ہبیرہ کی طرف اسد کا گزر ہوا جس وقت کہ وہ بھاگنے کا ارادہ کر رہا تھا مگر کچھ سوچ سمجھ کر اس نے خود کو اسد کے سپرد کر دیا۔

غور پر لشکر کشی

اس کے بعد اسد نے غور (یعنی جبال ہرات) پر جہاد کیا۔ اہل ہرات نے اپنے مال واسباب کو پہاڑ کی کھوہ میں رکھ دیا جس کا کوئی راستہ معلوم نہ تھا۔ اسد نے صندوق بنوا کر آدمیوں کو اس میں بٹھلایا اور زنجیروں کے ذریعہ سے اس کو کھوہ کی تہ تک پہنچایا۔ جہاں تک نکال سکے ان لوگوں نے

ان کے مال واسباب کو برآمد کیا (یہ واقعہ 107ھ کا ہے)۔ 108ھ میں اسد نے پھر نہر عبور کی۔ خاقان یہ سن کر مقابلے پر آیا۔ مگر فریقین میں لڑائی نہیں ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ اسد ختل سے شکست کھا کر لوٹ آیا تھا۔ اس کے بعد غوریوں کی جانب گیا اور ان سے صف آرا ہوا۔ نصر بن سیار و مسلم بن احور نے اس جنگ میں ناموری کا بہت بڑا حصہ لیا۔ آخر کار مشرکین کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے جو کچھ ان کی لشکر گاہ میں تھا لوٹ لیا۔

اسد بن عبداللہ کی معزولی

اسد بن عبداللہ کے دماغ میں بہ زمانہ گورنری خراسان تحکم بے جا کا نقشہ ایسا چڑھ گیا تھا کہ لوگ اس سے بیزار ہوتے جاتے تھے اور اس کو کچھ دکھلائی نہیں دیتا تھا۔ نصر بن سیار کو درے لگوائے۔ عبدالرحمٰن بن نعیم، سورہ بن ابجر، بختری، ابن ابی دوہم، عامر بن مالک حمانی وغیرہ کے سر منڈا کر اپنے بھائی کے پاس شہر بدر کر کے بھیج دیا اور یہ الزام لگایا کہ ان لوگوں نے مجھ پر حملہ کرنے کی سازش کی تھی۔ خالد بن عبداللہ نے اسد بن عبداللہ کو ملامتانہ خط لکھا اور یہ بھی اس میں تحریر کیا کہ ان لوگوں کا سر میرے پاس بھیجنا تھا تم نے ان کو ناحق بھیجا۔ ایک دن اسد نے خطبہ دیتے ہوئے اہل خراسان پر لعن طعن کیا۔ اتفاقاً یہ خبر دارالخلافہ دمشق تک پہنچ گئی۔ ہشام بن عبدالملک نے خالد بن عبداللہ کو اسد بن عبداللہ کے معزول کرنے کا فرمان تحریر کر دیا۔

امارت خراسان پر اشرس کا تقرر

ماہ رمضان 109ھ میں یہ معزول کر دیا گیا اور بجائے اس کے حکم بن عوانہ کلبی کو مامور کیا۔ چونکہ حکم نے بہ زمانہ صیف کسی طرف بقصد جہاد خروج روانہ نہ کیا اس وجہ سے ہشام بن عبدالملک نے اشرس بن عبداللہ سلمی کو گورنری خراسان کی سند عطا کی اور اس کو یہ حکم دیا کہ تم ہر اہم معاملے میں خالد بن عبداللہ سے مشورہ لیتے رہنا۔ لہٰذا اشرس کی نیک مزاجی اور سخاوت نے اہل خراسان کو آنے کے ساتھ ہی خوش کر دیا۔

اہل سمرقند کا قبول اسلام

110ھ میں اشرس نے ابوالصیداء صالح بن ظریف (بنوضبہ کے آزاد غلام) اور ربیع بن عمران تمیمی کو اہل سمرقند و ماوراء النہر کو دعوت اسلام کے لئے روانہ کیا اور کہا کہ جو شخص ان میں سے بہ رضاء و رغبت دائرہ اسلام میں داخل ہوا اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے۔ ان دنوں سمرقند وغیرہ کے صیغہ جنگ و مال پر حسن بن عمرطہ کندی تھا۔ لہٰذا ابوالصیداء وغیرہ نے اہالی سمرقند کو اسلام کی دعوت دی اور بشرط قبولیت اسلام جزیہ معاف کر دینے کا وعدہ کیا۔ اہالی سمرقند جوق در جوق مذہب اسلام میں داخل ہو گئے۔ غورک نے اشرس کو خراج کی کمی اور وصول نہ ہونے کی شکایت لکھی۔ اشرس نے حسن بن عمرطہ کندی کو لکھا کہ ''مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل صغد وغیرہ نے بہ رغبت و رضا اسلام قبول نہیں کیا بلکہ وہ جزیہ کے خوف سے مسلمان ہو گئے ہیں لہٰذا تم دیکھو جس نے ختنہ کرایا ہو اور فرائض کو ادا کرتا ہو اور قرآن کی کوئی سورۃ بھی اس کو یاد ہو اس کا خراج معاف کر دو بہ صورت دیگر وصول کرو۔'' اس کے بعد اشرس نے حسن بن عمرطہ کو صیغہ مال کے کام سے سبکدوش کر کے ہانی ابن ہانی کو مقرر کیا۔

نومسلموں سے جزیہ کی وصولی

ابوالصیداء نے اس کو ان لوگوں سے جزیہ لینے سے روکا جو مسلمان ہو چکے تھے۔ ہانی نے ایک اطلاعی خط اشرس کے پاس بھیجا۔ مضمون یہ تھا کہ اہل صغد مسلمان ہو گئے ہیں اور مساجد بنالی ہیں۔ اشرس نے اس کو اور اپنے تمام عمال کو لکھ بھیجا کہ جن لوگوں سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا ان سے اب بھی وصول کیا جائے خواہ وہ مسلمان بھی ہو گئے ہوں۔ اہل صغد کو اس سے ناراضگی پیدا ہوئی۔ جزیہ دینا تو درکنار، سات ہزار کی جمعیت سے علیحدہ ہو گئے۔ سمرقند سے چند فرسنگ کے فاصلے پر بیٹھ رہے۔ ابوالصیداء، ربیع بن عمران، ہیثم شیبانی، ابوفاطمہ ازدی، عامر بن قشیر، بشیر جحدری، بنان عنبری، اسمٰعیل بن عقبہ، بھی انہی لوگوں میں مل گئے۔ اشرس نے یہ سنتے ہی حسن بن عمرطہ کو معزول کر کے مجشر بن مزاحم سلمی اور عمیرہ بن سعد شیبانی کو مقرر کیا۔

محشر نے ابوالصیداء کو مع ان کے ساتھیوں کے بلا بھیجا۔ جب وہ اور ثابت قطنہ آیا تو ان دونوں کو قید کر کے اشرس کے پاس بھیج دیا۔ ابوالصیداء کی گرفتاری کے بعد اہل صغد نے ہانی سے جنگ کرنے کے لئے ابو فاطمہ کو امیر بنایا مگر ہانی نے ان لوگوں کو اشرس سے خط وکتابت کرنے کے بہانے سے جنگ سے روک دیا اور اشرس نے اہل صغد کا جزیہ معاف کر دینے کو لکھ بھیجا۔ اہل صغد کا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔

صغد و بخارا کی بغاوت

تھوڑے دنوں کے بعد اہل صغد کے کاموں میں ضعف پیدا ہو چلا۔ آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ اشرس ایک ایک کو گرفتار کر کے قید اور بہ جبر و تعدی جزیہ وصول کرنے لگا۔ رؤسائے عجم اور دہقانوں کی ذلت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ ان کے کپڑے جلوائے، پیٹیوں کو گردنوں میں پہنوایا۔ سروں پر کانٹوں کے تاج رکھوائے۔ جو لوگ اسلام قبول کر چکے تھے، ان سے بھی جزیہ وصول کیا۔ صغد اور بخارا میں اس سے پھر ایک جوش پیدا ہوا اور یہ سب کے سب باغی ہو گئے۔ ترکوں سے سازش کر کے لشکر ترتیب دیا۔ اشرس اس طوفان بے تمیزی کے فرو کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ آمد میں پہنچ کر قیام کیا۔ مہینوں مقیم رہا۔ بالآخر قطن ابن قتیبہ بن مسلم کو دس ہزار کی جمعیت سے آگے بڑھایا۔ نہر عبور کرتے ہی ترکوں اور اہل صغد و بخارا کا سامنا ہو گیا (ان لوگوں کے ساتھ خاقان بھی آیا ہوا تھا) اہل صغد و بخارا نے قطن کی لشکرگاہ پر محاصرہ کر لیا۔ ترکوں نے مسلمانوں کے محکمہ رسد پر چھاپہ مارا۔ اشرس نے عبداللہ بن بسطام بن مسعود بن عمر کی ضمانت پر ثابت قطنہ کو رہا کر کے، دستہ فوج سواران کے ساتھ ترکوں پر حملہ کرنے کو روانہ کیا۔ ثابت نے آگے بڑھ کر ترکوں سے جو مال واسباب وہ لے گئے تھے، چھین لیا۔ بعد میں اشرس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ نہر عبور کر کے قطن سے جاملا۔ فریق مخالف سے مقابلہ ہوا لیکن وہ پسپا ہو کر بھاگے اور اشرس اپنی فوج لئے ہوئے بیکند پر جا پہنچا اور اس کا گھیراؤ کر لیا۔ اہل شہر نے پانی بند کر دیا۔ شدت تشنگی سے گھبرا کر اشرس نے شہر کی طرف کوچ کیا۔ اثناء راہ میں مخالفین سے جنگ شروع ہو گئی۔ بہت بڑی خون ریز لڑائی کے بعد مسلمانوں نے ترکوں کو چشمہ آب سے ہٹایا۔ حرث بن شریح اور قطن بن قتیبہ بڑے بڑے خطرات میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ثابت قطنہ، صخر بن مسلم بن نعمان عبدی، عبدالملک بن وثار باہلی اس معرکے میں کام آئے۔ ہنوز جنگ کا انداز نہیں بدلا تھا کہ قطن بن قتیبہ نے ایک دستہ فوج کے ساتھ جس نے مرنے اور مارنے پر عہد و پیمان کر لیا تھا حملہ کیا۔ ترکوں کے پاؤں اس حملہ کے سبب اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے پیچھا کیا، رات تک کشت وخون کا بازار گرم رہا۔

بخارا کا محاصرہ

کامیابی کے بعد اشرس بخارا کی جانب لوٹا اور ایک لشکر بسرافسری حرث بن شریح ازدی اس کے محاصرے کے لئے بھیجا۔ خاقان نے بھی شہر کرجہ (صوبہ خراسان کا ایک بہت بڑا شہر) پر حصار ڈالا۔ یہاں پر مسلمانوں کی جماعت کثیر تھی۔ مسلمانوں نے پل کو جو خندق پر تھا توڑ ڈالا۔ ابن جسر وابن یزدگرد نے اہل شہر کو مخاطب کر کے کہا: ''اے گروہ عرب! تم لوگ اپنے کو کیوں ہلاک کرتے ہو؟ خاقان میری سلطنت مجھے واپس دینے کو آیا ہے۔ میں تمہارے لئے اس سے پناہ حاصل کر سکتا ہوں۔'' اہل شہر اس کو گالیاں دینے لگے۔ اس اثناء میں بزعزی دو سو آدمیوں کو لئے ہوئے آیا۔ یہ بہت بڑا عظیم المرتبت شخص تھا۔ خاقان اس کی رائے سے کبھی مخالفت نہ کرتا تھا۔ اس کے بلانے سے یزید بن سعد باہلی گفتگو کرنے کو آئے۔ بزعزی نے کہا: ''اگر تم لوگ ہم سے سازش اور مصالحت کر لو تو ہم تم لوگوں کے وظائف اور تنخواہیں دو چند کر دیں گے اور کبھی تم سے کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے''۔ یزید نے نہ تو اس کا اقرار کیا اور نہ اس سے انکار۔ نرمی کے ساتھ جواب دے کر شہر میں واپس آئے اور اہل شہر سے کہا کہ یہ لوگ تم کو مسلمانوں سے جنگ کے لئے بلاتے ہیں۔ اہل شہر نے جنگ کرنے سے انکار کر دیا۔ خاقان نے جھلا کر خندق کو تر لکڑیوں سے پاٹنے کا حکم دیا۔ اہل شہر نے اس پر خشک لکڑیاں ڈال دیں۔ خندق بھر گئی۔ رات ہوئی تو آگ لگا دی۔ ہوا تیز چل رہی تھی ایک ہی ساعت میں جل کر خاک ہو گئی۔

ترکوں سے صلح

جب خاقان کو اس تدبیر میں بھی کامیابی نہ ہوئی تو اس نے اپنے لشکریوں کو بھیڑ بکریاں دیں اور یہ حکم دیا ان کا گوشت کھا کر ان کی کھالوں میں مٹی بھر بھر کر خندق کو پاٹ دو۔ قریب تھا کہ خندق زمین کے برابر ہو جاتی مگر اللہ تعالیٰ نے ایک ابر ایسا بھیج دیا جس سے اتنا پانی برسا کہ خندق میں جو کچھ تھا وہ سب کا سب بہ کر نہر اعظم میں چلا گیا۔ اسی حالت میں مسلمانوں نے تیراندازی شروع کر دی۔ اتفاقاً ایک تیر بزعزی کے گلے میں جا کر ترازو ہو گیا جس کے صدمے سے وہ اسی شب کو مر گیا۔ دن ہوا تو ترکوں نے مسلمان قیدیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ مسلمانوں کو اس سے اشتعال پیدا ہوا۔ وہ بھی ان کے قیدیوں کو قتل کرنے لگے۔ لشکر اسلام نے فرغانہ پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ ترکوں نے یہ خبر پا کر نہایت سختی سے جنگ شروع کر دی۔ اہل شہر بھی کمال مردانگی سے جواب دیتے رہے۔ بالآخر ساٹھ دن کے حصار کے بعد مسلمانوں نے کمرجہ ترکوں کو دے کر مصالحت کر لی اور خود سمرقند و دبوسیہ کی طرف چلے آئے اور اطمینان کے لئے فریقین نے فریقین کے چند آدمیوں کو بطور نعل ضامنی کے زیر حراست رکھا۔ صلح کے بعد تقریباً تمام ترکی لشکر واپس گیا البتہ خاقان تھوڑی سی فوج لئے ہوئے تا زمانہ خروج اہل شہر ٹھہرا رہا اور کورصول کو مسلمانوں کے ہمراہ کر دیا تا کہ وہ ان کو ان کی جائے امن پر پہنچا آئے۔ دبوسیہ میں پہنچنے کے بعد فریقین نے فریقین کے آدمیوں کو چھوڑ دیا۔

جنید بحیثیت گورنر خراسان

111ھ میں ہشام بن عبدالملک نے اشرس بن عبداللہ کو گورنری خراسان سے معزول کر کے جنید بن عبدالرحمٰن بن عمر بن حرث بن خارجہ بن سنان بن ابی حارثہ مری کو مقرر کیا۔ اس کی تقرری کا سبب یہ تھا کہ اس نے ام حکیم بنت یحییٰ بن حکم زوجہ ہشام کو ایک ہار جواہرات کا بطور تحفہ کے دیا تھا۔ ہشام اسے دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ جنید نے یہ سن کر ایک دوسرا ہار اسی طرح کا ہشام کے روبرو پیش کر دیا۔ ہشام نے اس صلے میں جنید کو گورنری خراسان کی سند مرحمت کر دی اور پانچ سو سواروں کے ساتھ خراسان کی طرف روانہ کیا۔

جنید کی روانگی

جنید خراسان میں پہنچا تو خطاب بن محرز سلمی کو اشرس کی نیابت میں پایا۔ دو ایک روز قیام کرنے کے بعد خطاب کو اپنے ساتھ لئے ہوئے ماوراء النہر کی طرف روانہ ہوا اور اپنی جانب سے مرو میں مجشر بن مزاحم سلمی کو، بلخ پر سورہ بن الجبر تمیمی کو مامور کیا اور اشرس کے پاس جب کہ وہ اہل بخارا وصغد سے میدان کارزار میں مصروف جدال وقتال تھا کہلا بھیجا کہ ایک چھوٹا سا لشکر ہمارے پاس بھیج دو تا کہ اثناء راہ میں مخالفین شرارت نہ کریں۔ اشرس نے اس حکم کے مطابق عامر بن مالک حمانی کو بھیجا۔ ترکوں اور صغد کو اس کی خبر ہوگئی۔ آگے بڑھ کر عامر کو روکا۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ عامر نے اپنے ساتھیوں کے بڑے حصہ کو دائرے کی صورت میں پھیلا کر ترکوں اور صغد کو حلقے میں لے لیا اور سامنے سے چھوٹے حصے کو لے کر لڑنے لگا۔ ترکوں اور صغد کو شکست ہوئی اور عامر نہر عبور کر کے جنید سے جا ملا اور پھر اس کے ساتھ واپس ہوا۔

خاقان کی پسپائی

جنید کے مقدمۃ الجیش پر عمارہ بن حزیم تھا (بیکند سے دو ڈھائی کوس نکل آیا ہوگا) کہ ترکوں نے جنگی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ عمارہ نے نہایت مردانگی اور سرعت سے ان کو پسپا کر دیا۔ دوسری طرف سے خاقان نے سمرقند کی جانب سے ساقہ پر حملہ کیا جس کا افسر قطن بن قتیبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے خاقان کو بھی شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے اس کے بھائی کو حراست میں لے کر ہشام بن عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ ان ہی واقعات پر 111ھ تمام ہو جاتا ہے اور جنید مظفر و منصور مرو لوٹ آتا ہے۔

مسلم بن عبدالرحمٰن کی معزولی

واپسی کے بعد جنید نے قطن بن قتیبہ کو بخارا پر، ولید بن قعقاع عبسی کو ہرات پر، حبیب بن مرہ عبسی کو پولیس پر اور مسلم بن عبدالرحمٰن باہلی کو بلخ

پر مامور کیا۔ اس سے پیشتر بلخ میں نصر بن سیار تھا۔ مسلم نے اس کو سوتے ہوئے گرفتار کرا کے بلا پاجامہ صرف قمیض پہنے ہوئے جنید کے پاس بھیج دیا۔ جنید کو مسلم کی یہ حرکت پسند نہ آئی۔ نصر کو اس حالت میں دیکھ کر بولا ''مصر کے سردار کو مسلم نے اس حالت سے روانہ کیا ہے۔'' کسی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ جنید نے مسلم کو حکومت بلخ سے معزول کر کے یحییٰ بن ضبیعہ کو مقرر کیا اور ایک وفد ان غزوات کے حالات کی اطلاع دینے کے لئے ہشام بن عبدالملک کی خدمت میں روانہ کیا۔

معرکہ مرج اردبیل

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ جراح حکمی 104ھ میں بلاد خزر میں جہاد کرنے کی غرض سے داخل ہوا تھا اور اس نے ان کو شکست دی تھی اور بہ کمال سختی ان لوگوں سے پیش آیا تھا اور بلنجر پر قبضہ حاصل کر کے پھر اس کے سابق حکمران کو واپس دے دیا تھا، اور ہشام بن عبدالملک نے اس کے عہدے پر اس کو بحال رکھا تھا۔ بعد ازاں آرمینیہ کی گورنری پر مقرر کیا۔ پس وہ 111ھ میں تفلیس کی طرف سے بلاد ترکمان میں جہاد کرتا ہوا داخل ہوا اور ان کے مشہور شہر بیضاء کو تسخیر کر کے کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ خزر و ترک کو اس سے اشتعال پیدا ہوا۔ فوجیں مرتب کر کے لان کی جانب سے طوفان شور انگیز کی طرح بڑھے۔ جراح نے بھی مقابلہ کے لئے 112ھ میں خروج کیا۔ مقام مرج اردبیل میں صف آرائی کی نوبت آئی۔ فریقین بڑی بے جگری سے لڑنے لگے۔ مسلمانوں کی تعداد بہ مقابلہ ان کے مخالفین کے نہایت کم تھی۔ اثناء جنگ میں جراح اپنے ہمراہیوں کے ساتھ شہید ہو گیا اور اپنی شہادت سے پہلے اپنے بھائی حجاج بن عبداللہ کو اپنا نائب مقرر کر چکا تھا۔ خزر (یعنی ترکمان) کا دل اس سے بہت بڑھ گیا۔ جوش کامیابی میں موصل کے قریب تک پہنچ گئے اور بعض کہتے ہیں کہ جراح بلنجر میں قتل کر دیا گیا۔

محاصرہ خلاط

بہر کیف جب یہ خبر دارالخلافت دمشق میں پہنچی تو ہشام بن عبدالملک نے سعید حریشی کو بلایا۔ بہ سبیل تذکرہ کہنے لگا ''دیکھا جراح ترکمانوں سے شکست کھا کر فرار ہو گیا'' سعید حریشی نے عرض کیا ''امیر المومنین! یہ نہیں ہو سکتا۔ جراح کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف شکست کھا کر بھاگنے سے بڑھ کر ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ضرور شہید ہو گیا۔ آپ مجھے چالیس سواروں کے ساتھ روانہ فرمائیے اور بعد میرے روزانہ چالیس آدمی میری کمک پر بھیجتے رہئے۔ امرائے لشکر کے نام ایک گشتی فرمان بھیج دیجئے کہ وہ میری عندالضرورت مدد کریں۔'' ہشام بن عبدالملک نے ان کل امور کو منظور کر لیا اور سعید حریشی سامان سفر درست کر کے روانہ ہو گیا۔ جس شہر میں جاتا تھا اہل شہر کو جمع کر کے جہاد کی ترغیب دیتا تھا۔ جس کے دل میں جہاد کا شوق ہوتا تھا وہ ساتھ ہو جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ شہر ازدر (ارزن) پہنچا۔ جراح کے ساتھیوں میں سے چند آدمیوں سے ملاقات ہوئی جو معرکہ جنگ سے شکست اٹھائے آ رہے تھے۔ سعید حریشی نے ان کو بھی اپنے ساتھ لیا اور خلاط پر پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ لڑائی ہوئی۔ میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ کامیابی کے بعد حریشی نے اس کے مال غنیمت کو تقسیم کر کے شہروں اور قلعات کو فتح کرتا ہوا ابرذعہ کا قصد کیا اور برذعہ میں پہنچ کر پڑاؤ کر دیا۔

مسلمان قیدیوں کی رہائی

ابن خاقان ان دنوں بلاد آذربائیجان کو زیروزبر کر رہا تھا، اور شہر ورثان کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ سعید حریشی نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک آدمی کو اہل ورثان کے پاس مسلمانوں کے آمد کی خبر دینے کو روانہ کیا اور ترکمانوں کے محاصرے کو جنگ کی دھمکی دے کر اٹھا دیا۔ محاصرہ اٹھ جانے کے بعد حریشی نے اہل ورثان سے ملاقات کی۔ دوسرے روز ترکمانوں کے تعاقب میں اردبیل تک چلا گیا۔ ایک جاسوس نے حاضر ہو کر اطلاع دی کہ لشکر اسلام سے چار کوس کے فاصلے پر ترکمانوں کا دس ہزار لشکر پڑا ہوا ہے۔ جس کے ساتھ مسلمانوں کے پانچ ہزار خاندان قید و گرفتاری کی مصیبت جھیل رہے ہیں۔ سعید کی آنکھوں میں یہ سنتے ہی خون بھر آیا۔ جوش انتقام کو بجبر و اکراہ شام تک دبائے رکھا۔ شب ہوتے ہی حملہ کر دیا۔ ان دس ہزار ترکمانوں میں سے ایک کو بھی جاں بر نہ ہونے دیا اور مسلمانوں کو ان کے پنجۂ غصب سے چھڑا لیا۔ صبح ہوئی تو باجروان کی طرف روانہ ہوا۔

ایک اور جاسوس نے پہنچ کر ترکمانوں کے ایک دوسرے اجتماع کی اطلاع دی۔ سعید نے اسی وقت اس طرف کوچ کر دیا اور حالت غفلت میں ان کے سروں پر پہنچ کر سب کو موت کی نیند سلا دیا اور مسلمان قیدیوں کو چھڑا کر باجروان لوٹا۔ ان ہی قیدیوں میں جراح کے اہل و عیال اور بیٹے بھی تھے۔

نہر بیقان کا محاصرہ

اس کے بعد انتقام لینے کے لئے خزر نے بہ ہمراہی اپنے شاہزادے کے مسلمانوں پر حملہ کی تیاری کی۔ سرزمین زرند میں مقابلہ ہوا۔ جس وقت جنگ زور شور سے ہو رہی تھی لشکر گاہ کفار سے مسلمان قیدیوں نے چلا چلا کر تکبیر کہنا اور دعا و زاری شروع کر دی۔ اہل اسلام میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جس کے دل میں ان کی ہمدردی کا جوش نہ بھر آیا ہو اور اس کی آنکھیں پرنم نہ ہو گئی ہوں۔ سب نے مجموعی قوت سے اللہ اکبر کا نعرہ مار کر حملہ کیا۔ میدان جنگ سے خزر کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے نہر ارس تک پیچھا کیا۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ مسلمان قیدی جوان کے پنجہ ظلم میں گرفتار تھے رہا ہو کر باجروان پہنچا دیئے گئے۔ شاہزادہ خزر نے اس شکست کی شرمندگی دفع کرنے اور مسلمانوں سے انتقام لینے کے خیال سے پھر اپنی قوم کو یکجا کیا اور کمال جوش سے حریشی کی جانب چلا۔ نہر بیقان پر پہنچ کر قیام کیا۔ حریشی نے یہ اطلاع پا کر موت کی طرح اس کے سر پر پہنچ کر لڑائی شروع کر دی۔ ہمراہیان خزر نہایت استقلال سے جواب دینے لگے۔ بالآخر حریشی کا زبردست حملہ برداشت نہ کر سکے۔ میدان جنگ سے شکست کھا کر فرار ہو گئے۔ میدان جنگ میں جس قدر مارے گئے تھے، اس سے کہیں زیادہ نہر میں ڈوب ڈوب کر مر گئے۔ خاتمہ جنگ پر حریشی مال غنیمت جمع کر کے مظفر و منصور باجروان کو لوٹا اور باجروان پہنچ کر مال غنیمت تقسیم کیا۔ فتح کے بشارت نامہ کے ساتھ خمس دار الخلافہ دمشق کر روانہ کیا۔ کچھ مدت کے بعد ہشام بن عبدالملک نے حریشی کو بلا بھیجا اور اپنے بھائی مسلمہ کو آرمینیہ و آذربائیجان کی سند گورنری مرحمت کی۔

جنید کی روانگی طخارستان

112ھ میں جنید نے خراسان سے بہ قصد جہاد طخارستان خروج کیا۔ ایک طرف سے عمارہ بن حریم کو اٹھارہ ہزار کی جمعیت سے اور دوسری طرف سے ابراہیم بن سام کو دس ہزار فوج کے ساتھ پیش قدمی کا حکم دیا۔ ترکوں کے کانوں تک یہ خبر پہنچی تو وہ بھی لشکر جمع کر کے بسرافسری خاقان سمرقند کی طرف دوڑ پڑے۔ سمرقند کا والی ان دنوں سورہ بن بجر تھا۔ اس نے جنید کو خاقان کی لشکر کشی اور اہل سمرقند کی مقاومت نہ کر سکنے کی کیفیت لکھ بھیجی اور کمک طلب کی۔ پس جنید نے لشکریوں کو کوچ کرنے اور نہر عبور کرنے کا حکم دیا مجشر بن مزاحم سلمی اور ابن بسطام ازدی نے مخالفت کی اور یہ کہا کہ ترک اور قوموں کی طرح کمزور نہیں ہیں۔ آپ کا پورا لشکر متفرق و منتشر ہو رہا ہے۔ مسلم بن عبدالرحمن بیروز کوہ میں، بختری ہرات میں، عمان بن حریم طخارستان میں پڑا ہوا ہے۔ پچاس ہزار فوج سے کم کے ساتھ آپ نہر پار کرنے کا ارادہ نہ کیجئے۔ بہتر ہوگا کہ آپ اس میں عجلت نہ کیجئے۔ پہلے عمارہ کو بلا لیجئے۔ بعد ازاں ترکوں کے مقابلے پر کمر ہمت باندھئے۔ جنید نے سرد آہ کھینچ کر کہا "یہ بالکل ناممکن ہے۔ میرے بھائی سورہ کی جان سمرقند میں نجانے کس چپقلش میں پھنسی ہوگی اور وہاں کے مسلمانوں پر کیا کچھ نہ گزرا ہوگا" مجشر اور ابن بسطام یہ سن کر چپ ہو گئے۔ جنید نے تیاری کا حکم دیا اور نہر پار کر کے کش جا اترا۔ روانگی کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ ترکوں نے آمد کی اطلاع پا کر کش کے راستے میں بہت سے کنوئیں کھود دیئے مگر اتفاقاً جنید دوسرے راستے سے روانہ ہوا۔

سمرقند پر لشکر کشی

خاقان کے ہمراہ بہت بڑا لشکر تھا۔ صغد، فرغانہ اور شاش نے بھی سازش کر لی تھی۔ مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش پر جس کا سردار عثمان بن عبداللہ بن شخیر تھا حملہ کیا۔ عثمان بن عبداللہ پسپا ہو کر لشکر اسلام کی جانب لوٹا۔ لشکر ترک سے ایک چھوٹے حصہ نے اس کا تعاقب کیا اور باقی ماندہ فوج نے سمرقند پر دھاوا بولا۔ جنید نے اہل شہر کی کمک پر نصر بن سار کو بھیجا۔ نصر نے لشکر کفار کو گھیر کر نہایت شدت سے لڑائی جاری کر دی اور ان کے بڑے بڑے سور ما سرداروں کو قتل کر کے خاک و خون میں ملا دیا۔ جنید سپاہیوں کو بڑھاوا دیتا ہوا میمنہ پر جا پہنچا اور ازد کے جھنڈے کی طرف متوجہ ہوا۔

علم بردار نے جنید سے مخاطب ہو کر کہا "کیا تم اب ہماری عزت افزائی کے لئے آئے ہو۔ یہ یاد رکھو کہ ہمارے جیتے جی تم تک کوئی نہ پہنچ سکے گا۔" جنید نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ علم بردار رجز کے اشعار پڑھتا ہوا اپنے گروہ کو لئے ہوئے آگے بڑھا اور اس شدت سے لڑا کہ تلواریں بیکار ہو گئیں۔ اس وقت ان کے غلاموں نے درختوں کے ڈالے کاٹ لئے اور اس سے دشمنان پر حملے کرنے لگے۔ لڑتے لڑتے فریقین ایک دوسرے سے ایسا گتھ گئے کہ دور سے دیکھنے والے کو تمیز باقی نہ رہی۔ البتہ تھوڑی دیر کے بعد تکبیر کی دل ہلانے والی آواز سلام و کفر کی تمیز پیدا کر دیتی تھی۔

اس واقعہ نمونہ قیامت میں ازد کے اسی (80) آدمی کام آئے جس میں عبداللہ بن بسطام، محمد بن عبداللہ بن حوذان، حسین بن شیخ اور یزید بن مفضل حرانی وغیرہ تھے۔

سورہ بن ابجر کی طلبی

فریقین ہنوز گھمسان کی جنگ لڑ رہے تھے کہ خاقان کے لشکر کا پہلا حصہ آتا ہوا دکھائی دیا۔ جنید کے منادی نے الارض الارض کی ندا دی۔ سواران اسلام اس آواز کے سنتے ہی پیادہ پا ہو گئے اور منادی کی دوسری آواز پر ہر شخص گڑھا کھود کر چھپ رہا۔ خاقان نے لشکر اسلام پر جس طرف بکر بن وائل تھے حملہ کیا جن کا سردار زیاد بن حرث تھا۔ بکر بن وائل نے اس شدت سے جواب دیا کہ خاقان کو پیچھے ہٹنا پڑا مگر جنگ کا انداز لحہ بہ لحہ خوفناک ہوتا جاتا تھا۔ جنید نے اپنے ساتھیوں کے کہنے سے شدت جنگ اور ترکوں کی قوت تقسیم کرنے کے لئے سورہ بن ابجر کو سمرقند میں کہلا بھیجا کہ شہر سے نکل کر ترکوں پر پیچھے سے حملہ کر دو۔ سورہ نے خروج کرنے سے انکار کیا۔ جنید نے جھلا کر کہلا بھیجا "اگر تم میرا کہنا نہ مانو گے تو میں تم کو سخت سزا دوں گا، تم کو چاہئے کہ اس پیام کے پہنچتے ہی سمرقند سے خروج کر دو اور نہر کے کنارے کنارے چلے آؤ۔ دیکھنا خبردار نہر کا راستہ نہ چھوڑنا، میرے اور تمہارے درمیان میں صرف دو راتوں کا راستہ ہے۔"

خاقان کا حملہ

سورہ بجبر واکراہ اس حکم کی تعمیل پر مستعد ہوا۔ سمرقند میں موسیٰ بن اسود حنظلی کو اپنا نائب بنا کر بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ نکل کھڑا ہوا مگر نہر کے راستہ کو دور سمجھ کر اختیار نہ کیا۔ جس وقت سورہ اور جنید کے لشکر میں ایک کوس کی مسافت باقی رہ گئی صبح کے وقت خاقان آ پہنچا اور ان کے اور پانی کے درمیان حائل ہو گیا۔ جنگل جھاڑیوں اور درختوں میں جو مسلمانوں کے اردگرد تھے آگ لگا دی۔ مسلمانوں نے تن بہ تقدیر تلواریں نیام سے کھینچ لیں اور اللہ اکبر کا نعرہ مار کر بھڑ گئے۔ ترکوں کو مجبور ہو کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ میدان جنگ کے غبار اور دھوئیں سے سارا عالم تاریک ہو گیا۔ کسی کو کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ لشکر اسلام دھڑا دھڑ گرنے لگا۔ جس طرف جاتا تھا آگ ہی آگ تھی۔ سورہ بھی گرا، ران ٹوٹ گئی۔ ترکوں نے دوسری طرف مڑ کر مسلمانوں پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ پیچھے ہٹتے تھے تو ترک تھے، آگے بڑھتے تھے تو کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ان کثیر التعداد مسلمانوں میں سے تھوڑے سے آدمی جاں بر ہوئے۔ مہلب بن زیاد عجلی بقیۃ السیف کو جس کی تعداد چھ سو یا ایک ہزار تھی بہ ہزار خرابی و دقت بچا کر رستاق مرغاب لے گیا۔ ان ہی لوگوں میں قریش بن عبداللہ عبدی بھی تھا مگر رستاق مرغاب میں بھی ان غریبوں کو لڑائی سے امان نہ ملی۔ اہل رستاق مرغاب آمادہ بہ جنگ ہوئے۔ اس معرکے میں مہلب بن زیاد کام آ گیا۔ تب ان لوگوں نے رجب بن خالد کو پناہ دے کر خاقان کے پاس بھجوا دیا۔ خاقان نے اس کی امان دہی منظور نہ کی۔ سب کو کمال بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔ ایک بھی ان میں سے زندہ نہ بچا۔

جنید کی روانگی سمرقند

اس واقعہ کے بعد جنید پہاڑ کی گھاٹی سے نکل کر سمرقند کی طرف چلا۔ تھوڑی دور چل کر مجشر بن مزاحم کے کہنے سے قیام کر دیا۔ اتفاقاً ترکوں کا لشکر بھی آ پہنچا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے نہایت استقلال و مردانگی سے مقابلہ کیا۔ غلاموں نے ایسی جاں نثاریاں کیں اور وہ جوہر مردی دکھلائے کہ دیکھنے والے عش عش کرنے لگے۔ ترکوں کی فوج میدان جنگ سے پسپا ہو گئی۔ جنید سمرقند میں داخل ہوا اور مسلمانوں کے اہل و عیال کو مرو

میں لاکر ٹھہرایا۔ چار مہینے کامل صغد کے مقابلے پر ٹھہرا رہا۔ خراسان کی ان جنگوں میں مجشر بن مزاحم سلمی، عبدالرحمن بن صبح مخزومی اور عبیداللہ بن حبیب ہجری وغیرہ جیسے تجربہ کاروں سے مشورہ لیا جاتا تھا اور ان ہی کے مشورے اور رائے سے جنگ کے اہم امور انجام پاتے تھے۔

شاہی کمک

ترکوں کے ٹوٹ جانے کے بعد جنید نے نہار بن توسع بن تیم اللہ اور زمیل بن سوید بن شیم کو ان واقعات کے عرض کرنے کے لئے دارالخلافت کو روانہ کیا۔ ساتھ ہی اس کے سورہ بن الجبر کی نافرمانی اور نہر کا راستہ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے دشمنوں کے کامیاب ہونے کی شکایت بھی تحریر کی۔ ہشام بن عبدالملک نے لکھا ''میں نے تمہاری امداد کے لئے دس ہزار فوج بصرے سے اور اسی قدر کوفے سے اور تیس ہزار نیزے اور اسی قدر تلواریں روانہ کر دی ہیں۔ تم باطمینان تمام دشمنوں پر جہاد کرو''۔ جنید کو اس فرمان کے آنے سے بڑی حد تک تسلی ہوگئی اور مصلحتاً سمرقند میں ٹھہرا رہا۔

معرکہ کرمینیہ

اس کے بعد خاقان نے بخارا کا رخ کیا۔ بخارا کی حکومت قطن بن قتیبہ کے سپرد تھی۔ جنید کو اس سے خطرہ پیدا ہوا کہ اہل بخارا کے ساتھ بھی وہی معاملہ نہ پیش آئے جو سورہ پر گزر چکا ہے۔ عبداللہ بن ابی عبداللہ (مولیٰ بنی سلیم) سے رائے طلب کی۔ عبداللہ بن ابی عبداللہ نے کہا ''میں آپ کو رائے مناسب دے سکتا ہوں لیکن آپ عمل نہ کریں گے''۔ جنید نے جواب دیا ''اگر رائے صائب ہوگی تو میں ضرور عمل کروں گا۔'' عبداللہ نے مشورہ دیا کہ جو لوگ سورہ بن ابجر کے ساتھ شہید ہو گئے ہیں، ان کے اہل وعیال کو اپنے ساتھ سمرقند لے جاؤ۔ عثمان بن عبداللہ بن شخیر کو مع چار سو سواروں اور چار سو پیادوں کے چھوڑتے جاؤ اور ہر شخص کے لئے کافی طور سے سرمایہ اور کھانے پینے کا سامان دے دو۔ جنید نے اس تجویز کے مطابق عثمان بن عبداللہ کو چار سو پیادوں کے ہمراہ سمرقند میں کافی ذخیرہ کے ساتھ چھوڑا اور خود مع اہل وعیال اور اسلامی لشکر کے دشمنوں کی زد سے بچتا ہوا بخارا کی طرف روانہ ہوا۔ رفتہ رفتہ طواویس کے قریب پہنچا۔ یکم رمضان 112ھ کو مقام کرمینیہ میں خاقان سے مقابلہ ہو گیا۔ ایک معمولی لڑائی کے بعد ترک لوٹ گئے۔ اگلے روز لشکر اسلام نے کوچ کر دیا۔ پھر خاقان نے دوبارہ ساقہ پر حملہ کیا۔ جنید نے میمنہ کے ایک دستہ فوج کو ساقہ کی کمک پر بھیج دیا جس کی امداد سے ساقہ نے ترکوں کو نیچا دکھا دیا۔ اس معرکے میں ترکوں کے ناموروں میں سے مسلم بن احوز مارا گیا۔ خاقان گھبرا کر طواویس سے لوٹ آیا اور جنید لشکر اسلام لئے ہوئے بخارا میں پہنچ گیا۔ اس کے بعد ہی بصرہ اور کوفہ کی امدادی فوجیں بھی آ گئیں۔ جھٹ پٹ جنید نے ان کے ساتھ مع ان لوگوں کے جنہوں نے جہاد پر جانا پسند کیا حورثہ بن زید عنبری کو شب خون مارنے کے لئے بھیج دیا۔

جنید کی معزولی

116ھ میں ہشام بن عبدالملک تک یہ اطلاع پہنچائی گئی کہ جنید بن عبدالرحمن عامل خراسان نے فاضلہ بنت یزید بن مہلب سے عقد کر لیا ہے۔ چونکہ اس کو بنو مہلب سے کشیدگی تھی لہٰذا جنید کا یہ فعل اس کا ناگوار گزرا اور اسی وجہ سے اس کو معزول کر کے اس کی جگہ عاصم بن عبداللہ بن یزید ہلالی کو مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ اگر جنید میں تھوڑی سی جان پانا تو اس کو بار حیات سے سبکدوش کر دینا۔ مگر اتفاق یہ کہ جس روز عاصم وارد خراسان ہوا۔ جنید بہ عارضہ استسقاء جان بحق ہو چکا تھا۔

مروان بن محمد بحیثیت گورنر آرمینیہ وآذربائیجان

جنید اور عاصم میں پہلے سے دشمنی تھی۔ اس کے مقرر کئے ہوئے عمال کو ایذائیں دی گئیں اور عمارہ بن حزیم کو (جسے جنید نے بوقت وفات اپنا نائب بنایا تھا) قید کر دیا۔

جس وقت مسلمہ بن عبدالملک جہاد خزر (یعنی ترکمان) سے ممالک اسلامیہ میں واپس آیا۔ مروان بن محمد بن مروان جو اس لشکر میں تھا در پردہ ہشام بن عبدالملک کے پاس آیا۔ مسلمہ کی شکایتیں کیں کہ "وہ جہاد سے جی چراتا ہے۔ اس وجہ سے لشکر اسلام میں ایک قسم کی کاہلی آ گئی ہے اور دشمنوں کے دل بڑھ گئے ہیں۔ مہینوں تیاری کرتا رہا۔ بارے خدا خدا کر کے کفار کے ملک میں داخل بھی ہوا تو صلح اور سلامتی کو اس قدر عزیز رکھا کہ دشمنان دین پر کچھ سختی بھی نہ کی۔ آپ اگر مجھے ان پر جہاد کرنے کا حکم دیں تو میں ان سے بہت اچھا انتقام لوں بشرطیکہ ایک لاکھ بیس ہزار جنگ آوروں سے میری امداد کیجئے اور اس راز کو پوشیدہ رکھئے" ہشام نے اس کو قبول کر لیا اور آرمینیہ کی سند گورنری مرحمت کر دی۔

مروان بن محمد کی فتوحات

چنانچہ مروان بن محمد آرمینیہ کی طرف روانہ ہوا اور ہشام نے شام، عراق، اور جزیرہ سے امدادی فوجیں روانہ کر دیں۔ مروان نے یہ ظاہر کر کے کہ لان پر جہاد کیا جائے گا بادشاہ خزر سے مصالحت کی درخواست کی۔ خزر اس پر راضی ہو گیا اور شرائط صلح وعہد نامہ لکھنے کی غرض سے چند آدمیوں کو بطور قاصد کے روانہ کیا۔ مروان نے ان کو روک لیا یہاں تک کہ اپنے لشکر کو پورے طور سے ترتیب دے لیا۔ اس وقت اعلان جنگ کر کے ان کو رہا کیا اور خود قریب ترین راستہ کو طے کر کے بادشاہ خزر کے ملک میں چلا گیا اور مروان قتل وغارت اور قید و مال غنیمت جمع کرتا ہوا ملک کے آخری حصے تک بڑھ گیا۔ انہی فتوحات کے دوران میں بادشاہ سریر کے ملک پر بھی دھاوا کر کے اس کے قلعات کو بہ زور تیغ تسخیر کر لیا تھا۔ لیکن اہل قلعہ نے ایک ہزار آدمیوں (پانچ سو غلام اور پانچ سو لونڈیوں) اور ایک لاکھ مدبر پر صلح کر لی جس کو وہ خود باب تک پہنچا دیں گے۔ ان کی دیکھا دیکھی اہل تومان نے بھی ایک غلام اور بیس ہزار مدبر پر مصالحت کر لی۔ اس کے بعد مروان سرزمین دردکران میں داخل ہوا۔ اہل وردکران سے بھی صلح ہو گئی۔ پھر حمرین کا رخ کیا اور بہ زور تیغ تسخیر کر کے سبدان پر جا پہنچا جو بہ صلح وامان فتح ہوا۔ بعد ازاں والی قلعہ لکز کے جزیہ نہ دینے کی وجہ سے قلعہ لکز کا قصد کیا۔ والیٔ قلعہ یہ خبر پا کر بادشاہ خزر کے پاس جانے کے ارادہ سے نکلا۔ راستے میں تیر لگا اور مر گیا۔ اہل لکز نے مروان سے مصالحت کر لی۔ مروان لکز پر ایک عامل مقرر کر کے سردان پر جا پہنچا۔ اہل سردان نے فوراً متابعت تسلیم کر لی۔ سروان سے روانہ ہو کر رودانیہ پر دھاوا کیا اور ایک خوں ریز جنگ لڑنے کے بعد واپس ہوا۔

حرث کا خروج

خراسان میں ازد کا نامور سردار حرث بن شریح تھا۔ 116ھ میں سیاہ کپڑے پہنے اور لوگوں کو اتباع کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بیعت امام رضا کی دعوت دی، جیسا کہ بنو عباس کے دعاۃ (مشنریز) خراسان میں عمل درآمد کر رہے تھے، اور اس کام کی انجام دہی کے لئے فاریاب گیا۔ عاصم بن عبداللہ کے ایلچی مقاتل بن حیان نبطی، خطاب بن محرز سلمی جب آئے تو ان دونوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ لیکن موقع ملتے ہی یہ دونوں قید خانہ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ حرث بن شریح نے چار ہزار فوج جمع کر کے بلخ کا رخ کیا۔ ان دنوں بلخ پر نصر بن سیار تجیبی تھا۔ دس ہزار کی جمعیت سے مقابلے کو آیا۔ لڑائی ہوئی نصر بن سیار کی فوج میدان جنگ سے پسپا ہو گئی۔ حرث نے بلخ میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا اور سلیمان بن عبداللہ بن حازم کو مقرر کر کے جوزجان کی طرف بڑھا اور اس پر بھی کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کر کے مرو کا رخ کیا۔ اس اثناء میں عاصم کو یہ اطلاع ملی کہ اہل مرو حرث سے خط وکتابت کرتے اور اس سے سازش رکھتے ہیں۔ عاصم نے لوگوں کو جمع کر کے سمجھایا۔ امیر المومنین کے عقاب وعتاب سے ڈرایا۔ مرو سے باہر نکل کر لشکر آراستہ کیا اور حفاظت کے لئے پل کو تڑوا ڈالا اور کشتیوں کو ہٹوا دیا۔ جوں ہی عاصم اس انتظامات سے فارغ ہوا ساٹھ ہزار کی جمعیت سے حرث آ پہنچا جس میں ازد وتمیم کے نامی گرامی نبرد آزما شہسوار اور جوزجان، فاریاب اور طالقان کے سربر آوردہ دہقان بھی موجود تھے۔ حرث کے ساتھیوں نے دیکھتے ہی پل باندھ کر نہر عبور کیا۔ اس کے بعد معلوم نہیں کس وجہ سے محمد بن مثنیٰ ازد کے دو ہزار آدمیوں کو اور حماد بن عامر حمانی بھی تمیم کے اسی قدر آدمیوں کو لے کر عاصم سے جا ملا۔ مقابلہ کی نوبت آئی۔ ایک بہت بڑی خونریز لڑائی کے بعد حرث کو شکست ہوئی۔ اس کے اکثر ہمراہی نہر مرو میں ڈوب کر مر گئے۔ منجملہ ان لوگوں کے حازم بن عبداللہ بن حازم تھا۔ حرث نے جوں توں نہر عبور کر کے اپنی

جان بچائی اور منازل رہبان کے قریب پہنچ کر اپنا خیمہ نصب کیا۔ تقریباً تین ہزار سوار اس کے پاس آ کر یکجا ہو گئے مگر عاصم نے تعاقب نہ کیا۔

اسد کی تقرری

117ھ میں عاصم نے ہشام بن عبدالملک سے تحریک کی کہ خراسان کا انتظام اس وقت تک درست نہ ہو گا جب تک عراق کا صوبہ بھی اس سے ملحق نہ کر دیا جائے گا۔ تاکہ ضرورت کے وقت بہ آسانی تمام کمک پہنچ سکے۔ لہٰذا ہشام نے خراسان کو خالد بن عبداللہ قسری کے حوالے کر دیا اور یہ لکھ بھیجا کہ تم اپنے بھائی کو انتظام کی غرض سے خراسان بھیج دو۔ چنانچہ خالد نے اپنے بھائی اسد کو خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر محمد بن مالک ہمدانی تھا۔ عاصم نے یہ سن کر حرث بن شریح سے اس امر پر مصالحت کر لی کہ بالاتفاق دونوں ہشام بن عبدالملک کو ایک خط مشتمل کتاب وسنت پر عمل کرنے کے لئے لکھ کر روانہ کریں۔ اگر وہ (ہشام) کتاب وسنت کی پیروی سے انکار کرے تو دونوں متفق ہو کر اس سے مخالف ہو جائیں۔ خراسان کے بعض رؤساء نے اس رائے سے مخالفت کی جس سے عاصم وحرث میں ان بن ہو گئی اور اس درجہ یہ کشیدگی بڑھی کہ تلواریں نیام سے کھینچ لی گئیں۔ جنگ شروع ہو گئی۔ خوبی قسمت سے حرث کو شکست ہوئی۔ اس کے اکثر ساتھی گرفتار کر لئے گئے۔ جن کو عاصم نے قتل کر ڈالا اور فتح کا بشارت نامہ ہشام کی خدمت میں محمد بن مسلم عنبری کی معرفت روانہ کیا۔ رے میں اس سے اور اسد بن عبداللہ سے ملاقات ہوئی۔ خراسان میں پہنچا تو اس نے عاصم کو حراست میں لے کر ایک لاکھ درہم طلب کئے اور عمارہ بن حزیم اور جنید کے عمال کو رہا کر دیا۔

حرث بن شریح

اسد جس وقت وارد خراسان ہوا تھا ان دنوں عاصم کا عمل و دخل نہ خراسان میں تھا اور نہ نیشاپور میں۔ مرو روذ پر حرث متصرف تھا اور آمد پر خالد بن عبداللہ ہجری جو حرث ہی کا مطیع اور اس کی رائے پر عمل درآمد کرتا تھا۔ اسد نے اس کی طاقت توڑنے کی غرض سے عبدالرحمٰن بن نعیم کو لشکر کوفہ وشام کے ساتھ حرث کی طرف روانہ کیا اور خود بقیہ لشکر لئے ہوئے آمد کا رخ کیا۔ زیاد قرشی (حیان نبطی کا آزاد غلام) آمد سے نکل کر مقابلہ پر آیا۔ مگر اسد سے شکست کھا کر شہر میں جا کر پناہ گزیں ہوا۔ اسد نے شہر کا گھیراؤ کیا۔ چاروں طرف سے منجنیقیں نصب کرا کے سنگ باری شروع کر دی۔ بالآخر اہل شہر نے امان طلب کی اور شہر کو اسد کے سپرد کر دیا۔ اسد نے یحییٰ بن نعیم بن ہبیرہ شیبانی کو مامور کر کے بلخ کی طرف قدم بڑھائے۔ چونکہ اہل بلخ سلیمان بن عبداللہ بن حازم کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے اسد نے بلخ پہنچ کر ترمذ کا قصد کیا جو ان دنوں حرث کے محاصرے میں تھا اور اسی وجہ سے اسد اہل ترمذ کو کمک نہیں پہنچا سکا۔ مجبور ہو کر پھر بلخ کی طرف واپس ہوا۔ اہل ترمذ نے شہر سے نکل کر حرث پر حملہ کیا اور ایک سخت جنگ کے بعد اس کو پسپا کر کے اس کے اکثر ساتھیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد اسد نے سمرقند کی طرف کوچ کیا۔ قلعہ زم پر پہنچا۔ اہل قلعہ سے (جو حرث کے طرفدار تھے) کہلا بھیجا۔ ''تم لوگ ہم سے شاید اس خیال سے متنفر ہو کہ ہم کج خلق ہیں۔ مگر اس کی برائی اس حد تک نہیں ہے جیسا کہ سمرقند پر مشرکین نے قبضہ کر لیا ہے میں سمرقند پر حملہ کرنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے وہاں پر جانے دو۔ کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ کرو ورنہ اگر تم مجھ سے آمادہ پیکار ہو گئے تو یہ یاد رکھو کہ میں تم کو ہرگز ہرگز امان نہ دوں گا''۔ والی قلعہ یہ پیام پا کر اسد سے آملا اور اس کے ساتھ سمرقند چلا گیا اور ان لوگوں کو بھی امان دلا کر اسد سے ملا دیا۔ پھر سمرقند سے اسد بلخ میں واپس آیا اور جدیع کرمانی کو ایک چھوٹے سے لشکر کے ہمراہ طخارستان کے اس قلعے پر دھاوا کرنے کو بھیجا جہاں پر حرث کا مال واسباب تھا اور اس کے ہمراہی تھے۔ جدیع نے محاصرہ کر کے اسے بہ زور تیغ فتح کیا۔ عام قیدیوں کو تو بازار بلخ میں فروخت کر دیا اور جنگ آوروں کو مار ڈالا۔ جس میں بنو برزی، تغلبی حرث کے دوستوں میں تھا۔

جریر بن میمون کا خاتمہ

اس واقعہ کے بعد حرث سے ساڑھے چار سو آدمی جو اس کے خصوصی ساتھیوں میں سے تھے مخالف ہو گئے جس کا سردار جریر بن میمون قاضی تھا۔ حرث نے کہا ''اگر تم لوگ مجھ سے جدا ہونا ہی چاہتے ہو اور یقین ہے کہ مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ گے تو میری موجودگی میں اسد سے امان طلب کر لو

اور اگر میرے کوچ کر جانے کے بعد امان طلب کرو گے تو تم کو امان نہ ملے گی"۔ جریر اور اس کے ساتھیوں نے اس سے انکار کیا اور حرث کے چلے جانے کے بعد اسد سے امان طلب کی۔ اسد نے انکار کر دیا اور جدیع کرمانی کو چھ ہزار کی جمعیت سے ان کے محاصرے کے لئے بھیج دیا۔ یہاں تک کہ اس کے حکم پر قلعہ چھوڑ کر باہر آئے۔ جدیع نے ان میں سے پچاس آدمیوں کو جس میں جریر بن میمون قاضی بھی تھا اس کے پاس روانہ کر دیا۔ اسد نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتروا دیا اور بقیہ لوگوں کے قتل کر ڈالنے کا حکم جدیع کرمانی کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد اس نے بلخ کو اپنا دارالحکومت بنایا اور دیوان (دفتر) کو بلخ میں منتقل کرا لیا۔ بعد ازاں طخارستان و سرزمین حبونہ پر جہاد کیا۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا۔ ہزاروں آدمی گرفتار ہوئے۔

اسد بن عبداللہ اور ابن سایجی

119ھ کا دور شروع ہوا۔ اسد بن عبداللہ بلاد ختل میں جہاد کرتا ہوا داخل ہوا۔ متعدد قلعات کو بہ زور تیغ فتح کیا۔ لشکری مال غنیمت اور قیدیوں سے مالا مال ہو گئے۔ ابن سایجی والی بلاد ختل نے اسد کے آنے اور شہروں پر قبضہ کرنے کا حال خاقان کو لکھ بھیجا اور کمک طلب کی۔ خاقان نے فوراً تیاری کا حکم دیا۔ ابن سایجی کو جب یہ معلوم ہوا تو اسد کو خاقان کے آنے کی دھمکی دی۔ اسد نے یقین نہ کیا۔ ابن سایجی نے دوبارہ کہلا بھیجا کہ میں نے ہی خاقان کو اپنی اعانت کے لئے طلب کیا ہے کیونکہ تم میرے ملک کو ویران کر رہے تھے۔ مجھے یہ خطرہ ہے کہ تمہارے مارے جانے کے بعد عرب کو جب تک ان میں سے ایک شخص بھی باقی رہے گا، مجھ سے قطعی دشمنی ہو جائے گی اور خاقان سے مجھے ہمیشہ اپنی غرض کے لئے دبنا پڑے گا اور عرب کے خوف سے مجھے اکثر اس کا دست نگر رہنا ہوگا۔ اسد کو اس کے کہنے پر یقین ہو گیا۔ جھٹ پٹ مال و اسباب کو بار برداریوں پر بار کرا کے ابراہیم بن عاصم عقیلی والی بجستان کے ساتھ بھیج دیا اور اس کے ساتھ کثیر بن امیہ، ابوسفیان بن کثیر خزاعی اور فضیل بن حیان مہری وغیرہ کو بھی نگرانی و محافظت کے خیال سے روانگی کا حکم دیا۔ پھر ان سب کی کمک و امداد کے لئے ایک اور لشکر مامور کیا۔ اس کے بعد خود ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا حتیٰ کہ نہر بلخ پر پہنچا۔ اس وقت ابراہیم بن عاصم مع اسباب و مال اور قیدیوں کے نہر پار کر چکا تھا۔ شام ہو گئی تھی قیام کر دیا۔ صبح ہوئی تو لشکری نہر عبور کرنے لگے۔ ابھی پورا لشکر نہر عبور نہ کر سکا تھا کہ ترکوں کا لشکر آ پہنچا۔ ازد و تمیم سامنے آ گئے۔ جنگ شروع ہو گئی۔ خاقان نے اپنے پرزور حملے سے ان کے مورچوں پر قبضہ کر لیا۔

خاقان کا تعاقب اور پسپائی

اسد اور اس کے ہمراہی اپنی لشکر گاہ میں واپس آئے اور ترکوں کے حملے سے بچنے کے لئے اپنے اردگرد خندق کھود لی اور یہ غلط اطمینان کر کے کہ خاقان نہر عبور نہ کرے گا، کمریں کھول دیں آرام کرنے لگے۔ خاقان بے خرخشہ نہر عبور کر کے اسلامی لشکر پر آ پڑا۔ عساکر اسلامیہ اپنی لشکر گاہ سے جواب دینے لگے۔ تمام رات لڑائی کی یہ صورت رہی کہ ترک ان کو گھیرے ہوئے تھے اور یہ ان کے حملوں کا جواب اپنی لشکر گاہ سے دیتے جاتے۔ صبح ہوئی تو ترکوں کا ایک متنفس بھی دکھائی نہ دیا۔ اسد نے یہ گمان کر کے کہ شاید ترک مال و اسباب اور قیدیوں کے تعاقب میں چلے گئے ہیں طلایع (گشتی سپاہیوں) کو حال دریافت کرنے کے لئے روانہ کیا اور امراء لشکر کو مشورہ کرنے کے لئے اپنے خیمے میں بلایا۔ سب نے قیام کی رائے دی۔ لیکن نصر بن سیار نے آزادانہ طور سے ترکوں کے تعاقب کرنے اور مال و اسباب کو ان کے تصرف سے بچانے کی رائے ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ بفرض محال اگر آپ اس کے ضائع ہونے کے بعد پہنچیں گے تو راہ کی وہ مشقت جس کا برداشت کرنا ناگزیر ہے تمام ہو جائے گی۔ اسد نے اس رائے کے مطابق کوچ کر دیا اور ایک شخص کو ابراہیم بن عاصم کے پاس خاقان کے تعاقب کرنے کا حال ظاہر کرنے کو بھیج دیا۔

خاقان کی پسپائی

اسد کا وہ خیال کہ ترک مال و اسباب اور قیدیوں کے تعاقب میں گئے ہیں بالکل صحیح نکلا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ابراہیم نے اپنی حفاظت کے

لئے خندق کھود لی تھی۔ مورچے قائم کر لئے۔ خاقان نے صغد کو جنگ کرنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کے مسلحہ نے ان کو شکست دی۔ اس وقت خاقان ایک ٹیلے پر مسلمانوں کے لشکر کا حال دیکھنے اور ان پر حملہ کرنے کے مواقع دیکھنے کے لئے چڑھ گیا۔ دیکھ بھال کر اپنے لشکر کو حکم دیا کہ سامنے کا راستہ قطع کر کے چار کوس کا چکر کاٹ کر مسلمانوں پر عقب سے حملہ کرو۔ ترکوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ مسلمانوں سے دست بدست لڑنے لگے۔ صاغان خذاہ اور اس کے ہمراہی اس معرکے میں کام آئے۔ ان کے مال واسباب پر ترکوں نے قبضہ کر کے ابراہیم کے ساتھیوں پر حملہ کیا۔ اس وقت مسلمانوں کا لشکر غیر مرتب ہو گیا تھا۔ سب کے سب یک جا جمع ہو کر لڑ رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی ان کو اپنی ہلاکت کا احساس بھی ہو رہا تھا کہ دفعتہً دور سے ایک گرد نمایاں ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا کہ ترکوں کے ہاتھ بھی لڑتے لڑتے شل ہو گئے تھے لیکن آہستہ آہستہ کامیابی کے غرور میں بڑھتے چلے آتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد غبار ہٹا تو اسد کی صورت دکھائی دی کہ وہ اپنا لشکر لئے ہوئے آرہا ہے۔ ترکوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ اسد نے نہایت تیزی سے راستہ طے کر کے اس ٹیلے پر قبضہ کر لیا، جس پر خاقان چڑھ گیا تھا۔ ابراہیم کے دیگر ساتھی اور صاغان خذاہ کی بیوی اس کے پاس آئی اور خاقان مسلمان قیدیوں، اونٹ، بکریوں اور مال واسباب کو لئے ہوئے پہاڑ کی طرف چلا گیا۔ عساکر اسلامیہ نے جنگ کا ارادہ کیا لیکن اسد کے روکنے سے رک گئے۔ جاتے جاتے خاقان کے لشکریوں میں سے ایک شخص جو حرث بن شریح کے ساتھیوں میں سے تھا اسد سے خطاب کر کے بولا: ''ماوراء النہر کا ملک تمہارے جہاد کے لئے کافی تھا مگر تم نے اس پر اکتفانہ کی، بلاد ختل پر چڑھ آئے جو ہمارے باپ دادا کا ملک تھا، آخر کار تم نے اپنی اس جرأت کا نتیجہ دیکھ لیا۔ شاید آئندہ اللہ تعالیٰ تم سے اس کا انتقام لے۔''

حرث اور خاقان کا اتحاد

ترکوں کے چلے جانے کے بعد اسد، بلخ واپس آیا اور اس کے پرفضا میدان میں لشکر ترتیب کرنے لگا یہاں تک کہ موسم سرما آگیا۔ مجبور ہو کر شہر میں چلا گیا اور وہیں ایام سرما گزارے۔ حرث بن شریح اطراف طخارستان میں تھا۔ خط وکتابت کر کے خاقان سے جا ملا اور اس کو جنگ خراسان پر ابھار کر بلخ پر فوج کشی کر دی۔ اسد نے نماز عیدالاضحیٰ کے بعد ایک طویل خطبہ دیا جس میں یہ بھی بیان کیا کہ حرث بن شریح نے کفار سے سازش کر لی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے ظلم وبغاوت کی تاریکی سے بجھادے اور اس کے دین متین کو اپنی نفسانی خواہشوں سے بدل دے۔ تم لوگوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ سے بندے کا اس وقت زیادہ قرب ہوتا ہے جب کہ وہ سجدے میں رہتا ہے۔ اسد اس فقرے کو مکمل کر کے سجدے میں چلا گیا اس کے ساتھ حاضرین بھی سجدے میں چلے گئے اور نہایت خشوع وخضوع میں مصروف ہو گئے۔ دعا وسجدے سے فارغ ہو کر اسد نے بہ قصد مقابلہ خاقان خروج کیا۔

خاقان کی شکست

خاقان کی کمک پر اہالیان ماوراء النہر وطخارستان وجبونہ تھے۔ مجموعی تعداد اس کے فوج کی تیس ہزار تھی۔ اسد کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے سرداران لشکر کو مشاورت کے لئے بلایا۔ بعض کی یہ رائے ہوئی کہ شہر بلخ میں قلعہ بند ہو کر لڑنا اور خالد وہشام سے کمک طلب کرنا چاہئے۔ لیکن اسد نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ نصر بن سیار اور قاسم بن نجیب وغیرہ نے بھی شہر سے نکل کر لڑنے کی رائے دی جس سے اسد کا عزم مصمم ہو گیا۔ بلخ پر کرمانی بن علی کو مامور کر کے یہ حکم دیا کہ کوئی شخص شہر بلخ سے باہر نہ نکلنے پائے اگرچہ ترک شہر بلخ کے دروازے پر آجائیں اور خود جامع مسجد میں جا کر لوگوں کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی اور بعد فراغت نماز دعا میں مصروف ہو گیا۔ حاضرین بھی اس کے ساتھ ساتھ دعا کر رہے تھے۔ نماز ودعا سے فارغ ہو کر شہر کے باہر ایک کھلے میدان میں آکر ٹھہر گیا۔ جب سب لوگ آگئے تو بسم اللہ کہہ کر نکل کھڑا ہوا۔ اتفاقاً خاقان کے پترول سے سامنا ہو گیا۔ ایک خفیف لڑائی کے بعد ان کے سردار کو گرفتار کر لیا اور راتوں رات جورجان سے دو کوس کے فاصلے پر پہنچ کر پڑاؤ کر دیا۔ صبح ہوئی تو ترکوں اور مسلمانوں کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابلے پر نظر آئیں۔ اسد نے فوراً جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور لشکر کی صفوں کو درست کرنے لگا۔ اس معرکے میں اسد کے ہمراہ والی جورجان بھی تھا۔ ترکوں کے میمنہ نے لشکر اسلام کے میسرہ پر ایسا حملہ کیا کہ اہل میسرہ مجبور ہو کر قلب لشکر تک چلے آئے۔ اس

وقت لشکر اسلام کا میمنہ جس میں اسد اور والی جور جان تھا ترکوں پر ٹوٹ پڑا اور پے در پے ایسے زبردست حملے کئے کہ ترکوں کو سنبھلنے کی مہلت نہ ملی۔ خاقان اور حرث بن شریح اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے اور تین کوس تک فتح مند گروہ قتل و غارت کرتا ہوا تعاقب میں چلا گیا۔ ڈیڑھ لاکھ بکریاں اور بہت سے جانور بار برداری کے پکڑ لائے۔

عثمان بن عبداللہ کا حملہ

خاقان نے شکست کے بعد معمولی راہ چھوڑ کر پہاڑی راستہ اختیار کیا اور حرث بن شریح حفاظت کے لئے اس کے ساتھ تھا۔ والی جور جان ان راستوں سے واقف تھا۔ اسد سے اجازت حاصل کر کے عثمان بن عبداللہ بن شخیر کو ہمراہ لیا اور قریب ترین راستے کو طے کر کے خاقان کے سر پر پہنچ گیا۔ جس وقت کہ وہ لشکر اسلام کے حملے سے مطمئن ہو گیا تھا۔ ترک والی جور جان کے اچانک حملے سے گھبرا کر پکتی ہوئی ہانڈیاں تک چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کی لشکر گاہ، مال واسباب، عرب کی عورتوں (جن کو اس نے قید کر رکھا تھا) ترک عورتوں کی لونڈیوں، سونے چاندی کے ظروف اور قیمتی اسباب سے بھری ہوئی تھی، خوش قسمتی سے یہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ خاقان، مسلمانوں کی نظریں بچا کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ حرث بن شریح لوگوں سے خود بچتا اور اس کو بچاتا ہوا نکل گیا۔ خاقان کی بیگم نے سوار ہونے میں تاخیر کی تو خواجہ سرا نے جو اس کی خدمت پر مامور تھا اس کا کام تمام کر دیا۔

خاقان کا انجام

اس تائید غیبی کے بعد اسد پانچ روز تک میدان جنگ میں ٹھہرا ہوا ہاتین خراسان سے زر فدیہ لے کر ان کے قیدیوں کو رہا کرتا رہا۔ چھٹے روز اپنے خروج کے نویں دن بلخ کی طرف واپس ہوا۔ جور جان میں پہنچ کر قیام کیا۔ خاقان بھاگا چلا جا رہا تھا حتیٰ کہ طخارستان میں پہنچ کر جبوبہ خزیمی کے پاس وہ کچھ عرصہ آرام کر کے اپنے ملک کو روانہ ہوا سنہ میں پہنچا تو کاوش افشین کا دادا آ کے ملا۔ اگر چہ ان دونوں میں کسی قدر کشیدگی تھی لیکن رسم پیدا کرنے کے خیال سے جو کچھ اس سے ہو سکا پیش کیا جس کو خاقان نے نہایت خوشی سے قبول کیا۔ پھر اس سے رخصت ہو کر اپنے دارالحکومت میں داخل ہوا اور اسی وقت سے لشکر کی تیاری و ترتیب میں جت گیا۔ جس وقت اس کو اپنی فوجی قوت پر کامل بھروسہ ہو گیا تو سمرقند پر چڑھائی کر دی۔ حرث بن شریح نے اپنے ساتھیوں میں سے پانچ ہزار منتخب آدمیوں کو گھوڑوں پر سوار کر کے کمک پر بھیجا۔ ہنوز سمرقند کے محاصرے کی نوبت نہ آئی تھی کہ ایک دن اتفاقاً خاقان اور کورصول نرد کھیلنے کو بیٹھ گئے۔ باتوں باتوں میں دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ کورصول نے خاقان کا ہاتھ اس زور سے دبایا کہ خاقان کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ خاقان غصے میں بھرا ہوا اٹھ کر چلا آیا اور کورصول کے ہاتھ توڑ ڈالنے کی قسم کھالی۔ کورصول کو اس کی خبر ہو گئی۔ رات کے وقت خاقان کے لشکر پر شب خون مار کر اس کی زندگانی کا خاتمہ کر دیا۔ ترک اس غیر متوقع مصیبت سے ایسا گھبرا کر بھاگے کہ خاقان کے گور و کفن کا بھی ان کو خیال نہ رہا۔ اس واقعہ کے دوسرے روز چند سرداران ترک نے آ کر خاقان کو دفن کیا۔

مقاتل بن حیان

اس واقعہ سے قبل اسد نے بلخ سے فتح کی خوش خبری خالد بن عبداللہ کے پاس بھیجی تھی اور اس نے اس کی اطلاع ہشام کو دی۔ ہشام کو باور نہ ہوا۔ پھر اس کے بعد ہی قاسم بن نجیب کو خاقان کے مارے جانے کی خبر لے کر دارالخلافہ کو روانہ کیا۔ قیس کو اسد و خالد کی کامیابیوں پر رشک پیدا ہوا۔ ہشام سے جڑ دیا کہ مقاتل بن حیان کو بلا لیجئے اس سے اصل واقعہ کا انکشاف ہو جائے گا۔ چنانچہ ہشام نے خالد کو لکھا اور خالد نے اسد کو۔ پس جب مقاتل بن حیان دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ اس وقت ہشام کے پاس اس کا وزیر ابرش بیٹھا ہوا تھا۔ مقاتل نے اول سے آخر تک کل واقعات عرض کئے۔ ہشام نے خوش ہو کر مقاتل سے کہا "مانگ کیا مانگتا ہے؟" عرض کیا۔ یزید بن مہلب نے میرے باپ حیان سے ایک لاکھ درہم ظلماً وصول کئے تھے آپ اس کی واپسی کا حکم صادر فرمائیے۔ ہشام نے اسد کے نام ایک فرمان ان درہم کی واپسی کا لکھ دیا۔ مقاتل نے ان درہم کو ورثا

حیان میں تقسیم کردیا۔

ختل پر لشکر کشی

خاقان کے مارے جانے کے بعد اسد نے ختل پر فوج کشی کی اور مصعب بن عمر خزاعی کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ قلعہ بدر طرخان پر پہنچا۔ بدر طرخان نے اسد کی خارا شگاف تلوار سے ڈر کر امان طلب کی۔ مصعب نے پناہ دے کر اسد کے پاس بھیج دیا۔ بدر طرخان نے ایک ہزار درہم پیش کئے اور اس ذریعہ سے دھوکا دینے کی کوشش کی۔ اسد نے لینے سے انکار کیا اور مصعب کے پاس واپس کر دیا کہ اس کو اس کے قلعہ میں پھر لوٹا دو۔ اتفاق سے مصعب کی خدمت میں اس وقت مسلمہ بن ابی عبداللہ (موالی سے تھا) حاضر تھا۔ عرض کیا "امیر المومنین اس کے رہا کر دینے پر نادم ہوں گے۔" مصعب نے کچھ جواب نہ دیا مگر مسلمہ نے اس کو اپنے پاس قید رکھا۔ اس کے بعد اسد اپنا لشکر ظفر پیکر لئے ہوئے آ پہنچا اور مخشمر بن مزاحم سے حالات پوچھنے لگا۔ مخشمر نے کہا "بدر طرخان کل ہمارے قبضہ میں تھا۔ آپ نے اس پر نہ کچھ سختی کی اور نہ اس سے کچھ قول واقرار لیا، مزید برآں رہا کر کے اس کے قلعہ میں اس کو پہنچا دیا۔" اسد یہ سن کر اپنے کئے پر پشیمان ہوا اور مصعب سے بدر طرخان کا حال دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ مسلمہ بن عبداللہ کے پاس ہے۔ اسد نے اس کی حاضری کا حکم دیا۔ جب روبرو لایا گیا تو اسد کے حکم سے پہلے اس کے ہاتھ کاٹے گئے۔ اس کے بعد ازد کے ایک شخص کو جس کے باپ کو اس نے شہید کیا تھا گردن مارنے کا حکم دے دیا۔ لہٰذا اس ازدی مرد نے بدر طرخان کو بار حیات سے سبک دوش کر دیا۔

بدر طرخان کے قتل کے بعد اسد نے اس کے قلعہ پر بہ آسانی قبضہ حاصل کر کے اسلامی لشکر کو ملک ختل میں پھیلا دیا۔ لشکریوں کے ہاتھ مال غنیمت اور لونڈی وغلام سے بھر گئے۔ بدر طرخان کے لڑکے ایک چھوٹے سے قلعہ میں جو شہر کے بالائی حصے میں تھا باقی رہ گئے۔ وہاں تک عساکر اسلامیہ کے فتوحات کی موجیں نہ پہنچیں۔ انہی واقعات پر اس سنہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور 120ھ کے شروع ہوتے ہی ماہ ربیع الاول 120ھ مقام بلخ میں اسد بن عبداللہ قسری کا پیغام موت آ گیا۔ وفات کے وقت اس نے جعفر بن حنظلہ نہروانی کو اپنا جانشین کیا تھا۔ جس نے چار ماہ امارت کی۔ اس کے بعد ماہ رجب میں نصر بن سیار کی گورنری کا دور آ گیا۔

خالد کی معزولی

120ھ میں ہشام بن عبدالملک نے ابوالمثنیٰ وحسان نبطی کے کہنے سننے سے خالد کو کل صوبجات کی حکومت سے معزول کیا۔ یہ دونوں ہشام بن عبدالملک کی املاک کی تولیت سے معزول کر کے اشدق کو مقرر کیا۔ حسان وابوالمثنیٰ عراق سے دمشق میں چلے آئے اور بہ حکمت عملی ہشام بن عبدالملک کے کانوں تک یہ اطلاع پہنچا دی کہ خالد کی ایک لاکھ تیس ہزار سالانہ آمدنی ہے۔ ہشام کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو گیا۔ بلال بن ابی بردہ اور عریان بن ہیثم کو چونکہ ان واقعات کی خبر ہو گئی تھی انہوں نے خالد سے کہا کہ تم اپنی کل جائداد ہشام کی نذر کر دو کہ جس کو وہ پسند کرے لے لے۔ ہم اس کو رضامند کر دینے کے ذمہ دار ہیں لیکن خالد نے اس کو منظور نہ کیا۔ اس کے بعد عمرو بن العاص کی اولاد میں سے کسی نے خالد کی شکایت کی کہ اس نے اپنی مجلس میں مجھ سے سخت کلامی کی ہے۔ ہشام نے ایک فرمان خالد کے پاس روانہ کیا جس میں اس کو سخت ودرشت کلمات سے خطاب کیا تھا اور پیادہ پا دارالخلافہ میں اس شخص (یعنی عمرو بن العاص کی اولاد) کو راضی کرنے اور اس سے معافی طلب کرنے کے لئے بلایا تھا۔

خالد کی گرفتاری

ہنوز خالد دارالخلافت دمشق میں حاضر نہ ہوا تھا کہ اس کی بابت اکثر لوگوں نے شکایتیں کیں اور یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ خالد عراق کی حاکمی کو حقارت کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ ہشام نے ایک دوسرا عتاب آمود فرمان لکھا جس کا یہ مضمون تھا "اے پسر مادر خالد! مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تو کہا کرتا ہے کہ گورنری عراق میری باعث عزت نہیں ہے۔ اے غیر مختون زادے! عراق کی گورنری تجھے باعث فخر کیسے نہیں ہو سکتی تو بجیلہ کے قبیلہ سے ہے جو نہایت ذلیل وقلیل ہے۔ واللہ مجھے یہ گمان ہے پہلا جو شخص تیرے ہاتھ کو تیری گردن میں باندھے گا وہ قریش کے قبیلے کا ایک مرد ہوگا۔"

اس فرمان کے روانہ کرنے کے بعد یوسف بن عمر ثقفی کو جو ان دنوں یمن میں تھا، سند گورنری مرحمت کر کے تیس ساتھیوں کے ساتھ عراق روانہ ہونے کا حکم دیا۔ یوسف بن عمر ثقفی فوراً کوفے کی طرف روانہ ہوا اور قریب کوفہ پہنچ کر قیام کیا۔ اتفاقاً اسی زمانے میں طارق (خالد کے نائب) نے کوفے میں اپنے لڑکے کا ختنہ کیا تھا اور اس تقریب کی خوشی میں علاوہ مال اور قیمتی کپڑوں کے بہ تعداد کثیر لونڈی و غلام تحفہ میں خالد کے پاس بھیجے تھے۔ اتفاق سے چند عراقی یوسف کی طرف ہو کر گزرے بروقت استفسار یوسف نے صاف جواب نہ دیا۔ عراقیوں کو ان پر خوارج ہونے کا شک ہوا۔ یوسف شب کے وقت سوار ہو کر ثقیف کے مکانات میں چلا آیا۔ ثقیف نے اس راز کو چھپایا۔ صبح ہوتے یوسف نے مسجد میں ان لوگوں کو یکجا کیا جو وہاں پر مضر کے قبیلہ کے تھے۔ نماز سے فارغ ہوا تو آدمی بھیج کر خالد و طارق کو گرفتار کرا لیا۔

یوسف کی تقرری

بعض کے بقول خالد ان دنوں واسط میں مقیم تھا۔ کسی نے دمشق سے یہ اطلاع اپنے ایک دوست کو واسط میں تحریر کر کے بھیجی۔ وہ سوار ہو کر خالد کے پاس گیا اور امیر المومنین ہشام کے پاس جانے اور معافی طلب کرنے کی رائے دی۔ خالد نے جواب دیا "میں یہ کام بلا اجازت نہیں کر سکتا"۔ اس نے پھر عرض کیا "آپ مجھے اجازت دیجئے میں امیر المومنین کے پاس جا کر آپ کے حاضری کی اجازت لے آؤں"۔ خالد بولا "یہ بھی ناممکن ہے۔" اس شخص نے کہا "اچھا اس برس جس قدر آمدنی میں کمی ہوئی ہے اس کا معاوضہ دے دو۔ میں تمہاری بحالی کی سند لا دوں گا اور اس کی تعداد ایک کروڑ ہے"۔ خالد نے جواب دیا "میرے پاس دس لاکھ سے ایک حبہ زیادہ نہیں ہے"۔ اس شخص نے کہا "اگر آپ اجازت دیں تو اس رقم کو میں اور فلاں فلاں اشخاص ادا کریں"۔ خالد نے اس کو بھی قبول نہ کیا۔ تب طارق نے کہا "بہتر یہ ہے کہ ہم اپنے کو اور تم کو مال دے کر بچا لیں تاکہ یہ عہدہ ہمارا اور تمہارا برقرار رہے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ کوئی غیر شخص آ کر ہمارے مال و اسباب پر قبضہ کر لے اور وہ اس وقت کوفے میں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم لوگ قتل کر ڈالے جائیں گے اور مال و اسباب نصیب دشمنان ہو جائے گا۔" خالد نے اس میں سے کسی بات کو منظور نہ کیا۔ طارق روتا ہوا رخصت ہو کر کوفے کو لوٹا اور خالد جمہ میں چلا آیا۔

اس اثناء میں شام کا فرمان گورنری عراق یوسف کے نام آ پہنچا جس میں ابن نصرانیہ یعنی خالد اور اس کے عمال کو گرفتار کرنے اور ایذائیں دینے کی تاکید بھی تھی۔ چنانچہ یوسف اسی دن ایک رہبر کو لے کر کوفے کو روانہ ہو گیا اور اپنے لڑکے صلت کو یمن پر مامور کر گیا۔ جمادی الثانی 120ھ میں کوفے کے قریب پہنچ کر نجف میں قیام کیا اور اپنے خادم کیسان کو طارق کو گرفتار کر لانے کو بھیجا۔ حیرہ میں طارق سے ملاقات ہوئی۔ کیسان نے گرفتار کر کے یوسف کے روبرو پیش کیا۔ یوسف نے کوڑوں سے پٹوایا۔ بعد ازاں کوفے میں داخل ہوا اور عطاء بن مقدم کو خالد کے لانے کے لئے جمہ کی طرف روانہ کیا۔ لہٰذا عطاء نے جمہ میں پہنچ کر گرفتار کیا۔ ابان بن ولید اور اس کے دوستوں نے ستر ہزار دے کر خالد کو چھڑوایا۔ بعض کہتے ہیں کہ ابان بن ولید سے ایک لاکھ لئے گئے تھے۔ خالد کی حکومت عراق میں پندرہ برس رہی۔ جس وقت سے یوسف عراق کا گورنر ہوا اسی زمانے سے عراق میں عرب ذلیل ہوئے اور ذمی تمام امور کے متولی و متصرف ہو گئے۔

نصر بن سیار بحیثیت گورنر خراسان

اسد بن عبداللہ کے مرنے پر ہشام بن عبدالملک نے نصر بن سیار کو رجب 120ھ میں خراسان کا گورنر مقرر کیا اور سند گورنری عبدالکریم بن سلیط حنفی کی معرفت بھیجی۔ اس سے پہلے جعفر بن حنظلہ نے، جس کو وفات کے وقت اسد نے اپنا نائب بنایا تھا، نصر کو حکومت بخارا پر مامور کرنے کا قصد کیا تھا مگر بختری بن مجاہد (بنوشیبان کا آزاد غلام) اس تجویز کا مخالف ہوا اور نصر کو اس خدمت کے قبول کرنے سے روکا اور کہا تم تو خراسان میں مضر کے شیخ ہو تم ہی کو اس ملک کی گورنری کا عہدہ دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لہٰذا جب نصر کو خراسان کی گورنری دی گئی تو اس نے بلخ پر مسلم بن عبدالرحمٰن کو، مروروذ پر وشاح بن بکیر بن وشاح کو، ہرات پر حرث بن عبداللہ بن حشرج کو، نیشاپور پر زیاد بن عبدالرحمٰن قسری کو، خوارزم پر ابوحفص علی بن حفنہ کو اور صغد پر قطن بن قتیبہ کو مامور کیا۔ چار برس تک خراسان میں عہدہ ہائے جلیلہ پر سوائے مضری کے اور کوئی شخص کسی قبیلہ کا مقرر نہ

کیا گیا۔

نصر کی فتوحات

اس کے زمانہ گورنری میں خراسان کی آبادی بہت بڑھ گئی۔ ہزارہا بے مثل عمارتیں تعمیر ہوگئیں۔ اعلیٰ ادنیٰ اس سے خوش رہے۔ باایں ہمہ سرکاری جمع میں کمی نہ ہوئی بلکہ بہ نسبت سابق ترقی پر رہی۔ متعدد جہاد بھی کئے۔ سب سے پہلے بلخ سے براہ باب حدید ماوراء النہر پر حملہ کیا اور پھر وہاں سے واپس ہوکر مرو میں آیا۔ ذمیوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور جن کی تعداد تیس ہزار کے لگ بھگ تھی ان کا جزیہ معاف کر کے ان پر عشر قائم کیا اور جن مشرکین پر جزیہ کم تھا ان کا جزیہ بڑھا دیا۔ اس تدبیر سے آمدنی بڑھ گئی۔ دوبارہ سمرقند پر اور سہ بارہ مرو سے شاش پر جہاد کیا۔ اس مرتبہ بادشاہ بخارا، اہالیان سمرقند، کش اور نسف میں ہزار کی جمعیت سے نصر کے ہمراہ تھے۔ نہر شاش پر پہنچا تو نہر اور نصر کے مابین کورصول حائل ہو گیا۔ رات تاریک تھی۔ نصر نے منادی کرادی کہ کوئی شخص لشکر گاہ سے باہر نہ نکلے۔ صبح ہوتے ہی عاصم بن عمیر نے لشکر سمرقند کے ساتھ خروج کیا۔ سواران ترک مقابلہ پر آئے جس میں کورصول بھی تھا۔ عاصم اس کو نصر کے پاس گرفتار کر لایا۔ نصر نے اس کو موت کے گھاٹ اتار کر نہر کے کنارے پر صلیب دے دی۔ ترکوں کو اس سے سخت صدمہ ہوا۔ اس کے خیموں کو جلا دیا گھوڑوں کی دم اور ایال اور بالوں کو کاٹ ڈالا۔ نصر نے واپسی کے وقت کورصول کی ہڈیاں جلا دینے کا حکم دیا تاکہ اس کی مراجعت کے بعد ترک اس کو اٹھا کر نہ لے جائیں۔ اس کے بعد فرغانہ کی طرف گیا۔ ایک ہزار آدمیوں کو گرفتار کر لایا۔ پھر یوسف بن عمران نے حرث بن شریح پر شاش میں حملہ کرنے کو لکھا اور یہ ہدایت کی کہ اگر کامیابی مل جائے تو ان کے شہروں کو تباہ کر دینا اور سرداران کو قید کر لینا۔ چنانچہ نصر اس ہدایت کے مطابق روانہ ہوا۔ اس کے مقدمتہ الجیش پر یحییٰ بن حصین تھا۔ حرث بن شریح نے بہت بڑی دلیری سے مقابلہ کیا۔ بڑے بڑے نامور جنگ آزما ترک مارے گئے۔ بالآخر ترک میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ شاش تحائف ونذرانے لے کر حاضر خدمت ہوا اور مصلحت کی درخواست کی۔ نصر نے اس شرط سے صلح کی کہ حرث بن شریح کو اپنے ملک سے نکال دے۔ پس بادشاہ شاش نے حرث کو فاریاب کی طرف نکال باہر کیا۔ نصر، شاش پر نیزک بن صالح (عمرو بن العاص کے آزاد غلام) کو مقرر کر کے سرزمین فرغانہ میں جا پہنچا۔ والی فرغانہ نے گھبرا کر تمام صلح کی غرض سے اپنی ماں کو نصر کی خدمت میں بھیجا۔ نصر نے اس کو عزت سے بٹھایا اور حسب قرارداد شرائط صلح نامہ لکھ دیا۔

خاقان کے مرنے کے بعد صغد نے بھی اپنے ملک کے واپس لینے کی خواہش کی لیکن جوں ہی نصر کو گورنری خراسان دی گئی اس نے ان کو دبا دیا اور اپنی خواہش کے مطابق شرائط قبول کرائے۔ ان کی دیکھا دیکھی خراسانیوں نے بھی اپنی شرائط سے انحراف کیا۔ ازانجملہ یہ تھا کہ جو شخص اسلام سے مرتد ہو جائے اس کو سزا دی جائے اور بلا دلیل وحجت کوئی شخص ان میں کا قید نہ کیا جائے۔ لوگوں نے نصر کو ان شرائط کے منظور کرنے پر برا کہنا شروع کیا۔ نصر نے جواب دیا اگر تم لوگ ان کی شکایتوں کو جوان کو مسلمانوں سے پیدا ہوئی ہیں ویسے ہی دیکھتے جس طرح میں نے دیکھی ہیں تو تم لوگ مجھے ملزم نہ ٹھہراتے۔ نصر نے یہ کہہ کر اس کی اجازت ہشام بن عبدالملک سے منگوالی۔ یہ واقعہ 123ھ کا ہے۔

زید بن علی کا ظہور

123ھ میں زید بن علی نے کوفہ میں ہشام بن عبدالملک کے خلاف خروج کیا۔ کتاب وسنت کی پیروی، کفار اور ظالموں پر جہاد، مظلوموں کی فریادرسی، محروموں کو وظائف مقرر کرنے اور جس سے بہ زور وجبر کوئی چیز چھین لی گئی ہے اس کو واپس کرنے اور اہل بیت کی امداد کے دعویدار ہوئے۔

زید بن علی اور عبداللہ بن حسن

لوگوں نے ان کے خروج کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ زید بن علی، داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس اور محمد بن عمر بن علی ابن

ابی طالب عہد گورنری خالد بن عبداللہ قسری میں عراق گئے تھے۔ خالد بن عبداللہ نے ان لوگوں کی بہت توقیر کی تھی اور معقول طور سے جانی اور مالی ان کی خدمت کی تھی۔ لہٰذا جب یوسف بن عمر ثقفی گورنر عراق ہوا تو اس نے ہشام بن عبدالملک کو لکھ بھیجا کہ خالد قسری اہل بیت کا ہوا خواہ ہے اور اس نے زید بن علی سے ایک زمین مدینہ منورہ میں دس ہزار دینار قیمت ادا کر کے خریدی تھی اور پھر اس زمین کو واپس دے دیا۔ اس کے زمانہ گورنری میں یزید بن علی وغیرہ عراق گئے تھے تو اس نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بہت سا مال دے کر رخصت کیا تھا۔ ہشام نے عامل مدینہ کے ذریعہ سے اس کی تحقیقات کرائی اور خالد کے مقابلے میں تصدیق کرانے کے لئے ان لوگوں کو یوسف کے پاس عراق روانہ کیا۔ چنانچہ انتہائی مجبوری میں یہ لوگ عراق گئے اور خالد کے روبرو جو کچھ اس نے دیا تھا اس کا اظہار کیا۔ خالد نے اس کی تصدیق کی۔ بعد میں یہ لوگ مدینہ منورہ کو واپس ہوئے۔ قادسیہ میں پہنچ کر قیام کیا۔ اہل کوفہ نے یہ اطلاع پا کر خط و کتابت کی۔ پس زید بن علی ان کی طرف چلے گئے۔ بعض اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ زید بن علی بن حسین اور ان کے چچازاد بھائی جعفر بن حسن بن حسن بن علی میں ایک مال موقوفہ علیؓ میں نزاع تھی۔ ابھی وہ جھگڑا طے نہ ہوا تھا کہ جعفر بن حسن بن حسن کا انتقال ہو گیا۔ پس زید بن علی بن حسین اور جعفر کے بھائی عبداللہ بن حسن بن حسن میں منازعت قائم ہو گئی۔ رفع نزاع کے لئے یہ دونوں بزرگ اکثر عامل مدینہ خالد بن عبدالملک بن حرث کے پاس جایا کرتے تھے۔

ہشام اور زید بن علیؒ

ایک دن اتفاقاً خالد کی مجلس میں دونوں بھائی گتھ گئے۔ باتوں باتوں میں طعن و تشنیع کی نوبت آ گئی اور خالد ان دونوں بزرگوں کو حکمت عملی سے مشتعل کرتا جاتا تھا۔ زید کو اس کا یہ فعل ناگوار گزرا۔ سخت و ناملائم کلمات کہہ کر اٹھ آئے۔ دوسرے دن مدینہ سے دمشق کو روانہ ہو گئے۔ ایک مدت تک ہشام نے حاضری کی اجازت نہ دی۔ حیلہ حوالہ کر کے ٹالتا رہا۔ بالآخر عرصہ دراز کے بعد اجازت دی۔ دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اثناء کلام میں ہشام نے کہا: ”میں نے سنا ہے کہ تم میری مخالفت کرتے ہو اور خلافت کے تمنائی ہو حالانکہ تم اس کے اہل نہیں ہو“۔ پھر کچھ سوچ کر کہا ”اور اگر تمہارا یہ خیال قائم ہو گیا تو بسم اللہ ہم پر خروج کرو“۔ آپ نے جواب دیا: ”ہاں! میں ایسا خروج نہ کروں گا جو تم کو جبر نہ گزرے“۔ ہشام یہ سن کر خاموش ہو گیا اور آپ دمشق سے کوفے کی جانب چل کھڑے ہوئے۔

زید بن علیؒ کا کوفہ میں قیام

محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہا ”تم کوفہ نہ جاؤ۔ ان کے قول و قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ انہوں نے ہمارے تمہارے جد امجد کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تم سے مخفی نہیں ہے“ زید بن علیؒ نے اس پر کچھ توجہ نہ کی۔ جب وہ کوفہ پہنچے تو پوشیدہ طور پر قیام کیا۔ ایک مکان سے دوسرے مکان ٹھہرتے پھرتے تھے اور شیعان علیؓ راتوں کو اور دن کو چھپ چھپ کر آپ کے پاس آتے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ کوفیوں کے ایک گروہ نے بیعت کر لی۔ ازانجملہ مسلمہ بن کہیل، نصر بن خزیمہ عیسیٰ اور معاویہ بن اسحٰق بن حارثہ انصاری تھے۔ جب اہل کوفہ بیعت کرنے کی غرض سے حاضر خدمت ہوتے تھے، تو آپ اپنی بیعت کا مضمون سنا کر فرماتے تھے۔ اتبایعون علی ذلک (کیا تم اس پر بیعت کرتے ہو) جب وہ کہتے ہیں: ہاں! اس وقت آپ اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھتے اور فرماتے۔ عهد الله عليك و ميثاقه و ذمته و زمة بيعتي و لتقاتلني مع عدوي و لتضحن لي في السروا لعلانيه (اللہ اور اس کا رسولؐ میرے اور تمہارے اقرار کا ذمہ دار ہے کہ تم اپنی بیعت کو پورا کرو گے اور میرے ہمراہ میرے دشمنوں سے لڑو گے اور ظاہر و باطن میرے دوست بنے رہو گے) جب وہ اس کا بھی اقراری جواب دیتا تو آپ اپنے ہاتھ کو اس کے ہاتھ سے چھوڑ کر ارشاد کرتے ”اللهم اشهد“۔ زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ پندرہ ہزار اور بعض کہتے ہیں کہ چالیس ہزار آدمیوں نے بیعت کر لی۔ آپ نے ان لوگوں کو تیاری کا حکم دیا اور یہ راز دلوں سے زبانوں اور زبانوں سے کانوں تک پہنچ گیا۔

زید بن علی کا کوفہ سے اخراج

بعض کے بقول زید بن علیؒ نے کوفے میں کھلم کھلا قیام فرمایا تھا اور آپ کے ساتھ داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس بھی تھے جب کہ آپ خالد سے تصدیق کرنے کو آئے تھے۔ پس شیعان علیؓ آپ کے پاس آنے جانے لگے اور بیعت کر لی۔ رفتہ رفتہ اس کی اطلاع یوسف بن عمر تک پہنچ گئی۔ اس نے ان کو کوفہ سے شہر بدر کر دیا۔ شیعہ قادسیہ میں ملنے کو آئے اور داؤد بن علی نے ان لوگوں کے ساتھ کوفے کی طرف واپس جانے پر زید بن علیؒ کو بہت کچھ سمجھایا۔ حسینؓ بن علیؓ کا ماجرا بتلایا۔ شیعہ بولے: ''یہ خود امیر بننا چاہتے ہیں اس وجہ سے آپ کو کوفے میں جانے سے روکتے ہیں۔'' زید بن علی اس فریب میں آ کر کوفہ واپس گئے اور داؤد بن علیؒ مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔

زید بن علی کی واپسی

زید بن علیؒ جوں ہی کوفہ میں آئے مسلمہ بن کہیل نے حاضر ہو کر روکا۔ آپ نے کچھ خیال نہ فرمایا۔ تب مسلمہ بن کہیل نے عرض کیا: ''اہل کوفہ آپ کو دھوکا دیں گے اور اپنا وعدہ پورا نہ کریں گے۔ آپ کے دادا کے ہمراہ اس سے دو چند آدمی تھے لیکن ان میں سے کسی نے بھی اپنا عہد و اقرار پورا نہ کیا۔ حالانکہ وہ آپ سے زیادہ ان کی آنکھوں میں عزیز تھے۔'' آپ نے جواب دیا: ''اہل کوفہ میری بیعت کر چکے۔ اب ایفائے عہد مجھ پر اور ان پر فرض ہو گیا۔'' مسلمہ بن کہیل نے عرض کیا: ''اچھا مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس شہر سے کسی دوسری جگہ چلا جاؤں مبادا کوئی حادثہ پیش آ جائے۔ میں اپنی جان کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا۔'' آپ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ مسلمہ یمامہ کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن حسن بن حسن نے زید بن علیؒ کو ایک خط نصیحتاً لکھا اور اس ارادے سے روکا مگر زید بن علیؒ نے کوئی توجہ نہ دی۔ ایک عورت سے کوفے میں نکاح کر لیا۔ عورت و مرد بہ کثرت آتے اور بیعت کرتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں ایک معقول جماعت ہو گئی اور آپ نے تیاری کا حکم دیا۔

کوفیوں کی عہد شکنی

یوسف کو یہ خبر ملی تو اس نے آپ کو تلاش کرایا مگر آپ نہ ملے۔ آپ نے یوسف کے خوف سے خروج میں تعجیل کی۔ یوسف ان دنوں حیرہ میں تھا کوفے میں حکم بن الصلت امارت کر رہا تھا اور پولیس کا افسر عمر بن عبدالرحمٰن بن قاہرہ تھا۔ اس کے ہمراہ عبیداللہ بن عباس کندی مع چند سرداران اہل شام کے کوفے میں موجود تھا۔ شیعان علیؓ نے یہ سن کر کہ یوسف آپ کو تلاش کر رہا ہے حاضر ہو کر عرض کیا: ''آپ شیخین کی بابت کیا فرماتے ہیں''۔ جواب دیا: ''اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ان دونوں کی مغفرت کرے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے ان کی تعریف کے سوا کچھ نہیں سنا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ہم اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کی نسبت امارت و خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ مگر انہوں نے ہم سے چھین لیا اور یہ امر کفر کی حد تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلاشبہ ان لوگوں نے اپنے عہد خلافت میں انصاف سے کام لیا اور کتاب و سنت پر عمل کیا''۔ شیعان علیؓ بولے: ''جب ایسی بات تھی تو ان لوگوں نے آپ پر کچھ ظلم نہیں کیا۔ پھر آپ ہم کو کیوں ان سے لڑنے پر حقدار ہیں'' آپ نے فرمایا ''یہ لوگ ان کی طرح نہیں ہیں۔ وہ لوگ اور تھے اور یہ اور ہیں۔ ان لوگوں نے تمام مسلمانوں پر ستم کیا ہے۔ لہٰذا ہم تم لوگوں کو کتاب و سنت کی دعوت دیتے ہیں اور احیاء سنت واطفاء آتش بدعت کی طرف بلاتے ہیں۔ اگر تم منظور کر لو گے تو تمہاری سعادت مندی ہے اور اگر انکار کرو گے تو میں تمہارے فعل کا ذمہ دار نہیں ہوں''۔ شیعان علیؓ یہ سن کر الگ ہو گئے۔ بیعت توڑ دی اور یہ کہنے لگے کہ گوئے سبقت امام برحق (یعنی محمد باقر) لے گئے اور اب ان کے بعد جعفر ان کے لڑکے ہمارے امام ہیں۔ اس کے بعد شیعوں نے زید بن علیؒ سے لاتعلقی اختیار کر لی۔ آپ نے فرمایا ''رفضتمونی'' (تم نے مجھے چھوڑ دیا) چنانچہ اسی وقت سے شیعہ رافضیہ کے نام سے موسوم ہوئے۔

زید بن علی کا خروج

ان واقعات کے بعد حکم بن الصلت نے یوسف کے حکم سے اہل کوفہ کو جامع مسجد میں یکجا کیا۔ زید بن علیؒ کو معاویہ بن اسحاق بن زید بن حارثہ

کے مکان میں تلاش کرایا۔ آپ رات ہی کے وقت نکل کھڑے ہوئے۔ چند شیعہ نے آپ کے پاس جمع ہو کر آگ روشن کی اور یا منصور کی ندا دی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اتفاقیہ جعفر بن ابی عباس کندی کو زید بن علیؓ کے دو ہمراہی مل گئے جو اپنے شعار کی ندا کر رہے تھے۔ جعفر نے ان میں سے ایک کو مار کر دوسرے کو گرفتار کر لیا اور حکم بن الصلت کے سامنے پیش کیا۔ حکم نے اس کے قتل کا حکم دیا اور مسجد کے دروازے بند کرا کے یوسف کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ یوسف یہ اطلاع پاتے ہی کوفے کے قریب آ پہنچا اور ریاف بن مسلمہ اراشی کو بسر افسری دو ہزار سواروں اور تین سو پیادوں کے کوفے کی طرف بڑھنے کو کہا۔ شیعہ یہ سن کر دائیں بائیں آنکھیں چرا گئے۔ زید بن علی نے دریافت کیا: ''یہ سب لوگ کہاں گئے؟'' جواب دیا گیا: ''جامع مسجد میں محصور ہیں'' حاضرین شمار کئے گئے تو دو سو بیس نکلے۔ افسر پولیس اپنے سواروں کو مرتب کر کے بہ قصد جنگ زید بن علی کی طرف آ رہا تھا۔ راستے میں نصر بن خزیمہ عبسی سے ملاقات ہو گئی۔ اتفاقاً یہ بھی زید بن علیؓ سے ملنے کو آتا تھا۔ نصر نے افسر پولیس پر حملہ کیا اور زید بن علیؓ نے اہل شام پر۔ اہل شام کو شکست ہوئی۔ زید بن علی لڑتے بھڑتے انس بن عمر درازی کے مکان تک پہنچے۔ چونکہ اس نے بھی بیعت کی تھی لہٰذا آپ نے آواز دی مگر باہر آنا تو درکنار جواب تک نہ ملا۔ رفتہ رفتہ کناسہ پہنچے۔ یہاں پر اہل شام کا جمگھٹ تھا۔ آپ نے ان پر بھی حملہ کیا۔ اہل شام شکست کھا کر متفرق ہو گئے۔ آپ آگے بڑھے تو ریاف بن مسلمہ نے پھر لوگوں کو جمع کر کے پیچھا کیا۔ کوفے کی گلیوں میں بلڑ سا مچا ہوا تھا۔ آگے آگے زید بن علی تھے اور پیچھے پیچھے ریاف بن مسلمہ۔ زید بن علی اہل کوفہ کے ایفاء بیعت سے ناامید ہو کر نصر بن خزیمہ سے بولے ''افسوس ہے کہ تم لوگوں نے میرے ساتھ بھی میرے دادا حسینؓ کا جیسا برتاؤ کیا۔'' نصر نے عرض کیا: ''مگر میں! واللہ میں آپ کے ساتھ جان دوں گا۔ بقیہ ہمراہی آپ کے مسجد میں ہیں۔ میرے ساتھ مسجد کی طرف چلئے شاید کچھ کام نکل آئے۔''

زید بن علی کی شہادت

زید بن علیؓ اور نصر بن خزیمہ لوگوں کو پکارتے ہوئے مسجد کی طرف گئے۔ ایک آدمی بھی باہر نہ آیا۔ مزید برآں مسجد پر سے پتھر برسائے۔ لہٰذا مجبور ہو کر زید مع نصر کے واپس ہوئے۔ شام ہو گئی تھی دار الرزق میں رات بسر کی۔ صبح ہوتے ہی یوسف بن عمر نے عباس بن سعد مزنی کو بسر گروہی لشکر شام زید بن علیؓ کے مقابلے پر بھیجا۔ آپ کمال مردانگی سے میدان جنگ میں آئے۔ نصر بن خزیمہ اور معاویہ بن اسحاق بن زید بن ثابت دونوں بازوؤں پر تھے اور آپ قلب میں۔ ایک نہایت خون ریز لڑائی کے بعد نصر مارے گئے۔ آپ نے اپنے ہمراہیوں کو جمع کر کے مجموعی قوت سے عباس کے لشکر پر حملہ کیا۔ عباس کا لشکر میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ستر آدمی کام آئے۔ مغرب کا وقت قریب آ گیا تھا۔ لڑائی بند ہو گئی۔ عشاء کے وقت یوسف بن عمر نے اپنے ہمراہیوں کو دوبارہ مرتب کر کے زید بن علی پر شب خون مارنے کو بھیجا۔ لیکن زید بن علی کے جان نثاروں نے نہایت دلاوری سے پسپا کر دیا۔ یوسف بن عمر نے یہ تیور دیکھ کر قدر اندازوں کو تیر اندازی کا حکم دیا۔ جنگ کا انداز بدل گیا۔ لڑائی نہایت سختی سے جاری ہو گئی معاویہ بن اسحاق مارے گئے۔ بعد ازاں ایک تیر آپ کے بائیں ابرو پر آ لگا جو سید ھا دماغ تک پہنچ گیا۔ لڑائی خود بخود رات ہونے کی وجہ سے مؤخر ہو گئی تھی۔ اہل شام بھی واپس جا رہے تھے اور آپ بھی واپس آئے۔ جوں ہی تیر کا پھل نکالا گیا۔ آپ نے جان، جان آفریں کے حوالے کر دی۔ آپ کے ساتھیوں نے آپ کو ایک گڑھے میں دفن کر کے چھپانے کی غرض سے پانی ڈال دیا۔ صبح ہوئی تو جمعہ کا دن تھا۔ حکم بن الصلت اپنے زخمیوں کو گلیوں میں اور مکانات میں ڈھونڈ رہا تھا۔ کسی غلام نے زید بن علی کی قبر کا پتہ بتلا دیا۔ حکم نے قبر کھدوا کر لاش نکالی اور سر کاٹ کر یوسف کے پاس حیرہ میں اور یوسف نے ہشام کی خدمت میں دمشق بھیج دیا۔ ہشام نے دروازہ دمشق پر نصب کرا دیا۔ یوسف نے حکم کو تحریر کیا کہ زید، نصر بن خزیمہ اور معاویہ بن اسحاق کی لاشوں کو کناسہ میں صلیب پر چڑھا دو اور چند آدمیوں کو اس کی حفاظت پر مامور کر دو۔ لہٰذا جب ولید بن یزید بن عبد الملک نے زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لی تو لاشوں کے جلا دینے کا حکم دے دیا۔

زید بن علی کی شہادت کے بعد آپ کے بیٹے یحییٰ بن زید کربلا کی طرف چلے گئے اور نینوا جا کے عبد الملک بن شیر بن مروان کے پاس پناہ گزیں ہوئے یہاں تک کہ شور و غوغا کم ہو گیا۔ اس وقت یحییٰ بن یزید مع چند زیدیوں کے خراسان کو چلے گئے۔

دعوت خلافت عباسیہ

جو لوگ خراسان میں مسلمانوں کو خلافت عباسیہ قائم کرنے کی ترغیب دے رہے تھے اپنے کاموں کو اس زمانے سے در پردہ انجام دے رہے تھے جس زمانے سے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے اپنے دعاۃ (ایلچیوں) کو 100ھ میں عہد خلافت عمر بن عبدالعزیز میں ممالک اسلامیہ کی طرف بھیجا تھا۔ ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ کسی ضرورت سے سلیمان بن عبدالملک کے پاس شام گئے ہوئے تھے۔ بوقت واپسی حمیمہ (مضافات بلقاء) محمد بن علی کی طرف ہو کر گزرے اور اسی مقام پر بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔ بہ وقت وفات محمد بن علی کو خلافت اسلامی حاصل کرنے کی وصیت کر گئے۔

ابو ہاشم عبداللہ بن محمد

چونکہ اس سے پیشتر ابو ہاشم عبداللہ بن محمد نے اپنے ہوا خواہان عراق وخراسان کو سمجھا رکھا تھا کہ مستقبل میں کبھی نہ کبھی خلافت اسلامیہ پر محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی اولاد کا قبضہ ہو جائے گا لہٰذا ابو ہاشم کی وفات کے بعد ان کے ہوا خواہوں کی آمد ورفت محمد کے پاس شروع ہوئی اور در پردہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ تب انہوں نے دعاۃ کو ممالک اسلامیہ کی طرف بھیجا۔ از انجملہ میسرہ کو عراق کی جانب، محمد بن جیش عکرمتہ السراج (یعنی ابو محمد صادق) اور حیان عطارؒ (ابراہیم بن سلمہ کا ماموں) کو خراسان کی جانب روانہ کیا گیا۔ چنانچہ یہ لوگ خراسان پہنچ کر مخفی طور پر لوگوں کو خلافت عباسیہ کی ترغیب دینے لگے۔ اکثر آدمیوں نے قبول ومنظور کر لیا۔ چند دنوں کے بعد محمد بن جیش وغیرہ ان لوگوں کے خطوط لے کر میسرہ کے پاس آئے جنہوں نے ان کی دعوت تسلیم کی تھی میسرہ نے ان خطوط کو محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو خدمت میں بھیج دیا۔ بعد ازاں ابو محمد صادق نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے لئے بارہ نقیب منتخب کئے۔ جن کے نام کچھ یوں تھے: سلیمان بن کثیر خزاعی، لاہز بن قریط تمیمی، قحطبہ بن شبیب طائی، موسیٰ بن کعب تمیمی، خالد بن ابراہیم، قاسم بن مجاشع تمیمی، ابوالجم عمران بن اسمٰعیل (ابو معیط کے آزاد غلام) مالک بن ہیثم خزاعی، طلحہ بن زریق خزاعی، ابوحمزہ بن عمر بن اعین، (خزاعہ کا آزاد غلام) ابو علی شبل بن طہمان ہروی (بنو حنیفہ کے آزاد غلام) عیسیٰ بن اعین اور ان کے بعد ستر آدمیوں کو خلافت عباسیہ قائم کرنے کی ترغیب دینے کے لئے منتخب کیا۔

محمد بن علی

محمد بن علی نے ایک ہدایت آمیز خط ان لوگوں کو لکھ کر مرحمت کیا تا کہ اسی کے مطابق ان لوگوں کو دعوت دیں اور عمل درآمد کریں۔ ایک مدت تک یہی معمول رہا۔ بعد ازاں 102ھ کو زمانہ گورنری سعید خزینہ، عہد خلافت یزید بن عبدالملک میں میسرہ نے اپنے سفیروں کو عراق سے خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اتفاقاً راز افشا ہو گیا۔ سعید خزینہ نے میسرہ کے ایلچیوں کو گرفتار کر لیا۔ ایلچیوں نے اپنے کو سوداگر ظاہر کیا۔ ربیعہ ویمن کے کچھ لوگوں نے ان کی ضمانت کر لی اور وہ لوگ رہا کر دیئے گئے۔ 104ھ میں محمد بن علی کا لڑکا عبداللہ سفاح پیدا ہوا۔ اسی زمانے میں ابو محمد صادق دعاۃ خراسان کے ایک گروہ کو لئے ہوئے محمد بن علی سے ملنے کو آیا۔ محمد بن علی نے عبداللہ سفاح کو باہر نکال کر ابو محمد صادق وغیرہ کو دکھلا کر کہا کہ ''اس کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دو۔ یہی تمہارا سردار ہوگا۔ اسی کے ہاتھ سے یہ کام انجام پذیر ہوگا''۔ اس وقت عبداللہ سفاح کی عمر پندرہ یوم کی تھی۔

ابن ہامان

پھر اس دعوت میں بکیر بن ہامان بھی سندھ سے آ کر شریک ہو گیا۔ یہ جنید کے ساتھ سندھ میں تھا۔ جب جنید معزول کیا گیا تو بکیر کوفے میں چلا آیا۔ ابوعکرمہ، ابو محمد صادق، محمد بن جیش اور عمار عبادی (ولید ارزق کے ماموں) سے ملاقات ہوئی۔ ان لوگوں نے بنو ہاشم کی خلافت کی دعوت کا تذکرہ کیا تو بکیر نے بطیب خاطر منظور کر لیا (یاد رہے کہ یہ واقعہ اواخر 105ھ کا ہے)۔ اس زمانہ (107ھ) کے بعد گورنری اسد قسری وعہد

خلافت ہشام میں بکیر نے ابوعکرمہ، محمد صادق، محمد بن جیش عمار عبادی اور زیاد کو مع چند دیگر شیعوں کے خراسان کو خلافت عباسیہ قائم کرنے کی ترغیب دینے کے لئے روانہ کیا۔ کسی نے اسد قسری تک یہ اطلاع پہنچادی۔ اسد نے جن جن کو ان میں سے پایا ان کے ہاتھ کٹوا کر صلیب دے دی۔ عمار بھاگ کر بکیر کے پاس چلا آیا۔ بکیر نے یہ واقعہ محمد بن علی کو لکھ بھیجا۔ آپ نے جواباً تحریر کیا۔

الحمد لله الذی صدق دعوتکم و مقالتکم و قد بقیت منکم قتلی مستعد.

ترجمہ: سب تعریف اس ذات کو زیبا ہے کہ جس نے تیرے دعوے اور قول کو سچا کیا۔ البتہ میرا قتل باقی رہا۔ قریب ہے کہ تو اس کے لئے بھی تیار ہو جائے۔

ابو محمد زیاد کا قتل

بعض کے بقول پہلا شخص جو محمد بن علی کی جانب سے وارد خراسان ہوا وہ ابو محمد زیاد (ہمدان کا آزاد غلام) تھا۔ اس کو 109ھ زمانہ گورنری اسد، عہد خلافت ہشام میں محمد بن علی نے بھیجا تھا اور یہ ہدایت کی تھی کہ یمن میں قیام کرنا۔ مفر سے بہ نرمی وملاطفت پیش آنا اور غالب نیشاپوری سے جو کہ ہوا خواہ بنو فاطمہؓ ہے احتراز کرنا۔ لہٰذا زیاد نے ایام سرما مرو میں گزارے۔ شیعان علیؓ اس کے پاس آتے جاتے رہے۔ اتفاقاً کسی نے اسد سے اس کی اطلاع کر دی۔ اسد نے زیاد کو طلب کر کے حال دریافت کیا۔ زیاد نے کہا: ''میں تجارت پیشہ ہوں۔ مجھے کسی کی خلافت کی دعوت دینے سے کچھ سروکار نہیں ہے۔'' اسد نے چھوڑ دیا۔ زیاد نے اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ اسد یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ فوراً گرفتار کر کے مع اور دس آدمیوں کے جو کوفے کے رہنے والے تھے، قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد خراسان میں کوفہ کا ایک شخص کثیر نامی آیا اور ابی نجم کے مکان پر مقیم ہوا۔ دو تین برس تک دعوت دیتا رہا۔

عمار بن زید خراش کون تھا؟

اسد بن عبداللہ نے 117ھ اپنی دوبارہ گورنری کے عہد میں سلیمان بن کثیر، مالک بن ہیثم، موسیٰ بن کعب اور لاہز بن قریط کو گرفتار کرا کر تین تین سو کوڑے لگوا کر قید کر دیا مگر حسن بن زید ازدی کی شہادت صفائی دینے سے رہا کر دیا۔ 118ھ کے شروع ہوتے ہی بکیر نے عمار بن زید کو ہوا خواہان بنو عباس کا سردار بنا کر خراسان کو روانہ کیا۔ مرو میں پہنچ کر اس نے اپنے کو خراش کے نام سے موسوم و مشہور کیا۔ جب لوگ اس کے مطیع ہو چکے تو خرمیہ کی تعلیم دینے لگا۔ عورتوں کو مباح کر دیا۔ صوم صلوٰۃ اور حج کی تاویل کر کے کہنے لگا کہ صوم کے معنی یہ ہیں کہ ذکر امام کا روزہ رکھو اور اس کا نام کبھی بھول کر بھی زبان پر نہ لاؤ اور صلوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ اس کے لئے دعا کرو۔ حج یہ ہے کہ اس کی طرف قصد کرو۔ مالک بن ہیثم اور حریش بن سلیم نے اس کی باتوں پر عمل کیا۔ اسد کو خبر ہوئی تو خراش کو گرفتار کرا کے پھانسی چڑھا دیا۔ محمد بن علی تک یہ اطلاع پہنچی تو انہوں نے خراسان سے خط و کتابت بند کر دی۔ اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے خراش کی تقلید کر لی تھی۔

سلیمان بن کثیر

120ھ میں اہل خراسان کی طرف سے سلیمان بن کثیر حالات عرض کرنے اور عضو تقصیر کرانے کے لئے محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایک مکتوب اہل خراسان کے نام لکھ کر اس کے حوالے کیا۔ جس میں سوائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اور کچھ نہ تھا۔ اہل خراسان یہ دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئے اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ خراش کے کرتوتوں کی بدولت امام وقت ہم سے ناراض ہو گئے۔ سلیمان کی واپسی کے بعد محمد بن علی نے بکیر بن ہامان کو ایک مکتوب دے کر روانہ کیا۔ جس میں خراش کی مذمت اور برائیاں درج تھیں۔ اہل خراسان نے باور نہ کیا۔ بکیر مجبوراً محمد بن علی کے پاس چلا آیا۔ تب آپ نے چند عصا مرحمت فرما کر دوبارہ بھیجا۔ بعض پر لوہا اور بعض پر تانبا لگا ہوا تھا۔ بکیر نے سب کو جمع کر کے ہر ایک کو عصا دیا۔ ہوا خواہان دولت عباسیہ کو اس سے یقین ہو گیا۔ لہٰذا وہ اپنے کیے پر پشیمان ہوئے اور توبہ کی۔

ابراہیم بن محمد بن علی

124ھ کا جوں ہی دور شروع ہوا محمد بن علی نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ مرتے وقت اپنے بیٹے ابراہیم کو اپنا جانشین بنا گئے اور دعاۃ کو ان کی تقلید کرنے کی وصیت کر گئے۔ اسی وجہ سے ہوا خواہان دولت عباسیہ ان کو امام کہا کرتے تھے۔ بکیر بن ہامان محمد بن علیؒ کی موت کی خبر اور امام ابراہیم کی ہدایتیں و دعا لے کے خراسان کو روانہ ہوا۔ مرو میں پہنچ کر قیام کیا۔ شیعان علیؓ اور نقبا کو جمع کر کے امام ابراہیم کی ہدایتیں سنائیں۔ سب نے بسر و چشم قبول و منظور کیا اور جو کچھ ان لوگوں کے پاس زر نقد جمع ہو گیا تھا سب بکیر کے حوالے کر دیا۔ جس کو بکیر نے ابراہیم کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔

ابراہیم بن عثمان

ان واقعات کے بعد 124ھ میں ابو مسلم کو خراسان کی طرف بھیجا گیا۔ لوگوں نے اس کے متولی بنانے اور ابراہیم امام یا ان کے باپ محمد بن علی سے ملنے کے اسباب میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کے بقول یہ بزرجمہر کی اولاد سے تھا۔ اصفہان میں پیدا ہوا تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ السراج اس کے باپ کی وصیت کے مطابق جب یہ سات برس کا تھا کوفہ لے آیا۔ یہیں اس نے نشوونما پائی۔ رفتہ رفتہ ابراہیم امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دریافت فرمایا ''تمہارا نام کیا ہے'' عرض کیا ''ابراہیم بن عثمان بن بشار''۔ ابراہیم امام نے کہا ''نہیں تمہارا نام عبدالرحمٰن ہے۔'' کچھ عرصے بعد آپ نے اس کا عقد ابو نجم عمران بن اسمٰعیل کی بیٹی سے کر دیا (جو شیعان علیؓ سے تھا)۔ خراسان میں رسم عروسی ادا کی گئی اور ابو مسلم نے اپنی لڑکی فاطمہ کا نکاح محرز بن ابراہیم سے اور دوسری لڑکی اسماء کا فہم بن محرز سے کر دیا۔ فاطمہ کی نسل تو چلی نہیں اور یہی خزیمہ کے لقب سے یاد کی جاتی ہے مگر اسماء صاحب اولاد ہوئی۔

ابراہیم امام اور ابو مسلم

بعض مؤرخ ابراہیم امام سے ابو مسلم کے ملنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں: ابو مسلم موسیٰ سراج کے پاس رہتا تھا اور اس سے زین (چار جامہ) بنانا سیکھا تھا۔ اکثر اصفہان جبال جزیرہ، اور موصل تجارت کے لئے زین لے کر جاتا تھا۔ اسی زمانے میں یوسف بن عمران عجلی نے عاصم بن یونس عجلی (رفیق عیسیٰ سراج) اور اس کے دونوں بھتیجوں عیسیٰ و ادریس پسران معقل کو دعاۃ بنو عباس کے الزام میں خالد قسری کے عمال کے ساتھ اسیر کر دیا اور ابو مسلم خدا جانے کس طرح ان لوگوں کی خدمت کرنے کے لئے قید خانے میں پہنچ گیا اور ان کی ترغیب سے بنو عباس کا حامی ہو گیا جبکہ بعض کے بقول اس ذریعہ سے ابو مسلم ابراہیم امام کے پاس نہیں پہنچا بلکہ یہ بنو عجلی کا اصفہان یا کسی پہاڑی مملوکات سے تھا اور ان کے وسیلہ سے ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس کا نام ابراہیم تھا اور لقب حیکان، ابراہیم امام نے اس کو عبدالرحمٰن کے نام سے موسوم کیا اور کنیت ابو مسلم رکھی۔

ابو مسلم کے متعلق مختلف روایات

اور کچھ راوی یہ کہتے ہیں کہ سلیمان بن کثیر، مالک بن ہیثم، لاہز بن قریط اور قحطبہ قحط بن شبیب خراسان سے ابراہیم امام کے پاس مکہ جا رہے تھے۔ عاصم بن یونس اور عیسیٰ و ادریس پسران معقل، عجلی کی طرف سے (جہاں یہ قید تھے) ہو کر گزرے۔ ابو مسلم کو دیکھ کر بہت شاد ہوئے۔ عاصم و عیسیٰ سے اس کو مانگ لیا۔ مکہ پہنچے ابراہیم امام سے ملے۔ آپ کو بھی ابو مسلم بہت پسند آیا۔ آپ نے بھی اس کو سلیمان سے اپنی خدمت کرنے کے لئے لے لیا۔ اس کے بعد نقباء ابراہیم امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ درخواست کی کہ اپنی جانب سے کسی شخص کو خراسان روانہ فرمایئے۔ آپ نے ابو مسلم کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ پس جب ابو مسلم کو خراسان میں رہتے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا اور اس کے قیام کو ایک گونہ استحکام ہو گیا تو یہ دعویٰ کر بیٹھا کہ میں سلیط بن عبداللہ بن عباس کی اولاد سے ہوں۔

تفصیل اس اختصار کی یہ ہے کہ عبداللہ بن عباس کی ایک کنیز کے بطن سے ایک لڑکا ناجائز حمل سے پیدا ہوا۔ آپ نے لونڈی پر حد شرعی جاری

کی اور اس کے لڑکے کو سلیط کے نام سے موسوم کر کے اپنی خدمت میں رکھ لیا۔ سن رشد پر پہنچنے کے بعد اس سے اور ولید بن عبدالملک سے مراسم اتحاد پیدا ہو گئے۔ مناسب موقع پا کر اس نے دعویٰ کر دیا کہ میں عبداللہ بن عباس کا بیٹا ہوں اور اس کی تائید میں شہادتیں پیش کیں۔ قاضی دمشق نے بھی دعویٰ مان لیا۔ اس کے بعد سلیط نے علی بن عبداللہ بن عباس سے عبداللہ کی خدمت میں عمرالدن رہتے تھے جو ابورافع خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے تھے انہوں نے سلیط کی زیادتیوں سے تنگ آ کر اس کے قتل کا ارادہ کیا لیکن علی بن عبداللہ نے منع کر دیا۔ ایک دن اتفاق سے سلیط، علی بن عبداللہ اور عمرالدن ایک باغ میں گئے۔ علی بن عبداللہ تو سو گئے، سلیط اور عمرالدن میں باتوں باتوں میں جھگڑا ہو گیا۔ عمرالدن نے سلیط کو ہلاک کر کے ایک گڑھے میں دفن کر دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی خبر ولید تک پہنچی۔ ولید نے علی بن عبداللہ کو طلب کر کے سلیط کا حال معلوم کرنا چاہا۔ آپ نے لاعلمی ظاہر کی۔ اس پر ولید نے باغ کی زمین کو کھدوایا تو ایک گڑھے سے سلیط کی لاش برآمد ہوئی۔ ولید جھلا کر علی بن عبداللہ کو درے لگوانے لگا کہ عمرالدن کے بارے میں بتلاؤ۔ عباد بن زیاد نے سفارش کر کے جان بچائی اور دمشق سے حمیمہ کو روانہ کر دیا۔ جب سلیمان بن عبدالملک مسند خلافت پر متمکن ہوا تو پھر حمیمہ سے دمشق میں بلوا لیا۔

بعض کے بقول ابومسلم عجلیوں کا غلام تھا اور بکیر بن ہامان جو سندھ کے کسی گورنر کا کاتب (سیکرٹری) تھا کسی ضرورت سے وارد کوفہ ہوا اور کسی جرم میں دعاۃ بن عباس کے ساتھ یہ بھی اسیر کر دیا گیا۔ اسی قید خانے میں چند عجلی اور ابومسلم، عیسیٰ بن معقل اور یونس ابوعاصم بھی قید تھے۔ بکیر نے ان لوگوں پر اپنے خیالات ظاہر کیے۔ ان لوگوں نے اس کی باتوں کی تاکید کی اور بہ خوشی اس کو منظور کر لیا۔ بکیر کی نظر ابومسلم پر پڑی تو اس نے اس کو ایک کارآمد پرزہ خیال کر کے عیسیٰ بن معقل سے چار سو درہم کے عوض خرید لیا اور قید خانے سے نکال کر ابراہیم امام کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ ابراہیم امام نے اپنے مرید خاص موسیٰ سراج کے پاس بھیج دیا جس سے اس نے حدیث کی سماعت کی اور قرآن شریف حفظ کیا۔ ابراہیم امام کے خطوط لے کر خراسان آتا جاتا تھا۔ بعض مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ ابومسلم کسی ہرات کے رہنے والے کا غلام تھا جس سے ابراہیم امام نے خود خرید کیا۔ دو سال تک آپ کی خدمت میں رہا۔ اکثر خطوط لے کر خراسان جایا کرتا تھا۔ بعدازاں ابراہیم امام نے اپنے مریدوں کا افسر مقرر کر کے خراسان کی طرف بھیجا اور ان لوگوں کو اس کی اطاعت کی ہدایت کی۔ ابوسلمہ حلال کو جو کوفے میں خلافت عباسیہ کے قائم کرنے کی دعوت دے رہا تھا۔ لکھ بھیجا کہ میں نے ابومسلم کو شیعان خراسان کا امیر مقرر کیا ہے تم اس کو نہایت احترام و عزت سے خراسان بھیج دو۔ چنانچہ ابومسلم سلیمان بن کثیر کے مکان پر جا کر مقیم ہوا۔ اس کے بعد جو واقعات پیش آئے اس کو ہم آئندہ صفحات پر بیان کریں گے۔

بعدازاں 127ھ میں سلیمان بن کثیر، لاہز بن قریط اور قحطبہ مکہ معظمہ میں ابراہیم امام سے ملنے کو آئے۔ تیس ہزار دینار، دو لاکھ درہم اور کئی نافے مشک مع قیمتی اسباب کے نذر کیے۔ انہی لوگوں کے ساتھ ابومسلم بھی آیا ہوا تھا۔ سلیمان بن کثیر وغیرہ نے ابومسلم کی طرف اشارہ کر کے عرض کیا یہ آپ کا خادم ہے۔ اسی سنہ میں بکیر بن ہامان نے لکھ بھیجا کہ میں بستر موت پر پڑا ہوں اور میں نے اپنے بعد ابوسلمہ حفص بن سلیمان حلال کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ وہ بھی اس پر راضی ہے۔ ابراہیم امام نے ابومسلم حفص بن سلیمان کو دعوت خلافت عباسیہ جاری رکھنے اور اپنے ہواخواہوں کو اس کی اطاعت کرنے کو لکھ بھیجا۔ اہل خراسان نے بسروچشم اس حکم کی تعمیل کی اور جو کچھ ان کے پاس خمس و زکوٰۃ و صدقہ کی رقومات جمع تھیں، ابراہیم امام کے پاس بھیج دیں۔ پھر 128ھ میں آپ نے اپنے خادم ابومسلم کو خراسان کی طرف روانہ کیا اور اپنے خیرخواہوں کو اس مضمون کا خط لکھا ''میں نے ابومسلم کو ایک خاص کام پر مقرر کیا ہے۔ اس کو بہ گوش ہوش سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ میں نے اس کو خراسان پر اور جس پر یہ متصرف ہو اس پر امیر مقرر کیا ہے۔'' مگر ہواخواہان خلافت عباسیہ نے ابومسلم کو مشکوک جان کر اس کے کسی حکم کی تعمیل نہ کی۔ اگلے سال بطور وفد ابراہیم امام کے پاس مکہ معظمہ میں آئے۔ ابومسلم بھی ساتھ آیا تھا۔ ابومسلم نے ان لوگوں کی اطاعت قبول نہ کرنے کی شکایت کی۔ ابراہیم امام نے ان لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا ''یہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ میں نے تم لوگوں سے ایک کام کے انجام دینے کو کہا، تم لوگوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا (یہ سلیمان بن کثیر و ابراہیم بن مسلمہ کی طرف اشارہ تھا) اور میری رائے ابومسلم کی رائے سے متفق ہے کیونکہ وہ ہم میں سے ہے اور ہمارے خاندان سے ہے۔ اس کے کہنے پر عمل کرو اور اس کی اطاعت میں سر جھکا دو۔'' پھر ابومسلم سے مخاطب ہو کر بولے: ''دیکھو یمن میں جا کر قیام کرنا اور اہل یمن سے بہ عزت و احترام پیش آنا۔ کیونکہ انہی لوگوں سے کام انجام پائے گا اور انہی لوگوں سے بیعت لو۔ باقی رہے مضر۔ یہ دشمن جانی اور مار آستین ہیں

جس سے کچھ مشکوک و مشتبہ ہونا فوراً اس کو قتل کر ڈالنا اور اگر ممکن ہو تو خراسان میں کسی عربی زبان بولنے والے کو باقی نہ رکھنا اور جب کوئی اہم معاملہ پیش آ جائے تو سلیمان بن کثیر سے ضرور مشورہ کرنا اور اگر تم دونوں میں اختلاف ہو تو میرے حکم کی تعمیل پر اکتفا کرنا۔" اس تقریر کے ختم ہونے پر ابو مسلم اور حاضرین جلسہ ابراہیم امام سے رخصت ہو کر خراسان کو روانہ ہو گئے۔

ہشام بن عبدالملک کی وفات

ربیع الثانی 125ھ میں جبکہ ہشام بن عبدالملک مقام رصافہ میں مقیم تھا، پیام اجل آ پہنچا۔ بیس برس حکومت کی۔ اس کے بعد ولید (اس کے بھائی یزید بن عبدالملک کا بیٹا) بہ ولیعہدی یزید بن عبدالملک تخت حکومت پر فائز ہوا۔

باب:۱۰

ولید بن یزید

ہشام اور ولید بن یزید

ہشام بن عبدالملک کے انتقال کے بعد ولید بن زید بن عبدالملک حسب ولیعہدی یزید مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ یہ سن شعور کی ابتداء ہی سے اوباش مزاج، کھلاڑی، شرابی اور عیش پسند تھا۔ انہی وجوہات سے ہشام بن عبدالملک نے اس کو ولیعہدی سے معزول کردینے کا قصد کیا تھا مگر اس پر قادر نہ ہوسکا۔ تاہم جس کو اس کی صحبت میں آتا جاتا دیکھ یا سن لیتا تھا درے لگواتا تھا۔ چنانچہ یزید ایک بار اپنے مصاحبین اور خدام کے ہمراہ دمشق سے باہر کہیں چلا گیا تھا اور اپنے میر منشی عیاض ابن مسلم کو روزانہ حالات لکھنے کی غرض سے چھوڑ گیا تھا۔ ہشام نے اس کو درے لگوا کر اسیر کردیا۔ اسی دور سے یزید برابر دمشق کے باہر پڑا رہا یہاں تک کہ ہشام کا زمانہ موت قریب آ گیا اور اس کا آزاد غلام ابو محمد سفیانی قاصدوں کے لباس میں سالم بن عبدالرحمٰن صاحب دیوان کا خط لئے ہوئے ہشام کی علالت کی اطلاع دینے کو آیا۔ ولید نے اپنے میر منشی عیاض کا حال دریافت کیا۔ جواب دیا ''قید میں ہے''۔ یزید نے اسی وقت خزانچی سے کہلایا کہ ''جو کچھ تمہارے قبضہ میں ہے اس کو بہت حفاظت سے رکھو۔ اگر ہشام بھی کوئی چیز طلب کرے تو نہ دو''۔ پھر جب ہشام انتقال کر گیا تو عیاض نے قید خانے سے نکل کر خزانہ کی جانچ پڑتال کی۔ دروازوں پر قفل لگایا اور ولید نے اسی وقت اپنے چچا عباس بن عبدالملک کو لکھ بھیجا کہ رصافہ میں جا کر ہشام اور اس کے بیٹوں، نوکروں اور خادموں کے مال واسباب کی ایک فہرست تیار کر کے اس کو اپنے قبضے میں کر لیا جائے۔ مگر مسلمہ بن ہشام سے متعرض ہونے سے منع کردیا کیونکہ یہ اکثر اپنے باپ ہشام سے ولید کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے کو کہا کرتا تھا۔ عباس نے اس کی تعمیل کی۔

بیعت خلافت

اس کے بعد ولید نے عمال کو ردوبدل کر کے نئے انتظامات کئے اور اپنے ممالک محروسہ میں بیعت لینے کو لکھ بھیجا۔ عمال نے اپنے اپنے صوبوں میں بیعت لے کر اطلاع روانہ کردی۔ مروان بن محمد نے اپنی بیعت لکھ بھیجی اور حاضری کی اجازت طلب کی۔ بیعت خلافت لینے کے بعد ولید نے اسی برس 125ھ میں اپنے لڑکوں حکم اور عثمان کی ولیعہدی کی بھی بیعت لی اور ان کو اپنا ولیعہد بنایا اور ایک گشتی حکم کے ذریعہ عراق وخراسان میں اس کو مشتہر کرادیا۔

نصر بن سیار

ولید نے اپنی حکومت کے پہلے ہی سال 125ھ میں تنہا نصر بن سیار کو خراسان کی گورنری پر مقرر کیا۔ بعد ازاں ولید کے پاس یوسف بن عمر آیا۔ منت وسماجت کر کے نصر اور اس کے عمال کو معزول کرادیا اور ولید سے خراسان کی گورنری اپنے نام لکھالی اور نصر کو لکھ بھیجا کہ اپنے اہل وعیال اور تحائف واموال لے کر چلے آؤ۔ ولید نے بھی اس کو اسی مضمون کا ایک فرمان تحریر کر کے بھیجا۔ نصر کو آنے میں تامل ہوا۔ یوسف کے ایلچی نے تعمیل حکم پر مجبور کرنا چاہا تو نصر نے کچھ لالچ دے کر اسے رضامند کرلیا۔ یوسف نے یکے بعد دیگرے ایلچی روانہ کئے۔ نصر نے مجبور ہو کر روانگی کے ارادے سے خراسان پر عصمت بن عبداللہ اسدی کو، شاش پر موسیٰ بن ورقاء کو، سمرقند پر حسان کو جو کہ اہل صغانیاں سے تھا اور آمد پر مقاتل بن علی صغدی کو مامور کیا اور یہ سمجھا دیا کہ جس وقت تم کو میرے بارے میں کوئی بری خبر ملے فوراً ترکوں کو براہ ماوراء النہر خراسان میں بلا لینا تاکہ ولید مجھے پھر

خراسان کی جانب واپس بھیج دے۔ ہنوز عراق کے راستہ ہی میں تھا کہ مقام بیہق میں بنولیث کا ایک آزاد غلام ملا اور اس نے ہشام کے مارے جانے، شام میں فتنہ وفساد برپا ہونے، منصور بن جمہور کے عراق جانے اور یوسف بن عمر کے فرار ہونے کی اطلاع دی۔ نصر نے جب یہ احوال سنا تو واپس چلا گیا۔

یحییٰ بن زید

یحییٰ بن زید اپنے باپ زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کے بعد خراسان کی طرف روانہ کیے گئے اور بلخ میں پہنچ کر حریش بن عمرو کے مکان پر مقیم ہوئے تھے۔ جب ولید تخت نشین ہوا تو یوسف نے نصر کو لکھ بھیجا کہ حریش کے مکان سے یحییٰ بن زید کو گرفتار کر کے بھیج دو۔ نصر نے حریش سے یحییٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ حریش نے صاف جواب دے دیا۔ نصر نے جھلا کر چھ سو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ پھر بھی حریش نے یحییٰ کا پتہ نہ بتلایا۔ قریش بن حریش سے اپنے باپ کی سزا نہ دیکھی گئی۔ حاضر ہو کر یحییٰ کا پتہ بتا دیا اور نصر نے یحییٰ کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا اور ایک اطلاعی عرض داشت ولید کے پاس بھیج دی مگر ولید نے یحییٰ اور ان کے ساتھیوں کے رہا کر دینے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ نصر نے یحییٰ کو قید خانے سے رہا کر کے ولید کے پاس چلے جانے کی ہدایت کی۔ یحییٰ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ بلخ سے روانہ ہو کر سرخس میں پہنچے اور وہیں پڑاؤ کیا۔ نصر کو اس کی خبر ہوئی تو عبداللہ بن قیس بن عباد کو شہر بدر کرنے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن قیس نے یحییٰ کو بیہق کی طرف نکال دیا۔ غریب یحییٰ کے قدم بیہق میں بھی یوسف بن عمر کے ڈر سے نہ جم سکے مجبور ہو کر نیشاپور میں چلے آئے۔

یحییٰ بن زید کی شہادت

ان دنوں عمرو بن زرارہ نیشاپور میں حکمران تھا۔ یحییٰ کے ہمراہ ستر آدمی تھے۔ چونکہ روزانہ سفر کی صعوبتوں سے سب کے سب تھک گئے تھے لہٰذا ان لوگوں نے چند سواریاں خرید لی تھیں۔ عمرو بن زرارہ نے یحییٰ کے آنے اور سواری کے لئے جانوروں کے خریدنے کا حال نصر کو لکھ بھیجا۔ نصر ان لوگوں کے پیچھے پنجے جھاڑ کر تو پڑا ہی تھا لہٰذا جنگ کرنے کا حکم دے دیا۔ عمرو بن زرارہ دس ہزار کی جمعیت سے یحییٰ کے مقابلے پر آیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ اس معرکے میں عمرو بن زرارہ اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے۔ میدان جنگ یحییٰ کے ہاتھ رہا۔ خاتمہ جنگ کے بعد یحییٰ نے ہرات کی طرف کوچ کیا۔ ہرات پہنچے، لیکن اہل ہرات سے معترض نہ ہوئے۔ آگے بڑھے۔ نصر نے یہ اطلاع پا کر مسلم بن احوز مازنی کو یحییٰ کے تعاقب میں روانہ کیا۔ مقام جورجان میں مڈ بھیڑ ہوگئی۔ اس خونریز جنگ میں یحییٰ مارے گئے اور آپ کے کل ہمراہی بھی میدان جنگ میں تلواروں کے سایے کے تلے موت کی ٹھنڈی نیند سو رہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلم بن احوز نے یحییٰ کا سر ولید کے پاس دمشق میں بھیج دیا اور نعش کو جورجان میں صلیب پر چڑھا دیا۔ ولید نے یوسف بن عمر کے نام ایک حکم لکھ بھیجا کہ زید کو جس نے کہ یحییٰ کو دغا دی ہے جلا دو اور خاک دریائے فرات میں بہا دو۔ باقی رہی یحییٰ کی نعش، وہ برابر پھانسی پر چڑھی رہے۔ یہاں تک کہ ابو مسلم خراسانی خراسان پر مستولی ہوا اور اس نے نعش کو پھانسی سے اتار کر دفن کر دیا۔ بعد ازاں دیوان کی جانچ پڑتال کی جو لوگ یحییٰ کے قتل میں شریک تھے اور اس وقت وہ زندہ بھی تھے ان کو ہلاک کر ڈالا اور جو لوگ مر چکے تھے ان کے اہل وعیال کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آیا۔

خالد بن عبداللہ

یوسف بن عمر نے گورنری عراق سے ممتاز ہوتے ہی خالد اور زیادہ تر اہل عراق وخراسان کو، جو خالد کے خیر خواہ تھے، قید کر دیا۔ چنانچہ خالد اٹھارہ مہینے تک اپنے بھائی اسمٰعیل اور لڑکے یزید بن خالد اور بھتیجے منذر بن اسد حیرہ کے ساتھ قید خانے میں قید رہا۔ زمانہ قید میں یوسف نے ہشام بن عبدالملک سے خالد کو اذیت دینے کی اجازت مانگی۔ ہشام نے اجازت تو دی مگر شرط یہ لگا دی کہ اگر خالد ایذا دہی کے دوران مر گیا تو تمہاری جان کی بھی خیر نہیں ہے۔ یوسف نے اس شرط سے گھبرا کر خالد کو معمولی ایذا دے کر پھر قید خانے میں بھیج دیا۔ بعد ازاں 121ھ میں ہشام نے خالد

کی رہائی کا حکم دے دیا۔ خالد قید خانے سے آزاد ہوکر رصافہ کے سامنے ایک گاؤں میں آ ٹھہرا۔ یہاں تک کہ 122ھ میں امام زید نے خروج کیا اور شہید کر دیئے گئے۔ ان کی شہادت کے بعد اس کا کام بھی تمام ہوگیا۔ یوسف بن عمر نے ہشام سے یہ کہہ دیا کہ: ''خالد ہی کی سازش سے زید نے خروج کیا تھا اور اسی کی اعانت سے خلافت پناہی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا گیا تھا ورنہ بنوہاشم کب کے بھوکوں پیاسوں مر گئے ہوتے۔'' ہشام نے یوسف کی باتوں پر بالکل بھی توجہ نہ کی۔ قاصد کو جو پیام لے گیا تھا جھڑک کر نکال دیا اور جوش میں آ کر بول اٹھا ''لسنا نتهم خالداً في طاعة'' (ہم خالد کی اطاعت میں متہم نہیں کریں گے)۔

خالد کے خلاف سازش

خالد کے کانوں تک یہ اطلاع پہنچی خوش خوش دمشق میں آیا اور اپنے اہل وعیال کو ٹھہرا کر صائفہ کے ساتھ جہاد کرنے کو چلا گیا۔ ان دنوں کلثوم بن عیاض قیشری دمشق کا امیر تھا اور اسے خالد سے خصومت تھی۔ اتفاقاً ایک روز رات کے وقت دمشق کے ایک محلے میں آگ لگ گئی۔ کلثوم نے ہشام کی خدمت میں لکھ بھیجا کہ غلامان خالد بیت المال کو لوٹنا چاہتے ہیں اور اپنے اس مقصد کے حاصل کرنے کی غرض سے ہر روز بوقت شب دمشق کے اکثر محلوں میں آگ لگاتے پھر رہے ہیں۔ ہشام نے بلاتحقیق اس رپورٹ پر لکھ بھیجا کہ آل خالد کے چھوٹے بڑے اور اس کے تمام خادموں کو قید کردو۔ کلثوم نے یہ حکم ملتے ہی خالد کے متعلقین کو قید میں ڈال دیا۔ چندروز کے بعد ولید بن عبدالرحمٰن عامل خراج (افسر صیغہ مال) نے ہشام کی خدمت میں ایک عرضداشت بھیجی جس میں ان لوگوں کے نام بقید قبایل وبطون درج کئے تھے جو آگ لگانے کے مرتکب ہورہے تھے اور آل خالد کا کہیں ذکر وتذکرہ تک نہ تھا۔ ہشام اس عرضداشت کو پڑھ کر آگ بگولا ہوگیا۔ کلثوم کو ڈانٹ کا ایک فرمان لکھ بھیجا کہ خادمان وآل خالد کو رہا کردو۔ جب خالد صائفہ سے واپس آیا۔ اہل دمشق اس کے ملنے کو آئے تو اس نے ترش رو ہو کر کہا: ''بڑے تعجب کی بات ہے کہ ہشام میرے اہل وعیال کو آئے دن قید خانے میں بھیجتا ہے۔ میں تو بہ نظر اطاعت وفرماں برداری جہاد پر چلا جاتا ہوں اور وہ میرے اہل وعیال کو اہل جرائم کے ساتھ قید کردیا کرتا ہے جیسا کہ مشرکین کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے۔ تم میں سے کسی نے دم تک نہ مارا۔ کیا تم لوگ جان کے خوف سے خاموش رہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے خوف کو رفع کرے۔ کیا اچھا ہوتا کہ ہشام کو اس زیادتی سے کوئی شامی الدار حجازی الاصل شخص (یعنی محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس) روکتا۔'' ہشام نے یہ سن کر کہا: ''ابوالہیثم مخبوط الحواس ہوگیا ہے''۔ اس کے بعد یوسف بن عمر کے خطوط ہشام کی خدمت میں بہ طلب یزید بن خالد آنے لگے۔ ہشام نے کلثوم کو یزید بن خالد کو گرفتار کر کے بھیجنے کو لکھ بھیجا۔ یزید تو یہ اطلاع ملتے ہی بھاگ گیا اور کلثوم نے خالد کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

خالد بن عبداللہ کی ہلاکت

ہشام کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے کلثوم کو ایک ملامت آمیز فرمان لکھا اور خالد کی رہائی کا حکم دیا۔ جب ولید بن یزید مسند خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے خالد کو بلوایا اور اس کے بیٹے کا حال دریافت کیا۔ خالد نے عرض کیا۔ ''ہشام کے خوف سے فرار ہوگیا ہے اور ہم لوگ تو امیرالمومنین کی خلافت کے منتظر ہی تھے۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت مرحمت فرمائی۔ غالباً میرا لڑکا اپنے ہم وطنوں کے پاس بلاد شراۃ چلا گیا ہو''۔ ولید بولا ''نہیں! بلکہ تو نے اس کو فتنہ وفساد برپا کرنے کے لئے چھوڑ دیا ہے۔'' خالد نے عرض کیا ''امیرالمومنین کا یہ خیال درست نہیں، ہم لوگ ایسے خاندان سے ہیں جو ہمیشہ خلافت پناہی کے مطیع رہے ہیں''۔ ولید نے جھلا کر کہا: ''بہتر یہ ہے کہ تم اس کو حاضر کردو ورنہ تمہارا سر تمہارے پاؤں پر ہوگا''۔ خالد نے کڑک کر جواب دیا: ''واللہ اگر میرا لڑکا میرے قدموں کے نیچے بھی ہوتا تو میں اپنے قدموں کو ہرگز نہ اٹھاتا''۔ ولید یہ سن کر غصے سے سرخ ہوگیا اور درے لگوا کر قید کر دیا۔ یہاں تک کہ یوسف بن عمر عراق سے بہت سامال واسباب لے کر دمشق میں آیا۔ ولید نے خالد کے پاس کہلا بھیجا کہ ''یوسف بن عمر تم کو پانچ ارب میں خریدنا چاہتا ہے، مناسب ہے کہ تم خود اس رقم کو ادا کردو۔ قبل اس کے کہ میں تم کو اس کے حوالے کروں''۔ خالد نے جواب دیا: ''عرب کبھی فروخت نہیں کیا گیا۔ واللہ اگر تم مجھ سے واپس آنے پر بھی ضمانت طلب کرتے تو میں ہرگز ضمانت نہ دیتا''۔ ولید نے یہ

جواب پاکر خالد کو یوسف کے حوالے کر دیا۔ یوسف نے خالد کے کپڑے اتروا کر کمبل کی کفنی پہنوائی۔ مختلف قسموں کی ایذائیں دیں۔ خالد کمال استقلال سے ان تکالیف کو برداشت کرتا گیا۔ چند دنوں بعد یوسف نے خالد کو کوفے کی جانب روانہ کر دیا۔ بالآخر انہی تکالیف کے صدمے سے جاں بحق ہو گیا اور اسی کمبل کی کفنی میں لپیٹ کر دفن کر دیا گیا۔ بعض کا قول ہے کہ کسی تیز آلے سے خالد مارا گیا تھا جو اس کی پیشانی پر رکھ دیا گیا تھا اور کچھ کہتے ہیں کہ اس کے پاؤں پر لکڑیاں رکھ دی گئی تھیں جس پر تنومند وجسیم آدمی سوار ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ اس صدمے سے خالد کے پاؤں ٹوٹ گئے اور آخر کار وہ راہی ملک عدم ہو گیا۔ یہ واقعہ 126ھ کا ہے۔

ولید کا سیاہ کردار

چونکہ ولید نے عہدۂ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد بھی اپنے خصائل رذیلہ و عادات خبیثہ نہیں چھوڑے تھے اسی سبب سے اکثر افعال ناشائستہ وحرکات ناپسندیدہ اس کی جانب منسوب کیے جاتے ہیں مثلاً ولید نے ایک بار کلام مجید کو کھولا اتفاقاً اس کی ناپاک نظر آیۃ وخاب کل جبار عنید پر پڑ گئی۔ جھلا اٹھا قرآن شریف کو پھینک دیا۔ نیزے اور تیروں سے مارا۔ اس واقعہ میں اس کے دو شعر بھی پڑھے جاتے ہیں جن کو میں نے بہ وجہ نامطبوع وخراب ہونے کے ذکر نہیں کیا۔ لوگوں نے اس کی نسبت کثرت سے برائیاں منسوب کی ہیں اور اکثر مورخین نے اس سے انکار بھی کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ دشمنان ولید نے براہ عداوت اس کی طرف ان ناشائستہ امور کو منسوب کر دیا ہے۔

مدائنی کہتا ہے کہ ایک روز عمر بن یزید (برادر ولید) کا لڑکا خلیفہ رشید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خلیفہ رشید نے پوچھا ''تو کون ہے''۔ جواب دیا ''قریشی ہوں''۔ پھر استفسار کیا۔ ''قریش کے کس نسب سے؟'' ابن عمر نے کچھ جواب نہ دیا۔ خلیفہ رشید بولا ''جواب دو میں تم کو پناہ دیتا ہوں تم خواہ مروان ہی کیوں نہ ہو؟ عرض کیا ''میں عمر بن یزید کا بیٹا ہوں''۔ خلیفہ رشید نے کہا۔ اللہ تعالیٰ ولید پر رحم کرے اور یزید ناقص پر لعنت۔ کیونکہ اس نے ایک ایسے خلیفہ کو موت کے گھاٹ اتارا ہے جس پر امت مرحومہ نے اتفاق کر لیا تھا''۔ خیر تم اپنی حاجت بیان کرو''۔ ابن العمر نے اپنی حاجت بیان کی جو پوری کر دی گئی۔ شبیب بن شیبہ بیان کرتا ہے کہ ہم لوگ خلیفہ مہدی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ باتوں باتوں میں ولید کا ذکر چل نکلا۔ مہدی بولا ''وہ تو زندیق تھا''۔ ابن علانہ فقیہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا ''اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ بہت بڑا عادل ہے۔ وہ کبھی بھی کسی زندیق کو نبوت کی خلافت اور امت مرحومہ کی حکومت عطا نہ فرمائے گا۔ مجھ سے ایک ایسے آدمی نے جو لہو ولعب، مجلس مے نوشی اور حالت طہارت وصلوٰۃ میں اس کا جلیس وندیم رہتا تھا۔ یہ بیان کیا ہے کہ جب نماز کا وقت آ جاتا تھا تو رنگین وخوشبودار کپڑوں کو اتار کر سفید شفاف لباس پہنتا، باقاعدہ وضو کرتا، اس کے بعد اپنے رب کے حضور نماز پڑھنے کو کھڑا ہوتا۔ کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھے گا وہ ایسے کام کرے گا؟'' مہدی نے کہا: ''اے ابن علانہ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ شخص (ولید) اپنے ہم چشموں میں حسد کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا اور ازراہ حسد اس کی طرف طرح طرح کی ناشائستہ حرکات منسوب کر دی گئی ہیں۔ البتہ وہ اپنے دوستوں کے جلسوں میں پر مذاق اشعار پڑھا کرتا تھا'' اس کے بہترین کلام سے یہ ہے جب کہ مسلمہ مرگیا تھا اور وہ ہشام کے ہاں تعزیت کرنے کو گیا تھا۔

"یاامیرالمومنین. ان عقبی لمن بقی لحوق من مضی وقد اقفر بعد مسلمة" الصید لمن رمیٰ و اختل الثغر فهوی و علی اثر من سلف یمض" "من خلف فتر دوافان خیر زاد التقویٰ."

ہشام نے یہ سنتے ہی منہ پھیر لیا اور حاضرین بھی خاموش ہو گئے۔

ولید کے خلاف الزامات

باقی رہا اس کا واقعہ قتل تو وہ یوں ہوا کہ اس کی رذیل حرکات وخسیس عادات سے تنگ ہو کر اس کے بنو اعمام بات بات پر الجھنے لگے اور ایک گونہ اپنے مقصد دلی کے حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ سب سے زیادہ مایوسی اور بددلی ان واقعات سے پھیلی کہ پہلے تو اس نے سلیمان بن

ہشام (اپنے چچازاد بھائی) کو گرفتار کرا کے درے لگوائے اور سر اور داڑھی منڈوا کر معان (سرزمین شام) کی طرف جلاوطن کر دیا۔ چنانچہ اس کے انقضاء زمانہ حکومت تک سلیمان وہیں قید رہا۔ اس کے بعد یزید بن ہشام کو قید کر دیا۔ علاوہ ان دو واقعات کے ولید کے ایک بیٹے کو اس کی زوجہ سے علیحدہ کر دیا اور ولید کے اکثر لڑکوں کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ مجبور ہو کر ان لوگوں نے اس کو فسق و کفر سے متہم اور علاقی ماں کو مباح کر لینے کو اس کی طرف منسوب کیا اور یہ الزام بھی لگایا کہ اس نے بنو امیہ کی سو جامع مسجدوں پر قبضہ کر لیا ہے اور باوجود صغر سنی کے اپنے لڑکوں حکم و عثمان کو ولیعہد مقرر کیا ہے۔ ان معاملات میں یزید بن ولید کو بہت زیادہ دلچسپی تھی اور عوام اس کے کہنے کو وقعت کی نگاہوں سے بھی دیکھتے تھے۔

قضاعہ کی شورش

بعد ازاں خالد قسری کے قید کی وجہ سے یمانیہ کو اس سے برافروختگی پیدا ہوئی۔ ان لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اس نے خالد قسری کو اس سبب سے قید کیا ہے کہ اس نے اس کے بیٹوں کی ولی عہدی کی بیعت سے انکار کیا تھا۔ ان کی دیکھا دیکھی قضاعہ میں بھی بغاوت ہوگئی۔ لشکر شام میں اکثر قضاعہ اور یمنی ہی تھے۔ ولید کو اس سے نہایت تشویش پیدا ہوئی اور عوام کا میلان طبع یزید کی طرف دن بہ دن بڑھتا گیا۔ یمانیہ نے یزید کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنے کا قصد ظاہر کیا۔ یزید بن ولید بن عبدالملک نے عمر بن زید حکمی سے اس باب میں مشورہ کیا۔ عمر بن زید نے تجویز دی کہ تم اپنے بھائی عباس سے بیعت کرنے کو کہو۔ اگر اس نے تمہاری بیعت کر لی تو کوئی شخص مخالفت نہ کرے گا ورنہ یہ ظاہر کر دینا کہ اس نے میری بیعت کر لی ہے کیونکہ عوام الناس عموماً اور امراء خصوصاً اس کے مطیع ہیں۔ یزید نے عباس کے روبرو اس تجویز کو پیش کیا۔ عباس نے اس رائے کی مخالفت کی مگر اس نے مطلق توجہ نہ کی۔ در پردہ لوگوں سے بیعت لیتا اور اپنے دعاۃ کو اطراف و جوانب بلاد اسلامیہ کی طرف بھیجتا رہا۔ ان دنوں یزید بادیہ میں مقیم تھا۔

یزید بن ولید

رفتہ رفتہ اس کی خبر مروان تک آرمینیہ میں پہنچی۔ سعید بن عبدالملک کو یہ اطلاع لکھ بھیجی اور عواقب امور اور آئندہ خطرات سے ڈرایا۔ سعید کو یہ امر شاق گزرا۔ بجنسہ عباس کے پاس مروان کا مکتوب بھیج دیا۔ عباس نے اپنے بھائی یزید کو بلا کر دھمکایا ڈرایا۔ یزید نے اپنے راز کو چھپایا۔ عباس کو یقین ہوگیا۔ جب یزید نے اپنا انتظام درست کر لیا تو لباس تبدیل کر کے سات سواروں کے ساتھ دمشق کا قصد کیا اور رات کے وقت دمشق میں داخل ہوا۔ اکثر اہل دمشق و اہل مرہ نے خفیہ طور سے بیعت بھی کر لی۔ ان دنوں امیر دمشق عبدالملک بن محمد بن حجاج اور کوتوال شہر ابوالعاج کثیر بن عبداللہ سلمی تھا۔ عبدالملک کسی سبب سے اپنے لڑکے محمد کو اپنا نائب بنا کر دمشق سے قطن میں چلا آیا تھا۔ اتفاق سے ابوالعاج تک یہ اطلاع جا پہنچی۔ لیکن اس نے بازاری افواہ سمجھ کر باور نہ کیا۔ جمعہ کے روز یزید نے اپنے ہمراہیوں سے کہہ دیا کہ بعد مغرب باب الفرادیس کے قریب چھپے رہنا۔ نماز عشا کے بعد حملہ ہوگا۔ چنانچہ اس کے ہوا خواہ و مصاحبین ایک کونے میں بیٹھے رہے۔ عشاء کی اذان ہوتے ہی مسجد میں داخل ہوئے۔ ادائے نماز کے بعد مسجد کے محافظ نے ان لوگوں کے نکالنے کا ارادہ کیا۔ سب کے سب اس پر ٹوٹ پڑے۔

ابوالعاج کی گرفتاری

یزید بن عنبسہ دوڑتا ہوا یزید بن ولید کے پاس آیا۔ حالات بیان کئے۔ یزید ڈھائی سو آدمیوں کو لے کر مسجد میں آ گیا اور باب المقصورہ کو کھلوا کر دارالامارت میں داخل ہوا۔ ابوالعاج اس وقت شراب کے نشہ میں پڑا ہوا تھا، گرفتار کر لیا گیا اور خزانوں اور بیت المال پر قبضہ کر کے محمد بن عبدالملک بن محمد بن حجاج کو بھی گرفتار کر لیا۔ جامع مسجد اور سلاح خانے میں جس قدر آلات حرب وغیرہ تھے سب پر قابض ہوگیا۔ صبح ہوئی تو قرب و جوار کے امراء و رؤساء اہل مرہ، سکاسک، اہل داریا، اور عیسی بن شبیب تغلبی رئیس اہل دومہ و حرستا، جید بن حبیب لخمی رئیس دیر مران اور اہل جرش حدیثہ و برزکا اور ربعی بن ہشام حارثی غزہ و سلامان کی جماعت ہمراہ لئے ہوئے اور یعقوب بن محمد بن ہانی عبسی و جہینہ مع اپنے ہوا خواہوں کے بیعت

کرنے کی غرض سے دوڑ پڑے۔

ولید کی روانگی

ان لوگوں سے بیعت لینے کے بعد یزید بن ولید نے عبدالرحمٰن بن مصارف کو دوسو سواروں کا افسر مقرر کر کے عبدالملک بن محمد بن حجاج کی گرفتاری کے لئے مامور کیا۔ عبدالملک بن محمد نے امان حاصل کر کے محل کا دروازہ کھول دیا۔ اس سے پیشتر ایک اور لشکر ولید کی طرف بھی مقام بادیہ ہی سے عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک و منصور بن جمہور کی سرکردگی میں روانہ کر دیا گیا تھا۔ ولید کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے بھی عبداللہ بن یزید بن معاویہ کو دمشق کی حفاظت کو بھیجا۔ تھوڑا سا راستہ طے کر کے ٹھہر گیا اور کچھ سوچ سمجھ کر یزید کی بیعت کر لی۔ ولید کے دوستوں اور مشیروں نے پے در پے ان وحشت ناک خبروں کو سن کر حمص چلے جانے اور وہیں قلعہ بند ہونے کی تجویز دی۔ اس رائے کا دینے والا یزید بن خالد بن یزید بن معاویہ تھا۔ عبداللہ بن عنبسہ نے اس سے اختلاف کر کے کہا: ''خلیفہ وقت کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے لشکر و حرم کو بلا جدال و قتال چھوڑ کر کہیں چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ امیر المومنین کی مدد کرے گا''۔ ولید نے دل مضبوط کر کے کوچ کر دیا۔ اس کے ہمراہ اس وقت علاوہ اس کے لشکر کے ضحاک کی اولاد کے چالیس آدمی تھے۔

ابن ولید کی گرفتاری

قصر نعمان بن بشیر میں جس وقت پہنچا تو عباس بن ولید کا یہ پیام پہنچا کہ ''گھبرانا نہیں میں تمہاری امداد کے لئے پہنچا چاہتا ہوں''۔ ہنوز عباس پہنچنے نہ پایا تھا کہ عبدالعزیز منصور پہنچ گئے اور قبل جنگ زیاد بن حصین کلبی کو بغرض دعوت کتاب وسنت ولید کے پاس بھیجا۔ ولید کے دوستوں نے اس کو مار ڈالا۔ فریقین میں لڑائی نہایت سختی کے ساتھ چھڑ گئی۔ عبدالعزیز یہ خبر پا کر کہ عباس ولید کی کمک پر آ رہا ہے، منصور بن جمہور کو اس کے روکنے پر مامور کیا۔ چنانچہ منصور بہ جبر و اکراہ عباس کو عبدالعزیز کے پاس گرفتار کر لایا۔ جنگ کے دوران ولید نے عبدالعزیز کو یہ پیام بھیجا کہ ''میں تم کو پچاس ہزار دینار اور ولایت حمص کی حکومت دے دوں گا تم مجھ سے نہ لڑو''۔ عبدالعزیز نے اس سے انکار کیا اور پہلے سے زیادہ سختی کے ساتھ لڑنے لگا۔ بالآخر ولید کے لشکر کو شکست ہوئی۔ چاروں طرف سے مار مار کی آواز آ رہی تھی۔ فتح مند گروہ شکست خوردوں کا خون نہایت دریا دلی سے بہانے میں مصروف تھا۔

ولید بن یزید کا قتل

ولید یہ رنگ دیکھ کر قصر میں گھس گیا۔ دروازے بند کر لئے اور محل پر چڑھ کر صلح کی گفتگو کرنے کے لئے ایک آدمی کو بلایا۔ یزید بن عنبسہ سکسکی قریب گیا۔ ولید نے مصالحت کرنے کو کہا۔ یزید بن عنبسہ نے جواب دیا ''ہم کچھ اپنا ذاتی بدلہ تم سے نہیں لیتے بلکہ یہ انتقام اس کا ہے جو تم نے محرمات شرعی، شراب اور نکاح امہات اولاد پدر کو مباح کر لیا تھا اور ارکان وحدود اللہ کو خفیف و ذلیل سمجھتے تھے''۔ ولید نے جواب دیا ''اے برادر سکاسک! اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے جو کچھ تو نے ذکر کیا ہے۔ اس میں بہت بڑی گنجائش رکھی ہے''۔ یزید بن عنبسہ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ ولید اپنی نشست گاہ میں واپس آیا قرآن شریف کھول کر پڑھنے لگا۔ لوگوں کو دیوار پر چڑھتے ہوئے دیکھ کر بولا: ''آج کا دن ویسا ہی ہے جیسے کہ امیر المومنین عثمانؓ کا دن تھا''۔ یہ فقرہ ابھی تمام نہ ہونے پایا تھا کہ لوگ دیواریں پھاند کر ولید کے پاس پہنچ گئے۔ یزید بن عنبسہ قید کرنے کے ارادے سے ہاتھ پکڑ کر لے چلا مگر اتنے میں منصور بن جمہور ایک گروہ کو لئے ہوئے آ پہنچا۔ تب چاروں طرف سے لوگوں نے مارنا شروع کیا۔ بالآخر سر کاٹ کر یزید کے پاس لے گئے۔ یزید نے حکم دیا کہ شارع عام پر لٹکا دیا جائے۔ یزید بن فروہ (بنو مرہ کے خادم) نے بمنت وسماجت عرض کیا: ''یہ تمہارا چچا زاد بھائی اور خلیفہ تھا خوارج کے سر لٹکائے جاتے ہیں۔ علاوہ اس کے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کے اعزہ و اقارب میں شورش پیدا ہو جائے گی''۔ یزید اس پر مطلق ملتفت نہ ہوا۔ لہٰذا نیزہ پر سر رکھ کر دمشق میں تشہیر کرا کر اس کے بھائی سلیمان بن یزید کے حوالہ کر دیا جو اس شورش میں یزید کا شریک تھا۔ یہ واقعہ آخر جمادی الآخر 126ھ کا ہے جب کہ اس کی خلافت کو دو سال تین مہینے گزر چکے تھے۔

باب: ۱۱

یزید بن ولید

ولید کے ہلاک ہونے کے بعد یزید نے لوگوں کو اکٹھا کر کے خطبہ دیا جس میں ولید کی برائیاں بیان کر کے کہا کہ ''اسی وجہ سے یہ مارا گیا ہے اور میں تم کو امید دلاتا ہوں کہ آئندہ تمہارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا جائے گا۔ تمہارے وظائف تم کو ہمیشہ وقت پر دیئے جائیں گے اور جب تک میں حدود بلاد اسلامیہ کو مضبوط اور عدل وانصاف سے اپنے ممالک محروسہ کو آباد نہ کرلوں گا کسی شخص کو بلاضرورت جاگیر نہ مرحمت کی جائے گی اور میں حاجب (لارڈ چیمبرلین) کو بھی موقوف کردوں گا۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو تمہیں اختیار ہے کہ مجھ کو مسند خلافت سے اتار دو۔''

ولیعہدی کی بیعت

چونکہ اس نے مسند خلافت پر بیٹھنے کے ساتھ ہی جس قدر وظائف ولید نے لوگوں کے زیادہ مقرر کئے تھے کم کر دیئے تھے اور ہشام کے عہد خلافت میں جو دیا جاتا تھا وہی جاری کیا تھا لہٰذا اسی وجہ سے اس کو یزید الناقص بھی کہا کرتے تھے۔ ولید کے زمانے میں ہر شخص کو علاوہ وظائف سابقہ کے دس دس درہم زائد دیئے جاتے تھے۔ ان واقعات سے فارغ ہو کر یزید نے اپنے بھائی ابراہیم اور بعد ابراہیم عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کی ولیعہدی کی بیعت لی۔ اس امر پر اس کے احباب قدریہ نے رضامند کیا تھا۔

حمص میں شورش

اس سنہ سے بنوامیہ کے کاموں میں خلل پیدا ہو گیا۔ آئے دن فتنہ وفساد برپا ہونے لگے۔ سلیمان بن ہشام قتل ولید کی اطلاع سن کر عمان کے قید خانے سے نکل آیا۔ مال واسباب، نقد وجنس جو وہاں موجود تھا سب لے کر دمشق کو روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد اہل حمص کے کانوں تک یہ اطلاع اس طرح پر پہنچی کہ عباس بن ولید نے ولید بن یزید کو ہلاک کرایا ہے۔ یہ سن کر برہم ہو گئے۔ عباس کا مکان مسمار کر دیا۔ مال واسباب لوٹ لیا اور گالیاں دیتے ہوئے ولید کے خون کا بدلہ لینے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ عباس یہ اطلاع پا کر اپنے بھائی یزید کے پاس چلا گیا۔ اہل حمص نے عساکر اسلامیہ کو خون ولید کے انتقام لینے کو لکھا اور مروان بن عبداللہ بن عبدالملک ومعاویہ بن یزید بن حصین بن نمیر کو اپنا امیر مقرر کیا۔ ان لوگوں نے یزید سے اس معاملے میں خط وکتابت کی۔ یزید نے ان کے ایلچی کو مار کر نکلوا دیا اور ان کے بھائی مسرور کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار اس طوفان بے تمیزی کی روک تھام کے لئے روانہ کیا۔ مسرور نے دمشق سے نکل کر حوارین میں پڑاؤ ڈالا۔

مروان بن عبداللہ کی ہلاکت

اس کے بعد سلیمان بن ہشام عمان سے وارد دمشق ہوا۔ یزید نے بہ نظر تالیف قلوب جو کچھ ولید نے اس کا مال واسباب ضبط کر لیا تھا واپس کر دیا اور ایک لشکر کا امیر بنا کر اہل حمص کے مقابلے پر روانہ کر دیا اور مسرور کو اس کی ماتحتی میں کام کرنے کا حکم دیا۔ اہل حمص کا قصد دمشق پر حملہ کرنے کا تھا۔ مروان نے کہا ''مناسب یہ نہیں ہے کہ اس لشکر کو چھوڑ کر دمشق پر چڑھ جاؤ۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ پہلے اس سے نپٹ لو۔ اگر تم نے اس کو شکست دے دی تو بعد ازاں جس سے مقابلہ ہو گا وہ سہل ہے''۔ سمیط بن ثابت بولا ''یہ تو تمہارا مخالف معلوم ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یزید وقدریہ کا ساتھ دینے کا ہے''۔ اہل حمص یہ سنتے ہی مروان پر ٹوٹ پڑے اور اس کو قتل کر کے ابو محمد سفیانی کے سر پر امارت کا تاج رکھ دیا اور دمشق کو بڑھے۔ سلیمان بن ہشام

نے مقام عذراء میں تیر اور نیزوں سے استقبال کیا۔ لڑائی شروع ہوگئی۔ ہنوز فریقین کی قسمت کا فیصلہ نہ ہوا تھا اور نہ ان کے توانا بازو جنگ کرتے ہوئے شل ہوئے تھے۔ جنگ جس تیزی سے شروع ہوئی تھی اسی طرح جاری تھی کہ اتنے میں عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک تین ہزار کی جمعیت سے ثنیۃ العقاب کی جانب سے اور ہشام بن مصاد ڈیڑھ ہزار لشکر لئے ہوئے سلامیہ کی گھاٹی سے حملہ آور ہوا۔

حمصیوں کی اطاعت

ان دونوں سپہ سالاروں کو یزید نے بعد روانگی سلیمان کمک کے لئے روانہ کیا تھا۔ اہل حمص کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ کشت خون کا بازار گرم ہوگیا۔ یزید بن خالد بن عبداللہ قیشری چلا کر بولا اللہ اللہ علی قومک یا سلیمان (اے سلیمان اللہ اللہ اپنی قوم پر رحم کر)۔ سلیمان نے اپنے لشکریوں کو قتل وغارت وتعاقب سے منع کر دیا۔ سپاہیوں نے جھٹ پٹ یزید کی بیعت کرلی اور ابومحمد سفیانی و یزید بن خالد بن یزید بن معاویہ گرفتار کر کے یزید بن ولید بن عبدالملک کے پاس روانہ کر دیئے گئے۔ یزید نے ان دونوں کو قید کر دیا اور حمص پر معاویہ بن یزید بن حصین کو مامور کیا۔

فلسطینیوں اور اردنیوں کی شورش

اسی زمانے میں ولید بن یزید کے قتل ہوتے ہی اہل فلسطین میں بھی شورش اٹھ کھڑی ہوئی۔ سعید وضبعان پسران روح نے عوام الناس کو جمع کر کے اپنے گورنر سعید بن عبدالملک کو نکال دیا اور سلیمان بن عبدالملک کے بیٹوں میں سے جوان دنوں فلسطین میں ہی تھے یزید بن سلیمان کو طلب کر کے اپنا امیر بنالیا۔ اہل اردن نے یہ سن پایا تو انہوں نے محمد بن عبدالملک کے سر پر تاج امارت رکھ دیا اور اہل فلسطین کے خیر خواہ بن کر یزید الناقص کے مخالف بن گئے۔ رفتہ رفتہ دارالخلافت دمشق میں یہ اطلاع پہنچی۔ یزید نے سلیمان بن ہشام کو بسر افسری اہل دمشق واہل حمص جو سفیانی کے ہمراہ تھے اور جن کی تعداد اسی (80) ہزار تھی فلسطین واردن کی بغاوت فرو کرنے پر مقرر کیا اور سعید وضبعان پسران روح کے پاس خفیہ پیغام بھیجا کہ: ''تم لوگ اس معرکے سے دست کش ہو جاؤ، تم کو خلافت پناہی سے حکومت وسرداری دی جائے گی۔ علاوہ بریں انعام واکرام سے بھی مالا مال کر دیئے جاؤ گے''۔ سعید وضبعان اس بشارت آمیز پیام کے سنتے ہی مع اہل فلسطین لوٹ گئے۔

باقی رہے اہل اردن۔ ان کے مقابلے پر سلیمان بن ہشام نے پانچ ہزار لشکر کو طبریہ کی طرف سے بڑھنے کا حکم دیا۔ لشکری، جو گاؤں وقصبہ راہ میں پڑتا تھا، اس کو لوٹتے ہوئے طبریہ کی جانب بڑھے۔ اہل طبریہ نے بھی یہ رنگ دیکھ کر یزید بن سلیمان ومحمد بن عبدالملک کے مال واسباب پر اپنا ہاتھ صاف کیا، جن کو اہل فلسطین واردن نے اپنا اپنا الگ امیر بنالیا اور اپنے اپنے مکانات پر میدان جنگ سے واپس آئے۔

اہل فلسطین واردن کی جماعت منتشر ہونے کے بعد سلیمان بن ہشام، صبرہ میں داخل ہوا۔ اہل اردن نے حاضر ہو کر خلافت یزید پر بیعت کی۔ بعد ازاں طبریہ، رملہ میں آیا اور وہاں کے مقیموں سے بھی بیعت لی۔ اس واقعہ کے بعد ضبعان بن روح فلسطین کا اور ابراہیم بن ولید اردن کا عامل مقرر ہوا۔

منصور بن جمہور بحیثیت گورنر عراق وخراسان

یزید الناقص نے مسند حکومت پر متمکن ہونے کے بعد منصور بن جمہور کو عراق وخراسان کی گورنری پر مامور کیا۔ حالانکہ منصور دینداروں میں سے نہ تھا۔ لیکن اس کو یہ توقیر اس سبب سے دی گئی تھی کہ اس نے یزید کی تجویز سے غیلانیہ میں موافقت کی تھی اور قتل خالد میں یوسف کا معین تھا۔ جس وقت یوسف کو قتل ولید کی اطلاع پہنچی اپنی معزولی کا خطرہ پیش نظر رکھ کر یمانیہ کو جیل میں ڈال دیا تا کہ مضریہ اس کی رائے سے متفق ہو جائیں۔ لہٰذا جب یوسف نے ان کو اپنا مخالف نہ پایا تو یمانیہ کو رہا کر دیا۔ اس اثناء میں منصور آ پہنچا اور مقام عین التمر سے سپہ سالاران شام کو، جو حیرہ میں تھے، یوسف اور اس کے عمال کے گرفتار کرنے کو لکھ بھیجا۔ یوسف نے یہ اطلاع پا کر بہ غرض اظہار اطاعت یزید کا نام خطبہ میں پڑھا اور جب منصور سر پر آ

پہنچا تو عمرو بن محمد بن سعید بن العاص کے مکان میں روپوش ہو رہا اور وہاں سے لباس بدل کر در پردہ شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ یزید الناقص کو اس کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اس نے پچاس سواروں کو یوسف کی گرفتاری پر مقرر کیا۔ یوسف یہ سن کر بھاگ کھڑا ہوا اور عورتوں میں جا کر چھپ گیا۔ مگر سواروں نے سراغ لگا لیا اور گرفتار کر کے یزید کے پاس لائے۔ یزید نے ولید کے لڑکوں کے ساتھ قید کر دیا یہاں تک کہ یزید بن خالد قیشری کے ایک آزاد غلام نے اس کو ہلاک کر ڈالا۔

ابن جمہور کی معزولی

منصور بن جمہور جس وقت کوفے میں داخل ہوا تھا ماہ رجب کے چند دن گزر چکے تھے۔ لوگوں کے روزینے تقسیم کیے اور حسب مدارج انعامات دیئے۔ عمال اور اہل خراج جس قدر قید خانے میں تھے سب کو رہا کر دیا۔ انتظام رے و خراسان پر اپنے بھائی کو اپنی طرف سے امارت عطا کی لیکن نصر بن سیار سابق گورنر خراسان نے چارج دینے سے انکار کیا۔ ہنوز یہ مرحلہ طے نہیں ہونے پایا تھا کہ یزید نے منصور بن جمہور کو اس کی حکومت کے دوسرے مہینے معزول کر دیا اور گورنری عراق پر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو یہ کہہ کر روانہ کیا کہ عراقیوں کے قلوب تمہارے باپ کی طرف زیادہ مائل ہیں اور سپہ سالاران شام میں سے چند لوگوں کو ہمراہ روانہ کر دیا۔ منصور بن جمہور عراق کا چارج دے کر شام کی جانب لوٹ گیا اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز نے عمر بن غضبان بن قبعوا کو محکمہ پولیس و خراج سوادہ محاسبات کا افسر مقرر کیا اور نصر بن سیار کو گورنری خراسان پر بحال رکھا۔

اہل یمامہ کی شورش

زمانہ قتل ولید میں یوسف بن عمر کی طرف سے علی بن مہاجر یمامہ کا امیر تھا۔ مہیر بن سلمان بن ہلال نے (جو بنو دول بن حنیفہ سے تھا) لوگوں کو جمع کر کے علی بن مہاجر کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ علی بن مہاجر اس وقت اپنے قصر امارت بقاع ہجر میں تھا۔ مقابلے کی نوبت آئی تو علی بن مہاجر کے ساتھیوں میں سے اکثر آدمی مارے گئے۔ علی بن مہاجر بھاگ کر اپنے محل میں گیا اور وہاں سے مدینے کی طرف بھاگ گیا۔ مہیر نے یمامہ پر قبضہ کر لیا۔ چند روز بعد مر گیا اور وقت وفات عبداللہ بن نعمان (بنو قیس بن ثعلبہ دولی) کو اپنا قائم مقام کر گیا۔ عبداللہ بن نعمان نے مندلب بن ادریس حنفی کو فلج کی طرف (جو بنو عامر بن صعصعہ کا ایک قریہ ہے) روانہ کیا۔ بنو کعب بن ربیعہ بن عامر اور بنو عمیر نے جمع ہو کر مقابلہ کیا۔ مندلب اور اس کے زیادہ تر ساتھی میدان جنگ میں کام آ گئے۔

فلج کی لڑائی

عبداللہ بن نعمان نے ایک بہت بڑی فوج بنو حنیفہ وغیرہ کی جمع کر کے فلج پر چڑھائی کر دی۔ بنو عقیل و بنو بشیر و بنو جعدہ کو شکست ہوئی۔ ہزار آدمی مارے گئے۔ شکست خوردہ گروہ نے پھر جمع ہو کر مقابلے کا قصد کیا۔ اس مرتبہ بنو نمیر بھی ان کے ساتھ تھے۔ معدن الصحراء میں ڈبھیڑ ہوئی۔ جس قدر بنو حنیفہ مقابلے پر آئے سب کو ان لوگوں نے ہلاک کر ڈالا۔ خواتین کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ عمر بن وازع حنفی کو اس کی اطلاع ملی تو لشکر جمع کر کے خروج کر دیا اور جوش مردانگی میں آ کر بولا: "میں عبداللہ بن نعمان نہیں ہوں یہ کام میرا تھا۔ اس میں سطوت شاہی کی ضرورت تھی"۔ فلج کے پاس پہنچ کر اپنے لشکر کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ بات کی بات میں اس کے لشکریوں کے ہاتھ مال غنیمت سے پُر ہو گئے۔ مظفر و منصور لوٹتا ہوا آ رہا تھا کہ دفعتہ بنو عامر مقابلہ پر آ گئے۔ جھڑپ ہوئی اور بنو حنیفہ کے قدم استقامت ڈگمگا گئے۔ اکثر شدت تشنگی سے مر گئے۔ بنو عامر قیدیوں اور عورتوں کو لئے ہوئے میدان جنگ سے واپس آئے اور عمر بن وازع یمامہ جا پہنچا۔ اس واقعہ کے بعد عبید اللہ بن مسلم حنفی نے ایک جماعت جمع کر کے قیشر عکل پر حملہ کر دیا اور بیس ہزار آدمیوں کو مار ڈالا۔ اس کے بعد پھر بنو حنیفہ کو جمع ہونے کا موقع نہیں ملا۔ یہاں تک کہ مثنیٰ بن یزید بن عمر بن ہبیرہ اپنے باپ (یزید بن عمر بن ہبیرہ) کی طرف سے، جس وقت کہ اس کو مروان الحمار نے عراق کا والی مقرر کیا تھا، امیر یمامہ ہو کر آیا۔ یہ زمانہ صلح کا تھا کسی سے لڑائی جھگڑا نہ تھا۔ بنو عامر نے بنو حنیفہ کی زیادتیوں کی شکایت کی اور شہادت گزاری۔ مثنیٰ نے بنو حنیفہ کے چند آدمیوں کو پٹوایا اور سردار ڈاڑھی

منڈ وادی۔ ہر طرف امن قائم ہو گیا اور عبید اللہ بن مسلم حنفی روپوش رہا یہاں تک کہ کسریٰ بن عبید اللہ ہاشمی بنو عباس کی طرف سے یمامہ کا والی ہو کر آیا۔ لوگوں نے اس کا پتہ بتا دیا، مار ڈالا گیا۔

جدیع بن علی کرمانی

جن ایام میں ولید مارا گیا اور گورنری خراسان پر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز والی عراق نے نصر بن سیار کو بحال کیا تھا جدیع بن علی کرمانی باغی ہو گیا تھا۔ یہ درحقیقت ازدی تھا مگر کرمانی اس وجہ سے کہا جاتا تھا کہ یہ کرمان میں پیدا ہوا تھا۔ نصر بن سیار کی بحالی کا حال سن کر اپنے دوستوں سے بولا: ''دیکھو! یہ لوگ فتنہ میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ تم لوگ اپنے کاموں کے لئے کسی کو منتخب کر لو۔'' لوگوں نے اسی کو منتخب کر لیا۔ چونکہ کرمانی نے عہد امارت اسد بن عبداللہ میں نصر کے ساتھ سلوک و احسانات کئے تھے اور نصر نے والی ہونے کے ساتھ ہی اس کو امارت سے معزول کر کے دوسرے آدمیوں کو مامور کیا تھا۔ اس وجہ سے کرمانی اور نصر کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے غبار تھا۔ صفائی نہ ہوئی تھی کہ نصر کے ساتھی کرمانی کے حالات سن سن کر اس کے قتل و قید کی بابت اصرار کرنے لگے۔ کہنے سننے سے نصر کا دل بھی کرمانی کے قید کرنے پر مائل ہو گیا۔

جدیع کرمانی کی گرفتاری

چنانچہ اپنے جان نثاروں کے فوج کے دستہ کے قائد کو کرمانی کی گرفتاری پر مقرر کیا۔ ازد نے روک ٹوک کرنے کا ارادہ کیا لیکن خود کرمانی نے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا اور نصر کے پاس چلا آیا۔ نصر نے کہا ''کیوں کرمانی میرے احسانات تجھ پر کیا کم تھے؟ کیا یوسف بن عمر کا مکتوب تیرے قتل کی بابت نہیں آیا تھا؟ کیا میں نے تیرے بدلے تاوان نہیں ادا کیا؟ کیا میں نے تیرے بیٹے کو سرداری نہیں دی؟ پھر کیا ان سب احسانات کا معاوضہ یہی فتنہ و فساد ہے؟'' کرمانی نے معذرت کی اور ان احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولا: ''امیر ان سلوک کا تذکرہ نہ فرمائیں۔ اس سے زیادہ میرے بھی احسانات ہوں گے۔ نصر کے دل میں رحم آ چلا تھا مگر سالم بن احور اور عصمت بن عبداللہ اسدی کے کہنے سے درے لگوا کے ستائیسویں رمضان 126ھ کو قید کر دیا۔

کرمانی اور نصر

چند دنوں کے بعد نقیب لگا کر کرمانی قید خانے سے نکل آیا۔ بات کی بات میں تین ہزار آدمی جمع ہو گئے اور اس سے پہلے ازد نے کتاب وسنت پر عبدالملک بن حرملہ کی بیعت کر لی تھی۔ لہٰذا جب کرمانی قید سے نکل آیا تو عبدالملک نے کرمانی کو بڑھنے کا حکم دیا۔ نصر یہ سن کر باب مرو الروذ میں لشکر کی آراستگی میں مصروف ہوا۔ جب لشکر جمع ہو گیا سالم بن احور کو کرمانی پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر کرمانی کے لئے نصر سے پناہ حاصل کر لی۔ چنانچہ کرمانی نصر کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ نصر نے خانہ نشینی کی ہدایت کی۔ تھوڑے دن بعد لگانے بجھانے والوں نے کرمانی کو نصر سے پھر برہم کر دیا۔ سابقہ خیالات دوبارہ تازہ ہو گئے۔ صلح جو لوگوں نے کہہ سن کر نصر سے کرمانی کی پھر امان حاصل کر لی۔

کرمانی کی جلاوطنی

کرمانی نصر سے ملنے کو آیا۔ نصر نے اس کے ساتھیوں کو دس دس درہم مرحمت کئے لیکن جس وقت جمہور بن منصور حکومت عراق سے معزول کیا گیا اور اس کی جگہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو گورنری دی گئی تو نصر نے لوگوں کو یکجا کر کے خطبہ دیا۔ اثناء خطبہ میں جمہور کی برائیاں اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کی خوبیاں بیان کیں۔ کرمانی جمہور کی برائی بیان کرنے سے برافروختہ ہو کر مال و آلات حرب اکٹھے کرنے لگا۔ روزانہ تو نہیں البتہ جمعہ میں ہزار ڈیڑھ ہزار کی جمعیت سے جامع مسجد میں آتا۔ مقصورہ کے باہر نماز ادا کر کے نصر کے پاس جاتا تھا اور سلام کر کے چلا آتا تھا۔ چند دنوں بعد آنا جانا بند کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ نصر نے اس کو سمجھانے کے لئے سالم بن احور کو روانہ کیا۔ کرمانی نے نہایت بداخلاقی و ترش روئی سے لوٹا

دیا۔ مگر صلح پسند طبیعتوں نے فریقین سے گفتگو کر کے اس شرط پر مصالحت کرا دی کہ کرمانی خراسان چھوڑ دے۔ کرمانی نے اس قرارداد شرط کے مطابق جرجان کا قصد کیا۔

ابن شریح

جن دنوں خراسان میں مابین نصر و کرمانی مخالفتیں ہو رہی تھیں نصر کو یہ خیال پیدا ہوا کہ مبادا کرمانی حرث بن شریح سے سازش کر کے اس سے امداد کا طلب گار ہو جو بلاد ترک میں تقریباً بارہ برس سے مقیم تھا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔ اس خطرے سے محفوظ رہنے کے خیال سے مقاتل بن حیان نبطی کو بلاد ترک سے حرث کے واپس لانے پر مقرر کیا اور خالد بن زیاد ترمذی و خالد بن عمرہ (مولیٰ بنو عامر) کو یزید بن ولید کے پاس حرث کے لئے امان نامہ لکھانے کو روانہ کیا۔ یزید بن ولید نے حسب درخواست نصر، امان نامہ لکھ دیا اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز گورنر عراق نے بھی حرث کے واپس آنے کا اجازت نامہ لکھ دیا۔ نصر نے ان دونوں عہد ناموں کو حرث کے پاس بھیج دیا۔

اتفاق یہ کہ اثناء راہ میں نصر کا قاصد ملا جس وقت مقاتل بن حیان نبطی حرث اور اس کے ساتھیوں کے ہمراہ واپس آ رہا تھا۔ یہ واقعہ جمادی الثانی 127ھ کا ہے۔ نصر نے حرث کو مرو روذ میں ٹھہرایا اور جو کچھ اس کے لئے لیا تھا بطور ہدیہ پیش کیا۔ اس کے علاوہ روزانہ پچاس درہم ادا کرتا رہا اور اس کے اہل و عیال کو رہا کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ درخواست کی کہ میں تم کو جس شہر کو پسند کرو، اس کا والی کر دوں گا اور ایک لاکھ دینار دوں گا۔ حرث نے نامنظور کر کے کہا: ''میں دنیا اور اس کی لذتوں کا تمنائی نہیں ہوں۔ میں تو کتاب و سنت پر عمل کرنا چاہتا ہوں اور اسی سبب سے میں تمہارے دشمنوں کے مقابلے پر تمہاری مدد کروں گا۔ میں ظلم و تعدی ہی سے پریشان ہو کر تیرہ برس ہوئے کہ ان شہروں سے نکل گیا تھا۔ پھر اب کیسے میں اسی امر کو قبول کر سکتا ہوں۔'' نصر یہ سن کر خاموش ہو گیا اور حرث نے کرمانی کے پاس کہلا بھیجا: ''اگر نصر نے کتاب و سنت پر عمل کیا تو میں اللہ تعالیٰ کے امور میں اس کا معاون و مددگار رہوں گا ورنہ میں تیرا حامی ہوں بشرطیکہ تو نے کتاب و سنت پر عمل و قیام کرنے کا اقرار کیا''۔ اس کے بعد قبائل تمیم کو اپنی امارت کی طرف بلایا۔ انہوں نے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی منظور کر لیا۔ تقریباً تین ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ حرث نے بالفعل اسی امر پر اکتفا کیا۔

مروان بن محمد کی مخالفت

مروان بن محمد بن مروان آرمینیہ میں اور عبدۃ بن ریاح غسانی جزیرہ میں امارت کر رہا تھا۔ اسی زمانے میں ولید نے صائفہ کے ہمراہ اپنے بھائی عمر بن یزید کو روانہ کیا تھا اور مروان نے اپنے لڑکے عبدالملک کو اس کے ساتھ روانہ کر دیا تھا، جس وقت ولید مارا گیا ان دنوں عبدالملک صائفہ سے واپس آ کر حران میں قیام پذیر تھا۔ عبدۃ بن ریاح قتل ولید کی خبر پا کر جزیرہ سے ملک شام کو چلا۔ عبدالملک نے میدان خالی دیکھ کر حران و جزیرہ پر قبضہ کر کے سرحدی مقامات پر بھی قبضہ کرنے کے لئے متعدد آدمیوں کو روانہ کر دیا اور اپنے باپ کو یہ واقعہ لکھ کر اس امر کی تحریک کی کہ خون ولید کے بدلہ لینے کو کمر ہمت باندھ کر اٹھ کھڑے ہوں۔ اس شورش میں ثابت بن نعیم جذامی بھی شریک حال تھا۔ یہ اہل فلسطین سے تھا۔ اس وجہ سے کہ اس کو ہشام نے لشکر افریقیہ میں بغاوت پھیلانے کے جرم میں کلثوم بن عیاض کے قتل کے وقت قید کر دیا تھا اور چند روز بعد مروان نے سفارش کر کے آزاد کرا دیا تھا۔ پس جس وقت عبدالملک بن مروان نے خون ولید کے بدلہ لینے پر کمر ہمت باندھ کر آرمینیہ سے خروج کیا تو ثابت بن نعیم نے لشکر اہل شام کو فریب دے کر شام کی طرف براہ فرات واپس جانے پر آمادہ کر دیا۔

مروان کی متابعت

چنانچہ مروان کے اکثر سرداران لشکر اور لشکری ثابت سے آ ملے۔ بجائے یزید بن ولید سے جنگ کرنے کے ثابت ہی سے جنگ ٹھہر گئی۔ بالآخر لشکریان مروان نے جو اس سے الگ ہو گئے تھے مغلوب ہو کر اطاعت قبول کر لی اور ثابت بن نعیم مع اپنی اولاد کے قید کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے

بعد مروان نے لشکر کو از سر نو مرتب و آراستہ کر کے شام کی طرف روانہ کیا اور خود جزیرے سے بیس ہزار فوج لے کر بہ قصد معاوضہ خون ولید، یزید کی طرف بڑھا۔ یزید تک یہ خبر پہنچی تو گھبرا کر لکھ بھیجا کہ "تم میری بیعت کر لو میں تمہیں جزیرہ، موصل اور آذر بائیجان کی حکومت دے دوں گا"۔ مروان نے بیعت کر لی اور یزید نے سند حکومت بھیج دی۔ دمشق تک جانے کی نوبت نہ آنے پائی۔ راستے ہی سے مروان واپس آیا۔

یزید کی وفات اور ابراہیم کی خلافت

20- ذی الحجہ 126ھ کو یزید بن ولید اپنی حکومت کے پانچویں مہینہ (مقام دمشق میں) داعی اجل کو لبیک کہہ کر راہی ملک بقا ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ قدریہ تھا۔ اس کے فوت ہونے کے بعد لوگوں نے اس کے بھائی ابراہیم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مگر اکثر آدمیوں نے اس سے اختلاف کیا اور بیعت عامہ نہ ہونے پائی۔ کبھی یہ خلیفہ کے لقب سے مخاطب کیا جاتا تھا اور کبھی امیر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ غرض اسی تذبذب کی حالت میں تقریباً تین ماہ گزر گئے۔ بعد ازاں مروان بن محمد نے اس کو مسند خلافت سے اتار دیا جیسا کہ آئندہ صفحات میں بیان کیا جائے گا اور 132ھ میں مر گیا۔

مروان کی دمشق پر لشکر کشی

یزید کے انتقال کے بعد جس وقت لوگوں نے اس کے بھائی ابراہیم کو مسند خلافت پر بٹھایا اسی وقت مروان نقض امن کر کے بہ قصد جنگ دمشق کو چل کھڑا ہوا۔ رفتہ رفتہ قنسرین پہنچا۔ ان دنوں بشیر بن ولید والی قنسرین تھا جو یزید بن ولید کے زمانہ حکومت سے اس عہدہ پر تھا اور اس کے ہمراہ اس کا بھائی مسرور بھی وہیں موجود تھا۔ مروان نے بشر و مسرور سے بیعت کرنے کو کہا مگر انہوں نے انکار کیا۔ صف آرائی کی نوبت آئی۔ چونکہ یزید بن عمر بن ہبیرہ کا میلان پہلے ہی مروان کی جانب ہو گیا تھا لہٰذا بنو قیس کو ساتھ لے کر مروان سے جا ملا اور بشر و مسرور کو گرفتار کر کے مروان کے سپرد کر دیا۔ مروان نے ان دونوں کو جیل میں ڈال دیا اور اہل قنسرین کو بھی اپنے ساتھ لئے ہوئے حمص کی طرف کوچ کر دیا۔ اہل حمص پر ان دنوں عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک بسر افسری لشکر دمشق محاصرہ کیے ہوئے تھا، اس وجہ سے کہ انہوں نے ابراہیم کی بیعت خلافت سے اختلاف کیا تھا۔ مگر جوں ہی مروان کا لشکر حمص کے قریب پہنچا۔ عبدالعزیز اپنا بوریا سنبھال چلتا پھرتا نظر آیا۔ اہل حمص نے بخوشی مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

ابراہیم ان حالات سے آگاہ ہوا تو اس نے سلیمان بن ہشام کو ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت سے مروان کے مقابلے پر بھیجا۔ مروان کے پاس اس وقت اسی (80) ہزار فوج تھی۔ جنگ چھڑنے سے پہلے مروان، نے مصالحت کا پیام دیا، اس شرط سے کہ ہم خون ولید کے معاوضہ سے دست کش ہوتے ہیں، تم اس کے لڑکوں حکم و عثمان ولیعہدوں کو رہا کر دو۔ سلیمان بن ہشام اور اس کے ساتھیوں نے انکار کیا۔ جنگ شروع ہو گئی۔ طلوع آفتاب کے وقت سے عصر کے وقت تک بڑے زور و شور سے لڑائی ہوتی رہی۔ اسی اثناء میں مروان کے تین ہزار سواروں نے لشکر سلیمان پر عقب سے حملہ کر دیا۔ دمشقی لشکر اس اچانک حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اہل حمص تلواریں نیام سے کھینچ کر دوڑ پڑے۔ لگ بھگ سترہ (17) ہزار آدمیوں کو کھیرا و کدو کی طرح کاٹ ڈالا اور اتنے ہی آدمی قید کر لئے گئے۔

دمشق پر قبضہ

جنگ کے بعد مروان نے دمشق کا رخ کیا اور تمام لوگوں سے حکم و عثمان پسران ولید کی بیعت لے لی۔ یزید بن عفار کلبی اور ولید بن مصاد کلبی کو قید کر دیا (جو بحالت قید مر گئے۔ یہ منجملہ ان لوگوں کے تھے جو قتل ولید کے واقعہ میں شریک تھے)۔ یزید بن خالد قسری شکست کھانے والوں کے ساتھ فرار ہو کر دمشق پہنچا۔ ابراہیم (خلیفہ یا امیر دمشق) یزید بن خالد اور عبدالعزیز بن حجاج وغیرہ جمع ہو کر حکم و عثمان پسران ولید کے قتل کی بابت مشورہ کرنے لگے اس خیال سے کہ مبادا مروان ان لوگوں کو لڑ بھڑ کر رہا نہ کر دے اور یہ لوگ اپنے باپ کے خون کا معاوضہ نہ مانگنے لگیں۔ بالآخر یزید بن خالد ان دونوں امیر زادوں کے قتل پر مقرر کیا گیا۔ اس نے اپنے آزاد غلام ابوالاسد کو متعین کیا۔ جس نے ان دونوں کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

ساتھ ہی اس کے بعد یوسف بن عمر کو بھی قید خانے سے نکال کر مار ڈالا۔ باقی رہا ابو محمد سفیانی۔ اس نے قید خانے میں گھس کر ایک مکان کا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ ہر چند کوشش کی گئی۔ مگر نہ کھلا۔ اس اثناء میں سواران مروان کے آنے کی اطلاع مشہور ہو گئی۔ ابراہیم اور اس کے تمام خیر خواہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلیمان بھی چلتے چلاتے جو کچھ بیت المال میں تھا، لے دے کر بھاگ گیا۔

باب:۱۲

مروان

مروان اپنا لشکر ظفر پیکر ہمراہ لئے ہوئے دمشق میں داخل ہوا۔حکم وعثمان پسران ولید اور یوسف بن عمر کی لاش پیش کی گئی۔نہایت افسوس کے ساتھ نماز جنازہ ادا کر کے دفن کرادیا۔بعدہ ابومحمد سفیانی مقید حاضر کئے گئے۔مروان نے کہا:"خلافت مبارک"۔ابومحمد سفیانی بولے"نہیں! دونوں ولیعہدوں (یعنی حکم وعثمان) نے اپنے بعد تم ہی کو مقرر کیا ہے"۔مروان یہ سن کر چپ ہوگیا۔ابومحمد سفیانی اور حاضرین دربار نے مروان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ان سے پہلے معاویہ بن یزید بن حصین بن نمیر اور اہل حمص نے بیعت کی تھی۔

تکمیل بیعت کے بعد مروان اپنے جائے قیام حران میں چلا آیا۔چند صلح پسند لوگوں نے درمیان میں پڑ کر ابراہیم بن ولید اور سلیمان بن ہشام کے لئے پناہ حاصل کر لی۔چنانچہ ابراہیم وسلیمان مع اپنے بھائی، لڑکوں، عورتوں اور خادمان ذکوانیہ کے تدمر سے مروان کی خدمت میں چلے آئے اور بیعت کر لی۔

اہل حمص کی بغاوت

دمشق سے حران میں مروان کے واپس آنے کے بعد ثابت بن نعیم فلسطین سے مروان کی مخالفت کرنے کے مکتوبات اہل حمص کے پاس بھیجنے لگا۔تھوڑے دنوں بعد اہل حمص راضی ہو گئے اور تدمر سے بنوکلب کو بھی طلب کیا۔اصبغ بن ذوالہ کلبی مع اپنی اولاد کے اور معاویہ سکسکی شہسوار اہل شام وغیرہ ایک ہزار سواروں کو ساتھ لئے ہوئے عیدالفطر 127ھ کی شب کو حمص آ پہنچے۔مروانؒ اپنا لشکر مرتب کر کے ہران سے اس فتنہ وشورش کے روکنے کو نکل کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ ابراہیم (معزول خلیفہ) اور سلیمان بن ہشام بھی تھا۔عیدالفطر کے تیسرے دن حمص کے قریب پہنچا۔حمص والوں نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے۔مروان کے منادی نے پکار کر کہا:"ما دعاكم الى النكث" (تم کو کس چیز نے بیعت توڑنے پر آمادہ کیا)۔اہل حمص نے جواب دیا"نحن لم ننكث و نحن على الطاعة" (ہم نے بیعت نہیں توڑی اور ہم مطیع ہی ہیں) اور دروازے کھول دیئے۔عمر بن وضاح تین ہزار کی جمعیت سے شہر میں داخل ہوا۔مخالفین نے مقابلہ کیا مگر جب عہدہ برآ ہوتے نظر نہ آئے تو دوسرے دروازے سے نکل گئے۔مروان ان کے تعاقب میں دوڑ کر دروازے کے اوپر چڑھ گیا اور تقریباً پانچ سو آدمیوں کو ہلاک کر ڈالا۔شہر پناہ کو تین سو دراع کے قریب منہدم کرادیا۔اصبغ بن ذوالہ اور اس کا لڑکا فرافضہ جان بچا کر بھاگ گیا۔

غوطیوں کی سرکوبی

اس واقعہ کے بعد مروان کو، جب کہ وہ حمص میں تھا، اہل غوطہ کی بغاوت کے بارے میں معلوم ہوا کہ انہوں نے یزید بن خالد قسری کو اپنا امیر بنا کر والی دمشق زامل بن عمر کا محاصرہ کر لیا ہے۔فوراً ابوالورد بن کوثر بن زفر بن حرث اور عمر بن وضاح کو بسرافسری دس ہزار فوج کے والی دمشق کی کمک کو روانہ کیا۔دمشق کے قریب پہنچ کر ابوالورد نے باہر سے اور اہل شہر نے اندر سے حملہ کیا۔لہٰذا اہل غوطہ کو شکست ہوئی۔یزید بن خالد ہلاک کر دیا گیا اور اس کا سر مروان کے پاس بھیج دیا گیا اور رمزہ و برامہ جلا کر خاک وسیاہ کر دیئے گئے۔

ابن نعیم کا خاتمہ

اس فتنے کا فرو ہونا تھا کہ ثابت بن نعیم نے اہل فلسطین کو جمع کر کے طبریہ کا محاصرہ کیا۔اس وقت ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم والی طبریہ

تھا۔ مروان نے یہ اطلاع پا کر ابوالورد کو اس طوفان بغاوت کے فرو کرنے پر مقرر کیا۔ جس وقت ابوالورد طبریہ کے قریب پہنچا اہل طبریہ نے شہر سے نکل کر حملہ کیا۔ اہل فلسطین کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ اتفاقاً اثناء شکست میں ابوالورد سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ثابت بن نعیم کو دوبارہ شکست اٹھانی پڑی۔ اس ناگہانی واقعہ سے اس کے ساتھی منتشر ہو گئے اور تین لڑکے اس کے گرفتار کر لئے گئے جن کو ابوالورد نے مروان کے پاس بھیج دیا۔ مروان نے فلسطین پر رماحس بن عبدالعزیز کنانی کو مامور کیا۔ دو ماہ بعد اس نے تلاش کرا کے ثابت کو گرفتار کر کے مروان کے پاس بھیج دیا۔ مروان نے اس کو مع اس کے تینوں لڑکوں کے ہاتھ پاؤں کٹا کر سولی پر چڑھا دیا۔

تدمر پر مروان کا قبضہ

ان واقعات سے فارغ ہو کر مروان نے دیرایوب میں اپنے بیٹوں عبداللہ وعبیداللہ کی ولیعہدی کی۔ لوگوں سے بیعت لی اور ہشام کی لڑکیوں سے عقد کر دیا۔ بعدازاں تدمر کا رخ کیا کیونکہ یہی ایک مقام شام میں اس کے قبضہ سے باہر رہ گیا تھا۔ اہل تدمر نے اس کے آنے سے قبل پانی کی سطح کو نیچا کر دیا تھا۔ اس سبب سے مروان کے لشکریوں نے چھاگلیں اور مشکیں بھر لیں اور اونٹوں پر بار کر لیا۔ مروان نے تدمر کے پاس پہنچ کر اپنے وزیر ابرش کلبی کو اہل شہر کے پاس بھیجا۔ ان لوگوں نے اطاعت قبول کر لی اور کچھ لوگ شہر چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ ابرش اس کی شہر پناہ کو بھی منہدم کرا کے، جو لوگ تابع ہو گئے تھے، ان کو اپنے ساتھ لئے ہوئے مروان کے پاس چلا آیا۔ بعدہ مروان نے یزید بن عمر بن ہبیرہ کو عراق کی جانب ضحاک شیبانی خارجی سے جو کہ کوفے میں تھا جنگ کرنے پر مقرر کیا اور متواتر امدادی فوجیں شام سے روانہ ہونے کا حکم دیا اور خود بہ غرض روانگی یزید بن عمر قرقیسیا میں آ مقیم ہوا۔

سلیمان بن ہشام اور مروان کی جنگ

اس سے پیشتر سلیمان بن ہشام اجازت حاصل کر کے آرام کرنے کے لئے رصافہ میں قیام پذیر ہو گیا تھا۔ اتفاق سے ایک گروہ کثیر اہل شام کا جس کو مروان نے ابن ہبیرہ کے ہمراہ عراق کی طرف روانہ کیا تھا رصافہ کی جانب واپس آیا اور سلیمان بن ہشام کی خدمت میں خلافت قبول کرنے کی درخواست پیش کی۔ سلیمان نے منظور کر لیا۔ ان کے ساتھ قنسرین گیا۔ لشکر کو مرتب و آراستہ کر کے اہل شام کو خط لکھا۔ اہل شام ہر طرف سے بادلوں کی طرح امنڈ آئے۔ مروان تک یہ اطلاع پہنچی تو اس نے ابن ہبیرہ کو قیام کر دینے کا فرمان بھیج دیا اور خود قرقیسیا سے سلیمان کی جانب لوٹ کھڑا ہوا۔ قنسرین کے باہر مقام خساف میں سلیمان و مروان نے صف آرائی کی۔ لڑائی ہوئی۔ آخر کار سلیمان شکست کھا کر بھاگا۔ مروان نے اس کی لشکر گاہ کا مال و اسباب اپنے فوجیوں کے لئے مباح کر دیا اور نہایت بے رحمی سے اس کے ہمراہیوں کو، جو گرفتار کر لئے گئے تھے قتل کر ڈالا۔ ابراہیم (سلیمان کا بڑا بیٹا) اور خالد بن ہشام مخزومی (ہشام بن عبدالملک کا ماموں) مع تین ہزار فوج کے معرکہ جنگ میں کام آئے۔

حمص کا محاصرہ

سلیمان اپنی باقی ماندہ فوج لئے ہوئے حمص بھاگ کر پہنچا اور دوبارہ لشکر کو مرتب کر کے شہر پناہ کی ٹوٹی ہوئی دیواروں کو مرمت کرایا۔ مروان یہ سن کر حمص پر جا پہنچا۔ سلیمان کے ہمراہیوں میں سے سات سو آدمیوں نے مر جانے پر باہم عہد و پیمان کیا اور اپنی فوج سے علیحدہ ہو کر کمین گاہ میں بیٹھ رہے۔ جس وقت مروان کے لشکر کا زیادہ حصہ گزر گیا۔ کمین گاہ سے نکل کر دفعتہً مروان کے ساقہ پر حملہ کر دیا۔ صبح سے عصر کے وقت تک لڑائی ہوتی رہی۔ مروان نے ان میں سے تقریباً چھ سو آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ باقی جو رہے وہ سلیمان کے پاس چلے آئے۔ سلیمان یہ خبر سن کر اپنے لڑکے سعید کو چھوڑ کر تدمر چلا گیا۔ دس ماہ تک مروان حمص کو محصور کئے رہا۔ تقریباً اسی (80) منجنیقیں نصب کرائیں جن کے ذریعے شب و روز سنگ باری کی جاتی تھی۔ بالآخر اہل حمص نے تنگ آ کر پناہ طلب کی۔ اس کے بعد مروان ضحاک خارجی سے جنگ کرنے کے لئے کوفہ چلا گیا۔

ضحاک اور ابن ہبیرہ کی معرکہ آرائی

بعض کا بیان ہے کہ سلیمان بن ہشام قنسرین سے شکست اٹھا کر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے پاس عراق چلا گیا تھا اور اس کے ساتھ ضحاک سے جنگ کرنے کو خروج کیا تھا اور اسی کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی تھی۔ اسی اثناء میں نضر بن سعید والی عراق ہو کر آ گیا۔ پس جب سلیمان عبداللہ وغیرہ اس سے مستعد جنگ ہوئے تو یہ مروان کی طرف فرار ہوا۔ اتفاق یہ کہ قادسیہ میں ضحاک کے لشکر سے مڈبھیڑ ہوگئی جس کا سردار ابن فلیجان تھا۔ نضر نے اس کو قتل کر ڈالا۔ ضحاک نے بجائے اس کے کوفے میں مثنیٰ بن عمران کو والی بنایا اور خود موصل کی جانب چلا گیا۔ ابن ہبیرہ یہ سن کر کوفہ کی طرف بڑھا۔ عین التمر میں پہنچ کر قیام کیا۔ مثنیٰ مقابلے پر آیا۔ لڑائی ہوئی اور ابن ہبیرہ نے کمال مردانگی سے شکست دے کر اس کو مع چند سرداران ضحاک کے قتل کر ڈالا۔ اس سے خوارج بھاگ کھڑے ہوئے۔ انہی لوگوں کے ساتھ منصور بن جمہور بھی تھا۔ کوفے میں پہنچ کر منہزمین نے اپنے منتشر گروہ کو جمع کر کے بقصد مقابلہ ابن ہبیرہ دوبارہ خروج کیا۔ ابن ہبیرہ نے اس مرتبہ بھی ان کو شکست دی اور مظفر و منصور کوفے میں داخل ہوا۔ چندے قیام کر کے واسط کی طرف کوچ کر دیا۔ پھر ضحاک نے ابن ہبیرہ سے جنگ کرنے کو عبیدہ بن سوار تغلبی کو مقرر کیا۔ مقام صراۃ میں مقابلہ کی نوبت آئی۔ اس معرکے میں بھی خوارج شکست نصیب رہے جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

عبداللہ بن معاویہ کا تذکرہ

عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر 127ھ میں اپنے بھائیوں اور لڑکوں کے ساتھ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے پاس کوفہ چلے آئے تھے۔ عبداللہ بن عمر نے ان کی بہت تعظیم و تکریم کی اور تین سو درہم یومیہ ان کے لئے مقرر کر دیئے۔ ایک مدت تک اسی حالت میں رہے۔ لہٰذا جب ابراہیم بن ولید کی اس کے بھائی یزید کے بعد بیعت خلافت کی گئی اور شام میں آئے دن فتنہ و فساد برپا ہونے لگے اور مروان نے دمشق کا ارادہ کیا اس وقت عبداللہ بن عمر نے عبداللہ بن معاویہ کو اپنے ہاں روک رکھا اور مقررہ روزینہ کو بڑھا دیا اور مروان سے یہ وعدہ کر لیا کہ اگر ابراہیم بن ولید پر فتح یابی حاصل کر لو گے تو میں تمہاری بیعت کر لوں گا۔ چنانچہ مروان نے جس وقت ابراہیم پر فتح پالی اسمٰعیل بن عبداللہ قسری نے کوفے کے قریب جا کر دم لیا (اور یہ ظاہر کیا کہ مجھے ابراہیم خلیفہ وقت نے لوگوں کے جمع کرنے کو روانہ کیا ہے)۔ مگر عبداللہ بن عمر نے ایک نہ سنی اور مقابلے کے لئے نکل آئے۔ اسمٰعیل نے اس خیال سے کہ مبادا افشائے راز کے باعث اس کی فضیحتی نہ ہو اپنے ساتھیوں کو سمجھایا کہ "مجھے خونریزی منظور نہیں ہے۔ اگر عبداللہ بن عمر میرا کہنا نہیں مانتا ہے نہ مانے"۔ اس اثناء میں ابراہیم کی شکست کی اطلاع طشت از بام ہوگئی اور اہل کوفے میں نفاق پیدا ہو گیا۔ اس سبب سے کہ عبداللہ بن عمر نے مضر و ربیعہ کے بعض آدمیوں کو انعامات دیئے اور وظائف مقرر کئے تھے اور بعض کو کورا ہی رکھا تھا۔ جن لوگوں کے وظائف نہیں مقرر کئے گئے تھے، ان لوگوں نے آپس میں سرگوشیاں شروع کیں۔ عبداللہ بن عمر کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اپنے بھائی عاصم کو جب کہ وہ لوگ دیر ہند میں تھے معذرت کرنے اور سمجھانے کو بھیجا۔ لہٰذا وہ لوگ اس بے جا جوش و ضد پر شرمندہ ہو کر واپس آئے۔ شام ہوئی تو عبداللہ بن عمر نے ایک لاکھ درہم عمر بن غضبان بن قبعثری کے پاس بھیج دیئے اور اس نے اپنی قوم پر تقسیم کر دیئے۔

امارت کوفہ پر عبداللہ بن معاویہ کا قبضہ

اس سے شیعان علیؓ میں شورش پیدا ہوئی اور انہوں نے جمع ہو کر عبداللہ بن معاویہ کی بیعت کر لی۔ قصر کوفہ میں لے گئے۔ امارت کی کرسی پر براجمان کیا اور عاصم کو نکال دیا۔ عاصم بہ حال پریشاں اپنے بھائی عبداللہ بن عمر کے پاس حیرہ چلا آیا۔ کوفیوں نے علی الاعلان عبداللہ بن معاویہ کی بیعت کی۔ از انجملہ منصور بن جمہور، اسمٰعیل برادر خالد قسری اور عمر بن عطا وغیرہ تھے۔ بعد ازاں اہل مدائن کی جانب سے چند لوگوں نے حاضر ہو کر بیعت کی۔ رفتہ رفتہ ایک لشکر اکٹھا ہو گیا۔ عبداللہ بن معاویہ نے سب کو مرتب و مسلح کر کے عبداللہ بن عمر کی طرف جو حیرہ میں تھا خروج کر دیا۔ عبداللہ بن عمر نے اپنے ایک آزاد غلام کو مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے بڑھنے کا حکم دیا اور یہ سمجھا دیا کہ فلاں مقام پر میرے آنے تک ٹھہرے رہنا اور اس

کے بعد خود بھی بہ قصد جنگ لشکر لئے ہوئے نکلا۔

ابن معاویہ کی پسپائی

جب عبداللہ بن عمر مقام موعود پر پہنچ گیا تو دونوں نے مجموعی قوت سے حملہ کیا۔ جنگ کے دوران میں منصور بن جمہور، اسمٰعیل برادر خالد قسری اور عمر بن عطاء جنگ کا نقشہ بگڑتا ہوا دیکھ کر کنارہ کش ہو گئے۔ عبداللہ بن عمر نے ان کو راستہ دے دیا۔ وہ تو حیرہ چلے گئے اور عبداللہ بن معاویہ شکست کھا کر کوفہ چلے آئے۔ باقی رہا عمر بن غضبان، اس کو عبداللہ بن عمر کے میمنہ نے گھیر رکھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو ایک پر جوش تقریر سے ابھار کر ایسا قوی حملہ کیا کہ عبداللہ بن عمر کا میمنہ مجبوراً پیچھے ہٹا اور عمر بن غضبان مع اپنے ہمراہیوں کے کوفہ واپس آیا۔ چند دنوں تک عبداللہ بن معاویہ کے ساتھ قصر امارت میں مقیم رہا۔ ربیعہ و زیدیہ سکسک کے دروازوں پر کمال مردانگی سے عبداللہ بن عمر کا مقابلہ کر رہے تھے۔ بالآخر مصالحت کی گفتگو ہونے لگی۔ ربیعہ نے اپنے اور عبداللہ بن معاویہ اور زیدیہ کے لئے پناہ حاصل کر لی۔ چنانچہ عبداللہ بن معاویہ ان لوگوں کے ساتھ مدائن چلے گئے۔ کوفے کے ایک گروہ نے ان کی پیروی کی اور مدائن پہنچ کر جب ان کی حالت تسلی بخش ہو گئی تو انہوں نے حلوان، جبل، ہمدان، اصفہان اور رے پر قبضہ کر لیا۔ جیسا کہ آئندہ صفحات میں ان کی حالت احاطۂ تحریر میں لائی جائے گی۔

نصر بن سیار اور حرث بن شریح

جس وقت مروان کے قبضہ میں زمام حکومت آ گئی اور اس نے اپنی طرف سے عراق کی گورنری پر یزید بن عمر بن ہبیرہ کو مامور کیا تو ابن ہبیرہ نے خراسان کی نیابت پر نصر بن سیار کو بحال رکھا۔ نصر بن سیار نے مروان بن محمد کی بیعت کی۔ حرث بن شریح کو اس سے خطرہ پیدا ہوا کہ مجھے یزید بن ولید نے امان دی تھی نہ کہ مروان نے۔ ذہن میں یہ آنا تھا کہ نکل کھڑا ہوا اور اپنے خیر خواہوں کو جمع کر کے ایک لشکر مرتب کر لیا۔ نصر سے تحریک کی کہ شریک جماعت رہو۔ جو کام کیا جائے شوریٰ سے کیا جائے۔ نصر نے منظور نہ کیا۔ تب حرث کے کہنے سے جہم بن صفوان نے (جوراسب کا آزاد غلام اور جہمیہ کا سردار تھا) کھڑے ہو کر نصر کی عادات و خصائل بیان کر کے لوگوں پر اس امر کو جس کی اس کو دعوت دی گئی تھی منکشف کر دیا۔ اس سے عوام الناس پر بہت برا اثر پڑا۔ دن بہ دن جماعت بڑھتی گئی۔ پھر حرث نے نصر کے پاس سالم بن احور افسر پولیس کی معزولی اور دوسرے عمال کی تبدیلی کا پیام بھیجا۔

دونوں کے درمیان بہت رد و کد کے بعد یہ طے پایا کہ چار افراد یعنی مقاتل بن سلیمان اور مقاتل بن حبان من جانب نصر بن سیار اور مغیرہ بن شعبہ جہضمی اور معاذ بن جبلہ حرث کی طرف سے منصر علیہم مقرر کئے جائیں جو طریقہ سیاست بتلائیں اور جن جن عمال کو منصر علیہم ولایت سمرقند و طخارستان پر مقرر کریں فریقین کو قبول ہو گا۔ چونکہ اکثر حرث کہا کرتا تھا کہ میں علم بردار اور عرب کا امیر ہوں۔ دمشق کی شہر پناہ بات کی بات میں زمین دوش اور بنوامیہ کی حکومت کا خاتمہ کر دوں گا۔ نصر نے کہلا بھیجا کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو بسم اللہ، دمشق کا ارادہ کرو (اگر کامیابی حاصل کر لی تو میں تمہارے قبضہ میں ہوں) ورنہ تم اپنے قبیلہ کو تباہ نہ کرو''۔ حرث نے جواب دیا ''میں تو سچ ہی کہہ رہا ہوں لیکن افسوس ہے کہ میرے ساتھی اس امر پر بیعت نہ کریں گے''۔ نصر نے کہا ''جب یہ لوگ تمہاری رائے کے پابند نہیں ہیں تو کیوں بیس ہزار ربیعہ و یمن کو معرض ہلاکت میں ڈالتے ہو خیر لو۔ میں تم کو ماوراء النہر کی حکومت دیئے دیتا ہوں، ساتھ ہی اس کے تین لاکھ درہم بھی نذر کروں گا''۔ حرث نے اس سے انکار کیا۔ اس وقت نصر نے کرمانی سے مخاطب ہو کر کہا: ''تم حرث کا خاتمہ کر دو۔ اگر تم نے اس کو مار ڈالا تو یہ یاد رکھو، میں عمر بھر تمہارا مطیع رہوں گا۔''

نصر و حرث میں نفاق

ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے کے بعد نصر و حرث نے متفق ہو کر جہم بن صفوان و مقاتل بن حیان کو حکم مامور کیا۔ ان دونوں نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ نصر تو معزول کر دیا جائے اور حکم و احکام شوریٰ سے صادر ہوا کریں۔ نصر نے اس فیصلہ سے انکار کیا۔ حرث نے اس انکار کی

مخالفت کی۔ اس فتنہ وفساد کی اطلاع پا کر چند عمائدین خراسان نصر کے پاس آئے جن میں عاصم بن عمیر خزیمی، ابوالدیال ناجی اور مسلم بن عبدالرحمن وغیرہ تھے اور ان کے ہمراہ خود حرث بھی تھا۔ حرث نے حکم دیا۔ علی رؤس الاشہاد بازاروں میں، مساجد میں اور اس کے دروازے پر بھی اس کی حرکات، سکنات اور عادات بیان کی جائیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی۔ ایک انبوہ کثیر جمع ہو گیا۔ دروازے پر جو حالات بیان کر رہا تھا، نصر کے غلاموں نے اس کی پٹائی کر دی۔

حرث کی پسپائی

حرث کے کانوں تک یہ خبر پہنچی تو اس نے اعلان جنگ کر کے لڑائی کی تیاری کر دی اور رات کے وقت مرو کی شہر پناہ کو توڑ کر ایک بڑا سا روزن بنا لیا۔ دن ہوا تو اسی راہ سے شہر میں داخل ہو کر جنگ چھیڑ دی۔ فریقین جی توڑ کر گتھ گئے۔ جہم بن مسعود ناجی اور اعین (مولی حیان) مارے گئے۔ سالم بن احوز کا مکان لوٹ لیا گیا۔ صبح ہوئی تو سالم بن احوز بہ قصد جنگ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ حرث بھی نہایت مردانگی سے مقابلہ پر آیا مگر اس کی قسمت میں پہلے ہی سے شکست تھی لہٰذا پسپا ہو کر بھاگا۔ سالم بن احوز نے اس کی لشکرگاہ میں گھس کر اس کے کاتب (میر منشی یزید بن داؤد) کو مار ڈالا۔

نصر اور کرمانی کی معرکہ آرائی

بعد ازاں نصر نے کرمانی کو بلا بھیجا۔ یہ اس وقت ازدو ربیعہ میں موجود اور حرث کا بہی خواہ تھا جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں۔ پس کرمانی امان حاصل کر کے نصر کے پاس آیا۔ باتوں باتوں میں نصر کے مصاحبین نے کرمانی سے سخت کلامی کی جس سے اس کو نصر کی طرف سے سوءظنی پیدا ہوئی۔ اٹھ کر چل دیا۔ مگر اس کے ہمراہیوں میں سے جہم بن صفوان کو گرفتار کر کے ان لوگوں نے مار ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد حرث نے اپنے لڑکے حاتم کو کرمانی کے پاس جنگ پر ابھارنے کے لئے روانہ کیا۔ کرمانی کے مصاحبین نے کہا: ''تمہارے یہ دونوں (یعنی حرث و نصر) دشمن جانی ہیں اور:

چو دشمن بہ دشمن شود مشتغل
تو بادوست بہ نشین بہ آرام دل

یہ خود ہی لڑ بھڑ کر خائب و خاسر ہو جائیں گے۔ تم کیوں دخل در معقولات کرتے ہو''۔ کرمانی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے روز صبح ہوتے ہی لڑائی شروع کر دی۔ نصر کے لشکر نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا مگر کرمانی کے تیز حملوں کی تاب نہ لا سکا۔ میدان جنگ سے فرار ہو گئے اور تمیم بن نصر اور سالم بن احوز تلوار کے سایوں کے نیچے موت کی ٹھنڈی نیند سو رہے۔

کرمانی کا مرو پر تسلط

اگلے دن صبح کے وقت نصر نے مرو سے نکل کر حملہ کیا۔ تین روز تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر کرمانی اور اس کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی۔ منادی نے پکار کر ندا دی ''اے گروہ ربیعہ و یمن کیوں فرار ہو رہے ہو۔ نصر ابن سیار تو مارا گیا''۔ ربیعہ و یمن یہ ندا سن کر ٹھہر گئے اور مضریوں کو جو نصر کی رکاب میں تھے شکست ہو گئی۔ تمیم بن نصر پر غیرت کے مارے سینکڑوں گھڑے پانی کے پڑ گئے۔ فی الفور پیادہ پا کر کر لڑنے لگا۔ جس وقت یمامہ کو شکست نصیب ہوئی تو حرث نے کہلا بھیجا ''میں تمہارے لئے کافی ہوں کیونکہ یمانیہ تمہاری شکست دینے میں، میری تائید کر رہے ہیں۔ تم اپنے ہمراہیوں کو کرمانی کے مقابلے پر بھیجو''۔ زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ میدان جنگ نصر اور اس کے ساتھیوں سے خالی ہو گیا۔ کرمانی نے مرو پر قبضہ کر لیا۔ مال و اسباب جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ مگر اس کا یہ فعل حرث کے خلاف مرضی تھا۔

حرث کا انجام

پھر خاتمہ جنگ کے بعد بجائے اتفاق آپس میں نفاق پیدا ہو گیا۔ بشر بن برموز ضبی پانچ ہزار آدمیوں کو لے کر حرث سے علیحدہ ہو کر کہنے لگا:

''ہم تو عدل کے خیال سے تمہارے ساتھی بن کر لڑتے تھے۔ اگر تم ضد کی وجہ سے کرمانی کی اتباع کرو گے تو ہم تمہارا ساتھ نہ دیں گے''۔ حرث نے کرمانی کو شوریٰ کرنے کے لئے بلا بھیجا۔ کرمانی نے انکار کر دیا۔ تب حرث اس سے جدا ہو کر دوسرے مقام پر چلا آیا۔ چند دنوں عواقب امور پر غور کرتا رہا۔ آخر الامر ایک روز شب کے وقت شہر پناہ کو توڑ کر شہر میں گھس پڑا۔ کرمانی نے نہایت سختی سے مقابلہ کر کے حرث کو پسپا کر دیا۔ اس لڑائی میں حرث اور اس کا بھائی سوادہ قتل ہو گئے اور کرمانی بے غل وغش مرو پر پورے طور سے متصرف ہو گیا۔

بعض کے بقول بشر بن جرموز کی علیحدگی کے بعد کرمانی نے حرث کے ساتھ بہ قصد جنگ خروج کیا۔ جنگ کی نوبت نہ آئی تھی کہ حرث کو کرمانی کا ساتھ دینے پر شرمندگی ہوئی۔ رات کے وقت اٹھ کر بشر کے لشکر میں چلا آیا اور اس کے ساتھ رہنے لگا۔ مضریوں کو جو کرمانی کے لشکر میں تھے خط و کتابت کر کے بلا لیا۔ کرمانی کے ہمراہ مضریوں میں سے سوائے سلمہ بن ابی عبداللہ کے اور کوئی نہ رہ گیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ روزانہ اپنی خندقوں اور مورچوں سے نکل کر لڑتے اور شام ہوتے ہی اپنے اپنے لشکر گاہ میں واپس چلے جاتے تھے۔ چند روز بعد حرث مرو کی شہر پناہ توڑ کر گھس پڑا۔ کرمانی نے اس کا پیچھا کیا۔ حرث اور اس کے ساتھیوں نے کمال مردانگی و جوش سے مقابلہ کیا۔ اثنائے جنگ میں حرث اور اس کا بھائی اور بشر بن جرموز اور بنو تمیم کا ایک گروہ قتل ہوا اور باقی جو رہے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ کرمانی نے مرو میں داخل ہو کر مضریوں کے محلے کو کھدوا ڈالا۔ یہ واقعہ 128ھ کا ہے۔

ابو مسلم کی مرو کو روانگی

ابو مسلم نے ابراہیم امام کے حکم کی تعمیل کی۔ مرو آیا اور امام کا خط جو بنام سلمان بن کثیر تھا سلیمان بن کثیر کو دیا۔ اس خط میں دعوت خلافت عباسیہ کے اظہار کی تاکید کی تھی۔ سلیمان بن کثیر کے ساتھیوں نے ابو مسلم کو بہ اظہار اس امر کے کہ یہ شخص اہل بیت سے ہے چندے ٹھہرا رکھا اور لوگوں کو علانیہ خلافت عباسیہ قائم کرنے کی ترغیب دینے لگے اور اطراف و جوانب کے دعاۃ کو دعوت خلافت عباسیہ کے ظاہر کرنے کو لکھ بھیجا۔ ابو مسلم نے مرو کے مضافات سے ایک گاؤں میں پڑاؤ کیا۔ یہ واقعہ شعبان 129ھ کا ہے۔ بعد ازاں ابو مسلم نے دعاۃ دولت عباسیہ کو طخارستان، مرو الروذ، طالقان اور خوارزم میں دعوت دینے کے لئے پھیلا دیا اور یہ حکم عام دے دیا کہ ''اگر مخالفین قبل از وقت پیش دستی کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ جہاد و حفاظت جان کے لئے تلواریں نیام سے باہر کر لینا اور جو شخص دشمنان خدا کے ساتھ مصروف ہونے کے باعث وقت پر حاضر نہ ہو سکے گا وہ بعد از وقت اپنی جاں نثاری دکھا سکے گا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔''

دو عظیم پرچم

ان لوگوں کی روانگی کے بعد آخر رمضان سنہ مذکور میں ابو مسلم قریہ سفیذنج میں سلیمان بن کثیر خزاعی کے پاس جا کر ٹھہر گیا۔ جن دنوں کرمانی و شیبانی اور نصر بن سیار سے جنگ ہو رہی تھی۔ 25 رمضان شب پنج شنبہ کو ابو مسلم نے وہ پرچم نکالا جس کو امام ابراہیم نے اس کے پاس بھیجا تھا اور جس کا نام ''الظل'' تھا۔ اس کو ایک نیزے پر نصب کیا جس کا طول چودہ ذراع تھا اور دوسرے پرچم کو جس کو امام ابراہیم نے اس کے ساتھ بھیجا تھا اور ''السحاب'' کے نام سے موسوم تھا دوسرے نیزے پر، جو طولاً تیرہ ذراع تھا، نصب کیا۔ پرچم نصب کرنے کے وقت یہ آیہ کریمہ اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر پڑھتا جاتا تھا۔ پرچم نصب کرنے کے بعد اس نے اور سلیمان بن کثیر اور اس کے بھائی اور غلاموں اور اہل سفیذنج سے جن لوگوں نے ان کی ہم خیالی تسلیم کی تھی سیاہ کپڑے پہنے اور رات کے وقت اپنے گروہ کو باخبر کرنے کے خیال سے خرقان میں آگ مشتعل کی۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی چاروں طرف سے ہوا خواہاں دولت عباسیہ جمع ہونے لگے۔ ابتداءً اہل سقادم سات سو پیادوں کی جمعیت سے بسرگروہی ابو وضاح حاضر ہوئے۔ بعد ازاں دعاۃ میں سے ابو العباس مروزی آیا۔ پھر ابو مسلم نے نہایت حزم و احتیاط سے سفیذنج کی قلعہ بندی کی۔ اس اثناء میں عید الفطر کا دن آ گیا۔ سلیمان بن کثیر نے نماز پڑھائی اور بلا اذان و اقامت پڑھی اور پہلی رکعت میں چھ تکبیریں کہیں جبکہ دوسری میں پانچ۔ برعکس اس کے کہ بنو امیہ کرتے تھے اور یہ تمام امور وہ تھے کہ ان کے امام اور امام کے باپ نے اس کی ہدایت

کی تھی۔ سلیمان بن کثیر اپنے متبعین کے ساتھ نماز پڑھ کر اپنے جائے قیام پر واپس آیا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔

ابو مسلم کا نصر کے نام خط

اس سے پیشتر ابو مسلم جب نصر کو خط لکھا کرتا تھا تو اس کے نام کو سرنامہ میں لکھتا تھا۔ مگر جس وقت آپس میں ہوا خواہان دولت عباسیہ کے جمع ہو جانے سے قوت آ گئی تو ایک خط نصر کو تحریر کیا اور اپنے نام کو سرنامہ پر لکھا۔ عبارت خط یہ تھی۔

اما بعد فان الله تبارك اسماؤه غير قوماً.

فی القران فقال واقسموا بالله جهد ايمانهم لئن جاء هم نذير. ليكون اهدیٰ من احدى الامم فلما جاء هم نذير مازادهم الا نفورا استكباراً فی الارض و مكرالسيی ولا يحيق المكر السيی الا باهله فهل ينظرون الا سنة الاولين فلن تجد لسنة الله تبديلا و لن تجد لسنة الله تحويلا:

ترجمہ: اما بعد۔ بیشک اللہ تبارک اسماؤہ نے قرآن میں ایک قوم کو بدل دیا ہے۔ لہٰذا ارشاد کیا ہے اور قسم کھاتے تھے اللہ کی تاکید کی قسمیں کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرسنانے والا آئے گا تو اور امتوں کی نسبت بے شک ہم بہتر راہ چلیں گے۔ پھر جب ان کے پاس ڈرسنانے والا آیا تو بڑھ گئی ان کی اور نفرت اور غرور کرنا ملک میں اور برے کام میں داؤں کرنا اور برائی کا داؤں برا کرنے والوں پر ہی لوٹے گا۔ لہٰذا کیا اب وہی اگلوں کا سا دستور دیکھا چاہتے ہیں۔ لہٰذا تو اللہ کا دستور بدلتا نہ پائے گا اور نہ پائے گا اللہ کا دستور ٹلتا۔

نصر اس خط کو پڑھ کر آگ بگولا ہو گیا۔ بجائے خط کا جواب دینے کے اپنے آزاد غلام یزید کو ابو مسلم سے جنگ کرنے کو (ابو مسلم کے ظہور کے اٹھارہویں مہینے) روانہ کیا۔

دولت عباسیہ اور امیہ کے مابین پہلی جنگ

ابو مسلم نے اس کے مقابلے پر مالک بن ہیثم خزاعی کو روانہ کیا۔ جنگ چھڑنے سے پہلے مالک نے یزید کو حمایت آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت دی۔ یزید نے انکار کیا۔ مالک نے حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اس وقت اس کے ساتھی صرف دو سو آدمی تھے۔ تمام دن بہت زور و شور سے لڑائی ہوتی رہی۔ اتفاق وقت سے بعد عصر ابو مسلم کے پاس صالح بن سلیمان ضبی، ابراہیم بن یزید اور زیاد بن عیسیٰ وغیرہ آ گئے۔ ابو مسلم نے ان کو مالک کی کمک پر بھیج دیا جس سے مالک کی قوت بڑھ گئی اور ایک تازہ جوش سے برسرپیکار ہوا۔ عبداللہ طائی نے یزید (نصر کے آزاد غلام) پر دفعتہ حملہ کر کے قید کر لیا۔ اس کے قید ہوتے ہی اس کے کل ہمراہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبداللہ طائی نے یزید کو مع مقتولین کے سروں کے ابو مسلم کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ ابو مسلم نے یزید کو نہایت عزت و احترام سے ٹھہرایا۔ علاج کراتا رہا اور جب تمام زخم مندمل ہو گئے تو کہا "تمہارا جی چاہے تو میرے پاس قیام کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا کرے گا۔ ورنہ تم اپنے آقا کے پاس لوٹ جاؤ۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہم سے اقرار کر لو کہ آئندہ ہمارے مقابلے پر نہ آؤ گے اور نہ ہم پر جھوٹ کی تہمت لگاؤ گے"۔ یزید نے پچھلی شق اختیار کی اور نصر کے پاس لوٹ آیا۔ نصر تاڑ گیا کہ ان لوگوں نے اس سے ضرور کچھ نہ کچھ اقرار لیا ہے۔ یزید نے کہا "اللہ کی قسم تمہارا خیال صحیح ہے۔ ان لوگوں نے مجھ سے حلف لیا ہے کہ میں ان کو کذب سے متہم نہ کروں گا اور بیشک وہ لوگ اوقات مقررہ پر نماز اذان و اقامت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں۔ اللہ جل شانہ کا بہت ذکر کرتے ہیں اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم کرنے کی طرف لوگوں کو رغبت دیتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ ایک نہ ایک روز کامیاب ضرور ہو جائیں گے۔ اگر تم میرے آقا نہ ہوتے تو میں انہی کے پاس ٹھہرا رہتا۔" حالانکہ اکثر آدمی ہوا خواہان دولت عباسیہ کو بت پرستی اور استحلال حرام سے متہم کرتے ہیں (یہ پہلی لڑائی تھی جو کہ ہوا خواہان دولت امویہ و عباسیہ میں ہوئی)۔

خازم بن خزیمہ کی بغاوت

اسی سنہ میں خازم بن خزیمہ نے مرو الروذ پر تصرف کر لیا اور اس کے عامل کو جو نصر بن سیار کی طرف سے مامور تھا قتل کر ڈالا۔ خازم بن خزیمہ

قبیلہ تمیم سے تھا اور بنو عباس کا خیر خواہ تھا۔ جب اس نے مروالروذ پر خروج کرنے کا ارادہ کیا تو بنو تمیم مانع ہوئے۔ اس نے ان لوگوں کو یہ پٹی پڑھائی کہ ہم اور تم ایک ہی ہیں لہٰذا اگر ہم کامیاب ہو گئے تو یہ سب تمہارا ہی ہے اور اگر مار ڈالے گئے تو جھگڑا صاف ہو گیا۔ تم کو ہماری مخالفت کی ضرورت ہی نہ رہ جائے گی''۔ بنو تمیم یہ سن کر خاموش ہو رہے اور اس نے قریہ زاہا میں قیام کر دیا۔ ایک دن بحالت غفلت مروالروذ پر حملہ کر کے اس کے عامل بشر بن جعفر سعدی کو ہلاک کر ڈالا۔ (یہ واقعہ اوائل ذی القعدہ 129ھ کا ہے) اور اپنے لڑکے خزیمہ بن خازم کو فتح کا بشارت نامہ دے کر ابو مسلم کی خدمت میں بھیجا۔

ابو مسلم خراسانی اور ابراہیم امام کا ذکر

بعض نے ابو مسلم کے واقعات یوں بھی بیان کئے ہیں کہ ابراہیم امام نے بہ وقت روانگی خراسان ابو مسلم کا عقد ابوالنجم کی بیٹی سے کر دیا تھا اور نقیبوں کو اس کی اطاعت وفرماں برداری کی تاکید کی تھی۔ ابو مسلم سواد کوفہ کا رہنے والا اور ادریس بن معقل عجلی کا قہرمان تھا۔ بعد ازاں محمد بن علی کی خدمت میں رہنے لگا۔ بعدہ ان کے لڑکے ابراہیم بن محمد کی بعدہ اور ائمہ کی خدمت کرتا رہا، جو ان کی اولاد سے تھے۔ انہی ایام میں خراسان بھیج دیا گیا۔ سلیمان بن کثیر نے کمسن ہونے کی وجہ سے واپس کر دیا۔ اس وقت ابوداؤد خالد بن ابراہیم نہر بلخ کی پرلی طرف گیا ہوا تھا۔ جب مرو میں واپس آیا اور امام کا خط اس نے پڑھا تو ابو مسلم کو دریافت کیا۔ حاضرین نے کہا ''کم سنی کی وجہ سے سلیمان بن کثیر نے اس کو لوٹا دیا ہے کہ یہ کچھ کام نہ کر سکے گا اس سے ہم کو اور ان لوگوں کو، جن کو دعوت دی جاتی ہے، جان کا خطرہ ہے۔'' ابوداؤد بولا ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عامہ خلائق کی طرف مبعوث کیا تھا اور ان پر اپنی کتاب وشریعت نازل فرمائی تھی، اور ان کو گزشتہ وآئندہ حالات سے مطلع کیا تھا اور کمال رحمت سے آپ کا علم آپ کے بعد بھی آپ کی امت کے لئے باقی رکھا ہے اور بلاشبہ آپ کا علم آپ ہی کے اہل بیت کے پاس ہے اور وہی لوگ معدن علم اور ورثاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس چیز کے جس کا علم اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا تھا۔ کیا تم لوگوں کو اس میں کچھ شک وشبہ ہے۔'' حاضرین بولے: ''نہیں''۔ ابوداؤد نے کہا: ''پھر تم لوگوں کو کیوں شک وشبہ پیدا ہوا۔ اس شخص (یعنی ابو مسلم) کو امام نے تمہاری طرف کیا بلا سمجھے بوجھے بھیجا تھا۔ اے بھائیو جب تک اس کی اہلیت وقابلیت امام نے نہ جانچ لی ہو گی۔ تمہاری طرف اس کو نہ بھیجا ہو گا''۔ حاضرین ابوداؤد کی تقریر سے قائل ہو گئے۔ اسی وقت آدمیوں کو بھیج کر ابو مسلم کو واپس بلا لیا اور اپنے کاموں کا اس کو متولی کر دیا اور اس کی تقلید کرنے لگے۔ اسی سبب سے ابو مسلم کا دل سلیمان بن کثیر کی طرف سے کشیدہ رہتا تھا۔

ابو مسلم کی خراسان روانگی اور حکمت عملی

اس کے بعد ابو مسلم نے دعاۃ کو اطراف وجوانب بلاد میں پھیلا دیا۔ لوگ جوق در جوق شریک ہونے لگے۔ 129ھ میں امام ابراہیم نے ابو مسلم کو لکھ بھیجا کہ اس سال موسم حج میں مجھ سے آ کر مل لینا تا کہ مناسب حکم اظہار دعوت کے بارے میں تم کو دیا جائے اور یہ کہ قحطبہ بن شبیب کو مع مال واسباب کے جس قدر اس کے پاس جمع ہو گیا ہو ہمراہ لیتے آنا۔ چنانچہ ابو مسلم مع نقباء اور شیعوں کے امام سے ملاقات کو روانہ ہوا۔ قومس پہنچا تو امام کا خط ملا جس میں اس کو واپس جانے اور خراسان میں علانیہ دعوت کی ہدایت تھی۔ ابو مسلم نے مال واسباب تو قحطبہ کے ساتھ بھیج دیا اور خود خراسان کی جانب لوٹ گیا۔ قحطبہ نے جرجان کا راستہ اختیار کیا۔ اطراف جرجان میں پہنچ کر خالد بن برمک اور ابو عون کو طلب کیا۔ یہ لوگ مع مال واسباب کے فی الفور حاضر ہو گئے۔ قحطبہ اس کو بھی لے کر امام کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس سے پیشتر ہم بیان کر آئے ہیں کہ کرمانی نے حرث بن شریح کی پر حوصلہ زندگی کا خاتمہ کر دیا جس سے مرو میں اس کا کوئی مزاحم باقی نہ رہا۔ نصر بن سیار نے یہ اطلاع پا کر سالم بن احور کو بسرافسری اپنے معتمدین اور نامی گرامی سواروں کے مرو کی طرف روانہ کیا۔ مرو کے باہر یحییٰ بن نعیم شیبانی ربیعہ کے ایک ہزار جنگ آوروں کو، محمد بن مثنیٰ سات سو ازدی سپاہیوں کو، ابوالحسن بن الشیخ اپنی قوم کے ایک ہزار جاں بازوں اور جرمی سعدی ایک ہزار یمنیوں کو ہمراہ لئے ہوئے ملا۔ سالم وابن مثنیٰ میں ملامت آمیز باتیں ہونے لگیں۔ اثناء گفتگو میں سالم نے کرمانی کو گالیاں دیں۔ لڑائی

شروع ہوگئی۔ اس معرکے میں جیت ابن مثنیٰ کے ہاتھ رہی۔ سالم کے ساتھیوں میں سے تقریباً سو آدمی مارے گئے اور سالم فرار ہو کر نصر کے پاس پہنچا۔ نصر نے عصمۃ بن عبداللہ اسدی کو اس مہم پر مامور کیا۔ اس سے اور کرمانی کے خیر خواہوں سے وہی باتیں ہوئیں جو اس سے پیشتر سالم سے ہوئی تھیں۔ محمد سعدی بسرافسری اہل یمن کے مقابلے پر آیا اور ایک خون ریز جنگ کے بعد عصمت بن عبداللہ کو شکست دی۔ چار سو ساتھی اس کے جنگ میں کام آئے۔ عصمت کی ہزیمت کے بعد نصر نے مالک بن عمر تمیمی کو امیر لشکر مقرر کر کے بھیجا۔ محمد بن مثنیٰ کمال مردانگی سے مقابلے پر آیا۔ پہلے ہی جنگ میں مالک کو شکست ہوئی۔ سات سو آدمی اس کے ہمراہیوں میں سے اور کرمانی کے جان نثاروں میں سے تین سو آدمی جھڑپوں میں مارے گئے۔

چونکہ ابو مسلم خراسانی ایسے ہی مواقع کا منتظر تھا لہٰذا واقعات بالا سے اس امر کا یقین کر کے کہ فریقین باہم سرگرم پیکار ہو رہے ہیں اور ان لوگوں کا کوئی حامی اور مددگار نہیں ہے، شیبانی خارجی سے خط و کتابت کرنے لگا۔ کبھی یمانیہ کی مذمت کرتا اور کبھی مضریوں کی۔ ایلچی کو جو مضریوں کی مذمت کا خط لے کر جاتا تھا یہ سمجھا دیتا تھا کہ یمانیہ کو دکھلاتے جانا اور یمانیہ کی مذمت والے قاصد کو ہدایت کر دیتا تھا کہ مضریوں کی نظر سے یہ خط گزار دینا۔ غرض اس فعل کی غایت یہ تھی کہ فریقین کا رجحان اس کی طرف ہو جائے۔ جب ان میں اس کو ایک گونہ کامیابی ہوگئی تو نصر بن سیار اور کرمانی کو اس مضمون کا خط لکھا کہ مجھے امام نے وصیت کی ہے اور میں ان کی تجویز کو تمہارے حق میں بہتر سمجھتا ہوں۔ بعد ازاں اسد بن عبداللہ خزاعی کو سنا سے اور مقاتل بن حکیم بن غزوان کو بلا بھیجا۔ سب سے پہلے انہی دو آدمیوں نے ابو مسلم کی دعوت پر سیاہ کپڑے پہنے تھے اور یا محمد یا منصور کی ندا کی تھی۔ ان کے بعد اہل ابیورد، مرو الروذ اور مرو کے اطراف و جوانب کے قصباتیوں نے اس کی دعوت قبول کی اور سیاہ کپڑے رنگے تھے۔

نصر و کرمانی کی جنگ

ابو مسلم ان سب کو طلب کر کے کرمانی اور نصر کے مورچوں کے درمیان آ ٹھہرا۔ فریقین کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ ابھی تک کسی کی زبان سے کچھ نہ نکلنے پایا تھا کہ ابو مسلم نے کرمانی کے پاس کہلا بھیجا ''میں تمہارے ساتھ ہوں''۔ کرمانی نے منظور کر لیا۔ ابو مسلم اس سے جا ملا۔ نصر نے یہ تیور دیکھ کر کرمانی کو ایک خط تحریر کیا۔ جس میں اس نے کرمانی کو ابو مسلم کے مکر و فریب سے ڈرایا تھا اور مصالحت کی غرض سے مرو میں چلے جانے کی تجویز دی تھی۔ چنانچہ کرمانی مرو چلا گیا اور ابو مسلم لشکر گاہ میں ٹھہرا رہا۔ اگلے دن صبح کے وقت اتمام صلح کی غرض سے کرمانی دو سو سواروں کو ہمراہ لے کر مرو سے باہر آیا۔ نصر نے تین سو سواروں کو بھیج دیا جنہوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ کرمانی کا لڑکا علی، ابو مسلم کے پاس بھاگ کر چلا آیا اور اس کے ہمراہ ہو کر نصر بن سیار پر حملہ آور ہوا۔ یہاں تک کہ وہ مجبوراً دارالامارت سے نکل کر کسی معمولی حیثیت کے آدمی کے مکان میں آ کر روپوش ہوا۔ ابو مسلم مظفر و منصور مرو میں داخل ہوا۔ علی بن کرمانی نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کی۔ ابو مسلم نے حکم دیا کہ تم جس حالت پر ہو، بالفعل تا حاکم ثانی اسی طرح بدستور قائم رہو۔

نصر بن سیار کا مروان کے نام مکتوب

نصر بن سیار نے اسی زمانے میں مروان بن محمد کی خدمت میں ایک عرض داشت بھیجی تھی جن دنوں ابو مسلم اس کے اور کرمانی کے مورچوں کے مابین آ کر قیام پذیر ہوا تھا اور اس کی قوت اور حوصلے کو اندازے سے باہر ترقی پذیر دیکھتا تھا۔ وھو ہذا:

اری خلل الرماد و میض جمر ویوشک ان یکون لها ضرام فان النار بالعودین تذکی وان الحرب اولها الکلام فان لم تطفؤها تخرجوها مسجرة یشیب لها الغلام اقول من التعجب لیث شعری أ الفاظ امیة ام نیام فان یک قومنا اضحوا نیاماً فقل قوموا فقد حار القیام تعزی عن رجالک ثم قولی علی الاسلام والعرب السلام۔

ترجمہ: راکھ میں شرارے نظر آ رہے ہیں نہ ہو شعلہ زن۔ خطرہ یہ ہو رہا ہے دو ہی لکڑیوں سے بھڑکتی ہے آتش۔ مگر جنگ کی باتوں سے ابتدا

ہے بجھاؤ، وگرنہ وہ نکلیں گے شعلے ہمیشہ جواں۔ پیر جس سے ہوا ہے۔ بتادے کوئی خاندان امیہ کہ ہے جاگتا یا پڑا سو رہا ہے۔ اگر قوم سوتی ہو خواب گراں میں تو کہہ دو کہ اٹھنے کا وقت آ گیا ہے۔ کرو تعزیت اپنی، اپنوں کو رو دو۔ عرب اور اسلام کا خاتمہ ہے۔

نصر بن سیار کا یہ مکتوب مروان بن محمد کے پاس اس وقت پہنچا، جب کہ وہ ضحاک بن قیس سے مصروف جنگ تھا۔ اس نے نصر کی عرض داشت پر یہ فقرے لکھ کر واپس کر دیئے۔ ’’الشاهد يرى مالا يرى الغايب فاحسم الثلول قبلك‘‘۔ نصر اس حکم کو پڑھ کر لشکریوں سے مخاطب ہو کر بولا: ’’بھائیو! امیر المومنین تم کو مطلع کرتے ہیں کہ ہم تم کو کچھ مدد نہیں دے سکتے ہیں۔‘‘

ابراہیم بن محمد کی گرفتاری

جس وقت نصر کی یہ عرض داشت مروان کی پیشی میں تھی انہی ایام میں ابراہیم امام کا خط بجواب خط ابو مسلم روانہ ہو چکا تھا اور اتفاق زمانہ سے یہ خط مروان کے اہل کاروں کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ لکھا تھا ’’موقع اور قابو مل جانے سے اگر تم نے نصر و کرمانی کا خاتمہ نہ کر دیا تو سخت نالائقی کی بات ہے اور دیکھو خبردار خراسان پر متصرف ہونے کے بعد خراسان میں کسی عربی زبان بولنے والے کو باقی نہ رکھنا‘‘۔ مروان اس مکتوب کو پڑھ کر سخت برہم ہوا اور اپنے عامل کو جو بلقاء میں تھا لکھ بھیجا کہ: ’’حمیمہ جا کر ابراہیم بن محمد کو پابہ زنجیر میرے پاس بھیج دو۔‘‘ چنانچہ عامل بلقاء نے ایسا ہی کیا اور مروان نے ابراہیم بن محمد کو اسیر کر دیا۔

خلافت عباسیہ کی علانیہ دعوت

جب ابو مسلم علانیہ خلافت عباسیہ کی دعوت دینے لگا تو جس طرف بھی نظر اٹھتی تھی آدمی ہی آدمی آتے جاتے نظر آتے تھے۔ اہل مرو کی بھی اس کے یہاں آمد و رفت تھی جن کو نصر منع نہیں کرتا تھا۔ کرمانی اور شیبانی خارجی بھی ابو مسلم کے اس فعل سے کشیدہ خاطر نہ تھے کیونکہ اس نے مروان کی خلع خلافت کی سعی کی تھی۔ عوام الناس کا میلان اس کی طرف اس سے اور زیادہ ہو رہا تھا کہ اس کے دروازے پر نہ کوئی محافظ تھا اور نہ حاجب اور نہ امراء و ملوک کی طرح دربانوں کی پابندیاں تھیں۔ بے روک ٹوک جب جس کا جی چاہتا تھا، آتا تھا۔

نصر اور شیبان خارجی

نصر نے شیبان خارجی کے پاس کہلا بھیجا کہ ’’آؤ ہم اور تم صلح کر کے ابو مسلم سے جنگ کریں اور اگر یہ منظور نہ ہو تو سردست ہم سے لڑائی موقوف کر دو یہاں تک کہ ہم اس سے نپٹ لیں۔ بعد ازاں جو جھگڑا ہمارے اور تمہارے درمیان پڑا ہے اس کو طے کر لیں گے‘‘۔ شیبان خارجی ان امور کے منظور کرنے میں پس و پیش کر ہی رہا تھا کہ ابو مسلم کو اس پیام کی خبر لگ گئی۔ فوراً ایک خفیہ پیام ابن کرمانی کے پاس بھیج دیا کہ ’’دیکھو شیبان خارجی کو نصر سے صلح نہ کرنے دینا۔ ہم کو معلوم ہے کہ تم اس کے ساتھ اس کی ہمدردی کی وجہ سے نہیں ہو۔ تم تو اپنے باپ کا انتقام لے رہے ہو۔ اگر مصالحت ہو جائے گی تو یہ مقصد فوت ہو جائے گا‘‘۔ ابن کرمانی اس فریب میں آ کر شیبان خارجی کے پاس گیا اور اس کی ثنا و صفت کر کے نصر سے مصالحت نہ کرنے پر آمادہ کر دیا۔

ابو مسلم کا ہرات پر تصرف

جب ابو مسلم کو یہ معلوم ہوا کہ نصر و کرمانی میں مصالحت نہیں ہوئی تو اس نے نضر بن نعیم ضبی کو ہرات کی طرف روانہ کیا جس نے حالت غفلت میں ہرات پہنچ کر بہ آسانی تمام قبضہ کر لیا اور اس کے عامل عیسیٰ بن عقیل بن معقل لیثی کو جو نصر کی طرف سے مامور تھا نکال دیا۔ یحییٰ بن نعیم بن ہبیرہ شیبانی یہ سن کر ابن کرمانی اور شیبان کے پاس گیا اور اس کو نصر سے مصالحت کرنے کی ہدایت کی اور یہ فقرہ دیا کہ اگر تم نے نصر سے صلح کر لی تو یہ یاد رکھو کہ ابو مسلم اس سے بھڑ جائے گا اور تم سے متعرض نہ ہوگا کیونکہ خراسان مضر کے قبضے میں ہے اور اگر تم نے نصر سے صلح نہ کی تو ابو مسلم اس سے مصالحت

کر کے تم سے صف آرائی کرے گا۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ نصر ہی آگے بڑھا دو"۔ شیبان خارجی کے ذہن میں یہ باتیں اچھی طرح رقم ہو گئیں۔

نصر اور شیبان خارجی میں صلح

نصر کے پاس صلح کا پیام بھیج دیا۔ نصر تو اس کا منتظر ہی تھا قبول کر لیا۔ مسلم بن احور صلح نامہ مرتب کرنے کے لئے شیبان کے پاس آیا۔ سب نے اتفاق رائے سے ایک صلح نامہ تحریر کیا۔ ابو مسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے نصر و شیبان میں نفاق پیدا کرنے کی غرض سے کہلا بھیجا کہ "تین ماہ کی میعاد بہت ہوتی ہے۔ تم نے نصر سے اتنی بڑی مدت کیوں مقرر کی"۔ ابن کرمانی بولا "میں نے نصر سے صلح نہیں کی۔ صلح کی ہے تو شیبان نے کی ہے میں تو اپنے باپ کا عوض لینا چاہتا ہوں"۔ شیبان نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور ابن کرمانی نے پھر سے لڑائی کا دروازہ کھول دیا مگر شیبان خارجی نے یہ کہہ کر کہ میں بدعہدی نہ کروں گا اس کا ساتھ نہ دیا۔

ابو مسلم کی پیش قدمی

ابن کرمانی نے ابو مسلم سے امداد طلب کی۔ ابو مسلم نے بطیب خاطر منظور کر لیا، اور قیام سفیذنج کے بیالیسویں روز سفیذنج سے ماخران میں مقیم ہوا۔ اپنے لشکر کے لئے مورچے قائم کئے۔ دمس باندھے، خندق کھودی اور خندق کے دو دروازے بنائے۔ اس کی پولیس کا مالک بن ہیثم افسر اعلیٰ تھا۔ محافظت پر ابو اسحاق خالد بن عثمان، دیوان لشکر پر ابو صالح کامل بن مظفر، اطلاع رسانی پر اسلم بن صبیح اور محکمہ قضا و افتاء پر قاسم بن مجاشع نقیب مقرر تھا۔ قاسم بن مجاشع ابو مسلم کے ساتھ نماز پڑھتا اور عصر کے بعد بنو ہاشم اور متقدمین بنو امیہ کے فضائل بیان کرتا تھا۔

ابو مسلم اور ابن کرمانی

ابو مسلم نے ماخران میں قیام کرنے کے بعد ابن کرمانی کے پاس کہلا بھیجا کہ "گھبرانا نہیں! میں تمہارے ہمراہ ہوں"۔ اس پر ابن کرمانی نے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ ابو مسلم اس سے ملنے کو آیا۔ دو روز تک اس کے پاس ٹھہرا رہا بعد ازاں لوٹ آیا۔ یہ واقعہ اوائل (یعنی پانچویں تاریخ) محرم 130ھ کا ہے۔ اس کے بعد ابو مسلم نے اپنے لشکر کی جانچ پڑتال کی تو تعداد میں سات ہزار آدمی نکلے۔ کامل بن مظفر کو ایک رجسٹر میں ان کے اسماء وانساب تحریر کرنے پر مامور کیا۔

ابو مسلم کے خلاف قبائل کا اتحاد

ان واقعات کے بعد ہی قبائل ربیعہ، مضر اور یمن نے متفق ہو کر اس امر کا معاہدہ کیا کہ باہمی جھگڑے منقطع کر دیئے جائیں اور سب کے سب ابو مسلم سے جنگ کرنے پر کمریں باندھ لیں"۔ ابو مسلم یہ سن کر گھبرا گیا۔ قیام ماخران کے چوتھے مہینے طبسین چلا آیا کیونکہ ماخران ایسے مقام پر تھا کہ وہاں پر پانی اوپر سے آتا تھا۔ خطرہ یہ پیدا ہوا مبادا نصر پانی روک دے اور ماخران میں پہنچ کر خندق، مورچے اور دمس باندھ لئے۔ نصر بن سیار نے نہر عیاض پر صف آرائی کی اور اپنے عمال کو اطراف و جوانب خراسان میں پھیلا دیا اور ابوالدیال اپنا لشکر لئے ہوئے طوسان میں جا مقیم ہوا اور اہل طوسان کو ایذائیں دینے لگا۔ اس سبب سے کہ اکثر اہل طوسان ابو مسلم کے ساتھ خندق میں تھے۔ ابو مسلم نے ایک دستہ فوج ان کی حمایت پر بھیج دیا۔ لڑائی ہوئی اور ابو مسلم کے ساتھیوں کو فتح ہوئی۔ تقریباً بیس آدمی ابوالدیال کے ساتھیوں میں سے گرفتار کر لئے گئے۔ ابو مسلم نے ان کو رہا کرا دیا۔ بعدہ محرز بن ابراہیم کو شیعان علی کے ایک گروہ کے ساتھ مضر کی امدادی فوج روکنے پر مامور کیا۔ اس نے نصر اور مروالروذ، بلخ اور طخارستان کے درمیان خندق کھود کر مورچہ قائم کیا۔ ہوتے ہوتے اس کے پاس ایک ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ اس نے ان بلاد سے نصر کی آمد و رفت اور کمک موقوف کر دی۔

عبداللہ بن معاویہ کی بیعت

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کی بیعت خلافت کوفہ میں کی گئی تھی مگر عبداللہ بن عمر بن عبداللہ بن معاویہ مدائن چلے گئے اور ان کے پیچھے پیچھے اکثر اہل کوفہ وغیرہ بھی چلے آئے تھے۔ لہٰذا انہوں نے جبال کا ارادہ کیا اور اس پر قبضہ حاصل کر کے حلوان، قومس، اصفہان اور رے پر بھی قابض و متصرف ہو گئے اور اصفہان میں قیام کر دیا۔

عبداللہ بن معاویہ اور محارب بن موسیٰ

محارب بن موسیٰ (بنو یشکر کا آزاد غلام) فارس میں بہت ہی بڑا عظیم الشان شخص تصور کیا جاتا تھا۔ اس نے دارالامارت اصطخر میں پہنچ کر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے گورنر کو نکال دیا۔ لوگوں نے اس کے دباؤ سے عبداللہ بن معاویہ کی بیعت کر لی۔ بعد ازاں اس نے کرمان پر شب خون مارا اور اہل شام کے چند امراء لشکر اس سے آملے جس سے اس کی قوت میں کافی حد تک ترقی ہو گئی۔ سالم بن مسیب عامل شیراز پر چڑھائی کر دی جو عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے مامور تھا اور اس کو 128 ھ میں ہلاک کر ڈالا۔ پھر اس مہم سے فارغ ہو کر اصفہان گیا اور عبداللہ بن معاویہ کو وہاں سے منتقل کر کے اصطخر میں لا ٹھہرایا۔ بنو ہاشم وغیرہ یہ اطلاعات سن سن کر اس کے پاس چلے آئے۔ اس نے محکمہ مال کی جانچ پڑتال کی۔ عمال کا عزل و نصب کیا۔ منصور بن جمہور اور سلیمان بن ہشام بھی اس کے ساتھ تھے۔ پھر شیبان بن عبدالعزیز خارجی بھی اس سے آملا۔ بعد ازاں ابو جعفر المنصور و عبداللہ و عیسیٰ (علی بن عبداللہ بن عباس کے لڑکے) آئے۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ والی عراق ہو کر آیا اور نباتہ بن حنظلہ کلابی کو عبداللہ بن معاویہ سے جنگ کرنے کو اہواز کی جانب بھیجا۔ سلیمان بن حبیب نے جو کہ اہواز ہی میں مقیم تھا یہ خبر پا کر داؤد بن حاتم کو نباتہ بن حنظلہ کی روک تھام پر مقرر کیا۔ لڑائی ہوئی۔ داؤد بن حاتم ہلاک ہو گیا۔ سلیمان بن حبیب اہواز سے نیشاپور بھاگ آیا۔ اکراد نے جو کہ اکثر و بیشتر وہاں موجود تھے نباتہ بن حنظلہ سے مقابلہ کر کے پسپا کر دیا اور عبداللہ بن معاویہ کی بیعت کر لی۔ عبداللہ بن معاویہ نے اپنے بھائی یزید بن معاویہ کو نیشاپور روانہ کر دیا۔

محارب کا انجام

ان واقعات کے بعد محارب بن موسیٰ اور عبداللہ بن معاویہ سے ان بن ہو گئی۔ محارب نے لشکر جمع کر کے نیشاپور کا قصد کیا۔ یزید بن معاویہ مقابلے پر آئے۔ لڑائی ہوئی محارب کو شکست ہوئی۔ بھاگ کر کرمان پہنچا اور محمد بن اشعث کے آنے تک مقیم رہا۔ جب وہ آ گیا تو اس کا ہم نوالہ و ہم پیالہ ہو گیا۔ تھوڑے دنوں بعد اس سے بھی کشیدگی پیدا کر لی۔ محمد بن اشعث نے اس کو اس کے چوبیس بیٹوں کے ساتھ بار حیات سے سبک دوش کر دیا۔

ابن معاویہ کی شکست

پھر یزید بن عمر بن ہبیرہ نے نباتہ بن حنظلہ کے بعد اپنے لڑکے داؤد بن یزید کو بسر افسری ایک عظیم الشان لشکر کے عبداللہ بن معاویہ کی جانب روانہ کیا۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر داؤد بن ضبارہ تھا۔ داؤد نے اصطخر کے قریب پہنچ کر معن بن زائدہ کو دوسری طرف سے جنگ چھیڑنے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن معاویہ عرصہ کارزار میں آئے۔ داؤد نے دو طرف سے لڑائی شروع کر دی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ عبداللہ بن معاویہ کو شکست ہوئی۔ بہت سے ان کے ساتھی گرفتار کر لئے گئے اور اکثر قتل کر دیئے گئے۔ منصور بن جمہور سندھ کی طرف، عبدالرحمن بن یزید عمان کی طرف اور عمرو بن سہیل بن عبدالعزیز بن مروان مصر کی طرف بھاگا۔ قیدی یزید بن عمر بن ہبیرہ کے پاس بھیج دیئے گئے۔ جن کو ابن عمر بن ہبیرہ نے رہا کر دیا۔ عبداللہ بن معاویہ نے خراسان میں جا کر دم لیا۔ معن بن زائدہ نے منصور بن جمہور کا پیچھا کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ منجملہ ان لوگوں کے جو عبداللہ بن

معاویہ کے ہمراہیوں میں سے گرفتار کئے گئے تھے عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ بھی تھے۔ حرث بن قطن ہلالی نے (جو عبداللہ بن علی کے ماموں ہوتے تھے) اس کی سفارش کی۔ داؤد بن ضبارہ نے ان کو رہا کر دیا۔

عبداللہ بن معاویہ کا خاتمہ

رہائی کے بعد عبداللہ بن علی نے عبداللہ بن معاویہ کے معائب بیان کئے اور ان کے ساتھیوں کو خلاف وضع فطرت افعال کرنے سے متہم کیا۔ ابن ضبارہ نے ان کو یزید بن عمر بن ہبیرہ کے پاس ان حالات کے بیان کرنے کے لئے بھیج دیا اور خود عبداللہ بن معاویہ کی تلاش میں شیراز کو جا گھیرا۔ عبداللہ بن معاویہ مع اپنے چند ساتھیوں اور بھائی حسن و یزید کے شیراز کو خیر باد کہہ کر بھاگ نکلے۔ کرمان کے سنسان میدانوں کو طے کرتے ہوئے بامید امداد ابو مسلم خراسان کا راستہ اختیار کیا کیونکہ ابو مسلم لوگوں کو حمایت آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دیتا تھا اور خراسان پر متصرف بھی ہو گیا تھا۔ رفتہ رفتہ اطراف ہرات میں پہنچے۔ ابو نصر مالک بن ہیثم خزاعی ہرات کا والی تھا۔ اس نے آپ کا نسب پوچھا۔ آپ نے بتلایا۔ مالک نے کہا: ''عبداللہ و جعفر کو تو میں جانتا ہوں۔ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ہیں۔ لیکن معاویہ کو میں نہیں جانتا کہ ان بزرگوں میں سے کسی کا نام رہا ہو۔'' عبداللہ بن معاویہ نے جواب دیا: ''میرے دادا عبداللہ بن جعفر جن دنوں شام میں معاویہ کے پاس تھے میرے باپ پیدا ہوئے۔ معاویہ نے ایک لاکھ درہم اس موقع پر بھیج دیئے مگر شرط یہ کی کہ مولود کو میرے نام سے موسوم کرو''۔ مالک بولا: ''چونکہ تم لوگوں نے اسماء خبیثہ کو نہایت ذلیل و کم قیمت پر خرید کیا ہے لہٰذا تمہارا کوئی حق ہم پر نہیں ہے''۔ بعد ازاں ابو مسلم کو عبداللہ بن معاویہ کے آنے سے باخبر کیا۔ اس نے لکھ بھیجا کہ عبداللہ کو مع ان کے ہمراہیوں کے قید کر لو۔ پھر کچھ عرصہ بعد ان کے بھائیوں حسن و یزید کی رہائی اور ان کے قتل کا حکم بھیج دیا۔ چنانچہ مالک بن ہیثم خزاعی والی ہرات نے اس کی تعمیل کر دی۔

علی بن کرمانی کی وعدہ خلافی

جس وقت نصر، ابن کرمانی اور قبائل ربیعہ، یمن اور مضر نے ابو مسلم سے جنگ پر متفق ہو کر کمریں باندھ لیں ابو مسلم اور اس کے ساتھیوں کو اس سے خطرہ پیدا ہوا۔ اپنی تمام فوج کو جمع کر کے شمشیر بکف ہو گیا۔ سلیمان بن کثیر نے ابن کرمانی کو یہ فقرہ دیا کہ ''کل تو نصر نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے اور آج تم اس کے ہمراہ ہو کر ابو مسلم سے جنگ کرنے کو آئے ہو''۔ ابن کرمانی اس فریب میں آ کر نصر سے الگ ہو گیا۔ ادھر نصر نے معاہدہ شکنی کے بعد ابو مسلم سے مضریوں کی موافقت کرنے کو کہلا بھیجا۔ ادھر ابن کرمانی کے ساتھیوں نے بھی یہی پیام دیا۔ ابو مسلم نے فریقین کے وفود کو انتخاب کرنے کی غرض سے طلب کیا۔ شیعوں نے وفود کے آنے سے پہلے ابو مسلم سے کہہ رکھا تھا کہ مضر مروان کے ہمدرد، ہوا خواہ اور اس کے عمال ہیں اور انہی لوگوں میں یحییٰ بن زید کے قاتلین بھی ہیں۔ لہٰذا جب ابو مسلم کی خدمت میں وفود آئے تو سلیمان بن کثیر و یزید بن شقیق سلمی نے اسی قسم کی باتیں کیں اور یہ بھی بیان کیا کہ نصر بن سیار مروان کا عامل ہے اور یہ اس کو امیر المومنین کے لقب سے یاد کرتا اور اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ یہ اور اس کے ساتھی راہ ہدایت پر ہرگز نہیں ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ علی بن کرمانی اور اس کے ہمراہیوں کو اختیار کیجئے''۔ سلیمان و یزید کی تقریر ختم ہوتے ہی ستر شیعوں نے اس کی تائید کی۔ نصر کے وفود خائب و خاسر اور ابن کرمانی کے ہشاش بشاش واپس ہوئے۔ ابو مسلم ابین سے ماخران لوٹ آیا اور شیعہ کو مکانات بنانے کا یہ کہہ کر حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں اتفاق پیدا کرنے سے ہم کو مستغنی کر دیا ہے۔ اب عرب کے فتنے کا ہم کو خوف باقی نہیں رہا ہے۔

ابو مسلم کا مرو پر تسلط

اس واقعہ کے بعد علی بن کرمانی نے ابو مسلم کو یہ پیام دیا کہ تم مرو میں ایک طرف سے داخل ہو اور میں اپنی قوم کی جمعیت کے ساتھ دوسری طرف سے داخل ہوں گا۔ ابو مسلم اس پر مطمئن نہ ہوا۔ کہلا بھیجا کہ پہلے تم نصر سے جنگ شروع کرو۔ پس علی ابن کرمانی اور نصر میں جنگ شروع ہو گئی

اور کرمانی لڑتا بھڑتا مرو میں ایک طرف سے گھس پڑا۔ ابو مسلم نے کچھ نقیبوں کو علی بن کرمانی کے ساتھ روانہ کر دیا تھا جو اس کے ساتھ ساتھ ہی مرو میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد خود ابو مسلم نے مرو کی طرف رخ کیا۔ اس کے مقدمتہ الجیش پر اسید بن عبداللہ خزاعی تھا۔ میمنہ پر مالک بن ہیثم اور میسرہ پر قاسم بن مجاشع۔ غرض ابو مسلم مرو میں داخل ہوا جس وقت کہ فریقین مصروف جدال وقتال تھے۔ سیدھا دارالامارت کی جانب آیہ کریمہ ودخل المدينة علىٰ حين غفلة من اهلها فوجد فيها رجلين يقتتلان هذا من شيعته و هذا من عدوه پڑھتا ہوا چلا گیا اور فریقین کو جنگ موقوف کر دینے اور واپس چلے جانے کا حکم دے دیا۔ فریقین اپنی اپنی لشکر گاہ میں لوٹ آئے اور مرو پر ابو مسلم نے قبضہ کر کے فوجیوں سے بیعت لینے کا حکم صادر کیا۔ چنانچہ ابو منصور طلحہ بن رزیق ابو مسلم کی طرف سے بیعت لینے لگا۔ یہ منجملہ ان نقیبوں کے تھا جن کو محمد بن علی نے شیعوں سے انتخاب کر کے 103ھ یا 104ھ میں خراسان کو روانہ کیا تھا۔

عباسی نقیبوں کے نام

یہ نقباء تعداد میں بارہ نفر تھے۔ خزاعہ سے سلیمان بن کثیر، مالک بن ہیثم، زیاد بن صالح، طلحہ بن رزیق اور عمر بن اعین۔ طے سے قحطبہ بن شبیب بن خالد بن سعدان۔ تمیم سے ابو عینیہ موسیٰ بن کعب، لاہز بن قریط، قاسم بن مجاشع اور اسلم بن سلام۔ بکر بن وائل سے ابو داؤد خالد بن ابراہیم شیبانی اور ابو علی ہروی، اسی کو شبل بن طہمان بھی کہا جاتا تھا۔ عمر بن اعین بجائے موسیٰ بن کعب کے مامور تھا اور ابو النجم اسمٰعیل بن عمران بجائے ابو علی ہروی کے۔ اور یہ ابو مسلم کا داماد بھی تھا۔ نقیبوں میں سے کوئی آدمی ایسا نہ تھا کہ جس کا باپ زندہ رہا ہو بجز ابو منصور طلحہ بن رزیق کے۔ کہ وہ ابو زینب خزاعی تھا۔ جنگ ابن اشعث میں شریک ہوا تھا اور مہلب کی صحبت پائی تھی اور اس کے ساتھ ہو کر مصروف جنگ بھی ہوا تھا۔ ابو مسلم اکثر امور میں اس سے مشاورت کیا کرتا تھا اور لوگوں سے جس پر بیعت لیتا تھا اس کی عبارت یہ تھی:

"ابايعكم على كتاب الله و سنة رسوله محمد صلى الله عليه وسلم والطاعة للرضا من آل رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم بذلك عهد الله و ميثاقه والطلاق والعتاق والمشى الى بيت الله الحرام وعلى ان لا تسئالوا رزقاً ولا طمعاً حتى تبداء كم ولا تكم."

یہ واقعہ 130ھ میں پیش آیا۔

نصر بن سیار کا فرار

مرو پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد ابو مسلم نے لاہز بن قریط کو ایک گروہ کے ساتھ نصر بن سیار کے پاس بیعت لینے کو بھیجا۔ نصر نے یہ خیال کر کے کہ ابو مسلم کا قبضہ مرو میں ہو ہی گیا ہے اور اس سے جنگ کرنے کی قوت نہ مجھ میں ہے اور نہ میرے ہمراہیوں میں یہ حیلہ کیا "میں کل شام کو دارالامارت میں حاضر ہو کر بیعت کر لوں گا"۔ لاہز یہ سن کر واپس آیا اور نصر نے اپنے ساتھیوں سے کہلا بھیجا "کل کی خبر نہیں ہے آج ہی رات کو کسی محفوظ مقام میں چلا جانا چاہئے۔" اسلم بن احور نے کہا "رات کا انتظار فضول ہے۔ غالباً یہ موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ شام سے پہلے ہی مرو کو چھوڑ دینا چاہئے"۔ نصر نے اس پر توجہ نہ کی۔ ظہر کا وقت آیا تو ابو مسلم نے پہلے اپنے لشکر کو مرتب کیا اور پھر لاہز بن قریط کو دوبارہ نصر کے پاس بیعت لینے کو بھیجا۔ نصر نے کہا "بھائی! تم نے اس قدر عجلت کیوں کی۔ وعدہ تو ابھی پورا نہیں ہوا"۔ لاہز نے جواب دیا۔ "بات یہ ہے کہ ہمارے گروہ والے تمہارے قتل کے بارے میں مشاورت کر رہے ہیں۔"

نصر یہ سن کر مکان میں گیا اور شام ہوتے ہی مکان کے پیچھے سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا لڑکا تمیم اور حکیم بن نمیلہ نمیری اور اس کی بیوی مرزبانہ تھی۔ لاہز ان لوگوں کے بھاگ جانے کے بعد مکان میں داخل ہوا۔ کسی کو نہ پایا۔ ابو مسلم کو اس کی خبر دی۔ اسی وقت ابو مسلم، نصر کی لشکر گاہ میں آیا اور اس کے ہمراہیوں کو قید کر لیا۔ از انجملہ سالم بن احور، افسر پولیس، بختری کاتب اور اس کے دو لڑکے یونس، ابن عبد ربہ اور محمد بن قطن وغیرہ تھے۔ ابو مسلم و ابن کرمانی نے نصر کا پیچھا کیا۔ تمام رات سفر کرتے رہے۔ صبح کے وقت نصر کی بیوی مرزبانہ کو پا گئے۔ جس کو خود نصر چھوڑ کر آگے

بڑھ گیا تھا۔ پس ابو مسلم و کرمانی مرو میں واپس آئے اور نصر سرخس جا پہنچا۔ پھر سرخس سے طوس چلا گیا۔ پندرہ روز تک ٹھہرا رہا۔ پھر نیشاپور چلا آیا اور وہیں قیام پذیر ہو گیا۔ اور علی ابن کرمانی ابو مسلم کے ساتھ رہنے لگا اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتا تھا۔

شیبان خارجی کا انجام

پھر ابو مسلم نے نصر کے فرار ہونے پر شیبان حروری سے بیعت کرنے کو کہلا بھیجا۔ شیبان نے جواب دیا "تم ہی میری بیعت کر لو"۔ اس پر ابو مسلم نے پیام دیا کہ اگر تم میری بیعت نہیں کرنا چاہتے ہو تو یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ شیبان خارجی نے یہ سن کر ابن کرمانی سے امداد طلب کی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ تب شیبان سرخس چلا گیا۔ ایک گروہ بکر بن وائل کا جمع ہو گیا۔ ابو مسلم کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے شیبان کے پاس کہلا بھیجا کہ "تم اس فعل سے باز آؤ"۔ شیبان نے پیامبروں کو قید کر دیا۔ اس پر ابو مسلم نے بسام بن ابراہیم مولیٰ بنی لیث کو جس کی کنیت ابو وردھی شیبان خارجی پر حملہ کرنے کو لکھ بھیجا۔ غرض بسام اور شیبان میں جھڑپ ہوئی۔ شیبان شہر میں بھاگ آیا۔ بسام نے اس کا تعاقب کیا۔ بکر بن وائل نے ان قاصدوں کو ہلاک کر ڈالا جن کو ابو مسلم نے شیبان کے پاس پیام دے کر بھیجا تھا اور بسام نے شیبان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ بعض کا یہ بیان ہے کہ ابو مسلم نے اپنے پاس سے ایک لشکر بسر افسری خزیمہ بن خازم و بسام بن ابراہیم شیبان سے جنگ کرنے کو بھیجا تھا۔ واللہ اعلم۔

ابو مسلم کی فتوحات

پھر چند روز بعد ابو مسلم نے نقیبوں میں سے موسیٰ بن کعب کو ابیورد کی طرف بھیجا۔ اس نے اس کو فتح کر لیا۔ بعد ازاں ابوداؤد خالد بن ابراہیم کو بلخ کی جانب روانہ کیا۔ ان دنوں بلخ میں زیاد بن عبدالرحمٰن قشیری والی تھا۔ اس نے ابوداؤد کے آنے کی اطلاع پا کر اہل بلخ، ترمذ اور لشکر طخارستان کو جمع کر لیا اور بہ انتظار ابوداؤد جوزجان میں آ ٹھہرا۔ ابوداؤد نے یہاں پہنچ کر حملہ کر دیا۔ زیاد کو پہلی ہی جھڑپ میں شکست ہوئی۔ ابوداؤد نے شہر بلخ پر قبضہ کر لیا اور زیاد مع اپنے ہمراہیوں کے ترمذ بھاگ آیا۔ ابو مسلم نے ابوداؤد کو واپس بلا بھیجا اور بجائے اس کے یحییٰ بن نعیم ابوالمیلا کو بلخ پر مقرر کیا۔ زیاد بن عبدالرحمٰن نے خط و کتابت کر کے اس سے سازش کر لی اور ابو مسلم سے جنگ کرنے کے لئے زیاد، مسلم بن عبدالرحمٰن باہلی، عیسیٰ بن زرعہ سلمی، اہل بلخ، ترمذ، ملوک طخارستان اور ماوراء النہر جمع ہو کر بلخ سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر آ اترے۔ یحییٰ بن نعیم مع اپنے ساتھیوں کے ان لوگوں سے آ ملا۔ مضر و ربیعہ و یمن اور عجمیوں میں سے جو ان کے ساتھ تھے سب نے متفق ہو کر سیاہ پرچم والوں (یعنی دعاۃ بنی عباسیہ) سے جنگ کرنے کو کمر ہمت باندھ لی اور اس خیال سے کہ کہیں آپس میں نفاق نہ پیدا ہو جائے، مقاتل بن حیان نبطی کو امیر لشکر بنایا۔

معرکہ نہر سرجناں

ابو مسلم نے یہ سن کر ابوداؤد کو دوبارہ بلخ کی طرف روانہ کیا۔ نہر سرجناں پر فریقین نے صف آرائی کر کے لڑائی شروع کر دی۔ زیاد اور اس کے ساتھیوں نے ابو سعید قرشی کو بطور مسلحہ ساقہ میں رکھا تھا اس نظر سے کہ مخالفین پس لشکر سے حملہ آور نہ ہوں۔ اتفاق سے اس کے لشکر کا بھی پرچم سیاہ رنگ کا تھا اور اس کے ساتھی زیاد وغیرہ یہ بھول گئے تھے۔ میدان کارزار گرم ہو جانے پر ابو سعید نے حملہ کیا۔ زیاد اور اس کے ہمراہی یہ سمجھ کر کہ یہ سیاہ پرچم والوں کا لشکر ہے بھاگ کھڑے ہوئے۔ لشکر کا زیادہ حصہ نہر میں ڈوب کر مر گیا اور جو باقی رہ گئے وہ تلواروں کی نذر ہو گئے۔ ابوداؤد مظفر و منصور ان کی لشکر گاہ کو لوٹتا ہوا بلخ میں جا داخل ہوا اور بدنصیب زیاد و یحییٰ مع اپنے ہمراہیوں کے ترمذ کی طرف چلے گئے۔

پسران کرمانی کا خاتمہ

اس کے بعد ابو مسلم نے ابوداؤد کو طلب کر لیا اور بجائے اس کے نضر بن صبیح مزنی کو بلخ پر مامور کیا۔ ابوداؤد نے ابو مسلم کو علی و عثمان پسران کرمانی کے ایک دوسرے سے الگ کر دینے کی رائے دی۔ ابو مسلم نے عثمان کو بلخ کی گورنری پر بھیج دیا۔ عثمان نے بلخ میں پہنچ کر فرافصہ بن ظہیر عیسیٰ،

کو اپنا نائب بنایا اور خود مع نصر بن صبیح کے مروالروذ چلا گیا۔ مسلم بن عبدالرحمن باہلی یہ اطلاع پا کر مضریوں کو ترمذ سے اپنے ساتھ لئے ہوئے بلخ پر آ پہنچا اور بزور تیغ اس پر قبضہ کرلیا۔ عثمان ونصر کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے بلخ کا قصد کیا۔ عبدالرحمن کے ہمراہی یہ سن کر اسی شب کو بھاگ گئے۔ نصر نے اس خوف سے کہ ان کا استیصال نہ ہو جائے پیچھا نہ کیا۔ مگر عثمان کے ہمراہیوں نے دوسری طرف لڑائی چھیڑ دی اور خود ہی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک گروہ کثیر ان کا اس معرکے میں ہلاک ہو گیا۔ بعدازاں ابوداؤد نے بلخ کی جانب مراجعت کی اور ابومسلم نیشاپور کی جانب چلا۔ اس کے ہمراہ علی بن کرمانی تھا۔ چونکہ ابوداؤد سے پسران کرمانی کے قتل کا مشورہ پہلے ہی سے ہو چکا تھا اس وجہ سے ابوداؤد نے عثمان کو بلخ پہنچ کر قتل کر ڈالا اور ابومسلم نے علی بن کرمانی کو نیشاپور کے راستہ میں بار حیات سے سبک دوش کر دیا۔

قحطبہ کی فتوحات

130ھ میں قحطبہ بن شبیب، امام ابراہیم کی طرف سے ابومسلم کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ وہ پرچم تھا جس کو دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے منعقد کیا تھا۔ ابومسلم نے اس کو مقدمۃ الجیش میں رکھا اور ایک دستہ فوج اس کے ساتھ روانہ کر دیا اور عزل ونصب اسی کے اختیار میں رکھا اور کل لشکریوں کو اس کی اطاعت کا حکم دیا۔

نیشاپور کی تسخیر

اس سے پیشتر بہ وقت قبضہ خراسان، ابومسلم نے اپنے عمال کو بلاد اسلامیہ پر اس طور سے مامور کیا تھا: سباع بن نعمان ازدی کو سمرقند پر، ابوداؤد خالد بن ابراہیم کو طخارستان پر، محمد بن اشعث خزاعی کو طبسین پر، مالک بن ہیثم کو پولیس پر اور قحطبہ کو طوس پر۔ قحطبہ کے ہمراہ چند سرداروں، سپہ سالاران لشکر ابوعون، عبدالملک بن یزید، خالد بن برمک، عثمان بن نہیک اور حازم بن خزیمہ وغیرہ تھے۔ اہل طوس کو پہلے ہی معرکے میں شکست ہوئی۔ قحطبہ نے بہت بے رحمی سے ان کو قتل کیا۔ اس کے بعد ابومسلم نے قاسم بن مجاشع کو نیشاپور کی طرف براہ محجہ روانہ کیا اور قحطبہ کو تمیم بن نصر سے سوذقان میں جنگ کرنے کے لئے لکھا اور دس ہزار لشکر کو بسرافسری علی بن معقل کمک پر روانہ کیا۔ تمیم کے ساتھ بالنبی بن سوید اور شیبان کے بقیۃ السیف ہمراہی تھے۔ قحطبہ نے تمیم بن نصر پر حملہ کی تیاری کی اور قبل حملہ کے جس امر کی سب کو دعوت دیتا تھا تمیم کو دعوت دی۔ جب اس نے اس کو قبول نہ کیا تو حملہ کر دیا۔ تمیم بن نصر اور ایک گروہ اس کے ساتھیوں کا جس کی تعداد تیس ہزار بیان کی جاتی ہے عرصہ جنگ میں مارا گیا۔ لشکرگاہ میں مال و اسباب جو کچھ تھا لوٹ لیا گیا۔ باقی ماندہ فوج شہر میں جا کر پناہ گزیں ہوئی۔ قحطبہ شہر میں داخل ہوا۔ بہت بڑی خون ریزی کے بعد شہر پر قبضہ کرلیا۔ خالد بن برمک کو مال غنیمت کے جمع کرنے پر مقرر کر کے نیشاپور کا رخ کیا۔ نصر بن سیار نیشاپور سے قومس بھاگ آیا۔

جرجان پر قبضہ

اسی اثناء میں اس کے ساتھی اس سے الگ ہو گئے۔ پس نصر بن سیار قومس سے جرجان کی طرف روانہ ہو گیا جہاں پر نباتہ بن حنظلہ تھا جس کو یزید بن عمر بن ہبیرہ نے نصر کی کمک پر بھیجا تھا۔ فارس، اصفہان اور رے ہوتا ہوا جرجان پہنچا۔ قحطبہ رمضان یا شوال کی بارہ تاریخ تھی داعی اجل کو لبیک کہہ کر راہی ملک بقا ہو گیا۔ باقی رہے اس کے ساتھی تو وہ ہمدان چلے گئے۔

رے پر تسلط

نصر بن سیار کی وفات کے بعد حسن بن قحطبہ نے خزیمہ بن خازم کو سمنان کی طرف مامور کیا۔ اسی اثناء میں قحطبہ، جرجان سے آ گیا اور زیاد بن زرارہ قیشری ابومسلم کی اطاعت قبول کر لینے پر نادم ہو رہا تھا۔ آگے آگے بقصد اصفہان ابن ضبارہ سے ملنے کے لئے چلا جا رہا تھا۔ قحطبہ نے مسیب بن زہیر ضبی کو اس کے تعاقب پر مامور کیا۔ مسیب بن زہیر ضبی نے لڑ کر اس کو شکست دی۔ زیاد کے اکثر ساتھی معرکہ جنگ میں کام آ گئے۔ مسیب

قحطبہ کے پاس لوٹ آیا اور قحطبہ رے میں اپنے لڑکے حسن کے پاس چلا گیا۔ حبیب بن یزید نہشلی اور اہل شام یہ خبر پا کر بلا جدال وقتال رے چھوڑ کر نکل گئے اور حسن ماہ صفر میں داخل رے ہوا۔ قحطبہ نے فتح رے کی خوش خبری ابومسلم کو تحریر کر کے بھیجی اور رے میں قیام کر دیا۔ چونکہ اکثر اہل رے کا میلان طبع بنوامیہ کی طرف تھا ابومسلم کے متصرف ہو جانے سے رے چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے۔ ابومسلم نے سب کا مال واسباب ضبط کر لیا۔ جس کو سفاح نے بہت عرصے بعد واپس کیا۔

اصبہید کی متابعت

اس کے بعد ابومسلم نے اصبہید طبرستان کو اطاعت قبول کرنے اور خراج دینے کو لکھا۔ اصبہید نے قبول کر لیا۔ بعد ازاں مصمغان والی دنباوند و کبیر دیلم کو اسی مضمون کا خط لکھا۔ اس نے نہایت سختی سے اس کا جواب دیا۔ ابومسلم نے موسیٰ بن کعب کو رے سے روانہ ہونے کا حکم تحریر کیا۔ چنانچہ موسیٰ بن کعب بموجب اس حکم کے مصمغان سے لڑنے کو گیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔ دیلم روزانہ موسیٰ سے جنگ کرنے کو آتے اور شام کو واپس جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ موسیٰ کے لشکریوں میں بہت سے آدمی زخمی ہو گئے اور اکثر معرکے میں مارے بھی گئے۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ مصمغان نے ان کی رسد و امداد بھی بند کر دی۔ مجبور ہو کر موسیٰ رے لوٹ آیا۔ مصمغان نے اس وقت سے برابر عہد حکومت المنصور تک عباسیوں کی اطاعت نہ قبول کی یہاں تک کہ حماد بن عمر ایک عظیم الشان لشکر لے کر آیا اور اس نے دنباوند کو تسخیر کیا۔

نہاوند کا گھیراؤ

اصفہان

جس وقت قحطبہ کا خط، جس کا ذکر اوپر آیا ہے، ابومسلم کے پاس وارد ہوا مرو سے کوچ کر کے نیشاپور آ ٹھہرا۔ بعد ازاں قحطبہ نے اپنے لڑکے حسن کو قیام رے کے تیسری شب کو ہمدان کی جانب روانہ کیا۔ مالک ابن ادہم اور کل اہل شام وخراسان ہمدان چھوڑ کر نہاوند چلے آئے۔ حسن نے ہمدان پر قبضہ کر کے نہاوند کا ارادہ کیا اور شہر سے چار فرسنگ کے فاصلے پر پڑاؤ ڈال دیا۔ قحطبہ نے ابوجہم بن عطیہ (باہلہ کے آزاد غلام) کو بسر گروہی سات سو فوج کے حسن کی کمک پر مامور کیا۔ جب ابوجہم حسن کے پاس پہنچ گیا، حسن نے نہایت مضبوطی سے نہاوند کا گھیراؤ کر لیا۔

نیشاپور میں سے گذرنا

اوائل ذی القعدہ میں جرجان کی جانب کوچ کیا۔ اس کا لڑکا حسن بن قحطبہ مقدمۃ الجیش پر تھا، جو رفتہ رفتہ جرجان تک پہنچ گیا۔ اس وقت جرجان میں نباتہ بن حنظلہ کے ساتھ اہل شام بھی موجود تھے۔ اہل خراسان میں ان کی جمعیت سے خوف پیدا ہوا۔ قحطبہ نے ان کو جمع کر کے ایک پر جوش خطبہ دیا جس میں یہ ظاہر کیا کہ امام نے پیش گوئی کی ہے کہ تم لوگ اس قدر بڑی فوج سے مقابلہ کرو گے اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس پر فتحیاب بھی ہو گے۔ لشکریوں کا دل اس پیشین گوئی کے سننے سے بڑھ گیا۔ قحطبہ نے لشکر کو مرتب کیا۔ میمنہ پر اپنے لڑکے حسن کو مامور کیا۔ جنگ کا بازار گرم ہو گیا۔ لشکر شام کو شکست ہوئی۔ نباتہ ابن حنظلہ مع دس ہزار فوج کے مارا گیا۔ خاتمہ جنگ پر نباتہ کا سر کاٹ کے ابومسلم کے پاس بھیج دیا گیا۔ یہ واقعہ ذی الحجہ 130ھ کا ہے۔

اہل جرجان کی سرکوبی

قحطبہ کو جرجان پر قبضہ کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اہل جرجان بغاوت پر آمادہ ہیں۔ لہٰذا اس نے ان میں سے تقریباً تیس ہزار آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ نباتہ بن حنظلہ کے قتل کے بعد نصر بن سیار خوار الرے کو چلا آیا۔ خوار الرے کا امیر ابوبکر عقیلی تھا اور یزید بن عمر بن ہبیرہ سے جو کہ واسط میں تھا امداد طلب کی۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ نے اس کے ایلچی کو روک رکھا۔ یہاں تک کہ مروان نے ابن ہبیرہ کو نصر کی امداد کا حکم دیا۔ پس ابن ہبیرہ نے ایک بہت بڑا لشکر نصر کی کمک پر روانہ کیا جس کا سربراہ ابن غطیف تھا۔

نصر بن سیار کی رحلت

اسی اثناء میں قحطبہ نے اپنے لڑکے حسن کو خوار الرے کی طرف 131ھ میں نصر کا گھیراؤ کرنے کے لئے روانہ کیا اور بسر افسری ابو کامل، ابوالقاسم محرز بن ابراہیم اور ابوالعباس مروزی ایک لشکر اس کی کمک کو بھیجا۔ لیکن جس وقت یہ لوگ حسن کے لشکر کے قریب پہنچے ابو کامل اپنے ہمراہیوں سے علیحدہ ہو کر نصر سے جاملا اور اس کے لشکر کی روانگی و قیام سے مطلع کر دیا۔ جس سے قحطبہ کے لشکر کو سخت شکست ہوئی اور بہت سامال و اسباب نصر کے ساتھیوں کے ہاتھ آیا۔ نصر نے مال غنیمت کو ابن ہبیرہ کے پاس مع فتح کا بشارت نامہ روانہ کر دیا۔ اتفاق یہ کہ نصر کے قاصد اور ابن غطیف سے رے میں ملاقات ہوگئی۔ ابن غطیف نے قاصد سے خط اور مال غنیمت لے لیا، اور رے میں قیام کر دیا۔ نصر کو اس سے شدید ناراضگی پیدا ہوئی اور جب نصر نے رے کا قصد کیا (ان دنوں رے کا امیر حبیب بن یزید نہشلی تھا) تو ابن غطیف ہمدان روانہ ہو گیا۔ چونکہ ہمدان کا امیر مالک بن ادہم بن محرز باہلی تھا۔ ہمدان سے اعراض کر کے عامر بن ضبارہ کے پاس اصفہان چلا گیا۔ نصر دو روز تک رے میں ٹھہرا رہا۔ تیسرے دن بیمار ہو گیا۔ بیمار ہوتے ہی رے سے کوچ کر دیا اور سادہ پہنچا۔ (ربیع الاول 131ھ)

اصفہان اور نہاوند کی فتح

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ابن ہبیرہ نے اپنے بیٹے داؤد بن یزید کو عبداللہ بن معاویہ سے جنگ کرنے کو اصطخر بھیجا تھا اور عامر بن ضبارہ کو اس کے ساتھ روانہ کر دیا تھا۔ پس ان لوگوں نے عبداللہ بن معاویہ کو شکست دی اور 129ھ میں کرمان تک ان کا تعاقب کرتے چلے گئے۔ جب ابن ہبیرہ کو 130ھ میں نباتہ بن حنظلہ کے جرجان میں مارے جانے کی اطلاع پہنچی تو اپنے لڑکے داؤد اور ابن ضبارہ کو قحطبہ کی جانب بڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ داؤد ابن ضبارہ پچاس ہزار کی جمعیت سے کرمان سے روانہ ہو کر اصفہان پر جا اترے۔ قحطبہ نے ان لوگوں کے مقابلے پر اپنے سرداران لشکر کے ایک گروہ کو مامور کیا جس کا سردار مقاتل بن حکیم کعبی تھا۔ ان لوگوں نے قم میں قیام کیا۔ ابن ضبارہ نے یہ اطلاع پا کر کہ حسن بن قحطبہ نہاوند کا گھیراؤ کئے ہوئے ہے نہاوند کے بچانے کو روانہ ہوا۔ مقاتل بن حکیم نے قحطبہ کو اس سے آگاہ کیا۔ قحطبہ یہ سن کر رے سے نہاوند کی طرف اپنے لڑکے حسن کی کمک کو روانہ ہوا یہاں تک کہ مقاتل سے جاملا۔ بعد ازاں دونوں نے داؤد اور ابن ضبارہ سے لڑائی کرنے کی تیاری کر دی۔ ابن ضبارہ کی رکاب میں ایک لاکھ لشکر تھا اور قحطبہ تیس ہزار کی جمعیت سے تھا۔ ماہ رجب 131ھ میں معرکہ آرائی کی نوبت آئی۔ قحطبہ اور اس کے ہمراہیوں نے مجموعی قوت سے ایسا حملہ کیا کہ ابن ضبارہ کو شکست ہوگئی۔ اثناء دار و گیر میں خود بھی قتل ہو گیا۔ قحطبہ نے ابن ضبارہ کی لشکر گاہ میں جو کچھ مال و اسباب تھا لوٹ لیا۔ اور اپنے لڑکے حسن کے پاس فتح کی خوش خبری بھیجی۔

پھر قحطبہ اس مہم سے فراغت حاصل کر کے اصفہان چلا گیا۔ بیس دن قیام کر کے اپنے لڑکے حسن کے پاس نہاوند چلا آیا اور حسن کے ساتھ شریک محاصرہ نہاوند رہا۔ تین ماہ تک اہل نہاوند محاصرے میں رہے۔ آخری شوال 131ھ میں قحطبہ نے اہل خراسان کو جو کہ نہاوند میں تھے کہلا بھیجا کہ: ''میں تم کو امان دیتا ہوں جہاں چاہو چلے جاؤ'' مگر ان لوگوں نے منظور نہ کیا۔ تب قحطبہ نے یہی پیام اہل شام کو دیا۔ اہل شام نے منظور کر لیا اور یہ کہلا بھیجا کہ ''تم اہل شہر کو اپنی جنگ میں مصروف کر لو شہر کا دروازہ جس جانب ہم ہیں ہم کھول دیں گے''۔ قحطبہ نے ایسا ہی کیا اور اہل شام نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ دروازہ کھلتے ہی اہل خراسان بھی شامیوں کے ہمراہ نکلے مگر ان کے لئے پناہ تو تھی نہیں سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔ از انجملہ ابو کامل، حاتم بن شریح، ابن نصر بن سیار، عاصم بن عمیر علی بن عقیل اور بیہس تھا۔

حلوان اور شہر روز پر قبضہ

اسی واقعہ کے اثناء میں قحطبہ نے اپنے لڑکے حسن کو اطراف حلوان میں بھیجا تھا۔ امیر حلوان عبداللہ بن علاء کندی تھا۔ اس پر حسن کا خوف اتنا غالب ہوا کہ بلا کسی چھیڑ چھاڑ کے حلوان چھوڑ کر بھاگ گیا۔

پھر قحطبہ نے ابوعون عبدالملک بن یزید (خراسانی) اور مالک بن طرافہ (خراسانی) کو چار ہزار کی جمعیت سے شہرزور پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ عامل عثمان بن سفیان تھا۔ اس کے مقدمتہ الجیش پر عبداللہ بن مروان بن محمد تھا۔ ابوعون عبدالملک اور عثمان بن سفیان سے آخر ذی الحجہ تک جنگ ہوتی رہی۔ بالآخر عثمان کو شکست ہوئی اور اثناء شکست میں خود بھی قتل ہو گیا۔ پس ابوعون عبدالملک نے بلاد موصل پر قبضہ کر لیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ عثمان بن سفیان جنگ شہرزور سے شکست اٹھا کر عبداللہ بن مروان کے ہاں چلا گیا تھا اور ابوعون نے اس کی لشکرگاہ کو لوٹ کر اس کے اکثر ساتھیوں کو قتل کر ڈالا تھا اور قحطبہ نے بہ نظر احتیاط امداد مزید بھی بھیجی تھی۔ عبداللہ بن مروان بن محمد ان دنوں خراسان میں تھا۔ اس وحشت ناک اطلاع کو سن کر اہل شام، جزیرہ اور موصل کو جمع کر کے ابوعون عبدالملک کی طرف بڑھا۔ زاب اکبر میں پہنچ کر قیام کیا۔ اور ابوعون عبدالملک محرم 132ھ میں شہرزور چلا آیا۔

قحطبہ اور ابن ہبیرہ کی جنگ

جس وقت داؤد بن یزید جنگ حلوان سے شکست اٹھا کر اپنے باپ یزید بن ہبیرہ کے پاس آیا، ابن ہبیرہ یہ سن کر صبر نہ کر سکا اور ایک عظیم الشان فوج کو جمع کر کے خروج کر دیا۔ مروان نے بھی حوثرہ بن سہیل باہلی کو اس کی امداد پر بھیجا۔ ابن ہبیرہ نے مع حوثرہ بن سہیل کے حلوان پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ اور اس خندق کو کھودا جسے اہل فارس نے زمانہ جنگ فارس میں کھودا تھا۔ قحطبہ نے یہ اطلاع پا کر حلوان کا رخ کیا۔ بعدازاں دجلہ کو انبار کی طرف عبور کیا۔ ابن ہبیرہ نے بھی کوفہ کی طرف مراجعت کی اور اپنی روانگی سے پہلے حوثرہ بن سہیل کو پندرہ ہزار کی جمعیت سے کوفے کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ قحطبہ نے انبار سے 8- محرم 132ھ کو دریائے فرات پار کیا۔ اس وقت ابن ہبیرہ دہانہ فرات پر تئیس فرسنگ کے فاصلے پر پڑاؤ کیے پڑا تھا حوثرہ اور ابن ضبارہ کے بقیۃ السیف ہمراہی اس کے ہمراہ تھے۔ اس کے مشیروں نے یہ رائے دی کہ کوفے کو چھوڑ کر خراسان کا قصد کرو، قحطبہ مجبوراً کوفے سے اعراض کر کے تمہارا پیچھا کرے گا۔

ابن ہبیرہ نے اس رائے سے اختلاف کر کے دجلہ کو مدائن سے عبور کیا۔ اس کے مقدمتہ الجیش پر حوثرہ سر لشکر تھا۔ دونوں فریق ایک دوسرے کے آمنے سامنے فرات کے دونوں طرف بقصد کوفہ سفر کرنے لگے۔ قحطبہ ایک مقام پر پہنچ کر کہنے لگا ''مجھ سے امام نے فرمایا ہے کہ اس مقام پر لڑائی ہوگی اور فتح نصیب ہمارا گروہ ہوگا''۔ لوگوں نے فرات کے ایک پایاب مقام کا پتہ بتایا، جس سے اس نے عبور کیا حوثرہ اور محمد ابن نباتہ مقابلے پر آئے۔

قحطبہ کا انجام

اس لڑائی میں گو اہل شام کو شکست ہوئی لیکن ہوا خواہان دولت بنی عباسیہ قحطبہ کو کھو بیٹھے۔ مقاتل عتکی نے گواہی دی کہ قحطبہ نے اپنے بعد اپنے لڑکے حسن کو بسر افسری عساکر کی وصیت کی ہے۔ لشکریوں نے سردست حسن کے بھائی حمید بن قحطبہ کی بیعت کر لی اور حسن کو جو کہ انہی ایام میں اپنے باپ قحطبہ کے حکم سے ایک سریہ میں گیا ہوا تھا، طلب کر کے امیر لشکر بنا لیا۔ بعدازاں قحطبہ کی جستجو شروع ہوئی۔ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے ایک گڑھے میں اس کی اور حرث بن سالم بن احور کی لاشیں پائی گئیں۔ بعض کے بقول جس وقت قحطبہ بعد عبور فرات مصروف جدال وقتال ہوا معن بن زائدہ نے ایک ایسا وار کیا کہ قحطبہ گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔ وصیت کی تھی کہ اگر میں مر جاؤں تو میری لاش کو دریا میں ڈال دینا۔ اس کے بعد محمد بن نباتہ اور اہل شام بھاگ کھڑے ہوئے اور قحطبہ مر گیا۔ بوقت وفات کوفہ میں شیعوں کی امارت کی وصیت بحق ابوسلمہ خلال وزیر آل محمد کر گیا۔ ابن نباتہ وحوثرہ شکست کے بعد ابن ہبیرہ کے پاس جا پہنچے۔ ابن ہبیرہ ان کی شکست سے پریشان خاطر ہو کر واسط کی جانب بھاگا۔ حسن ابن قحطبہ نے جو کچھ اس کی لشکرگاہ میں تھا لوٹ لیا۔

کوفیوں کا خروج

اس واقعہ کی خبر کوفہ پہنچی تو محمد بن خالد قیشری نے شیعان علی کو جمع کر کے شب عاشورا 132ھ میں خروج کر دیا۔ ان دنوں زیاد بن صالح حارثی والی کوفہ اور عبدالرحمن بن بشیر عجلی افسر پولیس تھا۔ جونہی محمد بن خالد قصر امارت کے قریب پہنچا زیاد مع اہل شام کے جو اس وقت اس کے ہمراہ تھے قصر

امارت چھوڑ کر نکل آیا۔ محمد بن خالد محل میں داخل ہوا۔ حوثرہ نے یہ خبر پا کر کوفہ کی طرف مراجعت کی۔ اتفاقاً کوفے میں یہ خبر مشہور ہوگئی۔ عوام الناس جو محمد کے ہمراہ تھے یہ سن کر الگ ہو گئے لیکن محمد نے قصر امارت کو نہ چھوڑا۔ اس اثناء میں حوثرہ کے ہمراہیوں میں سے بجیلہ کا ایک گروہ آیا اور ہوا خواہان دولت عباسیہ میں شریک ہو گیا۔ بعدازاں کنانہ و بجدل والے یکے بعد دیگرے آئے اور انہوں نے بھی اس دعوت کو تسلیم کر لیا۔ حوثرہ نے اپنے ہمراہیوں کا یہ حال دیکھ کر واسط کی طرف کوچ کر دیا۔

حسن بن قحطبہ کی کوفہ روانگی

محمد نے اس واقعہ کی اطلاع حسن کو دی کیونکہ اس کو قحطبہ کے مرنے کی اطلاع نہیں پہنچی تھی۔ حسن نے امراء لشکر کے روبرو اس خط کو پڑھ کر کوفہ کی جانب کوچ کر دیا اور روانگی کی چوتھی صبح کو پہنچ گیا۔ بعض کا یہ بیان ہے کہ حسن بن قحطبہ، ابن ہبیرہ کی شکست کے بعد کوفہ روانہ ہوا تھا۔ عبدالرحمٰن بن بشیر عجلی والی کوفہ پر ایسا خوف غالب ہوا کہ حسن کے پہنچنے سے قبل ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ محمد بن خالد نے خالی میدان پا کر گیارہ آدمیوں سے خروج کیا۔ اہل شہر سے بیعت لی۔ اسی عرصے میں حسن بن قحطبہ پہنچ گیا۔ سب کے سب جمع ہو کر ابوسلمہ کے پاس آئے اور ابوسلمہ سے خروج کرنے کی استدعا کی۔ ابوسلمہ رضامند ہو گیا۔ نخیلہ میں آ کر لشکر مرتب کیا اور وہاں سے کوچ کر کے حمام اعین میں آ اترا۔ بعدہ حسن بن قحطبہ کو بغرض جنگ ابن ہبیرہ واسط کی جانب روانہ کر دیا۔ ابوسلمہ کی طرف سے حفص بن سلیمان خلال وزیر آل محمد نے لوگوں سے بیعت لی اور محمد بن خالد قشیری کوفے پر مقرر کیا گیا۔ اہل کوفہ اس کو امیر کے لقب سے یاد کرتے تھے، یہاں تک کہ ابوالعباس سفاح مسند خلافت پر متمکن ہوا۔

مسلم بن قتیبہ اور سفیان بن معاویہ

بعدازاں ابوسلمہ نے حمید بن قحطبہ کو مع چند سرداران لشکر مدائن کی طرف، مسیّب بن زہیر و خالد برمک کو دیر قناء کی جانب، شراحیل کو عین التمر اور بسام بن ابراہیم بن بسام کو اہواز کی جانب روانہ کیا۔ اہواز میں عبدالرحمٰن بن عمر بن ہبیرہ امیر تھا۔ اس سے اور بسام سے لڑائی ہوئی۔ عبدالرحمٰن شکست کھا کر بصرہ کی طرف بھاگا۔ بصرے میں اس کے بھائی کی جانب سے مسلم بن قتیبہ باہلی عامل تھا۔ بسام نے عبدالرحمٰن کی شکست کے بعد سفیان بن معاویہ بن یزید بن مہلب کو والی بصرہ مقرر کر کے روانہ کیا۔ مسلم نے یہ سن کر بنو قیس، مضر اور بنوامیہ کو جمع کیا۔ اتفاقاً ایک سپہ سالار، سپہ سالاران ابن ہبیرہ سے دو ہزار فوج لے کر آ گیا۔ سفیان نے بھی یمانیہ اور ان کے خلفاء ربیعہ کو یکجا کیا۔ صفر 132ھ میں لڑائی ہوئی۔ معاویہ بن سفیان عین معرکہ کارزار میں مارا گیا جس سے سفیان کے قدم استقامت ڈگمگا گئے اور میدان جنگ مسلم بن قتیبہ کے ہاتھ رہا۔ اس کے بعد مسلم کے پاس چار ہزار امدادی فوج مروان کے یہاں سے آئی۔ اس نے ازد پر حملہ کیا اور ان کے مکانات کو مسمار کر دیا، عورتوں اور بچوں کو اسیر بنا لیا۔

سفیان بن معاویہ بحیثیت امیر بصرہ

مسلم اس واقعہ کے بعد سے برابر بصرے ہی میں رہا یہاں تک کہ اس کو ابن ہبیرہ کے قتل کی اطلاع پہنچی تو پریشان ہو کر نکل کھڑا ہوا۔ میدان خالی پا کر حرث بن عبدالملک کے لڑکے جمع ہو کر محمد بن جعفر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو چند دن تک اپنا امیر بنائے رہے۔ اس اثناء میں ابو مالک عبداللہ بن اسید خزاعی ابومسلم کی طرف سے وارد بصرہ ہوا اور جب ابوالعباس سفاح کی بیعت خلافت کی گئی تو بصرے کی حکومت سفیان بن معاویہ کو مرحمت کی گئی۔

باب:۱۳

دولت عباسیہ کی ابتداء

ابوالعباس کی کوفہ کو روانگی

اس سے قبل دعاۃ بنی عباسیہ۔ امام ابراہیم بن محمد کی گرفتاری، اور حران میں مروان کے حکم سے قید کئے جانے کے مفصل حالات ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ امام ابراہیم نے خود ہی اپنی موت کی اطلاع اپنے اہل کو دی تھی، اوران لوگوں کو کوفہ چلے جانے کی ہدایت اور اپنے بھائی ابوالعباس عبداللہ بن حرثیہ کواس کی وصیت کی تھی۔ پس ابوعباس مع اپنے اہل بیت اور بھائیوں ابوجعفر المنصور، عبدالوہاب اور برادر زادگان محمد بن ابراہیم، عیسیٰ بن موسیٰ اور اعمام (چچوں) داؤد، عیسیٰ، صالح، اسمٰعیل، عبداللہ، عبدالصمد، پسران علی بن عبداللہ بن عباسؓ اور برادرزادہ موسیٰ بن داؤد اور یحییٰ بن جعفر بن تمام بن عباس کے ماہ صفر میں کوفہ چلا گیا۔ ابوسلمہ اور شیعان علیؓ کوفے کے باہر حمام اعین تک استقبال کو آئے۔ ابوسلمہ نے ان تمام کو ولید بن سعد (بنو ہاشم کے آزاد غلام) کے مکان پر ٹھہرایا اور تمام سپہ سالاران و شیعان علیؓ سے اس راز کو چالیس دن تک خفیہ رکھا۔ ابوسلمہ نے جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے، اس امر کی کوشش کی تھی کہ زمام خلافت آل ابی طالب کے سپرد کی جائے لیکن شیعوں میں سے ابوجہم نے مخالفت کر کے سمجھایا کہ ابھی اس کا وقت نہیں ہے، جلد بازی نہ کرو۔

ابوالعباس اور حمید

ایک روز سابق خوارزمی (یہ امام ابراہیم بن محمد کا خادم تھا) اور ابوحمید محمد بن ابراہیم حمیری ؒ سے آتے جاتے کہیں ملاقات ہوگئی۔ امام ابراہیم کے حالات پوچھے۔ جواب دیا: ''امام ابراہیم تو آغوش لحد میں سو گئے ہیں اور اپنی جانشینی کی بابت اپنے بھائی ابوالعباس کو وصیت فرمائی ہے اور وہ ان دنوں اپنے اہل بیت کے ساتھ کوفے ہی میں ہیں۔'' اس پر ابوحمید نے اشتیاق ملاقات ظاہر کیا۔ سابق خوارزمی بولا۔ ''میں ابھی وعدہ نہیں کر سکتا۔ اجازت حاصل کرنے کا مجھے موقع دیجئے اور کل اسی مقام پر مجھ سے ملئے گا۔'' اتنی باتیں ہونے کے بعد دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوگئے۔ ابو حمید، ابوجہم کے پاس لشکر ابوسلمہ میں آیا اور ان واقعات سے اس کو مطلع کیا۔ ابوجہم نے کہا: ''دیکھو جہاں تک ممکن ہو، خوشامد درآمد سے ان لوگوں سے ملاقات کی ضرور کوشش کرنا۔'' اگلے روز حسب وعدہ ابوحمید مقام مقررہ پر آیا اور سابق خوارزمی کے ہمراہ بنوعباس کے پاس گیا۔ دریافت کیا: ''خلیفہ کون اور کہاں ہیں؟'' داؤد بن علی ابوالعباس کی جانب اشارہ کر کے بولے: ''یہ تمہارے امام اور خلیفہ ہیں۔'' ابوحمید نے بڑھ کر دست بوسی کی، خلیفہ ہونے کی مبارک باد دی، امام ابراہیم کے انتقال پر افسوس کرتے ہوئے تعزیت بھی کی اور واپس آ گیا۔

ابوسلمہ اور ابوالعباس

اس کے ساتھ ساتھ ایک خادم بھی ان کے خادموں میں سے ابوجہم کے پاس چلا آیا اور ان لوگوں کی جائے قیام سے اس کو مطلع کیا اور کہا کہ ابوالعباس نے مجھے ابوسلمہ کے پاس بھیجا ہے اور اونٹوں کا کرایہ مانگا ہے، جن پر سوار ہو کر تشریف لائے ہیں۔ ابوسلمہ نے اس پر مطلق توجہ نہ کی۔ اس سے ابوجہم، ابوحمید اور وہی خادم دل برداشتہ خاطر ہو کر موسیٰ بن کعب کے پاس گئے اور ان حالات سے اس کو باخبر کیا۔ سب نے متفق ہو کر دو سو دینار خادم کی معرفت ابوالعباس کی خدمت میں بھیج دیئے۔ اس کے بعد کل ارکین دولت عباسیہ کی رائے یہ ہوئی کہ امام سے لازماً ملنا چاہئے۔ چنانچہ موسیٰ بن کعب، ابوجہم، عبدالحمید بن ربعی، سلمہ بن محمد، عبداللہ طائی، اسحاق بن ابراہیم، شراحیل، ابوحمید، عبداللہ بن بسام، محمد بن ابراہیم، محمد بن حصین اور

سلیمان بن اسود ابو العباس عبداللہ بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بحیثیت خلیفہ ہونے کے سلام کیا، اور امام ابراہیم کے انتقال پر تعزیت کی۔ موسیٰ بن کعب اور ابوجہم تو لوٹ آئے مگر باقی امام کے پاس رہ گئے۔ چلتے وقت موسیٰ و ابوجہم اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر گئے کہ "دیکھنا خبردار! ابوسلمہ اگر آئے تو تن تنہا امام کے پاس آئے۔ سب کو اپنے ہمراہ لے کر ہرگز ہرگز نہ آنے پائے۔" رفتہ رفتہ ان لوگوں کے آنے کی اطلاع ابوسلمہ تک پہنچ گئی۔ چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر ابو العباس کے در دولت پر حاضر ہوا اور تن تنہا جیسا کہ وہ لوگ ہدایت کر گئے تھے۔ امام کے پاس گیا اور بطور خلیفہ کے سلام کیا۔ تھوڑی دیر بعد ابو العباس نے اس کو لشکر گاہ میں واپس جانے کو کہا۔

ابو العباس کا خطبہ

صبح ہوئی تو جمعہ کا دن تھا اور ربیع الاول 132ھ کی 12 تاریخ تھی۔ لشکریان اور ہوا خواہان دولت عباسیہ مسلح ہو کر خالی سواریاں ساتھ لئے ہوئے ابو العباس کی خدمت میں آئے اور ان کو مع اہل بیت کے سوار کرا کر دار الامارت میں لے گئے۔ پھر ابو العباس دار الامارت سے نکل کر مسجد میں آیا اور خطبہ دیا۔ نماز باجماعت پڑھی۔ حاضرین نے بطیب خاطر بیعت کی۔ بیعت لینے کے بعد دوبارہ منبر کے اوپر زینہ پر چڑھ گیا اور اس کا چچا داؤد اس کے نیچے کے زینے پر کھڑا ہوا۔ ابو العباس نے خطبہ دیا، جو انتہائی بلیغ اور مشہور ہے جس میں خود کو مستحق خلافت اور وارث ہونا بیان کیا تھا۔ اس نے لوگوں کے وظائف بڑھا دیئے چونکہ اس وقت ابو العباس تپ اور اعضا شکنی میں مبتلا تھا، تکلیف کی شدت سے بیٹھ گیا۔ اس کا چچا داؤد اٹھا اور منبر کے اوپر کے زینہ پر چڑھ کر خطبہ دیا جیسا کہ ابو العباس نے دیا تھا اور بنوامیہ کی مذمت کرتے ہوئے، لوگوں کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہدایت کی اور نماز کے بعد دوبارہ سفاح کے منبر پر جانے کی یہ معذرت کی کہ اس کا ارادہ یہ تھا کہ کلام جمعہ غیر جمعہ کے کلام سے مخلوط نہ ہو جائے اور اب جو وہ بغیر اہتمام کلام بیٹھ گیا ہے تو اس کی وجہ شدت تکلیف بخار و درد ہے۔ اب تم کو چاہئے کہ اس کی صحت کی دعا کرو۔ اتنا کہنے کے بعد مروان کی بے حد مذمت کی اور اہل خراسان کا شکریہ ادا کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ کوفہ ان کا دار الامارت ہے جہاں سے وہ لوگ کبھی الگ نہ ہوں گے اور یہ کہ اس منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خلیفہ سوائے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب اور امیر المؤمنین عبداللہ بن محمد کے نہیں چڑھا۔ (اس فقرے کو ادا کرتے وقت سفاح کی جانب اشارہ کیا تھا) اور یہ خلافت و حکومت ہمارے ہی خاندان میں رہے گی یہاں تک کہ ہم اس کو عیسیٰ ابن مریم کے حوالے کریں گے۔

بیعت خلافت ابو العباس

خطبہ دینے کے بعد ابو العباس و داؤد منبر سے اترے، آگے آگے ابو العباس اور پیچھے داؤد قصر امارت میں آیا اور اس کا بھائی ابوجعفر مسجد میں بیٹھا ہوا لوگوں سے بیعت لینے لگا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی اور ابو العباس دار الامارت سے نکل کر ابوسلمہ کے لشکر میں گیا اور اس کے ساتھ اس کے خیمہ میں مقیم ہوا، مگر دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل تھا۔ ان دنوں سفاح کا حاجب (لارڈ چیمبر لین) عبداللہ بن بسام تھا۔

امدادی لشکروں کی روانگی

کوفے میں بیعت عامہ لینے کے بعد سفاح نے کوفہ اور سرزمین کوفہ کی اپنے چچا داؤد کو نیابت دی اور امدادی فوجیں بلا دمختلفہ کی جانب اس طرح پر روانہ کیں۔ عبداللہ بن علی اپنے چچا کو ابوعون بن یزید کی کمک پر، شہر زور اور اپنے برادر زادہ عیسیٰ بن موسیٰ کو حسن بن قحطبہ کی کمک پر در آنحالیکہ حسن بن قحطبہ ابن ہبیرہ پر واسط میں محاصرہ ڈالے ہوئے تھا۔ واسط اور یحییٰ بن جعفر بن تمام بن عباس کو حمید بن قحطبہ کی امداد پر، مدائن اور ابو یقظان عثمان بن عروہ بن محمد بن عمار بن یاسر کو بسام بن ابراہیم بن بسام کی پشت پناہی پر، اہواز اور سلمہ بن عمر بن عثمان کو مالک بن طواف کی جانب روانہ کیا۔ خود چند دنوں لشکر گاہ میں مقیم رہا، پھر وہاں سے کوچ کر کے شہر ہاشمیہ کے دار الامانت میں آ کر قیام پذیر ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ داؤد بن علی اور اس کا لڑکا موسیٰ شام میں بہ وقت روانگی بنو عباس بجانب کوفہ موجود نہ تھے۔ اتفاقاً جبکہ یہ دونوں شام جا رہے تھے، مقام دومۃ الجندل

میں ابوالعباس سے ملاقات ہوگئی اور ابوالعباس بقصد کوفہ سفر کر رہا تھا۔ داؤد اس کے قصد سے آگاہ ہوکر بولا ''تم نے کوفہ کا قصد کیوں کیا ہے۔ مروان بن محمد بنوامیہ کا سردار حران میں اہل شام وجزیرہ کو لئے ہوئے پڑا ہے، جس کی سرحد عراق سے متصل ہے اور یزید بن ہبیرہ شیخ عرب عراق میں ہے۔'' ابوالعباس نے جواب دیا۔ ''عموجان! جس شخص نے زندگی کو عزیز رکھا، وہ ذلیل ہوا۔'' داؤد اس برجستہ جواب سے قائل ہوگیا اور شام کا خیال دل سے دور کر کے اپنے لڑکے کے ہمراہ ساتھ ہولیا۔

ابراہیم امام کی اسیری اور وفات

اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے کہ مروان بن محمد نے امام ابراہیم کو حران میں قید کر دیا تھا، اور ان کے ساتھ سعید بن ہشام بن عبدالملک اور اس کے دونوں بیٹے عثمان ومروان اور عباس بن ولید بن عبداللہ بن عبدالعزیز اور ابومحمد سفیانی بھی قید کر دیا گیا تھا۔ چند دنوں بعد حران میں وبائی بیماری پیدا ہوگئی جس سے بہ حالت قید عباس بن ولید، عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور ابراہیم امام مر گئے۔ اسی اثناء میں سعید بن ہشام مع اور قیدیوں کے داروغہ جیل کو ہلاک کر کے نکل کھڑا ہوا، جن کو اہل حران کے بلوائیوں نے یورش کر کے قتل کر ڈالا۔ منجملہ ان لوگوں کے، جو اس واقعہ میں قتل ہوگئے۔ شراحیل بن مسلمہ بن عبدالملک، عبدالملک بن بشر التغلبی اور بطریق آرمینیہ موسوم بہ کوشان تھا۔ ابومحمد سفیانی اس شوروغل کے زمانے میں قید خانے سے نہ نکلا، ایک کمرے کا دروازہ بند کر کے بیٹھ رہا۔ جب مروان زاب سے شکست اٹھا کر حران میں آیا تو اس نے اس کو مع اور قیدیوں کے آزاد کیا۔

بعض کا بیان ہے کہ شراحیل بن مسلمہ اور ابراہیم امام ایک ساتھ قید کئے گئے تھے۔ ان دونوں میں اتفاقاً راہ ورسم پیدا ہوگئی تھی۔ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے اور تحائف بھیجتے رہتے تھے۔ ایک روز ابراہیم امام کے پاس ایک شخص دودھ لے کر آیا، جس میں زہر ملا ہوا تھا اور یہ ظاہر کیا کہ شراحیل نے بھیجا ہے۔ ابراہیم نے پی لیا۔ پینا تھا کہ دست پر دست آنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ شراحیل کو اس کا علم نہ تھا اور اس نے ابراہیم کا یہ حال سن کر اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر بے ساختہ کہا تھا کہ ابراہیم کو کسی نے بہ حیلہ ومکر زہر دیدیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ صبح ہوئی تو ابراہیم امام مردہ تھے۔

مروان کی زاب کو روانگی

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ قحطبہ نے ابوعون عبدالملک بن یزید ازدی کو شہرروز پر حملہ کرنے کو بھیجا تھا۔ اس نے عثمان بن سفیان کو ہلاک کر کے اطراف موصل میں قیام کیا تھا اور مروان بن محمد اس واقعہ سے مطلع ہوکر ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت سے حران سے موصل کی جانب بڑھا تھا اور زاب میں پہنچ کر خندق کھودی اور مورچہ بندی کی تھی۔ ابوعون تک یہ اطلاع پہنچی تو اس نے بھی زاب کا رخ کیا اور ابوسلمہ نے اس کی کمک پر عینیہ بن موسیٰ، نہان بن قبان اور اسحاق بن طلحہ کو بسرافسری تین تین ہزار لشکر کے روانہ کیا۔ لہٰذا جب ابوالعباس سفاح کی بیعت خلافت کوفے میں لی گئی تو اس نے مسلمہ بن محمد اور عبدالحمید بن ربعی طائی کو دو دو ہزار کی جمعیت سے، عبداللہ طائی کو پندرہ سو کی جمعیت سے اور دراس بن فضلہ کو پانچ سو کی جمعیت سے ابوعون کی امداد کو روانہ کیا۔ ان لوگوں کی روانگی کے بعد اپنے خاندان والوں سے مخاطب ہوکر بولا۔ ''میرے اہل بیت سے کون شخص مروان کے مقابلے پر جانا چاہتا ہے۔'' عبداللہ بن علی نے جواب دیا۔ ''میں اس کی بیخ کنی کے لئے تیار ہوں۔'' ابوالعباس سفاح نے ایک لشکر مرتب کر کے عبداللہ بن علی کو بھی روانہ کر دیا۔ عبداللہ بن علی نے پہنچتے ہی ابوعون کے خیمہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پر نصب کرایا۔ بعدازاں عینیہ بن موسیٰ کو پانچ ہزار سپاہیوں کے ساتھ یکم جمادی الثانی 132ھ میں نہر زاب پار کر کے مروان سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔

مخارق وولید کی لڑائی

چنانچہ عینیہ بن موسیٰ صبح سے شام تک لشکر مروان سے لڑائی کرتا رہا۔ رات ہوتے ہی عبداللہ بن علی کے پاس واپس آیا۔ صبح ہوئی تو مروان نے نہر زاب پر کشتیوں کا پل تعمیر کر کے عبور کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ کو بڑھنے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن علی نے اس کے مقابلے پر مخارق بن غفار کو مامور کیا۔

اس کی رکاب میں چار ہزار فوجی تھے۔ عبداللہ بن مروان نے ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم کو مخارق پر حملہ کرنے کو کہا۔ ولید و مخارق میں بہت دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ بالآخر مخارق کی فوج کو شکست ہوئی اور مخارق مع قیدیوں اور مقتولین کے سروں کے مروان کے پاس بھیج دیا گیا۔ مروان نے مخارق سے خطاب کر کے کہا: ''کیا تو ہی مخارق ہے؟'' جواب دیا: ''نہیں۔'' پھر دریافت کیا: ''کیا ان سروں میں تو مخارق کا سر بھی دیکھ رہا ہے۔'' مخارق نے ایک سر کی طرف اشارہ کر کے کہا: ''یہ ہے۔'' مروان نے مخارق کو آزاد کر دیا۔ بعض کا بیان ہے کہ مخارق نے سروں کو دیکھ کر مخارق کے سر ہونے سے انکار کیا تھا، مروان نے اس کو رہا کر دیا۔

معرکہ زاب

عبداللہ بن علی کو اس شکست کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس خطرے کو پیش نظر کر کے کہ اس سے لشکر میں بددلی پیدا ہوگی، نہایت تیزی سے اس خبر کے مشہور ہونے سے پیشتر لڑائی کی تیاری کر دی۔ ان کے میمنہ پر ابوعون تھا اور اس کے میسرہ پر ولید بن معاویہ۔ تقریباً بیس ہزار، اور بقول بعض بارہ ہزار فوج اس کی کمان میں تھی۔ جونہی دونوں افواج کا مقابلہ ہوا۔ مروان نے عبداللہ بن علی کے پاس کہلا بھیجا کہ سردست ایک شب کے لئے لڑائی ملتوی کر دی جائے۔ چونکہ عبداللہ بن علی ان کے نقصانات کو پہلے ہی سمجھ چکے تھے، انکار کیا۔ تب ولید بن معاویہ بن مروان نے (جو مروان آخری خلیفہ بنوامیہ کا داماد تھا) حملہ کر دیا۔ ابوعون سینہ سپر ہو کر اپنی رکاب کی فوج لئے ہوئے مقابلے پر آیا۔ لڑائی ہوئی، میدان جنگ ولید بن معاویہ کے ہاتھ رہا اور ابوعون شکست اٹھا کر عبداللہ بن علی کے پاس چلا آیا۔ عبداللہ بن علی نے جنگ کا نقشہ بگڑتا ہوا دیکھ کر اپنے لشکر کو پیادہ پا ہو کر جنگ کرنے کا حکم دیا اور خود پیادہ پا۔ ''بالثارات ابراهيم يا محمد يامنصور.'' کہتا ہوا مروان کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ مروان نے بھی اپنے لشکر کے ہر حصے کو پیادہ پا ہو کر حملہ کرنے کو کہا۔ کسی نے بھی اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ یہاں تک کہ اس کے افسر پولیس نے بھی انکار کر دیا۔ جب مروان پر لشکریوں کی یہ دغابازی واضح ہوگئی تو اس نے نقد و جنس، جو اس وقت موجود تھا، میدان میں پھیلا کر یہ حکم دیا کہ لڑو اور اس نقد و جنس کو لے لو۔ لشکری یک قلم جنگ سے دست کش ہو کر نقد و جنس کے لینے پر مائل ہو گئے۔

مروان کی پسپائی

مروان نے جھلا کر اس طوفان بے تمیزی کو روکنے پر اپنے لڑکے عبداللہ کو مقرر کیا۔ روکنا تھا کہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ دونوں لشکروں میں شکست کا شور برپا ہو گیا۔ مجبوراً مروان بھی میدان جنگ سے پسپا ہو کر بھاگا۔ فریق مخالف کے ایک دستہ فوج نے پل کو توڑ دیا، جس سے ہزارہا آدمی، جن کی تعداد مقتولین سے کئی گنا زیادہ تھی، نہر زاب میں ڈوب مرے۔ منجملہ ان لوگوں کے، جو غریق ہو گئے تھے، ابراہیم بن ولید معزول خلیفہ بھی تھا۔ کچھ کہتے ہیں کہ اس کو عبداللہ بن علی نے شام میں قتل کیا ہے۔ اسی معرکے میں یحییٰ بن معاویہ بن ہشام بھی قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ یوم شنبہ گیارہ جمادی الثانی 132ھ کا ہے۔ فتح یابی کے بعد سات دن تک عبداللہ بن علی میدان جنگ میں مقیم رہ کر مروان کے لشکر کا مال و اسباب جمع کراتا رہا۔ آلات حرب، نقد اور جنس اندازے سے بہت زیادہ ہاتھ آیا۔ فتح کی خوشخبری کا خط ابوالعباس سفاح کی خدمت میں بھیجا۔

مروان کا فرار

مروان بن محمد شکست اٹھا کر موصل پہنچا۔ ہشام بن عمر تغلبی اور بشر بن خزیمہ اسدی والی موصل تھے۔ ان لوگوں نے پل توڑ دیا اور مروان کو عبور کر کے موصل میں آنے سے روکا۔ ساتھیوں نے پکار کر کہا۔ ''هذا امير المؤمنين.'' (یعنی امیر المؤمنین ہیں موصل میں داخل ہونے سے مانع نہ ہو۔) ان لوگوں نے تجاہل عارفانہ سے جواب دیا۔ ''امیر المؤمنین میدان جنگ سے بھاگتے نہیں ہیں۔'' یہ کہہ کر سخت و سست الفاظ کہنے لگے۔ مروان ان لوگوں کی کج عملی سے پریشان ہو کر حران چلا آیا۔ جہاں پر اس کا بھتیجا ابان بن یزید بن محمد تھا۔ تقریباً بیس دن تک مقیم رہا اور پھر جب عبداللہ بن علی کی آمد کی خبر مشہور ہوئی تو اس نے حمص کی طرف کوچ کیا۔

اہل حمص کی وعدہ خلافی

اس کے جانے کے بعد ہی عبداللہ بن علی حران کے قریب پہنچ گئے۔ ابان بن یزید سیاہ کپڑے پہنے اور سیاہ پرچم لئے ہوئے ملنے کو آیا۔ ابوالعباس سفاح کی خلافت کی بیعت کی۔ عبداللہ بن علی نے ان کو امان دیدی۔ بعدازاں اہل جزیرہ نے بھی حاضر ہو کر بطیب خاطر بیعت کر لی۔ مروان نے حمص پہنچ کر تین روز قیام کیا۔ اہل حمص پہلے تو مطیعانہ پیش آئے۔ خوشی خوشی ٹھہرایا، مگر پیچھے سے مروان کی جمعیت کی قلت و کمی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ اس کے مال واسباب کو نظر پر چڑھایا۔ مروان نے ان کی نظریں پہچان کر کوچ کر دیا۔ ایک میل کا راستہ طے کیا ہوگا کہ اہل حمص شور وغل مچاتے ہوئے آ پہنچے۔ مروان نے لطائف الحیل سے ٹالنے کی کوشش کی۔ جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو شمشیر بکف ہو کر لڑنے لگا۔ آخرالامر اہل حمص کو مار کر پسپا کر دیا اور خود منزل بمنزل نہایت تیزی سے کوچ کرتا ہوا دمشق پہنچ گیا۔

دمشق پر تسلط

ان دنوں دمشق میں اس کا چچازاد بھائی ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم تھا۔ اس کو مخالفین دولت امویہ سے جنگ کرنے کی ہدایت کر کے فلسطین کو روانہ ہو گیا۔ چونکہ فلسطین پر حکم بن ضبعان جذامی نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس وجہ سے نہر ابوفطرس پر ٹھہر کے عبداللہ بن یزید بن روح بن زنباع جذامی سے فلسطین میں داخل ہونے کی اجازت مانگی، اور اپنی چند روزہ بقیہ زندگی کے بسر کرنے کو فلسطین میں جا کر قیام پذیر ہو گیا۔ عبداللہ بن علی اس قید خانے کو منہدم کرنے کے بعد، جس میں اس کا بھائی امام ابراہیم اسیر تھا، حران سے روانہ ہو کر منبج پہنچا۔ اہل منبج نے فی الفور اطاعت قبول کر لی۔ اسی مقام پر اس کا بھائی عبدالصمد بن علی، جس کو سفاح نے آٹھ ہزار کی جمعیت سے اس کی کمک کے لئے روانہ کیا تھا، آملا۔ اس کے آنے کے دوسرے دن عبداللہ بن علی قنسرین اور بعلبک سے ہوتا ہوا دمشق میں آن اترا۔

اور سرداران شیعہ کو دمشق کی شہر پناہ کے دروازوں پر محاصرے کے لئے متعین کر دیا۔ چند دن کے گھیراؤ کے بعد (یوم چہار شنبہ) 5- رمضان 132ھ کو بزور تیغ دمشق میں گھس پڑا۔ قتل عام کا بازار گرم ہو گیا۔ دمشق کی گلیوں میں خون کی نہریں بہنے لگیں۔ ولید بن معاویہ (گورنر دمشق) اس معرکے میں قتل ہوا۔

عبداللہ بن علی کی فلسطین کو روانگی

عبداللہ بن علی اس خداداد کامیابی کے بعد پندرہ روز تک دمشق میں مقیم رہا۔ سولھویں روز دمشق سے بقصد فلسطین کوچ کیا۔ مروان یہ اطلاع پا کر فلسطین سے عریش چلا آیا۔ عبداللہ بن علی نہر ابوفطرس پر پہنچا تو سفاح کا اس مقام پر ایک فرمان اس مضمون کا ملا کہ مروان کے تعاقب پر صالح بن علی کو مقرر کرو۔ چنانچہ صالح بن علی ذیقعد 132ھ کو مروان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اس کے مقدمۃ الجیش پر ابوعون اور عامر بن اسمٰعیل حارثی تھا۔ مروان عریش سے نیل کی جانب چلا آیا اور نہر نیل سے صعید چلا گیا اور صالح نے فسطاط میں پڑاؤ کر کے لشکر کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ اتفاق یہ ہوا کہ مروان کے سواروں سے آمنا سامنا ہو گیا۔ سواران مروان پہلے ہی سے شکستہ دل ہو رہے تھے، ایک ساعت بھی مقابلہ نہ کر سکے۔ میدان جنگ سے منہ موڑ کر بھاگے۔ ان میں سے چند سوار گرفتار کر لئے گئے اور انہیں لوگوں نے بتلا دیا کہ مروان بوصیر میں فلاں مقام پر ٹھہرا ہوا ہے۔

مروان کا خاتمہ

ابوعون یہ سنتے ہی بوصیر پر جا پہنچا اور شب کے وقت بحالت غفلت اس ڈر سے کہ صبح کو کمی ہمراہیوں کی وجہ سے شکست اٹھانی پڑے گی۔ بوصیر پر شب خون مارا۔ مروان اس اچانک حملہ سے گھبرا کر مکان سے باہر نکل آیا۔ ایک شخص نے جو غالباً اسی تاک میں کھڑا تھا، برچھے کا وار کیا۔ مروان زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ کوئی شخص چلا کر بولا۔ ''افسوس امیر المومنین مارے گئے۔'' ابوعون کے ساتھی یہ سن کر دوڑ پڑے۔ سر اتار کر ابوعون کے پاس

لے گئے اور ابوعون نے ابوالعباس سفاح کی خدمت میں بھیج دیا۔ یہ واقعہ آخری 28- ذوالحجہ 133ھ کا ہے۔

آل مروان کا عبرتناک انجام

قتل مروان کے بعد اس کے بیٹے عبداللہ و عبیداللہ سرزمین حبشہ کی طرف بھاگے۔ حبشیوں نے بھی ان کو پناہ نہ دی۔ جنگ کی نوبت آ گئی، عبیداللہ ہلاک ہو گیا اور عبداللہ مع اپنے چند ساتھیوں کے بچ گیا جو زمانہ خلافت مہدی تک باقی رہا اور جس کو عامل فلسطین نے گرفتار کر کے مہدی کے دربار خلافت میں بھیج دیا اور مہدی نے اسیر کر دیا۔ ابوعون کے طلیعہ (پٹرول) پر عامر بن اسمٰعیل حارثی مامور تھا۔ اس نے کلیسہ بوصیر کا ارادہ کیا، جہاں پر مروان کی عورتیں اور لڑکیاں قتل کی غرض سے نظر بند کر دی گئی تھیں۔ سب کو قید کر کے صالح بن علی کے پاس بھیج دیا۔ عورتوں نے اپنی رہائی کی استدعا کی۔ صالح نے بنوامیہ کے ساتھ ہو کر جنگ کرنے پر ان کو ملامت کی اور پھر کچھ سوچ کر عفو تقصیر کر کے حران بھیج دیا۔

مروان بن محمد کو مروان الحمار بھی کہا کرتے تھے اس وجہ سے کہ مواقع جنگ پر نہایت برداشت وتحمل اور دلیری سے کام لیتا تھا۔ اس کے مخالفین اس کو جعدی کہہ کر یاد کیا کرتے تھے کیونکہ اس نے معبد بن درہم سے مذہب کی تعلیم پائی تھی اور یہ خلق قرآن کا قائل اور زندقہ کی طرف مائل تھا۔ اس کو خالد قسری نے ہشام کے حکم سے ہلاک کیا تھا۔

سلیمان بن ہشام کا خاتمہ

بنوعباس نے کامیابی حاصل کر کے بنوامیہ کے قتل پر کمریں باندھ لیں۔ بچے بچے کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرنے لگے۔ ایک دن سدیف بن میمون ابوالعباس سفاح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے اس وقت سلیمان بن ہشام بن عبدالملک بھی موجود تھا، جس کو اس کے باپ نے پناہ دی تھی۔ سدیف سلیمان کو دیکھ کر جل بھن گیا۔ ابوالعباس سے خطاب کر کے ذیل کے اشعار پڑھنے لگا۔

قد اتتک الوفود من عبد شمس مستعدین یرجعون الطیا غفوۃ ایھا الخلیفۃ لا عن طاعۃ بل تخوفو المشرفیا لایغزنک ما تری من رجال ان بین الضلوع داء دویا فضع السیف وارفع السوط حتی لا تری فوق ظھرھا امویا۔

ترجمہ: تمہارے پاس بنوعبدشمس (امیہ) کے مہمان آتے ہیں۔ تیار ہو کر اپنی سواریوں کو تکلیف دیتے ہوئے۔ اے خلیفہ! وہ دھوکے سے آئے ہیں طاعت کے باعث نہیں آئے بلکہ تلوار کے خوف سے۔ تم ان لوگوں کو دیکھ کر نازاں نہ ہو جانا۔

ان کے دلوں میں تمہاری طرف سے غبار باطنی بھرا ہوا ہے۔ لہٰذا ان سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دو۔ چشم نمائی کا خیال چھوڑ دو۔ یہاں تک کہ ان سواریوں کی پشت پر کوئی بنوامیہ نظر نہ آئے۔

سلیمان اس کے فحوائے کلام کو جان کر بولا۔ ''کیوں چچا! تم نے تو میرے قتل کا سامان کر دیا۔'' سدیف جواب نہ دینے پایا تھا کہ سفاح نے اشارہ کر دیا۔ فوراً سلیمان بن ہشام کی گردن قطع کر لی گئی۔

بنوامیہ کا قتل

اس واقعہ کے چند دن بعد عبداللہ بن علی مع اسی (80) یا نوے (90) نفوس بنی امیہ کے نہر ابی فطرس کے کنارے ایک دسترخوان پر بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا تھا۔ اتفاق سے شبل بن عبداللہ، بنوہاشم کا آزاد غلام آ گیا۔ بنوامیہ کو اس عزت واحترام سے دیکھ کر فی البدیہہ اشعار ذیل پڑھنے لگا۔

اصبح الملک فی ثبات الاساس

بالبھالیل من بنی العباس

طلبوا وتر ھاشم فلفوھا

بعد میل من الزمان و باس
لا تقیلن عبد شمس عثارا
فاقطعن کل رقلة و غراس
قلنا اظهر التود و منها
و بها منکم کجز المواسی
فلقد غاضنی و غاض سوای
قربهم من متابر و کراسی
انزلوها بحیث انزلها الله
بدار الهوات والا تعاس
واذکروا مصرع الحسین و زیدا
و قتیلا بجانب المهراس
وتقتیل الذی بحران اضحیٰ
تجحل الطیر حوله فی الکناس

ترجمہ: نہایت استقلال واستحکام سے تم بادشاہ ہو گئے۔ جوانمردان بنو عباس کے باعث۔ ان لوگوں نے ہاشمیوں کا بدلہ طلب کیا لہٰذا اس کو پا گئے۔ ایک زمانہ گزرنے اور خوف کے بعد۔ تم ہرگز بنو عبد شمس (امیہ) کے انتقام لینے سے درگزر نہ کرنا۔ ان کے ہر درخت اور پودے کو قطع کر ڈالنا۔ ہم کو انہی ہاشمیوں سے کھلم کھلا دوستی ہے۔ اور انہی کے قتل کے سبب سے تمہارا سر منڈ گیا ہے۔ بے شک اللہ مجھے اور میرے سوا اور لوگوں کو بھی غصہ پیدا ہوا ہے منبر اور کرسیوں سے بنوامیہ کے قریب ہونے سے۔ تم دیکھو وہیں رکھو جہاں پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بدبختی کے مکان اور اسفل درجہ میں رکھا ہے۔ یاد کرو حسین وزید کے قتل ہونے کو۔ اور اس کے قتل کو یاد کرو جو مہراس میں کیا گیا ہے۔ اور اس مقتول کو یاد کرو جو حران میں قتل ہوا تھا۔ جس کی لاش پر پرندیوں آتے تھے جیسا کہ اپنے گھونسلے کو جاتے ہیں۔

آل عباس کی سفاکی

ان اشعار کے سننے سے عبداللہ بن علی کی آنکھیں شدت غضب سے سرخ ہو گئیں۔ خادموں کو حکم دیا کہ ''ان جان باختہ بدبختوں کو مار مار کر فرش کر دو۔'' خادموں نے ایسا ہی کیا۔ لہٰذا جب وہ سب کے سب بدحواس ہو کر زمین پر لمبے لمبے لیٹ گئے تو ان کے اوپر نطاع بچھا کر دوبارہ دسترخوان پر کھانا چنا گیا۔ عبداللہ بن علی مع اپنے اور ساتھیوں کے کھانا کھانے لگے اور ان زخمیوں کے کراہنے کی آواز برابر آ رہی تھی، یہاں تک کہ مر گئے۔ منجملہ ان مقتولین کے محمد بن عبدالملک بن مروان، مغمر بن یزید، عبدالواحد بن سلیمان، سعید بن عبدالملک اور ابوعبیدہ بن ولید بن عبدالملک تھا۔ بعض کا بیان ہے کہ ابراہیم معزول خلیفہ بھی انہی لوگوں کے ساتھ مارا گیا تھا اور بعض کے بقول سدیف ہی نے ان اشعار کو سفاح کے سامنے پڑھا تھا اور اسی نے ان لوگوں کو قتل کیا تھا۔

بنوامیہ کی لاشوں کا حشر

اس واقعہ کے بعد سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس نے بصرے میں بنوامیہ کے ایک گروہ کو قتل کر کے لاشوں کو راستوں میں رکھ چھوڑا جنہیں مدتوں کتے کھاتے رہے۔

کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن علی نے خلفاء بنوامیہ کی قبروں کو کھدوایا تھا۔ قبروں میں راکھ سے مشابہ چیز کے سوا کچھ نہ نکلا۔ امیر معاویہ بن ابی

سفیان کی قبر میں سے ایک موہوم خط سا نکلا، عبدالملک کی قبر سے اس کی کھوپڑی برآمد ہوئی اور کسی کسی قبر میں بعض بعض اعضا بھی ملے۔ مگر ہشام بن عبدالملک کا لاشا جوں کا توں نکلا۔ صرف ناک کی اونچائی جاتی رہی تھی۔ نعش پر کوڑے لگوا کر صلیب پر چڑھایا اور پھر اس کو جلا کر راکھ کو ہوا میں اڑا دیا۔ واللہ اعلم بصحة ذلک۔

اس عام خونریزی سے بنوامیہ کا کوئی متنفس جاں برآنہ ہوا، سوائے شیرخوار بچوں یا ان لوگوں کے جو اندلس کی جانب فرار ہو گئے تھے، مثلاً عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام وغیرہ مع اپنے اعزہ، اقارب اور متعلقین کے جیسا کہ آئندہ ہم ان کے حالات کو احاطہ تحریر میں لائیں گے۔

اموی بیرونی مہمات

صوائف کے حالات ہم عہد خلافت عمر بن عبدالعزیز تک بیان کر آئے ہیں۔ 102ھ میں زمانہ حکومت یزید بن عبدالملک میں عمر بن ہبیرہ نے جن دنوں جزیرہ کا حاکم تھا قبل گورنری عراق روم پر آرمینیہ کی جانب سے جہاد کیا تھا اور رومیوں کو شکست دے کر ایک گروہ کثیر کو قید کر لایا تھا۔ منجملہ ان کے سات سو قیدیوں کو قتل بھی کیا تھا۔ اسی سنہ میں عباس بن ولید نے روم پر چڑھائی کی تھی۔ اور ایک سال کی جنگ کے بعد روم کے قلعہ ولسہ کو تسخیر کر لیا تھا۔ اس کے بعد 103ھ میں پھر عباس بن ولید نے بقصد جہاد خروج کر کے شہر رسلہ کو بزور تیغ مفتوح کیا۔

عہد خلافت ہشام بن عبدالملک 105ھ میں جراح حکمی نے فوج کشی کی اور حصون بلنجر کی پرلی طرف تک فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ مال غنیمت بے شمار ہاتھ آیا۔ اسی سنہ میں سعید بن عبدالملک نے سرزمین روم پر جہاد کیا۔ ایک ہزار جنگجوؤں کا ایک سریہ روانہ کیا۔ اتفاقاً سب کے سب کام آ گئے۔ پھر اسی سنہ میں مروان بن محمد نے صائفہ یمنی کے ساتھ سرزمین روم پر جہاد کیا اور شہر تونیہ وکخ پر بزور تیغ قبضہ حاصل کیا۔ 106ھ میں سعید بن عبدالملک اور مسلمہ بن عبدالملک والی جزیرہ نے روم پر جہاد کیا اور شہر قیساریہ کو فتح کیا۔ اسی سنہ میں ابراہیم بن ہشام نے روم کے ایک قلعہ پر اور معاویہ بن ہشام نے جزیرہ قبرص پر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر 109ھ میں معاویہ بن ہشام نے قلعہ طبسہ کو تسخیر کیا۔ 110ھ میں صائفہ کے ساتھ عبداللہ بن عقبہ فہری جہاد کی غرض سے اٹھا۔ بحری لشکر کا سردار عبدالرحمٰن بن معاویہ بن خدیج تھا اور 111ھ میں صائفہ یسری کے ہمراہ معاویہ بن ہشام اور صائفہ یمنی کے ساتھ سعید بن ہشام اور براہ دریا عبداللہ بن ابی مریم نے جہاد کیا اور معاویہ بن ہشام نے 113ھ میں شہر خرشفہ پر فتح پائی۔ اسی سنہ میں عبداللہ بطال نے بھی لشکرکشی کی تھی اور میدان جنگ سے شکست اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا تھا، لیکن عبدالوہاب مع اپنے رکاب کی فوج کے لڑتا رہا، یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا اور معاویہ بن ہشام مرعش کی طرف سے سرزمین روم میں داخل ہو گیا۔

114ھ میں صائفہ یسری کے ساتھ جہاد کرتا ہوا بض اقرن تک جا پہنچا اور عبداللہ بطال قسطنطین سے جا ٹھہرا اور اس کو شکست دے کر اسیر کر لیا۔ اسی سنہ میں سلیمان بن ہشام نے بھی بسرافسری صائفہ یمنی جہاد آغاز کیا اور قیساریہ تک پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اسی سنہ میں مسلمہ بن عبدالملک نے خاقان کو شکست دے کر باب الباب پر قبضہ کر لیا۔ 115ھ میں معاویہ بن ہشام نے صائفہ کے ساتھ اور 117ھ میں سفیان بن ہشام نے صائفہ یسری کے ساتھ اور سلیمان بن ہشام نے صائفہ یمنی کے ساتھ جزیرہ کی طرف سے جہاد کیا اور سرزمین روم میں متواتر سرایا بھیجے اور اسی سنہ میں مروان بن محمد کو آرمینیہ سے (جن دنوں یہ والی آرمینیہ تھا) رومیوں پر حملہ کرنے کو روانہ کیا۔ لہٰذا ان لوگوں نے سرزمین لان کو فتح کر لیا۔ 118ھ میں معاویہ بن ہشام، سلیمان بن ہشام اور مروان بن محمد نے آرمینیہ سے بقصد جہاد فوج کشی کی اور تین طرف سے سرزمین ورقیس (ورنیس) میں گھس گئے۔ ورقیس فرار ہو کر خزر کے قلعہ میں جا چھپا۔ مروان نے لوٹ کر خزر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری شروع کر دی۔ ایک دن اسی کے کسی مصاحب نے قتل کر کے سر مروان کے پاس بھیج دیا۔ مروان نے نیزے پر نصب کر کے قلعہ کے چاروں طرف پھرایا۔ اہل قلعہ یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے اور دروازہ کھول دیا۔ مروان نے جنگ آوروں کو قتل کر کے باقی آدمیوں کو قید کر لیا۔ آغاز 109ھ میں مروان بن محمد نے آرمینیہ سے پھر جہاد شروع کیا اور بلاد لان و بلاد خزر ہوتا ہوا بلنجر و سمندر کو طے کر کے خاقان کے دارالسلطنت تک پہنچ گیا۔ خاقان اپنے کو کمزور سمجھ کر فرار ہو گیا۔

120ھ میں سلیمان بن ہشام نے صائفہ کے ساتھ جہاد کیا، اور سندرہ کو تسخیر کر کے واپس آیا۔ اسی سنہ میں اسحاق بن مسلم عقیلی نے تومانشاہ پر

فوج کشی کی۔ اس کے اکثر قلعوں کو فتح کر کے اس کے شہر کو ویران کر ڈالا۔ 121ھ میں مروان بن محمد نے قلعہ بیت السریر پر حملہ کیا اور کامیابی پا کر دوسرے قلعہ کا رخ کیا اور اس کو بھی فتح کر کے غرسک میں داخل ہوا۔ اس قلعہ میں خود بادشاہ رہتا تھا۔ مروان بن محمد کے پہنچتے ہی بادشاہ اس قلعہ کو چھوڑ کر جرج چلا گیا، اس قلعہ میں ایک طلائی تخت تھا۔ مروان نے اس پر بھی محاصرہ کر لیا۔ بالآخر بادشاہ نے ایک ہزار گھوڑے اور ایک لاکھ دینار سالانہ خراج پر مصالحت کر لی۔ مروان اس مہم سے فارغ ہو کر سرزمین ارزق، نصران اور قومان پر بہ مصالحت قبضہ کرتا ہوا احمدین جا پہنچا اور اس کو بہ زور تیغ تسخیر کر کے حمدین کے ایک قلعہ کا ایک مہینہ کامل گھیراؤ کئے رہا۔ یہاں تک کہ اہل قلعہ نے مصالحت کر لی۔ بعد ازاں سرزمین مداد و گیلان کو بھی بہ مصالحت فتح کیا۔ یہ بلاد دریا کے کنارے کنارے آرمینیہ سے طبرستان تک آباد تھے۔ اسی سنہ میں مسلمہ بن ہشام رومیوں پر حملہ آور ہوا اور مطامیر کو فتح کر کے لوٹا۔

اس کے بعد 122ھ میں عبدالرحمٰن بن حسین انطا کی معروف بہ بطال نے پھر بلاد روم پر جہاد کیا۔ اس نے بلاد روم پر بکرات و مرات جہاد کئے۔ مسلمہ بن ہشام نے اس کو دس ہزار سواروں کی جمعیت سے بلاد روم پر جہاد کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ چنانچہ یہ بلاد روم پر مسلسل جہاد کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس سنہ میں شہید ہو گیا۔ 124ھ میں سلیمان بن ہشام نے اپنے باپ کے زمانے میں بہ ہمراہی صائفہ جہاد کیا۔ الیون بادشاہ روم سے مقابلے کی نوبت آئی۔ اس کو شکست دے کر اس کا بہت سامال و اسباب لوٹ لیا۔

125ھ میں رومیوں نے اس قلعہ پر خروج کیا، جس کو حبیب بن مسلمہ فہری نے تسخیر کیا تھا اور ایک غیر مستحکم قلعہ تعمیر کیا، جو زمانہ مروان میں ویران کر دیا گیا۔ پھر اس کو خلیفہ رشید نے دوبارہ تعمیر کرایا اور پھر رومیوں نے مامون کے زمانے میں اس کو منہدم کر دیا۔ پھر مامون نے اس کو نہایت استحکام سے بنوایا اور چاروں طرف نہریں اور خندقیں کھدوائیں۔ لیکن زمانہ معتصم میں رومیوں نے پھر اس کو زمین دوز کر دیا۔ یہ واقعہ مشہور و معروف ہے۔ اسی 125ھ میں ولید بن یزید نے اپنے بھائی الغمر کو صائفہ کی افسری پر مقرر کیا اور اسود بن بلال محاربی کو بسر عسکری ایک لشکر کے براہ دریا قبرص کو روانہ کیا، تا کہ اہل قبرص کو رومیوں کے دست برد سے بچائیں۔ چنانچہ اہل قبرص دو فریق ہو کر ایک شامیوں کے ظل عاطفت میں آ گئے اور دوسرا رومیوں کے۔ مروان کے زمانہ حکومت 130ھ میں بہ ہمراہی صائفہ ولید بن ہشام نے بقصد جہاد خروج کیا اور عمق پر جا کر جنگ کا نیزہ گاڑ دیا اور قلعہ مرعش کو تعمیر کروایا۔

باب: ۱۴

بنو امیہ کے عمال کا تذکرہ

معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے شروع زمانہ خلافت 40ھ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کو کوفے کا والی بنایا اور کچھ عرصے بعد معزول کر دیا تھا۔ مغیرہ بن شعبہ کو نماز پر، اور ربیع کو خراج پر مامور کیا تھا۔ اور کوفے میں نقباء کا سردار شریح تھا۔ چونکہ زمانہ مصالحت حسنؓ و معاویہ میں حمران بن ابان نے بصرہ پر دفعۃً قبضہ کر لیا تھا اس سبب سے معاویہ نے بشر بن ارطاۃ کو امیر بصرہ مقرر کر کے روانہ کیا۔ اس کی روانگی کے بعد امدادی فوجیں بھی بھیجیں۔ اس معرکے میں زیاد بن پدر معاویہ کی اولاد ماری گئی، جو کہ علی ابن طالب کی طرف سے فارس کا گورنر تھا۔ پس یہ اسی زمانے میں وارد بصرہ ہوا، جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے اس کے حالات بنی زیاد کے ذیل میں بیان کیے ہیں۔

عبداللہ بن عامر

اس کے بعد بصرے کی امارت عبداللہ بن عامر بن کریز بن حبیب بن عبد شمس کو دی اور خراسان و بجستان کی حکومت بھی اسی کے ساتھ شامل کر دی۔ اس کے پولیس کا افسر اعلیٰ حبیب بن شہاب اور محکمہ قضاء کا متولی عمیر بن بتری تھا۔ اور قیس کے حالات خراسان کے اخبار کے ضمن میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

عقبہ بن نافع

عمرو بن العاص جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے، مصر کے گورنر تھے۔ انہوں نے اپنی طرف سے 41ھ میں افریقیہ پر عقبہ بن نافع بن عبد قیس کو مامور کیا (یہ عمرو بن العاص کے خالہ زاد بھائی تھے) پس عقبہ لواتہ و مزاتہ تک فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ پہلے تو اہل فریقیہ نے اطاعت قبول کر لی، مگر بعد چند روز کے باغی ہو گئے۔ عقبہ نے ان پر جہاد کر دیا اور ان میں سے ایک گروہ کثیر کو قتل و قید کیا۔ بعد ازاں 42ھ میں غذامس پر اور 43ھ میں بلدوان پر بزور تیغ فتح پالی۔

مروان بن الحکم اور حبیب بن مسلمہ

42ھ میں معاویہ نے مدینہ کی سند گورنری مروان بن الحکم کو دی اور قضا کا عہدہ عبداللہ بن حرث بن نوفل کے حوالے کیا اور مکہ کا اسی سنہ میں خالد بن العاص بن ہشام کو والی بنایا۔ انہی ایام میں حبیب بن مسلمہ فہری آرمینیہ کی گورنری پر تھا۔ معاویہ ہی نے اس عہدے پر اس کو مقرر کیا تھا۔ جب 42ھ میں یہ مر گیا تو بجائے اس کے۔

ابن عامر اور حرث بن عبداللہ

اسی سنہ میں ابن عامر نے حدود ہند پر عبداللہ بن سوار عبدی کو امیر بنایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ معاویہ نے اس کو بھی مقرر کیا تھا۔ اسی سنہ میں ابن عامر نے قیس بن ہیثم کو خراسان کی حکومت سے معزول کر کے حرث بن عبداللہ بن حازم کو مامور کیا تھا۔ بعد ازاں 44ھ میں معاویہ نے عبداللہ بن عامر کو حکومت بصرہ سے معزول کر کے حرث بن عبداللہ ازدی کو مقرر کیا۔ پھر چار ماہ بعد اس کو 45ھ میں معزول کر کے بصرہ پر اس کے بھائی زیاد کو

اور خراسان پر حکم بن عمر غفاری کو متعین کیا اور محکمہ مال کو اسلم بن زرعہ کلابی کے حوالے کیا۔ پھر 47ھ میں حکم بن عمر غفاری کے مرنے پر خلید بن عبداللہ حنفی کو اور اس کے بعد 48ھ میں غالب بن فضالہ لیثی کو مقرر کیا۔

عمرو بن العاص اور زیاد

مصر کی گورنری پر 49ھ تک عمرو بن العاص فائز رہے۔ بعدازاں سعید بن العاص کو مامور کیا گیا۔ عبداللہ بن حرث کو عہدۂ قضاء سے برطرف کر کے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کو قاضی بنایا۔ 50ھ میں مغیرہ بن شعبہ کی وفات کے بعد کوفے کو بھی اپنے بھائی زیاد کی حکومت میں شامل کر دیا۔ لہٰذا زیاد نے بصرے کی نیابت سمرہ بن جندب کو عطا کی اور خود چھ ماہ بصرے میں رہتا تھا، اور چھ ماہ کوفہ میں۔

معاویہ بن خدیج اور ابوالمہاجر

اسی 50ھ میں امیر معاویہ نے معاویہ بن خدیج کو جو مصر میں تھا، افریقہ میں جاگیر دی اور عقبہ بن نافع فہری کو دس ہزار کی جمعیت سے اقصائے افریقہ میں اسلامی پرچم اڑانے کا حکم دیا اور اس لشکر کے ساتھ ان لوگوں کو بھی شامل کر دیا، جو بربر میں دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ لہٰذا اس نے افریقہ کے بلاد کو الٹ پلٹ کر دیا، اور قیروان میں ایک بہت بڑی لشکر گاہ بنا کر عساکر اسلامیہ کو اس میں مقیم کیا۔ بعدازاں امیر معاویہ نے مصر و افریقہ کی گورنری اپنے آزاد غلام ابوالمہاجر کو دی۔ ابوالمہاجر نے عقبہ کی معزولی کو بہت ناشائستہ طریقہ سے ظاہر کیا۔ عقبہ بحال پریشان دارالخلافہ شام چلا آیا اور امیر معاویہ سے تمام حالات بیان کیے۔ امیر معاویہ نے معذرت کی، گورنری افریقہ پر بحال کرنے کا وعدہ کیا، لیکن اس کے ایفاء کی نوبت نہ آئی، راہی ملک بقاء ہو گئے۔ پس جب یزید تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے دور میں حکومت 62ھ میں اس کو والی مقرر کیا۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ 62ھ میں عقبہ کو گرفتار کرا کر جیل میں ڈال دیا۔ پھر یزید کے حکم سے رہا کیا گیا۔ قید سے آزاد ہوتے ہی عقبہ وفد ہو کر یزید کے پاس آیا۔ اس نے اس کو گورنری پر بحال کر دیا۔ پس اس نے بھی ابوالمہاجر کو اسیر کر دیا اور بقصد جہاد خروج کر کے کسیلہ کو مار ڈالا، جیسا کہ اس کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

خلید بن عبداللہ حنفی اور ضحاک بن قیس

51ھ میں زیاد نے خراسان پر ربیع بن زیاد بن حرث کو بجائے خلید بن عبداللہ حنفی کے مامور کیا اور 53ھ خود داعی اجل کو لبیک کہا۔ بوقت وفات بصرے میں سمرہ بن جندب کو اور کوفے میں عبداللہ بن خالد بن اسید کو اپنی نیابت میں چھوڑ گیا۔ اس کے بعد 55ھ میں ضحاک بن قیس والی مقرر کیا گیا۔ اسی سنہ میں ربیع بن زیاد عامل خراسان قبل وفات زیاد مر گیا اور اپنے لڑکے عبداللہ کو اپنا نائب مقرر کر گیا تھا، جو دو مہینے بعد جان بحق ہو گیا، اور خلید بن یربوع حنفی کو بوقت انتقال اپنا جانشین کیا۔ صفا پر بیرو دیلمی من جانب امیر معاویہ مامور تھا جس نے 53ھ میں انتقال کیا۔

ولید بن عقبہ اور عبداللہ بن عمر

54ھ میں امیر معاویہ نے مدینہ منورہ کی گورنری سے سعید بن العاص کو معزول کر کے مروان بن الحکم کو مقرر کیا۔ بعدازاں 57ھ میں اس کو معزول کر کے ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کو مقرر کیا۔ 59ھ میں حکومت بصرہ سے ابن جندب کو معزول کر کے عبداللہ بن غیلان کو مامور کیا اور خراسان کی حکومت عبیداللہ بن زیاد کو دی۔ بعدہ 55ھ میں بجائے عبداللہ بن عمر بن غیلان کے بصرے کی حکومت سے بھی ممتاز کیا۔

سعید بن عثمان اور ابن ام حکم

56ھ میں سعید بن عثمان بن عفان کو خراسان کی گورنری عطا کی گئی اور 58ھ میں امیر معاویہ نے حکومت کوفہ سے ضحاک بن قیس کو الگ کر کے ابن ام حکم (ام حکم امیر معاویہ کی بہن تھیں) یعنی عبدالرحمٰن بن عثمان ثقفی کو مقرر کیا۔ لیکن اہل کوفہ نے اس کو نکال دیا۔ تب امیر معاویہ نے اس کو

مصر پر مامور کیا، مگر معاویہ بن خدیج نے مصر میں بھی اس کو داخل نہ ہونے دیا۔

نعمان بن بشیر اور عبدالرحمٰن بن زیاد

59ھ میں کوفے کی گورنری نعمان بن بشیر کو اور خراسان کی عبدالرحمٰن بن زیاد کو دی گئی۔ قیس بن ہیثم سلمی اس سے ملاقات کرنے کے لئے خراسان گیا۔ اسلم بن زرعہ نے گرفتار کر کے قید کر دیا اور تین لاکھ درہم جرمانہ کیا۔ ان واقعات کے بعد 60ھ میں امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ بلاد اسلامیہ میں ان کے اعمال یہی تھے جن کا ابھی تذکرہ کیا گیا۔ علاوہ اس کے بجستان پر عباد بن زیاد، کرمان پر شریک بن اعور تھا۔

زہیر بن قیس

62ھ میں یزید نے عقبہ بن نافع کو افریقیہ کی جانب امیر بنا کر روانہ کیا۔ اس نے ابوالمہاجر کو قید کر دیا اور قیروان کی امارت زہیر بن قیس بلوی کو دی جیسا کہ اس کے حالات کے ذیل میں ذکر کیا جائے گا۔ اسی سنہ میں مسلمہ بن مخلد انصاری امیر مصر نے وفات پائی اور 64ھ میں یزید بن معاویہ بھی فوت ہو گیا۔

عامر بن مسعود اور عتاب بن ورقا

اہل عراق نے عبیداللہ بن زیاد کو والی مقرر کرنا چاہا، مگر اہل بصرہ نے عبداللہ بن حرث بن نوفل بن حرث بن عبدالمطلب کو اپنی زمام حکومت سپرد کر دی۔ ابن زیاد عراق سے فرار ہو کر شام چلا آیا، اور عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے عامر بن مسعود امیر کوفہ ہو کر وارد کوفہ ہوا۔ اس اثناء میں اہل رے کی بغاوت کی خبر مشہور ہوئی جہاں کا فرخان والی تھا۔ عامر نے محمد بن عمیر بن عطارد بن حاجب کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا۔ ان لوگوں نے اس کو شکست دے دی۔ تب عامر نے عتاب بن ورقاء کو مقرر کیا۔ اس نے ان لوگوں کی پوری طرح گوشمالی کی۔ ان واقعات کے بعد مروان نے بیعت لی اور مصر کی طرف روانہ ہوا۔

عمر بن سعید اور عبداللہ بن عبدالملک

عبدالرحمٰن بن حمام قرشی (ابن زبیر کا داعی) امیر مصر تھا۔ مروان نے مصر کو اس کے قبضے سے نکال کر عمر بن سعید کے حوالے کیا۔ بعدازاں اسی کو مصعب بن اثیر سے لڑائی کرنے کو بھیجا، جن دنوں مصعب نے اپنے بھائی عبداللہ کو شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ نظام ملکی قائم و جاری رکھنے کی غرض سے مروان نے اپنے لڑکے عبدالعزیز کو مصر کا والی مقرر کیا، یہاں تک کہ اسی عہدے پر 85ھ میں انتقال ہو گیا۔ تب عبدالملک نے مصر پر اپنے لڑکے عبداللہ بن عبدالملک کو مامور کیا۔

مہلب بن ابی صفرہ اور عبدالرحمٰن بن حازم

اہل خراسان نے یزید کے بعد سالم بن زیاد کو بارِ حکومت سے سبک دوش کر دیا۔ اس وقت مہلب بن ابی صفرہ کو خراسان کی گورنری عطا کی گئی۔ بعدازاں مسلم نے عبدالرحمٰن بن حازم کو والی بنایا۔ ایک زمانے تک خراسان میں آتش بغاوت مشتعل رہی۔ انہی ایام میں اہل کوفہ نے عمر بن حریث ابن زیاد کے نائب کو نکال کر ابن اثیر کی بیعت کر لی تھی اور ان کی طرف سے مختار بن ابی عبید چھ ماہ بعد انتقال یزید امیر کوفہ ہو کر وارد کوفہ ہوا تھا اور شریح اس زمانہ فساد میں عہدہ قضا سے الگ رہے تھے۔

مصعب بن زبیرؓ

عبداللہ بن زبیر نے مدینہ منورہ پر 25ھ میں بجائے اپنے بھائی عبداللہ کے اپنے دوسرے بھائی مصعب کو مامور کیا اور بنو تمیم خراسان میں

عبداللہ بن خازم پر طوفان بے تمیزی کی طرح امنڈ آئے۔ چنانچہ بکیر بن وشاح خراسان پر اور مختار کوفہ میں اپنے مطیع گورنر ابن زبیرؓ پر 66ھ میں متصرف وغالب ہو گیا۔

عہد عبدالملک وابن زبیر، جابر بن اسود اور خالد بن عبداللہؓ

65ھ میں مروان انتقال کر گیا تو عبدالملک تخت نشین ہوا۔ ابن زبیرؓ نے اپنے بھائی مصعب کو بصرے پر اور مدینہ منورہ میں بجائے اس کے جابر بن اسود بن عوف زہری کو مامور کیا۔ پھر 71ھ میں عبدالعزیز نے عراق پر قبضہ کر کے بصرے کی حکومت خالد بن عبداللہ اسد کو اور کوفہ کی ولایت اپنے بھائی بشر بن مروان کو دے دی۔

بکیر بن وشاح وتمیمی

ان دنوں خراسان میں عبداللہ بن خازم ابن زبیر کی طرف سے ان کی حکومت قائم کرنے کی دعوت دے رہا تھا۔ بکیر بن وشاح تمیمی اس کی مخالفت پر آمادہ ہوا اور عبدالملک کی حکومت کی طرف لوگوں کو مائل کر کے حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن خازم عرصہ جنگ میں مارا گیا۔ عبدالملک نے اس حسن خدمت کے صلہ میں بکیر کو خراسان کی گورنری مرحمت کر دی۔

طارق بن عمر

مدینہ منورہ میں جابر بن اسود کے بعد عبداللہ بن زبیر کی طرف سے طلحہ بن عبداللہ بن عوف دعوت دے رہا تھا۔ عبدالملک نے طارق بن عمر (عثمان کے آزاد غلام) کو مدینہ بھیجا۔ طارق نے بزور تیغ اس پر قبضہ حاصل کر لیا۔ اس کے بعد 73ھ میں عبداللہ بن زبیر شہید ہو گئے اور خلافت و حکومت کا عبدالملک بلا مزاحمت مالک ہو گیا۔

محمد وبشر پسران مروان

عبدالملک نے بالاستقلال خلافت پانے کے بعد جزیرہ وآرمینیہ پر اپنے بھائی محمد کو مقرر کیا اور خالد بن عبداللہ کو حکومت بصرہ سے الگ کر کے اپنے بھائی بشر کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ بشر کوفے میں عمر بن حریث کو اپنا نائب بنا کر بصرہ چلا گیا۔

حجاج بن یوسف

یمن اور یمامہ کی حکومت حجاج بن یوسف کو دی اور اسی کو کوفے سے ابن زبیر سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا تھا، اسی اثناء میں طارق کو حکومت مدینہ منورہ سے معزول کر دیا تھا۔ 74ھ میں ابو ادریس خولانی کو قاضی مقرر کرنا چاہا تھا، اور اپنے بھائی بشر بن مروان کو مہلب بن ابی صفرہ کے ساتھ جنگ ازارقہ پر بھیجا تھا۔ خراسان کی گورنری سے بکیر بن وشاح کو معزول کر کے امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید کو مقرر کیا تھا۔

عبداللہ بن امیہ

لہٰذا امیہ نے اپنے لڑکے عبداللہ کو بحستان کی جانب روانہ کر دیا اور 69ھ میں بربر نے زہیر بن قیس بلوی کو، جو افریقیہ میں تھا، ہلاک کر ڈالا۔ چونکہ عبدالملک ان دنوں مہم ابن زبیر میں بذاتہ مصروف تھا، جب اس سے اس کو فراغت ہوئی تو اس نے 74ھ میں حسان بن نعمان قیسانی کو ایک عظیم الشان، کثیر التعداد لشکر کے ساتھ افریقیہ کو بھیجا۔ حسان نے افریقیہ میں پہنچ کر نہایت سختی سے جنگ چھیڑ دی۔ روم وبربر کی فوجیں منتشر ہو گئیں۔ انہی معرکوں میں کاہنہ مارا گیا۔ جیسا کہ حالات افریقیہ میں بیان کیا جائے گا۔

پھر عبدالملک نے 75ھ میں حجاج بن یوسف کو محض عراق کی گورنری عطا کی اور سندھ کی گورنری سعید بن اسلم زرعہ کو سونپی۔ سندھ ہی کی

لڑائیوں میں سعید بن اسلم شہید ہو گیا اور اسی سنہ میں خوارج نے خروج کیا۔ 76ھ میں مدینہ منورہ کی حکومت ابان بن عثمان کو عطا کی گئی۔ ان دنوں قضاء کوفہ پر شریح، قضاء بصرہ پر زارہ بن اوفی بعد ہشام بن ہبیرہ کے اور قضاء مدینہ پر عبداللہ بن قیس بن مخرمہ تھے۔ انہی دنوں خوارج سے متعدد لڑائیاں ہوئیں جیسا کہ ان کے حالات میں بیان کیا جائے گا۔

مہلب بن ابی صفرہ اور عبداللہ بن ابی صفرہ

78ھ میں عبدالملک نے امیہ بن عبداللہ کو خراسان و بحستان کی حکومت سے معزول کر کے ان صوبجات کو حجاج بن یوسف کی گورنری میں شامل کر دیا۔ حجاج نے اپنی جانب سے خراسان پر مہلب بن ابی صفرہ کو بحستان پر عبداللہ بن ابی بکرہ کو مامور کیا اور عہدہ قضاء بصرہ۔ موسیٰ بن انس کو مرحمت کیا اور جب شریح بن حرث نے قضاء کوفہ سے استعفاد یا تو بجائے ان کے ابو بردہ بن موسیٰ کو مامور کیا۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن اذینہ کو بصرے کا قاضی بنایا۔

ابن اشعث

حجاج نے اس تقرری کو بحال رکھا۔ اسی سنہ میں عبدالملک نے ابان بن عثمان کو مدینہ منورہ کی گورنری سے معزول کر کے ہشام بن اسمٰعیل مخزومی کو مقرر کیا۔ ہشام نے نوفل بن مساحق کو عہدہ قضاء مدینہ سے موقوف کر کے عمر بن خالد رزمی کو قاضی بنایا۔

قتیبہ بن مسلم

اسی سنہ میں حجاج نے شہر واسط کو آباد کیا۔ 85ھ میں حجاج نے یزید بن مہلب کو گورنری خراسان سے سبک دوش کر دیا۔ ہشام نے بجائے اس کے کچھ دنوں کے لئے اس کے بھائی مفضل کو بعد ازاں قتیبہ بن مسلم کو مقرر کیا۔

عہد ولید بن عبدالملک

عبدالملک کے انتقال کے بعد ولید تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے شروع زمانہ حکومت میں ہشام بن اسمٰعیل کو حکومت مدینہ منورہ سے معزول کر کے عمر بن عبدالعزیز کو مامور کیا۔ پس عمر بن عبدالعزیز نے ابو بکر بن عمر بن خرم کو مدینہ منورہ کا عہدۂ قضا مرحمت کیا اور حجاج نے بصرے کی گورنری پر جراح بن عبداللہ حکمی کو اور عہدہ قضاء پر عبداللہ بن اذینہ کو اور قضاء کوفہ پر ابو بکر بن ابو موسیٰ اشعری کو مقرر کیا۔

خالد بن عبداللہ قسری اور محمد بن قاسم

89ھ میں ولید نے مکہ معظمہ کی حکومت خالد بن عبداللہ قسری کو دی۔ ان دنوں سرحد سندھ پر محمد بن قاسم بن محمد بن حکم ابی عقیل ثقفی (حجاج کا چچازاد بھائی) مقرر تھا۔ اسی نے سندھ کو فتح اور اس کے بادشاہ کو ہلاک کیا تھا۔ مصر کا عبداللہ بن عبدالملک گورنر تھا۔ اس کو اس کے باپ نے مامور کیا تھا۔ اہالیان مصر اس کی بداخلاقی سے کشیدہ خاطر ہوئے۔ ولید نے اسی سنہ میں اس کو معزول کر کے قرہ بن شریک کو مقرر کیا اور خالد کو حکومت حجاز سے الگ کر کے حجاز کو عمر بن عبدالعزیز کی گورنری میں شامل کر دیا۔

مسلمہ بن عبدالملک اور موسیٰ بن نصیر

91ھ میں ولید نے اپنے چچا محمد بن مروان کو گورنری جزیرہ و آرمینیہ سے معزول کر کے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو مقرر کیا۔ اقصائے مغرب مقام طنجہ پر طارق بن زیاد گورنری کر رہا تھا جو موسیٰ بن نصیر عامل قیروان کی جانب سے مامور تھا۔ طارق نے دریا عبور کر کے بلاد اندلس پر نہایت کامیابی کے ساتھ قبضہ حاصل کر لیا۔ یہ واقعہ 92ھ کا ہے جیسا کہ اندلس کے ذکر میں بیان کیا جائے گا۔

خالد بن عبداللہ

93ھ میں عمر بن عبدالعزیز حکومت حجاز سے معزول کر دیئے گئے اور بجائے ان کے خالد بن عبداللہ مکہ معظمہ پر اور عثمان بن حیان مدینہ منورہ پر مامور کئے گئے۔ 95ھ میں حجاج کا انتقال ہوا۔ بعدازاں 96ھ میں ولید کے وجود سے دنیائے اسلام پاک ہوئی۔ اسی برس قتیبہ بن مسلم بوجہ انتقاض سلیمان مارا گیا۔ سلیمان نے بجائے اس کے یزید بن مہلب کو مامور کیا۔ اسی زمانے میں قرہ بن شریک نے بھی رحلت کی تھی۔

ابوبکر بن محمد اور محمد بن یزید

مدینہ منورہ پر ابوبکر بن محمد بن عمر بن خرم، مکہ معظمہ پر عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد بن اسید، قضاء کوفہ پر ابوبکر بن موسیٰ، اور قضاء بصرہ پر عبدالرحمٰن بن اذینہ تھا۔ 97ھ میں سلیمان نے موسیٰ بن نصیر کو حکومت افریقیہ سے الگ کر کے محمد بن یزید قرشی کو مقرر کیا۔ اسی اثناء میں سلیمان فوت ہو گیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے بجائے اس کے اسمٰعیل بن عبداللہ کو مامور کیا۔

یزید بن مہلب اور عدی بن ارطاۃ

طبرستان وجرجان، عہد حکومت سلیمان بن عبدالملک 98ھ میں یزید بن مہلب کے ہاتھ سے تسخیر ہوا تھا۔ 99ھ میں عمر بن عبدالعزیز نے بصرے پر عدی بن ارطاۃ فزاری کو متعین کیا اور یزید بن مہلب کے بحال رکھنے کی ہدایت کی۔ پس عدی نے قضاء بصرہ پر حسن بن ابوالحسن بصری کو اس کے بعد ایاس بن معاویہ کو مامور کیا اور کوفے کی حکومت پر عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن یزید بن خطاب کو اور مدینہ منورہ پر عبدالعزیز بن ارطاۃ کو جبکہ خراسان پر جراح بن عبداللہ حکمی کو مامور کیا۔

عبدالرحمٰن بن نعیم اور عمر بن ہبیرہ

بعدازاں 100ھ میں یہ معزول کر دیا گیا اور عبدالرحمٰن بن نعیم قرشی مامور کیا گیا۔ جزیرہ کا گورنر عمر بن ہبیرہ فزاری اور افریقیہ کا اسمٰعیل بن عبداللہ (بنو مخزوم کا آزاد غلام) اور اندلس کا سمح بن مالک خولانی تھا۔ سنہ ھ میں حکومت افریقیہ سے اسمٰعیل بن عبداللہ کو معزول کیا گیا۔ بجائے اس کے یزید بن ابی اسلم (حجاج کا سیکرٹری) والی مقرر کیا گیا۔ لہٰذا یہی افریقیہ کا برابر والی رہا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔

مسلمہ بن عبدالملک

102ھ میں یزید بن عبدالملک نے اپنے بھائی مسلمہ کو عراق وخراسان کی حکومت عطا کی۔ اس نے اپنی جانب سے خراسان پر سعید بن عبدالعزیز بن حرث بن حکم بن ابی العاص بن امیہ کو مامور کیا۔ اسی کو سعید خذینہ بھی کہا کرتے تھے۔ کچھ مدت کے بعد مسلمہ کی پاس خاطر سے اس کو معزول کر کے ابن یزید بن ہبیرہ کو مامور کیا۔

عبدالرحمٰن بن ضحاک اور عبدالواحد بن عبداللہ

اس نے قضاء کوفہ پر قاسم بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کو اور قضاء بصرہ پر عبدالملک بن یعلی کو مقرر کیا۔ مصر پر قرہ بن شریک کے بعد اسامہ بن زید کو اور خراسان پر ابن ہبیرہ نے سعید حریشی کو بجائے حذیفہ کے مقرر کیا۔ 103ھ میں مکہ ومدینہ کی حکومت عبدالرحمٰن بن ضحاک کو عطا کر دی اور عبدالعزیز بن عبداللہ بن خالد کو حکومت مکہ وطائف سے معزول کیا۔ طائف میں بجائے اس کے عبدالواحد بن عبداللہ بصری امیر بنایا گیا۔

جراح بن عبداللہ اور مسلم بن سعید

104ھ میں یزید نے آرمینیہ پر جراح بن عبداللہ حکمی کو مامور کیا اور عبدالرحمٰن بن ضحاک کو گورنری کے تیسرے سال حکومت مکہ ومدینہ سے

علیحدہ کر کے بجائے اس کے عبدالواحد نضری کو مقرر کیا۔ ابن ہبیرہ نے سعید حریشی کو حکومت خراسان سے سبک دوش کر کے مسلم بن سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو امارت عنایت کی اور عہدہ قضاء کوفہ حسین ابن حسین کندہ کو دے دیا گیا۔

عہد ہشام اور خالد بن عبداللہ قسری

105ھ میں یزید بن عبدالملک مر گیا تو ہشام تخت نشین ہوا۔ اس نے عمر بن ہبیرہ کو معزول کر کے حکومت عراق پر خالد بن عبداللہ قسری کو بھیجا۔ خالد نے مسلم بن سعید کو معزول کر کے اپنے بھائی اسد کو 107ھ میں امیر خراسان بنا کر خراسان بھیجا اور بصرے پر عقبہ بن عبدالاعلیٰ کو اور اس کے قضاء پر ثمامہ بن عبداللہ بن انس کو اور سندھ پر جنید بن عبدالرحمٰن کو مقرر کیا۔

حر بن یوسف اور ابراہیم بن ہشام

انہی دنوں ہشام نے موصل کی حکومت حر بن یوسف کو دی اور عبدالواحد نضری کو حکومت حجاز سے معزول کر کے ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل مخزومی کو مامور کیا۔ مدینہ منورہ کا عہدۂ قضاء محمد بن صفوان جمحی کو دیا گیا۔ پھر کچھ عرصے بعد اس کو معزول کر کے صلت کندی کو قاضی بنایا۔ جراح بن عبداللہ کو حکومت آرمینیہ و آذر بائیجان سے معزول کیا گیا تو بجائے اس کے ہشام نے اپنے بھائی مسلمہ کو آرمینیہ و آذر بائیجان کی گورنری عطا کی۔ اس نے اپنی جانب سے حرث بن عمر الطائی کو والی بنایا گیا۔

یوسف بن عمر اور اشرس بن عبداللہ

108ھ میں یمن کا گورنر یوسف بن عمر تھا۔ 109ھ میں خالد اور اس کا بھائی اسد حکومت خراسان سے معزول کر دیا گیا۔ اس کے بجائے ہشام نے اشرس بن عبداللہ سلمی کو مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ خالد کو اپنا کاتب بنا لینا۔ خالد کی معزولی کا سبب یہ تھا کہ اس نے اپنے بھائی کی جگہ پر حکم بن عوانہ کلبی کو خراسان پر مقرر کر دیا۔ ہشام کو یہ تقرری پسند نہ آئی لہٰذا فوراً خالد کو معزول کر دیا۔

عبیدہ بن عبدالرحمٰن

109ھ میں عامل قیروان بشر بن صفوان وفات پا گیا۔ ہشام نے بجائے اس کے عبیدہ بن عبدالرحمٰن بن اعز سلمی کو مامور کیا۔ لہٰذا اس نے یحییٰ بن سلمہ کلبی کو حکومت اندلس سے علیحدہ کر کے حذیفہ بن اخوص اشجعی کو مامور کیا۔ پھر چھ مہینے بعد اس کو بھی معزول کر کے عثمان بن ابی تسعہ خثعمی کو اندلس کی امارت دی۔

خالد قسری اور جنید بن عبدالرحمٰن

110ھ میں خالد قسری نے بصرے کی امامت پولیس، قضاء اور صیغہ مال کی زمام حکومت بلال بن ابی بردہ کو سونپی اور ثمامہ کو عہدۂ قضاء بصرے سے معزول کر دیا۔ 111ھ میں ہشام نے اشرس بن عبداللہ کو حکومت خراسان سے معزول کر کے جنید بن عبدالرحمٰن بن حرث بن خارجہ بن سنان بن ابی حارثہ مزنی کو مامور کیا اور آرمینیہ پر جراح بن عبداللہ حکمی کو مسلمہ کی معزولی کے بعد مقرر کیا۔ اسی سنہ میں عبیدہ بن عبدالرحمٰن عامل افریقیہ نے عثمان بن ابی تسعہ کو اندلس کی حکومت سے معزول کر کے ہیثم بن عبید کنانی کو مامور کیا۔

سعید حریشی اور عبید بن عبدالرحمٰن

112ھ میں ترکمانوں نے جراح بن عبداللہ والی آرمینیہ کو قتل کر ڈالا تو ہشام نے بجائے اس کے سعید حریشی کو متعین کیا اور ہیثم والی اندلس کے انتقال پر اہل اندلس محمد بن عبداللہ اشجعی کو دو ماہ تک اپنا امیر بنائے رہے۔ بعد ازاں عبیدہ بن عبدالرحمٰن گورنر افریقیہ کی جانب سے عبدالرحمٰن بن

عبداللہ غافقی امیر اندلس مقرر کیا گیا۔ اس نے افرنجہ پر حملہ کیا اور اسی جنگ میں قتل کیا گیا۔ تب عبیدہ نے بجائے اس کے عبدالملک بن قطن فہری کو متعین کیا۔ اس کے بعد عبیدہ بن عبدالرحمٰن حکومت افریقیہ سے الگ کر دیا گیا اور بجائے اس کے عبیداللہ بن حجاب مامور کیا گیا۔ یہ مصر کا والی تھا۔

مروان بن محمد اور خالد بن عبدالملک

114ھ میں یہ داخل افریقیہ ہوا۔ اسی سنہ میں ہشام نے مسلمہ کو حکومت آرمینیہ سے معزول کر کے مروان بن محمد بن مروان کو مقرر کیا اور ابراہیم بن ہشام کو امارت حجاز سے موقوف کر کے مدینہ کی حکومت خالد بن عبدالملک بن حرث بن حکم کو سونپی اور مکہ وطائف کی محمد بن ہشام مخزومی کو۔

عاصم بن عبداللہ

116ھ میں ہشام نے جنید بن عبدالرحمٰن مزنی کو حکومت خراسان سے معزول کر کے اس کی جگہ عاصم بن عبداللہ بن یزید ہلالی کو مقرر کیا۔ اسی سنہ میں عبداللہ بن حجاب نے عقبہ بن حجاج قیسی کو بجائے عبدالملک بن قطن کے امارت اندلس پر روانہ کیا۔ اس نے خلتیہ کو تسخیر کیا۔

خالد بن عبداللہ قسری

117ھ کا دور آیا تو ہشام نے عاصم بن عبداللہ کو حکومت خراسان سے معزول کر کے خالد بن عبداللہ قسری کو اس کی جگہ مامور کیا۔ خالد نے اپنی نیابت اپنے بھائی اسد کو سونپی۔ عبیداللہ بن حجاب نے جسے ہشام نے گورنری مصر سے افریقیہ کی گورنری پر بھیجا تھا بوقت روانگی، مصر پر اپنے لڑکے کو مامور کیا تھا۔ افریقیہ پہنچ کر اندلس پر عقبہ بن حجاج کو، اور طنجہ پر اپنے دوسرے لڑکے اسمٰعیل کو مقرر کیا اور حبیب بن ابی عبیدہ بن عقبہ بن نافع کو جہاد کے لئے بلاد مغرب کی طرف روانہ کیا۔ پس حبیب جہاد کرتا ہوا سوس اقصیٰ اور سرزمین سوڈان تک فتح کرتا چلا گیا۔ بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ پھر 122ھ میں اس نے صقلیہ پر جہاد کیا۔ اکثر شہر فتح کیے۔ تکمیل فتح نہ ہونے پائی تھی کہ کسی ضرورت کی وجہ سے واپس بلا لیا گیا۔ جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔

محمد بن ہشام اور نصر بن سیار

118ھ میں ہشام نے مدینہ منورہ کی حکومت سے خالد بن عبدالملک بن حرث کو معزول کر کے اس کی جگہ محمد بن ہشام بن اسماعیل کو مقرر کیا۔
120ھ میں اسد بن عبداللہ خرانی کے مرنے پر نصر بن سیار مقرر کیا گیا۔ اسی سنہ میں ہشام نے خالد قسری کو کل صوبجات عراقین وخراسان کی حکومت سے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی کو ولایت یمن سے طلب کر کے بجائے خالد کے مامور کیا۔ اس نے نصر بن سیار کو حکومت خراسان پر بحال رکھا۔ تب عہدۂ قضاء کوفہ پر ابن شرمہ، اور قضاء بصرہ پر عامر بن عبیدہ تھا۔ یوسف بن عمر نے ابن شرمہ کو بحستان کی حکومت پر بھیج دیا اور بجائے اس کے کوفے میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو اور قضاء بصرہ پر ایاس بن معاویہ بن قرہ کو مامور کیا۔ اتفاقاً اسی سنہ میں ایاس کا انتقال ہو گیا۔

عبدالملک بن قطن

113ھ میں کلثوم بن عیاض، جس کو ہشام نے جنگ پر آمادہ کیا تھا، اثناء جنگ میں قتل کر دیا گیا اور عقبہ بن حجاج امیر اندلس بھی مر گیا۔ بعض کا بیان ہے کہ اہل اندلس نے یورش کر کے عقبہ بن حجاج کو حکومت اندلس سے سبک دوش کر دیا تھا۔ تب عبدالملک بن قطن دوبارہ حکومت اندلس پر بھیجا گیا۔ جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی

124ھ میں اطراف خراسان میں ابومسلم (داعی بنوعباس) ظاہر ہوا اور اسی سنہ میں بلج نے اندلس پر حملہ کیا اور کچھ عرصہ بعد فوت ہو گیا۔ یہ

ان لوگوں میں سے تھا، جو کلثوم بن عیاض کے ہمراہیوں سے تھے جبکہ بربر نے اس کو قتل کر ڈالا تو یہ اندلس بھاگ گیا تھا۔ خلیفہ ہشام نے اندلس پر ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی کو مقرر کیا اور یہ ہدایت کردی کہ نیابت کا عہدہ حنظلہ بن صفوان کو دینا، مگر اس سے پیشتر بلج کے مرنے پر اہل اندلس نے ثعلبہ بن خزاعہ بن سلامہ عجلی کو اپنا امیر بنالیا تھا۔ لہٰذا جب ابوالخطار حسام بن ضرار کلبی وارد اندلس ہوا، تو اس نے ثعلبہ کو معزول کر کے حنظلہ بن صفوان کو مامور کیا۔ اسی سنہ میں ولید بن یزید نے اپنے ماموں یوسف بن محمد بن یوسف ثقفی کو امارت حجاز کا عہدہ دیا۔

منصور ابن جمہور اور عبداللہ بن عمر

126ھ کے دور میں ولید بن یزید قتل کر دیا گیا اور یزید بن ولید تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس نے حکومت عراق سے یوسف بن عمر کو معزول کر کے منصور ابن جمہور کو متعین کیا۔ منصور ابن جمہور نے اپنے ایک نائب کو خراسان کی جانب روانہ کیا، جس کو نصر بن سیار نے بجائے خراسان کا چارج دینے کے خراسان میں داخل تک نہ ہونے دیا۔ کچھ عرصے بعد یزید بن ولید نے منصور بن جمہور کے حکومت عراق سے معزول کر کے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو گورنری دی۔

عبدالعزیز بن عمرو اور نضر بن سعید حریشی

مدینہ منورہ کی حکومت سے یوسف بن محمد بن یوسف کو معزول کر کے عبدالعزیز بن عمرو بن عثمان کو مامور کیا۔ 127ھ میں عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر نے خروج کر کے کوفے پر تسلط حاصل کرلیا اور مروان نے حجاز پر عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز کو، عراق پر نضر بن سعید حریشی کو مقرر کیا۔ لیکن ابن عمر نے نضر بن سعید حریشی کو حکومت سپرد کرنے سے انکار کیا۔ آپس میں نزاعات کا دروازہ وا ہو گیا۔ ابن عمر خوارج سے جاملا، جیسا کہ اخبار خوارج کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔

یوسف بن عبدالرحمٰن فہری اور عبدالواحد

اسی اثناء میں بنو عباس خراسان پر متولی و متصرف ہو گئے تھے۔ 129ھ میں یوسف بن عبدالرحمٰن فہری بعد نوابہ بن سلامہ کے امیر اندلس مامور کیا گیا، جس کا تذکرہ آئندہ حالات اندلس میں آئے گا۔ اسی سنہ میں مروان نے حجاز کی عبدالواحد کو اور عراق کی یزید بن عمر بن ہبیرہ کو سند گورنری مرحمت کی۔

ابومسلم خراسانی

130ھ میں ابومسلم نے پورے خراسان پر بلا مزاحمت قبضہ کرلیا اور نصر بن سیار اپنا بوریا بستر لپیٹ کر فرار ہو گیا اور 131ھ میں اطراف ہمدان میں مر گیا۔ اسی سنہ میں سیاہ پرچم والے بھی وارد خراسان ہوئے، جن کا سردار قحطبہ تھا۔ ان دنوں ابن ہبیرہ والیٔ عراق تھا۔ فریقین سے لڑائی ہوئی۔ بالآخر ابن ہبیرہ کو شکست اٹھانا پڑی اور اہل خراسان نے ابوالعباس سفاح اول خلیفہ بنو عباس کی بیعت کرلی۔ اس کے بعد عباسیوں نے شام و مصر کو مروان آخری خلیفہ بنو امیہ سے چھین کر اس کو بھی ہلاک کر ڈالا۔ اس کے مارے جانے کے نتیجہ میں بنو امیہ کی حکومت شام و مصر و عرب سے منقرض ہو گئی اور حکومت و خلافت کی زمام بنو عباس کے ہاتھ میں لوٹ آئی۔

والملک لله یوتیه من یشاء من عباده

یہ حالات بنو امیہ کے، ابو جعفر طبری کی کتاب سے خلاصہ کر کے تحریر کیے گئے ہیں۔ اب ہم نے جیسا کہ اپنی کتاب کا نظام قائم کیا ہے اور اس سے قبل وعدہ کر آئے ہیں۔ خوارج کے حالات و اخبار تحریر کرتے ہیں۔

والله المعین لارب غیره

باب:۱۵

خوارج کے تفصیلی حالات

خوارج اور حضرت علیؓ

اس سے قبل ہم جنگ صفین میں تقرر حکمین اور خوارج کے الگ ہونے اور امیر المومنین علیؓ سے بوجہ تقرر حکمین جدا ہونے کے حالات بیان کر آئے ہیں اور یہ کہ جناب محتشم الیہ نے خوارج کے واپس طلب کرنے میں نہایت نرمی و ملاطفت سے کام لیا اور بغرض اظہار حق، بہ کمال دانائی ان لوگوں سے مناظرہ بھی کیا مگر خوارج نے ایک بھی نہ مانا۔ جنگ پر آمادہ ہوئے اور اپنا شعار و ندا "الا حکم الا اللہ" مقرر کر کے عبید اللہ بن وہب راہبی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ امیر المؤمنین علیؓ مقام نہروان پر برسر جنگ آئے۔ ایک خونریز جنگ کے بعد آپ نے سب کو پامال کر ڈالا۔ الا ماشاء اللہ۔

بعدازاں خوارج کے بقیۃ السیف میں سے ایک گروہ انباء کو چلا گیا۔ امیر المومنین علیؓ نے ان کی پامالی کی غرض سے ایک لشکر بھیج دیا۔ جس نے ان کو بھی صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ علاوہ ازیں ایک چھوٹا سا گروہ ہلال میں علیہ کے ساتھ میدان جنگ سے جان بچا کر فرار ہو گیا تھا۔ ان کے استیصال پر آپ نے معقل بن قیس کو مامور فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے ہلال کے تمام ساتھیوں کو قتل کر ڈالا۔ تیسرے گروہ کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیا گیا۔ چوتھے کے ساتھ مدائن میں جنگ ہوئی۔ پانچویں کے ساتھ شہر زور میں۔ غرض یکے بعد دیگرے جہاں جہاں بھی یہ گئے ان کا وہیں پر سر پکڑ کر رگڑ دیا گیا۔ معدودے چند جن میں ذرا دم خم باقی تھا ان کا شریح بن ہانی نے خاتمہ کر دیا۔ رہے ضعیف جن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا اور جو پچاس نفر سے زائد نہ تھے۔ انہوں نے پناہ حاصل کر لی۔ ان صدمات سے خوارج کے گروہ کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔

عبدالرحمٰن بن ملجم

بعدازاں ان میں سے وہ تین اشخاص ایک جگہ پر جمع ہوئے۔ جنہوں نے علی و معاویہ و عمرو بن العاص کے قتل کا بیڑا اٹھایا تھا۔ ان تین افراد میں سے عبدالرحمٰن بن ملجم تو اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا۔ یعنی اس نے امیر المومنین علیؓ کو شہید کر کے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کر لیا۔ باقی رہے اس کے دو ساتھی، تو ان کے ہاتھوں سے معاویہ و عمرو بن العاص صحیح و سلامت بچ رہے۔ 41ھ میں جماعت مسلمین نے متفق ہو کر امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی جس سے امیر معاویہ مستقلاً خلافت اسلام کے خوش نما لباس سے آراستہ و پیراستہ ہو گئے۔

فروہ بن نوفل اشجعی

انہی دنوں فروہ بن نوفل اشجعی نے علی و حسن (رضی اللہ عنہما) سے لاتعلقی اختیار کر لی تھی اور پانچ سو کی جمعیت سے شہر زور میں آ ٹھہرا تھا۔ جب امیر معاویہ کی خلافت کی بیعت ہو گئی تو فروہ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اب اظہار حق کا وقت آ گیا ہے۔ اٹھو اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کو جہاد کرو۔" چنانچہ اپنے گروہ کو ہمراہ لے کر قریب کوفہ نخیلہ میں آ اترا۔ امیر معاویہؓ نے یہ خبر پا کر اہل کوفہ کو فروہ سے جنگ کرنے کا حکم دے دیا۔ اہل کوفہ نے مقابلہ کے قصد سے نخیلہ کی جانب خروج کیا۔ خوارج نے کوفیوں سے درخواست کی کہ "تم درمیان میں نہ پڑو۔ معاویہ کو اور ہم کو باہم نپٹ لینے دو۔" اہل کوفہ نے اس کو منظور نہ کیا۔ تب قبیلہ اشجع فروہ کے پاس جمع ہو گیا اور اس کے ساتھ ہو کر لڑنے کے لئے نکلا۔ کوفے میں بزور جبر گھس پڑا۔

عبداللہ بن ابوالحریشی

خوارج نے اس کے بعد طے سے عبداللہ بن ابوالحریشی کو امیر بنایا۔ اہل کوفے سے ایک گھمسان کی جنگ ہوئی اور ابن ابوالحریشی ان کے ہمراہ تھا۔ بعدازاں خوارج نے حوثرہ بن وداع اسدی کے پاس اجتماع کیا اور ڈیڑھ سو کی جمعیت سے نخیلہ کو بڑھے۔ اس گروہ میں ابن ابوالحریشی کے باقی ماندہ ہمراہی بھی شریک تھے۔ امیر معاویہ نے حوثرہ کے پاس اس کے باپ کو روکنے کے لئے بھیجا۔ لیکن حوثرہ نے نہ مانا۔ امیر معاویہ نے ان کی سرکوبی کو عبداللہ بن عوف کو بسرافسری ایک لشکر جرار کے مامور کیا۔ پس اس نے اس کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو باستثناء پچاس آدمیوں کے مار ڈالا جو جان بچا کر کوفہ پہنچے اور متفرق و منتشر ہو گئے۔ یہ واقعہ جمادی الثانی 41ھ کا ہے۔

ابن نوفل اشجعی کا قتل

اس واقعہ کے بعد امیر معاویہ کوفے میں مغیرہ بن شعبہ کو اپنا نائب مقرر کر کے شام چلے گئے۔ فردہ بن نوفل اشجعی نے میدان خالی سمجھ کر پھر خروج کر دیا۔ مغیرہ نے ایک دستہ سواروں کا اس کی سرکوبی کے لئے مامور کیا جس کا سردار ابن ربعی اور بقول بعض مغفل بن قیس تھا۔ شہرزور میں مقابلے کی نوبت آئی۔ ابن ربعی نے فردہ کو بار حیات سے سبکدوش کر دیا۔

شبیب بن ابجر کا خاتمہ

اس کے بعد مغیرہ نے شبیب بن ابجر کی طرف اس شخص کو روانہ کیا، جس نے اسے قتل کر ڈالا۔ شبیب بن ابجر ابن ملجم کے احباب سے تھا۔ یہی امیر معاویہ کے پاس علی بن ابی طالب کی خوش خبری لے کر آیا تھا۔ امیر معاویہ نے اس خیال سے کہ مبادا یہ مجھ پر بھی اپنا ہاتھ نہ صاف کرے، شبیب کے قتل کا حکم دے دیا۔ شبیب یہ اطلاع پا کر کوفہ کے اطراف و جوانب میں چھپ رہا اور لوگوں کو امیر معاویہ کے خلاف ابھارنے لگا۔ یہاں تک کہ مغیرہ بن شعبہ نے اس کے قتل پر ایک شخص کو مامور کر دیا، جس نے اس کو مار ڈالا۔

معن ابن عبداللہ محاربی کا انجام

بعدازاں مغیرہ کو یہ خبر لگی کہ خارجیوں میں سے چند لوگ حملے کا ارادہ کر رہے ہیں اور ان کا سردار معن ابن عبداللہ محاربی ہے۔ مغیرہ نے معن کو گرفتار کرا کے اسیر کر دیا اور اس سے امیر معاویہ کے لئے خلافت کی بیعت طلب کی۔ معن نے انکار کیا تو مغیرہ نے مار ڈالا۔

ابومریم مولیٰ ابولیلیٰ کا قتل

اس کے بعد مغیرہ پر ابومریم مولیٰ بنی حرث بن کعب نے خروج کیا۔ اس کے ساتھ عورتیں بھی جنگ کے لئے نکلی تھیں۔ مغیرہ نے چند آدمیوں کو ان کے قتل کر ڈالا۔ پھر ابولیلیٰ نے مسجد میں عام لوگوں کے روبرو خروج کا حکم دیا اور اپنے چند خدام کے ساتھ خروج کر دیا۔ مغیرہ نے معقل بن قیس ریاحی کو اس کی بیخ کنی کے لئے متعین کیا۔ چنانچہ 42ھ میں معقل نے اس کو کوفہ کی شہر پناہ کے پاس مار ڈالا۔

سہم بن غانم جہنی کا قتل

ان واقعات کے بعد ابن عامر والی بصرہ پر بصرہ میں سہم بن غانم جہنی نے ستر آدمیوں کی جمعیت سے خروج کیا جس میں حطیم یعنی یزید بن عالک الباہلی بھی تھا۔ بصرہ اور دونوں پلوں کے مابین خوارج نے پڑاؤ کیا۔ اتفاقاً بعض صحابہ کا اس طرف سے گزر ہو گیا جو جہاد سے واپس آ رہے تھے۔ انہوں نے سہم اور اس کے لڑکے اور بھتیجے کو قتل کر ڈالا یہ کہہ کر کہ یہ لوگ مرتد ہو گئے ہیں۔ اس اثنا میں ابن عامر بھی آ پہنچا۔ اس نے بھی ان میں سے زیادہ تر آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور جو باقی رہ گئے انہوں نے پناہ حاصل کر لی۔

حطیم کا خاتمہ

جب 45ھ میں زیاد وارد بصرہ ہوا تو حطیم اہواز کو فرار ہو گیا اور وہاں سے ایک گروہ کو جمع کر کے بصرے کی طرف لوٹا۔ بصرے کے قریب پہنچ کر اس کے ہمراہی بخوف جان اس سے الگ ہو گئے۔ مجبور ہو کر ادھر ادھر جان بچانے کی کوشش کرنے لگا۔ زیاد سے امان طلب کی۔ زیاد نے پناہ نہ دی۔ کسی نے اس کا پتہ بتا دیا۔ زیاد نے گرفتار کرا کے قتل کیا اور اسی کے مکان میں سولی دے دی۔ بعض کے بقول اس کو عبداللہ بن زیاد نے 54ھ میں ہلاک کیا ہے۔

مستورد بن عقلہ تیمی

پھر خارجیوں کا اجتماع کوفے میں مستورد بن عقلہ تیمی (قبیلہ تیم الرباب) حیان بن ضبیان سلمی اور معاذ بن جوبن الطائی کے ہاں ہوا۔ یہ لوگ جنگ نہروان کے بقیۃ السیف تھے جو کسی قدر زخمی ہو کر مقتولین میں دب دبا کر زندہ بچ گئے تھے۔ کوفے میں بعد شہادت امیر المومنین علیؓ بن ابی طالب داخل ہو کر چار سو کی جمعیت سے حیان بن ضبیان کے مکان پر جمع ہوئے اور خروج کی بابت مشورہ اور امارت کے لئے لوگوں کو منتخب کرنے کے لئے غور کرنے لگے۔ چنانچہ بحث ومباحثہ کے بعد سب نے مستورد بن عقلہ تیمی کو امیر بنایا اور ماہ جمادی الثانی میں اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ہنوز خروج کی نوبت نہ آئی تھی کہ مغیرہ نے یہ اطلاع پا کر مستورد کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حیان اور چند لوگ گرفتار ہو گئے جن کو مغیرہ نے قید کر دیا۔ باقی رہا مستورد، وہ بھاگ کر حیرہ پہنچا۔ رفتہ رفتہ خوارج بھی اس کے پاس آ کر اکٹھے ہو گئے۔

جنگ مذار

مغیرہ اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور خوارج کو دھمکیاں دیں۔ معقل بن قیس نے کھڑے ہو کر کہا۔ ''امیر کو کسی جداگانہ انتظام کے کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ ہر سردار اپنے اپنے قبیلہ کا ذمہ دار بنایا جائے۔'' مغیرہ نے اس تجویز کو پسند کر لیا۔ مجلس برخاست ہوگئی۔ صعصعہ بن صوحان، عبدالقیس کے پاس آیا اور یہ جانتا تھا کہ خوارج سلیم بن مخدوج عبدی کے مکان پر آتے، جاتے ٹھہرتے ہیں۔ مگر یہ اپنے بھائی اور خاندان والوں کو مغیرہ کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تن بہ تقدیر تین سو آدمیوں کی جمعیت سے کوفے سے نکل کر صراۃ پہنچا۔ معقل بن قیس نے تین ہزار آدمیوں کو سامان سفر واسباب جنگ فراہم کر کے خوارج کی جنگ پر روانہ کیا (ان پر ان لوگوں کو سردار بنایا جو امیر المومنین علیؓ کے خیر خواہوں سے تھے) اور خود بھی شیعہ کے ساتھ خروج کیا۔ خوارج نے یہ سن کر مدائن کی طرف نہر عبور کرنے کا ارادہ کیا۔ مدائن کے عامل سمال بن عبدالعبسی نے روکا اور ان لوگوں کو بہ شرط اطاعت پناہ دینے کو کہا۔ خوارج نے انکار کیا اور مدائن سے مڑ کر مذار کو روانہ ہوئے۔

بصرے میں ابن عامر تک یہ اطلاع پہنچی۔ فوراً تین ہزار شیعوں کے ساتھ شریک بن اعور حارثی کو روانہ کر دیا۔ اس عرصے میں معقل بن قیس مدائن پہنچا، جب کہ خوارج مذار کو روانہ ہو گئے تھے۔ معقل نے ابوالردع شاکری کو تین سو کی جمعیت سے بطور مقدمتہ الجیش بڑھنے کا حکم دیا۔ ابوالردع نے نہایت سرعت سے منازل طے کر کے خوارج کو مذار میں جا گھیرا۔ جنگ شروع ہوگئی۔ شام ہوتے ہوتے معقل بن قیس بھی بقیہ آدمیوں کو لئے ہوئے پہنچ گیا۔ خوارج کے ایک گروہ نے معقل پر بھی حملہ کر دیا۔ معقل کے ساتھیوں نے نہایت استقلال سے مقابلہ کیا۔ تقریباً نصف شب تک لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر فریقین امید وبیم کی حالت میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے۔ کچھ دیر کے بعد خوارج کو جاسوسوں کے ذریعے معلوم ہوا کہ شریک بن اعور بصرے سے آ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ رہی سہی طاقت بھی جاتی رہی۔ رات ہی کے وقت کوچ کر دیا۔ صبح ہوئی تو میدان جنگ میں صرف معقل کے رکاب کی فوج تھی اور خوارج کے لشکر کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔

معرکہ جرجان

دن چڑھے شریک بن اعور بھی آ پہنچا۔ معقل نے شریک کے مشورہ سے ابوالردع کو بسر افسری چھ سو آدمیوں کے خوارج کے پیچھے روانہ کیا۔

جرجان میں مڈبھیڑ ہوگئی۔ میدان ابوالردع کے ہاتھ رہا۔ خوارج کالشکر شکست کھا کر ساباط کی طرف فرار ہوا اور ابوالردع ان کے تعاقب میں تھا۔ مستورد یہ تاڑ کر کہ معقل کے جان نثار کار آزمودہ سردار ابوالردع کے ساتھ ہیں اپنے گروہ سے الگ ہو کر معقل کی فوج کی طرف لوٹ پڑا۔ ابوالردع کو اس کا احساس نہ ہوا وہ برابر ان کے تعاقب میں چلا جا رہا تھا۔

مستورد اور معقل کا خاتمہ

پس جس وقت مستورد۔ معقل کے لشکر گاہ کے قریب پہنچا اچانک حملہ کر دیا اور نہایت سختی سے لڑنے لگا۔ معقل کے اکثر ساتھی اس ناگہانی حملہ سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اتفاق یہ کہ ابوالردع سے ملاقات ہوگئی۔ ابوالردع سمجھا بجھا کر واپس لایا اور دوبارہ نہایت استقلال و استحکام سے جنگ کی بنیاد قائم کی۔ اثناء جنگ میں مستورد نے لپک کر معقل کے پیٹ میں برچھا مارا۔ معقل نے برچھے کو نکال کر پھینک دیا اور آگے بڑھ کر مستورد کے سر پر تلوار کا ایسا زبردست وار کیا کہ دماغ کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ دونوں حریف تیورا کر گر پڑے اور ایک ساتھ دم توڑ دیا۔ عمر بن محرز بن شہاب تیمی نے بہ ہدایت معقل پرچم کو سنبھالا۔ بعدازاں سنبھل کر لوگوں نے خوارج پر دوبارہ حملہ کر دیا جس سے باستثناء پانچ یا چھ آدمیوں کے ایک شخص بھی جان بر نہ ہوا۔ ابن کلبی کا یہ خیال ہے کہ مستورد قبیلہ بنو رباح کے تیم سے تھا اور بصرے میں بہ زمانہ حکومت زیاد خروج کیا تھا۔ قریب ازدی اور جلف طائی اس کی خالہ کے بیٹے تھے۔ ان دنوں بصرے میں سمرہ بن جندب تھا۔ بنوضبہ کے چند لوگ اور بنو علی سے شبان و بنو راسب برسر مقابلہ آئے اور اس معرکہ میں بڑے بڑے نمایاں کام کئے۔ اثناء جنگ میں قریب مارا گیا۔ عبداللہ بن اوس طائی اس کا کٹا ہوا سر لے کر زیاد کے پاس آیا۔ زیاد اور سمرہ خارجیوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنے لگے اور ان میں سے ایک گروہ کثیر کو مار ڈالا۔

ابن خراش عجلی کا خروج

بعدازاں 52ھ میں ابن خراش عجلی کے تین سو آدمیوں کی جمعیت سے سواد میں زیاد پر خروج کیا۔ زیاد نے سعد بن حذیفہ کو بسر گروہی چند دستہ سواران مقابلہ پر بھیجا۔ جنہوں نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔

حیان بن ضبیان اور معاذ طائی

اسی زمانے میں مستورد کے ساتھیوں میں سے حیان بن ضبیان اور معاذ طائی نے بھی علم بغاوت بلند کیا تھا، جن کی سرکوبی پر وہ لوگ متعین کئے گئے جو ان کے قتل کے باعث ہوئے اور بعض کے بقول خوارج نے امان طلب کر لی تھی اور امان حاصل کرنے کے بعد متفرق و منتشر ہو گئے تھے۔

خوارج اور ابن زیاد

75ء میں مقام بصرہ میں خوارج کے ستر آدمیوں نے عبدالقیس کے قبیلے سے خروج کیا اور طواف کے ہاتھ پر ابن زیاد کے قتل کرنے کی بیعت کی۔ وجہ یہ تھی کہ ابن زیاد نے خوارج کے ایک گروہ کو بصرے میں اسیر کر دیا تھا۔ از انجملہ طواف بھی تھا۔ رہائی یافتہ خوارج کو اس فعل سے شرمندگی ہوئی۔ مقتولین کے ورثاء کے پاس گئے معافی چاہی اور دیت پیش کی۔ ورثاء مقتولین نے لینے سے انکار کیا۔ تب بعض علمائے خوارج نے ان لوگوں کو بدلیل قول اللہ عزوجل "ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا و صبروا ان ربک من بعدھا لغفور الرحیم" جہاد کا فتویٰ دیا۔ لہٰذا ان سب نے جمع ہو کر خروج کر دیا۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ ابن زیاد کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے چند لوگوں کو ان کی سرکوبی کی غرض سے روانہ کیا۔ خوارج ان کو نیچا دکھا کر جلجاء کی طرف چلتے پھرتے نظر آئے۔ ابن زیاد نے جھلا کر پولیس اور جنگی سپاہیوں کو پیش قدمی کا حکم دیا۔ خوارج نے پولیس کو شکست دیدی۔ بعدازاں جب مخالفین کی جمعیت بڑھ گئی تو سب کے سب لڑ کے مر گئے۔ اس واقعہ کے بعد ابن زیاد نے خوارج پر سختی شروع کی۔ ان میں سے ایک گروہ کو ہلاک کر ڈالا۔ از انجملہ عروہ بن ادیہ برادر مرداس اور ادیہ د

جریر بن تمیم وغیرہ تھے۔

جریر بن تمیم کا قتل

جریر بن تمیم نے ایک روز ابن زیاد کو نصیحت کرتے ہوئے کہا "اتبنون بکل ریع اٰیۃ تعبثون" ابن زیاد کو اس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ اس کے ہمراہ اور لوگ بھی ہیں۔ فوراً گرفتار کرا کے بوٹی بوٹی اڑادی۔ ساتھ ہی اس کے، اس کے دونوں بیٹوں کو بھی قتل کرا دیا۔ اس کا بھائی مرداس نامور رؤساء اور مشہور عابدوں اور حاضرین جنگ نہروان میں سے تھا۔ عورتوں کو جہاد میں شریک ہونے کو حرام سمجھتا تھا اور نہ لڑنے والوں سے لڑنے کو برا جانتا تھا۔ اس کی بی بی بنو یربوع کی عورت تھی اور اپنے زمانے کی عابدات سے تھی۔ ابن زیاد نے اس کو بھی گرفتار کرا کے ہلاک کر ڈالا اور خوارج کی جستجو و گرفتاری و قتل میں بہت بڑی کوشش کی۔ لیکن مرداس کو بہ وجہ زہد و عبادت رہا کر دیا۔

مرداس بن تمیم کا خاتمہ

مرداس خوف جان سے اہواز کی جانب چلا گیا۔ جس طرف اس کا گزر ہوتا تھا مسلمانوں کا مال و اسباب چھین کر اپنے ساتھیوں کو دے دیتا تھا۔ جو کچھ باقی رہ جاتا، وہ صاحب مال کو واپس کر دیتا تھا۔ ابن زیاد نے اس کی روک تھام کرنے کو اسلم بن زرعہ کلابی کو دو ہزار پیادوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ اسلم نے ان لوگوں کو شریک جماعت ہونے کو بلایا۔ خوارج نے انکار کیا لہٰذا لڑائی ہوئی۔ اتفاق یہ کہ اسلم اور اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ تب ابن زیاد نے عباد بن علقمہ مازنی کو روانہ کیا جس نے توج میں پہنچ کر تمام خارجیوں کو بحالت نماز، کسی کو رکوع میں، کسی کو سجدے میں قتل کر ڈالا۔ کسی نے اپنی حالت تک نہ تبدیل کی۔ عباد بن علقمہ، ابو ہلال مرداس کا سر لئے ہوئے بصرے کو لوٹا۔

عبیداللہ بن ابی بکرہ اور عروہ بن ادبہ

عبیداللہ بن ہلالی نے بہ ہمراہی تین آدمیوں کے قصر امارت کے پاس دریافت حال کی غرض سے تعرض کیا۔ عباد بن علقمہ کے ساتھیوں نے اس کو مخالف سمجھ کر ہلاک کر ڈالا۔ اس سے اہل بصرہ میں ایک شورش سی پیدا ہوگئی۔ ایک گروہ کثیر جمع ہو کر عباد کے مقابلے پر آیا۔ ان دنوں بصرے کی نیابت پر عبیداللہ بن ابی بکرہ تھا۔ ابن زیاد نے اس کو حکم دیا کہ خارجیوں کو چن چن کر قید کر لو۔ چنانچہ عبیداللہ بن ابی بکرہ نے ایسا ہی کیا اور جس کو قید نہ کیا اس سے ضمانت لے لی۔ اثناء دار و گیر میں عروہ بن ادبہ پیش کیا گیا۔ اس کا کوئی ضامن نہ تھا۔ عبیداللہ نے یہ کہہ کر "میں تیرا ضامن ہوں۔" رہا کر دیا۔ پھر جب ان کی ابن زیاد کے روبرو پیشی ہوئی تو اس نے ان قیدیوں اور ان لوگوں کے بھی قتل کا حکم جاری کیا جو ضمانت پر رہا تھے۔ ان کے قتل کے بعد عبیداللہ بن ابی بکرہ کی طرف متوجہ ہو کر عروہ بن ادبہ کی بابت مواخذہ کرنے لگا۔ بالآخر عبیداللہ نے عروہ کو لا کر حاضر کر دیا۔ ابن زیاد نے اس کے ہاتھ پاؤں قطع کر کے 58ھ میں پھانسی پر چڑھا دیا۔

خوارج اور عبداللہ بن زبیرؓ

ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے کے بعد یزید مر گیا اور عبداللہ بن زبیر کی حکومت مکہ معظمہ میں مستحکم و مستقل ہوگئی۔ اس سے قبل خوارج اس وجہ سے کہ ابن زیاد ان پر سختی کر رہا تھا، بعد قتل ابی ہلال مرداس حسب مشورہ نافع بن ارزق، عبداللہ بن زبیر سے جا ملے تھے بایں خیال کہ عبداللہ بن زبیر لشکر یزید پر جواز جہاد کے قائل تھے۔ اگرچہ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ عبداللہ بن زبیرؓ پوری پوری ہماری رائے کے پابند نہیں ہیں۔ مگر پھر بھی عبداللہ بن زبیرؓ کے ہمراہ ہو کر ان کے مخالفین سے لڑتے رہے۔ پس جب یزید مر گیا اور لشکر میدان جنگ سے واپس آیا تو آپس میں عبداللہ بن زبیرؓ کی رائے کی بابت سرگوشیاں کرنے لگے۔ امیر المومنین عثمانؓ پر طرح طرح کے الزامات قائم کرنے اور ان سے اپنی برأت ظاہر کرنے لگے۔ عبداللہ بن زبیرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے سب کو جمع کر کے ایک بہت طویل خطبہ دیا جس میں شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) اور علیؓ و عثمانؓ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی تعریفیں بیان کیں اور اس امر کی معذرت کی کہ میں ان کے (خوارج کے) خیالات سے مبرا اور بیزار ہوں اور یہ کہ تم لوگ اس امر کے گواہ رہنا کہ میں ابن عفانؓ کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں۔

خارجیوں کی ابن زبیرؓ سے علیحدگی

خوارج یہ سنتے ہی بھڑک اٹھے اور سبھی یک زبان ہو کر بولے: ''اللہ تعالیٰ تمہارے اس قول و فعل سے بری ہے۔'' آپ نے جواب دیا: ''نہیں بلکہ تمہارے افعال و اقوال سے اللہ تعالیٰ بری ہے۔'' ہنوز عبداللہ بن زبیر منبر سے نہ اترنے پائے تھے کہ خارجیوں کا گروہ آپ کے گروہ سے الگ ہو گیا۔ نافع بن ازرق حنظلی، عبداللہ بن صفار سعدی، عبداللہ بن اباض، حنظلہ بن بیہس اور بنو ماخور اور بنو سلیط بن یر موع سے، عبداللہ و عبیداللہ وزبیر بصرے کو چلے (یہ سب قبیلہ تمیم سے تھے) اور بنو بکر بن وائل سے ابو طالوت، ابو فدیک، عبداللہ ابن ثور بن قیس بن ثعلبہ اور عطیہ بن اسود یشکری یمامہ جا پہنچا اور ابو طالوت ہی کی تجویز سے یمامہ پر حملہ کر دیا۔ پھر اس کو وہیں چھوڑ کر نجدہ بن عامر حنفی کی طرف مائل ہو گئے۔

خوارج کے گروہ اور ازارقہ

اسی مقام سے خوارج چار گروہ پر منقسم ہو گئے۔ ایک ازارقہ، یہ لوگ نافع بن ازرق حنفی کے مقلد تھے۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ ہم کل مسلمانوں سے بری ہیں اور وہ سب کے سب کافر ہیں۔ ان سے چھیڑ چھاڑ کرنا۔ ان کے لڑکوں کا قتل کرنا اور ان کی امانتوں کو جائز سمجھ کر صرف کر ڈالنا جائز تھا۔ کیونکہ یہ ان کو کفار میں شمار کرتا تھا۔

دوسرا نجدیہ، یہ ازارقہ کے تمام عقائد میں مخالف تھے۔

تیسرا اباضیہ۔ یہ عبداللہ بن اباض مری کے رائے کے پابند تھے۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ عام مسلمین کا حکم منافقین کا حکم ہے۔ لہٰذا نہ تو یہ فرقہ اول کے عقائد تک بڑھ جاتے تھے اور نہ دوسرے فرقے کے حالات پر قانع رہتے تھے اور نہ مسلمین کے ساتھ مناکحت اور ان کی موارثت کو حرام سمجھتے تھے۔ ان لوگوں کا یہ قول قریب قریب اہل سنت کے قول کے ہے۔ اسی فرقے سے فرقہ بیہسیہ ہے جو ابی بیہس ہیصم بن جابر ضبعی کے مقلدوں میں تھا۔

چوتھا صفریہ۔ یہ فرقہ اباضیہ سے باعتبار عقائد و خیالات کے بہت زیادہ ملتے جلتے ہیں لیکن فرق صرف یہ ہے کہ اباضیہ میں سختی زیادہ ہے لیکن ان میں اس قدر نہیں ہے۔ آگے بڑھ کر ان کے خیالات و عقائد میں تبدیلیاں بھی واقع ہوئی ہیں۔ مؤرخین نے صفریہ کی وجہ تسمیہ میں اختلاف کیا ہے۔ بعض ان کو ابن صفار کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ چونکہ کثرت عبادت کی وجہ سے وہ زرد رنگ ہو گئے تھے۔ اس سبب سے ان کو صفریہ کہنے لگے۔ بہر کیف اس تفرقہ کے پہلے کل خوارج ایک رائے اور عقیدے کے پابند تھے۔ اصولاً اختلاف ان میں نہ تھا۔ صرف چند جزوی اختلافات تھے۔ بعد ازاں نافع بن ازرق، ابو بیہس اور عبداللہ بن اباض میں اختلاف پیدا ہوا۔ خط و کتابت ہوئی جسے مبرد نے کتاب الکامل میں ذکر کیا ہے۔ جس کا جی چاہے اس کتاب کو دیکھ لے۔

ابن ازرق

64ھ میں نافع بن ازرق اطراف بصرہ میں پہنچ کر اہواز میں مقیم ہوا۔ آتے جاتے لوگوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ موقع و محل دیکھ کر مسافروں کو لوٹنے لگا۔ اس زمانے میں بصرے کی حکومت پر عبداللہ بن حرث بن نوفل بن حرث بن عبدالمطلب تھا۔ اس نے نافع کی سرکوبی کرنے کو اہل بصرہ سے مسلم بن عبس کو بہ مشورہ احنف بن قیس روانہ کیا۔ چنانچہ مسلم نے نافع کو اطراف بصرہ سے نکال کر مقام اہواز میں صف آرائی کی۔ مسلم کے میمنہ پر حجاج بن باب حمیری تھا جبکہ میسرہ پر زبیر بن ماخور تمیمی۔ اثنائے جنگ میں پہلے تو مسلم ہلاک کر دیا گیا اور بعد ازاں نافع بن ازرق۔

عبداللہ وعبیداللہ پسران ماخور

اہل بصرہ نے حجاج بن باب حمیری کو اپنا امیر بنایا اور خوارج نے امارت کی ٹوپی عبداللہ بن ماخور کے سر پر رکھ دی۔ کچھ ہی دیر کی جنگ کے بعد حجاج وعبداللہ بھی راہی عالم بقا ہوئے۔ تب اہل بصرہ نے ربیعہ بن اخدم کو اور خوارج نے عبیداللہ بن ماخور کو امارت کی کرسی پر بٹھا کر جنگ جاری رکھی یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ اتفاق وقت سے خوارج کی کمک پر کچھ لوگ آگئے جس سے انہوں نے تازہ دم ہو کر اہل بصرہ پر حملہ کر دیا۔ اہل بصرہ اس ناگہانی حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ربیعہ بن اخدم مارا گیا۔ اہل بصرہ نے بجائے اس کے حارثہ بن بدر کو امیر بنایا۔ حارثہ نہایت تیزی سے منہز مین کو لوٹا کر پھر میدان جنگ میں لایا اور کمال چستی سے لڑ کر خوارج کو پسپا کر دیا اور اس خیال سے کہ مبادا خوارج پھر یورش نہ کریں اہواز میں ڈیرے ڈال دیئے۔

خارجیوں کا بصرے پر حملہ

اس کے بعد عبداللہ بن زبیر نے حکومت بصرہ سے عبداللہ بن حرث کو معزول کر کے قباع یعنی حرث بن ربیعہ کو مامور کیا۔ خوارج نے فی الفور بصرے پر حملہ کر دیا۔ احنف بن قیس نے رائے دی کہ خوارج کی جنگ پر مہلب کو متعین کرنا چاہیے کیونکہ وہی کچھ ان کے دانت کھٹے کرے گا۔ لیکن اس سے پہلے ہی عبداللہ بن زبیرؓ نے مہلب کو خراسان کی گورنری پر بھیج دیا تھا۔ اہل بصرہ نے اس کے متعلق عبداللہ بن زبیر سے خط وکتابت کی۔ عبداللہ بن زبیر نے منظور فرمالیا۔ تب اہل بصرہ نے یہ درخواست کی کہ جن ممالک پر مہلب متصرف ہو جائے ان میں سے جس کی وہ کہے اس کو حکومت دی جائے اور مال وآلات حرب سے اس کی مدد کی جائے۔ عبداللہ بن زبیر نے اس کو بھی قبول کر لیا۔

مہلب اور خارجیوں کی جنگ

چنانچہ مہلب لشکر اسلام سے بارہ ہزار فوج منتخب کر کے خوارج کی طرف براہ پل روانہ ہوا۔ اس اثنا میں حارثہ بن بدر مع ان لوگوں کے جو جنگ خوارج میں ان کے ساتھ تھے آپہنچا۔ حرث بن ربیعہ نے ان کو بھی مہلب کی جانب واپس کر دیا اور حارثہ کشتی پر سوار ہو کر بقصد بصرہ چلا۔ اتفاقاً کشتی نہر میں ڈوب گئی۔ مہلب کے مقدمتہ الجیش پر اس کا بیٹا مغیرہ تھا۔ اس سے اور خوارج کے مقدمے سے لڑائی ہوئی۔ مغیرہ نے خوارج کے مقدمے کو سوق اہواز سے پسپا کر کے مادر تک پیچھے ہٹا دیا۔ تب مہلب سولاف میں مقیم تھا۔ خوارج نے مغیرہ سے شکست کھا کر مہلب کے لشکر پر ایک پرزور حملہ کر دیا جس سے مہلب کے رکاب کی فوج تتر بتر ہوگئی۔ مگر شام ہو جانے کی وجہ سے لڑائی خود بخود رک گئی اور اگلے دن تک بلاکسی تحریک کے لڑائی موقوف رہی۔ اس اثناء میں مہلب فرصت پاکر دجیل کو قطع کر کے عقیل میں آ اترا۔ اس کے بعد وہاں سے کوچ کر کے خوارج کے قریب پہنچ کر مورچہ قائم کر دیا اور اپنے لشکر کے چاروں طرف خندق کھدوالی۔ پترول وجاسوس مقرر کر دیا۔ ایک روز شب کے وقت خوارج کے لشکر سے عبیداللہ بن ہلال وزبیر بن ماخور لشکر مہلب پر شب خون مارنے کے لئے آئے مگر ہوشیار پاکر واپس چلے گئے۔

خارجیوں کی پسپائی

اگلے دن مہلب نے بقصد جنگ خروج کیا۔ ازدتمیم اس کے میمنہ میں تھے جبکہ قبیلہ بکر وعبدالقیس میسرہ میں اور اہل عالیہ قلب میں۔ خوارج کے میمنہ میں عبیدہ بن ہلال یشکری اور میسرہ زبیر بن ماخور تھا۔ فریقین نے نہایت اطمینان واستقلال سے جنگ شروع کی۔ بعد ازاں لحظہ بہ لحظہ اس کی سختی بڑھتی چلی گئی۔ آخر الامر مہلب کے لشکر کے قدم استقامت میدان جنگ سے ڈگمگا گئے۔ سپاہی کمال ابتری سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ منہز مین نے بھاگ کر ربوہ میں دم لیا۔ مہلب نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر اپنے مفرور لشکر کو ندا دی جس سے تقریباً تین ہزار آدمی رک گئے جو اکثر قبیلہ ازد کے تھے۔ مہلب ان کو تسلی اور جوش مردانگی کی داد دیتا ہوا لشکر خوارج پر لوٹ پڑا اور اس شدت سے لڑائی کا آغاز کر دیا کہ خوارج

جواب تک نہ دے سکے۔ عبداللہ بن ماخور اور بہت سے سردار کام آئے۔ باقی جو رہے، انہوں نے اطراف اصفہان و کرمان میں جا کر دم لیا اور زبیر بن ماخور کو اپنا امیر بنایا۔ خاتمہ جنگ کے بعد مہلب اسی مقام پر مقیم رہا۔ یہاں تک کہ مصعب بن زبیر امیر بصرہ ہو کر آیا اور اس نے مہلب کو معزول کیا۔ یہ سرگزشت تو ازارقہ کی تھی۔ اب نجدہ کی کیفیت ملاحظہ ہو۔

نجدہ بن عامر

نجدہ، نجدہ بن عامر بن عبداللہ بن سیار بن مفرج حنفی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ نافع بن ارزق کے ہمراہ تھا لیکن جب خوارج میں افتراق پیدا ہوا تو یہ یمامہ کی جانب چلا آیا۔ ابو طالوت نے اس کو اپنی امارت کی دعوت دی۔ (یہ بکر بن وائل کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا) نجدہ نے اتباع کر لی اور بنو حنیفہ کے شہر حصارم کو جس میں چار ہزار کے قریب رقیق (غلام) تھے لوٹ لیا اور ان سب کو اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا۔ یہ واقعہ 65ھ کا ہے۔ بعد ازاں ایک قافلے سے تعرض کیا جو بحرین سے آ رہا تھا اور ابن زبیر کی خدمت میں جا رہا تھا۔ نجدہ نے اس کو بھی لوٹ کر ابو طالوت کے آگے لا رکھا۔ ابو طالوت نے اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ ان واقعات سے خارجیوں کے ذہن پر یہ مرتسم ہوا کہ ابو طالوت کی نسبت نجدہ زیادہ بہی خواہ ہے اور اس امر کا ذہن نشین ہونا تھا کہ سب کے سب ابو طالوت کے مخالف ہو گئے اور اس کی بیعت توڑ کر نجدہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

نجدہ کی غارت گری

بیعت لینے کے بعد نجدہ نے بنو کعب بن ربیعہ پر چڑھائی کی اور نہایت سختی کے ساتھ ان کو پسپا کیا۔ بعد ازاں وہاں سے لوٹ کر یمامہ کی طرف آیا۔ اس وقت اس کے ساتھ تین ہزار کی جمعیت تھی۔ پھر 67ھ میں یمامہ سے بحرین چلا گیا۔ بحرین میں جس قدر عبدالقیس کے تھے وہ اور چند رؤساء شہر اس سے جنگ کرنے پر تیار ہوئے۔ عطیف میں صف آرائی کی نوبت آئی لیکن پہلے ہی حملے میں عبدالقیس کو شکست ہو گئی۔ نجدہ اور اس کے ہمراہیوں نے کمال بے دردی سے قتل و قید کیا۔ اس کے بعد ایک سریہ خط کی جانب روانہ کیا جو فتح مند ہو کر واپس آیا۔ لہٰذا جب 69ھ میں مصعب ابن زبیرؓ والی بصرہ ہو کر بصرے میں آئے تو انہوں نے عبداللہ بن عمر لیثی اعور کو بیس ہزار کی جمعیت سے نجدہ کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ نجدہ اس وقت عطیف میں تھا۔ فریقین میں لڑائی ہوئی۔ نجدہ نے عبداللہ بن عمر لیثی کو شکست دے کر جو کچھ اس کی لشکر گاہ میں تھا، لوٹ لیا۔

عطیہ بن اسود حنفی

کامیابی کے بعد خوارج سے عطیہ بن اسود حنفی کو عمان پر حملہ کرنے کو بھیجا عمان کا ان دنوں عباد ابن عبداللہ امیر تھا جو ایک معمر وضعیف آدمی تھا۔ عطیہ نے اس کو قتل کر کے عمان پر قبضہ کر لیا اور چند مہینے مقیم رہا۔ بعد ازاں خوارج میں سے کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے عمان سے کوچ کر دیا۔

عطیہ بن اسود کی ہلاکت

جونہی عطیہ عمان سے نکلا اہل عمان نے اس کے نائب کو ہلاک کر کے سعید و سلیمان پسران عباد کو اپنا امیر بنا لیا۔ اس کے بعد عطیہ و نجدہ میں مخالفت پیدا ہو گئی۔ عطیہ نجدہ سے علیحدہ ہو کر عمان چلا آیا۔ مگر اہل عمان نے شہر میں داخل نہ ہونے دیا۔ مجبور ہو کر براہ دریا کرمان کو روانہ ہوا۔ مہلب نے یہ اطلاع پا کر ایک لشکر اس کے تعاقب کو بھیج دیا۔ عطیہ یہ سن کر بجستان کو فرار ہو گیا اور وہاں سے سندھ کو روانہ ہو گیا مگر سواران مہلب نے اس جان باختہ اجل رسیدہ کو جانبر نہ ہونے دیا۔ مقام قندابیل میں گرفتار کر کے مار ڈالا۔

نجدہ اور ابو فدیک

اس فتنہ کے فرو ہونے پر نجدہ نے چند واقف کاروں کو مختلف دیہات اور قصبات کی جانب بعد شکست ابن عمیر روانہ کیا۔ ان لوگوں کی بنو تمیم سے کاظمہ میں جنگ ہوئی اور اہل طوطع نے ان کی امداد کی۔ نجدہ نے جھلا کر ایسے جنگ آوروں وسخت مزاجوں کو مقرر کیا جنہوں نے جبر واکراہ

صدقات وصول کیے۔ پھر نجدہ نے صنعا پہنچ کر اہل صنعا سے بیعت لی اور اپنے مخالفوں سے صدقات وصول کیے۔ اس کے بعد ابوفدیک کو صدقات وصول کرنے کے لئے حضر موت روانہ کیا اور 68ھ میں نو سو آدمیوں کے ہمراہ یا بروایت بعض دو ہزار کی جمعیت سے حج کرنے کو آیا اور صلح ہو جانے کے باعث ایک جانب عبداللہ بن زبیرؓ سے علیحدہ ٹھہرا رہا۔ بعدازاں نجدہ مدینہ منورہ کی طرف گیا۔ اہل مدینہ اس سے آمادہ جنگ ہوئے۔ مجبوراً طائف لوٹ آیا۔ اثناء راہ میں عبداللہ بن عمر بن عثمان کی ایک لڑکی سے ملاقات ہوگئی۔ خوارج نے اس غریب لڑکی کو پکڑ کر نجدہ کے پاس پہنچا دیا اور پھر بہ نظر امتحان نجدہ سے اس لڑکی کے فروخت کرنے کا سوال کیا۔ نجدہ نے کہا: میں نے اس کو آزاد کر دیا۔ اس پر خوارج نے جواب دیا: "تم اس سے عقد کر لو۔" بولا۔ "یہ اپنے نفس کی مختار ہے اور میں تو اس سے عقد کرنا پسند نہیں کرتا۔" رفتہ رفتہ طائف کے قریب پہنچا تو عاصم بن عروہ بن مسعود نے حاضر ہو کر اپنی قوم کی جانب سے بیعت کی۔ نجدہ نے اس کی قوم پر خارزق کو اور اطراف و جوانب نجران پر سعد الطلایح کو امیر مقرر کر کے بحرین کی طرف مراجعت کی اور حرمین میں غلہ و جنس کی فراہمی کو روک دیا۔

نجدہ اور ابن عباس

ابن عباس نے تحریر کیا کہ جب ثمامہ بن اثال دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا اور اس نے مکہ میں رسد و غلہ کی آمد روک دی تھی۔ درانحالیکہ اہل مکہ ان دنوں مشرک تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا تھا کہ اہل مکہ اہل اللہ ہیں لہٰذا ان کی رسد کو نہ روکو۔ چنانچہ ثمامہ نے اس کی تعمیل کی۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ تم نے بھی رسد و غلہ کو روک دیا ہے حالانکہ ہم لوگ مسلمان ہیں۔ نجدہ اس خط کو پڑھ کر شرمندہ ہو گیا اور رسد و غلہ کی ممانعت بند کر دی۔ اس واقعہ کے بعد نجدہ کے ساتھیوں میں اختلاف ہو گیا اس وجہ سے کہ ابوسنان حی بن وایل نے اس کو یہ رائے دی تھی کہ جو شخص براہ تقیہ تمہارا مطیع ہو، اس کے وجود سے اپنی جماعت کو صاف و پاک کر لو۔ نجدہ نے جھڑک کر کہا۔ "ہم تو مامور اس کے ہیں کہ ظاہر حال پر حکم دیں۔"

نجدہ اور عطیہ میں اختلاف

ہنوز یہ امر طے نہ ہونے پایا تھا کہ عطیہ سے اور اس سے، اس بابت چل گئی کہ سریہ خشکی کا سریہ دریا سے غنیمت میں بہتر ہے۔ نجدہ نے طیش میں آ کر گالیاں دیں۔ عطیہ کو اس سے شدید برہمی پیدا ہوئی، مگر اپنے غصے کو ضبط کر کے نجدہ کے سرداروں میں سے ایک شخص پر شراب نوشی کی حد جاری کرنے کی درخواست کی۔ نجدہ نے حد جاری کرنے سے انکار کیا۔

عبدالملک اور نجدہ

اس اثناء میں عبدالملک نے اس سے خط و کتابت شروع کی کہ "تم میری متابعت قبول کر لو میں تم کو یمامہ کی حکومت دے دوں گا اور اس وقت تک جس قدر خونریزی ہو چکی ہے اس سے درگزر کروں گا۔" خوارج کو اس خط و کتابت کا کسی طرح پتہ لگ گیا۔ اس سے اور اسی قسم کی اور چند حرکات سے متہم کر کے عطیہ نے عمان میں نجدہ سے لاتعلقی اختیار کر لی۔

نجدہ کی ہلاکت

کچھ عرصے خوارج نے اس سے بھی منحرف ہو کر ابوفدیک عبداللہ بن ثور (قیس بن ثعلبہ کے ایک شخص کو) اپنا امیر بنا لیا۔ نجدہ خوارج سے الگ ہو کر حجر کے قصبات میں سے ایک قصبہ میں چھپ رہا۔ ابوفدیک نے ہر چند تلاش کی دستیاب نہ ہوا۔ نجدہ یہ اطلاع پا کر بخوف جان اپنے ماموں کے پاس قبیلہ تمیم میں چلا گیا اور وہاں سے سامان سفر درست کر کے عبدالملک کی طرف روانہ ہو گیا۔ اتفاق یہ کہ ابوفدیک کو اس کی بھنک مل گئی۔ فوراً ایک دستہ فوج بھیج دیا جس نے نجدہ کے ساتھیوں کو جنگ کر کے پامال کر ڈالا اور ابوفدیک کے دوستوں میں سے چند لوگوں نے نہایت بے دردی سے نجدہ کو بھی مار ڈالا۔ مسلم بن جبیر نے نجدہ کے بچانے کی کوشش کی۔ خوارج نے اس کو بھی بارہ زخم برچھے کے پہنچائے۔ جس کے صدمہ سے مسلم

اسی وقت مر گیا اور ابو فدیک اپنی قیام گاہ پر اس کو اٹھا لایا۔

عمر بن عبداللہ اور خوارج کی جنگ

68ھ میں مصعب ابن زبیر اپنے بھائی عبداللہ زبیرؓ کی طرف سے والیٔ عراقین ہو کر وارد بصرہ ہوا۔ مہلب ان دنوں والی فارس تھا اور جنگ ازارقہ میں مصروف تھا۔ مصعب نے اس خیال سے کہ مابین میرے اور عبدالملک کے مہلب حائل رہے گا، مہلب کو فارس سے طلب کر کے بلاد موصل، جزیرہ اور آرمینیہ کی حکومت پر روانہ کر دیا اور حکومت فارس و جنگ ازارقہ پر عمر بن عبداللہ بن معمر کو مامور کر دیا۔ اس سے پیشتر خوارج بعد قتل عبداللہ بن ماخور 65ھ میں اس کے بھائی زبیر کو اپنا امیر بنا کر اصطخر کی جانب چلے آئے تھے۔ عمر بن عبداللہ نے حکومت فارس کے زینہ پر قدم رکھتے ہی اپنے لڑکے عبیداللہ کو خوارج کی جنگ پر روانہ کر دیا۔ خوارج نے اس کو مار ڈالا۔

خوارج کی پسپائی

بعد ازاں زبیر امیر خوارج اور عمر بن عبداللہ والی فارس سے چھڑ گئی۔ عمرو بن عبداللہ نے خوارج کو شکست دے کر ان میں سے ستر آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ قطری بن فجاءۃ و صالح بن مخراق محاصرہ توڑ کر مع خوارج نیشاپور کی طرف چلے گئے۔ عمر بن عبداللہ نے نیشاپور میں پہنچ کر لڑائی چھیڑ دی۔ خوارج نے نیشاپور سے شکست اٹھا کر اصفہان کا قصد کیا۔ اصفہان میں اچھی طرح دم نہ لینے پائے تھے کہ تپ ولرزہ نے مزاج پرسی کر لی۔ گھبرا کر عمر بن عبداللہ کے لشکر کے گزرگاہوں سے بچتے ہوئے فارس کو بڑھے۔ ساجوز دار جان ہوتے ہوئے بقصد عراق وارد اہواز ہوئے۔ چونکہ عمر بن عبداللہ والی فارس بھی ان کے پیچھے پیچھے نہایت سرعت سے منازل طے کر رہا تھا اور مصعب کا لشکر پل پر پڑاؤ کیے ہوئے پڑا تھا۔

خوارج کا ظلم وستم

اس وجہ سے زبیر نے خوارج کے ساتھ اہواز سے نکل کر سرزمین صرصر کو طے کیا اور مدائن پر متواتر شب خون مارنے لگا۔ اہل مدائن کے لڑکوں اور مردوں کو قتل کر ڈالتا اور حاملہ عورتوں کے پیٹ پھاڑ پھاڑ کر بچے نکال کر مارتا تھا۔ والی مدائن مقاومت سے عاری ہو کر فرار ہو گیا اور خوارج کا ایک گروہ قتل و غارت کرتا ہوا کرخ تک پہنچ گیا۔ ابوبکر بن مخنف مقابلے پر آیا، لڑائی ہوئی۔ میدان جنگ خوارج کے ہاتھ رہا۔ ابوبکر بن مخنف عین معرکے میں کام آ گیا۔

خوارج کا تعاقب

تب والی کوفہ حرث بن ابی ربیعہ قباع نے خوارج کی سرکوبی کے لئے خروج کیا یہاں تک کہ صراۃ پہنچا۔ اس کے ہمراہ ابراہیم بن اشتر، شبیب بن ربعی، اسماء بن خارجہ، یزید بن حرث اور محمد بن عمیر وغیرہ تھے۔ ان لوگوں نے پل باندھ کر خوارج کی طرف عبور کرنے کی تجویز دی۔ خوارج یہ خبر پا کر مدائن کی طرف لوٹے۔ حرث نے عبدالرحمٰن بن مخنف کو چھ ہزار کی جمعیت سے حدود کوفہ تک خوارج کا پیچھا کرنے کا حکم دیا۔ خوارج بھاگ کر رے پہنچے۔ ان دنوں یزید بن حرث بن رویم شیبانی والی رے تھا۔ اہل خوارج نے جنگ خوارج میں اس کی اعانت نہ کی۔ یزید بن حرث میدان جنگ میں شکست پا کر خارجیوں کے ہاتھ مارا گیا۔

زبیر امیر خوارج کا قتل

اس کے بعد خوارج نے اصفہان کا رخ کیا۔ اصفہان کا امیر عتاب بن ورقاء تھا۔ چند ماہ تک تو اصفہان کا محاصرہ کیے ہوئے شہر پناہ کے دروازے پر روزانہ جنگ کرتے رہے۔ عتاب بن ورقاء طول محاصرہ سے گھبرا کر شہر پناہ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور کھلے میدان خوارج کو لڑ کر شکست دیدی۔ زبیر امیر خوارج ہلاک ہو گیا۔ عتاب نے لشکر خوارج کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ خوارج نے قتل زبیر کے بعد قطری بن فجاۃ مازنی

کے ہاتھ پر بیعت کر لی جس کی کنیت ابونعامہ تھی اور اس کے ہمراہ کرمان کی طرف چلے گئے اور پھر وہاں سے جمع ہو کر اصفہان کی طرف لوٹے۔ اصفہان میں تو داخل نہ ہو سکے، اہواز جا پہنچے اور وہیں قیام کیا۔

خوارج اور مہلب کی جنگ

اسی اثناء میں مصعب نے مہلب کو موصل و جزیرہ وغیرہ کی گورنری سے واپس طلب کر کے جنگ خوارج پر مامور کر دیا اور ابراہیم بن اشتر کو بجائے مہلب کے حکومت موصل و جزیرہ پر روانہ کیا۔ مہلب کے آنے سے اہل بصرہ میں ایک تازہ روح آ گئی۔ چھوٹے بڑے جان فروشی پر آمادہ ہو گئے۔ مہلب نے ایک باقاعدہ لشکر ترتیب دے کر خوارج کا ارادہ کیا۔ مقام سولاف میں مقابلے کی نوبت آئی۔ آٹھ مہینے تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی۔ انہی دنوں مصعب نے عتاب بن ورقاء ریاحی والی اصفہان کو اہل رے پر حملہ کرنے کو لکھ بھیجا کیونکہ ان لوگوں نے یزید بن حرث ابن رویم کا ساتھ نہ دیا تھا۔ چنانچہ عتاب نے اہل رے پر لشکر کشی کی۔ ان دنوں رے پر فرخان حکومت کر رہا تھا۔ فرخان و عتاب سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ بالآخر عتاب نے رے اور اس کے قلعات کو بزور تیغ تسخیر کر لیا اور اس کے اطراف و جوانب کو باغیوں سے پاک صاف کر دیا۔

عبیداللہ بن حر

عبیداللہ بن حر جعفی صلاح و فضل میں اپنی قوم کے عمدہ لوگوں میں سے تھا۔ جب امیر المومنین عثمانؓ بلوائیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے تو اس کو سخت صدمہ ہوا اور امیر معاویہ کے ساتھ امیر المومنین علیؓ کے مقابلہ پر آیا تھا۔ اس کی بیوی کوفے میں رہتی تھی۔ اس کی طویل غیر حاضری کی وجہ سے اس کی بیوی نے ایک شخص سے نکاح کر لیا تھا۔ شام سے واپس آیا تو امیر المومنین علیؓ کے سامنے عبیداللہ اور اس شخص کا مقدمہ پیش ہوا، جس نے اس کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا۔ امیر المومنین علیؓ نے ارشاد کیا: ''تم تو وہی ہونا جو جنگ صفین میں معاویہ کے ہمراہ تھے۔'' عبیداللہ نے عرض کیا: ''ہاں! کیا یہ امر آپ کے عدل کرنے کو روک دے گا؟'' آپ نے فرمایا: ''نہیں!'' عبیداللہ یہ سن کر خوش ہو گیا اور آپ نے اس کی بی بی اس کو واپس کرا دی۔ چنانچہ عبیداللہ مع اپنی بیوی کے شام کو لوٹا۔ پھر بعد شہادت امیر المومنین علیؓ کوفے میں آیا۔ اپنے اعزہ و اقارب سے ملا۔ ان لوگوں نے اس کو علی و معاویہ کی طرف سے بدظن کر دیا۔

عبیداللہ بن حر اور ابن زیاد

جب امام حسینؓ نے جام شہادت نوش فرمایا، تب یہ اس واقعہ عظیمہ قتل میں غائب ہو گیا۔ ابن زیاد نے تلاش کرایا لیکن نہ ملا۔ کچھ عرصہ بعد اتفاق سے ملاقات ہو گئی۔ ابن زیاد ملامت کرنے لگا کہ تو میرے دشمنوں کے ساتھ تھا۔ عبیداللہ انکاری جواب دے کر غصے کی حالت میں اس کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔ عبیداللہ کے چلے آنے کے بعد ابن زیاد نے اپنی شورٰی سے رجوع کیا اور عبیداللہ کو تلاش کرایا مگر ملا نہیں۔ مجبوراً چند لوگوں کو اس کی گرفتاری پر مامور کیا۔ عبیداللہ نے ان لوگوں سے کہا: ''ابن زیاد سے جا کر کہہ دو کہ میں تمہارا مطیع ہو کر ہرگز ہرگز نہ آؤں گا''۔ ابن زیاد کے آدمی جونہی واپس ہوئے عبیداللہ اس مقام سے اٹھ کر احمد بن زیاد طائی کے مکان پر چلا آیا۔ بات کی بات میں اس کے ہمراہی، دوست اور خیر خواہ اس کے پاس جمع ہو گئے۔

عبیداللہ بن حر کا خروج

عبیداللہ نے اسی وقت مدائن کا ارادہ کر دیا۔ مقتل حسین پر پہنچ کر ان کے اور ان کے ساتھیوں کے لئے دعاء مغفرت کی۔ پھر جب یزید مر گیا اور ہر طرف سے فتنہ و فساد نے سر اٹھایا تو اس نے اپنے دوستوں کو جمع کر کے اطراف مدائن میں خروج کر دیا۔ رعایا کے جان و مال سے متعرض نہ ہوتا تھا البتہ شاہی مال و اسباب سے جب کبھی موقع مل جاتا تھا بقدر اپنے اور اپنے ساتھیوں کے روزینہ لے لیتا تھا۔ باقی جو رہ جاتا، اس کو صاحب مال کے

پاس لوٹا دیتا تھا۔ مختار نے اپنی ڈھائی دن کی حکومت میں اس کی بیوی کو کوفے میں قید کر دیا تھا۔ جب یہ اطلاع اس کو ملی تو کوفے میں آیا۔ قید خانے سے اپنی بیوی اور ان لوگوں کو بھی نکال لیا جو اس وقت قید کی مصیبت میں مبتلا تھے۔

عبیداللہ بن حر کی اسیری و رہائی

مختار نے اس پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ابراہیم بن اشتر نے اس رائے سے مخالفت کر کے اس کو ابن زیاد سے جنگ کرنے کے لئے موصل بھیج دیا۔ مگر یہ اس لشکر کے ساتھ نہ گیا بلکہ علیحدہ ہو کر مصعب سے جا ملا اور ان کے ہمراہ ہو کر جنگ مختار میں شریک ہوا اور اس کو اسی نے قتل بھی کیا۔ اس کے بعد مصعب نے اس کو مشتبہ و مشکوک سمجھ کر قید کر دیا۔ مگر مذحج کے چند رؤساء کی سفارش سے آزاد کر دیا۔ یہ لوگ اس کے پاس تہنیت و مبارکباد دینے آئے۔ چلا اٹھا کہ ''کوئی شخص اب مستحق خلافت نہیں ہے اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کی بیعت کا طوق ہماری گردنوں میں ڈال دیا جائے۔ ان کو ہم پر کسی قسم کی فضیلت حاصل نہیں ہے، جس سے یہ لوگ مستحق خلافت سمجھے جائیں۔ یہ تمام خطا کار، غاصب، دنیا پرست اور ضعیف الآخرت ہیں اور ہم مردان جنگ ہیں جو فارس سے نبرد آزما ہوئے تھے۔ افسوس کی بات ہے کہ یہ لوگ ہماری فضیلت اور ہمارے حقوق نہیں پہچانتے۔ خیر اب تو میں کھلم کھلا ان کی عداوت پر کمر باندھتا ہوں۔'' یہ کہہ کر بہ قصد جنگ اٹھ کھڑا ہوا اور قرب و جوار کے قصبات پر حملہ کر دیا۔

مصعب اور ابن حر

مصعب نے سیف بن ہانی مرادی کی زبانی پیام دیا کہ ''تم میری اطاعت قبول کر لو میں تم کو بلاد فارس میں جاگیر عطا کر دوں گا۔'' عبیداللہ نے انکاری جواب دیا۔ مصعب نے ابرد بن مردہ ریاحی کو بسر افسری فوج اس سے جنگ کرنے پر مامور کیا۔ عبیداللہ نے پہلے ہی حملے میں نیچا دکھا دیا۔ تب مصعب نے حریث بن زید کو روانہ کیا۔ اس کو بھی عبیداللہ سے شکست ہوئی اور مارا بھی گیا۔ مصعب نے جھلا کر حجاج بن حارثہ خثعمی اور مسلم بن عمر کو روانہ کیا۔ نہر صرصر پر صف آرائی کی نوبت آئی۔ عبیداللہ نے ان کو بھی مار بھگایا۔ مصعب نے جب اپنی کامیابی کی صورت نہ دیکھی تو کہلا بھیجا کہ ''میں تم کو پناہ بھی دیتا ہوں اور حکومت بھی۔'' لیکن عبیداللہ کی فاتحانہ غیرت نے اس پیشکش کو قبول نہ کیا۔ فرس کی طرف چلا آیا۔ دہقان فرس مع مال و اسباب فرس چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ عبیداللہ نے عین التمر تک پیچھا کیا۔ عین التمر میں ان دنوں بسطام بن معقلہ بن ہبیرہ شیبانی تھا۔ عبیداللہ سے لڑنے کو نکلا۔ اتفاق وقت سے حجاج بن حارثہ بھی آ پہنچا۔ دونوں نے مل کر عبیداللہ پر حملہ کیا۔ عبیداللہ نے دونوں کو پسپا کر کے دہقان فرس کے پاس جو کچھ بھی مال و اسباب تھا لوٹ لیا اور تکریت میں آ کر مقیم ہوا۔ خراج وصول کرتا رہا۔

عبیداللہ بن حر اور عبدالملک

مصعب نے یہ بری اطلاع سن کر اس طرف سے ابرد بن فردہ ریاحی اور جون بن کعب ہمدانی کو بسر افسری ایک ہزار فوج کے عبیداللہ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا اور دوسری طرف سے مہلب نے یزید بن معقل کو پانچ سو کی جمعیت سے ابرد کی کمک کو بھیجا۔ عبیداللہ کے ہمراہ اس وقت تین سو آدمیوں کی جمعیت تھی۔ دو روز تک مسلسل جنگ ہوتی رہی۔ تیسرے روز فریقین خود بخود ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ عبیداللہ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا: ''اب یہاں پر ٹھہرنا قرین مصلحت نہیں ہے۔ دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر لیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو ساتھ لے کر عبدالملک کے پاس چلا جاؤں۔'' ہمراہیوں نے تیاری کر دی۔ پھر کہا ''مجھے خدشہ ہے کہ شاید میں مر جاؤں۔ اور مصعب کو کسی خطرے میں نہ ڈال سکوں۔ بہتر ہے کہ کوفہ چلو۔'' ساتھیوں نے بسر و چشم اس حکم کی تعمیل کی۔ مصعب کا لشکر ہر طرف سے دل بادل کی طرح امڈ آیا اور یہ شیر دل ان کو برابر شکست دیتا جاتا تھا اور اطراف کوفہ و مدائن میں ان کو قتل کر رہا تھا۔ غرض سواد میں ان کی ذات سے ہل چل سی پڑی ہوتی تھی۔ وقتاً فوقتاً خراج بھی وصول کر لیتا تھا۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر عبدالملک کے پاس چلا گیا۔ عبدالملک نے نہایت تعظیم و توقیر کی۔ اپنے برابر تخت پر بٹھایا۔ ایک لاکھ درہم اس کو بطور انعام مرحمت کئے اور اس کے ہمراہیوں کے وظائف مقرر کر دیئے۔

عبیداللہ بن حر کا انجام

ایک روز عبیداللہ نے عبدالملک سے یہ درخواست کی کہ ''آپ میرے ساتھ ایک لشکر مصعب سے جنگ کرنے کو روانہ کیجئے۔'' عبدالملک نے جواب دیا ''تم اپنے ہمراہیوں کو یا جن لوگوں کو تم بلا سکو جنگ مصعب پر لے جاؤ۔ میں تمہاری کمک پر پیادوں کی فوج بھیج دوں گا۔'' عبیداللہ اس پشت پناہی پر کوفے کو روانہ ہو گیا اور اطراف انبار میں پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا اور اپنے ہمراہیوں کو کوفہ جانے کی اس غرض سے اجازت دے دی کہ اس کے دیگر ساتھیوں کو اس کے آنے کی خبر کر دیں۔ حرث بن ربیعہ والی کوفہ نے یہ خبر پا کر ایک عظیم الشان لشکر جنگ کے لئے بھیج دیا۔ عبیداللہ نے نہایت مردانگی سے مقابلہ کیا۔ چونکہ اثنائے جنگ میں اس کے ہمراہی اس سے علیحدہ ہو گئے اور کثرت زخم نے بھی اس کے بدن کو چور چور کر دیا تھا۔ اس وجہ سے دریا میں کود پڑا۔ دو چار ہاتھ تیر کے ایک کشتی پر سوار ہو کر چل کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ وسط فرات تک پہنچ گیا۔ قضا کار مصعب کے سواروں کا ایک دستہ کشتی پر سوار ہو کر عبیداللہ کی کشتی کے پاس پہنچ گیا۔ عبیداللہ نے گھبرا کر خود کو دریا میں ڈال دیا۔ سواروں نے اس جان باختہ اجل رسیدہ کو جانبر نہ ہونے دیا اور تیر مار کر ڈبو دیا۔

خارجی گروہ اور عبدالملک

جس وقت عبدالملک نے کوفہ کی حکومت خالد بن عبداللہ کو دی اور مہلب ان دنوں ازارقہ سے جنگ میں مصروف تھا اس کو خراج اہواز پر مامور کیا اور اپنے بھائی عبدالعزیز کو بہ ہمراہی مقاتل بن مسمع جنگ خوارج پر روانہ کر دیا۔ خوارج یہ سن کر اطراف کرمان سے دارا بجرد چلے آئے اور یہاں سے قطری بن فجاۃ نے صالح بن مخراق کو نو سو فوج کے ہمراہ پیش قدمی کا حکم دیا۔ اتفاق وقت عبدالعزیز شب کے وقت بلا ترتیب لشکر بغیر ارادہ جنگ آ پہنچا۔ جنگ چھڑ گئی۔ مقاتل بن مسمع مارا گیا۔ منذر بن جارود کی بیٹی عبدالعزیز کی زوجہ کو قید کر لائی۔ خوارج نے اس کو ہلاک کر ڈالا۔ عبدالعزیز مع اپنے ہمراہیوں کے بھاگ کر رام ہرمز پہنچا۔

مہلب اور خارجیوں کی جنگ

خالد بن عبداللہ نے اس واقعہ سے عبدالملک کو آگاہ کیا۔ عبدالملک نے فوراً اپنے بھائی کو جنگ خوارج سے معزول کر کے بجائے مہلب کے خراج اہواز پر مقرر کیا اور خالد کو یہ حکم دیا کہ تم ہمراہی مہلب جنگ خوارج پر روانہ ہو جاؤ۔ ساتھ ہی اس کے کوفے میں بشر کے نام یہ پیغام بھیجا کہ مہلب کی پانچ ہزار آدمیوں سے جس کو وہ پسند کرے امداد کرو اور جب اس کو جنگ خوارج سے فراغت حاصل ہو تو رے میں چلے آنا اور بطور مسلحہ مقیم رہنا۔ چنانچہ بشر نے پانچ ہزار آدمیوں کا ایک لشکر ترتیب دے کر بسرافسری عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث مہلب کی طرف روانہ کیا اور رے کی حکومت کی ایک سند لکھ کر عبدالرحمٰن کو مرحمت کر دی۔ انہی دنوں تعمیل حکم عبدالملک خالد بھی مع اہل بصرہ اور مہلب کے بصرے سے نکل کھڑا ہوا۔ مقام اہواز میں سب کا اجتماع ہوا۔ اس عرصے میں ازارقہ بھی آ پہنچے اور کشتیوں کو جلا دیا۔ مہلب کے کہنے کے مطابق عبدالرحمٰن بن محمد نے اپنے لشکر کے چاروں طرف خندق کھدوالی۔ بیس روز دونوں فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے پڑی رہیں۔ اکیسویں شب کو خوارج نے حملہ کیا۔ لیکن کثرت مخالفین اور خندق کے باعث پسپا ہو کر بھاگے۔ خالد نے داؤد بن قحذم کو ان کے تعاقب پر مامور کر دیا اور بصرے میں واپس آ کر ایک اطلاعی عرضداشت عبدالملک کی خدمت میں روانہ کر دی۔ عبدالملک نے اپنے بھائی بشر کو خط لکھ بھیجا کہ لشکر کوفہ سے چار ہزار فوج فارس کی طرف روانہ کر دو کہ ازارقہ کے تعاقب میں داؤد بن قحذم کی مدد کریں۔ بشر نے فوراً چار ہزار فوج کو بسرافسری بشر بن عتاب فارس کی طرف بھیجا جو نہایت تیزی سے مسافت طے کر کے داؤد بن قحذم سے جا ملی اور اس کے ساتھ مل کر خوارج کے تعاقب میں شریک ہوئی یہاں تک کہ اس کو بہت سے مصائب کا سامنا ہوا اور عام لشکری اہواز کی جانب پیادہ پا لوٹ آئے۔

ابو فدیک کا خروج

بعدازاں بنو قیس بن ثعلبہ سے ابو فدیک نے خروج کر کے بحرین پر قبضہ کرلیا اور نجدہ بن عامر حنفی کو قتل کر ڈالا (جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں) اور خالد کو شکست دیدی۔ خالد نے عبدالملک کو لکھ بھیجا۔ عبدالملک نے عمر بن عبیداللہ بن معمر کے نام ایک فرمان اس مضمون کا بھیج دیا کہ اہل کوفہ وبصرہ کو جنگ ابو فدیک پر تیار کر کے ایک لشکر مرتب کرلو اور جنگ خوارج پر چلے جاؤ۔ چنانچہ عمر بن عبیداللہ کی تحریک سے دس ہزار آدمی اکٹھے ہو گئے۔ عمر بن عبیداللہ نے ان کو آلات حرب سے مسلح کر کے خوارج کی جانب کوچ کر دیا۔ اہل کوفہ میمنہ میں تھے جن کا افسر محمد بن موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ تھا اور اہل بصرہ میسرہ میں، اس کے بھتیجے عمر بن موسیٰ کی ماتحتی میں تھے۔ قلب لشکر میں خود تھا۔ رفتہ رفتہ یہ لشکر بحرین پہنچا، اور صف آرائی کر کے ابو فدیک اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ پہلے ہی حملے میں ابو فدیک کا میسرہ پیچھے ہٹا اور یہ لوگ جوش کامیابی میں آگے بڑھتے چلے گئے مگر مغیرہ بن مہلب، مجاعہ، عبدالرحمٰن اور لشکر سواران اہل کوفہ کی طرف میمنہ میں آملے۔ اس اثناء میں اہل میسرہ واپس ہوئے اور اہل میمنہ نے خم ٹھونک کر خارجیوں پر حملہ کر دیا۔ ان کے قدم استقامت میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ اہل میمنہ ان کی لشکرگاہ میں گھس پڑے اور جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ ابو فدیک کو ہلاک کر ڈالا اور اس کے ساتھیوں کو ایک خندق میں گھیر لیا یہاں تک کہ وہ مجبور ہو کر نکلے۔ پس ان لوگوں نے ان میں سے چھ ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور آٹھ سو کو گرفتار۔ یہ واقعہ 73ھ کا ہے۔

کوفی لشکر کی واپسی

اس واقعہ کے بعد عبدالملک نے اپنے بھائی بشر کو حکومت بصرہ پر مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ مہلب کو جنگ ازارقہ پر بھیج دو اور جن جن کو اہل بصرہ میں سے مہلب پسند کرے ان کو اس کے ساتھ کر دو اور لڑائی میں اس کو اس کی رائے پر چھوڑ دو۔ ہاں البتہ کوفے سے بھی ایک عظیم الشان لشکر اس کی کمک پر بسرافسری ایسے شخص کے روانہ کرنا جس کو لڑائی کا بخوبی تجربہ ہو۔ مہلب نے انتخاب فوج کی غرض سے جدیع بن سعید بن قبیصہ کو مامور کیا۔ بشر نے اس حکم کی تعمیل کی، لیکن یہ حکم شاق گزرا۔ اس خیال سے کہ مہلب کی تقرری عبدالملک کی جانب سے ہوئی اور اس سے اس کے دل کو صدمہ پہنچا۔ لشکر کوفہ پر عبدالرحمٰن بن مخنف کو مامور کر کے روانہ کر دیا اور اس کو در پردہ یہ ہدایت کر دی کہ جنگ میں مہلب سے مشورہ نہ لینا اور جہاں تک ممکن ہو اس سے کشیدگی پیدا کرنا۔ مہلب ان باتوں سے بےخبر رام ہرمز پہنچا۔ خوارج بھی دوسری جانب سے آ گئے اور عبدالرحمٰن بن مخنف نے مع اہل کوفہ پہنچ کر ایک میل کے فاصلے پر خیمہ نصب کرایا کہ جہاں سے دونوں لشکر نظر آتے تھے۔ اس کے بعد یہ خبر آئی کہ بشر بن مروان نے خالد بن عبداللہ بن خالد کو بصرے میں اور کوفے میں عمر بن حریث کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔ جونہی یہ اطلاع مشہور ہوئی ایک گروہ کثیر اہل بصرہ وکوفہ کا لشکر مہلب سے الگ ہو کر اہواز چلا آیا۔ خالد بن عبداللہ نے ہر چند تاکیداً لکھا، دھمکایا مگر کسی نے مطلق توجہ نہ کی۔

اہل کوفہ، کوفہ کی طرف چلے آئے۔ عمر بن حریث نے بہت نصیحت وفضیحت کی اور مہلب کے پاس لوٹ جانے کو کہا اور کوفے میں داخل ہونے کی ممانعت کر دی لیکن ایک بھی پیش نہ گئی۔ دن کو تو کوفے میں نہ گئے مگر رات ہوتے ہی سب کے سب اپنے اپنے گھروں میں جا ٹھہرے۔

حجاج بن یوسف کا خطبہ

جب 75ھ میں حجاج امیر عراقین ہو کر آیا تو اس نے اہل کوفہ کو جمع کر کے کوفہ میں ایک بلیغ خطبہ دیا جو نہایت مشہور ومعروف ہے جس کے بعض فقروں کا یہ مضمون تھا۔ ''مجھے پتہ چلا ہے کہ تم لوگ مخالف وگنہگار ہو کر مہلب کو چھوڑ کر اپنے شہر چلے آئے تھے۔ واللہ میں اس کے لشکریوں میں سے جس کو آج کے تیسرے دن کوفے میں پاؤں گا، اس کی گردن اڑا دوں گا، اس کے گھر کو لوٹ لوں گا اور اس کے مال واسباب کو ضبط کرلوں گا۔''

حجاج نے یہ کہہ کر واقف کاروں کو بلا کر حکم دیا کہ لوگوں کو مہلب کے پاس بھیج دو اور ان لوگوں کے پہنچنے کی رسید مہلب کی دستخطی میرے سامنے لا کر پیش کرو اور دیکھو پل کا دروازہ بند نہ کیا جائے جب تک کہ لشکریان مہلب کوفے سے باہر نہ چلے جائیں۔

عمر بن ضابی کا انجام

عمر بن ضابی نامی ایک آدمی نے اس حکم کی تعمیل نہ کی اور گھر بیٹھ رہا۔ اس کی نسبت بیان کیا گیا کہ یہ شخص قاتلین عثمانؓ سے ہے۔ حجاج نے اس کو گرفتار کرا کے قتل کر ڈالا۔ میعاد مقررہ تمام نہ ہونے پائی تھی کہ لشکریان مہلب کوفہ سے جوق جوق نکل پڑے۔ پل پر ایک اژدہام ہو گیا۔ اگلے روز سب کے سب مہلب کی طرف روانہ ہو گئے اور ان کے ہمراہ حجاج کے بھیجے ہوئے واقف کار بھی مہلب کے پاس پہنچ گئے اور ان لوگوں کے پہنچنے کی رسید اس سے لے لی۔

عبدالرحمٰن بن مخنف کا خاتمہ

بعد ازاں مہلب نے حسب حکم حجاج، خوارج سے جنگ چھیڑ دی اور ان کو ایک خفیف جنگ کے بعد کازرون کی طرف پسپا کر دیا۔ مہلب و ابن مخنف بھی ان کے پیچھے پیچھے کازرون جا پہنچے۔ مہلب نے مزید احتیاط کے خیال سے اپنے لشکر کے اردگرد خندق کھدوالی لیکن ابن مخنف نے جوش مردانگی میں آ کر خندق نہ کھدوائی۔ خوارج نے شب کے وقت پہلے لشکر مہلب پر حملہ کیا۔ مگر ان کو چوکس پا کر ابن مخنف کی طرف جھک پڑے۔ ابن مخنف کے ہمراہی اس اچانک حملے سے گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے مگر ابن مخنف برابر لڑتا رہا یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ بعض نے اہل کوفہ کا یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ جس وقت ان لوگوں نے خوارج کو جنگ پر ابھارا اور وہ لوگ مہلب کی طرف بڑھے اور مہلب بہ حالت اضطرار اپنی لشکر گاہ کو لوٹا تو عبدالرحمٰن بن مخنف نے اپنے عام لشکریوں کو مہلب کی کمک پر روانہ کر دیا اور خود تھوڑی سی فوج کے ساتھ مورچہ پر ٹھہرا رہا۔ خوارج ابن مخنف کی کمی جماعت کا احساس کر کے ابن مخنف پر ٹوٹ پڑے۔ ابن مخنف مع قراء اور اپنے اکہتر (71) ساتھیوں کے کمر ہمت باندھ کر میدان جنگ میں کود پڑا۔ اور داد مردانگی دے کر مع اپنے ہمراہیوں کے جان بحق ہوا۔

دوسرے روز مہلب آیا۔ نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا اور ایک اطلاعی خط حجاج کے پاس روانہ کر دیا۔ حجاج نے عبدالرحمٰن بن مخنف کے لشکر پر عتاب بن ورقاء کو مقرر کیا اور مہلب کی اطاعت کی ہدایت و تاکید کر دی۔ بظاہر عتاب نے اس ہدایت کو منظور کر لیا مگر اس کا دل اس سے خوش نہ ہوا۔ ایک روز مہلب اور عتاب سے کچھ جھگڑا ہو گیا۔ مہلب نے مارنے کی غرض سے چھڑی اٹھائی۔ مغیرہ بن مہلب نے لپک کر چھڑی چھین لی۔ عتاب نے حجاج کو اس کی شکایت تحریر کی اور واپس چلے جانے کی اجازت چاہی۔ اتفاق سے شبیب کا واقعہ پیش آ گیا جس کی وجہ سے عبدالرحمٰن بن مخنف بلا لیا گیا اور مہلب بدستور اسی مقام پر باقی رہ گیا۔

ابن سرح تمیمی کا خروج

متذکرہ بالا واقعات کے بعد صالح بن مسرح تمیمی نے (بنو امراء القیس بن زید مناۃ سے) خروج کیا۔ یہ شخص فرقہ صفریہ کے عقاید کا پابند اور عابد و زاہد تھا۔ سرزمین موصل و جزیرہ میں اکثر قیام پذیر رہتا تھا۔ اس کے تلامذہ بھی تھے جنہیں یہ قرآن و فقہ کی تعلیم دیتا تھا۔ کبھی کبھی کوفے میں اپنے احباب اور شاگردوں سے ملنے کو آ جاتا تھا وہ لوگ اس کی ضروریات فراہم کر دیتے تھے۔ حجاج کو اس کی خبر لگی۔ گرفتاری پر لوگوں کو مامور کیا۔ صالح کوفہ چھوڑ کر اپنے شاگردوں کے پاس موصل چلا آیا اور ان لوگوں کو خروج کی ترغیب دینے لگا۔ اس اثنا میں شبیب بن یزید بن نعیم شیبانی کا ایک خط آ پہنچا جس میں اس نے جنگ کرنے کی ترغیب دی تھی۔ صالح نے جواباً تحریر کیا۔ ''میں تمہارے ہی انتظار میں ہوں جس قدر جلد ممکن ہو جلد آ جاؤ۔ میں ہمہ تن خروج پر آمادہ ہوں۔'' شبیب اپنے چند دوستوں کے ہمراہ جن میں اس کا بھائی مصاد اور محلل بن وائل یشکری تھا آ پہنچا۔ اور صالح کے اتفاق رائے سے ماہ صفر 76ھ میں خروج کر دیا۔ لشکریوں کو قبل جنگ دعا کرنے کی ہدایت کی اور خون ریزی اور مال و اسباب کے لوٹنے کا ان کو اختیار دے دیا۔ اتفاقاً جزیرے میں محمد بن مروان کی سواری کے جانور مل گئے جن کو ان لوگوں نے گرفتار کر کے اپنے ساتھیوں کو سوار کرا دیا۔ محمد بن مروان والی جزیرہ کو خوارج کے خروج اور ان کی اس بے جا حرکت کی اطلاع ہوئی تو اس نے سرکوبی کو ایک ہزار کی جمعیت سے عدی بن عدی کندی کو مقرر

کیا۔ لہٰذا اس نے حران سے نکل کر خوارج کا رخ کیا۔ چونکہ صلح پسندی مزاج میں زیادہ تھی اس وجہ سے جنگ خوارج کو پسند نہ کرتا تھا۔ قبل آغاز جنگ ایک قاصد خوارج کے پاس بھیجا۔ ان لوگوں نے ایلچی کو قید کر دیا اور خود مسلح ومرتب ہو کر عدی کے سر پر آ پہنچے۔

عدی اس وقت نماز چاشت پڑھ رہا تھا۔ جوں توں نماز پوری کر کے بلا قصد جنگ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اس کی فوج بھی بے ترتیبی کے ساتھ میدان میں آ گئی۔ خوارج کے میمنہ پر شبیب تھا اور میسرہ پر سوید بن سلیم۔ خوارج نے حملہ کیا۔ عدی کو شکست ہوئی۔ خوارج نے عدی کی لشکر گاہ کو لوٹ لیا اور آمد تک پیچھا کرتے چلے آئے۔ محمد بن مروان نے یہ خبر پا کر خالد بن حر سلمی اور حرث بن جعونہ عامری کو بسر افسری ڈیڑھ ڈیڑھ ہزار فوج کے دو مختلف راستوں سے بھیجا اور یہ ہدایت کر دی کہ تم میں سے جو شخص میدان جنگ میں فاتح ہو گا وہی اپنے دوسرے ہمراہی کا امیر اور سردار لشکر سمجھا جائے گا۔ صالح کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے شبیب کو حرث کی طرف روانہ کیا اور خود خالد پر حملہ آور ہوا۔ میدان کارزار بہت سختی سے گرم ہو گیا۔ محمد بن مروان کے لشکر نے پہلے سے خندق کھود لی تھی اور مورچہ قائم کر رکھا تھا۔ خواہ مخواہ خارجیوں کو پسپا ہونا پڑا۔ سرزمین جزیرہ وموصل کو دسکرہ تک طے کر گئے۔ حجاج نے اس شکست سے مطلع ہو کر حرث بن عمیرہ ابن ذی الشعار کو تین ہزار فوج کوفہ کی جمعیت سے روانہ کیا۔ مابین موصل و صرصر کے ملاقات ہوگئی۔ خوارج کے ہمراہ اس وقت صرف نوے آدمی تھے۔ سوید بن سلیم کو شکست ہوئی۔ صالح بن مسرح مارا گیا۔ شبیب زمین پر گر پڑا لیکن پھر سنبھل کر اٹھا اور صالح کی لاش پر کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں کو پکارنے لگا۔ ستر (70) آدمی کے قریب جمع ہو گئے۔

شبیب کا فرار

شبیب مع ان لوگوں کے ایک قلعہ میں جو اس مقام پر تھا جا کر روپوش ہو گیا۔ حرث نے قلعہ کا محاصرہ کر کے دروازے کو جلا دیا اور اس ارادے سے کہ صبح ہوتے ہی جنگ چھیڑ دی جائے گی، اپنی لشکر گاہ میں لوٹ آیا۔ شبیب نے اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ ''تم اپنے دوستوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو اور ہمارے ساتھ خروج کرو۔'' خوارج نے اس کی بیعت کی اور آگ کو مشتعل ہونے کے خیال سے بجھا کر رات ہی کے وقت خروج کر دیا۔ حرث اس اچانک حملے سے گھبرا کر اٹھا اور اپنے ہمراہیوں کی تیاری کا حکم دے دیا۔ ہنوز وہ تیار نہ ہونے پائے تھے کہ لشکر کا ایک حصہ پسپا ہو کر مدائن کی طرف بھاگا اور شبیب ان کے مال واسباب کو لوٹتا ہوا سرزمین موصل کی جانب چلا گیا۔

شبیب اور سلامہ بن سنان

شبیب نے ملک موصل میں پہنچ کر سلامہ بن سنان تیمی سے ملاقات کی۔ سلامہ بن سنان کا فضالہ نامی ایک سپاہی خوارج کے اکابرین میں سے تھا۔ صالح کے خروج سے پیشتر اٹھارہ آدمیوں کی جمعیت سے خروج کر کے ماء بنی غزہ پر ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ بنی غزہ نے موقع پا کر ان سب کو ہلاک کیا اور سب کا سر اتار کر سرخروئی کے خیال سے عبدالملک کے پاس لے گئے تھے۔ شبیب نے جب سلامہ کو خروج کرنے پر ابھارا تو اس نے یہ شرط رکھی کہ تیس سواروں کو منتخب کر کے میرے ہمراہ بنو غزہ پر حملہ آور ہو اور ان سے میرے بھائی کے خون کا بدلہ لو۔ شبیب نے یہ شرط قبول کر لی۔ بنو غزہ پر چڑھ گیا اور نہایت سختی وبے رحمی سے یکے بعد دیگرے اکثر بنو غزہ کو قتل کیا۔ بعد ازاں ستر آدمیوں کے ہمراہ داران پہنچا۔ بنو شیبان کا ایک گروہ جو تعداد میں تین ہزار کا تھا، بھاگ کھڑا ہوا اور ایک دیر خراب میں مقام محفوظ سمجھ کر قیام کیا۔ ایک دن شبیب کسی ضرورت سے اپنے بھائی مضاد بن یزید کو اپنا نائب بنا کر کہیں چلا گیا۔ مضاد نے ان کے تیس شیوخ کو موت کے گھاٹ اتار ڈالا جس میں حوثرہ بن اسد بھی تھا۔ مجبور ہو کر بنو شیبان نے اس غرض سے پناہ طلب کی کہ حاضر ہو کر ان کی دعوت کو سنیں۔ مضاد نے اس کو قبول کر کے نکلنے اور آنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ کل بنو شیبان جو اس وقت محاصرے میں تھے، مضاد کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ اس اثنا میں شبیب آ پہنچا اور بنو شیبان کے اس فعل سے اپنی خوشنودی ظاہر کر کے انہی میں سے ایک منتخب کردہ کے ساتھ آذربائیجان کا ارادہ کر دیا۔

سفیان بن ابی العالیہ اور شبیب کی جنگ

اس سے قبل حجاج نے سفیان بن ابی العالیہ خثعمی کو بسر افسری ایک ہزار سواروں کے طبرستان کے محاصرے پر بھیج دیا تھا۔ شبیب کے ارادے

سے مطلع ہو کر سفیان بن ابی العالیہ کو واپس بلا بھیجا (سفیان اہل طبرستان سے صلح کر کے واپس ہوا اور مقام دسکرہ میں پہنچ کر قیام کر کے امداد کا خواست گار ہوا) اور حرث بن عمیرہ ہمدانی قاتل صالح کو معہ لشکر کوفہ و فارس کے اور سورہ بن حر تمیمی کو بھی طلب کر لیا۔ سفیان بلا انتظار حرث و سورہ شبیب کی جستجو میں نکل کھڑا ہوا۔ مقام خانقین میں آمنا سامنا ہو گیا۔ شبیب نے ایک کمین گاہ میں اپنے بھائی کو بٹھا کر لڑائی شروع کر دی اور آہستہ آہستہ لڑتا ہوا پیچھے ہٹا۔ سفیان جوش مردانگی میں دامن کوہ تک تعاقب کرتا چلا گیا۔ جب کمین گاہ سے آگے بڑھا تو شبیب نے پلٹ کر اور اس کے بھائی نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کیا۔ سفیان کا لشکر بلا جنگ کیے ہوئے شکست کھا کر بھاگا لیکن سفیان دو سو کی جمعیت سے نہایت استقلال سے لڑتا رہا۔ سوید بن سلیم نے سفیان پر نیزے کا وار کیا۔ سفیان نے خالی دے کر تلوار چلائی۔ سوید روک کر ساتھ لپٹ گیا۔ سفیان نے کمر میں ہاتھ ڈال کر پٹک دیا۔ اسی دوران شبیب آ پہنچا۔ سفیان و سوید ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ سفیان گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ نکلا۔ رفتہ رفتہ بابل مہروز پہنچا اور حجاج کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور لشکر سورہ بن الحر کے نہ پہنچنے کی شکایت تحریر کی۔

سورہ بن الحر کی پسپائی

حجاج نے سورہ بن الحر کو ایک عتاب آموز خط لکھا جس میں یہ حکم تھا کہ مدائن سے پانچ سو سواروں کو لے کر شبیب کا پیچھا کرو۔ چنانچہ سورہ حسب حکم حجاج روانہ ہوا اور شبیب مدائن سے ہوتا ہوا نہروان پہنچا۔ اپنے ہمراہیوں کے حق میں دعائے خیر کر کے قیام کر دیا۔ سورہ نے اسی مقام میں شبیب پر شب خون مارا۔ مگر شبیب کے ہمراہیوں کے ہوشیار رہنے کی وجہ سے اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوا۔ خود شکست اٹھا کر مدائن کی طرف بھاگا اور شبیب نے پیچھا کیا۔ ہنوز شبیب کا لشکر مدائن کے پاس نہ پہنچا تھا کہ سورہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہ کمال عجلت مدائن میں داخل ہو گیا۔ ابن ابی عصعی والی مدائن نے ایک تازہ دم فوج مرتب کر کے خارا شگاف اور دل دوز نیزوں سے شبیب کا خیر مقدم کیا۔ شبیب مدائن سے مایوس ہو کر کلواذی ہوتا ہوا تکریت پہنچا اور مدائن کے زیادہ تر لشکری مع سورہ اور اس کے باقی ماندہ ساتھیوں کے شبیب کی آمد کی خبر سن کر کوفہ بھاگ گئے۔ حجاج نے یہ خبر پا کر سورہ کو قید کر دیا اور کچھ عرصے بعد رہائی کا حکم دے دیا۔

جزل اور شبیب کی لڑائی

اس ناکامی کے بعد حجاج نے عثمان بن سعید بن شرجیل کندی ملقب بہ جزل کو بسرافسری چار ہزار فوج کے جنگ شبیب پر بھیجا اور یہ ہدایت کر دی کہ عجلت نہ کرنا۔ احتیاط و ہوشیاری سے کام لینا۔ اس چار ہزار فوج میں منہزمین میں سے ایک متنفس بھی نہ تھا۔ جزل نے عیاض بن ابی لبنہ کندی کو بطور مقدمتہ الجیش آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ شبیب کے دل میں جزل کی جوانمردی، جنگ آوری اور مردانگی سے خوف پیدا ہو گیا۔ ایک مقام سے دوسرے مقام پر بلا ترتیب لشکر بھاگتا پھرتا تھا اور جزل اور اس کے ساتھی بہ کمال سرگرمی اس کے تعاقب میں تھے۔ جہاں پر جزل قیام کرتا تھا، اپنے لشکر کے اردگرد خندقیں کھدوا کر مورچے، دمدمے اور دھس بندھوا لیتا تھا اور جب کوچ کرتا تھا تو نہایت ہوشیاری سے لشکر کو مرتب و مسلح کر کے کوچ کرتا تھا۔ ایک مدت دراز اسی طرح سے گزر گئی تو شبیب نے گھبرا کر اپنے ساتھیوں کو جن کی تعداد ایک سو ساٹھ سے زیادہ نہ تھی چار گروہ پر منقسم کر کے ہر گروہ پر ایک افسر مقرر کیا اور رات کے وقت جزل کے لشکر پر چھاپہ مارا۔ لیکن جزل کے باخبر و ہوشیار ہراول سے خود منہ کی کھا گیا۔ پھر دوسرے دن پچھلی شب میں شبیب نے شب خون مارا۔ اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ تب جزل اپنا لشکر مرتب کر کے بقصد جنگ شبیب پر حملہ آور ہوا۔ شبیب اس کے حملوں سے بچتا ہوا ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاتا اور خراج وصول کرتا تھا۔ حجاج کو جزل کی یہ احتیاط اور تاخیر ناگوار گزری اور لکھ بھیجا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو شبیب سے جنگ کر کے اس کا وارا نیارا کر دو۔ حجاج کا یہ فرمان جزل تک پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ سعید بن مجالد کو لشکر جزل کا امیر مقرر کر کے روانہ کر دیا۔

سعید بن مجالد کا انجام

چنانچہ سعید بن مجالد لشکر جزل میں جب کہ وہ نہروان میں مورچے قائم کیے ہوئے تھا پہنچا اور لشکریوں کو جمع کر کے ایک پرجوش خطبہ دیا۔

تاخیر وستی پر ملامت کی۔ بعدازاں لشکر کو بقصد جنگ ترتیب دینے لگا۔ جنزل نے خندق سے نکل کر لڑنے سے منع کیا لیکن سعید نے جوش مردانگی کی وجہ سے کچھ توجہ نہ کی۔ اس عرصے میں یہ خبر لگی کہ شبیب مقام قطیطیا میں داخل ہو گیا ہے اور دہقان قطیطیا اس کے کھانے کے انتظام میں مصروف ہے۔ سعید یہ سنتے ہی مع چیدہ ومنتخب لشکر کے اٹھ کھڑا ہوا اور جنزل کو بقیہ لشکر کے ساتھ خندق میں چھوڑ گیا۔ شبیب کھانے سے فارغ نہ ہونے پایا تھا کہ سعید نے قطیطیا کے دروازے پر پہنچ کر صف آرائی کر لی۔ شبیب کو اس کی خبر ہوئی نہایت اطمینان سے کھانا تمام کر کے اٹھا وضو کیا۔ دو رکعت نماز ادا کی۔ بعدازاں اپنے ساتھیوں کو مرتب کر کے سعید پر حملہ کر دیا۔ سعید کے ساتھی پہلے ہی حملے میں بھاگ کھڑے ہوئے اور سعید نے کمال مردانگی سے لڑ کر میدان جنگ میں جان دیدی۔ منہزمین نے بھاگ کر جنزل کے لشکر میں جان بچائی اور شبیب ان کے تعاقب اور کامیابی کے جوش میں جنزل کے لشکر سے جا بھڑا۔ جنزل نے اپنے پرزور حملوں سے اس کو پسپا کر دیا اور خاتمہ جنگ کے بعد ایک اطلاعی عرضداشت حجاج کی خدمت میں بھیج کر مدائن میں پہنچ کر قیام کر دیا۔

شبیب کا تعاقب

شبیب اس شکست کے بعد کرخ چلا گیا اور بقصد سوق بغداد دجلہ عبور کیا اور اہل سوق بغداد سے پناہ حاصل کر کے بغداد پہنچا۔ جن جن چیزوں کی ضرورت تھی ان کو خرید کر کے کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ کوفے کے قریب پہنچا تو حجاج نے یہ سن کر سوید بن عبدالرحمٰن سعدی کو دو ہزار کی جمعیت سے شبیب کے مقابلے پر مامور کیا اور عثمان بن قطن کو سنجہ میں مورچہ بندی کا حکم دیا۔ شبیب نے سوید بن عبدالرحمٰن کی طرف سے مڑ کر اہل سنجہ پر جہاں کہ عثمان بن قطن نے مورچہ بنایا تھا حملہ کیا۔ اہل سنجہ سینہ سپر ہو کر مقابلے پر آئے لیکن کسی کے ہوش وحواس بجا نہ تھے۔ اس اثناء میں سوید بھی شبیب کے عقب سے آ پہنچا۔ شبیب نے گھبرا کر لڑائی موقوف کر دی اور کوفہ چھوڑ کر حیرہ کا راستہ اختیار کر لیا۔ سوید نے تعاقب کیا۔ حیرہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ شبیب حیرہ کو بھی چھوڑ کر آگے بڑھ گیا ہے۔ سوید نے حیرہ میں مقام کر دیا۔ حجاج کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے لکھ بھیجا کہ شبیب کے تعاقب سے دست کش نہ ہو۔ جہاں پاؤ گرفتار کر لاؤ یا قتل کر ڈالو۔ سوید چار و ناچار شبیب کے تعاقب پر مستعد ہو کر روانہ ہوا اور شبیب سیدھا راستہ چھوڑ کر راستوں کو بدلتا ہوا، براہ قطقطانہ قصر بنی مقاتل پہنچا۔ پھر قصر بنی مقاتل سے چل کر انبار آیا اور انبار سے چل کر دقوقا اور دقوقا سے آذربائیجان کے قرب وجوار میں داخل ہو گیا۔ حجاج یہ خیال کر کے کہ شبیب کوفہ سے بہت زیادہ دور چلا گیا ہے کوفے میں عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو اپنا نائب بنا کر بصرہ چلا آیا۔ اس کے بعد ہی دہقان بابل مہروز کا خط بنام عروہ آیا جس میں تحریر تھا کہ شبیب کوفے کے قصد سے خالیجار تک آ گیا ہے۔ عروہ نے یہ خط بجنسہ حجاج کے پاس بھیج دیا۔

شبیب کی کوفہ کو روانگی

اس اثناء میں شبیب قریب کوفہ پہنچ کر مقام عقرقوبا میں اتر پڑا اور پھر وہاں سے کوچ کر کے کوفے کو اس ارادے سے روانہ ہوا کہ حجاج سے پہلے کوفے میں داخل ہو جائے۔ حجاج بھی اسی خیال سے بصرہ سے دو دو منزلوں کو ایک ایک دن میں طے کرتا ہوا کوفے کو آ رہا تھا۔ چنانچہ عصر کے وقت کوفہ پہنچ گیا اور مغرب کے وقت شبیب سنجہ میں وارد ہوا۔ کچھ دیر آرام کر کے کھانا کھایا۔ بعدازاں سوار ہو کر بازار کوفہ میں داخل ہوا اور اسی مقام پر اپنے خیمے کو نصب کرایا اور اسی وقت خوارج نے مسجد اعظم پر حملہ کر دیا۔ چند صالحین کو بحالت نماز قتل کیا اور پھر مسجد سے نکل کر افسر پولیس کے گھر پر گئے۔ آواز دی کہ تم کو امیر طلب کر رہے ہیں۔ افسر پولیس نے اس کے غلام کو گرفتار کر ڈالا اور وہاں سے شور وغل مچاتے ہوئے مسجد بنی ذہل میں پہنچے اور ذہل بن حرث کو نماز کی حالت میں قتل کر کے کوفے سے نکل کھڑے ہوئے۔

نضیر بن قعقاع کا قتل

اتفاق سے نضر بن قعقاع ابن شور ذہلی آگے آ گیا۔ یہ منجملہ ان لوگوں کے تھا جو حجاج کے ساتھ بصرے سے آئے ہوئے تھے اور کسی وجہ سے

حجاج سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ پس جب اس نے شبیب کو دیکھا تو بے ساختہ بول اٹھا۔ "السلام علیک یا ایھا الامیر." شبیب نے کہا: "تجھ پر تف ہو امیر المومنین کیوں نہیں کہتا۔" نضر نے کہا "بہتر، یہی کہوں گا۔" پھر شبیب اس وجہ سے کہ نضر کی ماں ناجیہ ہانی بن قبیصہ شیبانی کی لڑکی تھی۔ اپنے مذہب کی تعلیم دینے کے قصد سے مخاطب ہو کر بولا: "اے نضر لا حکم الا اللہ" نضر یہ سمجھ کر کہ یہ خارجی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ اٹھا۔ شبیب کے ہمراہی یہ سنتے ہی اس پر ٹوٹ پڑے اور بات کی بات میں قتل کر ڈالا۔

ذخر بن قیس اور شبیب کی لڑائی

ان واقعات کے بعد حجاج کے منادی نے پکار کر کہا "یا خیل اللہ ارکبی" (اے سواران اللہ سوار ہوتے جاؤ۔) اس وقت حجاج دروازۂ قصر امارت پر تھا۔ سب سے پہلے جو شخص آیا وہ عثمان بن قطن بن عبداللہ بن حصین ذی القصہ تھا۔ بعد ازاں چاروں طرف سے لوگوں کا اژدہام ہو گیا۔ حجاج نے بشر بن غالب اسدی، زائدہ بن قدامہ ثقفی، ابو الفریس مولیٰ بن تمیم، عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر اور زیاد بن عبداللہ عتکی کو دو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ جنگ شبیب پر روانہ کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ اگر لڑائی کی نوبت آئے تو تمہارا امیر، زائدہ بن قدامہ ہوگا۔ انہی لوگوں کے ساتھ محمد بن موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ والی بجستان کو بھی روانہ کیا تھا۔ اس سے پہلے اس کو عبدالملک نے بجستان کی سند گورنری مرحمت کر کے حجاج کو حکم دیا تھا کہ اس کا سامان سفر درست کر کے ایک ہزار فوج کے ساتھ اس کے صوبہ مفوضہ کی جانب روانہ کرنا۔ ہنوز روانگی کی نوبت نہ آئی تھی کہ شبیب کا واقعہ پیش آ گیا۔ حجاج نے کہا، بہتر ہوگا کہ پہلے تم ان خوارج سے لڑو تمہاری اس میں نیک نامی ہوگی تب اپنے صوبہ مفوضہ کو روانہ ہونا۔

چنانچہ یہ تمام کے تمام حجاج سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے اور اسفل فرات میں پہنچ کر قیام کر دیا۔ شبیب نے اس راستے کو چھوڑ کر جس کی جہت میں یہ لوگ تھے، قادسیہ کی راہ اختیار کی۔ حجاج نے یہ اطلاع پا کر اپنے سربر آوردہ اور چنے ہوئے سواروں میں سے ایک ہزار آٹھ سو آدمیوں کو منتخب کر کے بسر افسری ذخر بن قیس کے شبیب کے تعاقب پر مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ شبیب کو جہاں پر پانا اگر قیام پذیر ہو یا تمہاری طرف متوجہ ہو تو ضرور جنگ کرنا ورنہ چھوڑ دینا۔ جونہی ذخر اسلیحین میں پہنچا شبیب نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ ذخر نے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا۔ بالآخر ذخر تقریباً دس زخم کھا کر زمین پر گر پڑا۔ اس کے ساتھی یہ سمجھ کر کہ ذخر قتل ہو گیا بھاگ کھڑے ہوئے۔ ذخر شب بھر میدان جنگ میں پڑا رہا۔ صبح کو جب ذرا ٹھنڈ شروع ہوئی تو ہوش آیا۔ گرتے پڑتے قریب کے ایک گاؤں میں گیا اور وہاں سے کوفہ روانہ ہو گیا۔

شبیب کا لشکر کوفہ پر حملہ

ذخر کی شکست کے بعد شبیب نے کوفے کا قصد کیا۔ اس وقت وہ مقام روذبار میں کوفے سے چوبیس فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔ اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ "اس شکست سے لشکر کوفہ کے سرداروں کے دلوں میں تمہاری مردانگی کا سکہ جم گیا ہے اگر تم لوگ کمر ہمت باندھ کر ہمارے لشکر کوفہ کا ارادہ کرو اور ان کو بھی شکست دے دو تو کوئی شخص سوائے حجاج کے کوفہ پر قبضہ کرنے سے مانع نہ ہوگا۔" ہمراہیوں نے بسر و چشم منظور کیا اور اس کے ہمراہ لشکر کوفہ تک پہنچ گئے۔

زیاد بن عتکی کا فرار

حجاج نے یہ سن کر لشکر کوفہ کو بہ قصد جنگ روانہ کیا، میمنہ پر زیاد بن عمر عتکی تھا اور میسرہ پر بشر بن غالب اسدی۔ علاوہ ان کے ہر امیر و سردار لشکر اپنے اپنے رکاب کی فوج لئے ہوئے اپنے مقررہ مورچے پر جما ہوا تھا۔ شبیب نے اپنے ساتھیوں کو تین حصوں پر منقسم کیا۔ (ایک حصہ کا سوید بن سلیم افسر تھا۔ جو بہ مقابلہ میمنہ اہل کوفہ تھا۔ دوسرے حصہ کا مضاد برادر شبیب امیر تھا جو میسرہ اہل کوفہ کے مقابلہ پر تھا۔ تیسرا حصہ شبیب کی ماتحتی میں تھا جو قلب لشکر کوفہ کے سامنے تھا۔ پس سوید بن سلیم نے زیاد بن عمر عتکی پر حملہ کیا۔ زیاد کے ساتھی تاب مقاومت نہ لا سکے، پیچھے ہٹے مگر زیاد تھوڑے سے آدمیوں کو لئے ہوئے میدان جنگ میں ٹھہرا رہا۔ سوید نے پھر دوبارہ حملہ کیا، جس سے اس کے بقیہ ساتھی بھی شکست کھا کر بھاگ

کھڑے ہوئے۔ زیاد پھر بھی کمال مردانگی سے لڑتا رہا۔ بالآخر شام کے وقت یہ بھی زخمی ہو کر میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔

بشر بن غالب کا انجام

اس کے بعد خوارج نے عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر پر حملہ کیا۔ عبدالاعلیٰ اور اس کے ساتھیوں پر خوارج کا ایسا رعب غالب ہو گیا تھا کہ بلا جدال وقتال مع اپنے ہمراہیوں کے میدان جنگ سے بھاگ کر زیاد بن عمر سے جاملا۔ پھر خوارج نے لشکر کوفہ پر مجموعی قوت سے حملہ کیا اور جوش کامیابی میں مغرب کے وقت محمد بن موسیٰ بن طلحہ تک پہنچ گئے۔ محمد بن طلحہ نہایت دلیری استقلال سے مقابلے پر آیا۔ بعد ازاں مضاد برادر شبیب نے بشر بن غالب اسدی پر میسرہ میں حملہ کیا۔ پچاس آدمیوں کے سوا دیگر سبھی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ بشر اسی مختصری جماعت کے ساتھ لڑ کر میدان جنگ میں جان بحق ہوا۔

زائدہ بن قدامہ کا قتل

بشر کے خاتمہ کے بعد خوارج ابوالفریس مولیٰ بنو تمیم پر حملہ آور ہوئے۔ ابوالفریس بھاگ کر اعین کے پاس پہنچا۔ لشکر خوارج نے ابوالفریس کو اعین کے پاس بھی پناہ گزیں نہ ہونے دیا، پھر دوبارہ حملہ کر دیا۔ اعین اور ابوالفریس شکست اٹھا کر زائدہ بن قدامہ کے پاس پہنچے۔ زائدہ نے ان لوگوں کے پہنچنے کے بعد لشکریوں کو پیادہ پا ہو کر جنگ کرنے کا حکم دیا۔ صبح تک ایک حالت سے لڑائی ہوتی رہی۔ شبیب نے لڑائی کو طول کھینچتے ہوئے دیکھ کر زائدہ پر حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں زائدہ کو اس کے ہمراہیوں سمیت مار ڈالا۔ ابوالفریس معہ بقیۃ السیف کے ایک جوسق میں جوان کے قریب تھا جا چھپا۔ یہ وقت فجر کا تھا۔ خوارج نے قتل وغارت سے ہاتھ کھینچ کر شبیب کی بیعت کی دعوت دی۔ ان لوگوں نے بیعت کر لی۔ بیعت کرنے والوں میں ابو بردہ بن ابو موسیٰ بھی تھا۔

محمد بن موسیٰ کا انجام

اب اس وقت وزراء لشکر کوفہ میں سے صرف ایک محمد بن موسیٰ کو شکست نہیں ہوئی تھی۔ طلوع فجر کے وقت شبیب نے ان کے مؤذن کی اذان کی آواز سنی جس سے اس کو محمد بن موسیٰ کے جائے قیام کا علم ہو گیا۔ اذان دلوائی، نماز ادا کی اور اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے محمد بن موسیٰ پر حملہ کر دیا۔ ایک گروہ بھاگ کھڑا ہوا اور دوسرا حصہ لشکر کا محمد بن موسیٰ کے ساتھ لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ محمد بن موسیٰ قتل ہو گیا اور یہ بھی پسپا ہو کر بھاگ نکلا۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی بھاگ گئے جنہوں نے شبیب کی بیعت کر لی تھی۔ لشکر خوارج نے جو کچھ اس کی لشکر گاہ میں تھا لوٹ لیا اور لوٹ کر ایک دن قیام پذیر رہا۔ ہمراہیوں نے کوفے پر قبضہ کرنے کی تجویز دی لیکن شبیب نے کسی مصلحت سے کوفے کا رخ نہ کیا۔ خوخی کو دائیں ہاتھ چھوڑتا ہوا نضر پہنچا اور وہاں سے روانہ ہو کر صراۃ ہوتا ہوا خانیجار میں آ اترا۔ حجاج کو اس اطلاع سے کہ شبیب انفر کی طرف جا رہا ہے، یہ خیال پیدا ہوا کہ شبیب مدائن کے مقصد سے جاتا ہے اور مدائن، کوفہ اور اکثر سواد کا دروازہ ہے۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی عبداللہ بن ابی عصفیر کو معزول کر کے عثمان بن قطن کو مدائن، خوخی اور انبار کا امیر مقرر کر کے بھیجا۔

بعض نے محمد بن موسیٰ کے قتل کا واقعہ اس طرح سے بھی بیان کیا ہے کہ محمد بن موسیٰ جنگ ابو فدیک میں عمر بن عبداللہ بن معمر کے ساتھ تھا۔ عمر بن عبداللہ نے اس کی مردانگی پر فریفتہ ہو کر اپنی لڑکی سے اس کا عقد کر دیا تھا اور اس کی بہن عبدالملک کے عقد میں تھی۔ عبدالملک نے اس کو بجستان کی حکومت پر مامور کیا۔ اتفاقاً محمد بن موسیٰ کوفہ ہو کر گزرا۔ لوگوں نے حجاج سے کہا: ''اگر یہ شخص بجستان کا والی ہو جائے گا تو ہماری طاقت کا اثر بجستان سے جاتا رہے گا۔ جس کو تم طلب کیا کرو گے اس کو یہ روک دیا کرے گا۔ موزوں ہے کہ اس کو شبیب کی جنگ میں مصروف کر دو۔ شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس شر سے چھٹکارا دیدے۔'' حجاج نے اس رائے کے مطابق محمد کو فریب دے کر جنگ شبیب پر آمادہ کر دیا۔ شبیب نے محمد کے پاس کہلا بھیجا کہ تم حجاج کے فقرے میں نہ آؤ۔ ہم تم سے متعرض نہ ہوں گے۔ محمد نے اس کو شبیب کی کمزوری پر محمول کر کے لڑائی کی تیاری کر دی۔ مجبوراً شبیب کو

مقابلے پر آنا پڑا۔ لڑائی ہوئی اور معرکہ جنگ میں مارا گیا۔

عبدالرحمٰن بن اشعث اور شبیب

جس وقت ان امراء کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، شکست ہوگئی اور موسیٰ بن محمد ابن طلحہ مارا گیا، تب حجاج نے عبدالرحمٰن بن اشعث کو طلب کر کے حکم دیا کہ افواج کوفہ سے چھ ہزار سواروں کو منتخب کر کے شبیب کو جہاں پاؤ گرفتار کر لاؤ۔ چنانچہ عبدالرحمٰن اس حکم کی تعمیل کرنے کو روانہ ہوا۔ روانگی کے بعد حجاج نے عبدالرحمٰن کو اور اس کے ساتھیوں کو ایک تاکیدی اور تہدید آمیز مکتوب تحریر کیا کہ اگر تم لوگ شکست کھا کر واپس آؤ گے تو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ عبدالرحمٰن اپنے رکاب کی فوج لئے منزل بہ منزل کوچ کرتا ہوا مدائن پہنچا۔ جنرل کی عیادت کو گیا۔ جنرل نے شبیب کی ہوشیاری و چالاکی سے بچنے کی ہدایتیں کیں اور چلتے وقت اپنا گھوڑا نذر کیا۔ عبدالرحمٰن جنرل سے رخصت ہو کر شبیب کی تلاش میں چلا اور شبیب یہ اطلاع پا کر دقوقا و شہزور کی جانب روانہ ہو گیا۔ عبدالرحمٰن بن اشعث بھی سراغ لگاتا ہوا سرزمین موصل میں وارد ہوا اور اہل موصل سے لڑنے کی غرض سے قیام کیا۔ حجاج نے لکھا: "اما بعد فاطلب شبيبا واسلك في اثره اين سلك حتى تدركه فاقتله او تنفيه فانما السلطان سلطان امير المومنين والجند جنده والسلام۔" عبدالرحمٰن بن اشعث بموجب حکم حجاج شبیب کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا اور شبیب ایک دشوار گزار مقام سے دوسرے دشوار گزار مقام میں قیام کرتا جاتا تھا۔ جب عبدالرحمٰن شبیب کے قریب ہو جاتا، شبیب شب خون مارنے کے ارادے سے عبدالرحمٰن کے لشکر پر آتا اور ان کو ہوشیار پا کر کسی دوسرے مقام کی طرف کوچ کر جاتا۔ اس وقت عبدالرحمٰن اس کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوتا۔ غرض فریقین اپنے حریف کو ہوشیار پا کر دائیں بائیں، آگے پیچھے ایک دوسرے کی فکر میں سفر کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ روزانہ سفر کی تکان سے لشکر کو سخت ایذا پہنچی۔ سواری کے جانور چلنے سے معذور ہو گئے۔ مجبوراً سرزمین موصل کے ایک میدان میں پڑاؤ ڈال دیا۔ مابین اس کے اور سواد کوفہ کے سوائے نہر حولایا کے اور کوئی چیز حائل نہ تھی۔ شبیب نے راذان اعلیٰ (سرزمین خوخی) میں قیام کیا اور عبدالرحمٰن نے عواقیل نہر میں اپنا لشکر ٹھہرایا۔

ابن اشعث کی معزولی

چونکہ یہ زمانہ عیدالاضحیٰ کا تھا شبیب نے کہلا بھیجا کہ یہ ایام ہمارے اور تمہارے عید کے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ تا انقضاء ایام نحر (قربانی) لڑائی موقوف کر دی جائے۔ عبدالرحمٰن نے بقصد مماطلت منظور کر لیا۔ عثمان قطن نے اس سے حجاج کو مطلع کر دیا۔ حجاج کو عبدالرحمٰن کا یہ فیصلہ ناگوار گزرا۔ فوراً عبدالرحمٰن کو معزول کر کے سند امارت لشکر عثمان بن قطن کے نام بھیج دی اور مطرف بن مغیرہ کو بجائے عثمان ابن قطن والئ مدائن مقرر کیا۔

عثمان بن قطن اور شبیب کی جنگ

چنانچہ عثمان بن قطن یوم ترویہ کی شب کو عبدالرحمٰن کے لشکر میں پہنچا اور لشکریوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ لشکریوں نے رات ہو جانے کے باعث عذر کیا۔ عبدالرحمٰن بن اشعث نے اپنے خیمہ میں لے جا کر ٹھہرایا۔ پھر عثمان نے اپنے آنے کے تیسرے دن صبح ہوتے ہی لڑائی چھیڑ دی۔ میمنہ میں خالد بن نہیک بن قیس، میسرے میں عقیل بن شداد سلولی اور خود ابن قطن پیادوں کی فوج میں تھا۔ شبیب نے ایک سو بیس آدمیوں کی جمعیت سے نہر کو عبور کیا۔ خود میمنہ میں رہا اور اپنے بھائی مصاد کو قلب کی، سوید بن سلیم کو میسرہ کی سالاری دی۔ پہلے شبیب نے عثمان کے میسرہ پر حملہ کیا۔ اہل میسرہ بھاگ کھڑے ہوئے لیکن عقیل بن شداد ٹھہرا ہوا لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ مارا گیا اور اس کے ساتھ مالک بن عبداللہ ہمدانی بھی جان بحق ہوا۔ بعد ازاں عثمان کے میمنہ پر سوید حملہ آور ہوا۔ اہل میمنہ بھی شکست اٹھا کر بھاگے۔ خالد بن نہیک چند آدمیوں کو لئے ہوئے بہ کمال استقلال لڑتا رہا۔ اس عرصے میں شبیب نے خالد پر پشت کی طرف سے حملہ کر دیا۔ خالد کے ساتھیوں کے قدم استقامت میدان جنگ سے ڈگمگا گئے اور خالد کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ عثمان بن قطن اپنی فوج کی ابتری کا احساس کر کے مصاد کی جانب بڑھا جو شبیب کے قلب میں تھا۔ لڑائی کا

بازار شدت سے گرم ہو گیا۔ شبیب نے ایک جانب سے عثان پر حملہ کیا اور سوید بن سلیم دوسری طرف سے ٹوٹ پڑا۔ مضاد تو قلب میں تھا۔ عثان اس کو گھیرے ہوئے تھا اور عثان کو چاروں طرف سے شبیب و سوید نے محاصرے میں کر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر کی لڑائی کے بعد عثان مارا گیا۔ لشکر بھاگ کھڑا ہوا، عبدالرحمٰن بن اشعث زخم کھا کر زمین پر گر پڑا۔ ابن ابی سبرہ جعفی نے پہنچ کر اپنے ساتھ خچر پر سوار کرا لیا اور لوگوں کو پکار کر کہا: ''الحقوا بدیر ابی مریم'' شبیب نے یہ سن کر قتل و غارت سے ہاتھ اٹھا لیا اور بیعت کی دعوت دی۔ لشکریوں نے بیعت کر لی۔ ابن اشعث بھاگ کر کوفہ پہنچا اور جب تک حجاج نے پناہ نہ دی روپوش رہا۔

حجاج اور زہرہ بن حوبہ

شبیب خاتمہ جنگ کے بعد ماہ نہروان چلا گیا اور تا انقضاء ایام گرما وہیں قیام کیا۔ اس اثناء میں جس قدر آدمی حجاج کے برخلاف اس کے ساتھ تھے اس سے آ ملے۔ تب موسم گرما کے ختم ہونے پر آٹھ سو آدمیوں کی جمعیت سے مدائن کا ارادہ کیا۔ ان دنوں مطرف بن مغیرہ مدائن کا والی تھا۔ حجاج کو اس کی اطلاع ملی لوگوں کو جمع کر کے نہایت سختی کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تقریر کی۔ زہرہ بن حوبہ نے جو ایک ایسا شخص تھا کہ بلا اعانت سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا تھا، سر اٹھا کر کہا ''اے امیر! محض کھڑے ہو کر طول طویل تقریر کرنے سے کام نہیں چلتا۔ تم اولاً تھوڑی تھوڑی فوج بھیجتے ہو، ثانیاً ایسے لوگوں کو سالار بناتے ہو جو بالکل ناتجربہ کار ہوتے ہیں۔ میری تجویز ہے کہ تم کل عساکر اسلام کو دشمنان دین کی طرف کوچ کرنے کا حکم دو اور ایسے شخص کو امیر بناؤ جو شجاع ہو، دلیر ہو، اور آزمودہ کار ہو، بھاگنے کو عار سمجھتا ہو۔ استقلال و ثابت قدمی کو باعث فخر اور اعزاز جانتا ہو۔'' حجاج بولا: ''اس کام کے لئے تم ہی زیادہ موزوں ہو۔'' زہرہ نے جواب دیا: ''نہیں! اس مہم کے لئے وہ شخص موزوں گا، جو زرہ پہن سکتا ہو، نیزہ اٹھا سکتا ہو، تلوار چلا سکتا ہو اور گھوڑے پر بیٹھ سکتا ہو۔ اور میں ان امور میں سے ایک کا بھی متحمل نہیں ہوں۔ ضعف کا یہ حال ہے کہ بلا اعانت دوسرے کے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ کم بخت آنکھوں سے بھی کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ میں امیر کے ساتھ رہوں گا اور صلاح مشورہ دوں گا۔'' حجاج نے ''جزاك الله خيرا عن الاسلام و اهله اول امرك واخره''۔ کہہ کر کل اہل کوفہ کو تیاری کا حکم دیا اور عبدالملک کی خدمت میں ایک عرضداشت اس مضمون کی بھیج دی کہ ''شبیب مدائن کے قریب بہ قصد کوفہ پہنچ گیا ہے اور اہل کوفہ اس کے مقابلے سے جی چراتے ہیں اس سبب سے کہ اس نے ان کے لشکر کو پیہم شکست دی ہے اور ان کے اکثر علماء کو قتل کر ڈالا ہے۔ لشکر شام سے آپ ان کی امداد کیجئے۔''

شامی فوج کی کمک

عبدالملک نے سفیان بن الابرد کلبی کو چار ہزار کی جمعیت سے اور حبیب بن عبدالرحمٰن حکمی کو بسر افسری دو ہزار فوج کے بھیجا۔ یہ واقعہ 76ھ کا ہے۔

عتاب بن ورقا کی طلبی

بعد ازاں حجاج نے عتاب بن ورقاء ریاحی کو مہلب کے پاس سے طلب کر لیا (ان دونوں میں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے نزاع ہو گئی تھی) اور جب عتاب آ گیا تو لشکر کی سرداری پر مامور کیا۔ زہرہ بن حوبہ نے حجاج کی اس رائے کی ستائش کی اور شکریہ ادا کر کے کہا: ''اب تم نے ان لوگوں کو اچھے سردار کے سپرد کیا ہے۔ واللہ ہم لوگ تمہارے پاس واپس نہ آئیں گے یہاں تک کہ فتح یاب ہوں یا مارے جائیں۔'' حجاج نے لشکر شام کو کہلا بھیجا کہ نہایت احتیاط و ہوشیاری سے مقام عین التمر پر آ کر مقیم ہو۔ میں بہت جلد لشکر کوفہ کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ چنانچہ حسب حکم حجاج عتاب بن ورقاء نے حمام اعین پر پہنچ کر اپنے لشکر کی صفیں درست کیں۔

شبیب اور مطرف

شبیب نے دجلہ کو مدائن کی طرف سے پار کیا۔ مطرف نے کہلا بھیجا کہ تم اپنے گروہ میں سے کسی سربرآوردہ شخص کو ہمارے پاس بھیجو تا کہ ہم

تمہارے خیالات اور تمہاری دعوت پر غور وفکر کریں۔ شبیب نے اس امید سے کہ شاید مطرف شریک جماعت ہو جائے بغیث بن سوید کو ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ مطرف کے پاس بھیج دیا۔ چار دن تک ٹھہرے رہے۔ مگر مطرف اور وہ متفق الرائے نہ ہوئے۔ اس اثنا میں عتاب نے شبیب کے قریب پہنچ کر صراۃ میں ڈیرے ڈال دیئے اور مطرف اس خیال سے کہ مبادا ان باتوں کی خبر جو شبیب کے ساتھ ہوئی ہیں حجاج تک نہ پہنچ جائے مدائن سے نکل کر جبال کو چلا گیا۔ شبیب نے یہ اطلاع پا کر اپنے بھائی مضار کو مدائن کی جانب روانہ کیا۔ اس نے کشتیوں کو جمع کر کے پل بندھوایا اور عتاب نے صراۃ سے کوچ کر کے بازار حکم میں آ کر مورچے قائم کئے اس وقت اس کے ساتھ پچاس ہزار فوج تھی۔

شبیب اور عتاب کی لڑائی

شبیب اس کی اطلاع سن کر ایک ہزار کی جمعیت سے ساباط میں آ گیا۔ نماز ظہر ادا کی۔ بعد ازاں اپنے لشکر کو مرتب کر کے مغرب کے وقت عتاب کی لشکر گاہ کے قریب آ پہنچا۔ چار سو آدمی اس کے ساتھیوں میں سے اس سفر میں اس سے علیحدہ ہو کر بیٹھ رہے تھے۔ بقیہ چھ سو کے ساتھ نماز مغرب پڑھ کر لشکر مرتب کیا۔ دو سو آدمیوں کی جمعیت سے سوید بن سلیم کو میسرہ میں رکھا اور اسی قدر فوج کو میمنہ میں محلل بن وائل کی ماتحتی میں متعین کیا اور خود دو سو کی جمعیت سے قلب میں رہا۔ عتاب کے میمنہ پر عبدالرحمٰن بن سعید مقرر تھا۔ میسرہ پر نعیم بن علیم اور پیادوں کی فوج میں حنظلہ بن حرث یزلوئی (عتاب کا چچازاد بھائی) تھا۔ پھر اپنی فوج کو تین صفوں پر تقسیم کیا۔ ایک صف میں چمکتی ہوئی تلواریں تھیں دوسری صف میں وہ جنگ آور دلاور تھے جن کو نیزہ بازی میں کمال تھا اور تیسری صف میں نامی گرامی تیرانداز تھے جن کا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا تھا۔

عتاب بن ورقا کا انجام

ترتیب لشکر کے بعد بہت دیر تک لشکریوں کو جنگ کی ترغیب دیتا رہا۔ اس کے بعد قلب میں آ کر بیٹھا۔ اس کے ہمراہ زہرہ بن مرشد، عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث اور ابوبکر بن محمد بن ابی جہم عدوی تھا۔ نماز عشاء کے بعد جس وقت ماہتاب کی روشنی سے عالم کی تاریکی دفع ہوئی، شبیب نے عتاب کے میسرہ پر حملہ کیا، جس میں ربیعہ تھے اور اہل میسرہ شکست اٹھا کر بھاگے مگر اصحاب رایات قبیصہ بن والق، عبید بن جلیس اور نعیم بن علیم اپنے اپنے رایات پر ٹھہرے ہوئے استقلال سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ سب کے سب مارے گئے۔ بعد ازاں شبیب نے عتاب بن ورقاء پر اور سوید بن سلیم نے میمنہ پر جس میں تمیم و ہمدان تھے اور جن کا سالار محمد بن عبدالرحمٰن تھا، حملہ کیا۔ فریقین نہایت سختی سے ایک دوسرے کے حملوں کا جواب دینے لگے۔ لڑائی کا عنوان بے حد خطرناک دکھائی دے رہا تھا۔ شبیب حملہ کرتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گیا۔ عتاب کے لشکر کی ترتیب جاتی رہی، صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ عتاب کی فوج عتاب کو چھوڑ کر فرار ہو گئی۔ عبدالرحمٰن بن اشعث بھی معہ ایک گروہ کثیر کے میدان جنگ سے منہ موڑ کر بھاگ نکلا۔ عتاب بن ورقاء مارا گیا۔

زہرہ بن حوبہ کا قتل

زہرہ بن حوبہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آیا اور کچھ دیر تک لڑتا رہا۔ لشکر خوارج میں سے عامر بن عمر تغلبی نے زہرہ کو لپک کر برچھ مارا۔ سواروں نے ہر طرف سے نیزے کا وار شروع کر دیا۔ جب زہرہ بے دم ہو کر گرا تو فضیل بن عامر شیعبانی نے آگے بڑھ کر سر اتار لیا۔ اتفاقاً شبیب آ پہنچا۔ زہرہ کو خاک وخون پر لوٹتا ہوا دیکھ کر پچھتانے لگا۔ خوارج کو یہ فعل ناگوار گزرا اور وہ بولے: ''کیا تم ایک کافر کے مارے جانے پر افسوس کرتے ہو؟'' جواب دیا۔ ''میں اس کو بہت دنوں سے جانتا ہوں تم کو اس کی حالت سے واقفیت نہیں ہے۔'' لڑائی تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ بھاگنے والے سر پر پاؤں رکھے ہوئے بھاگے جا رہے تھے اور فتح مند گروہ اپنی تیز تلواروں سے ان کی جان وتن کا فیصلہ کر رہا تھا۔ شبیب نے یہ حالت دیکھ کر قتل وغارت کی ممانعت کر دی۔ لوگوں سے بیعت کرنے کو کہا لہٰذا سب نے بیعت کر لی۔ رات آئی تو موقع پا کر فرار ہو گئے۔ شبیب نے جو کچھ فریق مخالف کی لشکر گاہ میں پایا، لوٹ لیا۔

حجاج کا کوفیوں کو خطبہ

خاتمہ جنگ کے بعد شبیب کا بھائی مدائن سے آ گیا۔ دو روز تک میدان معرکے میں ٹھہرا رہا۔ تیسرے روز کوفے کو کوچ کر گیا۔ اس اثناء میں سفیان بن ابرد مع لشکر شام حجاج سے آملا۔ جس کے باعث اسے اہل کوفہ کی پرواہ نہ رہی۔ اہل کوفہ کو جمع کر کے خطبہ دیا اور نہایت سختی و درشتی سے پیش آیا۔ شبیب نے کوفہ پہنچ کر حمام اعین میں پڑاؤ کیا۔ حجاج نے حرث بن معاویہ ثقفی کو بسرافسری ایک ہزار جنگی پولیس کے جو جنگ عتاب میں شریک نہ تھے۔ مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ شبیب نے اطلاع پا کر نہایت تیزی سے حرث پر حملہ کر کے مار ڈالا۔ حرث کے ساتھی اپنے سردار کے مارے جانے سے کوفہ بھاگ آئے۔ دوسرے دن حجاج نے اپنے خدام کو خروج کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے کوفے کی ناکہ بندی کر لی۔ شبیب حمام اعین سے کوچ کر کے قریب کوفہ مقام سنجہ میں چلا آیا اور اسی مقام پر ایک مسجد تعمیر کرائی۔

ابوالورد کا قتل

حجاج نے اپنے آزاد خادم ابوالورد کو کثیر التعداد خدام کے ساتھ شبیب سے جنگ کرنے کو روانہ کیا۔ شبیب نے اس پر بھی حملہ کر کے اس کو بھی قتل کر ڈالا اس شبہ سے کہ یہی حجاج ہے۔ بعدازاں حجاج نے اپنے دوسرے آزاد خادم طہمان نامی کو مقرر کیا اس کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا۔

شامی لشکر اور خوارج کی جنگ

تب حجاج جھلا کر اہل شام کے ساتھ بہ قصد جنگ اٹھ کھڑا ہوا۔ سبرہ بن عبدالرحمٰن بن مخنف کو کوفہ کی ناکہ بندی پر مقرر کیا اور خود ایک کرسی پر بیٹھ کر اہل شام کو للکارا۔ لڑائی کی ترغیب دی۔ سب کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں۔ جھٹ پٹ گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور نوک دار خارا شگاف نیزوں کو ہاتھ میں لے کر شبیب کی طرف بڑھے۔ شبیب بھی اپنے ساتھیوں کو تین گروہ پر تقسیم کر کے میدان جنگ میں آ گیا۔ ایک گروہ خود اس کے ساتھ تھا۔ دوسرا سوید بن سلیم کے ساتھ تھا اور تیسرا مخلل بن وائل کے رکاب میں تھا۔ پہلے سوید بن سلیم نے بڑھ کر حملہ کیا۔ اہل شام نے نہایت استقلال سے حملہ کو روکا اور نیزوں کو آڑے کر کے سوید پر ٹوٹ پڑے۔ سوید مع اپنے ہمراہیوں کے پیچھے ہٹ آیا۔ حجاج نے جھلا کر کہا: ''بہادرو! تم پر اللہ کی رحمت ہو اللہ تمہاری مدد کرے آگے بڑھو۔'' لوگوں کے دلوں میں اس سے ایک تازہ جوش پیدا ہو گیا۔ ساتھیوں نے اس کا تخت آگے بڑھایا۔ اس کے بعد مخلل بن وائل حملہ آور ہوا۔ لشکر شام نے اس کو بھی نیچا دکھا دیا۔ مخلل پسپا ہو کر اپنے لشکر سے آملا۔ حجاج نے پھر للکار کر کہا: ''شاد باش بہادرو! اللہ تعالیٰ تمہاری مدد پر ہے آگے بڑھو۔'' اس آواز سے لشکر شام آگے بڑھا اور اس کا تخت بھی آگے بڑھایا گیا۔ شبیب نے عنوان جنگ بدلا ہوا دیکھ کر حملہ کر دیا مگر لشکر اسلام کے استقلال و ثابت قدمی سے شکست اٹھا کر اپنے مورچے میں لوٹ آیا اور سوید بن سلیم کو کوفے کے ایک ناکے پر (اشارہ کر کے) حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس ناکے پر عروہ بن مغیرہ مقرر تھا۔ سوید بن سلیم کو اس حملے میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ طیش میں آ کر خود شبیب نے حملہ کیا لیکن اہل شام نے ایسا آڑے ہاتھوں لیا کہ مجبوراً لوٹ آنا پڑا۔

شبیب کی پسپائی وفرار

حجاج بڑھتے بڑھتے شبیب کی مسجد تک پہنچ گیا اور اس کے کل مورچوں پر قبضہ کر لیا۔ خالد بن عتاب نے شبیب پر حملہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ حجاج نے کہا: ''کیا مضائقہ۔ اللہ تم کو کامیاب کرے گا۔ حملہ کرو۔'' خالد نے ایک کوس کا چکر کاٹ کر شبیب کی لشکر گاہ پر عقب سے حملہ کیا۔ اس معرکے میں مضاد برادر شبیب اور اس کی بیوی غزالہ ماری گئی۔ لشکر گاہ جلا کر خاک وسیاہ کر دی گئی۔ شبیب نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تو حجاج کے رکاب کی فوج نے تلواریں نیام سے کھینچ لیں۔ شبیب کا لشکر بے قابو ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ شبیب نے ان کے واپس کرنے کی ہر چند کوشش کی اور اسی غرض سے پیچھے بھی رہ گیا مگر کسی نے کچھ خیال نہ کیا۔ حجاج اپنے ساتھیوں کو لشکر خوارج کے سمجھانے کی ہدایت کر کے کوفہ چلا آیا اور اہل کوفہ کو جمع کر

کے خطبہ دیا۔ کامیابی کی خوشخبری سنائی۔ خطبہ سے فارغ ہو کر حبیب بن عبدالرحمٰن کو تین ہزار سواروں کی جمعیت سے شبیب کے تعاقب کی غرض سے روانہ کیا اور اس کے حیلہ و شب خون مارنے سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی۔

شبیب کی کرمان کو روانگی

حبیب، حجاج سے رخصت ہو کر سراغ لگاتا ہوا انبار پہنچا تو معلوم ہوا کہ شبیب اسی کے گرد و نواح میں ہے۔ اس وقت اس کے اکثر ساتھی اس سے جدا ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے کہ حجاج نے عام طور سے پناہ دینے کا اعلان کر دیا تھا۔ اتفاق سے یہ وقت غروب آفتاب، شبیب آ پہنچا۔ حبیب نے اپنے لشکر کو متعدد گروہ پر تقسیم کر رکھا تھا اور ہر گروہ سے موت کی بیعت لے لی تھی۔ شبیب نے پہنچنے کے ساتھ ہی جنگ کا بازار گرم کر دیا۔ یکے بعد دیگرے گروہ سے لڑنے لگا۔ رات کا وقت اور جنگ کا یہ عالم تھا کہ جو جہاں تھا وہیں پر کوہ کی طرح استقلال کے ساتھ کھڑا لڑ رہا تھا۔ ذرا بھی اپنے قدم کو حرکت نہ دے سکتا تھا۔ لڑتے لڑتے ہاتھ شل ہو گئے تھے۔ تلواروں کی چمک سے آنکھیں جھپک جاتی تھیں۔ تلواروں کی کاٹ کا وہی عالم تھا۔ مگر ماندگی کی وجہ سے کسی کی گردن پر خط تک نہ پڑتا تھا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے۔ آہ وزاری یا تلواروں کی جھنکار کے سوا اور کوئی آواز کان میں نہ آتی تھی۔ مجبوراً فریقین نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ خود بخود لڑنے والوں کے ہاتھ لڑنے سے رک گئے۔ تیس آدمی شبیب کے اور ایک سو آدمی لشکر شام کے معرکہ کارزار میں کام آئے۔ شبیب مع اپنے بقیہ ہمراہیوں کے دجلہ کو عبور کر کے سرزمین خوخی کی طرف چلا۔ پھر دوبارہ دجلہ کو واسط کے قریب عبور کر کے اہواز و فارس کا راستہ اختیار کیا تاکہ کرمان میں پہنچ کر کچھ عرصہ جنگ و گردش زمانہ سے آرام حاصل کرے۔

حجاج کو قتیبہ کی تجویز

اس جنگ میں علاوہ متذکرہ بالا واقعہ کے یہ بیان کیا گیا ہے کہ حجاج نے جنگ شبیب پر یکے بعد دیگرے امراء مامور کیے اور شبیب نے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ از انجملہ اعین والی حمام اعین بھی تھا۔ چونکہ غزالہ زوجہ شبیب نے جامع مسجد کوفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کی نذر کی تھی، جس میں وہ سورۂ بقرہ و آل عمران پڑھتی تھی اس وجہ سے شبیب رات کو کوفے میں داخل ہوا اور اس کی بیوی نے ایفاء نذر کی۔ بعد ازاں شبیب اور اہل کوفہ سے مجادلہ ہوا۔ حجاج نے لوگوں کو جمع کر کے شبیب کی بابت مشورہ طلب کیا۔ قتیبہ نے کھڑے ہو کر کہا: ''امیر نے خود ہی اسباب شکست کو جمع کر رکھا ہے۔ آپ ایک ایک سالار کو جنگ پر مقرر کرتے ہیں۔ عوام کا ایک انبوہ اس کے ہمراہ کر دیتے ہیں۔ جونہی سردار مارا جاتا ہے، عوام بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ آپ خود مسلح ہو کر میدان جنگ میں تشریف لے چلیے اور معرکہ آراء ہو جائیے، نامہ و پیام سے کام نہیں چلے گا۔'' حجاج نے اس کی تجویز کے مطابق صبح ہوتے ہی سنجہ کی طرف خروج کیا۔ اس وقت شبیب وہیں تھا اور اپنے کو چھپانے کی غرض سے بجائے ابوالورد (اپنے آزاد غلام) کو پرچم کے نیچے ٹھہرایا۔ شبیب نے اس شبہ سے کہ حجاج یہی ہے ابوالورد پر حملہ کیا اور اس کو قتل کر کے خالد بن عتاب پر میسرہ میں، پھر میسرہ سے مڑ کر مطرف بن ناجیہ پر میمنہ میں حملہ کیا اور ان دونوں کو ان کے مورچہ پر سے ہٹا دیا۔ حجاج اور اس کے ساتھی یہ دیکھ کر ایک ٹیلے پر چڑھ گئے۔ حجاج کے ساتھ عنبسہ بن سعید بھی تھا۔

خارجیوں میں اختلاف

اس اثناء میں اتفاقاً خوارج میں اختلاف پڑ گیا۔ مصقلہ بن مہلل ضبی نے شبیب سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''تم صالح بن مسرح کی بابت کیا کہتے ہو؟'' جواب دیا ''بحالت موجودہ میں اس سے بری ہوں''۔ مصقلہ یہ کہہ کر ''تو مصقلہ بھی تم سے بری ہے۔'' شبیب سے جدا ہو گیا۔ حجاج کو اس اختلاف باہمی کا احساس ہو گیا۔ فوراً خالد بن عتاب کو حکم دیا کہ شبیب پر پیچھے سے حملہ کر دو۔ چنانچہ خالد بن عتاب ایک کوس کا چکر کاٹ کر لشکر گاہ پر آ پڑا۔ اس واقعہ میں غزالہ زوجہ شبیب ماری گئی۔ خالد نے ایک سوار کے ہاتھ اس کا سر حجاج کے پاس بھیجا۔ شبیب نے اپنے ہمراہیوں سے ایک شخص کو غزالہ کا سر چھین لانے پر مامور کیا۔ اس شخص نے اس سوار کو جو غزالہ کا سر لے جاتا تھا، قتل کر ڈالا اور غزالہ کا سر شبیب کے روبرو رکھ دیا۔ شبیب نے

اس کو دھلا کر دفن کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد خوارج نے میدان جنگ خالی کر دیا۔ خالد نے تھوڑی دور تک پیچھا کیا۔ اثناء تعاقب و فرار میں مضاد برادر شبیب بھی کام آ گیا اور شبیب کرمان کی طرف چلا گیا۔

حجاج نے واقعہ جنگ دارالخلافہ شام میں عبدالملک کے پاس تحریر کر کے بھیجا اور امدادی فوج طلب کی۔ عبدالملک نے سفیان بن ابرد کلبی کو لشکر شام کے ہمراہ روانہ کیا۔ حجاج نے سفیان کے ساتھیوں کو بہت سامال و اسباب دیا اور جنگ خوارج سے واپسی کے دوسرے مہینے سفیان کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی اس کے والی بصرہ حکم بن ایوب (اپنے داماد) کو لکھ بھیجا کہ چار ہزار سوار لشکر بصرہ سے منتخب کر کے سفیان کی کمک پر روانہ کر دو۔ حکم بن ایوب نے اس حکم کے مطابق چار ہزار سوار بہمراہی زیاد بن عمر عتکی سفیان کی کمک پر بھیجا مگر اتفاقاً کچھ ایسا ہوا کہ زیاد بن عمر عتکی بعد اختتام جنگ سفیان کے پاس پہنچا۔

آخر کار شبیب کا خاتمہ

شبیب نے کرمان میں کچھ عرصہ آرام کرنے کے بعد بہ قصد جنگ مراجعت کی۔ اہواز میں سفیان سے آمنا سامنا ہو گیا۔ شبیب نے پل کے ذریعہ سے دجلہ کو عبور کیا اور اپنے ساتھیوں کو تین گروہ پر منقسم کر کے پیہم بیس حملے کیے۔ لیکن سفیان اور لشکر شام نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کی، نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے اور موقع پا کر خود بھی حملہ کر دیتے تھے۔ آخر کار خوارج نے گھبرا کر بہ قصد عبور پل کا رخ کیا۔ شبیب ایک سو کی جمعیت کے ہمراہ میدان جنگ میں ٹھہرا ہوا لڑتا رہا۔ جب شام ہو گئی اور رات نے اپنے سیاہ دامن میں آفتاب عالم تاب کو چھپا لیا تو شبیب اور اس کے حریف خود بخود جنگ سے دست کش ہو گئے۔ شبیب نے اس موقع کو غنیمت جان کر مراجعت کی۔ پل کی طرف آیا۔ اس کے ساتھی آگے آگے تھے اور یہ سب کے پیچھے آہستہ آہستہ چلا آ رہا تھا۔ جونہی پل پر ہو کر گزرا۔ گھوڑے کے پاؤں کے نیچے ایک پتھر آ گیا۔ گھوڑا بدک کر کشتی کے کنارے پر جا پہنچا۔ شبیب سنبھل نہ سکا پانی میں گر پڑا اور وکان امر اللہ مفعولا ذلک تقدیر العزیز العلیم کہتے ہوئے ڈوب گیا۔

پل کا مالک سفیان کے پاس آیا، جس وقت کہ سفیان واپسی کے تہیہ میں تھا۔ عرض کیا: ''ابھی ابھی پل عبور کرنے کے وقت ایک شخص خوارج میں سے دریا میں گر پڑا تھا وہ لوگ آپس میں کہہ رہے تھے کہ امیر المومنین ڈوب گئے اور یہی کہتے ہوئے اپنی لشکر گاہ کا مال و اسباب چھوڑ کر سب کے سب چل دیئے۔'' سفیان اور اس کے ساتھیوں نے یہ سن کر جوش مسرت سے تکبیریں کہیں اور سوار ہو کر پل کی طرف آئے لشکر گاہ میں جو کچھ تھا سب پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں شبیب کو دریا سے نکال کر دفن کر دیا۔ یہ آدمی کثیر الخیرات تھا۔

جس وقت حجاج والی کوفہ ہو کر وارد کوفہ ہوا اور بنو مغیرہ بن شعبہ کے عادات، اخلاق اور افعال کو شریفانہ پایا تو عرفہ کو کوفے پر، مطرف کو مدائن پر اور حمزہ کو میدان پر اپنی طرف سے مامور کیا۔ یہ لوگ حجاج کے عمال میں سے بہترین اور نہایت کارگزار عامل اور دشمنوں سے بہ کمال سختی پیش آتے تھے۔ لہٰذا جن دنوں شبیب مدائن کی طرف آیا اور بہرشیر پر قیام پذیر ہوا ان دنوں مطرف پرانے شہر میں تھا جہاں کہ ایوان کسریٰ تھا۔ پل کو عبور کر کے شبیب کے قریب آیا اور کہلا بھیجا: ''تم اپنے گروہ میں سے کسی شخص کو ہمارے پاس بھیجو کہ ہم تمہارے خیالات پر غور کریں۔'' شبیب نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو بھیج دیا۔ مطرف کے دریافت کرنے پر وہ شخص یوں کہنے لگا: ''ہم مسلمانوں کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور جس چیز نے ہمیں ہماری قوم سے بدلہ لینے پر تیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے حدود شرعی کو بیکار سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔ مال غنیمت کو اپنا مکسوبہ مال سمجھ کر تصرف کرتے ہیں اور بہ جبر و قہر خلافت کو حاصل کر لیا ہے۔'' مطرف نے کہا: ''چونکہ تم حق کی دعوت دیتے ہو اور کھلم کھلا ظلم کی بیخ کنی پر رضامند ہو لہٰذا ہم تمہارے پیرو و مقلد ہیں۔ ان ظالموں، بے دینوں اور بدعتیوں سے لڑنے پر ہم سے بیعت لے لو اور اس امر پر بھی بیعت لو کہ لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر عمل کرنے اور شوریٰ سے کام کرنے کی دعوت دیں گے۔ جیسا کہ عمر بن الخطاب نے کیا تھا یہاں تک کہ کافہ اسلام جس سے خوش ہوں اس کو اپنا امیر بنائیں کیونکہ عرب کو جب یہ معلوم ہو جائے گا کہ مراد شوریٰ سے قریش کی رضامندی حاصل کرنا ہے تو خواہ مخواہ کسی سے وہ خوش ہو جائیں گے اور تمہاری بیعت کرنے والوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔''

اس شخص نے جواب دیا۔ ''سردست ہم تمہاری اس تجویز کو منظور نہیں کر سکتے۔'' مطرف نے اس پر اصرار کیا۔ چار دن تک اسی بابت بحث ہوتی رہی لیکن باہم اتفاق نہ ہوا۔ مجبوراً شبیب کے پاس چلا آیا۔

مطرف بن مغیرہ کا خروج

اس واقعہ کے بعد مطرف نے اپنے ہمراہیوں کو بلا کر کل سرگزشت بیان کی۔ ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کیا کہ ہماری تجویز عبدالملک وحجاج کی خلع خلافت وحکومت کرنے کی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم لوگ بھی میری موافقت کرو۔ سب نے بالاتفاق اس راز کے چھپانے کی تاکید کی۔ یزی بن ابی زیاد (مغیرہ پدر مطرف کا آزاد غلام) بولا: ''واللہ حجاج سے یہ واقعہ ومشورہ مخفی نہ رہے گا اور اگر تم آسمان پر بھی جا کر چھپو گے تو تم کو حجاج اتار کر ہلاک کر ڈالے گا۔ مناسب یہ ہے کہ اپنی تدبیر کرو۔'' حاضرین کے کان یہ سن کر کھڑے ہو گئے۔ سب نے یزید کی تجویز سے اتفاق کیا۔ مطرف نے مال واسباب جمع کر کے مدائن سے جبال کا رخ کیا۔ اثناء راہ میں اپنے بعض ساتھیوں کو خلع خلافت عبدالملک اور کتاب وسنت کی دعوت دینے اور حکومت وخلافت کو شوریٰ پر منحصر کرنے کی دعوت دی۔ ان میں سے بعض نے اس امر پر بیعت کر لی اور بعض انکار کر کے حجاج کی جانب پلٹ آئے۔ ازانجملہ سبرہ بن عبدالرحمٰن بن مخنف تھا اور مطرف رفتہ رفتہ حلوان پہنچا۔ ان دنوں حلوان میں سوید بن عبدالرحمٰن سعدی تھا اور اکراد کی فوج اس کے رکاب میں تھی۔ ان لوگوں نے تعرض کیا۔ جنگ کی نوبت آئی۔ مطرف نہایت سختی سے ان کو پامال کر کے ہمدان کے دائیں جانب جھکا۔ اس وقت حمزہ (اس کا بھائی) اسی سمت میں تھا اور مال وآلات حرب کی درخواست کی۔ حمزہ نے خفیہ طور سے بھیج دیئے۔ مطرف یہاں سے کوچ کر کے قم قاشان (کاشان) پہنچا اور اپنے عمال کو اس کے اطراف وجوانب میں پھیلا دیا۔ جوق در جوق لوگ آ پہنچے۔ سوید بن سرحان ثقفی اور بکیر بن ہارون نخعی رے سے ایک سو سپاہی اپنے ساتھ لایا تھا۔

عدی بن زیاد کی امداد طلبی

ان ایام میں رے میں عدی بن زیاد ایادی تھا، اور اصفہان میں براء بن قبیصہ۔ ان ؓ نے اس واقعہ سے حجاج کو باخبر کیا اور امداد کا خواست گار ہوا۔ حجاج نے اس طرف تو ایک جرار فوج مطرف سے جنگ کرنے کو بھیج دی اور رے میں عدی کو لکھ بھیجا کہ تم اور براء اس فوج کے ساتھ ہو کر مطرف سے معرکہ آراء ہو۔ چنانچہ چھ ہزار جنگ آور مطرف سے جنگ کرنے کو میدان جنگ میں اکٹھے ہوئے۔ ان سب کا سردار عدی بن زیاد تھا اور دوسری جانب قیس بن سعد عجلی کو، جو حمزہ کے پولیس کا افسر اعلیٰ تھا، ہمدان میں اس مضمون کا فرمان روانہ کر دیا کہ حمزہ کو گرفتار کر کے تم اس کی جگہ پر کام کرو۔'' قیس بموجب اس فرمان کے عجل وربیعہ کے ایک گروہ کو جمع کر کے حمزہ کے پاس گیا اور حجاج کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ حمزہ نے بسروچشم منظور کر لیا۔ قیس نے گرفتار کرا کے قید میں ڈال دیا۔

مطرف بن مغیرہ کا قتل

عدی وبراء چھ ہزار کی جمعیت سے مطرف کے مقابلے پر گئے۔ صف آرائی کی نوبت آئی، سخت خونریز جنگ کے بعد مطرف کے ساتھی میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ یزید بن ابی زیاد (مطرف کے باپ کا آزاد غلام) مارا گیا۔ اس کے ہاتھ میں مطرف کے لشکر کا پرچم تھا۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عفیف ازدی بھی اس معرکے میں کام آیا۔ یہ شخص نیک وعابد اور مطرف کے خصوصی دوستوں سے تھا۔ علاوہ اس کے مطرف کے اور ہمراہی اور خود مطرف بھی اس جنگ میں بار حیات سے سبکدوش کر دیئے گئے۔ مطرف کو جس نے مارا تھا۔ اس کا نام عمر بن ہبیرہ فزاری ہے۔

جنگ کے بعد عدی نے اس جنگ میں کارنمایاں کرنے والوں کو حجاج کی خدمت میں صلہ دہی کی غرض سے بھیج دیا۔ اور بکیر بن ہارون وسوید بن سرحان کے لئے پناہ لے لی۔ حجاج اکثر کہا کرتا تھا، کہ مطرف مغیرہ کا لڑکا نہیں ہے بلکہ مصقلہ بن سبرہ شیبانی کا ہے۔ کیونکہ اکثر خوارج قبیلہ ربیعہ سے ہیں اور ان میں کوئی شخص قیس کے قبیلے کا نہیں تھا۔

مہلب کا فارس پر تسلط

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ عتاب کی روانگی کے بعد بجانب حجاج مہلب نے بہ قصد جنگ ازارقہ، نیشاپور میں قیام کیا تھا اور لگ بھگ ایک برس یہیں ٹھہرا ہوا لڑتا رہا۔ کرمان ازارقہ کے قبضے میں تھا اور فارس مہلب کے تصرف میں۔ جب خوارج کی رسد فارس سے بند ہوگئی تو مجبوراً میدان جنگ سے کرمان کی طرف لوٹے اور مقام جیرفت میں (کرمان کا ایک شہر ہے) پہنچ کر مورچہ قائم کیا۔ مہلب نے ان کو لڑ کر پسپا کر دیا اور جیرفت پر قبضہ کرلیا۔ لہٰذا جب تمام فارس پر مہلب کا قبضہ ہوگیا اس وقت حجاج نے فارس کے صوبجات پر اپنے عمال روانہ کئے۔ عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ فسا، دارابجرد اور اصطخر کو مہلب ہی کے قبضہ میں رہنے دو تا کہ جنگ خوارج میں اس کو ان سے مدد ملتی رہے۔

مہلب کی خوارج سے معرکہ آرائی

حجاج نے جنگ خوارج پر ابھارنے کے لئے براء بن قبیصہ کو مہلب کے پاس روانہ کر دیا۔ مہلب براء کی تحریک و ترغیب سے خوارج پر اٹھ کھڑا ہوا۔ صبح سے ظہر کے وقت تک کمال شدت سے جنگ ہوتی رہی اور براء ایک بلند مقام پر بیٹھا ہوا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ ظہرین پڑھ کر مہلب پھر سوار ہوا اور لڑائی چھڑ گئی۔ شام تک اسی شدت سے لڑائی جاری رہی جیسا کہ اس سے پیشتر تھی۔ شب کے وقت براء مہلب کے پاس آیا۔ اس کی اور اس کے ساتھیوں کی مردانگی اور خوارج کے مقابلہ کرنے کی تعریف کرتا رہا۔ صبح ہوئی تو حجاج کے پاس واپس چلا آیا اور مہلب کے عذر کی معقولیت ظاہر کی۔ اس جنگ کے بعد مہلب مسلسل اٹھارہ مہینے تک خوارج سے جنگ کرتا رہا۔ لیکن کبھی کسی قسم کی کامیابی اس کو حاصل نہ ہوئی۔ اس کے بعد نفاق سے خود ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگیا۔

خارجیوں میں نفاق

بعض نے اس اختلاف کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ مقعطر ضبی نامی ایک شخص قطری کی جانب سے کرمان کے کسی شہر کا عامل تھا۔ اس نے خوارج میں سے ایک شخص کو قتل کر ڈالا۔ خوارج نے قطری سے مقعطر سے قصاص لینے کو کہا۔ قطری نے جواب دیا: ''مقعطر سے غلطی ہوگئی ہے۔ اس غلطی کی تاویل کر دینا چاہئے اور یہ سابقین میں سے بھی ہے میں اس کو قتل نہیں کروں گا۔'' خوارج میں اس جواب سے اختلاف پیدا ہوگیا۔ اور بعض نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ خوارج کے لشکر میں ایک شخص تھا جو زہر آلود تیر بناتا تھا جس سے مہلب کے لشکر کو بے حد نقصان پہنچتا تھا۔ مہلب نے ایک مکتوب لکھ کر ایک شخص کے حوالہ کیا اور یہ سمجھا دیا کہ اس خط کو خوارج کے لشکر میں اس طرح پر چھوڑ آؤ کہ کوئی شخص تم کو نہ دیکھنے پائے۔ اتفاقاً یہ خط سردار لشکر خوارج کے ہاتھ پڑ گیا۔ کھولا تو لکھا ہوا تھا۔ ''تمہارے زہر آلود تیر بھیجے ہوئے ہمارے پاس پہنچے۔ اس کے صلے میں ہم تم کو ایک ہزار درہم بھیجتے ہیں۔'' سردار لشکر نے تیر ساز کو بلا کر دریافت کیا۔ تیر ساز نے انکاری جواب دیا۔ سردار لشکر نے اس کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔ عبدربہ الکبیر نے اس تیر ساز کے قتل سے ناراضگی ظاہر کی اور یہی خوارج میں اختلاف کا باعث ہوا۔

لیکن کچھ یہ کہتے ہیں کہ مہلب نے ایک نصرانی کو قطری کے پاس بھیجا تھا اور یہ ہدایت کر دی تھی کہ قطری کے روبرو جاتے ہی سجدہ کرنا۔ جونہی اس نصرانی نے قطری کو سجدہ کیا۔ خوارج نے اس کو قتل کر دیا اور اس الزام کی پاداش میں قطری کو معزول کر کے عبدربہ الکبیر کو امارت کی کرسی پر براجمان کر دیا۔ خوارج کے گروہ کا چوتھا یا پانچواں حصہ قطری کے ساتھ ہوگیا۔ مہینوں قطری اور عبدربہ الکبیر کے خیر خواہوں میں لڑائی ہوتی رہی۔ بعد ازاں قطری تو طبرستان چلا گیا اور عبدربہ الکبیر کرمان میں ٹھہرا رہا۔

خوارج کی پسپائی

مہلب نے قطری کے چلے جانے کے بعد لڑائی چھیڑ دی اور جیرفت میں اس پر محاصرہ کر دیا۔ بالآخر عبدربہ الکبیر طول محاصرہ سے گھبرا کر مع

اپنے مال و حریم و اسباب کے نکل کھڑا ہوا۔ مہلب نے نہایت سختی سے حملہ کیا۔ نامی گرامی جنگ آور، خوارج کے مارے گئے۔ لڑتے لڑتے آلات حرب بیکار ہو گئے۔ خوارج کمال بے سروسامانی سے بھاگے۔ مہلب مظفر و منصور جیرفت میں داخل ہوا اور چند ساعت آرام کر کے تعاقب کرنے کی غرض سے سوار ہو گیا۔ جیرفت سے چار فرسنگ کے فاصلے پر عبدربہ الکبیر کو جا گھیرا۔ صبح سے دوپہر تک کمال شدت سے لڑائی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ دونوں افواج کے سپاہی لڑتے لڑتے تھک گئے۔ مہلب نے لڑائی موقوف کر دی۔ لیکن محاصرہ کیے رہا۔

عبدربہ الکبیر کا قتل

بعد ازاں خوارج نے مرنے اور مارنے کا باہم عہد و پیمان کر کے دوبارہ لڑائی شروع کر دی اور اس مردانگی سے لڑے کہ مہلب اور اس کے ساتھیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اپنی جان بری سے ناامید ہو گیا۔ تب اللہ جل شانہ کی عنایت و امداد سے مہلب کو فتح یابی ہوئی۔ خوارج مارے گئے۔ ازانجملہ خود عبدربہ الکبیر تھا۔ اس معرکہ خونریز سے خوارج کے گروہ کا کوئی متنفس جانبر نہیں ہوا مگر معدودے چند۔ جن کا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا۔

مہلب کی طلبی و توقیر

کامیابی کے بعد مہلب نے ایک قاصد بشارت فتح سنانے کے لئے حجاج کی خدمت میں روانہ کیا۔ حجاج کو اس واقعہ کے سننے سے بے حد خوشی ہوئی۔ بنو مہلب کا حال دریافت کیا۔ قاصد نے ایک ایک کی مردانگی کی تعریف کی۔ حجاج نے کہا: "ان سب میں کون شخص زیادہ دلاور و جری تھا؟" قاصد نے عرض کیا۔ "اصل یہ ہے کہ بنو مہلب مثل ایک مضبوط حلقہ کے تھے جس کا کنارہ معلوم نہیں ہوتا تھا۔" حجاج یہ سن کر ہنس پڑا۔ مہلب کو شکریہ کا مکتوب لکھا اور یہ بھی تحریر کیا کہ "کرمان پر جس کو مناسب سمجھو مقرر کر کے اور اس کی محافظت پر حسب ضرورت لشکر ٹھہرا کر کچھ دنوں کے لئے میرے پاس چلے آؤ۔" چنانچہ مہلب اپنے لڑکے یزید کو کرمان پر مقرر کر کے حجاج کے پاس چلا آیا۔ حجاج نے اس کی بہت توقیر کی، اپنے قریب بٹھلایا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا: "اے اہل عراق تم لوگ مہلب کے لئے بندۂ بے دام ہو۔"

قطری کا خاتمہ

جن دنوں خوارج میں نزاع پیدا ہو گئی تھی۔ حجاج نے سفیان بن الابرد کلبی کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ قطری و عبیدہ بن ہلال اور ان خوارج کی سرکوبی کو جو ان کے ساتھ تھے۔ طبرستان کو بھیج دیا تھا۔ اتفاق سے اسحاق بن محمد بن اشعث بھی لشکر کوفہ کو لئے ہوئے اسی دن طبرستان کے قریب پہنچا۔ جس دن سفیان بن ابرد کلبی وارد ہوا تھا۔ دونوں نے متفق ہو کر قطری سے طبرستان کی ایک گھاٹی میں مقابلہ کیا۔ اثنائے جنگ میں قطری کے ہمراہی قطری سے الگ ہو گئے اور قطری خود گھوڑے سے گر کر ایک غار میں جا پڑا۔ اس عرصے میں ایک عجمی اس طرف سے ہو کر گزرا۔ قطری نے پانی کی خواہش ظاہر کی۔ عجمی نے خدمت کا معاوضہ مانگا۔ قطری نے اپنے آلات حرب دے دینے کا وعدہ کیا لیکن عجمی اس سے رخصت ہو کر غار کے اوپر چڑھ گیا اور اوپر سے ایک بھاری پتھر گرا دیا۔ قطری کا سر زخمی ہو گیا۔ عجمی فرط خوشی سے چلا اٹھا۔ چند لوگ اہل کوفہ کے دوڑ پڑے۔ جن میں سورہ بن حر تمیمی، جعفر بن عبدالرحمٰن بن مخنف اور صباح بن محمد بن اشعث تھا، اور قطری کو مار ڈالا۔ ابوجہم قطری کا سر لے کر اسحاق بن محمد کے پاس گیا۔ اسحاق بن محمد نے حجاج کے پاس اور حجاج نے عبدالملک کی خدمت میں روانہ کر دیا۔

خارجیوں کا محاصرہ

قطری کے مارے جانے کے بعد سفیان نے بلا جدال و قتال خوارج کا محاصرہ کر لیا۔ رسد و غلہ کی آمد بند کر دی۔ شدت گرسنگی اس درجہ بڑھی کہ گھوڑوں کو ذبح کر کے کھا گئے۔ جب گھوڑوں اور چارپایوں نے بھی کفایت نہ کی تو مارنے اور مر جانے کی قسمیں کھا کر محاصرہ توڑ کے لڑتے ہوئے نکلے۔ سفیان نے سب کو پامال کر کے ان کے سروں کو حجاج کے پاس روانہ کر دیا اور خود دنباوند و طبرستان میں جا کر قیام کر دیا اور وہیں مقیم رہا۔ یہاں

تک کہ حجاج نے واقعہ دیر جماجم کے کچھ دنوں پہلے اس کو معزول کیا۔
بعض مورخین کا بیان ہے کہ قطری وعبیدہ کے مارے جانے سے جو آخر روٴساء خوارج تھے، خوارج کی حکومت منقرض ہوگئی۔ پہلا رئیس ان کا نافع بن ارزق تھا۔ تقریباً بیس سال تک ان کا دور دورہ رہا۔ یہاں تک کہ ان میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ جیسا کہ ہم اس کو 77ھ کے واقعات میں بیان کر آئے ہیں۔ اس کے بعد ان کی کسی جماعت نے سرصدی تک گوشہ گمنامی سے سر نہیں نکالا۔

شوذب کا خروج

عہد حکومت عمر بن عبدالعزیز میں سرصدی پر شوذب خارجی نے دو سو آدمیوں کی جمعیت سے سرزمین خوخی میں خروج کیا تھا۔ یہ قبیلہ بنو یشکر سے تھا اور اس کا نام بسطام تھا۔ ان دنوں عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب گورنر کوفہ تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے گورنر کے نام اس مضمون کا فرمان بھیج دیا تھا کہ ''جب تک خوارج قتل وخونریزی اور فتنہ وفساد نہ کریں، اس وقت تک ان سے متعرض نہ ہونا اور جب وہ ان افعال کے مرتکب ہوں تو کسی تندخو جوان مرد اور مستقل مزاج شخص کو ان کی بیخ کنی پر مامور کرنا۔'' عبدالحمید نے بموجب اس فرمان کے محمد بن جریر بن عبداللہ بجلی کو بسرافسری دو ہزار فوج کے شوذب کے طوفان بے تمیزی کی روک تھام کے لئے روانہ کیا اور یہ ہدایت کردی کہ جب تک وہ قتل وخونریزی کا مرتکب نہ ہو، چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ چنانچہ محمد بن جریر نے شوذب کے مقابلے پر پہنچ کر بلاتحریک واشتعال جنگ ڈیرے ڈال دیئے۔

عمر بن عبدالعزیز اور خوارج

عمر بن عبدالعزیز نے اسی دور میں شوذب کے نام بھی ایک مکتوب اس مضمون کا بھیجا۔ ''مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشنودی کے خلاف خروج کیا ہے۔ حالانکہ تم اس کے حقدار نہیں تھے۔ آؤ ہم تم سے مناظرہ کریں اگر ہم حق پر ہیں تو تم اس گروہ میں داخل ہو جاؤ۔ جس میں تمام لوگ داخل ہیں اور اگر تم حق پر ہو تو ہم تمہاری بابت غور کریں گے۔'' بسطام نے خط پڑھ کر عاصم حبشی (بنوشیبان کے آزاد غلام) اور بنو یشکر کے ایک شخص کو عمر بن عبدالعزیز کے پاس مناظرہ کے لئے روانہ کیا۔ مقام مناظرہ میں یہ دونوں شخص عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے دریافت کیا۔ ''تم لوگوں کو کس امر نے خروج اور انتقام پر مجبور کیا ہے؟''
عاصم: ''ہم کو تمہاری سیرت سے کسی قسم کا اشتعال یا خیال انتقام نہیں پیدا ہوا۔ تم بیشک عدل واحسان سے کام لیتے ہو۔ مگر تم یہ تو بتاؤ کہ کرسی خلافت پر تم کسی طرح متمکن ہوئے۔ لوگوں کے مشورے اور رضامندی سے یا بزور غلبہ؟''
عمر بن عبدالعزیز: ''نہ تو میں نے اس کی خواہش کی اور نہ میں نے بہ زور وغلبہ اس کو حاصل کیا۔ مجھ سے پہلے ایک شخص نے میری ولیعہدی کی لوگوں سے بیعت لی تھی۔ اس بنا پر میں نے زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لی اور کسی نے اس سے اختلاف وانکار نہ کیا۔ اور تمہارا مذہب بھی یہی ہے کہ امیرالمومنین وہی ہے جو لوگوں کی رضامندی سے امیر بنایا جائے اور عادل ہو۔ اور اگر میں حق کا مخالف ہوں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں ہے۔
عاصم اور اس کا ساتھی: مگر ایک بات باقی رہ گئی اور وہ یہ ہے کہ تم نے اپنے خاندان والوں کے افعال وحرکات سے مخالفت کی ہے اور اس کو مظالم کے نام سے موسوم کرتے ہو۔ لہٰذا اگر تم ہدایت پر ہو اور وہ ضلالت و بے دینی پر رہے ہیں تو ان سے بیزاری ظاہر کرو اور ان پر لعنت بھیجو۔''
عمر بن عبدالعزیز: ''ہم کہہ سکتے ہیں کہ تم لوگوں نے بہ قصد آخرت خروج کیا ہے لیکن افسوس ہے اس کا راستہ بھول گئے۔ ہرگز اللہ جل شانہ نے کسی پر لعن کرنا شروع نہیں کیا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لعان مبعوث کیا ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) نے کہا ہے ومن عصانی فانک غفور الرحیم (اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے تو بیشک تو غفور الرحیم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولٰئک الذین ھدی اللہ۔ فبھدا ھم اقتدہ (یہی لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی ہے لہٰذا انہی کی راہوں کی تقلید کر) میں نے ان کے اعمال کو جو مظالم سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا اس قدر اس کی مذمت کافی ہے اور اگر گنہگاروں پر لعن کرنا واجب ہے تو بے شک تم پر یہ واجب ہے کہ فرعون پر لعن کیا کرو۔ حالانکہ تم اس پر لعن نہیں کرتے اور وہ بدترین خلائق تھا۔ لہٰذا میں کیسے اپنے خاندان پر لعن کروں جب کہ وہ نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے

تھے بیشک ظلم کرنے سے وہ کافر نہیں ہو سکتے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ایمان و شریعت کی طرف بلایا ہے جو اس پر عمل کرے گا، اس سے وہ فعل قبول کیا جائے گا اور جو شخص کسی امر کا احداث کرے گا، اس پر حد جاری کی جائے گی۔

عاصم اور اس کا ساتھی: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو توحید اور اقرار بما نزل علیہ کی بھی تو دعوت دی ہے۔

عمر بن عبدالعزیز: تو ان لوگوں میں سے کوئی آدمی بھی ایسا نہیں ہے کہ جو اس کا انکار کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل نہیں کروں گا۔ اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے جان بوجھ کر اپنے کو ورطہ گمراہی میں ڈال دیا ہے۔"

عاصم: تو تم ان سے بیزاری ظاہر کرو اور ان کے احکام کو رد کر دو۔"

عمر بن عبدالعزیز: "تم لوگ تو یہ جانتے ہو کہ ابوبکرؓ نے اہل ردت سے جس وقت لڑائی کی تھی، ان کی خونریزی بھی کی تھی اور ان کی عورتوں بچوں کو لونڈی اور غلام بھی بنالیا تھا اور عمرؓ نے ان کو فدیہ کے ساتھ واپس لوٹا دیا تھا اور ابوبکرؓ سے بیزاری نہیں ظاہر کی تھی اور تم لوگ بھی ان دونوں میں سے کسی ایک سے بیزاری نہیں ظاہر کرتے ہو۔ اچھا اہل نہروان کی بابت کیا جواب دو گے؟ تم جانتے ہو کہ اہل کوفہ ان لوگوں کے گروہ سے نکل آئے تھے اور پھر وہ نہ لڑے اور نہ ان سے متعرض ہوئے تھے اور جو اہل بصرہ نے خروج کیا تھا تو ان لوگوں نے عبداللہ بن خباب اور ان کی زوجہ کو مار ڈالا تھا جو حاملہ تھیں۔ ان گروہوں میں جو نہیں لڑا تھا، اس نے قاتلین اور متعرضین سے بیزاری نہیں ظاہر کی اور نہ تم ان میں سے کسی سے بیزاری ظاہر کرتے ہو۔ تم لوگوں کو یہ امر کیونکر مفید ہوگا جب کہ تم جانتے ہو کہ ان کے اعمال میں اختلاف تھا اور تم مجھے میرے خاندان والوں سے بیزاری ظاہر کرنے پر مجبور کرتے ہو حالانکہ مذہب و دین ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ مردود کو مقبول اور مقبول کو مردود نہ کرو۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو پناہ دی ہے، جس نے شہادت اسلام (یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کی دی ہے اور اس کا مال و خون حرام فرمایا ہے اور تم لوگ اسی آدمی کو قتل کرتے ہو اور باقی مذہب والوں کی پناہ دیتے ہو اور ان کے مال و خون کو ناروا تصور کرتے ہو۔"

عاصم کا ساتھی: اس شخص کی بابت کیا کہو گے جو ایک قوم کے جان و مال کا متولی بنایا گیا اور اس میں اس نے عدل و انصاف سے کام لیا، لیکن اپنے کسی ایسے شخص کو مقرر کیا جو غیر مامون ہے۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ اس شخص نے اس فرض کو ادا کر دیا جو اس پر منجانب اللہ فرض کیا گیا تھا۔ پھر تم کیوں اس خلافت کو اپنے بعد یزید کے حوالے کرتے ہو باوجود اس علم کے کہ یزید عدل و انصاف سے کام نہ لے گا۔

عمر بن عبدالعزیز: "یزید کو میں نے ولی عہد نہیں بنایا بلکہ میرے سوا کسی دوسرے نے اس کو متولی کیا ہے اور مسلمانوں کو میرے بعد اس کا حق حاصل ہوگا۔"

عاصم کا ساتھی: "تو کیا جس نے یزید کو ولی عہد بنایا ہے وہ حق پر تھا؟" عمر بن عبدالعزیز یہ سن کر رو پڑے اور تین روز تک ان دونوں سے قیام کرنے کو کہا۔ عاصم اور اس کا یشکری ساتھی عمر بن عبدالعزیز کے دربار خلافت سے اٹھ کر اپنی فرودگاہ پر آیا۔ اس کے بعد عاصم پھر عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں واپس گیا اور خوارج کے عقائد سے توبہ کر لی۔ یشکری نے عاصم سے کہا: جو ابھی میں نے کہا ہے اس کو ان لوگوں کے روبرو پیش کرو اور ان کی حجت و دلائل پر غور کرو۔ عاصم نے کچھ جواب نہ دیا۔ یشکری الگ ہو کر عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں قیام پذیر ہو گیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا اور چند دن بعد انتقال کر گئے اور محمد بن جریر اپنے قاصد کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔

محمد بن جریر کی پسپائی

عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کے بعد عبدالحمید بن عبدالرحمٰن (امیر کوفہ) نے محمد بن جریر کے پاس شوذب سے جنگ کرنے کا حکم بھیج دیا۔ قبل اس کے کہ شوذب کو عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کا حال معلوم ہوتا یا اس کے بھیجے ہوئے آدمی جو عمر بن عبدالعزیز کے پاس مباحثہ کرنے کو گئے تھے، واپس آتے۔ خارجیوں نے محمد بن جریر کو مستعد بہ جنگ دیکھ کر یہ رائے قائم کر لی کہ بالیقین وہ مرد صالح (عمر بن عبدالعزیز) انتقال کر گیا ہے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے وعدہ خلافی کی ہے۔ الغرض جنگ ہوئی۔ چند لوگ خوارج کے اور اکثر آدمی لشکر کوفہ کے کام آئے۔ محمد بن جریر شکست کھا کر فرار ہوا۔ خوارج کوفہ تک پیچھا کر کے پھر اپنے مورچے پر لوٹ آئے۔ اس اثناء میں وہ دونوں آدمی جو عمر بن عبدالعزیز کے پاس مناظرہ کرنے گئے

تھے واپس آئے اور عمر بن عبدالعزیز کے انتقال کے واقعہ سے مطلع کیا۔

شوذب کی ہلاکت

اس کے بعد یزید بن عبدالملک نے تمیم بن حباب کو بسرافسری دو ہزار فوج کے شوذب کے مقابلے پر بھیجا۔ شوذب نے اس کو بھی اس کے ہمراہیوں کے ساتھ شکست دیدی۔ یزید بن عبدالملک نے شجاع بن وداع کو دو ہزار کی جمعیت سے جنگ شوذب پر مامور کیا۔ شوذب نے اس کو قتل کر کے اس کے ساتھیوں کو بھی شکست فاش دیدی لیکن اس جنگ میں شوذب کا چچازاد بھائی مارا گیا۔ خوارج اس وقت تک اپنے ہی مورچے پر قائم اور اپنی ہی لشکر گاہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ انہی ایام میں مسلمہ بن عبدالملک وارد کوفہ ہوا اور سعید بن عمرو حرشی کو جو ایک نامی سپہ سالار اور نہایت تجربہ کار جنگ آور تھا جنگ شوذب پر متعین کیا۔ خوارج نے پہلے باہم مرنے اور مارنے کا عہد و پیمان کیا اور پھر مجموعی قوت سے حملہ آور ہوئے اور مکرر سہ کرر سعید کو شکست دی۔ بالآخر سعید نے لشکر شام کو للکار کر ایسا پرزور حملہ کیا کہ خوارج کو آٹے کی طرح پیس ڈالا۔ شوذب اور اس کے تمام ساتھی قتل کر دیے گئے۔ ایک متنفس بھی اس واقعہ سے جان بر نہ ہوا۔

بہلول بن بشر بن شیبان

اس واقعہ کے بعد خوارج نے مدت مدید تک دم نہیں مارا یہاں تک کہ عہد حکومت ہشام بن عبدالملک 120ھ میں بہلول بن بشر بن شیبان الملقب بہ کثارہ نے خروج کیا۔ سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بہلول حج کرنے کے لئے گیا تھا مکہ میں اپنے ہم خیال اور ہم آہنگ لوگوں سے مل جل کر خروج کی تجویز قائم کی اور اس مقصد کے حاصل کرنے کو موصل کے ایک قریہ میں ایک وقت مقررہ پر ملنے کا باہم وعدہ و اقرار کیا۔ چنانچہ وقت مقررہ پر سب کے سب جمع ہوئے جن کی تعداد چالیس سے زیادہ نہ تھی اور ان لوگوں نے متفق الرائے ہو کر بہلول کو اپنا سردار بنایا اور اپنے آپ کو چھپا کر یہ ظاہر کرنے لگے کہ ہم لوگ ہشام کے پاس سے آتے ہیں۔ رفتہ رفتہ اس گاؤں سے گزرے جہاں بہلول نے سرکہ خرید کیا تھا اور اتفاقاً وہ شراب نکلی تھی۔ بہلول نے اس کے واپس کرنے کو کہا تھا دکاندار نے واپسی سے انکار کیا تھا۔ عامل قریہ کے روبرو جھگڑا پیش ہوا تو اس نے بہلول کو جھڑک کر کہا تھا کہ "شراب تجھ سے اور تیری قوم سے بہتر ہے۔"

بہلول بن بشر کا خروج

بہلول نے پہنچنے کے ساتھ ہی عامل قریہ کو قتل کر کے اپنے ارادے کو ظاہر کر دیا اور خالد قسری پر حملہ کرنے کے لئے واسط کی طرف کوچ کر دیا۔ الزام یہ قائم کیا تھا کہ خالد مساجد کو منہدم کرتا اور کلیسوں کو بناتا ہے اور مجوسیوں کو مسلمانوں کا والی مامور کرتا ہے۔ خالد کو اس کی اطلاع ملی تو وہ واسط سے حیرہ چلا آیا۔ جہاں پر ایک لشکر بنوقین کا، جن کی تعداد چھ سو تھی، پڑا تھا جو شام سے عامل ہند کی اعانت کی غرض سے آیا تھا۔ خالد نے اس لشکر کو اس کے سردار کی ماتحتی میں بہلول سے جنگ پر مامور کر دیا اور جنگی پولیس کے دو سپاہی اس لشکر پر اور اضافہ کر دیا۔ دریائے فرات پر صف آرائی ہوئی۔ بہلول نے پہلے ہی حملے میں لشکر شام کے سردار کو ہلاک کر ڈالا۔ لشکر شکست کھا کر کوفہ چلا آیا۔

بہلول کا انجام

خالد نے بنوحوشب بن یزید بن ردیم سے عابد شیبانی کو جنگ بہلول پر مقرر کیا۔ مابین موصل و کوفہ کے مڈبھیڑ ہوئی۔ بہلول نے اس کو بھی شکست دے کر اسی دن بہ قصد موصل کوچ کر دیا۔ تھوڑی دور چل کر یہ تجویز قائم کر کے کہ ہشام پر حملہ کرنا چاہئے، شام کی طرف جھک پڑا۔ اس طوفان کی روک تھام کرنے کو خالد نے عراق سے، عامل جزیرہ نے جزیرے سے اور ہشام نے شام سے فوجیں روانہ کیں جو مابین موصل و جزیرے کے مقام کحیل پر جمع ہوئیں۔ ان لوگوں کی تعداد بیس ہزار تھی اور بہلول کے ساتھ محض ستر آدمی تھے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ خوارج نے نہایت مردانگی سے

مقابلہ کیا۔ اثناء جنگ میں بہلول زخمی ہو کر گرا۔ اس کے ساتھیوں نے دریافت کیا۔ کس کو ہم آپ کے بعد اپنا امیر بنائیں گے۔ جواب دیا'' د
شیبانی کو اور اس کے بعد عمر یشکری کو۔'' قضائے الٰہی سے اسی رات کو بہلول مر گیا۔ صبح ہوئی تو دعامہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ تب
یشکری نے علم اپنے ہاتھ میں لے کر خروج کیا۔ زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ مار ڈالا گیا۔

بختری کا خروج

اس واقعہ کے دو برس بعد بختری صاحب اشہب نے خالد قسری پر خروج کیا۔ یہ اسی لقب سے معروف تھا۔ خالد نے سمط بن مسلم بجلی
بسرافسری چار ہزار فوج کے مقابلے پر بھیجا۔ فرات کے کنارے پر صف آرائی کی نوبت آئی۔ خوارج کی فوج میدان جنگ سے فرار ہو گئی۔ اتف
اہل کوفہ کے غلاموں اور بازاری آدمیوں سے سامنا ہو گیا۔ ان لوگوں نے ایسی سنگ باری کی کہ خوارج کے گروہ میں سے ایک بھی جانبر نہ ہوا۔

وزیر سختیانی کا خروج

اس کے بعد وزیر سختیانی نے چند نفر کی جمعیت سے خالد پر حیرہ میں خروج کیا۔ جس قریہ کی طرف سے ہو کر گزرتا تھا، جلا دیتا تھا۔ جس کو پاتا تھا
قتل کر ڈالتا تھا۔ خالد نے اس کی سرکوبی کو ایک لشکر روانہ کیا، جس نے وزیر سختیانی کے ساتھیوں کو قتل کر ڈالا اور اس کو زخمی کر کے خالد کے پاس گرفتا
کرلائے۔ وزیر سختیانی نے خالد سے ایسی باتیں کیں جس سے خالد نے خوش ہو کر سزائے قتل سے اس کو بری کر دیا۔ اکثر شب کو وزیر سختیانی دل
بہلانے کی غرض سے قصہ کہا کرتا تھا۔ کسی نے ہشام بن عبدالملک سے جڑ دیا کہ خالد نے ایک رضا کار کو جو مستوجب قتل تھا، گرفتار کیا تھا لیکن اس کو
قتل نہیں کیا بلکہ شب کو اس سے قصہ کہلاتا ہے۔ ہشام نے خالد کے پاس وزیر سختیانی کے قتل کا فرمان روانہ کر دیا۔ خالد نے بموجب اس فرمان کے
قتل کر ڈالا۔

صحاری بن شبیب کا خروج

اس کے بعد صحاری بن شبیب بن یزید نے اطراف جبل میں خروج کیا تھا اور قبل خروج یہ شخص خالد کے پاس آیا تھا۔ فریضہ کا سوال کیا۔ خالد
نے جواب دیا: ''تم کو اس سے کیا حاصل ہے۔'' صحاری یہ جواب پا کر جبل کی طرف چلا گیا۔ خالد کو اپنے اس جواب دینے سے ندامت ہوئی۔ تلاش
کرایا۔ دستیاب نہ ہوا۔ صحاری نے جبل میں پہنچ کر جہاں پر کچھ لوگ اتیم اللات بن ثعلبہ کے خاندان کے تھے ان کو اس واقعہ سے باخبر کیا اور یہ ظاہر
کیا کہ میں نے خالد کے پاس جانے کا یہ حیلہ نکالا تھا تاکہ فلاں شخص جو قعدہ صفریہ سے تھا، اس کے عوض میں اس کو مار ڈالوں۔ خالد نے اس شخص کو
ظالمانہ طور سے مار ڈالا تھا۔ تیم اللات کے تیس آدمیوں نے اس کے ساتھ خروج کیا۔ اطراف مناور میں مقابلہ ہوا۔ فریقین نے سختی سے ایک
دوسرے پر حملہ کیا۔ بالآخر صحاری اور اس کے کل ہمراہی مار ڈالے گئے۔

ابن قیس کا خروج

ان واقعات کے بعد خوارج میں پھر ایک تازہ جوش ان دنوں پیدا ہوا جب کہ عراق وشام میں فتنہ وفساد برپا ہو رہا تھا اور مروان اس بغاوت کو
ختم کرنے میں مصروف تھا۔ سرزمین کفر توتا میں سعید بن بہدل شیبانی نے اہل جزیرہ کے دوسو آدمیوں کی جمعیت سے علم بغاوت بلند کیا۔ یہ
حروریوں کے خیالات کا پابند تھا۔ انہی ایام میں بسطام بیہسی نے ربیعہ کے اسی قدر آدمیوں کے ساتھ خروج کر دیا اور یہ سعید کے خیالات کا مخالف
تھا۔ سعید نے اپنے سپہ سالار خیبری کو بہ سرافسری ڈیڑھ سو آدمیوں کے بسطام کے مقابلے پر روانہ کیا۔ چنانچہ شب کے وقت خیبری نے بسطام پر
چھاپہ مارا۔ سوائے چودہ آدمیوں کے اور باقی سب مع بسطام کے مار ڈالے گئے۔ بعد ازاں سعید بن بہدل یہ خبر پا کر کہ اہل عراق میں اختلاف ہو گیا
ہے، عراق کی طرف چلا گیا اور وہیں جا کر مر گیا۔ ضحاک بن قیس اس کا جانشین ہوا۔ سرزمین سراۃ میں اس کی امارت کی بیعت کی گئی۔ تکمیل بیعت

کے بعد موصل وشہر روز میں آیا۔ فرقہ صفریہ کے چار ہزار یا اس سے کچھ زائد آدمی جمع ہو گئے۔

اس اثناء میں مروان نے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو عراق کی گورنری سے معزول کر کے نضر بن سعید حریشی کو مامور کیا۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز نے مقام حیرہ میں چارج دینے سے انکار کیا۔ نضر کوفہ لوٹ آیا اور لشکر مرتب کر کے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز پر چڑھائی کر دی۔ مہینوں تک لڑائی جاری رہی۔ اس واقعہ میں مضریہ، بوجہ طرف داری مروان نضر کے ہمراہ تھے، کیونکہ یہ خون ولید کا طلب گار تھا اور ولید کی ماں قسیہ قبیلہ مضر سے تھی اور اہل یمن عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ تھے۔ اس وجہ سے کہ یہ لوگ یزید کے ساتھ قتل ولید میں ملوث تھے۔ جس وقت کہ خالد قسری یوسف کے سپرد کیا گیا تھا اور یوسف نے اس کو قتل کیا تھا۔ ضحاک وخوارج نے اس اختلاف سے باخبر ہو کر 127ھ میں عراق کا رخ کیا۔

عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور نضر نے خط وکتابت کر کے خارجیوں سے مقابلہ کرنے کی غرض سے سازش کر لی اور دونوں نے متفق ہو کر کوفہ میں لشکر مرتب کیا۔ ہر شخص اپنے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور ابن عمر تمام لشکر کا سردار تھا۔ ضحاک نے قریب کوفہ پہنچ کر نخیلہ میں قیام کیا۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور نضر کے مقابلے پر آیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ صبح سے عصر کے وقت تک لڑائی ہوتی رہی۔ قریب مغرب عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور نضر کو شکست ہوئی۔ خوارج نے ان کے مورچے تک ان کا تعاقب کیا۔ دوسرے روز صبح ہوتے ہی پھر جنگ شروع ہو گئی اور یہی واقعہ ہوا۔ تیسرے دن کی لڑائی میں اکثر سرداران لشکر میدان جنگ سے منہ چھپا کر واسط بھاگ گئے۔ از انجملہ نضر بن سعید حریشی، منصور بن جمہور اور اسماعیل برادر خالد قسری وغیرہ تھے۔ مجبوراً عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز بھی واسط چلا آیا اور ضحاک نے کوفے پر قبضہ کر لیا۔

عبداللہ بن عمر اور ضحاک

جوں ہی عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز واسط میں وارد ہوئے نضر سے لڑائی چھڑ گئی۔ ضحاک یہ خبر پا کر دوڑ پڑا۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور نضر نے گھبرا کر پھر موافقت کر لی اور متفق ہو کر ضحاک کے مقابلے پر آئے۔ ایک مدت دراز تک لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ لڑائی نے فریقین کے دانت کھٹے کر دیئے۔ منصور بن جمہور اپنے گروہ سے علیحدہ ہو کر ضحاک وخوارج سے آملا اور اس کی بیعت کر لی۔ بعد میں عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز بھی خوارج میں چلا آیا۔ ضحاک کے پیچھے نماز ادا کی اور اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس کے ساتھ سلیمان بن ہشام بھی تھا۔ یہ صلح اس غرض سے کی گئی تھی کہ خارجی اس کو چھوڑ کر مروان سے مصروف جنگ ہو جائیں۔

سلیمان بن ہشام حمص سے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے پاس اس وجہ سے فرار ہو آیا تھا کہ اہل حمص نے علم بغاوت بلند کیا تھا اور مروان ان کا مخالف تھا۔ چنانچہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ضحاک کی بیعت کر لی اور اس کو جنگ مروان پر ابھارا اور شبان حروری کی بہن سے عقد کر لیا۔ یہ وہ دور تھا کہ ضحاک نضر پر گھیراؤ کیے تھا۔

ضحاک کا موصل پر تسلط

مصالحت کرنے کے بعد ضحاک کوفے میں واپس آیا اور پھر کوفے سے محاصرہ واسط کے بیسویں دن اہل موصل سے سازش کر کے موصل کی طرف بڑھا۔ ان دنوں موصل میں (مروان کی جانب سے) قطران بن اکمہ شیبانی والی شہر تھا۔ اہل شہر نے شہر پناہ کے دروازے کھلوائے۔ ضحاک گھس پڑا۔ قطران اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مقابلے پر آیا، لڑائی ہوئی۔ آدمی قلیل تھے۔ تمام کے تمام مارے گئے۔ ضحاک نے موصل اور اس کے مضافات پر قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ کی خبر مروان کو اس وقت پہنچی جب کہ وہ حمص کا گھیراؤ کیے ہوئے تھا۔ اپنے لڑکے عبداللہ کو (جو اس کی طرف سے جزیرے کا نائب تھا) نصیبین کی طرف روانہ ہونے کو لکھ بھیجا تھا تاکہ ضحاک کو جزیرے کے مابین حائل ہونے سے روک دے۔

ضحاک بن قیس کا قتل

چنانچہ عبداللہ آٹھ ہزار سواروں کی جمعیت سے نصیبین کی جانب روانہ ہوا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ضحاک نصیبین میں پہنچ گیا تھا۔ ضحاک نے

اس کا گھیراؤ کرلیا۔ اس وقت اس کے ساتھ ایک لاکھ قوم تھی۔ مروان تک یہ خبر پہنچی تو وہ بھی نصیبین کے بچانے کی غرض سے ضحاک کی طرف روانہ ہوا۔ اطراف کفرتوتا میں ضحاک سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی۔ بعد مغرب ضحاک نے چھ ہزار کی جمعیت سے پیادہ پا ہو کر میدان جنگ کا راستہ لیا اور اس بے جگری سے لڑائی ہوئی کہ قریب عشاء تک سب کے سب مارڈالے گئے۔ ضحاک کی نعش مقتولین میں دب گئی تھی۔ بہت تلاش کے بعد دستیاب ہوئی۔ مروان نے سراتار کر بلاد جزیرہ بھیج دیا۔

خیبری کا قتل

صبح ہوئی تو خوارج نے خیبری کے ہاتھ پر بیعت کی جو ضحاک کے لشکر کا ایک سپہ سالار تھا اور مروان کے ساتھ میدان جنگ میں مصروف جدال وقتال ہوگئے۔ قریب دوپہر مروان شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ خوارج نے اس کے خیمہ تک پہنچ کر طنابیں کاٹ دیں۔ خیبری اس کے فرش پر بیٹھ گیا۔ اس کے لشکر کے دونوں بازو بدستور لڑ رہے تھے۔ مروان کے میمنہ پر عبداللہ بن مروان تھا اور میسرہ پر اسحاق بن مسلم عقیلی۔ لشکر مروان نے خوارج کی جمعیت کی کمی کا احساس کر کے ان کا محاصرہ کرلیا۔ لشکریوں کے غلام اور اہل خدمت خیموں کی چوبیں لے کر بھاگ گئے اور سب کو بات کی بات میں فرش کردیا۔ انہی لوگوں میں خیبری بھی تھا۔ باقی جو رہے وہ بھی جلد ہی بھاگ گئے۔ مروان اس خوش خبری کو سن کر تقریباً چھ میل سے اپنے خرگاہ سے واپس آیا۔

خوارج نے بھی لوٹ کر شیبان حروی کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ یہ شیبان عبدالعزیز یشکری کا بیٹا تھا۔ ابوالدلف اس کی کنیت تھی۔ مروان نے ان واقعات کے بعد صف آرائی ترک کردی تھی۔ دستہ دستہ فوج یکے بعد دیگرے جنگ کی غرض سے میدان میں بھیجتا تھا۔ ایک مدت تک اسی صورت سے لڑائی جاری رہی۔ اکثر خوارج شیبان کی رفاقت سے الگ ہو کر اپنے اپنے شہروں میں واپس آئے۔ بقیہ خوارج بایماء سلیمان بن ہشام جنگ سے مجبور ہو کر موصل چلے آئے اور دجلہ کے شرقی جانب لشکر مرتب کیا۔ متعدد پل بندھوائے۔ مروان نے پیچھا کیا۔ نو مہینوں تک لڑائی ہوتی رہی۔ فریقین کی طرف سے ایک جماعت کثیر اس معرکے میں کام آئی۔ سلیمان بن ہشام کا بھتیجا امیہ بن معاویہ گرفتار ہوگیا۔ مروان کے روبرو پیش کیا گیا، تو اس نے اس کے پہلے ہاتھ پاؤں کٹوائے اور پھر گردن ماردی۔

خارجیوں کی شکست

انہی دنوں مروان نے ایک فرمان مشعر روانگی عراق بنام یزید بن عمر بن ہبیرہ قرقیسیا میں بھیج دیا اور ساتھ ہی اس کے گورنری عراق کی سند بھی بھیج دی۔ کوفے میں اس وقت قبیلہ قریش سے مثنیٰ بن عمران عابدی خوارج نائب تھا۔ مقام عین التمر میں ابن ہبیرہ سے ملاقات ہوئی۔ مثنیٰ وابن ہبیرہ ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ میدان ابن ہبیرہ کے ہاتھ رہا۔ خارجیوں کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد کوفے کے باہر نخیلہ میں خوارج نے مورچہ قائم کیا۔ ابن ہبیرہ نے پھر شکست دیدی۔ تب بصرے میں مورچہ بندی کی۔ شیبان نے عبیدہ بن سوار کو ایک عظیم الشان رسالے کے ہمراہ خوارج کی کمک کے لئے روانہ کیا مگر پھر بھی ابن ہبیرہ کے ہاتھ سے شکست کھا گئے۔ عبیدہ بن سوار، معرکہ جنگ میں کام آگیا۔ ابن ہبیرہ نے اس کی لشکرگاہ کی غنیمت کو لشکریوں کے لئے مباح کردیا۔ اس آخری جنگ میں خوارج کی ہمت نہایت پست ہوگئی۔

عبداللہ بن عمر کی گرفتاری

منصور بن جمہور خوارج کے ہمراہ تھا۔ جب پے در پے شکست ہوتی گئی تو یہ بھی شکست کھا کر بھاگ گیا۔ ابن ہبیرہ ماہین اور کل بلاد جبلیہ پر قبضہ کر کے واسط جا پہنچا۔ عبداللہ ابن عمر بن عبدالعزیز کو گرفتار کر کے قید کردیا۔ ابن عمر کی جانب سے اہواز کا عامل سلیمان بن حبیب تھا۔ ابن ہبیرہ نے اس کی طرف نباتہ بن حنظلہ کو اور سلیمان نے یہ خبر پا کر نباتہ کے مقابلے پر داؤد بن حاتم کو روانہ کیا۔ (مقام مرتان) کنارہ دجلہ پر صف آرائی کی نوبت آئی۔ داؤد کو شکست ہوئی اور دار و گیر میں مارڈالا گیا۔

جون بن کلاب کا قتل

اس واقعہ کے بعد مروان کے لکھنے کے مطابق ابن ہبیرہ نے عامر ابن ضبابہ مزنی کو آٹھ ہزار کی جمعیت سے نباتہ کی کمک پر روانہ کیا۔ شیبان کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے اس کی روک تھام کرنے کے لئے جون بن کلاب خارجی کو ایک لشکر روانہ کر دیا۔ مقام سن پر ایک دوسرے سے لڑ پڑے۔ عامر شکست کھا کر سن میں جا کر پناہ گزین ہوا۔ مروان براہ خشکی اس کی کمک پر فوجیں بھیجنے لگا اور منصور بن جمہور جبل سے سلیمان کے پاس امدادی لشکر روانہ کر رہا تھا۔ جب عامر کی جمعیت بڑھ گئی تو محاصرہ توڑ کر جون اور ان خارجیوں کی جانب نکل کھڑا ہوا جو اس پر محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ خوارج کو شکست ہوئی، جون کو قتل کر دیا گیا۔

شیبان کی شکست اور فرار

عامر نے بقصد خوارج موصل کا قصد کیا۔ شیبان یہ اطلاع پا کر مع خوارج کے موصل سے کوچ کر گیا۔ عامر مروان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مروان نے ایک گروہ کثیر کے ساتھ شیبان کے تعاقب پر مقرر کر دیا۔ عامر رفتہ رفتہ جبل پہنچا اور پھر جبل سے روانہ ہو کر بیضاء فارس کی طرف جا نکلا۔ بیضاء فارس میں ان دنوں عبداللہ بن معاویہ بن حبیب بن جعفر تھا۔ عبداللہ بن معاویہ نے عامر کو اپنا حریف سمجھ کر لشکر مرتب کیا اور بیضاء فارس سے کرمان آ گیا۔ عامر نے یہ سن کر کرمان کا رخ کیا مقابلے پر پہنچ کر مورچہ بندی کر لی۔ جنگ ہوئی۔ عبداللہ بن معاویہ شکست کھا کر ہرات کی طرف بھاگ گیا اور عامر مع اپنے لشکر کے جیرفت میں شیبان اور خوارج سے جا بھڑا۔ اس معرکے میں خارجیوں کو شکست ہوئی اور ان کی لشکر گاہ لوٹ لی گئی۔ شیبان نے بجستان میں جا کر پناہ لی اور وہیں 130ھ میں مر گیا۔

شیبان کا انجام

بعض کا بیان ہے کہ مروان و شیبان سے موصل میں ایک مہینے تک لڑائی ہوئی تھی بعد ازاں شیبان نے شکست کھا کر فارس میں جا کر دم لیا۔ عامر بن ضیاء اس کے تعاقب میں تھا۔ جب شیبان کو فارس میں بھی امان ملتی نظر نہ آئی تو جزیرہ ابن کاوان چلا گیا اور وہیں ٹھہرا رہا۔ جس وقت سفاح تخت خلافت پر بیٹھا تو اس نے حارثہ بن خزیمہ کو جزیرہ ابن کاوان میں خوارج سے جنگ کرنے کو روانہ کیا۔ چنانچہ حارثہ ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ بصرہ پہنچا اور بصرے سے کشتی پر سوار ہو کر جزیرہ ابن کاوان کو روانہ ہوا اور فضالہ بن نعیم نہشلی کو پانچ سو کی جمعیت سے شیبان کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ پہلے ہی حملے میں شیبان شکست کھا کر عمان پہنچا۔ والی عمان جلندی بن مسعود بن جعفر بن جلندی سے لڑائی ہوئی۔ جلندی نے شیبان کو مع اس کے ساتھیوں کے میدان جنگ میں مار ڈالا۔ (یہ واقعہ 134ھ کا ہے)

شیبان بن ہشام کا خاتمہ

سلیمان بن ہشام مع اپنے خدام اور اہل و عیال کے بعد روانگی شیبان بجانب جزیرہ ابن کاوان کشتی پر سوار ہو کر ہند کو چلا گیا یہاں تک کہ سفاح کے خلافت کی بیعت لی گئی اور سلیمان یہ اطلاع پا کر اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سدیف خادم سفاح نے ذیل کے دو اشعار پڑھے:

لا یعرفک ماتری من رجال ان بین الضلوع داء دویا

فصنح السیف وارفع السوط حتیٰ لاتری فوق ظھرھا امویا

سفاح نے یہ سنتے ہی سلیمان بن ہشام کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔

مروان بعد روانگی شیبان بجانب موصل اپنی جائے قیام حران میں لوٹ آیا اور ایک لمبے عرصے تک وہیں مقیم رہا۔ پھر کچھ مدت کے بعد زاب چلا آیا اور شیبان موصل سے خراسان میں آ گیا۔ یہ وہ ایام تھے کہ نصر بن سیار و کرمانی و حرث بن شریح میں باہمی نزاع ہو رہی تھی اور ابو مسلم نے

خلافت عباسیہ کی دعوت کا علانیہ اظہار کر دیا تھا۔ اس کو بھی ان لوگوں کے ساتھ چند حوادث کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اس نے علی بن کرمانی سے جنگ نصر بن سیار پر ساز باز کر لیا تھا۔ پس جب کرمانی نے ابو مسلم سے مصالحت کر لی۔ جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں۔ شیبان نے کرمانی سے لاتعلقی اختیار کر لی اور یہ سمجھا کر کہ مجھے ان دونوں کی مقاومت کی طاقت نہیں ہے۔ مرو سے چلا آیا۔ اس کے بعد نصر بن سیار، سرخس کی طرف فرار ہو گیا اور ابو مسلم کی حکومت کو خراسان میں ایک گونہ استقلال حاصل ہو گیا۔ اس وقت اس نے شیبان سے کہلا بھیجا کہ خلیفہ سفاح کی خلافت کی بیعت کر لو یا میدان جنگ میں آ جاؤ۔ شیبان نے انکاری جواب دیا اور کرمانی سے فوجی امداد چاہی۔ کرمانی نے کورا جواب دے دیا۔ شیبان مجبور ہو کر سرخس چلا آیا۔ ایک گروہ کثیر بکر بن وائل کا اس کے پاس جمع ہو گیا۔ ابو مسلم نے چند لوگوں کو شیبان کے پاس صلح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ شیبان نے ان سب کو جیل میں ڈال دیا۔ ابو مسلم نے جھلا کر بسام بن ابراہیم (بنولیث کے آزاد غلام) کو شیبان سے جنگ کرنے کو بھیج دیا۔ بسام اور شیبان سے لڑائی ہوئی۔ میدان بسام کے ہاتھ رہا۔ شیبان مع کچھ لوگوں کے، جو قبیلہ بکر بن وائل کے تھے مارڈالا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ابو مسلم نے اپنے پاس سے ایک لشکر جنگ شیبان پر بھیجا تھا، جس کے سردار خزیمہ بن حازم اور بسام بن ابراہیم تھے۔

ابوحمزہ خارجی کا نام مختار بن عوف ازدی بصرہ تھا۔ اور مذہباً خوارج اباضیہ کے عقائد کا پیرو کار تھا۔ ہر سال موسم حج میں آتا اور برخلاف مروان کے لوگوں کو ابھارتا تھا۔ 128ھ میں عبداللہ بن یحییٰ معروف بہ طالب الحق حضرموت سے آیا اور ابوحمزہ کا کلام سن کر بولا: "تم میرے ساتھ چلو میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔" چنانچہ ابوحمزہ عبداللہ بن یحییٰ طالب الحق کے ہمراہ حضرموت گیا اور اس کی بیعت کر لی۔ اگلے برس 129ھ میں عبداللہ طالب الحق نے ابوحمزہ کو مع بلخ بن عقبہ ازدی کے سات سو کی جمعیت سے موسم حج میں مکے کی طرف روانہ کیا۔ موقف میں پہنچ کر ان لوگوں نے اپنے ارادے کو ظاہر کیا۔ ان دنوں مکہ و مدینہ کا عامل عبدالواحد بن سلیمان بن عبدالملک تھا۔ اس نے ابوحمزہ سے تا انقضاء ایام حج و واپسی حجاج صلح قائم رکھنے کی استدعا کی۔ ابوحمزہ و بلخ بن عقبہ اس امر پر رضامند ہو گئے۔

ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن اور ابوحمزہ میں صلح

عبدالواحد نے مقام منیٰ میں پڑاؤ کیا اور ابوحمزہ قرن الثعالب میں خیمہ زن ہوا۔ عبدالواحد نے عبیداللہ بن حسن بن حسن، محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان، عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر، عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کو چند ایسے ہی دیگر بزرگوں کے ساتھ ابوحمزہ کے پاس صلح کی مضبوطی کے لئے بھیجا۔ ابوحمزہ کا علوی وعثمانی نسب سن کر چہرہ بگڑ گیا۔ مگر بکری (صدیقی) عمری (فاروقی) کا نام سنتے ہی ہشاش ہو کر بولا: "ہم نے تمہارے ہی دونوں کے باپوں کی سیرت کے پھیلانے اور انہی کے اقتدار کے خیال سے خروج کیا ہے۔" عبیداللہ بن حسن نے کہا: "ہم اس لئے تمہارے پاس نہیں آئے کہ تم ہمارے آباء واجداد کی تفصیل بیان کرو بلکہ ہم امیر کی جانب سے سفیر ہو کر آئے ہیں اور یہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن اس سفارت کو ادا کریں گے۔" غرض ربیعہ اور ابوحمزہ میں مصالحت تا انقضاء میعاد مقررہ قائم رکھنے کا باہم عہد و پیمان ہو گیا۔

عبدالواحد کی وعدہ خلافی

عبدالواحد پہلے ہی قافلے کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ چلا گیا اور اہل مدینہ کو ابوحمزہ کی آمد سے خبردار کر کے اس کو جنگ پر ابھار دیا۔ روزینہ میں بھی دس دس درہم کا اضافہ کر دیا۔ جس لشکر کو ابوحمزہ کی جنگ کے لئے مرتب کیا تھا اس پر عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمر بن عثمان کو مقرر کر کے کوچ کا حکم دیدیا۔ مقام قدیہ میں جس وقت یہ لشکر پہنچا ابوحمزہ کے سفیر پناہ حاصل کر کے اہل مدینہ کے لشکر میں آئے اور یہ استدعا پیش کی کہ "تم ہم سے جنگ نہ کرو ہمیں اور ہمارے دشمن کو چھوڑ دو ہم اور وہ نپٹ لیں گے۔" اہل مدینہ نے اس کو قبول نہ کیا۔

مدینہ میں خونریزی

اس اثناء میں ابوحمزہ بھی مع اپنے ہمراہیوں کے مدینہ میں آ اترا۔ یہ لوگ بظاہر آلات حرب سے آراستہ نہ تھے اور نہ ان کی شکل وصورت سے

یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ لوگ لڑیں گے۔ مگر جس وقت اہل مدینہ کے انکار کا حال معلوم ہوا ابوحمزہ کے ہمراہی جھرمٹ باندھ کر نکل پڑے اور نہایت بے رحمی سے قتل کرنا شروع کر دیا۔ تقریباً سات سو آدمی قبیلہ قریش کے مارے گئے۔ اس کی خبر عبدالواحد تک پہنچی تو وہ مدینہ منورہ چھوڑ کر شام کو چلا گیا اور ابوحمزہ نصف ماہ صفر 130ھ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ لوگوں کو جمع کر کے منبر پر گیا خطبہ دیا اور علی الاعلان اپنی دعوت کا اظہار کیا۔ وعظ کہا اور ان لوگوں کے اقوال کا رد کیا اور ان کی رائے کی فضیلت بیان کی جو اس کے معائب بیان کرتے تھے اور ایسے حسن سلوک اور اخلاق سے پیش آیا کہ تمام اہل مدینہ نے بخوشی اس کی تقریر سنی۔ کہتا تھا من زنا فھو کافر و من سرق فھو کافر (جس شخص نے زنا کیا وہ کافر ہے اور جس نے چوری وہ کافر ہے) تین مہینوں تک مدینہ منورہ میں مقیم رہا۔

ابوحمزہ کا قتل

بعد ازاں ان لوگوں سے رخصت ہو کر شام کی طرف روانہ ہوا۔ اس کی روانگی سے قبل مروان نے خوارج سے جنگ کرنے کو عبدالملک بن محمد بن عطیہ ابن ہوازن کو چار ہزار کی جمعیت سے روانہ کر دیا۔ جو رفتہ رفتہ یمن پہنچ گیا۔ وادی القریٰ میں ابوحمزہ سے مڈبھیڑ ہوئی۔ خارجی شکست کھا کر بھاگے۔ ابوحمزہ مارا گیا۔ بقیۃ السیف نے بھاگ کر مدینہ میں جان بچائی۔

طالب الحق کا خاتمہ

ابن عطیہ بھی ان کے تعاقب میں مدینہ تک پہنچ گیا۔ ایک ماہ قیام کر کے مدینہ منورہ میں ولید ابن عروہ (اپنے بھتیجے) کو اور مکہ معظمہ میں اہل ہشام میں سے ایک شخص کو اپنا نائب بنا کر یمن کو روانہ ہوا۔ عبداللہ طالب الحق کو اس کی روانگی کی اطلاع ملی۔ اس وقت وہ صنعاء میں تھا تو اس نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے بارادۂ جنگ خروج کر دیا۔ طالب الحق اور ابن عطیہ سے لڑائی ہوئی۔ طالب الحق مارا گیا اور ابن عطیہ نے صنعاء پر پہنچ کر کامیابی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔

ابن عطیہ کا انجام

اس واقعہ کے بعد مروان کا فرمان مشعر لوگوں کے ساتھ حج کرنے آیا۔ ابن عطیہ نے بموجب اس حکم کے بہ ہمراہی بارہ آدمیوں کے چالیس ہزار دینار لے کر سفر کر دیا اور تمام لشکر کو صنعاء میں چھوڑ گیا۔ مقام جیرفت میں پہنچا تو ابن حمایۃ مرادی نے ایک گروہ کثیر کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کی اور ابن عطیہ اور اس کے ساتھیوں سے کہا کہ تم لوگ چور ہو۔ ابن عطیہ نے مروان کا فرمان دکھایا۔ ابن حمایہ اور اس کے ہمراہیوں نے اس کی تکذیب کی۔ لڑائی ہوئی اور ابن عطیہ مارا گیا۔

ابن جزملہ خارجی کا خروج

ان حوادث کے بعد خوارج کی ہوا ایسی بگڑی کہ تا زمان ظہور دولت عباسیہ کسی نے بھی سر نہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ سفاح کے بعد المنصور کی بیعت خلافت لی گئی۔

137ھ کا دور آیا تو جزیرے میں ملید بن جزملہ شیبانی خارجی نے علم بغاوت بلند کیا۔ حکام جزیرہ نے ایک ہزار سواروں کو اس کی بیخ کنی کے لئے متعین کیا۔ ملید نے پہلے ہی حملہ میں ان کو شکست دیدی۔ تب یزید بن حاتم مہلبی اور مہلبل بن صفوان (خلیفہ منصورہ کا آزاد غلام) بعد ازاں خراسان کے سپہ سالاروں میں سے نزار پھر زیاد بن مشکان۔ کچھ عرصہ بعد صالح بن صبیح کے بعد دیگرے ملید کے مقابلے پر آئے اور ملید نے ایک ایک کر کے سب کو شکست دی اور ان میں سے بعض کو موت کے گھاٹ بھی اتار دیا۔ ان لوگوں کے شکست کھانے کے بعد حمید بن قحطبہ عامل جزیرہ میدان جنگ میں آیا۔ ملید نے اس کو بھی شکست دیدی۔ حمید نے بھاگ کر ایک محفوظ مقام میں ایک ایک کر کے پناہ لی اور وہیں قلعہ بند ہو گیا۔

المنصور نے یہ اطلاع پا کر عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن برادر عبدالجبار کو ایک عظیم الشان لشکر کے ہمراہ ملید کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اس کے زیاد بن مشکان بھی تھا۔ ملید نے قبل جنگ چھیڑنے کے ایک ہزار سواروں کو کمین گاہ میں بٹھا دیا تھا۔ جس وقت ملید اور عبدالعزیز میں لڑائی شر گئی اور ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے کرنے لگے، ملید کے سواروں نے مورچوں سے نکل کر عبدالعزیز پر عقب سے حملہ کر دیا۔ عبدالعزیز کا لشکر قابو ہو کر بھاگ کھڑا ہوا اس کے اکثر ہمراہی مارڈالے گئے۔

ملید بن جزملہ کا انجام

تب منصور نے حازم بن خزیمہ کو بسرافسری آٹھ ہزار خراسانی لشکر کے روانہ کیا۔ حازم موصل کے قریب پہنچا تو ملید نے یہ سن کر کہ بہ قصد دجلہ کو پار کیا۔ صف آرائی کی نوبت آئی۔ حازم کا میمنہ میسرہ شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ حازم اور اس کے ہمراہی پیادہ پا ہو کر تیر اندازی کرتے ہو ملید کی جانب بڑھے۔ ملید بھی حازم کی دیکھا دیکھی مع اپنے ہمراہیوں کے پیادہ پا ہو گیا۔ فریقین ایک دوسرے پر تیر مارتے ہوئے چلے آتے جنگ کا بازار گرم ہو رہا تھا۔ ملید کے میمنہ ومیسرہ نے حملہ کیا۔ حازم کے لشکریوں نے ایسی سخت تیر اندازی کی کہ خوارج قریب تک نہ آنے پا ملید مع آٹھ سو آدمیوں کے جو اس کے ساتھ پیادہ ہوئے تھے میدان کارزار میں کام آ گیا اور تین سو افراد اس کی طرف کے قبل پیادہ پا ہونے کے ہلاک ہو چکے تھے، باقی جو رہے وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ فضالہ افسر میمنہ نے تعاقب کیا اور ان میں سے تقریباً ڈیڑھ سو یا اس سے کچھ زیادہ آدمی کو مارڈالا۔

ابن مخالد کا خروج

پھر 148ھ عہد حکومت منصور ہی میں حسان بن مخالد بن مالک بن اجدع ہمدانی برادر مسروق نے اطراف موصل میں خروج کیا۔ موصل تب صفر بن نجدہ تھا۔ حرب بن عبداللہ کے بعد اس کو لشکر موصل کی سرداری تفویض کی گئی تھی۔ جونہی صفر حسان کے مقابلے پر آیا حسان نے اس کو کی جانب پسپا کر دیا۔ بازار میں آگ لگادی، دکان داروں کو لوٹ لیا۔ اور رقہ ہوتا ہوا دریا کو آیا۔ کشتی پر سوار ہو کر سندھ کی طرف روانہ ہو گیا۔ چو اکثر خوارج اہل عمان سے تھے وہیں ان لوگوں کا مجمع رہتا تھا۔ حسان نے خط وکتابت شروع کی۔ ان سے ملنے کی درخواست پیش کی۔ اہل عمان انکار کر دیا۔ حسان مجبوراً موصل کی طرف لوٹا۔ صفر، حسن بن صالح بن حسان ہمدانی اور بلال قیسی ایک لشکر جرار کے ساتھ حسان سے جنگ کرنے آئے۔ لڑائی ہوئی آخر کار صفر بھاگ گیا۔ حسن بن صالح اور بلال قید کر لئے گئے۔ حسان نے بلال کو ہلاک کر ڈالا اور حسن کو زندہ رہنے دیا کیونکہ ہمدانی تھا اس پر حسان کے بعض ساتھیوں نے حسان پر جانب داری کا الزام لگا کر لاتعلقی اختیار کر لی۔

المنصور اور اہل موصل

حسان نے خوارج کے عقائد اپنے ماموں حفص بن اشیم سے سیکھے تھے۔ حفص بن اشیم فقہائے خوارج سے تھا۔ المنصور کو اس کے خروج کی اطلاع پہنچی تو اس نے تعجب سے کہا۔ "ہمدان سے خارجی" حاضرین نے عرض کیا۔ "یہ حفص بن اشیم کا بھانجا ہے۔" المنصور بولا۔ "تب ہی۔ المنصور کو تعجب اس سبب سے ہوا تھا کہ ہمدانی عموماً شیعان علی میں داخل تھے۔ المنصور کا اس واقعہ سے اہل موصل کی سرکوبی کو ایک عظیم الشان لشکر روانہ کرنے کا مصمم قصد ہو گیا۔ کیونکہ ان لوگوں نے اس سے پیشتر یہ اقرار کر لیا تھا کہ اگر وہ لوگ کبھی بغاوت کریں یا خلاف خلافت عباسیہ کے خروج کریں تو ان کا ملک ومال واسباب لوٹ لیا جائے اور خون مباح کر دیا جائے۔ فتویٰ لینے کے لئے علمائے وقت ابوحنیفہ، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ دربار خلافت میں طلب کئے گئے۔ مسئلہ پیش کیا گیا۔ ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ نے نرمی وملاطفت اور درگزر کرنے کی تجویز دی۔ ابوحنیفہ نے ان لوگوں سے اختلاف کر کے کہا "اباحوا ما لا یملکون کما اباحت امراۃ فرجاً بغیر عقد شرعی ان لوگوں نے اس چیز کو مباح کیا جس کے وہ خود مالک نہ تھے۔ جیسا کہ کوئی عورت اپنی شرم گاہ کو کسی کے لئے بغیر شرعی عقد کے مباح کر دے۔ المنصور یہ سن کر ہنس پڑا اور اہل موصل کی

خونریزی سے باز رہا۔

ابن ابراہیم کا خروج

160ھ المہدی کے عہد حکومت میں یوسف بن ابراہیم المعروف بہ برم نے خراسان میں خروج کیا۔ ایک گروہ کثیر اس کے پاس جمع ہوگیا۔ مہدی نے یزید بن مزید شیبانی برادر زادہ معن بن زائدہ کو اس کی بیخ کنی کے لئے بھیجا۔ ایک بڑی خونریز جنگ کے بعد یزید نے یوسف کو مع اس کے چند ساتھیوں کے گرفتار کر کے پابزنجیر مہدی کی خدمت میں روانہ کردیا۔ نہروان پہنچے تو تذلیل کی نظر سے یوسف کو اونٹ پر دم کی جانب منہ کر کے سوار کرایا۔ اسی صورت سے یوسف مع اپنے ساتھیوں کے رصافہ میں داخل کیا گیا۔ خلیفہ مہدی کے حکم سے پہلے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے بعدازاں صلیب پر چڑھادیا گیا۔ بعض کے بقول یہ بھی حروری تھا اور اس نے بوشنج مروالروز، طالقان، اور جورجان پر قبضہ کرلیا تھا۔ ان دنوں مصعب بن زریق جد طاہر بن حسین بوشنج کا امیر تھا مگر یوسف کے خوف سے بوشنج چھوڑ کر فرار ہوگیا تھا۔ یوسف کے منجملہ ساتھیوں کے معاذ فاریابی بھی تھا جو اس کے ساتھ گرفتار کرلیا گیا تھا۔

ابن مالک کا خروج

169ھ میں خلیفہ مہدی ہی کے دور حکومت میں حمزہ بن مالک خزاعی نے جزیرے میں علم بغاوت بلند کیا جس کے ختم کرنے پر منصور بن زیاد صاحب الخراج (افسر محکمہ مال) مامور کیا گیا۔ مگر حمزہ پہلی ہی لڑائی میں شکست کھا کر فرار ہوگیا۔ اس سے حمزہ کی قوت بہت بڑھ گئی۔ اطراف وجوانب پر ہاتھ مارنے کا ارادہ کیا۔ ہنوز اس کی نوبت نہ آنے پائی تھی کہ حمزہ کے بعض ہمراہیوں نے سازش کر کے اس کی پُرحوصلہ زندگانی کا خاتمہ کردیا۔

اس کے بعد آخری زمانہ مہدی میں بنوتمیم کے ایک خارجی یٰسین نامی نے سرزمین موصل میں خروج کیا جس کے خیالات صالح بن مسرح سے بہت زیادہ ملتے جلتے تھے۔ لشکر موصل اس کے مقابلے پر گیا۔ مگر شکست اٹھا کر بھاگ نکلا۔ یٰسین اکثر دیار ربیعہ وجزیرہ پر قابض ومتصرف ہوگیا۔ تب خلیفہ مہدی نے اپنے سپہ سالار ابو ہریرہ محمد بن فرخ وہرثمہ بن اعین (بنوضبہ کے غلام آزاد) کو یٰسین کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ ابو ہریرہ و ہرثمہ نے نہایت استقلال وثابت قدمی سے یٰسین کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ یٰسین اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ ہلاک کردیا گیا اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔

یٰسین خارجی اور ولید بن ظریف کا خروج

خلیفہ رشید کے دور حکومت 178ھ میں بنوتغلب سے ولید بن ظریف خارجی نے جزیرہ میں سر اٹھایا۔ نصیبین میں ابراہیم بن حازم بن خزیمہ سے لڑائی ہوئی۔ ابراہیم مارا گیا۔ جس سے ولید کے حوصلے بڑھ گئے۔ جوش مردانگی میں آرمینیہ کی طرف بڑھا۔ بیس روز تک خلاط پر محاصرہ کئے رہا۔ اہل خلاط نے بیس ہزار درہم زرفدیہ ادا کر کے اپنی جان بچائی۔ ولید نے خلاط سے محاصرہ اٹھا کر آذربائیجان کا قصد کیا۔ پھر آذربائیجان سے روانہ ہو کر حلوان وسرزمین سواد ہوتا ہوا دجلہ کو مغرب کی طرف سے عبور کیا اور سرزمین جزیرہ میں پہنچ کر قیام کیا۔ خلیفہ الرشید نے یزید بن مزید بن زائدہ شیبانی برادرزادہ معن بن زائدہ کو بسرافسری ایک عظیم الشان لشکر کے مقابلے پر بھیجا۔ یزید بن مزید نے موقع جنگ پر پہنچ کر مصلحتاً لڑائی نہ چھیڑی۔ چونکہ یزید سے برامکہ کو رقابت کا خیال تھا۔ خلیفہ الرشید سے جڑ دیا۔ کہ "یزید بن مزید ولید سے بہ نظر ترحم جنگ نہیں کرتا کیونکہ دونوں وائل کے شاخ و پیوند ہیں۔"

ابن ظریف کا انجام

خلیفہ الرشید نے ایک عتاب آموز فرمان یزید کے پاس بھیج دیا۔ یزید نے رمضان 179ھ میں جنگ شروع کردی۔ خوارج نے نہایت

مردانگی سے مقابلہ کیا بالآخر ولید مارا گیا۔ سرا تار کر الرشید کے پاس بھیج دیا گیا۔ یہ واقعہ شام کو پیش آیا۔ صبح ہوئی تو ولید کی بہن لیلیٰ بنت ظریف
کر میدان جنگ میں آئی۔ لوگوں پر حملہ کرنے لگی۔ یزید لوگوں کو روک کر آگے بڑھا اور اس کے سر پر ایک نیزہ مار کر کہا "کیوں مردار! تجھے
آئی کہ تو نے خاندان کو رسوا کیا"۔ لیلیٰ یہ سن کر شرما گئی اور اپنے مقتول بھائی کا مرثیہ پڑھتی ہوئی لوٹ کھڑی ہوئی، جس کے یہ دو اشعار ہیں۔

ایا شجر الخابور مالک مورنا ۔۔۔ کانک لم تجزع علی ابن ظریف
فتی لا یحب الزاد الامن التقی ۔۔۔ ولا المال الامن تنا و سیوف

ترجمہ: اے درخت خابور تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو سرسبز ہو رہا ہے۔ شاید تو نے ابن ظریف پر جزع وفزع نہیں کیا۔ وہ ایسا مرد تھا کہ جو تقویٰ
علاوہ کسی زاد کو محبوب نہ رکھتا تھا اور نہ کسی مال کی سوائے نیزہ و تلوار کے تمنا کرتا تھا۔

ان واقعات کے بعد خوارج کا دور دورہ عراق و شام سے جاتا رہا۔ اگر کسی نے کہیں پر متفرق طور سے شاذ و نادر سر اٹھایا تو مقامی حکام
اسے کچل دیا۔ باستثناء خوارج بربر کے، جو افریقہ میں تھے کیونکہ دعوت خارجیہ ان میں اس دور سے شیوع پذیر ہوئی تھی جب سے کہ ظفری [illegible]
میں افریقیہ گیا تھا۔ اس کے بعد اباضیہ وصفریہ کی دعوت بربر میں سے ہوازہ، لمایہ، نفزہ اور مغلیہ میں اور زناتہ میں سے بنو معراوہ بنو یفرن میں
گئی۔ چنانچہ اخبار بربر میں بیان کیا جائے گا کہ کارجیوں سے بنورستم کی ایک دولت مغرب اوسط میں تھی جس کو ہم اخبار بربر میں لکھیں گے۔
ان لوگوں میں سے عہد حکومت عبیدیین میں خلفاء قیروان ابو یزید بن مخلد مغربی افریقہ چلا گیا۔ اس سے اور خلفاء عبیدیین سے اکثر جنگیں
جن کو ہم ان کے مواقع پر بیان کریں گے۔ پھر اس کے بعد دن بہ دن خوارج گرتے ہی گئے۔ یہاں تک کہ قوائے حکومت مضمحل ہو گئے
جماعت منتشر و متفرق ہو گئی۔ اب ان کے آثار ان بربر کے اعقاب میں موجود ہیں، جن کا زمانہ دور اول میں گزر رہا ہے۔ اس وقت تک صحراء بلاد
میں ان کا اثر، تصور ربع دوادیہ اور شعوب زناتہ سے مغراوہ میں باقی ہے۔ جو راہبیہ کے نام سے موسوم اور عبداللہ بن وہب راہبی کی طرف منسوب
کئے جاتے ہیں۔ یہ پہلا آدمی ہے جس کی عہد خلافت علی ابن ابی طالب میں بیعت کی گئی تھی، اس زمانے تک بہ وجہ دوری تھا۔ یہ اہل
جماعت، وہ لوگ اپنے انہی خیالات بدعی فاسد میں گرفتار ہیں۔

اسی طرح جہاں طرابلس وزناتہ میں بھی اس مذہب کا بہ وجہ مجاورت برابر ایک اثر باقی ہے اور لوگ اس کے عقائد کے پابند ہیں۔ ان بلاد
اس وقت تک ہمارے پاس رسائل اور بڑی بڑی کتابیں ان کی فقہ وعقائد وفروع کی آئی ہیں، جن کا منشاء سنت وطریق سنت کے ختم کرنے کا
لیکن باوجود اصول فاسد ہونے کے ان کا طریقہ تالیف وترتیب نہایت نفیس ہوتا ہے۔

اطراف بحرین وعمان میں بلاد حضر موت وشرقی یمن اور موصل کی اطراف میں بھی ان کے آثار ہر دولت کے پائے جاتے ہیں یہاں تک
علی بن مہدی نے خولان سے یمن میں خروج کیا اور اس مذہب کی علانیہ دعوت دی۔ اتفاقاً اس وقت جو لوگ ملوک یمن تھے وہ ان پر غالب آئے
بنو صلیحی نے ان کو پامال کر ڈالا جو دعوت عبیدیین شیعہ کے بانی تھے اور یمن کے ان ممالک کو جو ان کے قبضے میں تھے چھین لئے۔ زبید اور اطراف
زبید پر بھی بنو نجاح وابن زیاد کے موالی یعنی آزاد غلاموں سے قبضہ لے لیا۔ جیسا کہ ہم ان سب کو اخبار میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ
مناسب ہے کہ ناظرین ان مقامات میں ان حالات کو ملاحظہ فرمائیں۔
بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت تک بلاد حضر موت (ملک یمن) میں اس جماعت کے کچھ لوگ باقی ہیں۔

زمانہ خلفاء اربعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور ان کے بعد عہد حکومت بنوامیہ میں بھی اسلام کی زمام حکومت بہ وجہ اجتماع عصبیت عرب، برابر
ہی دولت اور ایک ہی آدمی کے قبضے میں رہی۔ اس کے بعد شیعہ کی حکومت کا ظہور ہوا۔ یہ لوگ اہل بیت کے دعاۃ تھے لیکن اتفاق ایسا پیش آیا
دعاۃ بنو عباس ان پر غالب آ گئے اور یہی حکومت وخلافت کی کرسی پر مستقل طور سے بیٹھ گئے۔ بنوامیہ کے باقی ماندہ اقارب فرار ہو کر اندلس پہنچے
اندلس میں دوبارہ ان کی حکومت کو ان کے موالی یعنی آزاد غلاموں نے جو وہاں پر تھے، اور ان لوگوں نے جو بھاگ گئے تھے قائم کیا۔ اس لئے یہ لوگ
دعوت بنو عباس میں شریک نہ ہوئے اور اس وجہ سے اسلامی حکومت بہ وجہ افتراق عصبیت عرب، دو حکومتوں میں بٹ گئی۔ بعد ازاں دعاۃ اہل بیت
علویہ مغرب وعراق میں ظاہر ہوئے اور خلفائے بنو عباس سے منازعت کی اور ممالک بعیدہ پر مثلاً مغرب اقصیٰ میں اور اسہ پر، عبیدیین قیروان وم

...امطہ بحرین پر اور دواعی طبرستان دیلم اور اطروس پر متصرف ہو گئے۔ مذکورہ اسباب کی وجہ سے اسلامی حکومت کئی متفرق حکومتوں پر منقسم ہو گئی، ...ہیں کو ہم یکے بعد دیگرے بیان کریں گے۔

شروع میں ہم شیعوں کے حالات معرض تحریر میں لائیں گے کہ کیسے ان کی حکومت کی بنا پڑی اور پھر کس طرح یہ حکومت عباسیہ کے قبضے میں ...گئی۔ ان کے انقضاء حکومت کے حالات بیان کر کے اندلس کی دولت بنوامیہ کا تذکرہ ہدیہ ناظرین کریں گے اور بعد ازاں دولت عباسیہ کے دعاۃ ...دولت کی طرف رجوع کریں گے۔ جو اطراف عرب وعجم میں مستحکم ہوئی تھی۔

كتابُ العِبَر وديوانُ المبتدإ والخبر في أيّامِ العَرب والعَجَمِ والبربر ومَن عاصرهم مِن ذوي السّلطانِ الأكبر

المعروف بہ

تاریخ ابن خلدون

جلد دوم

قبل از اسلام ۔ حصہ اول و دوم

علامہ ابن خلدون نے اپنی زندگی کے آخری ایام مصر اور شمالی افریقہ کے دوسرے علاقوں میں بسر کئے تھے۔ اس جلد میں مصر اور شمالی افریقہ کے حکمران خاندانوں، قوموں اور قبیلوں کے مفصل حالات و واقعات ہیں۔ اگرچہ ان حکمرانوں اور قبائل نے دوسرے مسلم حکمرانوں کی طرح جاہ و جلال سے حکومت نہیں کی تھی، لیکن ان کے ہاتھوں بعض ایسے کارنامے انجام پائے جو اسلام کے قرن اول اور عہد زرین کی عظمت کی یاد دلاتے ہیں۔ شمالی افریقہ کے بربر علاقوں کے علاوہ دنیائے عرب کے دوسرے ملکوں میں بھی اسلام کی اشاعت و حکومت کے حالات تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔

تصنیف

علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون

ترجمہ

علامہ حکیم احمد حسین الہ آبادی

ترتیب وتبویب

منیر احمد نعیم ایم۔اے

الفیصل ناشران و تاجران کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور